TIGHT BINDING BOOK

UNIVERSAL LIBRARY

OU_226072

UNIVERSAL LIBRARY

اطلاع - اس مطبع مین ہر علم و فن کی کتب کا ذخیرہ سلسلہ وار فروخت کے لیے موجود ہی جسکی فہرست مطول ہر ایک شائق کو چاپہ خانہ سے مل سکتی ہی جسکے معاینہ و ملاحظہ سے شائقان اصلی حالات کتب کے معلوم فرما سکتے ہین قیمت بھی ارزان ہی اس کتاب کے ٹیبل پیج کے تین صفحہ جو سادے ہین اُنمین بعض کتب فقہ اُردو فارسی و عربی و اصول فقہ و ربی کی درج کرتے ہین تاکہ جس فن کی یہ کتاب ہی اُس فن کی اور بھی کتب موجودہ کارخانہ سے قدردانون کو آگاہی کا ذریعہ حاصل ہو۔

کتب فقہ اُردو

راہ نجات - ازمولوی محمد علی سائل نماز و روزہ و طریقۂ نکاح خوانی مع خطبۂ نکاح -

مفتاح الجنۃ - ازمولوی کرامت علی جونپوری

حقیقۃ الصلوٰۃ مع رسالہ بے نمازان ازمولوی عبداللہ -

کشف الحاجات - ترجمۂ اُردو مالابدمنہ ازمولوی نورالدین -

ہزار مسئلہ - شامل ہفت رسالہ -
(۱) ہزار مسئلہ (۲) مسائل ثمانیہ (۳) صد و سی مسئلہ (۴) مناجات بدرگاہ باری تعالیٰ (۵) حلیۃ المتقین (۶) نور نامہ (۷) چہل مسائل - مولفہ مولوی عبد اللہ بن عبد السلام -

شرح محمدی منظوم - مسائل نقہیہ از محمد خان قندھاری -

تنبیہ الغافلین - مسائل دینیہ ازمولوی سید محمد و مولوی محمد طیب -

حیرۃ الفقہ - مسائل مشکلۂ فقہ ازمولوی محمد ابراہیم حسین بنگلوری -

جواب السائلین - تحقیقات مسائل بطور استفتا مولفہ مولوی لال محمد -

تحفۃ المومنین - ازمولوی قربان علی

نور الہدایہ - اُردو ترجمۂ شرح وقایہ جلدین اولین عبادات مین ازمولوی وحید الزمان - ایضاً - اُردو ترجمہ جلدین اخیرین شرح وقایہ معاملات مین -

کنز الدقائق اُردو مسمّٰی بہ تحفۃ العجم - از مولوی محمد سبحان -

رسالۂ چار باب - اُردو ترجمہ ازمولوی کفایت اللہ -

چہل مسائل فقہ - ازمولوی محمد ابراہیم حسین بنگلوری -

اشرف المسائل معروف بہ جواہر اشرف ازمولوی اشرف علی خان -

رسالۂ تجہیز و تکفین میت - ازمحمد عمران -

احسن المسائل ترجمۂ کنز الدقائق - جو مسائل ضروریۂ فقہ مین بہت مستند ہی کتاب الطہارت سے کتاب الفرائض تک کے لابدی اور ضروری مسئلے صاف صاف عبارت اُردو مین مرقوم ہین مترجمۂ مولوی محمد احسن صدیقی -

فقہ فارسی

بدایع منظوم - ازمولوی ناظم علی -

نام حق - ازشرف الدین بخاری -

مائۃ مسائل - ازمولوی احمد اللہ -

شرح وقایہ فارسی - مع حاشیہ ملقبی الابحراز مولوی عبد الحق بحاولی و حاشیہ ازمولوی ابراہیم -

شرح مختصر وقایہ کورمیری - فارسی ازجلال الدین سمرقندی -

مسلک المتقین منظوم - علماے ولایت نے اسمین مسائل فقہ حنفیہ کے کارآمد ضروری مندرج کیے ہین مصنفہ مولوی الہ یار خان

فتاواے برہنہ - اسمین مسائل فقہیہ ہین مصنفۂ مفتی محمد نصیر الدین -

بناء الاسلام فی احکام الصیام - مذہب امامیہ کی کتاب ہی

ہدایہ - مع ترجمہ و شرح حامل المتن منقول از مطبوعہ کلکتہ جو چند علماے نامدار نے باتفاق راے مدون کیا یہ کتاب مختاران و وکلا کے لیے مفید ہی چار جلد مین -

۱ - جلد اول - کتاب الطہارت سے کتاب الحج تک -

۲ - جلد دوم - کتاب النکاح سے کتاب الوقف تک - جلد اول و دوم یکجائی -

۳ - جلد سوم - کتاب البیوع سے کتاب الغصب تک

۴ - جلد چہارم - کتاب الشفعہ سے مسائل شتی تک - جلد سوم و چہارم یکجائی -

فہرست جلد سوم غایۃ الاوطار ترجمہ درالمختار

صفحہ	مضمون
	کتاب البیوع
۱	یعنی انواع بیع کے احکام
۸	بیان تعاطی
۱۰	حقیقت خلو
۲۳	فصل اسمیں کہ کونسی چیزیں بیع میں بطریق تبعیت داخل ہوتی ہیں
۳۳	باب خیار الشرط یعنی جاکر دینے کے احکام میں
۳۴	جاکر ملنا تین دن سے زیادہ مدت پر لینا جائز نہیں
۴۰	باب خیار الرؤیۃ یعنی وہ اختیار کہ شتری کو بیع کے دیکھنے کے بعد حاصل ہتا ہے
۵۲	باب خیار العیب یہ باب ہر خیار العیب کے احکام یعنی بیع عیب نکل آنے سے پھیر دینے کا اختیار ہے
۷۰	باب البیع الفاسد یعنی بیع فاسد کے احکام
″	تفصیل بیوع باطلہ
۸۵	ذکر بیوع فاسدہ
۸۶	ذکر بیع باشرط
۸۷	احکام بیع فاسد
۹۳	ذکر بیوع مکروہہ
۹۶	فصل فی بیع الغاصب یعنی غیر کی ملک کو بیچ دینے کے احکام
۱۰۳	باب الاقالۃ یعنی بیع کو توڑنے کے احکام
۱۰۸	باب المرابحۃ والتولیۃ یعنی نفع پر اور دام کے دام بیچنے کے احکام
۱۱۴	فصل بیع اور ثمن میں تصرف کرنے کے احکام
۱۲۰	فصل فی القرض یعنی قرض کے بیان میں
۱۲۶	ذکر ہنڈوی
۱۲۴	باب الربوا یعنی سود اور رباح کے احکام میں
۱۳۳	باب الحقوق یعنی حقوق ہیں
۱۳۵	باب الاستحقاق یعنی بیع میں دوسرے کا حق نکل آنیکا بیان
۱۴۲	باب التسلیم یعنی سپردگی کے احکام میں
۱۴۳	بیان شرط واحت علم
۱۵۱	باب المتفرقات یعنی اُن مسائل کے ذکر میں جو اپنے ابواب سے متفرق ہیں۔
۱۶۳	باب الصرف یعنی نقد کی بیع عوض نقد کے
۱۷۱	تذنیب کتاب البیوع کا دبنا اور نتہ
″	ذکر بیع التسمیہ
۱۷۲	ذکر بیع الوفا
۱۷۴	**کتاب الکفالۃ**
	یعنی ضمانت کے بیان میں
″	تفسیر زعم
۱۹۱	مسائل متفرقہ
۱۹۲	ذکر بیع عینہ
۱۹۷	مسئلہ مصادرہ سلطان
۱۹۸	باب کفالۃ الرجلین یعنی دو مردوں کے ضامن ہونے کا بیان
۲۰۱	**کتاب الحوالۃ**
	یعنی ایک کا دین دوسرے پر حوالہ کرنا
۲۰۵	کراہت سفتجہ یعنی ہنڈوی
۲۰۷	**کتاب القضاء**
	یعنی جھگڑا فیصل کرنے کے احکام
۲۱۰	مفتی کو کیا کیا باتیں ضرور ہیں
۲۱۲	تقسیم رشوت و احکام آن
۲۲۰	فرق ہدیہ و رشوت
۲۲۳	فصل فی الحبس یعنی حبس کے احکام
۲۳۰	ذکر اسکا کہ قاضی اگر دوسرے کو اپنا خلیفہ بنا دے
۲۳۱	ذکر مزارعہ
۲۳۲	قضا بالموجب کا بیان

صفحہ	مضمون
۲۴۴	قاضی اگر حکم میں خطا کرے
۲۴۴	شرط قضا بعلم قاضی
۲۴۶	باب التحکیم یعنی پنچ مقرر کرنے کا بیان
۲۴۹	باب کتاب القاضی الی القاضی وغیرہ قاضی کے ذریعے کا دوسرے قاضی کو خط
۲۵۴	مسائل شتی یعنی چند مسائل متفرق کتاب القضا کے
۲۷۰	**کتاب الشہادۃ**
۲۷۳	یعنی گواہی دینے کے احکام
۲۷۳	**لطیفہ**
۲۷۷	معنی عدالت
۲۸۶	باب القبول وعدم یعنی قبول شہادت اور عدم قبول میں
۲۹۵	حرمت شہادت زور
۲۹۸	عداوت دنیاوی
۲۹۷	اہل صناعات دنیہ کی گواہی مقبول ہو
۳۰۲	تفصیل کبائر
۳۰۲	حرمی مخنث و واف
۳۰۹	باب الاختلاف فی الشہادۃ یعنی شہادت کے اختلاف کا حکم
۳۱۵	باب الشہادۃ علی الشہادۃ یعنی گواہی پر گواہی دینے کا بیان
۳۱۹	باب الرجوع عن الشہادۃ یعنی شہادت سے رجوع کرنے کے بیان میں
۳۲۶	**کتاب الوکالۃ**
	یعنے دوسرے کو وکیل کرنے کے احکام
۳۳۱	باب الوکالۃ بالبیع والشراء یعنی خرید و فروخت کے لیئے وکیل کرنے کے احکام
۳۳۸	فصل
۳۴۷	باب الوکالۃ بالخصومۃ والقبض یعنی خصومت اور قبض کرنے کی وکالت کے احکام
۳۵۳	باب عزل الوکیل یعنی وکیل کے معزول کرنے کے احکام
۳۵۸	**کتاب الدعوی**
	یعنی دعوی کرنے کے احکام
۳۶۵	درصورت قسم دلانے کے گواہی سے باز رہنا جائز ہے
۳۷۵	باب التحالف یعنی دو خصموں کے باہم قسم کھانے میں
۳۸۱	فصل فی دفع الدعاوی یعنی دعوی کے دفع کرنے کا بیان
۳۸۴	باب دعوی الرجلین یعنی دو مردوں کے دعوی کرنے کا ذکر

صفحہ	مضمون
۳۹۲	باب دعوی النسب یعنے نسب کے دعوی کا بیان
۴۰۲	**کتاب الاقرار**
	یعنی اقرار کرنے کے احکام
۴۰۸	اشارہ ناطق کا تو چیزوں میں صحیح ہے
۴۱۴	باب الاستثناء یعنی اقرار میں سے استثنا کرنے کا ذکر
۴۲۰	باب اقرار المریض یعنی اقرار مریض کے احکام
۴۲۸	فصل فی مسائل شتی یعنی تیس چند مسائل متفرق کتاب الاقرار کے ہیں
۴۳۴	**کتاب الصلح**
	یعنی مدعی اور مدعا علیہ کے صلح کرنے کے احکام
۴۳۷	جواز رشوت دفع ظلم کے لیئے
۴۵۲	**کتاب المضاربۃ**
	یعنی ایک شخص دوسرے کے مال سے نفع کی شرکت ٹھہرا کر جو تجارت کرے اسکا بیان
۴۵۹	باب المضارب الذی یضارب یعنی مضارب اگر اصل المال دیدے کو مضاربت پر دیوے
۴۶۳	فصل فی المتفرقات یعنی مضاربت کے مسائل متفرق کے بیان میں
۴۶۹	**کتاب الایداع**
	یعنی اپنا مال دوسرے کے پاس حفاظت کے لیئے رکھوا دینے کے احکام
۴۷۰	قاعدہ کلیہ تیس ۔ شرط مالک ودیعت
	کتاب العاریۃ
	یعنی چیز کو مانگے دینے کے احکام
۴۸۳	عاریت چار قسم ہے
۴۹۰	**کتاب الہبۃ**
	یعنی چیز کو مفت بخشدینے کے احکام
۴۹۳	تیس معقود بدون قبض صحیح نہیں
۴۹۷	تفصیل اولاد در عطا جائز ہونے کراہت
۴۹۹	باب الرجوع فی الہبۃ یعنی ہبہ کو پھیر لینے کے احکام
۵۰۳	ہبہ کا پھرنا بدون رضا طرفین یا حکم حاکم صحیح نہیں
۵۰۷	فصل فی مسائل التفرقۃ یعنی ہبہ کے مسائل متفرق کا بیان
۵۱۰	فرق در تملیک و ہبہ
	تمت

صنائع مکین و مکان فضائل اخلاق زوان
بعون

الحمد للہ والمنہ کہ ربع ثالث فتاوی متعہ زمب امام اعظم مستند علماء عرب و عجم مفید خواص و عوام اردو زبان

جلد سوم غایۃ الاوطار

ترجمہ اردو در المختار

جسکا ترجمہ مولوی خلیل صاحب نے طبطا اور شہر کے حالات لکھے ہیں تصحیح و تکمیل و تحشیہ و تصنیف افضل العلماء جناب محمد حسن صدیقی

مطبع نامی منشی نول کشور واقع لکھنؤ طبع ہو کر مطبوعہ

بسم الله الرحمن الرحيم

كتاب البيوع

یہ کتاب ہو انواع بیع کے احکام مین لما فرغ من حقوق الله العبادات والعقوبات شرع فی حقوق العباد المعاملات جبکہ ماتن نے حقوق اللہ سے جو عبادات اور عقوبات تھے فراغت پائی تو اب حقوق العباد یعنی معاملات کا بیان شروع کیا منہ جم کہتا ہی بحر الرائق مین ہی کہ شروعات چار قسم پر ہین احقوق اللہ خالصہ ۲ حقوق العباد خالصہ ۳ وہ جسمین دونون حق مجتمع ہین لیکن حق اللہ غالب ہی ۴ وہ جسمین دونون حق مختلف ہین اگر حق العبد غالب ہی سو اول حقوق اللہ مذکور ہوئے یعنی صلوٰۃ اور زکوٰۃ اور صیام اور حج سو اسطے کہ جن اور انس کی خلقت سے یہی مقصود ہی اسکے بعد معاملات شروع ہوئے انمین ابتدا نکاح سے ہوئی سو اسطے کہ انسین یعنی عبادت کا شمول ہی انتہی تو اس سے معلوم ہوا کہ اول معاملات نکاح ہی اور شارح کی تقریر سے ثابت ہوا کہ اول معاملات بیع ہی لیکن بحر الرائق کا قول ظاہر ترہی چنانچہ فتح القدیر مین ہی تصریح ہی کہ ابتدا معاملات بیع سے نہین بلکہ لفظ وبسیط اور مقصود اور شرکت کا معاملات مین داخل ہونا غیر مخفی ہی وَمُنَاسَبَتُهُ لِلْوَقْفِ إِذِ الْمِلْكُ لَكِنْ لَا إِلَى مَالِكٍ هُنَا إِلَيْهِ فَكَانَا كَبَسِيطٍ وَمُرَكَّبٍ اور مناسبت بیع کی وقف سے از الہ ملک ہی لیکن وقف مین بعد از الہ ملک کے کسی مالک کی طرف سے ملک راجع نہین ہوا اور یہان یعنی بیع مین مالک کی طرف راجع ہوتی ہی یعنی از الہ ملک بیع سے مشتری کی ملک ثابت ہی تو گویا وقف اور بیع بسیط اور مرکب کے مانند ہوئی ثم اعلم ان البسیط مقدم ہوتا ہی وجود مین مرکب پر لہذا تعلیم مین بھی مقدم ہوا بیع کو مرکب کے سو اسطے کہ بیع فی الحقیقت مرکب نہین اسو اسطے کہ از الہ امر اعتباری ہی تو اس سے ترکیب متحقق نہین ہوسکتی وجعل لکونہ باعتبار کل من البیع والمبیع والثمن انواعا الرابعۃ نافذ موقوف فاسد باطل ومقایضۃ صرف سلم مطلق ومرابحۃ تولیۃ وضیعۃ مساومۃ اور مصنف بیع کو بصیغہ جمع لایا بسبب ہونے بیع کے باعتبار ہر ایک بیع اور مبیع اور ثمن کے چار قسم نافذ موقوف فاسد باطل اور مقایضہ صرف سلم بیع مطلق اور مرابحہ تولیہ وضیعہ مساومہ ہم کہتا ہی یعنی لفظ بیع کا ہر چند مصدر ہوا اور مصدر تثنیہ وجمع نہین ہوتا لیکن مصنف نے جو صیغہ جمع کا ذکر کیا ہی تو بلحاظ انواع بیع اور مبیع اور ثمن کے سو بیع چار قسم سے خالی نہین یا مفید ملک ہی فی الحال وہ نافذ ہی یا مفید ملک عند الاجازۃ وہ موقوف ہی یا مفید ملک عند القبض ہی

وہ فاسد ہو یا مفید لک اصلا نہیں وہ باطل ہو اور مبیع یا عین ہو یا دین یہ بھی چار احتمال سے خالی نہیں یا بیع العین بالعین ہو وہ مقایضہ ہو یا بیع الدین بالدین ہو وہ صرف ہو اور مراد دین سے یہاں نقدین ہیں یعنی سونا چاندی یا بیع الدین بالعین ہو وہ سلم ہو یا بیع العین بالدین ہو وہ بیع مطلق ہو اور یہی قسم اکثر خلق میں رائج ہو اور عند الاطلاق یہی متبادر ہوتی ہو لہذا اسکو بیع مطلق کہا اور یہاں دین سے وہ مراد ہو جو نقد اور نسیہ دونوں کو شامل ہو اور بیع باعتبار ثمن کے چار حال سے خالی نہیں یا بیع ثمن اول سے زائد ہو تو وہ مرابحہ ہو یا ثمن اول کے برابر ہو وہ تولیہ ہو یا ثمن اول سے کمتر ہو وہ وضیعہ ہو یا بیع اس ثمن پر ہو جس پر بائع اور مشتری کا اتفاق ہو گیا بلا التفات بثمن اول وہ مساومہ ہو اور وجہ ثمانی تسمیت بیع کی یہ ہو کہ مصدر کو بمعنی مفعول لیجئے تو اب بیع کے مانند مبیع کو بھی بقیغۃ جمع مذکور کرنا صحیح ہوگا هُوَ لُغَةً مُقَابَلَةُ شَيْءٍ بِشَيْءٍ مُطْلَقًا اَوْ لَا بِدَلِيلٍ وَشَرْعًا مُبَادَلَةُ مَالٍ بِمَالٍ بِتَعْيِيْنٍ فِيْهِمَا اَوْ فِيْ اَحَدِهِمَا بیع لغت میں عبارت ہو ایک چیز کے مبادلہ سے دوسری چیز کے ساتھ خواہ وہ چیز مال ہو یا نہ بدلیل کلام تباہی کے اور یوسف کے بھائیوں نے یوسف کو بیچا ناقص ثمن سے ہم کہتا ہو چونکہ یوسف علیہ السلام آزاد تھے اطلاق مال کا آپ پر نہیں ہو سکتا تو معلوم ہوا کہ بیع لغوی میں مبادلہ مال کا مال سے شرط نہیں لیکن صاحب الاسلام نے کہا کہ بیع لغت میں عبارت ہو تملیک المال بالمال سے اور اصطلاح شرع میں بھی اسی طرح ہو اور اسی طرح لفظ شرا و اشتراء و ابتیاع بھی تملیک مذکور سے عبارت ہو اور الفاظ مذکورہ باعتبار حقیقت لغت کے بائع اور مشتری کے فعل پر بطریق اشتراک واقع ہوتے ہیں مگر عرف میں لفظ بیع کا بائع کو اور لفظ شرا اور اشتراء و ابتیاع مشتری کو مخصوص ہو انتہی حضرت یوسف علیہ السلام کو بھائیوں نے بیس درم کو بیچا تھا اور جسنے خرید کیا تھا اسنے عزیز مصر کے ہاتھ ۲۰ دینار کو بیچا تھا کذا فی الطحطاوی وَهُوَ مِنَ الْاَضْدَادِ اور لفظ بیع کا منجملہ اضداد ہو یعنی خرید اور فروخت دونوں میں مستعمل ہوتا ہو شرا کی لفظ کے مانند وَلَيْسَ مُتَعَدِّيًا بِاللَّامِ لِلتَّاكِيْدِ وَبِاللَّامِ يُقَالُ بِعْتُكَ الشَّيْءَ وَبِعْتُ لَكَ فَيَفِيْ زَائِدَةٌ قَالَهُ ابْنُ الْقَطَّاعِ اور لفظ بیع کا متعدی بنفسہ ہوتا ہو دو مفعولوں کے ساتھ اور بن کے ساتھ تاکید کے واسطے یا لام کے ساتھ مستعمل ہوتا ہو عرب بولتے ہیں بعتک الشئی و لبعتہ لک تو لام زائد ہو ایسا کچھ کہا ہو ابن قطاع نے وَبَاعَ عَلَيْهِ الْقَاضِيْ اَيْ بِالرِّضَا اور بولتے ہیں باع علیہ الرقیق یعنی قاضی نے اسکا مال بدون اسکی رضامندی کے بیچ لیا م کہتا ہو شارح نے اشارہ کیا کہ لفظ بیع بحرف علی بھی متعدی ہوتا ہو اور عدم رضا علی کی لفظ سے ماخوذ ہوئی کہ مفید عدم اختیار ہو وَشَرْعًا مُبَادَلَةُ شَيْءٍ مَرْغُوْبٍ فِيْهِ بِمِثْلِهِ خَرَجَ غَيْرُ الْمَرْغُوْبِ كَالتُّرَابِ وَالْمَيْتَةِ وَالدَّمِ اور شرع میں بیع عبارت ہو باہم بدلنے سے ایک مرغوب چیز کو ویسی ہی دوسری مرغوب چیز سے تو مرغوب کی قید سے غیر مرغوب چیز بیع کی تعریف سے نکل گئی چنانچہ مٹی اور مردار اور خون وغیرہ کہتا ہو یہ تعریف اجارہ اور نکاح پر بھی صادق آتی ہو اسواسطے کہ انمیں بھی مبادلہ ہو مرغوب کا مرغوب سے اور وہ دونوں وجہ مخصوص کی قید سے نہیں نکل سکتی اسواسطے کہ وجہ مخصوص سے ایجاب اور قبول مراد ہو یا تعاطی طحطاوی نے کہا بہتر تعریف کنز کی ہو مبادلۃ المال بالمال یعنی مال کو مال سے بدلنا بر ضاء عاقدین یہ حقیقت ہو بیع کی اور رغبت کا مفہوم خود مال میں داخل ہو اسواسطے کہ بحر الرائق میں ہو کہ مال وہ ہو جسکی طرف طبیعت مائل ہو اور اسکا رکھ چھوڑنا حاجت کے وقت کے واسطے ممکن ہو اور مالیت ثابت ہوتی ہو سب آدمیوں کے تمول سے یا بعض آدمیوں کی تقوم سے اور تقوم ثابت ہوتا ہو مالیت سے اور شرعاً اسکی اباحت انتفاع سے سو جو چیز مباح الانتفاع ہو بدون تمول کے وہ مال نہیں چنانچہ گیہوں کا ایک دانہ اور جو چیز لوگوں کے نزدیک مال ہو لیکن اس سے فائدہ لینا مباح نہو وہ مال متقوم نہیں چنانچہ شراب اور جگہ دونوں امر یعنی متمول اور اباحت نہوں تو دونوں میں سے ایک بھی ثابت نہوگا چنانچہ خون کہ نہ اسکو مال کہتے ہیں نہ متقوم بولتے ہیں عَلَى وَجْهٍ مَخْصُوْصٍ اَيْ بِاِيْجَابٍ وَقَبُوْلٍ مبادلہ مذکورہ ایسی وجہ مخصوص پر ہو جو مفید ہو وجہ مخصوص سے مراد ایجاب ہی یا تعاطی ہم کہتا ہو طحطاوی نے کہا ایجاب مع القبول مراد ہو اور اگر فقط ایجاب مراد لیجئے تو تبرع من الجانبین بیع میں داخل ہو جائے اسواسطے کہ فقط ایجاب اسمیں بھی ہوتا ہو فَخَرَجَ التَّبَرُّعُ مِنَ الْجَانِبَيْنِ یعنی تبرع من الجانبین یعنی باہم ایک دوسرے کو بلا عوض بطریق احسان

دینا نکل گیا ہم کہتا ہو طحطاوی نے کہا ظاہر قول شارح اسپر دلالت کرتا ہو کہ تبرع من الجانبین مبادلے مین داخل ہو اور وجہ مخصوص کی قید سے نکل گیا حالانکہ ایسا نہین بلکہ تبرع ہبہ تبدائی ہی ہر جانب سے تو اگر شارح تبرع کو مبادلے پر متفرع کرتا تو کچھ اشکال نہ تھا اور یہہ شرط عوض وجہ مخصوص سے نکل گیا اگرچہ مبادلے مین داخل تھا والہبۃ بشرط العوض ونکل گیا وجہ مخصوص سے ہبہ شرط عوض کے ہم کہتا ہی کہ ہبہ بالعوض اگرچہ بالعتبار ابتدا کے بیع نہین لیکن بنظر انتہا کے بیع ہی وخرج بہ فید ما لا یفید فلا یصح بیع درھم بدرھمین یدا وھو اسنوی وذنا وصفۃ اور مفید کی قید سے غیر مفید نکل گئی تو صحیح نہین بیع درم کی درم سے جو کہ وزن اور صفت مین برابر ہین ہم کہتا ہو اور اگر ایک درم کا وزن دوسرے سے کم یا زیادہ ہو تو فاسد ہی بسبب ربا کے نہ بسبب عدم فائدے کے اور اگر باوجود برابری وزن کے صفت مختلف ہو جیسا ایک سفید ہو اور دوسرا سیاہ تو ظاہر ابیع جائز ہی بسبب فائدے کے کذا فی الطحطاوی ولا مقابضۃ لعدم الشرکین حصۃ دارہ بحصۃ الاخر صیرفیۃ اور صحیح نہین بدلنا اور مجرد اگر لینا ایک شریک کا گھر کے حصے کو دوسرے شریک کے حصے سے کذا فی الصیرفیۃ یعنی ایک گھر کے دو شریک ہین اور دونون کے حصے برابر ہین سو انکا مبادلہ صحیح نہین اسواسطے کہ اسمین کچھ فائدہ نہین ولا اجارۃ المسکنی بالسکنی اشباہ ورنہ اجارہ ایک گھر کے سکنے کا دوسرے گھر کے سکنے سے صحیح ہی کذا فی الاشباہ اسواسطے کہ منفعت معدوم ہی تو بیع جنس ہم جنس سے بطریق نسیہ کے ہوئی اور وہ جائز نہین کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود ویکون بقول وفعل اما القول فالایجاب والقبول وھما ارکنہ اور بیع ہوتی ہی قول اور فعل سے قول تو ایجاب اور قبول ہو اور یہ دونون بیع کے رکن ہین ہم کہتا ہی فتح القدیر مین ہی کہ رکن بیع ایجاب اور قبول ہین جو تبادل پر دلالت کرتے ہون یا جو چیز کہ قائم مقام ہو ایجاب اور قبول کے یعنی تعاطی تو رکن بیع وہ فعل ہی جو تبادل پر دال ہو قول ہو یا فعل وشرطہ اھلیۃ المتعاقدین اور شرط بیع کی اہلیت ہی بائع اور مشتری کی ہم کہتا ہی شرط بیع کی عاقد مین تمیز اور وہ ولایت ہی جو ثابت ہو ملک یا وکالت یا وصیت یا قرابت یا غیر ذلک سے تو بیع مجنون اور صبی غیر عاقل کی منعقد نہین اور جو بیع اوسکے اشکو سمجھتا ہو تو اسکی بیع منعقد ہو اور شرط بیع کی متعاقدین ہی تو اگر ایک شخص بائع اور مشتری دونون کا وکیل ہو اسکی بیع منعقد نہوگی گو باپ اور قاضی اور وصی کی اور شرط ہی متعاقدین مین کہ ایک دوسرے کا کلام سنے اور اگر ایک عاقد عدم سماع کا دعوی کرے باوجودیکہ وہ بہرا نہین اور تمام اہل مجلس نے اسکو سنا تو اسکی تصدیق نہوگی کذا فی النہر طحطاوی نے کہا کہ شرط بیع کے بجز الاق مین چھ شمار کیے ہین جسکا جی چاہے اسکو دیکھے وھو المال اور محل بیع کا مال ہو ہم کہتا ہی بیع مین شرط یہ ہی کہ مال متقوم شرعا مقدور التسلیم ہو فی الحال یا ثانی الحال تو مال کی قید سے حر یعنی آزاد نکل گیا اور متقوم سے خمر اور خنزیر خارج ہو گیا مسلم کے حق مین اور مقدور التسلیم کی قید سے غلام گریختہ اور معدوم کی بیع نکل گئی کذا فی النہر اور طحطاوی نے کہا بیع مین یہ شرط ہی کہ مملوک ہو بیع کے وقت اور ملک ثابت ہوتی ہی استیلا علی المباح سے اور بیع وغیرہ سے اور میراث اور وصیت سے وحکمۃ ثبوت الملک اور حکم اسکا یعنی بیع کا اثر مترتب ثبوت ملک ہی بائع ثمن کا مالک ہو جاتا ہی اور مشتری مبیع کا اگر بیع نافذ ہوا اور اگر بیع موقوف ہو گی تو بلا اجازت کے ملک ثابت ہوگی ہم کہتا ہی ثبوت ملک بیع کا حکم اصلی ہی اور اسکا حکم تابع تسلیم مبیع اور ثمن ہی اور جاریہ کا جو مبیع ہو مشتری پر اور مالک ہونا اسکی استماع کا اور ثابت ہونا شفعہ کا اگر بیع مین نہین ہوا اور ثابت ہونا عتق کا اگر بیع مع ہو مشتری کا وحکمتہ نظام بقاء المعاش والعالم اور حکمت بیع کی انتظام ہی بقاء معاش انسان اور عالم کا ہم کہتا ہی انسان محتاج ہی طعام اور لباس اور مکان کا تو اگر تحصیل طعام کے واسطے کھیت کا جوتنا پھر اسمین بیج بونا پھر اسکا سینچنا اور حفاظت کرنا پھر کھیت کا کاٹنا اور اناج کا صاف کرنا پھر پیسنا اور خمیر کرنا اور روٹی پکانا ان امور کو بذات خود بالاستقلال کرنا تو آدمی سے ہرگز نہو سکتا وعلی ہذا القیاس تحصیل لباس اور مکان مین ان امور کو بذات خود قدرت نہین تو ضرور ہوا کہ اسکی حاجات رفع اسطرح پر کہ کچھ خرید کرے اور کچھ آپ کرے تو اگر بیع شرعا سبب تملیک بدلین نہوتی تو آدمی بالضرور اپنی شی مطلوب کو یا بزبردستی دوسرے سے چھین لیتا یا سوال

کرنا یا صبر کرکے مرجانا اور ہر احتمال خرابی سے خالی نہیں تو ثابت ہوا کہ بیع کے شروع کرنے میں بقا مکلفین محتاجین ہوا اور دفع حاجات ہی بطریق انتظام متقول کے کذا فی الفتح وصفتہ مُبَاحٌ مکروہٌ حرامٌ واجبٌ اور بیع کی صفت یہ ہے کہ بعضی بیع مباح ہوتا ہے بعضی مکروہ اور بعضی حرام اور بعضی واجب ہم کہتا ہے بیع مباح وہ ہے جو مسلمانوں میں کثیر الوقوع ہوا اور مکروہ وہ ہے جو اذان جمعے کے وقت ہوا اور حرام بیع فاسد ہے اور احکام فقہ کا بہ عایت حق شرع واجب ہوا اور واجب مال یتیم کی بیع ہے جب یتیم کے ہلاک ہونے کا خوف ہو عدم نفقہ کے سبب سے یا اسکے خود مال تلف ہونیکا خوف ہو کذا فی العلماء وثبوتہ بالکتاب والسنۃ والاجماع والقیاس اور ثبوت بیع کا قرآن اور حدیث اور اجماع اور قیاس سے ہم کہتا ہے قرآن میں ارشاد ہوا وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا یعنی اللہ نے بیع کو حلال کیا اور سیاق کو حرام فرمایا اور حدیث قولی اور تقریری سے جواز مع کتب حدیث میں بکثرت ثابت ہوا اور امت کا اجماع جواز بیع پر مستغنی ہے بیان سے اور قیاس سے یہاں قیاس شرعی مراد نہیں اور سواسطے قیاس اور قیاس علیہ نہیں بلکہ استحسان عقلی مراد ہے چنانچہ مذکور ہو چکا کہ بیع امور ضروریہ سے ہے جس سے بنی آدم اپنی معاش میں مستغنی نہیں ہو سکتے فَالْاِيْجَابُ هُوَ مَا يُذْكَرُ اَوَّلًا مِنْ كَلَامِ اَحَدِ الْمُتَعَاقِدَيْنِ وَالْقَبُوْلُ مَا يُذْكَرُ ثَانِيًا مِنَ الْاٰخَرِ سواء كان بعت او اشتريت سو ایجاب وہ ہے جو بائع اور مشتری کا پہلا قول مذکور ہو تو اس سے معلوم ہو گیا کہ قبول اسکا نام ہے جو دوسرا کلام دوسرے شخص کا مذکور ہو خواہ لفظ بعت کا ہو خواہ اشتریت کا ہم کہتا ہے اگر بائع نے اول یوں کہا کہ میں نے بیچا اور پھر مشتری نے کہا میں نے مول لیا تو بائع کا قول ایجاب ہوا اور مشتری کا قول قبول ہوا اور اگر مشتری نے اول یوں کہا کہ میں نے مول لیا اور پھر بائع نے کہا کہ میں نے بیچا تو مشتری کا قول ایجاب ہوا اور بائع کا قول قبول فتح القدیر میں ہے کہ لغت میں ایجاب بمعنی اثبات ہے مطلقاً اور یہاں اثبات فعل خاص سے مراد ہے جو رضا کے اولی پر دلالت کرے خواہ بائع سے واقع ہو خواہ مشتری سے اور قبول عبارت ہے اثبات فعل ثانی سے تو اثبات ثانی کا نام قبول رکھا تا اثبات اول سے ممتاز ہو جائے اَلدَّالُّ عَلَى التَّرَاضِيْ قَيَّدَ بِهٖ اقْتِدَاءً بِالْاٰيَةِ وَبَيَانًا لِلْبَيْعِ الشَّرْعِيِّ وَلِاَنَّ الْمُلْزِمَ بَيْعُ الْمُكْرَهِ وَاِنِ انْعَقَدَ وَلَمْ يَنْعَقِدْ مَعَ الْمُنْزِلِ لِعَدَمِ الرِّضَاءِ بِحُكْمِهٖ فَعَدَمُ هٰذَا اِيْجَابٌ اول کلام کا نام ہے جو باہم کی رضامندی پر دلالت کرے مصنف نے تراضی کی قید لگائی آیت قرآنی کی پیروی سے اور بیع شرعی کے بیان کر دینے کے واسطے اور لہٰذا مکرہ کی بیع لازم نہیں ہوتی اگرچہ منعقد ہو جاتی ہو اور خوش طبعی کے ساتھ بیع منعقد نہیں ہوتی اسواسطے کہ بیع کے حکم پر رضامندی نہیں خوش طبعی کے ساتھ اسکو دریافت کرے ہم کہتا ہے بہتر یہ تھا کہ مصنف الدال علی الرضی کہتا اسواسطے کہ تراضی ہوتی ہے دونوں جانب کی رضامندی سے سو نقط ایجاب سے حاصل نہیں ہوتی بلکہ قبول کے ساتھ تو کنز کی عبارت بہتر ہو ہو مبادلۃ المال بالمال بالتراضی اور قرآن مجید میں تراضی یوں ارشاد فرمایا اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ شارح کا کلام اسکا مقتضی ہے کہ مکرہ کی بیع صحیح موقوف ہے فضولی کی بیع کے مانند اور حالانکہ ایسا نہیں بلکہ بحر الرائق میں مصرح ہے کہ وہ فاسد موقوف ہے رضامندی پر اور منار اور اسکی شرح میں مصرح ہے کہ ہزل یعنی خوش طبعی کے ساتھ بیع منعقد ہو جاتی ہو اسواسطے کہ اہل بیع سے صادر ہوتی ہے محل بیع میں لیکن بسبب عدم رضا بالحکم کے فاسد ہو تو شارح کا یوں کہنا کہ ہزل کے ساتھ منعقد نہیں ہوتی غیر صحیح ہے کذا فی الطحطاوی وَيَرُدُّ عَلَى التَّعْرِيْفَيْنِ مَا فِي التَّاتَارْخَانِيَّةِ لَوْ خَرَجَا مَعًا صَحَّ الْبَيْعُ اور ایجاب اور قبول دونوں کی تعریفوں پر تاتارخانیہ کی عبارت کا اعتراض وارد ہوتا ہے کہ اگر ایجاب اور قبول ساتھ ہی کہلیں تو بیع صحیح ہے یعنی اس صورت میں ایجاب کی تعلیت اور قبول کی بعدیت ثابت نہیں تو مصنف کی دونوں تعریفیں سلم نہ رہیں الکن فی القنیۃ لَوْ كَانَا مَعًا لَمْ يَنْعَقِدْ كَمَا قَالُوْا فِي السَّلَامِ یکن قنیہ میں ہے کہ اگر ایجاب اور قبول ساتھ ہی ہوں تو بیع منعقد نہ ہوگی جیسا کہ فقہا نے سلام میں کہا یعنی اگر سلام اور اسکا جواب ساتھ ہی کہلیں تو جواب ادا نہ ہوگا اعادہ اسکا لازم ہے یہ شارح پر مستدرک ہے کہ تاتارخانیہ کا جواب دیا لیکن فتاوی عالمگیری میں ظہیریہ سے تاتارخانیہ کے موافق انعقاد بیع منقول ہے وَاللّٰهُ اَعْلَمُ وَعَلَى الْاَوَّلِ مَا فِي الْاَشْبَاهِ تَكْرَارُ الْاِيْجَابِ مَبْسُوْطًا لِلْاَوَّلِ اِلَّا فِيْ عِتْقٍ وَطَلَاقٍ

علی مال وسبحیئ فی الصلح اور تعریف اہل یعنی ایجاب کی تعریف پر اشباہ کی عبارت کا اعتراض وارد ہوتا ہے کہ لہٰذا ایجاب کا ایجاب اول کا باطل ہو اگر حق اور طلاق بعوض مال میں باطل نہیں اور اسکا ذکر کتاب الصلح میں آویگا مگر ایجاب کی صورت بیع میں صاحبین کے نزدیک یوں ہے کہ بائع نے کہا کہ میں نے اسکو ہزار درم کو بیچا پھر لوٹا کر میں نے اسکو دو سو دینار کو بیچا سو مشتری نے کہا کہ میں نے قبول کیا تو یہ قبول ایجاب ثانی کی طرف راجع ہوگا اور دو سو دینار پر بیع منعقد ہوگی اور اگر اپنے غلام سے مولی نے کہا کہ تو آزاد ہے ہزار درم پر پھر لوٹا کر کہا تو آزاد ہے دو سو دینار پر سو غلام نے کہا کہ میں نے قبول کیا تو اسپر دونوں مال لازم ہوں گے اور صبح میں تکرار عقد نہ کہو ہوگی اور یہاں گفتگو ہو تکرار ایجاب میں اور اسی طرح تکلم آیندہ میں خلاصہ اعتراض نہ کور یہ ہو کہ جب ایجاب ثانی معتبر ہوا اور ایجاب اول باطل ہو گیا تو ایجاب ثانی پر اولیت صادق نہ آئی اور اسکا جواب یوں ممکن کہ اول سے مراد یہ ہو کہ قبول پر مقدم ہوا اگرچہ بہ نسبت غیر قبول ثانی ہو یا یوں کہئے کہ جب ایجاب باطل ہوا تو کالعدم ہو گیا تو ایجاب ثانی گویا اول ہو گیا کذا فی الطحطاوی دفی المنظومۃ المجیدیۃ اشعار

وکل عقد بعد عقد جددا	فالبطل الثانی لانہ سدی	فالصلح بعد الصلح اضحی باطلہ	کذا النکاح ما عدی مسائلہ
منہا الشراء بعد الشراء صححوا	کذا کفالۃ علی ما صححوا	اذا المراد صاحبی فی المحقق	منہا اذا زیادۃ التوثق

اور منظومہ مجیدیہ میں ہے اور جو عقد کہ بعد عقد کے موجود ہوا سو عقد ثانی کو باطل جان اسواسطے کہ وہ مہمل اور بیفائدہ ہے تو صلح بعد صلح کے باطل ہوا اسی طرح نکاح بعد نکاح کے باطل ہو یعنی دوسرے نکاح سے مہر مسمی لازم نہیں آتا اگرچہ مسائل میں عقد ثانی باطل نہیں ہوتا از انجملہ خرید بعد خرید کو علما نے صحیح کہا ہے اسی طرح کفالت بعد کفالت کے باطل نہیں ہے جب تصریح علماء کرام کے اسواسطے کہ عقد محقق میں اسوقت یعنی دوصورت اعادہ عقد زیادتی اعتماد ہوتا ہے یعنی دوسری بار ضمانت لینا ضامن سے اور پہلی قیمت پر دوبارہ عقد بیع سے زیادتی وثوق مقصود ہوتا ہے لہٰذا باطل نہیں وَھُمَا عِبَارَۃٌ عَنْ کَلِمَتَیْنِ لفظین مُنْبِئَتَانِ عن معنی التملک والتملیک مَاضِیَتَیْنِ کبعت واشتریت اوحالتین لِمُضَارِعَیْنِ لَمْ یَقْرَبَا بِالسِّیْنِ کَاَبِیْعُکَ فیقول اشتریتہ او احدھما مَاضٍ والاخر حال اور ایجاب اور قبول عبارت ہوا دو لفظوں سے جو خبر کے مالک کرنے اور اپنے مالک ہونے پر دلالت کریں خواہ دونوں لفظین ماضی کی ہوں چنانچہ بعت واشتریت یعنی میں نے بیچا اور میں نے مول لیا دونوں لفظین حال کی ہوں جیسے لغت عرب میں دو لفظ مضارع کے جن سے سوف اور سین متصل نہیں چنانچہ ابیعک یعنی میں تیرے ہاتھ بیچتا ہوں تو مشتری کہے اشتریہ یعنی میں اسکو لیتا ہوں یا ایک لفظ ماضی کا ہو اور دوسرا حال کا بشرطیکہ ایجاب فی الحال کے کذا فی الفتح ھم شرح زیلعی میں ہو کہ بیع منعقد ہوتی ہے ہر ایک اس لفظ سے جو تحقیق اور اثبات پر دلالت کرے چنانچہ میں نے بیچا اور خرید کیا یا میں راضی ہوا یا اسکو لے بعوض اتنے کے اور برہان میں ہے یا بائع نے کہا کہ کھالے اس کھانے کو بعوض درم کے پھر مخاطب نے طعام مذکور کھایا تو بیع تمام ہوگی اور کھانا اسکا حلال ہوا اور اگر بائع نے کہا کہ میں نے یہ گھر یا یہ غلام تجھکو ہبہ کیا بعوض اس تیرے کپڑے کے تو بیع ایسا کہنا صحیح ہے اور حاشیہ سہروی الدین میں ہے بائع نے کہا کہ جب تو مجکو اسکی قیمت دے تو میں نے اسکو تیرے ہاتھ بیچا پھر مخاطب نے اسی مجلس میں قیمت ادا کی تو بیع صحیح ہے بطریق استحسان کے بائع نے کہا کہ وہ تیرے واسطے ہے اگر تجکو پسند آوے یا اچھی معلوم ہو یا تیرا جی چاہے اور مخاطب نے کہا کہ مجکو پسند آئی یا اچھی معلوم ہوئی یا میرے دل نے خواہش کی تو جائز ہے بحر الرائق میں ہے تو معلوم ہوا کہ بیع کسی لفظ سے مخصوص نہیں بلکہ جب معنی تملیک اور تملک حاصل ہو اس حکم بیع کا ثابت ہوگا بخلاف طلاق اور عتاق کے کہ آسمیں یہی معنی معتبر نہیں آسمیں تو وہ الفاظ معتبر ہیں جو طلاق اور عتاق کے واسطے صراحۃً یا کنایۃً موضوع ہیں اور جب کہ بائع نے ایجاب میں مخاطب کی طرف خطاب کیا تو قبول میں خطاب کرنا شرط نہیں تو اگر بائع نے یوں کہا کہ میں نے اسکو تیرے ہاتھ اتنے پیسے پیچا اور مشتری نے کہا میں نے قبول کیا اور یوں کہا کہ میں نے تجھ سے قبول کیا تو صحیح ہے کذا فی الطحطاوی ولکن لا یحتاج الا طلاق الی نیۃ بخلاف الثانی فان نوی بہ الایجاب للحال صح علی الاصح والا لا الا اذا استعملوہ للحال کاھل بخارا زم فکالماضی کا بعتک الآن لتعضۃ للحال ولکن اول یعنی جب کہ ایجاب اور قبول بصیغہ

ماضی ہونا ثبوت بیع کے واسطے نیت کی کچھ حاجت نہیں بخلاف ثانی کے یعنی جبکہ ایجاب اور قبول بہ لفظ مضارع ہو تو نیت کی حاجت ہی سو اگر صیغہ مضارع سے ایجاب حال کی نیت کی نہ استقبال کی تو صحیح ہونا بر قول اصح کے اور اگر حال کی نیت نہ کی بلکہ استقبال کی نیت کی یا کچھ نیت نہ کی تو بیع صحیح نہیں مگر جب کہ لوگ صیغہ مضارع کو فقط حال کے واسطے استعمال کرتے ہوں چنانچہ اہل خوارزم تو اب مضارع ماضی کے مانند ہی عدم اشتراط نیت میں اور ہمارے الآن کے مانند ہے یعنی تیرے ہاتھ اب بیچتا ہوں اسواسطے کہ محض حال کے واسطے ہو بر قول اصح کے مخالف وہ قول جو محیط اور شرح قدوری اور تحریر میں ہے کہ بیع بلصیغہ حال صحیح نہیں کذا فی العلوی وہی چیز کہ لغت عربی و فارسی میں حال اور استقبال کا ایک ہی صیغہ ہے جسکو مضارع کہتے ہیں لہذا اسکے استعمال میں نیت حال کی حاجت ہوئی بخلاف لغت ہندکے کہ اسمیں حال کا صیغہ جدا ہے چنانچہ بیچتا ہوں اور مول لیتا ہوں اور استقبال کا صیغہ جدا چنانچہ بیچونگا اور مول لونگا تو اہل ہند کو نیت مذکورہ کی کچھ حاجت نہیں وَاَمَّا الْمُتَمَحِّضُ لِلْاِسْتِقْبَالِ فَكَالْاَمْرِ لَا يَصِحُّ اِصْلَاحُ الْاَمْرِ اِذَا دَلَّ عَلَى الْحَالِ كَخُذْهُ بِكَذَا فَقَالَ اَخَذْتُ اَوْ رَضِيتُ صَحَّ بِطَرِيقِ الْاِقْتِضَاءِ فَلْيُحْفَظْ اور جو صیغہ مضارع کا محض استقبال کے واسطے ہے یعنی جسپر سوف اور سین ہو تو وہ امر کے مانند ہے اس سے بیع منعقد صحیح نہیں مگر صیغہ امر کا جب حال پر دلالت کرے چنانچہ بائع کا یوں کہنا کہ اسکو اتنے پر لے لے اور مشتری نے کہا کہ میں نے لیا یا میں راضی ہو گیا تو بیع صحیح ہو بطریق اقتضا کے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم شرنبلالیہ میں ہے کہ بلفظ امر بیع منعقد نہیں ہوتی اس طرح پر کہ مشتری نے بائع سے کہا کہ میرے ہاتھ اس کپڑے کو بیچ اتنی قیمت پر اور بائع نے کہا کہ میں نے بیچا یا بائع نے یوں کہا کہ مجھ سے اس غلام کو خرید کر اتنی قیمت پر اور مشتری نے کہا کہ میں نے خرید کیا تو بیع منعقد نہ ہوگی جیسے بلفظ استقبال منعقد نہیں ہوتی چنانچہ بائع کا یوں کہنا کہ میں اسکو تیرے ہاتھ بیچونگا اور مشتری کا یوں قبول کرنا کہ میں نے مول لیا انہی بحر الرائق میں کہا کہ خذہ بکذا مستدعی ہے بالفیت بیع کا یعنی ہر چند یہ بلفظ بھی صیغہ امر ہے لیکن خصوصیت مادہ یعنی امر بالاخذ متدعی ہے سا بقیت بیع کا ماضی کے مانند لیکن استدعائے ماضی سابقیت کو باعتبار وضع کے ہے اور استدعائے خذہ کا بطریق اقتضا کے انتہی اور تقدیر کلام یوں ہے بتنگ فخذہ یعنی اسکو میں نے تیرے ہاتھ بیچا سو اسکو لے کذا فی الحلبی ہندوستان میں اکثر یہی رواج ہے کہ ایجاب یا قبول بصیغہ امر ہوتا ہے مثلاً مشتری کہتا ہے بائع سے کہ اسکو اتنی قیمت پر بیچ بائع کہتا ہے کہ میں نے بیچا یا یوں بولا کہ اچھا اس کلام سے بیع ثابت نہیں ہوتی تاوقتیکہ مشتری پھر یوں نہ کہے کہ میں نے قبول کیا تا ایجاب اور قبول دونوں بلفظ ماضی ہو جائیں ہاں اگر بلا تلفظ قبول بلفظ ماضی بائع مشتری کو بیع دیگا اور مشتری بائع کو قیمت دیگا تو البتہ بیع تمام ہوگی بسبب تعاطی کے نہ بسبب ایجاب اور قبول لفظی کے چنانچہ اکثر ایسا ہی ہوتا ہے وَنُضِيفُ اِضَافَةَ الْبَيْعِ اِلَى عُضْوٍ يَصِحُّ اِضَافَةُ الْعِتْقِ اِلَيْهِ كَوَجْهِهِ وَفَرْجِهِ وَلَا لَا كَظَهْرِهِ وَبَطْنِهِ اور صحیح ہو اضافت بیع کو لونڈی یا غلام کی اس عضو کی طرف جسکی طرف اضافت عتق کی صحیح ہو چنانچہ منہ اور شرمگاہ اور نہیں تو نہیں یعنی جس عضو کی طرف اضافت عتق صحیح نہیں اسکی طرف اضافت بیع کی بھی صحیح نہیں چنانچہ پیٹھ اور پیٹ یعنی اگر شلا بائع کہے اس غلام کا منہ بیچا تو بیع صحیح ہوا اور اگر کہے کہ اسکا پیٹ بیچا تو صحیح نہیں وَكُلُّ مَا دَلَّ عَلَى مَعْنًى يُعْتَبَرُ وَاشْتَرَيْتُ نَحْوُ قَدْ فَعَلْتَ وَنَعَمْ وَهَاتِ الثَّمَنَ وَهُوَ لَكَ اَوْ عَبْدُكَ اَوْ خُذْهُ لَا قَبُولٌ اور جو لفظ کہ دلالت کرے بعت اور اشتریت کے مانند اس قول کے کہ تو نے کیا اور ہاں اور تو وہ تیرا ہے یا تیرا غلام ہے یا تجھ پر فدا ہے یا اسکو لے یہ سب الفاظ قبول ہیں ہم فتاوے عالمگیری میں جو اسکے خلاف ہے منقول ہے کہ ایک شخص نے غیر سے کہا کہ میں نے تیرا غلام ہزار درہم کو خرید کیا تو بائع نے کہا قد فعلت یعنی میں نے فعل کیا یا بولا کہ قیمت دی تو دونوں صورتوں میں بیع صحیح ہے بقول اصح اور وجیز کردری میں ہے کہ مشتری نے کہا کہ میں نے یہ غلام تجھ سے کو مول لیا اور بائع نے کہا کہ وہ تیرا ہے یا تیرا غلام ہے یا تجھ پر فدا ہے تو بیع تمام ہو گئی لکن فی الولوالجیۃ ان بدأ البائع فقبل المشتری نعم لم ینعقد لانہ لیس بتحقیق وعلیہ صحح لانہ جواب لیکن فی الولوالجیہ میں ہے کہ اگر بائع نے ایجاب کی ابتدا کی سو مشتری نے بیع قبول کی ہاں کہے تو بیع منعقد نہ ہوگی اسواسطے کہ وہ تحقیق اور اثبات نہیں اور

بالعکس اسکے یعنی اگر مشتری نے ابتداء کلام کی اور بائع نے بیع قبول کی ان کہا تو صحیح ہوا سواسطے کہ وہ جواب ہوا وفی القنیۃ نعم بعد الاستفہام قیل بحث میتی ہذا بیعٌ ان نقدا الثمن کان النقد دلیل التحقیق وقال بعتہ فبلغہ رانا فان فبلغہ فرجا رظ فحفظ اور قنیہ مین ہی کہ ان کہنا بعد استفہام کے اسنداس قول کے کہ کیا تو نے مجھ سے بیچا بعض اتنے درہم کے بیع ہوا اگر ثمن نقد دے اسواسطے کہ نقد تحقیق کی دلیل ہوا اور اگر بائع نے کہا کہ مین نے اسکو بیچا سوا کے فلانے اسکو خبر کردے سو غیر مخاطب نے اسکو خبر کردی تو جائز ہوا تو اسکو یاد رکھنا چاہیے وکذا یتوقف شطر العقد فیہ ای البیع علی قبول غائب فلو قال بعت فلانا الغائب فبلغہ فقبل لم ینعقد اتفاقا الا اذا کان بکتابۃ اور سالۃ فیعتبر مجلس بلوغہما اور موقوف صحۃ ہین بیع کے اندر ایجاب شخص غائب کے قبول کرنے پر یعنی ایجاب باطل ہوا اگر بائع نے کہا کہ مین نے فلانے غائب کے ہاتھ بیع کی پھر اُس شخص کو ایجاب مذکور کی خبر پہونچی بلا کتابت و رسالت اور اُسنے بیع قبول کی تو منعقد نہ ہوگی بالاتفاق مگر جب کہ ایجاب مذکور اسکو بائع کے لکھنے یا کہلا بھیجنے سے پہونچا تو قبول معتبر ہوگا بلوغ کتابت یا رسالت کی مجلس مین ہم کذا فی الہدایۃ وصدر الشریعۃ کما لا یتوقف فی النکاح علی الاظہر وخلافا للثانی فلہ الرجوع لانہ عقد معاوضۃ بخلاف الخلع والعتق علی مال حیث یتوقف اتفاقا فلا رجوع لانہ یمین انہایہ چنانچہ باطل ہی ایجاب نکاح مین درصورت قبول غائب بنا بر قول اظہر کے بخلاف ابو یوسف کے تو ایجاب کرنے والے کو ایجاب سے رجوع کرنا جائز ہوا سواسطے کہ بیع یا نکاح عقد معاوضہ ہی بخلاف خلع اور عتق بعوض مال کے کہ انمین ایجاب شخص غائب کے قبول پر موقوف ہوا اتفاق تو ایجاب کرنے والے کو خلع اور عتق مین رجوع کرنا جائز نہین اسواسطے کہ یمین ہی یعنی تعلیق بالشرط ہی کذا فی النہایۃ ہم طحطاوی نے کہا یہ مطلب نہین کہ ایجاب کرنے والے کو قبل قبول غائب کے رجوع جائز ہوا سواسطے کہ جب ایجاب باطل ٹھہرا تو رجوع بے معنی ہی بلکہ مراد یہ ہی کہ موجب کو قبل قبول حاضر کے رجوع کرنا درست ہوا واما الفعل فی التعاطی وہو التناول کالماموس فی جلیسی وتفیسی خلافا للکرخی اور وہ فعل جس سے بیع ثابت ہوتی ہی وہ تعاطی ہوا اور تعاطی عبارت ہی تناول سے کذا فی القاموس یعنی باہم دینا کہ بائع مشتری کو مبیع دے اور مشتری بائع کو قیمت دے بلا ایجاب وقبول لفظی خواہ تعاطی دلیل چیز ہین ہو خواہ عمدہ ہین بخلاف کرخی کے یعنی اُنکے نزدیک بیع منعقد نہین ہوتی مگر دلیل چیز کی تعاطی ہین نہ عمدہ کی مراد نفیس عبارت ہی بیش قیمت سے اور جلیس کم قیمت سے اور بعضون نے کہا کہ جسکی قیمت دس درم یا زیادہ ہو وہ نفیس ہوا اور اس سے کم قیمت خسیس ہی کذا فی الذخیرہ اور الاشباہ مین ہی کہ یہان اطلاق ہی متعمد ہی کذا فی الطحطاوی ہدایہ مین ہی کہ بیع کا منعقد ہونا تعاطی سے صحیح ہی فتح القدیر مین کہا وجہ صحت یہ ہی کہ عرفیین کی رضامندی پر دلالت کرنا یہ سب کو شامل ہی یعنی بیع قولی اور فعلی کو جنانچہ ظاہر ہی کہ مشتری نے بائع سے کہا کہ اتنے گیہون کتنے کو بیچتا ہی اُسنے کہا ایک درہم کو مشتری نے اُسمین سے اتنے جدا کردے سو اُسنے جدا کردیے تو یہ بیع ہوگئی اور اسی طرح اگر قصاب سے کہا اور اُسنے گوشت تول دیا اور حالانکہ وہ ساکت ہی تو وہ بیع ہوگئی یہان تک کہ اگر مشتری نے ثمن نہ دینے اور گوشت لینے سے یا قصاب گوشت دینے سے انکار کیا تو قاضی دونون سے زبردستی دلا دیگا انتہی مافی الفتح ملخصا ولو التعاطی من احدی الجانبین علی الاصح فتح وبہ یفتی فیض تعاطی سے بیع منعقد ہوتی ہی اگر یہ تعاطی ایک ہی جانب سے ہو بنا بر قول اصح کے کذا فی الفتح اور یہی کا فتوی ہی کذا فی الفیض ہم فتح القدیر مین ہی کہ اسمین اختلاف ہی کہ بیع التعاطی مین قبض بدلین شرط ہی یا ایک ہی بدل کا قبض کرنا کافی ہی صحیح قول ثانی ہی اسواسطے کہ امام محمدؒ نے تصریح کی ہی کہ بیع التعاطی مفید حلال البدلین سے ثابت ہوتی ہی اور یہ ثمن اور مبیع کو شامل ہی انتہی طحطاوی نے کہا صورت اسکی یہ ہی کہ بائع اور مشتری ثمن پر متفق ہون پھر مشتری بائع کی رضامندی سے مبیع لے کر بلا دفع ثمن چلا جاے یا مشتری ثمن دے کر بلا تسلیم مبیع چلا جاے بشرطیکہ مبیع موجود اور معلوم ہو تو بیع لازم ہوگی بقول صحیح اذا کان یصرح معہ التعاطی بعدم الرضاء کذا فی الدراھم واخذ البطاطیخ والبائع یقول لا اعطیھا بہا لم ینعقد تعاطی سے بیع منعقد ہوتی ہی جبکہ تعاطی کے ساتھ عدم رضا کی تصریح نہ ہوئی ہو تو اگر مشتری نے درہم دیے اور خربوزے لیے اور حالانکہ بائع کہتا ہی کہ مین اُنکو اس قیمت پر نہ دونگا تو بیع منعقد نہ ہوگی کما لو کان بعد

بیان الفاظ

عقد فاسد خلاصہ وبزازیہ وحرّر فی البحر بان الایجاب والقبول بعد عقد فاسد لا ینعقد بہما البیع قبل متارکۃ الفاسد فی بیع التعاطی بلا دلیل وعلیہ فیحمل ما فی الخلاصۃ وغیرہا علی ذلک چنانچہ بیع التعاطی منعقد نہیں ہوتی اگرچہ عقد فاسد کے ہو کذا فی الخلاصۃ والبزازیۃ واعتمدہ البحر الرائق مین تصریح کی ہو کہ ایجاب اور قبول سے عقد فاسد کے بعد بیع منعقد نہین ہوتی قبل متارکہ فاسد کے تو بیع التعاطی مین بطریق اولے بدون چھوڑنے فاسد کے بیع منعقد نہ ہوگی اور مبنا بر تصریح بحر الرائق کے جو خلاصہ وغیرہا مین ہو وہ اسی پر محمول ہو یعنی خلاصہ کا اطلاق عدم انعقاد عدم متارکہ پر محمول ہو طحطاوی نے کہا حموی نے اپنی شرح مین خلاصہ سے یون نقل کیا ہو کہ بیع التعاطی مین یہ بھی ضرور ہو کہ عقد فاسد یا باطل کے بعد ہو اور اگر بعد فاسد یا باطل کے ہوگی تو قبل متارکہ منعقد نہ ہوگی اسواسطے کہ بیع سابق پر اسکی بنا ہوا نتہی یعنی تصریح قید متارکہ کی خود خلاصہ مین موجود ہو تو بحر الرائق سے تقیید کا ثابت کرنا کیا ضرور ہوا اور حموی کی طرح نہر الفائق مین بھی خلاصہ کی روایت منقول ہو وھامہ فی الاشتباہ من الفوائد اذا ابطل المتضمن بطل المتضمن والمبنی علی الفاسد فاسدا اور عدم انعقاد بیع التعاطی قبل المتارکہ کا اشباہ کے فوائد مین اس قاعدے کے تحت مین مذکور ہو کہ جب متضمن بالکسر باطل ہوا تو متضمن بالفتح بھی باطل ہوگا اور اس قاعدے کے تحت مین کہ جسکی بنا فاسد پر ہو اور وہ خود فاسد ہو یعنی جب بیع اول باطل یا فاسد ہوئی تو بیع ثانی کا قبض بھی باطل یا فاسد ہوگا وقیل لا بد فی التعاطی من الاعطاء من الجانبین وعلیہ الاکثر قالہ الطرسوسی واختارہ البزازی وافتی بہ الطحطاوی واکتفی الکرمانی بتسلیم المبیع مع تعریبا ثلثۃ اقوال وقد علمت الاصح منہا اور قول ضعیف یہ ہو کہ بیع التعاطی مین اعطا جانبین یعنی بائع اور مشتری دونون کا دینا ضرور ہو طرسوسی نے کہا اسی قول پر اکثر علما ہین اور اسی قول کو بزازی نے پسند کیا ہو اور اسکا طحطاوی نے فتوی دیا ہو اور کرمانی نے اکتفا کیا ہو بیع کی تسلیم پر بیان ثمن کے ساتھ تو اسمین منقح ہوئے تین قول اور تو معلوم کر چکا قول منتقی یہ کہ ہو کہ ایک کا دینا کافی ہو خواہ بائع مبیع کو دے خواہ مشتری ثمن کو قول ثانی یہ ہو کہ تعاطی مین دونون کا دینا ضرور ہو اور تیسرا قول مفصل کرمانی کا ہو کہ فقط مبیع کا دینا بیان ثمن کے ساتھ کافی ہو اور منشا اس اختلاف کا امام محمد کا کلام ہو کہ بعضی جگہ تنسیہ تعاطی مین اعطاء جانبین ذکر کیا تو اس سے بعضے سمجھے کہ اعطاء جانبین کی شرط ہو اور بعضے مقام پر اعطاء احد الجانبین مذکور کیا تو بعضے یہ سمجھے کہ ایک کا دینا کافی ہو اور بعضے مکان مین تسلیم مبیع کا بیان کیا تو بعضے یہ بوجھے کہ تسلیم ثمن کافی نہین بالجملہ اعطاء احد الجانبین کافی ہو اور یہی قول منتقی یہ ہو کذا فی الطحطاوی وحرّرہ فی شرح الملتقی صحتہ الاقالۃ والاجارۃ والصرف بالتعاطی فلیحفظ اور ہم نے تحریر کی ہو شرح منتقی مین صحت اقالہ اور اجارہ اور صرف کی تعاطی سے تو شکر یاد رکھنا چاہیے کہ تعاطی کی تاثیر فقط بیع مین خاص نہین ہم شرح ملتقی مین صحت اقالہ احد الجانبین کی تعاطی سے بروایت بزازیہ اور اجارہ کے صحت عمادیہ سے اور صرف کی نہر الفائق سے منقول ہو **فروع** مسائل متفرقہ شاخ کے ما یستجرہ الانسان من البیاع اذا حاسبہ علی اثمانہا بعد استہلاکہا جاز استحسانا جو چیزین کہ لیا یعنی لے سے یعنی بدون انعقاد بیع کے جبکہ بائع اُس سے اُن چیزون کے ثمن کا محاسبہ کرے بعد اُنکے استہلاک اور خرچ کر ڈالنے کے تو بطور استحسان کے یہ جائز ہم بحر الرائق مین ہو کہ معقود علیہ کی شرائط سے یہ ہو کہ موجود ہو تو بیع معدوم کی منعقد نہ ہوگی لیکن اس قاعدے سے وہ مسئلہ مستثنی ہو حقیقۃ مین ہو کہ جن چیزون کی تبقال سے بدون بیع کے لینے کی عادت ہو علی وجہ التسریع یعنی بطور اچاپت کے چنانچہ مسور اور نمک اور تیل اگر انکو خرید کرے بعد معدوم ہونے کے تو صحیح ہو انتہی تو بیان معدوم کی بیع جائز ٹھہری کذا فی الطحطاوی عن الحموی وانما التی یکتفی الدیان علی التقابل لا یفصح بخلاف بیع محاط لانہ مال الوقف قائم ثمہ وکذلک ہنا اشیاء دقیقۃ ومفادہ انہ یجوز للمستحق بیع جزء شائع من العقار المشغول بخلاف الجندی یجوز بیع تقبہ فی النہر یعنی تنخواہ کی اُن چیزون کا جنکو متصدیان دفتر عاملون پر کرتے ہین صحیح بخلاف ائمہ شائع کے کہ انکی بیع جبھی صحیح ہو کہ وقف کا مال بیان قائم اور موجود ہو اور ریا سا نہین ہو یہان یعنی عمال سلطانی کے پاس مال کا موجود

ہونا ہر وقت ضرور نہیں بلکہ ملک کی آمدنی پر موقوف ہے کذا فی الاشباہ والنظائر اس تعلیل سے معلوم ہوتا ہے کہ مستحق وقف کو بھی روٹی چنا قبول ہے کہ تقسیم کرنے میں تصرف سے قبضہ کرے جائز ہے بخلاف لشکری سپاہی کی تنخواہ کے کذا فی الجوہرۃ النیرۃ اور زہر الفائق میں اس پر اعتراض کیا ہے وہم زہر الفائق میں کہا کہ ظاہر الفتویٰ کی روایت ضعیف ہے اسواسطے کہ فقہا کا اس پر اتفاق ہے کہ بیع معدوم کی صحیح نہیں اور اسی طرح غیر مملوک کی اور امام کا حصہ قبل قبض کے مملوک نہیں تو اسکی بیع کیسان صحیح ہوگی اور اسکو بار بار دیکھنا جو ان وہیاں نے کتاب الشرب میں کہا ہے کہ قدیمہ کی روایت مخالف ظواہر کے ہے الثقات کے لائق نہیں جبتک کہ دوسرے کی نقل سے اسکی تائید ہو منتہی فحصاد آفتی المصنف

بیطلان بیع الجامکیۃ لما فی الاشباہ بیع الدین الیما یجوز بالدین وفی فتوی ہو یہ مصنف نے کہ سپاہی کو تنخواہ جو پیشگی ملتی ہے اسواسطے کہ اشباہ میں ہے کہ چنا دین کا جائز نہیں مگر بدلوں سے جائز ہے ہم جامکیہ سپاہی کی ہماری تنخواہ کو کہتے ہیں جو سلطان یا امیر نے اسکے واسطے بعوض جنگ اور چوکیداری کے مقرر کی ہو تو اگر سپاہی چاہے کہ دو چار مہینے کی چڑھی تنخواہ کو دوسرے کے ہاتھ بیع کرے تو جائز نہیں اسواسطے کہ تنخواہ تو امیر پر یعنی زید عمر پر ہے اور دین کا چنا غیر بدلوں سے جائز نہیں اور بدلوں سے بیچنے کی صورت یہ ہے کہ پڑا چنا بعوض غلام کے سوا کسی غلام پر یا قفیز گیہوں کے اور کپڑا دوسرے پر دین باقی رہا سو کپڑا اسی شخص کے ہاتھ بیچا چند درہم بعینہ کے عوض تو بیع صحیح ہے اور اگر غیر بدلوں سے بیچا تو صحیح نہیں ہے اسواسطے کہ یہ بیع ہے منقول کی اسکے مقبوض ہونے سے پہلے اور یہ جائز نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی وفیہا وفی الاشباہ یجوز الاعتیاض عن الحقوق المجردۃ کحق الشفعۃ وعلی ہذا الاعتیاض عن الوظائف بالاوقاف اور فتاوی مصنف اور اشباہ میں ہے کہ جائز نہیں عوض لینا حقوق مجردہ سے یعنی وہ حقوق کہ ملک سے خالی ہیں جیسا حق شفعہ اور بموجب اس قاعدے کے جائز نہیں عوض لینا اوقاف کے وظائف کا ھو ظاہر الاتساق سے مراد ماست اور خطابت اور صوفی اور مدرسی اور دربانی ہے اشباہ میں ہے کہ حقوق مجردہ سے عوض کرنا جائز نہیں حق مجرد کی قید اسواسطے لگائی کہ حق قصاص اور ملک نکاح اور حق رق کا عوض جائز ہے وفیہا فی الحوبحث نعارض العرف مع اللغۃ اتمسک بعدم اعتبار العرف الخاص لکن انتی کثیرا باعتبارہ وعلیہ یفتی بجواز النزول عن الوظائف علی الصحیح اور اشباہ کے تعارض عرف اور لغت کے آخر بحث میں ہے کہ ظاہر مذہب یہ ہے کہ عرف خاص کا اعتبار نہیں لیکن بہت مسائل عرف خاص کے اعتبار کرنیکا فتوی دیا ہے تو بموجب اسکے فتوی دیا جاتا ہے وظائف اوقاف سے کنارہ کرنے کے جواز کا بعوض مال کے ھم یہ قول مخالف نہیں قول سابق سے کہ اعتیاض حقوق مجردہ سے جائز نہیں اسواسطے کہ قول سابق اسپر مبنی ہے کہ عرف خاص معتبر نہیں ظاہر الروایۃ میں اور یہ قول مرجوع ہے قول المفتی یہ ہے کہ عرف خاص معتبر ہوتا ہے احکام عرف عام پر ہوتی ہے نہ عرف خاص پر عرف عام سے مراد تعامل عام ہے جو سب لوگوں میں رائج اور مشہور ہو اور عرف خاص سے مراد وہ ہے جو چند لوگوں میں رائج ہو چنانچہ فقہا میں خاصہ یہ ہے کہ صحت نزول عن الوظائف بعوض مال قواعد مذہب کے مخالف ہے لیکن اکثر مشائخ مثل شیخ قاسم اور علامہ عینی نے صحت نزول کا فتوی دیا ہے عینی نے اپنے فتاوے میں کہا کہ جواز نزول کے واسطے کوئی اصل معتمد نہیں لیکن وھو اور عامۃ السبب ضرورت کے اسپر چلتے ہیں اور بعضے علما نے جواز نزول پر اس سے استدلال کیا ہے کہ امام حسن رضی اللہ عنہ سے نزول عن الخلافۃ پس صلح کی استمد رمال پر جو ہر سال آتا تھا اور حالانکہ خلافت اعظم الوظائف ہے کذا فی الطحطاوی فحصاد بلذوہ وخلو الحوانیت فلیس لرب الحانوت اخراجہ ولا اجارتہا لغیرہ دکو تفا انتہی اور بنا بر اعتبار عرف خاص کے فتوی ہے کہ خلو دکان کا یعنی لزوم پر تو دوکانوں کے مالک کو جبر کیا جائے کہ دوکان کا خارج کر دینا جائز نہیں اور نہ دوکان کا اجارہ دینا اسکے سوا کو اگرچہ دوکانوں کا یہ حق ہوں انتہی والی الاشباہ ھم حقیقت تطویر یہ ہے کہ دافع دراہم اس منفعت کا مالک ہو جسکے بقا میں مستاجر راہم دینے خواہ منفعت عمارت ہو یا غیر عمارت صورت عمارت کی یہ ہے کہ واقف مکانات قریب الانہدام ہوں تو واقف یا ناظر وقف اس شخص کو بلا دے جو مکانات کی تعمیر کرے تو وہ جو کچھ صرف کریگا سو اس شخص کا خلو ہوگا اور وہ شخص اس کا شریک ہوگا بقدر زیادت عمارت مثلاً اگر قبل عمارت مکانات کا کرایہ ہر روز ایک دانگ بھا و بعد تعمیر کے تین دانگ کرایہ ہو جائے تو صاحب خلو دو تہائی کا واقف کا شریک ہوگا بعد اسکے سوا اگر ان مکانات میں پھر تعمیر کی حاجت ہو تو صورت مذکورہ میں واقف پر ایک تہائی صرف لازم ہوگا اور صاحب خلو پر دو تہائی کا اب مسلوک کرنا چاہیے کہ جواز خلو میں خلاف ہے مقدسی حنفی اور اصبوری مالکی اسکو باطل کہتے ہیں اور صاحب اشباہ نے جو اسکو جواز اور لزوم کے قائل ہیں اسواسطے کہ اوقات ماضی میں ہے کہ مکانیں بانڈ کی آراضی جبکہ ان لوگوں کے پاس اجارہ ہو بموجب دو کانوں کو بنایا ہے

توقف جائز ہیں اسواسطے کہ ہم نے ان دو کانوں کو انکے قصر فنا میں دیکھا کہ انکو بیچ ڈالتے ہیں اور انکو بیرث چھوڑتے ہیں سلطان انسے مزاحمت نہیں کرتا ان لوگوں پر تو فقط غلہ اور محصول ہے جو وہ کرتے ہیں یہی عادت جاری ہے متاخرین کی متقدمین سے اور زمانہ سے انتہی ولہذا ابن نجیم نے کہا کہ صاحب دوکان کو اسکا خارج کرنا اور غیر شخص کو اسکا اجارہ دینا جائز نہیں اگرچہ دوکان اصل میں وقف ہو انتہی اور محمد بن بلال حنفی نے جواز خلو میں ایک مستقل رسالہ لکھا ہے اور صحت خلو کی شرط یہ ہے کہ دراہم مرصدہ واقف میں صرف ہوں سوا بالفعل جو وقف کے ناظر دراہم لیتے ہیں اور اپنی ذات پر صرف کرتے ہیں اور وہ واقع دراہم کے واسطے خلو مقرر کر دیتے ہیں تو بخلو صحیح نہیں اور فائدہ خلو کا یہ ہے کہ وہ بمنزلہ ملک کے ہے تو اسپر ملک کے احکام جاری ہونگے چنانچہ بیع اور اجارہ اور بیلہ میں اور وراثت اور شفعہ اور گرو رکھنا اور ضمان اور وقف اور گرو رکھنا اور ضمان اور درخت ہوں تو انمیں حق شفعہ بھی جاری ہوگا علامہ شامی نے صحت خلو کی ترجیح دی ہے اسواسطے کہ اسپر کثرت عمل جاری ہو گیا ہے تمام ممالک میں فصولہ سے دیار مصر میں تو اسکی صحت پر اعتماد کرنا چاہیے بارنکاب اجب الضرر ہی اسواسطے کہ حکام سلطان سے تتبع ہوا خلق اور کثرت ہنگامہ ہیں لہذا مدار زمانہ آج ہی علی الخلو ہے جبکہ وہ وقف ہو خیرات اور جہات پر تو اسکے ابطال سے ابطال خیرات لازم آتا ہے واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ المدنی مختصر وفی معین المفتی المصنف عمر بالو الحنفی عمارۃ فی ارض بیعت فان بناء او شجرا جاز اور مصنف کی کتاب معین المفتی میں ہے ولو الجبۃ کی طرف نسبت کرکے کہ زمین کی عمارت بیچی گئی سو اگر عمارت بناء مکان ہو یا درخت ہوں تو بیع جائز ہے ہم یعنی فقط عمارت پر بیع واقع ہوتی بلا ذکر ارض چنانچہ کسی کی عمارت وقف کی زمین میں ہو یا عمارت کی بیع زمین کے ساتھ اس طرح پر کہ عمارت کا ثمن زمین سے جدا مذکور ہوا ہو تو عقد صحیح ہے کیونکہ مکان اور درخت مال ہیں اور ثمن مشتری پر لازم ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وان کرایا او کرمی آنہار ونحوہا مما لا یکون ذلک یعنی مالا یعنی مال الیخ انتہی اور اگر عمارت کھودی جوئی زمین ہو یا نہروں کا کھودنا اور صاف کرنا ہو مٹی وغیرہ سے کہ پانی خوب جاری ہو اور مانند اسکے اس قسم سے کہ جو چیز خود مال ہو یعنی مال تو بیع اسکی جائز نہیں انتہی مافی الولوالجیہ جو چیز صاف کرنے کی مانند زمین کا ہو یا کرنا ہو اونچ بیچ سے اور لا یعنی مال سے مراد ارض موقوفہ کا سکنی ہو بطریق نظر کے کذا فی الطحطاوی قلت ومفادہ ان بیع المسکۃ لا یجوز وکذا رھنہا ولذا جعلوہ الآن فراغا کالوظائف فلیحرر انتہی وسنذکرہ فی بیع الوفاء مصنف نے معین المفتی میں کہا اور ولو الجیہ کی عبارت کا مفاد یہ ہے کہ بیع مسکہ جائز نہیں اور اسطرح اسکا رہن جائز نہیں اور اسی اسواسطے اب علماء نے اسکو فراغ قرار دیا ہے یعنی مسکہ کو مسمی بفراغ کیا ہے مثل اور متعلقات وقف وقف کے تو اگلی تحریر اور ترفیع کرنی چاہیے انتہی فی معین المفتی اور قریب ہے کہ ہم اسکو بیع الوفا میں ذکر کریں گے ہم در مختار کے متشیون کا کلام اس مقام میں مختلف ہے تفصیلاً ومعنی الطحطاوی نے بیع اسکا ضبط کیا ہے بفتح ہمہ وشرح اسکی یہ ہوں کی ہے کہ بیع مسکہ یعنی کو چیز نا فذہ کے حق مرور کی بیع جائز نہیں انتہی شیخ ابو الطیب اور شیخ عابد سندھی مدنی نے مسکہ باضافت ہمہ ضبط کیا ہے اور اکثر نسخ درمختار کے اسی کے موافق ہیں پھر مسکہ کی مراد میں اختلاف ہے شیخ ابو الطیب نے کہا کہ ظاہر اسکا بالفعل سے کنویں کا کھودنا تخت مکان میں مراد ہے کذا فی القاموس تو بیع اس مکان کی نہر کھودنے کی بیع کے مانند ہوا انتہی اور شیخ عابد مدنی نے کہا کہ مسئلہ مسکہ اور مسئلہ حفر بیر کے لیے فراغ کا لفظ مناسب ہے ہیں اسواسطے کہ فراغ اسکو کہتے ہیں کہ کوئی چیز کسی انسان کے واسطے سلطان کی طرف سے یا وقف سے باعتبار استحقاق کے مقرر ہو پھر وہ انسان وہ چیز دوسرے کے واسطے ٹھہرا دے کچھ عوض لے کر تو کنویں کھودنے کی بیع کو فراغ کہنا مجازی بے معنی معلوم ہوتا ہے تو بہتر یہ ہے کہ مسکہ سے یہ صورت مراد ہو کہ ایک شخص پر کچھ موقوف ہو اور وہ دوسرے شخص کو دے عوض لے کر تو اسکو بیع مسکہ اور ترفیع کہنا ممکن ہے کیونکہ قاموس میں جملہ معنی مسکہ یہ بھی مذکور ہے کہ المسکۃ بالضم الرشوۃ کذا فی ابو سعود کی معروضات سے معلوم ہوتا ہے کہ مسکہ متعلق بوقف ہی یتعلق بکل منہا والله اعلم وضعفہ ایضا بلفظ واحد کما فی بیع القاضی الوصی والاب من طفلہ وشرابہ منہ فانہ بدون شفقتہ جعلت جہاتہ کلہا بائعین وضامنین الا ادا وبیع منعقد بہذی ہوا ایک لفظ سے بھی چنانچہ قاضی اور وصی کی بیع میں اور باپ کی بیع نے بیٹے طفل سے اسواسطے کہ بسبب وفور شفقت باپ کے اسکی عبارت دو عبارتوں کے بمنزلہ ٹھہرائی گئی اور پورا بیان اسکا در بیع ہم یعنی اگر قاضی یا وصی نے یتیم کا مال دوسرے شخص سے بیع کرے یا خود یتیم کرے تو فقط ایک لفظ سے بیع صحیح ہے اسطرح کہ کہے کہ میں نے اسکی چیز جس سے بیچی یا مول لی اور اگر قاضی یا یتیم کی چیز خریدے یا بیع کرے اپنی ذات کے واسطے تو جائز نہیں کذا فی

اور وہی کو اگر کوئی آدمی کہے کہ اپنے بیٹے کی چیز مجھے سول دے دے تو بیع جائز نہیں اور اگر وہی اسکی چیز آپ خرید کرے بشرط منفعت یتیم تو جائز ہے کذا فی البزازیۃ یعنی دس درم کی قیمت والے کو پندرہ درم دے کر خرید کرے اور باپ کی خرید و فروخت اپنے طفل سے منفعت طفل مشروط نہیں و فوت شفعت کے سبب سے فَاِذَا اَوْجَبَ واحِدٌ قَبْلَ الْاٰخَرِ بِاَنْ کَانَ اَوْ مُشْتَرِیًا فِی الْمَجْلِسِ لَہٗ خِیَارُ الْقَبُوْلِ مُقَیَّدٌ بِہٖ پھر جبکہ کسی عاقد نے ایجاب کیا تو دوسرا عاقد بائع ہو یا مشتری اسکو قبول کرے مجلس میں اسواسطے کہ قبول کرنیکا اختیار مقید بمجلس ہے یعنی مجلس ایجاب کے بعد قبول کرنے سے بیع ثابت نہ ہوگی یہاں تک کہ اگر بائع ایجاب کے بعد دوسرے آدمی سے اپنی کسی حاجت میں کلام کر گیا تو ایجاب باطل ہو گا کذا فی البحر طحطاوی نے کہا تو مجلس سے وہ مراد ہے جس میں وہ قول اور فعل پایا جاوے جو اعراض پر دلالت کرے اور وہ مشغولی نہ ہو جو ایجاب کو فوت کرے اگر چہ اعراض کے واسطے نہ ہو کذا فی النہر سو اگر اعراض یا مشغولی مذکور پائی جائیگی تو ایجاب مذکور باطل ہو جائیگا اگر چہ بائع اور مشتری کا مکان اُس وقت تحد رہا ہو کَالْمَبِیْعِ بِکُلِّ الثَّمَنِ اَوْ تَرْکِ لُزُوْمِ تَفْرِیْقِ الصَّفْقَۃِ مجلس ایجاب میں عاقد ثانی کل بیع کو کل ثمن کے ساتھ قبول کرے یا ترک کرے تا تفریق صفقہ لازم نہ آوے ہم صفقہ عبارت ہی بائع کو ہاتھ پڑانے سے بیچنے کے وقت اور باب اطلاق فقہ میں صفقہ سے خود عقد مراد ہوتا ہے یعنی غیر کیلی اور وزنی چیزیں یا سب چیز کو تمام ثمن کے ساتھ قبول کرے یا ترک کرے اسمیں بعض مبیع کو بعض ثمن سے قبول کرنا جائز نہیں تا تفریق عقد لازم نہ آوے مثلاً اگر بائع نے یوں ایجاب کیا کہ میں نے یہ تیل امرود یا لوپڑے یا لیموں چار پیسے کو تیرے ہاتھ بیچے تو مخاطب مختار ہے مجلس میں چاہے دس امرود یا لوپڑے یا لیموں کو چار پیسے سے قبول کرے یا نہ قبول کرے اور اگر مشتری نے کہا کہ میں نے پانچ امرود یا لیموں کو دو پیسے سے لیا تو بیع منعقد نہ ہوگی کیونکہ قبول مخالف ہو گیا ایجاب کے لِاِطْلَاقِ اِعَادَۃِ الْاِیْجَابِ فِی الْقَبُوْلِ تفریق ایجاب جائز نہیں گویا بائع اور مشتری دوبارہ ایجاب اور قبول کریں تو بیع جائز ہوگی دوسرے ایجاب و قبول سے نہ اول سے اور رَضِیَ الْاٰخَرُ کَانَ الثَّمَنُ مُنْقَسِمًا عَلَی الْمَبِیْعِ بِالْاَجْزَاءِ کَکَیْلِیٍّ وَمَوْزُوْنٍ یا راضی ہو جاوے دوسرا شخص تفریق بالقبول سے بشرطیکہ ثمن منقسم ہو مبیع کے اجزا پر جیسا چہ کیلی اور موزون کے اجزا پر ثمن منقسم ہو سکتا ہے ہم مثلاً بائع نے کہا کہ میں نے دس سیر گیہوں دس آنے کو بیچے مشتری نے کہا کہ میں نے پانچ سیر گیہوں پانچ آنے کو خریدے اور بائع اسپر راضی ہو گیا کہ بیع صحیح ہوگی سو اس صورت میں قبول ایجاب ٹھہرا اور رضا مندی بائع کی قبول ہوگئی اور ایجاب اول باطل ہو گیا وَالْاَوَّلُ رِضَی الْاٰخَرِ لِعَدَمِ جَوَازِ الْبَیْعِ بِالْحِصَّۃِ ابْتِدَاءً کَمَا حَرَّرَہُ الْوَانِیُّ اور اگر ثمن مبیع کے اجزا پر منقسم نہ ہو تو بیع جائز نہیں اگر چہ دوسرا شخص تفریق پر بالقبول راضی ہو جاوے اسواسطے کہ حصہ مبیع کی بیع ابتدا میں جائز نہیں کذا حرّرہ الوانی اور اگر ثمن مبیع کے اجزا پر منقسم ہو لیکن اَلْقِسَامُ ثَمَنِ کَالْمَبِیْعِ پر لا جزا نہ ہو یعنی مبیع کے اجزا متفاوت القیمت ہوں چنانچہ بائع نے کہا کہ میں نے دو غلام یا دو کپڑوں کو جو فی درم کے بیچا اور مشتری نے ایک غلام یا ایک کپڑے کی بیع قبول کی تو بیع صحیح نہ ہوگی اگر بائع راضی ہو جاوے اسواسطے کہ بیع بالحصہ ابتدا میں جائز نہیں اور اگر بیع بالحصہ عارض ہو جیسا چہ ایک شخص پورا گھر بیچا پھر ارید اسکے نصف گھر دوسرے کا مملوک ثابت ہوا اور مشتری نصف باقی کی نیز سے راضی ہو گیا تو بیع صحیح ہوگی اسواسطے کہ بیع بالحصہ تہا میں عارض ہوئی نہ ابتدا میں اور عدم جواز بیع مذکور اس صورت میں ہے کہ بائع نے ہر غلام اور ہر کپڑے کی قیمت علیحدہ علیحدہ مذکور نہ کی ہو کذا فی الطحطاوی اور اگر ثمن کل کقولہ بِعْتُکَ کُلَّ وَاحِدٍ بِمِائَۃٍ وَقَبِلَ لَفْظَۃً اَوْ بِاَنْ لَفَظَ بِعْتُ عَبْدَیَّ اَبُوْ یُوْسُفَ وَمُحَمَّدٌ وَھُوَ الْمُخْتَارُ کَمَا فِی الْمُخْتَارَاتِ اللَّائِیَّۃِ عَنِ الْبُرْھَانِ یا ہر ایک کا ثمن علیحدہ علیحدہ بیان ہو گیا ہو چنانچہ بائع نے یوں کہا کہ میں نے دو غلام یا دو کپڑوں کو بیچا ہر ایک کو بعوض سو درم کے اگر چہ بائع نے لفظ بعت کا دو بار نہ کہا ہو صاحبین کے نزدیک اور یہی عدد مکرر لفظ بیع قول مختار ہے چنانچہ شرنبلالیہ میں برہان سے منقول ہے ہم صاحبین کے نزدیک تفصیل ثمن صفقہ متعدد ہونے میں کافی ہے بلا شرط تکرار لفظ چنانچہ انکی مثال شارح نے ذکر کی اور امام اعظم کے نزدیک تعدد صفقہ میں تکرار لفظ بھی شرط ہے اصح پر کہ بیعتک ہذین العبدین بمائۃ درہم ہذا صفقۃ واحدۃ یعنی ان دو غلاموں کو تیرے ہاتھ میں نے بیچا اس غلام کو یا اسکی ہوس میں بیچا اور اس غلام کو یا اسکی عوض میں بیچا اور جو اختیار صاحبین کے قول کو یوں ترجیح دی ہے کہ مجرد تفریق ثمن بلا تکرار لفظ بیع کافی ہے اسواسطے

ظاہر ایائع کی غرض یہ ہو کہ دونوں مین سے کوئی بک جائے اور اگر دونوں کو یکبارگی بیچنا مستلزم ہوتا تو ہر ایک کی قیمت کا جدا جدا بیان کرنا فائدہ نہ دیتا فافہم **فَيُقْبَلُ بَطَلَ** **الْإِيجَابُ بِأَنْ رَجَعَ الْمُوجِبُ قَبْلَ الْقَبُولِ فَاقْسِمْ فَمَا** **نَصَّ عَلَيْهِ وَإِنْ لَمْ يَذْهَبْ عَنْ مَجْلِسِهِ عَلَى الرَّاجِحِ نَهْرٌ وَابْنُ الْكَمَالِ فَإِنَّهُ كَمَجْلِسِ خِيَارِ الْمَجْلِسِ** وکذا سائر التملیکات **فَتَحْ** وجب تک دوسرے نے قبول نہین کیا تو ایجاب باطل ہوگا اگر ایجاب کرنے والے نے رجوع کیا اپنے قول سے قبول کرنے سے پھیر لیا یعنی یون بولا کہ مین نہین بیچتا یا نہین خریدتا یا دونون مین سے کوئی مر گیا اگرچہ اُس مجلس سے نہ چلا گیا ہو بنا بر قول راجح کے کذا فی النہر وہکذا صرح ابن الکمال تو قبول بیع کی مجلس اختیار رجیرہ کی مجلس کے مانند ہوگی بھیر دراعراض اور قیام کے باطل ہو جاتی ہو اور اسی طرح باقی تملیکات کی مجالس کذا فی الفتح **صَرِيحًا أَوْ دَلَالَةً** خواہ صریح ہو یا خلاف مجلس اُس عمل کے استعمال سے ثابت ہتا ہو جو اعراض پر دلالت کرے جیسا کہ کھانا اور پینا اور نماز پڑھنا اور کلام کرنا اگرچہ ضروری بات ہو اور چلنا لیکن ایک لقمہ کھانا یا پانی پینا اُس برتن سے جو باتھ مین تھا ایجاب کے قمت اور سو جانا دصورت نشست عاقدین اور فرض نماز کا پورا کرنا مجلس کو نہین بدلتا یعنی اگر بائع نے ایجاب کیا اور مخاطب فرض نماز پڑھتا تھا سوائے نماز کے بعد قبول کیا تو صحیح ہو اور اگر نفل نماز مین دوسری رکعت پڑھ کر قبول کریگا تو بھی صحیح ہو اور اگر شفعہ ثانیہ کو ملا دیگا اور چار پڑھ کر قبول کریگا تو صحیح نہین اور چلنا تو مطلقاً ظاہر الروایت مین اختلاف مجلس کا سبب ہی یہان تک کہ اگر بائع اور مشتری چلنے کی حالت مین خرید و فروخت کرین تو بیع صحیح نہ ہوگی اگرچہ ایک ہی سواری پر دونون سوار ہون اور طحطاوی وغیرہ کا یہ فتوا ہو کہ اگر نے الصوت متصل قبول کیا چلنے کی حالت مین تو جائز ہی اور محیط مین اسکی تصحیح ہی اور خلاصہ مین ہی کہ ایک دو قدم چلنے مین جائز ہی مجمع الفتاوی مین کہا کہ اسی قول کو ہم لیتے ہین اور مجتبی مین ہی کہ مجلس متحدہ وہ ہی کہ جس مین اعداد المتعاقدین بجز گفتگوے ایجاب اور قبول کے اور کام مین مشغول نہ ہون یا دہ اشتغال نہ کرین جو اعراض پر دلالت کرے اور مشتری گھر کے اندر ہو تو مجلس منقطع نہ ہوگی اُسکے چلنے سے اسواسطے کہ بائع اور مشتری اُسکے ٹھہرانے پر قادر نہین انتہی اور فتح القدیر مین سوائے خیار عیب کے اور تملیکات کا ذکر نہین کرنے سے الطحطاوی **وَإِذَا وُجِدَ الزَّوَالُ الْبَيْعُ بَلَا اخْتِيَارٍ لَا بِعَيْبٍ وَرُؤْيَةٍ خِلَافًا لَهُمَا** اور جبکہ ایجاب اور قبول پائی گئی تو بیع لازم ہوگئی بلا ثبوت اختیار اعداد المتعاقدین سوائے خیار عیب اور خیار الرویۃ کے بخلاف مذہب شافعی کے ہم یعنی جب ایجاب اور قبول اپنے شرائط مذکورہ کے موافق حاصل ہوا تو اب کسی کو نقض بیع مین اختیار نہ رہا مگر بسبب عیب یا عدم رویت کے اور یہی قول ہو امام مالک کا اور امام شافعی اور اسی طرح امام احمد بن حنبل کا یہ مذہب ہو کہ بائع اور مشتری دونون کو بقدر مجلس تک اختیار رہو امام شافعی کی وہ مرفوع حدیث دلیل ہو جو صحاح ستہ مین عبد اللہ بن عمرؓ سے مروی ہی **الْمُتَبَايِعَانِ بِالْخِيَارِ** بالم تفرقا یعنی بائع اور مشتری مختار رہین جبتک جدا نہین ہوئے شارح نے اسکا جواب قول آئندہ مین مذکور کیا **وَحَدِيثٌ مَحْمُولٌ عَلَى تَفَرُّقِ الْأَقْوَالِ أَوْ الْأَحْوَالِ** تلث قبل قولہ یبعد احدھما او اطلاق المتبایعین فی الاول مجاز الاول وفی الثانی مجاز الکون وفی الثالث حقیقۃ **فَيُحْمَلُ عَلَيْهِ** اور حدیث خیار باشافعی کے استدلال کی حدیث تفرق اقوال پر محمول ہی اسواسطے کہ یہان تین حالات ممکن ہین قبل قول عاقدین کے بالبداہۃ قول عاقدین کے یا ایک عاقد کے قول کے بعد اور اطلاق متبایعین کا پہلی صورت مین مجاز ہی اعتبار انجام کار کے اور دوسری صورت مین مجاز ہی اعتبار وجود گذشتہ کے اور تیسری صورت مین حقیقت ہو تو اسی پر محمول ہوگا ہم حدیث مصدوع مین تفرق کو اختیار کی غایت قرار دیا ہی اور تفرق سے مراد تفرق ابدان یا تفرق مجلس نہین بلکہ تفرق اقوال مراد ہی یعنی بعد ایجاب کے دوسرے عاقد کا یون کہنا کہ مین نہین مول لیتا یا رجوع کرنا موجب کا قبل قبول کرنے کے اسواسطے کہ قبل ایجاب اور قبول کے عاقدین کو متبایعین کہنا مجاز ہی چنانچہ صغیر کو بالغ کہنا اور بعد تہم ہو جانے بیع کے انکو متبایعین بولنا بھی مجاز ہی چنانچہ پیر کو جوان بولنا تو متشاغلین بامر البیع کو متبایعین کہنا بھی حقیقت ٹھہرا اور متشاغل اسوقت صادق آتا ہی جبکہ ایک ایجاب کرے اور دوسرا بنوز قبول نہ کرے لہذا یہی بالیقین مراد ٹھہرا اور یہ بعینہ فیصلہ المفصل ہی اور یہ نفیر یہ ابراہیم نخعی تابعی رحمۃ اللہ علیہ کی تو خلاصہ مطلب حدیث شریف یہ ہوا کہ جو دو شخص خرید فروخت کی گفتگو کر رہے ہین ایجاب کے بعد قبل قبول کے مختار ہین دوسرا شخص چاہے قبول کرے یا نہ کرے اور موجب چاہے ایجاب کو ثابت رکھے یا ایجاب سے رجوع کرے اگر کوئی کہے کہ تمہاری تقریر بھی مجاز سے خالی نہین

شرح وقایہ مین کہا کہ اگر ایجاب کرنے والے نے رجوع کیا قبل قبول کے تو ایجاب باطل ہوگا اگرچہ مجلس سے نہ چلا گیا ہو بنا بر قول راجح کے کذا فی النہر وہکذا صرح ابن الکمال تو قبول بیع کی مجلس اختیار رجیرہ کی مجلس کے مانند ہوگی بھیر دراعراض اور قیام کے باطل ہو جاتی ہو اور اسی طرح باقی تملیکات کی مجالس کذا فی الفتح

حاشیہ علیہ الرحمۃ ۱۲ منہ

حاشیہ علیہ الرحمۃ ۱۲ منہ

حاشیہ علیہ الرحمۃ ۱۲ منہ

حاشیہ علیہ الرحمۃ ۱۲ منہ

اسواسطے کہ جب تک دوسرے نے قبول نہین کیا تو ایک ہی بیع ثابت ہوئی متبایعین اسکا جواب یہ ہے کہ بداول مواضع سے ہی یہان حقیقت بعض لفظ کہ معنی سے صادق آتی ہی جیسے مجبر کی حقیقت معنی صادق نہین مگر بوقت تکلم خبر حالانکہ تمام الفاظ خبر فقہ حاصل نہین بلکہ علی التعاقب تو دیکھو یہان بعض حروف کے بولنے سے منجر کہنا اسکو صادق آیا اگر کوئی کہے کہ حدیث مین تفرق کی اسناد متبایعین کی طرف ہے بجا ہے تفرق اقوال کیونکر مراد ہو سکیگا اسکا جواب یہ ہے کہ شرع اور عرف مین تفرق رجال کی اسناد سے تفرق اقوال کا شہرہ اور معنا ہے قال اللہ تعالی وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ یعنی متفرق نہین ہوئے اہل کتاب مگر بعد آنے دلیل کے اور حدیث مین وارد ہے کہ بنی اسرائیل تہتر فرقون پر متفرق ہوئے اور میری امت کا تہتر فرقون پر افتراق ہوگا اس آیت اور حدیث مین افتراق رجال سے بیرحگا افتراق اقوال مراد ہے نہ افتراق ابدان اب امام اعظم کے مذہب کے دلائل کو دریافت کرنا چاہیے کہ آیات قرانیہ مین اور قیاس قال اللہ تعالی یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ یعنی اے ایمان والو پورا کرو عقود کو اور بیع عقد ہے قبول تخییر کے وقال اللہ تعالی وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِنْكُمْ یعنی نہ کھاؤ اپنے اموال کو فیمابین خود ہا بطریق باطل کے مگر یہ کہ تجارت ہو تمہاری رضامندی سے اور بعد الایجاب والقبول تجارت برضامندی صادق آتی ہے بلا توقف علی التخییر تو اس آیت مین حق تعالی نے خریدکی چیز کے کھانے کو مباح فرمایا قبل تخییر کے و قال اللہ تعالی وَأَشْهِدُوا إِذَا تَبَايَعْتُمْ یعنی گواہ کرو جبکہ باہم بیع کرو اس آیت مین توقف بالشہادۃ کا ارشاد ہوا تا انکہ بیع نہ واقع ہوا و بیع صادق آتی ہے قبل خیار بعد الایجاب القبول کے تو اگر اختیار ثابت ہوا اور بیع لازم نہ ہو قبل خیار کے تو نصوص مذکورہ کا ابطال لازم آوے لہذا حدیث مذکور کو خیار القبول پر محمول کیا تا قرآن اور حدیث کے مطلب مین اختلاف باقی نہ رہے اور قیاس کی دلیل یہ ہے کہ بیع کو نکاح اور خلع اور عتق بعوض مال اور کتابت پر قیاس کیا کہ ہر ایک انمین سے عقد معاوضہ ہے کہ بلا خیار مجلس بحکم اس لفظ کے جو رضامندی پر دلالت کرے تمام ہو جاتا ہے علی ہذا القیاس بیع بھی واللہ اعلم کذا فی فتح القدیر عبرت

وشروط لصحتہ معرفۃ قدر مبیع وثمن اور بیع صحیح ہونے کے واسطے شرط ہے مقدار مبیع اور ثمن کی معرفت مصنف نے لفظ معرفت سے اشارہ کیا کہ دانست مقدار مبیع اور ثمن شرط ہے اور انکا ذکر کرنا شرط نہین سو اگر مبیع نہایت مجہول ہو اور ویسی ناواقفی کے ساتھ خریدوفروخت کا رواج نہ ہو تو بیع صحیح نہین تو اگر بائع نے کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ اپنا سب مال بیچا جو اس گھر مین ہے بجملہ عبید اور دواب اور ثیاب کے اور مشتری نہین جانتا کہ اسمین کیا ہے تو بیع فاسد ہے اور اگر یون کہیگا کہ مین نے اپنا مال جو اس کوٹھری یا اس صندوق یا اس خرجی مین ہے تیرے ہاتھ بیچا تو جائز ہے اگرچہ مشتری اسکو نہ جانتا ہو اسواسطے کہ جہالت نافی المبیعیت کثیر ہے جہالت نافی الدار سے تو نہایت جہالت نہ ہوئی جو مانع ہو صحت کی اور رواج جہالت کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر سستے سے اتنی شکین زمین کے پانی کی مثلا خرید کریگا ابو یوسف نے کہا اگر شک متعین ہو تو جائز ہے بسبب رواج کے اور یہی حکم ہے کپڑے کا اور یہ استحسان ہے اور قیاس مین جائز نہین اگر اسکی مقدار نہ معلوم ہو اور یہ قول امام کا ہے اور ظاہر یہ جو اوپر دلالت کرتا ہے اور مقدار معرفت مبیع اس صورت مین شرط ہے جب تسلیم کی حاجت ہو والا شرط نہین چنانچہ زید نے اقرار کیا کہ خالد کا اسباب میرے پاس بطور غصب یا ودیعت کے ہے پھر زید نے اسکو خالد سے مول لیا تو جائز ہے اگرچہ بائع اور مشتری اسکی مقدار کو نہ جانتے ہون اور اسی طرح بیع صحیح نہین اگر مقدار ثمن مجہول ہو بنا بر ایک جنیس کی بیع کرنا اسکی قیمت پر یا بقیمت مشتری قرار دے یا مطلقا شخص بالقدر اپنے راس المال کے یا بمثل بیع فلانی حالانکہ بائع اور مشتری نے اس ثمن کو نہ جانا یہان تک کہ جدا ہو گئے اور اگر اسی مجلس مین علم حاصل ہو گا تو بیع صحیح ہے مع الخیار اور اگر کوئی چیز خریدی سونے سے بوزن اس پتھر کے تو جائز نہین اسواسطے کہ پتھر کا وزن معلوم نہین اور اگر اسکا وزن معلوم ہو گا تو بیع مع الخیار صحیح ہو گی اور مصنف نے معرفت مقدار ثمن کو مطلق رکھا تو معرفت بیع اور معرفت عرفی دونون کو شامل رہی اسی واسطے بنا زیہ مین کہا کہ اگر کسی شخص نے کہا کہ مین نے اس گھر کو یا اس کپڑے کو یا اس خربوزے کو بعوض دس کے خریدکیا اور اس شہر مین دراہم اور دنانیر اور فلوس سے خرید کرنے کا رواج ہو اور مشتری نے اشیاء ثلثہ مین سے کوئی چیز فکہ نہ کی تو گھر کی بیع دنانیر سے اور کپڑے کی دراہم سے اور خربوزے کی پیسون سے منعقد ہو گی اور

اگر انکے سوا کوئی اور چیز سے خرید و فروخت کا رواج ہوگا تو اسپر بیع منعقد ہوگی خلاصہ یہ ہے کہ جب حد کی تصریح ہوگی تو معدود متعین ہوجائیگا بیع کے مناسب خواہ زنبیل خواہ دراہم خواہ فلوس سے اور اگر مناسبت مین شک پڑیگا تو بیع تمام ہوگی کذا نے الطحطاوی عن البحر والفتح لمقصاد وصف ثمن کیصح ادة مشتری اور صحت بیع کے واسطے وصف ثمن کی دانست مشروط ہے چنانچہ درہم کا مصری ہونا یا مشتری م مصنف اور صاحب کنز اور اکثر فقہا نے معرفت وصف ثمن کو شرط کیا ہے اسواسطے کہ اگر ثمن مجہول الوصف ہوگا تو نزع واقع ہوگا مشتری ارادہ کریگا کہ ناقص دے اور بائع چاہے گا کہ عمدہ لے تو بیع شروع ہونے کا فایدہ حاصل نہ ہوگا مصنف نے وصف ثمن قید اسواسطے لگائی کہ اوصاف مبیع کی معرفت شرط نہین اور مدایہ مین مذکور ہے کہ ہمارے اصحاب کے نزدیک معرفت وصف مبیع اور ثمن صحت مبیع کی شرط نہین بلکہ لزوم مبیع کی شرط ہے تو صحیح ہے اُسکی بیع جسکو نہین دیکھا کذا فی النہر والطحطاوی وصف سے مراد وہ امر ہے کہ جب وہ حاصل ہو تو موجب اُس شی کے حسن یا قبح کا کذا فی صدر الشریعہ چنانچہ روپیہ یا اشرفی کا کھرا ہونا یا کھوٹا ہونا غیر مشار الیہ لا یشترط ذلک فی مشار الیہ لنفی الجہالة بالاشارة معرفت مقدار اور وصف غیر مشار الیہ مین شرط ہے اور ثمن مین یہ شرط نہین جسکی طرف اشارہ ہو اسبب دور ہونے نا دانستگی کے اشارے سے ہم معرفت مقدار اور وصف غیر مشار الیہ مین اسواسطے شرط ہوئی کہ تسلیم اور تسلم یعنی دینا لینا بیع مین واجب ہے اور مقدار اور وصف کی ناواقفی نزاع کا باعث ہے تو تسلیم اور تسلم نہ ہوسکیگا اور جسکی طرف اشارہ کیا خواہ وہ مبیع ہو یا ثمن تو اُسکی معرفت مقدار اور وصف بسبب عدم انتفاع کے شرط نہین سوا گر بائع کہے کہ مین نے اس گیہون کے ڈھیر کو درسون سے جو تیرے ہاتھ مین ہیں اور حالانکہ دراہم مذکورہ نظر آتے ہین پھر طالب نے قبول کیا تو بیع جائز ہے اسواسطے کہ جہالت وصف یعنی مقدار کی نا دانستگی باقی ہے لیکن وہ تسلیم اور تسلم کی مانع نہین کذا نے النہر مالہ یکن دبوبا قویل بجنسہ او سلما انتفاقا او رأس مال سلم لو مکیلا او موزونا خلافا لما یأتی وقیدنا بالجنس لانہ لو اختلف بان کان رأس المال دراہم والمبیع حنطة مثلا جاز اتفاقا امام اور صاحبین کے یا سلم کا رأس المال نہ ہوا گر وہ کیل اور موزون ہو بخلاف صاحبین کے چنانچہ باب السلم مین آویگا ہم یہ جو مذکور ہوا کہ مشار الیہ مین معرفت مقدار شرط نہین اُس صورت مین ہے جبکہ بیاج والی چیز اپنے بجنس کے مقابل نہ ہو چنانچہ گیہون کے ڈھیر کو دوسرے گیہون کے ڈھیر سے اشارہ کرکے بدون کیل اور وزن صحیح نہین بسبب احتمال بیاج کے کہ شاید ایک ڈھیر کم یا زیادہ ہو دوسرے سے اور احتمال بیاج مثل حقیقت بیاج کے مانع ہے صحت بیع کا اور سلم مین اگر رأس المال کیلی یا وزنی چیز ہوگا تو امام اعظم کے نزدیک اشارہ کافی نہین دریافت کیل یا وزن شرط ہے اور صاحبین کے نزدیک اشارہ کافی ہے چنانچہ مزروع اور حیوان مین کافی ہے طحطاوی نے کہا شارح کے اس قول او سلما انتفاقا کی کچھ حاجت نہ تھی کہ اسکے ماقبل کا قول معنی ہے اسواسطے کہ کلام ہے رأس المال مین نہ مسلم فیہ مین اسواسطے کہ مسلم فیہ کی طرف اشارہ نہین ہوسکتا کہ وہ اسوقت موجود نہین کیونکہ وہ محل ہے فروخت کا مسئلہ متعلقہ شارح کا لو کان الثمن فی صرة ولم یعرف ما فیہا من خارج خلود یسمی خیار الکمیة لاخیار الرؤیة لعدم ثبوتہ فی النقود فتح اگر ثمن تھیلی مین ہو اور جو دراہم اُسمین ہین باہر سے معلوم نہ ہوتے ہون تو بائع کو اُسمین اختیار ہوگا اور اسکو خیار الکمیة کہتے ہین نہ خیار الرویة اسواسطے کہ خیار الرویة نقود مین ثابت نہین کذا نے الفتح م طحطاوی نے کہا کہ فتح القدیر اور بحر الرائق مین عدم تخییر مذکور ہے فی الحقیقة مترجم نے جو فتح القدیر کو دیکھا تو عدم تخییر کو پایا چنانچہ فتح القدیر کی عبارت کا ترجمہ یہ ہے کہ اگر کہا کہ مین اسکو خریدتا ہون بعوض اس دراہم کی تھیلی کے پھر بائع نے اُسمین وہ دراہم پائے جو اُس شہر مین رائج نہین تو بائع کو دراہم شہر کا مطالبہ جائز ہے اسواسطے کہ مطلق دراہم بیع مین نقد بلد کی طرف متصرف ہوتے ہین اور اگر اُسمین نقد بلد کو پایا تو جائز ہے اور بائع کو اختیار نہین بخلاف اُسکے اگر اُسنے کہا کہ مین نے خریدا بعوض اُسکے جو اس خم مین ہے پھر اُن درہمون کو دیکھا جو اُسمین ہین تو اُسکو اختیار ہے اگرچہ نقد بلد ہو اسواسطے کہ جو تھیلی مین ہے اُسکی مقدار خارج سے معلوم ہوجاتی ہے اور خم مین خارج سے معلوم نہین ہوتی اور اس صورت مین اُسکو اختیار ہوگا اور اس خیار کو خیار الکمیة کہتے ہین خیار الرویة اسواسطے کہ نقود مین خیار الرویة ثابت نہین وصح بثمن حال وھو الاصل اور بیع صحیح ہے ثمن بلا بلد سے اور

یہی اصل ہو ہم حال تبشید امام مشتق ہو حلول سے دین حال خلاف ہو جل کذا فی النہر عن الغرب للطحاوی کے کہا ثمن حال اصل ہی مطلب اسکا یہ ہو کہ اصلو ہی مقتضائے عقد ہو اور اجل یعنی مدت ثمن ثابت نہین ہوئی مگر شرط تاجیل سے و مؤجل الی معلوم لئلا یفضی الی النزاع اور بیع صحیح ہو ثمن موجل سے جبکی مدت معلوم اور متعدد ہو تا نزاع کی نوبت نہ پہونچے یعنی اس ثمن مؤجل سے بیع صحیح نہین جبکی مدت مجہول ہو کیونکہ باعث نزاع ہی وجہ نزاع یہ ہو کہ بائع مدت معین تقاضا کریگا اور مشتری اسکا انکار کریگا لہذا مجہول المدت کی بیع فاسد ہی ولو باع مؤجلا صح لشہر یہ یفتی اور اگر بیع مؤجل کی تو ایک مہینے کی طرف پھیری جاوے گی اسی کا فتوی ہی کذا فی النہر عن شرح المجمع ولو اختلفا فی الاجل فالقول لمنافیہ لافی السلم اور اگر بائع اور مشتری نے مدت مین اختلاف کیا تو اسکا قول معتبر ہی جو مدت کی نفی کرتا ہو مگر سلم مین مثبت مدت کا قول معتبر ہوگا خلاف مدت کی یہ صورت کہ بائع کہتا ہو کہ مین نے بلا مدت بیچا اور مشتری کہتا ہو کہ نہین مدت پر بیع واقع ہوئی ہی تو بائع ہی کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ بیع مین عدم تاجیل اصل ہی اور سلم مین مثبت کا قول اسواسطے معتبر ہوا کہ نافی مدت مدعی ہی فاسلم کا اسواسطے کہ سلم بلا مدت کے صحیح نہین ولو فی قدر یہ فالمدعی الاقل اور اگر دونون نے اختلاف کیا مدت کی مقدار مین ایکسکم مدت بیان کرتا ہو اور دوسرا زیادہ مدت تو کمتر مدت کے مدعی کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ وہ زیادتی کا منکر ہو والبینۃ فیہما للمشتری اور دونون صورتون مین یعنی اختلاف مدت اور مقدار مدت مین مشتری کے گواہ مقبول ہون گے اسواسطے کہ گواہی خلاف ظاہر کے اثبات کے واسطے ہی ولو فی مضیہ فالقول والبینۃ للمشتری اور اگر دونون مختلف ہون مدت کے گذر جانے مین بائع کہتا ہو کہ مدت ہوچکی اور مشتری کہتا ہو کہ ہنوز مدت باقی ہی تو قول اور گواہی مشتری ہی کی مقبول ہوگی وبطل الاجل بموت المدیون اور مدت باطل ہوتی ہی مدیون کی موت سے ہم مدت کا فائدہ یہ ہی کہ مدیون تجارت کرکے ثمن ادا کرے منفعت سے پھر جب مدت مقرر کرنے والا مرگیا تو اسکا ترکہ ادائے دین کے واسطے متعین ہوگیا تو اب تاجیل کا کیا فائدہ ہی فروع مسائل العقد شارح کے باع بحالۃ ثم اجلہ اجلا معلوما او مجہولا کنیروز وحصاد صح مؤجلا منیۃ بائع نے بیع کی ثمن بلا مدت پھر پھر اسکی مدت مقرر کردی خواہ مدت معلوم ہو یا مجہول چنانچہ نوروز یا کھیت کی کٹائی تو یہ بیع موجل ہوجاریگی کذا فی المنیۃ اور ایک نسخے مین منیہ کی جگہ قنیہ ہو نوروز وغیرہ مدت مجہول کی مثال ہی صحت بیع مذکور صاحبین کا قول ہو اور امام کے نزدیک یہ بیع فاسد ہی کذا فی الطحاوی عن البحر لہ الف من ثمن مبیع فقال اعط کل شہر مائۃ فلیس بتاجیل فتوا یہ ہی بائع کے ہزار درم مین مشتری پر بمجلہ ثمن مبیع سو بائع نے کہا کہ ہر مہینے مین سو درم دیا کرو تو یہ مدت معین کرنا نہین ہی کذا فی البزازیۃ یعنی فی الحال طلب کرسکتا ہی کذا فی النہر علیہ الف ثمن جعلہ رہنا نجما ان اخل بنجم حل الباقی فالامر کما شرطا ملتقط وھی کثیرۃ الوقوع مشتری پر ہزار درم ثمن کے ہین جنکی صاحب دین نے قسط بندی مقرر کی ہی ولون کہکر اگر کسی قسط مین خلل ڈالے تو باقی دین بلا مدت واجب الادا ہو تو دونون کی شرط کے موافق ہوگا کذا فی الملتقط اور یہ مسئلہ کثیر الوقوع ہی علم طحلی نے کہا ان اخل حال ہی جعل کے فاعل کا تقدیر قول کے قلت وما یکفوقوعہ ما لو شری بقطم رائجۃ فکسدت بضوب جدید یجب قیمتہا یوم البیع من الذہب لا غیر اذا لا یمکن للحکام الحکم بمثلہا لمنع السلطان منہا ولا یدفع قیمتہا من الفضۃ الجدیدۃ لانہا ما یتغابن فی غشہا الجید ہا ورد یہا سواء اجماعا اما ما غلب غشہ ففیہ الخلاف کما سیجئ فی فصل القرض فتنبہ ویہ اجاب سعدی افندی

ہ ہ ہ

وھذا اذا بیع بثمن دین فلو بعین فسد فتح اور یعنی صحت بیع ثمن مؤجل اسوقت ہی جبکہ بیع واقع ہو نقد ثمن سے تو اگر بعوض عین ہو مؤجل بیع ہوگی تو بیع فاسد ہی
مزازی التسع ہم ثمن دین سے ثمن نقد بقرینہ مقابلہ عین مراد ہی خلاصہ یہ ہوا کہ اگر ثمن روپیہ یا اشرفی ہو اور اسکے دینے کا مثلاً اس روز کا وعدہ کیا تو بیع صحیح ہو اور اگر ثمن کپڑا ہی یا اور کسباب تو اسکے ادا میں مدت معین کرنا صحیح نہیں کہ بیع فاسد ہو وبخلاف جنسیہ ولم یجعلھا ثمنا فانہ یصح بیعا لنسا کما سیجئ فی بابہ اور جبکہ بیع بخلاف جنس ثمن ہو اور بیع اور ثمن دونوں کو کیل اور وزن شامل نہ ہوا سواسطے کہ بیعین تاخیر کا بیاج ہی چنانچہ اسکی تفصیل باب الربوا میں آویگی ہم خلاصہ یہ ہوگی کہ بیع ثمن مؤجل درست ہی دو شرطوں سے ایک یہ کہ ثمن بجملہ نقود کے ہو نہ بعضہ عیان کے دوسری شرط یہ ہی کہ بیع بخلاف جنس ہو تبصرہ کیونکہ بیع اور ثمن کیلی اور وزنی نہ ہوں چنانچہ کپڑے کو روپیہ سے خرید کر نا مدت مقرر کرکے صحیح ہی تو بیع پتھر کی تیھر سے یا من بھر گیہوں کی من بھر گیہوں سے یا گیہوں کی جو سے مدت مقرر کرکے صحیح نہیں کہ بیاج ہی واما اجل ابتداءہ من وقت التسلیم ولو فیہ خیار فسد سقوط الخیار عند الثانیہ اور مدت کی ابتدا تسلیم بیع کے وقت سے ہی اور اگر بیع بشرط اختیار ہوگی تو جب سے کہ اختیار ساقط ہوگا اسوقت سے مدت شروع ہوگی امام کے نزدیک کذا فی الخانیہ یعنی مدت کا شمار تسلیم کے بعد ہی بعد ایجاب وقبول کے وللمشتری مضمی مؤجل الی سنۃ منکرۃ الاجل سنۃ ثانیۃ مد تسلیم لمنع البائع السلعۃ عن المشتری سنۃ الاجل المنکر تحصیلا لبقائہ التأجیل اور اس مشتری کے لیے جسنے سال غیر معین کے ثمن مؤجل پر خریدیا دوسری سال کی مدت ہی تسلیم بیع کے وقت سے بسبب روک رکھنے بائع کے متاع کو مشتری سے سال غیر معین کی مدت ہی تا تقرر مدت کا فائدہ حاصل ہو خلاصہ یہ ہوا کہ مشتری نے ادائے ثمن کے واسطے سال بھر کی مدت بلا تعیین سال تو رکی اور بائع نے ایجاب وقبول کے بعد سال بھر کی تسلیم بیع نہ کی تو تسلیم کے بعد دوسرے سال سے اسکی مدت مذکورہ شروع ہوگی تا مشتری بیع ہی تصرف کرکے ادائے ثمن پر قادر ہو یہ قول ہے امام کا خلافا لصاحبین فلو معینۃ او لم یمتنع البائع من التسلیم لا انقاقا لان التقصیر منہ اگر مدت معین سال کی ہو یا بائع نے تسلیم بیع سے منع نہ کیا ہو تو دوسرے سال کی مدت باتفاق امام اور صاحبین کے نہ ہوگی سواسطے کہ اب مشتری کا قصور ہوا کہ اگر مشتری نے کہا کہ میں اسی سال ثمن ادا کرونگا اور اسی طرح ہر سال مدت چنانچہ اگر مشتری نے کہا کہ جب تک ادا کرونگا اور بائع نے سال بھر جب تک تسلیم بیع نہ کی تو مشتری کے واسطے دوسری مدت بلا اتفاق نہ ہوگی کذا فی الظہیریہ عن المدوا الشہر نبلالیہ فتاوی عالمگیری میں ہی کہ محل اختلاف امام اور صاحبین درصورت امتناع تسلیم ہی اور اگر بائع نے امتناع نہیں کیا تو ابتداء مدت عقد کے وقت سے ہی بالاجماع والثمن المستحق قد لا وصفہ ینصرف مطلقہ الی غالب نقد البلد لعقد بہم الفتاوی کذا فی المتارخانیہ اور جس ثمن کی مقدار مذکور ہوئی نہ اسکا وصف تو اس ثمن کا مطلق منصرف ہوگا غالب نقد بلد کی طرف یعنی جس شہر میں بیع منعقد ہوئی وہاں کا نقد غالب الرواج مراد ہوگا کذا فی مجمع الفتاوی اسواسطے کہ جسکا رواج غالب ہو وہی متعارف ہم یعنی جب مشتری نے دس درم کو چیز خریدی بلا قید وصف اور بلا قید شہر تو بوجہ اطلاق اس شہر کے نقد غالب کی طرف راجع ہوگا جسمیں بیع واقع ہوئی نہ عاقدین کے عرف اسواسطے کہ نقد غالب متعارف ہی تو مطلق اسی کی طرف پھرے گا اگرچہ اس شہر میں اور درہم بھی موجود ہوں جسے معاملہ نہیں ہوتا یا ہوتا ہو قلیل جیسا کہ اشارۃ فتح القدیر میں ہی کذا فی النہر طحطاوی نے کہا مجمع الفتاوی سے نقل کیا کہ ایک شخص نے بیع کی ایک مرد سے اصفہان میں بعوض اتنے دنانیر کے سوا اتنے قیمت نہ دی یہاں تک کہ مشتری بخارا میں ملا تو اسپر عیار اصفہان ہی واجب ہوگا تو کان عقدہ ہی معتبر ہوا اتفقوا ان اختلاف النقود مالیۃ کذھب شوبنی وبندقی فسد العقد مع الاستواء فی رواجھا الا اذا بین البعض فالعبرۃ للاول اور اگر نقود شہر کے مختلف ہوں باعتبار الیت کے جیسے شہزادی اور بندقی سو اگر عقد فاسد ہوا انکے رواج برابر ہونے کے ساتھ مگر وقت فساد نہیں جبکہ مشتری بیان کردے ایک نقد کو اسی مجلس میں اسلیے دور ہو جانے جہالت کے مع بیع فاسد ہی بسبب جہالت کے جو باعث منع ہی اسواسطے کہ ایک دوسرے سے اولی نہیں اعتبار رواج کے اور اگر مشتری نے مجلس میں تصریح کی اور بائع راضی ہوگیا تو بیع صحیح ہی اسواسطے کہ جہالت دفع ہوگئی قبل اسکی تقرر کے مصنف نے اختلاف نقود کی اسواسطے

قید لگائی کہ اگر نقود بالبیت اور رواج میں برابر ہوں تو بیع صحیح ہو مشتری کو اختیار ہو جو چاہے اور اسی طرح اگر نقود بالبیت اور رواج دونوں میں مختلف ہوں یا بالبیت میں برابر ہوں رواج میں مختلف ہوں تو دونوں صورتوں میں بیع صحیح ہو باعتبار اس نقد کے جو غالب الرواج ہو کذا فی النہر وصح بیع الطعام ھو فی عرف المتقدمین اسم للحنطۃ ودقیقھا کیلا وجزافا مثلث الجیم ومرکبا فی الجارتیۃ اور صحیح ہو بیع طعام کے پیمانے سے ناپ کر اور بطور تخمین اور اٹکل کے طعام متقدمین کے عرف میں گیہوں اور اسکے آٹے کا نام ہے اور جزاف بکر کاف ثلثہ جیم کے فارسی کا معرب ہے یعنی مجازفت کرنا ہی علامہ نوح نے کہا کہ جزاف بیع ہے جو حدس اور تخمین سے بلا کیل اور بلا وزن اور ابن قطاع نے کہا کہ مجازفت بیع میں عبارت ہے مساہلہ سے الحاصل مصنف کے کلام میں طعام سے جمیع حبوب مراد ہیں نہ فقط گیہوں اور نہ جمیع ماکولات بقرینہ کیل اور جزاف کے حبوب کی بیع اٹکل سے جائز ہوگی بلا کیل اور وزن بسبب دور ہونے جہالت کے اشارہ کرنے سے حاشیہ سکی میں عینی سے منقول ہو کہ اٹکل کی بیع میں شرط یہ ہے کہ میزان و مشار الیہ ہو کذا فی الطحطاوی اذا کان بخلاف جنسہ علم لکن رأس مال سلم لیشمل طعمۃ معرفتہ کما سیجئ اذ کان بجنسہ وھو دون نصف صاع اذ لا یوانیہ کما سیجئ بیع حبوب بطور تخمین صحیح ہی جبکہ بیع اسکی مخالف جنس سے ہو چنانچہ گیہوں کی بیع جو سے اور جبکہ سلم کا راس المال نہ ہو اسواسطے کہ راس المال کی معرفت مقدار شرط ہی چنانچہ باب السلم میں آویگا بیع اناج کی اپنی جنس سے ہو حالانکہ اناج نصف صاع سے کمتر ہی اسواسطے کہ نصف صاع سے کمتر میں بیاج نہیں چنانچہ باب الربوا میں آویگا دمن الجارفۃ البیع باناء وحجر لا یعرف قدرہ قیدا فیھما والمشتری الخیار فیھما نھرا اور ظرف تخمین ہو جیسا اور پتھر سے جسکی مقدار معلوم نہیں اور مشتری کو دونوں میں اختیار ہو کذا فی النہر اور کہتا ہو نہر الفائق میں کہا اسواسطے یہ بیع جائز ہو کہ جہالت باعث منازعت نہیں اور کیل اور مجازفت پر اسکو اسواسطے عطف کیا کہ یہ بصورت کیل کے ہو اور حقیقت میں کیل نہیں ہو شرط صحت یہ ہو کہ برتن گھٹتا بڑھتا نہ ہو چنانچہ لکڑی یا لوہے کا برتن ہو اور اگر مثل زنبیل یا نوجی کے برتن ہو تو جائز نہیں مگر بانی کی شکون میں بسبب رواج کے جائز ہو اور مصنف نے ثبوت خیار سے سکوت کیا لیکن جمع النوازل میں ثبوت خیار پر تصریح ہو اس صورت میں کہ خریدے اس پتھر کے برابر سونے سے انتہی اور لائق یون ہو کہ غیر معلوم المقدار برتن میں بھی اختیار ثابت ہو انتہی وھذا اذا لم یحتمل الاناء النقصان والحجر انفتت فان احتملھما لم یجز کبیعہ قدر ما یملا ھذا البیت وقدر ما یملا ھذا الطست یجاز سواجہ اور یعنی برتن کی پوری اور پتھر کے وزن سے بیع اسوقت جائز ہو جب برتن نقصان کا اور پتھر ٹوٹنے پھوٹنے کا قابل نہ ہو اور اگر نقصان اور پھوٹنے کا احتمال ہوگا تو بیع جائز نہ ہوگی چنانچہ اس مقدار کی بیع جائز نہیں جسمیں یہ کوٹھری بھر جائے اور اگر اس مقدار کی بیع کی جو اس طاس کو بھر دے تو جائز ہو کذا فی السراج وصح فی ما سمّی صاع فی بیع صبرۃ کل صاع بکذا مع الخیار للمشتری لتفرق الصفقۃ علیہ ولیسمّی خیار التکشف اور صحیح ہو بیع ڈھیر کی پرسی کی چنانچہ ایک صاع کی بیع صحیح ہو زاج کے ڈھیر کی بیع میں اسطرح کہ ہر صاع عوض اتنے کے باوجود اینا ملانا مشتری کے بسبب متفرق ہونے عقد کے مشتری پر اور اسکو خیار التکشف کہتے ہیں ہم کہتا ہو ایک ڈھیر ہو گیہوں یا جو کا اسکے مالک نے کہا کہ میں نے اسکو بیچا ہر صاع عوض درہم کے یا ہر سیر عوض آنے کے اور مقدار اسکی نہ کہی کہ اتنے صاع یا اتنے سیر تو امام اعظم کے نزدیک ایک صاع یا ایک سیر کی بیع صحیح ہوگی اسواسطے کہ اسقدر سیر اور ثمن معلوم المقدار ہو اور بیع نے نفسہ متفاوت چیز نہیں اور اس سے زیادہ مقدار اور ثمن دونوں مجہول ہیں معلوم نہیں کہ سب ڈھیر کی صاع یا کیسر کا ہو اور درہم یا آنے کتنے ہیں طحطاوی نے کہا خیار التکشف اسواسطے کہتے ہیں کہ حال منکشف ہو گیا ایک صاع کی صحت بیع سے بحر الرائق میں بدائع سے منقول ہو کہ ایک صاع میں بیع لازم ہی یا خیار شرعی اور یہی قول ظاہر ہو واللہ اعلم وصح فی الکل ان کیلت فی المجلس لزوال المفسد قبل تقرر او سمی حصۃ فقرأنھا بلا خیار لو عند العقد وبر لو بعدہ فی المجلس او بعدہ عندھما وبہ یفتی اور صحیح ہو بیع سب ڈھیر میں اگر اسکا پیمانہ ہو گیا عقد کی مجلس میں بسبب دور ہو جانے مفسد کے قبل اسکے جمنے کے یعنی جہالت قبل انقضاے مجلس زائل ہو گئی یا بائع نے اس ڈھیر کے تفریق بیان کر دیئے

تو بیع صحیح ہوگی بلا خیار مشتری اگر تسمیہ عقد کے نزدیک ہوا اور اگر تسمیہ بعد عقد کے مجلس میں ہوا تو بیع باختیار مشتری ہوگی یا بالعکس کے تسمیہ ہوا تو صاحبین کے نزدیک بیع صحیح ہوگی اور اسی کا فتویٰ ہے ہم کہتا ہوں قہستانی میں ہے شرح منتقی میں ہے صاحبین کے قول پر فتویٰ اس نظر سے نہیں کہ امام کی دلیل ضعیف ہے بلکہ اسی نظر سے تا خلق اللہ پر آسانی ہو فَاِنْ تَرَضَّیٰ هَلْ یَلْزَمُ الْبَیْعُ بِذٰلِكَ تَرَضَّیٰ مِنَ الْبَائِعِ الظَّاهِرُ نَعَمْ بِهٖ درصورت خیار اگر مشتری راضی ہو جائے تو کیا بیع لازم ہوگی بلا رضامندی بائع کے ظاہر جواب یہ ہے کہ ہاں بیع لازم ہوگی کذا فی النہر یہاں تک کہ اگر بعد کیل کے بائع فسخ بیع کرے تو اسکا فسخ معتبر ہوگا اور مشتری سب ڈھیر کو لیگا کذا فی النہر ایضاً وَفَسَدَ فِی الْکُلِّ فی بیعۃٍ بِفَتْحِ فَتَشْدِیْدٍ قَطِیْعُ الْغَنَمِ وَثَوْبٍ کُلُّ شَاۃٍ وَذِرَاعِ کَفٍّ وَشِبْرٍ بِکَذَا اور تمام میں فاسد ہو جیسے بکریوں کی ریوڑ اور کپڑے کی بیع میں اسطرح کہ ہر بکری عوض اتنے کے ہو اور ہر گز عوض اتنے کے شارح نے کہا کہ بفتح تا سے شاۃ وقت بدیلا مہ عبارت کلہ غنم سے اور شاۃ اور ذراع میں لف نشر مرتب ہے ہم کہتا ہوں یعنی بائع نے بھیڑ بکریوں کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ اسمیں سے ہر بھیڑ یا بکری ایک روپیہ کو ہے یا کپڑے کے تھان کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ ہر گز کا اسکا چار آنے کو ہے تو بالکل فاسد ہوگا تمام افراد میں امام کے نزدیک اسواسطے کہ افراد یہاں مختلف ہیں قیمت سب پر برابر منقسم نہ ہوگی تو نزاع واقع ہوگا ایک کی قیمت میں بائع چاہیگا کہ مشتری چھوٹی دبلی بکری لے اور مشتری بڑی موٹی بکری کا ارادہ کریگا بخلاف بیع کے ڈھیر کے کہ وہاں ایک صاع یا ایک سیر کی بیع صحیح ہے اسواسطے کہ گیہوں کے افراد یعنی اسکے دانوں میں تفاوت نہیں یکساں حال ہے مصنف نے کپڑے میں کوئی قید نہ لگائی ماشد صاحب کنز اور وقایہ نے لیکن عینی نے جامع صغیر میں بصرت تبعیض کی قید لگائی ہو یعنی جس کپڑے کے ٹکڑے ہونے سے قیمت کم ہوتی ہو اسمیں بیع مذکور صحیح نہیں تو اگر جس سنان سے گز دو گز اتنا مرجب نقصان نہ ہو تو چاہیے کہ امام کے نزدیک اسمیں ایک گز کی بیع جائز ہو جیسے گیہوں کے ڈھیر سے ایک صاع کی بیع جائز ہے کذا فی المنح عن نہایۃ البیان وَاِنْ عَلِمَ عَدَدَ الْغَنَمِ فِی الْمَجْلِسِ لَمْ یَنْقَلِبْ صَحِیْحًا عِنْدَ عَلَی الْاَصَحِّ اور اگر بھیڑ بکری کا شمار مجلس میں معلوم ہو جائے تو بیع منقلب بصحت نہ ہوگی امام کے نزدیک بنا بر قول اصح کے کہتا ہوں یعنی بعد عقد کے مجلس میں شمار معلوم ہونے سے صحیح نہ ہوگی دلو رضیا انفقد بالتعاطی وَنَظِیْرُہُ الْبَیْعُ بِالرَّقْمِ سراج اور اگر بائع اور مشتری راضی ہو جائیں بیع مذکور سے تو بیع منعقد ہوگی بسبب تعاطی کے اور مانند اسکے بیع بالرقم ہو کہ تراضی اور تعاطی سے صحیح ہو جاتی ہے کذا فی السراج رقم کے معنی نقش کے ہیں جسکو ہندی میں آنک کہتے ہیں اور سراج میں ہے بیع بالرقم یہ کہ بائع کہے کہ میں نے یہ کپڑا بیچا موافق اسکی رقم کے یعنی جو نمبر کہ کپڑے پر لکھا ہوا اور مشتری کو وہ معلوم نہیں ہوا اگر بعد حصول عقد مشتری دیکھ لیگا تو بیع فاسد ہوا اور اگر قبل افتراق کے نقد دیکھیگا اور بیع کو پسند کریگا تو بیع صحیح ہوگی اور اگر قبل علم تفرق ہوا تو فاسد موکد ہو جائیگا اور بعد اسکے منقلب بجواز نہ ہوگا انتہی کذا فی حاشیۃ المدنی فتح القدیر میں ہے کہ بیع بالرقم فاسد ہوا اسواسطے کہ بسبب رقم کے جہالت ثمن صلب عقد میں متمکن ہو گئی ہو مانند قمار کے معلوم نہیں کہ ثمن کیا ہوا اور صاحبین نے اسکو جائز کہا ہو اگر مجلس میں ثمن معلوم ہو جائے اور دو مسئلہ منعقد ہو یعنی طحاوی نے کہا یہ منافی ہے فقہا کے کلام سے اسواسطے کہ سابق مذکور ہو چکا کہ بیع بالتعاطی میں یہ ضرور ہے کہ عقد فاسد یا باطل کے بعد نہ ہو اور اگر ہو گی تو قبل متارکہ منعقد نہ ہوگی مگر یہ کہ اس افتقا کو بعد التارکہ پر محمول کیجیے وَکَذَا الْحُکْمُ فِی کُلِّ مَعْدُوْدٍ مُتَقَارِبٍ کَاِبِلٍ وَبِیْضٍ وَکَذَا کُلُّ مَا فِی بَعْضِہٖ ضَرَرٌ کَصَیْغٍ لِاَنَّ فِی بِدَایَتِہٖ اور اسی طرح غنم اور ثوب کا حکم ہے ہر معدود متقارب میں چنانچہ اونٹ اور غلاموں اور خربوزوں میں اور اسی طرح جس چیز کے ٹکڑے کرنے میں ضرر ہو چنانچہ جوتے برتن کذا فی البدائع وَذَوَاتِ الْعَدَدِ وَالذِّرَاعِ اَوْ جُمْلَۃُ الثَّمَنِ صَحَّ تَفْلِیْعًا اور اگر بائع نے بھیڑ بکریوں کی گنتی اور کپڑوں کے گز دونکے گز دون کا شمار بتا دیا تمام ثمن مذکور کر دیا تو بالکل مبین بیع صحیح ہو جائے گی باتفاق امام و صاحبین کے کہتا ہوں یہ تسمیہ عوض ہے قبل عقد کے یا صلب عقد میں اور جو سابق مذکور ہوا کہ شمار غنم کے معلوم ہونے سے بیع صحیح نہیں وہاں تسمیہ عوض ہے بعد عقد کے تو دونوں صورتوں میں کچھ تناقض رہا کذا فی الحلبی وَعَلَی الْاَسْوَدِ وَالضَّابِطَۃُ لِکُلِّیَّۃٍ کُلُّ اَمْرٍ لَمْ تُعْلَمْ نِہَایَتُہَا فَاِنْ لَمْ تَزُدِ الْجَہَالَۃُ فَلَا اِسْتِحْقَاقَ کَمَبِیْعٍ وَثَمَنٍ اور قاعدہ کلیہ لفظ کل کا یہ ہے کہ اگر افراد کی نہایت نہ معلوم ہو سو اگر عدم علم جہالت کا باعث نہ ہو

تو وہاں لفظ کل استغراق کے واسطے ہوگا یعنی جمیع افراد مراد ہونگے چنانچہ یمین اور تعلیق ہم کہتا ہے طحطاوی نے کہا جالت سے وہ جہالت مراد ہے جو سبب ہوتی ہے نزاع نہ ہو شارح کو یوں کہنا مناسب تھا کہ بجائے یمین لفظ امر کا لاتا اسواسطے کہ تعلیق خود ہی یمین ہے تمثیل کی یہ مثال ہے کہ کل امرأۃ تزوجھا فھی طالق یعنی جس عورت سے میں نکاح کروں وہ مطلقہ ہو کلما اکلت الخ مثلی درتم اور ہر بار کہ میں گوشت کھاؤں تو مجھ پر ایک درم دینا واجب ہے تو ہر تزوج پر طلاق اور ہر لقمے پر درم واجب ہوگا اور امر کی مثال یہ ہے کہ آمر نے مامور سے کہا کہ میری طرف سے ہر مہینے میں ایک درم دیا کرو سو مامور نے ایک مہینے سے زیادہ دیئے تو اسپر وہ لازم ہونگے والا فان لم تعلم فی المجلس فعلی الواحد اتفاقا کما جازۃ وکفالۃ واقرارا اور اگر جہالت جو سبب نزاع ہو اگر افراد کی نہایت مجلس میں نہ معلوم ہو تو وہاں لفظ کل کا ایک فرد مراد ہوگا باتفاق امام وصاحبین کے چنانچہ اجارے اور ضمانت اور اقرار میں ہم کہتا ہوں اجارے کی مثال یہ ہے کہ میں نے اجارہ دیا اپنا گھر کل شہر عرض اتنے کے تو اسپر ایک مہینا لازم ہوگا اور ضمانت کی صورت یہ ہے کہ اگر عورت کے نفقے کا ضامن ہوا کل شہر یا کل یوم کا تو اسپر ایک مہینے یا ایک دن کا نفقہ لازم ہوگا امام کے نزدیک خلافا لابی یوسف اور اقرار کی صورت یہ ہے کہ جب زید نے خالد سے کہا کہ تیری مجھ پر کل درہم ہیں تو ایک درم لازم ہوگا کذا فی وقت الاطلاق والا فان تفاوتت لاختلاف الاجناس کما تعلم فی شیء عندہ اور اگر جنابت اقرار کی معلوم ہو سوا کر اقرار و تمیز میں متفاوت ہوں چنانچہ غنم تو کسی چیز میں امام کے نزدیک صحیح نہیں صحیح نہیں نہ ایک فرد میں نہ سب افراد میں والا صح فی واحد عندہ کالصبرۃ اور اگر افراد میں تفاوت نہ ہو تو ایک صاع یا ایک سیر میں امام کے نزدیک بیع صحیح ہے چنانچہ گیہوں جو کے ڈھیر میں وصحاح فیھما فی الکل بحسبہ اور صاحبین نے بیع کو صحیح کہا ہے دونوں میں یعنی سب غنم اور سب ڈھیر میں کذا فی الجوھر کہتا ہوں صاحبین اور شافعی کی یہ دلیل ہے کہ مبیع معلوم ہو چکی اشارے کے سبب سے اور جہالت ثمن کے شمار کرنے غنم سے اور اناج کے پیمانہ کرنے سے زوال پذیر ہونا مفسد صحیح ہوگا کیونکہ رفع جہالت کا طریقہ موجود ہے وفی النھر عن العیون والشرنبلالیۃ عن البرھان والقھستانی عن المحیط وغیرہ وبقولھما یفتی تیسیرا اور نہر الفائق میں عیون سے اور شرنبلالیہ میں برہان سے اور قہستانی میں محیط وغیرہ سے منقول ہوا اور یہی صاحبین ہی کے قول پر فتوی ہے بنظر آسانی کے والا باع صبرۃ علی انھا مائۃ قفیز بمائۃ درھم وھی اقل او اکثر اخذ المشتری الاقل بحصتہ ان شاء او فسخ لتفرق الصفقۃ وکذا کل مکیل او موزون لیس فی بعضہ ضرر اور اگر ڈھیر کو بیچا اس شرط پر کہ وہ سو قفیز ہے سو درم کو اور حالانکہ وہ سو سے کم ہے یا زیادہ ہے تو مشتری کم کرلے اسکے حصے کے موافق قیمت دیکر اگر چاہے یعنی اگر مثلا ساٹھ قفیز نکلیں ہوں تو ساٹھ درم کو لیا چاہیے بیع کو فسخ کرے بسبب تفرق ہونے صفقہ کے اور یہی حکم ہر ایک اس کیلی یا وزنی چیز میں جسکے پارہ ہونے میں ضرر نہیں ہم کہتا ہوں ضرر تبعیض کی قید سے فائیہ کا مسئلہ نکل گیا اگر کوئی بیچا اس شرط پر کہ شمال بھری ہے پھر وہ دن میں شمال سے زیادہ نکلا تو مشتری اسکا مالک ہے یعنی بلا زیادت ثمن اسواسطے کہ وزن اس چیز میں جسکا تبعیض مضر ہو وصف ہے جیسے ذراع کپڑے میں وصف ہے کذا فی الطحطاوی حمادا ذا للبائع لو قوع العقد علی قدر معین اور جو زیادہ ہو یعنی اگر ڈھیر آناج کا سو قفیز سے زیادہ نکلا تو وہ بائع کا ہے بسبب واقع ہونے بیع کے قدر معین پر یعنی بیع سو قفیز پر منعقد ہوئی تو قفیز سو سے زیادہ ہوگا وہ داخل عقد نہیں تو وہ بائع کا ہوگا مشتری کا والا باع المذروع مثلہ فی ذلک مائۃ ذراع مثلا اخذ المشتری الاقل بکل الثمن او ترک الا اذا قبض المبیع او شاھدہ فلا خیار لہ لانتفاء الغرر بنھو ولخذ الاکثر بلا خیار لہ للبائع لان المذروع وصف لتعیبہ بالتبعیض ضعف المقدر ولو صفا لا یقابلہ شیء من الثمن اور اگر مذروع کو خواہ کپڑا ہو یا زمین کذا فی شرح الملتقی باتفاق سابق کے بیچا اس شرط پر کہ مذروع مثلا سو گز ہے سو درم کو تو مشتری کہ کپڑا یا زمین کی قیمت سے لے یا ترک کرے اگرچہ مشتری نے مبیع پر قبضہ کیا یا اسکو دیکھ لیا تو اسکو ترک کرنے بیع میں اختیار نہ رہیگا بسبب منتفی ہو جانے غرر کے کذا فی النھر اور اگر مشتری نے دیکھا بلا اختیار بائع کے اسواسطے کہ ذرع یعنی گز وصف ہے بسبب ہونے مذروع کے تبعیض سے بخلاف مقدار یعنی کیل یا وزن کے کہ وہ وصف نہیں اور وصف کے مقابلے میں ثمن کچھ نہیں پڑتا ہم کہتا ہوں توضیح اسکی

یہ ہو کہ بائع نے زمین بیچی سو رو پے کو اس شرط پر کہ وہ سو گز ہو مثلاً پچھتر یا اسی گز نکلی یا ایک سو دس گز ثابت ہوئی تو مشتری کو کہ زمین اختیار رہیگا سے ساٹھ ہاتھ گز پوری قیمت کو سو رو پے دے کر لے یا نہ لے اور اگر زیادہ نکلے یعنی ایک سو دس گز کو مشتری سو رو پے سے لیگا بلا اختیار بائع کے بخلاف گیہوں اور روئی کی چیز کے کہ اگر تمین کم بقیمت کم مشتری کو ہوگا اور اگر کثیر کا بائع مالک ہوگا اسواسطے کہ مذروع مین ذراع وصف ہے اور کیل اور وزن مین وصف نہین نہ الحاق مین ہوا کہ اصطلاح فقہ مین وصف شی اُس سے عبارت ہے جو تابع ہو تو کا اور منفصل نہ ہو اُس سے جب تمین حاصل ہو تو اُسکی خلی کو زیادہ کرے چنانچہ ذراع وصف ہے کپڑے مین اسواسطے کہ اگر دس گز کپڑے کی بیس درم مثلاً قیمت ہوا اور ایک گز تمین سے کم ہوگا تو اگر نو درم کا نہ ہوگا یعنی اسواسطے کہ نو گز دینے غیرہ کو کافی نہین اور دس گز کافی ہے لہذا بعضون نے وصف کی یون تعریف کی ہے کہ وصف وہ ہے جو تبعیض سے معیوب ہو جاتا اور زیادہ اور کم ہوتا ہو وصف ہے اور جو ایسا نہ ہو وہ اصل ہے انتہی تو معلوم ہوا کہ ذراع ثوب مین اوصاف زائدہ کے مانند ہے جسکی مقابل کچھ ثمن نہین پڑتا یعنی ثمن مبیع کے وجہ اپنے منقسم نہین ہوتا چنانچہ گیہون وغیرہ مین منقسم ہوتا ہے الّا اذا کان مقصودًا بالتناول کما اذا دفع ثوبه وان قال فی بیع المذروع کل ذراع بدرهم اخذ الاقل بحصته لصیرورته اصلًا باذا دا وبذکر الثمن وترک التفرق الصفقة اگرچہ کہ وصف مقصود بالتناول ہو تو ثمن اُسکے مقابل ہوگا چنانچہ مصنف نے اپنے اس قول سے اُسکو بیان کیا اور اگر بائع نے مذروع کی بیع مین کہا کہ ہر گز بدرہم کے ہو تو مشتری کمتر کو اُسکے حصے کے موافق لے اسواسطے کہ ذراع اگرچہ وصف ہے مگر یہان اصل ہو گیا بسبب اُسکے علیحدہ کر دینے کے ثمن کے ذکر کر دینے سے یا ترک بیع کے بسبب تفرق ہونے عقد کے مم کنتا ہو یعنی اگر سو گز زمین یا کپڑے کو سو درم سے بیچا بطریق کہ ہر گز کی عوض ایک درم ثمن مقرر کیا اور ساٹھ گز نکلے تو مشتری چاہے ساٹھ گز کو ساٹھ درم دے کر لے چاہے نہ لے اسواسطے کہ گز اگرچہ وصف ہے لیکن جب اُسکا ثمن جدا کر دیا تو وہ اصل بیع ہو گیا وکذا اخذ الاکثر کل ذراع بدرهم او فسخ لدفع ضرر التزام الزائد اور اسی طرح سو گز سے زیادہ کو مشتری لے ہر گز عوض درم کے یا چاہے فسخ بیع کرے تا التزام زائد کا مرتفع ہو ہم کہتا ہو کہ بیع ہوا تھی سو گز کی لہذا زائد کے خریدنے مین مشتری کو اختیار ہوا نا التزام مالا یلزم لازم نہ آوے وفسد بیع عشرة اذ ہی من مائة ذراع من دار او حمام وصححاه وان له یسم جملنها علی الصحیح لان ازالة التعامی بها اور فاسد ہو بیع دس گز کی گھر یا حمام کے سو گزون مین سے اور صاحبین نے اسکو صحیح کہا ہی اگرچہ بائع نے سب گزون کا نام نہ لیا ہو بقول صحیح اسواسطے کہ ازالہ جہالت کا عاقدین کے ہاتھ مین ہو ہم کہتا ہی فساد بیع کی وجہ امام کے نزدیک یہ ہو کہ ذراع حقیقت مین اُس آلہ کا نام ہی جس سے ناپتے ہین خواہ لکڑی کا ہو یا لوہے کا سو وہ حقیقتہً مبنی یہان متعذر ہین تو مجازًا یہان ذراع سے زمین مراد ہی جو ذراع سے ناپی جاتی ہی اور زمین بہ اطلاق ذراع نہین ہو سکتا مگر مبین اور مشخص ہو کر اسواسطے کہ اپنا فعل محسوس ہی کہ محل محسوس کا مقتضی ہی تو اس صورت مین دس گز غیر معلوم ٹھہرے کہ گھر یا حمام کے کس جانب سے مراد ہین تو یہ جہالت باعث منازعت ہوگی بائع کہیگا کہ مین نے دس گز فلانی طرف سے دونگا مشتری کہیگا نہین مین فلانی طرف سے لونگا بخلاف اسکے کہ وہ امر عقلی ہی محل محسوس کا مقتضی نہین تو اسکا شائع ہونا جائز ہی کیونکہ اسکی جہالت باعث نزاع نہین اسواسطے کہ دس حصے کا مالک نوے حصے والیکا شریک ہی تمام گھر مین بلا تعیین موضع اور صاحبین کے نزدیک وہ صحیح کی بقول صحیح یہ ہو کہ دس گز کی جہالت کا دور کرنا کہ بائع ان مشتری کے اختیار مین ہی ہر چند امام کے نزدیک ہر طرح بیع فاسد ہو خواہ بائع تمام ذراع کو نکال دے یا نکالے لیکن مصنف نے اسواسطے سو ذراع ذکر کیے تا قول آیندہ صحیح ہو اسواسطے کہ چند ہاتھ کا بچنا بدون ذکر کل سہام کے باتفاق امام اور صاحبین صحیح نہین کذا فی الطحاوی لا فیشیع عشرة اسهم من مائة سهم اتفاقًا لشیوع الکل الذراع فاسد نہین بیع دس سہم کی سو سہم کے باتفاق امام اور صاحبین کے بسبب شائع اور عام ہونے سہم کے نزدیک ذراع کے کیونکہ سہام عقلی ہی تو محل کا مقتضی نہین اور ذراع محل محسوس کا مقتضی ہی چنانچہ مفصل مذکور ہو چکا بقی لو توافقا علی تعیین الاذرع فی مکان لم اره وسنبقی اقالة به صحیحا او فی المجلس لو بعد مبیعًا بالتعاطی فغیرها فی یہ بات کہ اگر بائع اور مشتری راضی ہو جائین گزون کی تعیین پر ایک مکان خاص مین جسکو کتب فقہ مین مبیع نہین دیکھا اور لائق یہ ہو کہ بیع منقلب بصحت ہو جائے اگر تعیین مجلس عقد مین ہو اور اگر تعیین مجلس کے بعد ہو تو بیع بالتعاطی ہوگی کذا فی النہر اشتری عدلًا من قفیز نبا او غنما جوهره علی انه کذا فنقص او اوفسنه فلا

یعنی صحیح ہے جیسا کہ ابھی گزرا ہے

خرید کے چند عدد قیمت والی چیز سے خواہ کپڑے ہوں یا بھیڑ بکری کذا فی الجوہرۃ ہں شرط پر خرید ہوئے نکلے اتنے ہیں پھر کم نکلے یا زیادہ ہوئے تو بیع فاسد ہی بسبب جہالت کے مع کہتا ہی مثلاً دس تھان کی گٹھری خرید کی بیس پیسے کو پھر وہ گٹھری کھولی تو نو تھان نکلے تو دونوں صورتوں مین بیع فاسد ہی اسواسطے کہ نقصانی کی صورت مین ثمن مجہول ہی کیونکہ ثمن کے اجزا کی قیمت والی بیع کے اجزا پر تقسیم نہین ہوتے بخلاف بیع شملی کے تو ایک کم تھان کی قیمت معلوم نہین جسکو بیس روپون سے کم کر دیجئے پھر جب کم تھان کی قیمت مجہول ہوئی تو تمام ثمن مجہول ہوگیا اور درصورت زیادتی کے بیع مجہول ہوگا اسواسطے کہ ایک تھان کے بھیر دینے کی حاجت ہوگی تو امین نزاع واقع ہوگا مشتری کہے تھان کے پھیر دینے کا ارادہ کریگا اور بائع عمدہ تھان لینے کا قاصد ہوگا و لو اشتری ارضا علی انہا کذا ذراعا فاذا واحدۃ فیہا لا تمر فسد بجہالۃ الاصل اور اگر ایک زمین خریدی اس شرط پر کہ اتنے گز ہی یا اتنے بیگھے درخت پھیلنے والے ہین سو نہین یا ایک غیر مثمر نکلا تو بیع فاسد ہی کذا فی البحر یعنی فساد ثمن کی جہالت سے چنانچہ مسئلہ سابقہ مین درصورت کمی وجہ اسکی مذکور ہوچکی کما لو باع عدلا من الثیاب او غنما واستثنی واحدا بعینہ فسد ولو بعینہ جاز البیع خانیہ چنانچہ کپڑون کی گٹھری یا چند بکریان بعینہ اور نہین سے ایک کپڑا یا ایک بکری بالتعیین نہ بیچی تو بیع فاسد ہوا اور اگر ایک معین تھان یا ایک مخصوص بکری مستثنی کرلی تو بیع جائز ہی کذا فی الخانیہ یعنی درصورت استثنا غیر معین بیع فاسد ہی جہالت کے سبب سے مشتری اولی کے دینے کا ارادہ کریگا اور بائع اسکے لینے کا قاصد رہیگا اور درصورت تعیین یہ جہالت نہین و لو بین ثمن کل من القطیع بان قال کل ثوب منہ بکذا نقص ثوب صح البیع بقدرہ لعدم الجہالۃ وخیر لتفرق الصفقۃ اور اگر قیمت والی ہر ایک چیز کا ثمن بیان کردیا یعنی اسطرح کہا کہ اس گٹھری مین سے ہر تھان کی قیمت ہی اور ایک تھان کم نکلا تو بیع صحیح ہوگی بقدر موجود کے بواسطے عدم جہالت کے اور مشتری خریدار اور عدم مزید مین مختار ہوگا بسبب تفرق صفقہ کے مع کہتا ہی مسئلہ سابقہ مین مجموع مبیع کا مجموع ثمن مذکور تھا لہذا کمی مین جہالت طاری ہوئی اور یہان ہر تھان کا جدا جدا ثمن مقرر ہوا لہذا کمی مین جہالت نہ ہوئی مثلاً دس تھان بیچے ہیں روپے کو اسطرح کہ ہر تھان کے دو دو روپے ثمن ٹھہرے پھر اگر نو تھان نکلیں گے تو انکا ثمن اٹھارہ روپے ہوگا ایک تھان کو دو پیسے کم ہوجائینگے و ان زاد ثوب فسد بجہالۃ المزید اور اگر ایک تھان زیادہ نکلا مثلاً اس تھان کی شرط مین گیارہ تھان نکلے تو بیع بسبب جہالت مزید کے مع کہتا ہی درصورت زیادتی جہالت ثمن نہین ہوتا جہالت مبیع یعنی دس تھان مبیع کی تعیین مین نزاع واقع ہوگا بخلاف گیارہ تھان کے کذا فی البحر یعنی عمدہ تھان کو عشرہ مبیعہ مین مشتری داخل کریگا اور بائع جسکو اسکے دلوا دینے کا قاصد رہیگا لہذا کل مجمل لہ الیانی خلاف اور اگر مشتری نے زائد کو پھیر دیا اسکو جدا رکھ دیا تو کیا باقی اسکو حلال ہین اسمین اختلاف ہم کہتا ہی جائز ہی مین ہی گٹھری خرید کی اس شرط پر کہ اسمین اتنے کپڑے ہین پھر اسکو زائد پایا اور بائع غالب ہی تو زائد کو جدا کردے اور باقی کو استعمال مین لاوے اسواسطے کہ وہ اسکا مالک ہوگیا انتہی اور گویا یہ استحسان ہی والا بیع فاسد ہی جہالت مزید کے سبب سے اور خانیہ و قنیہ مین مصرح ہی کہ عمدہ کا یہ استحسان ہی کہ ایک کپڑا جدا کرکے باقی استعمال مین لاوے اور اسمین قبل اسکے یہ ہی کہ ایک شخص خرید کی سو اسکو زائد پایا اور زائد بائع کو دیدے آربابی حلال ہی مثلیات مین اور قیمیات والی چیزین حلال نہین تاوقتیکہ باقی کو بائع سے خرید نہ کرے مگر جبکہ زیادتی ایسی چیز کو ہو جسمین سعی جاری نہ ہو تو اسوقت مین اسکو جدا کرکے رکھے انتہی باقی البحر اور نہر الفائق مین ہی کہ یہ جو بزازی نے کہا کہ وہ مالک ہوگیا یعنی قبض سے مالک ہوا اگر بیع فاسد ہو اور خانیہ مین ہی اگر گٹھری خرید کی جسمین بیس تھان ہین ہر تھان عوض اتنے کے پھر اسکو زیادہ پایا تو باقی مشتری کو مسلم نہین پس اگر بائع غالب ہو تو علماء نے کہا ہی کہ مشتری اسمین سے ایک تھان کو جدا کردے اور باقی کو استعمال کرے اور یہ استحسان ہی محمد کا بنظر مشتری کے انتہی قال فی النہر وظاہر ہ ان ہذا ہو المذہب عند کل العلماء کے نزدیک یہ مذہب ہی تمام علما کے نزدیک غالب ہونے مین اور جبکہ مشتری نے زائد چیز بائع کو پھیر دی تو علت باقی ظاہر ہی کہ ہر ایک کذا فی الملتقطی اشتری ثوبا بقفیز حنطۃ فلوم تفاوت کر باس لم یحل لہ الزیادۃ وان لم یفضہ الفطع جامع مضمرات اگر ہر ایک کپڑا جسکے جوب سے تفاوت ہین اگر اسکے تفاوت ہوجان کپڑے کا تو قدر شرط سے زیادہ لینا حلال نہین اگرچہ اسکو پھاڑنا ضرر نہ کرتا ہو اور اسی ایک کپڑے کی اسمین سے جائز ہی کذا فی الزیلعی نے جامع صغیر کی شرح مین کہا کہ ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ یعنی حالت زیادتی کے اگر قراع اس کپڑے مین ہی جو قطع پارچہ سے معیوب ہوجاتا ہو جیسا کہ قمیص او باجامہ اور عبا

اور مانند اسکے اور اگر کپڑا یا اس یعنی تھان ہو جسکو قطع منفعت نہیں اور بشرطیکہ بشرط دس گز ہونے کے چھرا اسکو کیا ہو گر پاتو زیادتی اسکے لیے مسلم نہیں بلکہ اسکو بائع کو پھیرے چنانچہ کلیات اور مفردات میں ہے پھر فرمایا اسکو مشائخ نے کہا ہے اگر ایک گز اس کپڑے سے نیچے تو جائز ہے مانند بیع مقدیر کے ڈھیر سے اسواسطے کہ قطع اور تبعیض اسکی منفعت نہیں کذا فی المطحاوی علی انہ عفو تاخذ منہ کل ذراع بدرھم اخذ ہ بعشرۃ فی عشرۃ وزیادۃ نصف بلا خیار لانہ اقرم واخذ ہ بتسعۃ فی تسعۃ ونصف بخیار لتفرق الصفقۃ وقال محمدؒ یاخذ فی الاول بعشرۃ ونصف بالخیار وفی الثانی بتسعۃ ونصف بہ وھو اعدل الاقوال جرد وا قولہ المصنف وغیرہ قلت لکن صحح الفھستانی وغیرہ قول الامام وعلیہ المتون فعلیہ الفتوی یعنی مخالف الجانب کپڑا قمیص وغیرہ کے مانند خریدیا اس شرط پر کہ وہ دس گز ہی ہو گر عوض دس درم کے تو شتری اسکو لے دس درم سے ساڑھے دس گز کے ہونے میں بلا خیار اسواسطے کہ نصف گز کا زیادہ ہونا اسکو نافع تر ہے اور اسکو نو درم سے لے ساڑھے نو گز کے ہونے میں اور چاہے نے لے بسبب تفرق ہونے عقد کے اور محمدؒ نے کہا کہ پہلی صورت میں اسکو ساڑھے دس درم سے لے اگر چاہے اور دوسری صورت میں ساڑھے نو درم کو لے اگر چاہے اور یہ قول معتدل ترین اقوال ہے کذا فی البحر اور اسی قول کو مصنف وغیرہ نے ثابت رکھا ہے میں کہتا ہوں لیکن فہستانی وغیرہ نے امام کے قول کی تصحیح کی ہے اور اسی قول پر متون مشتمل ہیں اور فتوی ہم امام ہی کے قول پر ہے کذا فی الہدایہ وصف ہوا اصل میں اور حکم اصل کا ثابت کیا جب شرط پائی جائے سو شرط یہاں ذراع میں پائی گئی یعنی نصف ذراع میں تو کمتر از ذراع اپنی اصالت پر وصف بنا رہا اور وصف کے مقابل کچھ ثمن نہیں واقع ہوتا اور محمدؒ نے جنز کا اعتبار کل کے ساتھ کیا اسواسطے کہ جب ہر ذرع مقابل درم کے ہوا تو نصف ذراع نصف درم کے مقابل ہوگا بالضرورۃ الفقانی نے کہا کہ یہ محمدؒ کے قول کو ترجیح ہیں اور فتح القدیر میں ہے کہ بعضے شارحین نے محمدؒ کے قول کو اختیار کیا ہے اور ذخیرے میں کہا کہ امام ابو حنیفہؒ کا قول اصح ہے طحطاوی نے کہا کہ شارح کی تفریع میں گفتگو ہے اسواسطے کہ گاہے فتوی قول صحیح پر ہوتا ہے نہ صح پر یا گاہے غیر متون کی روایت پر فتوی ہوتا ہے آسانی کے واسطے یا بسبب جریان تعامل کے نہ تفریح شارح کی یعنی قول امام کا مفتی بہ ہونا تمام نہیں اور تو معلوم کر چکا ہے الفقانی کا قول واللہ اعلم بالصواب **فصل فیما یدخل فی البیع تبعاً وما لا یدخل** الفصل مبنیۃ علی قاعدتین احدھما ما افادہ بقولہ کل ما کان فی الدار من البناء یعنی کل ما ھو متناول اسم المبیع عرفاً یدخل بلا ذکر اصل یہ ہے کہ اس فصل کے مسائل کی بنا دو قاعدوں پر ہے ایک قاعدے کو مصنف نے اپنے اس قول سے بیان کیا کہ جو چیز کہ گھر میں ہو از قبیل عمارت کے یعنی جو چیز کہ مبیع کے نام کو شامل ہے عرف میں وہ مبیع میں داخل ہے بدون ذکر کرنے کے مرشارح نے اشارہ کر دیا کہ مصنف کے کلام میں گھر اور عمارت بطریق مثال کے ہے نہ بطریق تقید کے اور اسی طرح قاعدہ ثانیہ میں شارح تعمیم کی طرف اشارہ کریگا یعنی جو چیز رواج میں اسم مبیع کو شامل ہے جیسے گھر کو عمارت شامل ہے وہ بدون ذکر کے مبیع میں داخل ہے تو گھر کی بیع میں عمارت بلا ذکر داخل ہوا سواسطے کہ گھر عبارت ہے زمین اور عمارت سے وذکر الثانیۃ بقولہ او متصلاً بہا دخل فی بیعھا یعنی ان کل ما کان متصلاً بالمبیع اتصال قرار وھو ما وضع کالبناء یفصلہ الشارح دخل تبعاً وما لا فلا اور قاعدہ ثانیہ کو مصنف نے اپنے اس قول سے بیان کیا یا جو چیز اس سے متصل ہو وہ گھر کی بیع میں داخل ہے گھر کے تابع ہو کر یعنی جو متصل ہو مبیع سے بالفعال قرار یعنی جو اسواسطے بنی ہو کہ آدمی اسکو اکھاڑ ڈالے چنانچہ اینٹ مٹی کی چھت وہ مبیع میں داخل ہے بالتبع اور جو ایسی متصل نہیں وہ داخل بیع نہیں چنانچہ لکڑی کی سیڑھی جسکا ایک سرا زمین پر گیا ہو اور دوسرا مکان پر ہو لا یدخلان من الیمین فان من حلف وھو فیہ خرج بزکاتہ ولا یدخل بدونہ اور جو دونوں قسموں میں یعنی تا اسم مبیع کو شامل ہو مبیع سے متصل ہونا بالفعال قرار سو اگر وہ چیز مبیع کے حقوق اور مرافق سے ہو تو بشرط ذکر حقوق و مرافق کے داخل ہوگی اور نہیں تو داخل نہ ہوگی مرشارح نے قواعد اس فصل کے بطور صاحب نہر کے دو قاعدے بیان کئے اور بہتر یہ تھا کہ صاحب درر کے مانند تین قاعدے مذکور کرتا اسطرح پہلا قاعدہ یہ کہ جو اسم مبیع کو شامل ہو عرفاً وہ بیع میں بلا ذکر صریح داخل ہے دوسرا قاعدہ یہ کہ جو متصل ہو مبیع سے بالفعال قرار وہ تابع ہی مبیع کا اور اسکی بیع میں داخل ہے تیسرا قاعدہ یہ کہ جو دونوں قسموں میں نہ ہو تو

اگر حقوق اور مرافق بیع مین ہون تو بندکہ حقوق اور مرافق داخل ہوگا والا نہین کنہ انی الطحطاوی فیدخل البناء والمفاتیح المتصلۃ اغلاقہا لضبۃ وکتیلون ولو من نضۃ لا القفل لعدم اتصالہ والسلم المتصل والسریر والدرج المتصلۃ والرحی لو اسفلہا مبنیا والبکرۃ لا الدلو والحبل ما لم یقل بحقوقہا فی بیعہا الی الارض گھر کی بیع مین عمارت داخل ہے اور وہ مفاتیح جو اپنے اغلاق سے متصل ہین گاہے جدا نہین ہوتین چنانچہ ضبہ اور کیلون اگرچہ چاندی کی ہون نہ قفل یعنی قفل اور اسکی کنجی داخل بیع نہین ہوا سطے کہ وہ گھر سے متصل نہین اور گھر کی بیع مین داخل ہے نردبان متصل اور روبخت اور زینہ جو زمین مین گڑا اور جما ہو اور چکی اگر اسکا نچلے کا پاٹ زمین مین گڑا ہوا اور گنوین کی گھرنی داخل دار ہے اور ڈول اور رسی داخل نہین جبتک بائع مرافق دار کا لفظ نہ کہے ہم غلاق جمع ہے غلق کی اور غلق یغلقین کو فارسی مین کلیدانہ اور بند درکتے ہین یعنی آلہ جدید جو دونون کواڑون مین کیلون سے جڑا ہوتا ہے دروازہ کھولنے اور بند کرنے کے واسطے بعضے اہل ہند اسکو کھٹکا کہتے ہین اور بعضے سیلن اور عرب اسکو ضبہ اور کیلون بولتے ہین فتاوی عالمگیری مین ہے اگر زینہ لکڑی کا ایک طرف زمین مین گڑا ہوا اور جما ہو لوگھر کی بیع مین داخل ہے اور اگر منتقل اور متحول ہوتا ہو تو بائع کا ہے اور تاتارخانیہ مین ہے کہ سلاسل اور قنادیل جو چھت مین کیلون سے جڑی ہون وہ گھر کی بیع مین داخل ہین اور فتح القدیر مین ہے کہ چکی کا نیچے کا پتھر جو زمین مین گڑا ہے بطور قیاس کے اور اوپر کا پتھر بطور استحسان کے بیع مین داخل ہے لیکن دیار مصر مین نیچے کا پتھر زمین مین نہین جماتے بلکہ دونون پتھر منتقل اور متحول رہتے ہین تو ایسی چکی داخل بیع نہوگی اور کنوان گھر کا اور اسکی گھرنی داخل بیع ہے وہ ڈول اور رسی جو اسپر معلق ہے انتہی اور فتاوی عالمگیری مین محیط سے منقول ہے کہ جب ایک گھر یا دوکان ڈل لی اور اسکی دیوار گر پڑی سو اسمین اینٹین اور لکڑیان نکلین تو اگر وہ منجملہ عمارت ہین استحکام کے واسطے چنانچہ لکڑی کے مجوسے تو انکا مالک مشتری ہوا اور اگر بطور ودیعت کے ہون تو بائع انکا مالک ہے اور حصیر کردری مین ہے کہ اگر دوکان کے آگے چھپا ہو چنانچہ بازارون مین ہوتا ہے تو وہ داخل بیع نہوگا مگر بذکر مرافق انتہی وکذا البستان اور اسی طرح گھر کی بیع مین خانہ بلیخ داخل ہے ہم فتح القدیر مین ہے کہ وہ خانہ باغ مراد ہے جو گھر کے اندر ہے خواہ چھوٹا ہو یا بڑا اور اگر گھر سے خارج ہو تو ابو سلیمان کے نزدیک داخل بیع نہین اگرچہ اسکا دروازہ گھر مین ہو اور فقیہ ابو جعفر نے کہا اگر دروازہ خانہ باغ کا گھر کے دروازے سے چھوٹا ہو اور کھولنے کی زنجیر گھر کی جانب ہو تو داخل ہے ورنہ اگر اسکا دروازہ گھر کے دروازے سے بڑا یا برابر ہو تو داخل نہین انتہی واما البیوت الکائنۃ فی الدار فتدخل فتح کما سیجئ فی باب الاستحقاق اور وہ دکانون جو گھر مین ہے سو گھر کی بیع مین داخل ہے کذا فی الفتح چنانچہ باب الاستحقاق مین آویگا ویدخل فی بیع الحمام القدور لا القصاع اور حمام کی بیع مین دیگین داخل ہین نہ کاسے مراد بھونیان اور نرگسنون کی دیگین اور خمالیج کے تنے اور تیلیون کی ٹھٹھرار اور مشکے اور دھوبیون کا پاٹ جسپر وہ کپڑے کو کوٹ کر صاف کرتے ہین وہ سب زمین کی بیع مین داخل نہین اگرچہ بیع بحقوقہا فرض ہوئی ہو مین کہتا ہون کہ لائق یون ہے کہ اگر بیع بمرافقہا فرض ہوئی ہو تو یہ شیاے مذکورہ داخل ہون کذا فی فتح القدیر فی الحمام اکافہ ان شرطوا من العوام وعین واہل القری لا لومین الحدیین اور گدھے کی بیع مین اسکا پالان داخل ہے اگر گدھے کو مزارعین اور دیہات کے رہنے والون سے خریدا ہو اور گدھے والون سے یعنی جو گدھے بیچنے کی تجارت کرتے ہون اسکے مول لیگا تو پالان داخل بیع نہوگا الحطاوی نے کہا شاید اسکی وجہ یہ ہو کہ سوداگرون کی عادت یہ ہے کہ گنکی پیٹھ پر نہین دندھل قلادۃ عرفا اور گدھے کے گلے کا گنڈا داخل بیع ہے باعتبار رواج کے مگر جو رسی کہ گدھے کے گلے مین بندھی ہے وہ عما کی بیع مین داخل ہے عرف مین لیکن جہان اسکا رواج نہین وہان داخل نہین اور جانور کی لگام اور جو رسی کہ اسپر سینگون پر بندھی ہے اور جھول بدون شرط کے داخل بیع نہین کذا فی العالمگیریۃ اور گھوڑے کی بیع مین لگام اور اونٹ کی بیع مین فقط نکیل داخل ہے اور کسی کتاب مین اسکا حکم مذکور نہین کہ گھوڑا بیچے اور اسپر زین ہے یا نہین والصحیح انہ لا یدخل کما ان السرج لا یدخل فی بیع الدابۃ الرصیع وفی الاتان لا رضیعہا لانہ یدخل ولد البقرۃ الرضیع اور گدھے کا بچہ یا گائے کی بیع مین داخل ہے اور گدھے کی بیع مین اسکا بچہ داخل نہین ہے اور وہ دودھ پیتا ہو یا نہ پیتا ہو اسی کا فتوی ہے ہم وجہ اسکی یہ ہے کہ گائے کا دودھ بخوبی حاصل نہین ہو سکتا بدون اسکے بچے کے اور گدھی کا دودھ حلال نہین جبتک بچہ لینے کی ضرورت بڑے طحطاوی نے کہا اس مسئلے مین بڑا اختلاف ہے اور ان امور کا مدار عرف پر ہے ویدخل جاریۃ ای کسوتہا ومثلہا معطفہا ھذا وغیرھا اور غلام اور لونڈی کے کپڑے انکی بیع

ہیں یعنی وہ لباس جیسا لونڈی غلام پہنتے ہیں بائع کو چاہیئے کہ اُنکو وہی لباس دے جو اُنکے بدن پر ہو یا سوائے اسکے کم اگر لونڈی غلام عمدہ لباس پہنتے ہوں تو داخل بیع نہ ہوگا بدون شرط کے کذا فی الہندیہ لا حلیہا الا ان سلمہا او قبضہا وسکت وتمامہ فی الصیرفیۃ لونڈی کا زیور داخل بیع نہیں مگر اسطرح کہ بائع اسکو زیور کے ساتھ تسلیم کرے یا مشتری اُسپر زیور کے ساتھ قبضہ کرے اور بائع سکوت کرے اور پورا بیان اُسکا صیرفیہ میں ہے ویدخل الشجر فی بیع الارض بلا ذکر قیدہ فی المسلمین فیما لذکر ادنی اشعۃ کانتا او صغیرۃ ما دکبیرۃ لا الیابسۃ الا تفاقا علی الاصح القطع فقط اور داخل ہیں درخت زمین کے بیع میں بلا شرط بیع شجار خواہ بار آور ہوں یا نہ ہوں چھوٹے ہوں یا بڑے مگر خشک درخت داخل بیع نہیں اسواسطے کہ وہ کاٹ ڈالنے کے کنارے پر ہوتا ہے کذا فی الفتح اور خشک درخت ایسا ہی جیسے کھجی ہوئی لکڑی کذا فی البحر شارح نے کہا کہ بلا ذکر کرنے دونوں مکانوں میں قید ہے یعنی گھر کی بیع میں عمارت وغیرہ بلا ذکر عمارت داخل ہے اور زمین کی بیع میں شجار بلا ذکر اشجار داخل ہیں تو اگر عمارت اور شجر کا ذکر ہو گیا تو بطریق اولی داخل ہوں گے اذا کانت موضوعۃ فیہا کالبناء للقرار والاشجار زمین کی بیع میں اسوقت داخل ہیں جبکہ وہ زمین میں موضوع ہوں قرار اور دوام کے واسطے مانند عمارت کے فلو فیہا متاع تقلع زمن الترتیع لن یعد داخلا ان دخل دان من وجہ الارض لا الا بالشرط وتمامہ فی شرح الوہبانیۃ اگر زمین بیع میں ایسے چھوٹے درخت ہوں جو فصل بیع میں کھائے جاتے ہوں سوا گر بڑے اُٹھائے جاتے ہوں تو زمین کی بیع میں وہ بھی داخل ہیں اور اگر زمین کے برابر سے کاٹے جاتے ہوں تو بدون شرط کے داخل نہیں اور پولا اسکا بیان شرح وہبانیہ میں ہے علامہ عبدالبر کی شرح وہبانیہ میں یوں مذکور ہے کہ قصب فارسی یعنی نیشکر داخل ہے زمین کی بیع میں اور نیشکر داخل نہیں کہ بجائے زراعت ہے اور کلاب اور آس اور چنبیلی کے پھول بلا ذکر داخل نہیں کہ بجائے اشمار کے ہیں اور اُنکے اصول داخل ہیں یا سوا سطے کہ اُنکی قطع کی نہایت نہیں اور روئی اور کپاس بجائے اشمار داخل نہیں اور انکی جڑوں میں دخول اور عدم دخول کے دو قول ہیں اور فتاوی قاضی خان میں ہے کہ قول صحیح یہ ہے کہ کپاس کی جڑ داخل نہیں اور سرخسی نے کہا کہ بیگن کی اصول داخل نہیں اور گندنا وغیرہ جو چیز علی وجہ الارض ہے وہ داخل نہیں اور سگاجا اور پیاز اور شلجم سیدھا بائع کا ہے خواہ ظاہر ہو خواہ پوشیدہ اور اگر بیچہ نہ ہیں تو مشتری کا ہے اور ثمر ان بلا ذکر داخل نہیں ابن ولی کے اصول میں محمد سے دو روایتیں ہیں اور جوب اور کنان اور چوراجرہ کھیت کے مانند ہے انتہی المنصاکذا فی الحلیۃ وفی القنیۃ شری کرما دخل الوتاد المشدودۃ علی الاوتاد المنصوبۃ فی الارض ولکن الاعمدۃ المدفونۃ فی الارض التی علیہا اغصان الکرم المسماۃ بارض الخلیل بکاف الکرم اور ضمیر میں ہو فرد کیا انگور کے درختوں کو وہ رسیاں جنمیں کی گرہیں ہوئی ہیں زمین میں بندھی ہیں داخل بیع ہیں اور رسی طرح وہ ستونیاں جو ایک طرف سے زمین کے اندر گڑی ہوئی ہیں جن پر انگور کی شاخیں پھیلتی ہیں جنکا نام ارض خلیل میں رکاز الکرم ہے ہم وہ آلات جمع ہیں وفی المغتنین کی یعنی ریشہ خرما کی رسی اور بعضے نسخوں میں بجائے وتاد کے تاد ہے جمع وتیرہ کی یعنی وہ رسیاں جو گھر کے ستونوں میں تانی جاتی ہیں پرلے ٹھیٹ کو کہتے ہیں بعضے اہل ہند اگنی کہتے ہیں یہاں مراد وہ رسیاں ہیں جنپر انگور کی شاخیں پھیلتی ہیں وفی النہر کل ما دخل تبعا لا یقابلہ شیء من الثمن لکونہ کالوصف وذکرہ المصنف فی باب الاستحقاق قبیل السلم اور نہر الفائق میں ہے کہ جو چیز بیع میں بالتبع داخل ہیں اسکے مقابل کچھ ثمن نہیں پڑتا اسواسطے کہ تابع وصف کے مانند ہوا اور مصنف نے اسکو باب الاستحقاق میں باب السلم سے پہلے مذکور کیا ہم نہر الفائق میں کہا ولہذا قیدنا میں ہے کہ ایک گھر مول لیا اسکی عمارت جاتی رہی تو کچھ ثمن نہ ساقط ہوگا یعنی سوا سطے کہ عمارت تابع ہے فتح القدیر میں ہے جیسے بیع میں شیا داخل ہوتی ہیں بالتسمیہ بالتبع اسی طرح بیع سے چند چیزیں بالتسمیہ خارج ہو جاتی ہیں چنانچہ قرارت کی بیع سے راہیں اور سرحد اور شہر پناہ خارج ہو جاتی ہیں خانیہ میں ہے قریہ جسمیں مسجد ہو اور اسکو مستثنا کر لیا بیع سے تو ذکر حدود شرط ہے یا نہیں اسمیں اختلاف مشائخ ہوا اور اسی طرح حیاض کا حکم ہے اور قہستان میں ذکر حدود ضرور ہے مگر یہ کہ منبرہ قریہ پر ہو انتہی فی الفتح ویدخل المرتع فی بیع الارض بلا تسمیۃ الا الجانبت وکاتیمۃ لہ فنید خل فی الاصح شرح مجمع اور داخل نہیں زراعت زمین کی بیع میں بدون نام لینے زراعت کے مگر جبکہ کھیت بیع ہو اور اسکی کچھ کیتی نہ ہو تو وہ زراعت داخل بیع ہوگی قول اصح میں کذا فی شرح المجمع ہم زراعت اسواسطے بیع ارض میں نہ داخل ہوئی کہ وہ متصل

باتصال قرار نہیں بلکہ اسکا اتصال فصل کے واسطے ہو یعنی آدمی نے اسکو بنیت قطع لیا ہو تو زراعت متاع خانہ کے مانند ہوئی فتاوی عالمگیری میں ہو کہ مالک نے زمین میں بیج ڈالا پھر زمین کو بیچا اگنے سے پہلے تو بیچ میں داخل نہیں اسواسطے کہ جبتک بیج نہیں جما تو زمین کا تابع ہونا ثابت نہیں اور اگر مجموع ہو اور بے قیمت ہو تو صواب یہ ہو کہ داخل ہو جیانچہ ظہیریہ میں ہو انتہی اور دریافت قیمت کا یہ طریقہ ہو کہ زمین کی قیمت لگاوے بدون زراعت کے اور پھر قیمت لگاوے زراعت سمیت اگر دوسری قیمت زائد ہو پہلی قیمت سے تو قدر زائد زراعت کی قیمت ہو کذا فی فتح القدیر یعنی اگر زمین کی قیمت بلا زراعت سو درم ہوں مثلاً اور زراعت سمیت ایک سو دس درم ہوں تو دس درم زراعت کی قیمت ہوگی اور اگر زمین کی قیمت زراعت اور بلا زراعت ہر صورت سو درم ہوں تو زراعت بلا قیمت ہو

ولا الثمر في بيع الشجر بدون الشرط عبر هنا بالشرط وتممه بالتسمية ليفيد أن لا فرق وأن هذا الشرط غير مفسد وخصه بالثمر تبعا لقوله صلى الله عليه وسلم الثمرة للبائع الا ان يشترط المبتاع اور نہ پھل داخل ہو درخت کی بیع میں بدون شرط کرلینے مشتری کے مصنف نے یہاں یعنی دخول ثمر میں شرط کی تعبیر کی اور دخول زراعت میں تسمیہ کی تعبیر کی تا معلوم ہو کہ شرط اور تسمیہ میں کچھ فرق نہیں اور تا معلوم ہو کہ یہ شرط مفسد بیع نہیں اور باوجود تساوی لفظین کے لفظ شرط کو ثمر کے ساتھ خاص کیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کی پیروی کرنے سے کہ پھل بائع کا ہو کہ مشتری اسکو شرط کرلے یہ مصنف نے شجر کو مطلق رکھا تو ہر شجر شمر کو شامل رہا خواہ شجر کی تابیر ہوئی ہو یا تابیر نہ ہوئی ہو تابیر یعنی تلقیح اس سے عبارت ہو کہ عادۃ کھجور کے غلاف شگوفہ کو چیر کے نر کھجور کا شگوفہ اسمیں ڈالا جاوے اس طریق سے خوب پھل آتا ہو دلیل اطلاق وہ حدیث مرفوع ہو جو احمد نے اہل مدینہ سے روایت کی کہ من اشتری نخلا قد ابر فثمرها للبائع الا ان يشترط المبتاع یعنی جو کسی نے خرید کیا کھجور کے درخت جنمیں تابیر کی گئی ہو تو پھل بائع کا ہو مگر یہ کہ مشتری شرط کرلے یہ حدیث مطلق ہو اسمیں تابیر اور غیر تابیر کی تفصیل نہیں اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک کھجور کے پھل میں تابیر شرط ہے یعنی اگر تابیر ہوئی ہو تو پھل کا بائع مالک ہو اور نہیں تو مشتری مالک ہو اسواسطے کہ صحاح ستہ میں عبداللہ بن عمر سے حدیث مروی ہو کہ من باع نخلا موبرة فالثمرة للبائع الا ان يشترط المبتاع کہ جسنے کھجور کا وہ درخت بیچا جسکی تابیر ہو چکی ہو تو پھل بائع کا ہو مگر یہ کہ مشتری شرط کرلے حنفیہ کہتے ہیں اس حدیث سے صریحاً ثابت نہیں ہوتا کہ درصورت عدم تابیر بائع پھل کا مالک نہیں اور مفہوم صفت کا اور اصل مطلق کا مقید پر اہل مذہب کے نزدیک سلم نہیں کمافی الاصول تو حدیث اول اپنے اطلاق پر باقی ہو اور استدلال امام محمد کا حدیث سے اس حدیث کی تصحیح پر دلیل ہو واللہ تعالی اعلم **ويؤمر البائع بقطعها والثمر وتسليم المبيع الا رض والشجر عند وجوب تسليمه ما فلو لم يقطع الثمن لم يؤمر به خانية** اور بائع کو حکم کیا جاویگا درختوں کے قطع کرلینے کا یعنی زراعت اور پھل کا اور تسلیم مبیع یعنی زمین اور درخت کی تسلیم کا امر ہوگا جبکہ ارض اور شجر کی تسلیم واجب ہو تو اگر مشتری ثمن نہ دیگا تو بائع کو تسلیم کا امر نہ ہوگا کذا فی الخانیہ اسواسطے کہ درصورت عدم قبض ثمن تسلیم مبیع واجب نہیں ہم معلوم کرنا چاہیے کہ درخت کا خریدکرنا تین صورت سے خالی نہیں ایک صورت یہ ہو کہ بدون زمین کے درخت کو خریدکرے کھودنے اور لیجانے کے واسطے تو مشتری کو اسکے کھود لینے کا حکم ہوگا اور اسکو اختیار ہو کہ جڑوں سمیت کھودے کیونکہ جڑ بھی بیع میں داخل ہو لیکن کھودنا بموجب عرف اور عادت کے چاہیے اور یہ جائز نہیں کہ جڑ کے باریک ریشوں تک کھودتا چلا جاوے اور اگر بائع نے زمین کے اوپر سے کاٹ لیا شاخ کا یا ہو یا قطع میں بائع کی مضرت ہو اسطرح کہ درخت دیوار کے قریب ہو یا اسی طرح کوئی اور ضرر کی صورت ہو تو مشتری کو حکم ہوگا کہ زمین کے اوپر سے کاٹ لے اور اگر قلع یا قطع کے بعد جڑ سے یا عروق سے درخت پیدا ہوا تو وہ بائع کا مملوک ہو اور اگر درخت کو اوپر سے قطع کیا تو جواب شافعیہ کا یہ ہوگا دوسری صورت مالک ہوگا درخت خریدنے کی یہ کہ درخت خریدے اور کچھ شرط نہ کرے تو ابو یوسف کے نزدیک زمین بیع میں داخل نہیں اور محمد کے نزدیک زمین بھی بیع میں داخل ہو صدر شہید نے کہا فتوی اسپر ہو کہ زمین داخل ہو چنانچہ محیط میں ہو بحر الرائق میں کہا ہو کہی قول مختار ہو اور یہ بالاتفاق ہو کہ اگر قلع کے واسطے درخت لیا تو اسکے نیچے کی زمین داخل بیع نہ ہوگی چنانچہ نہر الفائق میں ہو اور اگر درخت قرار دینے ثبات کے واسطے لیا تو بالاتفاق بیع میں زمین داخل ہوگی چنانچہ بحر الرائق میں ہو

اور جہاں زمین تک شجر داخل ہے تو اُسی داخل ہے جتنا وہ درخت موٹا ہی بیع کے وقت یہاں تک کہ اگر درخت بیع کے بعد اُس قدر سے زیادہ موٹا ہو گیا تو مالک زمین کو اختیار ہے کہ اتنا چھیل ڈالے اور جہاں تک شجر کی عروق اور شاخیں پہنچی ہیں وہ داخل بیع نہیں اور یہی پر فتوی ہے محیط میں کذا فی العالمگیریۃ وان لم یظہر صلاحہ لان ملک المشتری مشغول بملک البائع فیجبر علی تسلیمہ فاسدا بائع پر کاٹ لینا زراعت اور پھل کا واجب ہے اگرچہ اُسکی صلاحیت الاکل انتفاع ظاہر نہ ہوئی ہو اسواسطے کہ ملک مشتری کی بائع کی ملک سے مشغول اور مخلوط ہے تو بائع پر جبر کیا جائیگا تسلیم بیع پر بعد اُسکے کما قالوا وعلی بنحل الرجل وعلیہ یبنی حیث یجبر الودیعۃ علی قطع البسر ھوا لمختار من الروایۃ ولو الحیۃ ومافی الفصولین بباع ارضا بدون الزرع فھو للبائع باجرمثلھا محمول علی مااذا رضی المشتری فھو جنانچہ اگر بیت نے کھجور کے درختوں کی ایک مرد کے واسطے وصیت کی اور درخت پر گدر پھل ہیں تو وارثوں پر زبردستی کیجائیگی اگر پھل کے قطع کرنے میں یہی روایت مختار ہے کذا فی الولوالجیۃ اور جو فصولین میں یہ روایت ہے کہ زمین کو بیچا بدون زراعت کے تو زراعت بائع کی ہے زمین کی اجرت مثل دیگا معمول ہے جبکہ مشتری اجارہ زمین پر راضی ہو جاوے یکذا فی النہر یعنی اگر راضی نہ ہو تو قطع زراعت واجب ہے ودمن باع نخلۃ بارزۃ اما قبل الظھور فلا یصح اتفاقا ظھر صلاحھا او لا اصح فی الاصح اور جسنے نمودار پھل کو بیچا خواہ اُسکی صلاحیت ظاہر ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو موقع صحیح ہی صحیح قول میں اور قبل نمودار ہونے پھل کے تو بالاتفاق بیع صحیح نہیں ہم بیع ثمار میں چند صورتیں ہیں ایک میں خلاف ہے اور باقی میں اتفاق ہے اگر بیع واقع ہوئی قبل ظہور صلاح کے بشرط قطع کرنیکے اُس پھل کے حوالے استحقاق ہو تو یہ بالاتفاق صحیح ہے اور اگر بیع ہوئی بعد نمودار ہونے قبل ظہور صلاح کے بشرط ترک کرنیکی بائع پھلوں کو درخت پر رہنے دے قطع نہ کرے تو یہ بالاتفاق صحیح نہیں اور اگر بعد ظہور صلاح ثمار بیع ہوئی تو بھی بالاتفاق صحیح ہے اور اگر بیع ہوئی تنہا ہی ثمار کے بعد در صورت اطلاق تو بھی بالاتفاق صحیح ہے اور اگر بعد تنہا ہی بشرط ترک بیع ہوئی تو اسمیں شیخین اور محمد میں اختلاف ہے جنانچہ مذکور ہوگا تو محل خلاف امام اور ائمہ ثلثہ میں وہ بیع ہے جو واقع ہو بعد نمودار ہونے قبل ظہور صلاح کے سوا ائمہ ثلثہ کے نزدیک جائز نہیں اور ہمارے نزدیک جائز ہے اور ثمار کا ظہور صلاح ہمارے نزدیک یہ ہے کہ آفت اور فساد سے محفوظ ہو جاوے اور شافعی کے نزدیک یہ ہے کہ اسمیں چکنائی اور شیرینی ظاہر ہو کذا فی البحر تعرض ائمہ ثلثہ کی وہ حدیث دلیل ہے جو صحیحین میں انس سے روایت ہے ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نہی عن بیع الثمار حتی یبدو صلاحہا وعن بیع السنبل حتی تبیض نہی فرمایا قبل ظہور صلاح ثمار کا اور بیع سنبل کا جب تک سفید نہ ہو جاوے قال تحمارّ او تصفارّ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا پھلوں کی بیع سے یہاں تک کہ اُنکی صلاحیت ظاہر ہو اور منع کیا خرما کی بیع سے یہاں تک کہ نکمت پکڑے راوی نے کہا یعنی سرخ یا زرد ہو جاوے اور بخاری میں عبد اللہ بن عمر سے حدیث مرفوع ہے کہ منع فرمایا پھل کی بیع سے تا ظہور صلاح اور صلاح کو ابن عمر نے بیان کیا کہ اُسکی آفت رسیدگی دفع ہو اور ابو داود اور ترمذی اور ابن ماجہ میں انس سے حدیث مرفوع ہے کہ عنب کی بیع سے منع فرمایا یہاں تک کہ سیاہی پکڑے اور ہمارے مذہب کی دلیل حدیث تنہا ہے جو عنقریب بروایت صحاح ستہ مذکور ہوگی یعنی جسنے کھجور کا درخت بعد تابیر کے بیچا تو پھل بائع کا ہی ہے مگر یہ کہ مشتری اُسکی شرط کر لے تو حدیث میں پھل کو مشتری کا ٹھہرانا بشرط سے تو بیع ثمار کا جواز مطلقاً ثابت ہوا اسواسطے کہ اس حدیث میں بشرط مشتری میں ظہور صلاح کی قید نہیں ارشاد فرمائی اور نہی کی حدیث مذکور ائمہ ثلثہ کے نزدیک بھی متروک الظاہر ہے اسواسطے کہ اُنکے نزدیک بھی بیع ثمار کی قبل ظہور صلاح بشرط قطع جائز ہے اور عند التحقیق قبیل ظہور بلاغ کا محل نہی یہ ہے کہ قبل ظہور صلاح بیع ہو بشرط ترک یعنی کچے پھل مشتری مول لے اس شرط سے کہ بعد پختگی قطع ہونگے جنانچہ اس دعوی پر وہ حدیث دلالت کرتی ہے جو نسائی وغیرہ میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر اللہ پھل کو نہ ہونے دے کسطرح اپنے بھائی کا مال تجکو حلال ہوگا یعنی اگر کچے پھل کی بشرط پختگی بیع ہوئی اور قبل پختگی آفت رسیدہ ہو گئی تو بائع کو مشتری کا مال کیونکر حلال ہوگا اور کچے پھل کی بیع ہوئی بشرط قطع جنانچہ ہمارا مذہب ہے تو اسمیں احتمال مذکور کی گنجائش نہیں تو حدیث نہی اسکو شامل نہ ہوئی اور جبکہ محل نہی بیع ثمار بشرط ترک ٹھہرا تو ہر اس نہی سے بری الذمہ ہو گئے اسواسطے کہ ہمارے نزدیک بیع ثمار بشرط ترک فاسد ہے اور اس تقریر سے ثابت ہو گیا کہ حدیث تابیر کی معارضہ سے سالم ہے بلکہ ایک حدیث دوسری کو شامل نہیں ہے کیونکہ دونوں کے محل مختلف ہیں کذا فی فتح القدیر ملخصا تبصرف ولو بسر بعضہا دون بعض لا یصح فی ظاہر المذہب صححہ السرخسی وافتی الحلوانی بالجواز لوالخارج الکثر یلحق ورا گر کچھ پھل نمودار ہیں اور

کچھ نہیں تو ظاہر مذہب یہ بیع صحیح نہیں اور سرخسی نے اسکو صحیح کہا ہے اور حلوانی نے جواز کا فتوی دیا ہے اگر کثیر پھل نمودار ہوگئے ہوں کذا فی شرح المنیۃ ملخصا قید اکثریت میں شرح قہستانی کا تابع ہوگیا اور بحر الرائق میں حلوانی کا فتوی کل ثمار میں منقول ہے اور یہی قول ہے امام فضلی کا اسواسطے کہ موجود بوقت عقد اصل مبیع اور جو اسکے بعد پیدا ہوگا وہ تابع ہے خواہ موجود قلیل ہو یا کثیر شمس الائمہ نے کہا یہی استحسان ہے بسبب تعامل و عرف کے کذا فی الحلوانی و یقطعھا المشتری فی الحال جبرا علیہ اور پھلوں کو مشتری بعد بیع کے فی الحال قطع کرلے مشتری پر جبر کیا جائیگا قطع ثمار میں مرقطع بعد ابیع ہو اسلئے لازم ہے تا ملک بائع ملک مشتری سے فارغ ہوجاوے وان شرط ترکھا علی الاشجار فسد البیع لشغول القطع علی ملک البائع واگر مشتری نے پھلوں کا قایم رکھنا درختوں پر شرط کرلیا تو بیع فاسد ہوگی چنانچہ بالع پر قطع شرط کرلینے سے بیع فاسد ہوتی ہے کذا فی الحاوی القدسی و قیل قائلہ محمد لانہ یفسد اذا تناھت الثمرۃ للتعارف وکان شرطا یقتضیہ العقد وبہ یفتی مجرد عن الاسرار لکن فی القھستانی عن المضمرات ان علی قولھما المفتی بہ اور بعضوں نے کہا قائل اس قول کے محمد ہیں کہ بیع ثمار کی بشرط ترک علی الاشجار فاسد نہیں جبکہ پھل بڑھ چکا ہو بسبب تعارف اور تعامل کے تو یہ شرط ایسی ہے جو کہ عقد بیع مقتضی ہے اور اسی قول کا فتوی ہے کذا فی البحر عن الاسرار لیکن قہستانی میں مضمرات سے منقول ہے کہ شیخین کے قول پر فتوی ہے تو خبردار رہنا مع شارح نے اپنے قول سے اشارہ کردیا کہ یہاں دونوں قول مفتی بہ ہیں تو مفتی یہاں فتوی دینے میں مخیر ہے مصنف نے کہا شارح سے یہاں بے تاملی واقع ہوئی اسواسطے کہ قہستانی میں شیخین کے قول کا فتوی نہایہ سے منقول ہے اور محمد کے قول کا فتوی مضمرات سے قید باشتراط الترک لانہ لو شرطھا مطلقا او ترکھا باذن البائع لطالب الزیادۃ وان بعد اذنہ تصدق بما زاد وقیدہ المصنف فی الواقعات بما اذا ترکھا للمشتری سواء کان بشرط القلع او لا یعنی بلا شرط قلع و بلا شرک ترک اور پھلوں کو درختوں پر قائم رکھا بالع کے اذن سے تو بعد بیع کے جسقدر پھلوں میں زیادتی ہوگی وہ مشتری کو حلال ہے اگر بغیر اذن بالع کے پھلوں کو درختوں پر رہنے دیا تو جسقدر پھلوں کی ذات میں زیادتی ہوئی ہو اسکو تصدق کرے مفصوں پر مع زیادتی معلوم ہونے کا یہ طریقہ ہے کہ یوم البیع شہر کی قیمت کرے پھر جب پختہ ہوں پھل تب قیمت کرے تو جسقدر تفاوت ہوگا بین بین وہی زیادتی ہے کذا فی الحاوی یعنی مثلاً تیس روپے قیمت ہی بیع کے دن اور پچاس قیمت ہے بعد پختگی کے تو دس روپے زیادہ ٹھہرے اتنی خیارت کرے بقدر تصدق اسواسطے لازم ہوا کہ غیر کی ملک بدون اسکے اذن کے مشتری کی ملک سے مخلوط ہوگئی سو اذن بعد ما تناھت لم یتصدق بشیء اور اگر پھلوں کے بڑھ چکنے کے بعد بلا اذن بالع کے پھلوں کو درختوں پر رکھا تو کچھ خیارت نہ کرے یعنی اسواسطے کہ ثمار کی ذات میں کچھ غیر بین نہیں ہوا بلکہ پختگی آفتاب سے اور رنگت ماہتاب سے اور مزہ کواکب سے بقدیر خالق حاصل ہوا کذا فی شرح الجمع یعنی واذن استاجر الشجر الی وقت الادراک بطلت الاجارۃ وطابت الزیادۃ لبقاء الاذن ولو استاجر الارض للزرع فسد بھا لان المدۃ لم تطب الزیادۃ ملتقی لان اجر الفساد لا اذن بفساد الاجارۃ بخلاف الباطل کما حررناہ فی شرحنا اور اگر ثمار کی بیع میں درخت کو اجارہ سے پھل پکنے کے وقت تک تو اجارہ باطل ہے اور زیادتی پھل کی حلال ہے بسبب باقی رہنے اذن مالک کے اور اگر زمین کو اجارہ لیا ترک زراعت کے واسطے تو اجارہ فاسد ہے بسبب اسکے کہ مدت زراعت پوری نہیں ہوئی اور زیادتی قیمت کی حلال نہ ہوگی کذا فی ملتقی الابحر بسبب فاسد ہونے اذن کے اجارے کے فساد سے بخلاف اجارہ باطل کے چنانچہ ہمنے اسکی تحریر کی ہے شرح مجمع میں موجب فرق اجارہ باطلہ اور فاسدہ میں یہ ہے کہ اجارہ باطلہ میں اذن تصرف نہ ہوگیا اسواسطے کہ باطل کا وجود شرعاً ثابت نہیں اور عدم صلاحیت تضمین کی نہیں سو کما بخلاف اجارہ فاسدہ کے اسواسطے کہ فاسدہ وہ ہے جسکا وصف فوت ہو نہ اصل تو وجود عدم نہ ٹھہرا تو متضمن کی لیاقت رکھتا ہے جب متضمن بکسر میم ہوگا تو متضمن بالفتح بھی فاسد ہوگا والحیلۃ ان یأخذ الشجرۃ معاملۃ علی ان لہ جزءا من الف جزء او بھلوں کے خرید کرنے اور درختوں پر رکھنے کا یہ حیلہ ہے کہ مشتری درخت کو طوعا ملالے اس شرط پر کہ بالع کے واسطے ایک حصہ ہزار حصوں میں سے معاملہ اور مساقاۃ یہ ہے کہ اشجار کو سینچنے کے واسطے کچھ پھل مقرر کرکے شرح ملتقی میں کہ مشتری بالع کو قیمت شمار دیکر کہے کہ میں نے تجھ سے یہ درخت بطریق معاملہ لیئے اس شرط پر کہ پھلوں میں تیرا ایک حصہ ہو اور ایک کم ہزار حصے

سے ہو نہ بھی لیکن امین خیال ہو کہ مشتری نے پھل نہیں دیکر لیے سو گنکو بطریق احسان کے دیا اور ستر غنہ معاملہ ہی قَالَ (یعنی قدوری) اصول المرطبۃ کالبا ذنجان واشجار البطیخ والخیار لیکونوا الحادث للمشتری اور شجار جائزہ کے مالک ہونے مشتری کا جیسے کہ اصول مرتبہ خریدکر ساتھ بینگن کے اور خربوزے اور کھیرے کے لکڑی کے درخت مول لے تاکہ پھل بعد بیع کے پیدا ہوں وہ مشتری کے مملوک ہوں ہم شخص خربوزے وغیرہ کے پھل مول لے اور چاہے کہ درختوں میں لگے رہیں تاکہ جب پھل کہ ہنوز موجود نہیں وہ میرے ملک ہوں تو اسکا یہ طریقہ ہے کہ پھلوں کو انکے درختوں سمیت مول لے بشرطیکہ زمین کا مالک بقاے اشجار کا اپنی زمین میں اذن دے یا مدت معلوم تک زمین کو اجارہ لے کذا فی حاشیۃ الحلبی وفی الزیع والحشیش یشتری الموجود بعض الثمن ویستاجر الارض مدۃ معلومۃ یعلم فیہا الادراک یعنی الثمن اور زراعت اور گھاس مول لینے اور قائم رکھنے کا یہ طریقہ ہے کہ جسقدر موجود ہو اسکو بعض ثمن سے خریدکرے اور باقی ثمن سے زمین کو اجارہ لے اس مدت معین تک جس میں کھیت کی پختگی معلوم کرے جسے شلاً جالیدن یا درو کو ایک کھیت کٹنا ہو تو بیس روپی کو کھیت مول لے اور دس روپی اجرت مقرر کرکے زمین اجارہ لے دو یا تین مہینے کی مدت تک وفی الاشجار الموجود یحل لہ البائع مایوجد اور شمار شجار کے مول لینے میں یہ حیلہ ہے کہ موجود پھلوں کو مول لے اور بائع سباح کردے ان پھلوں کو جو ہنوز پیدا نہیں ہوئے یعنی باجت کے بعد اسکا بھی بائع اذن دے کہ پھل درختوں پر قائم رہیں کذا فی الطحطاوی فَاِنْ خَافَانِ یَرْجِعَ یَقُوْلُ عَلٰی اِنِّیْ مَتٰی رَجَعْتُ فِی لَا اِذْنَ لَکُمْ مَا دُمْتُ فِی الْعَیْنِ پھر اگر مشتری ڈرے بائع کے رجوع کرنے سے یعنی شاید بائع اذن دیکر پلٹ جاے اور کہے کہ اب بقاے شمار وغیرہ کا اذن نہیں دیتا تو اسکا یہ طریقہ ہے کہ بائع یوں کہے کہ جسوقت میں اذن میں رجوع کروں تو تو ماذون ہی ترک میں یعنی درصورت رجوع مشتری ماذون باذن جدید ہوگا کذا فی الفتح عن الفقیہ ابی اللیث مَاجَازَ اَیْ اَفَادَ الْعَقْدُ عَلَیْہِ بِاِنْفِرَادِہٖ صَحَّ اِسْتِثْنَاءُہٗ مِنْہُ اِلَّا الْوَصِیَّۃَ بِالْخِدْمَۃِ فَاِنَّہٗ یَصِحُّ اِفْرَادُہَا وَدُخُوْلُ اِسْتِثْنَائِہَا اَشْیَاءَ جو چیز بلا انضمام تنہا بیع کے ہو سکتی ہے شلاً اسکا نکال لینا بیع سے صحیح ہے مگر خدمت کی وصیت کی تنہا کی صحیح ہے یعنی بلا رقبہ جاریہ کے اسکا نکال لینا یعنی رقبہ جاریہ کی وصیت کرنا بلا خدمت کذا فی الاشباہ ص اور جس چیز کا ایراد عقد بیع تنہا نہیں ہو سکتا جیسے حمل لونڈی یا جانور کے اطراف جانور کے تو اسکا استثنا کر لینا بیع سے صحیح نہیں تو اگر بائع یوں کہے کہ میں نے اس لونڈی کو بیچا سواے اسکے حمل کے یا یہ دنبہ بیچا سواے اسکی چکتی کے یا ہاتھ یا ذن کے تو یہ استثنا صحیح نہ ہوگا اور وصیت بالخدمت کے استثنا کرنے کی قاعدہ مذکورہ سے کچھ حاجت نہ تھی سواسطے کہ یہ قاعدہ مستثنیٰ میں جاری ہے اور وصیت عقد نہیں لہذا قبول وصیت بعد موت موصی کے بھی جائز ہے اور عقد بعد موت کے صحیح نہیں کذا فی الطحطاوی وعن الفتح والمنایہ ثم فرع علی ھذہ القاعدۃ بقولہ فصح استثناء ثمرۃ معینۃ من قطیع وارطال معلومۃ من بیع ثمر نخلۃ الصحۃ ایراد العقد علیہا ولو الثمرۃ علی رؤس النخل علی الظاہر پھر مصنف نے اس قاعدے پر بقول خود تفریع کی کہ صحیح ہے استثنا کر لینا ایک ثمرہ کا انہی کے میوہ کی بیع سے اور ایک معین گوشت کا گلہ گوسفند سے اور ارطال معینہ کا ایک کھجور کے پھلوں کی بیع سے بسبب صحیح ہونے ایراد عقد بیع کے امور مذکورہ پر اگر یہ پھل درختوں پر لگے ہوں بنا بر ظاہر مذہب کے لصحۃ بیع ثمرۃ فی سنبلۃ بغیر سنبل البر لاحتمال الربوا چنانچہ صحیح ہے بیع گیہوں کی اسکی بالی میں گیہوں کی بالی کے غیر سے بسبب احتمال سود کے ہم اگر گیہوں بالی کے اندر ہو اور بالی غیر جنس اسکی بیع ہو تو صحیح ہے اور اگر گیہوں کی بالی کو گیہوں کی بالی دیکر خریدے تو صحیح نہیں اس احتمال سے کہ شاید ایک کم ہو اور دوسرا زیادہ تو سود ہو جاوے اور گیہوں کے ساتھ جو اور جو کی بیع انکی بالیوں میں صحیح ہے وَبِالْعَکْسِ وَاِنْ کَثُرَ وَسَمَّاہُ فِی مَتْنِہَا اور بالعکس اور جانوں اور حمل کی بیع انکے پھلکوں میں صحیح ہے وَجَوَّزَ وَلَوْ فُسْتُقًا فِی قِشْرِہٖ الاعلی وھو الاعلی اور اخروٹ اور بادام اور پستہ کی بیع انکے چھلے پھلکوں میں یعنی اوپر والے پوست میں درست ہے خلافا للشافعی دعلی البائع اخراجہ اِلَّا اِذَا بَاعَ بِمَا فِیْہِ اور بائع پر لازم ہے اسکا نکال دینا یعنی گیہوں وغیرہ کا مگر جبکہ بائع نے بالی اور چھلکے سمیت بیع کی ہو تو بخلاف اسکے نہیں وَھَلْ لَہٗ خِیَارُ رُؤْیَۃِ الْوَجْہِ اَصَحُّ اور کیا بیع میں مشتری کو خیار رویہ ہے یا نہیں دلیل اسکو مقتضی ہے کہ بان اسکو دیکھنے کے بعد

اختیار ہو لینے نہ لینے کا اسواسطے کہ مشتری نے ہنوز مبیع کو نہیں دیکھا کذا فی الفتح وانما بطل البیع مما فی تمر وقطن وحنطۃ وشعیر ولبن لانہ معدوم عما فی قشر التمر والقطن والحنطۃ والشعیر واللبن کذا فی الکافی ہم یہ جواب ہی سوال مقدر کا کہ گیہوں وغیرہ کی بیع غلاف کے اندر صحیح ہی اور گٹھلی کی بیع خرمے کے اندر صحیح نہیں باطل ہی جالانکہ دونوں غلاف میں ہیں تو دونوں میں کیا فرق ہی شارح نے جواب دیا کہ گٹھلی وغیرہ عرف میں کالمعدوم ہیں اسواسطے کہ لوگ بولتے ہیں کہ یہ خرما اور یہ روئی ہی اور نہیں بولتے کہ یہ گٹھلی ہی خرمے کے اندر اور یہ بنولہ ہی روئی کے اندر اور یہ بادام ہی کے اندر اور یہ بادام اور پستہ ہی چھلکے کے اندر اور یہ نہیں کہتے کہ ان چھلکوں میں بادام ہی بلکہ اسکی طرف خیال بھی نہیں جاتا کذا فی الفتح اجرۃ الکیل وعد ووزن وذرع علی بائع لانہ من تمام التسلیم اور پیمانہ کرنے اور شمار کرنے اور تولنے اور گز سے ناپنے کی مزدوری بائع پر ہی اسواسطے کہ تولنا وغیرہ تسلیم کی تمامی ہے یعنی تسلیم مبیع بائع پر واجب ہی اور تسلیم بدون ان افعال کے حاصل نہیں ہوتی تو انکی مزدوری بھی بائع پر لازم ہوگی واجرۃ وزن ثمن نقد کدقطم تمر واحراج طعام من سفینۃ علی مشتر اور ثمن تولنے اور اسکے پر کھنے اور پھل کاٹنے کی اجرت اور ناؤ کے اندر سے اناج نکالنے کی مزدوری مشتری پر ہی ہم یہی قول صحیح ہو کذا فی الخلاصۃ اور یہی ظاہر الروایۃ ہی کذا فی الخانیۃ خلاصہ یہ ہو کہ قطع ثمر کی اجرت مشتری پر اسوقت ہو جبکہ بائع نے ثمر اور مشتری میں تخلیہ کر دیا ہو والا فالثمن ثمۃ جاء یزدہ بعیب التی یافتہ اگر جبکہ بائع ثمن پر قبضہ کر چکا ہو پھر پیڑ نے آیا ہو کھونے ہونے کے عیب سے تو اب پیڑ کھنے کی اجرت بائع پر ہی اسواسطے کہ اب پر کھنا اسواسطے ہو کہ بائع کا حق پورا سکے کذا فی المنح فرع مسئلہ مشائخ کا ظہیر بعد فقد الصحۃ فی ان الدراھم زیوف ردا لا اجرۃ وان وجد البعض فبقدرہ فہو عن اجادۃ البزازیۃ صراف کے پرکھنے کے بعد ظاہر ہوا کہ دراہم کھوٹے ہیں تو صراف پر کھنے کی مزدوری پھیر دے اور اگر بعض دراہم کھوٹے نکلیں تو اسکی بقدر اجرت پھیر دے کذا فی النہر عن اجارۃ البزازیۃ واما الدلال فان باع العین بنفسہ باذن ربہا فاجرتہ علی البائع وان سعی بینہما او باع المالک بنفسہ یعتبر العرف و تمامہ فی شرح الوہبانیۃ اور دلال کی مزدوری کا یہ حکم ہو کہ اگر دلال نے کسی جنس کو بذات خود بیچا مالک کے اذن سے تو اجرت اسکی بائع پر ہی اور اگر بائع اور مشتری کے درمیان دلال نے کوشش کی اور مالک نے بذات خود بیع کی تو رواج معتبر ہو یعنی اگر ایسی صورت میں بائع پر اجرت دلال کی ہوتی ہو تو بائع پر ہی اور اگر مشتری پر ہوتی ہو تو مشتری پر ہی اور جو بیان اسکا شرح وہبانیہ میں ہی ویسلم الثمن اولا فی بیع سمعۃ بدنانیر ودراھم ان احضر البائع السلعۃ اور اول دیا جاے ثمن متاع کی بیع میں دنانیر اور دراہم سے اگر بائع نے متاع کو حاضر کر دیا ہو ہم یعنی اگر زمین یا اناج یا کپڑے کی بیع ہوئی روپیوں یا اشرفیوں یا پیسوں سے اور بائع نے اشیاء مبیعہ کو حاضر کر دیا تو اول تسلیم ثمن لازم ہو تا بائع کا حق ثمن میں معین ہو جاوے اسواسطے کہ مشتری کا حق مبیع میں بھی وقد کے متعین ہو گیا کیونکہ مبیع اسکے ملک میں داخل ہو گئی اگرچہ بدون قبض کے مشتری پر ضمان نہیں یہاں تک کہ اگر مبیع ہلاک ہو گئی قبل قبض مشتری کے تو بیع فسخ ہو جاویگی اور بائع کا حق ثمن میں بدون قبض کے متعین نہیں ہوتا اسواسطے کہ ثمن میں تعین شرط نہیں یہاں تک کہ اگر بائع کوئی چیز خرید کر لے تو مشتری کو اختیار ہی چاہے دوسری اشیاء دے مشتری کو اول تسلیم ثمن کا حکم ہوا اور اگر مبیع غائب ہی تو مشتری پر تسلیم ثمن بلا حضور مبیع لازم نہیں ہو اگر مشتری کچھ ثمن دے اور بعض مبیع کے لینے کا ارادہ کرے تو جائز نہیں اور نہ اس شرط سے خرید کرے کہ بائع اول مبیع کو تسلیم کرے تو بیع فاسد ہو گی اسواسطے کہ اس شرط کا عقد مقتضی نہیں اور اگر مبیع پر قبضہ کیا بدون ثمن بائع اور قبل تسلیم ثمن کے تو بائع کو اسکا رد دینا جائز ہو اور نقض تصرف مشتری صحیح ہو اور ایسا تصرف ہو جو فسخ کا محتمل نہیں چنانچہ اعتاق اور تدبیر تو اسکا رد دینا جائز نہیں ذکرہ العلامہ قاسم عن المحیط اور اگر مشتری نے ایسی چیز خریدی جو جلد گر جانے والی ہی اور مبیع پر قبضہ نہیں ہوا اور نہ ثمن دیا یہاں تک کہ مشتری غائب ہو گیا تو بائع کو اسکا غیر سے بیچ لینا جائز ہو اور مشتری کی مالی کو باوجود دریافت کے خرید کرنا جائز ہو اسواسطے کہ مشتری اول اس فسخ سے بدلالت حال راضی ہو گیا اور بازاروں میں اکثر ہوا کرتا ہو اور بائع کو جنس مبیع کا استیفاء کل ثمن جائز ہو اگرچہ ایک درم باقی ہو تو بھی روک سکتا ہو لیکن اگر ثمن دینے کی مدت مقرر ہو گئی ہو

نہ روک سکتا اور اگر مبیع ثمن حال ہو اور بعض مؤجل تو استیفائے ثمن حال میں سب کا اختیار ہو اور اگر مشتری نے مکان کی کوئی چیز گروکھدی یا خیانت داخل کی تو اس سے حق حبس ساقط نہیں اور اگر بائع نے مشتری پر ثمن کا حوالہ کیا تو حق حبس بالاتفاق ساقط ہو اور اگر بائع نے مبیع مشتری کو تسلیم کی قبل از قبض ثمن تو ثمن کا حق ساقط ہو گیا اب بائع مبیع کو مسترد واپس نہیں کر سکتا تیل خرید کیا اور بقول وی وزن کرنے کے واسطے سو بائع نے وزن تیل کا کہہ دیا مشتری کے سامنے یا اسکی غیبت میں تو یہ قبض ہو گیا اور اسی طرح ہر کیل اور موزون کو جب پیمانہ کر کے یا تول کے مشتری کے برتن میں رکھیگا قبضہ مشتری کا ثابت ہو گا اور اگر کپڑا خرید کیا اور بائع نے اسپر قبضہ کرنے کا حکم دیا سو مشتری نے اسپر قبضہ نہ کیا یہاں تک کہ اسکو دوسرے آدمی نے لے لیا تو اگر امر بالقبض کے وقت مشتری اسکو لے سکتا تھا بدون قیام کے تو تسلیم صحیح ہو والا نہیں اور زمین میں قبضہ تخلیہ سے ہوتا ہے اور مال منقول میں ایسے دوسرے مکان میں لیجانے سے قبضہ ثابت ہوتا ہے جو مکان بائع سے اختصاص نہیں رکھتا اور اگر بائع نے گھوڑا بیچا اور مشتری کو اسپر قبضہ کرنے کا امر کیا اور بائع اسکی لگام پکڑے ہوئے ہے اور گھوڑا دونوں کے ہاتھ سے بھاگ گیا تو مشتری کا مال گیا نہ بائع کا اسواسطے کہ تسلیم مرسل اسی طرح پر ہوتی ہے کذا فی الطحاوی عقد وفی بیع سلعۃ بمثلھا او ثمن بمثلہ مشتملا مقاما لم یبن احدھما دینا کسلم وثمن مؤجل اور متاع کی بیع میں اسکی مانند دوسری متاع سے اور ثمن کی بیع میں اسکی مثل مبیع مشتمل ثمن سے بائع اور مشتری دونوں ساتھی تسلیم کریں بیشک کہ اعدالبین دین نہ ہو چنانچہ سلم فیہ اور ثمن مؤجل ہم یعنی اگر ایک متاع کو دوسری متاع سے بیچا چنانچہ کتاب کو بعوض تخت یا کپڑے کے بیچا یا روپیوں یا روپیوں سے کیا تو بائع اور مشتری بدین کو ساتھی بنا تو قف تسلیم کریں اسواسطے کہ دونوں متاع متعین ہیں کیسان اور دونوں ثمن غیر متعین ہیں برابر تقابض ایک کی دوسرے پر ترجیح یا امر مرجح ہو ہاں مگر بیع سلم فیہ کی تسلیم ساتھی نہیں اسواسطے کہ ثمن تاجیل شرط ہو اور کم سے کم مدت سلم کی ایک مہینہ ہو اور اگر مشتری نے تسلیم ثمن کی کچھ مدت مقرر کر لی ہو تو اسپر تسلیم ثمن کا مطالبہ بدین قبل مدت کے اور بائع بیع کو حبس نہیں کر سکتا اسواسطے کہ تاجیل سے اسکا حق ارتفاق ہو گیا بحر الرائق میں ہے کہ در صورت خیار مشتری بھی بائع مطالبہ ثمن کا قبل مرور خیار نہیں کر سکتا قوشاح کو مناسب تھا کہ اسکو بھی ذکر کرتا ثم التسلیم یکون بالتخلیۃ علی وجہ یتمکن من القبض بلا مانع دلا حائل بعد العقد بحیث یقدر علی دفعہ المبیع ویتصرف فیہ ویذھب بہ ان کان منقولا ویدخل فی ھذا ما لو باع دارا مشغولۃ بمتاع البائع او فیھا حنطۃ البائع او تبنہ فسلمھا الیہ فارغۃ عن متاعہ وحنطتہ وتبنہ ولم یقبضھا المشتری حتی ھلکت فانھا تھلک من مال البائع ولا شیء علی المشتری کذا فی الکافی للحاکم الشہید یعنی تسلیم مبیع یا ثمن تخلیہ سے ہوتی ہے اسطرح پر کہ بائع یا مشتری قبضہ کرنے پر قادر ہو بلا مانع اور بلا حائل کے عقد بعد سے یہ مراد ہے کہ وہ چیز مشغول بحق غیر نہ ہو اور تخلیہ بلا حائل سے مراد یہ ہے کہ اسکے سامنے ہو کذا فی الجلابی وشرط فی الاجناس شرطا ثالثا ان یقول خلیت بینک وبین المبیع فلو لم یقل او کان بعیدا لم یصر قابضا بنا والناس منہ غافلون فانھم یشترون قریۃ ویقبضون بالتسلیم والقبض وھو لا یعلم بہ القرض علی الصحیح وکذا الھبۃ والصدقۃ خانیہ وتمامہ فیما علقناہ علی الملتقی اور نہاس میں عدم مانع اور عدم حائل کے سوا تیسری شرط بھی مشروط کی ہو وہ یہ ہے کہ بائع مشتری سے کہے کہ میں نے تخلیہ کر دیا تیرے لیے میں اور مبیع کے مابین ہیں تو اگر یوں نہ کہیگا مبیع بعید ہو مشتری سے تو مشتری قابض نہ ٹھہریگا اور لوگ اس سے غافل ہیں اسواسطے کہ مثلاً گاؤں کو خریدتے ہیں اور تسلیم اور قبض کا اقرار کرتے ہیں یعنی بائع تسلیم بیع کا اقرار کرتا ہے اور مشتری قبض کا اقرار کرتا ہے اور حالانکہ تسلیم اور قبض کے اقرار سے قبضہ صحیح نہیں ہوتا بنا بر قول صحیح کے اور اسی طرح ہبہ اور خیرات میں قبضہ صحیح نہیں ہوتا تخلیہ بعید سے بخلاف تخلیہ قریب کے کذا فی الخانیہ اور پورا بیان اسکا ہمنے شرح متقی میں کیا ہم مبیع بعید کے تخلیے سے اگرچہ قبضہ ثابت نہیں ہوتا لیکن عقد بیع فی نفسہ صحیح ہے ہاں اگر مشتری پر ثمن کا دینا بدون قبض مبیع واجب نہیں اور اگر مبیع ہلاک ہو گئے قبل قبض کے بائع یا مبیع کے فعل سے یا آفت سماوی سے تو مشتری ثمن کو پھیر دے گا اگر ثمن دے چکا ہو کذا فی شرح الملتقی بحر الرائق میں ہے کہ اگر گیہوں کو بالیوں میں بیچا اور بائع نے اکلو تسلیم کیا بالیوں سمیت تو تسلیم صحیح نہیں کہ مشغول بحق غیر ہوا اور تسلیم ثمار و شجار فقط تخلیہ سے صحیح ہو اگرچہ بائع کی ملک سے متصل ہو اور اگر کوٹھری کے گیہوں خرید کئے اور بائع کو کوٹھری کی کنجی مشتری کو دی مع التخلیہ تو یہ قبض ہو اور اگر کنجی دی اور تخلیے کا کلام نہ کیا تو قبض نہیں اور کنجی دینی گھر کی بیع میں تسلیم ہے اگر مشتری

بلا تکلف اسکو کھول سکے اور اگر بیع گو بچا اور بائع ہوا کہ میں نے تجھکو تسلیم کیا اور مشتری نے کہا کہ میں نے تجھ سے قبضہ کیا تو یہ حقیقت قبضہ نہیں اور اگر گھر قریب ہو تو قبضہ ثابت ہوگا اگر گھر اس حال پر ہو کہ مشتری اسکے نقل پر قادر ہو تو اسکو غریب کہینگے اور اگر ایسا نہیں تو بعید ہے انتہی کذا فی الخلاصہ وجکل لا ای البائع الثمن ویوفا لیس لہ استردادہ التسلیمہ وحبسہا بہ لسقوط حقہ بالتسلیم وقال زفرلہ ذلک کما لو وجدہا رصاصا او مستوقۃ او مستحقا او المرتہن مبیعۃ بائع ثمن کو ایسا کھوٹا پایا جسکا لینا روا نہ ہو اگر دین میں رائج ہو مگر سکہ بادشاہی میں مقبول نہ ہو تو بائع کو متاع پھیر لینے اور اسکے حبس کر رکھنے کا اس سبب سے اختیار نہیں بسبب ساقط ہونے حق بائع کے تسلیم کر دینے سے اور زفر نے کہا اسکو اسکا اختیار ہے جیسا اگر دراہم رائج کے ہوں یا زیادتی کا پیسہ ہو یا فیری کی ملک ہوں تو استرداد متاع کا بالاتفاق اختیار ہے اور جیسا کہ مرتہن کو اختیار ہے کہ ذاتی المنیم یعنی اگر راہن نے دراہم دین کے ادا کئے پھر وہ دراہم کھوٹے نکلے تو مرتہن کو اختیار ہے کہ اگر کھوٹے پھیر دے اور مرہون بمثل سابق کے قبضہ کرے کذا فی حاشیہ المدنی قبض بدل دراھمہ الجیاد اللتی کانت لہ علی دین زیوفا علی ظن انہا جیاد ثم علم بانہا زیوف یردہا ویسترد الجیاد ان کانت قائمۃ او کانت ہالکۃ ولم یستہلکہا المالک بان کھرے روپیوں کے بدلے جو زیف روپیہ قرض تھے کھوٹے روپیوں پر قبضہ کیا اس گمان پر کہ وہ کھرے ہیں پھر معلوم ہوا کہ وہ کھوٹے ہیں تو کھوٹے پھیر دے اور کھرے پھیر لے اگر موجود ہوں اور اگر کھوٹے رد بالزیوف ہو گئے ہوں تو پھیر دے اور پھیرے کما لو علم بذلک عند القبض چنانچہ اس صورت میں پھیرنے کا اختیار نہیں جیسا کہ قبضہ کرنے کے وقت انکا کھوٹا ہونا معلوم ہو گیا ہو وقال ابو یوسف یردہا مثل الزیوف ویرجع بالجیاد کما لو کانت رصاصا او مستوقۃ اور ابو یوسف نے کہا اگر کھوٹے رد بالزیوف ہو گئے ہوں تو ویسے ہی کھوٹے پھیر دے اور کھرے پھیر لے چنانچہ اگر انکے ہوں یا پھیرنا زیادتی کا پیسہ ہو تو پھیرنا بالاتفاق ثابت ہے اشتری شیئا وقبضہ ومات مفلسا قبل نقد الثمن فالبائع اسوۃ للغرماء وقال الشافعی ھو احق بہ کما لو لم یقبضہ المشتری فان البائع احق بہ اتفاقا ولنا قولہ علیہ الصلوۃ والسلام اذا مات المشتری مفلسا فوجد البائع متاعہ بعینہ فھو اسوۃ للغرماء شرح مجمع للعینی خریدی کوئی چیز اور سپرد قبضہ کیا اور مشتری مفلس ہو کر مر گیا قبل ادا کرنے ثمن کے بائع برابر ہے باقی قرضخواہوں کے یعنی دیگر قرضخواہوں کے مانند بائع کو بھی ثمن نہ ملیگا اور امام شافعی کہتے ہیں کہ بائع زیادہ حقدار ہے اس چیز مبیع کا جبکہ مشتری نے قبضہ نہ کیا ہو اور مفلس مر گیا ہو تو مبیع کا بائع حق ہے بالاتفاق اور ہماری دلیل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث ہے کہ جب مشتری مفلس ہو کر مرے پھر بائع اپنی متاع کو بعینہ پاوے تو وہ برابر ہے اور قرضخواہوں کے کذا فی شرح الجمع للعینی م ا م شافعی کی دلیل یعنی کی حدیث ہے کہ من ادرک مالہ بعینہ عند رجل قد افلس فھو احق بہ من غیرہ یعنی جو اپنا مال بعینہ مرد مفلس کے پاس پاوے تو وہ اس مال کا زیادہ حقدار ہے اسکے غیر سے اور حنفیہ کی دلیل یہ حدیث ہے جو شارح نے ذکر کی اور سند اسکی سنن ابوداؤد میں مذکور ہے اور استدلال شافعی کا یہ جواب ہے کہ ہماری حدیث مفسر ہے اور شافعی کی حدیث مبہم اور مفسر مبہم پر قاضی ہوتا ہے اہم امر اس کی کچھ حاجت نہیں وتمامہ فی حاشیۃ المدنی فروع مسائل ملحقہ متاع کے باع نصف الزرع بالشرکۃ علی ان باقہ لہ کذا لو ترک الارض جاز ولیس لہ الا اذا کان البذر من قبل رب الارض فلو بذرہ فنبت فلا شیء لہ ولو کان البذر من قبل العامل فلہ اجر مثل ارضہ ولو کان البذر منہما فلکل منہما نصف الزرع ولو کان البذر من ثالث فلہ اجر مثل ارض

مشتری فقط پھل خرید کرے بدون درخت کے تو اسپر فی الحال پھل توڑنا واجب ہو درصورت عدم اجارہ بائع اگرچہ پھل خام ہوں اور یہاں بائع البطال بیع اور قطع ثمر مین مختار ہو اور مشتری مختار نہین حالانکہ مشتری اور بائع مین کوئی وجہ فرق ظاہر نہین ہوتی واللہ اعلم بالصواب

باب خیار الشرط

باب خیار الشرط

یہ باب ہی خیار الشرط کے احکام مین خیار یعنی اختیار ہی یعنی وہ اختیار جو بائع اور مشتری کو بسبب شرط کے لینے کے حاصل ہوتا ہی جا ہین بیع کو قائم رکھین جا ہین تو رد کرین وَجْهُ نَقْدِيمِهِ مَعَ بَيَانِ تَقْسِيمِهِ مُبَيِّنٌ فِي الدُّرَرِ خیار الشرط کی تقدیم کی وجہ اسکی تقسیم کی بیان کے ساتھ درر مین مصرح ہم صاحب درر نے کہا کہ بیع گاہی لازم ہوتی ہی اور گاہی غیر لازم بیع لازم وہ ہی جسمین بعد موجود ہونے شرائط بیع کے اختیار نہ ہو اور غیر لازم وہ ہی جسمین اختیار ہوا و چونکہ لازم اقوی ہی لہذا اسکو پہلے ذکر کیا اسکے بعد خیار الشرط کو بیان کیا اور خیار الشرط کو باقی خیارات پر اسواسطے مقدم کیا کہ خیار الشرط ابتدا حکم کا مانع ہی پھر خیار الرویۃ کو ذکر کیا کہ وہ تمام حکم کا مانع ہی آخر کو خیار العیب کا ذکر کیا کہ وہ لزوم حکم کا مانع ہی اور خیار الشرط چند قسم پر ہی ایک قسم بالاتفاق فاسد ہی چنانچہ مشتری کا یون کہنا کہ مجکو اختیار ہی یا مجکو چند روز اختیار ہی یا مجکو ہمیشہ اختیار ہی اور ایک قسم جائز ہی بالاتفاق یعنی یون کہنا کہ مجکو تین دن یا اس سے کمتر مین اختیار ہی اور ایک قسم مین اختلاف ہو وہ یہ ہی کہ مجکو اختیار ہی ایک مہینہ یا دو مہینہ کہ یہ امام اعظم رح و زفر اور امام شافعی کے نزدیک فاسد ہی اور ابو یوسف اور محمد کے نزدیک جائز ہی انتہی مضمونا کذا فی الطحطاوی معلوم کرنا چاہیے کہ خیار الشرط خلاف قیاس ہی اسواسطے کہ حدیث مین بیع اور شرط سے نہی وارد ہی لیکن خیار الشرط نص سے ثابت ہی حاکم نے مستدرک مین عبد اللہ بن عمر رض سے روایت کی کہ حبان بن منقذ ایک سر مین ضعیف تھا اور اسکے سر مین زخم لگا تھا تو اسکے واسطے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین دن تک اختیار تو نہ دیا تھا اس چیز مین جو کہ وہ خرید کرے اور اسکی زبان ثقیل ہو گئی تھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو خرید کیا کر اور کہدیا کر کہ خلابۃ یعنی مجکو ضرر نہ دینا اور وہ کوئی چیز خرید کر لاتا اپنے گھر والون کی طرف سے سو وہ لوگ کہتے کہ یہ تو گران قیمت ہی تو وہ جواب دیتا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجکو بیع مین اختیار دیا ہی اور اس حدیث کو امام شافعی نے اور بیہقی نے اپنی سنن مین اور ابن ماجہ نے اور بخاری نے اپنی تاریخ اور سطین اور ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہی کذا فی فتح القدیر ثم الخیارات بلغت سبعۃ عشر پھر واجب کرنا چاہیے کہ خیارات کا شمار شروع تک ہو پنچا ہی الثلاثۃ المعروفۃ لہا انمین سے تین خیار وہ ہین جنکے بیان کے واسطے باب مقرر ہوئے ہین یعنی باب خیار الشرط اور باب خیار الرویۃ اور باب خیار العیب وخیار تعیین وعین ونقد وکمیۃ واستحقاق وتغریر فعلی وکشف حال وخیانۃ مرابحۃ وتولیۃ وفوات وصف مرغوب فیہ وتفریق صفقۃ بہلاک بعض مبیع واجازۃ عقد الفضولی وتطہور المبیع مستأجرا ومرہونا اشباہ من احکام الفسوخ اور اختیار تعیین کا وہ یہ ہی کہ دو یا تین غلام بیچے اس شرط پر کہ مشتری ایک کو اختیار کرلے اگر ہر ایک کی قیمت جدا جدا مذکور ہوئی ہو تو صحیح ہی اور اختیار غبن کا یعنی اگر بائع یا مشتری یا دلال نے غبن فاحش کیا ہو تو فسخ بیع مین اختیار ہی اور اختیار نقد یہ ہی کہ اس شرط پر بیع ہوئی ہو کہ اگر مشتری تین دن تک ثمن نہ دیگا تو بیع نہین اور اختیار کمیت یہ ہی کہ خریدی ہوئی شی کا بعض ان دراہم کے جو اس برتن مین ہین پھر بائع نے دراہم مذکورہ کو دیکھا تو اسکو اختیار ہی اور یہ خیار الرویۃ نہین اسواسطے کہ نقود مین خیار الرویۃ نہین ہوتا اور خیار استحقاق یہ کہ بعض مبیع غیر کا مملوک ٹھہرے اور خیار تغریر فعلی یعنی ایسا کام کرنا جس سے مشتری دھوکھا کھاوے چنانچہ بکری یا گائے کے تھن چند روز باندھ رکھنا تا بہت دودھ نظر پڑے پھر جب ایک روایت کے مشتری کو پھیر دینے کا اختیار ہی کذا فی البحر اور کشف حال کا اختیار یہ ہی کہ خریدی ہوئی شی کے جو اس پر تھے کے بموزن ہو اور خیار کشف مین خیار الکشف بھی داخل ہی وہ یہ ہی کہ آٹا یا گھی یا دودھ بیچا ہر صاع عوض درہم کے تو بیع صحیح ہی ایک صاع مین لیکن بسبب تفرق صفقہ مشتری کو اختیار ہی نہ بائع کو اور خیانت مرابحہ کا اختیار یہ کہ بیع المرابحہ مین بائع کے اقرار سے یا گواہون سے یا بائع کے قسم کھانے سے خیانت بائع کی ثابت ہو تو مشتری کو اختیار ہی چاہے کل ثمن سے لے اور خیانت تو لیہ کا اختیار یہ کہ بیع التولیہ مین بامور مذکورہ خیانت ثابت ہو تو مشتری مختار ہی اور

لقد رضیا ستة کردونیا جائز ہے اور وصف مرغوب فیہ کے فوت ہونے کا اختیار اسطرح کہ غلام کو نزدیکی ہاتھ شمردہ کا تب ہو یا رونی پکانا جانتا ہو پھر خلاف اسکے ظاہر ہو تو مشتری کو اختیار ہو چاہے کل ثمن دیکر لے یا نہ لے اور تفریق صفقہ کا اختیار بسبب ہلاک ہونے بعض مبیع کے اور یہ نہیں ہوتا مگر قبل قبض کے اور بیع فضولی کی اجازت کا اختیار ہو مالک کو چاہے جاری رکھے چاہے باطل کرے اور مبیع کے متاثر ہونے کے ظہور کا اختیار یعنی اگر معلوم ہو کہ مبیع کو کسی نے اجارہ لیا ہے تو مشتری کو لینے نہ لینے میں اختیار ہے اور مبیع کے مرہون ہونے کے ظہور کا اختیار یعنی بعد بیع کے معلوم ہوا کہ مبیع کسی کے پاس گروی ہے تو مشتری کو اختیار ہے اور اگر مستاجر یا مرتہن اسکو جائز رکھے تو اب مشتری کو فسخ کا اختیار نہیں کذا فی الاشباہ من الحکام فسخ قال ویفسخہا قالۃ وتحالف فبلغت تسعۃ عشر سببا صاحب اشباہ نے کہا اور بیع فسخ ہوتی ہے اقالہ اور تحالف سے تو اب خمار خیارات کے اسباب کا بیس کو پہنچا مصنف قالہ یہ ہے کہ عاقدین فسخ عقد پر راضی ہو جائیں اور تحالف کی صورت یہ ہے کہ مقدار ثمن یا مقدار مبیع یا دونوں کی مقدار میں اختلاف ہوا اور دونوں گواہ لانے سے عاجز ہوئے اور ایک دوسرے کے دعوے پر راضی نہ ہوا تو دونوں سے قسم لیجائیگی اور قاضی بیع کو فسخ کردیگا ایک عاقد کی طلب سے اور کل فسخ کے عاقدین مباشر ہوتے ہیں سوائے تحالف کے کہ اسکو قاضی فسخ کرتا ہے کذا فی المجتبی عن الاشباہ واعلم انہا ذکرہا المصنف یعرفہ من مارس الکتاب اور اکثر خیارات کو مصنف نے جابجا ذکر کیا ہے جو شخص کتاب کی مشغولی رکھتا ہے وہ جانتا ہے صح شرطہ للمتبایعین معا او لاحدہما او لغیرہما او لبعد ہما او لبعض العقد لا قبلہ تاثار خانیہ شرط کرنا اختیار کا بائع اور مشتری کو ساتھی اور دونوں میں سے ایک عاقد کو اگرچہ وہی نہیم ہو اور شرط کرنا عاقدین کا اجنبی کے واسطے صحیح ہے اگر چہ شرط بعد عقد ہوئی ہو اور صحیح نہیں قبل عقد کے کذا فی التاتارخانیہ ہم شرط کرنا اختیار کا اصیل اور وکیل اور وکیل اور وہی اور اجنبی کے واسطے صحیح ہے خواہ شرط عین عقد کے وقت ہو یا بعد عقد کے اور اگر قبل عقد اسطرح شرط کرے کہ میں نے تجکو اختیار دیا اس بیع میں جبکو میں عقد کرونگا پھر خرید واقع ہوئی بلا شرط تو اختیار ثابت نہ ہوگا کذا فی البحر فی مبیع کلہا او بعضہ کثلثہ او ربعہ ولو فاسدا شرط خیار صحیح ہے سب مبیع میں یا بعض میں چنانچہ مبیع کی تہائی یا چوتھائی میں اگرچہ وہ عقد مبہن شرط ہوئی ہو فاسد ہو ولو اختلفا فی اشتراطہ فالقول لنافیہ علی المذہب اور اگر بائع اور مشتری میں اختلاف ہوا اختیار کے شرط ہونے میں تو اسکا قول معتبر ہے جو اختیار کی نفی کرتا ہے بنا بر مذہب صحیح کے اسواسطے کہ شرط اختیار خلاف اصل ہے کذا فی الجوہرۃ ثلثۃ ایام او اقل خیار شرط صحیح ہے تین دن یا اس سے کمتر میں ہم تین دن کا اختیار اسوقت صحیح ہے جبکہ مبیع سریع الفساد نہ ہو اسواسطے کہ سریع الفساد کا حکم خانیہ میں مذکور ہے کہ اگر وہ چیز خریدی کہ جو جلد سڑ جاتی ہے تین دن کے اختیار پر تو قیاس یہ ہے کہ مشتری پر کچھ چیز نہیں لیکن استحسان میں مشتری سے یوں کہا جائیگا کہ یا تو بیع کو فسخ کر یا مبیع کو لے اور تجھپر ثمن کا دینا واجب نہیں یہاں تک کہ تو مبیع کی اجازت دے یا مبیع تیرے پاس فاسد ہو جائے تا جنبیں کا ضرر دفع ہو کذا فی الطحطاوی وفسد عند الاطلاق وتأبید اور بیع فاسد ہے اطلاق یا تابید سے یعنی اگر بیع واقع ہوئی شرط خیار یا اقدر مدت یا شرط دوام اختیار تو بیع فاسد ہے جلبی نے کہا تو قیت مجہول کی تابید کے مانند ہے بحر الرائق میں ہے کہ اگر اطلاق خیار صلب عقد میں ہو تو بیع فاسد ہے اور اگر بیع بلا خیار ہوئی پھر بائع نے بعد مدت کے مشتری سے کہا اگر تجکو اختیار ہو تو یہ اختیار نادم مجلس ہیلمندس قول کے کہ تجکو تا مار بیع کا اختیار ہے کالقزویفسد فلکل صنعہ خلافا لہما صحیح نہیں تین دن سے زیادہ اور اگر تین دن سے زیادہ اختیار شرط کریگا تو بیع فاسد ہوگی تو عاقد کا اسکے فسخ کرنے کا اختیار ہے بخلاف صاحبین کے یعنی صاحبین کے نزدیک خیار شرط مدت معین صحیح ہے خواہ مدت زیادہ ہو بلکہ ہر عبد الرزاق نے انس سے روایت کی کہ ایک نے آنحضرت صلعم سے تین اور چار دن کا اختیار شرط کرلیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع کو باطل کردیا اور فرمایا الخیار ثلثۃ ایام یعنی اختیار تین ہی دن ہے کذا فی النہر الفائق ہندوستان کے سوداگر بیع بشرط خیار کو اپنی اصطلاح میں جاگر کہتے ہیں اور بعضے تین دن سے زیادہ جاگر لیتے ہیں سو شرعاً جائز نہیں غلیر ویجوز ان جاز من لہ الخیار فی الثلثۃ فینقلب صحیحا علی الظاہر تین دن سے زیادہ خیار شرط صحیح نہیں مگر یہ کہ بیع جائز ہو جاویگی

کتاب البیوع باب خیار الشرط

اگر صاحب اختیار تین دن کے اندر لازم بیع کی اجازت دیدیا تو فاسد منقلب بصحیح ہوجائیگی بنا بر ظاہر الروایۃ کے ہم سواسطے اسکے رفع ہوگیا قبل اپنی تقرر کے اگرچہ اجازت لیل رابع میں ہو باعدم طلوع فجر اور یہ قول حنفیہ عراق کا ہے اور حنفیہ خراسان نے کہا کہ عقد موقوف تھا کہ اجازت مدت مذکورہ سے نافذ ہوگیا اور اگر لیل رابع بلا اجازت شروع ہوگی تو وہ فاسد ہوگا خلاف کا ہے کہ بقول اول بمباشرت عقد حرام ہے اور بقول ثانی حرام نہیں کذا فی الطحطاوی وصحح شرطہ ایضاً فی الکافی لازم محصل الفسخ اور صحیح ہے شرط کرنا اختیار کا عقد لازم محتمل الفسخ میں بھی ہم لازم کی قید سے وصیت نکل گئی اسواسطے کہ وصی وصیت میں اپنی زندگی تک رجوع کرسکتا ہے اور وصی کو تو قبول اور عدم قبول میں اختیار ہے اور محتمل الفسخ کی قید سے مانع طلاق اور نکاح نکل گیا کمزارعۃ ومعاملۃ واجارۃ وقسمۃ وصلح عن مال ولو بغیر علیہ وکتابۃ وخلع ورھن وعتق علی مال کو شرط لزوجۃ وراھن وقن عقد لازم محتمل الفسخ چنانچہ عقد مزارعت اور معاملہ یعنی مساقاۃ اور اجارہ اور قسمت اور صلح دعوی مال سے اگرچہ صلح بغیر معین چیز ہو ہلی ہو اور کتابت اور خلع اور رہن اور عتق بشرط مال اگر اختیار شرط ہو ہو زوجہ کے واسطے خلع میں اور راہن کے واسطے رہن میں اور مملوک کے واسطے عتق میں ہم زوجہا اور راہن اور مملوک کی قید اسواسطے لگائی کہ اسکے جانب سے عقد لازم محتمل الفسخ ہو بخلاف زوج اور مولی کے کہ انکی جانب سے عقد لازم ہو لیکن محتمل فسخ نہیں ہو اسواسطے کہ رہن ہو اور بخلاف مرتہن کے اسواسطے کہ اسکی جانب سے عقد لازم نہیں مرتہن کو بوقت فسخ رہن کا اختیار ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر وھا کالھبۃ والوصایا وتسلیم شفعۃ بعد الطلبین ووقف عند الثانی اشباہ واقالۃ وابرائہ فی ستۃ عشر او باند عقود مذکورہ کے چنانچہ ضامنی اور حوالہ اور ابرا اور تسلیم شفعہ وطلب کے بعد یعنی طلب مواثبہ اور طلب اشہاد کے بعد اور چنانچہ وقف ابو یوسف کے نزدیک کذا فی الاشباہ اور چنانچہ اقالہ کذا فی البزازیہ تو یہ سولہ عقود میں بیع کو ملا کر نہیں شرط کرنا اختیار کا صحیح ہم مطلق ضمانت میں خواہ حاضر ضامنی ہو یا مال ضامنی کفیل اور مکفول کو شرط خیار صحیح ہے بزازیہ میں ہے کہ ضامنی میں دس دن یا زیادہ اختیار شرط کرنا صحیح ہے بخلاف بیع کے اور وقف بھی ضمانت کے مانند ہے کذا فی الطحطاوی کافی نکاح وطلاق وتملیک دین وصرف وسلم واقرار الا اقرارہ بعقد یقبلہ اشباہ ودکالۃ وصیۃ ونذر وفی تسعۃ صحیح نہیں شرط خیار نکاح اور طلاق اور نہیں اور نذر اور صرف اور سلم اور اقرار میں مگر اس عقد کا اقرار ہو جو شرط خیار کا قابل ہو پس اس اقرار میں شرط خیار صحیح ہے کذا فی الاشباہ اور وکالت اور وصیت میں شرط خیار صحیح نہیں کذا فی الظہیریہ تو عقد ہوئے دس عقد اقرار کیا کہ مجھ پر ہزار درہم ہیں اس شرط پر کہ مجھکو تین دن اختیار ہے تو اقرار لازم ہوگا اور شرط خیار باطل ہوگی اسواسطے کہ اقرار خبر ہے نہ انشا اور خبر قابل شرط اختیار کا نہیں ان اگر یوں اقرار کیا کہ مجھ پر ہزار درہم ہیں اس بیع کی ثمن کے جسکو میں نے بشرط خیار خرید کیا تو یہ صحیح ہے اور اختیار ثابت ہوگا اگر بائع اسکی تصدیق کرے اسواسطے کہ بیع اس عقود سے ہے جو قابل خیار ہیں کذا فی الطحطاوی عن شیخ الاشباہ لانی اشہد وقد کنت غیرت ما نظمہ فی النہر فقلت اشعار یاتی خیار الشرط فی الاجارۃ + و البیع والابراء والکفالۃ + والرھن العتق وترک الشفعۃ والصلح والخلع کذا القسمۃ + والوقف والمخابرۃ والاقرار والوکالۃ + لا الصرف والاقرار والوکالۃ + ولا النکاح والطلاق والسلم نذر ویمان فھذا بعضہ تمت نظم صاحب نہر کی ہے جو چھ شعر پر ہے ہم نے بدل ڈالا نہر الفائق کی نظم کو اور یوں کہا ہیں نے کہ شرط خیار آتی ہے اجارہ میں اور بیع اور ابرا اور ضمانت اور رہن اور عتق اور ترک شفعہ اور صلح میں اور اسی طرح خلع اور قسمت اور وقف اور مخابرہ اور اقرار میں نہ صرف اور اقرار اور وکالت میں اور نہ نکاح اور طلاق اور سلم اور نذر اور یمین میں اس نظم کو نعمیت جاننا چاہیے ہم شارح نے نہر الفائق کی نظم میں کچھ بھی تغیر نہیں کی سوائے اسکے کہ بجائے حوالہ قسمت لایا اور نہ کوئی عقود سپرد زیادہ کیا چنانچہ صاحب نہر کی نظم سے جو جائے یہ صرف قوم ہو ظاہر ہے جو قسم اولی سے مزارعہ اور معاملہ اور کتابت نظم میں داخل نہیں اور قسم ثانی سے وصیت فان اشتری شخص شیئا علی انہ ای المشتری ان لم ینقد ثمنہ الی ثلثۃ ایام فلا بیع صح استحسانا خلافا لزفر ولم ینقد فی الثلثۃ فسد فتقد عتقہ بعدھا لو فی یدہ فلیحفظ اگر ایک شخص نے کوئی چیز خرید کی اس شرط پر کہ وہ یعنی مشتری اگر اسکا ثمن تین دن تک تو بیع نہیں

صحیح ہے بطریق استحسان کے برخلاف قرف کے اور جو تین دن میں نہ دیگا تو بیع فاسد ہوگی آزاد کرنا مشتری کا بعد تین دن کے نافذ ہوگا اگر غلام مشتری کے پاس ہو سو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم اور اسی طرح اگر مشتری ثمن دے اس شرط پر کہ اگر بائع ثمن پھیر دے تین دن تک تو بیع نہیں یہ بھی صحیح ہے لیکن پہلی صورت میں مشتری کو اختیار ہے اور دوسری صورت میں بائع کو خانیہ میں ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ یہ بیع مذکورہ فاسد ہے منفسخ نہیں قنیہ اگر مبیع غلام ہو اور مشتری اسکو آزاد کرے تین دن کے بعد تو عتق نافذ ہے کذا فی النہر اور مشتری پر قیمت غلام لازم آویگی اور اگر غلام بائع کے ہاتھ میں ہوگا تو عتق مشتری نافذ نہ ہوگا کذا فی الطحطاوی عن الخانیۃ وان عتق ذلک الی اربعۃ ایام لا یصح خلافا للمحمدین اور اگر مشتری نے خریدکیا اسی طرح چار دن تک تو بیع صحیح نہیں بخلاف محمد کے ہم یعنی مشتری نے اسطرح خریدکیا کہ اگر چار دن تک ثمن نہ دے تو بیع نہیں تو امام اور ابو یوسف کے نزدیک یہ بیع صحیح نہیں اسواسطے کہ خیار النقد ملحق بخیار الشرط ہے اور خیار الشرط تین دن سے زیادہ صحیح نہیں فان نقد فی الثلثۃ جاز انفاقا لان خیار النقد ملحق بخیار الشرط فلو ترک التقدیم لکان کذلک پھر اگر مشتری نے چار دن کی مدت مقرر کرکے تین دن کے اندر ثمن ادا کیا تو بیع باتفاق شیخین اور محمد کے جائز ہو جائیگی اسواسطے کہ خیار النقد ملحق ہے خیار الشرط سے تو اگر مصنف تقدیم کو ترک کرتا تو بہتر ہوتا ہم یعنی مصنف نے اس قول یعنی فان مشتری ہیں کا تقدیم نہ لاتا تو خوب تھا اسواسطے کہ یہ خیار النقد داخل ہیں بلکہ ملحق بخیار الشرط ہے اور الحاق مقتضی مغایرت کا ہے اور تقدیم مقتضی اسکی ہوکہ اسکی کئی انواع سے چنانچہ صاحب کنز اور درر وغیرہ نے اسکو بالتقدیم مذکور کیا ہے وکذا یخرج مبیع عن ملک البائع موجبا لا فقط انفاقا فیہلک علی المشتری بقیمتہ ای بدلہ لیتم المبتلی اذا قبضہ باذن البائع یوم قبضہ کالمقبوض علی سوم الشراء فانہ بعد بیان الثمن مضمون بالقیمۃ بالغۃ ما بلغت لو ولو شرط المشتری عدم ضمانہ نوازیہ اور مال مبیع بائع کی ملک سے نکل نہیں جاتا فقط بائع کے اختیار سے بالاتفاق تو مبیع ہلاک ہوگی مشتری پر بقیمت یوم القبض سے یعنی بدل بیع سے تا ہلاکی کو بھی شامل ہے جس صورت میں کہ مشتری نے بائع کے اذن سے اسپر قبضہ کیا ہو چنانچہ دو چیز جو بقصد خریداری تعویض ہوتی ہو تو وہ ثمن کے بیان کرنے کے بعد مضمون بالقیمت ہے جتنی اسکی قیمت ہو پہونچے کذا فی النہر یعنی اگرچہ ثمن سے قیمت زیادہ ہو ضمان اسکا لازم آویگا اگرچہ مشتری نے اسکا عدم ضمان شرط کرلیا ہو کذا فی البزازیہ ہم درصورت خیار بائع خواہ مشتری نے مبیع کو ہلاک کیا ہو یا مبیع خود ہلاک ہوگئی ہو ہر صورت اسپر ضمان ہے اور تعویض علی سوم الشراء میں بیان ثمن کی قید اسواسطے مذکور کی کہ فقیہ ابو اللیث نے عیون میں ذکر کیا ہے کہ اگر مالک نے کہا کہ لیجا اس کپڑے کو اگر پسند کرنا تو خرید کرنا پھر وہ لیگیا اور وہ تلف ہوگیا تو اسپر ضمان نہیں اور اگر یوں کہا کہ اگر راضی ہونا تو دس درم کو خرید کرنا پھر وہ لیگیا اور تلف ہوا تو اسکی قیمت کا اسپر ضمان لازم آویگا اور اسی پر فتوی ہے انتہی اور یہ جو شارح نے فقط خیار بائع کی قید لگائی سو بلا وجہ ہے اسواسطے کہ اگر بائع اور مشتری دونوں کا خیار ہوگا یا متعاقدین نے اجنبی کو اختیار دیا ہوگا تو بھی یہی حکم ہے کذا فی الطحطاوی ودر الفائق میں ہے کہ مشتری پر قیمت اسواسطے لازم آئی کہ ہلاک ہونے سے بیع فسخ ہوگئی اور بیع نافذ نہیں ہو سکتی بدون محل کے تو یہ مقبوض علی سوم الشراء کے مانند ہوگیا اور جو چیز تعویض ہو خریداری کی بات چیت سے اسمیں ہلاک ہونے سے قیمت ہے قیمتی میں اور مثل ہے مثلی میں یہ اس صورت میں ہے کہ جب مدت خیار میں ہلاکی ہو اور اگر ہلاکی ہوئی مدت مذکورہ کے بعد تو ثمن کا ضمان ہے قیمت کا انتہی ولقولہ فی ید الوکیل ضمینہ من مالہ بلا رجوع الا بامرہ بالسوم اور اگر مقبوض علی سوم الشراء وکیل کے ہاتھ میں ہلاک ہوا تو وکیل اسکا ضامن دیگا اپنے مال سے بلا رجوع کے بموکل پر مگر جبکہ موکل نے وکیل کو اسکا امر کیا ہو کذا فی البحر ہم وکیل شراء نے ایک کپڑا لیا خریداری کی بات چیت پر اور موکل کو دکھایا اسنے پسند کیا اور پھیر دیا پھر وکیل کے پاس وہ ضائع ہوگیا تو اسکا ضمان قیمت وکیل پر ہے موکل سے نہیں لے سکتا مگر اس صورت میں لے سکتا ہے جبکہ موکل نے وکیل کو خریداری کی بات چیت پر قبضہ کرنے کا امر کیا ہو وامّا علی مجرد النظر فغیر مضمون مطلقا اور جس پر قبضہ ہوا نظر اور تامل کی بات چیت پر اسکا ضمان نہیں خواہ اسکا ثمن مذکور ہوا ہو یا نہ ہوا ہم سوم النظر یہ ہے کہ ایک شخص بائع سے کہے کہ یہ کپڑا مجھ دے تا میں اسمیں نظر اور تامل کروں یا غیر کو دکھاؤں پھر کپڑا ضائع ہوگیا تو امام کے

ثمنہ و بک اسپر کچھ پاوے نہیں یعنی اسواسطے کہ وہ امانت تھا اور اگر یوں کہیگا کہ یہ بیع اجکو دے اگر بین راضی ہوگا تو مسکو لونگا پھر اگر ضائع ہوگا تو ضمان لازم آویگا اسواسطے کہ یہ بیع نہیں اور دوسری صورت بین کہ یہ بیع ہی سوم الشرا ہوا سوم انظر باقی نہ رہا وجہ فرق یہ ہے کہ پہلی صورت مین اُسنے تامل اور غیر کے دکھانے کے واسطے دیا تھا اور یہ بیع ہین اور دوسری صورت مین بقصد فروخت کیا کہ وہ راضی ہوا اور خرید کرے اور یہ بیع ہی کذا فی النہر وَعَلَی سَوْمِ الرَّهْنِ بِالْاَقَلِّ مِنْ قِيْمَتِهٖ وَمِنَ الدَّيْنِ اور جو چیز متبوض ہوا بر اسواسطے کہ وہ راضی ہوا اور خرید کرے اور یہ بیع ہی کذا فی النہر وَعَلَی سَوْمِ الرَّهْنِ بِالْاَقَلِّ مِنْ قِيْمَتِهٖ وَمِنَ الدَّيْنِ اور جو چیز متبوض ہوا بر کہنے کی بات چیت پر تو جو کہ ہوگا قیمت اور دین مین اسکا ضمان لازم آویگا مع صورت مثالہ اسکی یہ ہے کہ ایک شخص پہ دین تھا سو اسنے گرو رکھنے کے واسطے ایک چیز نجاری صاحب دین نے اسپر قبضہ کیا رہن کی بات چیت پر پھر وہ چیز مرتہن کے پاس ہلاک ہوگئی تو مرتہن پر اقل کا ضمان لازم آویگا یعنی اگر اُس چیز کی قیمت دین سے اقل ہو تو اُسکا ضمان لازم ہے اور اگر دین کم سے ہی قیمت سے تو اُسکا ضمان لازم ہے تو مرتہن کی غفلت و عدم تحقیق رہن کی ہوئی کذا فی الخلاصۃ وَعَلَی سَوْمِ الْقَرْضِ بِقَرْضٍ سَاوَمَهٗ بِهٖ اور جو چیز قرض لینے کی بات چیت پر متبوض ہوئی تو اسکا ضمان قرض مذکور کے برابر ہوگا صورت اسکی یہ ہے کہ زید نے خالد سے دس روپے قرض مانگے خالد نے اُسکو شلا ایک تلوار دی کہ اسکو دس پر رہن رکھ لے پھر تلوار زید کے پاس ضائع ہوگئی تو زید پر دس روپے کا تاوان دینا لازم ہوگا اور اسمین اور رہن کے مسئلے مین دو وجہ سے فرق ہے ایک یہ کہ رہن ثابت ہوتا ہے رہن کے دعوے پر بلا بینۃ قرض کے دعوے پر ثابت نہین ہوتا دوسرے یہ کہ رہن متعوض بالاقل ہوا اور یہان ضمان بقدر قرض مساوم علیہ ہے کذا فی الخلاصۃ وَعَلَی سَوْمِ النِّكَاحِ لَا بِقِيْمَتِهَا نَصًّا اور اگر قبضہ ہوا لونڈی کے نکاح کی بات چیت پر تو ضمان بقدر اسکی قیمت کے ہے کذا فی النہر یعنی اگر قبضہ کیا غیر کی لونڈی پر بلا اسکے مالک کے اذن سے نکاح کرے اور وہ ہلاک ہوگئی اُسکے پاس تو اسکی قیمت کا ضمان اُسپر لازم ہے وَيَخْرُجُ عَنْ مِلْكِهٖ اَيْ لَا اِثْمَ مَعَ خِيَارِ الْمُشْتَرِيْ فَقَطْ فَيَمْلِكُ فِيْ يَدِ بَائِعِهٖ اور مبیع خارج ہوجاتی ہے بائع کی ملک سے فقط مشتری کے اختیار کے ساتھ تو ہلاک ہوگی مبیع مشتری کے ہاتھ مین بموجب ثمن کے مم اسواسطے کہ ہلاکی مقدمہ عیب سے خالی نہین اور وجود عیب مانع رد ہی تو ہلاکی ز صورت لزوم عقد ہوئی اور لزوم عقد ثمن کا موجب ہے نہ قیمت کا اور ثمن قیمت مین یہ فرق ہے کہ ثمن وہ ہے جسپر متعاقدین راضی ہوجاوین خواہ قیمت سے زیادہ ہو یا کم اور قیمت وہ ہے جس سے شی کی تقویم ہو یعنی مقدار مالیت بمنزلہ مبیع کے بغیر زیادتی اور نقصان کذا فی الخلاصۃ وَكَتَعَيُّبِهَا بِعَيْبٍ لَا يَرْتَفِعُ كَقَطْعِ يَدٍ اور مبیع کے مدت خیار مین ایسے عیب سے جو دور نہین ہوسکتا جیسا کہ کاٹنا ہم یہ تشبیہ ہے معیوب ہونے کی ہلاکی کے ساتھ دونون صورتون مین یعنی دو صورت خیار بائع یا دو صورت خیار مشتری اسواسطے کہ عیب مذکور بلا ہلاکی ہی صورت مین موجب قیمت کا ہے اور دوسری صورت مین موجب ثمن کا کذا فی المنح فَيَلْزَمُهٗ قِيْمَتُهٗ فِي الْمُسْلَمَةِ الْاُوْلٰى وَلِلْبَائِعِ فَسْخُ الْبَيْعِ وَاَخْذُ نُقْصَانِ الْقِيْمَةِ اَوِ الْمِثْلِ لِشُبْهَةِ الرِّبَوِيَّةِ الرِبوا حدی تو مشتری کو عیب دار ہوجانے سے قیمت لازم آویگی یعنی صورت مین یعنی دو صورت خیار بائع اور بائع کو جائز ہے بیع کا فسخ کرنا اور نقصان قیمی کا لینا نہ مثلی کا سو دے کے شبہے کے سبب سے کذا فی الحدادی یعنی اگر بائع نے مثلی چیز کو بیچا اور مشتری کو اختیار دیا سو مشتری کے پاس کچھ عیب اُسمین لاحق ہوا باوجود باقی رہنے اُسکی ذات کے تو بائع نقصان مثلی کا مشتری سے نہ لے بسبب احتمال سود کے وَثَمَنُهٗ فِي الثَّانِيَةِ اور دوسری صورت یعنی دو صورت خیار مشتری عیب دار ہوجانے سے مشتری پر ثمن لازم ہوگا وَلَوْ تَلِفَ لِعَرَضٍ فَبَانَ زَوَالُ فِي الْمُدَّةِ فَهُوَ عَلٰى خِيَارِهٖ وَلَا لِزَمَهُ الْعَقْدُ بِتَلَفٍ الخ ابن کمال اور اگر مبیع کا ایسا عیب ہو جو زائل ہوسکتا ہو جیسا بیماری تو اگر عیب مذکور مدت خیار مین زائل ہوگیا تو مشتری کو اختیار نہ ثابت ہوا چاہے لے جاوے پھیر دے اور اگر مدت خیار مین زائل نہ ہوا تو اسکو عقد لازم ہوگیا بسبب متعذر رہونے پھیرنے کے قد اذکرہ وابن کمال وَلَا يَمْلِكُهُ الْمُشْتَرِيْ خِلَافًا لَهُمَا لِاَنَّ بَيْعًا سَائِبًا هِيَ الَّتِيْ لَا مَالِكَ فِيْهَا لَا يَدْ وَلَا تَعَلُّقَ مِلْكٍ وَالثَّانِيْ مَوْجُوْدٌ هُنَا وَيَلْزَمُ اجْتِمَاعُ الْبَدَلَيْنِ وَالْعَوْدُ عَلٰى مَوْضُوْعِهٖ بِالنَّقْضِ اور مشتری مبیع کا مالک نہین ہوتا مگر اور صورت خیار مشتری مبیع کا مالک مشتری نہین ہوتا امام کے نزدیک بخلاف صاحبین کے کہ اُنکے نزدیک مشتری اسکا مالک ہوجاتا ہے تا مبیع سائبہ یعنی غیر مملوک نہ ٹھہر جاوے اسواسطے کہ عیب بائع کی ملک سے خیار مشتری کے سبب خروج ثابت ہوا تو اگر مشتری بھی

اسکا مالک نہ ہو تو بیع پر سایہ نہ ہوا صاحبین آوے ہم جواب دیتے ہین امام کی طرف سے کہ سایہ وہ ہے جسمین کسی کی ملک نہ ہو ورنہ خلاف ملک کا اور تعلق ملک کا یہان موجود ہے اور اگر ملک مشتری ثابت ہو تو اجماع بدلین لازم آوے اور عود کرنا اپنے موضوع پر لازم ہو بواسطہ منقوض ہونے فائدہ خیار کے واسطے دار کی خریداری سے ہم درصورت خیار مشتری اگرچہ بیع مین متعاقدین کی ملک ثابت نہین لیکن علاقہ ملک متعاقدین موجود ہے اوسواسطے کہ درصورت عدم خرید کے بائع کی ملک حقیقۃً عود کریگی اور اگر مشتری نے اپنا اختیار ساقط کر کے لیا تو مشتری کی ملک ثابت ہوگی اور اگر مشتری کو مالک مبیع قرار دیجئے جیسا صاحبین کا مذہب ہے تو اسمین دو خلل لازم آتے ہین ایک اجتماع بدلین مشتری کی ملک مین یعنی مبیع اور ثمن بواسطے کہ ثمن ہنوز مشتری کی ملک سے خارج نہین ہوا اور شرع مین اسکی کہین اصل نہین کہ بدلین ایک شخص کی ملک مین مجتمع ہون اوسواسطے کہ معاوضہ برابری کا مقتضی ہے اور دوسرا خلل یہ ہے کہ اختیار اسواسطے مشروع ہوا ہے تا عاقد غور و تامل کر کے اپنی مصلحت کے موافق عمل کرے تو اگر ملک مشتری مبیع مین ثابت ہو جاوے اور مبیع فی الحال آ ہو مشتری کا فوراً آزاد ہو جاوے بلا اختیار مشتری کے تو نظر اور تامل جسکے واسطے خیار شروع ہوا بالکل فوت ہوا و یہی مطلب ہے شارح کے اس قول کا یعود علی موضوعہ بالنقض کذا فی الطحطاوی عن البحر کا یخرج شیٔ منہما ای من جنسہ وشمل ما لک بائع او مشتر عن مالکہ اتفاقاً اذا کان الخیار لہما او لاحدہما فسخ فی المدۃ انفسخ البیع وایتہما اجاز بطل خیارہ فقط او کوئی دونون بیع کی یعنی مبیع بائع کی ملک سے نکل جائیگی اور مشتری کی ملک مین آجائیگی اور مشتری دونون کے واسطے اختیار شرط ہوا اور انمین سے جو فسخ کر یگا تین دن کی مدت مین تو بیع فسخ ہو جاویگی اور جو دونون مین سے بیع کو جائز رکھے گا تو فقط اسی کا اختیار باطل ہو گا نہ دوسرے کا اور بائع کا تصرف کرنا مبیع مین اور مشتری کا ثمن مین بجائے فسخ تحول ہوا اور اگر دونون سے فسخ ثابت ہوا تو اجازت اور مدت خیار گذر گئی تو بیع لازم ہو جاویگی اور اگر ایک سے فسخ ثابت ہوا اور دوسرے سے اجازت تو بیع باطل ہے بہرصورت اور اجازت کسی حال مین معتبر نہین کذا فی المنح وھذا الخلاف یظہر ثمرتہ فی عشر مسائل جمعہا العینی فی قولہ اسحق عزک فخمہ اور امام و صاحبین کے اس خلاف کا فائدہ ظاہر ہوتا ہے بیس مسئلون مین جنکو علامہ عینی نے اپنے اس قول اسحق عزک فخم مین جمع کیا ہے بطور رمز کے چنانچہ شارح تشریح ان رموز کی حرف بحرف کرتا ہے الف من ہبۃ لو شراہا فباع رجعۃ بغی النکاح الف اشارہ ہے ہبہ سے یعنی اگر لونڈی کو خریدا بشرط خیار حالانکہ وہ منکوحہ ہے مشتری کی تو نکاح باقی ہے یعنی بواسطے کہ بدت خیار مین بعجہ زوج کی ملک مین داخل نہین امام کے نزدیک اور جب خیار ساقط ہو گا تو نکاح باطل ہو گا اور صاحبین کے نزدیک نکاح فسخ ہو گیا کیونکہ زوجہ زوج کی ملکیت مین داخل ہوئی پھر اگر مشتری بیع کو فسخ کر یگا تو لونڈی اپنے مولی کے پاس بلا نکاح جائیگی صاحبین کے نزدیک اور امام کے نزدیک منکوحہ جائیگی والسین من کاستبرأ تخیصہا فی المدۃ کا یعتبر استبرأہ اور سین اشارہ ہے استبرأ سے تو لونڈی کا حیض مدت خیار مین استبرأ معتبر نہ ہو گا یعنی لونڈی کو بشرط خیار خریدا اور اسکو حیض آیا خیار کی مدت مین تو حیض استبرأ مین نہ شمار ہو گا امام کے نزدیک بواسطے کہ استبرأ نہین ہوتا مگر بعد ملک کے بخلاف صاحبین کے کذا فی شرح الوقایہ اور اگر بحکم خیار لونڈی بائع کو بھیر دیجاوے تو امام کے نزدیک استبرأ واجب نہین اور صاحبین کے نزدیک واجب ہے بعد قبض کرنے مشتری کے کذا فی البحر حتی المحرم فلو یتوجہ مع اشارہ ہے محرم سے تو مشتری کا محرم آزاد نہ ہو گا یعنی اگر مشتری نے قرابت دار محرم کو بشرط خیار خریدا تو امام خیار مین آزاد نہ ہو گا امام کے نزدیک بسبب عدم ملک کے بخلاف صاحبین کے قالا ینفسخ لعدم وجود الملک لعدم حقہ المستفاد لہ وھو الاذی اتفصا بہ ق اشارہ ہے قرابت بالک سے یعنی اگر اپنی مملوک

کتب خانہ مجتبائی دہلی

نہر الفائق میں ہدایہ سے منقول ہے کہ وطی زوجہ کی قید اسواسطے لگائی گئی کہ غیر منکوحہ لونڈی سے وطی ہوگی تو بیچ دینا جائز نہ ہوگا اگر بیچ دینا تعین کچھ نقصان عائض ہوا ہو ع من الودیعۃ عندما تعلمہ فیہ لک علی البائع لارتفاع القبض بالرد لعدم اللزوم اشارہ ہے ولایت سے یعنی جب مشتری نے بشرط خیار مبیع پر قبضہ کیا بائع کے اذن سے پھر اسکو امانت رکھا بائع کے پاس پھر وہ ہلاک ہوئی تو بائع کا مال ہلاک ہوا بسبب باطل ہونے قبض مشتری کے پھیرنے سے بواسطہ عدم ملک کے یعنی چونکہ مشتری بسبب خیار کے مالک مبیع کا نہیں تو اسکا امانت رکھنا صحیح نہ ہوا بلکہ مشتری کا دینا بائع کو دفع قبض ہوا تو ہلاکی قبض کی ثابت ہوئی لہذا بائع کا نقصان ہوا نہ مشتری کا اور صاحبین کے نزدیک چونکہ مشتری مالک ہے تو اسکی ودیعت صحیح ہوا اسکا قبضہ مرتفع نہ ہوا گویا مشتری کے ہاتھ میں ہلاکی ہوئی لہذا بائع کا نقصان کمافی شرح الوقایہ ز من الزوجۃ المشتراۃ لو ولدت فی المدۃ فی ید البائع لم تصر ام ولد و کونی ید المشتری کزیادۃ العقد لان الولادۃ عیب حر دابن کمال ز اشارہ ہے زوجہ سے یعنی اگر اپنی منکوحہ لونڈی جنی یعنی مشتری کو شرط خیار خرید کیا اور وہ مدت خیار میں لڑکا جنی بائع کے پاس تو وہ مشتری کی ام ولد نہ ہوگی بخلاف صاحبین کے اور اگر مشتری کے قبض میں جنی تو عقد بیع لازم ہوگیا اسواسطے کہ ولادت عیب ہے کذا فی الدر وابن کمال ہم اسی طرح شرح وقایہ میں بھی ہے کہ اگر مشتری کے پاس جنی تو اسکی ام ولد ہو جاویگی بالاتفاق اسواسطے کہ ولادت سے اسمیں عیب لگ گیا تو اب مشتری اسکو پھیر نہیں سکتا سو وہ اسکی مملوک ہوگئی وفی البحر عن الخانیۃ اذا ولدت بطل خیارہ وان کان الولد میتا ولم تنقصہا الولادۃ لا یبطل خیارہ واخرہ المصنف ز بحر الرائق میں خانیہ سے ہے کہ جب لونڈی جنی یعنی مشتری کے پاس تو اسکا اختیار باطل ہوگیا اور اگر لڑکا مردہ ہوا اور ولادت سے لونڈی میں نقصان نہ ہوا ہو تو مشتری کا اختیار باطل نہ ہوگا بسبب عدم تعیب کے اور اس قول کو مصنف نے اپنی شرح میں ثابت رکھا ہے کذا فی الطحطاوی لک وحق الکسب للعبد فی المدۃ ھو للبائع بعد الفسخ ک اشارہ ہے کسب سے یعنی اگر غلام مول لیا بشرط خیار اور اسنے کچھ مال کمایا مدت خیار میں تو مال بائع کا ہوا بعد فسخ بیع کے امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک مشتری کا مال ہوا اور درصورت عدم فسخ زمانہ بیع کا بائع ہوگا کذا فی الطحطاوی فان فسخ البیع الامۃ فلا استبراء علی البائع ف اشارہ ہے فسخ سے یعنی اگر لونڈی خریدی بشرط خیار پھر بیع فسخ کر کے پھیر دی تو بائع پر استبرا واجب نہیں اسواسطے کہ استبرا جب ہوتا ہے اسوقت جب انتقال ہو ایک ملک سے دوسرے ملک کی طرف سو یہ قائل یہاں امام کے نزدیک پایا نہیں گیا کیونکہ مشتری اسکا مالک نہیں ہوا بخلاف صاحبین کے خرمن الخمر فلو شراہ ذمی من مثلہ بالخیار فاسلم احدھما فھو للبائع عینی وتبعہ المصنف لکن عباۃ ابن الکمال اسلم المشتری ح اشارہ ہے خمر سے اگر شراب کو خرید کیا ذمی نے اپنے مانند دوسرے ذمی سے بشرط خیار کے پھر کوئی ایک عاقدہ مسلمان ہوگیا تو وہ شراب بائع کی ہے کذا فی شرح العینی اور مصنف اپنی شرح میں اسکا تابع ہوا لیکن ابن کمال کی یہ عبارت ہے کہ مشتری مسلمان ہوگیا ہم شرح وقایہ میں بھی اسلام مشتری مذکور ہے جلبی نے کہا کہ مشتری بالیقین مراد ہے تو عینی اور مصنف کی عبارت میں لفظ احد کا معین پر محمول ہے یعنی مشتری پر انتہی بائع اسواسطے شراب مذکور کا مالک ہے کہ اگر بیع باطل نہ کیا دے باقی رہے تو اسقاط خیار کے نزدیک مشتری اسکا مالک ٹھہرے تو شراب کا مالک ہوتا مسلمان کے واسطے لازم آوے اور صاحبین کے نزدیک خریدا قدیم اور خیار باطل ہوا اسلیے کہ اگر دینا باقی رہے تو وہ پھیرنے کا مالک ہے اور پھیرنا تملیک ہے اور مسلم تملیک خمر کا مالک نہیں کذا فی شرح الوقایہ م من العاقدین لو ابراہ البائع عن الثمن صحا سقطا وبقی خیارہ لانہ بنی عدم التملک کل ذلک عند ابی حنیفہ رح رمز ہے ماذونوں سے یعنی عبد ماذون نے کوئی چیز خرید کی بشرط خیار پھر بائع نے اسکو ثمن معاف کر دیا یعنی مدت خیار میں تو صحیح ہوا بنا بر استحسان کے اور خیار عبد کا باقی ہے اسواسطے کہ عبد ماذون نہ مالک ہونیکا اختیار رکھتا ہے یہ سب مسائل مذکورہ امام کے مذہب پر ہیں بخلاف صاحبین کے ہم صاحبین کے نزدیک وہ صورت مذکورہ عبد ماذون کا اختیار باقی نہیں رہتا اسواسطے کہ اگر باقی رہے تو اسکو رد کرنے کی ولایت ثابت رہے تو اسکا رد کرنا تملیک بلا عوض ہوگا اور ماذون کو تملیک بلا عوض کی ولایت نہیں اور امام اعظم رح کے نزدیک جبکہ عبد ماذون ثمن کا مالک نہ ہوا تو اسکا رد کرنا امتناع ہوا تملک سے اور ماذون کو

عدم تملک کی ولایت ثابت ہو اسواسطے کہ جب اسکو کوئی چیز نہ بھاوے تو اسکو قبول نہ کرنے کا اختیار ہو کذا فی شرح الوقایہ قلت وزید علی ذلک مسائل منہا فی التعلیق کان ملکتہ فھو حر فشراہ بخیار لم یتعین کما مر اور مسائل عشرہ مذکورہ پر چند مسائل اور زیادہ کئے گئے ہین ازانجملہ تعلیق ہی جسکا اشارت ہو چنانچہ ایک شخص نے کہا اگر مین غلام کا مالک ہون تو وہ آزاد ہی پھر اسنے غلام کو بشرط خیار کے خرید کیا تو امام کے نزدیک وہ آزاد نہ ہوگا بسبب عدم ملک کے بخلاف صاحبین کے ت واستدامۃ الساکنی باجارۃ او اعارۃ لیس باختیار یہ اشارہ ہی استدامت سے یعنی دوام سکنی بسبب اجارہ یا اعارہ کے اختیار نہین ہم صورت اسکی یہ ہی کہ ایک گھر خرید کیا بشرط خیار اور حالانکہ مشتری اسکا ساکن ہی بواسطہ اجارہ یا عاریت لینے کے پھر اسکو مدت مدام ہوئی خواہ زیادہ سے کہا امام کے نزدیک استدامت سکنی ملک مین کا اختیار نہین اور صاحبین کے نزدیک اختیار ہو جامع الفصولین مین ہی کہ درصورت ابتدا سکنی خیار باطل ہوگا خاص وصید شراہ بخیار فاحرم ابطل البیع اشارہ ہی صید سے یعنی شکار نہ یکجا بشرط خیار پھر احرام باندھا یعنی درصورت قبض صید تو بیع باطل ہوگئی یعنی بیع بائع کو پھیر دیجاوے امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک بیع لازم ہوا اور اگر بائع کا اختیار ہو تو الفسخ بیع منتقض ہوگا کذا فی الطحطاوی عن البحر ح والزوائد الحادثۃ فی المدۃ بعنی الفسخ للبائع واشارہ ہی زوائد کا یعنی جو چیزین زوائد پیدا ہوئین مدت خیار کے اندر سو بعد فسخ بیع کے بائع کی ہین امام کے نزدیک یعنی اسواسطے کہ انکا حدوث مشتری ہی کی ملک مین ہوا اور صاحبین کے نزدیک انکا مالک مشتری ہی جلبی نے کہا زوائد تمام ہین زوائد منفصلہ اور منفصلہ سے تو اس مسئلے کے علیحدہ ذکر کرنے کی کچھ حاجت نہ تھی اسواسطے کہ یہ آٹھوین مسئلے مین داخل ہی یعنی کسب مین جیسی رمز کاف ہو ر والعصیر فی بیع مسلمین لو تخمر فی المدۃ فسد خلافا لھما فینبغی ان یرمز لھا لفظ تفسد وقیل الرمز الی الرمز ولم ار لاحد فلیحفظ اشارہ ہی عصیر سے یعنی اگر دو مسلمانون نے شیرہ انگور کا بشرط خیار بیچا اور وہ شیرہ شراب ہوگیا مدت بیع کے اندر تو بیع فاسد ہوگی بخلاف صاحبین کے تو مناسب یہ ہی کہ ان مسائل خمسہ کو لفظ تفسد رمز مقرر کیجیے اور یہ کہ اس رمز کو رمز اول سے ملایئے اور مین نے یہ نہین دیکھا کہ کسی نے ان مسائل کو یا ان لفظ رمز کیا ہو اسکو یاد رکھنا چاہیے ص رمز اول دوم ثانی ملکر یہ ترکیب ہوئی استحق عروض فحکم تقاسخ یعنی اپنی عوت کو گرو دال حق تعالی کی تعظیم کر امثال او امر اور اجتناب نواہی سے اولیاء کی تعظیم کر بقدر رتبے کے حق تعالی اولیاء کی نزدیک تو صدر نشین ہوا جا نہ حق لہ الخیار ولو اجنبیا صح ولو مع جہل صاحبہ اجماعا الا ان یکون الخیار لھما او فسخ احدھما فلیس لاخر لاجازۃ لان المفسوخ لا تلحقہ الاجازۃ بخلاف الاول یعنی جسکے واسطے اختیار دیا گیا تھا اگرچہ صاحب اختیار اجنبی ہو بیع کو فسخ کردی تو صحیح ہوا وجود اذا منی اپنے ساتھی کے بالاتفاق مگر یہ کہ بائع اور مشتری دونون کو اختیار ہو اور ایک نے بیع فسخ کردی ہو اور دوسرے کو اجازت کا اختیار نہین اسواسطے کہ فسخ والی چیز کو اجازت لاحق نہین ہوتی ہم صاحب اختیار کی اجازت باوجود عدم اطلاع شخص ثانی اسواسطے صحیح ہی کہ اجازت عبارت ہو اپنے حق کے اسقاط سے تو دوسرے کا علم ضرور نہین مانند طلاق اور عتاق کے فان فسخ بالقول لا یصح الا اذا علم الاخر فی المدۃ فلو لم یعلم لزم العقد پھر اگر صاحب اختیار نے بیع کو فسخ کیا قول سے تو صحیح نہین جبتک دوسرا عاقد مدت کے اندر واقف نہ ہو سو اگر وہ فسخ سے ناواقف رہیگا تو بیع لازم ہوگی ہم اگر مدت مین بیع فسخ کی اور اسکے ساتھی کو علم نہ ہوا تو بیع موقوف ہی طرفین کے نزدیک سو اگر بائع نے بیع جائز رکھی بعد فسخ کرنے مشتری کے قبل علم مشتری کے تو بیع جائز ہی اور فسخ باطل ہی والحیلۃ ان یستوثق بکفیل مخافۃ الغیبۃ او یرفع الامر الحاکم لو یمکنہ ص مُوَدَّعٌ عَلَيْهِ عینی اور تدبیر فسخ کی یہ ہی کہ مضبوطی کرے صاحب اختیار اپنے ساتھی سے حاضر ضامن لیکر اسکے غائب ہوجانے کے خوف سے یا حاکم سے نالش کرے تا حاکم اس شخص کو قائم کرے جسپر رد بیع کیجاوے کذا ذکرہ العینی ہم جب معلوم ہوا کہ مدت واقف ہونے عاقد ثانی کے بیع فسخ نہین ہوتی اور صاحب اختیار کو ڈر ہے کہ مبادا وہ غائب ہوجائے تو مجکو فسخ کا اختیار نہ رہیگا تو اسکی یہ تدبیر ہی کہ اس سے حاضر ضامن لے یا حاکم سے نالش کرے تا وہ کسی شخص کو اسکی طرف سے خاصم قرار دے

پھر صاحب اختیار بیع باثمن اسکو پھیر دے بر وجہ ایک قول کے اور دوسرا قول یہ ہے کہ عالم کو فسخ حکم کا قاضی کیلئے جائز نہیں کذا فی المضمرات قیدنا بالقول لصحتہ بالفعل بلا علمہ اتفاقا کما افادہ بقولہ شارح کنتا ہم نے عدم صحت بغیر قولی کی لگائی بوسلے صحیح ہونے فسخ کے فعل سے بلا علم شخص ثانی کے بالاتفاق چنانچہ اسکو مصنف نے اپنے آئندہ قول میں مصرح کیا ہے ہم فسخ بالفعل کی مثال یہ ہے کہ بائع نے اپنے واسطے اختیار شرط کیا پھر مبیع میں تصرف مالکانہ شروع کیے مثلاً بیع اگر غلام ہے اسکو آزاد کر دیا یا اسکو بیچ ڈالا یا لونڈی سے وطی کی یا بوسہ لیا تو یہ فسخ فعلی ہے اور اگر اختیار مشتری کے واسطے مشروط ہوا اور یہ افعال کریگا تو بیع تمام ہو گی اور اگر ثمن عین ہو یعنی بجملہ نقود نہ ہو اور مشتری اسمیں تصرف مالکانہ کرے تو عقد فسخ ہو گا در صورت خیار مشتری کذا فی الظہیریہ وے عن المنح وغیرہ وتمّ العقد بموتہ اور بیع تمام ہو جاتی ہے اسکی موت سے ہم یعنی بسبب واسطے اختیار شرط دتھا وہ مر گیا تو بیع پوری ہو گی خواہ بائع ہو یا مشتری سو اگر بائع صاحب اختیار رہ گیا تو ثمن اسکے وارثوں کی ملک میں داخل ہوا اور اگر مشتری تھا تو مبیع اسکے وارثوں کی ملک میں داخل ہوئی اور بائع نے اگر ثمن نہ پایا ہو گا تو اسکے متروکہ سے لیگا اور اگر وہ حاضر مر گیا جسکے واسطے اختیار مشروط نہ تھا تو دوسرے عاقد کو بالاجماع اختیار ثابت ہو کذا فی الظہیریہ اور جنون اور بیہوشی موت کے مانند ہے کذا فی النہر لا یخلفہ الوارث کخیار رؤیۃ وتدبیر وفقدان الاہلیۃ فانہا لا تورث اور خیار شرط میں وارث خلیفہ نہیں ہوتا مورث کا جیسے خیار رویت اور خیار تعیین اور خیار نقدین خلیفہ نہیں ہوتا اسواسطے کہ صفات مورث میں وراثت جاری نہیں ہوتی ہم یعنی بیع منفسخ نہیں ہوتی وارث کے فسخ کرنے سے جیسے مورث کے فسخ کرنے سے فسخ ہو سکتی ہے اسکی حیات میں اسواسطے کہ اختیار عبارت ہے ارادے اور مشیت سے سو ارادہ مورث کا اسکی موت سے منقطع ہو گیا جیسے اور تصرفات اسکے منقطع ہو گئے مانند علم اور قدرت کے خلاصہ یہ کہ ارث اسمیں جاری ہے جو انتقال پذیر ہو مانند اعیان کے نہ اسمیں جسمیں انتقال متصور نہیں مانند اوصاف کے منح النفاریین کہ خیار تعریہ ہے کہ بیع بعین غائب واقع ہوئی ہو خواہ قریب مالکنے جانا ہو یا مشتری نے انتہی الحطاوی نے کہا کہ عدم ارث خیار التعریہ کی ظاہر اجاری کی اور خیار النقد بحث ہے صاحب نہر الفائق کی تو شارح کو مناسب تھا کہ انکو بطور نصوص مذہب ذکر نہ کرتے وأما خیار العیب والتعیین وفوات الوصف المرغوب فیہ فیخلفہ الوارث فیہا کالمورث خیار العیب اور خیار التعیین اور وصف مرغوب فیہ کے فوت ہونے کے اختیار میں وارث اپنے مورث کا خلیفہ ہوتا ہے امور مذکورہ میں یعنی کہ مورث کی خیار کا وارث ہوتا ہے کذا فی الدرر اسکو یاد رکھنا چاہئے ہم یہ جواب ہے سوال مقدر کا یعنی اگر اوصاف میں وراثت نہیں ہے تو خیار العیب وغیرہ وارث کو کیوں ثابت ہوتا ہے خلاصہ جواب یہ ہے کہ وارث کو یہ امور بطور خلافت ثابت ہیں نہ بطریق وراثت یعنی مثلاً خیار العیب وارث کو ابتداءً ثابت ہی ہوا اسواسطے کہ مورث اس مبیع کا مستحق ہے جو عیب سے سالم ہے اسی طرح اسکا وارث بھی اسواسطے کہ وہ اسکا قائم مقام ہے تو عند التحقیق مورث عین مبیع ہی بصفت سلامت عیوب اور اسی طرح خیار التعیین وغیرہ علامہ نوح نے کہا یہی تقریر ظاہر ہے صاحب ہدایہ اور صاحب کافی وغیرہما کے کلام سے لیکن صاحب وقایہ اور صاحب نقایہ نے تصریح کی ہے کہ خیار العیب اور خیار التعیین میں وراثت جاری ہے تو ظاہر ہمارے شائخ کے اسمیں دو قول ہیں وصفتی المدۃ وان لم یعلم لعرض او اغماء او اعتاق ولو لبعضہ وتوابعہ وکذا کل تصرف لا یقدر ولا یحل الا فی الملک کاجارۃ ولو بلا تسلیم والاعلام ونظر الی فرجہ داخل بشہوۃ علی القول بمنکر الشہوۃ فتم اور بیع پوری ہو جاتی ہے موت خیار کے گذر جانے سے اگرچہ صاحب خیار کو معلوم نہ ہو بسبب بیماری یا بیہوشی کے اور بیع تمام ہو جاتی ہے آزاد کرنے سے اگرچہ بعض مملوک کا اعتاق ہو اور توابع اعتاق سے بیع تمام ہوتی ہے چنانچہ تدبیر اور کتابت سے اور اسی طرح ہر ایک اس تصرف سے جو نافذ نہیں ہوتا یا حلال نہیں ہوتا بدون مالک ہونے کے چنانچہ مبیع کو اجارہ دینا اگرچہ اجارہ بدا تسلیم کے ہو قول اصح میں اور چنانچہ شرمگاہ درونی کو شہوت سے دیکھنا اور در صورت اختلاف متعاقدین منکر شہوت کا قول معتبر ہے کذا فی الخانیہ ہر اجارہ اور نظر میں لف نشر مرتب ہے یعنی اجارہ ایسا تصرف ہے جو بدون ملک ناقد نہیں ہوتا اور داخلی شرمگاہ کا دیکھنا وہ تصرف ہے جو بدون

ملک کے حلال نہیں مشتری کا کرایہ مانگنا ساکن دار سے اور غلام کی حجامت کروانا اسکو و دیانۃ کہ اسکا مبیع کو بیچ کے واسطے پیش کرنا سکان کی مرمت کرنا شکست رنگ کرنا یہ سب تصرفات بطل ہیں اور تمام بیع کے سبب ہیں کذا فی الطحطاوی ومفادہ انہ لو شراھا بالخیار علی انہا بکر فوطیھا لیعلم اھی بکر ام لا کان اجارۃ ولو وجدھا ثیبا ولم یلیث فلہ الرد بھذا العیب نھر وسیجئ فی بابہ اور قاعدہ مذکورہ کا مقتضا یہ ہے کہ اگر لونڈی کو بشرط خیار خریدا کیا اس شرط پر کہ وہ باکرہ ہے پھر اس سے قربت کی تا معلوم ہو کہ باکرہ ہے یا نہیں تو یہ اجارت ہے بیع کی اور اگر اسکو باکرہ نہ پایا اور فوراً قربت سے باز رہا یا توقف نو اسکو پھیر دینے کا اختیار ہے اس عیب کے سبب سے اگرچہ خیار شرط قربت سے ساقط ہو گیا کذا فی النہر اور عنقریب یہ مسئلہ خیار العیب کے باب میں آویگا اور اگر بعد علم عدم بکارت قربت سے باز نہ رہیگا تو رضامندی ثابت ہوگی پھر فسخ بیع نکر سکیگا ہم جب یہ قاعدہ ٹھہرا کہ ایسے تصرف کرنے سے جو نافذ یا حلال نہیں بدون ملک کے بیع لازم ہو جاتی ہے اور اختیار باطل ہوتا ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ قربت کرنا امتحان بکارت کے واسطے اجارت بیع کا ہوا سواسطے کہ اس فعل کی اگرچہ امتحان کے واسطے حاجت ہو لیکن یہ حلال نہیں بدون مالک ہونے کے ولو فعل البائع ذلک کان فسخا اور اگر بالع ایسا فعل کریگا جو ناقد یا حلال نہیں بدون ملک کے تو اس تصرف سے بیع تمام ہوگا وطلب الشفعۃ وان لم یأخذھا معراج بھا ای بدار فیھا خیار الشرط بخلاف خیار الرؤیۃ وعیب معراج اور بیع تمام ہو جاتی ہے شفعہ طلب کرنے سے بواسطے اس گھر کے جسمیں خیار الشرط ہو اگرچہ شفعہ کو نہیں کذا فی المعراج بخلاف خیار الرؤیۃ اور خیار العیب کے کذا فی المعراج ہم صورت مسئلہ کی یہ ہے کہ زید نے ایک گھر بشرط خیار خریدا کیا پھر اسکے پڑوس میں دوسرا گھر بیع ہوا سو زید نے بسبب خانہ اول کے خانہ ثانی کا شفعہ طلب کیا تو خانہ اول کی بیع تمام ہو گئی بخلاف خیار الرؤیۃ اور خیار العیب کے یعنی اگر ایک گھر بدون رویت کے خریدا کیا اور اسکے ہمسایہ میں دوسرا گھر بواسطہ شفعہ کے لیا تو اسکو اختیار ہے کہ رویت کے بعد خانہ اول کو بسبب خیار الرؤیۃ کے پھیر دے کذا فی الدرر وصح المشتری اذا کان الخیار لہ لانہ دلیل الاجازۃ یعنی بیع تمام ہوتی ہے مشتری کے شفعہ طلب کرنے سے جبکہ اختیار اسکے واسطے مشروط ہوا سواسطے کہ شفعہ طلب کرنا اجازت بیع کی دلیل ہے یعنی طلب شفعہ کی دلیل ہے کہ اسنے بیع کی ملکیت اختیار کی اسواسطے کہ بدون ملک طلب حق شفعہ نہیں ہو سکتی پھر جب ملک اختیار کی شرط خیار ساقط ہوئی بیع تمام ہو گئی بشروط المشتری والبائع کما یفیدہ کلام الدرر وبہ جزم البہنسی الخیار لغیرہ عاقدا کان او غیرہ بہنسی صح استحسانا وثبت الخیار لہما اور اگر مشتری یا بائع شرط کرے اختیار اپنے غیر کے واسطے خواہ غیر شخص عاقد ہو یا غیر عاقد لذا صرح بہ البہنسی تو صحیح ہے بنا بر استحسان کے اور اس صورت میں دونوں کے واسطے اختیار ثابت ہوگا شارح نے کہا اس حکم میں بائع بھی مشتری کے مانند ہے چنانچہ درر کے کلام سے معلوم ہوتا ہے اور اسی کا یقین کیا ہے بہنسی نے صح قیاس یہ ہے کہ غیر عاقد کے واسطے خیار صحیح نہ ہو اسواسطے کہ اختیار منجملہ احکام عقد ہے تو غیر کے واسطے کیونکر جائز ہو وجہ استحسان یہ ہے کہ لا جنبی کے واسطے اختیار ثابت نہیں ہوتا اگر بطریق نیابت کے عاقد سے تو اختیار عاقد کے واسطے لازم ہوا پھر اجنبی اسکا نائب ٹھہرایا گیا تا عاقد کا تصرف حتی الامکان صحیح ہو جاوے پھر جبکہ اجنبی نائب ہوا تو نائب اور منیب دونوں کے واسطے اختیار ثابت ہوگا کذا فی المنح والنہر حموی نے مفتاح سے نقل کیا کہ تقیید مشتری کی اتفاقی ہے اسواسطے کہ مبسوط وغیرہ میں مصرح ہے کہ احد المتعاقدین کو غیر کے واسطے خیار کا شرط کرنا صحیح ہے حلبی نے کہا ہمیشہ یہ تھا کہ شارح غیر کو فقط اجنبی کر تعبیر کرتا اسواسطے کہ احد العاقدین کا اختیار اول باب مبین مذکور ہو چکا وکذا فی البحر طحطاوی نے کہا اسکی صورت یوں ممکن ہے جبکہ بائع یا مشتری متعدد ہوں علی وجہ الاشتراک اور ایک مشتری دوسرے مشتری کے واسطے یا ایک بائع دوسرے بائع کے واسطے اختیار شرط کرے فان ابطلہ احدھما من النائب والمستنیب ونقض صح ان وافقہ الآخر یعنی جبکہ نائب اور منیب میں سے ایک نے بیع کو لازم کر دیا یا فسخ کیا تو صحیح ہوگا دوسرے نے اسکے ساتھ موافقت کی فان اجاز احدھما وعکس الآخر فالاسبق اولی لعدم النفوذ یعنی اگر ایک نے اجازت دی اور دوسرے نے بالعکس اسکے بیع فسخ کی تو اول عدم نفوذ بسبب عدم لزوم کے یعنی شخص اول کی اجازت یا فسخ نافذ ہوا سواسطے کہ اسوقت تعارض نہ تھا اور شخص

متاخر کا فعل بغیر ہو ولو کانا معا فالفسخ احق فی الاصح ربلعی کان المجاز یفسخ والمفسوخ کالمجاز اور اگر اجازت اور فسخ ساتھی زمان واحد میں پائی گئی تو فسخ زیادہ مشابہت ہوگا قول اصح میں کذافی شرح الزیلعی اسواسطے کہ اجازت والی چیز فسخ ہوسکتی ہے اور فسخ چیز اجازت پذیر نہیں ہوتی واعترض بانہ یجاز لما انفسخ المبسوط لو تقاسخا ثم تراضیا علی فسخ الفسخ وعلی اعادۃ العقد بینہما جاز اذا فسخ الفسخ اجاز فاجیب بمنع کونہ اجازۃ بل ابتداء اور تعلیل مذکور پر اعتراض وارد ہوکہ فسخ پر راضی ہونا اسواسطے کہ مبسوط میں ہے کہ اگر عاقدین نے باہم بیع کو فسخ کیا پھر باہم راضی ہوگئے فسخ کے فسخ کرنے پر اور فیما بین خود اسی عقد کے اعادے پر تو جائز ہے اسواسطے کہ فسخ کو فسخ کر دینا بھی اجازت کی حقیقت ہے اس اعتراض کا یوں جواب دیا گیا ہے کہ ہم نہیں مانتے کہ فسخ الفسخ اجازت ہے بلکہ یہ دوسری بیع ہے سرے سے ھم نہ الفائق میں ہے کہ فسخ کا اعلی ہونا یہ روایت ہے کہ کتاب الماذون کی اور یہی اصح ہے اور کتاب البیوع کی ہدایہ میں ہے کہ تعریف مالک کا اولی ہے اور بعضوں نے کہا کہ اول قول ابو یوسف ہے اور ثانی قول محمد ہے باع عبدین علی انہ بالخیار فی احدھما ان فضل ثمن کل واحد منہما وعین الذی فیہ الخیار صح البیع للحال بالمسمی والثمن بائع نے دو غلام بیچے اس شرط پر کہ اسکو اختیار ہے ایک غلام میں اگر ہر ایک کا ثمن جدا جدا مذکور کیا اور اس غلام کو معین کر دیا جس میں اختیار شرط کیا تو صحیح ہے بسبب معلوم ہونے بیع اور ثمن کے ہر صورت اسکی یہ ہے کہ بائع نے کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ یہ دونوں غلام بیچے ہر غلام بالسودرم کو اس شرط پر کہ مجکو اس غلام خاص میں اختیار ہے ولا یعین ولا یفصل او عین فقط او فصل فقط لا یصح بجہالۃ المبیع والثمن واحدھما اور اگر بائع نے اس غلام کی جس میں اختیار شرط کیا تعیین نکی اور ہر ایک کا ثمن علیحدہ مذکور کیا یا فقط غلام کی تعیین کی بلا تفصیل ثمن یا فقط ثمن کی تفصیل بلا تعیین غلام تو بیع صحیح نہ ہوگی بسبب مجہول ہونے مبیع اور ثمن کے ہر صورت عدم تعیین اور تفصیل کے یا ایک کی جہالت کے سبب سے یعنی ہر صورت تعیین غلام ثمن مجہول ہے اور ہر صورت تفصیل ثمن مبیع مجہول ہے ہر صورت عدم تعیین و تفصیل اسطرح کہ بائع نے کہا کہ میں نے دو غلاموں کو بیچا ہزار درہم کے عوض اس شرط پر کہ ایک غلام میں مجکو اختیار ہے تو کسی غلام کی بیع صحیح نہیں اسواسطے کہ جسمیں اختیار شرط ہو وہ خارج ہے بیع سے اور جسکی بیع ہوئی ہے وہ معلوم نہیں اس سبب سے کہ جسمیں خیار شرط ہے وہ مجہول ہے علاوہ اسکے ثمن بھی مجہول ہوا اسواسطے کہ قیمت والی چیز میں ثمن مبیع پر بالتقسیم نہیں ہوا وکذا لو کان الخیار للمشتری تتأتی ایضا الانواع الاربعۃ اور ایسا ہی حکم ہے اگر اختیار مذکور مشتری کے واسطے مشروط ہو اسمیں بھی چاروں صورتیں حاصل ہوتی ہیں یعنی اگر مشتری نے دو غلام خریدے اور ایک غلام میں اختیار شرط کیا تو در صورت تفصیل ثمن و تعیین مبیع بیع صحیح ہے اور اگر تعیین اور تفصیل نہیں یا فقط تعیین ہے یا فقط تفصیل ہے تو بیع صحیح نہیں بسبب جہالت کے **فرع** مسئلہ مذکورہ شارح کا وکلہ ببیع بشرط الخیار فباعہ بلا شرط لم یجز ولو وکلہ بالشراء بالحالۃ ھذہ نفذ علی الوکیل والفرق ان الشراء متی لم ینفذ علی الامر یبطل فی الحال امور بخلاف البیع فتح وسیجئ فی الفصولی والوکالۃ ملخصہ فقط وکیل کیا ایک نے دوسرے کو بیع بشرط خیار میں سو وکیل نے اسکو بیچا بلا شرط خیار تو بیع جائز نہیں اور اگر وکیل کیا خریدکر لے کے واسطے بشرط خیار تو بیع نافذ ہوگی وکیل پر نہ موکل پر اور فرق دونوں صورتوں میں یہ ہے کہ خرید جب امر کرنے والے پر نافذ ہوئی تو امر پر نافذ ہوگی بخلاف فروخت کے کذا فی الفتح اور یہ مسئلہ آویگا بیع فضولی اور وکالت میں تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ھم جب مبیع بشرط خیار کا امر کیا تو مالک کی ملک بدون اسکی رضامندی کے زائل نہیں ہوسکتی لہذا اسکی مخالفت سے بیع نافذ نہ ہوگی وصح خیار التعیین فی القیمیات لا فی المثلیات لعدم تفاوتہا اور خیار التعیین صحیح ہے قیمت والی چیزوں میں نہ مثلیات میں بسبب نہ متفاوت ہونے مثلیات کے ھم قیمت والی وہ چیز ہے جسکی افراد میں تفاوت ہو چنانچہ لونڈی غلام کپڑا کتاب اسواسطے کہ ایک لونڈی سو درہم کی ہوتی ہے اور دوسری ہزار درہم کی اور مثلی وہ چیز ہے جسکے افراد یکساں ہوں بلا تفاوت چنانچہ کیل اور موزون بشرطیکہ مثلیات میں تفاوت نہ ہو اور تعیین خیار التعیین شرط کرنا بیفائدہ ہو ولو للبائع فی الاصح کافی خلاصہ تعیین صحیح ہے اگر بائع کے واسطے مشروط ہو قول اصح میں کذا فی الکافی خرید کے واسطے خیار تعیین کی یہ صورت ہے کہ بائع مشتری سے کہے کہ میں نے ان غلاموں میں سے ایک غلام

تیرے ہاتھ بیچا اس شرط پر کہ تین سے تو ایک کو پسند کرلے اور بائع کے واسطے خیار تعیین کی یہ صورت ہوگی کہ مشتری کہے بائع سے کہ تین غلاموں سے ان غلاموں سے ایک غلام خرید لیا اس شرط پر کہ جو غلام تو چاہے مجھ کو دے دے یہ وجہ کہ یہ بیع جائز ہو خیار مشتری کے ساتھ تو بائع کی جانب کے ساتھ بھی جائز ہوگی فائدہ تعیین اسکو کیا ہوا اس طرح پر کہ جواز خیار تعیین واسطے پہچاننے مشتری سے نفع نہ ہو خوب جانچ کے یا غیر سے دریافت کرکے جسکو اپنے مواقع اور مناسب جانے اسکو خرید کرے اور بائع کو اسکی کچھ حاجت نہیں اسلیے کہ بائع کے پاس بیع مدت سے موجود ہے اسکو حال خوب تر معلوم ہوا اسکا جواب شارح نے آئندہ قول میں دیا لانہ قد یرث قیمتیا ویقبضہ وکیلہ ولا یعرفہ فیبیعہ بھذا الشرط فمستت الحاجۃ الیہ یعنی واسطے کہ بائع کا ہے قیمت والی چیز کو بطور وراثت کے پاتا ہو اور بائع کا وکیل اسچیز کو قبضہ کرتا ہو اور بائع اس چیز کو نہیں پہچانتا تو اسکو شرط خیار تعیین چاہیے تو اس صورت میں بائع کو حاجت پڑی خیار تعیین کی تا اسکو اپنی منفعت اور مصلحت میں اختیار رہے کذا فی النہر سید حموی نے کہا کہ یہ صورت نادر الوجود ہو اور خلاصہ احکام تو اور پر ہیں کذا فی البحر والمعراج فیسادون الاربعۃ لاندفاع الحاجۃ بالثلثۃ لوجود جید ورد ی ووسط خیار تعیین صحیح ہو چار چیزوں سے کمتر میں بسبب حاجت رائی کے تین چیز سے بواسطے حاصل ہونے عمدہ اور ناقص اور متوسط کے ہم یعنی خیار تعیین دفع حاجت کے واسطے مشروع ہوا اور دفع حاجت تین چیز میں بخوبی متصور ہو کیونکہ عمدہ اور ناقص اور متوسط کا ہونا تین میں حاصل ہو تو چار چیز یا زیادہ میں خیار تعیین کرنا حاجت سے زیادہ ہو تو غیر مشروع ہو وھدتہ کخیار شرط اور خیار التعیین کی مدت خیار الشرط کے مانند ہو یعنی تین دن تک امام کے نزدیک ہم اگر تین دن میں تعیین کرے تو بہتر ہو اور اگر تین دن گذر گئے بلا تعیین کے متعین کرنے کے واسطے اسپر جبر کیا جاویگا اور اگر تعیین کے ساتھ خیار الشرط بھی مشروط ہو تو اسکو اختیار ہوگا جو چاہے بیع اور اجازت میں اور بعد اجازت کے اسکو خیار تعیین ہوگا تین دن تک اجازت کے وقت سے کذا فی البحر عن النہر ولا یشترط معہ خیار ھو شروط فی الاصح فتح اور خیار تعیین کے ساتھ خیار الشرط کا ہونا مشروط نہیں قول اصح میں کذا فی الفتح ص منع الغفار میں ہے کہ جب مشتری نے دو بیع کو شرط خیار تعیین کرلیا اور قبضہ کیا پھر ایک میں عیب لگ گیا تو مبیوب میں بیع لازم ہوگئی بثمن معین کے ساتھ اور دوسرا بیع انابت ہوا اور اگر دونوں ساتھی ہلاک ہوگئے تو دونوں بیع کا نصف نصف ثمن لازم ہوگا خواہ ثمن متفق ہو یا مختلف ولو اشتری اثنان علی انہما بالخیار فرضی احدھما بالبیع صح ایضا ولا لہ لا برد ولا لآخر بل بطل خیارہ لا خلافا لہما اور اگر دو شخصوں نے ایک چیز خریدی اس شرط پر کہ دونوں کو اختیار ہے پھر ایک شخص بیع سے راضی ہوگیا خواہ صراحۃً یا دلالۃً اسطرح پر کہ وہ تصرف کیا جو نافذ یا حلال نہیں بدون تاک کے تو دوسرا شخص اشکو رد نہیں کرسکتا بلکہ اسکا اختیار باطل ہوگیا امام کے نزدیک خلافا صاحبین کے ولکن الاختلاف فی خیار الرؤیۃ والعیب فلیس لاحدھما الرد بعد رؤیۃ الآخر او رضاہ بالعیب خلافا لھما لضرر الباقی بتبعیض الشرکۃ اور اسی طرح خلاف ہے امام اور صاحبین کا خیار الرؤیۃ اور خیار العیب میں تو ایک شخص کو پھیر دینا دوسرے شخص کے دیکھنے کے بعد جائز نہیں بسبب ضرر ہونے بائع کی شرکت کے عیب سے بہ شرکت خیارات ثلثہ کے عدم رد کی علت ہے یعنی اگر دو شخصوں نے ایک چیز بالاشتراک خریدی بشرط خیار پھر ایک شخص راضی ہوا تو دوسرا پھیر نہیں سکتا ایک شخص کے بعد رویت کے پسند کی اور دوسرے نے ناپسند کی یا ایک شخص خیار العیب میں راضی ہوگیا تو دوسرا پھیر نہیں سکتا اسواسطے کہ اگر ایک مشتری کا لیتا اور دوسرے کا پھیر دینا جائز ہو تو لینے والا بائع کا شریک ہو بیع میں نصفا نصف اسمیں ضرر ہے کیونکہ اول بائع بالاشتراک اسکا مالک تھا اب اسکا شریک پیدا ہوا اور شرکت بلا سبب عیب ہے اسواسطے کہ مشتری عیب میں ہر شریک بالاستقلال تصرف نہیں کرسکتا کما یلزم المبیع لو اشتری رجل عبدا من رجلین صفقۃ واحدۃ علی ان الخیار لھما او لاحدھما دون الآخر فلیس لاحدھما الانفراد لجہالۃ او رضا فلا فلھما جمعا چنانچہ بیع لازم ہوجاتی ہے اگر ایک مرد نے غلام خریدا دو مردوں سے یکبارگی اس شرط پر کہ دونوں بائع مختار ہیں بیع اور ہم بیع میں پھر ایک بائع راضی ہوا نہ دوسرا تو ایک بائع کو جائز نہیں بار دیع بیع نہیں تنہائی جائز نہیں بسبب عیب شرکت کے مخالف صاحبین کے کذا فی الجمع

اور اگر مشتری نے نصف غلام ایک بائع سے لیا اور نصف باقی دوسرے سے خریدا بعقد ثانی تو ہر شخص اجازت یا رد کا اختیار رکھتا ہے اسواسطے کہ مشتری عیب شرکت سے خود راضی ہو گیا اشتری عبدا بشرط خیار او کتب بای حرفۃ کذلک فظھر بخلافہ بان لم یوجد معہ ادنی ما یطلق علیہ اسم الکتابۃ واخذہ بکل الثمن ان شاء او ترکہ لفوات الوصف المرغوب فیہ غلام خریدا یا اسکی نان پزی یا عمر یکی کی شرط سے یعنی روٹی پکانا اور لکھنا اسکا پیشہ ہے پھر برخلاف اسکے ظاہر ہوا اسطرح پر کہ اسمیں اتنا ہنر نہ پایا جسپر اسم کتابت اور نان پزی کا ادنی رتبہ صادق آوے تو مشتری اسکو اگر چاہے تو پورے ثمن سے لے یا اسکو نہ لے بسبب فوت ہونے وصف مرغوب فیہ کے ہر دو صورت خریدار پورا ثمن اسواسطے لازم ہوگا کہ اوصاف کے مقابل میں کچھ ثمن نہیں پڑتا کیونکہ اوصاف عقد میں تابع ہوتے ہیں نہ اصل لیکن کتابت اور نان پزی ازبسکہ لائق رغبت کے وصف ہی لہذا مشتری کو اسکے نہ ہونے سے رد بیع یا اختیار ہوا شارح نے نان پزی اور عمر یکی کی قید اسواسطے لگائی کہ ہر شخص بقدر دفع ہلاکت نفس روٹی پکا سکتا ہے یا اکثر لوگ بدرجہ لکھ سکتے ہیں بقدر فعل سے اسکو نان پز یا کاتب نہیں کہتے کذا فی البحر ولو ادعی المشتری انہ لیس کذلک لم یصدق علی القبض حتی یعلم ذلک کذا اسائر الحرف اختیاد اور اگر مشتری نے دعوی کیا کہ وہ ایسا نہیں یعنی غلام میں وصف مشروط موجود نہیں تو بسبب قبض مبیع کے واسطے زبردستی نہ کیجائیگی یہاں تک کہ اسمیں وصف کا موجود ہونا غلام میں مثلا معلوم ہو جاوے اور یہی حکم ہے باقی پیشوں کا کذا فی الاختیار ولو امتنع الرد بسبب ما قوم کاتبا وغیر کاتب ورجع بالتفاوت فی الاصح اور اگر غلام مذکور کا پھیرنا متنع ہو گیا ہو کسی سبب سے تو غلام کاتب اور غیر کاتب کی قیمت میں کیا دے اور جو تفاوت ہو دونوں قیمتوں میں اتنا مشتری بائع سے پھیرلے قول اصح میں ہر مثلا کاتب کی قیمت سو درہم ہے اور غیر کاتب کی ساٹھ درہم تو اگر مشتری نے سو درہم بائع کو دیئے ہوں تو چالیس درہم پھیرلے بخلاف شرائہ شاۃ علی انہا حامل او تحلب کذا طلاء او یخبز کذا صاعا او یکتب کذا فاذا فاسد لانہ شرط فاسد لا وصف حتی لو شرط انہا حلوب او لبون جاز لانہ وصف بخلاف خریدکرنے مشتری کے بکری کو اس شرط پر کہ وہ گابھن ہے یا اتنا دودھ دیتی ہے یا غلام اتنے سیر روٹی پکاتا ہے یا اتنے ورق لکھتا ہے توبیع فاسد ہوگی اسواسطے کہ یہ شرط فاسد ہے وصف نہیں ہے یہاں تو اگر یہ شرط کریگا کہ مثلا بکری دودھ دھار ہے یا شیر دار ہے تو بیع جائز ہوگی اسواسطے کہ یہ وصف ہے نہ شرط فاسد ہم حاملہ ہونا اسواسطے شرط فاسد ہوا کہ پیٹ کا حال فی الحقیقت معلوم نہیں ہو سکتا کیونکہ احتمال ہے کہ حمل ہو یا ریح یا بیماری ہی طرح باقی شرائط کی حقیقت بالیقین معلوم نہیں ہو سکتی بسبب احتمال کمی بیشی کے اور ظاہر اکاہ اس شارح اسپر دلالت کرتا ہے کہ جمیع اوصاف کا ذکر کرنا عقد میں مفسد نہیں حالانکہ ایسا نہیں اسواسطے کہ نہر الفائق میں مصرح ہے کہ جمیع اوصاف کا عقد میں شرط کرنا صحیح نہیں بلکہ اسکا قاعدہ یہ ہے کہ جس وصف میں غرر نہ ہو یعنی اسکے وجود میں تردد نہ ہو تو اسکا شرط کرنا جائز ہے اور جسکے وجود میں احتمال ہو اسکا اشتراط صحیح نہیں مگر بمعنی برارت وجود اسطرح پر کہ وہ وصف مرغوب فیہ نہ ہو انتہی کذا فی الطحطاوی عن اللموی والقول للمنکر ولو اختلفا فی شرط الخیار او علی الظاہر اور قول منکر کا معتبر ہے اگر بائع اور مشتری مختلف ہوں شرط خیار میں بنا بر ظاہر الروایۃ کے اسواسطے کہ اثبات خیار ثابت نہیں ہوتا مگر شرط کرنے سے تو عوارض سے ہوا لہذا نفی کرنے والے کا قول در صورت عدم شہادت معتبر ہوگا کما فی دعوی الاجل والمضی والاجارۃ والنفاذ چنانچہ مدت اور اسکے گذر جانے اور اجارت اور زیادتی مدت کے دعوے میں منکر کا قول معتبر ہے یعنی ایک عاقد مدت بیع کا مدعی ہو اور دوسرا منکر یا ایک کہتا ہو مدت گذر گئی اور دوسرا منکر ہو یا ایک کہتا ہو صاحب اختیار نے فسخ کی اجازت دی اور دوسرا منکر ہو یا ایک شخص زیادہ مدت کا مدعی ہو اور دوسرا منکر ہو تو ان سب صورتوں میں منکر کا قول معتبر ہوگا اشتری جاریۃ بالخیار فوجد فیہا بیضا فقال البائع لیست لی فلا بینۃ لہ فالقول للمشتری بیمینہ لجواز البیاض وطیہا ولو انعقد بیضا فاختطفہ طیر فتح خرید کی لونڈی بشرط خیار پھر مشتری نے عوض اسکے دوسری لونڈی پھیری یہاں تک کہ یہی خریدی لونڈی ہے بائع نے کہا وہ یہ نہیں ہے دو یا زیادہ گواہ نہیں ہیں تو مشتری کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا اور بائع کو اس لونڈی سے قربت کرنا جائز نہیں ہے

کذافی الدرر اور اس لونڈی کی بیع منعقد ہوگی تعاطی سے کذا فی الفتح ہم جب یہ سب واپہ بطریق تعاطی کے بیع تمہ تو معلوم ہوا کہ بائع پر لازم ہوا اور ہر مبیع کا یہی حکم ہے لونڈی کی مثال اسواسطے دی کہ جب لونڈی میں یہ حکم ہوا تو اسکے غیر میں بطریق اولی یہی حکم ہوا سواسطے کہ فروج میں زیادہ تر احتیاط لازم ہے کذا فی الطحطاوی وکذا الرجّ فی الودیعۃ فلیحفظ اور یہی حکم ہے امانت کے پھیرنے میں تو یاد رکھنا چاہیے یعنی اگر ایک شخص نے دوسرے کے پاس امانت رکھی لونڈی ہو یا کچھ اور پھر امانت دار نے کوئی چیز اور بدل دی اور کہا کہ یہی تیری امانت ہے اور امانت رکھنے والا اسکا منکر ہوا اور اسکے گواہ نہیں تو وہ چیز اسکو حلال ہے طحطاوی نے کہا ظاہر عادت اور رجاء کی چیز کا بھی یہی حکم ہے واللہ اعلم وقال البائع عند دفعہ کان یحسن ذلک لکنہ نسی عندک فالقول للمشتری لان الاصل عدم التخویز والکتابۃ وکان الظاہر شاہد لہ اگر غلام کو شرط نان پزی اور کتابت کے سول لیا پھر یہ وصف انمیں نہ پایا گیا اور مشتری نے اسکو پھیر دینا چاہا تو بائع نے پھیرنے کے وقت کہا کہ اس کام کو تو یہ خوب کرتا تھا لیکن وہ بھول گیا تیرے پاس تو شتہ ہی کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ عدم نان پزی اور کتابت اصل ہے تو ظاہر حال مشتری ہی کا شاہد ہے وہ صفات عارضہ ہیں عدم اصل ہے اور صفات اصلیہ ہیں وجود اصل ہے چونکہ نان پزی اور کتابت صفات کسبیہ عارضہ سے ہیں لہذا انمیں مشتری کا قول درصورت عدم شہادت معتبر ہوگا کیونکہ وہ اصل کا مدعی ہے ولو اشتراہ من غیر اشتراط کتبہ وخبزہ وکان یحسن ذلک فنسیہ فی ید البائع رد علیہ لتعیر المبیع قیل قبضہ زیلعی قال ولو اختار اخذہ اخذہ بکل الثمن لا بما لا یقابلہ شیء من الثمن اور اگر غلام کو خرید کیا بلا شرط کتابت اور نان پزی کے اور وہ یہ کام خوب کرتا تھا سو بائع کے پاس اسکو بھول گیا تو مشتری بائع کو غلام پھیر دے بسبب متغیر ہو جانے بیعے کے قبل قبضہ مشتری کذا فی الزیلعی زیلعی نے کہا اور اگر مشتری باینہمہ اسکا لینا پسند کرے تو پورے ثمن سے لے اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ اوصاف کے مقابلہ کچھ ثمن نہیں پڑتا ہاں وجود عدم اشتراط وصف پھیر دینا اسواسطے جائز ہوا کہ ظاہر اً مشتری نے اسکو اسی وصف کے سبب سے خریدا کیا تو باعتبار دلالت حال کے شرط کے مانند ہوگا کذا فی البحر **فروع** مسائل متعلقہ شارح کے **باع دارا بما فیہا من الحدوج والابواب والخشب والنخل فاذا لیس فیہا شیء من ذلک لا خیار للمشتری** گھر بمعہ ان چیزوں کے ساتھ جو انمیں داخل ہیں جیسے دھنیوں اور درزیوں اور لکڑیوں اور کھجور کے درختوں کے پھر انمیں یہ چیزیں کچھ ثمن نہیں پڑتا اور مراد عدم اختیار سے یہ ہے کہ مشتری کو وصف مرغوب فیہ کے فوت ہونے سے اختیار رد حاصل نہیں تو اگر گھر کو وقت عقد کے مشتری نے نہ دیکھا ہوگا تو خیار الرویۃ البتہ اسکو ثابت ہوگا کذا فی الطحطاوی **شری دارا علی ان بناءہا اجر فاذا ہو لبن او رضا علی ان شجرہا کلہا مثمرۃ فاذا واحدۃ میتۃ لا تثمر او ثوبا علی انہ مقصوف یعصف فاذا ہو نزعفران فسد** گھر کو خریدا کیا اس شرط پر کہ عمارت اسکی پختہ اینٹ کی ہو سو وہ کچی اینٹ کی نکلی یا زمین اس شرط پر خریدی کہ اسکے سب درخت پھلتے ہیں سو انمیں سے ایک درخت غیر مثمر نکلا یا کپڑا خریدا اس شرط پر کہ کپڑا کسم کا رنگ ہے اور انمیں زعفران کا رنگ نکلا تو بیع فاسد ہوگی ہم اسواسطے کہ اوصاف مذکورہ میں اغراض طالبین نہایت بکثرت متفاوت ہوتے ہیں و باختلاف غرض بجائے اختلاف جنس ہے کذا فی الطحطاوی عن القہستانی وقولی او علی انہا بغل مثلاً فاذا ہو بغل جاز وخیر وبعکسہ جاز بلا خیار لکونہ علی صفۃ خیر من المشروط بحثی فلیحفظ الضابط اور اگر خریدا اصل شرط پر ہوا کہ بیع کچھری ہو لیکن وہ کچھر نکلا تو جائز ہے اور اسکو اختیار ہے لینے نہ لینے میں اور اسکے بالعکس یعنی شرط میں دوغلی تو بیع جائز ہے بلا خیار یعنی پھیر دینے کا مشتری کو اختیار نہیں اسواسطے کہ بیع ایسی شرط پر شامل ہے جو شروط سے بہتر ہے کذا فی الہندی تو ہمیں قاعدے کو یاد رکھنا چاہیے ہر قاعدہ یہ ہے کہ جب وصف مرغوب فوت ہو تو مشتری کو اختیار ہے اور اگر وصف شروط سے بہتر اور عمدہ موصوف ہو تو مشتری کو اختیار نہیں جیسا کہ دوغلی اس شرط پر خریدی کہ کچھری ہے سو وہ باکرہ ہوا غلام عیب دار خریدا ہو اور وہ بے عیب نکلے تو مشتری اسکو پھیر نہیں سکتا **البیع لا یبطل بالشرط فی اثنین وثلثین موضعا مذکورۃ فی الاشباہ مع الاصل** نہیں ہوتی شرط سے بیع باطل بتیس مسئلوں میں جو اشباہ میں مذکور ہیں ہم سوا مواضع مذکورہ کے سو اشرط کرنے سے بیع باطل ہوتی ہے بیان اسکا یوں ہے کہ جو شرط کہ بیع میں مشروط ہو تی یا ایسی شرط ہے جسکو عقد مقتضی ہے

بلا شرط فاسد کا مثل کرنا فساد عقد کا موجب نہیں اسی طرح وہ شرط ہو جو چنانچہ اسکو عقد مقتضی نہیں لیکن عقد کے مناسب ہو یعنی موجب عقد کے موکد ہو اسی طرح وہ شرط ہو کہ جو شرط مناسب عقد بھی نہیں لیکن شرع میں اسکا جواز ثابت ہے جیسا کہ شرط خیار اور شروط اسی طرح وہ شرط ہو کہ جو چند شرع میں اسکا جواز وارد نہیں لیکن اسکا رواج ہے جیسا کہ پٹھا موزہ خریدنا اس شرط پر کہ بائع اسکو دوخت کر دے یا پڑانا پٹھا کپڑا خریدنا اس شرط پر کہ بائع اسکو پیوند کر دے کہ یہ قیاساً جائز نہیں لیکن استحساناً جائز ہے چنانچہ تاتارخانیہ میں ہے اور مختارات النوازل میں ہے کہ شروط مفسدہ معاوضات میں لوگوں کے مانند میں نہ تبرعات میں انتہی سو اسکے لا یسمن ہذا لعقد المتعاقدین کالنفع ہو بلا عوض کذا فی الظہیریۃ عن الی الصبوا و منجملہ شروط مذکورہ کے اشیاء کی بیع بشرط رہن ہے یعنی بائع نے اس شرط پر بیع کی کہ مشتری کوئی چیز بعوض ثمن رہن رکھے بائع کے پاس اور از انجملہ بیع بشرط کفیل یعنی ثمن کا کسی کو ضمان دے اور از انجملہ شرط بے عیبی بیع اور از انجملہ شرط قطع ثمار مشتری پر سو اسکے لئے شرط کو عقد مقتضی ہے تا ملک مشتری کی بائع کی ملک سے جدا ہو جائے اور از انجملہ پھیر دینا مبیع کا اگر اسمیں عیب ہوا اور از انجملہ گائے کا شیر دار ہونا اور گھوڑے کا تیز قدم ہونا و غیر ذلک شروط علی انہا مخلیۃ ان للمتبوع لا یفسد دان للرغبۃ فسد بدائع میں یہ شرط لگی کہ لونڈی مغنیہ ہے اگر یہ شرط چیزاری کے واسطے ہو تو بیع فاسد نہیں اور اگر رغبت کے واسطے ہو تو فاسد ہے کذا فی البدائع ہم سرد و از بسکہ شرعاً حرام ہے لہذا اگر اسکی خواہش سے شرط کی تو بیع فاسد ہے ولو شرط حبلہا ان الشرط من المشتری فسد دان من البائع جاز لان حبلہا عیب فذکرہ للبراءۃ منہ حتی لو کان فی بلد یرغبون فی شراء الاماء للاولاد فسد خانیہ اور اگر لونڈی کی بیع میں اسکا حاملہ ہونا شرط ہوا تو اگر یہ شرط مشتری کی طرف سے ہے تو بیع فاسد ہے اور اگر بائع کی طرف سے ہے تو جائز ہے کہ حاملہ ہونا لونڈی میں عیب ہے تو بائع کا ذکر کرنا حمل کو برارت کے واسطے ہے یعنی اس عیب سے وہ پاک ہے تو اگر یہ شرط اس شہر میں واقع ہوئی جسمیں لوگ لونڈیوں کی خریداری میں راغب ہیں انکی اولاد لینے کے واسطے تو بیع فاسد ہوگی کذا فی الخانیہ یعنی اسواسطے کہ رواج شہر رغبت کی دلیل ہے تو اب اس شرط حمل کو برارت عن العیب پر محمول کرنا نہیں ہو سکتا ہم اگر مشتری نے حمل جاریہ شرط کیا تو بیع فاسد ہے اسواسطے کہ مقصود مشتری کا زیادتی طلبی ہوا اور زیادتی موہوم ہے اس احتمال سے کہ معلوم نہیں کہ حمل ہو یا ہوا ری کذا فی المحیط اہی و کو شروط انہا ذات لبن جاز علی الاکثر قلت و الضابط للاوصاف ان کل وصف لا غرض فیہ فاشتراطہ جائز کما مافیہ غرض الا ان یرغب فیہ اور اگر یہ شرط ہوئی کہ جاریہ شیر دار ہو تو بیع جائز ہے بنا بر قول اکثر فقہا کے میں کہتا ہوں اور قاعدہ اشتراط اوصاف کا یہ ہے کہ جس وصف میں تردد نہ ہو چنانچہ شیر دار ہونا یا غلام کا کاتب ہونا تو اسکا شرط کرنا جائز ہے جو وصف کہ محتمل الوجود ہے چنانچہ حمل مگر از راہ بے رغبتی و بیزاری کے البتہ اسکی شرط مفسد ہے میں و فی الخانیۃ فی فصل الشرط المفسد لا حتی عاین ما یعرف بالعیان لتنفی الغرر اور خانیہ کی شروط مفسدہ کی فصل میں ہے کہ جب مشتری نے دیکھ لیا اس چیز کو کہ جو مشاہدہ کرنے سے معلوم ہو سکتی ہے تو احتمال فریب کا دور ہو گیا ہم اگر مشتری نے خریدا اس شرط پر کہ بائع نے اسمیں سیر بھی لت کیا ہے اور تقابض بدلین ہو چکا اور مشتری اسکو دیکھتا ہے پھر ظاہر ہوا کہ بائع نے اسکو آدھ سیر بھی سے لت کیا تو بیع جائز ہے اور مشتری اسکو پھیر نہیں سکتا اسواسطے کہ یہ چیز بالعیان معلوم ہو سکتی ہے پھر جب معاینہ کیا تو فریب نہ رہا چنانچہ اگر صابون خریدا اس شرط پر کہ اتنے تیل سے بنا ہے پھر ظاہر ہوا کہ اسقدر سے کم تیل تھا اور مشتری نے صابون کو خریدے وقت دیکھا تھا یا تمیز خریدا اس شرط پر کہ وہ دس گز سے طیار ہوا ہے پھر معلوم ہوا کہ گز سے تیار ہوا ہے تو مشتری کو اختیار نہیں پھیرنے کا فرح اسکی کثیر ہیں اور اعمار قصیر اگر تو اہل تقصیر سے ہے تو تقصیر بھی بے فائدہ ہے کذا فی النہر

باب خیار الرویۃ

یہ باب ہے خیار الرویۃ کے احکام میں یعنی وہ اختیار کہ مشتری کو مبیع کے دیکھنے کے بعد حاصل ہوتا ہے من اضافۃ المسبب الی السبب ما یمیل من اضافۃ الشیء الی شرطہ غیر ظاہر لما یجیء ان لہ الرد قبل الرویۃ اضافت خیار کی رویت کی طرف از قبیل اضافت مسبب کے ہے سبب کی طرف اور وہ جو بعض نے کہا کہ منجملہ اضافت شے کے ہے اپنی شرط کی طرف سو غیر ظاہر ہے اسواسطے کہ آوے گا کہ مشتری کو پھیر دینا جائز ہے قبل رویت کے یعنی تو معلوم ہوا کہ رویت سبب ہے

شروط اختیار کی رشوط ویثبت فی امۃ مواضع الشراء للاعیان والاجارۃ والقسمۃ والصلح عن دعوی المال علی اقر بعینہ لان کلا منہا معاوضۃ فلصحۃ دین ونقود وعقود لا تنفسخ بالفسخ خیار الرویۃ فتح خیار الرویۃ ثابت ہے ہر چار مقام میں اعیان کی خرید اور اجارہ اور قسمت اور صلح میں یعنی رد صلح جو شے معین پر ہوئی ہو مال کے دعوی سے ہو اسطے کہ ہر ایک ان چار مکان میں سے معاوضہ ہو تو دیون اور نقود اور ان عقود میں جو فسخ کرنے سے فسخ نہیں ہوتے خیار الرویۃ میں نہیں کذا فی الفتح قولہ فتح القدیر میں ہے کہ جب دیون میں خیار الرویۃ نہ ہوا تو سلم فیہ میں نہ ہوگا اور نقود سے ثمن خالصہ مراد ہیں تو اگر مبیع چاندی یا سونے کا بنی ہوگی تو ثمن ہوگی اور عقود غیر منفسخہ چنانچہ اور بدل صلح تصاص سے اور بدل خلع اگرچہ صرف غیرہ اعیان سے ہو صحیح الشراء والبیع لما تم یریاہ صحیح ہو مول لینا اور بیچنا اس چیز کا جسکو بائع اور مشتری نے نہیں دیکھا ہو خواہ مبیع حاضر ہو یا نہ ہو کذا فی الطحطاوی عن المنتقی ولا اشارۃ الیہ او الی المبیع او الی مکانہ شرط الجواز للمولم یشترط ذلک یعنی بغیر اجماعا فقد بحثت فی حاشیتی زادہ الا صح الجواز اور اشارہ کرنا مبیع کی طرف یا اسکے مکان کی طرف شرط ہے جواز کی اور اگر مبیع یا اسکے مکان کی طرف اشارہ نہ کیا تو بالاتفاق مبیع جائز نہیں کذا فی الفتح والبحر اور باقی زاد ہ کے حاشیے میں قول اصح یہ ہے کہ بلا اشارہ بھی مبیع جائز ہے ہم خلاصہ میں ہے کہ اگر گیہوں شہر میں دو جگہ ہوں تو بیع جائز ہے بلا اشارہ اور یہی اصح ہے اور منتقی میں ہے کہ اگر گیہوں غیر مبین اور غیر مشار الیہ ہوں تو بیع جائز ہے اگر بائع کی ملک میں ہوں اور محیط میں ہے کہ اگر اپنے پاس کے گیہوں بیچے اور اشارہ انکی طرف نہ کیا تو جائز ہے انتہی یہ قول دلالت کرتے ہیں کہ بیع جائز ہے اگرچہ مبیع بائع کے پاس حاضر نہ ہوا اور مشار الیہ نہ ہوا اور اسی طرح اطلاق متون مذہب اور بعض شروح کا اور اطلاق قدوری کا دلالت کرتا ہے کذا فی الطحطاوی عن حاشیۃ الزیلعی نہر الفائق میں بعد ذکر شرط اشارہ حواشی سعدیہ سے نقل کیا کہ اشارے کی شرط جواز نہ ہونے میں علی الخصوص بالاجماع کلام ہے واللہ اعلم ولہ ای للمشتری ان بردہ اذا رآہ اور مشتری کو جائز ہے کہ مبیع کو پھیرے جب اسکو دیکھے ہم ان ابی شیبہ اور بیہقی میں بکحول شامی سے بسند مرسل مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کوئی چیز ایسی مول لے جسکو نہیں دیکھا تو اسکو اختیار ہے جبکہ دیکھے اگر چاہے تو لے اور چاہے تو ترک کرے اور حدیث مرسل اکثر اہل علم کے نزدیک حجت ہے اور یہی مذہب ہے امام مالک اور احمد کا اور حدیث میں رویت سے علم بالمقصود مراد ہے بطریق عموم مجاز کے بدلیل ان مسائل اتفاقیہ کے جنمیں فقط رویت کفایت نہیں کرتی چنانچہ مبیع جبکہ سونگھنے سے معلوم ہوتی ہو تو اگر شک دیکھکر مول لیا تو اسکو اختیار ثابت ہے سونگھنے کے وقت تو فسخ مبیع کا اسکو اختیار ہے سونگھنے کے وقت بعد رویت کے اسی طرح اگر چیز کو دیکھکر خرید کیا پھر اسکو متغیر پایا سو اسطے کہ وہ رویت معرفت مقصود میں کافی نہیں اور اسی طرح اعمی کی خرید میں اختیار ثابت ہے جب کوئی مبیع کا حال اس سے بیان کرے تو اسکے حق میں بیان شخص غیر بصیر ہی رویت ہوگا کذا فی الفتح الا اذا حملہ البائع لبیت المشتری فلا یردہ اذا راہ الا اذا اعادہ الی البائع اشباہ بعد رویت کے مشتری کو اختیار ہے اگر جبکہ مبیع کو بائع اٹھا لایا مشتری کے گھر تو اسکو دیکھے بیر جبکا اسکو دیکھے مگر اسطرح بعد جعل کے بھی پھیر سکتا ہے اگر جبکہ مبیع کو پہنچا دے بائع کے مکان کی طرف کذا فی الاشباہ وان رضی بالقول قبلہ ای قبل ان یراہ لان خیارہ معلق بالرؤیۃ بالنص فلا وجود للمعلق قبل الشرط خیار الرویۃ ثابت ہے اگرچہ مشتری راضی ہو گیا ہو زبانی قبل اسکے دیکھنے کے اسواسطے کہ اختیار مشتری کا معلق ہے رویت کے ساتھ بنص حدیث مذکور اور معلق بالشرط کا وجود نہیں قبل شرط کے ہم رضا سے قولی کی اسواسطے قید لگائی آلا اگر اجارت فعلی قبل رویت پائی جائے اسطرح کہ اسمیں تصرف کرے تو اختیار ساقط ہوگا کذا فی الشرنبلالیہ ولو فسخہ قبلہا قبل الرؤیۃ صح فسخہ فی الاصح بحر لعدم لزوم البیع لسبب بجہالۃ المبیع فلم یقع منعوتا اور اگر مشتری نے مبیع کو فسخ کیا قبل رویت کے تو صحیح ہے فسخ اسکا قول اصح میں کذا فی البحر لسبب نہ لازم ہونے بیع کے جہالت مبیع کے سبب سے تو بیع حکمی ہی واقع ہوئی تھی لہذا فسخ مشتری قبل رویت صحیح ہوا ویثبت الخیار بالرؤیۃ مطلقا علی الفور بمدۃ ہو لا صح عنایہ لاطلاق النصوص المؤیدۃ بما لا یدع مجالا لہ اور خیار الرویۃ ثابت ہے مطلقا علی الفور بمدت یعنی تمام عمر تک نہ دیکھیگا اختیار ثابت ہے یہی قول اصح ہے کذا فی العنایہ بسبب مطلق ہونے

نص مذکور کے تا وقتیکہ مبطل اختیار نہ پایا جاوے ھ اور غیر اصح یہ قول ہے کہ خیار الرؤیۃ موقت بوقت امکان فسخ ہے رویت کے بعد وھو سبطل خیار الشرط مطلقا ومفید الرضی بعد الرویۃ کما فیما مر اور خیار الرؤیۃ کا مبطل وہ ہے جو خیار الشرط کا مبطل ہے مطلقاً یعنی صراحۃً یا دلالۃً اور جو مفید ہے رضامندی کا بعد رویت کے نہ قبل رویت کے کذا فی الدرر ھ مفید رضا چنانچہ مبیع کا قبضہ کرنا اور اسکو بیع کے واسطے پیش کرنا اور حق شفعہ لینا فلہ الاحق بالشفعۃ ش ھ اکاول الرؤیۃ درر ھ خیار الشرط فلیحفظ جب مفید رضا قبل رؤیت مبطل خیار ہوا تو مشتری کو جائز ہے لینا بسبب شفعہ کے پھر مبیع اول کو پھیر دینا بسبب رویت کے کذا فی الدرر من باب خیار الشرط تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ھ مشتری نے گھر لیا بن دیکھے پھر دوسرا گھر انکے پاس بکنے لگا تو اسکو بسبب شفعہ کے خرید کیا پھر بعد اسکے پہلا گھر دیکھا تو اسکو پھیر سکتا ہے ویشترط لنفسخ علی البائع بالفسخ خوف الغرر او بیع فسخ ہونے کے واسطے دریافت کرنا بائع کا فسخ کو مشروط ہے تا دھوکھا نہ پڑے یعنے خریدے بائع کو اطمینان ہوتا ہے تو دوسرے مشتری کو وہ طلب نہیں کرتا لہذا علم بائع شرط فسخ ہوا تا وہ دھوکا نہ کھاوے ولا حیار للبائع لما مر یرہ فی الاصح اور اختیار نہیں اس بائع کو جسنے مبیع کو بن دیکھے بیچا قول اصح میں ھ ایک شخص کو ایک چیز وراثت میں ملی اور اسنے بدون رؤیت کے بیچ ڈالی تو بعد رؤیت اسکو فسخ بیع میں اختیار نہیں ہدایہ وغیرہ میں تصریح ہے کہ اول امام اعظم کے نزدیک خیار بائع ثابت تھا پھر آخر کو عدم خیار کی طرف رجوع کیا الطحطاوی نے کہا مجتہد کا قول مرجوع عنہ منسوخ کے مانند ہر گز معتبر نہیں ہوتا تو شارح کو اسکا اصح کہنا مناسب نہ تھا اسواسطے کہ اصح کا مقابل صحیح ہوتا ہے وکفی رؤیۃ ما یدل علی المقصود کوجہ صبرۃ وبرقیق اور اسقدر کا دیکھنا کفایت کرتا ہے جس سے مقصود معلوم ہو جاوے چنانچہ ڈھیر کے اوپر کا سطح دیکھنا اور مملوک کا منہ دیکھنا ھ یعنے تمام مبیع کا دیکھنا ضرور نہیں بسبب تعذر کے لہذا اوتنا دیکھنا کافی ہوا جس سے مبیع کا حال معلوم ہو جاوے ڈھیر سے مکیلات اور موزونات کا ڈھیر مراد ہے یعنے جب اناج کا مثلاً ڈھیر دیکھ لیا تو اب اسکو بسبب خیار الرویۃ کے پھیر نہیں سکتا اسواسطے کہ بعض کا دیکھنا بجاے کل کے ہے یہاں اگر ڈھیر کے لہذا ناقص اناج ہوگا تو اسکا بھی خیار العیب کے سبب سے جائز ہوگا نہ خیار الرویۃ سے اور اگر انار یا امرود ٹوکری میں ہوں تو یہاں بعض کا دیکھنا کافی نہیں اسواسطے کہ اسکی افراد میں تفاوت کثیر ہوتا ہے تو سب کو نہ دیکھنا اختیار ساقط نہ ہوگا بحر الرائق میں ہے لونڈی غلام کی ہتھیلیاں اور زبان اور دانت اور بالکل دیکھنا ہمارے نزدیک شرط نہیں لہذا لیہ میں ہے کہ نبی آدم میں اگر جمیع اعضا دیکھے سوائے چہرہ تو خیار الرؤیۃ باقی ہے کذا فی الطحطاوی وجہہ دابۃ ترکب ولفلھا ایضا فی الاصح اور سواری کے جانور کا چہرہ اور اسکا پٹھا دیکھنا بھی ضرور ہے قول اصح میں یعنے چہرہ اور پٹھا دونوں کا دیکھنا ضرور ہے ھ سواری کی قید سے بکری گلے نکل گئی کہ اسکا حکم آویگا درر ویہ ظاھر الروایۃ وقال زفر لا بد من نشرہ کلہ وھو المختار کما فی اکثر المعتبرات قالہ للصنف اور لپٹے کپڑے کی ظاہر کی تہ دیکھنا کافی ہوا اور زفر نے کہا اس کپڑے کو سب کھولنا ضرور ہے اور یہی مختار ہے چنانچہ اکثر کتب معتبرہ میں ہے ایسا کچھ کہا ہے مصنف نے اپنی شرح میں ھ قول زفر اسواسطے مختار ہوا کہ اس زمانے میں ثیاب کے ظاہر اور باطن میں بہت اختلاف ہوتا ہے کذا فی الفتح عن المبسوط وداخل دارہ وقال زفر لا بد من رؤیۃ داخل البیوت وھو الصحیح وعلیہ الفتوی وجہہ وھذا اختلاف زمان لا برھان ومثل الکروم والبستان اور داخل دار یعنے گھر کا صحن دیکھنا کافی ہوا اور زفر نے کہا کہ داخل بیوت یعنے دالان اور کوٹھریوں کے اندر بھی دیکھنا ضرور ہے اور یہی قول صحیح ہے اور اسی پر فتوی ہے اور یہ بنا بر اختلاف زمان ہے نہ اختلاف حجت اور برہان اور اسی طرح حکم ہے باغ کا گنجان درخت ہوں یا متفرق ھ امام اور صاحبین کے نزدیک گھر کا صحن دیکھنا یا خارج سے دیکھنا کافی ہوا اور اصح یہ ہے کہ یہ بنا بر انکی عادت کے ہے اسواسطے کہ کوفہ اور بغداد کے گھر مختلف ہوتے تھے مگر خردی اور بزرگی میں یا قدیم یا جدید ہونے میں بخلاف ہمارے دیار کے کہ انمیں نہایت تفاوت ہوتا ہے اسواسطے مکانات سرما اور گرما اور مکانات علویہ و سفلیہ اور مرافق اور مطابخ اور سطوح مختلف ہوتے ہیں تو ایسا ان سب کا دیکھنا ضرور ہوا اور یہی معتبر ہے دیار مصر اور شام اور عراق میں تو معلوم ہو گیا کہ یہ اختلاف باعتبار اختلاف عصر کے ہے نہ باعتبار اختلاف قطر کے اور اسی طرح باغات میں بھی خارج سے دیکھنا کافی نہیں کذا فی النہر وکفی جس شاۃ اور گوشت کی گوسفند کا ٹٹولنا کافی ہے یعنے اگر گوشت کے واسطے دنبہ یا بھیڑ مول لیتا ہو تو اگر ہاتھ سے اسکو ٹٹول لیا تو خیار الرؤیۃ ساقط ہے اسواسطے کہ اسکے کئی اور زیادتی

گوشت کی معلوم ہو جاتی ہو تو اگر دور سے نظر کی اور ہاتھ نہ لگایا تو اختیار ثابت ہوا سواسطے کہ گوشت کا حال کثرت پٹھہ سے بیرون ٹٹولنے کے معلوم نہیں ہوتا کذا فی الطحطاوی عن الشلبی و نظر جمیع جسد شاۃ غنیۃ الدرر و النسل مع حضر عما ظہیریۃ و دوجو گوسفند یا دو دوہ اور بچے لینے کے واسطے ہو تو اسکے تمام بدن کا دیکھنا تھنوں کے ساتھ کافی ہی کذا فی الظہیریۃ و ضرع بقرۃ حلوبۃ ناقۃ لانہ المقصود حدھرہ اور گاے اونٹنی شیر دار کے تھن کا دیکھنا کافی ہی اسواسطے کہ وہی مقصود ہی کذا فی الجوہرۃ و کفی ذوق مطعوم و شم مشموم اور کھانے کی چیز کا چکھنا اور سونگھنے کی چیز کا سونگھنا کافی ہی لا خارج دار و صحح علی الفتح کما مر او رؤیۃ دھن فی زجاج لو جوالحاصل کافی نہیں خارج دار اور اسکے صحن کا دیکھنا بموجب قول مفتی بہ جنانچہ عنقریب مذکور ہو چکا یا دیکھنا تیل کے شیشے میں کافی نہیں لبسبب وجود حائل کے و کفی رؤیۃ وکیل قبض اور کافی ہی دیکھنا وکیل قبض کا ہم دیکھنا وکیل قبض وہ ہی جسے موکل نے کہا کہ تو میرا وکیل ہو میرے بیع دیکھی خریدی چیز کے قبضہ کرنے میں وہ وکیل شراء اور کافی ہی دیکھنا خریدے کے وکیل کا خرید کا وکیل وہ ہی جسے موکل نے کہا کہ تو میرا وکیل ہو کر فلانی چیز خرید کر لا و رؤیۃ رسول المشتری و بیانہ فی الدرر کافی نہیں روئت مشتری کے پیامی کی اور بیان اسکا درر میں ہی صورت رسالت یہ ہی کہ مشتری ایک شخص سے کہے کہ تو میرا پیام ہو پہنچا دے قبضہ کرنیکا تو وکیل قبض کی روئت بالاجماع مسقط خیار ہی اور وکیل خرید کی روئت امام کے نزدیک مسقط خیار ہی جبکہ وکیل نے مبیع پر قبضہ کیا ہو دیکھکر اور صاحبین کے نزدیک وکیل بالقبض اور رسول برابر ہی کذا فی الطحطاوی عن الدرر و صحح عقد الاعمی و لو لغیرہ بدھن کالبصیر الا فی اثنی عشرۃ مسئلۃ مذکورۃ فی الاشباہ اور صحیح ہی عقد کرنا اندھے کا اگرچہ اسکے غیر کے واسطے بطریق وکالت خریداری کی ہو اور اندھا البصیر کے مانند ہی مگر بارہ مسئلوں میں جو مذکور ہیں اشباہ میں ہم از انجملہ امیر جہاد اور جمعہ اور جماعت نہیں اگرچہ لے چلنے والا پاوے اور بقول معتمد لائق شہادت مطلقاً نہیں اور نہ لائق قضا نہ امامت عظمی یعنے بادشاہی اور اسکی آنکھ میں دیت نہیں بلکہ حکومت واجب ہی اور اسکی امامت نماز میں مکروہ ہی مگر اسوقت مکروہ نہیں جبکہ سب سے زیادہ تر عالم ہو اور اسکا آزاد کرنا کفارے سے صحیح نہیں اور اسکے ذبیحہ اور تیمم اور حضانت کا حکم بینے نہیں دیکھا اور وصف مبیع بجاے اسکی رویت کے ہی کذا فی الاشباہ و سقط خیار بمجس بہ و شمہ و ذوق فیما یعرف بذلک اور اندھے کا اختیار ساقط ہی مبیع کے ٹٹولنے اور اسکے سونگھنے اور چکھنے سے اس چیز میں جو معلوم ہو جاتی ہی اسکے لینے ٹٹولنے اور سونگھنے اور چکھنے سے و وصف عقار و شیر و عکسہ کذا کل ما لا یعرف بمجس و شم و ذوق حدادی اور ساقط ہوتا ہی خیار اندھے کا زمین اور درخت اور غلام کی صفت بیان کرنے سے اور اسی طرح جو چیز کہ ٹٹولنے اور سونگھنے اور چکھنے سے معلوم نہیں ہوتی اسمیں ذکر وصف بجاے رویت مسقط خیار ہی ہم بیان اوصاف اشیاء مذکور بالبالغ وجوہ ممکنہ لازم تا اعمی کے نزدیک ذکر اوصاف بمنزلہ روئت ہوا و بنظر و کیلہ و لو البصیر لجہلہ ذلک فلا خیار لہ یا اختیار اندھے کا ساقط ہوتا ہی اسکے وکیل کے نظر کرنے سے اور اگر اندھے کو سو مجھنے لگے بعد وصف اور نظر وکیل کے تو اسکو اختیار نہیں بیع کے فسخ کرنے کا ہم اور اگر بصیر نے ایک چیز بن دیکھے خریدی پھر وہ اندھا ہو گیا تو اسکا اختیار بیان وصف کی طرف منتقل ہوگا کذا فی الطحطاوی ھذا کلہ اذا وجد المذکور اما لو فقد کشم الاعمی و کذا رؤیۃ البصیر وجہ للصبرۃ دخولھا ظفر قبل شرائہ و لو بعدہ ثبت للخیار بھا ای بالمذکور دائما لا انھا مسقطۃ کما غلط فیہ بعضھم فیتمسک خیارہ فی جمیع عمرہ علی الصحیح مالم یوجد منہ ما یدل علی الرضی من قول او فعل او تبعیب بعض عندہ و لو قبل الرؤیۃ یسب کجہ اشیاے مذکورہ چنانچہ سونگھنا اندھے کا اور دیکھنا انکھیارے کا ڈھیر اور اسکے مانند کو کذا فی النہر واقع ہو قبل اسکے خریدنے کے لیے اگر قبل خرید اعمی نے سونگھ یا چکھ لیا اور بصیر نے ڈھیر یا چیرۂ غلام کو دیکھ لیا تو اختیار فسخ بیع ساقط ہی اور اگر امور مسطورہ بعد خرید کے ہوے تو اسکو بواسطے اشیاے مذکورہ کے اختیار ثابت ہی یہ نہیں کہ امور مذکورہ بعد خرید مسقط اختیار ہیں جیسا کہ بعضوں نے اسکو غلط سمجھا ہی تو اسکا اختیار ممتد رہیگا تمام عمر بنا بر قول صحیح کے جبتک کہ مشتری سے وہ چیز پیدا نہ ہو جو نہایت مندی پر دلالت کرے منجملہ قول یا فعل کے یا مبیع عیب دار ہو جاوے یا بعض مبیع ہلاک ہو جاوے یا مشتری کے پاس اگرچہ عیب ہلاکی قبل و بعد

قولہ شاہ قولہ قال فی الفتح یقال قولہ قیدہ بقولہ الی آخرہ

ھم در صورت عیب اسواسطے پھیر دینا درست ہو اگر بائع کے پاس اسمین عیب نہ تھا تو اب پھیرنے مین اسکا نقصان ہوگا اور ہلاک المبیع کی یہ صورت ہو مثلاً دو کپڑے مشتری نے خرید کیے پھر ایک کپڑا بیچا یا ہبہ مع التسلیم کیا تو اگر دوسرا کپڑا پھیر دے تو تفریق صفقہ لازم آوے ولو اذن للکاران یزرعا قبل الرؤیۃ فزرعا بطلا ان فعل یاموہ کفعل عینی اور اگر مشتری نے خریدی زمین مین مزارع کو زراعت کرنے کا اذن دیا قبل رویت زمین کے پھر اسنے اسمین زراعت کی تو خیار الرؤیۃ باطل ہوگیا اسواسطے کہ فعل مزارع کا مشتری کے حکم سے مشتری کے فعل کے مانند ہو کذا فی العینی ولو شری ناطحۃ مسک فاخرج المسک سنھا لہ یرد بخیار رؤیۃ ولا عیب لان الاخراج یدخل علیہ عیبا ظاھرا نقص اور اگر مشک کا ناقہ خریدا پھر اسمین سے مشک نکال لیا تو اسکو نہ پھیرے بسبب خیار الرویۃ کے اور نہ خیار العیب کے اسواسطے کہ اخراج نے اسمین عیب ظاہر داخل کر دیا کذا فی النہر ھم طحطاوی نے کہا نہر الفائق مین خیار العیب مذکور نہین اس مسئلے مین لیکن حکم یہی ہو جو شارح نے مذکور کیا اسواسطے کہ خیار العیب اسوقت تک ہو جبتک مشتری کے پاس دوسرا عیب پیدا ہوا ہو اور یہان اخراج سے ناقہ معیوب ہوگیا ومن رای احد ثوبین فاشتراھا ثم رای الاخر فلہ ردھما ان شاء لان رویۃ احدھما لا ترضی بالصفقۃ وحدھا لتفریق الصفقۃ اور جسنے دو کپڑون مین سے ایک کپڑا دیکھا پھر دونون کپڑے خرید کیے بعد اسکے دوسرا کپڑا دیکھا تو اسکو دونون کا پھیر دینا جائز ہو اگر وہ چاہے نہ پھیر دینا فقط دوسرے کپڑے کے سبب تفریق صفقہ کے یعنے چند چیزین یکمشت لینی پھر بعض کا لینا اور بعض کا پھیر دینا ممنوع ہو ولو اشتری لما رای حال کونہ قاصدا للشراء عند رویتہ فلو راہ لا لقصد شراء ثم شراہ قبل الیخار ما فھو بخیار رویۃ وجہ ظاھر لانہ لا یتامل الا قلیل فھو کالعدم وقولہ مدرکۃ حق لنا علی ما لا یخفی علیہ الشارح وقولہ لا لقصد الشراء ھو الصحیح وقولہ

ظاہر القلیل ہی یعنے مدت قلیل مین ظاہر حال عدم تغیر پر دلالت کرتا ہی لہذا قول بائع معتبر ہوا اور مدت بعید مین ظاہر حال تغیر کا شاہد ہی لہذا مشتری کا قول معتبر ہوا شرنبلالی نے کہا کہ مدت مختلف ہوتی ہی یا معتبار اختلاف اشیا کے اور تغیر اشجار سال کے اندر ہوتا ہی اور حیوانون کا تغیر اس سے کم مدت مین ہوتا ہی چارہ وغیرہ کی قلت سے لہذا زیلعی نے مدت بعید کی حد نہ کورنہین کی اور اسی طرح صاحب ہدایہ نے کذا فی الطحطاوی کما ان القول للمشتری بیمینہ لو اختلفا فی اصل الرؤیۃ کانہ ینکر الرؤیۃ جیسے مشتری کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہی اگر دونون اصل رویت مین مختلف ہون بواسطے کہ مشتری منکر ہی رویت کا اور اعتبار منکر کے قول کا ہی دکذا لو انکرا لبائع کون المبیع موجودا جمیعا فی بیع بات لو فیہ خیار شرط او رؤیۃ خانیۃ والقول للمشتری اور اسی طرح اگر بائع نے انکار کیا کہ مشتری نے جو چیز پھیر دی وہ مبیع نہین بیع قطعی بلا خیار مین یا اس بیع مین جسمین خیار الشرط یا خیار الرؤیۃ ہی تو مشتری کا قول معتبر ہی ھ یعنے بیع ثلثہ مذکورہ مین جب تعین مبیع مین اختلاف ہوگا تو مشتری کا قول معتبر ہوا اور بیع بلا خیار مین پھیر دینا مبیع کا بطریق اقالہ یا بطور خیانت تولیہ یا مرابحہ مین یا وصف مرغوب فیہ کے فوت ہونے سے ہوگا دلو فیہ خیار عیب فالقول للبائع والفرق ان المشتری ینفرد بالفسخ فی الاول لاختیار اور اگر بیع مین خیار العیب ہو تو بائع کا قول معتبر ہوا اور فرق یہ ہی کہ مشتری فسخ بیع مین منفرد ہی اول قسم مین یعنے جسمین مشتری کا قول معتبر ہی یعنے مسئلہ خیار الشرط اور خیار الرؤیۃ مین نہ قسم ثانی مین یعنے خیار العیب مین اسواسطے کہ خیار العیب مین عقد منفسخ نہین ہوتا مشتری کے فسخ کرنے سے بلا حکم قاضی تو مشتری مدعی حق فسخ ہوا اور بائع منکر لہذا منکر کا قول معتبر ہوا کذا فی الطحطاوی و اشتری عدلا من متاع وام یرہ او باع او لیس بمنہ ثوبا بعد القبض او وھب وسلم بر ھا بخیار عیب او بخیار رؤیۃ او شرط لا صل ان رد البعض یجب تفریق الصفقۃ وھو بعد التمام جائز کما لو فی خیار الشرط والرؤیۃ بمنعان تمامھا وخیار العیب بمنعہ قبل القبض کما بعدہ خرید کی متاع کی گٹھری حالانکہ دیکھی نہین اور ایک کپڑا اسمین سے بیچا بعد قبض کے یا پہن لیا کذا فی النہر یا ہبہ کیا اور قبضہ کرا دیا تو اسکو پھیر سکتا ہی خیار العیب سے نہ خیار الرؤیہ یا خیار الشرط سے قاعدہ اسکا یہ ہی کہ بعض مبیع کا پھیرنا موجب تفریق صفقے کا ہی اور تفریق بعد تمام ہوجانے بیع کے جائز ہی نہ قبل تمامی کے تو خیار الشرط اور خیار الرؤیۃ صفقے کا تمام ہونے کے مانع ہین اور خیار العیب تمام ہونے کا مانع ہی قبل قبض کے و بعد قبض کے وھو بعد سقوط خیار الرؤیۃ بعد سقوطہ عن الثانی لاختیار شرط وصحح قاضی خان وغیرہ اور کیا عود کرتا ہی خیار الرؤیۃ بعد اسکے ساقط ہونے کے ابو یوسف سے منقول ہی کہ عود نہین کرتا جیسے خیار الشرط بعد سقوط کے عود نہین کرتا اور اس قول کو قاضی خان وغیرہ نے صحیح کہا ہی یعنے اگر کوئی چیز بن دیکھی خرید کی پھر مشتری نے دوسرے کے ہاتھ بیچی یا ہبہ کی اور اسپر مبیوعہ لہ کا قبضہ کرا دیا پھر اُسکی طرف اُس چیز نے عود کیا بسبب فسخ بیع یا رد بعیب کے تو اب اسکو بائع اول کی طرف پھیر نہین سکتا اسواسطے کہ بیع یا ہبہ ایسا تصرف ہی کہ رضا پر دلالت کرتا ہی اور خیار الرؤیۃ کا مبطل ہی اور جب چیز ساقط ہوگئی تو اسکا عود بلا سبب قوی نہین ہوتا کذا فی الطحطاوی **فروع** مسائل ملحقہ شاج کے شرٰی شیئا لم یرہ لیس لبائعہ مطالبتہ بالنقد قبل الرؤیۃ ایک چیز بن دیکھی خریدی تو بائع ثمن کو قبل رویت کے طلب نہین کر سکتا اسواسطے کہ ہنوز بیع پوری نہین ہوئی دلو تبایعا عینا بعینہ ثبت الخیار دیجئے اور اگر عقد بیع باہم خرید فروخت کی عین کی بعوض عین کے مثلاً کتاب کا مبادلہ کپڑے یا گھوڑے سے کیا تو دونون کے واسطے خیار الرؤیۃ ثابت ہی کذا فی المجتبی اسواسطے کہ ہر واحد مشتری ہی اُس عوض کا جو اسکو حاصل ہوگا کذا فی الطحطاوی عن البحر شرٰی جاریۃ بعد ما نظر الیہا فقط ثم رآھا بائع الجاریۃ العبد بخیار الرؤیۃ لم یبطل البیع فی الجاریۃ بحصۃ الا لف ظہیریۃ تمامہ انہ کاختیار فی الدین خرید کیا لونڈی کو بعض غلام اور ہزار درہم پھر دونون نے باہم قبضہ کیا پھر لونڈی کے بائع نے غلام کو پھیر دیا بسبب خیار الرؤیۃ کے تو بیع باطل نہوگی لونڈی مین بقدر حصہ ہزار درہم کذا فی الظہیریۃ اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ اختیار ثابت نہین دین مین یعنے زائد مین اور اد بیع ضیعۃ وکانکون للمشتری خیار فالحیلۃ ان یقر بثوب لانسان ثم یبیع الثوب مع الضیعۃ ثم المقر لہ یسقط الثوب المقر بہ فیبطل خیار المشتری للزوم تفریق الصفقۃ وھو کما یجوز لکافی المستفتی ولو الجبۃ اراد کیا زمین کی بیع کا اور چاہا کہ مشتری کو اختیار نہ رہے فسخ کا تو تدبیر اسکی یہ ہی کہ کسی کپڑی کا اقرار کرے ایک انسان کے واسطے پھر اُسی کپڑے کو زمین کے ساتھ بیچ کرے پھر مقر لہ اس کپڑی کا مسخر ہوگا جسکا اقرار کیا تو مشتری کا اختیار زمین مین باطل ہوجاویگا بسبب لازم آنے تفریق صفقے کے

اور وہ جائز نہیں مگر شفعہ میں کذا فی لو لوالجیہ ص طحطاوی ۔ کہا یہ ان تفریق عقد سے کچھ ضرر نہیں اسواسطے کہ اگر مشتری دونوں مبیع کو رد کرتا تو بھی مستحق کچھ لیتا کما ان سے اسکا اقرار ثابت کرکے تو وہ ہر حال میں ۱۲ تو ہر علاوہ اسکے یہ رد خود بائع کی طرف سے پیدا ہوا اسکے اقرار کرنے سے شرح شمس ویاحد ھما عیبا دن قبضھما لہ رد المعیب والا لا لما مش خریدا دو چیزوں کو اور ایک چیز میں عیب ہے اگر دونوں پر قبضہ کر چکا ہو تو فقط معیوب کو پھیر سکتا ہے اور نہیں تو نہیں چنانچہ گذر گیا ص منکر کہ یہ ہو چکا کہ بعض مبیع کا پھیر دینا خیار العیب میں بعد قبضہ کرنے کے جائز ہو جائے سفقہ کے نہ قبل قبض کے اسواسطے کہ بدون قبض مبیع مفقا تمام ہے کذا فی الطحطاوی واللہ اعلم

باب خیار العیب

یہ باب ہے خیار العیب کے احکام میں ھو لغۃ ما یخلو عنہ اصل القصر ۱۲ السلیمۃ عیب بفتح عین وہ چیز ہے جس سے فطرت سلیمہ متنفر ہو یعنے جو اصل خلقت میں داخل نہو وشرعاً ما افادہ بقولہ اور اصطلاح شرع میں حقیقت عیب وہ ہے جسکو مصنف نے اپنے اس قول میں مذکور کیا من وجد بمشتری یعنی ما ینقص الثمن او یوجد فیہ نقص فی الجوھر ۱۲ عند التجار لما مر یعنی ارباب المعرفۃ بکل تجارۃ وصنعۃ قالہ المصنف اخذہ بکل الثمن اور وہ جسنے اپنی خریدی چیز میں ایسی چیز پائی جسکے سبب ثمن گھٹ جاتا ہو سوداگروں کے نزدیک اگرچہ تھوڑا ہی نقصان ہو کذا فی الجوہرہ تو مبیع کو تمام ثمن دیکر لے یا اسکو پھیر دے سوداگر وہ لوگ مراد ہیں جنکو شناخت ہے ہر تجارت اور صنعت کی ایسا کچھ مصنف نے کہا ہے اپنی شرح میں ہم تو معلوم ہوا کہ فقہ میں عیب اسکا نام ہے جسے قیمت کم ہو جاوے واقفوں کے نزدیک خواہ ایسے عین مبیع میں نقصان ہو یا نہو بلکہ فقط نہو وصف سے عیب اوس آتا ہے اگرچہ منفعت میں کچھ نقصان نہو چنانچہ سیاہ ناخن تندرست زور اور غلام کا عیب میں داخل ہے تجار کو عام اسواسطے کہ گاہک بے مبیع مصنوعات شیئ ہوتی ہے تو وہاں کاریگروں کا عرف معتبر ہوگا نہ تجار کا حلبی نے کہا ہر تجارت میں انکے لوگ معتبر ہیں اور صنعت میں اسکے اہل کا اعتبار ہے انتہی مراد نہیں کہ عیب وہ ہے جسکو سب سوداگر اور جمیع ارباب صنائع ناقص کہیں اگرچہ انکی تجارت اور صناعت میں سے نہو مشتری کو رد عیب میں اسواسطے اختیار ہوا کہ مطلق عہدے عیبی کا تقاضی ہے اور ثمن اسواسطے کم ہوا کہ اوصاف کے مقابل میں کچھ ثمن نہیں بٹتا بان اگر مبیع کے بعد بائع کے فعل سے عیب پیدا ہوگا تو بقدر اسکے ثمن کم ہوگا اگر مشتری اسکے لینے کا ارادہ کرلیگا اور مسئلہ خیار العیب میں چند امور کا ملحوظ رکھنا ضرور ہے اول یہ ہے کہ عیب بائع کے پاس حادث ہو نہ مشتری کے پاس ۲ مشتری کو مبیع کے وقت معلوم نہو ۳ عند القبض بھی معلوم نہو ۴ ازالہ عیب پر بلا مشقت قادر نہو اور اگر مشتری قادر ہوا زالہ پر چنانچہ تحلیل احرام جاریہ یا کپڑے سے خون کا دھو ڈالنا وصورت عدم نقصان تو عیب ثابت ہوگا ۵ عدم اشتراط براءت ایک عیب یا جمیع عیوب سے ۶ وہ عیب زوال پذیر نہو قبل فسخ کے سو اگر زائل ہو گیا جیسے آنکھ کی سفیدی جبکہ دور ہو جاوے یا زائل ہو جائے تو مشتری کو پھیر دینے کا اختیار نہوگا کذا فی الطحطاوی وما لم یتعیبا لما لک لکل منھما فاحدھما واحدھما درصورت عیب اسوقت تک اختیار ہے جب تک امساک مبیع متعین نہو گیا ہو چنانچہ دو رجل مردوں میں سے ایک نے دوسرے سے غلام مول لیا پھر دونوں نے احرام باندھا ایک نے تو اب رد بیع متنع ہو بقدر نقصان پھیر لینا چاہیے کذا فی المحیط وھی او وکیل او عبد ماذون شری شیئا بالف وقبضہ ثلثۃ لکل لم یرد بعیب بخلاف خیار الشرط والرؤیۃ امتیاز ۱۲ للاضرار یتیم وشرکۃ وفی الدرر ینبغی الرجوع بالنقصان کوارث شری من المورث فقط وجدہ عیبا وتوبتع بالاولی کا رجوع اور محیط میں ہے وصی یا وکیل یا عبد ماذون نے کوئی چیز ہزار کو خریدی اور قیمت اسکی تین ہزار ہیں تو بیع نکرے بسبب عیب مبیع کے بخلاف خیار الشرط اور خیار الرؤیۃ کے کہ اسمیں رد بیع کر سکتا ہے کذا فی الاشباہ وصی وغیرہ کو رد بیع جائز ہوا بسبب ضرر بچے یتیم اور موکل اور مولے کے اور نہر الفائق میں کہا ہے لائق یوں ہے کہ وصی وغیرہ کو رجوع بقدر نقصان عیب جائز ہے مانند اوس وارث کے جسنے ترکے سے کفن خریدا اور اسمیں عیب پایا اور کفن دینے میں شخص اجنبی احسان کرے میت کے ساتھ تو رجوع بالنقصان نہیں وھذا احد ست مسائل لا رجوع فیھا بالنقصان مذکورۃ فی الدرر تتمہ یہ یعنے عدم رجوع بالنقصان ایک مسئلہ ہے ان چھ مسئلوں سے جن میں رجوع بالنقصان نہیں جو مذکور ہیں ترازیہ میں وذکرنا فی شرحنا للملتقی مغربا للعتابیۃ تیمر بالعیب لا یرجع بالنقص اور ہم نے اپنی ملتقی کی شرح میں قنیہ سے نقل کرکے مذکور کیا ہے کہ گاہک بسبب عیب کے رد مبیع ہوتا ہے اور ثمن نہیں پھیر لیا جاتا ہے چنانچہ

غلام کو بیع کیا اور اسکو تسلیم کر دیا پھر قبض ثمن کے واسطے ایک وکیل مقرر کیا سو وکیل نے اقرار کیا کہ بیچ ثمن پر قبضہ کیا الکیں وکیل کے پاس ضائع ہو گیا یا وکیل نے یوں کہا کہ بیچ ثمن موکل کو دیا اور موکل اسکا منکر ہے تو مشتری بری الذمہ ہو گیا اور وکیل پر ضمان عین پھر اگر مشتری نے غلام میں عیب پایا یا اسکو پھیر دیا تو ثمن کو بائع سے نہیں پھیر سکتا بسبب اقرار وکیل کے اور بواسطے عدم ثبوت قبض بائع کے اور نہ وکیل سے لے سکتا ہے کیونکہ وہ امین ہے اور عاقد نہیں کذا فی النہر عن القنیۃ کالا باق اذا باق الابق من المشتری الی البائع فی البلدۃ ولم یخف عندہ فانہ لیس بعیب چنانچہ غلام میں عیب بھاگنا عیب ہے مگر جبکہ غلام مشتری کے پاس سے بھاگا اور اسی شہر میں بائع کے پاس گیا اور اسکے پاس چھپ نہ رہا تو یہ بھاگنا عیب نہیں یعنے اگر دوسرے شہر میں بائع کے پاس بھاگے گا یا مخفی ہو رہیگا تو عیب ثابت ہو گا لاختلاف فی الثوب والاصح انہ عیب اور اختلاف ہے بیل کے بھاگنے میں کہ عیب ہے یا نہیں اور قول بہتر یہ ہے کہ بیل کا بھاگنا بھی عیب ہے اسمیں تین قول ہیں ایک قول کو تونتاج نے ذکر کیا اور دوسرا قول یہ کہ بھاگنا عیب نہیں تیسرا قول یہ کہ ہمیشہ بھاگنا عیب ہے دو تین بار کا بھاگنا عیب نہیں اور ظاہر الہدایہ والجوہرۃ کا بھی یہی حکم ہے کذا فی الطحطاوی ولیس للمشتری مطالبۃ البائع بالثمن قبل عود من الاباق الیہ تیسرا مسئلہ مشتری کو مطالبہ ثمن کا بائع سے قبل پلٹ آنے غلام کے فرار سے جائز نہیں کذا فی شرح ابن ملک والقنیۃ والبول فی الفراش والسرقۃ الا اذا سرق شیئا فلا کالمرولی ولیس لہ اکل فلس ولا فلسین اور چنانچہ بستر پر پیشاب کرنا اور چوری کرنا مگر جبکہ کوئی پیر کھانے کے واسطے چرا وے مولے سے یا کسی چیز چرا وے چنانچہ پیسا اور دو پیسے تو عیب نہیں ہم اگر بیچنے کے واسطے چوری کرے یا کھانے سے زیادہ چرا وے یا حوکے سوا کسی اور شخص کی چیز چرا دے تو عیب ہے دلو سرق عند المشتری ایضا فقطع رجع بربع الثمن لقطعہ بالسرقتین جمیعا اور اگر غلام نے مشتری کے پاس بھی چوری کی سو اسکا ہاتھ کاٹا گیا تو مشتری چہارم ثمن پھیرے بسبب اسکے مقطوع ہونے کے دونوں چوریوں سے ملا کر ہم ربع ثمن کے رجوع کی یہ وجہ ہے کہ غلام کے ہاتھ کا خونبہا اسکی نصف قیمت ہے اور یہ نصف تلف ہوا دو سبب سے یعنے ایک چوری بائع کے پاس اور دوسری مشتری کے پاس کی تو موجب تلف نصف ہو گا تو نصف النصف کا رجوع ہوا یعنے ربع کا کذا فی الطحطاوی ولو رضی البائع باخذہ رجع بثلثۃ ارباع قیمتہ عینی اور اگر بائع راضی ہو گیا غلام کے لینے سے تو مشتری تین ربع اسکے ثمن کے پھیرے یعنے پون قیمت کذا فی العینی وکلہا تختلف صغرا ای مع التمییز وقدرہ بخمس سنین او یاکل ویلبس وحدہ وقامہ فی الجوہرۃ فلو لم یاکل ولا یلبس وحدہ لم یکن عیبا ابن ملک وکبرا کہما فی الصغر لقصور عقل وضعف مثانۃ عیب وفی الکبر لسوء اختیار وداء یلطخ عیب آخر اور جمیع عیوب ثلثہ مختلف السبب ہیں طفلی اور جوانی میں اسواسطے کہ طفلی میں بھاگنا اور چوری عقل کی کمی سے اور پیشاب کرنا ضعف مثانہ سے عیب ہے اور جوانی میں بھاگنا اور چوری خبث اور بدذاتی سے اور پیشاب کرنا مرض باطنی سے دوسرا عیب ہے طفلی سے مراد طفلی یا تمیزی ہے اور فقہا نے تمیز کا اندازہ پانچ برس کا کیا ہے یا بلا اعانت وہ تنہا کھانے پینے لگے اور بولیا بیان اسکا جو ہرہ میں ہے سو اگر وہ بذات خود کھاتا ہو نہ کپڑا پہنتا ہو تو بھاگنا اور چوری اور پیشاب کر دینا اسکے حق میں عیب نہیں کذا فی شرح ابن ملک فعند اتحاد الحالۃ بان ثبت باقہ عند بائعہ ثم مشتریہ کذلک فہما فی صغرہ او کبرہ لم یرد لاتحاد السبب تو حالت متحد ہونے میں اسطرح پر کہ غلام کا بھاگنا ثابت ہوا بائع کے پاس سے پھر مشتری کے پاس سے دونوں بار کا بھاگنا اسکی طفلی میں ہو یا جوانی میں تو مشتری کو اسکا پھیر دینا جائز ہے بسبب متحد ہونے سبب کے ہم جب طفلی یا جوانی میں دونوں کے پاس سے بھاگا تو اسکا سبب ایک ہی ٹھہرا طفلی میں قصور عقل اور جوانی میں بدذاتی لہذا مشتری کو پھیر دینے کا اختیار رہا کیونکہ عیب قدیمی ثابت ہوا فقط مشتری کے پاس حادث نہیں ہوا کہ ممتنع ہو وعند الاختلاف لا لکن نہ عینا حادثا اور اختلاف سبب کے نزدیک مشتری کو پھیر دینے کا اختیار نہیں اسواسطے کہ وہ نیا عیب ہم یعنے جب ثابت ہو غلام کا بھاگنا بائع کے پاس سے حالت طفلی میں اور مشتری کے پاس سے جوانی کی حالت میں تو اب مشتری اسکو اس عیب سے پھیر نہیں سکتا کیونکہ طفلی کا سبب فرار کم عقلی ہے اور جوانی کا سبب فرار شرارت اور بدذاتی ہے تو معلوم ہوا کہ یہ عیب دوسرا پیدا ہوا سو اس عیب کے جو قبل اسکے بائع کے پاس تھا اور پھیر دینا جائز نہیں مگر اس عیب سے جو بائع کے پاس ہو کبیعد ثم عند البائع ثم عندہ مشتریہ ان من نوعہ لم یرد لما مر یعنی چنانچہ وہ غلام جسکو تپ آئی بائع کے پاس پھر تپ آئی مشتری کے پاس اگر یہ تپ اسی تپ کی قسم سے ہے تو اسکو پھیرنا جائز ہے اور اگر دوسری قسم کی ہے تو جائز نہیں کذا فی شرح العینی ہم خانیہ میں مذکور ہے کہ نوع محی سے مراد یہ ہے کہ ایک

وقت مین دونون کے پاس پیدا ہوا ہو اگر اسکے غیر وقت مین تب آئی ہو تو پھیرنا جائز نہین یہی محفوظ ہی ہمارے اصحاب سے کذا فی الطحطاوی ویقوم معیبا بیوم الشراء حتی رجع بالنقصان لو باع حال العیب باقل ذلک العیب یا لیلا فربح یتصدق بہ نعم فسخ باقی رہا یہ مسئلہ کہ اگر مشتری نے صغیر غلام کو بستر پر پیشاب کرتا پایا پھر اسمین دوسرا عیب پیدا ہوا یہان تک کہ مشتری نے بقدر نقصان بائع سے ثمن پھیر لیا پھر غلام بالغ ہوا تو گویا بالغ کو جائز ہی کہ نقصان پھیر دے مشتری سے بسبب اس عیب کے جو اسنے لڑکپن مین کیا تھا جواب اسکا یہ ہی کہ یہان استرداد نقصان جائز ہی کذا فی الفتح من الظہیریۃ والجنون حقوا اختلال القوۃ المدرکۃ للکلیات مثلہ ہم اور چنانچہ جنون یعنے دیوانہ ہو جانا جنون عبارت ہی اس قوت کے اختلال سے جسکے سبب سے ادراک کلیات ہوتا ہی کذا فی التلویح ہم یہ تعریف جنون کی صاحب بحر نے کی ہی اور تلویح مین یون ہی کہ جنون عبارت ہی اس قوت کے اختلال سے جو ممیز ہی اشیاے حسنہ اور قبیحہ مین اور انجام کار کی کذا فی الطحطاوی وہو علی تعریف العقل انہ القوۃ المذکورۃ ومعدنہ القلب وشعاعہ فی الدماغ ہر دو اور جنون کی تعریف سے عقل کی تعریف معلوم ہو گئی کہ عقل عبارت ہی قوت مذکورہ سے یعنے جو قوت کہ مدرک ہی کلیات کی ادھکا نام عقل ہی اور اسکے کان دل ہی اور اسکی روشنی دماغ مین ہوتی ہی کذا فی الدر وھو کما یختلف بما ذکر یختلف بالاعتقاد سببہ بخلاف ما ھو وقیل یختلف عینی اور جنون مختلف نہین ہوتا طفلی اور جوانی سے اسکے ایک ہی سبب ہوتے ہے بخلاف اسکے جو عیوب کہ مذکور ہو چکے یعنے اباق اور بول در سرقہ اور قول ضعیف یہ ہی کہ جنون بھی طفلی اور جوانی سے مختلف ہوتا ہی کذا فی شرح العینی ہم جہانتک سبب ہونے کا تو اگر غلام مجنون ہو طفلی مین بائع کے پاس پھر مجنون رہا مشتری کے پاس طفلی مین یا بعد جوانی کے تو یہ عیب اول عیب ہی تو مشتری کو پھیر دینے کا اختیار ہی دمقدار عوتب بہم ولیلۃ اور مقدار جنون کی ایک رات اور دن سے زیادہ ہی یعنے اسقدر سے کم جنون ہونا عیب نہین اور دوسرا قول یہ ہی کہ ایک ساعت کا بھی جنون عیب ہی اور تیسرا قول یہ کہ جنون مطبق عیب ہی نہ غیر مطبق کذا فی البحر وکذا لو عاد بعد ما عاد عند المشتری فی الاصح والاقلا رد الا فی ثلث زنا للجاریۃ والسرقۃ من الزنا والولادۃ منہ اور جنون کا عود کرنا مشتری کے نزدیک فرد ہی قول اصح مین اور نہین تو بلا معاودت عیب پھیر دینا جائز نہین مگر تین عیب مین رد بیع بلا معاودت جائز ہی لونڈی کی زنا کاری مین اور زنا سے متولد ہونے مین اور ولادت مین کذا فی الفتح ہم وولادت اسواسطے عیب ہوئی کہ اسمین ایسا ضعف حاصل ہوتا ہی کہ گاہے زائل نہین ہوتا فتح القدیر مین کہا کہ اسی قول پر فتوی ہی قلت لکن فی البزازیۃ الولادۃ لیست بعیب الان لو جب نقصانا وعلیہ الفتوی والتحفۃ والبحر لیکن بزازیہ مین ہی کہ ولادت عیب نہین مگر یہ کہ نقصان کی موجب ہو اور اسی قول پر فتوی ہی اور اسی قول پر نہر الفائق مین اعتماد کیا ہی ہم پہلا قول بھی مفتی بہ ہی تو یہان قاضی اور مفتی مخیر ہین وفیہ الجزل عیب فی بنات آدم کما فی الیتیمۃ اور نہر الفائق مین ہی کہ حائضہ ہونا عورتون مین عیب ہی نہ جانورون مین والجذام والبرص والعمی والعور والحول والصمم والخرس والقرح والکامراض عیوب اور سن بہری اور سفید داغ اور اندھا اور کانا اور بھینگا اور بہرا اور گونگا ہونا اور زخم اور بیماریان عیوب ہین وکذا الکحۃ وھو انتفاخ الانثیین والعنین الخصی عیب اور اسی طرح فتق یعنے دونون فوطی پھولنا اور نامرد اور خصی ہونا عیب ہی ہم بہتر یہ تھا کہ شارح یون کہتا الفتہ والخصاء عیبان اور ظاہر ایک فوطہ بھی پھولنا عیب ہی کذا فی الطحطاوی وذا اشتری عبدا انثی خصی فوجدہ فحلا فلا خیار لہ جوہرہ اور جبکہ مشتری نے غلام کو خرید کیا اس شرط پر کہ وہ حقنی ہی پھر اسکو تندرست نہ پایا تو اسکو پھیر دینے کا اختیار نہین کذا فی الجوہرہ اسواسطے کہ یہ عیب نکلا تو مشروط سے عمدہ پایا والبخر نتن الفم والفرنتن الانف والبظر نتن الفرج والزنا والتولد منہ کلہا عیب فیہا لا فیہ ولو اعمر کذا فی الکافی خلافا لہ اور بخر یعنے گندہ دہنی اور دفر یعنے گندہ بغلی اور اسی طرح گندہ بینی کذا فی البزازیہ اور زنا سے پیدا ہونا یہ عیب ہین لونڈی یعنی غلام مین اگرچہ غلام امرد سادہ رو ہو قول اصح مین کذا فی الخلاصہ ہم امرد مذکور لونڈی مین اسواسطے عیب ہوا کہ مقصود کے حمل مین یعنے لونڈی کی خرید سے ہم بستری اور طلب ولد مقصود ہی اور گندہ دہنی وغیرہ قربت کے مانع ہین اور غلام سے مقصود خدمت لینا ہی اور یہ شیا اسکے منافی اور مانع نہین خواہ غلام امرد ہو یا غیر امرد الا اذا فحش لانہ حینئذ یمنع القرب من المولے مگر یہ کہ گندہ دہنی اور گندہ بغلی غلام مین بشدت ہون اسی طرح یہ کہ میان کے

پاس لے کی مالغ ہوں تو البتہ عیب ہیں غلام میں بھی اور یکون الزنا عادۃ لہ بان تکرر منہ مرتین یا یکذ زنا کاری کی غلام کو عادت پڑگئی ہو اسطرح پر کہ زنا
اسسے مکرر ہوا ہو دو دفعہ سے زیادہ تو عیب ہے غلام میں بھی واللواطۃ بھا عیب مطلقا اور لواطت لونڈی میں عیب ہے مطلقاً یعنے خواہ عادت ہو یا اجرت لیکر اسواسطے کہ
مالغ ہم بستری ہے کذا فی البحر وبہ ان مجانا کالاندلیل الابنۃ وان باجر لاقتنیہ اور لواطت غلام میں عیب ہے اگر مفت ہو اسواسطے کہ علت ابنہ کی دلیل ہے اور اگر
اجرت لیکر ہو تو نہیں کذا فی الخانیہ ہم ابنہ علت کا نام ہے جسمیں ایسی چل ہو جو مرد میں کہ بدون منی کے قرار نہ پڑے اور یہ سخت عیب ہے یہاں تک جانوروں میں بھی اور لواطت
کو غرض اجرت غلام میں ایسا عیب نہیں کہ مشتری رد بیع کرے کیونکہ وہ علت ابنہ کی دلیل نہیں بلکہ حرص مال کی علامت ہے اور یہ مراد نہیں کہ لواطت باجرت مطلقاً عیب
نہیں شرعاً اسواسطے کہ شرعاً قبیح اور معیوب تر ہے زنا سے وفیما اشری حمارا تعلوہ الحمر ان طاوع فعیب والا لا اور قید ہے یہ کہ خرید کیا گدھا جسپر گدھے
چڑھتے ہیں اگر بغرض مندی انکی یہ فعل ہوتا ہے تو عیب ہے کہ مرض کی دلیل ہے اور نہیں تو عیب نہیں ولما التحنث بلین صوت وتکسر مشی فان کثر مرد
لا ان قل بنزانیۃ اور زنخا اور ہیجڑا ہونا نرم آواز ہونا کہ اگر بکثرت ہو تو غلام کو مشتری پھیر دے اور اگر بقلت ہو تو نہ پھیرے کذا فی البزازیہ
والکفر باقسامہ وکذا الرفض والاعتزال بحر بحثا عیب فیھما ولو المشتری ذمیا سراج اور سب شیخین کا کفر اور اسی طرح رفض اور اعتزال کذا فی
البحر بحثا لانہ عیب ہر لونڈی غلام میں اگرچہ مشتری کافر ذمی ہو کذا فی السراج ہم جو یہ کہا کہ صاحب بحر نے رافضی سے یہ مراد لی کہ جو علی مرتضی کو اور اصحاب سے
افضل کہتے ہیں وہ رافضی جو شیخین کو برا کہے سو واسطے کہ وہ کافر ہیں داخل ہے کذا فی الطحطاوی وعدم الحیض لبنت سبع عشرۃ وعدھا خمسۃ عشر ویفتی
بقولھا اذا القسم لہ تکول البائع قبل القبض وبعدہ ھو الصحیح وملتقی اور حیض نہ آنا ستر برس کی لونڈی کو امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک پچپن
برس کی لونڈی کو عیب ہے اور عدم حیض معلوم ہوتا ہے لونڈی کے کہنے سے جبکہ اسکے ساتھ بالغ قسم سے انکار کرے قبل قبض کے اور بعد قبض کے یہی قول صحیح ہے کذا فی الملتقی
ولا تسمع فی اقل من ثلثۃ ایام عند الثانی اور مسموع نہ ہوگا دعوی عدم حیض کا تین مہینے سے کمتر میں ابو یوسف کے نزدیک ہم اور محمد کے نزدیک چار مہینے
دس دن اور امام زفر کے نزدیک دو سال سے کمتر میں دعوی مسموع نہ ہوگا لیکن عدم حیض جوان لونڈی میں عیب ہے نہ صغیرہ اور ایسے میں کذا فی الطحطاوی فتح القدیر
میں ہے کہ اگر قاضی مجتہد ہو تو موجب بنے اجتہاد کے عمل کرے اور اگر مقلد ہو تو دو سال پر عمل کرے والا ستحاضۃ والسعال القدیم لا المقاد اور استحاضہ
اور قدیم کھانسی عیب نہ عادت کی کھانسی ہم بحر الرائق میں ہے کہ مرض کی کھانسی عیب ہے قدیم ہو یا غیر قدیم کذا فی الطحطاوی والدین الذی یطالب فی الحال کالموجل لعشرۃ فانہ لیس بعیب کما فی مسکین عن الذخیرۃ اور لونڈی غلام پر اگر دین کا ہونا عیب ہے جبکہ فی الحال مطالبہ ہو نہ وہ دین جسکی مدت
اسکی ازادی پر معین ہو اسواسطے کہ وہ عیب نہیں چنانچہ اسکو مسکین نے ذخیرہ سے نقل کیا ہم دین مؤجل لحق وہ ہے جو غلام پر خرید کرنے سے لازم ہوا ہو بلا اذن مولی
لکن عمم الکمال وعللہ بنقصان وکانہ وھیرانہ لیکن کمال الدین محقق نے ہر دین کو عیب کہا ہے اور دلیل تعمیم کی نقصان ولا اور نقصان میراث بیان
کی ہم وجہ نقصان ولا اور میراث یہ ہے کہ ارباب دیون کو اور عصبات پر مقدم ہیں کذا فی الطحطاوی والشعر للساء فی العین وکذا کل عرض فیما فھو
عیب صراح کسیل وحوص وکثرۃ دمع والتواء لول بمثلثۃ کزنبور بنڈ صغیر بمھملۃ مسلب مستدیر علی صوب شق جمعہ نمالیل قلت وسترخاء
بالکثرۃ بعض شرح الھدایۃ اور پر وال اور نزول اب آنکھ میں اور اسی طرح ہر مرض آنکھ میں عیب ہے کذا فی السراج چنانچہ سرخ جالا اور کویہ تنگ ہونا اور
آنسو کا ڈھلکا اور مساثر لول بثاء مثلثۃ پر وزن زنبور چھوٹی سخت کھجلی گوایا تکال مختلفہ جسکو اہل ہند مسا بولتے ہیں اور جمع انکے نمالیل کذا فی القاموس اور
ہدایہ کے بعض شارحین نے میں کثرت کی قید لگائی ہے یعنے مسون کی کثرت عیب ہے نہ قلت وکذا الکی عیب لو عن داء والا لا اور اسی طرح داغ عیب ہے
اگر آگ سے بسبب بیماری کے داغ دیا ہو اور نہیں تو عیب نہیں وقسم لا صبع عیب والاصبعان عیبان والا صابع مع الکف عیب واحدا وبانملۃ
انگلی کا کٹنا ایک عیب اور دو انگلیوں کا مقطوع ہونا دو عیب ہیں اور سب انگلیوں کا قطع ہونا ہتھیلی کے ساتھ ایک عیب ہے رد المحتار وھو من یحسن العمل

بیسارہ فقط کان یعمل بالیمنی ایضاً کعمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اور جو شخص کہ فقط اپنے بائیں ہاتھ سے کام کرے مگر جو شخص دونوں ہاتھ سے بھی کام کرے چنانچہ فاروق اعظم عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کام کرتے تھے تو عیب نہیں بلکہ عمدہ وصف ہے والشیب شرب وخیرکم اقدمکم اسلاما عیبٌ اور سیری اور شراب پینا علانیہ اور قمار بازی اگر عیب شمار ہو چنانچہ نرد اور شطرنج کا قمار اور مانند انکے کذا فی الطحطاوی عن البحر وعدم ختانهما الکبیرین مولدین اور لونڈی غلام کا ختنہ نہونا اگر بالغ دار الاسلام کے پیدا ہوئے ہوں عدم بالغ کی قید اسواسطے لگائی کہ صغیر کا ختنہ نہونا عیب نہیں اور اسی طرح جو غلام دار الحرب سے گرفتار ہو آوے صغیر ہو یا کبیر انکا عدم ختان عیب نہیں اور قاضی خان کے فتاوے میں ہے کہ لونڈی کا ختنہ نہونا زمان سابق میں جب کہ اب ہمارے زمانے میں عیب نہیں کذا فی الطحطاوی وعدم تحق حمار وقلة اکل دواب ونکاح کلب وفیمة وتزك صلوة لکن فی القنیة ترکہا فی العبد لابن جبلہ ہ اور نبولنا گدھے کا اور کم کھانا جانوروں کا اور لونڈی غلام کا نکاح ہونا اور جھوٹ بولنا اور چغل خوری اور ترک نماز عیب ہے لیکن قنیہ میں ہے کہ ترک نماز غلام میں موجب رد ہے نہیں وجہ لو ظہر ان الامر مستور متر یجب ان یتمکن من الرد لان الناس یرغبون فیہا اور قنیہ میں ہے کہ اگر ظاہر ہو کہ گھر منحوس ہے تو لاق یہ ہے کہ مشتری رد بیع پر قادر ہو اسواسطے کہ لوگ ایسے گھر کے لینے میں خواہش نہیں کرتے وفی المنظومة المحبیة والحال عیبٌ او علی لاقرب والشفعة کالخسیس والعیوب کثیرة برأ اللہ منہا اور منظومہ محبیہ میں ہے کہ خال عیب ہے اگر سھڈی یا ہونٹ پر ہو نہ گال پر اور اسکے سوا عیب بہت ہیں حق تعالے ہمکو انسے بچاوے آمین حدوث عیبٍ آخر عند المشتری بغیر فعل البائع فلو بہ یجد القبض راجع بحصتہ من الثمن ویجب کارش واما قبلہ فلہ اخذہ او ترکہ بکل الثمن مطلقا پیدا ہوا دوسرا عیب مشتری کے پاس بدون فعل بائع کے سو اگر بائع کے فعل سے دوسرا عیب پیدا ہوا بعد قبض مشتری کے تو مشتری بقدر حصہ عیب قدیم ثمن پھیر لے اور عیب جدید کا جرمانہ بائع پر واجب ہوگا اور قبل قبض کے تو مشتری کو اختیار ہے چاہے اسکو لے حصہ نقصان کو کم کرکے یا اسکو پھیر دے کل ثمن لیکر ہر طرح یعنے خواہ عیب قدیم ہوا ہو کذا فی الملیی ص حلبی نے کہا قولہ بکل الثمن متعلق ہے بقولہ او ردہ سے فقط اور اسکی کچھ حاجت نہ تھی کیونکہ معلوم ہے بلا اشتباہ بلکہ یہ قول خلاف مراد کا موہم ہے یعنے قولہ قلہ اخذہ کے متعلق ہونے کا کما لا یخفی معلوم کرنا چاہیے کہ حدوث نقصان دو حال سے خالی نہیں یا نقصان بائع کے پاس پیدا ہوا یا مشتری کے پاس اگر بائع کے پاس پیدا ہوا اسکی پانچ صورتیں ہیں بائع کے فعل سے یا اجنبی کے فعل سے یا مبیع کے فعل سے یا آفت آسمانی سے سو اگر بائع کے فعل سے ہوا تو مشتری مختار ہے خواہ قدیم عیب ہو یا نہ ہو چاہے اسکو چھوڑ دے اور چاہے لے حصہ نقصان کو گھٹا کر اور اگر عیب مشتری سے ہوا تو اسپر تمام ثمن لازم آیا ثمن کو بقدر نقصان کم نہیں کر سکتا اور اگر نقصان بفعل اجنبی ہوا تو مشتری مختار ہے چاہے مبیع کو بسبب ثمن دیکر اور اجنبی سے جرمانہ لے اور چاہے مبیع کو ترک کرے اور اجنبی سے ثمن ساقط ہوا اور اگر نقصان آفت آسمانی سے ہوا یا مبیع کے فعل سے تو چاہے مشتری اسکو ترک کرے چاہے لے بقدر نقصان ثمن گھٹا کر اور اگر نقصان مشتری کے پاس پیدا ہوا ہو تو اگر مشتری یا مبیع کے فعل سے ہوا ہو یا آفت آسمانی سے تو اسکو عیب قدیم کے سبب سے پھیر نہیں سکتا لیکن بقدر نقصان قدیم ثمن کم کر سکتا ہے اور اگر بائع ناقص لینے پر راضی ہو تو پھیر دینا بھی جائز ہے اور اگر نقصان بائع یا اجنبی کے فعل سے ہو تو مجرم پر جرمانہ واجب ہے اور پھیر دینا ممنوع ہے اور بقدر حصہ عیب قدیم ثمن پھیر لینا جائز ہے کذا فی البحر جبکہ یہ معلوم ہوا تو دریافت کرنا چاہیے کہ مصنف نے حدوث عیب ثانی کو بعد القبض فرض کیا ہے چنانچہ قولہ عند المشتری اسپر دلالت کرتا ہے اور مذکور ہو چکا کہ قبض کے بعد مشتری کو بقدر نقصان عیب قدیم کم ثمن پھیر لینا یا پانچوں صورتوں میں جائز ہے مگر شارح نے فقط فعل بائع کا مستثنی کر لیا اسواسطے کہ بائع کی رضامندی سے اسمیں پھیر دینا ممکن نہیں لیکن شارح پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ فعل اجنبی کا بھی یہی حکم ہے جو بائع کے فعل کا حکم ہے تو شارح پر لازم تھا کہ یوں کہتا بغیر فعل البائع او الاجنبی کذا فی الحلبی لمحفا دلو بہ یرد الہا ثم علی حدوثہ والمشتری علی قدمہ فلقولہ البائع والبینة للمشتری اور اگر گواہ لایا بائع عیب جدید ہونے پر اور مشتری گواہ لایا اسکے قدیم ہونے پر تو بائع کا قول معتبر ہے اور گواہ مشتری کے مقبول ہیں ص نہر الفائق میں قاضی خان کی شرح سے نقل کیا کہ وصورت عاقدین کی گواہی کے مشتری کی گواہی مقبول ہے کیونکہ وہ مثبت اختیار ہے اور قول بائع کا معتبر ہے کیونکہ وہ اختیار کا منکر ہے انتہی تو بائع کا قول اسوقت

معتبر ہو جبکہ مشتری کے گواہ نہوں اور شراح کی عبارت اسپر دلالت نہیں کرتی کما لا یخفی وگا یذ جبرًا مالہ حمل ومؤنۃ الا فی بلد العقد بحر اور یہ پھیرے مشتری زبردستی اُس مبیع کو جسکے واسطے باربرداری اور خرچ کی حاجت ہو مگر جس شہر مین عقد بیع واقع ہوا ہو اسمین پھیر دینا جائز ہی باوجود باربرداری کے بھی کذا فی البحر اسواسطے کہ حاجت باربرداری بمنزلۂ عیب ذات کے ہی کذا فی النہر رجع ینقصانہ الا فیما استثنی وعنہ مالو اشتراہ ولو لیۃ او خاطۃ للطفلہ زیلعی اور رجع بہ المبائع جوھر یعنے اگر مشتری کے پاس دوسرا عیب بغیر فعل بائع پیدا ہوا ہو تو مشتری بعد بنقصان عیب قدیم ثمن پھیرے مگر اُن مسائل مین رجوع نہین جنکا استثنا ہو گیا چنانچہ وہ مسائل ستہ جو اول مذکور ہو چکے برازیہ سے اور انا نجملہ یہ ہی کہ اگر مشتری نے مبیع کو بطور تولیت خرید کیا یا اسکو اپنے طفل صغیر کے واسطے قطع کیا اور سیا کذا فی الزیلعی یا بائع ناقص پھیر لینے پر راضی ہو گیا کذا فی الجوہرہ ص رجوع بنقصان کا یہ طریقہ ہی کہ اول مبیع کی قیمت بلا عیب کیجاے پھر عیب کے ساتھ کیجاے یعنے عیب قدیم کے ساتھ اور دونون قیمتون مین تفاوت دیکھا جاے اگر تفاوت عشر قیمت ہو تو ثمن سے دسوان حصہ پھیرے اور اگر اس سے کم زیادہ ہو تو ویسا ہی کرے مثلاً اگر دس درم کو خریدا ہو اور قیمت اُسکی سو درم ہوا اور عیب نے دسوان حصہ کم کر دیا تو ثمن کا دسوا حصہ پھیرے یعنے ایک درم اور اگر ثمن دو سو ہو اور قیمت ایک سو اور بنقصان عیب عشر ہو تو بیس درم پھیرے وعلی ہذا القیاس کذا فی النہر الفائق مسئلہ اخیرہ کے ذکر کرنے کی کچھ حاجت نہ تھی کہ بعد اسکے متن مین موجود ہی وعدم رجوع بیع التولیہ کی یہ ہی کہ اگر ایک چیز بطور تولیت کے خرید کی اور مشتری کے پاس اُسمین دوسرا عیب پیدا ہوا اور اُسمین ایک قدیم موجود تھا تو اُسمین نہ رجوع جائز ہی نہ بدون رضامندی بائع کے رد کرنا کیونکہ اگر رجوع کرے تو ثمن ثانی ثمن اول سے کم ہو اور مقتضاے تولیت یہ ہی کہ برابر ہو اور قطع اور خیاطت طفل کے واسطے تملیک کی اور قبض مین باپ اُسکا نائب ہی تو اگر باپ مبیع مقطوع مخیط کے عیب قدیم پر مطلع ہو تو اب بقدر حصۂ نقصان رجوع نہین کر سکتا اسواسطے کہ وہ حالبس ہوا مبیع کا تملیک کر کے کذا فی الطحطاوی ولہ الرد بوصف السلامۃ اور اسکو پھیر دینا جائز ہی بائع کی رضامندی سے ھم یعنے اگر بائع کے پاس مبیع مین عیب ہوا اور مشتری کے پاس دوسرا عیب پیدا ہوا بلا فعل بائع تو مشتری مختار ہی چاہے عیب قدیم کے حصے کے موافق ثمن پھیرلے چاہے مبیع پھیر دے بشرط رضاے بائع کے رضاے بائع اسواسطے شرط ہوئی کہ پھیر دینے مین ضرر ہی بائع کا اسواسطے کہ جب مبیع اسکی ملک سے خارج ہوئی تھی تو عیب حادث سے سالم تھی لہذا رجوع بالنقصان متعین ہوا مگر درصورت رضاے بائع مشتری مختار ہی پھیر دینے مین یا رکھ لینے مین بلا رجوع نقصان کذا فی الحلبی الا مانع عیب او زیادۃ کان اشتری ثوبا فقطعہ فاطلع علی عیب قدیم رجع بہ او بنقصانہ لتعذر الرد بالقطع بشرط رضاے بائع پھیر دینا جائز ہی مگر بسبب عیب کے جو مانع ہو رد کا بسبب زیادت مانعہ کے پھیرنا جائز نہین چنانچہ ایک کپڑا خریدا پھر اسکو قطع کیا پھر مشتری اسکے عیب قدیم پر مطلع ہوا تو لقدر نقصان ثمن پھیرے اس حالت مین پھیر نہین سکتا بسبب متعذر ہونے رد کے قطع کرنے سے ھم یہ مثال ہی عیب مانع کی اور زیادتی کی مثال دوخت اور رنگت وغیرہ مین آویگی فان قبلہ البائع لکن لہ ذلک کانہ اسقط حقہ پھر اگر بائع نے سچا ڈاہوا کپڑا قبول کر لیا تو اسکو جائز ہی اسواسطے کہ اسنے اپنا حق ساقط کر دیا ولو اشتراہ بعیب فخرجہ عن ملکہ فعاد الیہ رجع لا لو رجع لانفساخ البیع بالرد بالعیب بالقضاء او بالتراضی او بالفسخ بخیار او بالاقالۃ فعاد الیہ بالشراء او بالہبۃ والتسلیم او بالوصیۃ او بالارث لانہ ملکہ ملکا مستفادا فلا یرجع بالنقصان لانہ لم یدخل تحت العقد بحر اور اگر اونٹ خرید کیا پھر اسکو حلال کیا اور اسکی انتڑیون کو سڑا گلا پایا تو رجوع نقصان جائز نہین بسبب بگاڑ دینے بائع کی مالیت کے یعنے حلال کرنے سے مالیت فاسد ہو گئی کہ گوشت لائق گندگی کے ہو گیا بخلاف قطع ثوب کے کہ اسمین افساد مالیت نہین لہذا اسمین رجوع درست ہوا انہ اعین کما لا یرجع لو باع المشتری الثوب کلہ او بعضہ او وھبہ بعد القطع لجواز ردہ مقطوعا کما افادہ بقولہ چنانچہ رجوع نہین کر سکتا اگر مشتری نے سب یا تھوڑا کپڑا بیچ کیا یا ہبہ کیا بعد قطع کے بسبب جائز ہونے کے بیچ دینے مبیع کے کاٹ کر نہ سکے چنانچہ اسکو مصنف نے انچہ آئندہ قول مین بیان کیا فلو قطع المشتری وخاط وصبغ یا صبغ کان عینا اولت السویق بسمن او خبز الدقیق او غزسوا وبقی تمام الطلع علی عیبہ رجع بنقصانہ کما مر الرد بسبب الزیادۃ لحق الشرع لحصول الربا حقا لہ فیہ اعلی الرد لا یقضی القاضی بہ درر وابن کمال پھر اگر کسی کو مشتری نے قطع کیا اور سیا یا اسکو کسی رنگ سے رنگین کیا کذا فی العینی یا ستو گھی مین ملائے یا آٹے کی روٹی پکائی یا زمین مین درخت لگایا یا عمارت

بنائی پھر مشتری اس کپڑے کے عیب قدیم پر مطلع ہوا تو بقدر نقصان کمن سے پھیر لے بواسطے امتناع پھیر دینے کے بسبب زیادہ ہوجانے مبیع کے اور یہ امتناع رد بواسطے حق شرع کے ہو بسبب حاصل ہونے بواکے یہاں تک کہ اگر بالغ اور مشتری دونوں رد مبیع پر راضی ہوجاویں تو حاکم اسپر حکم نکرے کذا فی الدرر واین کمال ہم زیادتی مبیع مین امتناع رد واسطے ہوا کہ اصل مبیع مین بلا زیادت فسخ نہین ہوسکتا کیونکر زیادتی جدا نہین ہوسکتی اور مع زیادت فسخ کی کوئی وجہ نہین تو ہر صورت فسخ ممتنع ہوا شارح کو مناسب تھا کہ یوں کہتا لحصول شبہۃ الربا واسطے کہ حرمت ربوا قدر اور جنس سے ہوتی ہی سو یہان دونون مفقود ہین کذا فی الطحطاوی

کما یجب لو باعہ ای المشتری رجع فی ھذہ الصورۃ بعد سرایۃ العیب قبل الرضی بہ صریحا او دلالۃ چنانچہ مشتری رجوع بقدر نقصان کرتا ہی اگر مبیع ممتنع الرد کو بیچا اس صورت مذکورہ مین عیب پکھنے کے بعد قبل اسکے ساتھ راضی ہونے کے بطور صراحت یا دلالت کے ہم یعنے اگر اول رضامندی ثابت ہوگی تو بیع سے رجوع نقصان نہوگا رضا بطریق دلالت اسطرح ہی کہ مبیع کو لباس یا رکوب مین استعمال کرے امتناع رد کی قید سے شارح نے اشارہ کیا کہ امتناع سابق ہی بیع پر تو بیع کو امتناع مین کچھ تاثیر نہین تو مشتری بیع سے حابس مبیع کا نہ ٹھہرا لہذا رجوع نقصان مین اسکو اختیار رہوگا کذا فی الطحطاوی · او مات العبد او ھلک المبیع عند المشتری او اعتقہ او دبرہ او استولدھا او وقف قبل علم بعیبہ یا غلام مرگیا موت عیب سے ہلاک مبیع مراد ہی مشتری کے پاس خواہ مبیع آدمی ہو یا غیر اسکا یا غلام کو مشتری نے آزاد کردیا یا مدبر کیا یا لونڈی کو ام ولد بنایا یا مبیع کو وقف کیا اسکے عیب دریافت ہونے سے پہلے او کان المبیع طعاما فاکلہ او بعضہ او اطعمہ عبدہ او مدبرہ او ام ولدہ او لبس الثوب حتی تخرق فانہ یرجع بالنقصان استحسانا عندھما وعلیہ الفتوی بحر وعنھما یرد ما بقی ویرجع بنقصان ما اکل وعلیہ الفتوی اختیار و فھستانی یا مبیع طعام تھا سو مشتری نے اسکو سب یا تھوڑا کھا یا یا اپنے غلام یا مدبر یا ام ولد کو کھلایا یا کپڑا پہنا یہان تک کہ پھٹ گیا تو بقدر نقصان جتنا پھیرے گا صاحبین کے نزدیک بدلیل استحسان اور اسی قول پر فتوی ہی کذا فی البحر اور صاحبین سے دوسری روایت یہ ہی کہ باقی کو پھیرے اور جسقدر کھانا کھا یا ہی اسکے نقصان کو پھیرے اور اسی قول پر فتوی ہی کذا فی الاختیار والفتستانی ہم جیسے اعتاق اور تدبیر اور استیلاد اور وقف مین شرط ہی کہ یہ افعال قبل علم بالعیب ہون ویسے ہی اکل طعام اور لبس ثوب مین بھی شرط ہی کہ قبل علم بالعیب ہون چنانچہ ہدایہ سے معلوم ہوتا ہی تو شارح کو مناسب تھا کہ قید مذکور لبس ثوب کے بعد مذکور کرتا تا مسائل عشرہ کو شامل ہوتا اور صاحبین کے قول پر فتوی ہی فقط اکل طعام مین ہی اور شارح کے بیان سے معلوم ہوتا ہی کہ جمیع مسائل یا مسئلہ اخیرہ مین فتوی ہی اور صاحبین کے قول کو بحر الرائق مین استحسان کہا ہی اور ہدایہ اور عنایہ اور فتح القدیر اور شرح زیلعی مین یون مصرح ہی کہ استحسان عدم رجوع ہی اور یہی قول ہی امام اعظم کا کذا فی الحلبی ولو کان فی دعائم القرآن للباقانی بخصہ من الامر الثقافا بن کمال وابن ملک وسیجئ تمام ذلک فی الاختیار والفھستانی میترجح القیاس فتنبہ اور اگر طعام دو برتن مین ہو تو مشتری کو باقی طعام کا پھیر دینا اسکے حصے کے موافق کم کرکے باتفاق امام اور صاحبین کے درست ہی کذا صرح ابن کمال فی الیضاح الاصلاح وابن ملک اور یہ مسئلہ اسی باب مین اوپر گیا مین کہتا ہون یہ جب اختیار اور فستانی کی عبارت کے قیاس راجح ہوگیا سو خبردار ہوجا مم قیاس یعنے رجوع نقصان یہی قول صاحبین ہی یہان شارح کا بیان ہدایہ اور عنایہ اور فتح القدیر اور شرح زیلعی کے موافق ہوگیا کہ قول صاحبین قیاس ہی اور استحسان کذا فی الحلبی ولو اعتقہ علی مال او کاتبہ او قتلہ او ابق او اطعمہ طفلہ او امرأتہ او مکاتبہ او ضیفہ صح تبعا لاطلاقہ علی عیب کذا ذکرہ المصنف تبعا للعینی فی المنح لکن ذکر فی المجمع قول الرؤیۃ واقرہ شراحہ حتی العینی فیفید البعدیۃ بالاولیۃ فتنبہ لا یرجع بشئ لامتناع الرد بفعلہ اور اگر مشتری نے غلام کو بعوض مال کے آزاد کیا یا اسکو مکاتب کیا یا مار ڈالا یا وہ بھاگ گیا یا کھانا اپنے طفل یا زوجہ یا مکاتب یا اپنے مہمان کو کھلایا کذا فی الحلبی بعد مطلع ہو مشتری کے عیب پر ایسا ذکر کیا ہی مصنف نے اپنی شرح مین تابع ہوکر عینی کا رمز الحقائق شرح کنز الدقائق مین لیکن مجمع مین جمیع مسائل مین قبل روایت کو ذکر کیا ہی اور اسکے شارحین نے اس قید کو مسلم رکھا ہی یہان تک کہ عینی نے بھی شرح مجمع مین تو کلام عینی مین بعدیت اولے ہونے کی

پھیر سکتا ہو غیر اراضی میں مانند رد خیار الرؤیۃ اور خیار الشرط کے کذا فی الدرر یعنے اگر مشتری ثانی نے خیار الرؤیۃ یا خیار الشرط میں رد بیع کی تو مشتری اول کو بھی پھیر دینا اسکے بائع پر مطلقاً جائز ہو خواہ بقضا ہو یا برضا تو یہ تشبیہ ہو رد مطلق میں اور اراضی کو اسواسطے استثنا کیا کہ اسمیں مشتری اول بائع پر رد نہیں کر سکتا بدون حکم قاضی کذا فی الطحطاوی ولہذا اذا ابا عد قبل اطلاعہ علی العیب فلہ الرد مطلقا بحر اور یہ یعنے جواز رد اسوقت ہو جبکہ مشتری اول نے اسکو بیچا ہو عیب پر مطلع ہونے سے پہلے سوا گر بعد اطلاع کے بیع کی تو مطلقاً رد جائز نہیں کذا فی البحر یعنے اگرچہ بحکم قاضی ہو اسواسطے کہ بیع کرنا بعد اطلاع عیب دلیل ہو رضا مندی کی وھذا فی غیر النقدین لعدم تعینھما فلہ الرد مطلقا شرح مجمع اور یہ یعنے تفصیل مذکور رد بیع میں باعتبار قضا اور رضا کے نقدین کے غیر میں ہے بسبب نہ متعین ہونے نقدین کے بیع میں تو نقدین میں مطلقاً رد بیع جائز ہے کذا فی شرح المجمع مصنہ بحر الرائق میں ہے کہ بیع میں عین ہونے کی قید لگانا تامر سے اخراز ہو جاوے اسواسطے کہ اسمیں رد بیع فسخ ہے بلا فرق قضا و رضا اسواسطے کہ دینار متعین نہیں مبیع و ثمن میں تو جبکہ دینار رد بدرہم کے ہاتھ بیچے پھر مشتری ثانی نے دینار میں عیب پایا اور اسکو پھیر دیا تو مشتری اول بائع کو پھیر دے کذا فی الطحطاوی ولو رد برضاہ بلا قضاء لا کان لم یحدث مثلہ فی الاصح اقالۃ اور اگر مشتری ثانی نے مبیع کو مشتری اول کی رضا مندی سے پھیر دیا بلا حکم قاضی تو مشتری اول اسکو بائع پر نہیں پھیر سکتا اگرچہ وہ ایسا عیب ہو جیکا مثل نہ پیدا ہوتا ہو قول اصح میں اسواسطے کہ وہ اقالہ ہوا اور وہ بیع جدید ہے ثالث یعنے بائع کے حق میں کذا فی النہر اور قول غیر اصح یہ ہے کہ جو عیب حادث نہو سکتا ہو چنانچہ زائد الکلی تو اسکو مشتری اول بائع پر پھیر سکتا ہو اسواسطے کہ بالیقین ثابت ہو کہ عیب بائع اول کے پاس موجود تھا کذا فی المنح ادعی عیبا موجبا للفسخ لو حط ثمن بعد قبضہ الجمیع لم یجبر المشتری علی ادفع الثمن للبائع بل یرھن المشتری لاثبات العیب او یحلف البائع علی نفیہ ویدفع الثمن ان لم یکن شیء د مشتری نے دعوی کیا اُس عیب کا جو موجب فسخ بیع یا کم کرنے ثمن کا ہو بعد قبضہ کرنے مبیع کے تو مشتری پر جبر نہ ہوگا بائع کو ثمن دینے پر بلکہ گواہ لاوے مشتری اثبات عیب کے یا بائع اسکا قسم کھاوے نفی عیب پر اور مشتری ثمن دے اگر گواہ نہوں وان ادعی غیبۃ ظھرہ د دفع الثمن احلف البائع اور اگر مشتری نے اپنے گواہوں کی عدم حضوری کا دعوی کیا تو ثمن دینا چاہیے اگر بائع نے نفی عیب کی قسم کھائی ہو ہم اگر مشتری اسکے بعد گواہ لاوے گا تو ثمن پھیر لیا جائیگا ولو قال احضرھم الی ثلثۃ ایام اجلہ اور اگر مشتری نے کہا کہ میں گواہوں کو حاضر کرتا ہوں تین دن تک تو قاضی اسکو مہلت دے ولو قال لا بینۃ لی فحلفہ ثم اتی بھا قبلت خلافا لھما فسخ اور اگر مشتری نے کہا کہ میرے پاس گواہ نہیں اور قاضی نے بائع سے قسم لی پھر مشتری گواہ لایا تو شہادت مقبول ہو گی بخلاف ما حبسین کے کذا فی الفتح ولزم العیب بنکولہ ای البائع عن الحلف اور عیب لازم ہوگا بائع کے قسم نہ کھانے سے اسواسطے کہ انکار قسم حجت ہوا سوائے حدود کے کذا فی المنح ادعی المشتری ابانا وغیرہ مما یشترط لردہ وجحد العیب عندھا کبول وسرقۃ وجنون لم یحلف البائع اذا انکر قیامہ للحال حتی یرھن المشتری انہ قدابق عندہ فان یرھن حلف البائع عندھا باللہ ما ابق وما سرق وما جن قط وفی الکبیر باللہ ما ابق من بلغ مبلغ الرجال لاختلاف صغرا وکبرا مشتری نے غلام کے بھاگنے کا دعوی کیا اور بھاگنے کے مانند وہ عیب ہو جسکے پھیر دینے کے واسطے وجود عیب عاقدین کے پاس شرط ہو چنانچہ بول اور سرقہ اور جنون تو قسم نہ لیجائیگی اسکے بائع سے جب وہ اس عیب کے بالفعل موجود ہونے کا منکر ہوتا وقتیکہ مشتری گواہ لاوے اسپر کہ غلام بھاگ گیا مشتری کے پاس سے تو اگر یہ امر گواہی ثابت کر لیگا تو قاضی صاحبین کے نزدیک اسکے بائع سے یوں قسم لے گا کہ قسم خدا کی کہ وہ کبھی نہیں بھاگا اور دزدی کی اور نہ دیوانہ ہوا اور جوان غلام میں یوں قسم کھائی کہ قسم خدا کی کہ وہ نہیں بھاگا جبتک کہ وہ جوان مردوں کے برابر پہونچا بسبب مختلف ہونے گرمیشگی کے طفلی اور جوانی میں یعنے طفلی میں گرمیشگی عیب نہیں اور جوانی میں عیب ہے کما مر سابقاً ھام اور اگر بائع نے قیام عیب فی الحال کا اقرار کیا تو اسسے سوال ہوگا کہ تیرے پاس بھی یہ عیب موجود تھا تو اگر اسنے اسکا بھی اقرار کیا تو پھیر دیا جائیگا مشتری کی التماس سے اور اگر وجود عیب کا اپنے پاس انکار کیا تو مشتری سے گواہ طلب ہونگے اسپر کہ یہ عیب بائع کے پاس بھی موجود تھا سو اگر اسنے گواہوں سے ثابت کیا تو پھیر دیا جائیگا

اور اگر مشتری گواہ نہ لایا تو بائع سے قسم لیجائیگی کذا فی النہر واعلم ان العیوب انواع خفیف کالبیاض وعلو حکمہ معلوم کر کہ عیب پنج قسم ہین ایک قسم کا عیب مخفی ہی چنانچہ بھاگنا اور انکا حکم معلوم ہو چکا ہم یون معلوم ہو چکا کہ گاہے مشتری عیب کا عاقدین کے پاس باوجود اتحاد حالت شرط ہی اور گاہے شرط نہین اور اسکو اختیار ہی قبول اور رد مین مگر جبکہ دوسرا عیب اسکے پاس پیدا ہوا کما تقدم مگر بیخبری کے مانند وہ عیب ہی جو معلوم نہو بدون تجربہ اور ازمائش کے چنانچہ سرقہ اور بول فی الفراش اور جنون کذا فی الطحطاوی وظاہر کعور وصمم واصبع زائدۃ وان قصتہ فیفضی بالرد بلا یمین للتیقن بہ اذا لم یدع الرضی بہ اور دوسری قسم عیب ظاہر ہی چنانچہ یکچشمی اور گنگی اور زیادہ یا کم اونکی تو قاضی رد بیع کا حکم کرے بدون قسم لینے بائع کے بسبب متیقن ہونے اس عیب کے مشتری اور بائع کے پاس جبکہ بائع نے یہ دعوی نکیا ہو کہ مشتری اس عیب سے راضی ہو گیا تھا اسی طرح اگر بائع نے دعوی کیا کہ مشتری اس عیب کا واقف تھا تاخیر رد کے وقت یا اسنے ابراء عیب کا دعوی کیا سو اگر اسکا دعوی ثابت ہوا گواہ سے یا مشتری کے اقرار سے تو حکم رد نہین ہو سکتا والا مشتری سے قسم لیجائیگی پھر اسنے اگر قسم کھائی تو چھوڑے اور اگر قسم سے انکار کیا تو رد متنع ہی کذا فی النہر وما لا یعرفہ الا الاطباء کلبن فیکفی قول عدل منہم کما فی الخانیۃ خلافا لما فی الکنز وغیرہ قول عدلین اور تیسری قسم وہ عیب ہی جسکو کوئی نہین جانتا سوا اطباء کے چنانچہ درد جگر تو کفایت کرتا ہی ایک عادل طبیب کے قول اور اس عیب کے ثابت کرنے کے واسطے اسکے بائع کے پاس دو عادل طبیبون کا قول کافی ہی ہم اور اگر قاضی خود طبیب ہو تو خود اسکو دریافت کرے کذا فی النہر عن البدائع وما یعرفہ الا النساء کرتق فیکفی قول الواحدۃ ثم یحلف البائع عینی اور چوتھی قسم وہ عیب ہی جسکو کوئی نہین جانتا مگر عورتین چنانچہ عورت کی شرمگاہ کی بیشگی تو ایک عورت کا قول کافی ہی پھر بائع سے قسم لیجائے کذا فی العینی م عینی مین یون مذکور ہی کہ قیام عیب فی الحال مین ایک ثقہ عورت کا قول کافی ہی پھر اگر یہ اختلاف بعد قبض کے ہی تو رد بیع نہین عورتون کے قول سے بلکہ تحلیف بائع ضرور ہی کذا فی الطحطاوی قلت وبقی خامس کما یظہر من الرجال والنساء ففی شرح قاضیخان مشی جاریہ وادعی انہا خنثی حلف البائع مین کہتا ہون باقی رہی یا نچوین قسم عیب کی جسکو نہ مرد دیکھین نہ عورتین سو قاضی خان کی شرح مین ہی کہ خریدی لونڈی اور مشتری نے دعوی کیا کہ وہ خنثی ہی تو اسمین بائع سے قسم لیجائے یعنی جب اسکو نہ مرد دیکھ سکے نہ عورت تو بغیر قسم بائع انفصال کا کوئی طریقہ نہین استحق بعض المبیع فان کان استحقاقہ قبل القبض للکل خیر فی الکل لتفرق الصفقۃ بعض مبیع مین غیر بائع کی ملک کا استحقاق ثابت ہوا سو اگر استحقاق قبل قبض کرنے کل مبیع کے ہو تو مشتری ہر ایک قسمی و مثلی مین مختار ہی چاہے باقی مین بیع قائم رکھے چاہے بسبب متفرق ہونے صفقہ کے ہم کل ثانی سے کل مبیع مراد نہین جیسا بعضون نے سمجھا ہی اسواسطے کہ بعض مستحق مین بیع باطل ہی بلکہ کل سے قیمی اور مثلی مراد ہی کذا فی الطحطاوی وان بعد تخیر فی القیمی لا فی غیرہ لان تبعیض القیمی عیب کما المثلی کما سیجئ اور اگر استحقاق بعد قبض کے ہو تو مشتری مختار ہی قیمی مین نہ غیر قیمی مین اسواسطے کہ تبعیض قیمی کی عیب ہی نہ مثلی کی چنانچہ اوکام یعنے اگر استحقاق سے باقی مین عیب پیدا ہو چنانچہ گھر یا زمین یا غلام یا مشتری باقی مین مختار ہی چاہے اسکے حصے کے موافق ثمن دیکر لے چاہے چھوڑے اور اگر مبیع دو چیزین ہون جو بمنزلہ شخص واحد کے ہین حکم مین پھر ایک چیز مستحق نکلی تو بھی اسکو باقی مین اختیار ہی اور اگر استحقاق سے عیب ثابت ہوتا ہو باقی مین چنانچہ مبیع دو کپڑے یا دو غلام ہون پھر ایک مستحق نکلے یا اناج کا ڈھیر ہو اور اسمین بعض مستحق غیر ہو تو اسکی تبعیض مین ضرر نہین تو باقی کا لینا مشتری کو لازم ہی اسمین اختیار بیچنے کا نہین کذا فی الفتح وان شری شیئین فقبض احدھما دون الاخر فلہ حکم ما قبل قبضہما فلو استحق او تعیب احدھما خیر اور اگر دو چیزین خریدین سو ایک پر قبضہ کیا نہ دوسری پر تو اسکا حکم وہ ہی جو ماقبل قبض کا حکم ہی یعنے اگر ایکا عین استحقاق یا عیب ثابت ہو تو مشتری مختار ہی وھو ای خیار العیب بعد رؤیۃ العیب علی التراخی علی المعتمد کما فی الحاوی غرر بحر اور وہ یعنے خیار العیب بعد دیکھنے عیب کے تراخی پر ہی یعنے فی الفور نہین بنا بر قول معتمد کے اور وہ جو حاوی مین ہی سو غریب ہی یعنے قول ضعیف ہی کذا فی البحر حاوی مین ہی کہ اگر مشتری نے بعد عیب دیکھنے کے باوجود قدرت علی الرد کے رکھ لیا تو یہ مناقضہ ہی

بہتر یہ تھا کہ لکیر کی جگہ لکھدیتے یعنی اول کو تخفیف ہو جاتا

بعض حواشی مین ہی

لینے اب اسکو پھیرنے کا اختیار نہیں کذا فی الحلبی فلو خاصم ثم ترک ثم عاد و خاصم فلہ الرد مالم یوجد مبطلہ کدلیل الرضی فیہ تو اگر مشتری بسبب عیب کے جھگڑا کیا پھر جھگڑا چھوڑ دیا بعد مدت پھر آیا اور جھگڑا کیا تو اسکو پھیر دینے کا اختیار ہے تاوقتیکہ مبطل اختیار نہ پایا گیا ہو چنانچہ دلیل رضامندی کی کذا فی الفتح وفی الخلاصۃ لو لم یجد الباائع حتی ھلک فھو بالنقصان اور خلاصہ میں ہے کہ اگر مشتری نے بعد اطلاع عیب کے بائع کو نہ پایا یہاں تک کہ مبیع ہلاک ہوئی تو بقدر نقصان ثمن سے پھیرے واللیس الرکوب کالملاعۃ لہ وبہ عینی وحی بالعیب الذی یراہ یہ فقط مالم ینقضہ بحتی ہی اور پہننا اور سوار ہونا ناقص ہے عیب کی اور مبیع کی دوا کرنا لینے مبیع کو علاج میں صرف کرنا کذا فی العینی رضامندی ہے فقط اُسی عیب کی جسکی دوا کی تاوقتیکہ دوا سے اسکو ناقص نکر دیا ہو کذا فی البرجندی ھ یعنے اگر مبیع غلام ہے اور مشتری نے اسکے عیب کی دوا کی تو یہ رضا ہے کیونکہ یہ دلیل ہے اسکے رکھ لینے کی لیکن اگر غلام میں دو بیماریاں ہیں اور ایک بیماری کی اسنے دوا کی تو دوسری پہلی کے سبب سے اسکو پھیر دینے کا اختیار ہے بشرطیکہ دوا سے نقصان زیادہ نہو گیا ہو چنانچہ غلام کے ہاتھ میں درد تھا اور اسکی دوا سے ہاتھ اکٹھا شل ہو گیا یا آنکھ میں اسکی سفیدی تھی اور دوا کرنے سے آنکھ پھوٹ گئی تو اب دوسرے عیب کے سبب سے اسکو پھیر نہیں سکتا اسواسطے کہ مشتری کے پاس اسمیں دوسرا نقصان پیدا ہو گیا کذا فی الطحطاوی وکذا اکل مفید رضیً بعد العلم بالعیب یمنع الرد وکالحرث اور اسی طرح ہر قول اور فعل جو مفید ہے رضامندی کا بعد دریافت کرنے عیب کے پھیر دینے کا اور بقدر نقصان ثمن پھیر لینے کا مانع ہے دمنہ العزمی علی البیع الا الدراھم لذا وجدہ زیوفا فقرضھا علی البیع فلیس برضی کعرضہ ثوبہ علی خیاط لینظر الیہ فیدہ علی الفور میں ایھوم اور نحو دلائل رضامندی پیش کرنا ہے مبیع کا بیچنے کے واسطے سوا دراہم کے جیسکہ انکو کھوٹا پایا پھر انکو بیع کے واسطے پیش کیا تو یہ پیش کرنا رضامندی نہیں چنانچہ کپڑا سامنے کرنا درزی کے تاکہ وہ دیکھے کہ اسکے قمیص وغیرہ کو کفایت کرتا ہے یا نہیں یا سامنے کرنا مبیع کا قیمت والوں کے آگے تا اسکی قیمت ٹھہرائی جاوے رضامندی نہیں ھ اور منجملہ دلائل رضامندی اجارہ اور رہن اور کتابت ہے بعد اطلاع عیب کے اور صحیح یہ ہے کہ دوسری بار کا خدمت لینا رضامندی ہے نہ اول بار کا استخدامہ کذا فی النہر ولو قال لہ الباائع اتبیعہ قال نعم لزم ولو قال لا لا کان نعم عرض علی البیع وکالفقر بہ للکنز ذخیرہ اور اگر بائع نے مشتری سے کہا کیا تو اسکو بیچتا ہے اسنے کہا ہاں تو بیع لازم ہو گئی اب خیار العیب سے نہیں پھیر سکتا اور اگر مشتری نے کہا کہ میں تو بیع لازم نہیں اسواسطے کہ ہاں کہنا بیع کے واسطے پیش کرنا ہے اور نہیں کہنا بائع کی ملک ثابت رکھنا ہے کذا فی البزازیہ یعنے یہ چیز میری ملک نہیں اسواسطے کہ میں اسکو پھیر دونگا بلکہ یہ تیری ملک ہے لا یکون رضی المرکوب بالرد علی الباائع ولشراء العلف لھا او للسقی والحال ان المشتری لا بد لہ منہ ای الرکوب بعجز او صعوبۃ رضامندی نہیں سوار ہونا بائع کو پھیر دینے کے واسطے یا جانور کے چارہ خریدنے کے واسطے یا اسکو پانی پلانے کے واسطے اور حالانکہ مشتری کو سواری کی ضرورت ہے بسبب اپنی عاجزی کے یا جانور کی سرکشی کے ھم یعنے مشتری ناتوانی سے امور مذکورہ کے واسطے پیدل نہیں جا سکتا یا جانور سرکش ہے کہ بدون سوار ہونے کے نہیں ٹھہرتا تو ایسا سوار ہونا دلیل رضامندی کی نہیں تو معلوم ہوا کہ سواری بلا ضرورت رضا ہے وھو ھو فیدل للاخیرین او للثلثۃ استظھرہ البرجندی الثانی واعتمدہ المصنف تبعا للدرر والبحر والشمنی وغیرھم للاول اور کیا ضرورت سواری کی اخیرین یعنے چارہ خریدنے اور پانی پلانے کی قید ہے یا تینوں کی قید برجندی ثانی کو قوی کہا ہے اور اسی پر مصنف نے اعتماد کیا ہے اپنی شرح میں درر اور بحر الرائق اور شمنی کا تابع ہو کر اور انکے غیر اور مصنف نے اول کو قوی کہا ہے ھم مصنف نے اپنی شرح منح الغفار میں کما لا یدل منہ قید ہے اخیرین کی اور اسی پر جمہور استاذ نے بحر الرائق میں اعتماد کیا ہے انتہی تو اول سے اخیرین مراد ہیں اور ثانی سے امور ثلثہ اور اگر شارح بجائے اول ثانی کہتا تو بہتر تھا یعنے تا خلاف متبادر نہ ہوتا حاصل یہ ہے کہ یہاں دو قول ہیں ایک قول میں اطلاق ہے اور دوسرے میں بتفصیل ہے کذا فی الطحطاوی ولو قال الباائع ولبتھا لحاجتہ وقال للمشتری بل لارکبھا فالقول للمشتری بحر اور بائع نے مشتری سے کہا کہ تو جانور پر سوار ہوا اپنے کام کے واسطے اور مشتری نے کہا نہیں بلکہ اسکے پھیر دینے کے واسطے تو مشتری کا قول معتبر ہے کذا فی البحر وفی الفتح وجد بھا عیبا فی السفر فحملھا

خصما بعذر او فتح القدیر مین ہو کہ جانور مین عیب پایا حالت سفر مین پھر اسپر بوجھ لادا تو یہ عذر ہی یعنے بعد سفر کے اسکو پھیر سکتا ہی ہم طحطاوی نے بزازیہ سے نقل کیا کہ بوجھ لادنے سے پھیر نہین سکتا ہی اگر بیچا اسباب کے راہ مین ڈال دینے سے خوف تلف ہو جانے کا ہو اور قول ضعیف ہو جائے کہ پھیر سکتا ہی بقیاس اسکے چارہ لادنے کے انتہی تو معلوم ہوا کہ روایت فتح القدیر کی ضعیف ہی اختلفا بعد التقابض فی عدد المبیع او احدہما مستعد لیتنوع الثمن علی تقدیر الرد او فی عدد المقبوض فالقول للمشتری لانہ قابض والقول القابض مطلقا قالوا وصفۃ او تعیینا اختلاف کیا بائع اور مشتری نے بعد تقابض بدلین کے مبیع کے عدد مین کہ ایک ہی یا چند عدد تا قیمت منقسم ہو جاوے پھر نرخ کی صورت مین یا اختلاف کیا مقبوض کے شمار مین تو مشتری کا قول معتبر ہی اسواسطے کہ وہ قابض ہی اور قابض ہی کا قول لائق اعتبار ہی ہر طرح مقدار مبیع مین یا اسکی صفت مین یا تعین مین ہم عدد مقبوض کے اختلاف کی یہ صورت ہو کہ دو غلام خرید کیے بائع نے مشتری سے کہا کہ تو نے دونون غلام قبض کیے اور مشتری نے کہا کہ میں نے قبضہ نہین کیا مگر ایک غلام پر فلو جاء ہما او ردیۃ بخیار شرط اور رؤیۃ فقال البائع لیس ھو المبیع فالقول للمشتری فی تعیینہ ولو جاء لیردہ بخیار رؤیۃ فالقول للبائع کما لو اختلفا فی طول المبیع وعرضہ فقط تو اگر مشتری آیا تا مبیع کو پھیرے بسبب خیار الشرط کے یا خیار الرؤیہ کے اور بائع نے کہا کہ یہ وہ مبیع نہین تو مشتری کا قول معتبر ہوگا اسکی تعین مین اور اگر آیا تا اسکو پھیرے خیار العیب کے سبب سے تو بائع کا قول معتبر ہوگا چنانچہ اگر دونون نے مبیع کے طول اور عرض مین اختلاف کیا تو بائع کا قول معتبر ہی کذا فی الفتح ہم اختلاف طول اور عرض کا اختلاف صفت مین داخل ہی تو اسمین مشتری کا قول معتبر ہی چنانچہ نہر الفائق اور شرح حموی مین ہی خلیہ سے خلافا للشارح کذا فی الطحطاوی واشتری عبدین ای شیئین ینتفع باحدھما وحدہ صفقۃ واحدۃ بتعریف کیے دو غلام یعنے وہ دو چیزین بصفقہ واحدہ خرید کین کہ اثمن سے فقط ایک چیز سے انتفاع مقصود ہو ہم شارح نے تصریح کر دی کہ ذکر دو غلامون کا متن مین بطور مثال کے ہی نہ بطور قید کے اور اتحاد صفقہ کی یہ صورت ہو کہ دونون کا ثمن جدا جدا مذکور نہین کیا اور اگر جدا جدا ثمن ہر ایک چیز کا مذکور ہوگا تو مشتری کو عیب والی چیز کا پھیر دینا جائز ہی وقبض احدھما وصحد بہ او بکاحرہ فیما لم یعلم بہ الا بعد قبض الاخر وھما او احدھما اور دو چیزون مین سے ایک پر قبضہ کیا اور اثمین یا دوسری چیز مین وہ عیب پایا جسکا مشتری کو علم نہوا مگر قبضہ کرنے کے بعد تو دونون کو لے یا دونون کو پھیرے ہم یعنے فقط عیب والی چیز کو پھیر نا یا رکھ لینا اور بقدر نقصان ثمن کم کرنا جائز نہین اسواسطے کہ اثمین تفریق صفقہ ہی قبل تمام ہونے کے اسواسطے کہ تمامی قبضہ کرنے سے ہوتی ہی اور قبل قبض تفریق جائز نہین لو قبضہ ما رد المعیب بحصتہ سالما وصح بخلاف التفریق بعد التمام اور اگر دونون چیزون پر قبضہ کر لیا تو فقط عیب دار چیز کو پھیر دے مبیع سالم کے حصے کے موافق ثمن اسکے سبب جائز ہی تفریق صفقہ کے بعد تمام ہو جانے صفقہ کے اسواسطے کہ خیار العیب مین صفقہ قبض سے تمام ہوتا ہی کذا فی الطحطاوی عن البحر کما قبض کیلا او وزنیا او وزنی خف وکذا کزرعی فی الاصح بحیث لا یعد بدونہ وروحد بعضہ عیبا فان لہ ردکلہ او اخذہ بعیبہ لانہ کشیء واحد لو فی وعائین علی الاظہر عنایۃ وھو الاصح برھان چنانچہ اگر قبضہ کیا کیلی چیز پر جیسے گیہون اور جو یا وزنی چیز پر چنانچہ گھی اور زعفران یا قبضہ کیا جوڑے کی جوڑی پر اور مانند اسکے چنانچہ بیلون کی ایسی جوڑی کہ ایک بیل دوسرے بیل سے ایسا مل گیا ہی کہ کام نہین کرتا بدون اسکے اور بعض کیلی یا وزنے مین یا ایک موذے یا ایک بیل مین عیب پایا تو مشتری کو جائز ہی کہ سب کو پھیر دے یا عیب والے کو بھی رکھے اسکے عیب کے ساتھ اسواسطے کہ اشیاے مذکورہ شیء واحد کے مانند ہین اگرچہ قول ثانی کی چیز دو برتنون مین ہو بنا بر قول اظہر کے کذا فی العنایہ اور یہی صحیح تر ہی کذا فی البرہان اشتری جاریۃ فوطیھا او قبلھا او مسھا بشھوۃ ثم وجد بھا عیبا لم یردھا مطلقا ولو ثیبا خلافا للشافعی ولمحمد ولنا انہ استوفی ملکہ او جزءہ فصار کما لو قبلت زید کی لونڈی اور اسنے قربت کی یا بوسہ لیا یا اسکو مساس کیا شہوت سے پھر اسمین عیب پایا تو اسکو نہ پھیرے کسی طرح اگرچہ وہ باکرہ ہو بخلاف امام شافعی اور احمد کے اور ہماری یہ دلیل ہی کہ مشتری نے بسبب قربت کے اسکی منی نکالی اور منی جزو بدن ہم یعنے اگر اب پھیرے تو ایسا ہو کہ گویا اسنے بعض مبیع کو لیا اور باقی کو پھیر دیا کذا فی الطحطاوی عن الشرنبلالیہ اور تقبیل اور مساس مین

اگرچہ مزوج منی ہو لیکن چونکہ مقدمہ ہے وطی کا لہذا حکم وطی مین ہوا او اعلی وجھان یثبا ثیبا ذھا دان بکرا لا یجو اور اگر قربت کرنے والا لونڈی کا نابینا ہو اگر وہ ثیبہ ہو تو اسکو پھیر دے اور اگر بکرہ ہو تو نہ پھیرے کذا فی البحر وجع با لنقصان لامتناع الرد یعنے اگر مشتری وطی کا عیب پاوے تو بقدر نقصان ثمن پھیرلے بسبب جائز ہونے پھیر دینے کے وفی المنظومۃ المحبیۃ لو شرط بکارتھا فبانت ثیبا لم یرجع بأربعۃ وجھا النقصان ھذا العیب فی الجاریۃ واللقطۃ الثیوبۃ لیست بعیب الا اذا شرط البکارۃ فیردھا لعدم المشـــرو ط اور منظومۂ محبیہ مین ہے کہ اگر مشتری نے لونڈی کی بکارت کی شرط کی پھر وہ ثیبہ ظاہر ہوئی تو اسکو نہ پھیرے بلکہ چالیس درم نقصان اس عیب کا پھیرلے اور جاوی اور ملتقط مین ہے کہ ثیبہ ہونا عیب نہین مگر جبکہ بکارت شرط کی ہو تو اسکو پھیر دے اگر ثیبہ ہو بسبب نہ ہونے شروط کے ہم نظومہ کی روایت مین مراد یہ ہے کہ اسکا ثیبہ ظاہر ہونا مشتری کی وطی سے ہوتا ماقبل کے موافق ہو جاوے اور جاوی وملتقط کی روایت اسپر محمول ہے کہ اسکا ثیبہ ہونا بغیر وطی کے مشتری کو معلوم ہو جاوے تو اب دونون روایتون مین تعارض نرہا کذا فی الطحطاوی لا اذا قبلھا البائع کان الامتناع لحقہ فاذا رضی زال الامتناع ویعتبر الرد بالعیب القدیم بعد زوال العیب الحادث لعود الممنوع بزوال المانع درر قید للبیع مع النقصان علی الراجح مگر جبکہ بعد وطی مشتری کے بائع نے اس لونڈی کو قبول کر لیا تو پھیر دینا جائز ہے اسواسطے کہ امتناع رد بسبب بائع کے حق کے تھا سو جبکہ وہ راضی ہو گیا تو امتناع زائل ہو گیا اور پھیر دینا پھر جائز ہو گیا بسبب عیب قدیم کے بعد زائل ہونے عیب حادث کے اسواسطے عود کرنے ممنوع کے بسبب زائل ہونے مانع کے کذا فی الدرر تو مبیع کو اب پھیر دے نقصان کے ساتھ بنا بر قول راجح کے کذا فی النہر ھم نقصان کے ساتھ پھیرنے لینے جبکہ پھیرنا ممنوع تھا اور مشتری نے بعد نقصان قدیم ثمن پھیر لیا تھا اسقدر ثمن کو بھی پھیر دے کذا فی الطحطاوی وظھر عیب عند البائع الغا واثبتہ عند القاضی فوضعہ عند عدل فاذا ھلک ھلک المشتری ھلاک اذا قضی القاضی بالرد علی باعہ لان للقضاء عمل النائب فلا خصم ینفذ علی الآخر درر ظاہر ہوا عیب اس چیز مین جو خرید ہوئی تھی بائع غائب سے اور مشتری نے عیب کو ثابت کیا قاضی کے پاس تو قاضی نے مبیع کو شخص معتمد کے پاس رکھوایا تو اگر وہ چیز ہلاک ہو گی تو مشتری کا مال ہلاک ہو گا نہ بائع کا مگر جبکہ قاضی اسکے پھیر دینے کا بائع پر حکم دے تو بائع کا مال ہلاک ہو گا اسواسطے کہ قضا علی الغائب بحضور ناقد ہو جاتی ہے بنا بر قول اظہر کے کذا فی الدرر ہم نفاذ قضا علی الغائب مین دو روایتین ہین کتاب المفقود مین نفاذ کی روایت کی تصحیح ہے اور کتاب القضا مین عدم نفاذ کی روایت کی تصحیح ہے شرح حموی مین ہے کہ ظاہر کلام فقہا اسپر دلالت کرتا ہے کہ قاضی رہے قاضی مجتہد یا قاضی غیر حنفی المذہب مراد ہے جسکے مذہب مین قضا علی الغائب جائز ہے اور حنفی المذہب قضا علی الغائب کیونکر اپنی رائے پر قرار دے سکے حالانکہ اسکے واسطے کوئی رہے نہین باوجود اعتقاد کرنے اپنی امام کے مذہب کے کذا فی الطحطاوی لمحصنا قتل العبد المقبوض او قطع بسبب کان عند البائع لقتل او ردۃ رد المقطوع او المقتول درج بنصف قیمتہ مجمع ولخص ثمنھا ای ثمن المقطوع والمقتول مارا گیا غلام مقبوض مشتری کا یا اسکا ہاتھ کاٹا گیا اس سبب سے جو واقع ہوا تھا بائع کے پاس چنانچہ قتل یا ارتداد یا سرقہ غلام کا تو مشتری غلام مقطوع کو پھیر دے اور دونون کا ثمن پھیرلے یعنے مقطوع اور مقتول کا ثمن یا مقطوع کو رکھلے اور اسکا نصف ثمن بائع سے پھیرلے کذا فی المجمع ہم اور اگر غلام نے بائع اور مشتری دونون کے پاس چوری کی اور مشتری کے پاس اسکا ہاتھ کاٹا گیا تو صاحبین کے نزدیک بقدر نقصان ثمن پھیرلے اور امام اعظم کے نزدیک ربع ثمن پھیرلے اور اگر بائع اسکا پھیر لینا قبول کرے تو دونون ثمن پھیرلے کذا فی الطحطاوی عن البحر ولو قتل ولتہ الایدی فقطع عند کاحنین او قتل رجع البائعۃ بعضھم علی بعض لان عملھم ایذاء لکونہ کالاستحقاق کالعیب خلافا لھما اور اگر اسکی بیع چند بار بیست بیست ہوئی پھر اخیر مشتری کے پاس اسکا ہاتھ کاٹا گیا یا وہ مقتول ہوا تو بعض بالعین بعض سے رجوع کریں یعنے ایک بائع دوسرے بائع سے ثمن پھیرلے اگرچہ انکو اس قطع یا قتل کا سبب معلوم ہو بسبب ہونے اس قطع یا قتل کے مانند استحقاق کے نہ مانند عیب بخلاف صاحبین کے ہم یعنے جیسے علم بالاستحقاق مانع رجوع نہین ویسے ہی اسکا علم بھی مانع رجوع نہین اور صاحبین کے

نزدیک مشتری اگر اپنے بائع سے ثمن پھیرلے اور وہ اپنے بائع سے نہ پھیرے اسواسطے کہ وہ نزدیک عیب کے ہی کذا فی الطحطاوی وشرط البیع بشرط البراءۃ من کل عیب ولم یسم خلافا للشافعی فلا تفید البراءۃ عن المجہول کالمعدوم عندنا لعدم اقتضائہ الی المنازعۃ ویدخل فیہ الموجود والحادث بعد العقد قبل القبض فلا یرد بعیب اور صحیح ہی بیع بشرط بری الذمہ ہونے کے ہر عیب سے اگرچہ بائع نے عیب کو معین نہ مذکور کیا ہو بخلاف امام شافعی رحمہ اللہ کے اسواسطے کہ بری الذمہ ہونا حقوق مجہولہ سے انکے نزدیک صحیح نہیں اور ہمارے نزدیک صحیح ہی اسواسطے کہ عدم تعیین برارت مین منازعت کو نہین ہونچاتی اور اس شرط مین داخل ہی وہ عیب جو موجود ہی قبل عقد کے اور جو پیدا ہوا بعد عقد قبل قبض کے تو اب مشتری بیع کو پھیر نہیں سکتا مگر برارت عیب کی یہ صورت ہی کہ بائع نے مشتری سے کہا کہ عین نے یہ غلام تیرے ہاتھ بیچا اس شرط پر کہ مین بری الذمہ ہون ہر عیب سے کذا فی النہر تو اب مشتری کسی عیب قدیم یا حادث سے اسکو پھیر نہین سکتا اسواسطے کہ غرض اس شرط سے یہ ہی کہ عقد لازم ہوجاے اور مشتری کا حق دربارہ سلامت عیوب ساقط ہو اور یہ حاصل نہین ہوتا مگر عیب قدیم اور حادث کی برارت سے خواہ بائع عیب کا عالم ہو یا نہو اور مشتری انکا واقف ہو یا نہو انکی طرف اشارہ کیا ہو یا نکیا ہو دخصہ محمد وما یکون بالموجود کقولہ من کل عیب بہ اور محمد اور امام مالک نے برارت کو عیب موجود کے ساتھ مخصوص کیا ہی نہ عیب حادث کے ساتھ چنانچہ یون کہنا بائع کا کہ مین بری الذمہ ہون اسکے ہر عیب سے عیب موجود کے ساتھ بالاتفاق مخصوص ہی تو اسمین عیب حادث بالاجماع داخل نہین کذا فی البحر یعنے اگر بعد عقد قبل قبض عیب پیدا ہوگا تو اس صورت مین مشتری پھیر سکتا ہی ولو قال ومایحدث عندی فعند الثانی وفعل عند الثالث لغا اور اگر بائع نے کہا کہ مین بری الذمہ ہون اس عیب سے جو پیدا ہو تو صحیح ہی ابو یوسف کے نزدیک اور فاسد ہی یہ بیع محمد کے نزدیک کذا فی النہر اسواسطے کہ ایسا محتمل اضافت کا نہین تو یہ شرط فاسد ہوئی اور ابو یوسف کی یہ دلیل ہی کہ غرض اس سے ایجاد بیع ہی اسطرح پر کہ استحقاق سلامت عیوب کا نہین نرہے کذا فی المجتبی برأ من کل داء حمہ علی الموضوع وقیل لما بطن واعتمدہ المصنف تبعا للاختیار والجوہرۃ لانہ المعروف فی العادۃ وما سواہ فی العرف مرض بائع نے ابرا کیا ہر داء سے تو وہ مرض پر محمول ہوا اور بعضون نے کہا کہ باطن کے مرض پر محمول ہوا اور اسی قول ثانی پر مصنف نے اعتماد کیا ہی اختیار اور جوہرہ کا تابع ہوکر اسواسطے کہ لفظ داء عادت مین مرض باطنی مین مشہور ہی اور سوے بیماری باطن کے عرف مین مرض مشہور نہین ہی مذہب مشہور یہی ہی کہ داء مطلق مرض ہی اسواسطے کہ نعت مین ظاہر اور باطن دونون کو داء کہتے ہین لیکن عرف مین پیٹ کی بیماری کو داء بولتے ہین چنانچہ تلی یا فساد حیض کی بیماری کذا فی المحیط ولو ابرأہ من کل غائلۃ ہی للسرقۃ والاباق والزنا اور اگر بائع نے ابرا کیا ہر غائلہ سے تو غائلہ سے مراد سرقہ اور گریختگی اور زنا ہی ہر چند لغت مین غائلہ بمعنی شر اور بدی ہی لیکن یہ تخصیص عرفی اسواسطے ہی کہ مدار احکام عرف پر ہی اشتری عبدا فقال لمن ساومہ ایاہ اشتریہ فلا عیب بہ فلم یتفقا ثم اصاب المبیع فوجد بہ عیبا فلہ ردہ علی بائعہ بشرطہ ولا یمنعہ من الرد علیہ قولہ لا نہ مجاز عن التوکیل خریدکیا غلام کو پھر مشتری نے اسسے کہا جو اس خریداری کی گفتگو کرتا تھا کہ تو اس غلام کو خرید کر اسمین کوئی عیب نہین پھر دونون مین بیع کا اتفاق نہوا پھر مشتری نے اس غلام مین عیب پایا تو اسکو پھیر دینے کا اختیار ہی اسکے بائع کو رد بیع کی شرط کے موافق اور پھیر دینے کا مانع نہوگا اسکا اگلا اقرار عدم عیب کا اسواسطے کہ وہ مجاز ہی توکیل سے عم یعنے آدمی عیب سے کمتر خالی ہوتا ہی تو قاضی یقین کریگا کہ نفی کرنا مطلق عیب کا ظاہر مراد نہین لہذا اسکا کلام توکیل مال پر محمول ہوگا چنانچہ مولے کا کہنا اپنی لونڈی سے یا زانیہ یا مجنونہ عیب کا اقرار نہین بلکہ شتم پر محمول ہی اور رد بیع کی شرط گواہ ہین یا اقرار بائع کا یا انکار قسم کذا فی الطحطاوی ولو عینہ لغا لغب فقال لا عود بہ لو کمثل لا یرد لاحاطۃ العلم بہ الا ان لا یحدث مثلہ کلا اصبہ زائدۃ وجدہا فلہ ردہ بالتیقن بکذبہ اور اگر مشتری مذکور نے عیب کا نام لیا اور یون کہا اس شخص سے جو خریداری ظاہر کرتا ہی کہ اس غلام مین عیب یکہ چشمی یا بیکاری دست نہین ہی اور اسنے خریدنیکیا اور پھر یہی عیب اسمین ظاہر ہوا تو اب مشتری اسکو پھیر نہین سکتا بسبب

دریافت ہوئے اس عیب کے بجز تمام مگر یہ کہ ایسا عیب ہو کہ ویسا پیدا نہیں ہوجاتا دفعتاً چنانچہ بالغ کا یوں کہنا کہ اسکی زائد انگلی نہیں پھر مشتری نے زائد انگلی اسمیں پائی تو اسکو اس صورت میں پھیر دینا جائز ہے باوجود نفی عیب مذکور بسبب متیقن ہوجانے اسکے جھوٹ کے قال الاخر عیدہ ھذا ابق فاشتراہ ویاع من اخر فوجدہ المشتری الثانی ابقا لا یردہ بما سیوتی من اقرار البائع الاول ما لم یقر ھنا انہ ابق عندہ لان اقرار البائع الاول لیس بحجۃ علی البائع الثانی الموجود منہ السکوت کما دوسرے سے کہ میرا یہ غلام بھگوڑا ہے تو اسکو مجھسے خرید کرلے سو اسنے اسکو مول لیا اور دوسرے شخص کے ہاتھ بیچا پھر مشتری ثانی نے اسکو بھگوڑا پایا تو مشتری ثانی اسکو پھیر نہیں سکتا بائع اول کے اگلے اقرار سے تاوقتیکہ گواہوں سے ثابت نکرے کہ وہ اسکے پاس سے بھاگا اسواسطے کہ بائع اول کا اقرار حجت نہیں بائع ثانی پر جس سے سکوت حاصل ہے اور بائع ثانی کا سکوت بائع اول کے اقرار کا مصدق نہیں ہوسکتا کذا فی الطحطاوی واشتری جاریۃ لبنھا لبن فاوضعت صبیا لہ ثم وجد بھا عیبا کان لہ ان یردھا لانہ یستقذم خریدی شیر دار لونڈی سو اسنے دودھ پلایا مشتری کے اڑکے کو پھر اسمیں عیب پایا تو اسکو پھیر دینے کا اختیار ہے اسواسطے کہ دودھ پلوانا خدمت لینا ہے وہم لیکر پھیر دینا جائز ہے بخلاف الشاۃ المصراۃ فلا یردھا مع لبنھا او صاع من تمر علی الرجح بالتقصان علی المختار دشرحہم وحررناہ فیما علقناہ علی المنار بخلاف اس بکری کے جو کم شیر تھی سو اسکے بائع نے تھن باندھے یعنے دو چار روز دودھ نہ دوھا انمیں دودھ جمع ہو رہے اور مشتری گمان کرے کہ بہت دودھ والی ہے تو اس بکری کو نہ پھیرے اسکے دودھ کے ساتھ یا ایک صاع کھجور کے ساتھ بلکہ بقدر نقصان ثمن پھیرلے بقول مختار کذا فی شرح الجمع اور ہمنے اسکی تحریر کی ہے منار کی شرح میں کما لو استخدمھا فی غیر ذلک فقی المبسوط لاستخدام بعد العلم بالعیب لیس برضا استحسانا لان الناس یتوسعون فیہ وھو للاختیار وفی البزازیۃ الصحیح انہ رضا فی المرۃ الثانیۃ لا الاولی کنوع اخر وفی الصغری انہ مرۃ لیس برضا لا بحلا کرہ من الفن بحر چنانچہ اگر مشتری نے خدمت لی لونڈی سے دودھ پلوانے کے سوا کسی اور کام میں تو پھیر دینا جائز ہے اور مبسوط میں ہے کہ استخدام بعد دریافت ہونے عیب کے باعتبار استحسان کے رضامندی نہیں اسواسطے کہ استخدام میں لوگوں کے نزدیک وسعت ہے تنگی نہیں اور استخدام ازمائش کے واسطے بھی ہوتا ہے کہ مملوک لائق کار ہے یا نہیں اور بزازیہ میں ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ دوبارہ خدمت لینا رضامندی ہے مگر جبکہ مملوک سے دوسرے قسم کا کام لیا تو رضامندی نہیں اور صغری میں ہے کہ ایکبار خدمت لینا رضامندی نہیں مگر مملوک پر زبردستی کرکے خدمت لینا البتہ رضامندی کی دلیل ہے کذا فی البحر اسواسطے کہ آدمی اپنی مملوک پر جبر کرتا ہے نہ غیر کی مملوک پر قال المشتری لیس بیع بالبیع اصبع زائدۃ او مخیط ھا سما لا یحدث مثلہ فی تلک المدۃ ثم وجد بہ ذلک کان للرد بلا یمین لما مر مشتری نے کہا کہ مبیع میں زائد انگلی یا مانند اسکے ویسا عیب نہیں جو اتنی مدت میں پیدا ہوسکے پھر اس اقرار کے بعد وہی عیب پایا جسکا وہ انکار کرچکا تو اسکو پھیر دینے کا اختیار ہے بدون قسم کے بدلیل گذشتہ یعنے نفی عیب مذکور میں کذب مشتری متیقن ہے کیونکہ اوںگلی اتنی مدت میں پیدا نہیں ہوسکتی تو معلوم ہوا کہ یہ عیب قدیم ہے جو بائع کے پاس موجود تھا بلغ عبدا وقال للمشتری برئت الیک من کل عیب فیہ او لا بالبراءۃ فوجدہ ابقا فلہ الرد ولو قال لا ابا قہ لانہ فی الاول لم یصف الاباق بعینہ فلم یکن اقرارا بہ والحال وفی الثانی اضاف الیہ فکان اخبارا بانہ ابق فیکون راضیا بہ قبل الشراء خانیہ بیچا غلام کو اور مشتری سے کہا کہ میں بری الذمہ ہوا تیرے جانبسکے ہر عیب سے سوائے گرینٹگی کے پھر اسکو مشتری نے بھگوڑا پایا تو اسکو پھیرنے کا اختیار ہے اور اگر اسنے کہا کہ میں اسکے ہر عیب سے بری الذمہ ہوں سوا اسکے بھاگنے کے تو پھیرنے کا اختیار نہیں اسواسطے کہ پہلی صورت میں بائع نے گرینٹگی کی نسبت غلام کی طرف نہیں کی اور نہ اسکو موصوف بگرینٹگی کیا تو اسکا قول غلام کی فی الحال گرینٹگی کا اقرار ہوا اور دوسری صورت میں گرینٹگی کو اسکی طرف نسبت کیا تو اسنے خبر کردی کہ وہ

سجلوڑا ہو تو مشتری راضی ہوچکا اس عیب سے قبل خریداری کے کذا فی الخانیہ اور بعد رضا بالعیب رد مبیع مین اختیار نہین دیفاد بوئی من کل حول

قبل دخول العیب کالمدرک اور خانیہ مین ہو کہ اگر مشتری نے اپنے ہر ایک حق سے قبل اسکے برارت کی تو اس قول مین برارت عیب داخل ہوگی

نہ درک مر یعنے اگر مشتری نے بائع سے کہا کہ مین نے اپنا ہر ایک حق چھوڑا تو اسمین عیب داخل ہو نہ درک یعنے اب وجود عیب سے پھیر نہین سکتا ہو اور اگر

دوسرے کمال کی پیدائش جاتا رہا

مبیع مستحق غیر ثابت ہوگا تو ضمان ثمن مشتری ساقط نہوگا یعنے اگر یہ قول کفیل بالدرک سے کہا ہوگا تو کفالت باطل نہوگی شائد اسواسطے کہ حق مشتری

ہنوز متحقق نہین جو اسکی برلوت سے ساقط ہوتا کذا فی الطحطاوی مشتر لعبد اوامۃ قال العتق البائع العبد او امۃ او براہ استولدھا او ھو حر الاصل

وانکر البائع حلف یحلف للمشتری عن الاشیاء غلام یا لونڈی کے خریدار نے کہا کہ بائع نے غلام کو آزاد کردیا یا مدبر کیا یا لونڈی کو

ام ولد بنایا یا وہ حر اصلی ہو اور بائع نے اسکا انکار کیا تو بائع سے قسم لیجائے لیسبب عاجز ہونے مشتری کے اس دعوے کے اثبات سے یعنے درصورت

عدم شہادت قاضی قسم لے گا فان حلف قضی علی المشتری بما قالہ من العتق وفی الاخیرۃ یذلف پھر اگر بائع نے قسم کھائی تو مشتری پر

حکم ہوگا بموجب اسکے قول کے یعنے عتق اور مانند اسکے مشتری اسکا اقرار کرچکا ہم یعنے عتق اور تدبیر غلام اور استیلاد اور حریت اصلی مملوک کی ثابت

ہوجائیگی مشتری کے اقرار کے سبب سے تو اب نہ ملک کا دعوی مشتری کرسکتا ہو نہ ثمن پھیر سکتا ہو درجر بالعیب ان علم بہ لان المبطل بالرجوع ازالۃ عن

ملکہ الی غیرہ بانشائہ او اقرارہ ولم یوجد حق لو قالہ یاعم وھو ملک فلان وصدقہ فلان ولخرہ لا یرجع لتقصان لازالۃ باقرارہ کاستہ

وھبہ اور مشتری اجد نقصان عیب بائع سے ثمن پھیرے اگر عیب کا ہونا اُس غلام یا لونڈی مین معلوم ہوا سواسطے کہ رجوع نقصان کا مبطل مشتری کا ازالہ ہو اپنے ملک

سے غیر کو یا ملک کرکے انشاء تملیک سے یا اپنے اقرار سے اور وہ موجود نہین یعنے رجوع نقصان اس صورت مین دیسا ہوتا کہ اگر مشتری نے غلام کو غیر کا مملوک کردیا ہوتا بیع وغیرہ سے

یا اقرار ملک غیر سے سو یہان کوئی بات حاصل نہین تو اگر مشتری نے اسکا دعوی کیا کہ بائع نے غلام کو بیچا اور فلان شخص کی ملک ہو اور فلان شخص نے بھی اسکی تصدیق کی اور اُس غلام کو لیلیا

تو مشتری بائع سے رجوع بالنقصان نہین کرسکتا بسبب اسکے ملک کے خود مشتری کے اقرار سے گویا مشتری نے اسکو ہبہ کردیا جس للمشتری لانہ تصرف تبدل فاحش

او غیر محرز تو البیع من الامام او امینہ بجر قال المصنف فقیر زجۃ غیر لازم عیبا لا یرد علیھا لان الامین لا ینتصب خصما

عیب کو یا اُس ثمین کے خریدار نے جو محفوظ ہوگئی دار الاسلام مین اگر یا غنیمت غیر محفوظہ ہو اگر مشتری نے خرید کی امام سے یا اسکے امین سے کذا فی النہر مصنف

نے اپنی شرح مین کہا غنیمت مین محفوظ ہونے کی قید لازم نہین تو مشتری لعلت عیب امام اور اسکے امین کو نہ پھیرے اسواسطے کہ امین صاحب خصومت نہین

ہوسکتا ہم امین سے عام مراد ہی تا دلیل مدعا کے موافق ہوجاوے اسواسطے کہ خود امام بھی امانت دار ہی بیت المال کا کذا فی الطحطاوی بل ینصب الامام

خصما فیرد علی منصوبہ لا امام ولا یحلف لان فائدۃ الحلف النکول ولا یحلف ولا یکون لہ واقرارہ بلکہ اگر مشتری عیب غنیمت کا مدعی ہو

تو امام اسکے واسطے ایک شخص کو مدعا علیہ بنا کر قائم کرے اور مشتری مبیع کو منصوب پر رد کرے اور قسم نہ لے منصوب سے اسواسطے کہ فائدہ قسم کا نکول ہی یعنے انکار

قسم اور حالانکہ نکول اور اقرار شخص منصوب کا صحیح نہین ہم تو اب رد متصور نہین بدون گواہون کے کذا فی المنح فاذا رد علیہ بالعیب بقضاء او برضاہ

ورفع الثمن الیہ یرد النقصان الفضل الی المحل لان الغرم بالغنم پھر جب عیب والی چیز اسکو پھیر دے بعد ثبوت عیب کے تو وہ دوبارہ بیچی

جاوے اور ثمن مشتری کو دیا جاوے اور کمی اور زیادتی پھیری جاوے اسکے محل مین اسواسطے کہ نقصان مقابل منفعت کے ہو کذا فی الدرر یعنے امام اسکو بیچ ڈالے اگر

ثمن ثانی ثمن اول سے کم ہو تو اگر مبیع منجانب جارجنس کے ہو تو اسمین سے ثمن پورا کردے اور اگر جنس مین سے ہو تو اسمین سے دے اور اسی طرح اگر ثمن ثانی ثمن اول سے زیادہ ہو تو زیادتی کو بھی مشتری کے جہان کی مبیع ہو کذا فی المنح وجد المشتری بمشتریہ عیبا واراد الرد بہ فاصطلحا علی ان یدفع المماثع الدراہم

الی المشتری ولا یرد علیہ جاز ویجعل خطا من الثمن مشتری نے اپنی خریدی چیز مین عیب پایا اور دونون نے اسپر مصالحہ کیا کہ بائع چند دراہم

ترجمہ مین بحکم حرم
اسی طرح ماذکر ہی
لیکن ظاہر یہی
کہ بتاکید قسم قال
ہو یعنے مشتری سے
اپنا حق ثبوت یا
کی طرف سے برلوت کی اور

مشتری نے بائع سے کہا کہ
اس چیز مین عیب ہو
بائع نے کہا کہ
مین نے اسکو
عیب سے
پاک
کرکے
بیچا ہو
اور
مشتری
نے
اسکی
تصدیق
کی
تو
بائع
سے
ثمن
واپس
نہین
لیسکتا
ہو
کذا
فی
الخانیہ

مشتری کو دے اور مشتری اسکو نہ پھیرے تو جائز ہے اور یہ مصالحہ ثمن کا گھٹا دینا قرار دیا جاویگا ہم بحر الرائق میں کہ اگر یہاں تک ظاہر ہوگیا کہ خیار العیب ساقط ہوتا ہے وقت بیع یا وقت قبض کے دریافت ہونے سے بعد بیع اور قبض کے اور اشتراط برارت ہر عیب سے اور کسی چیز پر صلح کرنے سے وعلی العکس وھو ان یصطلحا ان یدفع المشتری الدراھم الی البائع ویرد علیہ لا یعلم لانہ وجب لہ غیر الرشوۃ فلا یجوز اور یا العکس اسکا وہ یہ ہے کہ دونوں اس پر صلح کریں کہ مشتری چند درہم بائع کو دیکر مبیع پھیر دے تو صحیح نہیں ہے سوائے اس کہ اس دینے کی کوئی وجہ نہیں سوا رشوت کے تو جائز نہوگی کیونکہ رشوت حرام ہے ہم سود اگروں کی اصطلاح میں اسکو احمقانہ کہتے ہیں سو معلوم ہوا کہ حرام ہے کیونکہ رشوت ہے ابو المعز بغدادی کی شرح قدوری میں ہے کہ رشوت اور ہدیہ میں یہ فرق ہے کہ رشوت وہ ہے جو ایک شخص دوسرے کو کچھ دے بشرط اسکی اعانت کے اور ہدیہ میں اعانت شرط نہیں وفی الصغری ادعی عینا قضا لحمر علی مال شھد بری او ظھر ان لا عیب لہ البائع ان حرجھما ادی ولو زال بعلاجہ المشتری لا فتنیۃ اور صغری میں ہے کہ مشتری نے عیب کا دعوی کیا اور بائع نے اس سے مصالحہ کر لیا کچھ مال پر پھر وہ عیب زائل ہوگیا یا ظاہر ہوا کہ اسمیں کچھ عیب نہیں تو بائع کو جائز ہے کہ جو دیا ہے اسکو پھیر لے اور اگر عیب زائل ہوا مشتری کے معالجہ کرنے سے تو پھر لینا جائز نہیں کذا فی الفتنیہ رضی الوکیل بالعیب یلزم الموکل ان کان المبیع مع العیب الذی بہ یساوی الثمن لیسیر ولا یساویہ لا یلزم الموکل راضی ہوگیا وکیل مبیع کے عیب سے تو موکل کو یہ بیع لازم ہوگی اگر مبیع اس عیب کے ساتھ جو اسمیں موجود ہے قیمت میں برابر ہو ثمن مسمی کی اور اگر قیمت اسکی ثمن سے برابر نہو تو موکل کو بیع لازم نہیں چاہے تو پھیر دے فروع مسائل ملحقہ شارح کے لا یحل کتمان العیب فی مبیع او ثمن لان الغش حرام لا فی مسئلتین حلال ہیں چھپانا عیب کا مبیع یا ثمن میں اسواسطے کہ غش یعنے تدلیس اور اخفا عیب جرام ہے مگر دو صورت میں حرام نہیں الاول الاسیر لو شری شیئا ثم رد ثم الثمن مغشوشا فجاز ان کان حرا لا عبد آپہلی صورت یہ ہے کہ مسلم اسیر اگر کوئی چیز دہان یعنے دار الحرب میں خرید کرے اور کھوٹا ثمن دے تو جائز ہے اگر وطن ہو نہ غلام ہو شباہ میں جہاں سے شارح نے یہ مسئلہ نقل کیا ہے کہ خرید کیا مسلم اسیر کو دار الحرب اور ثمن کھوٹا یا منقوش دیا تو جائز ہے اگر اسیر آزاد ہو اور اگر غلام ہو تو جائز نہیں انتہے اور اسکے موافق قاضی خان میں ہے کہ ایک درہم قیدیوں کو اہل حرب سے خرید کیا تو انکو کھوٹے اور منقوش درہم دینے جائز ہیں اسواسطے کہ امراء کی خرید درحقیقت خرید ہی نہیں ہے اور اگر قیدی غلام ہیں تو کھوٹے دینے جائز نہیں ہے تو معلوم ہوا کہ اسیر مبیع ہو تو مشتری غور کرے کذا فی الطحطاوی یعنے شارح نے شباہ کی عبارت میں دھوکھا کھایا کہ اسیر کو مشتری قرار دیا الثانیۃ یجوز اعطاء الزیوف والنا قصۃ فی الجیاد ات اشباہ دوسری صورت یہ ہے کہ کھوٹے اور ناقص دینے سے حاکم کے ظلم میں جائز ہے کذا فی الاشباہ ہم جیادات یا دو حدیث بنون چنانچہ بعضے غلط سمجھے ہیں اور وجہ ہیں جیادیت کی جیادیت وہ ہے جو لوگوں سے بظلم مال لیا جاوے کذا فی الطحطاوی وجھا رد المبیع بعیب بقضاء فسخ فی حق الکل الا فی مسئلتین اور اشباہ میں ہے کہ پھیر دینا مبیع کا عیب کی علت سے بحکم قاضی فسخ ہے سب لوگوں کے حق میں مگر دو صورت میں فسخ نہیں ہم سب کے حق میں فسخ ہے یعنے بائع اور مشتری کے حق میں فسخ ہوا اور یہ فسخ باعتبار استقبال کے ہے نہ باعتبار ماضی کے لہذا زوائد مبیع مشتری کے ملک ہیں تو انکو اصل کے ساتھ نہ پھیرے کذا فی الطحطاوی عن الجوا حد نھما لو حال البائع بالثمن ثم رد المبیع بعیب بقضاء لم یبطل الحوالۃ ایک صورت یہ ہے کہ اگر بائع نے ثمن کا حوالہ کیا پھر مبیع پھیر دی گئی عیب کے حکم قاضی تو حوالہ باطل نہیں ہوتا ہم صورت اسکی ذخیرہ میں یوں ہے کہ غلام بیچا ایک ہزار درہم کو پھر بائع نے اپنے قرض خواہ کو مشتری پر حوالہ کیا بقید ثمن پھر غلام مرکیا قبل قبض کے یہاں تک کہ ثمن ساقط ہوا یا غلام پھیر دیا گیا خیار الرؤیۃ یا خیار الشرط یا خیار العیب سے قبل قبض کے یا بعد قبض کے تو حوالہ باطل نہیں ہوتا استحساناً اور اگر مشتری نے حوالہ کیا تو قاضی اسکو باطل کر دیگا اتنے ملخصا اس سے معلوم ہوا کہ لفظ بائع شارح کی عبارت میں مرفوع ہے بنا بر فاعلیت کے کذا فی الطحطاوی الثانیۃ لو باعہ بعد الرد بعیب بقضاء من غیر المشتری وکان منفولا لم یحز قبل قبضہ ولو کان عقارا لجاز دوسری صورت یہ ہے کہ اگر بائع نے مبیع کو بیچا غیر مشتری سے بعد اسکے پھیر دینے کے عیب کی علت سے بحکم قاضی اور مبیع مال منقول تھا تو یہ بیع جائز نہیں قبل اسکے قبضہ کرنے کے اور اگر رد بالعیب بحکم قضا فسخ ہوتا تو بیع جائز ہوتی ہم غیر مشتری کی حیثیت اسواسطے لگائی ہے کہ مشتری سے دوبارہ بیع کرنا جائز ہے کیونکہ مبیع اسکے پاس ہے اور

منقول کی قید سے اسواسطے لگائی کہ آرامی کی بیع قولی قبض صحیح ہو وفی البزازیۃ تشتری عبدا فضمن لہ رجل عیوبہ فاطلع علی عیب فرحہا بعضمن لا یرجع بضمان العہدۃ وعقتہ الثانی کاتم ضمان العیوب فان ضمن السرقۃ والجریۃ او الجنون والعمی فہو جعد کذا فی ضمن المضمر اور بزازیہ مین ہی کہ ایک غلام خریدکیا اور ایک مرد اسکے عیوب کا ضامن ہوا پھر مشتری کسی عیب پر مطلع ہوا اور اسنے غلام کو پھیر دیا تو وہ مرد ضامن نہین اسواسطے کہ یہ ضمانت عہدہ کی ہی اور ضمانت عہدہ امام کے نزدیک باطل ہی اور ابو یوسف نے اسکو ضامن کہا ہی اسواسطے کہ یہ ضمانت عیوب ہی اور ضمان عیوب جائز ہی اور اگر وہ مرد نے آزادی یا دیوانگی یا نابینائی کا ضامن ہوا پھر مشتری نے اسکو اسی طرح پایا تو وہ شخص ثمن کا ضامن ہی وفی جواہر الفتاوی شری ثمرۃ کرم ولا یمکن قطعہا بغلبۃ الزنابیر ان بعد القبض یرجع وان قبلہ فان شقص المبیع یتناول الزنابیر قبلہ القبض تقوی الصفقۃ علیہا اور جواہر الفتاوی مین ہی کہ خریدکیے پھل انگور کے اور ممکن نہین انکا توڑنا بھڑون کی کثرت کے سبب سے اگر بعد قبض غلبہ ہوا ہو تو نہ پھیرے کیونکہ یہ عیب نہین کے باعث رد ہوا اور اگر قبل قبض کے اور پھل کم ہوگئے ہون بھڑون کے کھا جانے سے تو اسکو فسخ بیع مین اختیار ہی بسبب تفرق صفقہ کے مشتری کے لیے جسقدر پھل خریدے تھے وہ اوپر باقی نہ رہے بھڑون کے کھا جانے سے

باب البیع الفاسد

یہ باب ہی بیع فاسد کے احکام مین صحیح کو اسواسطے اول ذکر کیا کہ وہ مقصود کی موصل ہی کیونکہ مشروعیت مقصود سے سلامت دین مقصود ہی تا غالب منتفع ہو اور حاجات دنیویہ حاصل ہون اور بیع فاسد کو اسواسطے موخر کیا کہ مخالفت دین ہی اور فاسد مشتق ہی فساد سے جو ضد صلاح ہی اور حاصل معنی لغوی تغیر وصف کی طرف راجع ہی اور اصطلاح شرع مین فاسد وہ ہی جسکی اصل مشروع ہو نہ وصف اسکا اور مشروعیت اصل سے مراد یہ ہی کہ مال متقوم ہو اور اسکا جواز صحیح ہونا مراد نہین اسواسطے کہ فاسد ہونا اسکی صحت کا مال ہی کذا فی الطحطاوی اور اس باب کو لقب فاسد کیا یا وجود یکہ باطل کو بھی شامل ہی اسواسطے کہ فاسد کثیر الوقوع ہی لقد وسیاق کے سبب سے کذا فی النہر المراد بالفاسد الممنوع مجملا کما عرفیا فیعم الباطل والمکروہ وقد یکون فیہ بعض الصحیح تبعا فاسد سے مراد ممنوع ہی بایں طور مجملا جو عرف مین ہی تو اب فاسد بیع باطل اور مکروہ کو بھی شامل ہوگئی اور گاہے اسباب بین بعض اقسام بیع صحیح کی بھی بالتبع مذکور ہوتی ہین ہم مجاز عرفی کا قول بہتر ہی اشتراک کے قول سے اور عرف سے فقہا مراد ہی کیونکہ اہل فقہ ایسے لوگ ہین جو تفرقہ کرتے ہین فاسد اور باطل مین بخلاف اہل لغت کے انکے نزدیک فاسد اور باطل مین کچھ فرق نہین کیونکہ لغت مین باطل یعنی فاسد یا ساقط الحکم کے ہی اور فقہ مین بیع باطل وہ ہی جسکی اصل اور وصف دونون مشروع نہون اور حکم باطل عدم ملک ہی قبضہ ہوا ہو یا نہوا ہو اور مکروہ سے تحریمی مراد ہی مکروہ لغت مین ضد محبوب ہی اور اصطلاح فقہ مین مکروہ وہ ہی جسکی اصل اور وصف دونون مشروع ہون لیکن وہ منہی عنہ ہی بسبب مجاور کے چنانچہ بیع اذان جمعہ کے وقت کذا فی الطحطاوی وکلما ادرت خللا فی رکن البیع فہو سبطل وما ادرتہ فی غیرہ فیفسد اور جو چیز خلل پیدا کرے بیع کے رکن مین وہ مبطل بیع ہی اور جو خلل پیدا کرے رکن کے سوا اور امور مین وہ مفسد ہی بیع کا اس شرح پر کہ رکن بیع یعنے ایجاب و قبول اور محل بیع یعنے مبیع اگر ہر ایک خلل سے سالم ہو تو بیع صحیح ہی اور اگر سالم نہو اسطرح پر کہ ایجاب اور قبول مین خلل پڑے عدم اہلیت متصرف سے بسبب ہونے عاقد کے صبی غیر ممیز یا مجنون یا مبیع مین خلل پڑے بسبب اسکے ہونے کے مردار یا خون یا شراب تو بیع باطل ہی لیے اسطے عدم اجتماع ارکان اور شرائط کے اور بیع فاسد وہ ہی جسکا رکن اور محل خلل سے سالم ہو لیکن اسکے ثمن مین خلل واقع ہو اسطرح پر کہ ثمن شراب ہو یا سور یا یہ خلل ہو کہ مبیع مقدور التسلیم نہو یا اسمین ایسی شرط ہو جو مقتضاے عقد کے مخالف ہی تو اسطرح کی بیع فاسد ہی نہ باطل کیونکہ رکن اور محل بیع خلل سے محفوظ ہی انتہے کہ شارح یون کہتا کہ جو مورث خلل ہی رکن بیع اور انکے محل مین وہ مبطل ہی تو فقہا کے مقتضاے کلام سے ظاہر ہوا کہ اصل بیع عبارت ہی رکن بیع اور مبیع سے لیے مال متقوم اسواسطے کہ بنا بیع انھین دونون چیزون پر ہی اور اصل شی اسکا نام ہی جسپر اس شی کی بنا ہو اور یہ ظاہر ہوا کہ وصف بیع اس سے عبارت ہی جو رکن اور محل بیع سے خارج ہو چنانچہ ثمن ہونا کہ یہ صفت ہی عقد کی کیونکہ عقد کی تابع ہی اور چنانچہ شرط مخالف مقتضاے عقد ہی کذا فی الطحطاوی وبطل بیع ما لیس بمال المال بما یمیل

الیہ الطعم ویجری فیہ البذل والمنفعۃ فخرج التراب ونحوہ باطل ہو بیع اُس چیز پر جو دکی جو مال نہیں مال وہ ہے جسکی طرف طبیعت انسان کی مائل اور راغب ہو اور تمکین دنیا طریق بیع یا بکچھ اور غیر کو منع کرنا اور اسکے تصرف سے باز رکھنا جاری ہو کذا فی الدر اور تو مال کی تعریف سے مثلی اور ما نند اسکے چنانچہ قاذورات خالصہ نکل گئے کہ عدم موجود کی قید در کے موافق اسواسطے مترجم نے لگائی تا خارج ہو وہ معدوم جسکی طرف طبیعت مائل ہوتی ہے چنانچہ وہ مال جسکی آدمی آرزو رکھتا ہو اور مٹی سے خالص مٹی مراد ہے تو اگر مٹی وقاذورات سے ملکر ناپاس ہو جاوے تو اسکی بیع باطل ہوتین چنانچہ مذکور ہوگا کالدم المسفوح فجاز بیع کبد وطحال غیر مال کی بیع باطل ہے چنانچہ خون جاری کی تو جاری کی قید سے کلیجی اور تلی کی بیع خارج ہوگئی باطل سے کیونکہ کبد اور طحال اگرچہ اصل اُنکی خون ہے لیکن جاری نہیں ولمیتۃ سوی سمک وجراد ولا فرق فی حق المسلمین التمات حنفیۃ اور بخلاف وہ مچھلی اور ٹڈی کے کہ اُنکی بیع باطل نہیں اور کچھ فرق نہیں مسلمان کے حق میں پاس مرجائے جانور میں خود بخود مرگیا یا کسی نے اُسکو گلا دابکے یا کسی اور سبب سے سوائے ذبح شرعی کے مردار کیا والحر والمیسر بیعہ ای جعلہ عوضا بایجاب علیہ کان ذکرتہ البیع صیرورۃ المال والمال دلم یوجد اور چنانچہ بیع حر کی اور حر سے کسی چیز کو خرید کرنا باطل ہو اسواسطے کہ رکن بیع مبادلہ ہو مال کا دوسرے مال سے سو یا نگیا حر سے خرید کرنا یعنے حر کو ثمن ٹھہرانا اسمیں بایجاب داخل کرکے کما لفت عرب میں حر کو ثمن قرار دینا اصطلح ہوتا ہو کہ بعنک الدار بہذا الحر یعنے میں نے گھر بیچا اس حر کے تو اس مثال میں ثمن ہو نہ مبیع خلاصہ یہ ہو کہ خون اور مردار اور حر کی بیع باطل ہو خواہ یہ چیزیں مبیع قرار دی جاویں یا ثمن بسبب نہ پائے جانے رکن بیع کے والمعدوم کبیع حق التعلی ای علوّ سفلہ لانہ معدوم اور چنانچہ معدوم کی بیع جیسے حق تعلی کو بیچا یعنے وہ بالاخانہ جسکی عمارت گر پڑی ہو تو اس موضع کی بیع باطل ہو کیونکہ وہ معدوم ہو حق تعلی کی مثال یہ ہو کہ ایک گھر دو منزلہ ہو نیچے کا مکان ایک شخص کا ہو اور اوپر کا مکان دوسرے شخص کا سو دونوں درجہ یا اوپر کا درجہ گر پڑا اور نیچے کا درجہ باقی رہا اور صاحب علو نے موضع کو بیچا تو بیع باطل ہو اسواسطے کہ حق تعلی معدوم محض ہو اور اسواسطے کہ یہ متعلق ہوا ہو اور ہوا مال نہیں کیونکہ مال وہ ہو جسکا رکھ چھوڑنا حاجت کے وقت کے واسطے ممکن ہو اور ہوا میں یہ امر حاصل نہیں ومنہ بیع حمام غائب کحزر وفجل اذ بعضہ معدوم کورد وبیاسمین ودرق فرصاد جویزہ مالک للتعامل الناس وبہ اخذ بعض مشائخنا عملا بالاستحسان وھذا اذا نبت ولم یعلم وجودہ فاذا علم جاز لہ خیار الرؤیۃ تدلکل رویۃ البعض عن ھما وعلیہ الفتوی شرح مجمع اور نجفل بیع معدوم اسکی بیع ہو جسکی جڑ نظر سے غائب ہو چنانچہ گاجر اور مولی یا بعض بیع معدوم ہو چنانچہ گلاب اور چنبیلی کے پھول کہ بتدریج پیدا ہوتے ہیں اور توت کے پتوں کی بیع امام مالک نے اس بیع کو جائز کہا ہے لوگوں کے معمول کے سبب سے اور ہمارے بعض مشائخ مانند امام فضلی وغیرہ نے اسکے جواز کا فتوے دیا ہو قیاس چھوڑ استحسان پر عمل کرکے اور یہ اختلاف جواز اور عدم جواز کا اسوقت ہو جبکہ گاجر وغیرہ جمی ہوا اور اسکا موجود ہونا معلوم نہو پھر جبکہ معلوم ہو جاوے تو بیع جائز ہو اور مشتری کو خیار الرؤیۃ ثابت ہو اور بعض بیع کا دیکھنا صاحب بیع کے تبرک کا فی ہو اور اسی پر فتوے ہو کذا فی شرح المجمع والمضامین ما فی ظھور الاباء من الماء اور مضامین کی بیع باطل ہو مضامین جمع ہو مضمونہ کی یعنے وہ منی جو نر کے بیضوں میں ہو یعنے جانور کا نطفہ بیچنا جو ہنوز اسکی پشت سے جدا نہیں ہوا باطل ہو معدوم ہونے کے سبب سے والملاقیح جمع ملقوحۃ ما فی البطن من الجنین اور ملاقیح کی بیع باطل ہو ملاقیح جمع ہو ملقوحہ کی ملقوحہ وہ بچہ جو مادہ کے پیٹ میں ہو والنتاج بکسر النون ھو حمل الجملۃ ای تنتاج الناقۃ لدابۃ اوذکر اور باطل ہو بیع نتاج کی نتاج کسر نون عبارت ہو حمل الجملہ سے یعنے جانور یا آدمی کے بچے کا بچہ حمل الجملہ اُس بچے کا بچہ جو ہنوز پیٹ میں ہو زمانہ جاہلیت میں دستور تھا کہ گابھن اونٹنی کے بچے کے بچے کو خرید کرتے تھے یعنے مشتری یوں کہتا تھا کہ اگر یہ گابھن اونٹنی مادہ بچہ جنے تو اُسکے بچے کو میں نے خریدا یا رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسکو باطل کر دیا کذا فی الصحیحین صحیحین اور سنن میں ابن عمر سے روایت ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

حبل الحبلہ کی بیع سے نہی فرمائی اور موطا مین بیع مضامین اور ملاقیح اور حبل الحبلہ کی نہی مروی ہی اس احتمال سے کہ شاید اونٹنی نہ جنے یا مرجائے بچہ ہونے سے پہلے کذا فی الفتح و بیع امۃ تبین انہ ذکر الضمیر لتذکیر الخبر عبدٌ وعکسہ بخلاف البہائم اور اس لونڈی کی بیع باطل ہی جسکا غلام ہونا ظاہر ہوا اور بالعکس اسکے لیئے اس غلام کی بیع جسکا لونڈی ہونا ثابت ہوا یا طل ہی بخلاف جانورون کے مصنف نے ضمیر مذکر لایا بسبب تذکیر خبر کے ولاحصل ان الذکر والانثی من بنی ادم جنسان حکما فیبطل وفی سائر الحیوانات جنس واحد فیصح ویتخیر لفوات الوصف اور قاعدہ جواز اور عدم جواز کا یہ ہی کہ تراور مادہ دینی ادم مین دو جنسین ہین باعتبار حکم شرع کے تو دوسری جنس ہونے سے بیع باطل ہوگی اور باقی حیوانات مین نر اور مادہ ایک جنس ہین تو بیع صحیح ہوگی اور شتی کو لینے لینے مین اختیار ہوگا بسبب فوت ہونے وصف مرغوب فیہ کے ہم آدمی مین نر اور مادہ اسواسطے دو جنس ٹھہرے کہ مرد اور عورت کے خریدنے مین اغراض بکثرت متفاوت ہین بخلاف بہائم کے کہ انمین چندان تفاوت اغراض نہین تو اگر بکرا خریدا اور وہ بکری نکلی تو بیع صحیح ہوگی و متروک التسمیۃ عمدًا ولو من کافر بخلاف ازیۃ وکلما مضی الیہ لان حرمتہ بالنص اور اس ذبیحہ کی بیع باطل ہی جسکے ذبح کے وقت نام خدا عمدا ترک ہوا اگرچہ کافر کے ہاتھ اسکو بیچا ہوا اور اسی طرح اس چیز کی بھی بیع باطل ہی جو متروک التسمیہ کے ملا کر بیچے اسواسطے کہ متروک التسمیہ کا حرام ہونا نص قرآنی سے ثابت ہی ہم متروک التسمیہ عمدًا امام شافعی کے نزدیک حلال ہی اگر ذابح اسکا مسلم ہو اسواسطے کہ نام خدا مسلم کے دل مین ہی تو اگر کوئی کہے جبکہ متروک التسمیہ عمدًا مجتہد فیہ ہوا تو چاہیے کہ اسکے ساتھ حالی کی بیع جائز ہو جیسے مدبر کے ساتھ حالی کی بیع جائز ہی صاحب کافی نے اسکا جواب دیا کہ متروک التسمیہ کی حرمت نص قرآنی سے ثابت ہی اور مورد نص مین مساغ اجتہاد نہین تو یہ اختلاف معتبر نہین اور حکم قاضی بھی نافذ نہین و بیع المکاتب وذکری لانہ لیس بمال متقوم بخلاف بیع بناء وشجر فیصح اذا المر یشترط ترکہما ولو الجیلا اور کھیت جوتنے اور نہر کھودنے کی بیع باطل ہی اسواسطے کہ یہ موجود مال نہین بخلاف عمارت اور درخت کے کہ وہ مال متقوم ہی تو بیع اسکی صحیح ہی بشرط اسکے عدم ترک کے کذا فی الولوالجیہ ہم یعنے ایک شخص نے دوسرے شخص سے زمین اجارہ لی پھر اُس زمین کو زراعت کے واسطے جوتا اور اسمین ہل چلایا اسمین پانی کی نہر کھودی پھر اجارہ فسخ ہوگیا یا اسکی مدت منقضی ہوگئی پھر مستاجر نے چاہا کہ اپنا یہ عمل بیچے تو جائز نہین کیونکہ یہ مال متقوم نہین کذا فی الطحطاوی و ما فی حکم حکم ما لیس بمال کام الولد والمکاتب والمدبر المطلق فان بیعہ ھو کہ باطل ای بقاء قلم علی کونہ باطلا فیصح بیعہم من انفسہم وبیع فی ضمنہ الیہم د یعنے اور جو چیز کہ حکم مذکور مین ہی یعنے جو چیز کہ مال نہین ہی جیسے کہ ام ولد اور مکاتب اور مدبر مطلق تو انکی بیع باطل ہی یعنے باعتبار احکام کے باطل ہی تو اشخاص مذکورین مملوک نہین ہوتے قبض مشتری سے اور باطل نہین انکی بیع باعتبار ابتداء کے تو انکو بیچنا خود انکی ذات سے صحیح ہی اور اس مملوک کی بیع صحیح ہی جو انکے ساتھ ملا کر بیچا گیا کذا فی الدر ہم حر کی بیع ابتداءً اور بقاءً دونون طرح باطل ہی کیونکہ وہ کسی طرح محل بیع نہین اور ام ولد اور مکاتب اور مدبر مطلق کی بیع ابتداءً باطل نہین کہ وہ فی الجملہ محل بیع نہین کیونکہ حقیقت حریت بالفعل انمین موجود نہین لیکن باعتبار احکام کے انکی بھی بیع باطل ہی اسواسطے کہ استحقاق عتق ام ولد مین حدیث سے ثابت ہی کہ اسکو اسکے ولد نے آزاد کر دیا اور بسبب حریت مدبر مین فی الحال متحقق ہی کیونکہ بعد موت اہلیت باطل ہی اور مکاتب کا استحقاق اپنے تصرف ذاتی سے ثابت ہی تو اگر انکی ملک بیع سے ثابت ہو تو یہ سب حقوق باطل ہو جاوین گے کذا فی الطحطاوی و قول ابن کمال بیع ھو لاء باطل موقوف ضعفہ فی البحر بان المرجح اشتراط رضا المکاتب قبل البیع وعدم نفاذ القضاء ببیع ام الولد وصحح فی الفتح نفاذہ قلت الوجہ التوقف علی قضاء اخر لمضاء ارجحیتہ وھو خلیکن التوفیق اور ابن کمال کے اس قول کی کہ انکی بیع باطل موقوف ہی تضعیف کی ہی اس قول کی بحر الرائق مین کہ مرجح اشتراط رضاے مکاتب ہی قبل بیع کے نہ بعد بیع کے اور راجح عدم نفاذ قضاے ام ولد کی بیع مین اور فتح القدیر مین نفاذ قضا کی تصحیح ہی مین کہتا ہون کہ قوی تر یہ ہی کہ قضاے بیع ام ولد دوسرے

الکلب والکلب کنایۃ الارض

سنہ ۴ ہجری

قاضی کے حکم پر موقوف ہو حکم اول کے جاری رکھنے میں یا رد کرنے میں کذا فی العینی والنہر تو اسی قول کو دافع اختلاف قرار دینا چاہیے یعنے بحر الرائق کا قول عدم نفاذ اس صورت پر محمول ہو جب دوسرے قاضی نے قاضی اول کے موافق حکم نہ دیا ہو اور فتح القدیر کے نفاذ کا قول اس صورت پر محمول ہو جبکہ دوسرے قاضی نے اسکو جاری کر دیا ہو ھم بیع ام ولد کا مسئلہ صدر اول میں مختلف فیہ تھا عمر فاروق اسکی بیع کے مجوز نہ تھے اور علی مرتضی مجوز تھے پھر تابعین کا اجماع ہو گیا عدم جواز پر پھر اگر بعد اسکے قاضی جواز بیع کا حکم دے تو رافع خلاف سابق ہو گا یا نہیں بعضوں کے نزدیک رافع نہیں اور ہمارے نزدیک رافع ہے خلاف کا مفصل اترو سی میں ہے کہ قضاء بیع ام ولد میں دو روایتیں ہیں اظہر الروایتین یہ ہے کہ نافذ نہیں اور جامع میں یوں ہے کہ قضاء قاضی دوسرے قاضی کے حکم پر موقوف ہے اگر وہ جاری کر دے تو نافذ ہو والا باطل اور یہ اوجہ الاقاویل ہے کذا فی الطحطاوی عن العینی و فی السراج وللمولی لا یجوز بیعہ وبیع بعضہ بعضہ کحر اور سراج میں ہے کہ ام ولد اور مکاتب اور مدبر کی اولاد انکے مانند ہے عدم جواز بیع میں اور عبد محقق البعض حر کے مانند ہے بطلان بیع میں و بطل بیع مال غیر متقوم ای غیر مباح الا انتفاع بہ ابن کمال فلیحفظ اور باطل ہے بیع مال غیر متقوم کی یعنے وہ مال جس سے فائدہ لینا مسلم کو شرعاً جائز نہیں کذا صرح ابن کمال اسکو یاد رکھنا چاہیے ھم ابن کمال نے کہا کہ تلویح میں مذکور ہے کہ تقوم دو قسم ہے تقوم عرفی یعنے احراز اور غیر محرز چنانچہ خاکسار اور گھاس مال متقوم نہیں اور تقوم شرعی یعنے جس سے انتفاع مباح ہو وہی یہاں مراد ہے کذا فی الطحطاوی وخمر وخنزیر ومیتۃ لم تقم حتقف انتفعا بل بالخنق ونحوہ فانہا مال عندنی کخمر وخنزیر شراب اور سور اور مردہ جانور جو خود بخود نہیں مر گیا بلکہ گلا دابنے اور مانند اسکے چنانچہ مارنے سے مر گیا کہ ایسا مردہ مال ہے کفار ذمیوں کے نزدیک جیسے شراب اور سور وھذا ان بیعت بالثمن ای بالدین کدراھم ودنانیر ومکیل وموزون بطل فی الکل وان بیعت بعین کعرض بطل فی الخمر وفسد فی العرض فیملکہ بالقبض بقیمتہ ابن کمال اور یہ یعنے شراب اور سور اور مردا اگر انکی بیع ہو ثمن سے یعنے بعوض دین کے چنانچہ دراہم و دنانیر اور کیل اور موزون سے تو مبیع اور ثمن ہر ایک میں بیع باطل ہے یعنے قبضہ کرنے سے بھی مملوک نہیں ہوتے اور اگر انکی بیع ہوئی بعوض عین یعنے متاع اور سباب سے تو شراب وغیرہ میں بیع باطل ہے اور اسباب میں فاسد ہے تو متاع کا مالک ہو گا بقبضہ کرنے سے اسکی قیمت دیکر کذا صرح ابن کمال وبطل بیع حر ضم الی حرہ ذکیۃ ضمت الی میتۃ ماتت حتقف انتفعا قیدہ لتکون کالمرسلۃ وان سمی ثمن کل ای فصل الثمن خلافا لہما اور باطل ہے بیع اس مملوک کی جو ملایا گیا آزاد سے اور اس ذبیحہ کی بیع باطل ہے جو ملایا گیا اُس مردار کے ساتھ جو خود بخود مر گیا اگرچہ ہر ایک کا ثمن مسمی ہو یعنے جدا جدا ثمن مذکور ہو بخلاف صاحبین کے مصنف نے خود بخود مرنے کی قید لگائی تا مردار آزاد کے مانند ہو جاوے عدم مالیت میں مسلم اور ذمی دونوں کے نزدیک وسیأتی الخلاف ان الصفقۃ لا تتعدد بمجرد تفصیل الثمن بل لا بد من تکرر لفظ العقد عند ھما خلافا لہما اظاھر الہدایۃ تعیلہ فاسد اور امام اور صاحبین کی بنا سے خلاف یہ ہے کہ صفقہ یعنے عقد متعدد نہیں ہوتا مجرد تفصیل ثمن کے ملکہ انکے نزدیک مکرر کرنا لفظ عقد کا ضرور ہے امام کے نزدیک بخلاف صاحبین کے کہ انکے نزدیک تفصیل ثمن بلا تکرار لفظ عقد عقد و صفقہ میں کافی ہے اور ہدایہ کا ظاہر اس کا مفید ہے کہ بیع عبد لضم حر اور بیع ذبیحہ بضم میتہ فاسد ہے بخلاف بیع قن ضم الی مدبر ونحوہ او قن غیرہ وملک ضم الی وقف غیر المسجد العامر فانہ کاسد بخلاف العامر بالمعجلۃ الخراب فکلہا اشیاء من قاعدۃ اذا اجتمع الحرام والحلال نحلاف بیع غلام مملوک کے جو ملایا گیا ہے اور انکے مانند ام ولد اور مکاتب کے ساتھ یا غیر غلام کے ساتھ اور بیع مال مملوک کی جو ملایا گیا وقف کے ساتھ سوائے مسجد آباد کے اسواسطے کہ جو ملک مسجد آباد کے ساتھ ملکر بکے گی تو اسکی بیع باطل ہے جیسے آزاد کے ساتھ باطل ہے بخلاف ویران مسجد کے کہ اسکے ساتھ ملک کی بیع جائز ہے جیسے مدبر کے ساتھ جائز ہے چنانچہ یہ تصریح اشباہ میں ہے متجمعا اس قاعدے کے کہ جب حرام اور حلال مجتمع ہوں تو حرام ہی غالب ہوتا ہے ولو محکوما بہ فی الاصح خلافا لما فی ابی السعود اگرچہ لزوم وقف پر قاضی کا حکم ہو گیا ہو تو بھی ملک کی بیع صحیح ہے قول اصح میں یہ خلاف ملا ابی السعود مفتی روم کے فتوے کے ہم مفتی مرحوم کا یہ فتوے ہے کہ اگر لزوم وقف کا قاضی نے حکم

۴ نہیں نقض میں مفتی الانس رحمہ اللہ آس جو ہمارے اور سے کہ جس سے ظلم کا کوئی حصہ ادا یا ادا ہو گیا ہو

کیا تو اسکے ساتھ ملک کی بیع فاسد ہی نہر الفائق مین اس قول کو رد کیا ہی اور اطلاق وقف کی تصحیح کی ہی فیصح بحصته فی الفتح وعبده والملك كما مال في الجملة تو صحیح ہی بیع بقدر اسکے حصے کے غلام مین مدبر کے ساتھ اور بالغ کے غلام مین غیر کے غلام کے ساتھ اور ملک مین وقف کے ساتھ اسواسطے کہ مدبر اور غیر کا غلام اور وقف فی الجملہ مال مین دنیوالی قریة دلم یستثن المساجد والمقابر اسے بیچے عینی اور اگر ایک گاؤن بیچا اور وہان کے مساجد اور مقابر کو بیع سے استثنا نہ کرلیا تو بیع صحیح نہین کذا فی العینی ہم بحر الرائق مین محیط سے منقول ہی کہ اگر قریہ بیچا اور اسمین کے مساجد اور مقابر کو استثنا نہ کرلیا تو قول صحیح یہ ہی کہ ملک مین بیع صحیح ہی اسواسطے کہ مساجد اور مقابر بنا بر عادت کے مستثنے ہین طحطاوی نے کہا کہ بحر الرائق کا قول اولے ہی اسواسطے کہ جو عرف مین معلوم ہی وہ مشروط کے برابر ہی کما لو باع صبیا لا یعقل او مجنونا شیئا جیسے باطل ہی بیچنا صغیر غیر عاقل اور ممیز کا کسی چیز کو ہم غیر عاقل کی قید اسواسطے لگائی کہ صبی عاقل کی بیع اور شرا منعقد ہوا اور اسکے ولی کی اجازت پر موقوف ہی وبول رجیع آدمی لم یغلب علیہ تراب فلو مغلوبا بہ جاز کسر قیح بعر واکتفی فی البحر بخلطة بتراب اور باطل ہی بیع آدمی کے پیشاب اور گوہ کی جسپر مٹی نہ غالب ہوگئی ہو اور اگر مٹی غالب ہوا اور وہ مغلوب ہو تو بیع جائز ہی جیسے گوبر اور مینگنی کی بیع جائز ہی اور بحر الرائق مین اکتفا کیا ہی بحر اسکے ملنے کے قلع نظر مٹی کے غالب ہونے کے ہم طحطاوی نے کہا اگر کوئی کہے کہ فقط گوہ مال نہین اور خالص مٹی مال نہین پھر دونون کے اجتماع سے کیونکر مالیت پیدا ہوگئی اسکا جواب یہ ہی کہ جواز بیع کا مدار جلت انتفاع پر ہی اور خلط سے انتفاع جائز ہی نہ بدون خلط کے دشعر انسان لکرامتہ کالادمی ولو کافرا ذکرہ المصنف وغیرہ فی بحث شعر الخنزیر اور آدمی کے بال کی بیع باطل ہی بسبب آدمی کی بزرگی اور عزت کے اگرچہ آدمی کافر ہو مصنف وغیرہ نے اسکو سور کے بال کی بحث مین مذکور کیا ہی وبیع مالیس فی ملکہ لبطلان بیع المعدوم ومالم یحظر العدم اور باطل ہی بیع اس چیز کی جو آدمی کی ملک مین نہین ہی بسبب باطل ہونے بیع معدوم کے اور جسمین نجاست کا خطرہ لگا ہی ہم معقود علیہ کی شرط یہ ہی کہ مال موجود متقوم مملوک فی نفسہ ہوا اور بائع کی ملک ہو یا اسکے موکل کی اور مقدور التسلیم ہو اور جو چیز اسکے پاس نہین تو وہ نہ اسکی ملک ہی نہ مقدور التسلیم ہی اور جسمین نجاست کا خطرہ لگا ہی اسکی بیع بھی جائز نہین چنانچہ حمل اور تھن کا دودھ اور ثمر اور زرع قبل از ظہور اور بیج خربوزے کے اندر اور گٹھلی کھجور کے اندر اور گوشت اور چربی اور کلہ پائے زندہ بکری کے اندر کے اور کھلی تلون کے اندر کذا فی المنح لا بطریق السلم فانہ صحیح لانہ علیہ الصلوٰة والسلام نھی عن بیع مالیس عند الانسان ورخص فی السلم جو چیز آدمی کے پاس نہین اسکی بیع بطریق سلم باطل نہین بلکہ وہ صحیح ہی اسواسطے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا اسکی بیع سے جو انسان کے پاس نہین اور رخصت دی سلم مین ہم اصحاب سنن نے حکیم بن حزام سے روایت کی کہ نبی نے کہا یا رسول اللہ بعض شخص میرے پاس خرید کرنے کو آتا ہی اور میرے پاس وہ چیز نہین ہوتی سو کیا مین اس سے بیع کیا کرون پھر اسکو بازار سے خرید کر دیا کرون فرمایا لا تبع مالیس عندک یعنے بیچ اسکو جو تیرے پاس نہین ہی کذا فی التبیین وبطل بیع شحم بنفی الثمر طیبہ کبعض الرکب وھو المالک اور باطل ہی وہ بیع جسمین نفی ثمن کی تصریح ہی بسبب نہونے رکن کے یعنے مال ہم اور اگر سکوت ہو ثمن سے تو بیع فاسد منعقد ہوگی چنانچہ مذکور ہوگا والبیع الباطل حکمہ عدم ملك المشتری ایاہ اذا قبضہ فلا ضمان لو ھلك المبیع عندہ کامانة وصحح فی القنیة ضمانہ قیل وعلیہ الفتوی اور بیع باطل کا حکم عدم ملک مشتری ہی یعنے مشتری مبیع کا قبضہ کرنے سے مالک نہین ہوتا تو مشتری پر تاوان نہین اگر مبیع اسکے پاس ہلاک ہو اسواسطے کہ وہ امانت ہی اور قنیہ مین تاوان دینے کے تصحیح کی ہی بعضون نے کہا اسی قول پر فتوی ہی ہم حموی مین ہی کہ خیر کی نزدیک ضمان مختار ہی اور قنیہ مین وجہ صحت یہ مذکور ہی کہ مشتری نے اسکو اپنی ذات کے واسطے قبضہ کیا تو شائبہ غصب کے ہوا اور حاشیہ سری الدین مین قاضی خان سے منقول ہی کہ ضمان دینا صحیح ہی تو خلاصہ یہ ہوا کہ دو قول قول صحیح مین کذا فی الطحطاوی وصح بیع الحر لو ایاما وابنہ قیل باطل وقیل فاسد وفی وصایا ھا بیع الوصی مال الیتیم بغبن فاحش باطل وقیل فاسد وارجح اور قنیہ مین ہی کہ بیچا حر کا اپنے باپ یا بیٹے کو بعضون کی نزدیک باطل ہی اور بعضون کی نزدیک فاسد ہی اور قنیہ کی وصایا مین ہی کہ بیچا وصی کا یتیم کے مال کو

بغبن فاحش

بنقصان مبیع باطل ہو اور بعضوں کے نزدیک فاسد ہو اور اسکی ترجیح ہو بعضوں کے نزدیک عدم قائدہ خلاف کا ہو کہ درصورت باطل ہونے کے بعد قبض مبیع مملوک نہیں اور فاسد میں مملوک ہو وفی التنویر المضطر وشراءہ فاسدًا لو نقد میں ہو کہ مضطر کا بیچنا اور خریدکر نا فاسد ہو ہم صورت اسکی یہ ہو کہ ایک شخص کھانے یا پانی یا لباس کی طرف باضطرار محتاج ہو اور بائع اشیاء مذکورہ کو نہیں بیچتا مگر بکثرت ثمن زیادہ کرکے اور اسی طرح مضطر سے خریدکر نا نہایت ثمن کو کم کرکے کذا فی المنح لبود واؤد میں علی مرتضیٰ سے روایت ہو کہ نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن بیع المضطر یعنے حضرت نے منع فرمایا مضطر کی بیع سے کذا فی التبیین وفسد بیع ما سکت ای وقع السکوت فیہ عن الثمن اور فاسد ہو وہ بیع جسمیں سکوت واقع ہوا ثمن سے چنانچہ بائع نے کہا کہ میں نے یہ کپڑا بیچا اور مشتری نے کہا میں نے خریدکیا اور دونوں نے ثمن کو ذکر نکیا تو بیع فاسد ہو اور اگر نفی ثمن کی تصریح ہوگی تو بیع باطل ہو چنانچہ مذکور ہو چکا کبیعہ بقیمتہ حبیب بیع کی بقدر اسکی قیمت کے فاسد ہو ہم یعنے بلا تعیین ثمن قیمت مجملہ پر بیع فاسد ہو وفسد بیع عرض ھو المتاع الفقہی ابن کمال بخمر وعکسہ فینعقد فی العرض الخمر کما مر اور فاسد ہو بیع متاع اور اسباب کی شراب سے اور شراب کی بیع متاع سے تو بیع منعقد ہوگی اسباب میں نہ شراب میں بہر صورت چنانچہ عنقریب گذرگیا عرض عبارت ہو متاع قیمت والی سے کذا صرح ابن کمال تو روپیہ اور اشرفی اور اناج عرض نہیں وفسد بیعہ ای العرض بامہ الولد والمکاتب والمدبر حتی لو تقابضا صار المشتری للعرض کالارض لما مر ایضہ مال فی الجملہ اور فاسد ہو بیع متاع قیمتی کی ام ولد اور مکاتب و مدبر سے یہاں تک کہ اگر متعاقدین تقابض بالیدین کرینگے تو متاع کا خریدار متاع کا مالک ہوگا واسطے کہ مذکور ہو چکا کہ مکاتب وغیرہ فی الجملہ مال ہیں بخلاف شراب یا سور یا مردار کے وفسد بیع سمک لم یصد لو بالعرض والا فباطل لعدم الملک صدر الشریعۃ اور فاسد ہو بیع اس مچھلی کی جو ہاتھ میں نہ آئے شکار کرنے سے نہر بلکہ اسکی بیع اسباب ہو اور اگر دراہم اور دنانیر یا مکیل اور توزون سے ہو تو بیع باطل ہو کذا فی شرح الوقایہ صدر الشریعۃ نے شرح قایہ میں کہا کہ جو مچھلی شکار نہیں ہوئی تو سزاوار ہے کہ بیع باطل ہو اگر دراہم اور دنانیر سے ہو اور اگر متاع سے ہو تو فاسد ہو اسواسطے کہ وہ مال غیر متقوم ہو اسلیے کہ تقوم احراز سے ہوتا ہو اور احراز یہاں حاصل نہیں او صید لم القی فی مکان لا یحیلہ للعجز عن التسلیم یا مچھلی شکار ہوئی پھر ڈالی گئی ایسے مکان میں یعنے حوض وغیرہ میں کہ اسمیں گرفتار نہیں ہوتی مگر جال کے حیلے سے تو بیع فاسد ہو سبب عاجز ہونے کے تسلیم سے دان اخذ بدونہا صح ولہ خیار الرویۃ اور اگر مچھلی پکڑلیجائے بدون حیلہ جال کے تو بیع اسکی صحیح ہو اور مشتری کو خیار الرویۃ ہو الا اذا دخل بنفسہ ولم یسد مدخلہ فلولدہ ملکہ مگر جبکہ مچھلی خود حوض میں گھس گئی اور صاحب اسکا مدخل بند نکردیا تو اسکی بیع صحیح نہیں بلکہ باطل ہو سبب عدم ملک کے اور اگر اسنے اسکا مدخل بند کردیا تو اسکا مالک ہوگا اسواسطے کہ بند کرنا فعل اختیاری ہو اور موجب ہو ملک کا جیسے جال میں پڑنا موجب ملک ہو بحر الرائق میں ہو کہ جب مچھلی حوض میں گئی آدمی کی تدبیر سے تو وہ اسکا مالک ہوگیا اور بیع اسکی بموجب بیع تفصیل مذکور کے ہو یعنے درصورت تسلیم صحیح ہو والا غیر صحیح اور بعضوں نے کہا مطلقًا بیع صحیح نہیں اسواسطے عدم احراز کے اور خلاف اس صورت میں ہو جبکہ انسان بند کرے وہ حوض شکار کرنے کے واسطے نہ بنایا اور اگر بنایا ہوگا تو بالاجماع مالک ہوگا کذا فی الطحطاوی ولم یجز اجارۃ برکۃ لیصاد منہا السمک بحر اور جائز نہیں اجارہ حوض اور تالاب کا تاکہ اسمیں سے مچھلیوں کا شکار کیا جاوے کذا فی البحر وبیع طیر فی الھواء لا یرجع بعد ارسالہ من یدہ اما قبل صیدہ لا فلا عاطل لعدم الملک اور فاسد ہو بیع ان چڑیوں کی ہوا میں جو پلٹ نہیں آتیں ہاتھ سے چھوڑ دینے کے بعد اور انکا بیچنا قبل انکے شکار کرنے کے تو باطل ہو سبب عدم ملک کے ہم یعنے اگر چڑیا کو پکڑکے چھوڑ دیا اور وہ ہوا میں اڑتی پھرتی ہو اور اسکی پلٹ آنے کی عادت نہیں تو اسکی بیع فاسد ہو اور اگر مانوس اسکو نہیں پکڑا تو بیع باطل ہو اگر دراہم یا دنانیر سے بیع ہوئی ہو اور اگر متاع سے بیع ہوئی ہو تو فاسد ہو مچھلی کے مانند کذا فی الحلبی وان کان یطیر ویرجع کالحمام صح وفیل لا ورجحہ فی النھر اور اگر چڑیا ایسی ہو کہ اڑجاتی ہو اور پھر آتی ہو پلٹ کر چنانچہ بالکبوتر تو اسکی بیع اور اسکے شکار کی حالت میں صحیح ہو اور بعضوں نے کہا کہ صحیح نہیں اور اسی قول کی ترجیح دی نہر الفائق میں ہم وجہ صحت یہ ہو کہ معلوم بطریق عادت کے واقع کے مانند ہو

اور یہ احتمال کرنا کہ شاید پلٹ آوے مانع جواز بیع نہیں چنانچہ بجز نہ ہلاک مبیع قبل قبض مانع نہیں پھر درصورت عروض ہلاکی بیع فسخ ہوتی ہے اسی طرح یہاں درصورت وقوع عدم معتاد قبل قبض کے بیع فسخ ہوگی کذا فی الفتح نہر الفائق میں کہا اسمیں نظر ہے اسواسطے کہ شرط صحت بیع سے قدرت ہے تسلیم پر لہذا بیع کے وقت بندہ گریختہ کی بیع جائز نہیں انتہا میں کہتا ہوں کہ جو بیع درصورت عادت عود منافی قدرت متسلیم کی نہیں اسواسطے کہ جب پھر آنے کی عادت ہوئی طائر کی تا مقدور التسلیم ہوا اور قدرت تسلیم کا دعوی بعد عقد کے لازم نہیں اور اگر بعد عقد عدم سرعت عود فرض کیجیے تو بیع فسخ ہو جاویگی بخلاف بندہ گریختہ کے کہ عادت میں انکا عود کرنا معتاد نہیں کذا فی الطحطاوی عن الحموی وبیع الحمل ای الجنین فی البحر بطلانہ کالتاج اور فاسد ہی بیع حمل یعنے پیٹ کے بچے کی اور بحر الرائق میں اسکے باطل ہونے کا یقین کیا ہو ولد الولد کے مانند مصنف نے باتباع صاحب ہدایہ بیع حمل کو فاسد کیا اور بحر الرائق اور برہان اور حموی میں اسکو باطل کہا ہو اسواسطے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہی فرمائی ہو اسکی خرید سے جو جانوروں کے پیٹ میں ہو تاوضع رواہ احمد والترمذی وابن ماجۃ اور اسواسطے کہ مشکوک الوجود ہو کذا فی الطحطاوی دامۃ الا حملہا لفسادہ بالشرط بخلاف ہبۃ ووصیۃ اور فاسد ہی بیع لونڈی کی سوائے اسکے حمل کے بسبب فاسد ہونے بیع کے شرط فاسد سے بخلاف ہبہ اور وصیت کے یعنے لونڈی کا ہبہ یا وصیت کرنا یوں حمل کے صحیح ہو دلبن فی ضرع وجزم الوجیہ بطلانہ اور فاسد ہی دودھ کی بیع تھن کے اندر اور بریدہ نے اسکے بطلان کا یقین کیا ہو ہم فساد بیع کے چند وجوہ میں اعلوم نہیں کہ تھن میں دودھ ہی یا بیع ۲ اختلاف دوھنے کی کیفیت میں غالبا نزاع واقع ہوگا ۳ جائز ہو کہ دوھنے سے پہلے اور دودھ پیدا ہو تو مال بائع مخلوط ہوا مشتری کے مال سے اسطرح پر کہ تمیز اسکی متصور نہیں ۴ امام شافعی نے ابن عباس سے اسکی نہی روایت کی اور صوف علی ظہر الغنم کی کذا فی الطحطاوی ولؤلؤ فی صدف للغرر اور فاسد ہی بیع موتی کی سیپی کے اندر بسبب خطرہ یافتی کے لیے انکا وجود اور مقدار معلوم نہیں وصوف علی ظہر غنم وجوزہ الثانی وما لک اور فاسد ہی بیع اون کی بھیڑ کی پیٹھ پر اور ابو یوسف اور امام مالک نے اسکو جائز کہا ہو فساد بیع کا یہ سبب ہو کہ صوف نیچے سے بڑھتا ہو تو مبیع غیر مبیع سے مختلط ہوگی کذا فی النہر وفی السراج او سلم الصوف واللبن بعد العقد لم ینقلب صحیحا اور سراج میں ہو کہ اگر بائع نے صوف اور دودھ تسلیم کر دیا مشتری کو بعد عقد کے تو بیع منقلب ہوگر صحیح نہ ہوجاویگی ولکن اکل ما افصلہ خلقی کجلد حیوان ولوئی تمر وزبر بنظر لسانہ معدوم عرفا اور اسی طرح جس چیز کا کہ اتصال پیدائشی ہو جیسے کمال جانور کی اور گٹھلی کھجور کی اور بیج خربوزے کا کہ اسکی بیع فاسد ہو اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ اشیائے مذکورہ عرف میں معدوم ہیں واعتماد صحوا بیع الکراث وبنجر الصفصاف وداراۃ التوت بلغصانہا للتعامل اور گندنا اور درخت بید اور توت کے پتوں کی بیع کو شتر خوان کے ساتھ فقہانے صحیح کہا ہو فقط رواج کے سبب ہے ۵ یہ جواب ہو اس سوال کا جو فقیہوں کے اس قول پر وارد ہوتا ہو کہ صوف علی ظہر الغنم کی بیع اسواسطے فاسد ہو کہ وہ نیچے سے بڑھتا ہو تو بائع اور مشتری کی ملک میں اختلاط ہوتا ہو خلاصہ سوال یہ ہو کہ گندنا جبکہ جائز ہو اور حالانکہ گندنا بھی نیچے سے بڑھتا ہو تو بیع نے اپنی شرح میں کہا کہ گندنے کی بیع جائز ہو اگرچہ وہ نیچے سے بڑھتا ہو بسبب رواج کے انتہی لیکن بید اور توت میں اس تعلیل یعنے تامل اور رواج کی کچھ حاجت نہیں کیونکہ وہ دونوں درخت اوپر سے بڑھتے ہیں تو ملک مشتری بائع کی ملک سے مختلط نہیں ہوتی لیکن فینبغی ہو کہ توت کی بیع اسوقت صحیح ہو جبکہ موضع قطع معلوم ہو صراحۃ یا عرفا کذا فی الطحطاوی وفی القنیۃ باع اوراق توت لم تقطع قبل بسنۃ جاز وبسنتین لا لانہ یشتبہ موضع قطعہ عرفا اور قنیہ میں ہو بیچا اس توت کے اوراق کو جو قطع نہیں ہوا قبل بیع کے ایک سال سے تو بیع جائز ہو اور اگر دو سال سے قطع نہیں ہوا تو بیع جائز نہیں اسواسطے کہ قطع کرنے کا مکان عرف میں مشتبہ ہوگا تو نزاع متصور ہو وخلع معین فی سقف اما غیر المعین فلا ینقلب صحیحا ابن کمال اور فاسد ہی بیع اس شہتیر اور لکڑی معین کی جو چھت میں منصوب ہو اور غیر معین کی بیع تو بعد قطع کے بھی منقلب بصحت نہیں ہوتی کذا صرح ابن کمال ہم معین شہتیر اور لکڑی کی بیع اسواسطے ناجائز ہوئی کہ اسکی تسلیم میں لزوم ضرر ہو بائع کے واسطے اور غیر معین میں دو علتیں ہیں ایک

لزوم ضرر دوسری حالت بیع ابن کمال نے عدم انقلاب صحت زاہدی کی شرح قدوری سے نقل کیا اور علامہ نوح نے زاہدی کی شرح مختصر طحاوی سے انقلاب صحت نقل کیا ہو والعمدۃ علی الاول کذا فی الطحطاوی ودخل فی قولہ بتبیض الثوب فلو قطعہ وسلم قبل فسخ المشتری عاد صحیحا ولو بغیر القطع کما لو جاز لانتفاء المانع اور فاسد ہو بیع ایک گز کی اس کپڑے سے جسکو پھاڑنا ضرر کرتا ہو چنانچہ عاما وقمیص پھر اگر بائع نے ایک گز اس کپڑے سے پھاڑ دیا یا کپڑی کو چھپنے کو دیدیا قبل فسخ کرنے مشتری کے تو بیع صحیح کر صحیح ہو جائیگی اور اگر کپڑے کو پھاڑنا مضر نہو جیسا نچہ ایک گز کا پھاڑنا نعمان سے تو بیع جائز ہو بسبب ہونے مانع کے عدم مانع بیع وجود ضرر تھا تسلیم کے وقت سو نعمان مین مضر نہ کو حاصل نہین لہذا اسکی بیع جائز ہوئی اور جیکہ قمیص وغیرہ سے بائع نے ایکیہ گز پھاڑ دیا تو اسواسطے بیع صحیح ہو گئی کہ مفسد بیع زائل ہو گیا بعد اسکے موجود ہونے کے طحطاوی نے کہا شراح کو مناسب تھا کہ یون کہتا قلوقطع او قلع تامتہ کا بھی حکم مفہوم ہوتا لہذا مترجم نے احکا ترجمہ زیادہ کر دیا وضربۃ القانص بقاف ونون الصائد اور فاسد ہو بیع شکاری کی ایکیار جال لگانے اور کھینچنے کی قانص بقاف ونون عبارت ہو شکار کرنے والے سے مع صورت اسکی یہ ہو کہ کہے مبیع تیرے ہاتھ اسکو بیچا جو ایکیار کے جال لگانے اور کھینچنے مین نکلے تو بیع جائز نہین کیونکہ وہ چیز مجہول ہو علاوہ اسکے احتمال ہو کہ شکار جال مین آوے یا نہ آوے کذا فی المنح والغائص بغین معجمۃ الغواص اور فاسد ہو بیع غواص کے ایکیار غوطہ لگانے کی غائص بغین معجمہ وصاد مہملہ غوطہ مارنے والا مع صورت اسکی یہ ہو کہ غواص سوداگر سے کہے کہ مین ایکیار غوطہ مارتا ہون تیرے واسطے جو موتی وغیرہ نکلے سو تیرا ہو بعوض اتنے مال کے اور وجہ عدم جواز وہی ہو جو سابق مذکور ہو چکی والبیع فیھما باطل للغرر بحر ودھنی والکمال وابن کمال قال المصنف وقد نظم ملا خسرو فی سلک الفاسد فنبغتہ فی المختصر ویجب ان یراد بہ الباطل لانہ مما لیس فی ملکہ کما مر اوجال لگانے اور غوطہ مارنے مین بیع باطل ہو غرر کے سبب سے کذا فی البحر والنہر والفتح والایضاح صنف کے شرح مین کہا کہ ملا خسرو نے درغرر مین اس بیع کو فاسد کی لڑی مین پرویا سو مین بھی انکا پیرو ہو گیا اس مختصر مین اور واجب ہو کہ فاسد سے باطل مراد ہو اسواسطے کہ بیع اس قسم سے ہو جو مالک کی ملک مین نہین چنانچہ گذر گیا کہ جو چیز آدمی کی ملک مین نہین اسکی بیع باطل ہو سوا سلم کے فالمزابنۃ ھی بیع الرطب علی النخل بتمر مقطوع مثل کیلہ تقدیرا شروح مجمع ومنلہ العنب بالزبیب عنایۃ للنھی وبشبیھۃ الربوا قال المصنف فلو لم یکن رطبا جاز لاختلاف الجنس اور فاسد ہو مزابنہ وہ بیع ہو تر کھجور کی جو لگی ہو درخت پر خشک کھجور مقطوع سے برابر اسکے پیمانے کے گمان اور اٹکل سے کذا فی شروح المجمع اور مانند اسکے انگور تر کی بیع ہو جو درخت پر لگا ہو خشک انگور سے کذا فی النہایہ بیع مذکور فاسد ہو بسبب نہی شارع کے اور بیاج کے شبہ سے بسبب احتمال کمی بیشی کے مصنف نے کہا اور اگر پختہ کھجور نہو بلکہ گذر ہو تو بیع مذکور جائز ہو بسبب اختلاف جنس کے یعنے اختلاف جنس مین شبہ بیاج کا نہین مع اکثر کتب مین تفسیر مزابنہ یون مذکور ہو کہ ہی بیع الثمر بالمثلثۃ علی رأس النخل تمر بالتاء المثناۃ لیکن یہ خلاف تحقیق کے ہو اسواسطے کہ ثمر بثاء مثلثہ عبارت ہو ہر بار درخت سے یعنے پھل سے اور پھل پختہ اور گدر دونون کو شامل ہی حالانکہ گدر کھجور کا چھوہارا خشک کھجور سے بطریق ظن وتخمین جائز ہو اختلاف جنس کے سبب سے لہذا التفسیر مزابنہ یہی بہتر ہی جو شراح نے کی والملامسۃ للسلعۃ او فاسد ہو بیع الملامسہ یعنے مبیع مین ہاتھ لگانے سے بیع کا واجب ہونا مع مغرب مین ہو کہ بیع الملامسہ اور بیع اللامس یہ ہو کہ ایک شخص دوسرے سے کہے کہ جب تو نے میرا کپڑا چھوا یا مین نے تیرا کپڑا چھوا تو بیع واجب ہو گئی اور منفی مین امام سے ہو کہ بیع الملامسہ یہ ہو کہ کہے مین تیرے ہاتھ یہ متاع بیچتا ہون اتنے کو سو جبکہ مین تجھکو چھوؤن یا مجھ سے ہاتھ لگاؤن تو بیع واجب ہو یا مشتری اسی طرح کہے کذا فی الطحطاوی فتح القدیر مین کہا ملامسہ یہ ہو کہ ایک شخص دوسرے کا کپڑا بلا تامل چھوئے تو چھونے والے کو بیع لازم ہو جاوے بلا خیار الرؤیۃ اور یہ اسطرح پر کہ مثلا اندھیرا ہو یا کپڑا لپٹا ہو والمنابذۃ ای نبذ ھا للمشتری اور فاسد ہو بیع المنابذہ یعنے بیع کا ڈالنا مشتری کے سامنے مع منابذہ یہ ہو کہ بائع کہے کہ جب مین کپڑا تیرے طرف ڈالون یا مشتری کہے کہ جب تو اپنا کپڑا میری طرف ڈالے تو بیع واجب ہو یعنے بلا تامل بلا خیار فسخ والقاء احصی علیھما اور فاسد ہو بیع سنگریزہ ڈالنے کی بیع پر مع القاء حجر کی یہ صورت ہو کہ سنگریزہ ڈالے اور وہان جتنے کپڑے ہون تو جس کپڑے پر سنگریزہ پڑے اسپر

بیع واقع ہو بلا تامل وبلا رویت وبلا خیار کے اسکے بعد دھوکے میں بیوع الجاھلیۃ فنھی عنھا لکلھا لوجود القمار فکانت فاسدۃ ان سبق ذکر الثمن جبرا وریہ لینے ملامسہ اور منابذہ اور القاء حجر زمانہ کفر کی بیوع ہیں سے ہیں اور شرع میں ان سب سے نہی واقع ہوئی کذا فی فتح القدیر یعنی سبب پائے جانے قمار کے تو یہ سب بیوع فاسد ہیں مگر ثمن کا ذکر پہلے ہو چکا ہو کذا فی البحر ص ان بیوع میں وجود قمار ہی بواسطے معلق ہونے تملیک کے افعال مذکورہ پر گویا بائع نے یوں کہا مشتری سے کہ جس کپڑے پر تو سنگریزہ ڈالے یا جسکو تو ہاتھ لگا دے تو میں نے بیچا، یا تھا اسکو بیچا مثمن مذکور ہو یا ثمن بہر صورت بیوع مذکورہ فاسد ہیں یا باطل نہیں بواسطے عدم تصریح نفی ثمن کے ذکر ثمن کے اسواسطے قید لگائی کہ متوہم صحت بیع ہو ذکر ثمن کے وقت کذا فی الطحطاوی صحیحین میں ابو سعید خدری سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ملامسہ اور منابذہ فی البیع سے نہی فرمائی اور صحیحین میں ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیع الغرر اور بیع الحصاۃ سے نہی فرمائی کذا فی التیسیر اور صحیحین میں جابر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مزابنہ اور محاقلہ سے نہی فرمائی کذا فی الفتح محاقلہ یہ کہ گیہوں کو اسکی بالیوں میں بیچے بعوض گیہوں کے برابر پیمانے میں ظن وتخمین سے کذا فی النہر وبیع ثوب من ثوبین او عبد من عبدین لجھالۃ المبیع اور فاسد ہے بیع ایک کپڑے کی دو کپڑوں میں سے یا ایک غلام کی بیع دو غلاموں میں سے بسبب جہالت مبیع کے یعنے معلوم نہیں کہ دو کپڑوں میں سے کون کپڑا یا دو غلاموں میں سے کون غلام مبیع ہے تو منازعت پیدا ہوگی بائع نہیں جانتا کہ کسکو تسلیم کرے اور مشتری نہیں جانتا کہ کس پر قبضہ کرے بحر الرائق میں قیمت والی چیز کی اسواسطے قید لگائی کہ بیع ہم کی مثلی میں جائز ہے فلو قبضھما او ھلکا معا ضمن نصف قیمۃ کل فالفاسد معتبر بالصحیح پھر اگر مشتری نے دونوں کپڑوں یا غلاموں پر قبضہ کیا اور دونوں ساتھی ہلاک ہوگئے تو مشتری تاوان دے ہر ایک کی نصف قیمت کا اسواسطے کہ بیع فاسد معتبر ہے بیع صحیح سے ہر ایک کی نصف نصف قیمت کا ضمان اسواسطے ہوا کہ ایک کپڑا تو مضمون بالقبضہ ہے کیونکہ مقبوض بحکم بیع فاسد ہوا اور دوسرا کپڑا امانت ہے اور ایک اولی نہیں دوسرے سے توامانت اور ضمان دونوں میں شائع ہوگئی کذا فی الفتح اور بیع صحیح کی یہ صورت ہے کہ دو کپڑوں پر قبضہ کیا اس شرط سے کہ ایک میں مشتری مختار ہے پھر دونوں ضائع ہوگئے تو ہر ایک کی نصف نصف ثمن کا تاوان اسپر لازم ہوگا اور قیمت بیع فاسد میں جیسے ثمن بیع صحیح میں کذا فی البحر ولو مرتبین فقیمۃ الاول لتعذر رد ہ اور اگر دونوں کپڑے ایک بعد دوسرے کے ضائع ہوئے تو اس کپڑے کا تاوان دے جو اول ضائع ہوا کیونکہ اسکا پھیرنا بسبب ہلاکی کے متعذر ہے یعنے درصورت تعذر رد مالک اسکا مضمون ہونا متعین ہوگیا تو دوسرا کپڑا امانت باقی رہا والقول للضامن وھذا اذا لم یشترط خیار التعیین فلو شرط جاز ایضا شاء جازلما اور تعیین مضمون میں ضامن یعنے مشتری کا قول معتبر ہے یعنے جبکہ اسنے دعوی کیا کہ اول فلانا کپڑا یا غلام مالک ہوا نہ فلانا تو اسکی تصدیق ہوگی اور یہ یعنے فساد بیع ایک کپڑے کی دو کپڑوں میں سے اسوقت ہے جبکہ مشتری نے خیار التعیین کو شرط نکیا ہو اور اگر شرط کیا ہوگا ایک کا لینا دو میں سے جسکو چاہے تو بیع جائز ہے چنانچہ خیار المتعیین میں مذکور ہوچکا والمراد بالی الکلام والجواز تحققا اما بطلان بیعھا فلعدم الملک لحدیث لا تبع ما لیس عندک شرکاء فی ثلث فی الماء والکلاء والنار اور فاسد ہے بیع گھاس اور پانی کے اور اجارہ اسکا بطلان اسکی بیع کا تو بسبب عدم ملکیت کے ہے بدلیل اس حدیث کے کہ سب لوگ شریک ہیں تین چیزوں میں پانی اور گھاس اور آگ میں مراد ابوداؤد میں حدیث مذکور بلفظہ ہے کہ المسلمون شرکاء فی ثلث فی الماء والکلاء والنار بحر الرائق میں ہے کہ پانی کی شرکت کا یہ مطلب ہے کہ غیر کے کنوئیں اور حوض اور تالاب اور نہر سے شخص کو پانی پینے اور جانوروں کو پانی پلانے کا اختیار ہے اور گھاس کی شرکت کا یہ مطلب ہے کہ ہر شخص کو گھاس چھیلنا اور کاٹنا زمین سے درست ہے یعنے مالک زمین برابر میں اور آگ کی شرکت کا یہ مطلب ہے کہ اگر آگ جلتی ہو تو ہر شخص کو تاپنا اور کپڑے خشک کرنا جائز ہے لیکن انکار لینا بدون اذن مالک جائز نہیں اور محل شرکت مذکور وہ ہے کہ پانی کو برتنوں میں نہ رکھ چھوڑا ہو اور گھاس کو کاٹ نہ رکھا ہو اسواسطے کہ درصورت برتن میں بھر رکھنے اور گھاس کاٹ رکھنے کے پانی اور گھاس کی بیع جائز ہے کیونکہ وہ شخص بسبب احراز کے انکا مالک ہوگیا اور عدم جواز بیع کا یہ بھی محل ہے جبکہ گھاس خود رو ہو اور اگر

ایک شخص نے پانی بیچ کر گھاس جانی ہو تو انکی بیع جائز ہی کیونکہ وہ انکا مالک ہی چنانچہ ذخیرہ اور محیط اور نوازل مین ہی اور یہی قول ہی اکثر فقہا کا خلافا لقدوری کذا فی الطحطاوی تبصرف وما بطلان اجارتها فلانها علی استهلاک الاعیان ابن کمال اور گھاس کے اجارے کا بطلان اسواسطے ہی کہ یہ اجارہ شئی مباح کے استہلاک پر ہی کذا صرح ابن کمال حالانکہ شئی مملوک کے استہلاک کا اجارہ جائز نہین چنانچہ گاے کو اجارہ لینا دودھ پینے کے واسطے تو مباح کا بطریق اولے جائز ہوگا کذا فی الجوهرة اذا انبتت بنفسه وان انبته بسقي وتربية ملكه وجاز بيعه عنوة وقيل لا یعنے گھاس کی بیع نہ جائز ہونا اسوقت ہر جبکہ گھاس خود رو ہو اور اگر اسکو پانی دیکر اور پرورش کرکے جمایا ہو تو اسکا وہ مالک ہی اور اسکی بیع جائز ہی کذا فی العینی اور یعقوب نے کہا یعنے قدوری نے کہ جائز نہین قال بیع القصیل والرطبة علی ثلثة اوجه ان یقطعه اویرسل دابته فتاکله جاز وان یترکه لم یجز عینی نے کہا اور خوید اور رطبہ کی بیع تین طرح پر ہی اگر اسواسطے ہو کہ اسکو کاٹ کے یا اسواسطے کہ اپنے جانور کو اسمین چھوڑ دے کہ اسکو کھالین تو بیع جائز ہی اور اگر اسواسطے ہی تا مشتری اسکو قائم رکھے تو جائز نہین هم تفصیل لقاف دهاد مہملہ خوید ہی اور رطبہ ایکقسم کا چارہ ہی ولایت مین اسکو برسیم کہتے ہین فارسی مین اسکو سپست کہتے ہین محیلته ان یستاجر الارض لیزرعها قطنا او کتانا فدایاها او لمنفعة اخری کمقیل وبراح وقامر فی وقف الاشیاء اور گھاس کے اجارہ یعنے کی تدبیر یہ ہی کہ زمین کو اجارہ لے اپنے خیمے کھڑے کرنے کے واسطے یا اپنے چوپایون کے باندھنے کے یا اور منفعت کے واسطے چنانچہ ادھے دن یا دن ڈھلنے کے بعد جانورون کے بٹھلانے کے واسطے اجارہ لے اور پورا بیان اسکا اشباہ کے وقف مین ہی یعنے اسطرح اجارہ لینے مین دونون مطلب حاصل ہین منافع مذکورہ بھی اور وہان کی گھاس بھی ویباح ودود القز اى الابریسم ویضه اى بزره وهو بزر الفليق الذى فيه الدود اور جائز ہی بیع ریشم کے کیڑے کی اور اسکے انڈے کی یعنے اسکے بیج کی جسکو عرب بزر الفلیق کہتے ہین جسمین ریشم کا کیڑا پیدا ہوتا ہی والنحل المحرز وهو دود العسل اور جائز ہی بیع نحل محرز کی یعنے شہد کی مکھی مقدور التسلیم اسطرح پر کہ شہد اور چھتے کے ساتھ اسکی بیع ہو کذا فی الطحطاوی وهذا عند محمد وبه قالت الثلثة وبه یفتی عینی وابن ملک وخلاصه وغیرها اور یہ یعنے ریشم کے کیڑے اور اسکے انڈے اور شہد کی مکھی کی بیع محمد کے نزدیک ہی اور یہی قول ثلاثہ مالک وشافعی اور احمد کا اور اسی قول کا فتوی ہی کذا فی العینی وابن مالک والخلاصہ وفیرہا هم نحل محرز کی بیع اسواسطے جائز ہوئی کہ شہد منفعت کی چیز نہ حقیقت مین اور شرعاً مقدور التسلیم ہی اگر زنبور بھی مالکون نہین جیسے جنگل اور کدے کی بیع کذا فی الفتح الحموی اور ریشم کے کیڑے کی بیع اسواسطے جائز ہوئی کہ لائق انتفاع ہی اور اسکے انڈے کی بیع بسبب ضرورت کے جائز ہی کذا فی الطحطاوی واجاز ابو اللیث بیع العلق وبرر یفتی للحاجة یحتبی اور فقیہ ابو اللیث نے علق کی بیع جائز رکھی جسکو فارسی مین زلو اور ہندی مین کٹیری اور جونک کہتے ہین اور اسیکا فتوی ہی بسبب حاجت اور ضرورت کے کذا فی المجتبی بخلاف غیرها من الهوام فلا یجوز انتفاعا کالحیات وضبه وما فی بحر کرطان الا لسمکه وما یجاز لانتفاع بجلده او عظمه والحاصل ان جواز البیع یدور مع حل الانتفاع بحتبی وعمدة المصنف وسیجئ فی المتفرقات نخلاف اور گیڑون کے سوائے ریشم کے کیڑے اور شہد کی مکھی کے کہ انکی بیع بالاتفاق جائز نہین چنانچہ سانپ اور گوہ اور ان حیوانات کی جو دریا مین رہتے ہین کہ انکی بیع جائز نہین سوائے مچھلی کے اور اس جانور کی جسکی کھال اور ہڈی سے فائدہ لینا جائز ہو اور خلاصہ یہ ہی کہ جواز بیع کا مدار حلت انتفاع پر ہی کذا فی المجتبی اور اسی پر اعتماد کیا ہی مصنف نے اپنی شرح مین اور انکا بیان باب المتفرقات مین آویگا **فرع** مسلمہ شارح کا انما یجوز الشرکة فی القز اذا کان البیض منهما والعمل منهما وهو ینهما انصافا لا اثلاثا فلو دفع بیض القز او بقرة او دجاجا لآخر بالعلف منا صفة والخارج کله للمالک للحدیث من ملک دابة فعلیه علفها وطعمها وعلیه مثل العامل علیه ملخصا ومثله فی البیض کالبیض شرکت ریشم مین جائز نہین مگر جبکہ انڈے بیشم کے کیڑے کے دونون شریکون کے ہون اور عمل یعنے پرورش بھی دونون سے ہو اور جو ریشم پیدا ہو وہ دونون اور دو بہون اور دو ہمونہ تین تہائی ہونگے اگر ایک نے ریشم کا بیج یا مادے یا مرغیان دوسرے شخص کو دین نصفا نصف پر چرانی کے بدلے تو جو ریشم یا بچے گاے اور مرغی کے پیدا ہونگے وہ مالک کے مملوک ہونگے بواسطے

پیدا ہونے کے اسکی ملک سے اور مالک پر بچارے کی قیمت اور عامل کی اجرت مثل واجب ہوگی کذا فی العینی ملخصاً اور اسکے مانند ہوا ٹڈون کا دینا دوسرے شخص کو چنانچہ یہ پوشیدہ نہیں ھ فتاوے عالمگیری میں بالاجارہ مین مذکور ہو کہ ایسا اجارہ فاسد ہو اور اس قسم کے مسائل کا حیلہ یہ ہو کہ اڈون کا مالک آدھے اڈے اور مرغیون کا مالک آدھی مرغیان اس شخص کے ہاتھ بیع کرے پھر ثمن سے ابرا کرے تو اب جو کچھ پیدا ہوگا وہ دونون مین نصفا نصف ہوگا کذا فی الطحطاوی والبانیوتی والحلفاوی والیعقوبی فی جمرہ ولو وھبہ لھما ھ عینی وصافی کاشیاء متحریف نخ اور فاسد ہی بیع غلام گرنجتہ کی اگرچہ بالغے اپنے فرزند صغیر سے یا اس یتیم سے جو اسکی گود مین ہی بیع کی ہو اور اگر اسنے طفل یا یتیم کو غلام گرنجتہ ہبہ کیا ہو تو صحیح ہی اور جو اشیاء مین ہی وہ تحریف ہی کذا فی النہر ھ نہر الفائق مین مذکور ہی کہ طفل اور یتیم کے ہاتھ بیع درست نہین ہبہ درست ہی اور خانیہ کے بعضے نسخے مین اسکے بالعکس مذکور ہی اور دوسرے نسخے مین اسکے موافق ہی اور شاید کہ پہلا نسخہ تحریف ہی اور صاحب بحر نسخہ ثانیہ پر مطلع نہین ہوا انتہی شارح کو مناسب تھا کہ بعض نسخ خانیہ کی طرف تحریف کو نسبت کرتا نہ اشیاء کی طرف اسواسطے کہ شاہ کی روایت اسی کے موافق ہی کذا فی الطحطاوی والنہر لا کمن یزعم انہ ای الآبق عنده فیبتدیحوز لعدم المانع غلام گرنجتہ کی بیع فاسد ہی مگر اس شخص سے جیسا فاسد نہین جسکو یہ گمان ہو کہ وہ یعنے غلام گرنجتہ اسکے پاس موجود ہی تو اب اسکی بیع جائز ہی بواسطے عدم مانع کے یعنے مانع جواز نہ قادر ہونا تسلیم پر تھا پھر جب مشتری نے اسکے مقبوض ہونے کا اقرار کیا تو تسلیم کی کچھ حاجت نہ ہی دھل یصیر قابضا ان قبضہ لنفسہ فقبضہ ولم یظھر لھما اور کیا مشتری اسکا قابض ٹھہرے گا یا نہین اسکا جواب یہ ہو کہ اگر اسنے اسپر قبضہ کیا ہو اپنے واسطے یا قبضہ کیا اور کسیکو گواہ نکیا تو مشتری قابض ٹھہرے گا یعنے اسواسطے کہ یہ غصب کا قبض ہی اور وہ بجاے قبض عن البیع ہی کیونکہ وہ قبض ضمان ہی قبض امانت کے مانند والاشھد لانہ لا یدعی ھلاکہ فیصدق یمینا فلا ینوب عن قبض الزمان لانہ اقوی منہ ایہ اور اگر قابض مذکور نے غلام گرنجتہ کے قبضہ کرنے کے وقت لوگون کو گواہ کیا ہو کہ مین اسکے مالک کے واسطے قبضہ کرتا ہون تو وہ قابض نہ ٹھہریگا اسواسطے کہ یہ قبض امانت ہی تو وہ قائم مقام قبض ضمان کے نہوگا اسواسطے کہ قبض ضمان قوی تر ہی قبض امانت سے کذا فی العنایہ ھ اگر غلام مذکور ہلاک ہوگا مشتری کے پاس قبل تجدید قبض کے تو بائع کا مال ہلاک ہوگا نہ مشتری کا ولا لان الآبق من الغاصب فباعہ المالک منہ فانہ یھلک بعد لزوم للتسلیم خیرہ اور بیع غلام گرنجتہ کی فاسد ہی مگر جبکہ غلام بھاگ گیا غاصب کے پاس سے پھر مالک نے اسکے ہاتھ بیچا تو بیع صحیح ہی بسبب لازم ہونے تسلیم کے کذا فی النہر خیرہ یہ قول عطف ہی الامن یزعم پر ولو یاعہ ثم عاد و سلمتہ یلزم البیع علی القول بفسادہ وبجعد الھلال قیل لا یلزم علی القول بیطلانہ وھو الاظھر من الروایۃ و اختارہ فی الھدایہ وغیرھا وبہ کان یفتی الحلوانی وغیرہ بحر ابن کمال اور اگر مالک نے اپنے غلام گرنجتہ کو بیچا پھر غلام بھر آیا اور مالک نے اسکو مشتری کے قبضے مین کر دیا تو بیع تمام ہو جائیگی بیع مذکور کے فاسد ہونے کے قول پر اور اسکی ترجیح دی ہی ابن ہمام نے اور دوسرا قول یہ ہو کہ بعد تسلیم بھی بیع تمام نہین ہوتی اسکے باطل ہونے قول پر یعنے جنکے نزدیک یہ بیع باطل ہو تو تسلیم سے بھی صحیح نہین ہوتی اور یہی قول ظاہر الروایۃ ہی اور اسکو صاحب ہدایہ وغیرہ نے پسند کیا ہی اور بلخی وغیرہ اسیکا فتوی دیتا تھا کذا فی البحر وابن کمال ھ فتح القدیر مین ہی کہ بطلان بیع غلام گرنجتہ مختار مشائخ بلخ اور ثلجی ہی تبالے شلنبہ وبیع کذا فی الطحطاوی ولبن امرأۃ ولو فی وعاء ولو امۃ علی الاظھر کانہ جزء ادمی والرق مختص بالحی کاختیاۃ فی اللبن فلا یحل المص اور فاسد ہی بیع عورت کے دودھ کی اگرچہ وہ دودھ ہر برتن مین ہو اور اگرچہ عورت لونڈی ہونیا بر قول اظہر کے اسواسطے کہ دودھ آدمی کا جزء ہی اور مملوک ہونا جاندار کے ساتھ مخصوص ہی اور حالانکہ دودھ مین حیات نہین تو اسمین ملک کا حلول نہین وشعر الخنزیر لنجاسۃ عینہ فانہ یبطل بیعہ ابن کمال ولا جاز الانتفاء بہ لضرورۃ الخرز حق لو لم یوجد بلا ثمن جاز الشراء للضرورۃ وکرہ البیع فلا یطیب ثمنہ ویفسد الماء علی الصحیح خلافا لمحمد قیل ھذا فی المنتوف اما الجز ور فظاھر ھ اور سور کے بال کی بیع باطل ہی اسکے نجس العین ہونے کے سبب کذا صرح ابن کمال اگرچہ اس سے فائدہ لینا جائز ہی موزہ ٹانکنے کی ضرورت سے

یہان تک کہ اگر بدون ثمن کے نہ لے تو اسکا خریدکرنا بسبب مکروہ کے جائز ہو اور بائع کو اسکی بیع مکروہ ہو تو حلال اور پاک نہین ثمن اسکا اور بال اسکا پانی کو لیقول صحیح فاسد یعنے نجس کردیتا ہو بخلاف محمد کے بعضوں نے کہا کہ یہ حکم ہو اوکھاڑے بال مین اور تراشا بال طاہر ہو کذا فی الھدایہ ہم سور کا بال سرے پر سخت ہوتا ہو اور نکلی کے مقدار اور بعد اسکے نرم ہوتا ہو تاکہ مین گرہ دینے کے لائق لہذا زمانۂ قدیم مین موچی اس سے جوتیان اور موزے سیتے تھے جیسے اب سوزن سے سیتے ہین و عن ابی یوسف یکرہ الخرز بہ لانہ یجمع لذا لم یلبس السلف مثل ھذا الخف ذکرھذا القصتانی ولعل ھذا فی زمانہم واما فی زماننا فلا حاجۃ الیہ کما لا یخفی اور ابو یوسف سے روایت ہو کہ مکروہ ہو موزہ سینا سور کے بال سے کیونکہ وہ نجس ہو اور اسی واسطے علماء سلف ایسا موزہ نہین پہنتے تھے چنانچہ اسکو قصتانی نے ذکر کیا ہو اور شاید کہ یہ یعنے سور کے بال سے انتفاع لینا علماے سابقین کے زمانے مین تھا اور ہمارے زمانے مین اسکی کچھ حاجت نہین یعنے بسبب سوزن وغیرہ کے چنانچہ یہ امر پوشیدہ نہین ہم صاحب بحر نے کہا کہ ظاہر اکلام فقہا اسپر دلالت کرتا ہو کہ درصورت عدم ضرورت یعنے جبکہ اسکے سوا اور چیز سے دوخت متصور ہو تو اس سے فائدہ لینا جائز نہین کذا فی الطحطاوی وجلد میتۃ قبل الدبغ ولو بالمرعی ولو بالتمن فیطاھر ولم یفصلوا ھھنا اعتمادا علی ما سبق قالہ الوانی فلیحفظ اور فاسد ہو بیع جانور مردار کے کھال کی اسکی دباغت سے پہلے اگر بیع بعوض اسباب کے ہو اور اگر بیع کچے چمڑے کی ثمن یعنے چاندی یا سونے سے ہو تو باطل ہو اور مصنف یعنے صاحب درر نے یہان فاسد اور باطل کی تفصیل نکی بیان سابق کے اعتماد پر ایسا کچھ کہا ہو وانی محشی درر نے اسکو یاد رکھنا چاہیے وبعدہ ای الدباغ یباع الاجلد انسان وکلب وخنزیر وجلد میتۃ وبعد دباغتہ کے یعنے چمڑا نکالنے کے اسکی بیع جائز ہو مگر آدمی اور سور اور سانپ کے چمڑے کی بیع جائز نہین وینتفع بہ لطہارتہ حینئذ لغیر اکل ولو جلد ماکول علی الصحیح سراج لحرمۃ علیکم المیتۃ وھذا جزء ھا اور جانور مردہ کی کھال سے فائدہ لیا جائے بسبب اسکے پاک ہوجانے کے اسوقت مین انتفاع جائز ہو سوا اسکے کھانے کے اگرچہ کھال ماکول اللحم مردہ کی ہو بر قول صحیح بدلیل حق تعالے کے اس قول کے کہ نہ حرام کردیا جانور مردہ اور یہ یعنے کھال جزء مردہ کی وفی المحیط وتجیز بیع الدھن المتنجس لا لانتفاع بہ فی غیر الاکل بخلاف الودک اور محیط مین ہو کہ ہم جائز جانتے ہین ناپاک تیل کی بیع اور اُس سے فائدہ لینا سوا کھانے کے بخلاف مردہ کی چربی کے ہم غیر اکل کا انتفاع چنانچہ چراغ مین جلانا سوائے مسجد کے ودک عبارت ہو چربی اور ہڈیون کے گودے سے کذا فی الطحطاوی کما ینتفع بجلد المیتۃ مطلقا حیوۃ منھا کعصبھا وصوفھا کما مر فی الطھارۃ جیسے فائدہ لینا مردے کی اُس چیز سے جائز ہو جسمین زندگی حلول نہین کرتی چنانچہ اسکا پٹھا اور رویان چنانچہ مذکور ہوچکا کتاب الطہارۃ مین ہم بال اور پر اور چونچ اور سم اور کھر مردہ جانور کے پاک ہین کیونکہ انمین حیات کا دخل نہین کہ موت دخل کرے اور ہاتھی دانت کی بیع جائز ہو اور ہاتھی سے انتفاع لینا بوجھ لادنے اور سوار ہونے اور مقاتلہ کرنے کے جائز ہو کذا فی المنح وفسد شراء ما باع بنفسہ او بوکیلہ من الذی اشتراہ ولو حکما کوارثہ بالاقل من قدر الثمن الاول قیل نقد کل الثمن لان ذلک صورۃ تربح شیئا بعشرۃ ولم یقبض الا ثمن بخمسۃ لم یجز وان نقص من الربح اخلاف الاشباہ اور جو چیز بذات خود یا اپنے وکیل نے بیچی اسکا خریدکرنا اس سے جسنے اسکو خریدکیا اگرچہ مشتری حکمی ہو چنانچہ مشتری کے وارث سے خریدکرنا بعوض کمتر ثمن کے ثمن اول کی مقدار سے قبل یا نقد ثمن اول کے فاسد ہو صورت اسکی یہ ہو کہ کوئی چیز مثلاً دس درم کو بیچی اور ثمن پر قبضہ نکیا پھر اسکو پانچ درم سے خریدکیا تو جائز نہین اگرچہ اُس چیز کا نرخ ارزان ہوگیا ہو فساد بیع بسبب ربا ہی کے ہو بخلاف امام شافعی کے مذہب کے ہم جب دس درم کو بیچا پھر پانچ کو خریدکیا تو پانچ درم زیادہ بلا عوض باقی رہے تو یہ فائدہ ہو اور صورت عدم ضمان کے حالانکہ یہ حرام ہو کذا فی شرح الزیلعی مشتری کے وارث کی قید اسواسطے لگائی کہ بائع کے وارث کو اقل ثمن سے خریدکرنا جائز ہو قبل قبض ثمن کی قید اسواسطے لگائی کہ بعد قبض ثمن کے خریدکرنا فاسد نہین اور کل ثمن کی قبض کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر ایک درم بھی باقی رہیگا تو خریدجائز نہوگی کذا فی الطحطاوی وشرط عدم الاجحود شھادتہ کابنہ وابیہ کشرائہ بنفسہ فلا یجوز ایضا خلافا لھما

فی ظہر عبدہ ومکاتبہ اور خریدکرنا اسکا جسکی گواہی بالغ کے فائدے کے واسطے جائز نہیں چنانچہ اسکے بیٹے اور باپ کی خرید بالغ کی ذات کی خرید کے برابر ہو تو اسکا خریدکرنا بھی جائز نہیں بخلاف صاحبین کے انکے نزدیک بالغ کے اصول اور فروع کو کمتر ثمن سے خرید کرنا جائز ہے سوائے اسکے غلام اور مکاتب کے ولا یصح لہم الشراء من اتحاد جنس الثمن ولکون المبیع مالہم فان اختلف جنس الثمن او غیب المبیع جاز مطلقا کما لو شراہ بازید او بعد النقد او فضولی بمدم جواز کے واسطے جنس ثمن کا متحد ہونا اور مبیع کا بحال خود باقی رہنا اور اگر جنس ثمن مختلف ہو یا مبیع میں مشتری کے پاس عیب لگ جائے تو ہر طرح بیع جائز ہے خواہ نقصان ثمن بقدر عیب کے ہو یا زیادہ چنانچہ بیع جائز ہے اگر بالغ نے ثمن اول سے زیادہ ثمن کو خرید کیا یا بعد قبض کرنے ثمن کے کمتر ثمن سے خرید کیا والدراہم والدنانیر جنس واحد فی ثمانی مسائل منہا ہذا فی قضاء دین وشفعۃ واکراہ وقضاء وابتداء وانتہاء وبقاء واستماع مراجحۃ وتزاد وتزکیۃ وشرکات وقسم وتلفات وارش جنایات کما بسطہ المصنف معزیا الی الاصل اور دراہم اور دنانیر ایک ہی جنس ہیں انکھ مسئلوں میں ازانجملہ یہ مقام ہے اور ادائے دین میں اور شفعہ اور اکراہ اور مضاربت میں ابتداءً اور انتہاءً بقاءً اور استماع مراجحہ میں اور چار مسئلے مسائل مذکورہ پر اور زیادہ کیے گئے ہیں زکوٰۃ اور شرکات اور اشیاء متلفہ کی قیمتیں اور جنایات کی دیت چنانچہ اسکو مصنف بیان کیا ہے مصنف نے اپنی شرح میں مادیہ کی طرف نسبت کرکے ہم اقل ثمن سے خریدی صورت یہ ہے کہ عقد اول دراہم سے تھا پھر بالغ نے اسکو دنانیر سے خرید کیا جنکی قیمت دراہم سے تو جائز نہیں اسواسطے کہ باعتبار استحسان دراہم اور دنانیر یہاں متحد الجنس ہیں اور ادائے دین کی یہ صورت ہے کہ ایک شخص پر دراہم کا دین تھا سو اسنے ادائے دین میں پیلوتہی کیا پھر اسکے دنانیر قاضی کے ہاتھ میں پڑے تو قاضی کو جائز ہے کہ دنانیر کو دراہم سے بدلا کر ادائے دین کرے اور غیر دنانیر کے اور مال سے قاضی ادائے دین نہیں کرسکتا امام کے نزدیک خلافا للصاحبین اور شفعہ کی یہ صورت ہے کہ شفیع کو خبر ہوئی کہ مشتری نے گھر کو ہزار درم سے خرید کیا پھر تسلیم شفعہ ہوئی پھر ظاہر ہوا کہ مشتری نے دنانیر سے گھر خریدکیا جنکی قیمت ہزار درم ہیں یا زیادہ تو اسکو دراہم کا مطالبہ نہیں پہونچتا اور اکراہ کی یہ صورت ہے کہ ایک شخص پر زبردستی ہوئی کہ اپنا غلام ہزار درہم کو بیچے سو اسنے بیچا اس دینار کو بیچا جنکی قیمت ہزار درہم ہے تو یہ بیع علی حکم الاکراہ ہے اور اگر گیلی یا وزنی یا اسباب سے جسکی قیمت اوتنی ہر بیع ہوگی تو یہ بیع زبردستی کی نہ ہوگی اور ابتداء مضاربت کی یہ صورت ہے کہ ایک شخص نے ہزار دینار پر عقد مضاربت منعقد کیا اور فائدہ بیان کردیا پھر مضارب کو اوتنے درم دیے جنکی قیمت ہزار دینار ہیں تو مضاربت صحیح ہے اور فائدہ برقرار ہے شرط کے موافق اور اسی طرح انتہاء اور بقائے مضاربت ہے اور استماع مراجحہ کی یہ صورت ہے کہ ایک کپڑا دس درم کو خرید کیا پھر اسکو بطور مراجحہ بارہ درم کو بیچا پھر اسکو ایک دینار سے مول لیا تو اب اسکو بطور مراجحہ بیچ سکے اور اسی طرح اگر دس درم کو خرید کرے اور ایک دینار کو بیچے جسکی بارہ درم قیمت ہے تو مراجحہ متنع ہے اور زکوٰۃ کی یہ صورت ہے کہ نصف دراہم کا دنانیر سے اور زکوٰۃ نکالنا ایک جنس کا دوسری جنس سے جائز ہے اور شرکات کی یہ صورت ہے کہ جب ایک شریک کا مال دراہم ہوں اور دوسرے شریک کا مال دنانیر ہوں تو دونوں میں شرکت عنان منعقد ہوگی اور اشیاء متلفہ میں قیمت کرنے والا مختار ہے چاہے دراہم سے اسکی قیمت مقرر کرے چاہے دنانیر سے اور جنایات کی دیت کی یہ صورت ہے کہ موضحہ میں نصف عشر دیت ہے اور ہاشمہ میں عشر ہے اور منقلہ میں عشر اور نصف عشر ہے اور جائفہ میں ثلث ہے اور دیت یا ہزار دینار ہیں یا دس ہزار درہم ہیں تو اشیاء مذکورہ میں چاہے دیت سونے کی مقرر کرے چاہے چاندی کی کذا فی الطحطاوی وفی الخلاصۃ کل عوض ملک بعقد یفسخ بہلاکہ قبل قبضہ بخلاف المصرف فیہ قبل قبضہ اور خلاصہ میں ہے کہ جو عوض کہ مملوک ہوا ایسے عقد سے جو فسخ ہو جائے عوض کی ہلاکی سے قبل اسکے مقبوض ہونے کے تو اس عوض میں تصرف جائز نہیں قبل اسکے قبض کے ہم چنانچہ مال منقول کو جبکہ خرید کرے تو مشتری کو اسمیں تصرف کرنا قبل قبض کے صحیح نہیں عوض مذکور کی قید سے ثمن نکل گیا کہ اسمیں تصرف بطور ہبہ یا بیع کے قبل اسکے مقبوض ہونے کے جائز ہے خواہ ثمن متعین ہو جاتا ہو یا نہیں سے چنانچہ مکیل یا متعین نہو جاتا ہو چنانچہ نقود اور اسکی علت یہ ہے کہ عقد بیع فسخ نہیں ہوتا ثمن کی ہلاکی سے اسواسطے کہ

اصل بیع مین مبیع ہی نہ ثمن وصح البیع فیما ضم الیہ کان باع بعشرۃ ولم یقبضھا ثم شراہ مع شیٔ اخر بعشرۃ فسد فی الاول وجاز فی الاخر فینقسم الثمن علی قیمتھما کما یشیع الفساد کالاستطاری ولکان الاجتھاد ۔ اور صحیح ہی بیع اس چیز مین جو ملائی گئی اسکی طرف چنانچہ بیچا دس درم کو مثلاً اور ثمن پر قبضہ نکیا پھر اسکو دوسری چیز یعنے مثلاً کپڑے کے ساتھ دس درم کو مول لیا تو مبیع اول یعنے تخت مین بیع فاسد ہوگی اور دوسری یعنے کپڑے مین بیع جائز ہوگی تو ثمن اسکی قیمت پر منقسم ہوگا اور مبیع اول کا فساد بیع ثانی مین نہ شائع ہوگا اسواسطے کہ وہ طاری ہوا ہی بیچے سے اور بسبب مجہول اجتہاد کے یہان تک کہ اگر قاضی اسکے جواز کا حکم کرے تو بیع صحیح ہوگی کذا فی الزیلعی وبیع زیت علی ان یزنہ بظرفہ ویطرح عنہ بکل ظرف کذا رطلان مثلا العقد طرح مقدار وزنہ تحریا فانہ بقولہ بخلاف شرط طرح وزن الظرف فانہ یوزن کما لو حرف قدرہ وزنا ۔ اور فاسد ہی بیع زیتون کے تیل کی اس شرط پر کہ بالع تیل کو تولدے اسکے ظرف کے ساتھ اور اسمین سے کم کرڈالے بمقابلہ ہر برتن کے اتنے رطل اسواسطے کہ مقتضائے عقد کم کرڈالنا ہی وزن کے وزن کے برابر اور وہ اس شرط مین علی التحقیق حاصل نہین چنانچہ مصنف نے اسکو اپنے اس قول سے بیان کیا کہ بخلاف شرط کم کرڈالنے وزن ظرف کے کہ وہ جائز ہی جیسا یون بھی بیع جائز ہی کہ اگر مقدار وزن ظرف معلوم ہوجائے ہر زیتون کا تیل بطریق مثال کے ہی اور یہی حکم ہی جمیع موزونات کا نہر الفائق مین کما اسواسطے یہ بیع جائز ہوئی کہ اس شرط کو عقد مقتضی نہین اور اسمین احد المتعاقدین کا نفع ہی اسواسطے کہ ظرف کا وزن شاید کمتر ہو مشروط سے تو اسمین مشتری کا نفع ہی یا زیادہ ہو تو بالع کا فائدہ ہوا اور اگر وزن ظرف کا ساقط کرنا مشروط ہی تو بیع صحیح ہوا اسواسطے کہ اس شرط کو عقد مقتضی ہی تا مقدار مبیع معلوم ہوجائے اور غیر مبیع سے ثمن مخصوص ہوجاوے مبیع کے ساتھ ولو اختلفا فی نفس الظرف وقدرہ فالقول للمشتری بیمینہ لانہ قابض ومنکر اور اگر بالع اور مشتری نے اختلاف کیا نفس ظرف یا اسکی مقدار مین تو مشتری کا قول معتبر ہی قسم کے ساتھ اسواسطے کہ وہ قابض ہی یا منکر ہی طحطاوی نے کہا وقدرہ کا واو بمعنی او ہی یعنی مانحن فیہ اسواسطے کہ گاہے ظرف کی مقدار واحد ہوتی ہی اور دو ظرفون کی ذات مختلف ہوتی ہی لہذا مترجم نے اسکے موافق ترجمہ کیا اور مشتری کے قابض یا منکر ہونے کی یہ وجہ ہی کہ جب مشتری نے ظرف بھیر دیا اور وہ تو لا گیا اور اسکا وزن دس رطل نکلا تو بالع نے کہا کہ میرا ظرف اسکے سوا اور تھا جسکا وزن پانچ رطل تھا تو یہان مشتری ہی کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ یہ اختلاف یا ظرف مقبوض کے تعین مین ہی یا ثمن کی مقدار مین اگر اول ہی تو مشتری قابض ہوا اور قول نہین مگر قابض کا اور اگر ثانی ہی تو فی الحقیقت ثمن کا اختلاف ہی تو بھی مشتری ہی کا قول معتبر ہوگا کیونکہ وہ منکر ہی زیادتی ثمن کا اور قول معتبر نہین مگر منکر کا قسم کے ساتھ اور اگر بالع گواہ لاویگا تو مقبول ہونگے وصح بیع الطریق وفی الشرنبلالیۃ عن الخانیۃ کالبیع اور صحیح ہی بیع راہ کی اور شرنبلالیہ مین خانیہ سے مذکور ہی کہ راہ کی بیع صحیح نہین ومن قسمۃ الوھبانیۃ **شعر** ولیس لھم قال الکھام تقاسم ۔ یکن ولم ینفذ لکن البیع یذکر ۔ اور وہبانیہ کی کتاب القسمۃ سے یہ بیت ہی کہ امام اعظم نے فرمایا کہ اہل کوہ کو باہم تقسیم کرلینا کوچہ غیر نافذہ جائز نہین اور اسی طرح اسکی بیع بھی مذکور ہی یعنے بیع بھی جائز نہین اور غیر نافذہ کی قید اسواسطے لگائی تا معلوم ہوجاوے کہ کوچہ نافذہ یعنے شارع عام کی بیع بطریق اولی جائز نہین کذا فی الطحطاوی وفی معاملات الاشباہ **شعر** ومما لا تعرض لیس علی بیعہا بغیر شریک لم یمنعہ ینظر ۔ اور وہبانیہ کے سوال مشکل مسکت مین یہ بیت ہی اور اشباہ کی پہیلیون مین اسکو سپند کیا ہی کہ مالک زمین کو چہ غیر نافذہ کے بیچنے کا مالک نہین سوائے اپنے شریک کے پھر اگر اپنے شریک سے بیچے تو اسمین تامل ہی یعنے ناظم اسکے جواب پر مطلع نہین ہم عدم جواز بیع طریق خانیہ مین مذکور ہی اور مشائخ بلخ جواز کے قائل ہین کذا فی الطحطاوی اور ہدایہ اور وقایہ مین بھی بیع طریق اور اسکے ہبہ کی صحت مذکور ہی حتی اعتبر لہ طول وعرض اولا وھبتہ بیع طریق کی صحیح ہی خواہ اسکے حدود یعنے طول اور عرض مذکور ہو یا نہو اور اسی طرح اسکا ہبہ بھی صحیح ہی واذا اعلم بین بقدر یعرض بہ الدار للعظمی اور جبکہ بیع یا ہبہ طریق مین حدود کا بیان ہو

تو اسکا عرض بڑے گھر کے دروازے کے عرض کے برابر ٹھہرایا جاوے ہم کہتے ہیں کہ شارح باب الدار الاعظم کہتا یعنے اسواسطے کہ اعظم صفت ہی باب کی اور مراد اس سے پہلا دروازہ ہی گھر کا اگرچہ لیکن فتح القدیر وغیرہ مین بھی باب الدار العظمی وارد ہی تو ظاہرا اعظم کہنے کی کچھ حاجت نہین اسواسطے کہ بڑے گھر کا اکثر بڑا دروازہ ہوتا ہی جسکو ہندی مین پھاٹک بولتے ہین واللہ اعلم کالبیع مسیل الماء وهبته بخلاف اذا کان یدیر رحاها یشترط من الماء صحیح نہین پانی بیچنے کے مکان کی بیع اور ہبہ اسکا بسبب اسکے مجہول ہونے کے اسواسطے کہ جتنا پانی مکان سیل مین پھیلتا ہی اسکی مقدار معلوم نہین مسیل سے یا رقبہ مسیل مراد ہی یعنے وہ مکان جسمین پانی بہتا ہی چنانچہ نہر یا سطح یعنے چھت اور طریق سے یا رقبہ طریق مراد ہی یعنے وہ مکان جسمین مرور واقع ہی تو مقدار مسیل مجہول ہی لہذا اسکی بیع اور ہبہ جائز نہین اور رقبہ طریق معلوم ہی اگرچہ اسکی حدود مذکور نہون تو اسکی بیع اور ہبہ جائز ہی یا مسیل سے حق تسییل یعنے پانی بہنے کا حق مراد ہی تو اگر زمین پر مسیل ہی سو مجہول ہی اور اگر چھت پر ہی تو وہ حق تعلی ہی جسکو بغا نہین یا طریق سے حق مرور مراد ہی اسکی بیع مین دو روایتین ہین وجہ بطلان یہ ہی کہ یہ مال نہین اور وجہ صحت یہ ہی کہ اسکی طرف حاجت ہی اور وہ حق معلوم ہی اور عین باقی سے متعلق ہی یہ اس صورت مین ہی جب من حیث المسیل اعتبار رہو اور اسکا طول اور عرض نہ بیان ہو اور اگر مسیل کو نہر ہونے کی حیثیت سے اعتبار کیجیے تو وہ زمین مملوک ہی اور اسکی بیع جائز ہی چنانچہ خیری نے ذکر کیا ہی یا من حیث المسیل اعتبار کیجیے لیکن اسکے حدود مذکور ہون تو بھی اسکی بیع جائز ہی بقول قاضی خان کذا فی شرح الوقایہ وحاشیۃ المسکین الطریق ۲ صحیح وهو حق المرور تبعا للدار من غیر خلاف ومقصودا وحده فی روایة وبه اخذ عامة المشائخ شمنی فی خیری لا وصحح ۲ قولہ الطریق ۲ اور صحیح ہی بیع حق مرور یعنے راہ چلنے کے حق کی بیع زمین کے ساتھ بالاتفاق بلا خلاف اور بالذات فقط حق مرور کی ایک روایت مین بیع جائز ہی اور اسی روایت کو اکثر فقہا نے لیا ہی اور دوسری روایت مین بیع اسکی صحیح نہین اور فقیہ ابواللیث نے اسکو صحیح کہا ہی ہم حق مرور کی بیع زمین کے ساتھ صورت اسکی یہ ہی کہ ایک شخص زمین کا مالک ہی اور اسکو دوسرے کی زمین مین ہوکر اپنی زمین مین جانے کا حق ثابت ہی اس شخص نے اپنی زمین اور حق مرور کو بیچا تو یہ بیع صحیح بیع ہی کذا فی الطحطاوی وکذا البیع الشرب فی ظاهر الروایة فساده لانتفاعا خانیه وشرح وهبانیه وتحقیقه فی احیاء الموات اور اسی طرح شرب بالکسر کی بیع یعنے زراعت سینچنے اور جانورون کے پانی پلانے کو پانی لینے کی باری کی بیع جائز ہی زمین کے ساتھ بالاجماع اور فقط باری بیچنا بدون زمین کے ایک روایت مین جائز ہی اور یہی مشائخ بلخ کا مختار ہی اور دوسری روایت مین جائز نہین اور یہ قول مشائخ بخارا کا ممتاز ہی کذا فی المنح اور ظاہر الروایۃ مین یہ بیع فاسد ہی مگر زمین کے ساتھ کذا فی الخانیہ وشرح الوہبانیہ اور ہم اسکی تحقیق کرینگے احیاء الموات کی کتاب مین لا یصح بیع حق التسییل وهبته سواء کان علی الارض لجهالة محله کما مر وعلی السطح لانه حق التعلی وقد مر بطلانه صحیح نہین بیع حق تسییل کی اور ہبہ اسکا خواہ سیلان آب کا حق زمین پر ہو بسبب مجہول ہونے اسکے مکان کے چنانچہ مذکور ہو چکا قبل اسکے یا چھت پر ہو اسواسطے کہ وہ حق تعلی ہی اور اسکے بطلان کی وجہ پہلے مذکور ہو چکی ولا البیع بثمن مؤجل الی النیروز وهو اول یوم من الربیع تحل فیه الشمس برج الحمل وهذا النیروز السلطان ونیروز المجوس یوم تحل فی الحوت وعده البرجندی سبعة فاذا الربیعیا فالعقد فاسد لجهالة الحال اور صحیح نہین بیع اس ثمن سے جو مؤجل ہی نوروز تک نوروز پہلا دن ہی فصل ربیع کا جسمین آفتاب برج حمل مین آوے اور یہ نوروز سلطان ہی اور مجوسیون کا نوروز وہ دن ہی جسمین آفتاب برج حوت مین آوے اور برجندی نے سات نوروز شمار کیے ہین پھر جب عاقدین نے نوروز کی مدت بیان کی اور تصریح نکی کہ کون نوروز مراد ہی تو عقد فاسد ہی کذا صرح ابن کمال یعنے بسبب مجہول ہونے مدت کے والمهرجان هو اول یوم من الخریف تحل فیه الشمس برج المیزان اور بیع صحیح نہین مہرجان کی مدت تک مہرجان پہلا دن ہی فصل خریف کا جسمین آفتاب برج میزان مین آوے ہم مہرجان معرب ہی مہرگان کا چونکہ وہ دن بھی متعدد ہی نوروز کے لہذا بیع صحیح نہین

صوم النصاری بفطرهم وفطر الیهود بصومهم فالتفاوت ذکر لحکمها اسراج اور نصاریٰ کے روزہ رکھنے اور نہ رکھنے کی مدت اور یہودیوں کے روزہ رکھنے اور نہ رکھنے کی مدت سے بیع صحیح نہیں مصنف نے نصاریٰ کے صوم اور یہودیوں کے فطر پر التفاوت کے اختصار کے واسطے کذا فی السراج اذالجہالۃ تفاوت نیروز ومهرجان فلو عرفا لا حما نہ بیع اسوقت صحیح نہیں جبکہ متعاقدین نوروز اور اسکے مابعد کی مدت کو نہ جانتے ہوں اور اگر دونوں اوقات مذکورہ کو جانتے ہوں علی التحقیق تو بیع جائز ہے یعنے اسواسطے کہ اب جہالت مدت باقی نہ رہی بخلاف فطر النصاری بعد ما شرعوا فی صومهم للعلم به وهو خمسون یوما بخلاف نصاریٰ کے روزہ توڑنے کی مدت مقرر کرنا اُنکے روزہ شروع کرنے کے بعد تو بیع صحیح ہے بسبب اسکے معلوم ہونے کے اور وہ یعنے صوم نصاریٰ کی مدت پچاس دن ہیں ہم در رمین تمر تاشی سے صوم نصاریٰ کی مدت پچاس دن مذکور ہیں اور فتح القدیر اور نہر الفائق اور حموی میں پچپن دن اور قہستانی میں سینتیس دن مسطور ہیں وکالی قروم الحاجر والحصاد للزرع والیباس للحب القطاف للعنب لانها تتقدم وتتاخر اور صحیح نہیں بیع حاجیوں کے آنے اور کھیت کاٹنے اور خرمن کوبی یعنے کھلیان مانڈنے اور انگور توڑنے کی مدت تک اسواسطے کہ امور مذکورہ میں تقدم اور تاخر واقع ہوتا ہے تو جہالت باعث منازعت ہوگی دلو باع مطلقا عنها ای عن هذه الاجال (تبیین جلد ۴) ثم اجل الثمن الدین اما تاجیل البیع او الثمن الحین فمفسد دلوالی معلوم فصح الیها صحیح التاجیل اور اگر مطلق بیع کی یعنے بلا ذکر اوقات مذکورہ کے بھر ثمن دین کی مدت اوقات مذکورہ میں مقرر کی تو اسطرح مدت ٹھہرانا صحیح ہے اور مبیع اور ثمن عین کی مدت ٹھہرانا مفسد بیع ہے اگرچہ مدت معلوم اور معین ہو کذا فی الشمنی ثم ثمن دین کی اسطرح کی تاجیل صحیح ہے بقول اصح اسواسطے کہ یہ دین کی تاجیل ہے اور تاجیل بعد بیع شرع ہے تو تاجیل مجہول کو قبول کریگا پس مفسد بیع وہ تاجیل مجہول ہے جو صلب عقد میں واقع ہو کذا فی الفتح کما لو کفل الی هذه الاوقات لان الجهالة الیسیرة محتملة فی الدین والکفالة کالفاحشة حیث لا یضامن ہونا ان اوقات تک صحیح ہے اسواسطے کہ کمتر جہالت دین اور ضمانت میں محتمل ہے نہ جہالت فاحشہ کثیر چنانچہ بیوب ریح اور قدوم غائب او اسقط المشتری الاجل فی الصور المذکورة قبل حلوله وقبل فسخ وقبل الافتراق حتی لو تقایلا قبل الاسقاط تاکل الفساد کما ینفذ جائزا تفاقا بین کمال وابن ملک کجهالة فاحشة کعیوب ریح وغیم مطر فلا ینقلب جائزا ولا یبطل الاجل عینی یا جیسے مشتری مدت کو ساقط کرے امثلہ مذکورہ میں قبل آنے مدت تک اور قبل فسخ کرنے بیع کے اور قبل افتراق کے یہانتک کہ اگر عاقدین متفرق ہو جاویں قبل اسقاط مدت کے تو فساد بیع مضبوط ہو جائیگا اور منقلب بجواز نہوگا باتفاق کذا صحح ابن کمال وابن ملک مانند جہالت فاحشہ کے جیسے ہوا چلنے اور مینھ برسنے کی مدت سے بیع بدل کر جائز نہوگی اگرچہ مدت مذکورہ کو باطل کر دے کذا فی العینی او امر المسلم بیع خمر او خنزیر او شرائهما ای وکل المسلم خمرا او امر المحرم غیره ای غیر المحرم ببیع صیده یعنے صح ذلک عندنا خلافا لهما محمد لشراهة خمر او شرائهما لا لعاقل یتصرف فیها هلیسته وانتقال الملک الی الامر او المحرم کحی وقالا لا یصح وهو الاظهر شرنبلالیة عن البرهان یا جیسے امر کیا مسلم نے یعنے وکیل کیا مسلم نے ذمی کو شراب اور سور کے بیچنے یا خریدنے کے واسطے یا محرم نے غیر محرم سے کہا اپنے شکار کے بیچنے کے واسطے یعنے یہ توکیل اور بیع اور شرا امام کے نزدیک صحیح ہے نہایت کراہت کے ساتھ جیسے ضمانت سابقہ صحیح ہے اسواسطے کہ عاقد یعنے ذمی وکیل پہلی صورت میں اور غیر محرم وکیل دوسری صورت میں تصرف کرتا ہے بیع اور شرا میں اپنی اہلیت سے نہ موکل کی اہلیت سے اور انتقال ملک کا موکل کی طرف یا امر حکمی ہے او صاحبین کہا کہ بیع مذکور صحیح نہیں یعنے باطل ہے اور یہی قول ظاہر تر ہے کذا فی الشرنبلالیہ عن البرہان ہم جواب امام کے نزدیک جواز بیع اور شرا اشد کراہت کے ساتھ سوا اس مسلم کو واجب ہے کہ در صورت خرید خمر کو سرکہ بنا دے یا اسکو زمین پر بہا دے اور سور کو چھوڑ دے اور در صورت بیع اسکے ثمن کو تصدق کرے کذا فی الطحطاوی عن الحموی ولا بیع بشرط عطف علی النیروز اور صحیح نہیں یعنے فاسد ہے بیع شرط کے ساتھ شارح نے کہا بیع بشرط عطف ہے نیروز پر ہم بلکہ

معطوف علیہ البیع الی النیروز ہی نہ لفظ نیروز کما لایخفی شرط سے بیع اسواسطے فاسد ہی کہ حدیث مرفوع مین بیع اور شرط سے نہی وارد ہی کذا فی الطحطاوی بیعنی الاصل الجامع فی فساد العقد بسبب شرط لایقتضیہ العقد ولایلائمہ وفیہ نفع لاحدھما او فیہ نفع لمبیع ھو من اھل الاستحقاق للنفع بان یکون آدمیا فلو لم یکن کشرط ان لایبیعہ ثم لم یکن عفش کما سیجئ مصنف نے اپنے قول بیع بشرط سے وہ قاعدہ کلیہ مراد رکھا جو جامع ہو فساد عقد کا ایسی شرط کے سبب سے جسکو عقد بیع مقتضی نہین اور نہ اسکے مناسب ہو اور جسمین فائدہ ہو بائع یا مشتری کا یا اسمین فائدہ ہو اس مبیع کا جو اہل ہو استحقاق نفعت کا اسطرح پر کہ مبیع آدمی ہو اور اگر مبیع آدمی نہو چنانچہ بائع کا یون شرط کرنا کہ مشتری خریدے جانور پر سوار نہو تو یہ شرط مفسد بیع نہین چنانچہ اسکا ذکر آویگا ھم جو شرط عقد بیع سے واجب ہو چنانچہ بائع کا تعرف کرنا ثمن مین اور مشتری کا مبیع مین تو اس شرط کو عقد مقتضی ہی اور جو شرط عقد سے واجب نہین اسکو عقد مقتضی نہین اور مناسب عقد وہ شرط ہی جو موکد ہو عقد کی اور غیر مناسب اسکے برخلاف ہی اور اگر ایسی شرط ہو جسمین بائع مشتری کی منفعت نہو جیسے کپڑا بیچنا اس شرط پر کہ مشتری اسکو نہ بیچے یا ہبہ نکرے تو بقول طرفین بیع جائز ہی خلافا لابی یوسف اور اسی طرح اگر ایسی شرط ہی جسمین نہ نفع ہو نہ مزہ چنانچہ خریدکرنا طعام کا بشرط اسکے کھانے کے یا کپڑا مول لینا بشرط پہننے کے تو بھی بیع جائز ہی کذا فی الطحاوی ولم یجر العرف بہ لم یرد الشرع بجوازہ امالو جری العرف بکبیع یخلاف شرط تشریکہ او ورد الشرع بہ کخیار شرط فلا فساد اور ایسی شرط ہو کہ انکا رواج نہ جاری ہوا اور شرع مین انکا جائز ہونا نہ وارد ہوا اور اگر اس شرط کا رواج جاری ہو جیسے بیع نعلین کی تشریک یعنے تسمہ لگانے کی شرط کے ساتھ یا اس شرط کی اجازت شرع مین وارد ہو چنانچہ خیار الشرط تو ایسی شرط سے بیع فاسد نہین کشرط ان تقطعہ للبائع وتخیطہ قباً ومثال لما لایقتضیہ العقد وفیہ نفع للمشتری چنانچہ یہ شرط کرنا کہ کپڑے کو بائع قطع کرے اور اسکی قبا سی دے یہ مثال ہو اس شرط کی جسکو عقد مقتضی نہین اور اسمین فائدہ ہی مشتری کا ھم اور از انجملہ یہ شرط ہی کہ بائع کی بیع مین بائع اسکے گرد کی دیوارین یا خندق بنا دے یا زمین کی بیع مین یہ شرط کرے کہ بائع اسمین مسجد بنا دے یا طعام کی بیع اس شرط سے کہ اسکو خیرات کرے ایسی شروط سے بیع فاسد ہی او یستخدمہ مثال لما فیہ نفع للبائع وانما قال شیخنا لما مر ان الخیار اذا کان ثلثۃ ایام جاز ان یشترط فیہ الاستخدام دون یا یون شرط کرنا کہ بائع لونڈی یا غلام سے ایک مہینہ خدمت لے یہ مثال ہو اُس شرط کی جسمین بائع کا فائدہ ہی مصنف نے مہینے کی قید سواسطے لگائی کہ مذکور ہو چکا ہی کہ جب خیار الشرط تین دن کا ہو تو اسمین استخدام کا شرط کرنا جائز ہی کذا فی الدر او یعتقہ فان اعتقہ صح ان یعد قبضہ ولزم الثمن عندہ کالاشرح مجمع یا یہ شرط کی کہ غلام کو مشتری آزاد کرے پھر اگر وہ آزاد کر لیگا تو عتق صحیح ہی اگر اعتاق بعد اسکے قبضے کے واقع ہوا اور ثمن مشتری پر لازم ہوگا امام کے نزدیک اور اگر اعتاق بعد قبض نہین ہوا تو عتق صحیح نہین کذا فی شرح المجمع او یدبرہ او یکاتبہ او یستولدھا او لا یخرج الفن عن ملکہ مثال لما فیہ نفع للبائع یستحقہ یا یہ شرط کی کہ مشتری غلام کو مدبر یا مکاتب کرے یا لونڈی کو محرم بنا دے یا مملوک مشتری کی ملک سے بطریق وغیرہ کے خارج نہو یہ اعتاق وغیرہ اس شرط کی مثال ہی جسمین نفع ہو اس مبیع کا جو مستحق ہو نفع کا ھم اعتاق وغیرہ مین منفعت مملوک صحیح ہی اور عدم اخراج عن الملک مین بھی فائدہ ہی اسواسطے کہ مملوک کو پسند یہ آتا ہی کہ دست بدست نہ پھیرے کذا فی الطحطاوی ثم فرع علی الاصل بقولہ فصح البیع بشرط یقتضیہ العقد کشرط الملک للمشتری فی شرط حبس المبیع لاستیفاء الثمن او کما یقتضیہ کلا نفع فیہ لاحد ولا اجنبیا ان ملک فلو شرطا ان لایسکنہا فلان او ان یقرضہ البائع والمشتری کذا فاکثر الفساد وذکر اخی زادہ وظاھر البحر ترجیح الصحۃ پھر مصنف نے قاعدہ مذکور پر تفریع کی اپنے اس قول کی تو بیع صحیح ہی اُس شرط سے جسکو عقد مقتضی ہی جیسے شرط کرنا ملک مبیع کا مشتری کے واسطے اور شرط کرنا حبس مبیع کا ثمن لینے کے واسطے یا ایسی شرط ہو جسکو عقد مقتضی نہین اور اسمین کسی شخص کو فائدہ نہین اگرچہ وہ شخص اجنبی ہو کذا صح ابن ملک تو اگر بائع نے یہ شرط کی کہ گھر مین فلانا شخص اجنبی رہے یا بائع یا مشتری

اسکو اضافہ قرض دے تو قول اظہر فساد ہے اس بیع کا چنانچہ اخی زادہ نے اسکو ذکر کیا ہے اور بحر الرائق کا ظاہر کلام صحت بیع کی ترجیح پر دلالت کرتا ہے کشرط ان لا یبیع عبد ابن کمال بتر کیل الدابۃ المبیعۃ فانہ لیست بلعل للنفع شرط غیر نافع جسکو عقد مقتضی نہیں جیسے یہ شرط کرنا کہ مبیع جانور کو مشتری نہ بیچے اور ابن کمال نے یوں تعبیر کی ہے کہ مشتری جانور پر سوار ہو اسواسطے کہ جانور مستحق نفع نہیں کیونکہ اہلیت استحقاق منفعت آدمی میں منحصر ہے اور لا یقتضیہ لکن یلائمہ کشرط رھن معلوم وکفیل حاضر ابن ملک یا وہ شرط جسکو عقد مقتضی نہیں لیکن وہ مناسب ہے عقد کے جیسے رہن معین اور کفیل حاضر کا شرط کرنا کذا صحح ابن ملک یعنے بائع مشتری سے کہے کہ میں بیچتا ہوں اس شرط سے کہ بابت ثمن کے تو فلانی چیز میرے پاس رہن رکھ یا اس شخص کو ثمن کا ضامن دے تو بیع صحیح ہے ایسی شرط سے بحر الرائق میں کہا کہ رہن کا معین ہونا خواہ باشارہ ہو یا بتسمیہ تو اگر مسمی اور مشار الیہ نہ ہو تو جائز نہیں مگر جبکہ دونوں اسکی تعیین میں مجلس عقد کے اندر راضی ہو جاویں اور قبل تفرق مشتری اسکو تسلیم کرے یا مشتری ثمن دینے میں تعجیل کرے اور عاقدین رہن کو باطل کر دیں حضور کفیل کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر ضامن غائب ہو اور قبل تفرق قبول کرے یا حاضر ہو اور ضمانت قبول نکرے تو جائز نہیں اھ وجری العرف بہ کبیع نعل ای حرم سلموا یاسومایؤول الیہ عینی طولی ان یحدوھا بالبائع ویشرکہ ای یضع علیہ الشراک ھو السیر ومثلہ تسمیر القباب استحسانا للتعامل بلا نکیر یا عادت جاری ہوگئی ہو اسشرط پر کہ بائع جوڑا کاٹے اور اسپر دوال لگاوے اور اسیکے مانند کیلیں جڑنا ہے کھڑاؤں کا اسشرط سے بیع صحیح ہے بسبب تعامل اور رواج کے بلا انکار اہل علم شارح نے کہا مصنف نے چمڑے کا نعل نام رکھا باعتبار انجام کار کے کذا فی العینی شراک بکسر اول عبارت ہے سیر سے بفتح سین مہملہ وسکون یاے تحتانیہ لیتے وہ دوام اور تسمہ جو نعلین میں پشت قدم پر رہتا ہے حرم بضم بفتح صاد معرب ہے جرم فارسی کا کذا فی الطحطاوی وھذا اذا علق بکلمۃ علی وان بکلمۃ ان بطل البیع لانہ تعلیق وقتہ کخیار الشرط اشباہ من الشرط والتعلیق وبحر من مسائل شتی یعنے یہ شرط مذکور سے بیع صحیح ہونا اسوقت ہے جبکہ شرط کو بلفظ علی تعلیق کرے اور اگر بلفظ ان شرط یہ تعلیق ہوگی تو بیع سب صورتوں میں باطل ہے مگر اس مثال میں کہ میں نے بیع کی اگر فلانا شخص راضی ہو اور اسکی رضامندی کی مدت تین دن معین کی خیار الشرط کے مانند کذا فی الاشباہ من الشرط والتعلیق والبحر من مسائل شتی ولذا قال بعض المشترین البیع بر ضی عبد ابن کمال باذن بائعہ صریحا او دلالۃ بان قبضہ فی مجلس العقد بحضرتہ اور جبکہ مشتری نے مبیع پر قبضہ کیا اسکے بائع کی رضامندی سے خواہ رضامندی صریحًا ہوئی یا باعتبار دلالت حال کے اسطرح کہ مشتری اسپر قبضہ کرے مجلس عقد میں بائع کے سامنے ابن کمال کے بیان میں بجاے رضاے بائع اذن بائع مذکور ہے ھم ابن کمال نے اذن ذکر کیا نہ رضا اسواسطے کہ بیع فاسد میں رضاے بائع معتبر نہیں اور صاحب کنز نے تعبیر بامر بائع کی ہے اور امر بائع شامل ہے بیع اکراہ اور تسلیم اکراہ کو کہ اس سے ملک ثابت ہوتی ہے باوجودیکہ رضامندی اکراہ میں ثابت نہیں اگر مصنف کنز کے ماتند بجاے رضا امر بائع کہتا تو بہتر تھا کذا فی الطحطاوی علی الدر المنتقی فی البیع الفاسد وبہ خرج الباطل فقدم مع حکمہ مشتری نے قبضہ کیا بائع کے امر سے بیع فاسد میں اور بیع فاسد کی قید سے بیع باطل کو نکالا اور اسکا حکم پہلے مذکور ہو چکا ہم بیع باطل کا یہ حکم مذکور ہو چکا کہ باطل میں قبض سے مشتری کی ملک ثابت نہیں ہوتی اگر اسکے پاس مبیع ہلاک ہو تو اسپر تاوان نہیں کیونکہ وہ امانت ہے اور قنیہ میں تاوان کی تصحیح کی ہے اور اسی پر فتوے ہے وحینئذ فلا حاجۃ لقول الھدایۃ والعنایۃ وکل من عوضیہ مال کما افادہ ابن الکمال لکن احاب سعدی بانہ لما کان الفاسد یعم الباطل مجازًا کما ھو محقق فی محلہ لذلک فتنبہ اور اسوقت میں یعنے جبکہ بیع باطل بیع فاسد کے ذکر سے خارج ہوگئی تو کچھ حاجت نہیں اخراج کی باطل کے واسطے ہدایہ اور عنایہ کے اس قول کی اور بیع فاسد کے دونوں عوضوں میں سے ہر ایک عوض مال ہو چنانچہ اسکو ابن کمال نے بیان کیا ہے لیکن سعدی نے جواب دیا ہے اسطرح کہ جب فاسد شامل ہے باطل کو مجازًا جیسا کہ محقق ہے اپنے محل میں اسی واسطے اس باب کی ابتدا میں مذکور ہو چکا تو اخراج باطل کا ہدایہ کے اس قول سے محتاج نہیں رہتا فافہم

ہم حموی نے سعدی کے جواب کا جواب دیا ہی کہ باطل کی افراد سے وہ ہی جو اس قید سے بھی خارج نہین ہوتی یعنے بیع خمر اور خنزیر کی دراہم سے کیونکہ یہ بیع باطل ہی
با وجودیکہ دونون عوض مال ہین تو اس قول کا خلاف نکرنا ہی بہتر ہی کیونکہ متقضی اس قید کا یہ ہی کہ یہ قسم باطل کی فاسد ہی جو قبض سے مملوک ہوتی ہی اور
حالانکہ ایسا نہین کذا فی الطحطاوی ولم یفہم الباقم عنہ ولہ یکن فیہ خیار شرط اور بالع نے مشتری کو نہی نکی ہو قبض سے اور اسمین خیار شرط نہو
ہم نہی بالع کی قید کی کچھ حاجت نہ تھی اسواسطے کہ رضاے بالع مغنی ہی اس قید سے لیکن خیار شرط کی قید ضرور ہی اسواسطے کہ درصورت خیار الشرط کے قبض سے
ملک ثابت نہوگی کیونکہ جب بیع صحیح مین خیار الشرط سے ملک نہین ہوتی تو بیع فاسد مین بطریق اولی نہوگی لکلہ یعنے بیع فاسد مین جبکہ مشتری بالع کے امر سے
درصورت عدم خیار شرط بیع پر قبضہ کریگا تو اسکا مالک ہوگا ہم یعنے اسکی ذات کا مالک ہوگا علماے بلخ کے نزدیک اسواسطے کہ اگر مشتری غلام کو بعد قبض مذکور آزاد
کرے تو صحیح ہی اور اگر اسکو بیع کر دیگا تو ثمن کا مالک وہی ہوگا اور اگر مشتری جاریہ کو بھیر دے تو بالع پر استبرا واجب ہوگا اگر بالع کی ملک سے جاریہ خارج نہوتی تو
استبرا واجب نہوتا اور علماے عراق کے نزدیک مشتری التصرف کا مالک ہی نہ ذات کا الا فی ثلث فی بیع الہازل فی مشراۃ الاب من مال الطفل او بیعہ لہ
کذلک فاسدا لا یملکہ حتی یستعملہ مگر تین صورت مین بعد قبض کے بھی ملک ثابت نہین ہوتی ہزل کرنے والے کی بیع مین اور باپ کے خرید کرنے
مین اپنے مال سے اپنے طفل کے واسطے یا باپ کی بیع فاسد کرنے مین طفل سے اسی طرح لینے اپنے مال سے اسکا مالک نہوگا بدون استعمال کے ہم بحر الرائق مین مسیلہ محیط سے یا ین
عبارت منقول ہی باع عبد من ابنہ الصغیر فاسدا او اشتری عبد الفقیہ من مال الصغیر فاسد لا تثبت الملک حتی یقبضہ ویستعملہ انتہی یعنے باپ نے بطور بیع فاسد کے
غلام کو اپنے ولد صغیر سے بیچا یا صغیر کا غلام اپنی ذات کے واسطے اسی طرح فاسد خرید کیا تو ملک ثابت نہوگی تا وقتیکہ اسپر قبضہ نکرے اور استعمال مین لاوے
اسواسطے کہ قبض دونون صورتون مین باپ کا ہی تو ملک ثابت نہوگی مگر استعمال سے اور جبکہ خرید صغیر کے واسطے ہو تو استعمال ثابت نہوگا مگر جبکہ صغیر کی جانب
مین مستعمل ہو اگر شارح یون کہتا کہ فی بیع الاب من مالہ لطفلہ فاسدا او شرائیہ لنفسہ من مال طفلہ کذلک لا یملکہ حتی یقبضہ ویستعملہ تو مطلب واضح تر ہوتا کذا فی
الطحطاوی والمقبوض فی ید المشتری امانۃ لا یملکہ یہ اور جو مبیع قبل از عقد مقبوض ہی مشتری کے ہاتھ مین ودیعت ہی اس قبض
سے اسکا مالک نہوگا ہم یہ قول اسپر مبتنی ہی کہ تخلیہ قبض نہین کذا فی المجتبی وا العادیہ اور دوسرا قول یہ ہی کہ تخلیہ قبض ہی اور خانیہ مین اسکی تصحیح ہی
چنانچہ فتح القدیر مین کہا کہ اگر مشتری کے پاس ودیعت ہو تو اسکا مالک ہوگا بمجرد قبول اور جمیع تفاریق مین ہی کہ ودیعت حاضرہ کا مالک ہوگا کذا فی الطحطاوی
واذا ملک ثبت کل احکام الملک من حرمۃ الخبث وحل الوطی وغیرہما فلا یحل لہ اکلہ ولا لبسہ فلا وطیہا ولا لابیہ ان یتزوجہا من الباقم کالشفعۃ لجارہ لو عقارا
اشباہ اور جب کہ مبیع فاسد کا مشتری مالک ہوا تو سب احکام ملک ثابت ہونگے سواے پانچ حکمون کے حلال نہین مشتری کو اسکا کھانا اور اگر مبیع طعام
ہو اور نہ پہننا اسکا اگر لباس ہو اور نہ جماع لونڈی کا اور حلال نہین نکاح کرنا بالع کا لونڈی سے مشتری کے پاس اور شفعہ نہین اسکے پڑوسی کو اگر مبیع
زمین ہو کذا فی الاشباہ ہم مشتری کو وطی اسواسطے جایز نہوئی کہ اگر فسخ بیع واجب ہو تا معصیت پر اصرار نہ پایا جاوے تو اشتغال بوطی اعراض ہی
فسخ سے تو اس سبب سے وطی جایز نہوئی دبسبب عدم ملک کے اور شفعہ اسواسطے نہوا کہ حق بالع ہنوز منقطع نہین بسبب وجوب فسخ اور استرداد کے دتے
الجوہرۃ وشرح الجمع ولا شفعۃ فیما قسم وستراہ جو ہرہ اور شرح جمع مین ہی کہ شفعہ نہین بسبب خرید کرنے زمین کے تو یہ صورت ساوسہ ہوئی
یعنے اگر زمین یہ بیع فاسد خریدی اور اسکے جوار مین دوسری زمین معرض بیع مین ہوئی تو مشتری اسکو بحق شفعہ نہین لے سکتا بخلاف مثلیا ولکل
قیمتہ یعنی ان یعرضہا للرد یوم قبضہ کان یہ یدخل فی ضمانہ فلا تعتبر زیادۃ قیمتہ کالمغصوب مشتری قبض
سے مالک ہوگا مبیع کا مثل دیکر اگر مبیع مثلی ہو یعنے کیلی یا وزنی اور اگر مبیع مثلی نہین تو اسکی قیمت دیکر مالک ہوگا وہ قیمت جو قبض کے دن اسکی
قیمت تھی اسواسطے کہ بسبب قبض کے مبیع اسکے ضمان مین داخل ہوئی تو زیادہ ہونا اسکی قیمت کا معتبر نہوگا مغصوب کے مانند مراد مصنف کی

یہ ہو کہ مبیع کے ہلاک ہونے اور تعذر رد کے بعد مشتری پر قیمت لازم ہوگی ہم اسواسطے کہ قبل ہلاکی اور عدم تعذر رد کے موت وغیرہ سے رد عین واجب ہی نہ قیمت کذا فی النہر والقول قولہ للمشتری کما فی الزیادۃ اور قیمت مین مشتری کا قول معتبر ہی بواسطہ لانکار زیادت یعنے مشتری زیادتی قیمت کا منکر ہو اور معتبر قول منکر ہی ویجب علی کل واحد منہما فسخہ قبل القبض یکون امتناعا عنہ ابن ملک اور واجب ہی ہر ایک پر بائع اور مشتری سے فسخ کرنا بیع فاسد کا قبل قبض مبیع کے اور یہ فسخ باز رہنا ہوگا بیع سے کذا فی الکبر ابن ملک ہم بہتر یہ تھا کہ نتاج لفظ یکون کو حذف کرتا نا امتناعا عنہ مفعول لہ ہوتا اعداما کے مانند کذا فی الطحطاوی لو بعدہ مادام المبیع بحالہ الخ وھو فی ید المشتری اعداما للفساد لانہ معصیۃ فیجب فسخہا بعد قبض فسخ واجب ہی جبتک کہ مبیع بحال خود بلا تصرف مشتری کے ہاتھ مین ہو یہ وجوب فسخ فساد مٹانے کے واسطے ہو اسواسطے کہ بیع فاسد گناہ ہی تو اسکا دور کرنا واجب ہی کذا فی البحر ہم اور اگر مبیع مین کچھ تصرف مانند بیع اور اعتاق کے ہوگا تو فسخ متنع ہوگا چنانچہ اسکا ذکر عنقریب آویگا ولذا لا یشترط فیہ قضاء قاضی کان الواجب شرعا کما یجب بحکم القضاء حسما لہ اور چونکہ اعدام فساد ہر ایک عاقد پر واجب ہی لہذا فسخ کرنے مین حکم قاضی شرط نہین اسواسطے کہ جو چیز شرعا واجب ہو وہ حکم قاضی کی محتاج نہین کذا فی الدرر واذا اصر احدھما علی امساکہ وعلم بہ القاضی فلہ فسخہ جبرا علیہما حقا للشرع یزالہ اور جبکہ بائع یا مشتری امساک مبیع پر اصرار کرے اور قاضی کو معلوم ہو تو اسکو فسخ کردینا بیع فاسد کا دونون پر زبردستی کرکے جائز ہی حق شرع کے واسطے کذا فی البزازیہ ہم طحطاوی نے کہا مصنف کو مناسب تھا کہ علیہ فسخہ کہتا اسواسطے کہ رفع معصیت قادر پر واجب ہی اسواسطے کہ وجوب سے جواز مستفاد ہوتا ہی نہ عکس اسکا وکل جمیع فاسد رده المشتری علی بائعہ جہۃ او صدقۃ او بیع او وجہ من الوجوہ کاعارۃ واجارۃ وغصب ودفع فی یدہ بائعہ فھو متارکۃ للمبیع ویبرئ المشتری مضمانہ قنیۃ اور جس مبیع فاسد کو پھیر دے مشتری اسکے بائع پر بطریق ہبہ یا صدقہ یا بیع کے یا کسی اور وجہ سے چنانچہ عاریت دینا اور اجارہ اور غصب اور واقع ہو مبیع اسکے بائع کے ہاتھ مین تو یہ یا ہم ترک بیع ہی اور مشتری اسکے تاوان سے بری الذمہ ہوگا کذا فی القنیہ ہم اگرچہ یہ متارکہ بیع ہی لیکن ظاہر ابدون توبہ ارتفاع گناہ نہوگا والاصل ان المستحق بجہۃ اذا وصل الی المستحق بجہۃ اخری اعتبر واصلا یجعلہ مستحقۃ ان وصل الیہ من المستحق علیہ والا فلا وتمامہ فی جامع الفصولین اور مسئلہ سابقہ کا قاعدہ کلیہ یہ ہی کہ جو چیز کہ مستحق ہو ایک جہت سے جبکہ وہ پہونچے شخص مستحق کو دوسری جہت سے تو وہ بجہت مستحقہ واصل معتبر ہوگی بشرطیکہ مستحق علیہ کی طرف سے پہونچے اور اگر اسکی طرف سے نہ پہونچے تو واصل معتبر نہوگی اور پورا بیان اسکا جامع الفصولین مین ہم اگر مشتری نے مبیع فاسد غیر بائع کو ہبہ کی یا غیر کے ہاتھ بیچا اور اسنے بائع کو ہبہ کی اور تسلیم کی تو مشتری قیمت سے بری الذمہ نہوگا اسواسطے کہ بائع کو جہت مستحقہ سے نہ پہونچی مستحق علیہ کے ہاتھ سے یعنے مشتری کے ہاتھ سے نہ پہونچی کذا فی المنح اب آگے مصنف نے وہ مسائل شروع کیے جنمین بیع فاسد کا فسخ کرنا متنع ہو فلو باعہ باع المشتری المشتری الفاسد بیعا صحیحا باتا فلو فاسدا او بخیار لم یمتنع الفسخ لغیر بائعہ فلو منہ کان نقضا للاول کما علمت پھر اگر مشتری نے مبیع فاسد کو بیچا بطریق بیع صحیح بلا شرط کے اگر بیع فاسد کے طور بیچا یا بخیار شرط بیع کی تو فسخ کرنا بیع کا اسکے غیر بائع سے متنع نہوگا اور اگر مشتری نے خود اسکے بائع سے بیع کی تو یہ بیچنا اول کا نقض ہوگا چنانچہ تو ابھی معلوم کرچکا یعنے مصنف کے اس قول مین وکل مبیع فاسد الخ وفساد بغیر الاکراہ کما فی البحر بہ ینتقض کل تصرفات المشتری اور حالانکہ فساد اُس بیع کا بدون اکراہ کے ہو اور اگر فساد اسکا زبردستی کی جہت سے ہو تو جمیع تصرفات مشتری کے منقوض اور ناجائز ہونگے او ھبہ وسلم او اعتقہ او کاتبہ او استولدھا ولو لم یحبل وھا مع عقرھا اتفاقا او باع المشتری مبیع ہبہ کی غیر بائع کو اور قبضہ کروا دیا یا غلام کو آزاد کر دیا یا اسکو مکاتب کیا یا لونڈی کو حرم بنایا یا اور اگر وہ حاملہ ہوگئی ہو تو اسکو پھیر دے اسکے مہر مثل کے ساتھ بالاتفاق کذا فی السراج بعد قبضہ فلو قبلہ لم یعتق ویستقبل البائع امرہ وکذا لو امرہ بقطع الخطۃ او ذبح الشاۃ فیصیر المشتری قابضا اقتضاء سلط الآمر لما یملکہ الا امر آزاد کیا غلام کو بعد اسکے قبض کے تو اگر قبل قبض آزاد کریگا تو آزاد نہوگا مشتری کے

آزاد کرنے سے یعنے بسبب عدم ملک کے بلکہ بامر مشتری بائع کے آزاد کرنے سے آزاد ہوگا یعنے اگر قبل قبض کے مشتری بائع سے کہے کہ اس غلام کو میری طرف سے آزاد کر اور بائع آزاد کرے تو آزاد ہوگا اور اسی طرح اگر مشتری نے قبل قبض گیہون یا بکری کے بائع کو امر کیا کہ گیہون کو پیسے یا بکری کو ذبح کرے تو مشتری اسطرح کے امر کرنے سے قابض ہوگا بطریق اقتضاء کے اور یہ عجیب بات ہے کہ البتہ شخص یا مور مالک ہوا اسکا حکم امر کرنے والا مالک نہین حالانکہ عمل خلاف هذا اما رجع او غلط من الکاتب کما بسطه العمادی اور جو خانیہ مین برعکس اسکے قول ہے یا دوسری روایت ہے یا اغلاط کاتب سے ہے چنانچہ عمادی نے اسکو مصنف بیان کیا ہے ھم خانیہ مین ہے کہ جب غلام کو بشرار فاسد خرید کیا اور قبل قبض بائع سے کہا کہ اسکو آزاد کرے میری طرف سے پھر بائع نے اسکی طرف سے آزاد کر دیا تو یہ عتق بائع کی طرف سے ہوگا نہ مشتری سے اور اسی طرح گیہون اور بکری کا مسئلہ کذا فی المنح اور وقفه وقفا صحیحا لانه استهلک حین وقفه واخرجه عن ملکه وما فی جامع الفصولین علی خلافه هذا غیر صحیح کما بسطه المصنف یا مشتری نے مبیع فاسد کو وقف صحیح کیا اسواسطے فسخ متنع ہوگا کہ مشتری نے مبیع کو مستہلک کیا جبکہ اسکو وقف کیا اور اسکو اپنی ملک سے نکالا اور جو روایات جامع الفصولین مین برخلاف اسکے ہے سو صحیح نہین چنانچہ مصنف نے اپنی شرح مین اسکو مفصل بیان کیا ہے ھم جامع الفصولین مین یون ہے کہ اگر مبیع فاسد کو وقف کیا یا مسجد قرار دیا تو حق فسخ باطل نہین تا وقتیکہ عمارت بناوے انتہی نہر الفائق مین اسکو روایت ثانیہ قرار دیا ہے اور یہ بہتر ہے تغلیظ سے اور بحر الرائق مین اسکو عدم تسلیم قاضی پر محمول کیا ہے کذا فی الطحطاوی اور هذا واو علی ما تصدق به نقلا البیع الفاسد نے جمیع ما تم واتمتع الفسخ تعلق حق العبد به کالذی ادیم مذکوره فی الاشباه یا مبیع فاسد کو رہن رکھا یا اسکی کسی شخص کے واسطے وصیت کی یا خیرات کی تو بیع فاسد نا قد ہوجاویگی جمیع تصرفات مذکورہ مین یعنے بیع یا ہبہ یا اعتاق یا کتابت یا استیلاد یا وقف یا رہن یا وصیت یا تصدق کرنے سے اور اب منتفع بیع ممتنع ہوگا بسبب متعلق ہوجانے حق العبد کے اسمسئلے مگر چار صورت مین جو اشباہ مین مذکور ہین ھم اشباہ مین ہے کہ عقد فاسد تعلق حق العبد سے لازم ہوجاتا ہے اور فساد مرتفع ہوجاتا ہے مگر چند مسائل مین اول یہ کہ فاسد دیا اسمسئلے مین اجارہ صحیح دوسرے کو دیا تو شخص اول کو اسکا توڑنا جائز ہے اگر شخص نے مکرہ سے کوئی چیز مول لی پھر اسکی بیع صحیح کی تو مکرہ کو اسکا توڑنا درست ہے مشتری نے مبیع فاسد کو اجارہ دیا تو بائع کو اسکا توڑنا جائز ہے اور اسی طرح اگر نکاح کر دیا انتہی چونکہ کلام متن کا نقض مشتری پر ہے تو مسئلہ اول کا استثنا صحیح نہین اور اسی طرح مسئلہ ثانیہ کا کہ خود متن مین موجود ہے اور اسی طرح مسئلہ ثالثہ اور رابعہ خود شارح کے آئندہ قول مین موجود ہے کذا فی البحر لذا کان تصرف قولی غیر اجارۃ ونکاح اور اسی طرح مبیع وغیرہ کی مانند ہر تصرف قولی سوائے اجارہ اور نکاح کے چنانچہ تر ہیر ہے جب ہر تصرف فاسد کا اسم اجارہ اور نکاح سے اسواسطے فسخ متنع ہوا کہ اجارہ فسخ ہوجاتا ہے عذر سے اور رفع فساد بھی عذر ہے اور نکاح مین اخراج عن الملک نہین وهل یبطل نکاح الامة بالفسخ المختار نعم ولو الجبلی اور کیا نکاح لونڈی کا باطل ہوجاتا ہے اسکے فسخ بیع فاسد سے قول مختار یہ ہے کہ ہان باطل ہوجاتا ہے کذا فی الولوالجیۃ ھم بیان اسکا یہ ہے کہ مشتری بعد قبض نکاح کر دے چنانچہ یہی منوع ہے جمیع مسائل سابقہ مین اور کلام ولوالجی قبل از قبض مین مفروض ہے تو یہ جواب کیونکر صحیح ہوگا کذا فی الطحطاوی فتحصل وتمثل المانع کرجوع هبة وتحو مکاتب وقف رهن ما دحق الفسخ لو قبل القضاء بالفسخ لا بعده اور جبکہ مانع فسخ کا دور ہوجاوے چنانچہ پھیر لینا واہب کا اپنی ہبہ کو اور عاجز ہونا مکاتب کا بدل کتابت سے اور خلاص ہونا رہن کا تو بیع فاسد کا حق فسخ عود کریگا اگر زوال مانع کا قبل قضا ہو قیمت کے ساتھ یعنے قاضی نے ہنوز مشتری پر واجب القیمت کا حکم نہ کیا ہو نہ بعد قضا کے یعنے اگر بعد حکم قاضی مانع زائل ہوا تو حق فسخ عود نہ کریگا کیونکہ ابطال قضا لازم آویگا اور یہ جائز نہین وکذا یبطل حق الفسخ بموت احدهما فیخلفه الوارث به یعنے اور حق فسخ باطل نہین ہوتا بائع یا مشتری کے مرجانے سے تو میت کا وارث اسکا خلیفہ ہوکر فسخ کرنے مین ایسا فتوی ہے وبعد الفسخ لا یاخذه حتی یرد ثمن المنقود بخلاف ما لو شرط من مدیونه بدینه شراء فاسدا

بیع

خلاصۃ المشتری حبسہ لاستیفاء دینہ کالجار وھو فسخ عقد صحیح والفرق فی الکافی اور بعد فسخ بیع فاسد کے مبیع کو اسکا بائع نہ لے تاوقتیکہ اسکا ثمن مبیع کو پھیر دے ثمن مبیع سے ثمن مقبوض مراد ہے تا غیر نقدین کو بھی شامل ہے بخلاف اس صورت کے کہ اگر صاحب دین نے اپنے مدیون سے بعوض اپنے دین کے چیز بطور شراء فاسد کے خرید کی تو مشتری صاحب دین کو بعد فسخ بیع کے حبس کرنا مبیع کا اپنے دین کے لینے کے واسطے جائز نہیں مانند اجارۂ فاسدہ اور رہن فاسد اور عقد صحیح کے اور فرق دین اور غیر دین کا کافی میں مذکور ہے ہم شرح زیلعی میں ہے کہ اگر اپنے مدیون سے بطور شراء فاسد غلام خرید کیا بعوض دین سابق کے اور غلام پر قبضہ کیا یا اذن بائع پھر بائع نے استرداد غلام کا ارادہ کیا بحکم فساد کے تو مشتری کو حبس غلام سپفارد دین کے واسطے جائز نہیں بخلاف بیع صحیح کے اور اسی طرح اگر اجارۂ فاسدہ بدین سابقہ ہو پھر موجر اجارہ فسخ کرے تو مستاجر کو حبس کرنا اجرت لینے کے واسطے جائز نہیں بخلاف اجارۂ صحیحہ کے اور یہی حکم ہے رہن فاسد کا بدین سابق بنی قولہ بخلاف صحیح کا یہ مطلب ہے کہ اگر بیع صحیح یا اجارۂ صحیحہ بدین سابق ہو پھر عقد منفسخ ہو کسی وجہ سے تو مشتری کو حبس مبیع کا اپنے دین کے لینے کے واسطے جائز ہے اور اسی طرح مستاجر کو حبس جائز ہے حیث یہ معلوم ہوا تو ظاہر ہو گیا کہ شارح کا قول وعقد صحیح غلط ہے بلکہ یوں کہنا تھا بخلاف عقدہا الصحیح کذا فی الطحطاوی ط اور اسی طرح نہر الفائق میں ہے فان مات احدھما او المؤجر او المستقرض والراھن فاسد عینی وزیلعی بعد الفسخ فی المشتری ونحوہ احق بہ من سائر الغرماء بل قیل تجہیز المیت فلہ حق حبسہ حتی یأخذ مالہ اھ پھر اگر بائع یا مشتری یا اجارہ فاسدہ کا موجر یا قرض فاسد کا مستقرض یا رہن فاسد کا راہن مرجائے بعد فسخ کے کذا فی العینی والزیلعی تو مشتری اور مانند اسکے چنانچہ وارث مشتری کا جب مشتری مرجائے اور مستاجر اور مقترض اور مرتہن زیادہ تر حق دار ہیں باقی ارباب دیون سے بلا خلاف ہیں قبل تجہیز میت کے تو مشتری وغیرہ کو حبس عین کا حق ہے یہاں تک کہ اپنا مال کے لیوے ھم بعد الفسخ نص علی المتون ہے اسواسطے کہ یہی حکم قبل الفسخ بھی ہے بطریق اولے عبارت زیلعی کا یہ مضمون ہے کہ اگر بائع مر گیا تو مشتری احق بالمبیع ہے تا استیفاء ثمن کیونکہ اسکی تقدیم ہے بائع کی حیات میں اسی طرح اسکی تقدیم ہوگی اسکی تجہیز پر اسکی وفات کے بعد اور اسی طرح اگر اجارہ فاسدہ لیا اور اجرت مستلیم کی یا رہن فاسد لیا یا قرض فاسد دیا اور بواسطے قرض کے کوئی چیز رہن رکھ لی تو اسکو اجارے کی چیز اور مرہون کا حبس جائز ہے تاوقتیکہ اپنا مال پاوے اور اگر موجر یا راہن یا مستقرض مرجاوے تو وہ شئے مقبوض کا زیادہ تر حقدار ہے باقی غرماء سے کذا فی الطحطاوی قیاخذ المشتری دراھم الثمن وھینئذ فھی قائمۃ ومثلھا لو ھالکۃ بناء علی تعین الدراھم فی البیع الفاسد وھو الاصح تو مشتری دراہم ثمن کو بعینہا لے گا اگر دراہم ثمن کے موجود ہوں اور انکے مانند اور دراہم کو لے گا اگر وہ موجود نہ ہوں بنا پر معین ہونے دراہم کے بیع فاسد میں اور یہی قول تعین کا اصح ہے ہم یہاں سوال وارد ہوتا ہے کہ شارح نے کہا کہ بیع فاسد میں دراہم کا متعین ہونا اصح قول ہے تو اسسے یہ لازم آتا ہے کہ بائع کو منفعت ثمن کی نہ حلال ہو جیسے مشتری کو منفعت مبیع کی حلال نہیں کیونکہ علت حرمت کی یہاں تعین مال ہے تو جب ثمن بھی مبیع کے مانند متعین ہوا تو بائع کو ربح کیونکر حلال ہوگا اور حالانکہ بائع کو ربح حلال ہے نہ مشتری کو اسکا جواب شارح نے مصنف کے قول میں تصرف کرکے دیا وانما طاب للبائع ما ربح فی الثمن کما ھو الروایۃ الصحیحۃ المقابلۃ للاصح بل غلط الاصح ایضا لان الثمن فی العقد الثانی غیر متعین ولا یضر تعینہ فی الاول کما افادہ سعدی اور یہی بات ہے کہ بائع کو جو حلال ہوا ہے وہ فائدہ جو اسکو ثمن میں حاصل ہوا ہے وہ روایت صحیحہ ہے جو مقابل ہے قول اصح کے مبنی نہیں بلکہ حلت بھی دوسرے قول اصح پر مبنی ہے اسواسطے کہ عقد ثانی میں ثمن غیر متعین ہے کیونکہ وہ بیع فاسد نہیں اور عقد اول میں ثمن کا متعین ہونا مضر نہیں چنانچہ اسکو علامہ سعدی افندی نے بیان کیا ہے ہم خلاصہ جواب یہ ہے کہ بائع کے واسطے نفع اسلئے حلال ہوا کہ وہ پیدا ہوا ہے ثمن سے باعتبار عقد ثانی کے اور ثمن عقد ثانی میں غیر متعین ہے اور صورت مسئلہ جامع صغیر میں امام اعظم سے یوں مروی ہے کہ ایک مرد نے لونڈی ہزار درم کو بعقد فاسد خرید کی اور دونوں میں تقابض البدلین واقع ہوا اور ہر ایک کو نفع حاصل ہوا مقبوض میں الم نے فرمایا کہ جسنے لونڈی پر قبضہ کیا وہ نفع کو خیرات کرے اور جسنے دراہم قبض کیے اسکو نفع حلال ہے انتہی سواسطے مشتری کے نفع حلال نہوا کہ عقد

متعلق بمال متعین لغیر جاریہ ہو تو خبث اسمیں جم گیا اور بائع کو اسواسطے حلال ہوا کہ عقد ثانی مال متعین سے متعلق نہیں بلکہ اسکا مثل ذمہ پر واجب ہو تو خبث اسمیں متمکن نہ ہوا تو اسکا تصدق واجب نہ ہوا یہ حکم ہو اس خبث کا جو بسبب فساد ملک کے تھا اور اگر بسبب عدم ملک کے جنث ہو چنانچہ مغصوب اور امانات میں جیسا اسکا بیان ہے اور خیانت کرے تو طرفین کے نزدیک مال متعین اور غیر متعین دونوں کو خبث شامل ہوگا چنانچہ مودع یا غاصب جب کہ عرض یا نقدین پر عقد کرے اور نفع حاصل ہو تو طرفین کے نزدیک تصدق نفع لازم ہے یعنی اگرچہ دونوں نے ضمان ادا کیا ہو اور حلت نفع بائع اور حرمت نفع مشتری کا محل وہ ہے جب تک بیع مقایلہ فسخ نہ کیونکہ اسمیں دونوں کو نفع حلال نہیں چنانچہ عقد صرف میں دونوں کو نفع حلال ہے کذا فی الطحطاوی کالا یطیب للمشتری صاحبہ فی مبیع یتعین بالتعیین بان باعہ بما یزید المتلق العقد بعینہ فتملکہ الخبث فی الربح فیتصدق بہ حلال نہیں مشتری کو جو فائدہ کہ حاصل ہوا اس مبیع میں جو متعین ہے بتعیین سے اسطرح کہ بیع مذکور کو زیادہ تر ثمن سے بیچے بسبب متعلق ہونے عقد کے عین مبیع سے تو خبث جم گیا نفع میں تو اسکو تصدق کرے ھ طحطاوی نے کہا عدم حلت عقد اول میں نفع ہونے اور اگر مبیع بیچکر اسکے ثمن سے تجارت کرے اور نفع حاصل ہو تو یہ فائدہ حلال ہوگا بسبب عدم تعین کے عقد ثانی میں کما طاب ربہ مال الاصطناع علی اخر فصلہ قولہ فقضی ای ادی فاوفاہ ایاہ ثم ظہر عدم تصادقہما انہ لم یکن علیہ شیء کان بدل المستحق مملوکا ملکا فاسدا والخبث لفساد حالما یعمل فیما یتعین لا فیما لا یتعین چنانچہ حلال ہو نفع اس مال کا جسکا مدعی نے دوسرے شخص پر دعوی کیا اور مدعا علیہ نے اسکی تصدیق کی پھر اسنے مدعی کو مال ادا کیا بعد اسکے تصادق طرفین سے اسکا عدم ظاہر ہوا اسطرح پر کہ مدعا علیہ پر کچھ مال مدعی کا نہ تھا اسواسطے نفع حلال ہو کہ مستحق کا عوض مملوک ہوتا ہے ملک فاسد اور جو خبث کہ بسبب فساد ملک کے ہوتا ہے وہ فقط مال متعین میں عمل کرتا ہے نہ غیر متعین میں ھ مدعی مذکور کو نفع اسوقت حلال ہوگا جبکہ نقدین کا دعوی کیا ہو دعوی عروض کا کیونکہ عروض میں تعین ہے نہ نقدین میں صورت مسئلہ جامع صغیر میں یوں مذکور ہے کہ اگر ایک مرد نے دوسرے مرد سے کہا کہ میرے تجھ پر اردم ہیں سو اسکا ادا کر اسنے ادا کیے پھر دونوں نفی مال پر متفق ہوئے اور مدعی نے مال مذکور میں تصرف کیا اور فائدہ اسکو حاصل ہوا تو یہ فائدہ اسکو حلال ہوا اسواسطے کہ دین اقرار سے ثابت ہوتا ہے پھر جب مدعا علیہ نے اقرار کیا اور ادا کیا تو مدعی کو اپنی ملک میں نفع حاصل ہوا پھر جب بعد اسکے دونوں نے عدم دین پر اتفاق کیا تو درہم مقبوضہ بمنزلہ مال مستحق کے ہوئے جسے مراد یہاں دین ہے اور دیں سے مراد دراہم مقبوضہ ہیں کذا فی الطحطاوی واما الخبث لعدم الملک فیعمل فیہما کما بسطہ خسرو وابن الکمال اور جو خبث کہ بسبب عدم ملک کے ہو چنانچہ غصب سو متعین اور غیر متعین دونوں میں عمل کرتا ہے چنانچہ ملا خسرو اور ابن کمال نے اسکی تصریح کی ہے وقال الکمال لو تعمد الکلابی فی دعواہ الدین کہ علیہ کان اصلا وفوا فی الغنیہ اور کمال الدین نے فتح القدیر میں کہا کہ اگر مدعی مذکور عمداً دعوی دروغ اپنے دین میں کریگا تو نفع کا اصلا مالک نہ ہوگا اور [illegible] اس قول کی تقویت کی ہے ھ منہ اور الفاتق میں کہا کہ فقہاء نے کتاب الاقرار میں تصریح کی ہے کہ اگر مقر لیجاتا ہو کہ مقر کاذب ہے اپنے اقرار میں تو اسکو نہ لینا حلال نہیں ہاں اگر اسکو شبہہ ہو تو خود کے نزدیک حلال ہے ھذا لو یوسف کے نزدیک تو اسوقت میں اسکو نفع حلال نہ ہوگا اور یہاں کو مدعی پر محمول ہے یعنے مدعی کو گمان ہوا کہ میرے باپ کا قرض مدعا علیہ پر ہے پھر معلوم ہوا کہ مدعا علیہ نے کسی لے اسکے باپ کو قرض ادا کر دیا تھا سو دونوں کا دین پر تصادق ہوا تو اب نفع حلال ہوگا اور یہ نہایت خوب فہم ہے اسکو غور کرے انتہی وقید الحرام ینتقل فلو دخل بامان واخذ مال حربی مالا رضاہ واخرجہ الینا ملکہ وصح بیعہ لکن لا یطیب لہ ولا للمشتری منہ بخلاف البیع الفاسد فانہ لا یطیب لہ لفساد عقدہ ویطیب للمشتری منہ لصحۃ عقدہ اور اسی کتاب میں ہے کہ حرام انتقال کرتا ہے ایک ذمہ سے دوسرے ذمہ تک سو اگر مسلم دار الحرب میں امان لیکر داخل ہوا اور حربی کا مال بدون اسکی خوشی کے لے اور دار الاسلام کی طرف نکال لادے تو اسکا مالک ہوگا اور اسکی بیع صحیح ہوگی لیکن چونکہ اسکی ملک میں خبث ہے بنا کے سبب سے تو وہ مال اسکو حلال نہ ہوگا اور نہ اسکے خریدار کو بخلاف بیع فاسد کے کہ بائع کو حلال نہیں اسکے عقد کے فساد کے سبب اور جسنے اس سے خرید کیا اسکو حلال ہے بسبب اسکی صحت عقد کے ھ حیث معلوم ہوا کہ حرمت منتقل ہوتی ہے تو معلوم ہوا کہ مال مغصوب اور طعام مغصوب کی

ف یعنی بیع میں تعین کے بالعین کرنے سے اور عرض دونوں متاع ہونے سے نقد ۱۲

ف یعنی اسمیں تعین کے عارض ہونے سے اور عرض دونوں متاع ہونے سے نقد ۱۲

خریداری حرام ہو مگر یہ کہ غلط گراوٹ یا غصب کی قیمت ادا کرے یا مالک اسکو معاف کردے تو اب اسکو حلال لینا درست ہو کذا فی الطحطاوی وفی خط الاشباہ الحرمۃ تتعدد مع العلم بہا الا فی حق الوارث اور اشباہ کی کتاب الحظر میں ہو کہ حرمت متعدد ہوتی ہو اسکے دریافت ہونے کے ساتھ مگر وارث کے حق میں نہیں ہم اگر حرمت کا علم ہو تو اشخاص متعددہ میں بھی متحقق ہوتی ہو سوائے وارث کے یعنے اگرچہ وارث جانتا ہو کہ مورث نے یہ مال بوجہ حرام پیدا کیا تو بھی اسکے حق میں وہ مال حلال ہو وفیہا فی الظہیریۃ بیان کا یعلم ارباب اموال کا مال فی الجملۃ اور ظہیریہ میں حلت وارث کو بایں قید مقید کیا ہو کہ وارث ارباب اموال کو نہ جانتا ہو اور ہم اسکی تحقیق کرینگے اسکے مقام میں ہم یعنے اگر وارث جانے کہ مورث نے فلانے فلانے شخصوں کا مال بسرقہ یا غصب یا رشوت لیا ہو تو اسپر واجب ہو کہ انکو یا انکے وارثوں کو مال مذکور پھیر دے اور اگر نہ پھیرا تو وارث پر وہ مال حرام ہی رہیگا یعنی میں ہو کہ مورث مرگیا اور کسب اسکا حرام ہو تو میراث حلال ہو پھیر اُنھوں نے کہا کہ ہم اس روایت کو یعنی لیتے ہیں بلکہ میراث وارثوں پر مطلقاً حرام ہو انتہے اس قول سے معلوم ہوا کہ درصورت علم وارث حرمت ثابت ہو اگرچہ ارباب اموال کو نہ جانتا ہو کذا فی الطحطاوی بتصرف یعنی او خرس فیما اشتراہ فاسدا ش وخ فیہا یقطع حق الاسترداد من الافعال الحسیۃ بعد الغرامۃ صت القولیۃ لزمہ قیمتہا واعتنم الفسخ مشتری نے گھر بنایا یا درخت لگایا اسمیں جسکو فاسد خرید کیا تو اُسکو گھر اور زمین کی قیمت کا دینا لازم ہوگیا اور فسخ ممتنع ہوگیا شارح کہتا ہو یہ شروع ہو ان مسائل میں جنمیں حق استرداد قطع ہو جاتا ہو افعال حسیہ کے سبب سے بعد ادائے غرامت کے افعال قولیہ سے یعنے اوال قوال فاطعہ فسخ کو ذکر کیا بعد انکے اب افعال حسیہ کا ذکر شروع کیا وقالا ینقطعہا ویرد المبیع وبہ یفتی الکمال اور صاحبین نے کہا کہ مشتری عمارت کو توڑے اور درختوں کو اوکھاڑے اور مبیع کو پھیر دے اور اسی قول کی تصحیح دی ہو کمال الدین نے فتح القدیر میں کہا یہ جو امام کی دلیل ہو امتناع فسخ میں کہ عمارت بنانا اور درخت لگانے سے دوام مقصود ہوتا ہو سو ممنوع ہو سواسطے کہ اجارہ میں اگر درخت کاٹ دے تو بالاتفاق قلع واجب ہو تو ظاہر ہوا کہ بنا اور غرس کا ہے دوام کے واسطے ہوتا ہو اور کاٹنے میں دقعہ فی الغرس لعدم تسلیط البائع اور کمال الدین کی ترجیح کا تعقب کیا ہو یعنے رفع کیا ہو نہر الفائق میں بواسطے حاصل ہونے بنا اور غرس کے بائع کے مسلط کرنے سے ہم صاحب نہر نے کہا کہ جو عمارت کہ بائع کی تسلیط سے حاصل ہو اُس سے دوام مقصود ہوتا ہو بخلاف اجارہ کے کیونکہ اُسمیں تسلیط نہیں تو معلوم ہوا کہ مدار استقلال بائع کی تسلیط پر ہو انتہی طحطاوی نے کہا یتعب اسوقت مسلم ہو جبکہ بائع کے حق سے فسخ ہو تو یہ کہنا ہو سکتا ہو کہ اُسنے اپنا حق تسلیط سے ساقط کر دیا حالانکہ مذکور ہو چکا کہ بیع فاسد کا فسخ کرنا حق اللہ کے سبب سے ہو تو اب کچھ فرق نہ رہا بیع اور اجارہ میں وکذا الزیادۃ متصلۃ غیر متولدۃ کصبغ وخیاطۃ وطحن حنطۃ ولت سویق وحزل قطن وجارۃ علفت مستہ اور اسی طرح بائع فسخ ہو ہر ایک وہ زیادتی جو مبیع سے متصل ہو اور اس سے پیدا نہیں ہوئی چنانچہ رنگ اور درخت کپڑے میں اور پسینا گیہوں کا اور لت کرنا ستو کا اور کاتنا روئی کا اور لونڈی جو حاملہ ہوگئی مشتری سے ہم طحطاوی نے کہا کہ حمل جاریہ منجملہ زیادت غیر متولدہ ہو نظر مرد کی مٹی کے فلہ متصلۃ کولد ولادۃ متولدۃ کثمن فلہ الفسخ ویفصلہا یا تھلا سوی منفصلۃ غیر متولدۃ جو ہر سوا گر زیادتی منفصل ہو یعنے غیر متولدہ چنانچہ ولد یا زیادتی متولدہ ہو جیسے گھی تو اُسکو فسخ کا اختیار ہو اور اسکا تاوان دے بائع کے استہلاک سے سوائے منفصل غیر متولد زیادتی کے کذا فی الجوہرہ وہم زیادتی منفصل غیر متولد چنانچہ کسب خلاصہ یہ ہو کہ چار قسم کی زیادتی میں سے فقط منفصل غیر متولد زیادتی میں فسخ ممتنع ہو اور مشتری پر قیمت واجب ہو نہ باقی میں وفی جامع الفصولین لو نقص فی ید المشتری بفعل المشتری او بالمبیع او دیعۃ مسماویۃ احتنہ البائع مع الارش ولو بفعل البائع او بسماوی او بفعل اجنبی خیر البائع اور جامع الفصولین میں ہو کہ اگر مبیع ناقص ہوگئی مشتری کے ہاتھ مشتری کے فعل سے یا مبیع کے فعل سے یا آفت سماوی سے تو بائع مبیع کو لیدیگا ساتھ لینے بقدر نقصان کچھ مال مشتری سے لے اور اگر نقصان ہوا ہو بائع کے فعل سے، تو مبیع مسترد ہوگی اور اگر اجنبی کے فعل سے نقصان ہوا تو بائع مختار ہو لینے چاہے مشتری سے نقصان کا مواخذہ کرے چاہے اجنبی سے کذا فی البحر وکرہ تحریما مع الصحۃ البیع عند الاذان الاول الاذا تایا بعا میسان فلا بأس بہ لتعلیل الاہم بالاخل

آخر مشتری نے عمارت بنائی یا درخت لگائے یا زمین کھودی یا کپڑا رنگا یا آٹا گوندھا یا روئی کاتی یا گیہوں پیسے یا کپڑا سیا یا بکری ذبح کی یا گیہوں کو پیسا یا کپڑا کاٹا یا کپڑا بنا یا سوت کو بٹا یا لونڈی حاملہ ہوئی یا بچہ جنا یا بکری کو موٹا کیا یا کپڑا دھویا یا کپڑا کو دھوبی کے پاس لیگیا یا کپڑا کو درزی کے پاس لیگیا یا کپڑا کو رنگریز کے پاس لیگیا یا کپڑا کو دھوبی کے پاس لیگیا یا کپڑا کو درزی کے پاس لیگیا یا کپڑا کو رنگریز کے پاس لیگیا

بالصبح فاذا انتفی انتفی اور مکروہ تحریمی ہو صحت کے ساتھ بیع کرنا جمعہ کے دن اذان اول کے وقت مگر جبکہ بائع اور مشتری نے خرید فروخت کی نماز کے واسطے چلنے کی حالت مین تو کچھ مضائقہ نہین بواسطے تعلیل نہی کے چلنے کی خلل اندازی سے پھر جب خلل اندازی کی نفی ہوئی تو نہی بیع کی بھی نفی ہوگئی ہم قرآن مجید مین منصوص ہی کہ اذان سنکر نماز کے واسطے سعی کرنا اور ترک بیع واجب ہی اگر بعد اذان خرید فروخت واقع ہو تو سعی واجب مین خلل پڑے اس سے معلوم ہوا کہ چلنے کی حالت مین بیع مکروہ نہین کیونکہ مانع سعی کی نہین ہکذا فی العنایۃ والنہایۃ وشرح زیلعی اور بحر الرائق مین اسکو بھی مکروہ کہا ہی یعنے اسواسطے کہ نقوص معلل نہین کذا فی الطحطاوی وقد حضر منہ من لا جمعۃ علیہ ذکرہ المصنف اور البتہ مخصوص ہی اُسی سے بیع اسکی جسپر جمعہ فرض نہین مصنف نے اسکو اپنی شرح مین ذکر کیا ہی یعنے عورتین اور مسافر اور بیمارون کی بیع بعد اذان کے مکروہ نہین کیونکہ اُنپر سعی واجب نہین وکرہ النجش بفحتین فی لیسکن ان یزید لا یرید الشراء او یمدحہ بما لیس فیہ لیرد جہ اور مکروہ ہی لاڑیاین نجش لفتحے نون وجیم اور سکون خیم بھی جائز ہی اسکو کہتے ہین کہ قیمت بڑھاوے اور خریداری کا ارادہ نکرے یا مبیع کی ایسی تعریف کرے جو اسمین نہین تاکہ اسکی خریداری پر لوگون رغبت کرین ویجری فی النکاح وغیرہ اور لاڑیاین نکاح وغیرہ مین بھی جاری ہی ہم یعنے حرمت لاڑیے پن کی فقط بیع مین خاص نہین نکاح وغیرہ مین بھی حرام ہی اسواسطے کہ حدیث مین وارد ہی لا تناجشوا یعنے لاڑیاین نکرو اور یہ نہی عام ہی بیع کو بھی اور نکاح وغیرہ کو بھی ثم النہی محمول علی ما اذا کانت السلعۃ بلغت قیمتہا اما اذا لم تبلغ لا یکون الا انتفاع الخادع عنایہ پھر دریافت کرنا چاہیے کہ نہی نجش کی محمول ہی اس صورت پر جب کہ چیز کی قیمت پوری ہوگئی ہو اور اگر ہنوز قیمت پوری نہوئی ہو تو بلا قصد خریدشن کا زیادہ کرونیا لقد قیمت مکروہ نہین بسبب نفی ہونے ضرر کے کذا فی العنایہ یعنے اس صورت مین بائع کا فائدہ ہی اور مشتری کا بھی کچھ نقصان نہین لہذا مکروہ نہین والمسوم علی سوم غیرہ ہو نوذ میا او مستامنا اور مکروہ ہی مول چکاتا غیر کے مول چکائے پر اگرچہ شخص غیر کا فرذمی یا مستامن ہو ہم صحاح ستہ مین ابو ہریرہؓ سے مروی ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مول نہ چکاوے مرد اپنے بھائی کے مول چکائے پر اور نہ بیع کرے اپنے بھائی کی بیع پر اور نہ پیام نکاح کا دے اپنے بھائی کے پیام پر کذا فی التیسیر اگر کوئی کہے کہ حدیث مذکور مین بھائی کا لفظ وارد ہی تو مسلم مراد ہی نہ ذمی اور مستامن پھر کا جواب شارح نے اپنے ایندہ قول مین دیا وذکر الاخ فی الحدیث لیس قیدا بل لزیادۃ التنفیر نفر اور بھائی کا ذکر حدیث ممدوح مین قید نہین کافر کے اخراج کے واسطے بلکہ زیادتی تنفیر کے واسطے ہکذا فی النہر یعنے مسلم کے ساتھ یہ فعل کرنا زیادہ تر قبیح لائق تنفیر ہی وھذا بعد الاتفاق علی ما یملغ الثمن او المہر والا کا یکرہ کما تبیع من یزید وقد باع علیہ الصلوۃ والسلام قدحا وحلسا بیع من یزید اور یہ یعنے کہ اہانت مول چکانے کی اور نہ منگنی کی منگنی کے بعد متفق ہوجے مشتری اور بائع کے ہم مقدار شن پر یا مہر پر صورت پیام نکاح اور اگر طرفین کا ہنوز شمن یا مہر پر اتفاق نہین تو کراہت نہین اسواسطے کہ یہ بیع من یزید ہی اور حالانکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک پیالہ اور کملی بطریق بیع من یزید کے بیچی ہم عنایہ مین ہی کہ اتفاق شمن کی یہ صورت ہی کہ وہ شخص مول چکاوین ایک چیز کا اور بائع اور مشتری شمن پر راضی ہوجاوین اور ہنوز عقد بیع منعقد نکرین کہ تیسرا شخص آوے اور مول زیادہ کرکے تو یہ جائز ہی لیکن مکروہ ہی کذا فی السین وحشت انگیزی اور ضرر رسانی ہی تو یہ مکروہ ہی اگر بائع بیع کی طرف مائل ہوچکا ہو بعد الفصال شمن کے اور یہی حکم ہی نکاح کا اور اگر بائع ہنوز مائل نہوا ہو تو مول چکانا مکروہ نہین انتہی اور جامع ترمذی مین انسؓ سے روایت ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک انصاری صحابی سوال کرنے آیا سو حضرت نے فرمایا کہ اپنے گھر مین کوئی چیز نہین اُسنے کہا کیون نہین ایک کمبل ہی جسکو کچھ مین اوڑھتا ہون اور کچھ بچھاتا ہون اور ایک پیالہ ہی جسمین مین پانی پیتا ہون فرمایا کہ انکو میرے پاس لے آؤ سو وہ دونون چیزین لے آیا حضرت نے انکو لیا اور فرمایا کہ کون شخص ان دونون کو خریدکرتا ہی سو ایک مرد نے کہا کہ مین انکو بعوض ایک درم کے خریدکرتا ہون رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا دو بار یا تین بار من یزید علی درہم کون ہی جو ایک درم سے زیادہ دے تو ایک مرد نے کہا کہ مین دونون کو دو درم کو لیتا ہون سو حضرت نے دونون چیزین انکو دین اور دونون درم مرد انصاری کو دئے اور فرمایا کہ ایک سے طعام خریدکر کے اپنے اہل وعیال کو دے اور دوسرے سے کلہاڑی میرے پاس خریدکر لا سو وہ لایا اور رسول خدا

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُسمیں اپنے دست مبارک سے بیٹ ڈالا پھر فرمایا کہ جالکا میان لیا کرو اور بیچا کرو اور میں تجھکو پندرہ دن نہ دیکھوں تجھے ایسا ہی کیا پھر وہ آیا اور اسکو دس درم حاصل ہوئے سوائے کچھ درموں کے کپڑا خرید کیا اور کچھ سے کھانا تو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ تیرے حق میں بہتر ہی تیرے آنے سے سوال سیاہی کا داغ تیرے مُنہ پر قیامت کے دن کذا فی الطحطاوی ص یہ حدیث جواز تیلام کی جو بالفعل ہندمیں مشہور ہی اصل ہی وتلقی الجلب بعنی الجلوب والجالب اور مکروہ ہی اناج کی بھرتی کو آگے بڑھ کر لینا اور خریدنا جلب بالفتحتین یعنی مجلوب یا جالب ہی ص تلقی جلب کی صورت ایسیجا بی نے یون ذکر کی ہی کہ ایک شخص کو اہل شہر سے خبر ملی کہ اناج کا بڑا قافلہ آتا ہی اور اہل شہر قحط مین گرفتار ہین سو وہ شخص قافلے مین جا کر ملا اور اُسکے سب غلہ خرید کر لیا اور شہر مین اگر اُسکے خاطر خواہ بیچا اور اگر یہ شخص نہ جاتا اور قافلہ شہر مین آتا تو اہل شہر کو کشائش ہوتی درصورت قحط تلقی جلب مکروہ ہی اور اگر اہل شہر کو تلقی جلب سے ضرر نہو تا تو مکروہ نہین اور بعضون نے کہا صورت اسکی یہ ہی کہ شہر والا قافلہ کو آگے بڑھ کر ملے اور شہر کے نرخ سے سستا خرید کہ لے اور حالانکہ اہل قافلہ کو نرخ شہر کا معلوم نہین تو یہ خرید جائز ہی لیکن مکروہ ہی بسبب فریب کے خواہ اہل شہر کو ضرر ہو یا نہو کذا فی الطحطاوی عن الاتقانی وھذا اذا کان یضر باھل البلدۃ ابدیلس السعر علی الوارد ین احدم علمم بہ فیکو المضرر والغرور یہ کراہت یعنے تلقی جلب اسوقت ہی جبکہ اہل شہر کو مضر ہو یا وہ شخص غلہ لانے والون پر شہر کے نرخ کو مخفی رکھے بسبب اُنکی لاعلمی کے تو یہ مکروہ ہی بسبب ضرر اہل شہر کے پہلی صورت مین اور بسبب دھوکا دینے کے دوسری صورت مین اما اذا التقیا ھلا یکرہ اور جبکہ ضرر اور تلبیس نرخ متفی ہون تو تلقی جلب مکروہ نہین وکرہ بیع الحاضر للبادی اور مکروہ ہی بیع حاضر کی واسطے بادی کے یعنے شہر کا رہنے والا شخص بیرونی کا مال دلالی کر کے نہ بیچے صحیح مسلم وغیرہ مین جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمائی کہ حاضر بادی کے واسطے بیع نکرے اور چھوڑو لوگون کو تا اللہ تعالے روزی دے بعضے آدمیون کو بعضون سے وھذا فی حالۃ القحط وعوا وھکذا کما لا یخفی ھذا ھو الضرر اور یہ کراہت قحط اور حاجت کی حالت مین ہی اور اگر قحط نہو شخص بیرونی کا مال بیچ دیا بطریق دلالی کے مکروہ نہین بسبب مضرت کے ص یعنے قحط کی حالت مین یا ہر کا آدمی انج بیچنے لایا اور شہر والے نے اُسسے کہا کہ تو بیع مین جلدی نکر مین تجھکو گران بیچ دونگا تو اسوسطے مکروہ ہی کہ اسمین اہل شہر کو ضرر رسانی ہی بخلاف فراخ سالی کے قبل الحاضر للبادی والبادی للمشتری وھکذا عمم کما فی العینی انھما السماسرۃ والیائم ولموافقۃ اخر الحدیث عولنا ان یرزق اللہ بعضھم من بعض (رواہ مسلم) وبادی بمعنے دیہاتی کہا کہ حاضر سے مالک مراد ہی اور بادی سے مشتری اور قول صحیح ترجیحا بمجتبی مین ہی یہ ہی کہ حاضر سے مراد دلال ہی اور بادی بالغ بسبب موافق نحو اُس تفسیر کے اخر حدیث سے یعنے چھوڑو لوگون کو تا اللہ روزی دے بعضون کو بعضون سے اور اسی واسطے بیع کا لعدیلام سے ہوا نہ دسے ص تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہی سنن ابوداؤد مین کیکون بیع من یزید سلعۃ ویسومھا الکلا ۱۲ مکروہ نہین بیع من یزید بدلیل حدیث گذشتہ جسمین بیاللہ اور کل کا قصد مذکور ہوچکا اور اس بیع کو اہل مصر کے عرف مین بیع اللالۃ کہتے ہین کذا فی الفتح اور بالفعل ہندوستان مین اسکو نیلام بولتے ہین اسکو بیع من زیدیا سواسطے کہ کہا یا ئے زیادتی ثمن چاہتا ہی لہذا کہتا ہی کہ اس ثمن سے کون شخص زیادہ ثمن دیتا ہی وکرہ یفرق عبر یا لنفی مبالغۃ فی المنع المعنہ علیہ الصلوۃ والسلام مفرق بین الوالدۃ وولدھا واخیہ وبینہ وعینی وعن الثانی فسادہ مطلقا وبہ قال زفر والائمۃ الثلثۃ بین صغیر غیر بالغ وذی رحم محرم منہ ای محرم من جھۃ الرحم لا الرضاع کما یعلم مما مر رضاعا فھم وجدانی نہ کیجائے صغیر غیر بالغ اور اسکے قرابت دار محرم کے درمیان یعنے وہ محرم جو بسبب نسب کے ہو نہ رضاعت کے چنانچہ چچا کا بیٹا جو رضاعی بھائی ہو تو اسکو بوجہ لے شارح کہتا ہی عنقریب نہی تفریق کو نفی کر تعبیر کیا مبالغے کے واسطے منع بیع مین بسبب لعنت کرنے نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے اسکو جو جدائی ڈالے درمیان باپ اور اسکے بیٹے کے اور درمیان ایک بھائی اور اسکے دوسرے بھائی کے روایت کیا اس حدیث کو ابن ماجہ وغیرہ نے اور ابو یوسف سے روایت ہی کہ یہ بیع فاسد ہی ہر طرح سے خواہ قرابت ولادت ہو یا نہو ھم نفی مین مبالغہ منع کیا اسواسطے کہ تفریق کو محال عظیم الوقوع ٹھہرایا اور صغیر مین غیر بالغ کی قید اس وہم کے دفع کے واسطے لگائی کہ صغیر سے وہ مراد ہی جو اپنا ضروری کام نکر سکے تو اس قید سے مراہق یعنے قریب البلوغ بھی صغیر مین داخل رہا الا اذا کان التفریق باعتاق ونحوہ بعد لوقوع ملک او بیع ممن حلف بعتقھا وکان للاللاک فرا لعدم مخالفۃ بالشرائع

۷ لیعنے صورت تفریق مین یون ہوئی ہو ۱۲

۸ والا یعنے اگر تفریق باعتاق ۱۲

او مستحق ولو لآخر لطفلہ او مکاتبہ فلا یاس بہ او تعدد محارمہ فلو بیع ہو لاحدہ او لاجنبی والمحق بہما فتح مگر جبکہ تفریق بسبب عتق اور اسکے توابع کے ہو چنانچہ تبرا اور استیلاد اور کتابت اگرچہ اعتاق بعوض مال کے ہو یا اس شخص کے ہاتھ بیچ کے سبب سے تفریق ہو جیسے غلام مبیع کے آزاد کرنے کی قسم کھائی یا مالک غلام کا کافر ہو کیونکہ کافر حاکم شرعیہ نہیں یا مالک متعدد ہوں اور اگر دوسرا غلام اسکے طفل یا مکاتب کا ہو تو تفریق میں کچھ مضائقہ نہیں یا غلام کے محارم چند ہوں تو مالک کو محارم کا بیچنا جائز ہے سوائے ایک محرم غیر اقرب احد والدین کے اور جو طفل بوالدین ہو کذا فی القنیہ اگر صغیر کی دادی اور عمہ اور خالہ ہو تو عمہ اور خالہ کی بیع جائز ہے نہ دادی کی کیونکہ وہ ماں کے برابر ہے او بحق مستحق کغرمہ مستحقا یا تفریق بواسطہ حق مستحق کے ہو چنانچہ ایک غلام کا مستحق نکلنا یعنے زید کے پاس دو غلام محرم ہیں اور ایک غلام اسمیں دوسرے شخص کا مملوک نکلا تو اب تفریق ممنوع نہیں کذا فی الظہیریہ فلو ضمن احدھا بالجنایۃ وبیعہ بالدین او باذن المالک لم یجز وھو یضمن للاخر قیمۃ ان اختار ذلک او ضمن الجانی ان اختار ذلک او ضمن العبد ان اختار ذلک ثم یرجع العبد علی الجانی بما ضمن ان اختار ذلک او علی المولی بما ضمن ان اختار ذلک ولا یرجع المولی علی احد بما ضمن لانہ ضمن بسبب ملکہ ولا یرجع المالک بما ضمن علی احد لانہ ضمن بسبب ملک غیرہ ولا یرجع العبد علی المولی بما ضمن لانہ ضمن بسبب ملک نفسہ ولا یرجع المولی علی الجانی بما ضمن لانہ ضمن بسبب ملک نفسہ ولا یرجع العبد علی الجانی بما ضمن لانہ ضمن بسبب ملک غیرہ ولا یرجع المولی علی العبد بما ضمن لانہ ضمن بسبب ملک نفس

بعد الاستحقاق لانہ من صورہ اور کہتے ہین بیع فضولی کو بالاستحقاق کے بعد کر کیا ہی سواسطے فضولی باستحقاق کی صورتون بیع سے ہی ہم وجہ اسکی یہ ہی کہ مستحق دعوی کے وقت یہ کہتا ہی کہ یہ مبیع میری ملک ہی اور جسنے میرے ہاتھ بیچی اسنے بلا اذن میرے سو یہی ہی بعینہ بیع فضولی کی حقیقت ہی اور دوسری وجہ یہ ہی کہ بیع فضولی کے بعد اگر اجازت نہو تو ظاہر ہوتا ہی کہ مبیع غیر کا حق ہی ھو من یشتغل بما لا یعنیہ فالقائل لمن یامر بالمعروف انت فضولی یعنی علیہ الکفر کہتے وہ یعنے فضولی لغت مین اسکو کہتے ہین جو مشغول ہو بیفائدہ کام مین تو جسنے کہا اس شخص سے جو امر بالمعروف کرتا ہی کہ تو فضولی ہی تو اسپر کفر کا خوف ہی کذا فی الفتح اسواسطے کہ امر بالمعروف شرعا واجب ہی اور فاعل کو مفید ہی تو اسکو فضولی کہنا ظاہر الفی وجوب پر دلالت کرتا ہی اور قائل مذکور کی فی الحقیقت تکفیر نہوئی اسواسطے کہ اس کلام سے نفی وجوب مقصود نہین ہوتی واصطلاحا من یتصرف فی حق غیرہ بغیر ولایۃ الجنس بغیر اذن شرعی فصل خرج بہ نحو وکیل ووصی اور اصطلاح فقہ مین فضولی وہ ہی جو اپنے غیر کے حق مین تصرف کرے بدون اذن شرعی کے تصرف کرنا حق غیر مین بمنزلہ جنس کے ہی تو اسمین وکیل اور وصی اور قیمون سب داخل ہین اور بغیر اذن شرعی فصل ہی جنس سے مانند وکیل اور وصی کے چنانچہ قاضی نکل گیا فضولی کی تعریف سے کل تصرف صدر منہ تملیکا کان کبیع وتزویج او اسقاطا کطلاق وعتاق ولم یجز ای لہذا التصرف من یقدر علی اجازۃ حال دحق عند انعقد موقوفا جو تصرف کہ صادر ہو فضولی سے خواہ وہ تصرف تملیک ہو چنانچہ بیع اور تزویج یا اسقاط ملک ہو چنانچہ طلاق اور اعتاق اور حالانکہ اسکا مجیز ہی یعنے اس تصرف کے واسطے وہ شخص موجود ہی جو قادر ہی اسکی اجازت پر تصرف کے واقع ہونے کے وقت مین تو یہ تصرف منعقد ہوگا مالک کی اجازت پر موقوف ہوکر ہم لیتے اگر مثلا زید نے خالد کے مال کی بیع کی یا اسکا کسی عورت سے نکاح کر دیا یا اسکی زوجہ کو طلاق دی یا اسکا غلام آزاد کر دیا تو اگر خالد اجازت دیگا اور جائز رکھے گا تو بیع اور تزویج اور طلاق اور اعتاق نافذ ہوگا والا باطل ہوگا وملا یجیز لہ حالۃ العقد لا ینعقد اصلا بیاتم صبی یا یتم مثلا ثم بلغ قبل اجازۃ ولیہ فاجاز بنفسہ جاز لانہ لہ ولیا یجیزہ حالۃ العقد بخلاف مالو طلق مثلا ثم بلغ فاجاز بنفسہ لم یجز لانہ وقت العقد کان غیر اہل لیطل مالم یقل او قعتہ فیصح استناد کالاجازۃ کما بسطہ العمادی وجس تصرف کا کوئی مجیز نہین حالت عقد مین تو وہ اصلا منعقد نہوگا تفصیل اس اجمال کی یہ ہی کہ ایک صغیر نے اپنا مال بیچا مثلا پھر وہ بالغ ہوا قبل اجازت اپنے ولی کے سو اسنے بیع سابق کو جائز رکھا تو بیع مذکور جائز ہوگی اسواسطے کہ اس بیع کے واسطے صغیر کا ولی اجازت دینے والا حالت عقد مین موجود تھا بخلاف اسکے کہ اگر صغیر نے مثلا اپنی زوجہ کو طلاق دی پھر وہ بالغ ہوا اور اسنے بذات خود طلاق مذکور جائز رکھی تو طلاق جائز نہوگی اسواسطے کہ عقد طلاق کے وقت اسکا کوئی مجیز نہ تھا یعنے صغیر بسبب عدم بلوغ کے اہلیت طلاق کی نہ رکھتا تھا اور اسکے ولی کو طلاق مین مطلق دخل نہین تو طلاق مذکور باطل ہوگی جبتک بعد بلوغ یون نہ کہے کہ مین نے طلاق واقع کی تو اب طلاق صحیح ہوگی بطور اقتدار طلاق کے نہ بطریق اجازت کے چنانچہ اسکو عمادی نے مشرح بیان کیا ہم ہر چند صغیر تصرفات مذکورہ مین فضولی نہین کیونکہ غیر کی ملک مین تصرف ہین لیکن چونکہ اسکا تصرف اپنے مال مین نافذ نہین لہذا اسکو فضولی قرار دیا وقف بیع مال الغیر او الغیر بالغا عاقلا فلو صغیرا او مجنونا لم ینعقد اصلا کما فی الزواہر معزیا للحاوی وغیرہ کے مال بیع موقوف ہی اگر شخص غیر بالغ عاقل ہو تو اگر غیر شخص صغیر یا مجنون ہو تو بیع اصلا منعقد نہوگی چنانچہ زواہر الجواہر مین ہی حاوی سے نقل کر کے وھذا ان باع بغبن فاحش لما مر یعنے اور یہ بیع توقف ہے اس صورت مین ہی اگر فضولی نے مبیع کو اس شرط پر بیچا ہو کہ بیع مالک کے واسطے ہو یعنے بیع فضولی جو اجازت پر موقوف ہوتی ہی تو فقط اسی شرط سے ہی اما لو باع علی انہ لنفسہ او باعہ فوق تنفسہ او شرط الخیار فیہ لما لکہ المکلف او باع عرضا من غاصب عرضا آخر للمالک بہ فالبیع باطل اور اگر مشتری یا طرف یہ کہ مبیع میرا مال ہی یا اسکو بیچا اپنی ذات سے لیئے خود خرید کیا یا اسمین اسکے مالک کے واسطے خیار شرط کیا یا فضولی نے متاع او بیچا اس شخص سے جسنے دوسری متاع مالک کی غصب کی ہو من متاع مغصوب کے تو بیع ان چار صورتون مین باطل ہی ہم ابو سعود نے حاشیہ اشباہ مین ذکر کیا کہ دو شخصون نے ایک شخص کی دو متاع کو غصب کیا پھر ایک غاصب نے دوسری غاصب سے متاعین مغصوبین کی بیع کی پھر مالک نے اس بیع کو جائز رکھا تو بیع جائز نہوگی سواسطے

کہ فائدہ بیع کا ملک رقبہ اور تصرف ہر سو مالک کو یہ دونوں عقد بھی بدلین میں حاصل ہیں لہذا بیع منعقد ہوگی تو اجازت بھی اسکو لاحق ہوگی اور اگر دو غاصبوں نے دو شخصوں کی متاع کو غصب کیا اور بیع منعقد کی اور دونوں مالکوں نے اجازت دی تو جائز ہے اور ظاہر اسی حکم ہے دو فضولیوں کا جنھوں نے ایسا کیا تو غصب کچھ قید نہیں اور متاع کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر دو غاصبوں نے ایک شخص کے نقود کو غصب کر کے عقد صرف کر لیا تو صحیح ہوگا اسواسطے کہ نقود معاوضات میں تعین نہیں کذا فی الطحطاوی والحاصل ان بیع موقوف کما فی ھذا الخسر فیما طل اور حاصل کلام یہ ہے کہ فضولی کی بیع موقوف ہے مگر ان پانچ صورتوں میں باطل ہے ہم چار صورتیں تو یہی ہیں جو ابھی مذکور ہو چکیں اور ایک صورت مال صغیر اور مجنون کی بیع ہے قید بالبیع کا تہ لو اشتری لغیرہ نفذ علیہ الا اذا کان الشتری صبیا او مجنونا علیہ قیمتہ قولہ مصنف نے فضولی کی بیع کو بقید توقف مقید کیا اسواسطے کہ اگر فضولی غیر کے واسطے کوئی چیز خریدے نہ لگا تو مشتری لینے فضولی پر نیا قدر ہوگی مگر جبکہ مشتری صغیر یا ممنوع التصرف ہو تو اسکی اجازت پر خرید موقوف ہوگی جسکے واسطے خرید واقع ہوئی ہم جب فضولی پر خریدنا نافذ ہوئی تو اگر غیر اب اجازت بھی دے تو بھی اسکے واسطے نافذ نہ ہوگی کیونکہ اجازت موقوف کو لاحق ہوتی ہے نہ نافذ کو پھر اگر فضولی خریدی چیز غیر کو دے اور جس اسے لے تو دونوں میں بیع تعاطی اب ہو جائیگی کذا فی الطحطاوی عن البحر ھذا اذا لم یصفہ الفضولی الی غیرہ فلو اضافہ قد یقال ھذا لعبد للفلان فقال البائع بعتہ فلان توقف بزازیۃ وغیرھا یہ یعنے خرید کا نافذ ہونا فضولی پر اسوقت ہے جبکہ اسنے خریداری کو اپنی غیر کی طرف منسوب نکیا ہو تو اگر غیر کی طرف نسبت کی ہوگی اسطرح پر کہ بائع سے کہا ہو کہ اس غلام کو بیچ دے فلانے شخص کے ہاتھ سو بائع نے کہا کہ بیچ اسکے ہاتھ بیچا تو اسکی اجازت پر خرید موقوف ہوگی کذا فی البزازیۃ وغیرہا کان بیعہ لنفسہ باطلا کما فی البحر والاشباہ عن البدائع کانہ لا تفاقہ صاحب البحر اسواسطے کہ فضولی کی بیع اپنے واسطے باطل ہے کذا فی البحر والاشباہ عن البدائع شاید کہ یہ بیع اسواسطے باطل ہے کہ فضولی غاصب ہے مبیع کا ہم جلبی نے کہا کہ شارح کے قول سابق یعنے فالبیع باطل کی تعلیل ہے طحطاوی نے کہا بہتر یہ ہے کہ مصنف کے قول یعنے لمالکہ کی یہ قول تعلیل ہو وکذا من نفسہ لان الواحد لا یتولی طرفی البیع الا لاب کما مر اور اسی طرح فضولی کا خرید کرنا اپنے واسطے باطل ہے اسواسطے کہ ایک شخص بیع کے دو طرفوں کا یعنے ایجاب اور قبول کا متولی نہیں ہوتا سوائے باپ کے جیسا کہ کتاب البیوع کے اول میں مذکور ہو چکا وعبارۃ الاشباہ کبیع الفضولی موقوف الا فی ثلث فباطل اذا باع لنفسہ بدل تمر واذا اشترط الخیار فیہ للمالک تلقیح واذا باع عرضا من غاصب عرضا آخر للمالک بفتح کذا فی النہر لکن فتعقب المصنف الاولی لما فیہ ما لفرع المذھب لنصریحھم بان بیع الغاصب موقوف وبان للمبیع اذا استحق فللمستحق اجازتہ علی الظاھر مع ان البائع باع لنفسہ لا للمالک الذی ھو المستحق مع انہ توقف علی الاجازۃ اور عبارت اشباہ یہ ہے کہ بیع فضولی کی موقوف ہے مگر تین صورتوں میں باطل ہے جبکہ فضولی نے اپنے واسطے بیع کی کذا فی البدائع اور جبکہ اسمیں مالک کے واسطے خیار شرط کیا کذا فی التلقیح اور جبکہ فضولی نے متاع بیچی اس شخص کے ہاتھ جسنے مالک کی متاع غصب کی بعوض متاع مغصوبہ کے لیکن مصنف نے اپنی شرح میں پہلی صورت کو ضعیف کہا ہے بسبب اسکے مخالف ہونے کے مسائل مذہب سے کیونکہ فقہا نے تصریح کی ہے کہ بیع غاصب کی موقوف ہے نہ باطل اور اسکی تصریح ہے کہ مبیع جب غیر بائع کی مستحق نکلی تو شخص مستحق کو اس بیع کی اجازت درست ہے بنا بر ظاہر قول کے باوجودیکہ بائع نے مبیع کو اپنے واسطے بیچا نہ مالک مستحق کے واسطے ساتھ اسکے کہ وہ مالک کی اجازت پر موقوف ہے واما الثانیۃ حتی الہر ویشترط الغاء الشرط فقط قلت صححہ شیخنا ان بیعہ موقوف ودونفسہ علی الصحیح انتہی اور دوسری صورت کی تصحیح نہر الفائق میں یوں ہے اور فقط شرط خیار کا لاوردیا لائق ہے شارح کہتا ہوں اور حاصل کلام صاحب نہر کا جسکو ہمارے استاذ نے فرمایا ہے یہ ہے کہ بیع فضولی کی دو صورت شرط خیار موقوف ہے اگرچہ بیع اپنے واسطے ہو بنا بر قول صحیح کے انتہی کلام شیخ الشارح کذا فی الطحطاوی ولکن فی حاشیۃ الاشباہ کابن المصنف وردت علیہ مسئلتین من الحاوی ھا بیع الفضولی مال صغیر ومجنون کھتحقق اصلا الی ھنا لیکن ابن مصنف کے حاشیۃ الاشباہ میں ہے اور بیع اشباہ کے تین مسئلوں پر دو مسئلے اور زیادہ کئے ہیں حاوی سے اور وہ دونوں یہ ہیں بیع فضولی کی مال صغیر اور مجنون کو کہ یہ بیع ہرگز منعقد نہیں ہوتی یعنے

باطل ہو انتہی للطحطاوی نہ کما الی بنا یعنی انتہی ہو دہ وقف بیع العبد والصبی المحجور علی اجازۃ المولی والولی فکلا العقود او غلام مسخوط التصرف او صغیر ممنوع التصرف کی بیع موقوف ہو مولی اور ولی کی اجازت پر اور اسی طرح عقود کلہ بیع ولی کی اجازت پر موقوف ہو دہ فی العمادیۃ وغیرھا کما ستعقل قاریہ العبد کلا عقودہ وستعرفہ فی الحجر اور عمادیہ وغیرہا مین ہو کہ غلام کے اقرار منعقد نہین ہوتے اور وہ اسکے عقود اور اسکی ہم تعین کرینگے کتاب الحجر مین ہم ظاہر اعمادیہ کی عبارت متن کے مخالف ہو اسواسطے کہ بیع منجملہ عقود کے ہو اور وہ موقوف ہو دہ غیر منعقد اور جواب اسکا یون ممکن ہو کہ غیر منعقد سے غیر لازم مراد ہو دہ وقف بیع مالہ من فاسد وغیر رشید علی الاجازۃ القاضی اور بالغ کا بیچنا اپنے مال کو مرد فاسد العقل غیر رشید سے قاضی کی اجازت پر موقوف ہو ھم غیر رشید وہ ہو جو تصرف کرنا بخوبی نہ جانتا ہو وبیع المرھون والمستاجر فکما مر فی مراعۃ الغیر علی اجازۃ مرتہن ومستاجر ومزارع اور جو چیز گروی ہو اور غیر کے اجارے مین ہو اور جو زمین غیر کے پاس بٹائی مین ہو اسکی بیع مرتہن اور مستاجر اور مزارع کی اجازت پر موقوف ہو ھم مرتہن اور مستاجر اجازت بیع کے مالک ہین نہ فسخ بیع کے لیکن کر اسکے کہا کہ مرتہن اجازت اور فسخ دونون کا مالک ہو نہ مستاجر کذا فی الطحطاوی دہ وقف بیع شیئ بر قمہ ای بالمکتوب علیہ فان علم المشتری فی مجلس البیع نفذ والا بطل اور موقوف ہو بیع شئ کی اسکی رقم پر یعنے ثمن کی علامت اسپر لکھی ہو سو اگر مشتری نے مجلس بیع مین علامت مذکورہ کو دریافت کیا تو بیع نافذ ہو اور نہین تو باطل ہو ھم مصنف نے اس بیع کو صحیح عارض الفساد قرار دیا ہو اور بحر الرائق اور نہر الفائق مین اسکے بالعکس ہو قلت وفی مواجبۃ البحر انہ فاسد لعرضیۃ الصحۃ بالعکس ھو الصحیح وعلیہ فیحترم مباشرتہ وعلی الضعیف لا یحل مباشرتہ کما مر فی باب المرابحۃ مین ہو کہ بیع بالرقم فاسد ہی جسکو صحت عارض ہو سکتی ہو یعنے علم فی المجلس سے نہ بالعکس اسکے یعنے صحیح عارض الفساد نہین ہی قول صحیح ہو تو بنا بر قول صحیح کے مباشرت اس بیع کی حرام ہو اور بنا بر قول ضعیف کے جسکو مصنف نے لیا ہو مباشرت حرام نہین دہ وذکر المصنف فی الدرر وبیع المبیع من غیر مشتریہ للخروج من بیع مال الغیر او مصنف نے درر کے اس قول کو ترک کیا اور بیع مبیع کی اسکے غیر مشتری سے بسبب داخل ہونے اس بیع کے مال غیر کی بیع مین ہو درر مین ہو کہ ایک شئ زید کے ہاتھ بیچی پھر اسکو بکر کے ہاتھ بیچا تو بیع ثانی ناقد نہین یہان تک کہ اگر بیع اول کو عاقدین فسخ کر دین تو بھی ثانی منعقد نہوگی لیکن مشتری کی اجازت پر موقوف ہوگی اگر بعد نہیں بیع ہوئی ہو مصنف نے اپنی شرح مین کہا کہ یہ نہین اس بیع کے ذکر سے اعراض کیا اسواسطے کہ یہ فی الحقیقت بیع مال غیر کی طرف راجع ہو جسکا ذکر پہلے ہو چکا اسواسطے کہ مشتری مبیع کا مالک ہوگیا خریدکرنے سے کذا فی الطحطاوی للغصا دبیع المرتد اور بیع مرتد کی موقوف ہو اسکی اجازت بعد الاسلام پر امام کے نزدیک خلافا للصاحبین والبیع بما یاع فلان والبائع لا یعلم والمشتری لا یعلم والبیع بمثل ما یبیع الناس بہ او بمثل ما اخذ بہ فلان فارغ علم فی المجلس صح والا بطل اور بیع موقوف ہو بعوض اُس ثمن کے جو فلانے شخص نے بیچا اور حالانکہ بائع اسکو جانتا ہو اور مشتری نہین جانتا اور بیع اُس ثمن کے مانند جسپر لوگ بیع کرتے ہین یا مانند اس ثمن کے جس ثمن سے فلانے شخص نے لیا تو اگر مشتری مجلس عقد مین ثمن کو دریافت کر گیا تو تینون صورتون مین بیع صحیح ہو اور نہین تو باطل ہو بیع الشئ بقیمتہ فان بین فی المجلس صح والا بطل ولہ اور موقوف ہو بیع شئ کی اسکی قیمت پر سو اگر قیمت مصرح ہوگئی مجلس عقد مین تو صحیح ہو نہین تو باطل ہو کذا ذکرہ العلامۃ الوانی وبیع فی خیار المجلس اور موقوف ہو دہ بیع جسمین خیار مجلس شرط ہو یعنے اگر مجلس مین اختیار کریگا تو صحیح ہو والا غیر صحیح دہ وقف بیع الغاصب علی اجازۃ المالک یعنی اذا باعہ لمالکہ لا لنفسہ علی ما مر عن البدائع اور موقوف ہو بیع غاصب کی مالک کی اجازت پر یعنے بشرطیکہ غاصب نے اسکے مالک کے واسطے بیع کی ہو نہ اپنے واسطے چنانچہ بدائع سے مذکور ہو چکا دہ وقف ایضا بیع المالک المعصوب علی البیعۃ او اقرار الغاصب اور بھی موقوف ہو بیع مالک کی شئ مغصوب کو گواہون پر یا غاصب کے اقرار پر یعنے درصورت انکار غاصب اگر گواہ ہون بیع ثابت کیا یا غاصب نے خود غصب کا اقرار کیا تو بیع صحیح ہو والا نہین وبیع ما فی تسلیمہ ضرر علی تسلیمہ فی المجلس اور بیع اس چیز کی جسکی تسلیم مین مضرر ہو بائع کا اسکی تسلیم فی المجلس پر موقوف ہو ھم چنانچہ چھت کی لکڑی بیچنا وبیع المریض لوارثہ علی اجازۃ الباقی اور مورث مریض کی بیع اپنے ایک وارث کے واسطے باقی وارثون کی

اجازت پر موقوف ہو و بیع الورثۃ الترکۃ المستغرقۃ علی اجازۃ الغرماء اور بیچنا وارثوں کا ترکہ مستغرقہ کو مورث کی قرضخواہوں کی اجازت پر موقوف ہو و بیع احد الوکیلین والوصیین والناظرین اباع بحضرۃ الآخر او قعد علی اجازتہ او بغیبتہ فبا طل اور دو وکیلوں یا دو وصیوں یا دو ناظروں میں سے ایک وکیل یا وصی یا ناظر کی بیع دوسرے کے سامنے موقوف ہو دوسرے کی اجازت پر یا دوسرے کی غیبت میں بیع کی تو باطل ہو و ادخلہ فی المعراج الی بیعۃ تلقین اور نہر الفائق میں بیع موقوف کو تیس ۳۰ کی قسم تک پہونچایا ہو ہم نہر الفائق میں اونتیس قسمیں بیع موقوف کی مذکور ہیں انا نحن مصنف اور شارح نے تینتیس ۳۳ قسمیں ذکر کی ہیں و حکمہا ای بیع الفضولی لولہ مجیز حال وقوعہ کامر او قبولہ کالجازۃ من العاقدین اذا کان البائع والمشتری والمبیع قائما بحالہ لا یتغیر المبیع بحیث لا یعد شیئا آخر کان اجازتہ کالتسلیم حکما اور حکم بیع فضولی کا اگر اسکے واسطے مجیز ہو وقوع بیع کے وقت جیسا کہ گذر گیا قبول کرنا اجازت کا ہو مالک سے جبکہ بالغ ہو فضولی اور مشتری اور مبیع قائم ہو اسطرح پر کہ مبیع متغیر نہ ہوگئی ہو اسطرح پر کہ دوسری چیز نہ شمار ہوگئی ہو اسواسطے کہ اجازت مالک کی بیع حکمی کے برابر ہی ہم تغیر مبیع کی یہ صورت ہو کہ مثلاً کپڑے کی قطع اور وضع تنوی ہو و الا اجازت مفید نہ ہوگی کیونکہ اب اسکا نام پیراہن یا قبا یا قمیص نام ہوگیا بخلاف کپڑا رنگین کرنے کے کہ اسمیں اجازت مفید ہوگی ایسا کچھ کہا ہے مصنف نے اپنی شرح میں لیکن بحر الرائق میں اسکے خلاف ہی یعنی بعد رنگ کرنے کے اجازت غیر مفید ہو کذا فی الطحطاوی و لکن یشترط قیام الثمن ایضا لو کان عرضا معینا کذا مبیع من وجہ فیکون ملکا للفضولی و علیہ مثل المبیع لو مثلیا و الا فقیمتہ و غیر العرض ملک للمجیز اما ثمنہ فی ید الفضولی مطلقا اور اسی طرح شرط ہو قائم رہنا ثمن کا بھی اگر ثمن عرض معین ہو اسواسطے کہ عرض معین مبیع ہو سکتا ہو ایک وجہ سے تو فضولی مشتری ٹھہرے گا اور خریدہ فضولی کی خود فضولی پر نافذ ہو تو عرض ملکر فضولی کا ملک ہوگا اور فضولی پر مثل مبیع واجب ہوگا اگر مبیع مثلی ہو اور نہیں تو قیمت اسکی واجب ہوگی اور جو ثمن کہ غیر عرض ہو یعنے مجملا نقود ہو تو وہ مالک مجیز کی ملک ہی فضولی کے ہاتھ میں امانت ہو کذا فی الملتقی و کذا یشترط قیام صاحب المتاع ایضا فلا یجوز اجازۃ وارثہ لبطلانہ بموتہ اور اسی طرح صاحب متاع کا بھی قیام شرط ہو تو جائز نہیں اجازت اسکے وارث کی بواسطے باطل ہو جانے اجازت کے اسکی موت سے و حکمہ ایضا ان اخذ المالک الثمن او طلبہ من المشتری یکون اجازۃ عمادیۃ اور بیع فضولی کا یہ بھی حکم ہو کہ ثمن لینا مالک کا اور اسکا ثمن مانگنا مشتری سے اجازت ہو کذا فی العمادیۃ و ہل للمشتری الرجوع علی الفضولی بمثلہ لو ہلک فی یدہ قیل لا کما لو قبضہ ان لم یعلم انہ فضولی و قت الاداء کان علم فتیسر و اعتمد ابن الشحنۃ و اقرہ المصنف و جزم الزیلعی و ابن ملک بانہ اجازۃ مطلقا اور کیا مشتری کو جائز ہو مثل ثمن کا پھیر لینا فضولی سے اگر ثمن فضولی کے ہاتھ ہلاک ہوجائے قبل اجازت مالک کے قول اصح یہ ہو کہ ہاں رجوع بالمثل جائز ہو اگر مشتری ادا کے ثمن کے وقت یہ نہ جانتا ہو کہ وہ فضولی ہو اور جائز نہیں اگر اسکو فضولی جان چکا ہو کذا فی الفیہ اور اسی قول کو معتمد جانا ہی ابن شحنہ نے اور اسکو ثابت رکھا ہی مصنف نے اپنی شرح میں اور زیلعی اور ابن ملک نے اسپر تعلیل کیا ہی کہ ثمن امانت ہی مطلقاً یعنے خواہ قبل اجازت کے ثمن ہلاک ہوا ہو یا بعد اجازت کے کذا فی الفتح اور درصورت امانت رجوع مثل ثمن جائز نہیں و قولہ لسادت بئس ما صنعت او احسنت او اصبت او علی المختار فتح اور مالک کا یوں کہنا فضولی سے کہ برا کیا تو نے کذا فی النہر برا چیز تو نے کی یا خوب کیا تو نے یا اچھا کیا تو نے اجازت ہی بقول مختار کذا فی الفتح ہم اور غیر مختار قاضی خان کا قول کہ احسنت اور اصبت اجازت نہیں کیونکہ استہزا کے واسطے بھی بولتے ہیں کذا فی الطحطاوی و ہبۃ الثمن من المشتری و التصدق علیہ اجازۃ للبیع فاما عادیہ اور ثمن ہبہ کرنا مالک کا مشتری سے اور ثمن کا تصدق کرنا مشتری پر اجازت ہی بیع کی بشرطیکہ مبیع قائم ہو کذا فی العمادیہ و قولہ لا انجیز ہ و امضیہ للبیع الموقوف فلو اجاز بعدہ لم یجز کان المفسخ لا یحیا بخلاف المستحق حیث یعتق الولد بتبیع الام لو جازہ ثم اجاز و مالک کا یوں کہنا کہ میں اجازت نہیں دیتا بیع موقوف کا رد کرنا ہی اگر بعد اسکے اجازت دیدیگا تو جائز نہیں اسواسطے کہ مفسخ اجازت پذیر نہیں ہوتا بخلاف مستحق کے کہ اگر کہے کہ میں اجازت نہیں دیتا اپنا بیچنے والے کی بیع کو پھر بعد اسکے اسنے اجازت دی تو جائز ہی و افاد کلامہ جواز الاجازۃ بالفعل والقول وان المالک لا اجازۃ والفسخ للمشتری لقولہ الاجازۃ و کذا المقصود فیما فی البیع کما نہ بعینہ مصنف

اور مصنف کے کلام سے ثابت ہوا اجازت کا جائز ہونا فعل سے اور قول سے اور یہ کہ مالک کو بیع کا جائز رکھنا اور اسکا فسخ کر دینا جائز ہے پھر مشتری کو فسخ جائز ہے نہ اجازت اور بسطرح فضولی کو قبل اجازت مالک کے بیع میں فسخ کرنا جائز ہے نہ نکاح میں کیونکہ فضولی نکاح میں بمنزلہ موکل ہے کذا فی البزازیہ ہم جب فضولی نکاح سے معزول ہو تو حقوق نکاح موکل سے متعلق ہونگے نہ فضولی سے بخلاف بیع کے کہ اسمیں فضولی کو فسخ کا اختیار ہے تا حقوق اپنی ذات سے دفع کرے اسواسطے کہ اجازت مالک کے بعد فضولی بمنزلہ وکیل ہوگا تو حقوق عقد اسکی طرف راجع ہونگے یعنی مطالب بالتسلیم اور مخاصم بالعیب ہوگا اور اسمیں کافر ہے تو اسکو اپنے اوپر سے مقرر کرنا قبل اسکے ثبوت کے جائز ہوا کذا فی الفتح وفی المجمع لو اجاز احد المالکین خیر المشتری فی حصتہ والزمہ محمد دیانۃ اور مجمع میں ہے کہ اگر دو مالکوں میں سے ایک کی بیع جائز رکھی تو مشتری مختار ہے اسکے حصے لینے میں اور محمد نے مشتری پر حصے کی بیع لازم رکھی ہے دیانۃ فان فضولیا اجاز عکسہ فاجازہ ولم یعلم مقدار الثمن فلما علم رجع بالبیع ما لم یعتبر اجازتہ کالصبی مربیہ بالاجازۃ کالوکیل حتی یبیع بحضرتہ بمعنی الثمن مطلقا بزازیہ اگر فضولی نے اسکا مال بیع دالا سے بیع کو جائز رکھا اور حالانکہ اسکو ثمن کی مقدار معلوم نہیں ہے پھر جب اسکو علم ہوا مقدار کا تو اسنے بیع کو رد کیا تو اسکی اجازت ہی معتبر ہوگی نہ رد شبیکہ جانے فضولی کی اجازت سے مانند وکیل کے تا اینکہ اسکا کم کر دینا ثمن سے صحیح ہے مطلقا کذا فی البزازیہ یعنی جبکہ فضولی وکیل کے مانند ہوا اجازت دینے سے تو وکیل کو بیع کرنا قلیل اور کثیر سے جائز ہے مطلقا خواہ مالک کو اسکا علم ہوا یا نہ ہو کذا فی المحیط اشتری من غاصب عبدا فاعتقہ المشتری او باعہ فجاز المالک بیعہ الغاصب واذی الغاصب الضمان الی المالک ولا سبیل علی المشتری الضمان الیہ علی الصحیح زیلعی بفذلکا اول وھو البیع عتق کالثانی وھو البیع لانہ اھتماتی تما یفتقر للملک وقت نفاذہ کلا وقت تبوتہ خرید کیا غاصب سے غلام کو پھر مشتری نے اسکو آزاد کر دیا یا اسکو بیچ دالا پھر مالک نے غاصب کی بیع جائز رکھی یا غاصب سے تاوان دیا مالک کو بنا بر اصح قول کے کذا فی الہدایہ اب مشتری نے مالک کو تاوان دیا بنا بر صحیح قول کے کذا فی شرح الزیلعی تو اول یعنی عتق نافذ ہوگا نہ ثانی یعنی بیع اسواسطے کہ اعتاق محتاج ہے ملک کا اپنے نافذ ہونے کے وقت ثابت ہونے کے وقت ہم یعنی اعدم اجازت عتق موقوف تھا مالک کے رد نہ کرنے کے واسطے اور بعد اجازت کے نافذ ہوگیا اور اس حدیث شریف میں کہ لا عتق لابن آدم فیما لا یملک عتق نافذ فی الحال مراد ہے خلاف بیع کے کہ وہ محتاج ملک ہے ثبوت کے وقت قید بعتق المشتری لان عتق الغاصب لا ینفذ باعتاق الضمان لثبوت ملکہ بہ یلعی مصنف نے عتق مشتری کی قید لگائی ہے اسواسطے کہ غاصب کا آزاد کرنا نافذ نہیں تاوان دینے سے بسبب ثابت ہونے اسکی ملک کے تاوان سے کذا فی الزیلعی ہم یعنی غاصب کی ملک تاوان سے ثابت ہوئی غصب سے کیونکہ غصب ملک کا سبب نہیں تو عتق اسوقت واقع ہوا جب کہ اصلا ملک تھی لہذا نافذ ہوا بخلاف اتی کی ضمان کے کہ ان میں ملک ثابت ہوگی بیع کے وقت سے کذا فی الطحطاوی ولو قطعت یدہ مثلا عند مشتریہ فاجاز البیع فلہ رشہ ای القطع لہ وکذا کل ما یحدث من المبیع کالکسب والولد والعقر لو قبل الاجازۃ تکون للمشتری لان الملک ثم لہ من وقت الشراء بخلاف الغاصب لما مر اور اگر ہاتھ کاٹا گیا مثلا غلام مبیع کا اسکی مشتری کے پاس پھر اسکی بیع کی اجازت ہوئی تو قطع کی دیت مشتری کی ہے اور بسطرح جو چیز پیدا ہو مبیع سے جیسا کہ اسکا کسب اور لونڈی کا بچہ اور مہر اگرچہ قبل اجازت انکا حدوث ہو مشتری کے مملوک میں ہوا سواسطے کہ اجازت کے سبب سے مشتری کی ملک پوری ہوگئی خرید کے وقت سے تو قطع وغیرہ اسکی ملک میں حادث ہوا بخلاف غاصب کے جیسا کہ مذکور ہو چکا یعنی اسکے ملک تاوان دینے سے ثابت ہوئی ہم یعنی غصب وتصدق بما زاد علی نصف الثمن وجوبا لعدم دخولہ فی ضمانہ فتح اور جسقدر دیت زیادہ ہو غلام کی نصف ثمن پر اسکو مشتری تصدق کرے بنا بر وجوب کے بسبب داخل ہونے زائد از نصف ثمن کے اسکی ضمان میں کذا فی الفتح ہم ایک ہاتھ کی دیت غلام میں نصف قیمت ہوا اور مشتری کی ضمان میں اسقدر داخل ہے جو مقابلہ ثمن کے ہو تو نصف ثمن سے جسقدر دیت زیادہ ہوگی اسمیں شبہ ہے عدم ملک کا لہذا اسکا تصدق کرنا واجب ہوا کذا فی الطحطاوی عن الفتح باع عبد غیرہ بغیر امرہ فقیل انفاقی فاخذہ المشتری مثلا علی اقرار البائع الفضولی علی قرار رب العبد انہ لم یامرہ بالبیع للعبد واداء المشتری رد البیع

وَلَوْ بَيَّنَهُ وَلَوْ قَبِلَ قَوْلَهُ لِتَنَاقُضِ فضولی نے غیر کا غلام بدون اُسکے امر کے بیچا پھر مشتری نے گواہ گذرانے مثلاً بائع فضولی کے اقرار پر گواہ لایا غلام کے مالک کے اقرار پر کہ مالک نے فضولی کو بیع کے واسطے نہ کہا تھا اور مشتری نے بیع کے پھیر دینے کا ارادہ کیا تو اُسکے گواہ مردود ہیں اور اسکا قول مقبول نہو گا بسبب تناقض کے شارح نے کہا بغیر امر مالک کے قید اتفاقی ہے یعنی اسواسطے کہ محل نزاع بائع اور مشتری میں تو یہی امر ہے وجہ تناقض ہی کہ عاقدین عاقلین کا اقدام عقد پر صحت بیع اور اُسکے نفاذ پر دلیل ہوا اور گواہ مقبول نہیں ہوتے مگر صحیح دعوی پر پھر جب دعوی باطل ہوا تو گواہ بھی مقبول نہونگے کما لو اقام البائع بینته انه باع بلا امره او برهن علی اقرار المشتری بذلک واصله ان من سعی فی نقض ما تم من جهته لا یقبل الا فی مسئلتین چنانچہ گواہ مقبول نہیں اگر بائع گواہ لایا اسپر کہ اُسنے بیع کی بلا امر مالک کے یا گواہ لایا مشتری کے اسطرح کے اقرار پر اور قاعدہ اسکا یہ ہے کہ جو شخص سعی کرے اُس چیز کے توڑنے میں جو اُسی شخص کی جہت سے کامل اور پوری ہوئی ہو تو اُسکی سعی مقبول نہیں مردود ہی مگر دو مسئلوں میں مقبول ہم ایک مسئلہ یہ ہے کہ ایک شخص نے غلام کو خرید کیا اور اُسپر قبضہ کیا پھر دعوی کیا کہ بائع نے اُسکو قبل اُسکے فلانے شخص غائب کے ہاتھ بیچا تھا اور اسپر گواہ لایا تو گواہ اُسکے مقبول ہیں دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ ایک لونڈی کسیکو ہبہ کی اور یہوب اُسنے اُسکو حرم بنایا پھر واہب نے دعوی کیا کہ اُسکو میں نے مدبرہ کیا تھا اور اُسپر گواہ لایا تو گواہ اُسکے مقبول ہیں تو لونڈی پھیرلے اور اسپر محمول ہو گا کہ اُسنے فعل کیا پھر وہ تائب ہوا اور اُسنے تدبیر کا اقرار کیا تا کہ ہیں گرفتار نہ ہے کذا فی الطحطاوی وان اقر البائع المذکور لو هذا غیر اقاض بحر بان رب العبد امره بالبیع ووافقه علیه وعلی عدم الامر المشتری انتقض البیع لان التناقض لا یمنع صحة الاقرار لعدم التهمة فاذا اتفقا بطل فی حق المالک للعبدین لکن یحلف کل منهما ادعی انه کان بامره فیطالب البائع بالثمن لانه وکیل لا المشتری خلافا الثانی اور اگر بائع مذکور نے اقرار کیا اگرچہ قاضی کے سوا اور کسیکے پاس اقرار کیا ہو کذا فی البحر اسی طرح پر کہ غلام کے مالک نے مجکو اسکی بیع کا امر نہیں کیا اور عدم امر پر مشتری بھی بائع کے موافق ہوا تو بیع ٹوٹ جائیگی اسواسطے کہ ایسا تناقض عدم امر کی بحث اقرار کا مانع نہیں بسبب تہمت کے اپنی ذات کے اقرار میں پھر جب متعاقدین موافق ہوئے تو بیع باطل ہو گی دونوں کے حق میں تو غلام کے مالک کے حق میں اگر وہ دونوں کی تکذیب کرے اور اسکا مدعی ہو کہ بیع میرے امر سے ہوئی تھی تو مالک بائع سے ثمن کا مطالبہ کریگا کیونکہ وہ وکیل ہے مشتری سے بخلاف ابو یوسف کے مذہب کے یعنی کہ تکذیب کے مشتری سے بھی مطالبہ کر سکتا ہے سوا اگر مشتری ثمن ادا کرے تو بائع سے پھیرلے کذا فی الطحطاوی وباع دار غیره بغیر امره واقبضها المشتری عمرا وامانا فانهدمت فی ید المشتری فقیل اتفاقا وقیل علی الخلاف فی ید اپنے غیر کا گھر بیچا بدون اُسکے امر کے اور اُسپر مشتری کا قبضہ کرا دیا کذا فی المنہر اور گھر کا داخل کرنا مشتری کی عمارت میں چنانچہ فرمیں واقع ہے سو قید اتفاقی جو ہے احترازی کذا فی الدرر ہم بلا امر مالک کے قید اتفاقی ہے کیونکہ یہی محل نزاع ہے شارح عترف البائع الفضولی بالغصب فی انکر المشتری لم یضمن البائع قیمة الدار لعدم سرایة اقراره علی المشتری پھر بائع فضولی نے غصب کا اقرار کیا اور مشتری نے غصب کا انکار کیا تو بائع گھر کی قیمت کا اداون نہ دیگا بسبب عدم سرایت کرنے اقرار بائع کے مشتری پر ہم عدم سرایت اقرار بائع اُسکے عدم ضمان کی علت نہیں بلکہ عدم سرایت عدم تنزع دار کی علت ہے یعنی مشتری سے کسی کا گھر نہ نکالا جائیگا بائع کے اقرار سے اور عدم ضمان بائع کے باوجود اقرار غصب کے یہ علت ہے کہ زمین کا غصب کرنا شیخین کے نزدیک صحیح نہیں اور محمد کے نزدیک بائع قیمت دیکر ضامن ہے اور ابو یوسف کا بھی پہلا قول یہی تھا کذا فی الطحطاوی وان یؤخذ المالک لانه تؤدی عنه بها اور اگر مالک گواہ لایا غصب ہونے گھر کا اسواسطے کہ اُسنے اپنے دعوی کو شہادت سے روشن اور ثابت کر دیا **فروع** سائل ملتمس شارح کے باعه فضولی واجره آخر وقبضه المشتری ثم معاً ثبت الاقوی قضیته لو کانت فتح غیر کے غلام کو فضولی نے بیچا اور دوسرے فضولی نے اُسکو اجارہ دیا یا اُسکا نکاح کر دیا پھر دونوں فضولیوں کے فعل کی اجازت ہوئی ساتھی یعنی بالتقدیم اور تاخیر تو قوی تر عقد ثابت ہو گا اور لونڈی مملوکہ ہو گی نہ زوجہ کذا فی الفتح یعنی اسواسطے کہ بیع قوی تر ہی نکاح سے اور اگر دونوں عقد پر برابر ہوں چنانچہ ایک شخص کا دو فضولیوں نے دو عورتوں سے نکاح کیا یا غلام کو دونوں نے جدا جدا بیچا پھر دونوں کے واسطے

اجازت ہوئی ساتھی تو نکاح باطل ہوگا اور دونوں مشتریوں کو نصف نصف غلام کے لینے یا ترک کرنے میں اختیار ہوگا کذا فی البنع سکوت المالکی عند العقد
یعتبر بالاجازۃ فانیۃ من اخر فضل الاقالۃ فی مالک کا سکوت عقد کے وقت اجازت نہیں چنانچہ بائع میں فضل اقالہ کی اخیر

باب الاقالہ

یہ باب ہے اقالہ کے احکام میں مم مناسبت اقالہ کی فضولی سے یہ ہے کہ اقالہ عبارت ہے رفع عقد سے اور عقد فضولی درصورت عدم اجازت مرفوع ہوتا ہے هو لغة الرفع من قال الجوهري اقاله لغت میں رفع ہے اقال الجوف بائی سے مم بعضوں نے کہا کہ اقالہ قول سے مشتق ہے اور ہمزہ سلب کا ہے شارح نے اسکو رد کیا کہ اقالہ قیل سے مشتق ہے نہ قول سے علامہ نوح نے کہا کہ عرب بولتے ہیں قلت البیع بالکسر اگر قول سے مشتق ہوتا تو قلت بالضم بولتے دوسری وجہ یہ ہے کہ اسکا مصدر ثلاثی بائی آتا ہے نہ واوی مجموع اللغۃ میں کہا قال البیع قیلا فسخہ تیسری وجہ یہ ہے کہ اہل لغت مانند صاحب صحاح وقاموس وغیرہما نے اسکو ق ی ل کے مادے میں ذکر کیا ہے هو لغة وشرعا رفع البيع اور شرع میں اقالہ عبارت ہے رفع بیع سے یعنی بیع کو بعد اسکے ثبوت کے زائل کرنا اور مبنا دا عم فی الجوهرة فتعتبر بالعقد اور جوہرہ میں اقالہ کو عام کہا ہے تو یوں تعبیر کیا ہے کہ اقالہ عبارت ہے رفع عقد سے تو یہ تعبیر بیع اور اجارہ وغیرہما کو شامل ہے فتعتبر بالعقد ماضيين وهذا ركنها والحد هما مستقبل كقلني فقال اقلتك لعدم المساومة فيها وكانت كالنكاح اور اقالہ صحیح ہے دو ماضی لفظوں سے اور یہ اقالہ کا رکن ہے یا ایک لفظ ماضی ہو اور دوسرا مستقبل چنانچہ مشتری نے کہا کہ مجھے اقالہ کر بائع نے کہا کہ میں نے تجھے اقالہ کیا کیونکہ اقالہ میں بیع چاہتا ہے تو اقالہ نکاح کے مانند ہوا ہم یہ جواب ہے سوال مقدر کا خلاصۂ سوال یہ ہے کہ ابو یوسف کے نزدیک جمیع الوجوہ سے اقالہ بیع ہے اور امام کے نزدیک بعض وجوہ سے بیع ہے اور حالانکہ بیع لفظ مستقبل سے منعقد نہیں ہوتی خلاصۂ جواب یہ ہے کہ اقالہ میں درحکم بیع ہیں اسواسطے کہ مول چاہتا ہے اقالہ میں جاری ہیں بخلاف بیع کے وقال محمد كالبيع قال البرجندي وهو المختار اور محمد نے کہا کہ اقالہ بیع کے مانند ہے منعقد ہوتا ہے مگر دو ماضی لفظوں سے یا ماضی اور حال سے برجندی نے کہا یہی قول مختار ہے ونصه ايضا يفا سختك وتركت وتاركتك وتركتك اقالہ صحیح ہوتا ہے ان الفاظ سے بھی جو متن میں مذکور ہوئے یعنی میں نے تجھے بیع فسخ کی اور ترک کی اور تجھ سے میں نے متارکہ بیع کا کیا اور بیع کو میں نے اٹھا دالا مصنف نے اشارہ کیا کہ اقالہ فقط اقلتک کے لفظ پر منحصر نہیں بلکہ الفاظ مذکورہ سے بھی صحیح ہے بالتعاطی ولو من احد الجانبين كالبيع هو الصحيح یہ بڑا فائدہ اور قالہ صحیح ہے تعاطی سے بھی اگرچہ تعاطی ایک ہی طرف سے ہو بیع کے مانند یہی قول صحیح ہے کذا فی البزازیہ ہم یعنی اگر مشتری مبیع بائع کو تسلیم کرے اور بائع ثمن مشتری کو تسلیم کرے بلا لفظ اقالہ وغیرہ یا ایک شخص تسلیم کرے بلا لفظ اور دوسرا لفظ اقالہ وغیرہ زبان پر لاوے تو بقول صحیح اقالہ صحیح ہوگا جیسے بیع صحیح ہوتی ہے وفي السراجية لا بد من التسليم من الجانبين اور سراجیہ میں ہے کہ تسلیم مبیع اور قبض ثمن مدفوع ضروری ہے دونوں جانب سے ہم یہ قول مقابل ہے قول صحیح مذکور کے یعنی غیر صحیح ہے ويتوقف على قبول الاخر في المجلس لو كان القبول فعلا كما لو قطعه او قبضه فتح قول المشتري اقلتك لان من شأنها اتحاد المجلس اور اقالہ موقوف ہے طرف ثانی کے قبول کرنے پر اسی مجلس میں اگرچہ قبول فعل ہو نہ قول چنانچہ بائع نے مبیع کو قطع کیا یا اسپر قبضہ کر لیا فی الغور مشتری کے اس قول کے بعد کہ اقلتک اسواسطے کہ اقالہ کی شرطوں سے اتحاد مجلس ہے هم فی الغور سے مراد یہ ہے کہ قبول اسی مجلس میں واقع ہو اشتراط اتحاد مجلس پر وہ مسئلہ متفرع ہے جو حقیقہ میں مذکور ہے دلال نے ایک چیز کو بائع کے ہاتھ سے بیچا پھر اسکا ثمن بائع کے پاس لایا بائع نے کہا کہ میں اس ثمن پر نہ دونگا سو دلال نے یہ خبر مشتری کو دی مشتری نے کہا کہ میں بھی نہیں چاہتا تو بیع مذکور فسخ ہوگئی لیسیت بتحد بهذه لمايكن قدرضي المتعاقدين او الورثة اولا وصح اور منجملہ شرائط اقالہ رضامندی ہے متعاقدین کی یا انکے وارثوں کی اگر محل عقد کی لیسیت بتحد بهذه لمايكن قدرضي المتعاقدين او الورثة اولا وصح القابل للفسخ بخيار فلو زاد زيادة تمنع الفسخ لم تصح خلافا لهما اور شرط رہنا اس محل کا جو قابل فسخ ہو بواسطے خیار شرط یا رؤیت یا عیب خیار رؤیت کے تو اگر مبیع میں ایسی زیادتی ہوگئی جو فسخ کی مانع ہے تو اقالہ صحیح نہوگا خلافا للصاحبين هم زيادت منفصلہ غیر متولدہ ہو جیسا کہ ذکر ہوا

اور زیلعی منفصلہ متولدہ چنانچہ ولد اور ثمر و قبض بدل الصرف فی اقالتہ اور شرط ہو قبض کرنا صرف کے اقالہ میں وان کان بغیب البدل القن المشتری قبل قبضہ اور یہ شرط ہو کہ بائع نے مشتری کو ثمن بیچنے کر اہو قبل اسکے قبضہ کرنے کے ہم طحطاوی نے کہا مشتری سے غلام ماذون مراد ہو اگر بیع سے اسکو ثمن قبل القبض ہبہ کیا تو اقالہ صحیح نہیں وان کان البیع بالکر من القیمۃ بیع مادون و وصی و متولی اور یہ شرط ہو کہ بیع اس ثمن سے ہو جو قیمت سے زیادہ ہو غلام ماذون اور وصی یتیم اور متولی وقف کی بیع میں ہم یعنی ایک چیز کی قیمت ایک درہم ہو اور غلام ماذون یا وصی یا متولی نے اسکو بعوض دو درہم یا زیادہ کے بیچا تو اب اقالہ صحیح نہیں بر عایت مولی اور یتیم اور وقف کے اور اسیطرح اگر کثیر القیمت کو بثمن قلیل خرید کیا ماذون غیر مدیون نے تو بھی اقالہ صحیح نہیں وھو اقالۃ للمولی ان غبن المولی والا فلا للوقف والا لا کما لا یخفی وان ملک البیع ملک الاقالۃ الا فی خمس الثلثۃ المذکورۃ والوکیل بالشراء قیل وبالتسلیم اشباہ اور صحیح ہو اقالہ کرنا متولی کا اگر اقالہ وقف کے واسطے بہتر ہو اور نہیں تو نہیں اور اسکا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو بیع کا مالک ہو اقالہ کا بھی مالک ہو مگر پانچ صورتوں میں مالک بیع کا مالک اقالہ نہیں تمن صورتیں مذکور ہو چکیں یعنی بیع ماذون اور وصی اور متولی اور چوتھی صورت خرید کا وکیل بعضوں نے کہا اور پانچویں صورت سلم کا وکیل ہو کذا فی الاشباہ یعنی سلم فیہ کی خرید کا وکیل اقالہ نہیں کر سکتا ابو یوسف کے نزدیک اور طرفین کے نزدیک اسکا اقالہ جائز ہو کذا فی الطحطاوی عن حاشیۃ الاشباہ للحموی وکالاقالۃ فی نکاح وطلاق فی الاصح جوہرہ اور اقالہ جاری نہیں نکاح اور طلاق اور عتاق میں کذا فی الجوہرہ ہوسکے کہ شارع نے حل کے واسطے رافع مخصوص قرار دیا ہو یعنی طلاق یا فسخ وغیرہ اور طلاق بعد واقع ہونے کے مرتفع نہیں ہوتی عتاق کے مانند (دور مختار اول) براہم میں کذا فی البحر من باب التحالف اور اقالہ نہیں براہم میں باب التحالف ہوسکے کہ دین ایسے سے ساقط ہو گیا اور باقی پھر عود نہیں کرتا وھی مندوبۃ للحدیث اور اقالہ بیع مستحب ہو بدلیل حدیث شریف ہم ابوداؤد اور ابن ماجہ نے ابوہریرہ سے روایت کی کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے من اقال مسلما بیعتہ اقال اللہ عثرتہ یوم القیامۃ یعنی جو مسلمان سے اپنی بیع کا اقالہ کرے حق تعالیٰ روز قیامت میں اسکی لغزش کو دور کرے اور بیہقی کی روایت ابن مسلما آیا ہو اور ہو کذا فی الفتح القدیر وتجب فی عقد مکروہ وفاسد بحر وفیما اذا عز الباعث کالبیع بغبن فاحش فلیس لہ الرد کما سیجیء اور اقالہ واجب ہو عقد مکروہ اور فاسد میں کذا فی البحر اور اسمیں اقالہ واجب ہو جبکہ بائع نے مشتری کو تھوڑا غبن دیا ہو کذا فی السراج اور جبکہ بائع نے اسکو زیادہ قریب دیا ہو تو مشتری کو رد بیع کا اختیار ہو چنانچہ آویگا وحکمہا ای الاقالۃ فسخ فی حق المتعاقدین فیما ھو من موجبات بعقد الجائز کحکم العقد اور اقالہ کا حکم یہ ہو کہ اقالہ فسخ ہو متعاقدین کے حق میں اس چیز میں جو منجملہ احکام عقد کے ہو موجبات نفع جیسے احکام عقد مراد ہیں ہم موجبات عقد وہ امور ہیں جو منفس عقد ثابت ہوں بدون شرط کے امام اعظم کے نزدیک اقالہ فسخ ہو خواہ قبل قبض ہو یا بعد قبض کے اور غیر متعاقدین کے حق میں بیع جدید نہیں مگر جبکہ بعد قبض کے ہو اور ابو یوسف کے نزدیک اقالہ بیع ہو مطلقاً متعاقدین کے حق میں اور غیر متعاقدین کے حق میں بھی اور محمد کے نزدیک فسخ ہو مطلقاً اما لو وجب بشرط ثم اقالا کانت بیعا جدیدا فی حقھما ایضا کان شری بدینہ فاوفی الرجل عینا فرخص تعاملا لو اجلا لم یضر وصیر ورۃ کانہ باعہ منقولۃ بھا بعقد اٰخر الا اجل لانہ فسخ ولو کان بہ کفیل تعذر الکفالۃ فیھا حانیہ اور اگر عقد بیع بشرط ہو پھر واجب ہوئی تو اقالہ متعاقدین کے حق میں بھی بیع جدید ہو گا چنانچہ صاحب بزازیہ نے بعوض اپنے دین ہو حال کے کسی شخص کو خرید کیا پھر متعاقدین نے اس بیع کا اقالہ کر لیا تو دین کی مدت اعادہ ذکر کی تو اسکا دین فی الحال لازم الادا ہو جائیگا گویا صاحب دین نے اس شخص کو بدون مدت کے بیچا اور اگر صاحب دین نے بیع کو بسبب العیب کے بحکم حاکم پھیر دیا کذا فی السراج تو دین کی مدت ثابت ہو گی کیونکہ یہ رد فسخ ہے بیع نہیں اور اگر دین مذکور کا کوئی کفیل ہو تو کفالت دونوں دین عود کرے گی کذا فی الخانیہ ہم یعنی قالہ اور رد بالعیب میں کفالت کا اعادہ ہو گا خلاصہ یہ ہو کہ بیع میں مدت اور کفالت کا اعادہ نہیں بعد اقالہ کے اور رد بالعیب میں مدت کا اعادہ ہے کفالت کا کذا فی الطحطاوی ثم ذکر کونہ فسخا فروعا لانہا تعمل بعد ولادۃ البیعۃ لتعذر الفسخ بزیادۃ المنفصلۃ بعد القبض حقا للشرع لا تبدلہ مطلقا ابن الملک پھر مصنف نے بعد میں

ملک میں بیع حاصل ہو جاتی ہے کہ اسکا مسلمان کو بیچنا درست ہے

اقالے سے فسخ چند فروع ذکر کیے فرع اول یہ ہے کہ اقالہ باطل ہوتا ہے بعد ولادت مبیعہ کے بواسطہ متعدد ہونے فسخ بیع کے زیادت منفصلہ سے بعد قبض کے بنظر شرع شریف قبض کے قبل مطلقاً گذارو کر دیں ملک یعنی زیادت قبل القبض مانع اقالہ نہیں مطلقاً خواہ زیادت متصلہ ہو یا منفصلہ خلافاً لزفر یعنی اقالہ بعد ولادت باطل ہے اگر اقالہ بیع ہوتا تو بعد ولادت باطل ہوتا تو ثابت ہوا کہ اقالہ فسخ ہے بیع ہے دلیل اصح عدم الاول بالسکوت اور فرع ثانی تفریع ہے کہ اقالہ بیع ہے اور فسخ ہے اگر اقالہ بیع ہے تو سکوت سے فسخ نہیں ہوتا جیسے بیع کا سکوت سے فسخ نہیں ہوتا اور فسخ ہے سکوت سے یعنی درصورت سکوت فسخ ہوں اول ولعب ہوگا بالاجماع تو اگر اقالہ بیع ہوتا تو سکوت فسخ سے جائز ہوتا ہے حاصل المقبوض اجود او اس دار و ثمن پھیر دیا جاوے لمشتری مشتری یعنی جو ثمن کہ بیع اول میں شرط ہوا تھا وہی دیا جائیگا اگرچہ بقبوض نہایت کھرا ہو یا نہایت کھوٹا اگر ثمن دس دینار تھا اور مشتری نے اسکے عوض رسم دینے پھیر دینے دونوں نے اقالہ کیا حالانکہ دراہم ازان ہو گئے تو مشتری دینار لیگا نہ درہم کذا فی الہند ولو تقابلا وقد کسدت رجا الکاسد اور اگر متعاقدین نے اقالہ کیا اور حالانکہ دراہم کاسد ہو گئے تو کاسد پھیرے کذا فی النہر عن الفتح الا اذا باع المتولی او الوصی العقد او للصغیر شیئا بالکثر من قیمتہ او اشتری باکثر شیئا قلیلا منہا للوقف او الصغیر لم یجز اقالتہ ولو بمثل الثمن الاول وکذا المأذون کما مر ثمن اول اور سکوت سے اقالہ صحیح ہے مگر جب کہ متولی نے وقف کے واسطے اور وصی نے صغیر کے واسطے کوئی چیز بیچی اسکی قیمت سے زیادہ یا دونوں نے کوئی چیز خریدی وقف یا صغیر کے واسطے اسکی کثر قیمت سے تو اقالہ اسکا جائز نہیں اگرچہ بثمن اول کی مثل سے اقالہ ہو اور اسطرح غلام ماذون کا حکم ہے جو عنقریب مذکور ہوچکا وان وصلیۃ شرط غیر مفسد والترمذی اجلہ وکذا فی الاظہار مع تعیینہ فیکون فسخا بالاقل لو یقل الحیب لا یزید ولا النقص فیزل الا یقد ما یتغابن الناس فیہ خسران اور سکوت سے اقالہ صحیح ہے اگرچہ بغیر ثمن شروط ہوا ثمن سے زیادہ تر شروط ہوا یا ثمن کی مدت شروط ہوا اور اسطرح کہ ثمن میں گا بیسے عیوب ہو جانے کے ساتھ اقالہ صحیح ہے تو یہ فسخ بالاقل ہوا اگر قلت ثمن بقدر عیب کے ہو نہ زیادہ تر نہ کمتر بعضوں نے کہا مگر اسقدر کی زیادتی اور کمی میں کچھ مضائقہ نہیں جس میں لوگ متغابن ہوتے ہیں شارح نے کہا ان شرط کا ان وصلیہ ہو فصلیہ ہم ان شرط متعلق ہو اصل استثنا سے تو اسکی تقدیر استثنا پر مناسب تھی کذا فی الحلبی والثالث لا تفسد بالشرط الفاسد وان لم یصح تعلیقہا بہ کما سیجیء اور فرع ثالث یہ ہے کہ اقالہ فاسد نہیں ہوتا شروط فاسد سے اگرچہ اسکی تعلیق شرط فاسد سے صحیح نہیں چنانچہ کتاب الصرف سے پہلے آویگا تعلیق کی صورت یہ ہے کہ خالد نے کپڑا زید کے ہاتھ بیچا اور کہا کہ تو نے ازان خریدا سو زید نے کہا اگر تو زیادہ ثمن دینے والا خریدار پاوے تو اسکے ہاتھ بیع کیجیو اور خالد نے زیادہ ثمن کو بیع کی توبیع ثانی متعقد نہ ہوگی بواسطے کہ یہ اقالے کی تعلیق ہے شرط سے کذا فی الطحطاوی عن البحر والرابع جاز للبائع بیع المبیع من ثانیا بعدہا ما قبل قبضہ ولو کان بیعا فی حقہا بطل لبیعہ من غیر المشتری یعنی اور فرع رابع یہ ہے کہ بائع کو جائز ہے مبیع کا بیعنا مشتری سے دوسرے بعد اقالے کے قبل قبض کرنے مبیع کے اور اگر اقالہ بیع ہوتا دونوں کے حق میں توبیع ثانی باطل ہوتی جیسے بائع مذکور کی بیع غیر مشتری سے باطل ہوگی کذا فی العینی ہم بطلان بیع سے فساد بیع مراد ہے وجہ فساد بیع منقول ہو قبل اسکے قبض کے والحاصل جاز قبض الکیل والموزون منہ بعدہا بلا اعادۃ کیل وزن اور فرع خامس یہ ہے کہ جائز ہے قبضہ کرنا کیل اور موزون کا مشتری سے بعد اقالہ کے بلا اعادہ اسکے کیل اور وزن کے یعنی اگر اقالہ بیع ہوتا تو بلا اعادہ قبض جائز نہ ہوتا اور فرع سادس جاز ہبۃ المبیع منہ بعد الاقالۃ قبل القبض ولو کان بیعا فی حقہا لما مر اور فرع سادس یہ ہے کہ جائز ہے ہبہ مبیع کا مشتری کو بائع کے واسطے بعد اقالہ قبل القبض کے اور اقالہ بیع ہوتا بائع اور مشتری کے حق میں تو فروع ستہ میں سے کچھ جائز نہ ہوتا ہم وجہ عدم جواز ہبہ یہ ہے کہ بیع فسخ ہو جاتی ہے اگر مشتری بائع کو مبیع ہبہ کرے قبل قبض واما ہی بیع فی حق الثالث ولو بعد القبض بلفظ الاقالۃ فلو قبلہ لم یفسخ فی حقہ لکل فی غیر العقار واقالۃ توبیع ہی متعاقدین کے سوا تیسرے شخص کے حق میں بشرطیکہ اقالہ بعد قبض کے بلفظ اقالہ ہو اور اگر اقالہ قبل قبض کے ہو تو وہ فسخ ہے سب کے حق میں ماسوائے زمین کے مع زمین کا اقالہ ہو اسطے فسخ نہ ہو اگر بیع زمین کی قبضہ کرنے سے پہلے جائز ہے بخلاف منقول کے ولو بلفظ مقایضۃ او متارکۃ او تراد لم یجعل بیعا اتفاقا ولو بلفظ البیع فبیع جاما اور اگر اقالہ بلفظ مقایضہ یا متارکہ یا تراد یعنی ہم نے بیع ترک کر دی یا ہم نے بیع واپس کر دی ہو گا تو

باتفاق الامام وصاحبین کے بیع ٹھہرا یا نہ جاوے گا اور اگر اقالہ بلفظ بیع ہوگا تو بالاجماع بیع ہوگا ہم بلفظ بیع اقالہ کے یہ صورت ہو کہ بائع نے مشتری سے کہا کہ میں نے تجھ کو جو مبیع بیچا تھا وہ تجھ سے واپس لیتا ہوں اور مشتری نے کہا کہ میں نے لیا وثمرتہ ومواضعہ فالاول لو کان المبیع عقارا فسلم الشفیع الشفعۃ ثم تقایلا فضولی یہا کونہ بیعا جدیدا فکان التسلیم قبلہما اور اسکا ثمرہ یعنی حق ثالث میں اقالے کی بیع ہونے کا ثمرہ چند مواضع میں ہے سو موضع اول یہ ہے کہ اگر مبیع زمین ہو اور شفیع نے شفعہ سے انکار کر دیا پھر بائع اور مشتری نے اقالہ کیا ہو تو اب اگر شفیع مدعی ہوگا تو شفعہ اسکو دلایا جاویگا کیونکہ بیع کے ہونے کے بعد جدید شفیع متعاقدین کا تیسرا ہوا والثانی لا یرد البائع الثانی علی الاول بعیب علم بعد ما اشتری بیعہ فی حقہ اور موضع ثانی یہ ہے کہ بائع ثانی بائع اول پر مبیع میں کر سکتا ہے سبب اس عیب کے جو اسکو معلوم ہوا بعد اقالہ کے ہو اسطے کہ وہ بیع ہوا اسکے حق میں یعنی جبکہ مشتری نے مبیع کو دوسرے شخص کے ہاتھ بیچا پھر دونوں میں اقالہ ہوا پھر معلوم ہوا کہ مبیع میں عیب تھا بائع اول کے پاس اور بائع ثانی نے چاہا کہ اسکو پھیر دے بائع اول کو تو اسکو یہ جائز نہیں ہو اسطے کہ یہ اسکے حق میں بیع ہوگی گویا بائع ثانی نے اپنے مشتری سے خریدا کیا ذاتی المبیع والثالث لیس لہ الرجوع اذا باع الموہوب لہ الموہوب علی احد فرقہما تقایلا لانہ کالمشتری من المشتری منہ اور موضع ثالث یہ ہے کہ واہب کو یہ چیز لینا جائز نہیں جبکہ موہوب لہ نے موہوب کو دوسرے شخص کے ہاتھ بیچا پھر دونوں میں اقالہ ہوا ہو اسطے کہ موہوب لہ مشتری کے مانند ہے اپنے مشتری سے والرابع اذا باع المشتری من الحرفین فقد التمن جاز للبائع شراءہ منہ بالاقل اور موضع رابع یہ ہے کہ مشتری نے جبکہ مبیع کو دوسرے کے ہاتھ قبل نقد ثمن کے بائع اول کے ہاتھ بیچا پھر دونوں میں اقالہ ہوا ہو اسطے کہ مشتری سے خرید کر اسکو ثمن سے جائز ہے ہم صورت اسکی یہ ہے کہ کوئی چیز خریدی اور قبضہ کیا اور ہنوز ثمن نہیں دیا پھر اسکو دوسرے کے ہاتھ بیچا پھر بائع ثانی اور مشتری اول کے پاس وہ چیز پھر آئی پھر بائع اول نے مشتری مذکور سے اسکو خرید کیا قبل نقد ثمن کے ثمن اول سے کمتر کو تو جائز ہے گویا بائع اول نے مشتری ثانی سے خرید کیا کذا فی الطحطاوی والحاصل اذا اشتری بعرض التجارۃ عبدا للخدمۃ بعد ما حال علیہ الحول وجد بہ عیبا فردہ بغیر قضاء واسترد العرض فہلکت فی یدہ لم تسقط الزکوۃ فالفقیر ثالثہما اذا الرد بعیب بلا قضاء اقالۃ اور موضع خامس یہ ہے کہ جب اجناس تجارت سے خدمت کے واسطے غلام خریدے بعد گذر جانے سال کے اجناس مع کو پرورش غلام میں کوئی عیب نکلا مشتری نے اسکو بغیر حکم قاضی کے پھیر دیا اور اجناس کو پھیر لیا اور اجناس ہلاک ہو گئیں مالک کے ہاتھ میں تو اسکی زکوۃ ساقط نہ ہوگی پس یہاں فقیر تیسرا ہے متعاقدین کا ہو اسطے کہ بلا حکم قاضی اقالہ ہوا ہم غلام میں خدمت کی قید ہو اسطے لگائی کہ اگر تجارت کا غلام ہوگا تو اسکی خرید استہلاک نہ ہوگا کیونکہ مال تجارت کو تجارت کے مال سے بدلنا استہلاک نہیں اور بغیر قضا کی قید کا یہ فائدہ ہے کہ جبکہ قاضی رد کرنا اسکے حق میں فسخ ہے تو گویا بیع واقع نہ ہوئی اور اجناس ہلاک ہو گئیں تو زکوۃ واجب نہ ہوگی رد بالعیب بلا قضا ہو اسطے اقالہ ہوا کہ وہ بیع جدید ہے تیسرے کے حق میں تو مشتری بیع اول سے اجناس کا مستہلک نہ ہوا لہذا زکوۃ واجب ہوئی اور اگر اقالہ فسخ ہوتا فقیر کے حق میں تو بیع اول سے مرتفع ہو جاتا کذا فی الطحطاوی ویزاد التقابض فی الصرف ورد جنس راس السلم والاستبراء لانہ حق اللہ تعالی فاللہ تعالی اعلم بصحۃ الشریعۃ اور مواضع خمسہ پر تقابض صرف کا اور رد جنس راس السلم کا اور استبرا کا زیادہ کیا گیا ہے ہو اسطے کہ استبرا حق اللہ تعالی ہے سو اللہ تعالی ہی صحت شریعہ کی کا ذاتی ہے صدر الشریعہ ہم صورت استبرا کی ہے متعاقدین کا کذا فی الشرنبلالیہ موضع متاخر شرح کے یہ ہے کہ ہم نے الفاظ میں کہا کہ مبیع کے حال ہونے کا اقالہ بعد ابراء ثمن سے تو ہم نے جواب دیا کہ اقالہ موقوف ہے بیع کے مانند بدلیل قول فقہا کہ اقالہ بیع جدید ہے ثالث کے حق میں اور ثالث یہاں ثمن ہے اگر اسے ابراء کیا پھر اقالہ کیا اتفاق ہوا اقالہ بعد ابراء کے اجازت ثمن یا قضا دین پر موقوف ہے اور اقالہ بعد حوالہ کے متاخر کی اجازت پر موقوف ہے اگر اسنے جائز رکھا تو نافذ ہے اور نہیں تو باطل ہے شارح کو یوں کہنا مناسب تھا کہ ثمن اور متاخر ثالث ہے کذا فی الطحطاوی وہو الاقالۃ فی صحتہا ہلاک المبیع وحکما کالباقی اور صحت اقالہ کا مانع ہے ہلاک ہونا مبیع کا اگر حقیقی نہیں بلکہ حکمی ہو جیسا کہ بھاگ جانا غلام کا ہم اور اگر ہلاکی مبیع کی بعد اقالہ کے ہووے تو اقالہ باطل ہو کر مبیع پھر قائم ہوگی کذا فی البحر الا التمن

ولو فی بدل الصرف نہ ہلاکی ثمن کی اگرچہ ہلاکی ثمن کی بدل صرف میں واقع ہو ہم چونکہ اصل حق میں مبیع ہے نہ ثمن لہٰذا ہلاکی مبیع مانع صحت اقالہ ہے نہ ہلاکی ثمن کی و ھلاک بعضہ یمنع الاقالۃ یقتضی ان اعتبار الھلاک بالکل و بعض مبیع کا ہلاک ہونا مانع اقالہ کا سنہیں بقدر باقی کے جز کل کے ساتھ اعتبار کرکے حاصل اس انجوبہ ہے کہ زمین کو خرید کیا کھیت کے ساتھ اور کھیت کاٹ لیا پھر اقالہ کیا تو زمین میں بقدر اسکے حصے کے اقالہ صحیح ہے جیسا کہ شارح اسکو تبعیہ سے مذکور کریگا ولیس منہ ما لو شری صابونا فخف فتقایلا لبقاء کل المبیع فتح اور یہ ہلاک بعض مبیع سے یہ صورت نہیں اگر صابون خرید کیا پھر وہ خشک ہو گیا پھر دونوں نے اقالہ کیا بسبب باقی رہنے تمام مبیع کے کذا فی الفتح تو مشتری کو ثمن کم کرنا جیسا کہ صابون کے جائز نہیں واذا ھلک احد البدلین فی المقایضۃ وکذا فی السلم صح الاقالۃ فی الباقی منھما وعلی المشتری قیمۃ الھالک منھما قیمیا ومثلہ ان مثلیا ولو ھلکا بطلت الا فی الصرف اور جب کہ احد البدلین مقابضہ میں بسبب طرح سلم میں ہلاک ہو جاوے تو اقالہ صحیح ہے باقی بدل میں اور مشتری پر ہلاک کی قیمت لازم ہے اگر وہ قیمت والی چیز ہو اور مثل اسکا لازم ہے اگر وہ مثلی ہو اور اگر دونوں بدل ہلاک ہو گئے تو اقالہ باطل ہے مگر صرف میں باطل نہیں ہم تعاقبہ عبارت ہے بیع العین سے یعنی متاع یعنی مبیع کو بعوض متاع کے بیچنا اور صرف کا استثناء ہے تقایلا فان بقی العبد من ید المشتری وعجز عن تسلیمہ ھلک المبیع بعدھا قبل القبض بطلت بزازیۃ متعاقدین نے اقالہ کیا پھر غلام بھاگ گیا مشتری کے ہاتھ سے اور وہ عاجز ہوا اسکی تسلیم سے بایں مبیع ہلاک ہو وے بعد اقالہ قبل القبض کے تو اقالہ باطل ہے کذا فی البزازیہ وان اشتری ارضا فغرس فیھا او بنی فقطعت یدہ واخذ ارشھا ثم تقایلا صحت وللزم جمیع الثمن فلیس لہا شیء من ارش الشجر والبنا لان علیھا یقطع الید والشجر وقتہ لا قالہ وان غیر عالم خیر یرد الاخذ بجمیع الثمن والترک قنیہ اور اگر درخت والی زمین خریدی پھر درخت کاٹ دیا یا غلام خرید کیا اور اسکا ہاتھ کاٹا گیا اور مشتری نے اسکا خون بہا لیا پھر دونوں نے اقالہ کیا تو اقالہ صحیح ہے اور تمام ثمن اسکو لازم ہے اور اسکے بائع کو درخت اور ہاتھ کے عوض سے کچھ نہیں اگر بائع قطع دست اور درخت سے آگاہ ہو اقالہ کے وقت اور وہ اگر آگاہ نہ ہو تو وہ مختار ہے تمام ثمن کے لینے میں یا ترک کرنے میں کذا فی القنیہ وفیھا نقص بعض ثمر زرعہ ثم حصدھا ثم تقایلا صح فی الارض بحصتھا اور قنیہ میں ہے کہ کھیت میں مزروعہ کی پھر کھیت کاٹ لیا پھر اقالہ کیا تو اقالہ صحیح ہے زمین میں اسکے حصے کے برابر یہ صورت بعض مبیع کے ہلاک ہونے کی ہے جو ہم نے چند کو ہم پر چکا ولو تقایلا بعد ما کرلم یجز اور اگر دونوں نے اقالہ کیا کھیت کی کٹنی کے بعد تو جائز ہے اسکے حصے کے عوض خرید پر اور زراعت کیلئے بر کذا فی البزازیہ وفیھا تقایلا ثم علم ان المشتری کان وطی البیعۃ رجعا ولقطتھما او قیمتہ بین ہے کہ دونوں نے اقالہ کیا پھر بائع کو معلوم ہوا کہ مشتری نے لونڈی مبیعہ سے وطی کی ہے تو اسکو پھیر دے اور اسکا ثمر لے وفیھا مئونۃ الرد علی البائع مطلقا او قیمتہ بین ہے کہ پھیرنے کا خرچ بائع پر ہے ہر طرح یعنی خواہ اقالہ مبیع کے حضور ہوا ہو یا اسکے غیبت میں کذا فی المنح ولکن یکون الطلاق قیمتہ کی صورت میں پایا نہیں جاتا کذا فی الملتقی وفتح اقالۃ فلو تقایلا البیع ثم تقایلا ای اقالۃ او تفاسخا او تفاسخا البیع الاقالۃ السلم فانھا لا تقبل الاقالۃ لکون المسلم فیہ دینا سقط السقط لا یحتاط شیاء اور صحیح ہے اقالہ کرنا اقالہ کا سوا مبیع کا اقالہ کیا پھر اقالہ کا اقالہ کیا تو اقالہ اٹھ جائیگا اور بیع پھر آویگی سوائے اقالہ سلم کے کہ وہ اقالہ کو قبول نہیں کرتا اسواسطے کہ سلم میں مسلم فیہ دین ہے ساقط ہو گیا اور جو ساقط ہو وہ پھر نہیں آتا کذا فی الاشباہ وفیھا باع رأس المال بعد الاقالۃ کھو قبلھا فلا تتصرف فیہ بعدھا کقبلھا اور اشباہ میں ہے کہ راس المال بعد اقالہ کے ویسا ہے جیسا قبل اقالہ کے تو اسمیں تصرف کرنا اقالہ کے بعد جائز نہیں جیسے قبل اقالہ تصرف جائز نہیں ہم یعنی مسلم الیہ کو قبل قبض راس المال کے اسمیں تصرف جائز نہیں جیسے رب السلم کو بعد اقالہ قبض راس المال کے تصرف جائز نہیں یعنی کوئی چیز راس المال سے خرید نہیں کر سکتا کذا فی الاتقانی والظہیریۃ والاشباہ فی مسئلتین لو اختلفا فیہ بعدھا فالقائل قول رب السلم کما قبل اقالہ اور بعد اقالہ کے یکساں ہے مگر دو صورت میں یکساں نہیں ایک صورت یہ ہے کہ اگر رب السلم اور مسلم الیہ نے اختلاف کیا راس المال میں بعد اقالہ کے تو دونوں پر باہم قسم نہیں ہم اسمیں بدیں مسلم الیہ کا قول معتبر ہوگا اور اگر دونوں نے قبل اقالہ کے اختلاف کیا تو دونوں قسم کھائیں گے یعنی دو صورت عدم بینہ کذا فی الاتقانی والظہیریۃ لو تفرقا قبل قبضہ لا فی التصرف اور اگر رب السلم اور مسلم الیہ متفرق ہوئے قبل قبض کرنے راس المال کے بعد اقالہ کے تو جائز ہے مگر صرف میں جائز نہیں ہم

اور اگر متفرق ہوئے قبل قبض رأس المال کے قبل اقالہ کے تو جائز نہیں اس لئے کہ قبض رأس المال بقاء عقد کی شرط ہے جو اقالہ فی الصرف استحساناً ساقط ہے کیونکہ کلام رأس المال میں ہے وھیھنا اختلف الترجیح فی الصحۃ والبطلان فالقول لمدعی البطلان وفی الصحۃ والفساد فالقول لمدعی الصحۃ لانہ ادنی شبہا بین ہے کہ متبایعین سے مختلف کیا صحت عقد اور بطلان میں تو مدعی بطلان کا قول معتبر ہے اور صحت اور فساد کے اختلاف میں مدعی صحت کا قول معتبر ہے قلت لا فی مسئلتنا اذ ادعی المشتری بیعہ من بائعہ بأقل من الثمن قبل النقد وادعی البائع انہ باعہ منہ بالثمن فالقول للمشتری مع دعواہ البناء دین کہتا ہوں مگر ایک صورت میں مدعی فساد کا قول معتبر ہے جبکہ مشتری نے بیع کی بیع کرنیکا دعوی کیا یا بائع سے بعوض کمتر ثمن کے قبل ادا کرنے ثمن کے اور بائع نے اقالہ بیع کا دعوی کیا تو مشتری کا قول معتبر ہے باوجود دعوی فساد کے اس صورت میں مدعی فساد مشتری ہے کیونکہ مشتری کا بیع کرنا بائع سے قبل ادا کے ثمن فاسد ہے اور بائع مدعی صحت ہے اسواسطے کہ اوھا اقالۃ مستلزم صحت بیع ہے کیونکہ اقالہ صحیح نہیں مگر بیع صحیح میں لہذا وجود بیع میں اختلاف ہوا لیکن مدعی فساد کا قول معتبر ہوا نہ مدعی صحت کا دلو یعکس تحقق الشرط قبل البیع لہ اذا استھلکہ فی ید البائع غیر المشتری اور اگر اسکا عکس ہوے یعنی بائع مدعی ہو کہ میں نے مبیع کو مشتری سے باقل ثمن خرید کیا اور مشتری مدعی اقالہ ہو تو دونوں پر قسم لازم آویگی بشرطیکہ مبیع قائم ہو مگر جبکہ مبیع کو مشتری کے سوا کسی شخص نے بائع کے ہاتھ میں ہلاک کر ڈالا ہو تو دونوں پر قسم نہیں ہے جبکہ غیر مشتری نے مبیع کو ہلاک کیا تو قیمت مبیع قائم مقام ہو مبیع کی اور جب کہ مشتری نے بائع کے ہاتھ میں مبیع کو ہلاک کیا تو وہ قابض قرار دیا جائیگا اور اقالہ منتفی ہو گا کذا فی الطحطاوی وروایت معزیا للخلاصۃ یأکلہما وسلمہ فاکل مشتریہ بمنزلۃ سنۃ تقدم الاشارۃ الیہا ونسب بعضہم فیہ یسئلہ کیھکہ کہ انگور کا باغ بیچا اور تسلیم کیا سو مشتری نے اسکا پھل کھایا ایک سال بھر دونوں نے اقالہ کیا تو اقالہ صحیح نہیں ہے من الغرر فون وزاد بعضہم وزاد اگر چہ بمعنی روزی و مہمانی کے ہو لیکن بھال پھل انگور کا بدلہ ہے

باب المرابحۃ والتولیۃ

یہ باب ہے مرابحہ اور تولیہ کے احکام میں لما بین المثمن شرع فی الثمن مصنف نے جبکہ مبیع ثمن کے بیان سے فراغت پائی تو اب ثمن کا بیان شروع کیا ہم یعنی تک اون بیوع کا بیان تھا جن میں جانب مبیع ملحوظ تھا اب ان بیوع کا بیان شروع ہوا جن میں جانب ثمن ملحوظ ہے چنانچہ مرابحہ اور تولیہ اور وضیعہ اور تقدیم اول کی اضافت اسواسطے ہوئی کہ بیع میں مبیع اصل ہے نہ ثمن نہ ہم الفائق میں ہے کہ تولیہ اور مرابحہ کی طرف اسواسطے صاحب ہدایہ نے اضافت کی ہے کہ زائد واقف محتاج ہے تا جروقف کار کے فعل کی طرف تو اسکے نہ ثمن سے یا قدر ثمن کے ساتھ خرید کرنے سے زائد واقف کی خاطر جمع ہو گی اور یہ روایت صحیح ثابت ہوا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ہجرت کا ارادہ کیا تو صدیق سے دو اونٹ خرید کئے آنحضرت نے فرمایا کہ ایک میں تم بطور تبرع التولیہ کہ دو سے صدیق نے کہا وہ آپ کے واسطے نفقت ہو حضرت نے فرمایا کہ ثمن دیکر دلم یذکر المساومۃ والوضیعۃ لظھورھا اور مصنف نے مساومہ اور وضیعہ کا ذکر نہ کیا اسلئے کہ انکے ظاہر ہونے کے سبب سے اور مساومہ بیع ہے جبکہ ثمن میں متعاقدین کا اتفاق ہو کوئی ثمن کیوں نہ ہو تو اسمیں ثمن اول کی طرف التفات نہیں اور یہی قسم بیع کی اکثر رائج ہے اور وضیعہ بیع ہے کمتر ثمن اول سے اور مرابحہ رواج سوداگروں میں کمتر ہے کیونکہ تجارت سے غرض ہے اور اسی سبب سے مصنف نے مرابحہ کو مصدر بالبیع اور مرابحہ مصدر بالرابح کا لفظ موجب بولتے ہیں رأس المتاع اور مشتری مرابحہ یعنی بما قام علیہ کیا خرید کیا بطور مرابحہ کے جبکہ بقدر ثمن کا نفع مقرر کر دیا و شرعا بیعہما ملکون العرض ولو بعینہ اذا رأت او وصیۃ لو بعض فانہ اذا قومہ بما قام علیہ بفضل مؤنۃ ان لم تکن من جنسہ کخیاطۃ قصار ثم باعہ مرابحۃ علی تلک القیمۃ جاز مبسوط اور اصطلاح شرع میں مرابحہ عبارت ہے اس چیز کی بیع کرنے سے جسکا بائع مالک ہو گیا ہو منجملہ اسباب اور متاع کے اگرچہ ملکیت بسبب ہبہ یا ارث یا وصیت یا عتق کے ہو تو جبکہ اسکا ثمن یا قیمت ثمنی مقرر کر لیا جتنے کو کہ مملوک اسکو حاصل ہوا اور اسمیں زیادہ کرنے مؤنت کے اگرچہ مؤنت مبیع کی جنس سے نہو چنانچہ ضروری دھوبی کی اور اندسکے پھر بائع اسکو بیع کرے اس قیمت یا ثمن پر تو جائز ہے کذا فی المبسوط ھم خلاصہ یہ ہے کہ مرابحہ فقط اسی تین سمجھ نہیں کہ مبیع بائع کی خرید ہو اور ثمن اول پر نفع لیکر بیچے چنانچہ عبارت کنز اور وقایہ سے دلال ہو بلکہ ہر مملوک جنس میں مرابحہ جاری ہے سوا گر مبیع خریدی ہے بائع کی تو اسمیں یہ ہو کہ ثمن سابق سے بڑھا کر بیچے اور اگر ثمن کو مبیع بطریق ہبہ یا ارث یا وصیت کے ملی ہو تو اسمیں مرابحہ یوں ہو کہ اس چیز کی قیمت اور ملکیت پر نفع زیادہ کر کے بیچے طحطاوی نے کہا کہ ہوں فی

قیمت سے دراہم کا مقابلہ نکل گیا تو اگر دراہم کو ذانیر سے خرید کیا تو بیع درہم بطریق مرابحہ جائز ہے بین چنانچہ بحر الرائق میں ہے اور حاشیۂ نیلی میں بدائع سے اسکا خلاف منقول ہے غصب کی صورت میں کہ مغصوب غاصب کے پاس ضائع ہوا اور غاصب نے اسکی قیمت کا تاوان دیا پھر مغصوب مل گیا تو وہ مملوک ہو گیا نہ اسکو بیع المرابحہ کے جائز ہونے یعنی ثمن پر نفع لیکر حلبی نے کہا کہ شارح نے مصنف کی تعریف میں تصرف کر کے کچھ کا کچھ کر ڈالا حالانکہ مراد مصنف یہ ہے کہ مرابحہ بھی بیع ہے مملوک سے ساتھ ثمن اور زیادتی منفعت کے اور یہ عبارت ٹھیک تھی واللہ اعلم ۔ التولیۃ مصدر ولی غیرہ جعلہ والیا اور تولیہ مصدر ہے ولی غیرہ کا یعنی غیر کو والی اور کارساز مقرر کیا وشرعا البیع بثمن الاول وحکما یعنی بقیمتہ وعبر عنہا بہ لانہ الغالب اور اصطلاح شرع میں تولیہ بیع ہے مملوک چیز کی اسکے ثمن اول سے اگرچہ ثمن حکمی ہو مراد ثمن حکمی سے اس چیز کی قیمت ہے اور مصنف نے قیمت کو ثمن سے تعبیر کیا سو اسلئے کہ تولیہ ثمن میں اکثر رائج ہے ہم جتنے کو خرید کر لائے اتنے کو بیچنا اسکا نام تولیہ ہے لیکن ظاہر یہ تعریف بیع مساوم کو شامل تھی جبکہ وہ مغصوب کو بغیر تضمیر قیمت کے بطریق تولیہ بیع کرے لہذا شمس نے ثمن کو عام ٹھہرایا ثمن حقیقی اور ثمن حکمی سے تا اسکو بھی شامل ہو جائے طحطاوی نے کہا بہتر یہ تھا کہ شارح لفظ عنہا کو حذف کر ڈالتا سو اسلئے کہ ثمن سے مراد وہ ہے جو قیمت کو بھی شامل ہو نہ یہ کہ ثمن سے فقط قیمت ہی مراد ہے وشرط صحتہا کون العوض مثلیا او قیمیا علی کما للمشتری اور مرابحہ اور تولیہ کے صحیح ہونے کی شرط ہونا عوض یعنی ثمن اول کا مثلی یا ہونا عوض کا قیمت والی چیز مملوک مشتری کی اگر ثمن مثلی بنا دراہم اور ذانیر اور فلوس نافقہ اور عددی متقارب اور مثلی ہونا ثمن کا سو اسلئے شرط صحت ہوا کہ اگر ثمن غیر مثلی ہو جیسا کپڑا اگر العوض غلام کے خریدا کیا تو ہر ایک کپڑے کو تولیہ قیمت غلام پر ہوگا اور حالانکہ قیمت مجہول ہے یہاں اگر مشتری اسی قیمت والی چیز کا مالک ہو جو عوض تھا بائع کی خرید میں تو غیر مثلی سے بھی مرابحہ جائز ہے صورت اسکی یہ کہ گھر خریدا کیا عوض کپڑے کے اور اسکو تسلیم کر دیا پھر گھر کے بائع نے وہی کپڑا اشتلا زید کو بطریق بیع یا ہبہ کے دیا پھر گھر کے مشتری نے گھر بجا زید کے ہاتھ اسی عوض اسی کپڑے اور کچھ منفعت کے تو جائز ہے کیونکہ زید اسکے دینے پر قادر ہے کذا فی النہر متعرف وکون الربح شیئا معلوما او توقیما مشارا الیہ کھذا الثوبی تنفا الی آخرہ حتی لو باعہ بربح دہ یازدہ ای العشرۃ باحد عشر لم یجز الا ان یعلم الثمن فی المجلس فیخیر شرح المجمع للعینی اور شرط صحت مرابحہ ہونا نفع کا چیز معلوم اگرچہ نفع مثلی ہو بلکہ قیمت والی چیز مشار الیہ ہونا چنانچہ کپڑا بسبب نفی ہونے جہالت کے تو اگر بیع کر لیگا دیا زیادہ کے نفع پر یعنی دس کو بعوض گیارہ کے بیچنا تو جائز ہوگا مگر یہ کہ مشتری کو ثمن اسکا معلوم ہو جائے تو اسکو خیار ہوگا کذا فی شرح المجمع للعینی ہم یازدہ کے نفع سے کل ثمن اسکا معلوم ہوا لمتابع جائز ہوتی ویضم البائع الی راس المال اجر القصار والصبغ بای وان کان والطراز بالکسر علم الثوب والفتل والحمل الطعام وسوق الغنم واجرۃ الغسل والخیاطۃ وکسوتہ وطعام العبد بالمعروف دستی الزرع والکرم وکسحہا وکری المستاۃ والانہار وغرس الاشجار وتجصیص الدار اور بڑھائے بائع راس المال کی طرف مزدوری دھوبی اور رنگ کی کوئی رنگ کیوں ہو اور مزدوری کپڑے کی نقش کاری کی اور دوال وغیرہ کے دورے بٹنے کی مزدوری اور غلہ اٹھالانے اور بھیڑ بکریوں کے ہانکنے کی مزدوری اور شوب اور درخت کی مزدوری اور پوشاک اور طعام مسیع کا بدن اور اسکے اور کھیت اور سچائی الگور کی اور اسکی جاروب کشی اور برسوں اور تہروں کی صفائی اور درخت لگانا اور گھر کی چونہ کاری ہم اور سیطرح لکڑی سے دروازہ بنانے اور مرتی میں سوراخ کرنیکی مزدوری انکے ثمن کے ساتھ ملاوے کذا فی النہر واجرۃ السمسار ھو الدلال علی مکان السلعۃ وصاحبہا الشرط فی العقد علی ما جزم بہ فی البدائع ورجح فی البحر الاطلاق اور راس المال کے ساتھ ملاوے سمسار کی وہ مزدوری جو عقد اول میں بشرط لگنی ہی قید پر یقین کیا ہے در میان بحر الرائق میں اطلاق کو ترجیح دی ہے سمسار وہ شخص ہے جو متاع اور رضا متاع کو تباہ سمجھ اہل لغت کے نزدیک سمسار اور دلال میں کچھ فرق نہیں صاحب قاموس نے کہا کہ سمسار اور دلال وہ ہے جو سودا طے ہونے کا اور مشتری میں لیکن عرف خاص میں وطن میں فرق ہے سمسار وہ ہے جو متاع مذکور کیا اور دلال وہ ہے جسکے ساتھ متاع ہو غالبا نہ اتفاق میں ہے کہ عدم صحت حیث لا الا الاجماع ثابت ہے وضابطہ کلیہ اور دلیل اوس پر یضم درہ اعتمد العینی وغیرہ عادۃ التجار بالضم اور قاعدہ کلیہ اشباہ مذکورہ کے ملانیکا یہ ہے کہ جو چیز کہ بیع میں داخل ہو جاوے جیسے رنگ اور مرمت یا اوسکی قیمت میں داخل ہو جیسے حمل طعام اور خیاطت تو وہ ملائی جاویگی کذا فی الدر اور یعنی وغیرہ نے سوداگروں کے ملانیکی عادت پر اعتماد کیا ہے یعنی جسکو تجارت میں راس المال کے ساتھ ملاتے ہیں اوسکو ملانا چاہیے

ویقول قام علی کذا ولا یقول اشتریتہ کذا کذب اور بائع کہے کہ یہ چیز اتنے کو پڑی اور یوں نہ کہے کہ میں نے اتنے کو خریدی اس واسطے کہ یہ جھوٹ ہے ہم مثلاً ایک کپڑا چار روپے کو خریدا اور ایک روپیہ اسکی سلائی میں صرف ہوا تو مالک اسکے بیچنے کے وقت یوں نہ کہے کہ قمیص یا یہ قبا مجھکو پانچ روپے کو پڑی اور یوں کہے کہ میں نے پانچ کو خریدی کہ صاف جھوٹ ہے یہ اس صورت میں ہے جبکہ بیع بطریق مرابحہ یا تولیہ کے منظور ہو اور اگر بطریق مساومہ منظور ہو تو ملا بیان ثمن اور سلائی وغیرہ کے جسقدر کو چاہے بیچے وکذا اذا قوم المؤروث ونحوہ او باع برقمہ او صادقا فی الرقم فتح اور اسیطرح مرابحہ جائز ہے جب کہ فتح موروث وغیرہ کی قیمت لگوا کے اسکو اسکی قرار دیکر بیچے بشرطیکہ میان رقم میں سچا ہو کذا فی الفتح ہم رقم عبارت ہے اس علامت سے جو کپڑے پر لکھی ہو اور ثمن پر دلالت کرے صدق فی الرقم سے مراد یہ ہے کہ مشتری رقم کو نہ جانتا اور کپڑے پر دس روپے کی رقم لکھی ہو تو اگر بائع نے کہا کہ یہ دس کی رقم ہے میں اسپر انتفاع کیلئے بیچونگا خواہ وہ رقم اصل ثمن کے موافق ہو یا زیادہ تو جائز ہے اور اگر دس کی گیارہ بتا دیگا تو بیع صحیح نہ ہوگی کما یعلم اجر الطبیب فالمعلم درر ولو للعلم والشرف فیہ ما فیہ فلا اعلاہ فی المبسوط بعدم العرف نہ ملاوے طبیب اور معلم کی اجرت کذا فی الدرر اگرچہ معلم علم اور شعر کا ہو اور عدم ضم تعلیم کی علت میں جو کچھ کہ ہے سو ہے اسیواسطے مبسوط میں عدم ضم تعلیم کی اجرت میں عدم عرف کو علت قرار دیا ہے بعض علما نے عدم ضم کی علت یہ بیان کی ہے کہ تعلیم سے کوئی چیز مملوک میں زیادہ نہیں ہو جاتی حالانکہ یہ غلط ہے بلکہ تعلیم سے غلام کی قیمت زیادہ ہو جاتی ہے تو مبسوط کی تعلیل خوب ہے یعنی اگر رواج ہو ضم کرینگا تو ملاوے واللہ اعلم کذا فی الفتح والکلالۃ والراعی اور نہ ملاوے راس المال کے ساتھ اجرت دلال اور چرانے والے کی کالنفقۃ نفسہ اور نہ ملاوے اپنی ذات کا خرچ یعنی جو سودا گر کا خرچ ہوا اپنی ذات کے طعام اور کسوت میں سفر تجارت کے اندر اسکو بھی اس بیع میں حساب نکرے کالاجیر عمل بنفسہ وتعلم بدمتطوع اور نہ ملاوے اجرت اس عمل کی جو بذات خود کیا یعنی مثلاً اپنا زنگا اور ستیا حساب نکرے یا کسی کوئی عمل مفت کرو یا اسکی اجرت بھی ملاوے وجعل الابق وکراء بیت الحفظ بخلاف اجرۃ المخزن فانہا تضم کما صرحوا بہ وکانہ للعرف وکالفلاق والقصار وفتل البز اور غلام گریختہ کے پکڑ لانے کی اجرت اور بیت الحفظ کا کرایہ نہ ملاوے بخلاف اجرت مخزن کے کہ اسکو راس المال کے ساتھ ملاوے چنانچہ فصاف نے اسکی تصریح کی ہے گویا کہ ضم اجرت مخزن اور عدم ضم کرایہ بیت الحفظ بسبب رواج کے ہے اور اگرچہ علت میں تو کچھ فرق ظاہر نہیں ہوتا بیت الحفظ اور مخزن میں سو تامل کرے وما یؤخذ فی العلۃ من الظلم لا اذا جرت العادۃ بقہرہ ہذا ہو الاصل کما علمت فلیکن المعول علیہ کما یفید کلام الکمال اور راس المال کے ساتھ نہ ملاوے اس خرچ کو جو لیا جاتا ہے راہ میں ظلم سے مگر اسوقت ملانا چاہیے جبکہ رواج میں اسکے ملانے کی عادت ہو عادت اور رواج ہی اصل ہے ضم اور عدم ضم میں چنانچہ معلوم کر چکا تو یعنی وغیرہ کے کلام سے تو یہی قول معتمد علیہ ہے چنانچہ کلام کمال الدین صاحب فتح القدیر اسپر دلالت کرتا ہے ہم ملخصا وہی نے کہا کہ عرف اسکو مقتضی ہے کہ در صورت رواج اپنی ذات کے خرچ کو بھی رأس المال کیساتھ ملاوے فان ظہر خیانۃ فی مراجحۃ یا قرارہ او برہان علی ذالک وبتکل عن الیمین احذا من الاشتروکلفتہ او دعوی فوات الرضے پھر اگر بائع کی خیانت ظاہر ہو مرابحہ میں اسکے اقرار سے یا گواہوں سے یا انکار کرنے قسم سے تو مشتری اسکو پھیر لے اسکے اپنے حصہ ثمن سے یا اسکو پھیرے بسبب فوت ہونے خیانت مندی کے یعنی در صورت خیانت مشتری اس بیع سے کنارہ کر لیگا اگر راضی ہوگا اندا اسکو لینے نہ لینے میں اختیار ہوتا ہے الا اتفاق میں ہو خیانت یہ کہ ثمن کے ساتھ اسکو ملاوے جسکا ملانا جائز نہیں یا جو نوروز کو مثلاً خریدی ہو اسکو دسہرہ کی بتاوے والحط قد یلحق بالخیانۃ التولیۃ لحقوق العقد اور مشتری کو اختیار ہے بقدر خیانت کے کم کرا لینا تولیہ میں تا تولیہ متحقق ہو یا واسطے تحقق ہونے تولیہ کے یعنی اگر قدر خیانت کو کم کرے تو تولیہ ثابت ہو اسواسطے کہ تولیہ ثمن اول سے زیادہ نہیں ہوتا بخلاف مرابحہ کے ذلو ہلک المبیع او استہلکہ فی المرابحۃ قبل ردہ او حدث بہ ما فیہ عین مال لم یرجع بالنقص المسمی وسقط خیارہ او اگر مبیع ہلاک ہو جاوے یا اسکو مشتری ہلاک کرے مرابحہ میں اسکے پھیرنے سے پہلے یا وہ چیز حادث ہو جو مانع ہو رد کی جیسا کہ چیز عیب یا زیادہ ہو تو مبیع اسکو لازم ہوگی تمام ثمن سمی سے اور اسکے پھیرنے کا اختیار ساقط ہوگا وقد منا انہ لو وجد المولی بالمبیع عیبا لم یرجع بالنقصان لعدم العلم وذکر کہ اگر صاحب تولیہ مبیع میں عیب پاوے پھر وہ عیب اسمیں پیدا ہوا تو قدر نقصان کو نہ پھیرے ہم مولی ہم مفصول ہو تو پھیرے رجوع بالنقصان

اسواسطے جائز نہیں کہ رجوع سے بیع ثانی کمتر ہوگی بیع اول سے اور حالانکہ تولیہ نسبت اول کے بعضوں کا مستثنیٰ ہے کذا فی الطحطاوی وفی الاشباہ انما یجعل الثمن الاول فی حق الاقالۃ والشفعۃ والتولیۃ والمرابحۃ والحط والاضافۃ والشرکۃ والوضیعۃ والرد بالعیب بقضاء او بتراض بحر فان ھلک المبیع قبل الرد بالعیب او تعیب عند البائع او عند المشتری بفعلہ او بفعل اجنبی او بفعل المبیع او بآفۃ سماویۃ او بذبح او بعتق او بکتابۃ او بتدبیر او باستیلاد او بصدقۃ او بھبۃ او برھن او بتزویج او بتجارۃ او بشرکۃ او بتولیۃ او بوطء او بدواعیہ او بجنایۃ او بجنایۃ او بزیادۃ او بنقصان او بتغیر سوق او بتغیر بدن او بتغیر زمان او بتغیر عادۃ او بتغیر ملک او بتغیر ولایۃ او بتغیر حال او بتغیر اسم او بتغیر وصف او بتغیر نقد او بتغیر حکم او بتغیر عین او بتغیر صفۃ او بتغیر حالۃ او بتغیر ھیئۃ او بتغیر رائحۃ او بتغیر طعم او بتغیر لون او بتغیر ریح او بتغیر شکل او بتغیر وزن او بتغیر کیل او بتغیر عدد او بتغیر ذرع او بتغیر قیمۃ او بتغیر ثمن او بتغیر مبیع او بتغیر عقد او بتغیر فسخ او بتغیر اقالۃ او بتغیر شفعۃ او بتغیر تولیۃ او بتغیر مرابحۃ او بتغیر حط او بتغیر اضافۃ او بتغیر شرکۃ او بتغیر وضیعۃ او بتغیر رد بالعیب او بتغیر قضاء او بتغیر تراض او بتغیر ھلاک او بتغیر تعیب او بتغیر آفۃ سماویۃ او بتغیر ذبح او بتغیر عتق او بتغیر کتابۃ او بتغیر تدبیر او بتغیر استیلاد او بتغیر صدقۃ او بتغیر ھبۃ او بتغیر برھن او بتغیر تزویج او بتغیر تجارۃ او بتغیر شرکۃ او بتغیر تولیۃ او بتغیر وطء او بتغیر دواعیہ او بتغیر جنایۃ او بتغیر جنایۃ او بتغیر زیادۃ او بتغیر ن

وخرق ثوب المشتری فقال ابو یوسف وقفر والثلثۃ لا یلزمہ شیء وقال ابو اللیث وبہ نأخذ ورجحہ الکمال واقرہ المصنف مریدہ رحمہ
نفع لیکر بیچنے کا بیان یعنی بیع مرابحہ کی جائز ہونے کی طرح بیان کرنے کے کہ اسنے مبیع کو بالسلامت خریدا کیا تھا تو مبیع عیب ہوگیا اسکے پاس کسی عیب ناکی سے بسبب
آفت آسمانی کے یا مبیع کے فعل سے اور شبیہ کے جماع سے بغیر طلب جماع سے اسمیں کچھ نقصان ہوگیا ہو جیسا کوچہ کا کاٹنا اور آگ کا جلانا خریدے کپڑے کو شارح نے کہا
لیکن بیان نفس عیب جب ہے قطع نظر اس سے کہ مشتری کے پاس عیب حادث ہوا یا بائع کے پاس عند ابو یوسف اور قرار دیا ثلثہ نے فلما کہ عیب کی کا بیان کرنا یا عند رحمہ
میں ضرور ہے فقیہ ابو اللیث نے کہا کما سی قول یعنی وجوب بیان کو ہم لیتے ہیں اور کمال الدین نے بھی اسکو ترجیح دی ہے اور مصنف نے بھی اسکو اپنی شرح میں ثابت رکھا ہے
ہم بیان نفس عیب اسواسطے واجب ہے تا فریب نہ لازم نہ آوے خلاصہ میں ہے کہ ایک درجہ متاع معیوب کو بیچا اور وہ عیب کو جانتا ہے تو اسپر بیان کرنا واجب ہے
بنیہ مثل کہنے کے ہے کہ اگر در صورت عدم بیان فاسق مردود الشہادۃ ہوگا انتہی معلوم ہوا کہ کتمان عیب گناہ کبیرہ ہے کذا فی الطحطاوی دیوانہ یجب بیان التعیب ولو بفعل
غیرہ بغیر امرہ وان لم یزد اخذ الامر شرط فیہ احترازہ فی الہدایۃ وغیرہا اتفاقی فتح اور نفع لیکر بیچنے عیب دار کر دینے کے بیان سے یعنی اگر انسان کے فعل سے
عیب لاحق ہوا تو بیان اسکا مرابحہ میں واجب ہے اگرچہ بغیر مالک کے فعل سے بدون اسکے امر کے عیب لاحق ہوگیا ہو گو کہ مالک نے غیر شخص سے عیب لگانے کا خون بہا
اور نقصان نہ لیا ہو اور قید خون بہا لینے کی ہدایہ وغیرہ میں اتفاقی ہے نہ احترازی کذا فی الفتح وقولی الیکر کتکلیس بنشرہ وطیہ لصیرفۃ الاوصاف مقصودۃ
بالاتلاف وان قال ولم یتقصہا الوطی اور نفع لیکر بیچنے جماع باکرہ کو بیان کرکے چنانچہ بیان شکستگی کپڑے یا کاغذ کا اسکے کھولنے یا پیسنے سے لازم ہے بسبب
ہو جانے اوصاف کے مقصود تلف کرڈالنے سے اور اسواسطے شارح نے جماع ثیبہ میں یہ قید لگائی کہ عدم بیان اسوقت ہے جب کہ جماع سے اسمیں نقصان نہ ہوا ہو
ہم ہر چند اوصاف کے مقابل ثمن نہیں ہوتا لیکن در صورت اتلاف اوصاف مقصود ہو جاتے ہیں تو اسکے مقابل ثمن واقع ہوگا چونکہ جماع باکرہ ازالۃ البکارت کا موجب
ہے لہذا اسکے مقابل ثمن واقع ہوا سپس اتلاف جماع ثیبہ کے بیان اگر ثیبہ میں جماع سے نقصان لاحق ہوگا تو ثابت ہوگا کہ والی نے اتلاف کا قصد کیا اسواسطے
کہ ولی بلا قصد اتلاف اکثر موجب نقصان نہیں ہوتی اشتراہ بالف نسیئۃ وباعہ بربح مائۃ بلا بیان خیر المشتری ان شاء حبسہ حتی یؤدی الثمن وان شاء
اور بیچا سودرم کے نفع پر یعنی گیارہ سو کو بیچا بدون بیان کرنے مدت مذکورہ کے تو مشتری کو اختیار ہے چاہے کل ثمن نقد سے خرید کرے چاہے ترک کرے فان تلف
المبیع بتعیبہ وتعیب فعلم بہ اجبر علی کل الثمن حالا اگر مبیع تلف ہوئی عیب دار ہو جانے سے یا عیب دار کر دینے سے پھر مشتری کو علم ہوا مدت کا یعنی اسکو
معلوم ہوا کہ بائع نے اسکو اودھار خرید کیا تھا تو مشتری کو پورا ثمن نقد یا مدت لازم ہوگا وکذا حکم التولیۃ فی جمیع ما مر اور اسیطرح مرابحہ کے مانند تولیہ کا
حکم ہے جمیع مسائل مذکورہ میں ہم یعنی در صورت عیب کر دینے اور والی باکرہ کے بیان کرنا ضروری ہے اور در صورت عیب ہو جانے کے آفت سماوی سے اور والی ثیبہ میں یہ
کرنا ضروری نہیں اور تولیہ مرابحہ کے مانند ہے اودھار خریدنے میں بھی وقال ابو جعفر المختار للفتوی المرجوع یفصل ما بین الحال والمؤجل بحر ومصنف اور ابو جعفر
کہا کہ مختار فتوی کے اسمیں ہے پھر لینا بیچنا ہے زیادتی کا جدا جدا میں ثمن حال اور ثمن مؤجل کے ہے کذا فی البرجندی شرح المصنف ہم یعنی اگر ثمن حال مثلاً پندرہ سو ہیں اور ثمن مؤجل بیس تو مشتری بعد عدم
کے یا تجدید رہم بائع سے پہلے ولی رجلا شیئا ای باعہ تولیۃ بما قام علیہ وبما اشتراہ بہ ولم یعلم المشتری بکر قام علیہ فسد البیع لجہالۃ القدر کذا حکم
المرابحۃ غیر المشتری بہذا لفظہ وتکرہ لعلم فی مجلسہ کالابطل تولیہ کیا اگر وہ سے کسی چیز کا یعنی اسکو بطریق تولیہ بیچا بموثر سقدر کے جتنا اسپر پڑا از قسم ثمن اور مصارف
کے یا تولیہ کیا بموثر ثمن فسد کے جس سے اسکو خریدا کیا اور حالانکہ مشتری کو معلوم نہیں کہ کتنا اسپر پڑا تو بیع مذکور فاسد ہے بسبب معلوم ہونے ثمن کے اور یہی حکم ہے مرابحہ کا اور مشتری
مختار ہوگا اسکے لینے اور چھوڑنے میں بغیر طلب علم ثمن مذکور معلوم ہو گیا ہو اور اگر مجلس میں معلوم ہو تو بیع بالحال ہم بطلان بیع سے بمقابلہ مراد ہے یعنی تولیہ بیع
بالحال نہیں فاسد ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر واعلم انہ لا ردّ بغبن فاحش ہو ما لا یدخل تحت تقویم المقومین فی ظاہر الروایۃ وبہ افتی بعضہم مطلقا
کما فی القنیۃ ثم قال وفیہ نظر بل الردّ رفقا بالناس وعلیہ فتوی اکثر المشایخ کما فی البزازیۃ وغیرہا ثم قال فی المضاربۃ وبہ یفتی ثم قال فی شرکۃ المشتری البائع اولا بالعکس او غیرہ

الدلال قالہ الرد والاولی ان یقال ان کان الدلال ممن یعرف بالدلالۃ فحکمہ کالاسلام وغیرہ ثم قال وتصرف فی بعض المبیع قبل علمہ بالعیب یعنی ما لم یسقط منہ فیرد مثل ما التلف وبحصتہ من الثمن لکل الثمن فی الصواب انتہی ملخصا جان لو کہ مبیع معین ظاہر الروایہ میں عیب فاحش یعنی نقصان ظاہر سے غیر فاحش ہو جو قیمت کے تفاوت کرنے میں داخل نہ ہو اور اسی عدم رد کا بعضوں نے فتوی دیا ہے مطلقاً خواہ اسکو دھو کھا دیا ہو یا نہ دیا ہو کذا فی التبیین پھر صاحب قنیہ نے ذکر کیا اور کہا اور غیر فاحش میں رد دینے کا فتوی دیا جاوے لوگوں پر آسانی کرنے کے واسطے اور اسی قول پر کتاب الیمینات کے اکثر روایات میں اور اسیکا فتوی ہے پھر صاحب قنیہ نے ذکر کیا اگر اسکو دھو کھا دیا یعنی مشتری نے بائع کو یا بائع نے مشتری کو دھو کھا دیا یا اسکو دلال نے دھو کھا دیا تو اسکو رد مبیع کا اختیار ہے اور معین یعنی اگر اسکو کسی نے دھو کھا دیا ہو تو رد مبیع میں اختیار نہیں اور اسی قول کا فتوی دیا ہے صدر الاسلام وغیرہ نے پھر صاحب قنیہ نے کہا اور تعرف کہ مشتری کا بعض مبیع میں تصرف کرنا بعض مبیع میں رد سے مانع ہے معین نہ ہو مشتری اگر اسکا متلف ہو پھر دے جیسکو اسنے تلف کیا اور سب ثمن پھیرے بنا بر صواب قول کے انتہی قول القنیہ ملخصا ہم جسقدر تصرف کیا اگر اسکے رد شدہ کے ساتھ باقی مبیع کو بھی رد کرے چنانچہ قنیہ میں مصرح ہے لیکن شارح نے رد باقی کو ساقط کیا تا اسکا قول مردود ہو جو قائل رد کا رد باقی جائز ہے اسکے حصے کے موافق ثمن سے لیکہ کذا فی الخلاصی ولو کان قیمیا لم یرد الا باقی رہی یہ بات کہ اگر مبیع قیمت والی چیز ہو اور اسمیں عیب فاحش ہوا ہو میں نے اس مسئلہ کو مصرح نہیں دیکھا ہاں جزم کیا امام علاء الدین السمرقندی نے تحفۃ الفقہاء وصحح الزیلعی وغیرہ من الشراح قول اخیر یعنی اگر عیب فاحش فریب دینے سے ہو تو رد جائز ہو والا نہیں تعیین کیا ہے امام علاء الدین سمرقندی نے تحفۃ الفقہاء میں اور اسیکی تصحیح کی ہے زیلعی وغیرہ نے ہم صاحب تحفہ نے کہا کہ ہمارے اصحاب کہتے ہیں کہ مشتری رد نہ کرے ولیکن یہ حکم اس مشتری میں ہے جسکو کسی نے دھو کھا نہیں دیا اور اگر اسکو دھوکہ دینے سے ثمن ہوا تو اسکو پھیر دینے کا اختیار ہے انتہی صاحب تحفہ نے قول مطلق کو مفصل کی طرف رد کیا کذا فی الطحطاوی وفی کفالۃ الاشباہ عن یوم الخانیۃ من فصل الغرور لا یرد بالعیب الیسیر الا فی ثلثۃ اشیاء وہ کی کتاب الکفالۃ میں خانیہ کی کتاب البیوع فصل غرور سے منقول ہے کہ غرور یعنی دھوکھا پنا جب وقوع ہو معین میں مگر تین صورت میں ان سے ایک صورت ہے جو معین میں مذکور ہو یعنی معین فاحش سے رد ہے اگر اسکا دھوکھا دیا ہو وضابطہا ان یکون فی عقد یرجع نفعہ الی الدافع کودیعۃ واجارۃ فلو ھلک ھا ثم استحقا رجع علی اللہ بما ضمنہ اور قاعدہ اسکا یہ ہے کہ غرور کس عقد میں ہو جسکا نفع دافع کی طرف راجع ہو چنانچہ ودیعت اور اجارہ پھر اگر دونوں تلف ہوئیں پھر مستحق غیر نکلے دونوں سے تو دافع سے بھرے جسقدر اسنے تاوان دیا ہو دافع شامل ہے بائع اور مشتری اور مودع اور موجر کو اسواسطے کہ ودیعت رکھنے والا اپنے حفظ مال سے اور موجر اجرت سے نفع حاصل کرتا ہے ودیعت کی صورت یہ ہے کہ زید نے کوئی چیز خالد کے پاس امانت رکھی یہ ظاہر کرکے کہ میں اسکا مالک ہوں پھر ودیعت ہلاک ہوئی خالد کے ہاتھ میں پھر وہ غیر کی مستحق نکلی تو مالک کو جائز ہے کہ خالد سے تاوان لے اور خالد کو اختیار ہے کہ زید سے بقدر ضمان بھرے کیونکہ اسنے اسکو دھوکھا دیا ہے اسبات میں کہ ودیعت میری ملک ہے اور صورت اجارہ یہ ہے کہ مثلاً جانور اجارہ دیا یہ ظاہر کرکے کہ یہ میرا مملوک ہے پھر وہ جانور بکر کے پاس ہلاک ہو گیا پھر مستحق غیر نکلا اور مالک نے اس سے ضمان لیا تو ستاجر کو جائز ہے بقدر ضمان پھر لینا جائز ہے کذا فی الظہیریۃ وکذا رجوع فی عاریۃ وھبۃ لکون الغرور فی نفسہ اور رجوع نہیں فریب دینے سے عاریت اور ہبہ میں کیونکہ یہ دونوں عقد عاریت اور ہبہ میں انتفی ذات کے واسطے ہے یعنی جیسے عاریت اور ہبہ میں مستعیر اور موہوب لہ کے پاس تلف ہو پھر وہ مستحق غیر نکلے اور مستعیر اور موہوب لہ سے مالک تاوان لے تو دونوں شخص مستعیر اور واہب سے رجوع نہیں کر سکتے کیونکہ مستعار اور موہوب نافع ہے اور موہوب کی طرف راجع نہ ہوا اور واہب کی طرف الثانیۃ ان یکون فی ضمن عقد معاوضۃ کبیع واجارۃ فقد اذنت لہ ثم ظہر حرا او ابن الغیر رجع علیہ للغرور وان لا یرجع الا بعد الحبس لاحتمال ان یموت یہ دوسری صورت ہے کہ غرور معاوضہ کے ضمن میں ہو جیسا کہ مثلاً زید نے عمرو سے کہا کہ میرے غلام بایع سے بیچ خرید فروخت کر و مقرر میں نے اسکو تجھ کو اذن دیا ہے پھر ظاہر ہوا کہ غلام آزاد ہے یا وہ غیر کا بیٹا ہے تو زید کا تاوان زید سے بھر لینا جائز ہے بشرطیکہ باپ یعنی اذن دینے والا شخص آزاد ہو اور اگر وہ غلام ہو تو اسکے آزاد ہونے کے بعد بھر لینا جائز ہے اضافہ الیہ او بما یعتبر اور یہ یعنی دھوکھا دینے والے سے بھر لینا اسوقت ہے کہ جب تاوان کی نسبت اپنی طرف کی ہو یعنی یوں کہا ہو کہ یہ غلام یا یہ مبیع ہو اسکے ساتھ خرید و فروخت کا امر کیا ہو ومنہ لو بنی المشتری او استولدہ ثم استحقا رجع علی البائع بقیمۃ البناء والولد اور اسمیں غرور عقد معاوضہ کی صورت کہ اگر

مشتری نے گیہوں عاریت بنائی یا لونڈی حرمبنائی پھر گھر اور لونڈی غیر کی سمجھی نکلی تو بائع سے عاریت اور ولد کی قیمت بھرے ہم بائع سے قیمت لینا عاریت کا ثابت ہی جبکہ عاریت بائع کو تسلیم کردے لیکن تسلیم ولد کو فقہانے ذکر نہیں کیا اگر اسکا عدم لزوم اسپر دلالت کرتا ہو کہ والد مشتری کو دلایا جاوے اور وہ آزاد ٹھہرے اور مشتری قیمت ولد کی لونڈی سے مالک کو دے اور بائع سے اُس قیمت کو بھرے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی ومنہ مایاتی فی باب الاستحقاق اشتری فاتعبد عبدا فاذا ھو حر فی الاستحقاق مین آویگا کہ ایک شخص نے کہا کہ مجھکو خرید کرلے کہ مین غلام ہون بخلاف اسکے کہ کہے کہ مین تجھکو رہن رکھنے کے واسطے خرید کیا پھر وہ آزاد نکلا تو اگر بائع حاضر ہو قاضی قیمت سے رجوع نہ کرسکیگا ہو تو قرینہ دینے والے پر کچھ نہ مین فی الاشتری اُسی سے بھرے اور وہ بائع سے کذا فی الطحطاوی معلوم کرکہ در المختار کے نسخ میان مختلف ہین اکثر نسخون مین ہون کہ اشتری فاتا عبد الثانی اور بعضے نسخون مین ہون ہو بخلاف الثانی جو نکہ نسخہ ثانیہ صحیح تھا اور خود اُس کتاب کے باب الاستحقاق کے موافق لہذا مترجم نے اسکو اختیار کیا کیونکہ کتب فقہیہ مین مصرح ہو کہ خریدکر مفقود مین رجوع ضمان جزء رہن کھنے مین واللہ اعلم المغالنۃ اذا کان المرور بالشرط کان رجوعہ علی البائع احرۃ ثم استحقت رجع علی المخبر بقیمۃ الولد المستحق وسیجیء الخ الدعوے تمیری صورت یہ ہو جب کہ غرور ثابت ہو کے جنانچہ ایک شخص نے دوسرے شخص کو نکاح کردیا ایک عورت سے اس شرط پر کہ وہ عورت آزاد ہی پھر وہ لونڈی مستحق غیر کی نکلی تو مالک کی قیمت مجنے سے بھرے اور یہ مسئلہ کتاب الدعوی کے آخر مین آویگا **فرع** مسئلہ لحقہ شارح کا ھل ینتقل الرد بالعیب الی الوارث استظھر المصنف لانہ تصریح بما فی الخانیۃ بان الحقوق التی دفعہا لا تورث قلت وفی حاشیۃ الاشباہ لابن المصنف وبہ افتی شیخنا للعلامۃ علی المقدسی مفتی مصر قلت وقد مر ما فی خیار الشرط معزیا للمحیط کما انتقال کرتا ہی رد بیع فرمے ہی سے وارث کی طرف یعنی اگر سورث کو فرمے یا ہو تو اُسکا وارث اُسکو پھیر سکتا ہی یا نہین مصنف نے اپنے شرح مین عدم انتقال کو قوی کیا ہی بسبب تصریح بعضے فضلا کے کہ حقوق مجردہ سورث نہین ہوتے حالانکہ یہ حق مجرد عن العوض ہی کیونکہ عبارت ہی فقط ارادہ اور مشیت سے مین کہتا ہون کہ شیخ صالح ابن مصنف کے حاشیہ اشباہ مین ہون ہو کہ اسی پر انتقال کا فتوی دیا ہی ہمارے شیخ اور علامہ علی مقدسی مفتی مصر فے مین کہتا ہون اور ہم اسکو پہلے ذکر کرچکے ہین خیار الشرط مین دُرسے نقل کرکے لکن ذکر المصنف فی شرحہ منظومتہ الفقہیۃ ما یخالفہ وھو ان الی الوارث یرد بالعیب بقرعنہ اینہ فی کتابہ مصونۃ المفتی فی کتاب الفرائض ولا جماع فی بحث القول فی الملک ملک الانشاء قبیل انتاسعۃ ان الوارث یرد بالعیب ویصیر مردودا بخلاف الوصی فتامل لیکن مصنف نے اپنی منظومہ نفیسہ کی شرح مین جسکا تخت الاقوال نام ہی ذکر کیا ہی وہ جو اُسکے مخالف ہو اور مصنف مائل ہوا اُسکی طرف کہ رد بیع غرور سے سورث ہوتا ہی خیار العیب کے مانند اور مصنف سے اُسکے بعضے شیخ صالح نے اپنی کتاب سوءۃ المفتی مین کتاب الفرائض کے مانند سورث ہونے کو نقل کیا ہو اور اُسکی تائید کی ہو اشباہ کے اُس قول کی بحث سے جو قاعدہ اسود کے قبیل واقع ہی کہ وارث رد بیع کرتا ہی بسبب عیب مبیع کے اور مغرور ٹھہر جاتا ہی بخلاف وصی کے کہ وہ مغرور نہین ہوتا بسبب عیب مرملک کے سوا سکو تامل کرھم وحدا یدہ ہی کہ وارث کا مغرور ہونا سکو مفید ہی کہ خیار الغرور سورث ہوتا ہو یعنی وارث مغرور ٹھہر اسورث نے دھوکا دینے سے وقد منا عن الخانیۃ انہ صح فاین ما یعرف بالعیان ینتقل الرد فتدبر اور دیکھا ہی

باب خیار الشرط مین ہمارے شیخ سے شاہد کی وہ چیز جو معلوم ہو جاتی ہی مشاہدہ کرنے سے نوخطہ نہیں ساقط ہو جاتا ہی خود کرنے سے

فصل فی التصرف فی المبیع والقبض قبیل القسم والزیادۃ فالحط فیہما وتالیل الدیون یعنی بیع جسکی قیمت کا تعرف کرنے مین قبل قبضہ کرنے کے اور زیادہ اور کم کرنے دونون مین اور دیون کی

درت مقدر کرنے مین صحیح بیع عقار کا یختص ہذا کلہ قبل قبضہ من بائعہ سوم الغرر لندرۃ ھلاک العقار حقولو کان علیوا او علی شط نھر ونحوہ کان کمنقول قبل القبض انفسا قا بیع عقار کی یعنی اس مال غیر منقول کی جسکے تلف ہونے کا خوف نہین قبل سات کے کہ اُسکے بائع سے لیکر اسپر قبضہ کیا صحیح ہی بسبب عدم خطرہ انفساخ عقد کے برتقدیر ہلاکی کیونکہ ہلاکی عقار نادر الوجود ہی تو اگر عقار بالا خانہ ہو یا زمین ہو دریا کے کنارے پر مشتمل السقوط اور اندیشہ کے جنانچہ خوف ہو زمین یا گھر کے چھپنے کا بابت سے تو اُسوقت مین غیر منقول مثل منقول کے ہوگا عدم صحت بیع مین تو اُسکی بیع بالاتفاق قبل قبض کے صحیح نہین ہم امام شافعی رحمہ کے تردیک بیع عقار کی قبل قبض کے جائز نہین کیونکہ حدیث شریف مین منہ بیع ما لیس عندک آیا ہی یعنی کھنے مین کہ منہی کی علت یہ کہ یہ تقدیر ہلاکی بیع کے انفساخ بیع متحمل ہو اور ہلاکی عقار مین نادر ہو اور نادر کا کچھ اعتبار نہین نسخ انتقار

ہو کہ مصنف نے تعبیر بیع بصحت کی نہ بنفاذ اور لزوم اسواسطے کہ تفاذ اور لزوم بیع نفاذ شئ یا ضمان بائع پر موقوف ہیں تو بائع کو قبل اسکے ابطال بیع جائز ہو طحطاوی نے کہا کہ تمام اس بائع قبض کے متعلق ہونے سے کتابۃ واجارۃ و بیع منقول قبل قبضہ دلو من بائعہ کما سیجئ جیسے بالاتفاق صحیح ہیں کہ اب غلام کی اور اجارہ زمین کا اور بیع منقول کی قبل اسکے قبض ہونے کے اگرچہ بیع غیر مقبوض کی اسکے بائع سے ہو چنانچہ عنقریب متن میں آویگا کذا فی الطحطاوی بخلاف تصدقہ وتدبیرہ وھبتہ والنضل لازمہ و قراضہ ورھنہ واعارتہ من غیر بائعہ فانہ صحیح علی قول محمد وھو الاصح بخلاف آزاد کرنے منقول کے قبضہ کرنے سے پہلے اور اسکے مدبر کرنے اور اسکے ہبہ اور تصدق کرنے اور قرض دینے اور رہن رکھنے اور عاریت دینے کے دوسرے شخص کو اسکے بائع کے سوا کہ وہ صحیح ہو محمد کے قول پر اور یہی اصح ہے ہم یعنی اگر منقول خریدا کیا اور ہنوز اسپر قبضہ نہیں کیا تو اسکا عتق اور تدبیر اور ہبہ اور تصدق اور اقراض اور رہن اور اعارہ محمد کے قول پر صحیح ہے خلافا لابی یوسف وجہ قول محمد یہ ہے کہ یہ تصرفات جائز نہیں کا بعد قبض کے اور غیر بائع مشتری کا نائب ہو سکتا ہے قبض میں تو قبضہ مامور بہ سجائے قبضہ مشتری ہوگا اول بطریق نیابت کے پھر بالاصالت اپنی ذات کے واسطے قابض ہوگا تملیک سے بخلاف بیع کے وہ مفید ملک نہیں قبل قبض کے اور تملیک مبیع قبل قبض کے فاسد ہے اور غیر بائع کی قید اسواسطے لگائی تا معلوم ہو کہ ہبہ وغیرہ تصرفات بائع سے بطریق اولی صحیح ہیں کذا فی الطحطاوی والاصل ان کل خروج ملک بعقد ینفسخ بہلاکہ قبل قبضہ فانہ تصرف فیہ غیر جائز ومالا فجائز عینی اور صحت تصرفات مذکورہ کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو عوض کہ مملوک ہو بسبب ایسے عقد کے جو فسخ پذیر ہے یا کی عوض سے قبل اسکے مقبوض ہونے کے چنانچہ مبیع اور اجرت بشرطیکہ عین ہو نہ نقد تو اسمیں تصرف قبل القبض جائز نہیں اور جو عقد کہ فاسخ نہو یا کی عوض سے چنانچہ مہر اور عتق بعوض مال تو اسمیں تصرف کرنا قبل قبض کے جائز ہے کذا فی العینی والمنقول لو وھبہ من البائع قبل قبضہ فقبل البائع انتقض البیع ولو باعہ قبلہ منہ لم یعد ھذا البیع ولم ینتقض البیع الاول لان الھبۃ مجاز عن الاقالۃ بخلاف بیعہ قبلہ فانہ باطل مطلقا جوھرہ قلت فالمواھب فی فسد بیع المنقول قبل قبضہ انتھی ونفی الصحۃ یحتملھا فتدبر اور بیع منقول اگر بیع کیا بائع کو قبل اسکے مقبوض ہونے کے سو بائع نے اسکو قبول کیا تو بیع ٹوٹ جائیگی اور اگر منقول کی بیع کی بائع سے تو یہ بیع ثانی صحیح نہیں اور بیع اول نہ ٹوٹیگی اسواسطے کہ یہ مجاز ہے اقالے سے یعنی اقالی کو ہبہ بولنا بطریق مجاز کے جائز ہے کیونکہ اقالہ بغیر لفظ اقالہ بھی صحیح ہے بقول مختار بخلاف بیع منقول قبل القبض کے کہ وہ باطل ہے مطلقا خواہ بائع سے ہو یا غیر بائع سے کذا فی الجوہرہ میں کہتا ہوں اور مواہب الرحمن میں ہے کہ بیع منقول قبل القبض کے باطل ہے انتہی اور نفی صحت باطل اور فاسد دونو کو محتمل ہے غور کرو ہم یعنی بیع منقول کی قبل قبض کے بقول صاحب جوہرہ باطل ہے اور بقول صاحب مواہب فاسد اور مصنف نے اسکو غیر صحیح کہا تو باطل اور صحیح اسمیں دونوں محتمل ہیں کیونکہ باطل کو بھی غیر صحیح کہتے ہیں اور فاسد کو بھی طحطاوی نے کہا فاسد ہونا اس بیع کا ظاہر ہے اسواسطے کہ بیع کے دونوں رکن یعنی مبیع اور ثمن ثابت ہیں تو فساد آیا دوسری جہت سے یعنی خطا الفساخ عقد دوسرے پر لہذا بیع تو اطلاق باطل کا قاس پر کثرت ہے اشتری مکیلا بشرط الکیل حرم ای کرہ تحریما بیعہ قبلہ کلہ حتی یکیلہ وقیدہ بفسادہ بانہ لا یقال انہ کل حرام لعدم التلازم کما بسطہ الکمال فکونہ اکل مالہ خرید کیا مکیل کو بشرط کیلنے کے تو حرام ہے یعنی مکروہ تحریمی ہے اسکا بیچنا اور کھانا اور قید کیا اسکو تا پنے والے علما نے اسکے فساد بیع کی تصریح کی ہے اور اسکی کہ اسکے کھانے والے کو حرام خوری کہیں گے بسبب عدم تلازم کے یعنی فساد کو حرمت لازم نہیں چنانچہ کمال الدین نے اسکو شرح بیان کیا اور مکیل حرام خوری اسواسطے نہ کہیں گے کہ وہ اپنی مملوک چیز کا کھانے والا ہے مگر وہ گنہگار ہوگا کیونکہ اسنے کیل کرنے کے حکم کو ترک کیا کذا فی الفتح ابن ماجہ نے روایت کی نہی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عن بیع الطعام حتی یجری فیہ الصاعان صاع البائع وصاع المشتری یعنی حضرت نے طعام کی بیع سے منع فرمایا تا وقتیکہ اسمیں دو صاع جاری نہوں ایک صاع بائع کا اور دوسرا صاع مشتری کا اور اس مضمون کو احمد اور بزار اور عبد الرزاق اور ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے اگرچہ اس حدیث میں ضعف ہے لیکن بسبب کثرت طرق اور اجماع امت کے واجب العمل اور حجت ہے کذا فی فتح القدیر اور عدم جواز کی علت فقہی کو شارح نے بیان کر دیا ومثلہ العدد والذرع والکیل لاحتمال الزیادۃ وھو للہ او بکیل کے مانند ہے موزون اور معدود خریدکرنا بشرط وزن اور شمار کے بسبب احتمال زیادتی کے اور حالانکہ زیادتی بائع کا حق ہے ہم یعنی جب مکیل اور موزون اور معدود کو خریدا

کیل اور وزن اور شمار کے تو اس میں تصرف کرنا قبضہ کرنے کے بعد بدون ناپنے اور تولنے اور شمار کرنے کے جائز نہیں کرنا چاہیے زیادہ ہو مثلاً بائع نے کہا کہ یہ غیر موضوعی سیر جو تو اگر واقع میں زیادہ سیر ہوئی تو وہ سیر بائع کا مال شمار ہوا مشتری کو لوٹانا پڑے تو اگر شمار کرنا لازم نہ آوے اور دوسرا غلہ کیل اور وزن اور شمار کا ہو یہ جزاف ہے بشرطیکہ نوشتری آنا نہیں کم کرے فتح القدیر میں کہ کذا عددی متقارب جلد ہے بخلاف مجازفۃ کالکل المشتری بخلاف بیع کیل اور وزن کے عدد کے جو بالکل تو ہے اور کل کے بلا نظر کیل اور وزن اور شمار کے بنا پر کوئی غیر کی چیز کا خرید کیا تو اسکا قبضہ نہیں اور نہ پانا لازم نہیں اسواسطے کہ وہ بالکل مشتری کا مال ہے تو اسمیں احتمال نزاع کا نہیں و قید بقولہ غیر الدراھم والدنانیر بحوالہ الفتح وفیھما بعد القبض قبل الوزن کبیع التعاطی فانہ لا یحتاج فی الموزونات الی وزن المشتری ثانیا لانہ صار بیعا بالقبض بعد الوزن فتنبہ وعلیہ الفتوی خلاصہ اور مصنف نے موزون میں غیر دراہم اور دنانیر کی قید لگائی اسلیے کہ دراہم اور دنانیر میں بعد قبض قبل وزن کرنے کے مانند بیع التعاطی کے اسواسطے کہ موزونات میں دوبارہ مشتری کو وزن کرنیکی حاجت نہیں کیونکہ قبض بعد الوزن بیع ہوگیا کذا فی التبیین اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الخلاصہ یہ بیع سے موزونات میں دو صورت میں مشتری کو دوبارہ وزن کرنیسے شرط نہیں ایک دراہم اور دنانیر کے عقد صرف میں اسواسطے کہ انکی مقدار تو ری میں خالیگا تفاوت نہیں ہوتا اور دوسرے بیع التعاطی میں تو جب مشتری نے فدراہم دیئے اور بائع نے مقدار معلوم کو کیل اور وزن کر دیا تو بیع منعقد ہوگئی بطریق تعاطی کے کذا فی الخلاصہ

ولکن کیلہ من البائع بحضرتہ ای المشتری بعد البیع لا قبلہ صلاۃ وبعدہ بغیبتہ فلو کیل بحضرۃ رجل عشرہ فجاءہ قبل کیلہ لیحل وان اکتال الثانی لعدم کیل الاول لم یکن قابضا فتح اور کفایت کرتا ہے بائع کا کیل کرنا یعنی ناپنا تولنا مشتری کے سامنے بعد انعقاد بیع کے نہ قبل بیع کے مطلقاً خواہ اسکے سامنے کیل ہوا یا پیچھے بالبداہت کے مشتری کے پیچھے تو اگر کیل ہوا اجنبی مرد کے سامنے پھر اسنے مکیل کو خرید کیا پھر اسکو بشرط کیل بیچا قبل اسکے کیل کرنے کے تو جائز نہیں اگرچہ مشتری ثانی نے اسکو کیل کر لیا ہو بواسطہ عدم کیل مشتری اول کے تو وہ قابض ہی نہ ہوا کذا فی الفتح تو اسکی بیع غیر مقبوض کی بیع ہوئی ہم حضور مشتری میں کیل بائع اسواسطے کافی ہوا کہ سبب معلوم ہوگئی کیل واحد سے اور تسلیم ثابت ہو چکی اور قبل بیع کے کیل کرنا اسواسطے کافی نہ ہوا کہ اسوقت بائع اور مشتری کا اطلاق دونوں پر صحیح نہیں ولو کان المکیل والموزون ثمنا جاز التصرف فیہ قبل کیلہ ووزنہ لجوازہ قبل القبض فقبل الکیل ولی اور اگر مکیل اور موزون ثمن ہو تو جائز ہے اسمیں تصرف قبل اسکے کیل اور وزن کے بسبب جواز تصرف ثمن کے قبل قبض کے تو قبل کیل کے تصرف بطریق اولی جائز ہے یعنی کیل اور وزن منہات قبض سے ہیں پھر جبکہ ثمن میں تصرف قبل قبض کے جائز ہوا تو قبل منہات بطریق اولی جائز ہوگا بحر

المذروع قبل ذرعہ وان اشتراہ بشرط الاتلاف فرد بکل ذراع ثمنا فھو وجہ منہ ماذکر کموزون والاصل ما مر ان الذرع وصف قد یکون کلہ للمشتری اذا کان مقصودا واستثنی ابن الکمال من الموزون ما یقبض لاجل العد رجتہ فیہ وصف حرام نہیں بیع مذروع قبل از پیمائش اگرچہ اسکو بشرطیکہ پیمائش خرید کیا ہو مگر جبکہ جدا جدا ہر گز کا ثمن مقرر کیا ہو تو اب مذروع بیع وغیرہ کی موزون کی مانند ہوگیا اور قاعدہ بالا سکا وہی ہے جو چند بار نہ کو ہو گیا کہ اگر وصف ہو نہ مقدار تو کل مذروع مشتری کا ہو چکا مگر جبکہ کرنا مقصود بالذات ہو جاتا کہ جسمیں ہر گز کا جدا ثمن مقرر کرنے سے اور ابن کمال نے موزون سے اس موزون کو مستثنی کیا ہے جسکو بقصد یعنی تکرر کرنا مقصود ہو اسواسطے کہ اسمیں وزن مقدار نہ رہا وصف ہو گیا ہم مقرر ہیں موزون جیسا کپڑا وغیرہ کا بر تن قطع سے لائق استعمال کے نہیں ہتا تو اسوقت میں موزون میں تصرف کرنا قبل اسکے وزن کے جائز ہے اگرچہ بشرط وزن خرید کیا ہو سناسب تھا کہ اسکو وزن کی بحث میں شارح ذکر کرتا کذا فی الطحطاوی وجاز التصرف فی الثمن بھبۃ او بیع او غیرھا لو عینا ای مشارا الیہ لو دینا فالتصرف فیہ کقبلہ

صح علی الاصح فی البعض کالکل بحر منیۃ ابن ملک قبل قبضہ اور قبضہ کرنے سے پہلے ثمن میں تصرف کرنا جائز ہے بطریق ہبہ یا بیع کے یا اور طرح بشرطیکہ ثمن عین ہو یعنی اسکی طرف اشارہ ہو سکتا ہو سامنے ہو یا نقد اور اگر ثمن دین ہو تو اسمیں تصرف اسکی تعلیگا کسی دیون کو اگرچہ تعلیگا کسی دیون سے کوئی چیز خرید کر کے عوض ثمن کے جو دین ہو اور تعلیگا دین جائز نہیں غیر دیون سے کذا فی البحر ابن ملک وہو تعیین بالتعیید کما لو کان لہ کر علی رجل ابلا بدراھم او بکر برجل اخذ بدلھا شیئا قبل قبض تصرف ثمن میں جائز ہے خواہ ثمن معین ہو یا نا ہو معین کرنے سے چنانچہ کیلی اگر مثلاً تعہد بیع چند من گیہوں کا کیا اور قبضہ نہ کیا تو اگر اوقت وہ گیہوں سے بچا تو درم یا گیہوں سے بچا تو درم اور گیہوں کے عوض کسی اور چیز

لینا جائز ہی حضرت عبد الدین عمر نے کہا کہ ہم اونٹ بیچ میں بیچتے تھے تو درہم کی جگہ دینار اور دینار کے بدلے درہم لیتے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اسکو جائز رکھتے تھے کذا فی الفتح و کذا الحکم فی کل دین قبل قبضہ کھمر و اجرۃ وضمان متلف و بدل خلع وعتق بمال و موروث وموصی بہ والحاصل جواز التصرف فی الاثمان والدیون کلہا قبل قبضہا الا ما یستثنی مما فلا یجوز احد فقدا جنسہ لفوات شرطہ اور یہی حکم ہے ہر دین میں قبل اسکے قبض ہونے کے چنانچہ مہر اور میراث اور تلف کی چیز کا تاوان اور بدل خلع اور مال کا اور ارث اور وصیت کے چیز خلاصہ یہ ہے کہ تمام اثمان اور دیون میں قبل انکے مقبوض ہونے کے تصرف کرنا جائز ہے کذا فی العینی سوا صرف اور سلم کے کہ انمیں خلاف مبیع قبض نہ لینا جائز نہیں بسبب فوت ہونے اسکی شرط کے یعنی شرط صحت صرف اور سلم قبض ہے تو قبل اسکے قبض کے تصرف جائز نہیں و ھو الزیادۃ فیہ ولو من غیر جنسہ فی المجلس او بعدہ عمل الشرعاء وارثہ خلاصۃ لفظا بن ملک او من اجنبی اور صحیح ہے زیادہ کرنا ثمن میں اگر چہ زیادتی اسکے خلاف جنس میں زیادتی محل عقد میں ہو یا بعد اسکے مشتری کی طرف سے زیادتی ہو یا اسکے دارث سے کذا فی الخلاصہ یعنی ملک نے کہا یا زیادتی اجنبی کی طرف سے ہو اگر اجنبی کی زیادتی پر مشتری ہو تو مشتری واجب ہے ذمہ اجنبی پر اگر اسکے بلا امر ہو تو اگر مشتری نے قبول کر لی تو اسپر لازم ہے ورنہ باطل ہو اور اگر اجنبی نے زیادہ کرنے کے وقت مشتری کی طرف سے ذکر کیا یا اسکا حال سے کالاظہار کیا پھر اگر یہ بائع مشتری تھا تو اجنبی شتری ہے بھرے اور ہمنیں قبض کذا فی الطحطاوی من البحر ان فی غیر صرف و قبل القبض فی المجلس و بعدہ بحالت خلاصہ زیادتی ثمن کی صحیح ہو اگر غیر صرف میں ہو اور بائع اسکو زیادتی کی مجلس میں قبول کرے اور اگر مجلس کے بعد قبول کریگا تو زیادتی باطل ہو جائیگی کذا فی الخلاصہ مگر صرف میں زیادتی کو کمی ثمن کی جائز نہیں کیونکہ سود ہو جاتا ہے کما لو تم بعد ما زاد اجیبر او خلاصہ میں ہے کہ اگر مشتری ثمن زیادہ کرنے کے بعد پھاڑ دے تو اسپر جو کیا جاوے یعنی محاکمہ زیادہ ہے کما لا یخفی فاتہا فلا تغفل بعد ھلاکہ و لو حکما علی الظاہر بان باعہ ثم زادہ اور زیادتی صحیح ہے بشرطیکہ مبیع قائم ہو تو زیادہ کرنا صحیح نہیں مبیع ہلاک ہونے سے اگر چہ ہلاکی حکمی ہو بنا بر قول ظاہر کے بطریقہ کہ مشتری نے اسکو بیچا پھر اسکو خرید کیا بھر ثمن زیادہ کیا یعنی خریدار اول میں مبیع کو ہلاکی حکمی سے ہلاک کیا کما ستطلع علیہ فی خلاف سلعہ کے برابر ہے اور اگر مبیع کے بعد ہلاکی حکمی کے ثمن زیادہ کریگا تو بطریق اولی جائز ہے کذا فی الطحطاوی و زاد فی الخلاصۃ وکونہ محلا للمقابلۃ فی حق المشتری حقیقۃ فلو ہلع بعد القبض او دبر او کاتبہ او قتل الشاۃ مثلا دام بحقوقہ محل البیع بخلافہ الی اجارۃ او رہن او جعل الحدید سیفا او ذبح الشاۃ لقیام الاسم والصفۃ بعد المناقضۃ و خلاصہ میں زیادت ثمن کی تیسری شرط زیادہ کی ہے یعنی ہو اسبیع کا محل مقابلہ زیادتی در آنحالیکہ مقابلہ بحقیقی ہو مشتری کے حق میں بسطرح کہ مبیع مشتری کے ہاتھ سے خارج نہ ہو گئی ہو بیع وغیرہ سے تو اگر مشتری نے اسکو بیچا بعد قبض کے یا غلام کو مدبر یا مکاتب کیا یا گیہوں کو پیسا یا مشتری نے ثمن زیادہ کر دیا تو جائز نہیں بسبب فوت ہونے محل بیع کے بطلان اسکے کا اگر مبیع کو اجارہ دیا یا اسکو رہن رکھا یا لوہے کی تلوار بنائی یا بکری ذبح کر ڈالی تو ان صورتوں میں زیادہ کرنا جائز ہے بسبب قائم ہونے اور صورت اور بعض منافع مبیع کے بھر بعد ذکر ہلاک حکمی کے قول خلاصہ کے ذکر کی کچھ حاجت نہ تھی ہو سکتے کہ مبیع اور مدبر اور مکاتبہ اور صورت ہلاک حکمی میں داخل ہیں کذا فی الحلبی و ھو الحط من الثمن بعد ھلاک المبیع و قبض الثمن اور صحیح ہمکہ کہ ثمن کا یعنی بائع کی جانب سے اگر چہ کم کرنا بعد ہلاک مبیع یا قبض ثمن سے ہو والزیادۃ والحط یتحققان باصل العقد بلا استناد فیبطلان بطلانا کلا اور زیادتی اور کمی ثمن اصل عقد سے ملحق ہے بطریق استناد کے یعنی کہ زیادتی اور کمی ابتداء سے ثابت ہوئی تو باطل ہو تمام ثمن کا کر دینا ہم پر بطلان یہ ہے کہ اسمیں اصل عقد کی تبدیل ہو کیونکہ یہ عقد کے تمام ثمن کا اگر دینا یا ہبہ ہے بلا ثمن ہو تو فاسد ہو کذا فی الزیلعی و اما الاتحاق فی تولیۃ و مرابحۃ و شفعۃ و ھلاک و حبس مبیع و فساد صرف لکن انما یظہر فی الشفعۃ الحط فقط اور زیادتی اور کمی کے الحاق کا اثر ظاہر ہوتا ہے تولیہ اور مرابحہ اور شفعہ اور ہلاک اور حبس مبیع اور فساد صرف میں لیکن شفعہ میں تو فقط کمی کا اثر ظاہر ہوتا ہے نہ زیادتی کا ہم یعنی اگر اول دس کی خریدی تھی پھر مشتری نے پانچ درہم ثمن میں زیادہ کر دیئے تو تولیہ اور مرابحہ پندرہ درہم پر کرے اور در صورت کمی ثمن کے باقی پر تولیہ اور مرابحہ کرے اور اگر مبیع مستحق غیر نکلے تو مشتری کل ثمن زیادتی کے ساتھ پھیر لے اور اگر کسی کو حبس مبیع میں یا قبض میں زیادتی معتبر ہو اور صرف میں زیادتی اور کمی مفسد عقد ہو اور شفعہ میں شفیع کو زیادتی ہو سکتے لازم نہوئی کما سیاتی ثابت ہو چکا تھا بیع اول سے تو لازم زیادت میں کسی کے ہلاک کا ابطال ہو اور حالانکہ بالم یشرع اسکے ابطال کے سلک نہیں و ھو الزیادۃ فی المبیع ولزم للبائع دفعہا الی غیر سلم الیہ و قبل المشتری اور مبیع میں زیادہ کرنا صحیح ہو بائع کی جانب سے اور

سلسلہ ذکر ان کے متعلق ہے جو مبیع کو ہلاک کر دے

بائع کو اُسکا دینا لازم ہو بشرطیکہ زیادتی مسلم فیہ میں متولد زمانی الزمانی ہو اور مشتری اُسکو قبول کرے مع زیلعی نے کہا مسلم فیہ میں زیادہ کرنا صحیح نہیں کیونکہ وہ فی الحقیقت مستحدث ہے اُسکو تو وجود فرض کیا ہے مسلم الیہ کے دفع حاجت کے واسطے اور مسلم فیہ میں زیادہ کرنا اُسکی حاجت کا دافع نہیں بلکہ برعکس ضرر حاجت ہے لہذا جائز نہیں درالمحتار ایضا

بالعقد فلو هلك الزيادة قبل قبض سقط حصتها من الثمن اور مبیع کی زیادتی جو بعد عقد کے ملحق ہوئی تو اگر مبیع کی زیادتی ہلاک ہوگئی قبل قبض کے تو اُسکا حصہ ثمن سے ساقط ہوگا مثلاً تیس درم کو چھ سیر غیر بلی اور بائع نے بعد عقد کے تین سیر اور زیادہ کردی پھر تین سیر تلف ہوئے قبل قبض کے تو مشتری کو دو درم ثمن سے لازم ہوگا ایک درم ساقط ہو جائیگا وكذا لو زاد في الثمن عرضا فهلك قبل تسليمه لقوله العقد يفسد به فتبين ان لا زيادة اور اسیطرح اگر مشتری نے ثمن میں اسباب زیادہ کردیا پھر وہ تلف ہوگیا قبل تسلیم کے تو عقد منفسخ ہوگا بقدر اسباب کے کذا فی الخانیہ مثلاً ایک چیز سو درم کو خریدی اور بعد تفاضل المبدلین مشتری نے ثمن میں ایک کتاب زیادہ کردی جسکی قیمت پچاس درم تھے پھر کتاب ضائع ہوگئی قبل تسلیم کے تو مبیع کی ایک تہائی میں بیع فسخ ہوگی کذا فی النہر یعنی اسوسطے کہ پچاس دیئے تھے سو کی تہائی جو تھہرا سو کہا چونکہ مبیع قائم ہے تو اُسکا مقتضی یہ ہے کہ مشتری کتاب کی قیمت کا ضامن دے واللہ تعالیٰ اعلم ولا يشترط للزيادة هنا قيام المبيع فتصح بعد هلاكه بخلافه في الثمن كما مر اور شرط نہیں ہے مبیع کی زیادتی میں یعنی زیادتی مبیع میں قیام مبیع کا یہاں کو زیادتی کے کہ اُسمیں قیام مبیع شرط ہے اور ثمن میں نہیں پس صحیح ہے زیادتی کا عقد ثمن کے ہلاک ہونے کے بعد برخلاف زیادتی کے ثمن کی کہ اُسمیں قیام مبیع شرط ہے درالمحتار

غصب کر چکا ودیعہ الحط من الصبيان كان المبيع دينا وان عينا لانه اسقاط واسقاط العين لا يصح بخلاف الدين فيرجع بما دفع في براءة لاسقاط كافي براة الاستيفاء اتفاقا اور صحیح ہے کم کردینا مبیع سے اگر مبیع دین ہو اور اگر مبیع عین شار کیا ہے تو کم کرنا صحیح نہیں اسوسطے کہ کم کرنا اسقاط ہے اور اسقاط عین کا صحیح نہیں بخلاف دین کے کہ اُسکا اسقاط صحیح ہے تو پھیرلے جو اُسنے دیا تھا برابرات اسقاط میں برابرات استیفا میں بالاتفاق ہم محیط میں ہے کہ متعین نہیں ہوتا بھی خریدکے پھر بائع سے مشتری نے چہارم گیلون ساقط کردیئے قبل قبض کرنے کے تو جائز نہیں اسوسطے کہ گیلون عین ہیں یعنی متعین شمار کیے ہیں اور حالانکہ اسقاط عین صحیح نہیں اور اگر گیلون کے ڈھیر سے بقدر ایک پیمانے کے خریدے پھر چہارم ساقط کیے قبل قبض کے تو جائز ہے اسوسطے کہ گیلون یہاں دین ہیں اور اسقاط دین صحیح ہے انتہی برابرات استیفا کی مثال یہ ہے کہ مشتری کہے بائع سے کہ میں نے تجکو بری الذمہ بطریق برابرات اسقاط کے کیا اور برابرات استیفا کی مثال یہ کہ میں نے تجکو بری الذمہ کیا بطریق برابرات استیفا اور قبض کے کذا فی الطحطاوی ولو اطلقها فقولان اور اگر برابرات کو مطلق کہا بلا قید اسقاط یا استیفا کے تو دو قول ہیں یعنی جو اوجوع اور عدم رجوع میں اختلاف ہے واما الابراء المطلق فالصحيح لو بجهة وحط فيرجع المشتري بما دفع على ما ذكره الرحتي فيتأمل عند التحري بحر اور وہ ابراء جو شمن کیطرف مضاف ہو وہ صحیح ہے اگر چہ ابراء مطلق ہے بالکل کردینے ثمن کے ہو تو مشتری پھیرلے جو اُسنے ثمن دیا تھا بموجب رحتی کے قول کے تو متفکر ہونا چاہیے فتوی دینے کے وقت کذا فی البحر یعنی صحیح الاسلام کے نزدیک ابراء میں تفصیل ہے کہ برابرات اسقاط میں رجوع ہے نہ برابرات استیفا میں اور شمس الائمہ رحتی کے نزدیک ابراء ثمن بجہت استیفا اور قبض کے صحیح ہے تو بائع پر رد ثمن بعد قبض واجب ہے اور جب برابرات استیفا میں رجوع جائز ہوا تو برابرات اسقاط میں بطریق اولی جائز ہوگا اور جب اسمیں اختلاف ہوا تو مفتی پر تامل کرکے فتوی دینا لازم ہوا شارح نے جو سابقہ میں رجوع کو برابرات اسقاط میں اور عدم رجوع برابرات استیفا میں باتفاق علما نقل کیا ہے سو خلاف واقع ہے کذا فی الطحطاوی وقال في النهر هذا هو المناسب للاطلاق نہر الفائق میں ہے کہ اور وہ یعنی رحتی کا قول اطلاق کے مناسب ہے وفي البزازية باعه على ان يحبر المثمن كذا لا يصح ولو على ان يحط من ثمنه كذا جاز الحط وقالا يبطل العقد دون الحبة اور بزازیہ میں ہے مبیع کی اس شرط پر کہ مشتری کو ثمن سے اسقدر ہبہ کردے تو صحیح نہیں اور اگر اس شرط پر بیع کی کہ ثمن سے اسقدر کم کردے تو صحیح ہے اور شرط لازم ہوئے اسقاط کے اصل عقد سے سوا بہبہ کے یعنی ہبہ اصل عقد سے لازم نہیں ہوتا والاستحقاق للبائع او مشتر او شفيعه يتعلق بما وقع عليه العقد ويتعلق بالزيادة ايضا فتجب بهلاكها بالكل واستحقاق بائع یا مشتری کا اور شفیع کا اُس سے متعلق ہوتا ہے جو عقد واقع ہوا اور زیادتی سے بھی متعلق ہوتا ہے اگر عین ہو مثلاً مبیع پھر جائے تو مشتری سب پھیرلے یعنی ثمن اور زیادت ہم جو استحقاق کل سے متعلق ہوا تو بائع کو حبس مبیع کا اختیار ہوتا قبض زیادت اور اگر مبیع متحمی غیر ہلاک ہو تو مشتری بائع سے ثمن مع زیادت پھیرلے اور جب شفیع مبیع کو متحمی شفعہ لے تو شفیع رحتی کے ساتھ رجوع کرے بائع نے مبیع پر زیادہ کردیا بعد عقد کے کذا فی الطحطاوی ولازم ہوا جیسا کہ دیان قبل الدعوی اور لازم ہے تبعیت بدن کی اگر دیوں قبول کرے ہم

دین ہی ہو اگر دین پر وہ جب ہو بسبب یا استہلاک کے کذا فی الطحطاوی عن السرقندی بہر الفائق دین ہو یا عین ہر دو کی صحیح ہو خواہ ثمن مبیع ہو یا سوا اسکے کہ قضاء دین کی صحت کرنا جائز ہو تو تاخیر مطالبہ طریق اولی جائز ہوگی بشرطیکہ قبول مدیون اور جو مدیون مدت کو قبول کرے تو دین حال یعنی بلا مدت باقی رہیگا اور خانیہ میں ہے کہ اگر مدیون نے کہا کہ میں مدت تک تم سے مطالبہ نہ کرونگا یا تم کو دین حال ہی ہو جائیگا اور اگر مدیون بولا کہ میں تم سے بری ہوں یا مجھ کو اسکی کچھ حاجت نہیں تو یہ قول ابطال اجل ہوگا انتہی بافی النہر کذا فی سبع علی فی ہدایتا اکتساب یدل صرفہ وسلم وثمن متنا قالہ وبعدہا وما اخذ بہ الشفیع ودیل الحیت والسابع القرض کرسات صورتیں ہیں جن میں اجل دین لازم نہیں ہوتا چنانچہ بیع کی صورتوں میں ایک صورت تو یہ ہے کہ دونوں عوضوں میں یعنی راس المال میں اور ثمن میں اقالہ کے وقت اور اسکے علاوہ اور ثمن میں جسکے عوض شفیع نے تغلب کیا اور دین میت میں اور سات قرض میں ہر ہر صرف کے

تأجیل حین الموت ان یقر الوارث بانہ حتم ما علی المیت فی حیاتہ مؤجلا الی کذا او بصدقۃ الطالب انہ کان مؤجلا علیہا و یقر الطالب بان المیت لم یترک شیئا او لا کا لو اقر الوارث بالبیع الدین هذا علی ظاہر الروایۃ من ان المؤجل اذا حل بموت المدیون لا یحل علی کفیل المیت کما فی الکفالۃ کذا فی الکافی باب الکفالۃ بالدین المؤجل بدین مؤجل یعنی کفالۃ مذکورہ ہو کہ وارث ضامن ہوا مہلت کے دین کا اتنی مدت مقرر کر کے یا طالب دین اسکی تصدیق کرے کہ میت اوسکے ذمہ دین مؤجل تھا اور طالب اقرار کرے کہ میت نے کچھ ترکہ نہیں چھوڑا اور اگر ترکہ ہوگا تو اسکے بیچ ڈالنے کا اوسے دین کے واسطے وارث کو حکم ہوگا اور حیلہ ظاہر الروایۃ پر مبنی ہو کہ جب دین مؤجل فی الحال واجب الادا ہو جاتا ہے مدیون کی موت سے تو موت کے قبیل سے فی الحال لازم الادا ہوئے تمام متقرب مذکور ہو چکا کہ ضامن پر دین ہو مؤجل ہو جاتا ہے مگر یہ اصل اثر دین حال ہو تو اسکے واسطے فقط تصدیق ضامن کافی ہے علاوہ اسکے اگر طالب کی مراد آخر ہو تو اس تکلف کی کچھ حاجت نہیں خلاف واقع ظاہر کرنے کے کذا فی الظہیریۃ وقد مضی فی اخر الکتاب انہ لو اخر دینا مؤجلا قبل حلولہ لیس من الربا فی شیء هو الصحیح کذا فی الظہیریۃ یعنی مدیون کا مہلت آخر تک دین میں کچھ بڑھا دینا اور مہلت دینا اگر مؤجل دین میں ہو تو یہ ربا نہیں اور اگر حال دین میں ہو تو ربا ہے کذا فی الظہیریۃ

مدیون کی موت سے فی الحال لازم الادا ہو جاتا ہے مدیون کفیل سے اسکی مدت کے آنے کے ادا کرو یا تو اوسکے واسطے منافع تجارت سے کچھ نہیں مگر بقدر ایام گذشتہ اور یہ جواب ہی متاخرین فقہا کا یعنی جو اجل کہ جاری ہوا ہے مدیون اور بعض کی بیع میں کہ مدیون کچھ نہ پاویگا مگر بقدر ایام گذشتہ کذا فی الظہیریۃ عن الفقیہ

فصل فی القرض

یہ فصل ہے قرض کے بیان میں ھو لغۃ ما تعطیہ لتتقاضاہ قرض لغت عرب میں وہ چیز ہے کہ تو دے اوسکو تاکہ اوسکا تقاضا کرے اور شرع میں قرض وہ مال مثلی ہے اور تقاضا جبر عام ہے یعنی ہو اسکا مثل تو قرض لغوی عام ہے قرض شرعی سے وشرعا ما تعطیہ من مثلی لتتقاضاہ وھو احص من جہۃ اور شرع میں قرض وہ مال مثلی ہے کہ تو دے اوسکو تاکہ اوسکا تقاضا کرے اور یہ تعریف قرض کی مختصر ہے مصنف کی تعریف آیندہ سے صحیح طحطاوی نے کہا لیکن تعریف اسپر بھی صادق آتی ہے

حسین عینیہ کا تقاضا ہوتا ہے چنانچہ وودیعت عقد یحفظ وھو لفظ القرض نحو یرد علی فصال بمنزلۃ الجنس مثلی خرج القیمی آخر لیرد مثلہ خرج نحو ودیعۃ وھبۃ قرض وہ عقد مخصوص ہے جو وارد ہوا مال مثلی کی دینے پر دیکر شخص کو تاکہ وہ شخص ویسا ہی مال پھیرے شارح نے کہا عقد مخصوص بلفظ قرض ہو یا مانند اوسکے چنانچہ یوں کہنا کہ بھجا تجھ کو دس من گیہوں کہ پھیر دو تو من گیہوں کو بمنزلہ جنس کے ہے اور مثلی کی قید سے قیمتی نکل گئی کہ اور شکل کے قید سے مانند ودیعت اور ہبہ کے نکل گئی ھو ودیعت کے مانند عاریت ہے کیونکہ ودیعت اور عاریت میں بعین ہے نہ مثل اور ہبہ کے مانند صدقہ ہے کہ دونوں میں رد عین ہے نہ رد مثل وصح القرض فی مثلی ھو کل ما یضمن بالمثل عند الاستہلاک اور صحیح ہے قرض مال مثلی میں مال مثلی وہ ہے جسکے تلف کرنے سے اوسکے مانند اوان دینا پڑے ص مال مثلی چنانچہ کیلی اور وزنی چیزوں میں عددی متقارب چنانچہ انڈا اور اخروٹ تو حیوانات اور ثیاب اور عددیات متفاوتہ میں قرض صحیح نہیں کذا فی العالمگیریۃ ظاہر اسی سے نکلتا ہے اور خام عددی متقارب ہے بشرطیکہ غالب یکساں ہو کالا فی غیرہ من القیمیات کحیوان وحطب وعقار وکل متفاوت بتفاوت یتفاوت بہ الثمن قرض صحیح نہیں مثلی مال کے سوا قیمت والی چیزوں میں چنانچہ حیوان اور لکڑی اور زمین اور ہر متفاوت چیز بسبب زیادہ ہو جانے رغبت کے مثل کے کہ مثلیات کے سوا قیمیات میں مثل نہیں ہو سکتا لہذا قرض نہیں صحیح ہوا فتاوی عالمگیری میں ہے متفاوت چیز میں قرض صحیح نہیں چنانچہ زید یا عمر بلدہ بقول بعض کے یا کہ بلدہ اور سمرقند یا عمر یا کہ استقراض بطریق کیل کے کچھ ضائقہ نہیں واعلم ان المقبوض بقرض فاسد کمقبوض ببیع فاسد سواء ہلک او استہلک فیجب علیہ قیمتہ یوم القبض کذا فی الظہیریۃ یعنی ثبوت الملک جامع الفصولین اور وقت کر کہ جو چیز مقبوض بقرض فاسد ہے وہ بیع فاسد کے مقبوض کی برابر ہے تو اس سے فائدہ لینا حرام ہے کذا فی الکافی وانما حرم منہ لانہ ربا کذا فی الکافی عالم الفصولین اور وقت قرض فاسد جیسے کہ قرض لینا بلکہ سارا عیان کا قرض فاسد ہے انتفاع اوسکے واسطے حرام ہوا کہ شارع کی یہی اجازت نہیں اگرچہ تملک دیا ہو یعنی ہو جاوین کذا فی الظہیریۃ فیحرم الانتفاع

الدراہم والدنانیر وکذا کل ما یکال او یوزن اذا بعد متفاوتا فحصل استقراض جوزہ ببیض وکاغذ عددا کم وزنا صخرۃ وقطنا کبیرۃ ترجیح قرض فلوس اور دراہم اور دنانیر کا اور اسیطرح ہر ایک اس چیز کا جسمیں پیمانہ کرنا اور تولنا جاری ہے اگر اوسکا شمار ہوتا ہے بشرطیکہ تقارب بمقدار پس صحیح ہے قرض لینا اخروٹ اور انڈے کا اور کاغذ کا خلاصہ کہ اگر اوسکی روزمرہ کا تول کم زیادہ ہو جاتا ہے بایں طور کہ ہمیشہ ایک مقدار پر رہتا ہے مگر کبھی کبھی اوسکے عدد کی کمی اور زیادتی کا متبرین کیا استقراض جائز ہے ورنہ نہیں

الرابحة والعدالی فکذلک مثلها کاسلاً لا یعرم قیمتها ولکن کلما یکال ویوزن فلهما انه مضمون بمثله فلا عبرة بغلاته اور خصہ ذکر کرنا
فالبیطوس من غیر خلاف وجعله فی الخزانة وغیرها قول الامام ومحمد والثانی علیه قیمتها یوم القبض ومحمد والثانی قیمتها یوم الخصومة والحاصل علیه الفتوی
ایک شخص نے فلوس مروجہ اور عدالی قرض لیے پھر انکا رواج جاتا رہا تو اسپر لازم نہ آئے کہ غیر مروج فلوس لانعام الدراہم اور وہ شخص انکی قیمت کا تاوان نہ دے اور بسیطی وجیزی
اور وزنی چیز کے قرض کا حکم ہے اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ قرض میں ضمان بالمثل ہے تو کچھ اعتبار نہیں کہ اسکی گرانی یا ارزانی کا مبسوط میں اسکو بلا ذکر خلاف مذکور کیا ہے اور بزازیہ
وغیرہ میں وجوب مثل کو امام اعظم کا قول ٹھہرایا ہے اور ابو یوسف کے نزدیک اسپر یوم القبض کی قیمت ہے اور محمد کے نزدیک رواج فلوس کے پچھلے دن کی قیمت اسپر لازم ہے اور آخری
قول پر فتوی ہے پھر گرانی اور ارزانی کا اسوقت اعتبار نہیں جبکہ قرض لینا اور ادا کرنا ایک ہی شہر میں ہو چنانچہ آگے مذکور ہوگا عنایہ میں ہے کہ ظاہر عدالی جمع ہے
عدلی کی اور بحر الرائق کے باب الصرف میں بنایہ سے منقول ہے کہ عدالی بفتح عین مہملہ وتشدید دال مہملہ ولام کسیرہ وہ دراہم ہیں جو عدال کی طرف منسوب ہیں شاید عدال
بادشاہ کا نام ہے جسکی طرف دراہم منقوشہ شکی نسبت ہے کذا فی الطحطاوی وقال ولذا الخلاف اذا استقرض طعاما بالعراق فاخذه صاحب القرض بلدة فیها
بالعراق یوم اقترضه عند الثانی وعند الثالث یوم اختصما ولیس علیه ان یرجع معه الی العراق فیاخذ طعامه صاحب بزازیہ نے کہا اور بسیطی
مسئلہ فلوس کے مانند ذکر کیا ہے مگر اتنا فرق ہے کہ وہاں ایک شخص نے گیہوں یا مطلق اناج عراق میں جسپر مستقرض سے صاحب قرض نے مطالبہ کیا مکہ شریف میں تو اسپر قیمت
طعام واجب ہوگی قیمت جو عراق میں تھی اسکے قرض لینے کے دن ابو یوسف کے نزدیک اور محمد کے نزدیک وہ قیمت لازم ہے جو بروز خصومت ہو اور حاصل قرض یہ ہے کہ مستقرض کے ساتھ پھر تا عراق کی طرف اور وہاں ایسا طعام لے دے اس مسئلہ میں قیمت عراق اور قیمت مکہ سنغولکا حال بیان نہیں کیا سو اگر دونوں شہروں کی ایک ہی
قیمت ہو تو قیمت عراق کا لینا معتبار نہ ہوگا اور اگر قیمت مختلف ہو تو یہ حکم مسئلہ سابقہ کے مخالف ہے ولو استقرض الطعام ببلد الطعام فیه رخص فلیقد للمقرض فی
بلد الطعام فیه قال فاخذه الطالب بحقه فلیس لرب الطلوب ان یوثقه بکفیل حتی یعطیه طعامه فی البلد
الذی ہے اور اگر اناج قرض لیا اس شہر میں جسمیں اناج ارزاں ہے پھر قرض دینے والے نے اس شہر میں قرض لینے والے سے ملاقات کی جسمیں اناج گراں ہے اور
طالب نے اپنے حق کا اسی جگہ مطالبہ کیا تو طالب کو قید کرنا مطلوب کا جائز نہیں اور مطلوب کو حکم ہوگا کہ اعتماد کرلے ضامن پکڑتا شخص مطلوب طالب کا اناج دے اسی شہر میں
جسمیں اسنے قرض لیا تھا استقرض شیئا من الفواکه کیلا او وزنا فلم یقبضه حتی انقطع فانه یجبر صاحب القرض علی التاخیر الی الجز
الحدیث الا ان یترا ضیا علی القیمة لعدم الوجوب بخلاف الفلوس لانکساد تقوم فی الحانیه قرض لیا کوئی میوہ ناپکر یا تولکر اور قرض لینے والے نے یا تول کر اور قرض دینے والے نے
صاحب قرض کو ادا نہ کیا یہانتک کہ میوہ منقطع ہوگیا یعنی اسکی فصل جاتی رہی تو صاحب قرض پر جبر کیا جائیگا تاخیر قرض پر تازہ میوہ پیدا ہونے تک مگر یہ کہ دونوں اسکی
قیمت پر راضی ہو جاویں بسبب موجود ہونے میوہ کے بخلاف فلوس کے جبکہ انکا رواج جاتا رہے فلوس کی قیمت دینا جائز نہیں کیونکہ فلوس غیر مروجہ نا پیدا نہیں پھر ادا بان
اسکا خانیہ کے باب الصرف میں ہے وجعل المستقرض القرض یفسد القبض عندهما ای الامام ومحمد خلافا لابی یوسف فله رد المثل ولو هلک خلافا له بناء علی الاقالة
بلفظ القرض وفیه یصح اعتمادا لانعقاد لا افادة الملک للحال بحر اور مالک ہو جاتا ہے مستقرض قرض کا بمجرد قبضہ کرنیکے امام اعظم اور محمد کے نزدیک بخلاف ابو یوسف
کے تو طرفین کے نزدیک مثل جائز ہے اگرچہ قرض موجود ہو بخلاف ابو یوسف کے کہ انکے نزدیک قیام قرض اسکا دستگاہ جائز نہیں ہے فرض کے قول کی بنا قرض کے انعقاد پر بلفظ
قرض یعنی بدون اسکے استہلاک کے اور اسمیں انعقاد اور عدم انعقاد دونوں قولوں کی تصحیح وارد ہے اولائق ہے اعتماد کرنا انعقاد قرض پر لیکے سفید ہونے کو ملک فی الحال
کذا فی البحر یعنی بمجرد لفظ قرض اور قبض کے ملک عین فی الحال ثابت ہو جاتی ہے تو ثابت ہوا کہ استہلاک عین پر انعقاد موقوف نہیں فحینئذ للمستقرض القرض ان
قائما من المقرض بدراهم مقبوضة ولو تقرقا قبل قبضها یبطل لانه افتراق عن دین بدین فلیحفظ تو جائز ہے مستقرض کو قرض کا خریدکر لینا اگرچہ قرض قائم ہو خریدنا جائز
ہے مقرض سے بعوض دراہم مقبوضہ کے پھر اگر دونوں بیچ قبض سے متفرق ہوئے قبل قبض دراہم کے مذکور ہو تو خریدنا باطل ہے کیونکہ یہ افتراق عن الدین بالدین ہوگا قبض کذا فی البزازیہ ہم خریدے مستقرض قرض کا

مالک ہر مشتری یعنی جبکہ مستقرض قرض کا مالک ہوا تو اسکے ذمہ پر ضمان ثابت ہوگیا تو اب اسکو اسکا خرید کرنا ثمن نقد جائز ہوا بحر الرائق میں ہے کہ بیع الدین بالدین جائز ہے جبکہ بعد قبض بدلین از قبیل افتراق ہو صرف میں ابعد قبض احد البدلین از قبیل افتراق ہو غیر صرف میں کذا فی الظہاری وافترض صبیا محجورا فاستهلك العين لا يضمن لانه لا ولاية لاحد في اتلافه ولا يباع اوادعه وشاله المستقرض ضامن قرض یا صغیر ممنوع التصرف کو اور صغیر نے اسکو تلف کیا تو اس پر ضمان نہیں بخلاف ابو یوسف کے اور اسیطرح خلاف ہے طرفین اور ابو یوسف کا اگر صغیر کے ہاتھ کوئی چیز بیع کی یا اسکے پاس امانت رکھی اور اسنے تلف کر ڈالی اور صغیر کے مانند بیہوش ہے ہم ابو یوسف کے نزدیک صغیر پر ضمان قرض ہے فتاوی عالمگیری میں مبسوط سے منقول ہے کہ یہی قول صحیح ہے کذا فی الظہاری ولو كان المستقرض عبدا محجورا كذلك اتلف العين فقبل العبد خلافا للثاني وهكذا في الوديعة سواء خانه اور اگر قرض لینے والا عبد ممنوع التصرف ہو تو اس سے قرض کا مواخذہ نہیں ہے اسکے آزاد ہونے سے پہلے بخلاف ابو یوسف کے اور قرض اور ودیعت حکم میں برابر ہیں کذا فی الخانیہ وفيها استقرض من اخر دراهم فقال للمقرض بعها فقال المستقرض للمقرض بعتها منك فقال المقرض قبلت فباعها قال محمد اشتري على المستقرض وكذا الدين والمسلم بخلاف الشراء والوديعة فان بالقاء بعد القبض ايضا والفرق ان تسليم الشيء وعزله الى المالك لا يتأتى الا بالقبض اور خانیہ میں ہے کہ ایک شخص نے دوسرے سے دراہم قرض مانگے سو مقرض نے اسکے پاس دراہم لا مستقرض نے کہا کہ انکو پانی میں ڈال دے اور اسنے دراہم پانی میں ڈال دیے محمد نے کہا کہ مستقرض پر کسی چیز کا مواخذہ نہیں اور یہی حکم دین اور سلم کے رئیس المال کا ہے بخلاف خرید اور امانت کے کہ وہ یعنی مشتری اور صاحب ودیعت پانی میں ڈال دینے سے قابض نہ سمجھا جائیگا اور فرق دونوں صورتوں میں یہ ہے کہ مامور کے غیر کے دینے کا اختیار ہے پہلی صورت میں یعنی قرض اور دین اور راس المال میں دوسری صورت میں یعنی خرید اور ودیعت میں اور صاحب خانیہ یعنی قاضی خان نے اس قول کو دلیت غریبہ ماوردیہ کی طرف نسبت کیا ہے ہم خرید سے مراد یہ ہے کہ بایع مبیع کو مشتری کے کہنے سے پانی میں ڈالدے اور ثمن مفقود کا پانی میں ڈالنا اسلام دینے کے مانند ہے کذا فی الظہاری وفيها القرض لا يتعلق بالشرط الفاسد فيها لا يبطله ولكنه يلغو شرط رد شيء اخر فلو استقرض الدراهم المكسورة على ان يؤدي صحيحا كان باطلا وكذا لو اقرضه طعاما بشرط رده في مكان اخر كان عليه مثل ما قبض اور خانیہ میں ہے کہ قرض متعلق نہیں ہوتا بشرط سے یعنی تعلیق بالشرط کو قرض قبول نہیں کرتا تو شرط فاسد قرض کو باطل نہیں کرتی ولیکن دوسری چیز کی پھیر دینے کی شرط لغو ہو جاتی ہے تو اگر ٹوٹے ہوئے دراہم قرض لے اس شرط پر کہ مستقرض صحیح اور ثابت دراہم ادا کریگا تو یہ شرط باطل ہے اور اسیطرح اگر قرض نے مستقرض کو اناج قرض دیا اس شرط پر کہ اسکو دوسرے شہر میں لوٹائے اور واجب ہوگا مستقرض پر مانند مقبوض کے یعنی ٹوٹے ہوئے دراہم کا دینا اور اسیطرح اسی شہر میں اناج کا دینا جہاں قرض لیا جامع الفصولین میں ہے کہ قرض میں عمل بالشرط نہیں اور قرض کا عمل متعین ہے کذا فی الظہاریہ فان قضاه بجودة بالشرط جاز وبحر الدراهم مثل قبول الاجود وقيل لا بحر پھر اگر مستقرض نے نہایت کھری خصلت ادا کی بدون شرط ہونے عدد کی کے تو جائز ہے اور صاحب دین پر زبردستی کھوٹی کھری چیز کے قبول کرنے پر اور دسلم قول یہ ہے کہ اسپر زبردستی نہیں کیجائیگی کذا فی البحر ہم قول ثانی یعنی عدم جبر صحیح ہے جیسے ناقص ترکے قبول میں جبر نہیں کذا فی العالمگیریہ اور اگر دین مؤجل تھا اور اسنے قبل حلول کے ادا کیا تو اسکے قبول میں جبر ہوگا شارح نے اسکا حکم بیان نہ کیا جبکہ مستقرض قرض سے زیادہ دے تو فتاوی عالمگیری میں ہے کہ اگر ایسی زیادتی موجود و وزنون میں جاری اور مروج ہو جیسا کہ [illegible] یعنی بلقد جیسے سودرم میں تو جائز ہے نہ ایکدرم اور دودرم کی زیادتی اور نصف درم کے جواز اور عدم جواز میں دو قول ہیں اور اگر ایسی زیادتی ہو جو دوزنون میں جاری اور مروج نہیں یعنی بلقد جیسے سودرم میں تو جائز ہے نہ ایکدرم اور دودرم کی زیادتی اور نصف درم کے جواز اور عدم جواز میں دو قول ہیں اور اگر ایسی زیادتی ہو جو دوزنون میں جاری اور مروج نہیں اور بدلون اسکو جانا نہ ہو تو اسکو بھیر دینا چاہیے اور اگر بدلون زیادتی کو جانتا ہو تو اگر اس چیز کو متعین یعنی اسکا کاٹنا یا جدا کرنا مضر نہ ہو تو جائز نہیں اور اگر درہم کا ٹوٹنا مضر ہو تو اگر تمیز زیادت بدون توڑنے کے ممکن ہو بسہولت کہ انمیں کوئی خفیف الوزن درم بقدر زیادت موجود ہو تو جائز نہیں اور اگر تمیز بدون توڑنے کے ممکن نہ ہو تو جائز ہے بطریق ہبہ کے انتہی مختصرا اور تبیین الحرام میں ہے اگر مستقرض نے زیادت ہبہ کردی مقرض کو تو صحیح نہیں کیونکہ یہ شائع مقسوم القسمۃ میں جائز نہیں اور غیر مقسوم میں جائز ہے کذا فی الظہاریہ وفي الخلاصة القرض بالشرط حرام والشرط لغو بان يقرض على ان يكتب له الى بلد كذا ليوفيه وهو خلاصہ یہ ہے کہ شرط کرکے قرض دینا حرام ہے اور شرط لغو ہو جاتی ہے اسیطرح کہ قرض دے اس شرط پر کہ مستقرض اسکو فلانے شہر کی طرف لکھدے تا اسکا دین وہاں ادا کردے اور اگر مستقرض مطلقا بلا شرط ہو اور اگر

ایفاء دین دوسرے شہر میں ہو تو مکروہ ہے کذا فی العالمگیریۃ اس عبارت کو ہندوستان میں ہندوی کتب میں اور باقی بیان ہندوی کا آسان بنانے لازم ہے کذا فی الشامی قال فی قرض جر نفعا حرام فکرہ للمرتھن سکنی الرھنۃ بأذن الراھن اور اشباہ میں ہے کہ جو قرض کہ نفع کھینچ لاوے وہ حرام ہے پس مرتہن کو گروی مکان میں اجازت کے نہ رہنا مکروہ ہے یعنی اسواسطے کہ قرض سے سکونت کا فائدہ حاصل ہوا اور بعضوں نے کہا کہ سکونت باذن حلال ہے چنانچہ مصنف کتاب الاجارہ میں بیان کریگا انشاء اللہ تعالیٰ قرض کا وقت حرام ہے جبکہ منفعت مشروط ہو اور اگر مشروط نہ ہو اور مستقرض عادۃ ادا کرے تو کچھ مضائقہ نہیں اور اگر مقرض نے دوسرا قرض مستقرض سے متاع ثمن غالی خرید کرے تو کراہت کی کے نزدیک جائز ہے اور طحاوی کے نزدیک مکروہ تنزیہی ہے اور سلف نے جواز کا حرام کہا ہے تو شیخ الاسلام نے فرمایا کہ قرض دینا مستقرض کا قبول کیا ہے اور افضل یہ ہے کہ تعرض تحفہ مستقرض کا قبول نہ کرے اگر جانے کہ یہ قرض کے سبب سے ہے اور اگر دوستی اور قرابت کے سبب سے ہو یا مستقرض نے شروع کیا ہو تو تحفہ لینے سے پرہیز نہ کرے اور اگر معاوم ہو کہ دوستی کے سبب سے تحفہ ہے یا قرض سے تو بہتر کرنا چاہیے اور دعوت قبول کرنیکا بھی یہی حکم ہے شمس الائمہ نے کہا کہ یہ جو محمد نے کہا ہے کہ مدیون کی دعوت کا کچھ مضائقہ نہیں تو اسپر محمول ہے کہ قبل القرض کے یعنی دعوت کی عادت مدیونیہ کی نسبت سابق سے مگر دعوت کرتا ہو یا اقسام اکرمنیہ زیادہ کرے سابق سے تو قبول نہ کرے حلال اور اگر دائن مدیون کے درہم پاوے بغیر طریقہ کے تو حل ہوا اور اگر عدد دراہم نہ گنوں تو کھانا جائز ہے یہ الا جائز نہیں چنانچہ اگر درہم قرض ہوں اور اسکے دینا پاوے تو لینا درست نہیں کذا فی الطحطاوی المحصاۃ **فروع** سائل نے شارح کے استقرض عشرۃ دراھم وارسل عبدا لاحذھا فقال المقرض دفعتھا الیہ اقرا فالاصح دفعتھا الی مولاہ ولکل للمرسل قبض العبد العشرۃ فالقول لہ کما شئ علیہ لا یرجع المقرض علی العبد لانہ اقرانہ قبضھا لحق انتہی یعنی قرض مانگے دس درہم اور اپنے غلام کو اسکے لینے کے واسطے بھیجا اور مقرض نے کہا کہ میں نے غلام کو قرض دیا اور اسکے دینے کا غلام نے اقرار کیا اور کہا کہ میں نے دس درہم اپنے مولی کو دیے اور مولی نے قبض غلام کا انکار کیا یعنی دس درہم غلام کے قبضے میں نہیں آئے تو مولی ہی کا قول معتبر ہوگا اور اسپر کچھ لازم نہ آویگا اور مقرض غلام سے نہ پھریگا اسواسطے کہ غلام مقر ہوا کہ اسنے دراہم پر بواجبی قبضہ کیا انتہی کذا فی البحر ہم واجبی قبض کی وجہ یہ ہے کہ غلام نے بواسطہ مستقرض مولی کے درہم پر قبضہ کیا تو معلوم ہوا کہ اگر مولی قبض غلام کا اقرار کریگا تو اداے قرض اسپر لازم ہوگا کذا فی الطحطاوی وعن الحانیۃ عشرون رجلا جاؤا واستقرض من کل واحد درھما فقال لیس لی ان بطلبہ منہ لا حضتہ قلت ومفادہ صحۃ التوکیل بقبض القرض لانہ استقراض فتنبہ بین مرد آئے اور قرض مانگا ایک مرد سے اور اوسکو کہا کہ اپنے گروہ میں سے ایک مرد کے دینے کا سو مقرض نے کہا کہ میں نہ مطالبہ کرسکتا اس شخص سے مگر بقدر اوسکے حصے کے میں کہتا ہوں اس قول سے مستفاد ہوا کہ قبض قرض کی توکیل صحیح ہے قرض مانگنے کی توکیل کذا فی القنیہ م فتاوی عالمگیری میں کما خلاصہ یہ ہے کہ قرض کی توکیل جائز ہے اور استقراض کی توکیل جائز نہیں اور استقراض کی پیام رسانی امر کے واسطے جائز ہے اگر استقراض کے وکیل نے بطور رسالت کے کلام کیا مطلب یہ کہ فلانے شخص مرسل کو قرض دے تو قرض مرسل کے واسطے ہوگا اور اگر بطریق وکالت کے کلام کیا یعنی قرض کو اپنی ذات کی طرف نسبت کیا مثلاً یہ کہ مجکو قرض دے فلانے شخص مرسل کے واسطے تو وکیل اپنی ذات کے واسطے مستقرض ہوگا اور جو دراہم کہ قرض لیوے وہ اسیکے مملوک ہونگے اسکو اختیار ہوگا چاہے سو کل کو ندی یا نہ دیوے وفیھا استقراض الجید وقد ناخذ یجوز وینبغی جوازہ فی الحنیرۃ بلا وزن سئل علیہ الصلوٰۃ والسلام عن جمیع یتعاطاھا الجراب یکرین ربوا فقال اما رأیتم المسلمین خیارکم عند اللہ حسنکم قضاء للمسلمین قیما فھو عند اللہ قیضی اور قنیہ میں ہے کہ قرض لینا گوندھے آٹے کا قول کرجائز ہے اور اسکو جائز بیعا قرض کی تشبیہ بدون وزن کے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال ہوا اس خمیر کا جسکو بروسی ایک دیتے ہیں اور دوسرا لیا کرتے ہیں کہ کیا یہ جائز ہے تو فرمایا کہ جسکو مسلمان اچھا جانتے ہیں خدا تعالیٰ کے نزدیک خوب ہے اور جسکو مسلمان برا جانیں وہ خدا کے نزدیک برا ہے انتہی کذا فی الفتاوی الخیریہ میں ہے کہ مستقرض عجین بطریق وزن کے قول مختار ہے بطریق الربوٰ میں ہے کہ وزن کی قید سے اگر کل کی تو الکل سے قرض جائز نہیں اور حدیث ماراہ المسلمون حسنا فھو عند اللہ حسن کی سند احمد میں ابن مسعود سے مروی ہے اور یہ حدیث موقوف حسن ہے یعنی ابن مسعود کا قول ہے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کذا فی الطحطاوی عن المقاصد الحسنۃ وفیھا شراء الشئ السیر بثمن غال لحاجۃ المقرض بحر وذکرہ واقرہ المصنف اور قنیہ میں ہے کہ کثیر چیز خریدنا جس کی گرانی کے سبب سے حاجت قرض کے جائز ہے اور مکروہ ہے اور مصنف نے اسکو اپنی شرح میں نہ بتایا کہا ہم اسکی تصدیق عمر سے کر چکے ہیں قلت فیہ معروضات المفتی الی السوء لاد

زید العشرۃ باثنی عشر او ثلثۃ عشر بطریق المعاملۃ فی زماننا بعدان ورد الامر السلطانی وفتوی شیخ الاسلام بانہ تعطی العشرۃ بعشرۃ ونصف وبنیہ علی ذلک فلم یمتثل ما دایلزمہ فلطلب یعزر ویحبس الی ان تظہر توبتہ صلاح فیترک۔ میں کہتا ہوں ابوسعود کے سوہ حاشیہ میں یہ سوال ہے کہ اگر زید نے دس درم بارہ یا تیرہ درم پر قرض دیئے ہمارے زمانے میں بطریق معاملہ کے بوجہ اس بات کے کہ حکم سلطانی اور فتوی شیخ الاسلام کا وارد ہوا ہے کہ دس درم سات درم سے زاید پر نہ لے جاویں اور زید کو سپرد آگاہ کر دیا گیا ہو اور نے نہ مانا کیا حکم ہے تو مفتی مرحوم نے جواب دیا کہ اسکو تعزیر دی جاوے اور قید کیا جاوے یہاں تک کہ اسکی توبہ اور صلاحیت ظاہر ہو تب اسکی خلاصی ہو ہم سعادت سے مراد بیع العینہ ہے جیسا کہ ذکر کتاب الکفالۃ میں آویگا صورت اسکی یہ ہے کہ زید نے محمود سے قرض مانگا اور اسنے یہ حیلہ کیا حصول نفع کے واسطے کہ ایک بکر اجسکی قیمت بازار میں دس درم تھی وہ زید کے ہاتھ بارہ درم کو بیچا پھر زید نے اسکو دس درم کو بیچ لیا تو محمود کو دو درم زیادہ حاصل ہوئے اور زید کو دس درم دے هذه الصورة تحل یرد ما اخذ من الربح صاحبہ فلجاہل ان حصل منہ بالتراضی ورد الامر بعد الربح لکن الظہر ان المناسب الامر بالرجوع واقیم مقام الرد السلم حتی ان بعض القری قد خربت بهذا الخصوص انتہی اور جسوقت مذکور میں سوال ہے کہ کیا صاحب دین بھیجے جسنے نفع لیا ہے یہ سوال سے تو مفتی مدوح نے جواب دیا اگر اسکو منفعت اس سے تراضی حاصل ہوا تو حکم سلطانی بعدم رجوع پر وارد ہوا ہے لیکن ظاہر اپھیرنے کا حکم مناسب ہے اور بیع المعاملہ سے بر سلم ہے یہاں تک کہ بعضے قریات اس فعل مخصوص سے ویران ہو گئے انتہی حوالی المفتی المرحوم ہم یہاں سلم سے ایک قسم خاص مراد ہے یعنی دراہم قلیلہ سے اور بیت سے کہ یہاں یا گھی وغیرہ کھرے سے طرح کر دراہم مدفوعہ نصف ثمن مسلم فیہ کا کہ تذکرہ فی الطلاق ہوگا اور اللہ تعالیٰ اعلم

باب الربوٰ

یہ باب ہے ربوٰ یعنی سود اور بیاج کے احکام میں ہم طلاق کے بعد ربوٰ کو سوا سطے ذکر کیا کہ دونوں میں زیادت ہوتی ہے مگر یہ کہ مرابحہ کی زیادت حلال ہے اور ربوٰ کی زیادت حرام قطعی قال الله تعالیٰ یا ایها الذین امنوا لا تاکلوا الربوا یعنی حق تعالیٰ نے فرمایا اے ایمان والو بیاج نہ کھاؤ اس آیت میں ربوا سے مراد قدر زائد ہے خواہ زائد قرض میں ہو یا اموال ربویہ کی بیع میں ہو اور کبھی ربوا نفس زیادت کو بھی کہتے ہیں یعنی مصدری قال الله تعالیٰ واحل الله البیع وحرم الربوا یعنی حق تعالیٰ نے فرمایا حلال کیا اللہ نے بیع کو اور حرام کیا ربوا کو یعنی سوال ربویہ کے قرض اور بیع میں زیادہ بیچنے کو کذا فی فتح القدیر لخصاً معلوم ہوا کہ جیسے بیع میں سود حرام ہے ویسے ہی قرض میں بھی حرام ہے تو یہ جو بعضے ناقص العلم کہتے ہیں کہ سود تو فقط بیع میں حرام ہے قرض میں نہ غلط ہے صحیح مسلم وغیرہ میں ابن مسعود سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی سود کھانے اور کھلانے والے پر ابوداؤد اور ترمذی میں اتنی روایت زیادہ ہے کہ سود کے دونوں گواہوں اور کاتب پر لعنت فرمائی ابوداؤد اور نسائی میں ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آویگا کہ کوئی باقی نہ رہیگا مگر سود کھائیگا اور اگر سود نہ کھائیگا تو اسکو بھی بھاپ لگے گی اور ایک روایت میں ہے کہ اسکا غبار لگیگا گذا فی التبیین هو لغۃ مطلق الزیادۃ ربوا لغت میں مطلق زیادت کو کہتے ہیں یعنی خواہ کیل و وزن میں زیادت ہو یا سوائے اسکے دشرعا فضل وحکما فاخذ ربوا النسیئۃ والبیوع الفاسدۃ فکلہا من الربوا فیجب دعین الربوا لو قائما او رد مثلہ ان ہلک او قیمتہ یوم القبض قنیہ وبحر اور شرع میں بیع عبادت ہے زیادتی سے اگرچہ زیادتی حقیقی نہ ہو بلکہ حکمی اس تعمیم سے ربوا نسیہ یعنی تاخیر کا ربوا اور بیوع فاسدہ ربوا کی تعریف میں داخل ہو گئیں پس سوا سطے کہ جس بیوع فاسدہ سے ربوا ہو تو واجب ہے پھر وہی عین ربوا کا اگر قائم ہو تو اسکا رد واسطے کہ ربوا میں عوض مملوک ہو جاتا ہے قبضہ کرنے سے کذا فی العینیہ والبحر مثلاً نسیہ کی یہ صورت ہے کہ دو درم کو دو درم کے بیچے سو ایک درم نقد دے اور دوسرے درم کا وعدہ ہو لیکن یا دونوں کا تو اگرچہ یہاں حقیقی زیادتی نہیں لیکن حکمی ہے کیونکہ نقد بہتر ہے نسیہ سے اور اسیطرح بیوع فاسدہ فضل حکمی سے خالی نہیں چنانچہ بیع بالشرط میں خالی عن عوض خرج مسئلہ تحریف الجنس عن اجناسہ ربوا وہ زیادتی ہے جو عوض سے خالی ہو اس قسم سے مسئلہ صرف غبن کل کے مخالف ہے جس سے مکیل یا موزون بالعرف میں مذکور ہوگا کہ اگر پیمانہ بھر گیہوں اور پیمانہ بھر جو اسکے دو چند گیہوں اور جو سے بیع کرے تو جائز ہے کیونکہ گیہوں بمقابل جو اور جو بمقابل گیہوں واقع ہوگئے تو یہ زیادتی خالی عوض سے نہ ٹھہری کہ یہ ثابت ہو بمعیار شرعی وهو الکیل والوزن فلیس للذراع والعد بربوا زیادتی خالی از عوض معیار شرعی سے ہو یعنی شرعی سے مراد کیل اور وزن ہے تو گز اور شمار ربوا کی چیز نہیں ہم یعنی کیلی و وزنی کی زیادتی عوض سے خالی رہا ہو تو گز اور شمار کی زیادتی ربوا نہیں مثلاً دس گز چوبہ دی کو بیاج کر تو چوب دی سے

دست بدست بیچنا ربوا نہیں کیونکہ مقدار شرعی منتفی ہے اور اسطرح ایک اٹھے کو دو اٹھوں سے دست بدست بیچنا ربوا نہیں مشروط بقدر الفضل لاحد المتعاقدین
بائع او مشتر فلو شرط لغیرھما فاسد ربوا بیعا فاسدا اور بزیادتی احد المتعاقدین کے واسطے مشروط ہو یعنی بائع اور مشتری کے سوا اجنبی کے
واسطے زیادتی مشروط ہو تو یہ ربوا نہیں بلکہ بیع فاسد ہے ہم ربوا نہیں یعنی مصطلح ربوا نہیں والا مذکور ہو چکا کہ بیع فاسد ربوا میں داخل ہے قہستانی نے کہا کہ شرط فضل کا بائع
اسواسطے کہ ثمن ہو اسکا کہ ثبوت ربوا شرط فضل پر موقوف ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے متعاقدین کی قید بائع اور مشتری سے بطور مثال کے ہے کیونکہ مقرض اور مستقرض اور راہن مرتہن
بھی بائع اور مشتری کے برابر ہیں یہی تو شرط انتفاع ہے ہمچنانچہ استخدام اور رکوب اور زراعت ابلیس نے غرر بین اور اکل غرر بحساب ام ربوا ہے چنانچہ جواہر اوقف میں ہے
ہو انتہی کذا فی الطحطاوی وفی المعاوضۃ فیلا الفضل فی الجنۃ بربوا فلو شرط عشرۃ دراھم فضۃ بعشرۃ دراھم وزادہ الثانیۃ دنانیر الغیر بالربوا
او لم یفسد الشرط صح الکل کما مر ہذا کلہ کما فی البحر عن المحیط الخ ہو مستفاد من محصل ربوا وہ ہے جسمیں فضل مذکور معاوضہ کے اندر شروط ہو اور فضل سے
یہ ہے کہ ایک درم کے بدلے دس درم چاندی کے بیچے ہم درم کے اور ایک اٹھ یعنی چھ جو کی برابر چاندی ثمن بیع زیادہ دے اگر یہ زیادتی بائع کو دیدے کہ مبیع مشتری نے تو
ربوا معدوم ہو گیا اور خرید فاسد ہوئی یعنی اسواسطے کہ یہ فضل فی المعاوضۃ اور فضل فی المبیع ہو انہیں اگرچہ فضل شرط ہو کذا فی الطحطاوی ہو اسکا حاصل
یہ ہے کہ متعاقدین نے عوض میں سے کچھ کیا بعد عقد کے اور مبیع میں سے کچھ کیا بعد عقد کے اور یہ مسئلہ سابقہ کا موضوع ان دو درجوں کے مسئلے کے مانند
ہے جسمیں ایک درم کا وزن زادہ ہے قال وھو الفضل الذی لا یقابلہ عوض فی المعاوضۃ مشروط احدھما او احدھما لاحدھما او لغیرھما الخ
فقط الخ یعنی اکثر و زیادہ ہے فضل اس مال کا جسکے مقابلہ میں عوض نہ ہو معاوضہ میں مشروط ہو ایک کے واسطے یا دونوں کے واسطے یا ایک کے واسطے اور
دوسرے کے واسطے یا غیر ان دونوں کے واسطے اور اسطرح الخ یعنی بطریق مذکور جائز ہے کیونکہ یہ شائع غیر قسمت پذیر ہے اور اگر گوشت کا ٹکڑا ہے اور دوسرا گوشت کے ٹکڑے سے
جسکا وزن اکثر ہے سو زیادتی کو اسنے ہبہ کر دیا تو جائز نہیں کیونکہ یہ ہبہ ہے شائع قسمت پذیر کا قلت وما قلنا من ان الاخیرۃ عن احدھما غیر الفرق
بینھما وعلیہ اقام الکمال ابن الزیادۃ والحط والعقد صحیح عندھما کما عند کالھما سوی العقد فیفسد لعدم التساوی فیلحق فاسد من جنسہ
علی ھذا میں کہتا ہوں کہ ہم نے ذخیرہ سے مجمع کا قول نقل کیا وہ صریح ہے عدم فرق میں زیادہ کرنے اور کم کرنے کے اور جب ایسے تو زیادہ کرنا اور کم کرنا اور عقد
سب کچھ صحیح ہے مجمع کے نزدیک اور صاحبین رح کے نزدیک سوائے عقد کے کہ وہ فاسد ہے اسواسطے عدم تساوی عوضین کے اسکو یاد رکھنا چاہیے کہ میں نے
وہ شخص نہیں دیکھا جسنے اسپر گفتگو کر دیا ہو سوائے طحطاوی نے کہا کہ شارح نے بیان ایک مقام کو دوسرے مقام سے خلط کر ڈالا ہو اسواسطے کہ موضوع ذخیرہ وہ ہے جہاں زیادت طاری
ہو گئی ہو احد العوضین میں یعنی بلا قصد اور مجمع کا موضوع وہ ہے جبکہ عقد تساوی میں پر ہوئی ہو پھر احد المتعاقدین نے اپنے عوض میں زیادہ کر دیا ہو تو اس میں یہ
تفصیل جاری ہے اور ثانی میں زیادت باطل ہے اور عقد صحیح ہے وعلتہ ای علۃ تحریم الفضل المعھود دلیل الزیادۃ القدر المعھود وزن مع الجنس اور علت اسکی یعنی تحریم
زیادت کی علت وہ مقدار ہے جو فقہا کے نزدیک متعین ہے کیل یا وزن سے ساتھ جنس کے ہم اصطلاح فقہا میں علت وہ ہے جسکی طرف حکم منسوب ہو بلا واسطہ اور ہر جنس
لفظ قدر ذراع اور عدد کو بھی شامل ہے لیکن جب قدر سمجھو فقہا مراد ہوئی تو سوائے کیل یا وزن کے ذراع اور عدد کو شامل نہیں کذا فی الطحطاوی ضمن ان تعلم
مناکلت معانی سے اور اختلاف جنس معلوم ہوتا ہے اختلاف اسم خاص اور اختلاف مقصود سے اور اصل اسباب میں وہ حدیث ہے جو صحاح ستہ میں سوائے بخاری کے

عبادۃ بن الصامت سے مروی ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الذہب بالذہب والفضۃ بالفضۃ والبر بالبر والشعیر بالشعیر والتمر بالتمر والملح بالملح مثلاً بمثل سواءً بسواء یداً بید فاذا اختلف ہذہ الاجناس فبیعوا کیف شئتم اذا کان یداً بید رواہ مسلم فمن زاد او استزاد فقد اربی الکذا فی النہر والفاء تعقیب یعنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سونے سے اور چاندی چاندی سے اور گیہوں گیہوں سے اور جو جو سے اور کھجور کھجور سے اور نمک نمک سے بیچو مثل کے بمثل برابر برابر بدست بدست پھر جبکہ یہ اجناس مختلف ہوں تو بیچو تم جیسی طرح چاہو بشرطیکہ دست بدست ہو صحیح مسلم میں باقی روایت زیادہ ہے کہ جس نے زیادہ دیا اور زیادہ لیا وہ سود کا مرتکب ہوا شارع علیہ السلام نے اس حدیث مشہور میں تمام کو شرط بیع قرار دیا اموال خلق تلف ہونے سے محفوظ رہیں اور اشیاء ستہ کو بطور مثال کے ذکر فرما کر قاعدہ کلیہ کی طرف اشارہ فرمایا اسواسطے کہ سونا چاندی موزوں ہیں اور گیہوں اور جو اور کھجور اور نمک کیل میں تو گویا ارشاد ہوا کہ ہر کیلی اور وزنی جنس میں مماثلت واجب ہے اور پوری مماثلت دو چیزوں میں دو قسموں سے ہوتی ہے اعتبار صورت کے اور باعتبار معنی کے تو کیل اور وزن سے مماثلت صوری حاصل ہوتی ہے اور متحد الجنس ہونے سے مماثلت معنوی اور مجتمع تمیز تمام اوصاف ہیں تا القبض البدلین میں کمی زیادتی حال کو جو غرض ہے جس مشہور ہے النقد خیر من النسیئۃ لہذا امام اعظم نے کہا کہ علت تحریم ربوا کیل یا وزن ہے اتحاد جنسیت کے ساتھ فان وجد احدہم الفضل ای الزیادۃ والنساء فی الآخر فلم یجز بیع قفیز برقفیزین منہ متساویا احدہما نسیئۃ سو اگر مقدار اور جنس دونوں ساتھی پائے جائیں تو فضل یعنی زیادت اور تاخیر دونوں حرام ہیں اور جائز نہیں قفیز بھر گیہوں کی بیع قفیز بھر گیہوں سے برابر اور حالانکہ ایک جنس میں تاخیر ہو ہم نساء بالمد ضد نون عبارت ہے تاخیر سے اور اسیطرح اگر دونوں عوض نسیئہ ہوں تو بھی حرمت ثابت ہے شارح نے فضل و تفاضل کی تصریح نہ کی بسبب اسکے ظاہر ہے کہ اور اگر فضل اور تاخیر دونوں متحقق ہوں تو حرمت فضل کے سبب سے ہوگی کذا فی الطحطاوی اذ الحکم یدار علی علم العلۃ کما مر ہم یہ بیان نفی مقدر تو ظاہر ہے کیونکہ وہ ذرعی ہے کیلی اور وزنی اور نفی جنسیت بسبب اختلاف اقسام اور اختلاف مقصود کے ہے پھر جب علت تحریم کے دونوں جزء پائے گئے تو حکم ازاحت اصلیہ زیادتی بھی جائز ہوئی اور تاخیر قبض کی بھی اسطرح نسمۃ گلستان کو دو اجزاء نسمۃ ان الطب سے بیچنا یا کاروبار کے ایک تھان کو اور دھوتی کے دو چادر تھانوں سے بدلنا حال ہے اگرچہ احد البدلین نقد ہو اور دوسرا نسیئہ وان وجد احدہما ای القدر وحدہ او الجنس مع الفضل وحدہم للنساء ولو مع التساوی حقیقۃ ولم عبدا بعبدا والحال لم یجز لوجود الجنسیۃ اور اگر دونوں چیزوں میں سے ایک چیز پائی جائے یعنی فقط قدر یا فقط جنس تو زیادتی حلال ہوگی اور تاخیر حرام اگرچہ تاخیر تساوی بدلین کے ساتھ ہو تو اگر ایک غلام دوسرے غلام سے بیچا کچھ مدت مقرر کرکے تو بیع جائز نہ ہوگی بسبب اسکے جانب ثمن کے ہم اجناس ہیں مذکور ہیں حقیقی علت تھا تو ایک کے ہونے سے شبہ علت کا ہوگا تو حقیقت علت سے حقیقت فضل حرام ہوئی اور شبہ علت سے شبہ فضل کا یعنی تاخیر اسیطرح تاخیر مشابہ بفضل کی ہے اور حقیقت میں فضل نہیں تو اگر ایک جانب سے گیہوں دوسری جانب سے بھی گیہوں ہو جو ہو سے بھی دست بدست تو جائز ہے کیونکہ یہاں فقط قدر ہے اسواسطے کہ دونوں کیلی ہیں مگر جنس متحد نہیں لہذا زیادت احد البدلین جائز ہوئی اور اگر جو نقد ہوں اور گیہوں کا وعدہ دو روز کا یا اسکے عکس تو بیع حرام ہے اور فقط ضد ہونے کی یہ مثال ہے کہ بیع غلام کی غلام سے یا کتاب کی کتاب سے یا توب ہروی کی توب ہروی سے یا تحت کی تحت سے اسواسطے کہ اشیاء مذکورہ کیلی یا وزنی نہیں اگر کوئی کہے کہ ابو داؤد نے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد اللہ بن عمرو بن عاص کو فرمایا کہ ایک اونٹ بعوض دو اونٹ کے بدست خرید کرے اور ظاہر میں ہر کہ علی الترقی فی الیافعۃ یعنی میں اونٹ کے بدست بیچا تو معلوم ہوا کہ فقط اتحاد جنس محرم تاخیر کا نہیں اسکا جواب یہ ہے کہ ترمذی وغیرہ اصحاب سنن نے سمرۃ بن جندب سے روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حیوان کا حیوان یداً بید بالتقابض بیچنے سے منع فرمایا اس حدیث سے فائدہ معلوم ہوا کہ علت جزء یعنی احتمال خلو عن تحریم تاخیر کی پوری علت ہے اور اس حدیث سے اگلی دونوں حدیثیں معارض نہیں ہو سکتیں کیونکہ وہ سیح میں اور یہ محرم اور حالانکہ محرم مقدم ہے بیع پر اور جمع بین الاحادیث ہو سکتا ہے کہ اجازت مرۃ قبل تحریم پر ہوئی ہو گی واللہ تعالیٰ اعلم استثنی فی المجمع والدرر اسلام مفقود فی موزون کیلا بنسۃ الکذا بواب السکر اور استثنا کیا ہے مجمع اور درر میں نقود کی سلم کا جائز ہونا موزونوں میں تا اکثر ہوا بسلم کے

بمثلی ای الشرع بسکر کا تبریز ہے فوشہ شیرہ اوحط ۱۲ منہ اگر دونوں کیلی ہوں کھجور منسوب ہے بزاد و بزاد زاد ہے بمعنی زیادتی ۱۲ منہ

بند ہو جاویں ہم یہ جواب ہے سوال مقدر کا تقریر سوال یہ ہے کہ حدیث مشہور میں وارد ہے کہ در صورت اختلاف جنس فضل جائز ہے اور تاخیر حرام تو اس سے لازم آتا ہے کہ تقابض یعنی ہاتھ در ہاتھ نہ ہو اور نانکورا س المال قرار دینا سونے روپات میں چنانچہ زعفران اور روئی وغیرہ میں جائز ہو حالانکہ بالاجماع جائز ہے تقریر جواب یہ ہے کہ تحریم تاخیر سے اسلام نقود کا سونا روپا ہونے میں بالاجماع مستثنیٰ ہے والا اسلام کے اکثر ابواب بند ہو جاویں اور ہدایہ میں اسکے جواز کی دوسری علت بیان کی ہے یعنی نقود کا وزنی تولوں اور ماشوں سے ہونا اور زعفران اور روئی وغیرہ کا سیر وں سے بسبب طریقہ وزن کا مختلف ہونا تو باعتبار صورت کے دونوں مختلف ہو گئے علاوہ اسکے اختلاف معنوی اور حکمی بھی یہاں ثابت ہوا اختلاف معنوی یہ ہے کہ نقود ثمن غیر مستہلکین ہیں اور وزنی غیر ثمن مستہلکین اور حکمی اختلاف یہ ہے کہ نقود میں تصرف قبل قبض کے جائز ہے بخلاف ثمن کے تو لقاد اور موزونات کو ہر سہ وجہ سے قدر جامع نہ ہوئی و نقل ابن الکمال علی الغایۃ جواز اسلام الحنطۃ فی الزیت قلت ومفادہ ان القدر یتقارضہ لا یحرم النساء بخلاف الجنس فلیحرر قدم فی السلم حرمۃ النساء تحقق بالجنس والقدر المتفق فتنبہ اور ابن کمال نے غایۃ البیان سے نقل کیا ہے گیہوں کی سلم کا جائز ہونا روغن زیتون میں میں کہتا ہوں اور ابن کمال کے کلام سے مستفاد ہوا کہ فقط قدر تاخیر کی محرم نہیں بخلاف جنس کے تو اسکی تنقیح کرنا چاہیے اور سلم میں گذر گیا کہ مدت تاخیر کی خلاف اور قدر متفق مختلف ہوتی ہے آگاہ رہنا چاہیے ہم عبارت ابن کمال یہ ہے کہ قد نص علی جواز اسلام الحنطۃ فی الزیت عندنا انتہی لفظہ یعنی ہمارے مذہب میں گیہوں کا سلم زیتون میں منصوص ہے اور اسکی یہ ہے کہ دونوں مختلف القدر ہیں کیونکہ گیہوں کیلی ہیں اور زیتون وزنی تو ابن کمال کے کلام سے کہاں یہ نکلا کہ فقط قدر محرم تاخیر نہیں کیونکہ اسنے اسلام کیلی کا موزونات میں فرض کیا ہے اور حالانکہ وہ دونوں مختلف القدر ہیں) تو جواز اسلام موزون کا موزون میں یا کیلی کا کیلی میں کیونکر نکلا تو اب مقام خوب تنقیح ہو گیا زیادہ اس سے کچھ تنقیح حاجت نہ رہی اور جب سلم میں یہ ثابت ہوا کہ قدر متفق تاخیر کی محرم ہے تو اب اسکے سوا کچھ تنقیح باقی نہ رہی کذا فی الطحطاوی ثم طرح علی الاصل الاول بقولہ فلم یبع کیلی بوزنی جنسہ متفاضلا ولو غیر مطعوم خلافا للشافعی لحدیث لا تبیعوا الطعام بالطعام الا سواء بسواء وحدیث انما الربا فی النسیئۃ شارح کہتا ہے پھر اصل اول یعنی در صورت وجود قدر اور جنس پر مصنف نے تفریع کی اپنے اس قول سے تو حرام ہے کیلی کی بیع اپنی ہم جنس کیلی سے اور وزنی کی بیع اپنی ہم جنس وزنی سے بڑھا کر اگرچہ کیلی اور وزنی کھانے کی چیز نہ ہو بخلاف امام شافعی کے چنانچہ بیع گیہوں کی گیہوں سے اور وزنی کا وزنی سے تفاضل حرام ہے ویسے ہی تسبیہ بھی حرام ہے لیکن مصنف نے اسکو اسلئے ترک کیا کہ حرمت تفاضل کو حرمت نسیئہ لازم ہے بالعکس اور حرمت تاخیر کو حرمت تفاضل لازم ہے بالعکس کذا فی الحلبی ثم اختلاف الجنس یعرف باختلاف الاسم الخاص واختلاف المقصود کما بسط الکمال پھر معلوم کرنا چاہیے کہ اختلاف جنس کا معلوم ہوتا ہے ہم خاص کے اختلاف سے اور مقصود کے اختلاف سے چنانچہ مشرح کیا ہے اسکو صاحب فتح القدیر نے فتح القدیر میں ہے کہ اختلاف جنس مختلف ہم حاصل اور اختلاف مقصود سے معلوم ہوتا ہے تو گیہوں اور جو دو جنس ہیں اور ثوب ہروی اور مروی دو جنس ہیں بناوٹ کے اختلاف کے سبب سے اور قیام ثوب کا صنعت کی جہت سے ہوا اور تمر یعنی کھجور کا پھل سب ایک ہی جنس ہے اور لوہا اور ترنگا اور مثل اجناس مختلفہ ہیں اور اسی طرح صوف اور بالوں کا سوت اور کاتے بھیڑ اور بکری کا گوشت اور دنبے کی حکمی اور گوشت اور پٹ کی چربی اجناس مختلفہ ہیں اور روغن بنفشہ اور خیری دو جنسیں ہیں اور دو ہان جنکے اصول مختلف ہیں وہ اجناس مختلفہ ہیں انتہی ملخصا اور لحوم اہل خمس واحد ہیں اور البوستہ سے مروی ہے کہ لحوم کی پانچ جنسیں ہیں اور بعض مالکی کی بعض سے زیادہ کی درست ہے اگرچہ طیر نوع واحد ہو اسواسطے کہ چڑیوں کا گوشت موزون ہو کر بیع نہیں ہوتا عادت میں کذا فی النہر وعلیہ فخالف ما قالہ الشافعی ملا اور بیع اسکی یعنی متفاضل الجنس کی بیع ربا جلی ہے بلا خلاف بیننا وبینہ کما ذکرہ بلا خلاف بیننا الا ما روی عن ابن عباس رضی اللہ عنہ وہو باطل ویدل علیہ ما فی صحیح مسلم یقدر بالکیل والوزن وبہا دون نصف صاع لحفنۃ بحفنتین ودلو بدلوین ونحو ما الم یبلغ نصف صاعا اور حلال ہو بیع مع التفاضل بدون معیار شرعی کے اسواسطے کہ شرع نے بقدر جو اور نصف صاع سے کمتر کی کوئی معیار مقرر نہیں فرمائی چنانچہ بیع ایک سیر کی دو سیر سے اور تین اور پانچ سے جبتک کہ نصف صاع کو نہ پہنچے ہم معیار عبارت ہے اپسنگ سے یعنی وہ آلہ جس سے مساوات کیل یا وزنی معلوم ہو جاوے نہ اسکا مقدار میں ہونا کہ اپنے وقت کی بیع اسواسطے صحیح ہوئی کہ معیار موجود نہیں جس سے مساوات معلوم ہو اسواسطے کہ شارع نے واجبات مالیہ میں چنانچہ کفارات اور صدقہ فطر میں نصف صاع کمتر تقدیر نہیں فرمائی تو اس سے معلوم ہوا کہ اگر نصف صاع سے کمتر کوئی پیمانہ موضوع ہو چنانچہ بیع اور ثمن مدع معین الخ جو تو اسکا تفاضل معتبر نہیں اور صورتیں ہیں جسکی

احد البدلین نصف صاع کو نہ پہنچے اور اگر نصف صاع ہو گا تو بیع جائز نہیں فتح القدیر میں کہا کہ قول صحیح یہ ہے کہ لپ دو لپ میں بھی ربوا ثابت ہے انتہی وتفاضلا یتقایضا وفلس بفلسین اعادہ لکثرۃ اعیانہ لو لخرہ لکان اولی لما فی الخزانۃ قید فی الکل فلو کانا غیر معینین او احدھما لم یجز اتفاقا اور حلال ہے ایک پیسہ کی دو پیسے کے دو پیسے سے یا زیادہ سے بشرطیکہ دونوں بدل متعین ہوں شامل ہے اس کا اگر دونوں تعیین بدلین کی شرط شامل کے بعد لانا تو جیسا ہوتا اسطرح کہ ہر الفاظ میں ہے کہ تعیین سبب میں قید ہے تو اگر دونوں عوض غیر معین ہوں یا ایک غیر معین تو بیع جائز نہیں باتفاق شیخین اور محمد کے دمرۃ بنصف تین وبیضۃ بیضتین وجوزۃ بجوزتین وسیف بسیفین ودواۃ بدواتین وانا بانائین مما لا یکون من اخر النقدین فیقع التفاضل اور حلال ہے ایک کھجور کی بیع دو کھجور سے اور ایک اخروٹ کی دو اخروٹ سے اور ایک تلوار کی دو تلوار سے اور ایک دوات کی دو دوات سے اور ایک تن کی دوسرے برتن بھاری سے بشرطیکہ برتن سونے یا چاندی کا نہ ہو اور اگر سونے یا چاندی کا برتن ہو گا تو تفاضل ممتنع ہو گا لہذا فی الفتح وابرۃ بابرتین وذرۃ مذہب وفضۃ مما لا یدخل تحت الوزن بمثلھما فی الاصح الفضل لفقد القدر وحرم النساء لوجود الجنس حتی لو اتفق کحفنۃ بر بحفنتی شعیر فضل حلا لعدم العلۃ وحرم الکل لمحمد وصححہ کما نقلہ الکمال اور حلال ہے بیع ایک سوئی کی دو سوئی سے اور ذرہ برابر سونے اور چاندی کی بیع ہو تحت الوزن داخل ہیں وہ نوں کے مماثل نہ ہوں یعنی ایک ذرہ کی بیع دو ذرے سے تو فضل جائز ہے جو مثل سابقہ میں بسبب ہونے کے مقدار کے یعنی اشیاء مذکورہ کیلی اور وزنی نہیں اور آخیر حرام ہے بسبب اس کے جانے شرع کے یعنی چونکہ بدلین متحد الجنس ہیں لہذا آخیر حرام ہے یہاں تک اگر جنس بھی متفق ہو جیسا کہ ایک سیر گیہوں کی بیع ہو کے دو سیر سے تو آخیر حلال ہے مطلقا خواہ فضل ہو بسبب وزن ہو جانے علت ربوا کے اور حرام کہا ہے محمد نے سیر کو یعنی مثل سابقہ کی بیع کو اور اس قول کی تصحیح ہوئی ہے جیسا کہ اسکو کمال الدین نے فتح القدیر میں نقل کیا ہے فتح القدیر میں لیون ہے کہ اس سے تسکین خاطر نہیں ہوتی بلکہ جب علت تحریم ربوا صیانت اموال ناس ٹھہری تو واجب ہے تحریم ایک بسبب کی دو بسبب سے اور ایک کیل کی دو کیل سے اور اگر یہ کائیل نصف صاع سے کم نہ ہوں جیسا کہ ہمارے دیار مصر میں ہیں تو کچھ بھی شک نہیں اور عدم تقدیر شرعی کمتر از نصف صاع اہل کی مستلزم نہیں کہ تفاوت متیقن کو باطل کر دیجئے اور مجھکو فقہا کے اس کلام سے نہایت تعجب آتا ہوا جو حالانکہ سعلی نے مصر سے روایت کی ہے کہ انکے نزدیک مکروہ ہے تمر کی بیع دو تمر سے اور محمد نے کہا ہے کہ جو سے کثیر میں حرام ہے وہ اسکے قلیل میں بھی حرام ہے انتہی ملخصا وما نقل عن الشارح علی کونہ کیلیا کالبر وشعیر وتمر وملح او وزنیا کذھب وفضۃ فھو کذلک لا یتغیر الربوا فلم یصح صنطۃ بجنطۃ وزنا کما یوھمہ عبارۃ الشارح ھنا بل حیث فضۃ بفضۃ کیلا او لوزن مع التساوی کان الفضل فی العرف فلا یترک الاحوط بالاحری اور جس چیز کے کیلی ہونے پر صاحب شرع نے تصریح کی جیسا کہ گیہوں اور جو اور کھجور اور نمک یا جسکے وزنی ہونے پر تصریح فرمائی جیسا کہ سونا اور چاندی سو وہ اسطرح ہو گا اقیامت گاہ شہر میں سو ہو گا تو صحیح نہیں بیع گیہوں کی گیہوں سے قول کر کیونکہ وہ وزنی ہیں اگرچہ تساوی بدلین کے ساتھ بیع ہو سو اسلئے کہ فعل شارع نوعی ہے نہ عرف سے تو اولی ترک ہو گا ادنی سے ہم فعل سو اسلئے عرف سے اقوی ہے کہ رواج گاہے باطل پر ہو جاتا ہے جیسے ہمارے زمانے میں بیع تجارت اور بیع قبرستان میں بیچا جانا بین عید کی راتوں میں اور نص شارع بعد انقطاع وحی کے باطل نہیں ہو سکتی اور عرف اسلئے نص پر مقدم ہے کہ نص محل رجحت ہے کذا فی فتح القدیر وما لم ینص علیہ حمل علی العرف اور جس چیز کے کیلی یا وزنی ہونے کی شارع سے تصریح نہیں تو وہ رواج پر محمول ہے یعنی اگر رواج کیلی کا ہو تو وہ کیلی ہے اور اگر وزن کی عادت ہے تو وہ وزنی ہے وھو الثانی اعتبارا للعرف مطلقا وھو الکمال اور بعضوں کے نزدیک یہ اعتبار ہے اس سے جو اکثر ہے اگرچہ کیلی یا وزنی کا رواج مخالف شرع ہو اور اسی قول کو ترجیح دی ہے کمال الدین نے ثم ابو یوسف کے نزدیک عرف مطلقا اسلئے معتبر ہوا کہ گیہوں وغیرہ کا کیلی ہونا اور چاندی سونے کا وزنی ہونا جو شرع عین دار دہوا ہے تو سو یہ ہے کہ شارع علیہ السلام کے زمانے میں ان اشیاء مذکورہ کیلی یا وزنی مروج تھیں پھر جب انکا رواج بدلا تو رواج ہی کا اعتبار ہو گا وھو حجۃ علیہ وعلی الشافعی استقراض الدراھم عددا واسیع الدقیق وتاویل ما یخالفہ اور ابو یوسف کے قول پر سعدی افندی نے استخراج کیا ہے دراہم کا قرض لینا گن کر اور بیع آٹے کی ہمارے زمانے میں ہمکو اسی سے قول اکرم یعنی دراہم وزنی ہیں اور آٹا کیلی تو جائز استقراض دراہم اور آٹے کی بیع اسکی مثل سے قول کا جائز نہیں مگر عرف کے اعتبار پر اور یہ بھی توجیہ جواز استقراض ہو سکتی ہے کہ باعتبار عادت کے دراہم کے وزن میں اختلاف نہیں ہوتا

فتاوی عالمگیری میں تاتارخانیہ سے منع استقراض درہم گن کر دادہ ہے اور غیاثیین ابو یوسف سے منقول ہے کہ استقراض وزنی قول کر جائز ہے اگر لوگوں میں رواج جوازوری فتوی ہے تو اسی پر فتوی ہے فندی کے ہنجر کی کچھ حاجت نہیں کذا فی الطحطاوی وفی الکافی الفتوی علی عادۃ الناس جمیعا واقرہ المصنف اور کافی میں ہے کہ لوگوں کی عادت پر فتوی ہے کذا فی البحر اور مصنف نے اپنی شرح میں اسکو ثابت رکھا ہے ہم کافی کے فتوی کے موافق ہندوستان میں گیہوں کا بدلنا گیہوں سے اور جو کا جو سے قول کر جائز ہے کیونکہ یہاں کیل نہیں ہے وزن ہی رائج ہے واللہ تعالی اعلم والمعتبر تعیین الربوی فی غیر الصرف ومصرح ذھب وفضۃ بلا شرط تقابض حتی لو باع احدھما دینا وتفرقا قبل القبض جاز خلافا للشافعی فی بیع الطعام اور مال ربوا کا متعین ہونا مبیع ہونے غیر صرف میں اور سونے چاندی کے برتن اور زیور کے غیر میں بلا شرط تقابض کے تو اگر گیہوں کے بدلے گیہوں سے بیچے معین کرکے اور بائع اور مشتری متفرق ہوئے قبل قبض کے تو جائز ہے بخلاف امام شافعی کے بیع طعام میں ولو احدھما دینا فان ھو الثمن فقبضہ قبل التفرق جائز اور اگر احد البدلین دین ہو تو اگر وہ ثمن ہو اور سپرد قبضہ کرے قبل تفرق کے تو بیع جائز ہے ہم شلاً گیہوں کو گیہوں سے بیچا اور ایک دین ہے تو اگر وہ ثمن ہے یعنی مدخول باء جارہ ہے اسطرح پر کہ بعت منک من القفیز من الحنطۃ بتعیین حنطۃ اور جو مدخول الباء جارہ منہ وہ مبیع ہے جو قبض سے پہلے فسخ ہو جائے اور اگر دین ثمن ہو بلکہ مبیع ہو تو بیع جائز نہیں کیونکہ یہ بیع اس چیز کی ہے جو اسکے پاس نہیں کذا فی السراج وجید تعال الربوا لا حقوق العباد مدیونۃ سواء اور بوا کا گھر انا اور کھونٹا برابر ہے اور حقوق عباد میں گھر کھونٹے کے برابر نہیں ہم بلد امین گھر کھونٹا اسوسطے برابر سمجھا کرا گر حقوق اور روایت کا تفاوت معتبر ہو تو بیع کا باب بند ہو جاوے اسوسطے کہ مثلاً گیہوں دوسرے گیہوں کے مثل نہیں ہو سکتے ہر وجہ سے اور اسوسطے کہ وصف کو عرف میں تفاوت شمار نہیں کرتا اور اسوسطے کہ حدیث میں وارد ہے کہ جیدھا ورديھا سواء کذا فی الطحطاوی بھر جب گھر انا اور کھونٹا برابر ہوا تو ایک نکی بیع دوسرے سے کم زیادہ کرکے جائز نہیں مال ربوا کی قید اسوسطے لگائی کہ حقوق العباد میں جودت روایت کے برابر نہیں ہوا کرتی زید ضال کا مال بلا مکاپڑ بیگا تو اسکے برابر بمقدار اور جودت میں زید پر دینا لازم آویگا اگر مال مثلی ہو والا قیمت اسکی لازم ہوگی ولیکن مسخ جودت بیع فسخ نہ ہوگا کذا فی الطحطاوی والکافی اربع مال وقف یتیم ومریض فی القلب الرھن اذا انکسر اعتبارا مگر چار مسائل میں مال ربوا کی جودت اور روایت برابر نہیں وقف یتیم اور مریض کے مال میں اور گروی یک لخت کنکر میں جبکہ وہ ٹوٹ جاوے کذا فی الاشباہ مال وقف کو مال یتیم سے صاحب سراج نے ملحق کیا ہے بطریق بحث کے تو اگر وصی یتیم کے مال سے اپنے لئے گیہوں کی قیمت سے بیع کرے تو جائز نہیں اور اگر مریض قریب الموت جید کو ردی سے بیع کرے تو بیع ثلث مال میں نافذ ہوگا یعنی بہ رعایت حق ورثہ ورنہ اگر گروی کنکر میں تبدیل کے پاش ٹوٹ کر کم قیمت ہو جاوے تو مرتہن پر قیمت غیر منکسر کا ضمان لازم آویگا کذا فی الطحطاوی ویأخذ فلوسا بمثلھا اویدلھم اودنانیر فان نقد احدھما جاز وان تفرقا بلا قبض احدھما بطل بخلاف فلوس یعنی کاسد فلوس کو پیسا فلوس سے یا دراہم یا دنانیر سے پھر اگر احد البدلین کو نقد دیا تو جائز ہے ورنہ اگر بائع اور مشتری متفرق ہوئے بلا قبض احد البدلین کے تو بیع جائز نہیں چنانچہ مذکور ہو چکا ہم حاوی میں ہے کہ بیع مذکور اسوسطے صحیح ہے کہ بیع الفلوس بالفلوس میں اور بیع الفلوس النافقۃ بالکاسدۃ میں تقابض شرط نہیں چنانچہ علامہ قہستانی اسپر دلالت کرتا ہے اور علامہ محمد اسمین مختلف ہے انتہی اور بیع الفلس بالفلس میں شرط التعیین نہیں کذا فی الملتقی کما جاز بیع لحم بحیوان ولو من جنسہ لانہ بیع للمنزوع بما لیس بموزون بقی لو کیف مکائل یشترط التعیین اتفاقا فلا جیسے جائز ہے بیع گوشت کی جانور سے اگرچہ گوشت جانور کے خصیے سے ہو مثلاً گائے کا گوشت گائے بیل سے بیع کرے تو جائز ہے کیونکہ یہ بیع وزنی چیز کی ہے غیر وزنی سے تو جائز ہے جس طرح سے کہ ہو بشرطیکہ وزن نہ شرط نہ تعیین کے اور بطریق نسیہ تو جائز نہیں ہم اگر گوشت جانور کی فحل سے ہو تو ظاہر ہے کہ اتحاد فحل میں تاخیر حرام ہے اور اگر خلاف فحل سے ہو مثلاً گائے کا گوشت بکری سے بیع کرے تو اگر نسبہ بکری میں ہو تو یہ بیع سلم ہے حیوان میں اور اگر اسکے بدلے میں ہو تو یہ بیع سلم ہے گوشت میں حالانکہ حیوان اور لحم دونوں میں سلم جائز نہیں وشرط محمد زیادۃ ایضاح اور محمد نے شرط کیا ہے زیادہ ہونا لحم خصی کا ہم جنس سے گوشت منقطع مراد ہوتا ہے گوشت جانور کے گوشت کے مقابل ہو اور کھرچہ گوشت اسکے چکنا اور طحال وغیرہ کے مقابل ہو الا ربو آیات ہوگا کذا فی الملتقی ولو باع ملء بیت حنطۃ او بیضا فی مثلہ حیث لا یتحری اتفاقا وکذا لو باع ملء خابیۃ من تمر او زیت او سمن او عسل او دبس او خل او لبن او خمر او دم او بول او ماء مما لا یتحری فیہ التفاوت عرفا فقط

الکرش والمعلف بھی اور اگر مذبوح جانور کو نہ دیا جائے مذبوح ہے یا نہ مذبوح ہے تو باتفاق شیخین اور محمد کے جائز ہے اور اسپطرح کھال اور دھیڑے دو جانوروں کی باتفاق
بیع جائز ہے اگر دونوں وزن میں برابر ہوں کذا ذکرہ ابن ملک اور طحاوی نے سلوخ سے اس جانور کا ارادہ کیا جو بھیڑ اور بکری وغیرہ سے جدا ہو کذا فی البحر طحاوی
نے کہا کہ بحر الرائق میں صغیر الہ طحاوی کی طرف راجع ہے مناسب تھا کہ اسکا کلام ذکر کرتا تاکہ اسکا ربط اس سے ہو جاتا مانع الغفار میں ہے کہ سقط مختص وہ ہے جسپر گوشت کا
نام منطبق نہیں ہوتا چنانچہ کھال اور اوجھڑی اور آنتوں اور تلی وغیرہا کی بیع کرنا یبقطی فغزل مطلقا کیف ما کان لاختلافھما جنسا اور جیسے مطلقا
ہی بیع روئی کے کپڑے کی روئی اور سوت سے مطلقاً جسمیں ہر برابر زیادہ یا کم مختلف ہونے دونوں کے باعتبار جنس کے یعنی اسواسطے کہ کپڑا بالنقض کے سوت اور
روئی نہیں ہو جاتا کذا فی البحر کبیع قطن بغزل القطن فی فصل مجلد وھو الاصح خلافا جیسے روئی کی بیع روئی کے سوت سے جائز ہے مطلقا محمد کے قول میں اور
یہی قول صحیح ہے کذا فی الحاوی القدسی وفی القنیۃ لا بأس بغزل قطن بثیاب قطن بذلک بیرا لانھا لیسا بموزونین ولا جنس واحد فکل الی جنسہ شاء
والدلیل توزنہ اور قنیہ میں ہے کہ کچھ مضائقہ نہیں روئی کی سوت کی بیع میں روئی کے کپڑوں سے دست بدست ہو اسواسطے کہ دونوں بیع وزن میں ہو جاتی ہیں اور دونوں
مختلف الجنس نہیں کہ دست بدست شرط ہو اور اسپطرح مطلقاً دست بدست جائز ہے بیع جسکی سوت کی اسکے کپڑے سے بغیر طبکہ سوت موزون ہو اسمسئلہ سے ثابت
سے معلوم ہوا کہ سوت اور کپڑا مختلف الجنس ہیں تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک کی بیع دوسرے سے بھی بطریق نسیہ جائز ہو لیکن قنیہ کا قول اقرب بالصواب ہے کہ تفاضل جائز
ہونا تاخیر کذا فی الطحاوی عن البحر وکبیع رطب برطب وتمر بتمر مثلا بمثل کیلا کان او وزنا خلافا للعینی فی الحال الا ان خلا فاضلا ولم یجاز فزادہ او مولاۃ لم یجز
اتفاقا ابن ملک اور جیسا کہ جائز ہے بیع تر کھجور کی خشک کھجور سے اور خشک کھجور کی تر کھجور سے برابر برابر کیل کی رو سے نہ وزن سے بخلاف عینی کے کہ وہ تماثل وزنی کا قائل ہے امام کے نزدیک تساوی
رطب کی تمر سے فی الحال شرط ہے۔ انجام کار میں بخلاف صاحبین کے کہ انکے نزدیک فی الحال کی تساوی کافی نہیں ہے جب تماثل کیلی شرط ہوا تو اگر بیع بطور تخمین اور موازنہ کے
ہوئی تو باتفاق امام اور صاحبین کے جائز نہیں کذا صرح ابن ملک صاحبین اور باقی ائمہ ثلثہ کے نزدیک رطب کی بیع تمر سے اسواسطے جائز نہیں کہ رطب کم ہو جاتا ہے
خشک ہو کر انجام کار میں اور امام اعظم کے نزدیک مساوات عقد کے وقت معتبر ہے اور ثانیاً حال کا کم ہو جانا مساوات فی الحال کا مانع نہیں بغیر طبکہ جب اسکا اثر خلقی ہو مساوات
کیلی اسواسطے بالاتفاق شرط ہوئی کہ تخمین اور وزن سے مساوات معلوم نہیں ہوتی اسواسطے کہ ایک چیز دوسری چیز سے بھاری ہوتی ہے ترازو میں اور پیمانے میں بلکی ہو جاتی ہے
کذا فی الطحاوی امام اعظم جب بغداد میں وارد ہوئے تو اہل حدیث نے سوال کیا کہ رطب کی بیع تمر سے جائز ہے یا نہیں امام نے کہا کہ دو حال سے خالی نہیں کہ رطب تمر ہی نہیں اگر
تمر ہی تو عقد جائز ہے بدلیل حدیث التمر بالتمر اور اگر تمر نہیں ہو تو بھی عقد جائز ہے بدلیل حدیث اذا اختلف النوعان فبیعوا کیف شئتم پھر اہل حدیث نے تو جدا جدا کی جو موطا اور
سنن ابوداؤد میں زید بن عیاش عن سعد بن ابی وقاص سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال ہوا خرید کرنے تمر کا رطب سے تو ارشاد ہوا کہ رطب کم ہو جاتا ہے خشک ہو کر
لوگوں نے کہا ہاں تو اس سے ممانعت فرمائی یا انتہی امام اعظم نے جواب دیا کہ اس حدیث کا مدار روایت زید بن عیاش پر ہے اور زید بن عیاش کی حدیث مقبول نہیں لیعنی لوگوں نے یوں جواب دیا ہے
کہ یہ تقدیر صحت سند حدیث مذکور نہی بیع کی بطریق نسیہ پر ہے اسواسطے کہ ابوداؤد اور حاکم اور دارقطنی اور طحاوی نے شرح معانی الآثار میں یحیی بن کثیر سے روایت کی کہ ابو عیاش
نے جسکا نام زید بن عیاش ہے سعد بن ابی وقاص سے سنا نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عن بیع الرطب بالتمر نسیئۃ یعنی منع فرمایا ہمیشہ رطب کا تمر سے بطریق تاخیر کے وتلمذ فی
فتح القدیر وعجب بعضھم کذلک اور جنابچہ جائز ہے بیع تر انگور کی ترانگور سے یا خشک انگور سے برابر برابر اسطرح یعنی فی الحال فی الحال وکذا الکلام فی التفاح والخوخ
رطبھا بیابسھا اور اسپطرح جو پھل کہ خشک ہوتا ہو چنانچہ خربزہ اور انار اسکا بھی جائز ہے تر سے اور خشک سے کیبع رطبا او مبلولا بمثلہ او بیابس مما یؤل الیہ جائز ہے بیع
یا بھگوئے گیہوں کی اپنی جنس سے اور خشک سے طلق ابیع تمر اذ منہ منقوع بمثلہ او بیابس منھا خلافا لھما المحمد البلخی اور اسپطرح جائز ہے بیع بھگوئی خشک کھجور یا انگور کی
اسکے تازہ سے باوجود اس کی خشک سے بخلاف محمد کے کذا فی الزیلعی کہ انکے نزدیک یہ بیع مثل بیع رطب بالیابس کی ہے جائز نہیں بشرط التماثل والاجازۃ ہے کذا فی الطحاوی وعن الخلاصہ
وفی العنایۃ کل ثقلوت خلقۃ کالرطب والعنب والرمان فھو ساقط الاختیار وکل ثقاوت یمضی الصاد کالحنطۃ بالدقیق والرطب بالتمر ھذا فیکلما سیجی ہو

ف قول بعض نحویین میں ہے کہ اور بھی صورتیں ہیں جنمیں بیع جائز ہے بغیر تماثل کے مثلاً بیع اس پیسے کے عوض اسی پیسے کے ادھار ہو یا بیع اس پیسے کے عوض اسی پیسے کے نقد ہو اور بیع اس پیسے کے عوض اسی پیسے کے ادھار ہو اور

خیال میں ہو کہ جو تفاوت پیدائشی ہو جیسا تر کھجور اور خشک کھجور اور عدہ اور ناقص وہ ساقط الاعتبار ہو یعنی ان میں تفاضل جائز ہو بخلاف تفاوت کے جو تدبیر کے فعل سے ہو چنانچہ گیہوں کی بیع آٹے سے اور بھنے گیہوں کی بیع بن بھنے سے وہ سفید ہو جیسا آگے مذکور ہوگا وکبیع لحم مختلفہ بعضہا ببعض متفاضلا ولا بأس وجنسے گوشت کی بیع بعض مختلف کی بعض سے زیادہ کر کے دست بدست صحیح ہے مختلف میں تفاضل جائز ہونے کا سبب اختلاف جنس کے اور دست بدست کی شرط ہونے کا سبب تفاوت قدر ہے دلیل بقرہ قسم اور جائز ہے بیع گائے کے دودھ کی بھیڑ بکری کے دودھ سے بشرطیکہ دست بدست ہو بخلاف بکری اور بھیڑ کے دودھ کے کہ ان میں تفاضل جائز نہیں کہ دونوں ایک ہی جنس ہیں کذا فی الطحاوی وفصل وقل تفتحین کذا فی التاتر خانیہ وخصہ باعتبار العادۃ تخیل عجیب وجائز ہے ناقص کھجور کے سرکے کی بیع انگوری سرکے سے بشرطیکہ قبل قبض دونوں طرف سے عبارت ہو ناقص کھجور سے اسکو مخصوص نہ کرنا کیا باعتبار عادت کے یعنی کھجور کے سرکے کا یہی حکم ہے لیکن عموم خلق یہ ہے کہ ناقص کا سرکہ بنانے میں لہذا فقط اسکو مذکور کیا وہم بطن یا یبتاع الفقہ ما یبتاعہ العوام لیلہ وحکم اور جائز ہے بیع پیٹ کی چربی کی دنبے کی چکتی سے یا گوشت سے اگرچہ دنبے کا گوشت ہو کذا فی الطحاوی والیہ یرجع الف وہم جسکو عوام عرب لیہ کہتے ہیں وختیز ولو من بسیر او حقاق مدہ اور جائز ہے روئی کی بیع گیہوں اور آٹے سے اگرچہ گیہوں کی روئی اور گیہوں کا آٹا ہو بھی زیادتی جائز ہے اسواسطے کہ روئی بسبب عیال عیاد کے دوسری ضمیر ہوگئی کمیل نہ رہی بخلاف گیہوں کے اور آٹے کے کہ وہ دونوں کمیل ہیں تو قدر اور جنس دونوں مقصود ہیں یہاں تک کہ بیع الحنطۃ فیہ بھی جائز ہے کذا فی الطحاوی عن المجرد زیت مطبوخ بغیر مطبوخ ودھن بنفسجی بغیر البزری منہ تفاضلا ادونہ ناسیۃ کان کاختلاف اجناسہا فلن اتحد لم یجز متفاضلا لانہ فی الطبخ لطیخۃ لانہ لا یزید عادۃ حتی لو زاد لم یجز اینبغی ہی جائز ہے بیع روغن بنفشہ کی روغن بنفشہ کی سے اور روغن بنفشہ کی روغن سادہ سے بڑھا کر اقول کر جیسے ہو بسبب مختلف ہونے اصل کے یعنی اجناس کے یعنی اجناس مختلفہ سے لیکر روغن بنفشہ تک کی بیع میں تفاضل اسواسطے جائز ہوا کہ اجناس مختلفہ ہیں اگر متحد الجنس ہوں تو تفاضل جائز نہیں مگر چربیوں کے گوشت میں باوجود اتحاد جنس تفاضل جائز ہے کیونکہ انکا گوشت موزون نہیں رواج میں اگر اسکا بھی تولنا رائج ہو تو تفاضل جائز نہیں کذا فی التاتر خانیہ وفی الفتح لہم الرجاجم والاوز وذلک فی عادۃ مصر وفی النہر اعلہ فی ذلک بلدہ ما فی زمانہ فلا یلزم ان لا یختلف باختلاف الاصل او للقصود وینبغی ان یعتبر صفۃ یحفظ او رفع العقد بین ہر دو مرغی اور بیل کا گوشت وزنی ہو عادت میں اور نہ ہو فرق نہیں ہے کہ خانیہ وزنی کہا ہے اسکا خلاف نہیں ہوگا ہمارے زمانہ میں تو مصر میں وزنی ہی نہیں اور خلاصہ یہ ہے کہ اختلاف جنس کا اصل کے اختلاف سے ہو یا اختلاف سے مقصود سے یا تبدل صفت سے بایں صفت سے اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم تفاوت چنانچہ گائے کا گوشت بکری کے گوشت کے ساتھ اور اختلاف مقصود جیسا چربی اور دنبے کی چکتی میں اور تبدل صفت چنانچہ زیت مسلبوخ غیر مسلبوخ کے ساتھ دجاج الاخیر ولو الخیر لستۃ یعنی ذکر ای ذکانی تبر الکل تسلم لحاجۃ الناس ولا حوط للامر اذا قال ما یقبض من حیث ما شی اور جائز ہے اخیر صورت یعنی روئی کی بیع گیہوں اور آٹے سے اگرچہ روئی کی تسلیم میں تاخیر ہو اسکا فتوی ہے کذا فی الدرر یعنی تاخیر مفسد جائز ہے جب سلم کی شرائط پوری ہوں یہ جائز ہے حاجت آدمیوں کے اور زیادہ تر احتیاط مسلم میں ہے اسواسطے کہ کثر قبض واقع ہوتا ہے مسمی کی ضمن سے یعنی اکثر ہوتا ہے کہ سلم تو ہوا ہے گیہوں کی روئی میں اور بعض جو کی روئی ہوتی ہے تو ہمیں مستقبل مسلم فیہ ہوگا کے قبضہ ہونے سے پہلے اور یہ جائز نہیں وفی الفصلی معزیا الی انہ لا حسن ان یبیع حلقہ علی الحائک یقدر ما یریدہ من الخبز ویجعل الثمن الموصوف بصفۃ معلومۃ ثمنا حتی یصیر دینا فی ذمۃ الخباز ولیسلم الثمن ثم یشتری الخباز بالبر اور تمنا فی میں ظرا سے منقول ہے کہ بہتر طریقہ گیہوں کے سلم کرنے روئی میں یہ ہے کہ مثلاً انگوٹھی بنیے نان بائی سے بقدر ارادہ روئی کے اور اس روئی کو جو وصف موصوف بصفت معین ہے ثمن قرار دے تاکہ وہ نان بائی کے ذمے پر دین ہو جاوے اور انگوٹھی اسکو تسلیم کرے پھر انگوٹھی گیہوں سے خرید کرے لینی اس طریق سے بشرائط سلم شروط منوگی وفیہ معزیا للمضمرات یحول السلم فی الخبز دنانیر او علی الفتوی وسبجی جواز استقراضہا ایضا اور قسطانی میں مضمرات سے منقول ہے کہ سلم جائز ہے روئی میں تو کل کرا دے سلم گن کر اور بادی پر فتوی ہے اور روئی کا جواز استقراض مفہوم ہوگا سلم کا جواز روئی میں گن کر قسطانی میں مذکور ہے میں علاوہ اسکے روئی معدود منضبط نہیں تو سلم کیونکر صحیح ہوگی اور حاشیہ ابو سعود میں بہ الخلائق سے منقول ہے کہ روئی میں سلم ابو یوسف کے نزدیک جائز ہے کیونکہ وہ وزنی ہے انکے نزدیک تو سلم جائز ہے بشرط وزن اگرچہ رواج شمار کا ہو کذا فی الطحاوی وفی جامع اللبابی یجوز السلم فی الحطب والقصب والاصح عدم

اور جائز ہوا وہ کہ بیچے بیچنے والے کے لئے مثل اس کے جو اس کے واسطے ثابت ہوا اور جائز ہے بیع البر بالبر یعنی گیہوں کی بیع گیہوں سے مطلقاً ولو متساویاً اعدم الکیل فیہما بشہادۃ الربوا خلافا لہما جائز نہیں گیہوں کی بیع گیہوں کے آٹے یا آٹے کے ستو سے اور نہ بیع آٹے کے ستو سے کسی طرح اگرچہ دونوں برابر ہوں اور سوائے اس کے کہ دونوں کا برابر کر دینے والا کوئی پیمانہ نہیں تو بیع حرام و بسبب ربوا کے بخلاف صاحبین کے کہ انکے نزدیک آٹے کی بیع ستو سے بسبب انقلاب اسم اور خلاف بیع حنطہ کے جائز ہے دست بدست مگر گیہوں کی بیع آٹے یا ستو سے امام کے نزدیک مطلقاً جائز نہیں تفاضل اور سوائے جائز نہیں کہ دونوں ضبط ہوں حرمین کیونکہ آٹا اور ستو گیہوں کے غیر ہیں جس تساوی اور سوائے جائز نہیں کے معیار دونوں جنس کیل ہوں اور یوں سے تو نہیں ہوتا کیونکہ گیہوں پیسنے سے زیادہ ہو جاتا ہے واما بیع الدقیق بالدقیق متساویاً کیلاً اذا کانا مکیولین فجائز اتفاقا ابن ملک کیلہ مکیول بوزنی و حنطہ مقلیۃ وغیرہا تفاضل کما مر اور بیع آٹے کی آٹے سے برابر پیمانہ کہ کیے جانے کے اعتبار سے دونوں کو پیمانے میں ڈالا جائے تو جائز ہو باتفاق امام و صاحبین کے کذا صرح ابن ملک جیسے ستو کی بیع ستو سے اور بھنے گیہوں کی بیع بھنے گیہوں سے جائز ہو اور بھنے گیہوں کی بیع غیر بھنے گیہوں کی بیع غیر بھنے سے تو فاسد ہے جبکہ بھنے گیہوں بلکا ہو جاتا ہے لہذا اسکی بیع غیر بھنے سے فاسد ہے طحطاوی نے زیلعی سے نقل کیا کہ اگر آٹا آٹے سے نیچے تول کر تو ہو مگر دونوں میں روغن زیتون ہے لہذا الزیتون بزیت والسمسم بکسبرۃ الشیرج حتی یکون الزیت والحل الکثر مما فی الزیتون والسمسم لیکون قدرہ بمثلہ والزائد بالثفل فلا کل مالثفلہ فیجوز بدھنہ ولبن بمخضہ وغنم بعصیر وخل لا فجہ لہ کبیع بزاوقہ بھب ضد یا لزیادۃ لربوا الفضل اور جائز نہیں زیتون کی بیع روغن زیتون سے اور تل کی بیع مینگنی تل سے یہاں تک کہ روغن زیتون اور تل زیادہ نہ ہو اور روغن سے جو زیتون اور تل میں ہے تا کہ روغن کی مقدار روغن کے مقابل میں ہو اور روغن زیادہ کھلی کے مقابل ہو اور اسی طرح حکم ہے ہر ایک اس چیز میں جسکی کھل اور کھجور کی گٹھلی جیسے اخروٹ کی بیع اسکے تیل سے اور دودھ کی اسکے گھی سے اور انگور کی اسکے غیر سے سوا انگور کی تمیت منقہ جیسے کہ سونے کی بیع سونے سے تو بیع فاسد ہے سونا زیادہ ہونے سے بسبب زیادتی کی بیاع کے ویستقرض الخبز وزنا وعددا عند محمد وعنہ یقوی بن ملک واستحسنہ الکمال واختارہ للصنف تیسیرا اور روٹی قرض لیجائے تول کر اور گن کر محمد کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہے کذا ذکرہ ابن ملک اور اسکو کمال الدین نے اور اسی پسند کیا ہے مصنف نے اپنی شرح مین اسانی کے واسطے وفی المجتبی یلزم عینا فتقدیر بغیر مسئلۃ جاز ولعلہ کسیر الترکیف کان اور مجتبی میں ہے کہ ایک عقد روٹی بیچی اور دھار دو روٹیوں سے تو جائز ہے اور باعتبار اسکے یعنی نقد و روٹیوں کی بیع ایک نقد اور دھار سے جائز نہیں روٹی کے گزوں کی بیع ہر طرح یعنی نقد اور نسیہ کذا ربوا بین سیدی عبدہ ولو مدیرا لامکاتبا اور بیاع نہیں درمیان مولی اور اسکے غلام کے اگرچہ غلام مدبر ہو مکاتب ہم غلام کا مال مملوک ہے مولی کا حسطرح چاہے یہاں کہ بیع کرلیوے اور داخل ہے بخلاف مکاتب کے کہ وہ بچا سکتا ہے قبضہ اور تصرف کی راہ سے اذا لم یکن حربیۃ مستامۃ قارنۃ وکسیدہ مستامۃ قارنۃ یحقق الربوا اتفاقا ابن ملک وغیرہ لکن فی البحر علی الاصح التحقق کالاطلاق وانما یرد الزائد کما یرد الزائد بالشرط اور درمیان کے نہیں مگر جب کہ غلام کا دین اسکی ذات اور کمائی کو مستغرق نہ ہو اگر مستغرق نہ ہو تو بیاع ثابت ہوگا بالاتفاق کذا ذکرہ ابن ملک وغیرہ لیکن بر الرائق میں بحوالہ سے منقول ہے کہ تحقیق الطلاق ہے یعنی ہر طرح بیاع نہیں جو اسکا دین مستغرق ہو یا نہ ہو اور غلام مدبون کا مال جو بیچ دیا جاتا ہے تو بیاع کے سبب سے نہیں بلکہ فرخ البیوع کے حق متعلق ہونے سے کذا ربوا بین مقتاد وضدیق شریکی عنان الخ اتبا یعا مما لہما ای حال الشرکۃ زیلعی اور بیاع نہیں دو متقاوض اور خان کے دو شریکوں میں جبکہ دونوں نے خرید فروخت کی ہو شرکت کے حال سے کذا فی الزیلعی ہم فیہ مذکور شرکت عنان میں ہے اسواسطے کہ مفاوضہ کے پاس مال شرکت کے سوا کوئی مال مستقل نہیں ہے دونوں صورتوں میں بیاع ہوا سواسطے ثابت نہیں کہ شریک اور سبب میں دونوں شریک ہیں تو احد العوضین کا فضل اسکے مال سے خارج نہیں ہوا کہ بیع تحقق ہو کذا بہ یفتی وصلم مستأمن لو بعقد فاسد او قبارفہ فلا یملکہ ولا یملکہ میسر فیجبر برضاہ مطلقا بلا عذر بخلاف المشتری والثلثۃ اور بیاع نہیں کافر حربی اور کافر مسلم میں جو حربیوں کا مستامن ہو اگرچہ عقد فاسد یا قمار بازی سے ہو یا سفر میں ان یعنی دار الحرب میں ہو اسواسطے کہ حربی کا مال دار الحرب میں مباح ہے لہذا خبیث ہے تو حلال ہو گا اسکی رضامندی سے طرح بدن و دونوں غلاموں کے بخلاف ان دونوں کے

اور یہ تیسری دلیل ہے امام ابن ہمام کی قید اسیر سے لگائی کہ اگر کافر حربی دار الاسلام میں آئے گا اور مسلمان سے ایک درہم کے بیع کریگا اور درہم کے بیع کریگا بالاتفاق جائز نہوگا اور اباحت مال حربی کی تعلیل سے معلوم ہوتا ہے کہ مباح اشیاء نہیں جیسا کہ باندی مسلم کو حاصل ہوا حالانکہ مباح عام ہے خواہ زیادت مسلم کی طرف سے ہو یا حربی کی طرف سے اور جواب مسئلہ علت دونوں صورتوں کو شامل ہے کذا فی الطحطاوی فتح القدیر میں ہے کہ ابو یوسف اور ائمہ ثلثہ کی یہ دلیل ہے کہ خصوص حرمت بوا بالاتفاق ہمارے اور دار الحرب کے درمیان یا دار الاسلام میں ہو طرفین کی دلیل یہ حدیث ہے کہ لا ربوا بین مسلم و حربی فی دار الحرب اور یہ حدیث غریب ہے سب بواطن میں کہا کہ یہ حدیث محول کی طرف سے ہمارے محمول نفعہ ہے اور ایسے شخص کی مرسل حدیث مقبول ہے اور دوسری دلیل یہ ہے کہ قبل ہجرت جب سود ہمارے درمیان حائل ہوئی تو صدیق نے غلبہ روم کی فارس پر شرط کی تھی مشرکین مکہ سے اور حکم صاحب شرع مال خطر کا زیادہ کر دیا تھا پھر جب اہل روم فارس پر غالب ہوئے تو صدیق نے مال شرط مشرکین مکہ سے لیا اور یہ بینہ قمار ہے اور یہ اس وقت تھا جب دار الحرب تھا اور تیسری دلیل یہ ہے کہ مال اہل حرب مباح ہے بشرط عدم غدر اور اطلاق نصوص کا مال مخطور میں ہے حالانکہ ہمارے علماء نے اپنے درس میں التزام کیا ہے کہ حلت ربوا اور تمہارے فقہا کی مراد وہ ہے کہ زیادت مسلم کو حاصل ہو اگرچہ اطلاق جواب اسکے مخالف ہے انتہی ما فی الفتح المخصاً وحکم من اسلم فی دار الحرب لہ بما اخذ حربی فلا مسلم الربوا معہ خلافا لھما الاان مالہ غیر معصوم فلو ھا جرالینا ثم عاد الیھم فلا ربوا اتفاقا لجوھا قلت منہ یعلم حکم من اسلم اثم ولم یھاجر اور جو حربی مسلمان ہوگیا دار الحرب میں اور اسنے دار الاسلام کی طرف ہجرت نہ کی اسکا حکم حربی کے مانند ہے تو مسلم کو اسکے ساتھ مباح ہے درست ہے بخلاف ابو یوسف اور شافعی کے ہوا سطے کہ اسکا مال قبل ہجرت کے معصوم نہیں اگر اسنے ہجرت کی ہماری طرف بلد اسکے پھر گیا اہل حرب کی طرف تو ربوا بالاتفاق نہیں کذا فی البحر میں کہتا ہوں مصنف کے قول سے معلوم ہوگیا حکم ان دونوں شخصوں کا جو دار الحرب میں مسلمان ہوئے اور دار الاسلام کی طرف نہوں نے ہجرت نہ کی کیونکہ دونوں حربی کے مانند ہیں حکم میں ہم نے جو شارح نے جوہرہ سے نقل کیا کہ در صورت اقدام و ہجرت ربو انہیں ہے غلط ہے حکایت کہ اس صورت میں بالاتفاق ربوا جائز نہیں چنانچہ منح الغفار میں ہے کذا فی الطحطاوی اور اسی طرح نہر الفائق میں الینابیع کرانی سے منقول ہے کہ جب اسنے ہماری طرف ہجرت کی اور پھر گیا انکی طرف تو اسکے ساتھ مباح جائز نہیں والحاصل ان الربوا حرام الا فی ھذہ الست مسائل اور خلاصہ یہ ہے کہ مباح حرام ہے مگر ان چھ مسلوں میں حرام نہیں ہے روایت تھا کہ شارح چھ کی جگہ پانچ لکھتا مہاجر کو ساقط کر کے اسیان کو اپنے غلام کے ساتھ ۲ دو شریک مفاوض ۳ دو شریک عنان ۴ مسلم کو حربی کے ساتھ دار الحرب میں ۵ مسلم کو اسکے ساتھ جو دار الحرب میں مسلمان ہوا اور اسنے ہجرت نہ کی اور اگر دو مسلم غیر مہاجر کو مسئلہ ساوسہ مسطورہ پہلے تو صحیح ہے واللہ تعالیٰ علم کذا فی الطحطاوی

باب الحقوق

فی البیع اخرھا لتبعیتھا والتبعیۃ وتتبع الجامع الصغیر باب ہے بیع کے حقوق میں مصنف اس باب کو مسائل بیع کے پیچھے لایا بسبب تابع ہونے حقوق کے اور بسبب اتباع ترتیب جامع صغیر کے حقوق جمع ہے حق کی اور اصطلاح فقہ میں حق وہ ہے جو سبب کامل ہوا ور بیع کے واسطے ضروری ہوا اور مقصود نہو مگر بسبب کے جیسے خیار رؤیہ وغیرہ چونکہ مصنف نے محمد کی جامع صغیر کی ترتیب کا التزام کیا ہے لہذا باب الحقوق کو بعد مسائل بیوع کے لایا والا قیاس چاہتا تھا کہ اول کتاب البیوع میں قبل خیارات کے اسکو ذکر کرتا دیتری بیعا فوقہ اخرکا یدخل فیما العلو مثلث العین ولو قال بکل حق ھو لہ او بکل قلیل وکثیر مما ھو علی الشئ لا یتتبع مثلہ خریدی کوٹھری جسپر دوسری کوٹھری ہے قیاس خریدمیں بالاخانہ داخل نہوگا اگرچہ بائع نے بیع کے وقت بکل حق ہو لہ یا بکل قلیل وکثیر کہا ہو آما وقتیکہ تصریح نکردی بالاخانہ کی بیع کی ہو اسطے کہ چیزاتی برابر والی چیز کی تابع نہیں ہوتی شارح نے کہا لفظ علو مثلث العین ہے یعنی عین پر حرکات ثلثہ جائز ہیں اور علو مبحل ساکن ہے ہم نے کہا کہ چاہیے کہ یہاں عین چیز کا معلوم کرنا ضروری ہے بیت اور منزل اور مکانیت وہ ہے جسکی ایک چھت ہو اور شب باشی کے واسطے وہ بنا ہوا ہو بعضوں کے نزدیک بیت میں دو جو ہی کا ہونا بھی شرط ہے اور حکم اسکا یہ ہے کہ بیت کی بیع میں بالاخانہ داخل نہیں ہوتا اگرچہ بیع میں بکل حق ہو لہ یا بکل قلیل وکثیر کہنے کہا ہو اسطے کہ بالاخانہ بیت کے مانند نہیں ہے مسقف ہونے اور شب باشی میں اور تبعا علی کی تابع ہوتی نہیں ہے اور منزل بیت سے فوق اور دار سے کمتر ہے یعنی وہ مکان جو دو بیت ہو پختہ جسمیں رات دن آدمی رہے ہمیشہ پختہ خانہ اور پاخانہ یعنی

مگر اسکا صحن غیر مسقف نہیں اور اسمیں مصطبل نہیں اور دالان ہی اس ساحت کا جسکے گرد حدود ہوں اور وہ مکان بیوت اور مصطبل اور صحن غیر مسقف پر مشتمل ہو کذا فی الفتح وکذا لا یدخل العلو بشراء ہ ومنزل ہو مالا اصطبل فیہ کما لا یدخل حق ہو فیہ او جرا فقہ ای حق قرار فیہ وحقوقہ وعند الثلاثۃ المرافق التابعۃ لشیاء اور اسیطرح بالاخانہ داخل نہیں منزل کی خرید میں منزل وہ ہے جسمیں مصطبل نہیں مگر کل حق جملہ یا بذکر مرافق المسبۃ بالاخانہ داخل خریدہ ہوگا مرافق سے مراد حقوق ہیں چنانچہ راہ وغیرہ اور ابو یوسف کے نزدیک مرافق جمع ہے مرفق کی بکسر میم وفتح فا جسکے معنی ہیں وہ چیز جسکے ساتھ منافع مرادہیں کذا فی الاشباہ ہم مرافق جمع ہے مرفق کی بکسر میم وفتح فا جسکے معنی ہیں وہ چیز جسکے ساتھ منافع مرادہیں کذا فی الاشباہ ہم مرافق عبارت ہیں توابع سے چنانچہ شرب اور مسیل اور طریق وہ ہے جو مبیع کا تابع ہو اور اصل قلیل اور کثیر کا لفظ بطریق مبالغہ مذکور ہوتا ہے تا بائع کا حق مبیع سے ساقط ہو جاوے اسکی متصل میزوں سے اور جامع المضولین میں ہے کہ حقوق عبارت ہیں سیل اور طریق وغیرہ سے بالاتفاق اور مرافق ابو یوسف کے نزدیک منافع ہیں اور ظاہر الروایۃ میں مرافق حقوق ہیں کذا فی المنہل اور کل قلیل وکثیر ھو فیہ او منہ یا بالاخانہ منزل کی خرید میں داخل ہوتا ہے بکل قلیل وکثیر ہو فیہ او منہ سے یعنی جو قلیل اور کثیر کہ منزل میں داخل ہے یا اس سے متعلق ہو وہ مبیع ہے ہم چونکہ منزل اور اور بیت دونوں سے مشابہ ہے لہذا بالاخانہ بذکر توابع داخل ہوگا دار کی مشابہت سے اور اگر ذکر توابع نہیں تو داخل نہوگا بیت کی شابہت سے اور داخل خل العلو بشراء دار وان لم یذکر شیئا ذو الا بینۃ یتراضیا بہ وداخل ہوگا بالاخانہ دار کی خرید میں اگرچہ کچھ مذکور نہو یعنی باذکر حقوق یا بذکر مرافق یا کل قلیل وکثیر بالاخانہ دار کی بیع میں داخل ہے اگرچہ کلمات دار کے مٹی کے مہان یا خیمے یا خرگاہ وھذا التفصیل عرف الکوفۃ وفی غیرہا یدخل العلو بلا ذکر فی الصحیح کما فی القنیۃ فلو کان سفلہ لغیرہ فباع العلو وغیرہ بالاخانہ دار للہ فتسمی سرای تفسیر اور تفصیل بیت اور منزل اور دار کی جو کوفہ کے ہیں اور ہمارے عرف میں بالاخانہ داخل بیع ہو جاتا ہے بدون کے ذکر کے سب صورتوں میں کذا فی الفتح والکافی خواہ بیت کے اوپر بالاخانہ ہو یا سوائے اسکے مگر دار السلطان سمی ایسے ہے کذا فی النہر مستثنا کرنا دار ملک کا کلام سابق سے مرتبط نہیں اور یہ خلل پیدا ہوا نہر الفائق کی عبارت کے حذف سے عبارت اسکی یہ ہے وفی غیر ذی فی الصحیح کلما سواء کان المبیع بیتا فوقہ علو او منزل کذلک الان کل مسکن یسمی خانیۃ المعجم ولو علوا سواء کان صغیرا کالبیت وغیرہ الا دار الملک فتسمی سرایہ انتہی اور چونکہ اہل حکام کی عرف یہ ہے تو ہر قلیم اور ہر زمانہ میں وہاں کے لوگوں کا عرف معتبر ہوگا کذا فی الطحطاوی کما یدخل فی مشتراۃ الدار الکنیف وبئر الماء والاشجار التی فی صحنہا کذا البستان الذی فیہ دان لم یسم بدلک ۔ جیسے داخل ہوتا ہے دار کی خرید میں پاخانہ اور پانی کا کنواں اور وہ درخت جو گھر کے صحن میں واقع ہیں اسیطرح داخل بیع ہوہ پانی جو گھر اندر ہو داخل ہے اگرچہ اسکی بیع کی تصریح نہ کی ہو لا البستان الخارج الا اذا کان اصغر منہا فیدخل تبعا لو مثلہا والبئر ذلا لا یا لشرط یعنی وداخل بیع نہیں ہوتا باغ گھر کے باہر کا اسوقت داخل بیع ہے بطریق تبعیت کے جبکہ باغ گھر سے چھوٹا ہو اور اگر گھر کے برابر ہو یا بڑا تو داخل نہیں مگر شرط سے کذا فی الزیلعی ویعنی والظلۃ لا تدخل فی بیع الدار بل تاخذ بالطریق فاخذت حکمہ لا کمل حق ونحوہ صامر وقالا تدخل فی الدار تدخل العلو اور چھتا داخل نہیں ہوتا گھر کی بیع میں اسواسطے کہ اسکی بنا رہ پر ہوتی ہے تو اسنے راہ کا حکم لیا مگر یہ ذکر کل حق یا مانند اسکے جو مذکور ہو چکا البتہ چھتا داخل ہوگا اور صاحبین نے کہا کہ اگر چھتے کا دروازہ گھر کے اندر ہو تو گھر کی بیع میں اسواسطے کہ اسکی بنا رہ پر ہوتی ہے تو اسنے راہ کا حکم لیا مگر یہ ذکر کل حق یا مانند اسکے جو مذکور ہو چکا البتہ چھتا داخل ہوگا اور صاحبین نے کہا کہ اگر چھتے کا دروازہ گھر کے اندر ہو تو گھر کی بیع میں داخل ہے بالاخانے کے مانند ویدخل الباب الاعظم فی بیع بیت ودار مع ذکر المرافق کما من مواقعہا خانیۃ اور بڑا دروازہ داخل ہوتا ہے بیت اور دار کی بیع میں ذکر مرافق کے ساتھ اسواسطے کہ دروازہ گھر کے مرافق میں داخل ہے کذا فی الخانیۃ لا یدخل الطریق والمسیل والشرب الا بحق کل حق فیہا حق داخل بیع نہیں راہ اور پانی کی جگہ اور پانی پینے کی باری مگر مانند کل حق سے جو مذکور ہو چکا یعنی بذکر مرافق یا کل قلیل وکثیر ہم عدم دخول طریق سے طریق خاص مراد ہے جو انسان کی ملک میں ہو لیکن وہ راہ جو کوچہ غیر نافذہ کی طرف ہے وہ داخل بیع ہے چنانچہ سیر الرائق میں سراج سے منقول ہے اور گھر کی راہ کا عوض اس گھر کے درود سے کے عوض کے برابر ہے اور بطور اسکے شارع عام تک ہے چنانچہ قہستانی میں ہے اور مسیل وہ مکان ہے جسمیں پانی بہتا ہے اور شرب کہ اول وسکون ثانی عبارت ہے پانی کے حصے سے کذا فی الطحطاوی بخلاف ما لا حق لہ الدار او ارض فتدخل الاراضی لا غیر بخلاف گھر اور زمین کے اجارے کے کہ طریق اور مسیل اور شرب جارہ میں داخل ہونگے بلا ذکر حقوق اور مرافق کے اور اسواسطے کہ عقد اجارہ انتفاع کے واسطے ہے نہ سوائے اسکے یعنی اسمیں بالمرافق وغیرہ کے انتفاع حاصل نہیں بخلاف بیع کے کہ اسمیں قطع نظر انتفاع کے ملک رقبہ بھی مقصود ہے والرھن والوقف کذلک

لہ اور بالاخانہ داخل ہوتا ہے بیع میں ذکر مرافق کے ساتھ اسواسطے کہ دروازہ گھر کے مرافق میں داخل ہے کذا فی الخانیۃ

خرید میں داخل ہوتا ہے بیع میں ذکر مرافق کے ساتھ اسواسطے کہ دروازہ گھر کے مرافق میں داخل ہے کذا فی الخانیۃ

اور وقف کے کذا فی الخلاصہ یعنی رہن اور وقف میں طریق اور بیع اور شرب بلا ذکر حقوق داخل ہیں دواقر بدارا وصالح علیہا او اوصی لہا ولم یذکر حقوقہا و مرافقہا لا یعقل الا بالبیع اور اگر ایک شخص نے گھر کا اقرار کیا کہ فلانے کا ہے یا اُس پر صلح کی یا اُس گھر کی وصیت کی کسی شخص کے واسطے اور نہ کہا گھر کے حقوق اور مرافق ذکر کیے تو اور داخل نہ ہوں گی بیع کے مانند ولا یدخل فی القسمۃ والاذکر الحقوق والمرافق کالا یخفی وہم علی الفتح اور قسمت میں راہ داخل نہیں اگرچہ حقوق اور طریق مذکور ہوں مگر صریح رضامندی سے کذا فی النہر عن الفتح وفی الحاوی القدسیۃ ینبغی ان یکون الرہن کالبیع اذا کان یقصد بہ الانتفاع قلت ہو جید لکن لا تحاد الفقہ المنقول کما مر ولفظ الخلاصۃ ویدخل الطریق فی الرہن والموقوف کالاجارۃ واعتمد المصنف تبعا للبحر اور حواشی مسکینیہ میں ہے لائق یوں ہے کہ رہن بیع کے مانند ہو واسطے کہ ہر یوں سے انتفاع مقصود نہیں ہوتا میں کہتا ہوں کہ یہ کلام جید ہے اگر اسکی مخالفت منقول سے منہ توڑی چنانچہ خلاصہ سے مذکور ہو چکا اور عبارت خلاصہ یہ ہے اور داخل ہے طریق میں اور صدقہ موقوفہ میں اجارے کے مانند اور اس قول پر مصنف نے اعتماد کیا ہے کہ لائق کا تابع ہو کر نعم ویشبہ ان یکون الہبۃ والنکاح والخلع والعتق علی مال کالبیع والوجہ فیہ لا یخفی انتہی ہاں لائق یوں ہے کہ ہبہ اور نکاح اور خلع اور عتق بعوض مال بیع کے مانند ہو عدم دخول طریق پر اور بہ اسکی مخفی نہیں انتہی ذا فی النہر عن الفتح وغیرہ میں استحدث ہوں اس ملک کا جو حقوق میں تھی تو اشیاء مذکورہ مانند بیع ہوئیں تناسب ہے کہ آئیں بیع کا حکم جاری ہو کذا فی الخلاصۃ

باب الاستحقاق

ہو طلب الحق یہ باب ہے استحقاق کے احکام میں استحقاق لغت میں عبارت ہے طلب حق سے ص اور استحقاق نقد میں استحقاق عبارت ہے ہو جانے شخص سے مستحق واسطے ایک شئے کے حوالہ اسباب کا یہ تھا کہ تمام ابواب بیوع کے بعد مذکور ہوتا کیونکہ عبارت ہے طریق عدم صحت بیع سے بعد تمام ہونے بیع کے ولیکن جبکہ استحقاق حقوق سے ہے اسباب بالفظاً ومعنیً لہذا اسکے بعد مذکور ہوا کذا فی الطحطاوی الا استحقاق نوعان احدہما مبطل للملک بالکلیۃ کالعتق والہبۃ الاصلیۃ وغیرہ کما سیذکر والکتابۃ استحقاق دوقسم ہے ایک قسم مبطل ملک کی بالکل چنانچہ عتق اور اصلی ہبہ ہوتا اور مانند اسکے چنانچہ مدبر اور مکاتب ہونا ام ولد یعنی جبکہ ثابت ہو کہ مبیع غلام آزاد یا حر اصلی یا مدبر یا مکاتب ہے تو استحقاق بائع اور مشتری کی ملک کا بالکلیہ مطلق ہے ثانیہما ما قال ومن شخص الخ کالاستحقاق یہاں بالملک بان ادعی زید علی بکر ان ما فی یدہ من العبد ملکہ ودبرہن اور قسم ثانی استحقاق کی ملک کا نقل کرنیوالی ہے ایک شخص سے دوسرے کی طرف چنانچہ ملک کے سبب سے مستحق ہونا اسطرح پر کہ زید نے بکر پر دعوی کیا کہ جو اسکے قبضے میں غلام ہے وہ میرا مملوک ہے اور اسپر گواہی گذرانی فالناقل لا یوجب فسخ العقد علی الظاہر لانہ لا یوجب بطلان الملک تو استحقاق ناقل فسخ عقد کا موجب نہیں بنا بر ظاہر الروایۃ کے سو واسطے کذا ناقل بطلان ملک کا موجب نہیں ہم یعنی عقد سابق مستحق کی اجازت پر موقوف ہیگا اور نا عدم رجوع مشتری فسخ عقد ہوگا والحکم بہ حکم علی ذی الید دعوی من یدعی ملکہ وہو میراثہ فیتعدی الی بقیۃ الورثۃ اشیاء فلا تسمع دعوی الملک منہم لحکم علیہم اور استحقاق کا حکم کرنا یہ حکم ہے قابض پر اور اس شخص پر جس سے قابض نے تملک حاصل کی اگر یہ وہ شخص قابض کا مورث ہو تو یہ حکم قابض کو وارثوں تک متعدی ہوگا کذا فی الاشباہ تو مسموع نہ ہوگا دعوی ملک کا انحاص مگر بدین سبب کہ یہ کہنا کہ میرا ہے جسکا حکم استحقاق بقید وراثت تک متعدی ہو تو اب کوئی وارث من حیث الارث دعوی نہیں کر سکتا لہذا دعوی النتاج بلا دعوی ملک کا مسموع ہوگا واسطے ہونے یہ کہ بائعین میں سے کوئی بائع کے کہ میں نے نہیں بیچا کیونکہ مستحق کا قائم مقام ہے واسطے کہ مبیع پر ملک میں جس ہو یا اسپر بائع کی ملک میں ہو واسطے یا بلا واسطہ کذا فی الظہیریۃ وکذا یرجع احد من المشتریین علی بائعہ ما لم یرجع علیہ الکفیل ما لم یقض علی المکفول عنہ لئلا یحقہ غبن فی ما لہ احد لان بدل المستحق مملوک اور کوئی شری ثمن نہ پھیرے اپنے بائع سے جب تک اُس سے ثمن نہ پھیر لیا جاوے یعنی مشتری واسطے رجوع ثمن کے نہ دفیتہ مشتری اخیر اس سے بجموع ثمن کے اور نہ قضاست سے ثمن پھیرے جب تک مکفول عنہ قاضی کا حکم نہ دادے ثمن ایک ملک میں مجتمع ہونا دو ثمن کا واسطے کہ بیع مستحق کا بدل مملوک ہے ہم اجتماع ثمنین کی تعلیل غیر مشتری اخیر اور غیر بائع اول میں ظاہر ہوتی ہے یعنی بالبیع ثمنین واسطے کہ مبیع ثمنین ہیں واسطے کہ ہر واحد کے پاس ایک ثمن ہے تو اگر شخص متوسط ثمن پھیر لیوے کو اسکی ملک میں ثمن مجتمع ہو جاوے اور حالانکہ یہ جائز نہیں دوصالح بشئ قلیل او ابرأ احدہما فلہ الرجوع علیہ فلہما لم یرجع علی بائعہ ایضا لزوال البدل عن ملکہ اور اگر مشتری نے

صلح کرنی بائع سے کہ ثمن پھیر دیوے ثمن بھائع کو بری الذمہ کر دیا بعد ثبات کے کہ قاضی کا حکم ہو گیا مشتری کو بائع سے ثمن پھیر لینے کا تو مشتری کے بائع کو اپنے بائع سے ثمن پھیر لینا جائز ہے بسبب اس کے کہ مشتری کی ملک سے یعنی جب مشتری نے بعد حکم رجوع کے ابرا کر دیا ثمن سے تو گویا اُسنے بائع سے لیا کذا فی الطحطاوی ولو حکم المستحق علی البائع بالثمن فصالح المشتری لم یرجع لانہ بالصلح ابطل حق الرجوع و تمامہ فی جامع الفصولین اور اگر مستحق کے دعوے کے حکم ہو اور مشتری سے مستحق نے صلح کر لی کچھ ثمن دیکر تو اب مشتری بائع سے ثمن پھیرے سو اسطے کہ مشتری نے صلح سے حق رجوع کو باطل کر دیا اور پورا بیان اسکا جامع الفصولین میں ہے یعنی مستحق نے مشتری سے کہا کہ کچھ تھوڑا ثمن مجھسے لے اور بیع مکبوے تو اب مشتری اپنے بائع سے رجوع نہیں کر سکتا والبطل یوجبای یوجب فسخ العقود اتفاقا اور استحقاق مبطل ہے موجب ہی فسخ عقود کا بالاتفاق یعنی جو عقود کہ بالعین میں جاری ہوتے ہیں اُنکے فسخ ہونے میں قاضی کے حکم کی کچھ حاجت نہیں کذا فی الدرر ولکل واحد من المبایعۃ الرجوع علی بائعہ فارجع علیہ تو ہر ایک مشتری کو ثمن کا پھیر لینا اپنے بائع سے جائز ہے اگرچہ اُس مشتری سے ثمن پھیر لیا گیا ہو و یرجع ھو ایضا کل ما لزمہ للکفیل ولو قبل القضاء علیہ لعدم اجتماع الثمنین اذ بدل الحلال یملک اور مشتری اسطرح اپنے بائع کے ضامن سے بھی ثمن پھیر لے اگرچہ قاضی کا حکم ضامن پر پھیر دینے کا نہ ہوا ہو بسبب عدم اجتماع ثمنین کے اسواسطے کہ آزاد کا بدل مملوک نہیں ہوتا بخلاف استحقاق کما قال فی چنانچہ مذکور ہو چکا والحکم بالحریۃ کالحکم بالاصلیۃ تحکم علی الکافۃ من الناس سولہ کاربینۃ او یقول لہ انا حر لا یسترق منہ اقرار بالرق اشباہ اور اصلی آزادی کا حکم آزاد کرنیکا ہر حکمی خواہ ثبوت آزادی گواہی سے ہوا ہو یا خود اُسکے اس قول سے کہ میں آزاد ہوں بغیر ظہیکہ اس قول سے پہلے اُس سے غلامی کا اقرار نہ ہو گیا ہو کذا فی الاشباہ ہم صورت اسکی یہ ہو کہ زید نے خالد پر دعوی کیا کہ یہ میرا غلام ہے خالد نے کہا کہ میں حر اصلی ہوں اور سابق میں نے غلامی کا اقرار نہیں کیا اور مدعی گواہی سے عاجز ہوا اور قاضی نے اسکی حریت اصلی کا حکم کر دیا تو یہ حکم حریت کا سب لوگوں پر ہو گا کذا فی الحلبی فلا تسمع دعوی المملک من احد تو جب حریت اصلیہ کا حکم سب لوگوں پر ہوا تو کسی شخص کی ملک کا دعوی اُسپر مسموع نہ ہو گا وکذا العتق و فروعہ بمنزلۃ حریۃ الاصل ولہذا لو مرض عتق او فروع عتق مانند حریت اصلیہ کے ہیں ہم فروع عتق کتابت و تدبیر و استیلاد ہیں و عتق سے مراد ہی حو ملک مطلق ثابت ہو و اما الحکم بالعتق فی الملک المسبوق فعلی الکافۃ من وقت التاریخ ولا یکون رفعا قبلہ کما بسطہ ملا خسرو و یعقوب باشا فاحفظہ فان الکتب عنہ خالیۃ اور عتق کا حکم ملک مسبوق میں ہوتا ہے تاریخ کے وقت سے اور حکم نہیں ہوتا قبل تاریخ کے چنانچہ اسکو ملا خسرو اور یعقوب پاشا نے مشرح بیان کیا ہے اسکو یاد رکھنا چاہیئے کیونکہ اکثر کتب فقہ میں تفرقہ سے خالی ہیں ہم خلاصہ یہ ہے کہ عتق کا حکم ملک مطلق میں بمنزلہ حریت اصلیہ کے ہے کہ سب خلق پر حکم ہے اور ملک مسبوق میں عتق کا حکم سب خلق پر ہے تاریخ کے وقت سے یعنی قبل تاریخ سب پر حکم نہیں تو اگر زید نے بکر سے کہا کہ تو میرا غلام ہے میں تیرا مالک ہوں پانچ برس سے اور بکر نے کہا کہ میں تو محمود کا غلام تھا جو بیس برس سے سوا اُسنے مجکو آزاد کر دیا اور اسنے اس دعوی پر گواہ گذرانے تو زید کا دعوی نفع ہو گا پھر اگر جاہد بکر سے کہے کہ تو میرا غلام ہے میں تیرا مالک ہوں سات برس سے اور تو اتک میرا مملوک ہے اور اس دعوی کو اُسنے گواہی سے ثابت کیا تو حریت کا حکم فسخ ہو گا اور بکر جاہد کا مملوک سمجھا جائیگا کذا فی الطحطاوی عن الدرر واختلفوا فی القضاء بالوقف قیل کالعتق بہ وقیل لا فتسمع فیہ دعوی ملک ما خرھو المختار وصححہ العمادی اور فقہا نے اختلاف کیا ہے وقف کے حکم میں بعضوں نے کہا کہ حریت کے حکم کے مانند ہے اور بعضوں نے کہا کہ وقف حریت کے مانند نہیں تو وقف میں دوسری ملک کا دعوی مسموع نہ ہو گا اور یہی قول مختار ہے اور عمادی نے اسکو صحیح کہا ہے وفی الاشباہ القضاء یتعدی فاریم حریۃ نسب ونکاح وکذا فی الوقف یقتصر علی محلہ اور اشباہ میں ہے کہ قضا متعدی ہوتی ہے جیسا حریت اور نسب نکاح اور ولا میں اور وقف میں قضا متعدی نہیں مقصور ہے بمحل ان حکم یعنی جیسا عورت کے نکاح کا ایک شخص کے حکم کر دینا سب کے حق میں ثابت ہو جاتا ہے اور وقف کا حکم کرے پھر دوسرے کا دعوی مسموع نہیں دیکھئے رجوع المشتری علی بائعہ بالثمن اذا کان الاستحقاق بالبینۃ لما صح القاضی حجۃ متعدیۃ اور ثابت ہو ثمن پھیر لینا مشتری کا اپنے بائع سے جبکہ استحقاق گواہی سے ہوا سواسطے کہ آدمی گا کہ شہادت حجت متعدیہ ہے اما اذا کان الاستحقاق باقرار المشتری او بنکولہ او باقرار وکیل المشتری بالخصومۃ او بنکولہ فلا رجوع لانہ حجۃ قاصرۃ

اور اگر استحقاق مشتری کے اقرار سے ہوا اُسکے انکار قسم سے یا نفسِ کی خصومت کہ وکیل کے اقرار سے یا اُسکے انکار قسم سے تو ثمن پھیر لینا ثابت نہیں ہوتا اسلئے کہ اقرار حجت قاصرہ ہوتا ہے متعدیہ فالاصل ان البینۃ حجۃ متعدیۃ تظہر فی حق کافۃ الناس لکن لا وکل شیء کما ھو ظاھر کلام الزیلعی والعینی وغیرھما وبخوہ کما ذکرہ المصنف اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ شہادت حجت متعدیہ ہے جسکا ظہور سب کے حق میں ہوتا ہے لیکن ہر چیز میں نہیں چنانچہ ظاہر کلام الزیلعی والعینی بلکہ عنق اور اُسکے مانند یعنی کتابت اور تدبیر اور استیلاد اور نکاح اور نسب اور ولاء وغیرہ میں چنانچہ مذکور ہو چکا ذکر کیا ہے اسکو مصنف نے اپنی شرح میں کما ان الاقرار علی ھو حجۃ قاصرۃ علی المقر لعدم ولایتہ علی غیرہ لانہ اقرار یعنی اقرار حجت متعدیہ نہیں بلکہ اقرار حجت قاصرہ ہے بسبب نہ ہونے ولایت مقر کے اپنے غیر پر ہم چونکہ مقر کی ذات غیر کے حق میں ثابت نہیں لہذا اُسکا اقرار اُسپر حجت ہوگا غیر پر بخلاف شہادت کے اسواسطے کہ شہادت حجت نہیں ہوتی مگر قاضی کے حکم سے اور قاضی کو ولایت عامہ حاصل ہے لہذا کافہ ناس کے حق میں نافذ ہوگا وان اقر بالبیع لغیر لو اجتمعا فان ثبت الحق بھما قضی بالاقرار لاقدم الحاجۃ فلبینۃ اولی فتح ودخیرۃ اور اگر شہادت اور اقرار دونوں مجتمع ہوں سو اگر حق دونوں سے ثابت ہو تو اقرار پر حکم کیا جائیگا مگر حاجت کے وقت پھر تو شہادت پر حکم کیا جائیگا لان الولی فی الفتح والنہر ھما بناء علی صورت یہ ہے کہ مدعی نے اپنا دعوی شہادت سے ثابت کیا پھر مدعا علیہ نے اُسکی ملک کا اقرار کیا تو یہاں اقرار پر حکم ہوگا اسواسطے کہ گواہی سنکر مسموع ہوتی ہے نہ مقرر پر گر جبکہ حاجت پڑے چنانچہ مشتری کو بائع سے ثمن پھیر لینے کی حاجت ہو تو گواہی اقرار پر مقدم ہوگی کذا فی الطحطاوی فلو اعتقت مبیعۃ ولدت عند المشتری ثم استحقت ولدہ بینۃ یتبعھا ولدھا بشرط القضاء بہ علی الولد فلا یضمن لکلام البزازی یفید تقییدہ بما اذا سکت الشھود فلو بینوا انہ لکل الید او قالوا لا نعلم لہ یقضی بہ ثم یرجع الشھود بقیمۃ الولد علی البائع کما فی الخانیۃ پھر اگر وہ مبیع جو مشتری کے پاس بلا استیلاد مستحق غیر کی نکلی گواہی سے تو اُسکا بچہ اُسکے تابع ہوگا بشرطیکہ قاضی کا حکم ولد پر ہو گیا ہو قول اصح میں کذا فی الزیلعی اور بزازی کا کلام سفید جو اس تقیید کا جگہ گواہوں نے سکوت کیا ہو سو اگر گواہوں نے یہ بیان کر دیا ہو کہ یہ بچہ قابض ہی کا ہے یا یوں کہا ہو کہ ہم نہیں جانتے تو قاضی ولد کا حکم نہ کرے کذا فی النہر ثم استیلادہ لا یمنع استحقاق الولد بالبینۃ فیکون ولد المغرور حرا بالقیمۃ لمستحقہ کما فی باب دعوی النسب پھر دریافت کرنا چاہیے کہ قاضی کا استیلاد ولد کے استحقاق کو گواہی سے مانع نہیں تو شخص مغرور کا ولد آزاد ہوگا اُسکے مستحق کو ولد کی قیمت دے کر چنانچہ دعوی نسب کے باب میں مذکور ہو چکا وان اقر ذو الید بہ لرجل لا یتبعھا فیاخذھا وحدھا والفرق لھم من الاصل واگر قابض نے مولدیت کا اقرار کیا ایک مرد کے واسطے تو اُسکا بچہ لونڈی کا تابع نہ ہوگا تو وہ ہر دو فقط اُس لونڈی کو لیگا اور فرق گواہی اور اقرار کا مذکور ہو چکا قاعدہ مذکورہ میں یعنی گواہی حجت متعدیہ ہوا اور اقرار حجت قاصرہ وھذا اذا لم یدعہ بالمقر فلو دعاہ تبعھا وکذا اذا اقر الزوائد کلھا لکل الا الثمر والبن المنفصل اور یہ یعنی تابع ہونا ولد کا مبیعہ کے اسوقت ہے جبکہ مقر نے مولد کا دعوی نہ کیا ہو اور اگر دعوی کیا ہوگا تو ولد تابع ہوگا اپنی والدہ کا اور ایسا ہی حکم باقی زوائد کا چنانچہ درخت کے پھل درخت کے تابع نہیں اگر مستحق کے واسطے قاضی نے درخت کا اقرار کیا مگر درصورت دعوی مقر لہ ان یاتیہ بہ کہ بالاکل والد سے ضمان نہیں مانند زوائد منفصلہ کے ولھذا لم یذکر النکول لانہ فی حکم الاقرار فتاتی فروع الھدایۃ اور مصنف نے انکار قسم کو مذکور نہ کیا اسواسطے کہ وہ اقرار کے حکم میں ہے چنانچہ قہستانی نے اسکو ذکر کیا ہے عمادیہ کی طرف منسوب کیے ومنہ التناقض فی الدعوی الملک لغیر او منفعۃ فانہ لیس بمانع فی الاصح وطلب الکل کما ھو تمامہ دعوے تملک اور تناقض یعنی مخالفت کلامی ذات یا منفعت کے دعوی ملک کی مانع ہوگا اسواسطے کہ مدعی نہیں ہوگا لونڈی کا نکاح طلب کرنا اُسکے مالک ہونے کا دعوی کا مانع ہوگا ہم تناقض سو اسواسطے مانع ہے کہ قاضی کلام متناقض پر حکم نہیں کر سکتا اسواسطے کہ ایک دوسرے سے دور ہیں نہیں تو دونوں باعتبار پہلے چنانچہ ایک لونڈی کے مالک ہونے کا دعوی کرنا پھر اُسکے نکاح کی درخواست کرنا امر متناقض ہے کیونکہ مملوکہ منکوحہ نہیں ہوتی مثال ہر ملک عین کے دعوی کے اور ملک منفعت کی یہ مثال ہے کہ ایک عورت کے نکاح کا دعوی کرنا پھر اُسکے نکاح کا پیغام دینا کما صرحوا بہ الا ان یوفق او جیسے تناقض اپنی ذات کے دعوی کا مانع ہے اسطرح اپنے غیر کے دعوی کا مانع ہے مگر جبکہ تو فیق یعنی رفع تناقض ہو سکے مثلاً زید یہ میں ہے کہ اول دعوی کیا کہ یہ چیز میرے باپ نے مجھکو ہبہ کی ہے پھر دعوی کیا کہ وہ میرے موکل کی ہے تو یہ دعوی مقبول نہیں مگر درصورت توفیق اسطرح کہ یہ چیز میرے باپ نے موکل کی تھی تیسرے نے مجھکو خصوصیت میں کر لیا تھا پھر اُسنے میرے دوسرے موکل کیلئے ہبہ کر دیا ہو

بیچا اور اسنے بھی محکوم خصومت کے واسطے کیا کذا فی الطحطاوی ھل یکفی امکان التوفیق خلافا لمن تحقق فی متفرقات القضاء اور کیا امکان توفیق مدعی مدعا علیہ کے واسطے کافی ہے تو فیق بالفعل بھی ضرور ہے آئمہ مختلف ہیں علما کا اور اسکی تحقیق کریں گے کتاب القضا کی متفرقات میں وفروع ھذا الاصل کثیرۃ سیجئی فی کتاب الدعوی ومنھا ادعی علی المزارعۃ اخوۃ وادعی علیہ النفقۃ فقال المدعی علیہ لیس ھو بابی ثم مات المدعی عن ترکۃ فجاء المدعی علیہ ببطلیۃ میراث ان قال ھو ابی لم تقبل لتناقض وان قال ابی وابنی قبل اور اصل یعنی منع تناقض کی بہت فروع ہیں جو کتاب الدعوی میں آئینگی اور از انجملہ یہ ہے کہ دعوی کیا دوسرے پر کہ یہ میرا بھائی ہے اور کہا نفقے کا دعوی کیا سو مدعا علیہ نے کہا کہ وہ میرا بھائی نہیں پھر مدعی کچھ متروکہ چھوڑ کر مر گیا تو مدعا علیہ آیا اسکی میراث طلب کرنا اگر اسنے کہا کہ وہ میرا بھائی تھا تو مقبول نہ ہوگا بسبب تناقض کے اور اگر اسنے کہا کہ میرا باپ یا بیٹا تھا تو مقبول ہوگا کما ھو شائع شارح کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ مدعی نے اول اخوت کا دعوی کیا اسکے بعد علیحدہ ہوکر ابوۃ یا بنوۃ کا دعوی کیا حالانکہ ایسا نہیں ہے اور شارح کو یہ وھم صاحب بحر وغیرہ کے کلام سے ہوا بلکہ صاحب بحر کا بیان یہ ہے کہ اگر بجائے دعوی اخوۃ مدعی بنوۃ یا ابوۃ کا دعوی کرتا تو دعوی مدعا علیہ کا مقبول ہوگا کیونکہ اصول وفروع کا تناقض مقبول ہے بخلاف اخوۃ کے کذا فی الطحطاوی بالجملہ کلام کا شائق مدعی حریت کا مانع نہیں ولا اصل ان التناقض لا یمنع حتی یکفی سببہ للشرط لان الحریۃ اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ تناقض اسکے دعوی کا مانع نہیں ہے جبکہ سبب مخفی ہو چنانچہ لو اوب طلاق اور جریم تناقض نسب کی یہ صورت ہے کہ زید کے پاس ایک غلام پیدا ہوا اور اسنے اسکو بچا اور بیچ دیا پھر زید نے دعوی کیا کہ غلام اسکا بیٹا ہے تو دعوی اسکا مسموع ہوگا اور بیع اول اور ثانی باطل ہوگی بسبب نسب کی بنا عاوق پر ہوا اور یہ تعذر بنا امر مخفی ہے تو مدعی تناقض میں معذور ہے اور اسیطرح اگر بولا کہ میں اسکا وارث نہیں پھر بولا کہ میں اسکا وارث ہوں تو مسموع ہے اگر سبب تناقض مکور کرے اور تناقض طلاق کی صورت یہ ہے کہ زوجہ نے اپنے زوج سے خلع کیا پھر زوجہ گواہ لائی کہ زوج نے اسکو قبل خلع کے طلاق دی تھی تو دعوی مقبول ہوا اور خلع کا مال وہ پھیر لے گی اگرچہ کلام متناقض ہے بسبب اسکے کہ زوج ایقاع طلاق میں مستقل ہے اور اسکی اطلاع زوجہ کو ضرور نہیں کذا فی الطحطاوی عن المنح فلو قال عبدی لمشتری اشتریتنی فانا عبید لزید فاشتراہ محمد اعلی مقالتہ فاذا ھو حر ای ظھر حرا فان کان لیا ثم حاضرا او غائبا غیبۃ منقطعۃ یعرف مکانہ فالشئ علی عبدیتہ وجودا وقابضا اور اگر غلام نے کہا مشتری سے کہ مجکو زید نے کہا کہ میں زید کا غلام ہوں پھر اسنے زید سے کیا اسکے غلام ہونے کا اقرار کیا اور وہ آزاد للہ تعالی ہوا یعنی اسکا آزاد ہونا ظاہر ہوگیا پس اگر بائع حاضر ہو بالبینۃ مرد و غائب ہو یعنی مکان اسکا معلوم ہو تو غلام پر کچھ نہیں بسبب وجود قبض کے یعنی قابض سے ثمن پھیر لینا متصور ہے واللہ اعلم المشتری علی العبد بالقیمۃ خلافا للثانی اور اگر بائع حاضر نہو یا مکان قیمت اسکا معلوم نہو تو مشتری غلام سے ثمن پھیرلے بخلاف ابو یوسف کے مر عدم رجوع ابو یوسف کا مذہب نہیں بلکہ ایک آیت ہے اور ان سے کذا فی الطحطاوی عن البحر لو قال استرنی فقط او انا عبدک فقط لا رجوع علیہ اتفاقا درر اور اگر اسنے کہا کہ مجکو خرید کر فقط یا یوں کہا کہ میں غلام ہوں فقط تو اسپر رجوع نہیں بالاتفاق کذا فی الدرر عدم رجوع کی وجہ یہ ہے صورت متحقق ہوگی کبھی آزاد کی خرید اسکی خلاصی کے واسطے ہوتی ہے چنانچہ مسلم اسیر کی خرید اور حر ہے اور عدم رجوع کی دوسری صورت میں یہ ہے کہ ایک شخص کہا ہے غلام ہوتا ہے کہ یہ غلام ہوتا ہے کہ یہ غلام ہوتا ہے کہ یہ

م اشتراہ بحکم قاضی لزوم وقف میں امام کا قول ہے اور فتوی زوال ملک پر ہے مطلقاً اشتری شیئاً وقبضہ حتی علم الخزانہ لہ لا تسمع دعواہ بدون حضور البائع والمشتری للقضاء علیہما خرید کی ایک چیز اور اُس پر قبضہ نہیں کیا تا آنکہ دوسرے شخص نے اُسکا دعوی کیا کہ وہ چیز میری ہے تو دعوی اُسکا مسموع نہیں بدون حاضر ہونے بائع اور مشتری کے تاکہ حاکم قاضی کی خبر جاری ہو دلو قضی لہ بحضر احدھما علی الآخر من البائع ثم حضر الآخر قال فی البزازیۃ لزم المبیع وتمامہ فی الفتح اور اگر مدعی کے واسطے بائع اور مشتری کے سامنے حکم قاضی ہو جاوے پھر وہ ان یا مشتری اسپر گواہ لائے اسکا دعوی اسکا بائع کے ساتھ ہوا تھا پھر آئے اسکو مشتری کے ساتھ ہوا تو مقبول ہے اور بیع لازم ہوگی اور پورا بیان اسکا فتح القدیر میں ہے کا جدیدۃ تاریخ الحجۃ قبل الخصومۃ تاریخ ملک فلو قال المستحق عند المدعی غابت عنی ھذہ الدابۃ منذ سنۃ فقبل القضاء بہا للمستحق اخبر للمستحق علیہ البائع عن القضیۃ فقال ابتعتہا منذ ستین وھذا یبرھن علی ذلک لا تندفع الخصومۃ بل یقضی بہا للمستحق لبقاء دعواہ فی ملک مطلق حال عن التاریخ من الطرفین فلم تثبت غیبتہا باعتبار غیبۃ ملکہ باعتبار ملکہ ہونے کی تاریخ کا اعتبار ہو تو اگر مستحق نے دعوی کے وقت کہا کہ میرے پاس سے یہ جانور غائب ہو گیا ایک برس سے تو قبول ہوگا کہ قاضی مستحق کے واسطے جانور کا حکم کرے مستحق علیہ نے اس حال کے بائع کو خبر کی سو بائع نے کہا کہ میرے پاس کے گواہ موجود ہیں کہ یہ جانور میرے ملک تھا دو برس سے ستین سنۃ او اربعین سنۃ فلم

منجی بما فعلہ اور سعایت اور صلوک کے سوا سے کہ ان میں ہر ایک سے الزام خصم کا مقصود ہے بخلاف قاضی کی کالت اور شہادت کے کہ دونوں ماضی کے علم حاصل کرنے کے واسطے ہیں اور یہ اسلام مشہور لازم ہی اگر چہ خصم کافر ہو یعنی نقل شہادت اور وکالت میں تو الیتہ قاضی کا نوشتہ کافی ہے اور حضور مجلس اور مسکالت شہادت اسکے مذہب کے بموجب نقل شہادت کی یہ صورت ہے کہ گواہ اپنے قصبہ غائب پر گواہی دی تو قاضی اسپر حکم نکرے بلکہ گواہی لکھ لے قاضی مکتوب الیہ کے پاس بھیجدے اور مکتوب شہود طرفین کو بھیجدے اور نقل وکالت کی یہ صورت ہے کہ مثلاً مدعی نے قاضی کے سامنے کسیکو اپنا وکیل مقرر کیا تو وکیل ایک شخص پر دعوی کرے دوسرا قاضی کی حکومت میں اور قاضی کالت نامہ لکھکر اسکو قاضی کو دیدے اور قاضی کو وکالت سے مطلع کرے مصنف قاضی حضور فیصلہ دعوی اور شہادت لکھے اور مجلس دعوی جو بمعنی ہے لکھے اور یہ اسکے پاس ہو اور صک وہ ہے جو مشتری کو بائع دیتا ہے تو لکھدے کذا فی الطحطاوی ویکرہ رجوع فی دعوی عجمل او دار صلح علی شیء معین واستحق بعضہا بجواز دعواہ فیما بقی وبالاستحقاق کلہا او رد کل العوض لفوات الکل فی المستحق اور بدل صلح کا پھیر لینا جائز ہے مگر گھر حق مجہول کے دعوی میں جسکا معاملہ ہو گیا شے معین پر اور بعض گھر مستحق غیر نکلا اسواسطے کہ مدعی کا دعوی باقی میں نہ ہو مستحق میں اور اگر تمام گھر مستحق غیر نکلا تو تمام عوض پھیر لینا جائز ہے اور جس مدعا علیہ نے مدعا کے مستحق ہونے کا دعوی کیا ہو اسکے حق میں واستفید مما ذکر جواز الصلح عن مجہول علی معلوم لان جہالۃ الساقط لا تفضی الی المنازعۃ والثانی عدم اشتراط صحۃ الدعوی لصحۃ الصلح حتی لو ادعی علیہ دینا فصالحہ علی مال یقبل مالم یقر بہ اور اسی سے یعنی جو مسئلہ مذکورہ ہوا اور مراد حاصل ہوئے ایک صحیح ہوا صلح کا دعوی مجہول سے شے معین پر اسواسطے کہ ازالہ نزاع ساقط کی منازعت کو معین ہو چکا تھا دوسرا یہ کہ شرط نہ ہوا صحت دعوی کا واسطے صحیح ہونے صلح کے بلکہ صحیح ہے اس حیثیت سے کہ ادعا علی کیا اگر دعوی مجہول پر گواہ لاویگا تو مقبول ہوگا جب بات دعوی کی کہ مدعا علیہ نے حق مجہول کا اقرار کیا ہے یعنی اگر اس اقرار پر گواہ لاویگا تو گواہی مقبول ہوگی اور مصنف نے بروجہ بیان کرایا جاویگا کذا فی الطحطاوی ورد جمع المدعی علیہ بحصتہ فی حق علم ان مستحق شیع منہا لفوات سلامۃ البدل اور سبب گھر کے دعوی میں اگر کچھ حصہ معین سے مستحق غیر نکلے تو مدعا علیہ بقدر اسکے حصے کے پھیرے بسبب فوت ہونے مستحق کے یعنی تمام گھر کا مدعی نے دعوی کیا اور مدعا علیہ نے مال معین دیکر اس سے صلح کر لی پھر بعض گھر مستحق غیر نکلا تو مدعا علیہ بقدر استحقاق مدعی سے پھیرے کیونکہ بدل صلح استحقاق کی جہت سے سلامت نہ رہا قید بالجہل لانہ لو علم قدرا معلوما کربعہا لم یرجع ما دام فی یدہ لان المقدار وان بقی قلیلا رجع بحسابہ وما استحق منہ مصنف نے دعوی مجہول کی قید لگائی ہے اسواسطے کہ اگر مدعی قدر معین کا دعوی کیا چنانچہ چوتھائی گھر کا دعوی تو بدل صلح کو نہ پھیرے جب تک اسکے ہاتھ میں اسقدر یعنی چوتھائی باقی رہا اور اگر اس سے کمتر باقی رہا بقدر استحقاق کے حساب سے رجوع مدعی سے پھیرے یعنی مثلاً مدعی نے بیع کا دعوی کیا اور استحقاق کے بعد مدعا علیہ کے پاس تہائی باقی ہا تو بقدر حصہ تہائی کے مدعی سے پھیرے کذا فی الطحطاوی فرع مسئلہ شارح کا واصالح من الدنانیر علی دراہم وقبضہا فاستحقت بعد التفرق رجع بالدنانیر لان ہذا الصلح فی معنی الصرف فاذا استحق البدل بطل الصلح فوجب الرجوع بدراہم الخ فلتنظر اگر دنانیر سے صلح کی درہم پر اور اسپر قبضہ کیا سو درہم مستحق غیر نکلے بعد تفرق ہونے کے تو دنانیر کو پھیرے اسواسطے کہ یہ صلح بمنزلہ صرف کے ہے پھر جب بدل صلح امین استحقاق ثابت ہوا تو صلح باطل ہو گئی تو ہمارے یعنی دنانیر کا پھیر لینا واجب ہے کذا فی الدر والوسی کتاب میں اس مسئلہ کی چند فروع اور ہیں انکو لکھنا چاہیئے وفی المنظومۃ المحبیبیۃ منہا ومنظومۃ محمدیۃ بیان چند مسائل مہمہ ضروریہ من احتاج عند مسائل کی شارح نے اگر ہمارا اشعار لو مستحقا طلب الدراہم بدلہ علی بائعہ الرجوع بالثمن الذی قد قطعاہ اذا بائع ہھنا ادعی بدیانۃ کان قلیلا اشتری ذا ذلک من المشتری بلا مراء اگر ایک شخص نے مبیع مستحق غیر نکلا ہو تو مشتری کو اسکے بائع سے اس ثمن کا پھیر لینا جو اسکو دیا ہو جائز ہے مگر جبکہ بائع نے یہاں پر دعوی کیا کہ میں نے اس مبیع کو زبان قدیم میں یعنی مشتری سے خریدا کہا تھا بالشک یعنی اگر اس دعوی کو ثابت کیا تو رجوع نہیں اور اگر ثمن زیادہ ہو تو رجوع بقدر زیادت جائز ہے کذا فی الطحطاوی اشعار لو اشتری دارا وانقدا ثمنا شیئا علی تعمیرہا وطفقا بذاک یسعی بعدہا کلاہما ثم استحق رجل تلک ہبۃ او بیعا فالمستری وذاک لیس لہ رجوع علی الذی عنہ ذاک بالعمار ولا علی ہذا المستحق مطلقا بعد الذی کان علیہا انفقا اگر دو آدمیوں نے خریدی کوئی کسی مشتری نے مبیع کو یا آپ مشتری نے بعد اسکے اسکے بیٹوں کا بار کرنا شروع کیا پھر ایک مدت تمام زمین کا مستحق نکلا تو مشتری اس میں پھیرے نہیں سکتا اسکے بائع سے اور نہ اس شخص مستحق سے مطلقاً پھیر سکتا ہے اس لئے کہ جو اسکی دستگی میں صرف کیا تمام مستحق سے مطلقاً رجوع جائز نہیں مگر اس صرف تعمیر کا اور بائع سے رجوع جائز ہے یہ مگر اس صرف تعمیر کا جو مشتری نے کیا ہو بعد اسکے کہ مستحق نے اجازت دی ہو کذا فی الطحطاوی اشعار

وان سلم مستحقا اخذ ربه ثم قضى القاضي على من اشترى به فصالح المدعى على شيء له ادله يرجع في الكل الذي وقع به الاستحقاق
اور اگر ایک مبیع مستحق غیر ظاہر ہوئی پھر قاضی نے مشتری پر استحقاق کا حکم کیا مشتری نے اسکے مدعی سے کچھ اسکے مال سودی پر صلح کرلی تو مشتری اس رقم میں تمام ثمن اسکے بائع سے پھیر لے یعنی بشرطیکہ گویا مشتری نے مبیع کو مستحق سے خرید کر لیا کذا فی الطحطاوی وفی المنية شرى دارا وبنى فيها فاستحقت رجع بالثمن وقيمة البناء مبنيا على البائع
اذا سلم القضي اليه يوم تسلمه وان باعه مسلما فالثمن للاول وسینہ میں ہے کہ ایک گھر خریدا کیا اور اسمیں عمارت بنائی پھر وہ گھر مستحق غیر کا نکلا تو مشتری بائع سے ثمن اور بنی بنائی عمارت کی قیمت جو اسکے تسلیم کے دن قیمت تھی پھیر لے بشرطیکہ مشتری یعنی لکڑی اور اینٹ وغیرہ بائع کے قبضہ میں کردے اور اگر قبضہ کروا دیا ہو تو فقط
ثمن پھیر لے نہ کچھ اور کالو استحق بجميع بنائها لما تقرران الاستحقاق متى ورد على ملك المشتري لا يوجب الرجوع على البائع بقيمة البناء مثلا
چنانچہ اگر گھر مستحق غیر کا نکلا اپنی تمام عمارت کے ساتھ تو رجوع نہایت نہیں کرسکتا اسواسطے کہ ثابت ہوچکا ہے کہ استحقاق جبکہ ملک مشتری پر وارد ہوا ہو تو بائع سے قیمت بنا کی مثلاً پھر
لینے کا موجب نہیں ہوتا ولو حفر بئرا او نقى انهارا او غرس اشجارا ثم استحقت لم يرجع بشيء على البائع لان الحكم يوجب الرجوع بالقيمة
لا بالنفقة كما في مسألة الغرابة حتى لو كتب في الصك فيما انفق المشتري فيما من نفقة او دم فيما من مرمة فعلى البائع يفسد البيع اور اگر مشتری نے
کنواں کھدوایا نجاسات کا چھپر پاک کیا یا گھر میں کچھ مرمت کی پھر وہ گھر مستحق غیر نکلا تو اس قسم کا صرف اسکے بائع سے کچھ پھیر نے اسواسطے کہ قاضی کا حکم استحقاق رجوع قیمت کا
موجب ہوتا ہے نہ رجوع صرف کا چنانچہ ویران زمین کے مسئلہ میں مثل کور ہو چکا یہاں تک کہ اگر بائع سے بیعنامے میں لکھ لیا کہ جو مشتری گھر میں صرف کریگا اور اسمیں کچھ مرمت کریگا تو
بائع کے ذمے ہے در صورت مذکور استحقاق تو بیع فاسد ہوگی کم فساد بیع کی وجہ ہوگی کہ یہ شرط سلام بیع نہیں اور عقد اسکو مقتضی نہیں ولو حفر بئرا او طواها او رجع بقيمة
الطي لا بقيمة الحفر فلا اشكال فسد اور اگر کنواں کھدوا اور اسکی سن بنائی تو من کی قیمت پھیر لے نہ کھودنے کی قیمت تو اگر بائع اور مشتری دونوں قیمت کی نظر کرینگے
تو بیع فاسد ہوگی وكذا الوحفر ساقية ان قنطر عليها رجع بقيمة بناء القنطرة لا بنفقة حفر الساقية وبالجملة فانما يرجع اذا بقي شيء او غرس
بقيمة ما يمكن نقضه وتسليمه الى البائع فلا يرجع بقيمة جصوا طين وتمامه في الفصل الخامس عشر من الفصولين اور اسیطرح اگر نہر کھودی تو اگر
اسپر پل بنایا تو بنا کے پل کی قیمت پھیر لے نہر کھودنے کی خرچ کو اور خلاصہ یہ ہے کہ پھیر لینا تو اسوقت ہے جبکہ اسمیں کچھ عمارت بنا دے یا درخت بوئے اس چیز کی قیمت پھیر لے
جسکو توڑنا اور بائع کا اسپر قبضہ کروا دینا ممکن ہو تو چونا اور سیمنٹ کی قیمت نہ پھیر لے اور پولہ ایسا ان کا فصولین کی پندرھویں فصل میں ہے وفيها كرما فاستحق نصفه
لرد البائع قال لم يتغير في يدك ولو باكل من ثمره او فصولین میں ہے کہ انگور کا باغ خرید کیا اور نصف باغ مستحق غیر نکلا تو مشتری کو باقی باغ کا پھیر دینا جائز ہے اگر بائع
اسکے پاس متغیر نہ ہوا ہو اور نہ اسکا پھل کھایا ہو ولو شرى ارضين فاستحقت احداهما ان قبل القبض خير المشتري وان بعده لزم غير المستحق بحصته
من الثمن بلا خيار اور اگر دو قطعہ زمین کے خریدے اور ایک قطعہ مستحق غیر نکلا اگر استحقاق قبل قبض کے ہو تو مشتری مختار ہے چاہے دوسرے قطعہ کو لے چاہے پھیر دے اور اگر استحقاق
بعد قبض کے ہو تو اسکو قطعہ ثانیہ غیر مستحق کی بیع لازم ہوگی اسکی قیمت کے حصے کے موافق بلا اختیار ولو استحق العبد او البقرة لم يرجع بما افتق ولو استحق بتاب الفرو او
بوضعة الحمار لم يرجع بشيء ولكل شيء يدخل في البيع تبعا لا حصة له من الثمن ولكن يخير المشتري فيه قتيه اور اگر غلام یا بیل مستحق غیر نکلا تو اسپر جو خرچ کیا ہو اسکو نہ پھیر لے
اور اگر غلام کے کپڑے یا گدھے کی پیٹھ پر کی کملی مستحق غیر نکلی تو کچھ نہ پھیر لے اور جو چیز کہ بیع میں التبع داخل ہوتی ہے قیمت بیع کا اسکا کچھ حصہ نہیں ہوتا ولیکن مشتری مختار ہے چاہے
لے چاہے چھوڑ دے کذا فی القنية ولو استحق من يد المشتري الا خير كان قضاء على جميع البائعة ولكل ان يرجع على ايهما شاء بالثمن بلا اعادة بينة لكن لو رجع قبل
ان يرجع عليه المشتري عند ابي حنيفة وقال ابو يوسف ان يرجع قال الاخير ان المشتري الثاني لو ابرا الاول من الثمن كان للاول الرجوع كالوجد
العبد حرا فلكل الرجوع قبله خانية اور اگر بیع مستحق نکلی پہلے مشتری کے ہاتھ سے تو یہ استحقاق کا حکم ہوگا جمیع بائعین پر تو ہر ایک کو جائز ہے کہ ثمن پھیر لینے بائع سے
بلا اعادہ شہادت لیکن جس سے پھیر لے قبل اسکے کہ اسکا مشتری اس سے پھیر لے امام ابوحنیفہ کے نزدیک اور ابو یوسف نے کہا کہ اسکو پھیر لینا قبل رجوع بھی درست ہے اور ابو یوسف کہا کہ اگر ثانی

نہیں کہتا کہ مشتری ثانی اگر مشتری اول کو ثمن معاف کردے تو مشتری اول کو رجوع دست ہو چنانچہ اگر غلام آزاد یا ہبہ کیا جاوے تو ہر ایک مشتری کو رجوع جائز ہو قبل اسے بقبضہ کے کذا فی الخانیہ لکن فی الفصولین ما یخالفہ فتنبہ لیکن فصولین میں اس روایت کے مخالف ہو جو اوپر رہا ولو اشتری عبدًا فاعتقہ عالمًا فاخذہ منہ استحق العبد لم یرجع المستحق بالمال علی المعتق اور اگر غلام خرید کیا پھر آزاد کردیا پھر غلام مستحق غیر نکلا تو شخص مستحق مال نہ پھیرے آزاد کرنے والے سے کیونکہ اسکو اسکا بعینہ پورا مال جا گیا ولو شری دارًا بعیدا واخذت بالشفعۃ ثم استحق العبد بطلت الشفعۃ وباخل الدائم من الشفیع لبطلان البیع انتہی اور اگر ایک گھر خرید کیا عوض غلام کے اور وہ گھر شفیع نے بسبب شفعہ کے لیا پھر غلام مذکور مستحق غیر نکلا تو شفعہ باطل ہو گیا اور بائع شفیع سے گھر لیگا بسبب باطل ہونے شفعہ کے

باب السلم

یہ باب سلم کے احکام میں ہم مصنف نے اس بیع کا ذکر شروع کیا جسمیں قبض احد العوضین دونوں عوض کا شرط ہے اور سلم کو صرف پر تقدم کیا اسواسطے کہ سلم بمنزلہ صرف کے اور صرف بجائے صرف کے ہے کیونکہ صرف میں قبض عوضین کا شرط ہے اور سلم میں احد العوضین کا اور سلم جائز ہے قرآن اور حدیث سے اسواسطے کہ ابن عباس نے آیت مداینہ کو سلم محمول کیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب مدینہ میں تشریف لائے تو وہاں کے لوگوں میں بیع سلم کا رواج تھا ایک سال اور دو سال اور تین سال کی مدت تک تو فرمایا کہ جو شخص سلم کرے کسی چیز میں وہ سلم کرے کیل معلوم اور وزن معلوم میں اجل معلوم اس کو سلم کے جواز پر اجماع منعقد ہوا بعتا حاجت اور ضرورت کے کیونکہ فقیر اپنے نفقہ عیال کے واسطے بالفعل محتاج ہوا اور غنی نفع آیندہ کے واسطے کذا فی البحر الرائق وھو لغۃ کالصرف وزنا ومعنی سلم فقہ تعبیر بسلف کے مانند ہو وزن اور معنی میں ہم ضرب میں ہو جب ثمن پیشہ دیا اور تعبیر بسلف میں کرسلف فی اللہ واسلم واسلف کذا فی المغرب وشرعا بیع اجل وھو المسلم فیہ بعاجل وھو راس المال اور اصطلاح شرع میں سلم عبارت ہے مدت والی چیز کی بیع سے بلا فائدہ مال کے ساتھ مدت والی چیز سلم فیہ ہوا اور بلا مدت راس المال ہو یعنی متقدما پہلے روپے دینا اور ایک دو مہینے کی مدت پر گیہوں یا جو خریدنا اسکا نام سلم ہو درکار لکل البیع حتی یعقل بلفظ البیع فی الاصح اور سلم کا رکن وہ ہے جو بیع کا رکن ہو یعنی ایجاب اور قبول یہاں تک کہ سلم منعقد ہوتی ہے بیع کے لفظ سے قول صحیح میں ہم اور قول غیر اصح میں سلم بلفظ بیع منعقد نہیں ہوتی لیکن الفاظ عقود بالفاظ سلم باتفاق روایات ہے سلم میں ایجاب اور قبول اسطرح ہو کہ ایک شخص کہے کہ اسلمت الیک فی کذا اور دوسرا شخص کہے قبلت کذا فی الطحطاوی ویسمی صاحب الراھم رب السلم والمسلم بکسر اللام اور صاحب دراہم کو رب السلم اور مسلم الیہ کہتے ہیں ویسمی الآخذ المسلم الیہ والخنطۃ مثلا المسلم فیہ والثمن راس المال اور دوسرے شخص کو مسلم الیہ کہتے ہیں اور گیہوں کو مسلم فیہ یعنی جو چیز کہ ثبوت الملک للمسلم الیہ فی راس المال حکمًا ثبوت الملک للمسلم فیہ فی الثمن فالمسلم فیہ لفظ ونشر مرتب اور حکم سلم کا ثابت ہوتا ملک کا ثمن میں مسلم الیہ کی ملکیت ثابت ہوا اور مسلم فیہ میں بائع کی ترکیب میں لفظ نشر مرتب ہے ہم رب السلم کی ملک مسلم فیہ میں یا عبارۃ النص فی اللغۃ ثابت ہو لیکن ملک فی العین بالقبض ثابت نہیں کذا فی النہر وینبغی ضبط ما یمکن ضبطہ فیما لا یمکن ضبط صفتہ کحبوب وتوابلہ اور جس چیز میں جس کی صفت کا ضبط کرنا ممکن ہو چنانچہ اس میں صفت کا معلوم ہونا اور نا معلوم ہونا ہم ضبط صفت اور معرفت مقدار اسواسطے شرط صحت ہوئی کہ مسلم فیہ مبیع ہو تو اگر اسکی صفت اور مقدار ممکن الضبط نہ ہو تو وہ مجہول ہوگا اور جہالت مفضی الی المنازعہ ہوگی لہذا جائز نہیں معرفۃ قدرہ کمکیل وموزون مرجع بقولہ مقوم الدراھم والدنانیر کما مر فلا یجوز فیھا السلم خلافا لمالک اور صحیح ہے سلم اس چیز میں جسکی معرفت مقدار کا ضبط کرنا ممکن ہو چنانچہ مکیل اور وہ موزون جو ثمن ہو ثمن کی قید سے دراہم اور دنانیر نکل گئے اسواسطے کہ دراہم اور دنانیر اگرچہ موزون ہیں لیکن یہ ثمن ہیں نہ ثمن تو انہیں سلم جائز نہیں یعنی دراہم اور دنانیر مسلم فیہ نہیں ہوتے بخلاف امام مالک کے وعددی متقارب کجوز وبیض فلس کمکیل ومتفاوت فیہ کبطیخ کبر الیاء واجر علی معین بصفۃ بمکان معلوم اور جیسا کہ عددی متقارب بمقدار جیسے اخروٹ اور انڈے اور پیسے اور امرود اور نارنگی اور بکری اسمیں جائز ہے جسکی صفت اور اپنے کا مکان معلوم ہو گیا ہو کذا فی الخلاصہ عددی متفاوت جسکی افراد قیمت میں متفاوت ہوں اور اسکا ضمان بالمثل ہوتا ہو جواہر الراتق میں کہا کہ جوز شامی اور جوز رومی مراد ہے بسبب عدم تفاوت کے نہ جوز ہندی وذرع کثوب بین ذراعین طولا وعرضا وصفۃ کقطن فکتان ومرکب منھما وصنعۃ کخف الشام او مصر او زیاد عمرو رقتہ او غلظہ وولدان بیع بہ فان الدینار کلما ثقل وزنہ زادت قیمتہ والحریر کلما خف وزنہ زادت

قیمتہ فلا یضر مع بیانہ مع الذرع اور جبکہ ذرع کو بیان کر دیا یعنی وہ چیز جو گز سے ناپی جاتی ہو جیسے وہ کپڑا جسکی مقدار مسمی ہو گئی ہو باعتبار طول اور عرض کے اور صفت اسکی مسمی ہو گئی ہو جبکہ جزوی کا کپڑا اکتان کا یا دونوں سے رکیب اسکی صفت کا بیان ہو گیا ہو جبکہ شام کا بنا یا مصر کا یا زید کا بنا یا عمر کا اور یہ تصریح ہو گئی ہو کہ باریک ہو یا گاڑھا اور تول اسکی مشرح ہو گئی ہو اگر وہ کپڑا وزن سے کم یا زیادہ ہوتا ہو اسکہ قیمت اسکی زیادہ ہو جاتی ہو اور جبکہ جنبا کہ ملکا ہوتا ہی قیمت اسکی زیادہ ہوتی ہو تو ایسے کپڑے میں وزن کا بھی بیان ضرور ہے گرکت کے بیان کے ساتھ ہم اسوند کو وہ کا بیان ہوسکے صحت سلم کے لیے شرط ہوا آخر کا نزاع رفع ہوا ور گفتگو کا بقام نہ باقی رہے لا یضر فی علم وصفتہ وتفاوت ما لیتہ کیطیلسان وفی ہروی وقدر وما رفیع بخمر دبلا امین صحیح نہیں سلم اور جنس میں عددی متفاوت وہ ہو جسکی مالیت میں متفاوت ہو یعنی باوجود اتحاد جنس کے اسکے افراد کی قیمت مختلف ہو جیسا کہ خربزہ اور ہندوانہ اور ترکی اور انار تو ایسی چیزوں میں سلم جائز نہیں مگر پیمانہ یعنی بلا ذکر ضابطہ جیسا کہ طیلسان بغیر ذکر لمبائی چوڑائی کے فقط ذکر سے عدد سلم جائز نہیں کذا فی الفتح وما جاز عدا جاز کیلا ووزنا ہو اور جسمیں سلم جائز ہو گیا ہو اور وزن سے بھی سلم درست ہو کذا فی النہر اور جسمیں کیل جائز ہو اسمیں وزن بھی جائز ہے اور جسمیں وزن جائز ہو بقول معتمد اور کچی اینٹ میں کیل یا وزن جائز ہو کذا فی الطحطاوی عن البحر ویجوز فی سمک ملح وملح الحرۃ یہ اور صحیح ہو سلم خشک مچھلی نمک سود میں شناخ سے کہ اسکا ملیح یعنی نمک لگا ہوا نہ کہ تازہ روی ہو فی طری حیث یوجد وزنا وضرباً ای عقاقد بھا اور صحیح ہو سلم تازہ مچھلی میں اسوقت جبکہ وہ پائی جاتی ہو وزن سے اور اسکی قسم بیان کرے بیان وزن اور قسم خشک تازہ دونوں کی قید تمام طحطاوی نے کہا جو سلم بوقت وجود ظاہر شہر مچھلی کی قید ہے اسوسطے کہ خشک مچھلی اطراف میں قحط کے ملتی ہو یا ان اگر بعضے وقت نایاب ہو تو سلم جائز نہیں منقطع ہو تو سلم جائز نہیں اقسام مچھلی کے باختلاف ہیں چنانچہ رو ہو اور رجال اور ثرثور چھوٹی وزن اور بیان قسم شرط ہوا الیقیم جا حاصل ہو جاوے کاعدد الاتفاوت جائز نہیں سلم مچھلی میں باعتبار شمار کے بسبب تفاوت کے یعنی مچھلی یکساں نہیں جو شمار کا عقد کرے اور نزاع واقع نہو دو صغار اجازہ رنا وکبیلا اور اگر مچھلیاں چھوٹی ہوں تو تین وزن اور پیمانہ دونوں جائز ہیں یعنی اگر کوئی نزاع نہ کرے تو جائز ہے ورنہ نہیں کذا فی الکبار وایتان چھلے اور بڑی مچھلیوں میں دو روایتیں ہیں کذا فی المجتبیٰ ہم جواز اور عدم جواز امام سے وزن میں مروی ہوا اور کیل تو بدرجہ اولیٰ جائز نہیں اور ستون میں تو جواز اولیٰ ہے کذا فی الطحطاوی ولا فی حیوان ملحوظ عند الشافع سلم جائز نہیں کسی جاندار میں بخلاف امام شافعی کے ہم حیوان آدمی ہو یا غیر آدمی سلم آسمین جائز نہیں اسوسطے کہ حدیث میں نہی وارد ہوئی سلف فی الحیوان سے اور اسوسطے کہ بالعموم حیوان منضبط نہیں ہو سکتا اگرچہ بضبط ظاہر ممکن ہو کذا فی البحر واما اقرکرشی کا کام خلافا للثانی جائز ہے اور سلم جائز نہیں جانور کے اطراف میں جبکہ اسکے کھلنے پاتوں میں بخلاف امام مالک کے اور ایک روایت میں سلم جائز ہو قول کر فلا فی حطب یا لحم وطبیۃ بالجر ذکاہ اذا ضبط بما لا یؤدی الی النزاع وجاز وزنا فقر اور سلم جائز نہیں لکڑیوں میں گٹھے باندھ کر اور نہ طبیہ میں مشکی باندھ کر اگر وہ چیز ایسا ضبط اور تعیین ہو جاوے کہ باعث نزاع نہ ہو لکڑیوں اور طبیہ میں قول ایسا جائز ہو کذا فی الفتح ہم تعیین تابع نزاع کی یہ صورت ہے کہ جس رسی سے گٹھا باندھا جاتا ہو اسکا طول معلوم ہو جاوے اسطرح پر کہ مقام گفتگو باقی نہ رہے لحم طیر لا یجوز لانہ حیوان وفی الفتح وجاز فی الاصح لحم صید تبع لغیرہ کی یعنی تبعاً کہ جیسے شکار کی غرض سے کتا یا باز رکھا جاتا ہو اور اس باب میں سلم جائز نہیں جو باز اور کتوں میں ملتی ہو سلم کے وقت سے استحقاق کے وقت تک ہم بازار کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر ایک چیز بازار میں نہو اور گھروں میں ہو تو اسکا اعتبار نہیں دلو انقطع فی اقلیم من الخ لا یخل فی المنقطع اور اگر منقطع ہو ایک اقلیم میں تو دوسری اقلیم میں تو سلم جائز نہیں منقطع میں یعنی اقلیم عدیم الوجود میں جسمیں منقطع ہو سلم جائز نہیں اسوسطے کہ اسکا لانا بدوں مشقت عظیم کے متصور نہیں تو عجز عن التسلیم لازم آیا دلو انقطع بعد العقد الی استحقاق خیر رب السلم بین انتظار وجودہ والفسخ واخذ رأس المال اور اگر سلم فیہ منقطع ہو گئی بعد استحقاق قبل ایفاء سلم فیہ کے تو رب السلم کو اختیار ہو جاوے اسکے پائے جانیکا انتظار کرے اور چاہے عقد سلم کو فسخ کرے اور اپنا راس المال لے دلحم دلو منزوع عظم وجوزاہ واذا بدی وصف

مریض لانہ موزون معلوم وبہ قالت الائمۃ الثلاثۃ وعلیہ الفتوی ہج وشرح مجمع اور گوشت میں سلم جائز نہیں امام کے نزدیک اگرچہ بکری کا گوشت ہو وصاحبین نے اسکو جائز کہا ہے جبکہ اسکا وصف بیان ہو گیا ہو یعنی موٹا یا دبلا اور گوشت کا مکان معرج ہو یعنی پشت کا گوشت یا ران یا پہلو کا اسواسطے کہ گوشت موزون اور معلوم خبر ہی اور یہی قول ہے فقیہ ابو اللیث کا اور اسی پر فتوی ہے کذا فی البحر وشرح المجمع ہم القانی نے کہا کہ صاحبین کے نزدیک گوشت میں سلم جائز ہے بشرطیکہ بیان ذبح اور سمت اور موضع کا ہو یعنی گلے یا کری کا گوشت یا کری کا ہو یا گائے کا ہو یا بھیڑ کا ہو یا موٹا ہو یا دبلا ہو یا پہلو کا گوشت ہو یا ران کا وضع کا دس سیر کم وبیش کذا فی المحیط والہدایہ لکن فی الفتح ان ہذا یعرف فی المذروع دون المنثور فتامل اتہا الخلاف او عدم الخلاف فی غیر المذروع فتامل یعنی گوشت میں سلم جائز ہے بلا خلاف امام اور صاحبین کے خلاف قیمۃ گوشت میں ہے جسکی ہڈی جدا نہیں ہے خبر دار ہو لیکن صحیح غیر دبلا ہے بدلائل قویہ پس لیکن قہستانی نے تصحیح کی ہے دو روایتوں کی سو تامل کر اس میں یعنی امام سے دو روایتیں ہیں ایک روایت میں سلم اسکا جائز نہیں اور دوسری روایت میں تفصیل مذکور ہے محیط ہندیہ میں اور صاحب بحر نے کہا کہ شمنی الگین کا حذف کرنا بہتر تھا یعنی اسواسطے کہ جب فتوی صاحبین کے قول پر ہوا تو اب استدراک کی کیا ضرورت ہے واحکم بہذا فانہ یعم القانی یزاریہ اور اگر قاضی جواز سلم کا حکم کردے تو بالاتفاق صحیح ہے کذا فی البزازیہ وفی العینی انہ قضی عندی مثلی عندہما اور عینی میں ہے کہ گوشت امام کے نزدیک قیمی ہے اور صاحبین کے نزدیک مثلی وہکذا فی الہدایہ وغیرہا فیہما اور جائز نہیں سلم پیمانہ مجہول اور گنتی مجہول سے شارح نے کہا مجہول دونوں کی قید ہے نقطہ نزاع کی ہم علی نے کہا پیمانہ معین ہو اگر معین ہو اور اسواسطے کہ وہ متملل الملاک ہو تو الغا معتبر رہے مجہول کی قید سے اسکی نکالی کہ اگر پیمانہ اگر معلوم المقدار ہو گا تو سلم جائز ہے وجوز الثانی فی الماء قربا للتعامل فتح اور ابو یوسف نے سلم کو جائز کہا ہے پانی میں مشکوں میں بھر کے بسبب رواج کے کذا فی الفتح یعنی سنے سے چند مشکیں پانی کی خریدنا سو میں شک سے جائز ہے وبرقربۃ بعینہا وثمر وغلۃ معینۃ الا اذا کانت النسبۃ تتمۃ او نخلۃ او قریۃ لیلیان الصغر لانعدام الخارج تقیم موجع او بلدی یہ ولنا فللانام والمقضع العرفتم اور جائز نہیں سلم مخصوص گانوں کے گنبد اور معین کھجور کے درخت کے پھل میں اگر جبکہ نسبت پھل اور کھجور کے درخت اور گانوں کے بیان صفت کے واسطے ہونہ واسطے معین کرنے شور خاص کے جیسے مرغزار یا شہری گیہوں کی نسبت ہمارے ملک میں بیان صفت کے واسطے ہوتی ہے توانع لو تقضی سلم کا عرف بھی ہو ہم یعنی اگر اسکا عرف ہو کہ نسبت کا ذکر کرنا بیان صفت کے واسطے ہوتا ہے تو جائز ہے والا نہیں جائز وقریہ معینہ کے گنبدوں یا درخت معین کے پھل میں سلم اسواسطے ناجائز ہے کہ شاید کسی آفت سے گیہوں اس گانوں میں یا پھل اس درخت میں پیدا نہ ہوں تو قدرت علی التسلیم باقی نہ رہی آہیں احتمال فسخ عقد کا ہے لہذا صحیح نہیں علاوہ بریں وہ چیز فی الحال معدوم بھی ہے قریہ کی قید سے احتراز ہو گیا کیونکہ قلیر کی طرف نسبت کرنا صحیح ہوا اور اتنا احتمال کہ شاید قلیر میں بھی گیہوں نہ پیدا ہوں احتمال ضعیف ہے ولا فی حنطۃ حدیثۃ قیدہا لانہا منقطعۃ فی الحال وکونہا موجودۃ وقت العقد الی وقت الحل شرط فتح اور صحیح نہیں سلم نئے گیہوں میں قبل اسکے پیدا ہونے کے اسواسطے کہ وہ منقطع فی الحال ہے اور ہونا انکا موجود عقد سلم کے وقت سے تا وقت حلول مدت شرط ہے کذا فی الفتح فتح القدیر میں ہے کہ سلم فیہ کا موجود ہونا عقد کے وقت سے تا وقت حلول مدت شرط ہے تو اگر عقد کے وقت منقطع ہو اور حلول کے وقت موجود ہو یا اسکے برعکس اسکے یا دونوں وقتوں کے مابین میں منقطع ہو اور عقد اور حلول کے وقت موجود ہو تو سلم جائز نہیں اور یہی قول ہے ابو زناد کا اور شافعی اور مالک اور احمد اور سحنی کے نزدیک وجود وقت حلول کا کافی ہے وفی الجوہرۃ اسلم فی حنطۃ جدیدۃ او فی ثمرۃ جدیدۃ لم یجز لانہ لا یکاد یکون فی تلک السنۃ شیء ام لا قلت وعلیہ ما یکتب فی وثیقۃ السلم من قولہ جدید عامہ مفسل ای قبل وجود الجدید اما بعدہ فیجوز کما لا یخفی اور جوہرہ میں ہے عقد سلم کیا نئے گیہوں یا نئے پھل میں تو جائز نہیں کیونکہ معلوم نہیں کہ اس سال میں پیدا ہو گا یا نہیں میں کہتا ہوں اور یہ جیسا اس حاجت کے وہ جو وثیقہ سلم میں یہ قول لکھا جاتا ہے کہ اس سال کے نئے گیہوں سے عقد ہے یعنی مقصد ہے فصل پیدا ہونے جدید کے اور بعد پیدا ہو چکنے کے تو سلم صحیح ہے چنانچہ مخفی نہیں وشرط ای شرط صحۃ التی تذکر فی العقد سیقر بیان جنس کبر او قدر وبیان نوع کسق وبیان وصف جیاد او ردی وقدر کل واحد کیلا لا یقبض وینبسط اور شرط سلم کی یعنی صحت سلم کی وہ شروط جو عقد میں مذکور ہوتی ہیں سیاتی میں ابیان ہو سلم فیہ کی جنس کا چنانچہ گیہوں یا کھجور ۲ بیان نوع کا چنانچہ ادیسوں کے سیجے یا بدخشی آسمانی کے سیجے ۳ بیان اسکی صفت کا چنانچہ عمدہ قسم یا ادنی قسم یا اوسط ۴ بیان مقدار سلم فیہ کا کہ اتنے

ہذا امر بوجوب صحۃ الاقالۃ بالمثل کما مر

زیان خریدار ہو سکتا ہے

ہو گی اس صورت میں جو سکے پہلے مہین داجل واقلہ فی السلم ثم یفتی ۵ بیان موت کا اور کہ موت سلم میں ایک مہینہ ہی ایسا فتویٰ ہو ہم مقدار مدت میں اختلاف ہے اور صحیح وہ ہے جو محمد سے مروی ہو کہ ایک مہینہ ہو کیونکہ ادنیٰ عاجل اور یا خود ہو مسئلہ امہین سے یعنی جو قسم کھانے کہ دین کو جلد ادا کریگا اور اُسنے قبل تمام مہینے کے ادا کر دیا تو حانث نہ ہوگا تو معلوم ہوا کہ ماذون شہر حاکم عاجل میں ہے اور شہر افوق اسکے اجل ہے علامہ نے کما اسی پر فتویٰ ہے کذا فی فتح القدیر و فی الحاوی لا یاسلم فی نوع واحد علی ان یکون حلول بعضہ فی وقت بعضہ فی وقت اخر اور حاوی میں ہے کہ سلم کرنیکا کچھ مضائقہ نہیں نوع واحد میں اس شرط پر کہ حلول بعض کا ایک وقت میں ہو اور بعض کا دوسرے وقت میں ویبطل الاجل بموت المسلم الیہ لا بموت رب السلم فیاخذ السلم فیہ من ترکتہ حالا بطلان الاجل بموت المدیون لا الدائن ولما شرط دوام وجود المسلم فیہ الی حل السلم بموتہ اور باطل ہو جاتی ہے مدت سلم الیہ کی موت سے نہ رب السلم کی موت سے تو رب السلم سلم فیہ کو سلم الیہ سے ایسا سبب باطل ہو جانے مدت کے مدیون کی موت سے نہ دائن کی موت سے اور بسبب لینے ترکے سے سلم فیہ کے لینے میں دوسطے دوام وجود سلم فیہ شرط ہوا ہے صحت سلم میں یا اُسکی تسلیم پر قدرت ہمیشہ سے سلم الیہ کی موت سے یعنی اسلم الیہ کا وارث لیدا سکی موت کے تسلیم پر قادر ہو فبیان قدر رأس المال ان تعلق العقد بمقدارہ کاف قلیل وموزون وعددی غیر متفاوت والکثیر یاکتفاء کاف فلا یصح وجیوان ۶ مقدار راس المال کا بیان اگر عقد متعلق ہو راس المال کی مقدار سے چنانچہ تکیل اور موزون اور عددی غیر متفاوت میں اور صاحبین نے اشارہ پر کفایت کی ہے جیسے بروع اور حیوان میں ہم صاحبین نے کہا کہ جب راس المال کی طرف اشارہ ہوا تو ایسا ہی اُسکی مقدار کا فور ہو مہین چنانچہ اگر راس المال مذروع یا حیوان ہو تو وہاں اشارہ بالاتفاق کافی ہے اسواسطے کہ مذروع میں گزوں کا معلوم ہونا شروط نہیں کیونکہ عقد اُسکی مقدار سے متعلق نہیں اسواسطے کہ سلم فیہ گزوں کے شمار پر متقسم نہیں اسواسطے کہ گز وصف ہے اُسکے مقابل میں کچھ ثمن نہیں پڑتا تو اُسکی جہالت سے جہالت سلم فیہ لازم نہیں کذا فی الطحطاوی قلنا یا لا یفضی الی تعجیل السلم فیہ فیحتاج الی دعوی اس العلماء الین کمال ہم جواب دیتے ہیں امام کی طرف سے کہ گاہے سلم الیہ قادر نہیں ہوتا سلم فیہ کی تحصیل میں تو راس المال کے پھیر دینے کی صاحب ہو گی کذا صرح ابن ملک یعنی اگر مقدار راس المال کو عیب دیا ہو تو اسکو پھیر دیتا ہو اور رب السلم مجلس میں اسکو بدل نہیں دیتا تو عقد سلم منفسخ ہو گا اسقدر راس المال تین چوتھائی پھیر دیا گیا اور عقد باقی رہیگا غیر مردود میں تو جہالت سلم فیہ لازم آویگی باقی میں کذا ذکرہ ابن ملک تو واجب ہوا بیان راس المال کی مقدار کا دالسابع بیان مکان لایفاء المسلم فیہ ان لہ حمل ومؤنۃ اور ۷ الفاء سلم فیہ کے مکان کا بیان ہے اگر سلم فیہ میں حمل ہو یعنی جس میں بار برداری اور کلفت ہو یعنی جس سلم فیہ کی بار برداری میں کلفت اور مشقت ہو وہاں بیان مکان الیفاء شرط ہے مانند مشک اور روئی کے دمثلہ الثمن فی الاجرۃ والعصمۃ اور مانند سلم کے خرچ اجرت اور قیمت ہم ثمن کیونکہ یہ ہو کہ ایک شخص نے عبد حاضرہ کو مکیل یا موزون سے اُدھار خرید کیا مدت معین کر کے تو امام کے نزدیک مکان الیفاء شرط ہے اور اجرت کی یہ صورت ہے کہ ایک شخص نے گھر یا جانور اجارہ پر لیا یعوض مکیل یا موزون کے مدت مقرر کر کے تو امام کے نزدیک مکان الیفاء شرط ہے اور قیمت کی صورت یہ ہے کہ دو شخصوں نے ایک گھر قسمت کر لیا اور ایک شخص نے اپنے حصے سے زیادہ لیا اور بقابلہ زیادہ کے مکیل یا موزون کے دینے کا وعدہ کیا مدت معین کر کے تو امام کے نزدیک یہاں مکان الیفاء شرط ہے بخلاف صاحبین کے کذا فی الطحطاوی غیناً مکان العقد قالت الثلثۃ بکیم وقرض وقلان وغصب قلنا ھذا واجبۃ التسلیم فی الحال فلا الاول اور صاحبین نے مکان عقد سلم کو معین کر دیا ہے واسطے ایفاء سلم فیہ کے اور یہی مذہب ہمارے باقی تینوں ائمہ کا چنانچہ بیع اور قرض اور اتلاف مال اور غصب میں واسطے تسلیم مبیع اور قرض اور بدل متلف اور مغصوب کے مکان بیع اور قرض اور اتلاف اور غصب کا معین ہے ہم جواب دیتے ہیں امام کی طرف سے کہ یہ اشیا یعنی بیع اور قرض غیر حالہ واجب التسلیم ہیں فی الحال لہذا انکے لئے وہی مکان معین ہو گیا بخلاف پہلی صورتوں کے یعنی سلم اور ثمن اور اجرت اور قیمت شرط الایفاء فی مدینۃ فکل محلا تھا سواء فیہ ای فی الایفاء حق لو اوفاہ فی محلۃ منھا براء ویسلن ایضا فلہ فی اخری لزیادۃ الیفاء سلم فیہ کو خرچ کیا ایک شہر میں تو سب محلے اُسکے برابر ہیں الیفا میں تو اگر وہ تسلیم کرے اس شہر کے کسی محلے میں بری الذمہ ہو گا اور رب السلم کو اختیار نہیں کہ اس سے مطالبہ کرے دوسرے محلہ میں کذا فی البزازیہ وفیھا قالہ شرط محلہ الی منزلہ لبعد الایفاء فی المکان المشروط ثم یصح اجتماع الصفتین الاجارۃ اور بزازیہ میں قبیل مسئلہ سابقہ کے ہے کہ رب السلم نے مسلم فیہ کا لادکر پہنچانا اپنے گھر تک بعد الیفا مکان مشروط کے شرط کیا تو صحیح نہیں سب مجتمع ہو جائے وعقد کے یعنی اجارہ

اور تجارت ہم اجارہ تو شرط حمل بعد الایفاء سے ثابت ہوا اور تجارت تو خود عقد سلم سے ثابت ہو وھما کحمل الحنطۃ والکتابۃ فی بعضھا لو لا کالشرط فی بیان مکان الایفاء اتفاقا وفیہ حیث شاء فی الکافی وھو ابن الکمال مکان العقد اور جس چیز میں اٹھانے کی کچھ حاجت نہیں جیسا کپڑا مشک اور رکھا خربوزہ اور چھوٹے موتی تو اسمیں مکان ایفاء سلم فیہ کا بیان کرنا شرط نہیں باتفاق امام اور صاحبین کے اور پہونچاوے جہاں سے چاہے قول اصح میں اور ابن کمال نے مکان عقد کی تصحیح کی ہم حمل اور سوئٹ اگر بڑے جہز میں نہیں جیسے بیل پر لادنے اور حمال کے مزدوری دینے کی حاجت نہیں یہی قول معتمد ہو کذا فی الطحطاوی ولو عین فیاذکر مکانا یتعین فی الاصح فخ لانہ یقید سقوط خطر الطریق اور اگر مکان معین کر لیا اسمیں جو مذکور ہو چکا یعنی جسمیں بار برداری کی حاجت نہیں تو مکان شرط متعین ہو جاتا ہے قول اصح میں کذا فی الفتح اسواسطے کہ تعیین مکان سقوط خطر راہ کی مفید ہے وتقوم مقام الشروط قبض راس المال ولو عینا قبل الافتراق ابدانا وان ناما او فی سفاذا کان اور باقی رہا شروط سے راس المال کا مقبوض ہونا ابدان عاقدین کے افتراق سے پہلے اگرچہ راس المال عین ہو نہ نقد اور کوکہ عاقدین سو گئے ہوں یا البقر فرسخ یا زیادہ ساتھی چلے گئے ہوں ہم مصنف اور شارح نے بیان شروط میں تغیر اسلوب اسواسطے کیا کہ یہ شرط ایسی نہیں ہیں جنکا ذکر کرنا شرط ہو انکا وجود بلا ذکر کافی ہے ولو حمل لیخرج الدراھم ان لو ازی عن السلم الیہ بطل وان بحیث یراہ لا اور اگر باب السلم مکان میں داخل ہو تا دراہم نکال لاوے اگر سلم الیہ سے چھپ گیا ہو تو سلم باطل ہو گیا اور اگر اسطرح پر داخل ہوا ہو کہ اسکو دیکھتا ہو تو سلم باطل نہیں وصحت المقالۃ والحوالۃ والاقتھان برأس مال السلم بزایم اور ضمانت اور حوالہ اور گرو رکھنا سلم کے راس المال کے واسطے صحیح ہم تو اگر مسلم الیہ نے راس المال کو مثال علیہ یا ماسن باب السلم سے قبض کیا تو عقد سلم تمام ہو اشہر طحماد محاسبی اور اعتبار عاقدین کے مجلس کا ہو نہ محال علیہ اور ضامن کی مجلس کا اور در صورت عدم قبض مذکور سلم اور ضمانت اور حوالہ باطل ہیں اور صحت کفالت اور حوالہ کی یہ ہو کہ فائدہ مطالبہ بفضل اور محال علیہ کی طرف متوجہ ہو گا کذا فی الطحطاوی وھو شرط بقائہ علی الصحۃ لا شرط انعقادہ بوصفہا فینعقد صحیحا ثم یبطل الا فتراق ولا قبض راس المال سلم کے صحیح باقی رہنے کی شرط ہونہ شرط ہو انعقاد سلم کی بوصف صحت تو در صورت عدم قبض سلم صحیح منعقد ہو گا پھر لا قبض افتراق ابدان عاقدین سے باطل ہو جائیگا ولو ابی المسلم الیہ قبض راس المال اجبر علیہ خلاصہ اور اگر مسلم الیہ قبض راس المال سے انکار کریگا تو اسپر زبردستی کیجائیگی کذا فی الخلاصہ وبقی من الشروط کون راس المال منقودا وعدم الخیار وان لا یشتمل البدلین احدی علتی الربوا وھو القدر المتفق والجنس لا ان حرمۃ النساء تتحقق بہ اور باقی رہا شروط سلم سے ہونا راس المال کا نقد اور خیار شرط کا نہونا اور نہ شامل ہونا بدلین کا ایک علت کو یعنی دو علتوں سے کہ وہ علت یا قدر متفق علیہ ہے یا جنس ہے اسواسطے کہ حرمت تاخیر ثابت ہو جاتی ہے ایک علت کے ہونے سے ہم قدر متفق علیہ کی قید سے سلم نقود کا گیہوں میں اور اسیطرح زعفران اور گھی میں صحیح ہوا اسواسطے کہ اگرچہ بدلین میں وزن متفق ہے لیکن کیفیت وزن مختلف ہے کہ نقود کے باٹ علیحدہ ہیں اور زعفران وغیرہ کے جداگانہ جیسا کہ باب الربوا میں ہدایہ سے اسکا ذکر ہو چکا واعدھا العینی تبعا لغایۃ البیان وغیرہ اور میں نے باتباع غایۃ التحقیق کے سلم کی شرطیں جو شمار کی ہیں ہم انکو چھ شرطیں راس المال میں یعنی بیان جنس اور نوع اور صفت اور مقدار راس المال اور اسکا منقود اور مقبوض ہونا اور نو شرطیں مسلم فیہ میں یعنی بیان جنس اور نوع اور صفت اور مقدار اور مکان ایفاء اور مدت اور عدم انقطاع اور الیسا مال ہونا جو متعین ہو تعیین سے اور مضبوط ہونا وصف سے چنانچہ اجناس بعیدہ جیسے مکیل اور موزون اور ذرع اور عدد و متقارب اور ایک شرط عقد سے متعلق ہے یعنی عقد کا لازم ہونا جسمیں خیار الشرط نہو اور ایک شرط خلیط بدلین ہے یعنی بدلوں کی دو علتوں میں سے ایک علت کا نہونا کذا فی الطحطاوی عن الفتح وزاد المصنف وغیرہ القدرۃ علی تحصیل المسلم فیہ اور اپنی شرح میں مصنف وغیرہ نے ایک شرط اور زیادہ کی ہے یعنی قادر ہونا مسلم فیہ کی تحصیل پر ہم قدرت کی شرط کرنے کی کچھ حاجت نہیں یا وجود اسکے استمرار عدم انقطاع کے منافی ہیں کما قدمت علی التحصیل یہ کہ وہ چیز منقطع نہو ثم فرع علی الشرط الثامن بقولہ فان اسلم مائتی درھم فی کر بضم فتشدید ستون قفیز والقفیز ثمانیۃ مکاکیک والمکوک صاع ونصف یعنی بر حال کون المائتین مقسوطۃ مائۃ دینا علیہ ای علی المسلم الیہ ومائۃ نقدا نقدھا ربّ السلم وافترقا علی ذلک فالسلم فی حصۃ الدین باطل لانہ دین بدین وھو فی حصۃ النقد لم یشع الفساد ولا نہ طارئ حتی لو نقد الدین

فی المجلس مع فی الکل مصنف نے شرط ناسب یعنی قبض راس المال اپنے اس قول کو متفرع کیا کہ اگر عقد سلم کو پانچ سو درہم کا ایک کر گیہوں میں حال لائے دو سو پانچ درہم کو مضموم ہیں کہ ایک سو درہم سلم الیہ پر دین ہیں اور ایک سو قدر جگہ رب السلم فی الحال دیا اور دونوں عاقد اسی حال پر جدا ہو گئے تو دین کے حصے میں سلم باطل ہو گیا کیونکہ مبادلہ ہو دین کا دین سے اور یہ جائز نہیں اور سلم صحیح ہے نقد کے حصے میں اور یہ فساد تمام عقد میں شائع نہوا کیونکہ یہ فساد پیچھے لگ گیا یعنی سلم کل میں صحیح واقع ہوا پھر اسکے بقدر دین باطل ہو گیا لہذا اگر مجلس عقد میں دین کو ادا کر دیگا تو کل دو سو درہم میں سلم صحیح ہو گا شارح نے کہا اگر یقبضہ کاف وفسد بدرا سے معلوم عبارت ہے ساتھ تھوڑے سے اور قبضہ تھوڑوں کا ہوتا ہے اور بہ کوکر ڈیرہ صاع کا ہوتا ہے ہر اور صاع آٹھ رطل بغدادی ہے اور ہر رطل ایک سو تیس درہم کا دلواحد عما دنا بیزدی علی غیر المعتاد فقد الکل اور اگر دو سو میں ایک سو پچاس درہم ہوں اور ایک سو پچاس درہم غیر عاقد پر دین ہوں تو سب دونوں سو میں سلم فاسد ہو کما یعلم بالنظر فی المسلم الیہ فی رأس المال کالربا لو اسلم فی المسلم فیہ قبل قبضہ بخلاف بیع ودیعۃ ومرابحۃ وتولیۃ ولو من علیہ حتی لو ذهب منه كان اقالة اذا قبل اور جائز نہیں سلم الیہ کو تصرف کرنا راس المال میں اور نہ رب السلم کو مسلم فیہ میں اسکے قبضہ کرنے سے پہلے مانند بیع اور شرکت اور مرابحہ اور تولیہ کے اگرچہ تصرفات مذکورہ اسی شخص سے کیے ہوں جس پر راس المال یا مسلم فیہ ہے یہاں تک اگر رب السلم مسلم الیہ کو بیہ کرے تو یہ اقالہ ہو گا سلم کا اگر سلم الیہ بیہ قبول کرلے راس المال میں اسوسطے تصرفات جائز نہیں کیونکہ وہ مستحق القبض ہے بعد عقد لہذا تصرف کرنا اسمیں قبل قبض کے قبض کو فوت کرنا ہے اور سلم فیہ میں اسوسطے تصرف درست نہیں کہ وہ مبیع ہے اور مبیع منقول میں قبل قبض کے تصرف جائز نہیں شرکت کی یہ صورت ہے کہ رب السلم دوسرے شخص سے کہے کہ تو کو نصف راس المال دے تا نصف مسلم فیہ تیرا ہو اور مرابحہ اور تولیہ کی یہ صورت ہے کہ غیر شخص سے کہے کہ راس المال پر مجھ کو فائدہ زیادہ دے یا اسکے برابر دے تا مسلم فیہ یا المخصوص تا او فی الصغری اقالۃ بعض السلم حیاشرۃ اور فسادی صفر ہیں ہو کہ بعض سلم کا اقالہ کرنا جائز ہے یعنی بعض سلم میں اقالہ کرنا اور بعض کو قائم رکھنا جائز ہے بشرطیکہ باقی معلوم ہو جیسا پورا نصف وغیرہ خواہ بعد حلول اجل ہو یا قبل اسکے کذا فی الطحطاوی وکما یجوز الربا بالسلم شارح منی من المسلم الیہ برأس المال بعد الاقالۃ فی عقد السلم الصحیح فلو کان فاسدا جاز اکاستبدال الکسائر الدیون اور جائز نہیں رب السلم کو فروخت کرنا مسلم الیہ سے بعوض راس المال کے بعد اقالہ کے صحیح سلم کے عقد میں اور اگر سلم فاسد ہو تو استبدال راس المال سے جائز ہے جیسے باقی دیونوں میں جائز ہے قبل قبضہ بحکم الاقالۃ لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام لا تأخذ الا سلمت او رأس مالك ای لا تسلم بحالۃ قیام العقد او رأس مالك حال انفساخه فلم تتم الاستبدال خرید مذکور جائز نہیں قبل قبضہ کرنے راس المال کے بحکم اقالہ سلم بدلیل قول نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کہ نہ لے تو مگر اپنا سلم یا اپنا راس المال یعنی اپنا سلم فیہ لے درصورت قیام عقد سلم یا اپنا راس المال لے درحالت انفساخ عقد تو بدلنا ممتنع ہو گیا ہم یہ حدیث بلفظ مذکور دارقطنی نے روایت کی ہے اور اہل حدیث کو اسمیں گفتگو ہے لیکن یہ حدیث ابوداؤد اور ابن ماجہ اور ترمذی میں المعنی یا بلفظ ابوسعید خدری سے مروی ہے قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اسلم فی شئ فلا یصرفہ فی غیرہ یعنی جو ایک چیز میں سلم کرے وہ اسکو اسکے غیر میں نہ پھیرے اور یہ مقتضی جواز اسکو کہ لے مگر اسی چیز کو کذا فی الفتح بخلاف بدل الصرف حیث یجوز الاستبدال عنه لکن بشرط قبضه فی المجلس کما قالہ المجلد لصرفہ فیہ بخلاف السلم بخلاف مبدل صرف کے کیونکہ اس سے استبدال جائز ہے لیکن بشرط مقبوض ہونے مبدل صرف کے اقالہ کی مجلس میں پھیر ہونے اسکے تصرف کے مبدل صرف میں بخلاف سلم کے یعنی راس المال میں تصرف جائز نہیں ہم یعنی اگر عاقدین نے مقدار صرف کا اقالہ کیا تو صحت اقالہ کی شرط یہ ہے کہ بدل صرف پر قبضہ کر لیا ہو اقالہ کی مجلس میں اسوسطے کہ صرف تمیں تعیین حاصل نہیں ہوتی بدون قبض کے کیونکہ اسکا استبدال جائز ہے تو اسمیں قبض فی المجلس تعیین کے واسطے ضرور ہوا بخلاف سلم کے کہ اسکے اقالہ میں استبدال جائز نہیں تو اسمیں تعیین بالقبض کی حاجت نہیں لہذا اسمیں نفس قبض واجب ہوا بلا رعایت مجلس اقالہ کذا فی الطحطاوی ولو شری المسلم الیہ فی کر حنطۃ رب السلم بقبضہ قضاء عما علیہ یعنی الدرهم الكيل مرتين لم يجز اور جس مسلم الیہ نے سلم قبول کیا ایک کر گیہوں کا اگر اسنے ایک کر گیہوں مثلاً خرید کیے اور خریدار کو رب السلم کو دیا اسکے قبضہ کر لینے کا اپنے اوپر سے دین ادا کرنے کے واسطے تو صحیح نہیں بسبب لازم ہونے کیل کے دوبارا اور حالانکہ وہ یہاں پایا نہیں گیا یعنی یہاں پایا دوبارہ اسوسطے جو اسکے کہ دو عقد واقع ہوئے ایک عقد سلم الیہ اور اسکے بائع میں اور دوسرا عقد سلم الیہ اور رب السلم میں اور دونوں عقد بشرط کیل میں یہاں حاصل نہیں لہذا صحیح نہیں اور اصل اسمیں

وہ حدیث ہے جسمیں بیع طعام سے نہی وارد ہوتا وتمثیلاً اسمیں دو صاع جاری نہوں ایک صاع بائع کا اور دوسرا مشتری کا اور محل حدیث وہ ہے جبکہ دو عقد مجتمع ہوں اور ایک عقد بیع ایک ہی بار پیمانہ کرنا کافی ہے اور قید کیل کی اتفاقی ہے تو یہی حکم ہے موزون اور معدود کا کذا فی الطحطاوی وصح لو کان الکر قرضا دام مقرضہ بکذا علی الاستیفاء اور اگر ایک کر قرض ہو اور اپنے مقرض کو وہ قبض کا کر دے تو صحیح ہو اسواسطے کہ قرض عادت دینا ہے نہ بدلنا ہم صورت قرض ہے کہ زید نے خالد سے ایک کر گیہوں قرض لیے پھر زید نے ایک اور کر گیہوں خریدکیے اور خالد کو اسپر قبضہ کرنیکا امر کیا ادائے قرض کے واسطے اور دوسری صورت یہ ہوسکتی ہے کہ دین اول سلم تھا پھر جب اسکی ادا آئی تو مسلم الیہ نے ایک شخص سے ایک کر گیہوں قرض لیے اور رب السلم کو امر کیا اسپر قبضہ کرنیکا مقرض سے تو جائز ہے کذا فی البحر لانہ امر المسلم الیہ بالتسلم بقبضہ لنفسہ ثم لنفسہ فتفعل فاکتفی بالمرۃ بین الوکیل المأمور چنانچہ قبض صحیح ہے اگر مسلم الیہ نے رب السلم کو امر کیا اپنی خریدی چیز کے قبض کا اسکے بائع سے اپنی ذات کے واسطے پھر اسکے امر کیا رب السلم کے واسطے قبض کرنیکا اور رب السلم نے ایسا ہی کیا اور اسکو دوبار پیمانہ کیا یعنی ایکبار مسلم الیہ نے قبض کے واسطے اور دوسری بار رب السلم کے واسطے تو یہ قبض صحیح ہوجائے گا یعنی بائع قبض عدم کیلئے مرتین تھا سو یہاں دو بار پیمانہ کرنے سے زائل ہوگیا امرہ المسلم الیہ ان یکیل للمسلم فیہ فی ظرف فکالہ فی ظل فرای فی وعاء رب السلم یعتبر اما لو حضرۃ فیصیر قابضا بالتخلیۃ او امر المشتری البائع بذلک فکالہ فی ظرفہ ظرف البائع لم یکن قابضا لعدم القبض بالکیل فی ظرف المشتری ما مر فانہ قبض لان حقہ فی العین فالاول فی الذمۃ رب السلم نے مسلم الیہ سے کہا کہ مسلم فیہ کو اپنے سیر ظرف میں سواسنے ناپ دیا اسکے ظرف میں یعنی رب السلم کے برتن میں رب السلم کی غیبت میں اور اگر رب السلم کے سامنے ناپ دیا تو وہ قابض ہوجائیگا بسبب تخلیے کے یا مشتری نے بائع سے کہا اسی طرح کے اپنے کو سواسنے ناپ دیا بائع کے ظرف میں تو وہ یعنی رب السلم اور مشتری اپنے حق کا قابض نہوا کیونکہ قبض بائع کے مشتری کے ظرف میں مشتری کے امر سے کہ وہ قبض ہے اسواسطے کہ حق مشتری کا عین جاہ میں ہے اور اول یعنی رب السلم کا حق ثابت فی الذمہ ہے ہم خلاصہ یہ ہے کہ یہاں سلم اور خرید میں فرق ہے کہ درصورت مذکورہ مشتری قابض ٹھیرا اسواسطے کہ مشتری کا حق شئی موجود میں ہے تو وہ مالک ہوگیا بمجرد عقد کے تو بائع اسکا وکیل ہوگیا اسکے ظروف میں بخلاف سلم کے اسواسطے کہ رب السلم کا حق ثابت فی الذمہ ہے سو اسکا مالک نہیں ہوسکتا بدون قبض کے پھر جب قبض صحیح نہ ٹھیرا تو مسلم الیہ بغیر ظرف ہوگیا اپنی ملک پر تو کہنے کے واسطے کیل الطعین ثم کیل الدین المسلم فیہ وجعلہما فی ظرف المشتری قبض یامرہ لتبعیۃ المدین للعین بیانہ کر زید خریدے عین کا پھر پیمانہ کرنا دین مسلم فیہ کا اور دونوں کا بھر دینا مشتری کے ظرف میں قبض ہے یا مر مشتری بسبب تابع ہونے دین کے عین کو ہم صورت مسئلہ یہ ہے کہ ایک شخص نے مسلم لیا گیہوں کے ایک کر میں پھر جیسا کی مدت تھی تو رب السلم نے مسلم الیہ سے ستین گیہوں بصرہ بائع کر کے خریدکئے پھر رب السلم نے مسلم الیہ کو ایک برتن دیا کہ دونوں قسم کے گیہوں یعنی دین اور عین میں بھردے تو اگر اسنے پہلے عین گیہوں کا پیمانہ کیا ظرف میں تو عین کا قابض ہوا کیونکہ اسمیں امر کرنا صحیح ہے اور دین مسلم فیہ کا بھی قابض ہوا تابع عین کے اور اگر پہلے دین کا پیمانہ شروع کیا تو عین اور دین کسیکا قابض نہوا کہ اسمیں امر کرنا صحیح نہیں ہے اور عین کا اسواسطے قابض نہ ٹھیرا کہ ملک کا خلط ہوگیا قبل تسلیم کے اور خلط امام کے نزدیک استہلاک ہے کذا فی الطحطاوی لمضمار دعلیہ ھو کیل الدین اولا کما لو کیلوہ قبضا وخیارہ بین نقض البیع والشرکۃ اور اسکے بالعکس یعنی پہلے دین کا پیمانہ کرنا قبض اور صاحبین کے نزدیک مشتری کو مختار کیا ہے نقض بیع اور شرکت میں ہم چونکہ خلط صاحبین کے نزدیک استہلاک نہیں لہذا مشتری مختار ہے چاہے بیع کو توڑ دے چاہے اتنے مال میں بائع کا شریک ہوجاوے اسلم امۃ فی کر بر وقبضت فتقایلا السلم فماتت قبل قبضہا بحکم لا قالہ بقی عقدہ کما لو قالہ او ماتت فتقالا لا یبطل المقبوض علیہ وھو المسلم فیہ وعلیہ قیمتہما یوم القبض فیہما فی المستلثین لانہ سبب الضمان لونڈی کا عقد سلم کیا ایک کر گیہوں میں اور لونڈی پر قبضہ ہوگیا پھر رب السلم اور مسلم الیہ نے سلم کا اقالہ کیا سو لونڈی مرگئی قبل اسکے کہ بحکم اقالہ وہ مقبوض ہو تو عقد اقالہ باقی ہے یا لونڈی پہلے مرگئی اسکے بعد اقالہ کیا تو اقالہ صحیح ہے بسبب باقی رہنے مقبوض علیہ یعنی مسلم فیہ کے اور مسلم الیہ پر لونڈی کی قیمت لازم ہے دونوں صورتوں میں وہ قیمت لونڈی کی جو یوم القبض تھی اسواسطے کہ قبض ہی بسبب ہے ضمان کا لہذا یوم القبض ہی کی قیمت معتبر ہوئی ہم صورت ثانیہ میں اقالہ اسواسطے صحیح ہوا کہ صحت اقالہ بقاء عقد پر معتمد ہے اور بقاء عقد مبیع کی بقاء پر ہے اسلئے کہ وہ

مقبوض

مقبوض ہو اور اسمیں کچھ شک نہیں کہ مبیع یعنی سلم فیہ سلم الیہ کے قبضہ سے باقی ہو تو ہلاک اور عدم ہلاک لونڈی کا سلم فیہ کو معدوم نہیں کرتا اور چونکہ لونڈی کا رد عین متعذر ہوا اسکی قیمت واجب ہوئی کذا فی النہر فالحکم فی المقایضۃ اور اسیطرح سلم کے مانند مکرہ کی مقایضہ میں حکم ہے یعنی اقالہ صحیح ہے خواہ دونوں عوض باقی ہوں یا ایک ہلاک ہو گیا ہو اسواسطے کہ بیع المقایضہ میں ہر عوض مبیع ہے من وجہ اور ثمن ہے من وجہ تو باقی مبیع قرار دیا جائیگا اور ہلاک ثمن بمنزلہ بجلاف الشرب بالثمن وھو لان الاقالۃ اصل فی البیع بخلاف خرید کرنے کے خمر سے دونوں صورتوں میں اسواسطے کہ لونڈی اصل ہی بیع میں مبیع یعنی اگر لونڈی کو مثلاً بزر دوم سے خرید کیا پھر لونڈی مرگئی بعد اقالہ قبل القبض کے تو اقالہ باطل ہو گیا یا اقالہ ہوا اسکی موت کے بعد تو صحیح نہیں اسواسطے کہ اس صورت میں لونڈی اصل ہی بیع میں کیونکہ وہ مبیع ہے اور مبیع ہلاک قبل القبض سے اقالہ ہی بخلاف مسئلہ سلم کے کہ وہاں لونڈی راس المال تھی نہ مسلم فیہ والحاصل جواز الاقالۃ فی السلم ولو ھلاک احد عوضیہ بخلاف المبیع اور خلاصہ یہ ہو کہ اقالہ جائز ہے سلم میں قبل ہلاک ہونے جاریہ کے اور بعد ہلاک ہونے کے بخلاف مبیع کے کہ اسمیں اقالہ جائز نہیں دونوں طرح سے ہلاک میں تقابلا المبیع وغیرہ فان بعد الاقالۃ من ید المشتری فان لم یقدر علی تسلیمہ للبائع بطلب الاقالۃ والمبیع بحالہ قدیہ بائع اور مشتری نے اقالہ کیا پھر غلام مبیع بھاگ گیا بعد اقالہ کے مشتری کے ہاتھ سے سواگر مشتری قادر ہو اسکی تسلیم پر واسطے بائع کے تو اقالہ باطل ہے اور مبیع بحال خود قائم ہو کذا فی العینی والقول لمدعی الجودۃ والاجل لانافی الوصف وھو الرخاء ۃ والاجل اور جیسے قول اقصمان اور تاجیل کے مدعی کا ہو نہ وصف اور اجل کی نفی کرنے والے کا قائم یعنی اگر ایک شخص کہے کہ مین نے دو دی یعنی ناقص شرط کیا ہو اور دوسرا کہے کہ مین نے کچھ شرط نہیں کیا تو مدعی کا قول معتبر ہو نہ نافی کا اور اسیطرح مدعی اجل کا معتبر ہو گا نافی کا اور رولوت یعنی نقصان یہاں بطور مثال کے ہو اگر ایک شخص مدعی ہو گا جودت کا اور دوسرا نافی ہو گا تو بھی ایسا ہی حکم ہو گا تاجیل عبارت ہے تقدیر اجل سے یعنی یہاں تاجیل سے اجل مراد ہو اور اجل عبارت ہے نہایت وقت سے کذا فی النہر والظاہر ہی والاصل ان من خرج کلامہ تعنتا فالقول لصاحبہ بلا تفاوت وان خرج خصومۃ ووقع الاتفاق علی عقد واحد فالقول لمدعی الصحۃ عندھما وعند ہ للمنکر اور مسئلہ سابقہ کا قاعدہ کلیہ یہ ہو کہ جسنے اپنا کلام بطریق تعنت سے نکالا تو دوسرے اسکے ساتھی کا قول معتبر ہو یا اتفاق امام و صاحبین کے اور اگر اسنے اپنا کلام بطریق خصومت کے نکالا اور اتفاق واقع ہو گیا ایک ہی عقد پر تو مدعی صحت کا قول معتبر ہو صاحبین کے نزدیک اور امام کے نزدیک منکر کا قول معتبر ہو ہم تعنت لغت میں اس سے عبارت ہو کہ انسان کو ملامت گرے جانے سے نکل نہ سکے لیکن یہاں تعنت سے مراد یہ ہو کہ اسکا منکر ہو جو اسکے حق مین نافع ہو تعنت کی صورت یہ ہو کہ رب السلم کہے کہ مین نے کچھ شرط نہیں کیا تو یہاں سلم الیہ کا قول اشتراط مین معتبر ہو گا اور چونکہ سلم فیہ راس المال پر عادت مین زائد ہوتا ہو تو رب السلم اپنی منفعت کا منکر ہوا اور اسیطرح سلم الیہ کا یون کہنا کہ مدت نہ تھی اور رب السلم مدت کا قائل ہو تو رب السلم کا قول معتبر ہو گا کہ سلم الیہ تعنت ہو اپنے حق کے انکار مین یعنی مدت مین اور خصومت کا کلام وہ ہو کہ اسے غیر چیز کا منکر ہو چنانچہ رب السلم کا یون کہنا کہ مین نے مدی شرط کیا تھا اور سلم الیہ کا کہ مین نے کچھ شرط نہیں کیا اور چنانچہ رب السلم نے کہا کہ اجل نہ تھی اور سلم الیہ نے کہا بلکہ اجل شرط تھی تو پہلی صورت مین رب السلم کا قول امام کے نزدیک معتبر ہو کیونکہ وہ مدعی ہے صحت کا اگرچہ دوسرا منکر ہو اور صاحبین کے نزدیک سلم الیہ کا قول معتبر ہو کیونکہ وہ منکر ہے صحت کا اگرچہ دوسری صورت مین امام کے نزدیک سلم الیہ کا قول معتبر ہو کیونکہ وہ مدعی صحت ہو اگرچہ دوسرا منکر ہو اور صاحبین کے نزدیک رب السلم کا قول معتبر ہو اگرچہ منکر صحت ہو صاحبینؒ نے کما مر اختلاف کیا ہو امام کے نزدیک دونوں صورتون مین یعنی اختلاف صاحبین مدعی صحت کا قول معتبر ہو اور صاحبین کے نزدیک منکر کا قول لانہ الموافق لاصل العقد کما مناسبتا فالقول لمدعی الصحۃ عندہ وعندھما لمنکرھا کذا فی الطحطاوی یعنی شارح نے امام کا قول صاحبین کی طرف نسبت کیا اور صاحبین کا امام کی طرف نہر الفائق مین بھی امام اور صاحبین کا مذہب کی مانند مصرح ہو طحطاوی نے اسی سے نقل کیا ہو پر اتفاق ہوا چنانچہ اس مقام مین ہو سواسطے کہ سلم عقد لازم ہو کیونکہ سلم بلا مدت بھی سلم فاسد ہو دوسرا عقد نہین بخلاف اختلاف مضاربت کے کہ اگر وہ فاسد ہو گی تو اجارہ ہو گا اور دوسری صحت شرکت متحقق ہو گی ولو اختلفا فی مقدارہ فالقول للطالب مع یمینہ لانکار الزیادۃ اور اگر عاقدین نے اختلاف کیا مدت کی مقدار مین تو طالب یعنی مدعی اقل کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہو کیونکہ وہ زیادت کا منکر ہو ہم طالب سے مراد رب السلم ہو جو اقل مدت کا مدعی ہو وان برھنا قضی

بینۃ المطلوب علی المسلم الیہ لانہا الزیادۃ اور دونوں میں سے جو گواہ لاویگا تو مقبول ہونگے اور اگر دونوں گواہ لاوینگے تو مطلوب یعنی مسلم الیہ کے گواہ زیادہ راضی گا
حکم ہوگا بسبب ثابت کرنے زیادت کے یعنی زیادت عدل کے وان اختلفا فی مضیہ فالقول للمطلوب علی المسلم الیہ بیمینہ الا ان یبرہن الاخر وان برہنا
فبینۃ المطلوب اور اگر دونوں نے اختلاف کیا مدت کے گذر جانے میں تو مطلوب یعنی مسلم الیہ کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا جو کہ دوسرا گواہ لاوے اور اگر دونوں گواہ لاوین
تو مطلوب کے گواہ مقبول ہونگے ولو اختلفا فی السلم حالفا استحسانا فتح اور اگر دونوں سلم میں اختلاف کرین یعنی ایک شخص عقد سلم کا مقر ہو اور دوسرا مدعی ہو تو دونوں
قسم کھاوین بطریق استحسان کے کذا فی الفتح والاستصناع ہو طلب عمل الصنعۃ اور استصناع عبارت ہو طلب عمل صنعت سے یعنی کوئی چیز بنوانا عام ہے اس سے کہ
وہ بیع شرع میں استصناع یہ ہو کہ صانع یعنی کاریگر چنانچہ موزہ گر کہ اکثر کاریگر یا مثلاً چمار جوتا یا موزہ یا کفش وغیرہ یا اپنی کچھ چیز جیسین اتنا سودا ہوا اور زن سکا
اتنا اور شکل ایسی ہوتی قیمت کو بتاوے خواہ قیمت دے یا نہ دے اور صانع اسکو قبول کرے کذا فی الجوہرۃ یقبل ذکر علی سبیل الاستعجال والا فہو اصیر
سلما سلم فعند شرائطہ استصناع سلم ہوگا اگر ایسی مدت علی سبیل الاستعجال نہ کورہو بطریق استعجال کے اسواسطے کہ بطریق استعجال کے مدت ذکر کرنے سے استصناع
سلم نہیں ہوجاتا جب جب استصناع سلم ہوگا تو شرائط سلم کی معتبر ہونگی یعنی قبض قبل الافتراق اور عدم خیار وغیر ذالک ہم اگر استصناع عین سلم کی مانند نہ ہو جیانچہ
ایک بیع ہے یا زیادہ تو وہ امام کے نزدیک سلم ہوگا بالتفصیل اور اگر مدت سلم کے لائق نہیں تو وہ استصناع ہوگا اگر ایسی تعامل خلق جاری ہو اور اگر تعامل نہیں تو وہ استصناع
فاسد ہوگا اگر مدت علی سبیل الاستعجال مذکور ہو اور اگر مدت علی وجہ الاستعجال مذکور ہو بہر طریقہ کہ آسانے کہا ہو کہ صانع اپنے عمل سے کام فراغت کرے یا بیرشوا تو یہ استصناع صحیح ہوگا
کیونکہ یہ مدت فراغ کے واسطے ہوتی ہے آخر مطالب کے واسطے شرح زیلعی وغیرہ میں کہ کورہوا اور مصنف کا کلام اس مدت میں موضوع ہے جو سلم کے لائق ہو تو معلوم ہوا کہ اس شارح کا
کلام اپنے محل پر نہیں کذا فی الطحطاوی دریافت کرنا چاہیے کہ استصناع بطریق قیاس جائز نہیں اور یہی قول ہے زفر اور شافعی کا اسواسطے کہ وہ اجارہ نہیں ہوسکتا کیونکہ استیجار
عمل پر ہوتا ہے جو کہ ملک میں ہو جائز نہیں چنانچہ اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ تو اپنا طعام تحا ہمارے اس مکان سے وہاں تک اتنی اجرت پر یا اپنا کپڑا لیکر فلانی جگہ تک مزدوری پر دیدے
صاحبین نے کہا کہ اول یعنی جیسین تعامل جاری ہے وہ استصناع ہے سلم وبہ نعامل الناس کفی وتمامہ وطست بہملۃ وذکر فی الغرب انہ بالثین
المعجمۃ وقد یقال طشوت بمعجۃ الا استصناع اور بدون مدت کے جیسین سموال لوگون کا جاری ہے چنانچہ موزہ اور آفتابہ اور طاس میں استصناع صحیح ہے شارح نے کہا
طست بسین مہملہ اور مغرب میں کہ شین معجمہ ذکر کیا ہے اور کہا ہے اسکو طشت بھی بولتے ہیں مصباح میں طس بسین مشددہ تھا ایک سین کو تا سے مبدلہ فوقانیہ سے
بدل الاول او طشوت جمع ہے طست کی تو اگر شارح یوں کہتا والفعل فی جمیعہ طشوت تو ٹھیک ہوتا کذا فی الطحطاوی بیعا لا عدۃ علی الصحیح ثم فرع علیہ بقولہ استصناع
صحیح ہے بطریق بیع بطریق وعدہ بقول صحیح یہ صنعت نے اسکو بیع ہونے پر تعریف کی اپنے قول کی اپنے آئندہ قول سے فیبیع الصانع علی عملہ لا یرجع الا مرجعہ ولو کان عدۃ فلما لزم
تو کاریگر پر زبردستی کیجائیگی اسکے بنانے پر اور جو نافرمانی کرے تو اس سے پھیر نہیں سکتا اور اگر استصناع وعدہ ہوتا بیع تو صانع پر جبر اور پھیر عدم رجوع لازم ہوتا والمبیع ہو
العین کالعمل خلافا للزفری واستصناع عین بیع خود وہ شی مصنوع ہے نہ عمل اسکا برخلاف ابو سعید بردعی کے فان عامۃ الصانع المصنوع غیر یاد مصنی علیہ
قبل العقد فاخذہ محولو کان المبیع عملہ لما صح تو اگر کاریگر نے غیر کی بنائی چیز لایا اپنا صنوع لایا جیسے قبل عقد کے بنایا تھا سو اسنے اسکو لیا تو صحیح ہے اور اگر
کاریگر کا عمل مبیع ہوتا تو اسکا لینا صحیح نہ ہوتا وکا یتعین المبیع لہ ای للامر بالاصالۃ فتح بیع الصانع لمصنوعہ قبل رؤیۃ امر ہو لو تعین لما صح بیعہ اور

بیع ستین بتین ہو جاتی آمر کے واسطے بدون اسکی رضامندی کے تو صحیح ہو جاتی الناکا ریگر کا اپنی بنائی چیز کو قبول کیجئے اسکا مر کے اور اگر بیع اسکے واسطے ستین ہوتی تو اسکا بنانا درست نہوتا ولہ ای للامر اخذہ وترکہ بخیار الرؤیۃ ومفادہ انہ کخیار الصانع لہذا قولہ الصانع لہ فلو کلا صح نہر اور اسکو یعنی آمر کو اسکے لینے نہ لینے میں اختیار ہو بسبب خیار الرویۃ کے اور مفاد اس کلام کا یہ ہوا صانع کو اختیار نہیں بعد دیکھنے اس شخص کے جسکے واسطے وہ چیز بنائی گئی اور یہی قول اصح ہے کذا فی النہر ولم یصحح مقابلہ لا یعمل فیہ کالثوب الا باجل کما مر اور مستصنع صحیح نہیں آسین جسکے بنوانے کا لوگوں میں رواج نہیں چنانچہ کپڑے سین کر مدت معلوم کے واسطے جیسا کہ باب السلم میں مذکور ہو چکا یعنی جسمیں تعامل نہیں آسین فرمائش صحیح نہیں بلا ذکر مدت پھر جب مدت مذکور ہو گئی تو وہ عقد سلم کی طرح ہو گیا اور اگر مدت بیع شرط سلم کی لازم ہو گی کذا فی الطحطاوی ہم یا فصل ہندوستان میں بہت کتب کثرت رائج ہو اور اکثر سود اگر اور اہل صنعت اور کتابیں چھپواتے ہیں تو ظاہر یہ استصناع صحیح ہو خواہ کاغذ قیمت پیشگی دیجاوے یا بعضہ کچھ نہ دیجاوے مگر فرمائش میں یہ ذکر ضرور ہو کہ ایسا کاغذ ہو اور اوراق کا عرض وطول اور خط ایسا اور تعیین اعداد نسخ اور تعیین مقدار منقول عنہ وغیرذالک صاحب فرمائش کو بدون بے اخذ وترک مرجع چھاپنے والے کو قبل وقت صاحب فرمائش کے بیع کتب میں اختیار ہو اور اگر شرط السلم سین مرعی ہو ان تو صورت میں عقد سلم منعقد ہو گا واللہ تعالی اعلم وان لم یضرب مثلا ان ذکر لاجل علی وجہ الاستعمال وان للاستعمال کعلی ان نقرء غدا فکان صحیحا اور اگر مدت سلم کی لائق نہو یعنی مہینے سے کم مدت ہو تو استصناع فاسد ہو گا اگر مدت علی وجہ الاستعمال مذکور ہو اور اگر استعمال کے واسطے مدت مذکور ہو چنانچہ آمر کا صاف سے یوں شرط کرنا کہ عمل سے کل تک فراغت ہونا تو یہ استصناع صحیح ہو گا کما فی الطحطاوی نے کہا یہ تو بیع ہو گی نہ وعدہ الی آخر ما تقدم کیونکہ یہ مدت بمنزلہ اجل کے ہو فرع سے لقمہ شاخ کا السلم فی الثیاب کالخیاطی ما فی احکام قولہ احکام الفتاوی ولو جعل الثوب اجرۃ لا یجوز لانہ لیس بمثلی لان الناس عملت فیہ وکذا کل ما لا یجوز السلم فیہ فلا یجب فی الذمۃ حتی لو کان عینا جاز عقد سلم وشاب طب مین جائز نہیں اسواسطے کہ جواہر الفتاوی کی کتاب الاجارہ مین مذکور ہوا کہ اگر دوشاب مذکور کو اجرت قرار دینا جائز نہیں اسواسطے کہ وہ مثلی نہیں کیونکہ لوگ نے آسین بنانا عملا کیا ہوا اور اسواسطے سلم آسین جائز نہیں حسن فی الذمہ نہو گا تاہم اگر آسین موجود ہو یعنی بیع حاضر ہو تو جائز ہو کیونکہ ابو حنیفہ آسین بھی کھانہیں ہم ویس بالکر کیونکہ آسین عبارت ہر عمل قرار سے سلم آسین ہے اسواسطے جائز نہیں کیونکہ اگلا فرمحتمل ہو جاوے گا یہ جلنے سے بہت گا رہا ہو اور گاہے پتلا تو اسکی صفت کا ضبط کرنا ممکن نہیں خانیہ میں ہے کہ آسین تابیر آگ کی بھٹی گرم ہونی ہو اگر زیادہ اور کم ہو تو کمی بیشی ہو جاوے کذا فی الطحطاوی قلت وسیجئ فی الغصب لان الرب والعطر واللحم والفواکہ والصابون والعصفر الرطب والجلد والصرم دبغ محلول بتمر یلحظ فیہ ما یلحظ فی الخل وبیع الکتاب المنسوب کربع قطر او گوشت او کپڑا او بالوان کسرخ او زرد او چرمی او کھال او گیہوں جدید قدیمہ والی مرین مین مثلی نہین سکو یا یہ رکھنا چاہیے ہم شاخ کا سلطیق ہو کہ جب شمار مذکورہ قیمی ہین تو ان مین عقد سلم جائز نہین طحطاوی فحما باب السلم مین کہ رہے ہین جیسا ہی جو خرنوب سے نکلے اور قطر ایک قسم ہر عسل قصب سے اور محشی مذکورہ کے کتاب الغصب مین کہا کہ رب عبارت ہی ہر پھل کے پچوڑے پانی کا بعد جوش کے اور قطر مصر کے عرف مین وہ ہی جو شکر سے نکلے بحر الجواہر مین کہا کہ اصطلاح الطبا مین رب عبارت ہی اس پانی سے جو نباتات اور ثمرات سے پچوڑا جاوے پھر گاڑھا کیا جاوے اگے جو ثمر یہ یا اقاقیا مین ملکر

باب المتفرقات

من البیوع ہذا وعبر فی الکنز بمسائل منثورۃ وقلد ربما بمسائل شتی فی الحظر واحد کذا یہ باب ہو اون مسائل کے ذکر مین جو اپنے ابواب سے متفرق ہین اور کنز مین اس باب کو مسائل منثورہ اور درر وغرر مین مسائل شتی سے تعبیر کیا ہو اور تعبیر غنیہ کا مطلب ایک ہی ہو ہم عادت فقہاء ہو کہ جو مسائل کہ ابواب متعدد مین چھوٹ گئے اور اپنے مواضع مین مذکور نہوئے تو اون سبکو یکجا ذکر کر دیتے ہین اور انکو اسماء متفرقہ سے کسی ایک نام کر مسمی کرتے ہین اشتری قردا او فرسا من حرث لاجل استیاسل اصلہ کاقتلہ وکا یعمن مثلہ وقیل بخلافہ بعضہ دیعمن قفیہ خرید کیا بیل گھوڑا یا خچر یہ سبکی کاٹ کے جی لگنے کے واسطے تو یہ بیع صحیح ہین اور اسکی کچھ قیمت نہین اور اسکے تلف کرنیوالے پر تاوان نہین اور قول ضعیف اسکے برخلاف ہو یعنی بیع صحیح ہو اور متلف پر ضمان ہو کذا فی القنیہ وہم جب کہ بقول صحیح اسکی بیع صحیح نہین تو اسکا خرید کرنا حرام ہوا اور متلف پر ضمان ہو اسواسطے نہین کہ متمولات ہو درفی الجنس عن ابی یوسف یجب ذبح اللعبۃ وان یلعب بہا الصبیان اور مجتبی کی کتاب الحظر

کے آخر میں ابو یوسف سے روایت ہے کہ کھوپے کی بیع اور اس کا کھانا جائز ہے ہم طحاوی نے کہا کہ طرز بیان اس پر دلالت کرتا ہے کہ یہ قول بھی ضعیف ہے وھو مقتضی الکتاب والسنۃ والمعقول اما الکتاب فقولہ تعالیٰ حرمت علیکم المیتۃ والدم ولحم الخنزیر وھو الحرام للانتفاع بھا وبجلدھا کما قدمناہ فی البیع الفاسد اور صحیح یہ ہے کہ کتے کی اگرچہ قابل تعلیم ہو اور چیتے اور ساتھی اور سدھلے اور درندوں کی بیع انکی باقی اقسام کے ساتھ یہاں تک کہ ہاتھی کی بھی بیع جائز ہے اور سباع درندوں پرندوں کی خواہ وہ معلم ہوں یا نہ ہوں سوائے سور کے اور یہی قول صحیح کا مختار ہے لیکن ہدایہ نے کہا ہے اور انکی کھالوں کی بیع چنانچہ ہم اسکو بیع فاسد میں پہلے ذکر کر چکے ہیں ہم امام شافعی کہتے ہیں کہ یہ بیع کلب صید کی بیع کے ساتھ ملحق جائز نہیں بدلیل حدیث صحیحین کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے نہی فرمائی ثمن کلب اور زانیہ کی خرچی اور کاہن کی شیرینی سے لیکن ابو حنیفہ نے اپنی سند میں بیشم سے عن عکرمہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہ کی قال رخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی ثمن کلب الصید یعنی حضرت نے رخصت دی کلب شکاری کی ثمن میں اور سند اس حدیث کی جید ہے اسوسطے کہ ابن حبان نے ذکر کیا ہے کہ یہ ثقات البیع ہے وھو مامہ فی فتح القدیر والتسخیر بالقرد وان کان حراما لکن یمنع بیعہ بل کرہ کبیع الصغیر وھو ما نبذ اور سخر اپن کرنا بندر سے اگرچہ حرام ہے مانع اسکی بیع کا نہیں بلکہ اسکی بیع مکروہ ہے چنانچہ انگور کا چوزا پانی بچا شراب بنانے والے سے کذا فی شرح وہبانیہ **فرع** مسئلہ ملحقہ شاہ کا لا یبیع انعاد کلب لاحرث فیھا او غیرہ لما یاسی شاہ ان السلم یعنی لائق نہیں کتے کا پالنا اور رکھنا اگرچہ کھیت اور غیرہ کے خوف سے تو کچھ مضائقہ نہیں اور رکھنے کے مانند باقی درندے ہیں کذا فی النھر یعنی ہم یعنی کتے کا نہ رکھنا جائز نہیں اگرچہ کھیت وغیرہ کے خوف سے بدلیل حدیث صحیح من اقتنی کلبا الا کلب صید او ماشیۃ نقص من اجرہ کل یوم قیراطان کذا فی الفتح یعنی جو کتا رکھے گا سوائے شکار اور مویشی کے کتے کے ثواب سے ہر روز دو قیراط گھٹتے جاوینگے واذا قتناہ لصید او حراسۃ ماشیۃ ودرم اجماعا اور جائز ہے کتے کا پالنا شکار اور کھیتی کی اور کھیت کی حفاظت کے واسطے بالاتفاق کما صحح بیع خز حمام کتیں جیسے کبوتر کی بہت بیٹ کی بیع صحیح ہے طحاوی نے کہا کہ بہت بیٹ سے شاید مراد ہو جسکی قیمت ایک پیسہ ہو اسوسطے کہ یہ اقل قیمت بیع ہے وصحح ھبتہ قلنیہ اور صحیح ہے اسکا ہبہ کرنا کذا فی القنیہ وادنی القیمۃ التی تشترط لجریان البیع فلس وکرۃ وقیمت جو جائز ہے بیع کی شرط ہے ایک پیسہ ہے ولو کانت کسرۃ خنزیر کا بیع جز تنبنہ اور قیمت اگر ٹکڑا ہو روئی کا تو جائز نہیں کبقیا فی القنیہ یعنی اگر ٹکڑا روئی کا پیسے کے مساوی ہو تو بیع جائز نہیں کذا فی الطحطاوی کما لا یجوز بیع ھوام الکار من الحنانا من القاقذ والعقارب والوزغ والحیۃ چنانچہ جائز نہیں ہیں کیڑے مکوڑے مانند خناقش اور سیہ اور بچھو اور چھپکلی اور گوہ کے ہم خناقش جمع خنفسار کی بصیغہ جمع سیمو ساکن نون فتح فاکر سیاہ کیڑا ہے گندہ بو سوئے جعل کے فارسی میں اسکو سرگین غلطان کہتے ہیں طحطاوی نے کہا خبیث ہیں جو کہ علق یعنی کیڑی اور جو اسکی بیع جائز ہے بقول صحیح اسوسطے کہ لوگ اسکو ان جانتے ہیں اور خون نکالنے کے سلسلے میں اسکی عرف صاحب ہو ولا ھوام البحر کالسرطان اور جائز نہیں دریا کے کیڑوں کی بیع مانند کیکڑے وغیرہ کے ہم چونکہ جائز ہے انکا مارجانا نفع پر ہو اور کیڑوں سے فائدہ لینا حرام ہے لہذا انکی بیع جائز نہوئی کذا فی الطحطاوی عن قہستانی وکل ما فیہ سوی سمک وجوز فی القنیۃ بیع مالہ ثمن کسفنقور وجلد حزوجمل لماء لو جیادا طاق الحمس الجواہر اور جو جانور کہ دریا میں ہیں سوائے مچھلی کے انکی بیع جائز نہیں اور قنیہ میں جائز کہا ہے اسکا جیسا جو شمس والی چیز ہے چنانچہ سفنقور اور کھال خرگوش اور پانی کا اونٹ بشرطیکہ زندہ ہو اور جس نے اسکے جواز بیع کو مطلق کہا ہے یعنی بلا قید حیات ہم سفنقور جانور ہے گوہ کے مانند دریا میں نیل کے کنارے پر تقویت اباء میں ہے مثل ہما اور خرگوش خاء معجمہ اور زاء معجمہ شدہ دریائی جانور ہے اسکے صوف سے کپڑا بنایا جاتا ہے بحر الجواہر میں ہے کہ صاحب قنیہ نے کہا کہ خرجانور ہے جسکا صید بدیہ ہے صاحب مغرب نے کہا خرجانور کا نام ہے پھر یہ نام اس کپڑے کا ہو گیا جو اسکے صوف سے بنا جاتا ہے وجوز ابو اللیث بیع الحیات ان انتفع بھا کالادویۃ کالا دویۃ فی البدائع بانہ مفید یباح الانتفاع بہ کالسرجین شہا کالبیع کالانتفاع بہ للتداوی کالخمر فلا نفع لھا حتی تخلل شرح المجمع اور فقیہ ابو اللیث نے سانپوں کی بیع کو جائز کہا ہے اگر اسکے فائدہ حاصل ہو دواؤں میں جیسا تریاق فاروق وغیرہ میں اور اگر فائدہ نہیں تو بیع جائز نہیں اور اسی قول کو بدائع میں لکھا ہے اسطرح کہ یہ کلام مستاصل اور درست نہیں اسوسطے کہ جو چیز خریز عاً حرام ہو اسسے فائدہ لینا الطریق دوا کے جائز نہیں تو اسکی بیع کے شروع کرنے کی حاجت واقع نہیں ہوتی ہم کتاب الطہارۃ میں مذکور ہو چکا

سلہ نوعی ان جانور سیاہ آبی ۱۲

سلہ جز دوم میں لفظ خنافس سہو کاتب ہے صحیح خناقش ہے سرگین غلطان کا نام ہے بندر زندہ بیچنا جائز ہے مگر بندر بھی بکتا ہے ۱۲

ہو چکا کہ حرام چیز سے اگر سوءِ ہضم علاج کرنا جائز ہو جبکہ اسی میں شفا معلوم ہو اور کوئی دوا اسکے قائم مقام نہ ہو کے تو فریق میں ائمہ ثلاثہ یہ کہتے ہیں کہ قول فقیہ حرمت اس صورت پر محمول ہے جبکہ شفا سانپ کے استعمال میں سمجھ معلوم ہو اور بدائع کا قول اس صورت پر محمول ہے جبکہ سانپ کے بدل دوسری دوا ہو سکتی ہو واللہ تعالیٰ اعلم دیکھو

بیع دھن نجس ای متنجس کما قدمناہ فی البیع الفاسد اور جائز ہے بیع نجس تیل کی نجس سے مراد متنجس ہے کہ بالذات نجس نہیں نجاست کے پڑنے سے پاک چیز

چنانچہ ہم اسکو مسائل بیع میں بیع فاسد کے باب میں متقدم ذکر کر چکے ہیں متنجس کی قید سے مردار اور سور کے تیل سے احتراز ہو گیا ویلتفع بہ للاستصباح فی غیر مسجد کالمن اور فائدہ لیا جاوے روغن متنجس سے چراغ روشن کرنا اس مکان میں جو مسجد کے سوا ہو چنانچہ کتاب الطہارۃ میں گذر گیا واللذمی کالمسلم فی بیع کلھن دسلم دربارہ غیرھا اور کافر ذمی مسلم کے مانند ہے بیع میں چنانچہ خمر اور سلم اور ربا وغیرہ میں ہم ذمی مسلم کے مانند سوائے ہوا کہ مکلف جاہتند ہو تو جو چیز مسلم کو جائز ہیں وہ اسکو بھی جائز ہے اور جو مسلم کو جائز نہیں وہ اسکو بھی جائز نہیں سوائے مستثنیات آئندہ کے غیر الخمر والخنزیر وبیعتہ لم تمت حتف انفھا بل بفعل حتف او ذبح صحیح وسی فانھا کالخنزیر وقد امرنا بترکھم مایدینون بیع میں ذمی مسلم کے مانند ہے سوائے شراب اور سور اور اس مردار جانور کے جو خود بخود نہیں مرگیا بلکہ گلا دابنے یا مجوسی کے ذبح کرنے سے مراد کہ وہ سور کے مانند ہو اور ہم مامور ہیں انکے عدم تعرض پر اور انکے معتقدات کے ترک پر ہم شارح نے اس قول سے اشارہ کیا کہ اہل اسلام کا عدم تعرض ان اشیاء میں اسواسطے نہیں کہ یہ چیزیں انکے حق میں شرعاً مباح ہیں چنانچہ بعضے سمجھے ہیں بلکہ حرمت انکے حق میں بھی ثابت ہے کیونکہ یہ قول صحیح کفار مخاطب باحکام شرعیہ ہیں لیکن وہ اشیاء مذکورہ کی بیع سے روکے نہیں جاتے کیونکہ وہ انکی حرمت کے معتقد نہیں اور ہم مامور ہیں انکے اعتقادات کے عدم تعرض پر وصح شراءہ ای الکافر کما قدمناہ فی البیع الفاسد عبداً مسلماً او مصحفاً او شقصاً منھما اور صحیح ہے کافر کو خرید کرنا مسلمان غلام کا اور مصحف شریف کا یا دونوں میں سے کچھ حصہ یعنی ربع یا نصف غلام یا مصحف چنانچہ ہم اسکو بیع فاسد میں ذکر کر چکے ہیں ویجبر علی البیع اور کافر پر جبر کیا جائیگا بیع و اٹھنے پر یعنی اگر کافر غلام مسلم یا مصحف مجید کو خرید کرے تو مالک ہو گا لیکن حاکم زبردستی اس سے بکوا ڈالے کیونکہ خدمت سے غلام مسلم کی ذلت ہوتی اور مصحف کی بے ادبی کا خوف ہے ولو المشتری صغیرا اجبر علیہ ولیہ فلم یکن قام للقاضی لہ ولیاً اور اگر کافر مشتری صغیر ہو تو بیع پر اسکا ولی جبر کیا جاوے اور اگر صغیر کا کوئی ولی نہ ہو تو قاضی اسکے واسطے ولی قائم کرے تاکہ اسپر بیع میں زبردستی کیجائے ولکن لو اسلم عبدہ ویتعہ طفلہ اور اسپر جبر کیا جائیگا بیع میں اگر کافر کا غلام مسلمان ہو جاوے اور غلام کا لڑکا غلام کا تابع ہو گا اسلام میں ولو اعتقہ او کاتبہ جاز فان مجنی اجبر لیقضی اور اگر کافر نے غلام مسلم کو آزاد کر دیا یا اسکو کاتب کیا تو جائز ہے پھر اگر کتابت سے عاجز ہو گیا تو اسکے مالک پر بھی جبر کیا جائیگا بیچ ڈالنے کے واسطے ولو دبرہ او استولدھا صحیحا فی قیمتھما اور اگر کافر نے مسلمان غلام کو مدبر کیا یا مسلمان لونڈی کو اپنا ام ولد بنایا تو دونوں محنت مزدوری کر کر اپنی قیمت کے ادا کرنے تک بیچ جبر ضرباً لو طیئہ مسلمۃ وذلک حرام اور ذمی مستولد لونڈی کو اپنا ام ولد بنا لیوے مار کوٹ کر مسلمان لونڈی کے جماع کرنے سے اور یہ وطی حرام ہے فرع مسائل متعلقہ شارح کا من عادتہ شراء المرحان یجبر علی بیعہ دفعاً لفساد ونحو وغیرہ وکذا لو حرم اختصیاد او بیع سالہ لونڈوں کا خرید کر اخصی بنانا جسکی عادت ہو تو اسپر جبراً بیع پر جبر کیا جاوے دفع فساد کے واسطے کذا فی النہر وغیرہ اور اسیطرح جس محرم نے شکار کیا تو اسکے چھوڑ دینے کا حکم کیا جاوے ولو اسلم مقرض الحل سقط قرض المستقرض فوراً ولو اقرض خمراً او خنزیراً ثم اسلما او احدھما سقط کہ شراب کا قرض دینے والا مسلمان ہو گیا تو شراب ساقط ہو گئی یعنی اسواسطے کہ شراب کا قبضہ کرنا مسلم کو متعذر ہے اور اگر قرض لینے والا مسلمان ہو گیا دور رہو تبیین میں ایک روایت امام سے سقوط شراب کی ہے اور دوسری روایت ادائے قیمت کی اور یہی قول ہے محمد کا کذا فی الطحاوی وطی ذوجۃ کامۃ المشتراۃ التی انکحھا مشتریھا قبل قبضھا بشرط قبض المشتری بضعھا بتسلیطہ فصار فعلہ کفعلہ جماع کرنا لونڈی کے شوہر کا جس خریدی لونڈی کا نکاح کر دیا اسکے مشتری نے اسکے قبضہ کرنے سے پہلے قبضہ ہوا اسکے مشتری کا بسبب حاصل ہونے جماع کے مشتری کے مسلط کرنے سے تو اسکے شوہر کا فعل مشتری کے فعل کے مانند ہوا لان نکاحھا استخدامہ فقط اسکا نکاح کر دینا اور والی نے وجہ قبض ہے مشتری کا بطریق استحسان کے فلو انتقض البیع قبل القبض بطل النکاح فی قول الثانی

المختار تو اگر بیع ثابت گئی قبض سے پہلے تو نکاح باطل ہو گیا ابو یوسف کے قول میں اور یہی مختار ہے وقید الکمال بما اذا لم یکن بطلانہ بموت فلا یرد قبل القبض لم یبطل النکاح وان بطل البیع فیلزم المہر المسمی اور بطلان نکاح کو کمال الدین نے مقید کیا ہے اس قید سے جبکہ بطلان بیع عورت کی موت سے نہ ہو اور اگر بیع کا باطل ہو جانا اسکی موت سے ہو قبل قبضہ کرنے کے تو نکاح باطل نہ ہوگا اگرچہ بیع باطل ہو گئی تو اسکے زوج پر مہر دینا مشتری کا لازم ہوگا مشتری کے واسطے مہر کا لازم ہونا فتح القدیر میں کور نہیں ہے شارح نے اسپر اعتراض کیا ہے کہ یہ کیونکر ہوگا کہ لونڈی تو ہلاک ہو بائع کے مال سے اور مہر کا مالک مشتری ہو جائے حالانکہ قول امام یہ ہے کہ نصف بدلے نقصان کی ہو کذا فی الطحطاوی اشترى شيئا منقولا اذا العقار لا يبيعه القاضي فغاب المشتري وفي الفهم ونقد الثمن عنه صح وفر قام بائع بغير بينة انه باعه منه لم يبع في دينه كما كان ذهابه اليه وان جهل مكانه بيع المبيع لمن باعه القاضي او مامور القاضي واحق الثمن ما خلص وسكر للغائب ان نقص بيعه الباقي لو اذا طلقها خرید کی چیز منقول اور مشتری قبل قبض اور قبل ادائے ثمن کے غائب ہو گیا بنیت سعروفی یعنی اسکا مکان معلوم ہو اور اسکے بائع نے گواہ قایم کیے اسپر کہ اسنے اسکو بیچا شخص غائب کے ہاتھ تو وہ چیز اسکے دین میں نہ بیچی جائیگی اسواسطے کہ بائع کا جانا مشتری کے پاس ممکن ہو اور اگر مشتری غائب کا مکان معلوم نہو کہ گمان ہو تو بیع بیچی جاویگی یعنی قاضی اسکو بیچے یا غائب کا مامور بیچے بر عایت حال غائب کے اور ثمن بائع کو ادا کرے اور جو ثمن سے زیادہ ہو تو اسکو غائب کے واسطے رکھ چھوڑے اور اگر ثمن سے کم ہو تو بائع اسکا پیچھا کرے جبکہ اسکو پاوے شارح نے کہا چیز منقول کی قید اسواسطے لگائی کہ زمین کو قاضی نہ بیچ سکیگا اور اگر مشتری غائب ہو البتہ قبض کے تو قاضی بائع کی نالش سنے گا کیونکہ بائع کا حق بیع سے متعلق نہ رہا اور مبیع کے ساتھ مرہون ہو یعنی اگر اس بیع میں شفعہ غائب ہو گیا اور مرتہن نے اپنے دین کے واسطے بیع مرہون کی نالش کی قاضی کے پاس تو لائق ہے کہ بیع اسکی جائز ہو کذا فی الطحطاوی عن جامع الفصولین وان اشترى اثنان شيئا وغاب احدهما فللحاضر دفع كل ثمنه ويجبر الباقي على قبول الكل ودفع الكل للحاضر اور اگر دو شخصوں نے ایک چیز خرید کی اور انمیں سے ایک شخص غائب ہوا یعنی اسطرح پر کہ اسکا مکان معلوم نہیں کذا فی النہر تو شخص حاضر کو اسکا کل ثمن دینا جائز ہو اور بائع پر زبردستی کیجائے کل ثمن کے قبول کرنے پر اور حاضر کو کل مبیع کے دینے پر وله قبضه وحبسه عن شريكه اذا حضر حتى ينقد شريكه الثمن بخلاف احد المستاجرين اور حاضر کو جائز ہے مبیع پر قبضہ کرنا اور اسکو روکے رکھنا اپنے شریک سے جبکہ وہ سفر سے آوے یہاں تک کہ اسکا شریک ثمن ادا کرے بخلاف احد المستاجرين کے یعنی اگر ایک ستاجر غائب ہوا قبل نقد اجرت کے سود و سرے ستاجر حاضر نے سب اجرت دی تو اسکو حبس کرنا اور اجرت جائز نہیں والفرق للبائع حبس المبيع لاستيفاء الثمن فكان مضطرا بخلاف الاجر اور فرق بیع اور اجارہ میں یہ ہے کہ بائع کو حبس کرنا مبیع کا پورا ثمن لینے کے واسطے جائز ہے تو مشتری حاضر مضطر ٹھہرا بملاحظہ موجر کے حق یعنی جبکہ بائع کو حبس مبیع کا اختیار ہوا تو مشتری حاضر کو اپنے ملک سے فائدہ لینا ممکن نہیں بدون ادا کرنے جمیع ثمن کے تو حاضر مضطر ٹھہرا اور مضطر کو رجوع ثمن کا اور حبس مبیع کا اختیار ہے بخلاف احد المستاجرين کے غائب ہونے کے کہ اگر مستاجر حاضر نے سب اجرت دیدیا تو وہ متبرع ہوگا پس مضطر ہوا سطے کہ موجر کو حق کا استیفاء اجرت کے واسطے جائز نہیں کذا فی النہر اللہم الا اذا شرط تعجيل الاجرة خداوندا مگر جبکہ تعجیل اجرت بشرط ہو یعنی درصورت شرط تعجیل اجارہ کے حکم بیع ہوگا یہ کشف ہے صاحب نہر الفائق کی نرد ثبت اذهب ياع شيئا يالف مثقال ذهب وفضة تصفا به اى يا لمثقال فيحسبانه مثقالا من كل منهما لعدم الاولوية کوئی چیز بیچے سونے اور چاندی کی ہزار مثقال سے تو سونا اور چاندی نصف نصف ہونگے مثقال سے تو یا سو مثقال ہر ایک سے واجب ہونگے لعدم الاولویت کے پس سونے اور چاندی دونوں کی ہو قی ہے تو جب مثقال کی اضافت دونوں کی طرف برابر ہوئی تو یا سو مثقال سونا اور یا سو مثقال چاندی واجب ہوئے مشتری پر بسبب عدم ترجیح کے نہر الفائق میں کہا لیکن اس صورت میں بیان صفت عدد اور اگر یوں کہا کہ ہزار درہم اور دینار سے تو بیان صفت شرط نہیں کہ وہاں جیدہی مراد ہونگے وفي بيعه شيئا بالف مثقال ذهب والفضة تصفا والصرف للموزن المعهود فالنصف من الذهب مثاقيل والنصف من الفضة دراهم اور کسی چیز کی بیع میں بعوض ہزار کے سونے اور چاندی سے سونا اور چاندی نصفا نصف ہونگے اور ہر ایک کا وزن شہری مراد ہوگا تو سونے کے نصف سے مثقال مراد ہونگے اور چاندی کے نصف سے درہم مراد ہونگے

ہم یعنی یا نسو دینار مثقالی اور یا نسو درم چاندی کے مراد ہونگے کیونکہ یہی متعارف ہے قولہ فی النہر وھذا لہ علی کوحفظہ وشعیرہ وسمسمہ لزم صوکل ثلث کر دھذا قاعدۃ فی المعاملات کلہا کمہر ووصیۃ وودیعۃ وغصب واجارۃ وبدل خلع وغیرہ فی موزون وکیل ومعدود ومذروع یعنی اور بتنبیہ کے اقرار ہے چنانچہ یوں کہنا کہ اسکا میرے اوپر ایک کر گیہوں یا چاول یا تل یا شلغم کے تہائی تہائی اللہ ہوگی اور یہی تفصیل اور انقسام قاعدہ کلیہ ہے جملہ معاملات میں مانند مہر اور وصیت اور امانت اور غصب اور اجارہ اور بدل خلع وغیرہ کے موزون اور کیل اور عدد اور مذروع میں کذا فی العینی ہم مہر کی صورت یہ ہے کہ ایک عورت کا مہر یا مثقال ذہب یا نقرہ سے معین کیا تو یا نسو مثقال ذہب کے وجب ہونگے اور اگر ہزار معین لیے سونے اور چاندی کے تو ہر ایک کا وزن مسمی مراد ہوگا یعنی یا نسو دینار مثقالی اور یا نسو درم نقرہ کے وعلی ہذا القیاس وصیت اور امانت وغیرہا موزون کی مثال ہے کہ گھی اور شہد اور زیت کے ایک قنطار کا اقرار کیا تو ہر ایک میں سے ثلث قنطار واجب ہوگا اور کیل کی مثال خود شارح بیان کر چکا اور معدود کی صورت یہ ہے کہ سو اونٹ کے اور ایک ہزار سیب کا اقرار کیا اور مذروع کی مثال یہ کہ سو گز کتان اور ریشم اور خز کا اقرار کیا کذا فی الطحطاوی قولہ ومن سبع نقدم فی الزکوۃ اور مصنف کا یہ قول من سبعۃ کتاب الزکوۃ میں مذکور ہو چکا صاع من سبعۃ امرتہ ہے کہ دس مثقال سات مثقال کے موزن کے برابر ہیں اور ہر درم چودہ قیراط اور ہر قیراط پانچ جو وافاد الکمال ان اسم الدراھم ینصرف للمتعارف فی بلد العقد فمصر ینصرف للفلوس اور کمال الدین نے فائدہ بیان کیا ہے کہ درم کا نام جہاں ہو اسکی طرف جو شہر ہو عقد کے شہر میں تو مصر کے شہر میں درم سے فلوس مراد ہونگے واذا فی النہر ان قیمتہ تختلف باختلاف الزمان فافی القلق بانہ یساوی نصف دانق ثلثۃ فلوس قلوا طلق الوا قف الدراھم اعتبر من عہد الا صرف للفضۃ کانہ کاصل کما لو قید بالنقرۃ کوقف الشیخین بنیۃ والاصر غلہ شیئۃ ونحوھا فقیۃ درھما نصفان اور نہر الفائق میں تصریح کی ہے کہ درم کی قیمت مختلف ہوتی ہے باعتبار اختلاف زمان کے سو لقانی نے فتوی دیا کہ درم برابر ہے ساڑھے تین فلوس کے تو اگر وقف کرنے والا درم کو مطلق کہے جاندی یا اسکی قید لگاوے تو اسکے زمانہ کا اعتبار ہوگا اگر اسکے زمانہ کا عرف معلوم ہو اور نہیں تو درم چاندی کے درم کی طرف منصرف ہوگا کیونکہ وہی اصل ہے چنانچہ اگر درم کو نقرہ کے ساتھ مقید کیا یعنی یوں کہا کہ نقرہ کا درم تو چاندی کا درم مراد ہوگا چنانچہ شیخین[1] نے اور بنیۃ اور برمختومیہ اور انکے مانند نے درم نقرتی کی قید لگائی ہے تو اسکے درم کی قیمت دو نصف ہے درم نقاش سے اور علامہ نور الدین نقاش مالکی نے کہا کذا فی الشرنبلالی اور ابن حجر مکی نے کہا کہ زمانہ وفقیہ کا اعتبار ہونا اس سے عدول کرنا چاہیے واذا فاد المصنف ان النقرۃ تطلق علی الفضۃ والذہب علی الفلوس النحاس حرف مصر الان فلائید من مرجح فان لم یوجد فالعمل علی الاستحسانات القدیمۃ للوقف کما عولوا علیہا فی نظائرہ کمعرفۃ خراج ارض ونحوہ قال ابو السعود افندی اور مصنف نے اپنی شرح میں تصریح کی ہے کہ نقرہ بولا جاتا ہے چاندی اور سونے اور فلوس سبھی پر بلحاظ کے بالفعل کے عرف میں تو درم نقرتی کی قید میں بھی مرجح ضرور ہوا سو اگر مرجح نہ پایا جاوے تو وقف کی عبارت پر عمل ہوگا چنانچہ مختصف نے نظائر وقف میں اسپر اعتماد کیا ہے چنانچہ معرفت خراج اور اسکے مانند میں مصنف نے کہا اور اسی کا فتوی دیا ہے ابو السعود افندی نے ہم مرجح احادیث ہے جو صاحب نہر نے بیان کیا ہے یعنی اعتبار زمانہ وفقیہ کا اگر معلوم ہو سکے والا تو قول اسمصنف استحسانات قدیم معتبر ہوگا استحسانات قدیم سے مراد علماء متاخرین کی ہے کذا فی الطحطاوی ولو نصف یقاید لہ یدل کیلہ علی اخراجہا لانہ فلو علم وانفقہ کان قضاء اتفاقا وانفقوا انفقہ فلو قاما مرہ اتفاقا فہو قضاء لحقہ اور اگر ایک شخص نے کھوٹا درم اتفاقی سے قبض کئے عوض کھرے درموں کے جو دوسرے شخص پر اسکے تھے اور درم خرچ ہو گئے یا اسنے خرچ کر ڈالے تو اسکے حق سے ادا ہو جاتا ہے طرفین کے نزدیک سو اگر کھوٹا ہونا اسکو معلوم ہوا اور اسنے خرچ کر ڈالا تو اسکو حق باتفاق طرفین ابو یوسف ہے اور اگر ادا اتفاقی سے کھوٹے درم لیے اور وہ ہنوز موجود ہیں تو انکو واپس باتفاق پھیر دے درم پر الف لام عہد کا کہا ابو نصر نے کما ذکرہ العینی من کما کہ ابو نصر نے کہا اور یہی زیادت عبارت ہے درم پر نقش سے یعنی کہ درم زیف وہ ہے جو بیت المال سے نہ نکلا ہو وقال ابو یوسف لا ان لم یعلم یرد مثل لیفہ وہی جیدہ استحسانا کما لو کانت ستوقۃ او بہرجۃ والاستحسان للفتوی وبہ کمال وفی البحر والنہر والمنح بنبالیہ فیہ یفتی اور ابو یوسف نے کہا کہ جب صاحب حق کو درم کا کھوٹا ہونا معلوم نہ ہو تو جب خرچ ہو جانے کے اسکے مانند کھوٹے درم

[1] قولہ شیخین یعنی امام اعظم ابو حنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ

[2] قولہ بنبالیہ یعنی شرنبلالی کے

[3] قولہ فیہ یفتی یعنی فتوی دیا گیا ہے اس پر

[4] قولہ ابو یوسف یعنی امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ

[5] قولہ ستوقۃ یعنی کھوٹا درم

[6] قولہ بہرجۃ یعنی کھوٹا درم

[7] قولہ والاستحسان للفتوی یعنی فتوی استحسان پر ہے

[8] قولہ وبہ کمال یعنی کمال نے فتوی دیا ہے استحسان پر

[9] قولہ وفی البحر والنہر والمنح یعنی بحر اور نہر اور منح میں ہے

[10] قولہ والمنح یعنی منح البغا کے مصنف کی کتاب ہے

[11] قولہ والحد تعالیٰ اعلم یعنی اللہ تعالیٰ ہی حد کو جانتا ہے

۱۲

پھیرے اور کھرے درہم آپس میں پھیرے بطریق امتحان کے چنانچہ اگر ستو قادو بیز جیسے درہم ہوں تو رشوت جائز ہے اور یہی قول کو پسند کیا ہے اور اسی کمال نے فتوی دیا ہے کیونکہ اسکے کہنے اور اسی قول کو ترجیح دی ہے بحر الرائق اور شرنبلالیہ میں تو اسکا فتوی دیا جاوے ہے ستو قادرم جیسے چاندی کا پتہ ہوا اور بیز جیسے وہ درہم ہوتے ہیں سلطانی بیز جیسا ہو ولو فرخ او یاخذ طیرا فی ارض رجل او تکسر فیھا طبیا ای انکسر رجل نفسہ فلو کسرھا رجل کان للکاسر للاحتر ان شاء لحدیث لیس لعرق ظالم اور اگر چڑیا نے بچہ یا انڈا دیا ایک مرد کی زمین میں یا ہرن کا بچہ زمین میں خود بخود تو گیا تو وہ اسکا ہوگیا جس نے اسکو پایا اور ایسا کیونکہ اسکا قبضہ مباح چیز پر پہلے ہوگیا تو اگر کوئی مرد اسکے بچوں کو توڑیگا تو ہرن توڑنے والے کا ہوگا نہ پکڑنے والے کا لانہ اذا ھیأ ارضہ لذلک فھو لہ مگر جبکہ صاحب زمین نے اپنی زمین کو اسکے واسطے سیار کر رکھا ہو تو صاحب زمین اسکا مالک ہوگا نہ اخذ او کان صاحب الارض قریبا من الصید بحیث یقدر علی اخذہ او مدیدا فھو لہ اگر زمین اتنی منہ ہو کہ اور لوگ اسکو غیر زمین سے مالک شکار سے قریب ہو اسکے پکڑ لینے پر اگر ارادہ کرے تو وہ شکار زمین کے مالک کا ہے بسبب اسکے قادر ہونے کے شکار پر تو اگر شکار غیر مالک پکڑ لیگا تو اسکا مالک نہ ہوگا کذا فی البحر وکذا اشل صاد صیدا تعلق بشبکتہ ھیبۃ للحفاف او حبل حار رجل ودرھم او سکر نتر فوقع علی ثوب لیعد لہ سابقا ولم یکن لاحقا فلواعدہ لاکلہ ملکہ ھذا اذا لم یعمل اور اسی طرح جو شکار کو مساند ہے وہ شکار جو پھنس گیا اس جال میں جو پھیلا گیا تھا خشک کرنے کے واسطے یا شکار داخل ہوگیا ایک مرد کے گھر میں اور درم یا شکر جو اچھالے گئے لینے والوں کے واسطے سو اس کپڑے پر پڑے جو سایل سے درم یا شکر لینے کے واسطے صیا نہیں کر رکھا اور نہ کپڑا سیا گیا لینے کے واسطے تو اگر درم اور شکر لینے کے واسطے کپڑا صیا کیا ہوا کپڑا سیا ہوا لینے سے پہلے پڑنے درم اور شکر کے تو کپڑے کا مالک درم اور شکر کا مالک ہوگا اس فعل سے فروع سائل لمحقہ شارح کے عمل النحل فی ارض غیرہ ملکہ مطلقا لانہ صار من اجزاء الارض شہد مکھی کا جو اسکی زمین میں تو وہ اسکا مالک ہوگا مطلقا خواہ زمین شہد کے واسطے مھیا ہوا ہو یا نہ ہو اسلئے کہ شہد زمین کی زیادات میں سے ہوگیا ہے ازال الشیخ سے ہوگیا ہے ازال الشیخ جمع ہونا دو نصیبوں کا بمعنی ربح و زیادت فروع کذا فی الطحطاوی وشری دارا فطلب المشتری ان یکتب الباقع صکا لایجب علیہ ولا علی الشھود والخروج الیہ لاذا جاء بعد ان وصف لہ لانہ متبرع من الاقرار گھر خرید کیا اور مشتری نے بائع سے بیعنامہ لکھنا چاہا تو اسپر زبردستی نہ کیجائیگی اور نہ گواہ کرنے پر اور نہ مکان سے باہر نکل کر شہادت کرنے پر کیونکہ مشتری بائع کے پاس شاہد عدول اور بیعنامہ لایا تو بائع کو اقرار بیع سے امتناع جائز نہیں ہوا مگر جبکہ وہ شہود جنہوں نے اقرار بیع کو سنا ہے جس شہر کا اقرار ہوا بائع پر بیعنامہ اور اشہاد کے واسطے جبراً لئے جانے جائز نہیں کیونکہ یہ مقتضائے عقد بیع سے نہیں ہوا اور شاہد عدول کی تعیین نظر مشتری کے واسطے کہ مشتری عدول میں سے جسکو چاہے بدون کولا دیگا مزید اعتماد کے واسطے ولا اگر مشتری فاسق گواہ ہوں کولا دیگا تو بائع پر اشہاد ضرور ہوگا کذا فی الطحطاوی نہ شری فقط اخرج امتعۃ فکلہ او روئی خرید کی سو اسکی زوجہ نے اسکا سوت کاتا تو سوت مرد کا ہوا ہم چونکہ زوجہ نے اجرت کا قصد کی شرط نہیں کی تو ظاہر زوج پر اجرت لازم نہوگی المرأۃ اذا کفت بلا اذن الزوج فکذا مثلہ رجعت فی الترکۃ زوجہ نے جبکہ بلا اذن زوج کے زوج کو کفن مثل دیا تو ترکہ زوج سے ولو اکثر لا ترجع بشیء قال رحمہ اللہ ولو قیل ترجع بقیمۃ کفن المثل لا بعید اور اگر کفن زائد ہو کفن مثل سے تو زوجہ کو رجوع ضرور کے سے جائز نہیں قال رحمہ اللہ علیہ کما اور اگر یوں کہا جاوے کہ کفن مثل کی قیمت تو رجوع کے سے جائز ہے بعید نہیں ہے طحطاوی کہا کر رجوع نہیں قال الشیخ ظاہر رجوع نہیں ہونا مفہوم ہے جیسا کہ شارح نے فروع نقل کیں ہیں اور بعید نہیں کہ خود شارح رحمہ اللہ مراد ہو واللہ اعلم النسیء جہاں واشتری بیضا او باذنجانا فصار فرخا ان نقد قبل البیع تصدق بالربح ولا طاب وھذا قیاس قال ابوبکر کلاھما سواء وکذا یطیب لہ کسب رجل سے کچھ پیدا کیا اور اسے یا اور ہم جنس سے کوئی چیز خریدی کہ اخر میں فروخت کیا کہا کہ اگر نقد خریدا تو بیع کے قائم رہنے کی حالت میں اور اگر نسیہ خریدا تو بیع کے فاسد ہونے کی حالت میں ثمن مثلی ہو یا قیمی ذکر کیا ہے صاحب ہدایہ نے کہا ابوبکر نے کہا کہ قبل بیع اور بعد بیع دونوں برابر ہیں اور اسکو طیب لہ حلال نہیں ہم تصدق کرنا نفقت کا اور ہم مضمون ہے ثمان کے بعد یا رہا وہ قیاس قول ابوبکر کا استحسان جو قول وہی صحیح ہوگا اور جسطرح کی ایک صورت یہ ہے کہ غلام کو غصب کیا اور اسکو بیچ دیا دوسرے غلام کے بیچا پھر دوسرے غلام کو بیچا پھر عرض کو درہم سے بیچا تو امام کے نزدیک قیمت بعد غصب کی ثمان سے بعید زیادہ نفقت حاصل ہوا اسکو تصدق کرے کذا فی الطحطاوی عن العلامۃ قہستانی کذا

علو اشتری ولم یقل بعته الدراهم او اطلق من الدراهم اور سیطرح اگر کوئی چیز خریدی اور یہ نہ کہا کہ بعوض ان درہم کے خریدی اور نہ درہم سے یعنی درہم مطلق سے ہم فتاوی عالمگیری میں محیط سے منقول ہے کہ اگر مال غصب کیا یا ودیعت اور مضاربت میں مخالف ملک کے عمل کیا اور فائدہ حاصل ہوا تو امام کے قول میں زائد مال کو تصدق کرے اور صاحبین نے کہا کہ زائد مال اسکو حلال ہے اور اگر کوئی چیز بغیر غصب جیسے کی اور غصب کا ثمن دیا یا بعوض غصب خریدی اور غیر غصب سے ثمن دیا تو وہ بھی اسیطرح ہے یہ بدائع کے قول میں ہے اور سماعہ نے کہا کہ اسمیں تصدق نہ کرے کذا فی الطحطاوی ح وفی مالہ مضاربۃ لرجل جاھل جاز اخذ ربحہ مالم یعلم انہ اکتسب الحرام اپنا مال مضاربت میں کسی مرد کو جو مسائل مضاربت سے جاہل ہو تو اسکی صفت لینا جائز ہے جبتک معلوم نہ ہو کہ اسنے کسب حرام سے حاصل کیا ہم طحطاوی نے کہا مناسب مقام وہ ہے جو خانیہ میں مذکور ہے کہ ایک مرد نے کچھ خرید کیا تو اسپر لوازم ہوا کہ اگر اسکا وہ حلال ہو یا حرام ہو لازم ہے یا نہیں تو اصل کرنا چاہیئے کہ اگر اسکی اس شراء اور اس ظرف میں جسکے اختیار ہو اکثر مال حلال ہے تو خریدی پر پوچھنا لازم نہیں ہے اور بنا ہر ظاہر کے ہے اور اگر غالب مال حرام ہو یا مال حلال حرام ہو دونوں برابر ہو تو احتیاط کرکے اوسے سوال کرے من ثم قولہ لا یجوز الاخذ الخ اراد حتی لو اخذہ مالم یقل حین دفعہ لیاخذہ من

اور اُس بنانے کا نمان سو اسطے نہیں کی وہ مقبوض علی سوم الشراء یا علی سوم النظر ہی بلا بیان ثمن تو وہ امانت ہے کہ بلا تعدی ہلاک ہوئی لہذا مطلقاً مضمون نہیں ہوتی
خیرۃ باب الفاسد فی فتاوی امام کا اصل ضمان یا امانت یفترقان من وجہ کالغصب والبیع الفاسد ولو ہلک من سقوط حائط ضمنت
القالم ملک لہ من قلعہ ایک درخت خریدا جڑ سمیت اور جڑ سے اُسکے اکھاڑنے میں بائع کا ضرر ہی تو اسکو کاٹ لے زمین کے اوپر سے جہاں سے بائع کو ضرر نہ ہو اور اگر
اُسکے ساقط ہونے سے کوئی دیوار گر جائے تو درخت کا اکھاڑنے والا اُسکا ضامن دے جو اُسکے اکھاڑنے سے پیدا ہوا دفع دراھم زیو فاکسرھا المشتری لا شیء علیہ
دفع ما صنع حیث غشہ وخانہ وکذا لو دفع الیہ لینظر الیہ فکسرہ کھوٹے درم دیئے سو مشتری نے انکو توڑ ڈالا اُسپر کچھ تاوان نہیں اور اسنے بہت اچھا
کیا کہ یہ بُرا آدمی اسکو دغا دی اور خیانت کی اور سطرح اگر اسنے اُسکو دیا تا وہ اُسکو دیکھے اور اسنے اُسکو توڑ ڈالا تو اُسپر کچھ نہیں ہم مناسب یہ تھا کہ شارح بجائے
مشتری بائع کہتا یا یہ سکہ محدہ بمرف مجہول ہی کہ وہاں ہر عاقد پر بائع اور مشتری صادق آتا ہی کما اسلفنا بیع المغشوش اذا بین غشہ اوکان ظاہرا او کان
قال ابو حنیفۃ رحمہ اللہ فی منظم تخات فیہا الشعیر والشعیر یرکما اسلفنا بیعہ وان طحنہ کا بیع کچھ مضائقہ نہیں مغشوش چیز کی بیع میں جبکہ بائع اسکی
عیوبی بیان کردے یا ملی چیز ظاہر ہو کہ مشتری اُسکو دیکھتا ہو اور سطرح امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ نے کہا اُس گیہوں میں جسمیں جو مخلوط ہوں اور جو نظر آتے ہوں اُسکی بیع
کچھ مضائقہ نہیں اور اگر مخلوط کا آٹا پیسا تو نہ بیچے ہم سو اسطے کہ پیسنے سے امتیاز مفقود ہوتا ہان اگر بیان کردے تو بیع جائز ہی وقال الثانی فی رجل معہ فضۃ نحاس
لا یبیعہا حتی یبین وابو یوسف نے کہا اُس مرد کے پاس میں جسکے پاس نا ملی چاندی ہو کہ اسکو بیع کرے یہاں تک کہ بیان کردے وکل شیء لا یجوز فاسدہ یفسخ
ان یقطع ویعاقب صاحبہ اذا لفقہ ظہیریہ اور جو چیز کہ ظاہر نہیں سوا لائق یہ ہی کہ کاٹ ڈالے جاوے اور اُسکا مالک سزا پاوے جبکہ مغشوش کو وہ خرچ کرے
جہاں پر جبکہ شری فلوسا یظنہا دھم فدفعہا الیہ قال ہی یدرھما کا ینفقہا حتی بعد ھا پیسے خریدے درم کے سو بائع نے اسکو پیسے دیئے اور کہا کہ یہ
درم کے عوض میں تو انکو خرچ نہ کرے جب تک کہ شمار نہ کرے ہم ظاہر شمار کرنا اُس صورت پر محمول ہی جبکہ بیع بطریق عدد کے ہو وہی ہو بطریق وزن کے شمار کرنا اس حال سے
ضرور ہو کہ نیا یدرم یا عیب ہوں تو فلوس کے خرچ کرڈالنے کے بعد تا وہ سنہ کرتے پیسے تھے بشری بالدراھم الزیف رضی بالفل صار المشتری یا لجید حال الہ ہو تی
خرید کی کھوٹے درم سے اور جسقدر کھرے درم سے سودا لیتے ہیں اُسکے کہنے سے راضی ہو گیا تو اسکو حلال ہی یعنی ایک چیز کھرے درم سے مثلاً سیر بھر بکتی ہو اور اسنے کھوٹے درم
سے آدھ سیر لی راضی ہو کر تو اسکے واسطے حلال ہی شری شیئا بغداد علی ان یوفی غدا بسعر قد سم یجز لجہالۃ الاجل آپ نے خریدے بغداد میں اس شرط پر
اگر اسکا ثمن بسعر قد میں ادا کریگا تو جائز نہیں بسبب مجہول ہونے مدت کے باعر نصف اردب بشرط اخراج کلہا الی المشتری حنفی فاسی ایک شخص نے اپنی نصف تہائی
بچی اس شرط پر کہ ساری زمین کا خراج مشتری پر ہو تو بیع فاسد ہی یعنی اسواسطے کہ اس شرط کو عقد مقتضی نہیں اور نہ اس میں بائع کا فائدہ ہی لخنا الخراج مرا کما کارلہ
ان یرجع علی الدھقان استحسانا خرچ لیا گیا کشتکار سے تو اسکو زمیندار سے پھیر لینا بطریق استحسان جائز ہی شری الکرم مع الغلۃ وقبضہ اربعی کا کار جاز
البیع ولہ حصتہ من الثمن وان لم یرض لم یجز بیعہ انگور کے درخت خریدے پھلوں کے ساتھ اور اسپر قبضہ کیا اگر کشتکار راضی ہو تو بیع جائز ہو اور کشتکار کو
بقدر اُسکے حصے کے ثمن ملیگا اور اگر وہ راضی نہیں تو اسکی بیع جائز نہیں ہم مراد وہ کشتکار ہی جسکا پھلوں میں حصہ ہو قضاہ درھما وقال النفقہ والافردہ علی
فقالہ ولم ینفقہ لہ ردہ استحسانا بخلاف جاریۃ وجدہا عیبا فقال اخرضہا او بعہا فان نفقت والا رضہا فرضہا علی البیع سقط
الرد مشتری نے بائع کو درم دیئے اور کہا اسکو خرچ کر اور اگر خرچ نہ ہو تو مجکو پھیر دے سو بائع نے اسکو قبول کیا اور خرچ نہ کیے تو اسکو پھیر دینے کا اختیار ہے بطریق
استحسان کے بخلاف اس لونڈی کے جسکو مشتری نے عیب پایا سو بائع نے کہا اُسکو بیچ دے پہلے میرے پاس بھیج دے پھر اگر بکجائے تو بیچ دے اسکو اگر بکجائے تو پھیر دے سو بھی
نے اسکو بیچ کر دیا پہلے پیش کیا تو پھیر دینا ساقط ہو گیا درم و فلوس صورتوں میں فرق یہ ہی کہ درم متعین ہوتے ہیں حق قابض نہیں بلا تجویز بخلاف عرض قیمی کہ اسمیں حق
ملاحظہ بعض ہی لہذا اسمیں اختیار باطل ہی کذا فی الطحطاوی الحصکفی قال ابو حنیفۃ رحمہ اللہ اذا دعی رجل امۃ ثم زوجہا مکانہ فللزوج وطیہا بلا استبراء

وقال ابو یوسف استقبله ولا یقربها حتی تحیض حیضة کما لو اشتراها کما یجیء فی الحظر والکل من الملتقط امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ نے کہا جب ایک شخص نے اپنی لونڈی دوسرے کی ملک کی بیچ دی پھر اسکا نکاح کر دیا دونوں تو زوج کو اسکی وطی بلا استبرا جائز ہوا اور ابو یوسف نے کہا کہ امین اسکو قبیح جانتا ہوں اور زوج اسکا قربت نکرے جب تک کہ اسکو حیض نہ آوے جیسے اسکو خرید کرے تو استبرا لازم ہے چنانچہ آویگا کتاب الحظر میں اور یہ سب فروع ملتقط سے ملتقط ہیں ہم امام کے قول پر ایک زوج پر ہر چند استبرا لازم نہیں مگر مالک پر استبرا واجب ہے چنانچہ شارح نے کتاب النکاح میں فرع خیر سے نقل کیا ہے اور یہ جو کتاب الحظر کا حوالہ ہے سو شاید ملتقط کی عبارت میں ہوگا والا در المختار میں مذکور نہیں کذا فی الطحطاوی مایبطل باشتراط الفاسد تعلیقہ ہو بالا یعنی فاسد ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی شرط فاسد سے صحیح نہیں وہ بیع اور قسمت اور اجارہ اور اجازت اور ہبہ اور صلح عن المال اور ابراء دین سے اور عزل وکیل اور اعتکاف اور مزارعہ اور معاملہ اور اقرار اور وقف اور تحکیم ہر ھٰذا اصلان لعدھا ان کل ما کان مبادلة مال بمال یفسد باشتراط الفاسد کالبیع وکلا فالاقرض یہاں دو قاعدے ہیں ایک قاعدہ یہ ہے کہ جو مال کا مبادلہ ہو مال سے وہ شرط فاسد سے فاسد ہو جاتا ہے چنانچہ بیع وغیرہ اور جو مبادلہ مال کا مال سے نہیں وہ شرط فاسد سے فاسد نہیں ہوتا چنانچہ قرض وغیرہ ہم جو مبادلے کا مال سے نہیں سو نہیں ہیں ایک کہ مبادلہ مال کا غیر مال سے یا بہ نجات سے تو وہ شرط فاسد نہیں ہے اسواسطے کہ شرط فاسد وہ ہے جو متعلق ہیں اور بیچ معاوضات مالیہ سے طرفین ہو جس سے اسکے غیر سے تو وہ یوں فقط شرط ہی باطل ہو جاویگی ثانیھما ان کل ما کان من التملیکات او التقییدات کرجعة یبطل تعلیقہ بالشروط فی الاصح دوسرا قاعدہ یہ ہے کہ جو تصرف تملیکات یا تقییدات ہیں یعنی ہو چنانچہ رجعت تو اسکی معلق کرنا شرط سے باطل اور اگر تملیکات یا تقییدات سے نہیں بلکہ اسقاطات یا اطلاقات یا ولایات یا تحریضیات سے ہو تو اسکی تعلیق شرط سے صحیح ہو ہم رجعت تملیکی مثال ہے نہ تملیکی لکن فی اسقاطات والتوابعات یحلف بها کحج وطلاق یصح مطلقا لیکن ان اسقاطات اور التزامات میں جیسے قسم کھائی جاتی ہو چنانچہ حج اور طلاق تو انکی تعلیق شرط سے مطلقاً صحیح ہے یعنی خواہ شرط سے مناسب ہو یا غیر مناسب ہم حج اور طلاق میں لیکن تشریح ہے یعنی حج التزام کی مثال ہے اور طلاق اسقاط کی فی اطلاقا تو کما فی البحر یقینا بالملائم بزازیہ اور اطلاقات اور ولایات اور تحریضات یعنی تعلیقات میں شرط مناسب سے تعلیق صحیح ہو ہم اطلاقات چنانچہ اذن دینا تجارت میں ہو اور ولایات جیسے قضا اور امارات اور تنجیزات چنانچہ امام کا یوں کہنا کہ جو غازی کافر کو مارے وہ اتنا انعام پاوے کذا فی الطحطاوی فالاول اربعة عشر علی ما فی الدرر والکنز واجارة الوقایہ سو اول یعنی جو تصرفات کہ شرط سے باطل ہو جاتے ہیں چودہ ہیں بموجب درر اور کنز اور وقایہ کے کتاب الاجارہ کے ہم طحطاوی نے کہ اکثر شارح کا یہ بیان ہے مخالف ہو اسواسطے کہ مصنف نے دونوں مسلموں کی تشبیل ساتھ ہی دی ہے فقط اصل اول کی اور جو اصل اول کی مثال ہے وہ ہبہ فی کی بھی مثال ہو سکتی ہے مگر علامہ شارح نے کتب ثلثہ کے ذکر سے اشارہ کیا کہ جو چیز بیع شرط فاسد سے باطل ہو جاتی ہے وہ مثل مذکورہ فی المتن ہے نہ صحیح نہیں کیونکہ جو ہبہ دون اول اور اجل اور فسخ خطا اور اجارت سو ہبہ بلا ثواب سے صلح کرنا بھی شرط فاسد سے باطل ہو جاتا ہے انتہی البیع ان علقہ بکلمة او بعلی ما بیناتی فی البیع الفاسد چودہ اسوے اول بیع ہے اگر بیع کی تعلیق بلفظ ان شرطیہ کے ملفظ علی جیسا کہ ہم نے اسکو بیع فاسد میں بیان کیا ہے مگر یہ کہ بیع تعلیق بلفظ ان شرطیہ معلق ان شرطیہ مطلق بیع ہے چنانچہ بائع کا یوں کہنا کہ بیچتا ہوں یہ چیز تیرے ہاتھ کسی کی اگر فلانا شخص تین دن تک راضی ہو جاوے سو اسطے کہ جہنی کے واسطے فعل یہ شرط کا صحیح اور عاقد کا یوں کہنا کہ اشتریت علی ان شرط کذا متصل ہو والا بیع جائز ہے اور ضرور ہے کہ شرط واو کے ساتھ متصل ہو والا بیع جائز ہے اور ضرور ہے کہ شرط واو کے ساتھ متصل ہو والا بیع جائز نہ ہوگا اصح وہ ہے جو ہم نے ذخیرہ میں کہ کہا ان خرید کسی گا یوں میں بشرط ذبح اور خرید کی متصل بلا شرط یوں کہا کہ اگر ان میں سے کسی کا بچھڑا ہو جاوے تو بیع فاسد ہیں کیونکہ یہ جدا احکام ہے کذا فی الطحطاوی والقسمة للمثلی اور قسمت مثلی کی شرط سے فاسد ہوتی ہم اور غیر مثلی جدا ہے اسواسطے کہ اجناس مختلفہ کی قسمت قیمی مال کی قسمت کے مانند ہے تعلیق کی صورت ہو کہ شریک اگر یہ تقسیم کرے فلانا شخص راضی ہو اما قسمة القیمی فتتم بخیار شرط رؤیة اور قسمت والے مال کی قسمت تو صحیح ہو چنانچہ شرط اور خیار الرویت سے ولا اجارة اور اجارہ ہم تعلیق اجارہ کی یہ صورت ہے کہ اجارہ دے اس شرط پر کہ مستاجر اسکو قرض دے یا تحفہ دے یا مساجد و کان یا گھر کی مرمت کرے اور متابعت مستاجر میں خرچ ہو وہ کرے نہ ہو تو اجارہ فاسد ہو جاتا ہے کذا فی قولہ اذا جاء رأس الشهر فقد اجرتك داری یکذا فیصح بہ یفتی عادیة تعلیق اجارہ صحیح نہیں مگر اس قول میں کہ جب مہینے کا سر آوے تو مقرر ہے کہ میں نے گھر تیرا یا اجارہ دیا تو اجارہ صحیح ہے اس شرط سے اسلئے کہ متعارف ہے اور قولہ لتعارف دفع ما قالہ الخیر الرملی کذا فی غیر تعارف کالاجارة مطلقا تعلیق بعدم التوبیع اور بالک کے اس

قول میں خاصب ہے کہ گھر کو خراب کردے اور میں تو کرایہ اسکا ہر مہینے میں اضافہ جائز ہے چنانچہ متفرقات اجارہ میں آویگا باوجودیکہ تعلیق ہر عدم تفریق ہے (کالاجازۃ بالزنا فقول ابکر اجزت النکاح ان دخلت علی وبطل الاجارۃ بزنا اور اجازت بزنا سے جو تو باکرہ کا یوں کہنا کہ میں نے نکاح کو جائز کیا اگر میری مار ماضی جو بطل ہے اجازت کا زنا فی البزازیہ وکذا کل ما کان ایجابہ تعلیقہ بالشرط اذا انعقد موقوفا کالبیع تعلیق اجازتہ بالشرط بجر نفعہا علی البیع فتورکما وقع فی المنح اور اسیطرح جسکی تعلیق شرط پر صحیح ہے میں یعنی جسمیں تملیک ہو جبکہ وہ موقوف منعقد ہو تو اسکی تعلیق صحیح ہے میں شرط پر کذا فی البحر تو مصنف کا یہ تعلیق اجازت کا بیع پر قصور بیان جو چنانچہ منح التقاط میں واقع ہوا وہم الحطاوی نے کہا منح التقاط میں بیع کی تمثیل واقع ہوا اور مثال سے تخصیص ثابت نہیں ہوتی اور کلیہ صاحب بحر کو مصنف سے خود ذکر کیا ہے یعنی تو اب کچھ قصور ہا والرجعۃ قال المصنف انما ذکرتہا تبعا للکنز وغیرہ قال شیخنا فی ہذہ وہم خطاء والصواب انہا تبطل بالشرط اعتبارا بالاصلہا وہو النکاح واطال الکلام لکن تعقبہ فی النہر وفرق بانہا لا تفتقر للشہود ومہر ولہ رجعۃ امۃ علی حرۃ لکنہما بعد طلاقہا وتبطل بالشرط بخلاف النکاح اور صحت مصنف نے بحر میں کہا میں نے تو صحت کو باتباع کنز وغیرہ کے ذکر کیا ہے ہمارے استاد شیخ اپنی کتاب بحر الرائق میں کہا اس صحت کا بیان میں ہے اگر یہ خطا ہو اور صحیح بات یہ ہو کہ صحت شرط سے باطل نہیں ہوتی باعتبار اپنی اصل کے اور وہ اصل نکاح ہے یعنی جیسے صحت کی اصل یعنی نکاح شرط سے باطل نہیں ہوتا ویسے ہی صحت بھی باطل نہیں ہوتی اور صاحب بحر نے یہاں بہت گفتگو رازی کی ہو لیکن منہ الخالق میں اسپر اعتراض کیا ہے اور فرق بیان کیا ہے صحت اور نکاح میں اسطرح پر کہ صحت میں گواہ اور مہر کی حاجت نہیں اور مرد کو صحت کرنا لونڈی کا اس حرہ پر جسنے اسکے نکاح کیا بعد اسکے طلاق کے جائز ہے اور صحت باطل ہوتی ہے شرط سے بخلاف نکاح کے کہ اسمیں گواہ اور مہر کی حاجت ہے اور نکاح لونڈی کا حرہ پر جائز نہیں ہوتا پس نکاح باطل نہیں ہوتا شرط سے صرح الحطاوی نے کہا کہ ظاہر یہ تخالف قوی نہیں کیونکہ جو حکم کی مخالفت سے لازم نہیں کہ صحت نکاح کے منافی ہو اسی حکم میں بھی اور تعجب ہے صاحب منح سے کہ اسنے صحت نزاع کو مخالفت کی صورت میں کہا کہ وہ الصلح عن مال علی انکار او سکوت وغیرہما اور صلح الی کی ہو مال کے کذا فی الدرر وغیرہا وفی النہر الظاہر الاطلاق حتی لو کان عن سکوت او انکار کما بدأ فی حق المنکر ولا یکون تعلیقہ اور نہر الخالق میں کہا ظاہر اطلاق صلح مراد ہے یعنی بیع کی تخصیص نہیں بیان کیا کہ اگر صلح سکوت یا انکار سے ہو تو وہ فدیہ یمین کا حق منکر میں اور اسکی تعلیق جائز نہیں ہے جیسے کہا کہ حق تصدیق ہو تو اطلاق کیونکہ یہاں گفتگو اسکی ہو جو شرط فاسد سے باطل ہوتا ہے یعنی معاوضہ مالیہ پر سکوت اور انکار کی صلح معاوضات مالیہ سے نہیں اور جبکہ اسکی تعلیق صحیح نہیں لیکن کلام ہو اسکے بطلان میں جس شرط فاسد سے کذا جزم بہ الزیلعی اور دین سے بری الذمہ کرنا نہیں کیونکہ وہ تملیک ہے ایک مال سے صرح الخالق میں کہ ابراء العین ایفاء جیسے ہے لہذا پھر جائز ہے رجوع سے اگرچہ اسمیں مجلس تک اختیار ہے اگرچہ اسمیں مجلس تک اختیار نہیں ہے کیونکہ ابراء العین من جنس بدل المال کالمال ہے میں تو الفت یہ ہو کہ شرط سے باطل ہو اور تملیکات میں ایسا معتبر کرنا دلالت نہیں کرتا اگر کسی کے بطلان پر تو اسصورت میں مشکل تھا قسمتانی میں مذکور ہوا لا اذا کان النہر اما معادضۃ تعلیق ابراء صحیح نہیں مگر جبکہ شرط مشہور ہو چنانچہ منبوذہ نے زوج سے کہا کہ میں نے تجکو بری الذمہ کیا ہے بشرطیکہ تو تجدید نکاح کرے بعوض مہر کے اور اسکا مہر مثل سو درہم ہو تو وہ بری الذمہ ہوگا باوجود شرط کے کذا فی الحطاوی وقد لغو باسم کان اعطیتنی کذا فقد برأتک وقد اعطاہ صحیح بالابراء کو مطلق کرے اسمیں ماضی محقق ہو چنانچہ ظالمکا مدیون سے کہنا کہ اگر تو نے فلاں چیز میرے شریک کو دی تو البتہ میں نے تجکو بری الذمہ کیا اور حالانکہ یوں اسکے شریک کو دی چکا ہو تو یقین ہو گا کہ وہ صحیح ہو کذا عبوتہ ویکون وصیۃ ولو لوارثہ علی ما یجئ فی النہر اور اسیطرح تعلیق صحیح ہو طالب کی موت سے اور تعلیق مذکور وصیت ہوگی اگرچہ اپنے وارث کے واسطے ہو چنانچہ صاحب منبع الفائق نے اسکو بطلان پر بحث کے ذکر کیا ہو مثل الوکیل والاعتکاف اور معزول کرنا وکیل کا اور اعتکاف صحیح چنانچہ یوں کہنا اپنے وکیل سے کہ میں نے تجکو معزول کیا اور اسیطرح تو تجکو تجدید یا افادہ شخص آخر اور حق تعالی کے واسطے ہو جیسے اعتکاف جب ہو اگر یہ اجارہ ہو اسے یا فاتحہ شخص آخر سے قائما لیسا مما یحلف بہ فلم یجز تعلیقہما بالشرط بخلاف رجعۃ اور اعتکاف اس وجہ سے نہیں جسکے سبب سے کہا ہے بہن تو انی تعلیق شرط سے جائز نہوئی وہذا فی احدی الروایتین کما بسطہ فی النہر اور یہ یعنی عدم جواز تعلیق ہو دو روایتوں میں سے ایک میں جسکو شرح بیان کیا ہے منہ الخالق میں صحیح یہ ہے کہ جنسی کی دو قسمیں ہیں تعلیق ہو اور عدم جواز تعلیق اعتکاف منافی ہے جزئی جو اعتکاف میں ہے کو ہو بلکہ خانیہ سے اعتکاف معلق کے جواز پر اجماع نقل ہوا ہو جب اسکی تعلیق صحیح ہوئی تو شرط فاسد سے باطل نہیں ہو سکتا

جامع الفصولین میں ہے کہ جس کی تعلیق بالشرط جائز ہو وہ شرط فاسد ہو باطل نہیں ہوتا انتہی والصحیح الحاق الاعتکاف بالنذر اور صحیح کرنا اعتکاف کا نذر سے یعنی اعتکاف نذر سے صحیح ہوتا ہے جس کو ہم مطلق نے کہا ہے اور یہی زیادہ صحیح تر ہے کیونکہ وہ عبادات سے ہے اور اسکی صحت تعلیق منصوص ہے اسطرح کہ وہ ملحق بعبادات ہے والمزارعۃ اور مزارعت چنانچہ یوں کہنا کہ میں نے اپنی زمین تجھکو بطریق مزارعت دی اس شرط پر کہ تو مجھکو اتنا قرض دے یا فلاں شخص آوے والمعاملۃ المساقاۃ کہ معاملہ یعنی درختوں کی سیچائی چنانچہ یوں کہنا کہ میں نے تجھکو اپنا باغ بطور مساقات کے دیا بشرطیکہ قرض مزارعت اور مساقات سے کی تعلیق اسطرح صحیح نہیں کہ دونوں جارہ میں داخل ہوں اور اقول اسطرح کہ زید کی میز درم میں اگر وہ تجھکو قرض دے یا فلاں شخص آوے بخلاف الرق میں کہ اکراہ پر جنہ سعایۃ وغیرہ سے نہیں لیکن کسی کی تعلیق صحیح نہیں اور وہ باطل ہو جاتا ہے شرط فاسد سے الا اذا علق بمجیء الغد او بنحو ہ فیصح ویلزم الحال یعنی اقرار باطل ہوتا ہے شرط سے مگر جب کہ کسی کو کل کے آنے یا اپنی موت پر معلق کرے تو جائز ہے اور فی الحال لازم ہو جاتا ہے کذا فی العینی اور کہا کہ میز درم میں جبکہ مہینہ اور مہینہ والوں کو ہم نے افطار کرنے کو اقرار جائز ہے اور دعوی مدت کا باطل مگر جبکہ مدت شہادۃ یا طالب کے اقرار سے ثابت ہو بلا تاریخ اگر گواہ ہو کہ فلانے شخص کو میز درم میں اگر میں تجھکو ہزار درم ثابت ہوئے خواہ وہ زندہ ہے یا مر جائے کذا فی الطحطاوی والوقف اور وقف کی تعلیق صحیح نہیں چنانچہ یوں کہنا کہ میں نے اپنا گھر وقف کیا اگر فلانا شخص غرہ سے آوے والرابع عشر التخییر کقولہ الخیار لی او لک اشھرا فاختر عندنا وعلیہ الفتوی کما فی قضاء الخانیۃ اور چوتھا حکم تخییر کرنا چنانچہ محکمہ کا یوں کہنا کہ شخص سے کہ جب مہینہ کا چاند نمودار ہو تو بتلا دے کہ ہمارے درمیان ہوسطے کہ تحکیم صلح ہو فی الحقیقت کو اسکی تعلیق اور زمان مستقبل کی طرف اضافت ازانجا صحیح نہیں ابو یوسف کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہے چنانچہ خانیہ کی کتاب القضا میں ہے اور تحکیم صورۃ تولیت اور معنی صلح ہے تو باعتبار صلح کے تعلیق اور اضافت صحیح نہیں اور باعتبار تولیت کے صحیح ہے تو شک اور احتمال کے ساتھ صحیح نہیں اور محمد کا قول غیر مفتی بہ ہیں اسکی تعلیق اور اضافت صحیح ہے دیقع البطلان کاجل فی الاجارۃ انہ یبطل بالشرط الفاسد کذا الحق علی ما ذکرناہ اور ان مسائل سے جو شرط فاسد سے باطل ہوتے ہیں باقی ہیں سو بزازیہ میں ہے کہ البطلان مدت شرط فاسد سے باطل ہو جاتا ہے اور زیلعی میں بزازیہ سے نقل کیا اور اسکا جواب یہ دیا کہ بطلان سے مراد یہ ہے کہ مدت ساقط ہو گئی اور اسکا ذکر ہی نہیں ہے اور شرط باقی ہے کذا فی البحر پس جب تک مجکو فاسخ نہ کرے اور اس نے فسخ نہیں کیا تو یہ البطلان الحال ہے اور مدت باقی ہے وحکمہ ما یلی وحکم الشرط الفاسد احکام المعاوضۃ المالیۃ بہ قرر ہ علی ما حققہ المصنف تبعا للعینی وزدت ثمانیۃ اور جو مسائل کہ صحیح ہوتے ہیں اور شرط فاسد سے باطل نہیں ہو جاتے جب ہم نے وہ مسائل کہ معاوضہ مالیہ کے وہ تمامیں میں چنانچہ مصنف نے اپنی شرح میں ثمانیہ کیا ہے میں نے اٹھ مسائل اور زیادہ کئے ہیں ہم تجھ سے مسائل متن اور شارح کے پہنچے ہوئے چنانچہ تو عبارت سے معلوم ہو گا القرض والہبۃ والصلح والنکاح والطلاق والخلع العتق والاجارۃ ازانجملہ اگر قرض میں یہ شرط کی کہ نکاح یا طلاق یا خلع یا عتق کر یہ ہم مقرض سے کہ میں تجھکو اتنا قرض دیتا ہوں اس شرط پر کہ تو ایک مہینہ میری خدمت کرے تو اس شرط سے قرض باطل نہیں ہوتا ہے اپنے کیا کہ میں تیرے لونڈی تجھکو بیہ کی یا صدقہ دوں اس شرط پر کہ اسکے پیٹ کا بچہ میرا مملوک ہو زوج نے کہا کہ میں نے تجھسے نکاح کیا اس شرط پر کہ تیرا کچھ مہر نہیں تو نکاح صحیح ہوا اور شرط فاسد ہوا اور مشائخ اجمع ہیں کہ زوج کہا کہ تو مطلقہ ہو اس شرط پر کہ سر سے سو اسکے نکاح میں تجھسے کیا بغیر طلاق کے تجھکو ایک یا دو کا اختیار ہو تو طلاق واقع ہو گئی اور مال بھی واجب ہو گا سوائے اسکے کہ غلام سے کہا تو آزاد ہو اس شرط پر کہ تین دن تک مجکو اختیار ہو اس سے کہا کہ میں نے اپنا غلام تیرے پاس بیچا بشرطیکہ وہ مہینہ بھر میری خدمت کرے اگر میں تجکو اتنی مدت تک چھڑا دوں تو وہ غلام تیرا ہو تو شرط باطل ہو اور بیع صحیح ہو کذا فی الطحطاوی والاصل فیہ ما یصلح لک فیما لا یصلح علی التفریع بنتی ۱۲ کسیکو اپنا وصی مقرر کرنا چنانچہ یوں کہنا کہ میں نے تجکو وصی مقرر کیا اس شرط پر کہ تو میری بیٹی سے نکاح کرلے والوصیۃ ۱۲ وصیت چنانچہ یوں کہنا کہ میں نے تیرے واسطے تہائی مال کی وصیت کی بشرطیکہ تو اپنے ولد کا نکاح میری بیٹی سے کرے تو یہ وصیت صحیح ہو اور شرط لغو ہو والشرکۃ لا شرکت چنانچہ یوں کہنا کہ تجکو میں نے اپنا شریک کیا بشرطیکہ تو مجکو اتنا خدمت دے والمضاربۃ ۱۲ مضاربت طرح کہ اسکو ہزار درم دے بشرطیکہ رب المال مضارب کو ایک سال تک اپنے واسطے زمین دے یا گھر رہنے کو دے تو شرط باطل ہو اور مضاربت صحیح ہو کذا فی البحر وکذا لو قال لیتملک بلد کذا وقید بہ لیعم ما لو اطلق فلہ ان لا یبرح ویبطل الشرط فلہ عن لا یبرح اور بسطح ۱۲ قاضی کرنا ۱۲ حاکم اور امیر مقرر کرنا چنانچہ بادشاہ کا یوں کہنا کہ میں نے تجکو فلانے شہر کا والی مقرر کیا دہی تو صحیح ہو اور شرط باطل ہو تو بادشاہ کو اسکے معزول کرنے کا اختیار ہے وہو اولی سے مراد یہ ہے کہ کاہے اسکو معزول کرے وھل یشترط الصحۃ عن الملک نعم سیرۃ السلطان ان یقول بہ جعت عن التأبید اتوضیح نہ الخیر فی

اطلاق الصحیحین اور قاضی وامثی یا امیر الحج کے معزول کرنے کی صحت میں بلا فرق اس امر کے کہ معزول کیے جانے کے وقت سلطان نے مقرر کیا یوں کہ کیا شاہ ہو کہ ہمیشہ یا مدت معینہ منصوب رکھنے سے رجوع کیا بعضے علماء نے اسکا فتوی دیا ہے اور در التقائق میں طلاق بحث کو پسند کیا یا یعنی خواہ جو عزل کرے یا جو نصب کرے ہر وقت معزول کا بادشاہ کو اختیار ہو فی البزازیۃ لو شرط علیہ ان لا یرتشی فارتشی لم یعزل قول الحرر کالیتیم خصمہ زید صح التقاید الشرط اور بزازیہ میں ہے اگر بادشاہ قاضی سے یہ شرط کرے کہ وہ رشوت نہ لے اور قرابتیوں سے اور کسی کا کہنا نہ مانے اور زید کی مثلاً خصومت دیکھے تو اگر قضا اور شرط دونوں صحیح ہیں یعنی اگر اس میں سے کوئی فعل کریگا تو معزول ہوگا اور زمان گذشتہ کا اسکا حکم باطل ہوگا اور اسکا حکم خصومت زید میں نافذ نہ ہوگا اور سلطان پر واجب ہے کہ اگر اسکا قضیہ پیش ہو تو اسکو فیصل کرے کذا فی الطحطاوی عن البزازیۃ والکفالۃ ۱۵ قاضی کی طرح کہ میں تریکہ یا ضامن ہوں اگر تو محکوم قرض دے والحوالۃ ۱۶ حوالہ اس طرح کہ میں نے تیرا دین مثلاً زید پر حوالہ کیا اس شرط سے کہ وہ صورت افلاس یا بموت زید کے تو مجھ سے طلب نہ کرے کذا فی شرط فی الحوالۃ لا من شرط یخل بالقبض لعدم قدرتہ علی الوفاء بالملتزم کما فی الملتقی عن المنصف للبزازیۃ والنجاۃ والحاوی ھذا ما ظھر لی والعلم بالحقائق عند اللہ تعالی

قولہ فلیحفظ مگر جب حوالہ دینے والے طرف سے ہو جو محال کا دینا مجہول کے گھر سے شرط ہے تو حوالہ فاسد ہے کیونکہ محال قادر کے ادا پر نہیں جیسا کہ آپ نے الزام کیا چاہئے اس قول کو مصنف نے اپنی شرح میں بزازیہ کا حوالہ دیکر ثابت کیا ہے اور در التقائق میں جو بزازیہ کا یہ قول محال کی جانب سے وعدہ ہے اور وعدے میں کلام نہیں تو اسکی تصحیح کرنا چاہیے مشائخ نے اشارہ کیا کہ کلام مستاجر غیر منتفع ہے کیونکہ یہ شرط رہن و عدہ اور شرط رہن محال علیہ کی جانب سے ہو نہ محال کی طرف سے کذا فی الطحطاوی فی الوکالۃ ۱۷ وکالت اس طرح کہ میں نے تجکو وکیل کیا بالقبض تو اپنے دین سے تجکو بری الذمہ کردے ولا قالہ ۱۸ اقالہ اس طرح پر کہ عاقدین اقالہ کریں اس شرط پر کہ ثمن الذمہ اول سے یا کہ تو اقالہ صحیح ہے اور شرط لغو کذا فی الطحطاوی والکتابۃ تو اپنے دین سے تجکو بری الذمہ کردے ولا قالہ ۱۸ اقالہ اس طرح پر کہ عاقدین اقالہ کریں اس شرط پر کہ ثمن الذمہ اول سے یا کہ تو اقالہ صحیح ہے اور شرط لغو کذا فی الطحطاوی والکتابۃ ۱۹ کتابت اس طرح کہ مولا کہے اپنے غلام سے کہ میں نے تجکو مکاتب کیا ہزار درم پر بشرطیکہ تو شہر سے باہر نکلے یا فلانے سے معاملہ نکرے یا تو فلانی قسم کی سوداگری کرے تو کتابت صحیح ہے اور شرط باطل ہو کذا فی الصیرفیۃ اگر باطل کرنا چاہے تو اسکو اختیار ہے لان الکتابۃ علی خمر فتفسد وعلیہ یحمل الاطلاق فتھم کما حررہ خسرو کر فساد و سلب عقد میں یعنی فساد اصل کتابت میں ہو جیسا کہ اسکا مذہب کرنا اشارہ پر تو اس سے کتابت فاسد ہو جاتی ہے اور اسی پر اطلاق فقہا محمول ہوتا ہے چنانچہ اسکو ملا خسرو نے درر میں تحریر کیا ہے یعنی عادی اور استروشنی وغیرہا نے کہا کہ کتابت کی تعلیق شرط سے جائز ہے اور شرط فاسد سے کتابت باطل ہو جاتی ہے ملا خسرو نے کہا کہ یہ اطلاق اس فساد کے بطلان پر محمول ہوتا ہے صاحب عقد میں ہو لیکن بزازیہ کی یہ روایت اس حمل کے مخالف ہے کہ عامۂ یونسی کو مکاتب کیا اس شرط پر کہ اسکا حمال داخل کتاب نہیں تو کتابت فاسد ہو اسواسطے کہ کتابت شرط فاسد سے باطل ہو جاتی ہے انتہی تو اگر اختلاف روایت پر حمل کیا جاوے تو اشکال زائل ہو کذا فی الطحطاوی واذن العبد فی التجارۃ ۲۰ غلام کو اذن دینا تجارت میں چنانچہ یوں کہنا کہ میں نے تجکو تجارت کا اذن دیا اس شرط پر کہ تو ایک مہینے تک تجارت نکرے فلانے غلام میں تو یہ اُن جمیع تجارات اور اوقات کو عام ہوگا اور شرط باطل و دعوۃ الولد کھذا للولد ان ادعیت لغیرہ اتے ۲۱ ولد کے نسب کا دعوی کرنا چنانچہ یوں کہنا کہ میرا ہوا اگر میری عورت راضی ہو یعنی نسب ثابت ہوا اور شرط باطل والصلح عن دم العمد ۲۲ قتل عمد سے صلح کرنا یعنی جو شخص عمداً مقتول ہوا اسکا ولی قاتل سے کسی شے پر صلح کرے اس شرط پر کہ قاتل اسکو قرض دے یا تحفہ تو صلح صحیح ہو اور شرط فاسد اور قصاص ساقط کیونکہ استقاطات سے ہے اور شرط محتمل ہے کذا فی الفتح وکل الابراء عنہ ولم یذکر وجہ الکفایۃ او الصلح ۲۳ اور سب قتل عمد سے ابرا کرنا شرط فاسد سے باطل نہیں ہوتا اور قصاص ابرا کو مذکور نہیں کرتا صلح پر کفایت کرتا ہے کذا فی المدونۃ وجہ کفایت یہ ہے کہ صلح اور ابرا میں چند ان فرق نہیں ہوسکتے کہ جب ولی نے قاتل عمد سے کہا کہ میں نے تجکو بری الذمہ کیا اس شرط پر کہ تو اس شہر میں نہ رہے یا اس شرط پر صلح کرے تو ابرا اور صلح صحیح ہے کذا فی الطحطاوی عن الدرر وعن الخلاصۃ التی فیھا القود والکفارۃ من القتل الاول ۲۴ صلح کرنا اس زخم سے جسمیں قصاص لازم ہو اور اگر ایسا زخم ہو جسمیں قصاص نہیں لازم ہوتا جیسے ہاشمہ اور موضحہ تو وہ قسم اول سے ہوگا یعنی دیت میں یہ سوال کا طریقہ جاری ہوگا گویا وہ معاوضات مالیہ میں ہے تو وہ شرط فاسد سے باطل ہوگا وعن جنایۃ عضو او منفعۃ عاریۃ اذا اعتقھا رجل وشرطھا حوالۃ او کفالۃ ۲۵ صلح کرنا جنایت عضو سے یعنی جنایت منصوبہ سے ۲۶ صلح کرنا جنایت دیت سے ۲۷ صلح کرنا جنایت عاریت سے جبکہ کوئی مرد جنایات ثلثہ کی صلح کا ضامن ہوا اور ضمن حوالہ یا ضمانت شرط کرے کذا فی الدرر یعنی مخاصب منصوبہ اور امانت والی یعنی مستعیر عاریت میں جنایت کرے اور کچھ ادا نہ کرے اور بدل صلح میں کوئی شخص جانے کا ضامن ہوا اور ضامن نے ضمانت نہیں شرط کرے اسطرح کہ منصوب یا امانت یا عاریت کی جنایت کی بدل صلح کا میں ضامن ہوا اور ملک

فلانا شخص کفیل ہوا فلانے شخص پر حوالہ ہو تو صلح صحیح ہے اور شرط باطل کذا فی الطحطاوی عن الدرر وجامع الفصولین والقنیہ والبحر وحیلۃ الناطف در مختار ۲۸ نسب ۲۹ عبد یا ماذون پر تصرف کا رکنا کذا فی النہر ۳۰ نسب ولد میں خاص ہو اور یہ عام ہے تو شرط فاسد ہے یا باطل ۳۱ کفالت بالنفس شیاء ۳۲ غصب ۳۳ زمان کفالت بالنفس حربی کو امان دینا الشرط فاسد صحیح ہو اور شرط باطل یعنے شہروں میں بجائے امان کفیل ضامن القن مذکور ہے طحطاوی نے کہا غصب سے شاید ضمان فی ان شخص یشرط بہ مراد ہو والا نفس غصب بدلیل شرط الشرط باطل ورنہ ہے ۳۴ عقد ذمہ بطور کہ باوشاہ کے اُس کے فرمانبرداں سے جو دار الاسلام کی باقامت کا ارادہ رکھتا ہو کہ پیشہ بجز خمر مقرر کیا الشرط کہ تو محکوم کچھ تحفہ دے کذا فی الطحطاوی وعن الحموی وتعلیق الرد بالعیب ۳۴ رد بالعیب طور کر یا شرط کہ اگر مبیع میں کچھ عیب پاؤ تو محکوم پھیر دو تو نگا نسبت حیلہ کہ محکوم بعض خبث سے بری الذمہ کرے طحطاوی نے کہا یہ مثال مناسب مقام ہے خلاف علی ہذا جو فروخت کے تعلیق بخیار الشرط ۳۴ رد بخیار شرط کو معلق کرنا مثلاً اگر میں نہ بیچا کہ تین دن میں تجھ سے پھیر لوں الشرط کہ تین دن میں تجھ کو تحفہ دے طحطاوی نے کہا یہ مثال مناسب مقام ہے فاسد ہو جاتا ہے مثلاً ان شاء اللہ فلاں قاضی کرے تو معزول ہو یطل الشرط لما ذکرنا انہا کلمۃ تعلیق بمعاوضۃ مالیۃ فالاولی ترکہا الشروط الفاسدۃ ۳۵ قاضی کا معزول کرنا چنانچہ بادشاہ کا یوں کہنا قاضی سے کہ فلاں شخص کو معزول کیا اگر فلاں شخص چاہے تو قاضی معزول ہو گا اور شرط مذکور باطل ہو گی اسواسطے کہ نہ کیا ہے کہ جس تصرفات مذکورہ یعنی جس سے عزل قاضی تک معاوضۃ المالیہ میں تو انہیں شروط فاسدہ اثر نہیں کرتیں ہم ترجمہ میں مذکور ہو چکا اثر وہاں فاسدہ بیاع کی طرف راجع ہیں اور بیاع شفعہ میں ہیں تاکہ معاوضات المالیہ میں دیتی ما یجوز تعلیقہ الشرط دھو مختص بالاسقاطات المحضۃ التی یحلف بہا کالطلاق والعتاق والصلح عن القصاص والتوبۃ کذا فی الاشباہ والنظائر ۳۶ التزامات التی یحلف بہا کالحج وصلوۃ النوافل کذا فی الاشباہ والنظائر ۳۶ قضاء وامارۃ عینی ۳۷ بیع اور باقی ہبہ وغیرہ تعزیر جنکی تعلیق شرط جائز ہو اور وہ مخصوص ہیں ان اسقاطات خالصہ سے جنسے قسم کھائی جاتی ہے چنانچہ طلاق لونڈی غلام اور ان التزامات سے مختص ہو جنسے قسم کھاتے ہیں چنانچہ حج اور نماز اور روزہ وغیرہ تولیات سے چنانچہ قضا اور امارت کذا فی العینی والمراد بہم اور جمیع تصرفات مذکورہ شرط فاسد سے باطل نہیں ہوتے کما مر زاد فی النہر الا ان فی التجارۃ وتسلیم الشفعۃ والاستئجار الخلاف یجوز تعلیقہ بہ یعنی ماذون فی التجارہ اور تسلیم شفعہ اور استیجار شفعہ کو زیادہ کیا ہو درحر المصنف دخول الاسلام فی القسم الاول کالہ من الاقرار دخول الکفر ہنا کما ترک ۳۸ اور مصنف نے اپنی شرح میں تصریح کیا ہے دخول اسلام کا قسم اول میں یعنی جسکی تعلیق شرط صحیح نہیں کیونکہ اسلام اقرار کی قسم سے ہے اور مصنف کیا ہے دخول کفر کا یہاں یعنی جواز تعلیق میں کیونکہ کفر عبارت ہے ترک سے یعنی ترک اسلام سے صحہ اسلام عبارت ہو تا اقرار سے علماء مشہورین میں بلکہ تحقیق یہ ہے کہ اسلام عبارت ہے تصدیق قلبی سے اور اقرار اسلام دنیویہ کے اجرا کی شرط ہے ملکہ عدم صحت تعلیق اسلام کی وجہ یہ ہے کہ تصدیق قلبی کی تعلیق شرط سے صحیح نہیں اسواسطے کہ معلوم ہے کہ جو کافر کہ اپنے اسلام کو شیخ پر معلق کرتا ہے وہ غالباً اس فعل سے نفرت رکھتا ہے تو معلق علیہ کے تصدیق کا ارادہ نہیں رکھتا تو اسکو کیونکر مسلمان قرار دیجیے باوجود اس تفرقہ کے جو تعلیق سے اُسنے ظاہر کیا ہے اور خود مصنف نے بھی اسکو آخر کلام میں بیان کیا ہے کذا فی الطحطاوی وفی صحیح تعلیقہ بحصول الکفالۃ والبراءۃ عنہا بطلانہ اور صحیح ہے معلق کرنا ہبہ اور حوالہ اور کفالت کا اور کفالت کی برا کا شرط مناسب پر جسکی کتاب البیوع میں ہے کہ تعلیق ہبہ بلفظ ان شرط یہ باطل ہو جاتا ہے اگر شرط باطل ہو جنانچہ ہبہ بشرط عدم من اور اگر شرط مناسب ہو اور صحیح ہو اور تعلیق کفالت الا بمتعارف ہو جنانچہ بطلب کا آنا تو صحیح ہے اور اگر شرط محض ہو جنانچہ دخول اور ہبوب ریح تو کفالت جائز نہ ہو اور شرط باطل کذا فی الطحطاوی وما تقدم اضافتہ الی الزمان المستقبل کالاجارۃ وفسخہا والمزارعۃ والمعاملۃ والمضاربۃ والوکالۃ والکفالۃ والابضاع والوصیۃ والقضاء والامارۃ والطلاق والعتاق والوقف فصحیح اربعۃ عشر اور جسکا اضافہ کرنا زمان مستقبل کی طرف صحیح ہے وہ اجارہ ہے اور فسخ اجارہ اور مزارعت اور معاملت یعنی مساقات اور مضاربت اور وکالت اور کفالت اور کسیکو وصی مقرر کرنا اور کسیکے واسطے وصیت کرنا اور قضا اور امارت اور طلاق اور عتاق اور وقف تو یہ چودہ ہیں ۳۹ یعنی تصرفات مذکورہ کو آئندہ زمانے کی طرف مضاف کرنا بغیر صیغہ تعلیق صحیح ہے کیونکہ ذکر تعلیق سے فراغت ہو چکی اور فائدہ صحت اضافت کا یہ ہے کہ کہتا جائز ہے ضمناً یعنی زمانہ مضاف الیہ کے آنے کے وقت اور جو کو جائز نہیں کہ اُسکے غیر کو اجارہ دے اضافت اجارہ کی یہ مثال ہے کہ موجر کہے کہ میں نے تجھکو اپنا یہ گھر اجارہ دیا بعد ایک مہینے کے اور وقف کی یہ مثال ہے کہ میں نے اپنا گھر یا باغ وقف کیا بعد اپنی موت کے اور جواز اضافت فسخ اجارہ پر ایک قول ہے شرائط الیمین ہوا کہ اختیار عدم صحت اضافت معتمد ہے کذا فی الطحطاوی عن بقولہ الخانیۃ ولا فی التجارۃ فیصح مضافا فیہا بعض اضافۃ العادیۃ اور باقی رہا ذکر عبارت اوزان فی التجارۃ کہ یہ دونوں بھی مضاف بزمان آئندہ صحیح ہیں کذا فی العمادیۃ ۴۰ لا تصح اضافتہ الی المستقبل عشرۃ البیع

واجارته وشفعة والقسمة والشركة والهبة والكفالة والرجوعة والصلح عن دعاوي الابراء عن الدين لانها تمليكات في الحال فلا تضاف الا استقبال كالا تعلق بالشرط لما فيه من معنى القمار اور ین کی اضافت زمانہ استقبال کی طرف صحیح ہے مدیون سے بیع اور اجارت بیع کی اور فسخ کرنا اسکا اور قسمت اور شرکت اور ہبہ اور نکاح اور رجعت ارصلح مال سے اور ابراء سے کیونکہ یہ صرفات فی الحال کی تملیکات ہیں تو مضاف ہونگے زمانہ استقبال کی طرف جیسے کہ شرط کے ساتھ معلق نہیں ہوتے کیونکہ اسمیں معنی قمار ہے یعنی خطر ہو کہ شرط محقق ہو یا متوہم ظاہر رجعت اور ابراء پر تملیک صادق نہیں کیونکہ رجعت تقلید ہے اور ابراء اسقاط ہے مگر یوں کہیے کہ رجعت میں تملیک رجوع ہے متعہ سے اور ابراء میں تملیک دین ہے مدیون کو دیتی الوکالة على قول المفتي به اور جنکی اضافت صحیح نہیں انمیں وکالت کا شمار کرنا باقی رہا جب ابو یوسف کے مفتی بہ قول کے موافق عدم صحت اضافت وکالت پر فتوی ہو تو اسکا شمار کرنا ان تصرفات میں جنکی اضافت صحیح ہے بقول طرفین ہو

باب الصرف

یہ باب ہے بیع الصرف کے بیان میں عرفه بالمباحث الكتاب انه من انواع البيع مصنف نے اسکا عنوان باب سے کیا نہ کتاب سے یعنی اسکو بلفظ باب الصرف شروع کیا اور کتاب الصرف کہا ہوتا کہ صرف بیت کی اقسام سے ہو ہم شارح نے ارادہ کیا کہ مصنف کی تعبیر بہتر ہو کیونکہ کتاب کی تعبیر سے کہ اسمیں کتاب الصرف واقع ہو صرف انواع بیع سے اسطرح ہو گا کہ بیت کی چار قسمیں ہیں چنانچہ اشار الیہ بقولہ الخ شروع میں مذکور ہو چکا یعنی بایع العین بالعین ہو یا بایع العین بالدین ہو یا بایع الدین بالعین ہو یا بایع الدین بالدین عبارت ہی صرف اور ہیں مراد الحاقین ہو هو لغة الزيادة صرف لغت میں بمعنی زیادت کے ہو ہم نے لہذا حدیث شریف میں لفظ کو صرف فرمایا جنچہ ارشاد ہوا کہ جو اپنے باپ کے سوا غیر سے اپنا نسب لگاوے تو اوپر اللہ تعالی اسکا صرف و عدل قبول نہ کریگا صرف سے مراد نفل ہے کیونکہ وہ فرض سے زائد ہے اور عدل سے مراد فرض ہے اور لغوی معنی شرعی معنی میں ہیں جو ہوں سو اسطرح کہ فرض میں تقابض بدلین شرط ہے تو یہ زیادتی ہو گی غیر فرض پر کیونکہ اوپر بیع میں تقابض شرط نہیں ہے ثمنا بالفض او ما خلق للثمنية ومنه المصوغ جنسا بجنس او بغيره جنس ذهب بفضة اور فرض میں قبض کا ہونا شرط ہے خواہ بیع صرف ہو خواہ بیع غیر صرف ہو جیسا کہ چاندی کی چاندی سے اور سونے کی سونے سے یا غیر جنس سے بیع ہو جیسے سونے کی بیع چاندی سے اور فرض سے مراد وہ ہے جو قبل عقد کے واسطے مخلوق ہوا ہو یعنی چاندی یا سونا اور چاندی سونے کا زیور اور برتن بھی اسمیں داخل ہے یعنی اسکی بیع بھی صرف میں داخل ہے خواہ زیور اور برتن کی بیع زیور اور برتن سے ہو خواہ نقد سے لیکن زیور اور برتن بسبب عمل صریح باقی رہا لہذا عقد میں متعین ہو جاتا ہے کذا فی السراج لقابلیہ میں ہو گی قیمت ہو جو ثابت فی الذمہ ہو بطریق دین کے مقابلے کے وقت اور لفظ موجب بالعقد نہیں ہوتے مگر بطریق دین کے یشترط عدم التأجيل والخيار والتفاضل في الجنس والنساء ودينا اور شرط ہے عدم تاجیل اور عدم خیار اور تماثل یعنی دونوں عوضوں کا برابر ہونا وزن میں ہم عدم تاجیل و خیار کا مکرر ہو کہ خود ماتن بیان کریگا والتقابض بالبراجم لا بالتخلية قبل الافتراق اور شرط ہے ہاتھ قبض کرنا عوضین کا انگلیوں کے جوڑوں سے قبل افتراق عاقدین کے نہ تقابض بمعنی تخلیہ بمعنی تقابض بالتخلیہ کافی نہیں جب تک ہاتھ سے قبض نہ ہو اور ظاہر آستین سے قبض تقابض بالبراجم میں داخل ہی کذا فی الطحطاوی هو شرط بقائه صحيحا على الصحيح اور تقابض صرف کے صحیح باقی رہنے کی شرط ہے بنا بر قول صحیح کے ہم تو اگر احد البدلین کی مدت معین ہو فی بیع مدت معین کی یا خود عاقدین مدت بالکل کر دی قبل افتراق کے اور عوض کو نقد و یا پھر افتراق واقع ہوا بعد تقابض جانبین کے تو عقد منقلب بصحیح ہو گا اور بعد افتراق کے صحیح نہیں ان اتحدا جنسا او ان وجد اختلفا جنسا وقيمة وصياغة ما لم في الربا فماثل او تقابض شرط ہو اگر دونوں عوض ایک ہی مدین میں سے اگرچہ عمدگی اور صنعت زرگری میں مختلف ہوں اسواسطے کہ باب الربوا میں مذکور ہو چکا کہ مال ربوا میں جید اور ردی برابر ہوتے ہیں صنعت شرعاً ساقط الاعتبار ہوئی تو یہ جو معمول ہے کہ عمدہ چاندی بنا بر عمدگی کے غیر زیادہ روپے دیکر خریدتے ہیں یا چھلا آرسی بسبب سادہ کاری کے بڑھا کر روپے سے مول لیتے ہیں بیع عین بالوا وجہ حرام قطعی ہے مسلمانوں کو اس سے احتراز واجب ہوا اور تدبیر اسطرح کی خرید کی یہ ہو کہ ثمنین مثلین اسے یعنی چاندی کو چار عوضوں یا پیسوں سے خریدے کہ والا بان لم يتغابنا شرط التقابض لحرمة النساء اور اگر دونوں عوض متحد ہوں جنس میں جیسا کہ چاندی کا بیچنا سونے سے تو فقط قبض کرنا شرط ہے بسبب لم ہونے تاخیر کے ہم یعنی درصورت اختلاف جنس کے تقابض البدلین شرط تو تماثل شرط نہیں صلحاوی نے کہا کہ صرف نقدین میں جب تقابض البدلین شرط ہوا تو معلوم ہوا کہ اگر چاندی کا زیور سونے کے زیور سے بیچے تو اسمیں قبض احد البدلین قبل افتراق شرط ہے دونوں عوض کا قبض فلو باع النقدين احدهما بالاخر جزافا او بفضل وتقابضا

فیہ ای المجلس ھم تو اگر تقدیرین یعنی چاندی سونے میں سے ایک کو بیچا دوسرے سے بلا وزن الطرفین اور تکل کے یا زیادہ کر کے بیچا اور عاقدین نے عوضین کو باہم قبض کیا محل عقد اند تو صحیح ہوگی ہم یہ تقریر ہے قولہ تقابضا بینی جب اختلاف جنس میں فقط تقابض شرط ہوا بلا تماثل تو بیع تحمینی و فضولی و لیوں درست ہیں اگر چہ ایک شرفی سے ہزار روپے خریدے یا ایک روپے سے ہزار شرفی سوال یہ ہے قولہ تقابضا فی المجلس اور اگر سونے کو چاندی سے یا چاندی کو چاندی سے بیچا بطریق تخمینی یا وزن تو جائز نہیں پھر اگر اسی مجلس میں تساوی عوضین معلوم ہو گئی تو تقابض طرفین واقع ہوا تو بیع صحیح ہو جائیگی والعوضان لا یتعینان حتی لو استقرضا فادیا قبل افتراقھما او اسکما اشار الیہ فی العقد وادیا مثلھما جاز اور جو عوض متعین نہیں ہوتے صرف میں یہاں تک اگر عاقدین نے عوضین کو ایک دوسرے سے قرض لیا پھر قرض ادا کیا جدا ہونے سے پہلے یا رکھ چھوڑا اور نقد کو جسکی طرف عقد ہوا تھا قبض کیا اور مثل عوضین کے ادا کیا تو بیع جائز ہے ہم اسیطرح اگر عوض مستحق نکلا اور عاقد نے بدل اسکا جنس مستحق ادا کیا تو جائز ہے کذا فی المنح ویفسد الصرف بخیار الشرط والاجل لانہ خلا بالقبض او فاسد ہو جاتی ہے بیع الصرف خیار الشرط اور مدت مقرر کرنے سے اسیطرح خیار الشرط اور مدت قبض کے خلل انداز ہیں یعنی اسیطرح کہ جب ایک عوض باقی رہیگا انحقاق قبض متمکن ہو گا کیونکہ انحقاق قبض ملک پر مبنی ہوا اور خلل ملک کا مانع ہے اسیطرح مدت مانع قبض ہے وبہ مع اسقاطھما فی المجلس لا مانع اور صرف صحیح ہو دونوں کے اسقاط کر دینے کے ساتھ بشرطیکہ ہو جانے کے یعنی اگر اول خیار شرط اور مدت کا ذکر ہوا پھر اسی مجلس میں دونوں کو ساقط الاعتبار کر دیا تو بیع صحیح ہو گی یعنی بشرط تقابض البدلین فی المجلس وصح خیار رؤیۃ وعیب مصوم لا نقد او خیار العیب یا زندی سونے کے زیور یا برتن میں صحیح ہے نقدین میں خیار الرویۃ نقدین میں صحیح نہیں کیونکہ انعقاد عقد نقدین مثل پر ہوتا ہے عین نقدین پر بخلاف بیوع اور برتن کے اور ظاہر کلام شارح والاکثر یا ہے کہ نقدین میں خیار العیب بھی نہیں ہوتا حالانکہ الیسیان میں ہے بلکہ خیار العیب نقدین میں داخل ہوتا ہے اگر عیب کے مجانس پھیر دیگا تو صرف باقی رہیگا اگر اسکا بدل داخل کر دیگا اسی مجلس میں اور اگر بعد افتراق دیگا تو بیع الصرف باطل ہو گی کذا فی الطحطاوی

فروع مسئلہ طحطاوی شارح کا الشرط الفاسد یلحق باصل العقد عندنا خلافا لھما بخلاف شرط فاسد اصل عقد سے لاحق ہو جاتی ہے امام کے نزدیک خلافا صاحبین کے کذا فی الطحطاوی الہندیہ مراد وہ شرط فاسد ہے جو بعد عقد کے مذکور ہو ظن بعض الثمن او بوفاء فرده یتقضر فیہ فقط کچھ ثمن کھوٹا نکلا سونے کو پھیر دیا تو اسیقدر میں بیع ٹوٹیگی یعنی سونے کا جسقدر قبض نہ ہوا اور دوسرے عوض جزء دونوں شریک ہو جائینگے لغیر طریقہ اسمیں کوئی اسیاد نہیں جو شریعت مردود کی مقدار ہو گی کذا فی الطحطاوی ولا یتصرف فی الصرف قبل قبضہ لوجوبہ حقا للہ تعالی تصرف کرنا نہیں بیع صرف کے ثمن میں قبضہ کرنے سے پہلے لازم ہونے قبض کے حق اللہ تعالی کی وجہ سے فلو باع دینارا بمثلھا او اکثر بھا قبل قبضھا او بمثلا فسد البیع الثوب والصرف بحالہ تو اگر بیچا دینار کو بعوض درہم کے اور درہم سے مثلا کپڑا خریدا قبل قبض درہم کے تو کپڑے کی بیع فاسد ہو اور بیع الصرف بحال خود باقی ہے یا کراھۃ تعدل للدرھم مع طوق فضۃ فی غنھا فیقتسمانہ بقدر انقسام الثمن علی المثمن او بغیر جنسہ لو فی الاولی والا فالعبرۃ لوزن الطوق لا لقیمتہ فقط لا مقابل بہ والباقی بالحصۃ یہ مسئلہ تنویر سے ماخوذ ہے بیچا تو نے ہزار درہم کے برابر تانبے چاندی کے طوق کے ساتھ جو اسکی گردن میں ہے جس طوق کی قیمت ہزار درہم ہے مصنف نے لونڈی اور طوق کی قیمت صرف سو روپے بیان کی تو انقسام ثمن کا ثمن پر معلوم ہوا یہ معلوم ہو کر وہ یعنی غیر نقد جنس طوق کی سفارش ہے اور وزن طوق کا اعتبار ہو نہ اسکی قیمت کا تو ثمن برابر طوق کے طوق کے مقابل ہو گا اور باقی ثمن لونڈی کے مقابلے میں واقع ہو گا ہم لونڈی کی قیمت سے ہزار ہوا فرط سنین بلکہ اصل یہ ہے کہ جب نقد کو غیر نقد کے ساتھ ملا کر بیچے بعوض نقد مجانس کے تو یہ ضرور ہے کہ نقد مضموم الیہ سے ثمن زیادہ ہو یا نقدین متفق الثمنیۃ القاء او باعھما بالفین لھذا نقد والفضیشۃ او باعھما بالفین لھذا علیہ حسنون ویخلص بالاضراء عنہ وھذا نقد حسین کما نقد فلو ثمن الفضۃ سواء سکت او قال خذ ھذا من ثمنھما صح بالجواز جاریہ سلوہ او طوق مذکور کو بیچا بعوض دو ہزار درہم کے اور ثمن سے ہزار درہم دیدیا جاریہ کو بیچا بعوض دو ہزار کے اسطرح پر کہ ایک نقد اور ایک ادھار کا وعدہ باندھا یا نہ بھی جسکا زیور بیچا ہے ثمن مع کا ہو کہ بلا ضرر جدا ہو سکتا ہو سو اسکو بعوض سو درہم کے بیچا اور پچاس درہم ثمن میں دیے سو جو لونڈی یا وہ جاندی کا ثمن ہے خواہ مسترد سکت رہا ہو یا یوں بولا ہو کہ یہ لے دونوں کے ثمن میں سے خلاص نے کہا ثمن ہوتی کو چاندی کا ثمن قرار دیا باب الاکراہ کے درست ہونے کے واسطے جو کہ عاقدین مسلمان ہیں تو باعتبار حسن ظن کے آپس فاضل حق الاسلام صلح پر محمول ہو اور ثمن محل اسکا ٹھہرا حسبین شیطنت ہو اگر چہ اسنے یہ بھی کہا ہو کہ یہ دونوں کا ثمن ہی اسواسطے کہ ثمنیہ سونے کا ساقط ہو گیا ہے اور چاندی

قرآن مجید میں ہے کہ لتساھلوا عنا اور جو متن اللؤلؤ والمرجان مفتی ابوالسعود نے کہا کہ خطمی طلا مذکر کا ذکر موہم ہے کہ یہ شرط ہے حنفیہ میں حالانکہ ایسا نہیں ہے یعنی
ضرار وعدم حکم میں یکساں ہے کذا فی الطحطاوی وکذا لو قال ھذا السیف حمصة اسم للحلیة ایضا لو فی بیعہ بتعاط ولو زادہ خاصة فسد البیع
کالزائد کالاحمال اور اسیطرح مثل سابق چاندی کا خاص ٹھہرایا جائیگا اگر مشتری نے یوں کہا کہ خریدتا ہوں میں یہ تلوار کا حصہ ہے اسواسطے کہ تلوار زیور کا بھی نام ہے اور اسی طرح اگر زیور کے تلوار کی
بیع تام ہو کر یعنی تلوار زیور ہو گیا ایک حصہ بیع میں اگر مشتری نے زیادہ کیا یعنی یوں بولا کہ خریدتا ہوں میں یہ تلوار کا حصہ مجمل فقط تلوار ہی کا ثمن ہو تو بیع فاسد ہوگی اسواسطے کہ اس قول نے خاص
کو دور کر دیا یعنی اب کسوٹی سے جانچا نہیں جا سکتا کہ زیور کو تلوار میں داخل کیجئے فان افترقا من غیر قبض بطل فی الحلیة فقط وھو فاسد ان لم یخلص بالاصور کطوق الجاریة دان
تخلص لا بغیر بال اصلا سو اگر بیع مذکور میں عاقدین کا افتراق ہوا بدون قبض ثمن تو بیع فقط زیور میں باطل ہوئی اور تلوار میں صحیح ہے اگر زیور جدا ہو سکتا ہو جیسا کہ طوق ہو جاتا
اور اگر جدا نہ ہو سکتا ہو بدون ضرر کے تو بالکل بیع باطل ہو گی یعنی نہ زیور میں بیع صحیح ہے نہ تلوار میں اسواسطے کہ قبل الافتراق وجوب القبض ہے پھر قبض نہ ہونا افتراق تو زیور
بیع باطل ہوئی بوسیلہ فقدان شرط اور اسیطرح تلوار کی بھی باطل ہے کیونکہ تسلیم کسی طرح متعذر ہے بخلاف طوق وغیرہ کے جسکے جدا کرنے میں ضرر نہیں ہے تو ان فقط یا تلوار کی بیع صحیح ہو گی
تسلیم پر قدرت حاصل ہے بلا ضرر واکا صل انه متی بیع نقد مع غیرہ کمفضض او مزکش ینقد من جنسه شوط زیادة الثمن فلو مثله او اقل او جھل بطل ولو بغیر

جنسه شوط التقابض فقط اور سنار کا زیور کو کاٹ کر بیچنا یہ قاعدہ کلیہ ہے جب عقد غیر نقد سے ملکر جیسا کہ مفضض اور مزکش بجائے چاندی کے ہو اسکے ہم جنس ہو تو زیادہ ہونا
ثمن کا شرط ہے تو اگر ثمن نقد مبیع کے برابر ہو یا کمتر ہو یا کسی شے کا معلوم نہ ہونا تو بیع باطل ہوا اور اگر نقد کی بیع ہوئی تھی اسے جو اسکا غیر ضرر ہے تو فقط فاسد ہے شرط ہے ہم مفضض ثمن جنس
چاندی کا ہے پر ہے جیسا کہ لکڑی کا زین یا لکڑی یا پیتل کے پائے چاندی کے پڑے ہوئے اور مزکش جیسا کہ زردوزی کی جوتی تو مفضض کے ثمن میں تین آیات لازم ہے تا اگر
چاندی کے مقابل اسکے برابر چاندی واقع ہو اور باقی ثمن مثلاً اس کپڑے کے مقابل ہو جسپر چاندی کا پترا اور وصورت تساوی ثمن اسواسطے بیع فاسد ہے کہ عوض میں
کچھ ثمن نہیں ہوتا اور وصورت عدم علم کی مثلی کے سو اسطے بیع فاسد ہے کہ ہمیں شبہ ہے فضل کا اور شبہ ربوٰ ملحق بحقیقت ہوا ہی اور اگر مفضض کی بیع مثلاً شہر فلوس کی تو پہنا زیادت اور قلت
اور مساوات کی شرط نہیں بخلاف جنس کے سبب ہونے کے ہاں تقابض المجلس بقدر بقضة بفضة ویذھب فیلغو عفو فی المجلس شی فترقا صح فیما قبض کما
فی کانا لا نه صرف اور جیسے چاندی کا بترن چاندی یا سونے سے بیچا اور سنار کا کچھ ثمن نہ دیا مجلس عقد میں یعنی بغیر قبض طرف پھر دونوں میں جدائی واقع ہوئی تو بیع صحیح ہوئی بقدر
قبض ہوا اور دونو شخص ثمن میں شریک ہو گئے کیونکہ یصرف ہو کالخیار للمشتری لتعیبه من قبله بعدم نقد او اسی میں اختیار نہیں مشتری کا کہ عیب والا ہو جانے کے بترن کے
مشتری کے جانب سے پورا ثمن نہ دینے سے ہم یعنی ابو حنیفہ شرکت مشتری روپیہ میں نہیں ہو سکتا کہ عیب اسیکی طرف سے ہوا نہ بائع کی طرف سے بخلاف ھلاک احد العیدین قبل القبض
فیخیر لعدم صنعه بخلاف ہلاک عدد العیدین کے قبل از قبض کہ ثمن میں شریک ہو جاتا ہے کیونکہ یہ عیب مشتری کے فعل سے نہیں واذا استحق بعضه او الثناء لعدم الشتری والبائع
بقسطه او فی المعیب بغیر صنعه قلت وھذا مخصوص بقفاته بالبینة کما لا قرار فلیحرر او اگر بعض ظرف یعنی نصف یا ثلث بترن مستحق ہو نکلا تو مشتری باقی کو
بقدر اسکے حصہ کے خرید کرے یا رد بیع کرے مثلاً جو بسبب عیب ہو جانے مبیع کے بلا فعل مشتری کے ہوا ہو اور وہ استحقاق ثابت ہوا ہو بقضاء قاضی کے یا اقرار سے تو اسکی
تلافی اور تضمین کرنا چاہیے ہم جب علت خیار مشتری عدم قبض مشتری ٹھہرا تو وصورت استحقاق اسوقت مشتری کو اختیار ہوگا جبکہ استحقاق مبیع کے گواہوں سے ہوا ہو نہ کہ بائع کے اقرار
سے ذات ہونہ مشتری کے اقرار سے کیونکہ اقرار سے ثبوت وقیمت مشتری کی جانب سے ہوگا تو بائع سے ثمن کو نہیں پھیر سکتا کیونکہ اقرار مجحف قاصر ہے فلن اجاز المستحق
قبل فسخ الحاکم العقد جاز العقد اختلفوا فی فسخ البیع اذا ظھر ان المبیع لا یملکه البائع والصحیح انه یفسخ وھو الاصح
پھر اگر مستحق بیع کا اجازت دے قبل اسکے کہ حاکم عقد کو فسخ کرے تو عقد جائز ہو جائیگا بخلاف اسکے کہ بیع فسخ ہو جانی ہے جبکہ استحقاق ظاہر ہوا ظاہر الروایۃ یہ ہے کہ وہ فسخ نہیں ہوتی
جبتک فسخ نہ کی جائے اور یہی صحیح ہے کذا فی الفسخ کما فی الخانیة والبائع من المشتری وغیرہ اذا قام البینة قبلت وبعد العقد وکیلا للمبیع فتعلق
احکام العقد به دون المبیع حتی یطالب العقد بقبض حقوقه والمحامد وغیرھا اور ثمن سے بیع ہوگا بائع سے ثمن کو مشتری سے اور متعلق ہو گا بیع کے عقد کے ساتھ نہ کہ مبیع کے اور مشتری

حاشیہ یعنی دونوں کو اصل ہے اپنی قیمتی طلا کو چھوڑ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ساتھی تھا اسے بخلاف ان دونوں کے سونے اور چاندی کا ہونا طلا کا ہونا ہے صرف باب ۱۱ فصل ۱۱

ہوگئے ہوں بعد اجازت مشتری کے اول صورت میں عاقد یعنی بائع کو اور دوسری میں اجازت دینے والے کو اور عقد کے احکام عاقد سے متعلق ہیں پھر جو دو مبیعہ سے ایک عقد باطل ہوگیا عاقد کی اتحاد صفقہ سے تفریق کی جدائی سے کذا فی الجوہرۃ ولو باع قطعۃ نقرۃ فاستحق بعضہا اخذ المشتری وخیر فی قسطہ بلا خیار کما لو البعض لا یضرہا اور اگر جاندی کا ٹکڑا بیچا اور اس میں سے کچھ مستحق غیر نکلا تو مشتری باقی کو بقدر اس کے حصے کے بلا اختیار رد بیع اسوسطے کہ کاٹنے والے اور خریدنے والے دونوں کو نقصان ہو کر ثمن مشتری کو سوسطے اختیار ہو کہ بقدر حصہ باقی کا لے لینا ممکن ہے بخلاف ظرف کے کہ اس میں قطع کرنا ضرر ہے لہذا استحقاق ظرف عین مشتری مختار ہو ولہذا لو کان لا استحقاق بعد قبضہما وان قبل قبضہما الخیار لتفرق الصفقۃ وکذا الدینار والدراہم جوہرہ اور یعنی عدم خیار مشتری ثابت ہے اگر استحقاق ظاہر ہو بعد قبضہ کرنے جاندی کی ڈلی کے اور اگر قبض ہو تو مشتری کو اختیار ہو بسبب متفرق ہونے عقد کے اور جس کو ہم دینار و درہم کا کذا فی الجوہرۃ یعنی اگر دینار یا درہم خریدے یا بعض دینار یا درہم مستحق غیر نکلے تو مشتری باقی کو اس کے حصے کے ملوق بے بلا اختیار اسوسطے کہ دینار اور درہم کی شرکت عیب میں داخل نہیں کیونکہ استیفاء کل حق عوض پر ممکن ہے کذا فی الطحطاوی دصح بیع درہمین دینارین بجنس بخلاف جنس اور صحیح ہے بیع دو درہم کو ایک دینار کی ایک درہم اور دو دینار سے جنس کو غیر جنس کی طرف پھیر کر یعنی درہم بمقابلہ دینار اور دینار بمقابلہ درہم واقع ہو کر صحیح ہو گئی کہ بموجب ہر دو کے اختلاف جنس اسوسطے برابر ہیں شرط مساوی بدلین شرط صحت ہے مثلہ بیع کر دو کو شعیر بکر دو شعیر الخ اور مسئلہ سابقہ کے مانند ہو ایک گز گیہوں اور ایک گز جو کی بیع گیہوں کے دو گز اور جو کے دو گز سے یعنی گیہوں کا ایک گز دو گز کے مقابلہ جو کے کرار ہو چکا ایک گیہوں کے دو گز کے مقابل ہو کر بیع صحیح ہو گئی برابری شرط نہ ہوئی ولو باع عشرۃ دراہم او دینارا بعشرۃ دراہم او دینار اسوسطے صحیح ہو بیع گیارہ درہم مثل دو درہم اور ایک دینار سے مع اگرچہ یہ مسئلہ صرف ضیائی کے خلاف القیس سے معلوم ہو چکا لیکن مصنف نے اس واسطے اس کو ذکر کیا تا معلوم ہو کہ خود مصنف کو بھی اس عدم قبول میں اس کے ہر ایک عوض میں پائی جاویں یا فقط ایک عوض میں دونوں صورتوں میں کچھ فرق نہیں کذا فی الشرنبلالی صحیح بیع درہم صحیح درہمین غلۃ فقط فتشترط المماثلۃ بیت المال وبقلہ التجاریۃ درہمین صحیحین وزن درہم غلۃ للمساواۃ وزنا وعدم اعتبار الجودۃ اور صحیح ہے بیع ایک درہم صحیح کو دو درہم غلہ کی دو درہم صحیح اور ایک درہم غلہ سے بسبب کم ہونے وزن کے اور نہ ہونے جودت اور عمدگی کے غلہ نفع نہیں مبیعہ تو شد یدالام وہ درہم ہے جس کو بیت المال یعنی سرکار بلطانی پھیرے اور سود اگر اسکو لینے سے انکار نہ کریں عدم قبول بیت المال اسوسطے نہیں کہ وہ درہم کھوٹا ہے بلکہ درہم غلہ کو مکروہ ہوتے ہیں جس کے کوئی نکرہ ربع درہم تو ہو اور کوئی ثمن اور اس سے کمتر اور بیت المال میں نہیں لیتے مگر عالی کذا فی الطحطاوی عن الکمال عن البرہان ودصح بیع من علیہ عشرۃ دراہم دین ممن لہ ای من دائنہ فصح بیعہ منہ دینا بہا اتفاقا وتقع المقاصۃ بنفس العقد کما یأتی فی بیع الدین اور صحیح ہے بیچنا اسکا جیسے درہم قرض میں کے ہاتھ سے جسکے درہم ہیں یعنی اپنے دائن سے خریدیں کو دائن سے خریدنا کہنا بموجب ان ہم کو درہم کے صحیح ہو اور واقع ہو جائیگا بموجب عقد کے اسوسطے کہ سود معاملہ دین میں جو ساقط ہوا ہم خلاصہ یہ ہے کہ زید کے دس درہم قرض عمرو پر ہیں عمرو نے ایک دینار بموجب ان ہم کو دے کر بیع کر لیا تو بیع بالاتفاق صحیح ہو اور بموجب عقد کے مقاصہ ہو جائیگا یعنی دین ثمن میں برابر ہو کر عاقدین حساب میں برابر ہو جائینگے بلا ذکر مقاصہ بخلاف سئلہ آئندہ کے کہ وہاں مقاصہ کرنا کی ضرورت ہے طحطاوی نے کہا کہ اگر ان لوگوں نے کہا اور صحیح بیع مدلون عشرۃ دراہم دین لہ دینارا بہا تو درست ہے مختصر ہوتا او بیع بعشرۃ مطلقۃ عن التعیین بدین علیہ ذہ فع الہائم الدینار للعشرۃ وتقاصا العشرۃ الثمن بالعشرۃ الدین ایضا سخانا یا صحیح ہے بیع مدیون کی بموجب ایسے دین کے جو اس کے ذمہ پر ہے بغیر طریقہ بائع نے دینار مشتری کو دیا ہو اور دونوں نے دس درہم ثمن کو دس درہم دین میں بجرا بھی کر لیا ہو بطریق استحسان کے ہم درصورت الطلاق درہم مقاصہ کر لیتے ہیں اگر عاقدین باہم بجرا نہ کرینگے تو الا جماع مقاصہ واقع ہوگا چنانچہ مخایرین میں مصرح ہے خواہ دین موجود ہو قبل عقد صرف کے یا بعد کے حال ہو یا موجل ہو بقول اصح رجوعہ ان رجع عیبا عند ہما وبہ یفتی مقاصہ کیا تو عقد اول فسخ ہو گیا اور دوسرا مضاف مضاف الی الدین ہو تو اضافت الی الدین بطریق اقتضا ثابت ہو گئی کذا فی الطحطاوی وما غلب فضتہ وذہبہ فضۃ وذہبہ حکما اور جس میں چاندی غالب ہو وہ چاندی کے حکم میں ہے اور جس میں سونا غالب ہو وہ سونے کے حکم میں ہے مثلاً اگر ظرف چاندی ہو اور تین مثقال سونا ہو تو وہ شرعاً خالص چاندی کے برابر ہے اسواسطے کہ نقود پر بسبب اطباع کے نقص سے کہ خالی ہونے میں لگ گیا غش ملی ہوتا ہے چنانچہ روی قسم میں لہذا قلیل ساقط الاعتبار ہو شرعاً فلا یصح بیع الخالص بہ کالبیع بعضہ بعض الا متساویا وزنا تو صحیح نہیں خالص چاندی اور

سونے کی بیع غالب الفضہ والذہب سے اور بیع اسکے بعض کی بعض سے مگر برابر قبول کر کیونکہ غالب حکم خالص ہے وکذا لا یضر کاستقراض منہ عددا وزنا کما مر فی بابہ
اور بسیط ہے غالب الفضۃ الذہب کا قرض لینا صحیح نہیں مگر وزن کر کے خالص کے مانند چنانچہ باب القرض میں مذکور ہو چکا والغالب علیہ الغش متماثلا فی حکم عرض للابطال
اور حسبین غش یعنی ثانیا یا سیبا غالب ہو چاندی سونے سے وہ باب اور اضباع کے حکم میں ہے غالب کو سبب جان کر ہم اعتبارا بالغالب مسئلہ سابقہ اور لاحقہ دونوں کی علت ہے
فصح بیعہ بالخالص ان کان الخالص اکثر من المغشوش لیکون قدرہ بمثلہ والزائد بالغش کما مر تو صحیح ہے بیع غالب الغش کی خالص چاندی یا سونے سے اگر خالص زیادہ
تر ہو مغشوش سے تا مقدار مثل مقابل مثل ہو اور زیادہ مقابل غش واقع ہو چنانچہ مسئلہ جاریہ اور سیف میں مذکور ہو چکا وبقیمتہ متفاضلا وزنا وعدد الصوغ بخلاف
اور صحیح ہے بیع مغشوش کی اپنی جنس سے زیادہ کر کے قول اور شما میں بسبب پھیرنے خلاف جنس کی طرف ہم مثلاً ایک مغشوش میں تولہ بھر چاندی ہو اور دو تولے اتنا ہی خالص
مغشوش میں دو تولے چاندی ہو اور ایک تولہ یا زیادہ تانبا تو ان دونوں کی بیع باہم جائز ہے اسکی چاندی اسکے تانبے کی طرف پھیر کر اور تانبے کو چاندی کے مقابل کر کے بشرط التقابل
قبل الافتراق فی المجلس الصوغین لعدم التعیین بیع مذکور صحیح ہے بشرطیکہ عاقدین کا قبض واقع ہو جدا ہونے سے پہلے مجلس بیع کے دونوں صورتوں میں بسبب عدم تعین کے ہم وزن ہونے
صورت میں یعنی بیع خالص کی مغشوش سے اور بیع مغشوش کی مغشوش سے تقابض قبل الافتراق ہونے کے شرط ہوا کہ صرف فی البعض ہے کیونکہ چاندی یا سونا دونوں جانب میں موجود ہو
اور غش میں یہ شرط ہوا کہ اسکے تقابض شرط ہوا کہ اسکے جدا کرنے میں چاندی یا سونے سے ضرر ہو دان کان الخالص مثلہ ای مثل المغشوش او اقل فلا یصح البیع الا بوزن
الاولین کما مر فی الثالث واگر خالص برابر ہو مغشوش کے یا اس سے کمتر ہو یا معلوم نہ ہو کہ کتنا ہے تو بیع صحیح نہیں بسبب اجاج کے پہلی دو صورتوں میں یعنی صورت
تساوی اور قلت اور بسبب مجہل ہونے مبیع کے تیسری صورت میں یعنی در صورت عدم علم مقدار خالص کیونکہ شبہہ پیدا ہوا اجاج حقیقت پیدا ہوا اور در صورت تساوی اسطرح پر کہ
چاندی مثلاً چاندی کے مقابل بڑی اور غش خالی عن العوض باقی ہا دھوای غالب الغش کالعین بالعین ان راج لتمیلہ جنسہ اور وہ یعنی غالب الغش متعین نہیں ہوا
متعین کرنے سے اگر اسکا چلن ہو گیا ہو بسبب اسکے خرچ ہو جانے کے اسوقت میں ہم غالب الغش ہے، رواج اسواسطے خرچ ہو گیا کہ ثمنیت اصطلاح اور چلن پر موقوف ہے تو جب تک
اسکا چلن باقی ہے گا تو ثمنیت باطل نہیں یعنی اگر غالب الغش ملک ہو جائیگا قبل قبض تو عقد باطل نہ ہو گا چنانچہ خالص روپے یا اشرفی کی ہلاکی سے بطلان عقد نہیں بلکہ اسکا
مثل دیا جائیگا والا یرجع بعین کسلعۃ اور اگر غالب الغش مروج نہیں تو معین کرنے سے متعین ہو جائیگا مانند قماش اور خدمت کے ہم متعین اسواسطے ہو گا کہ وہ اصل میں منجملہ
رسا اور قماش کے ہے اور ثمن ہو گیا تھا بسبب اصطلاح اور رواج کے پھر جب اس سے معاملہ کرنا لوگوں میں متروک ہو گیا تو اسنے اپنی اصل پر رجوع کیا تو اب اسکے ہلاک قبل القبض سے
عقد باطل ہو گا یہ اس صورت میں ہے جبکہ متعاقدین اسکا حال جانتے ہوں اور ہر عاقد یہ جانتا ہو کہ دوسرا عاقد بھی اسکو جانتا ہے سوا اگر دونوں اس حال سے خبردار نہ ہوں یا خبردار ہوں
مگر ہر ایک نہ جانتا ہو کہ دوسرا عاقد جانتا ہے تو در اہم رائجہ سے بیع متعلق ہو گی مگر جبکہ در اہم غیر مروجہ کی طرف اشارہ کر دیا ہو کذا فی الطحطاوی عن البحر وان قبلہ البعض
فلکل ان یفسخ فیتعلق العقد بحصتہ لیقال ان علم الباقی بحالہ والا فیفسد جمیلا اور اگر غالب الغش کو بعض لوگ لیتے ہوں اور بعض نہ لیتے ہوں تو وہ ناقص ہونے کے برابر ہے
تو اسکے بعض قبض کرنے سے عقد متعلق ہو گا اگر باقی اسکا حال جانتا ہو اور اگر نہ جانتا ہو تو اسکے ہم جنس عوض درہم سے تعلق عقد ہو گا دھم للباقی بعد کالاستقراض بخلاف ما
عملا بالعرف فیما لا یتفہ فیہ اور صحیح ہے بدل اہم خرید و فروخت کرنا اور قرض لینا اس غالب الغش سے بکار رواج ہونے عرف پر عمل کر کے اسمیں جسمیں تصریح نہ ہو نہیں فان الرواج
دلالۃ کالتنصیص مقالۃ فیہا فیکفی ما سواگر اسمیں وزن رائج ہو یا شما مروج ہو یا وزن اور شما دونوں جاری ہوں تو وزن اور عدد ہر ایک سے بیع اور استقراض صحیح ہے
والشما وہی نقرۃ مغشوشۃ ذہبہ کغالب الفضۃ والذہب فی تبایع واستقراض فلا یجوز کما بالاولی کما اذا اشار الیہما کما فی الخالصۃ
اور حسبین غش اور چاندی یا سونا برابر ہو وہ غالب الفضہ یا غالب الذہب کے مانند ہے خرید و فروخت اور قرض لینے میں تو بیع اور استقراض صحیح نہیں جائز نہیں مگر تول کر لیکن جبکہ دونوں
کی طرف اشارہ کر دیا تو وزن کرنا لازم نہیں چنانچہ در اہم یا دنانیر خالصہ مستثنا فقط تبائع کی طرف راجع ہے یعنی استقراض بہ صورت بلا وزن صحیح نہیں اور وہ بیع
جو نقد کے ساتھ ہو اسواسطے کہ صرف کا حکم اسکے مذکور ہو گا واما فی الصرف فکغالب الغش فیصح یا عتبار الدار اور بیع الصرف میں تو غالب الغش کے مانند ہو تو صرف

صحیح ہوگی اعتبار گذشتہ سے یعنی اگر بخبہ خالص سے بیع الصرف ہوئی ہو تو ضرور ہے کہ خالص اس سے اکثر ہو والا جائز نہیں اور اگر اپنے ہم جنس سے ہو تو تفاضل جائز اور خلاف جنس سے بھی جائز ہے باوجود قبض کے دونوں صورتوں میں کذا فی الطحطاوی واشتری شیئا بدینار فوجد دینارا زیوفا فقد فسد علی قول الکل

الیائم بطل البیع کما لو انقطع عن ایدی الناس فانہ کذلک خرید کی کوئی چیز غالب الغش سے اور حالانکہ وہ رائج ہے یا فلوس مروجہ سے خریدی پھر بکساد رواج جاتا رہا قول تسلیم تابع توبیع باطل ہوگئی چنانچہ اگر وہ منقطع ہوئی ہوں لوگوں کے ہاتھ سے تو انقطاع کساد کے مانند ہے وکذا لو کان الدراھم لو کسدت او انقطعت بطل اور یہی حکم دراہم کا اگر انکا رواج جاتا رہے یا وہ منقطع ہو جاویں توبیع باطل ہو وصحاہ بقیمۃ المبیع دبہ یفتی رقعایا تاتارخانیہ وصاحبین نے بیع کی قیمت سے بیع کو تعظیم کہا ہے اور اسیکا فتوی ہے لوگوں کی آسانی کے واسطے کذا فی البحر والمختار وہم بجائے قیمت بیع کے کاسد کہنا صاحب بقایہ عمدہ قیمت کا طلب ہے

ابو یوسف کے نزدیک یوم البیع کی قیمت اور محمد کے نزدیک یوم الکساد کی قیمت معتبر ہے وصاحب قنیہ اور خلاصہ اور عینی نے شرح کنز میں کہا کہ ابو یوسف کے قول پر فتوی ہے اور شرح مجمع اور وقایہ اور حقائق نے کہا کہ محمد کے قول پر فتوی ہے لوگوں کی آسانی کے واسطے انتہی تو جو کچھ مال کساد کے شایع کے کلام میں ہے اس تقریر سے معلوم ہو گیا کذا فی الطحطاوی

ان تترک المعاملۃ بہا فی جمیع البلاد او راجت فی بعضہا لم یبطل الحکم الیائم لتعینہا او کساد یعنی عام ہو رواج کی مدت ہو اور اس سے معاملہ متروک ہو جاوے تو اگر یعنیہ ہو دین رائج ہوں توبیع اطلاق میں بالاتفاق مختار ہے بجائے نقد کے عیب دار ہو جانے کے حکم یعنی اگر بائع کے شہر میں رائج نہ ہوں تو اگر مشتری کو اختیار ہے انکو لے جاوے انکی قیمت لے کذا فی البحر وحل انقطاع عدم وجودہ فی السوق وان وجد فی بیت الصیارفۃ وقت البیع کما ذکرہ العینی وابن الہمام خلافا لما فی شرح المنظومۃ تبعا للہدایۃ واللہ اعلم وانقطاع کی محل موجود ہونا بازار میں اگرچہ صرافوں کے بازار گھروں میں موجود ہو بیع فاسد ہو جاوے

واشار کیا ہے عینی اور ابن ملک نے بحرف علت یعنی فی البیوت کا اخذ بواو عاطفہ کو بجائے شرح منظومہ کے نسخوں کے کہ انمیں عطف مذکور نہیں اور منظومہ نے عدم عطف کو ہدایہ کی طرف منسوب کیا ہے اور میں نے ہدایہ میں اسکا مذکور نہیں پایا واللہ اعلم طحطاوی نے کہا کہ یہ عبارت ہدایہ میں اس مسئلہ کے بیان میں مذکور نہیں شاید کسی اور محل میں مذکور ہو

وان زاد رواجہا قبل فسخ الیائم البیع عاد جائزا لعدم الفساخ العقد الا فسخ وقیل یقول المفسد بطل البیع الیائم فی شہادتہ ولا یرفع الامر الی القاضی اور بزازیہ میں ہے کہ اگر دوسرے بار رواج ہو گیا قبل اسکے کہ بائع بیع کو فسخ کرے تو جائز ہو گئی بیع پھر کے بسبب فسخ نہ ہونے بیع کے بدون فسخ کرنے کے اور جب اسکے تو منسوخ ہونے میں کسی کا فسخ صحیح نہیں اسکے عدم رواج سے بیع باطل ہو گئی اسکا مطلب یہ ہے کہ بائع کو اسکے فسخ کی ولایت اور اختیار ثابت ہے اور حق تعالی توفیق دینے والا ہے وقید بالکساد لانہ لو نقص قیمتہ قبل القبض فالبیع علی حالہ کما عادا لا یحل الیائم اور بطلان بیع میں منسوخ نے کساد کی قید لگائی ہو سکتے کہ اگر غالب الغش کی قیمت کم ہو جانے قبل قبض کے تو بیع کے حال خود قائم ہے بائع اور بائع فسخ میں مختار ہیں ہم جب غالب الغش کی ارزانی اور گرانی قیمت کا حکم علامہ ہو الغالب القدکا حکم دیا

اولی ثابت ہو گیا وشملہ اطلاقہ ما لو کسد فیہا او ازدادت فکل البیع علی حالہ ولا یخیر المشتری کما یخیر لو کسد الدراہم او انقطعت اور برابر اسکے اگر غالب الغش کی قیمت گران ہو گئی اور زیادہ ہو گئی [illegible] بیع بحال خود باقی ہے اور مشتری مختار نہیں اور مشتری سے اسقدر نقد کا مطالبہ نہیں ہو گا جو [illegible] کذا فی البحر [illegible] وبعد اسکے قیمت زیادہ ہو گئی ہو [illegible] کذا فی الطحطاوی وقید بقولہ [illegible]

النساء یا بالرجال لا لو کان فضولیا وباع الغیر بغیر امرہ بدراہم ثم اجاز بعد ما کسدت قبل رفعہا الی القاضی لا یفسد حق القبض لہ یعنی غیر وہ صنف نے بدلان بیع میں کساد قبل التسلیم کے قید لگائی ہو سکتے کہ اگر دلال اور بطور فضولی نے غیر کی متاع کو بدون اسکے اذن کے دراہم سلوسہ سے بیچا اور وہ صنف نے بدلان بیع میں کساد قبل التسلیم کے قید لگائی ہو سکتے کہ اگر دلال اور بطور فضولی نے غیر کی متاع کو بدون اسکے اذن کے دراہم سلوسہ سے بیچا اور وہ مذکورہ مشتری سے پورے بھرپے پھر انکا رواج موقوف ہو گیا صاحب متاع کے دینے سے پہلے توبیع فاسد ہو سکتے کہ حق قبض پیدا کر لیا دلال اور فضولی نے کہ وہ سکتے ثابت ہو کذا فی العینی وغیرہ کیونکہ عاقد ہو ہی ہے نہ صاحب متاع بطریق اگر وکیل نے ایک مرد کو وکیل کیا کہ دراہم سے فلوس خرید کے تو اس نے فلوس خرید کے تو اسنے کیا پھر انکا رواج جاتا رہا تو وہ فلوس سو کل کے ہیں اور اگر کساد قبل قبض کے پایا تو فلوس مذکورہ وکیل کے ہیں کذا فی الطحطاوی

وصح البیع بالفلوس النافقة وان تفاوتت رخصا وغلاء وصح بیع فلوس لا بحجة بما هو الصحیح کما فی البزازیة وهو المختار للفتوی لان الناس تعاملوها فی زماننا بالکساد فلو لم یصح البیع بها لوقع الناس فی الحرج وهو مدفوع وقیل لا یصح بیع الفلوس الا بحجة لانها اثمان فی الاصل وقیل یصح بیع الفلوس الرائجة دون الکاسدة وقیل یصح بیع الفلوس الکاسدة دون الرائجة وقیل یصح بیع الفلوس الرائجة والکاسدة ما لم یغلب الغش

یھا الیاء فثمن فی الاصح بیع سواگر ثمنیات کے ساتھ باجارہ متصل ہو بسطرح کہ شرب بالصوت بالحظ قواس راسے وہ ثمن ہوا اور اگر متصل نہو تو راس سے وہ بیع ہے
ھم بحر الرائق میں یوں ہے کہ اگر مثلی معین ہو عقد میں تو وہ مبیع ہوا اور اگر معین نہو اور بسپرد ہا جارہ آوے اور اسکے مقابل مبیع واقع ہو تو وہ ثمن ہو واما الفلوس فان رایجة
فکثمن والا فکسلع اور فلوس اگر رائج ہوں تو ثمن کے مانند ہیں اور نہیں تو عروض اور قماش کے مانند ہیں والثمن من حکمہ عدم اشتراط وجودہ فی ملک العاقد
عند العقد وعدم انعقادہ بھلاکہ ای الثمن دیصح الاستبدال بہ قبل القبض فی غیر الصرف والسلم کما سیجیء احکام ثمن مشروط ہونا اسکے وجود کا ہی عاقد کی
ملک میں عقد بیع کے وقت اور نہ باطل ہونا عقد کا ہی ثمن کے ہلاک ہو جانے سے اور صحیح ہو بدل لینا ثمن سے یعنی اسکو خرچ کر ڈالنا اور اسکے عوض دوسرا عروض اور سلم میں نہ
ان دونوں میں یعنی بیع الصرف اور سلم میں بشرط راس المال کا استبدال صحیح نہیں وحکم المبیع ھلاکة والثمن فی الکل فیشترط وجود المبیع فی ملک وھلاکہ
اور حکم مبیع کا برخلاف ثمن کے ہر جمیع امور مذکورہ میں تو شرط ہو مبیع کا موجود ہونا عاقد کے ملک میں عقد کے وقت اور بسطرح باقی رہے مبیع کے
ہلاک ہو جانے سے اور بیع کا استبدال جائز نہیں ومن حکمھا وجوبہ للتسلیم عند المقابلة بالجنس فی المقدرات کا قدر اور جنس اور بیع کی برابری کا واجب ہونا
منجملہ احکام کے ہی مقابلہ بجنس کے وقت مقدرات میں یعنی مکیلات اور موزونات میں چنانچہ مذکور ہو ثابت ہو چکا ہی باب الربوا میں یعنی مکیل اور موزون میں درصورت اتحاد جنس ثمن اور
مبیع دونوں کا برابر ہونا واجب ہو تنبیہ فی بیع العینة وباقی متنافی الکفالة وبیع التلجیة وباقی متنافی الاقرار فی کتاب البیوع کے بیان میں بیع العینہ کے
ذکر میں اور اسکا بیان کتاب الکفالہ کے متن میں آویگا اور بیع التلجیہ کے بیان میں اور اسکا ذکر کتاب الاقرار کے متن میں آویگا مگر ترتیب عبارت ہی اسی سے جسکو آخر کلام میں ادمن اور اسکو علام
سابق سے تعلق ہو سو وہ مصدر ہی بمعنی مفعول اس متن ترتیب میں بیع العینہ کے ذکر کا کچھ فائدہ حاصل نہیں تو بہتر یوں تھا کہ شارح کہتا کہ اقسام بیوع سے بیع العینہ باقی رہی اسکا
ذکر کتاب الکفالہ میں اور الکافی الطحاوی دھو ان اظھر اعقلا لا یرید ولی الیہ یخرج عدد وھو لیس بیع فی الحقیقة بل کالرھن الخ بسیطہ فی
شرح علی الطحاوی اور وہ یعنی بیع العینہ یہ ہی کہ عقد کو وہ شخص مخفی ظاہر کریں اور اسکا دل میں قصد نہ کریں ایسے عقد کی طرف التجاء واقع ہوتی ہو ثمن کے خوف سے اور وہ حقیقت میں
بیع نہیں ہو بلکہ بمنزل رہن ہو دیعت کی کے مانند ہی چنانچہ اسکو میں نے شرح سناد کے آخر میں مع مغرب میں ہی کہ تلجیہ عبارت ہی اس امر کے کرنے سے جسکا باطن مخالف ہی
اسکے ظاہر کے فتاوی عالمگیری میں ہی کہ تلجیہ وہ عقد ہی جسکا انسان بضرورت امر احتیاج کرتا ہی تو وہ مدفوع الیہ کے مانند ہو جاتا ہی اور تلجیہ تین قسم پر ہی ایک قسم یہ ہی کہ نفس مبیع
میں تلجیہ ہو بسطرح کہ کسی مرتہن سے کہ میں یہ ظاہر کرتا ہوں کہ میں نے اپنا گھوڑا تیرے ہاتھ بیچا اور یہ فی الحقیقت بیع نہیں اور اسپر گواہ کر دے پھر ظاہر میں بیع کرے تو یہ باطل ہے ہو
دوسری قسم یہ ہی کہ تلجیہ ثمن میں ہو چنانچہ عاقدین باطل میں متفق ہوں کہ ثمن ہزار درہم ہیں اور ظاہر میں دو ہزار کو بیع کریں تو ثمن وہی ہی جو باطن میں مذکور ہوا اور زیادتی
گویا انھوں نے ہبہ کیا اور الجوابہ صفحہ سے ایک روایت یوں ذکر کی ہی کہ ثمن وہی ہی جو ظاہر میں مذکور ہوا تیسری قسم یہ ہی کہ عاقدین باطن میں اسپر اتفاق کریں کہ ثمن ہزار درہم ہی اور ظاہر
میں سو دینار سے بیع کریں مجھے نہ معلوم ہوا کہ یہ عقد باطل ہی اور استحسان میں سو دینار سے بیع صحیح ہی اور اگر دونوں اسپر اتفاق کریں کہ اس بیع کا اقرار کریں جو میں واقع ہوئی پھر اسکا
اقرار کریں تو وہ بیع باطل ہی اور ان دونوں کی اجازت سے بھی جائز نہیں طحطاوی نے کہا کہ شارح کی عبارت میں غموض ہی جسکا ایضاح یہ ہی وفقت علی ھذا الاقسام فمالیة
سیاتی اور تلجیہ انکی یا فرع کریں لمبیع سے کہ بیع التلجیہ کی بھتر فہمیں ہی وعقد قاضی خان فصلا اخذ کرا ملخصہ انہ بیع منعقد کما لو باع بالجاء
او مواضعة ثم تقایلا فرع آخر اذا باع بیع التلجیة کما ذکرنا ثم باعہ فضل منعقد لی ہو خلاصہ اسکا وہ کہ تلجیہ بیع منعقد ہی غیر لازم جزیع الطیار کے مانند وجعلہ الیاقانی فاسدا او بقانہ تلجیہ
بیع فاسد قرار دیا ہی دونوں نے احدھما مع التلجیة والکل الاخر فالقول لمدعی العقد بیمینہ اور اگر ایک شخص نے تلجیہ کا دعوی کیا اور دوسرے نے اسکا انکار
کیا تو مدعی عقد کا قول اسکی قسم کے ساتھ معتبر ہو طحطاوی نے کہا شارح یہ اسواسطے ہی کہ جو اصل ہو یعنی بمنزلہ خلاف اصل ہو لہذا اسکا قول معتبر ہوا ولو برھن حررھا قبل
ولیھنا فالتلجیة اور دونوں میں سے اگر کوئی گواہ لاوے اپنے دعوی پر تو گواہی مقبول ہوئے اور اگر دونوں گواہ لاویں تو مدعی تلجیہ کی گواہی مقبول ہو گی
یعنی اسواسطے کہ شہادت خلاف ظاہر کی اثبات کے واسطے ہو ولو تایعا فی العلانیة ان اعترفا بینانہ علی التلجیہ فالبیع باطل لاقرارھما انھما کاذبان فلا یلزم ولو

فحصل نہایۃ تباطل علی الظاہر یعنی اگر دونوں نے علانیہ بیع کی اگر دونوں اقرار کریں کہ بناء بیع مخفیہ پر تھی تو بیع باطل ہے بسبب تفرق ہونے دونوں کے اپنے کلام انشاء بیع کا اور اگر دونوں نے علانیہ بیع کی تھا اور تعیین توضیح لازم ہو یعنی اگر دونوں اعراض پر متفق ہوتے یا بناء اول پر اعراض میں مختلف ہوتے تو بیع لازم ہوا اور اگر دونوں کو بیع کے وقت کوئی نیت حاضر نہ تھی نہ بنا کی نہ اعراض کی تو بیع باطل ہے قولاً اظہاراً بکذا فی السنیہ ہم نہا یہ میں بیع صحیح ہے کہ درصورت عدم حضور نیت عقد صحیح ہوا اور سیدسے معلوم ہوا کہ باطل ہے تو شاید یہاں دو قول ہیں کذا فی الطحطاوی بالتعلیل اس سے کہ اصل مفرد قول ہیں چنانچہ قول ہے یعنی علی الظاہر بسبب دلالت حال کے واللہ تعالیٰ اعلم قلت صافادہ تما لو توافقا علی الوفاء قبل العقد ثم عقدا خالیا عن شرط الوفاء فالعقد جائز ولا عبرۃ للمواضعۃ التی کانا علیہ قبل عقدہ کے قول سے مستفاد ہوا کہ اگر عاقدین وفا شرط ٹھہرالیں قبل عقد کے پھر بیع منعقد کریں خالی شرط وفا سے تو عقد جائز ہے اور کچھ اعتبار نہیں موافقت اپنی ٹھہرا رکھنے کا عدم جدا فادہ یہ ہے کہ بیع الوفا علیہ سوقت باطل ہے جبکہ دونوں کا اعتراض کریں کہ بناء علانیہ نہ تھی والا بیع لازم تو معلوم ہوا کہ اگر اسکا صدور وعدہ وفا پر ہو تو بیع باطل نہیں جائز ہے صیغہ الوفا ذکر فقہا بنا علی الرد وبیع الوفا کو میں نے یہاں ذکر کیا اور رکا اتباع ہو کہ صورۃ ان یبیعہ لاجنبی بالف علی انہ اذا جاء علی الف رد علیہ المبیع سماہ الشافعیۃ رہن المعاد یسمی عصر بیع الامانۃ وبالشام بیع الطاعۃ اور بیع الوفا کی صورت یہ ہو کہ کوئی شخص بیع کرے ہزار درم سے مثلاً اس شرط پر کہ جب بائع مشتری کو ثمن بیع دے تو مشتری اسکو خس بیع پھیر دے اور شافعی فقہاء اسکو رہن سمجھا دے کہتے ہیں اور عصر میں بیع الامانۃ بولتے ہیں اور شام میں بیع الاطاعۃ کہتے ہیں عصر میں سمجھا دے کی تسمیہ کی وجہ یہ ہے کہ اسکا عود اس کی طرف ہوتا ہے ایفاء بعقود کے وقت اور بیع الامانۃ کی وجہ یہ ہے کہ صدور اس بیع کا امانت پر مبنی ہے کہ صاحب درم نے بائع کو امین جان کر درم دیے اور بائع نے صاحب درم کو امین سمجھا بیع دی کہ جب میں اسکو درم دونگا تو وہ مبیع مجھ کو پھیر دیگا اور یہی وجہ ہے بیع الاطاعۃ کی کہ یہ دوسرے کی اطاعت کا منتظر ہوا بعد وجود شرط کے قبل ہو رہن یقتضی دائماً اور بعضوں نے کہا کہ بیع الوفا فی الحقیقۃ رہن ہے تو زوائد اسکے مرتہن ہیں یعنی مشتری کو منافع مبیع حلال نہیں مانند مرہون کے دقیل بیع فیفید الانتفاع اور بعضوں نے کہا کہ بیع الوفا درحقیقت بیع ہے کہ بیع سے فائدہ لینے کے مفید ہے دفی الخانیۃ شرح المجمع علی النہایۃ وعلیہ الفتوی اور شرح مجمع کے باب الاقالہ میں نہایہ سے منقول ہے کہ اسی پر فتوی ہے یعنی بیع ہونے پر دقیل ان لفظ البیع یکون رہنا اور بعضوں نے کہا کہ بیع الوفا بقید بیع ہے تو رہن نہ ہوگی صرف بیع ہوا عقد مستقل ہے شرعاً اور ہر ایک کے احکام مستقل ہیں کذا فی الہدایہ رقم اذا ذکر الفسخ قبلہ او بعدہ او معہ او ذکر لازم کان بیعا فاسدا لبطلان الشرط یعنی جبکہ عاقدین نے بیع الوفا کے اندر یا قبل اسکے فسخ کو ذکر کیا یعنی شرط کیا یا دونوں نے اسکو بیع غیر لازم گمان کیا تو بیع فاسد ہوگی ولو بعد لا علی وجہ الوعد جاز ولزم الوفاء بہ لان الملوعید قد تکون لازمۃ الحاجۃ الناشزۃ وہو الصحیح کما فی الکافی والخلاصۃ واقرہ ہہنا والمصنف فی باب الکراہۃ وباب الاقالۃ بزیادۃ اور اگر فسخ کو بیع الوفا کے بطریق وعدہ مذکور کیا تو بیع جائز ہوا اور اس وعدہ کا وفا کرنا لازم ہوا بشرطیکہ وعدہ گاہے کہ وعدہ لازم الایفا ہو جاتے ہیں فتوا گوں کی حاجت کے واسطے اور یہی قول صحیح ہے کذا فی الکافی والخانیہ اور ثابت رکھا ہم نے اس قول کو علامہ شرنبلالی نے یہاں اور مصنف نے باب الکراہۃ میں اور ان علامہ نے زیادہ بیان کے ساتھ دفی الظہیریۃ اذا ذکر الشرط بعد العقد بلحق بالعقد عند ابی حنیفۃ رحمہ اللہ کذا فی المجلس العقد او بعدہ ورثمہ یہ ہیں ہو کہ اگر شرط مذکور ہوئی بعد عقد کے تو وہ شرط ملحق ہوگی عقد کے ساتھ لاحق ہوگی اور صاحب نہر شرنبلالیہ نے ذکر نہیں کیا ذکر فسخ کا محل عقد میں ہونا یا بعد کے صحیح شرط فسخ ہونا کے نزدیک ایک لحق عقد سے ہوئی تو بیع فاسد ہوگی اگرچہ شرط لحق مجلس میں ہو کذا فی الطحطاوی دفی البزازیۃ وکیبیعہ کاتبا یا قوقف علی اجازۃ مشتریہ وقابوا بیاعہ المشتری فللبائع اوورثتہ ان لا استرداد اور بزازیہ میں ہے اور اگر بیع الوفا کے بائع نے مبیع کو بیچا دوسرے مشتری کے ہاتھ بطریق بیع لازم کے تو بیع اسکے مشتری اول کی اجازت پر موقوف ہوگی جسنے بطریق بیع الوفا کے خرید کیا تھا اور اگر مشتری بالوفا نے اسکو بیچا تو اسکے بائع اور بائع کے وارثوں کو حق استرداد ثابت ہے ہم مشتری کی اجازت پر اسواسطے بیع موقوف ہوئی کہ حق مشتری اس سے متعلق ہو گیا اور بائع اور اسکے وارثوں کو حق استرداد ہوا نظر جانب رہن واقاد فی الشرنبلالیۃ ان ورثۃ کل من البائع والمشتری تقدم مقام مورثہ نظر الجانب الرہن فالحفظ اور شرنبلالیہ میں ذکر کیا کہ بائع اور مشتری ہر ایک کے وارث اپنے مورث کے قائم مقام ہیں نظر جانب رہن تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم نے علم فتاوی عالمگیری میں جمع الرغائب سے تفصیل اور شرنبلالیہ میں ذکر کیا کہ بائع اور مشتری ہر ایک کے وارث اپنے مورث کے قائم مقام ہیں نظر جانب رہن تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم نے علم فتاوی عالمگیری میں جمع الرغائب سے تفصیل

دو قسم بیع الوفا

ولو استاجر بیاعة کرما یلزمه الاجر کما حققه الشرنبلالی ۱۲ اور اگر بیع الوفا کے بائع نے مبیع کو اجارہ دیا تو اسکو اجرت لازم نہیں ہے جبکہ وہ محکوم رہن ہو یہاں تک کہ اسکے فائدہ لینا حلال نہیں ہے یہ قول بیع الوفا کے رہن ہونے پر مبنی ہے قلت وفی فتاوی ابن الحلبی ان صدق الاجارة بعد قبض المشتری للمبیع وقلنا بلزوم الاستئجار وهذا فی صحیحة والاجرة لازمة للبائع طال مدة التواجر انتهی فتنبه اور میں کہتا ہوں ابن الحلبی کے فتاوی میں ہے کہ اگر اجارہ صادر ہوا بعد قبض کے مشتری کے بیع بالوفا کو اگرچہ قبض فقط بنا کے واسطے ہو تو اجارہ صحیح ہے اور اجرت بائع کے واسطے لازم ہے بعد طول مدت تواجر انتہی تو آگاہ ہو جا اس پر قول بیع الوفا کے بیع ہونے پر مبنی ہے شرنبلالیہ میں مذکور ہے کہ بیع الوفا میں تو قول میں ان کا بعضے علماء سے منقول ہے یہ قول اصح ہے کہ بیع الوفا بعضے احکام میں بیع ہے اور بعضے احکام میں رہن ہے یہاں تک کہ بائع اور مشتری ہر واحد فسخ کا مالک ہے اور بعضے احکام میں صحیح ہے چنانچہ منافع مبیع کے حلال ہونے میں اور بعضے احکام میں بیع الوفا رہن ہے یہاں تک کہ مشتری اسکی بیع اور رہن کا مالک نہیں ہے صاحب بحر الرائق نے بعد نقل کرنے اس قول کے کہا کہ الائق یہ ہوں ہے کہ فتوی دینے میں اس قول اصح سے عدول نہ کیا جاوے انتہی اور منجملہ منافع مبیع کے اجارہ دینا اور اجرت لینا ہے اور وہ جو فتاوی خیریہ میں بعدم جواز اجارہ مذکور ہے تو وہ بیع الوفا کے رہن ہونے پر مبنی ہے واللہ تعالی اعلم کذا فی الطحطاوی قلت علیه فلو مضت المدة وقبض فی اثناء ذلک فاوفی علماء الروم یلزم اجر المثل فیسقط بیع الاستغلال من کتاب ہبہ اور میں کہتا ہوں یہ جو ابن الحلبی کے اگر مدت اجارہ منقضی ہو جائے اور اسکے ہاتھ میں باقی ہو تو علماء روم نے فتوی دیا ہے اجرت مثل کا فتوی دیا ہے اور علماء معاصرین اس بیع کو بیع الاستغلال کہتے ہیں وفی الدرر اصح بیع الوفاء والتقاسخ استحسانا واختلف فی المنقول اور در میں ہے کہ بیع الوفا زمین میں صحیح ہے بطریق استحسان کے اور منقول میں اختلاف ہے یعنی بعضے صحیح کہتے ہیں اور بعضے غیر صحیح اور جو بموجب قول صحت بیع الوفا کے مبیع کی وطی بائع اور مشتری کو حلال نہیں ہے سو اسلئے کہ اسمیں دونوں کا حق متعلق ہے تو گویا وہ بمنزلہ مشترک لونڈی کے ہوگئی اور سیطرح کھانا اور پینا جائز نہیں اگر مبیع کا کوئی ملبوس ہو کذا فی الطحطاوی وفی الملتقط والمنیة اختلفا ان البیع بات او وفاء جد او هزل فالقول لمدعی البتات والاجرة لمدعی الهزل او وفاء او شرط ومنبغی کہ بیان اور مشتری نے اختلاف کیا کہ بیع لازم ہے یا بیع الوفا ہے یا ہازل تھا یا وہ بیوع کی تو اسکا قول معتبر ہے جو واقعی ہونے اور لزوم بیع کا مدعی ہے مگر یہ قید نہ ہزل اور وفا مدعی ہزل اور وفا کا قول معتبر ہوگا اور قید نہ ہزل یہ ہے کہ ثمن بنہایت تھوڑا ہو بہ نسبت مبیع کے کذا فی الطحطاوی قلت لکنه ذکر فی الشهادات ان القول لمدعی الوفاء استحسانا کما سیجئ فلیحفظ اور میں کہتا ہوں لیکن صاحب ملتقط نے کتاب الشہادات میں ذکر کیا کہ بیع الوفا کے مدعی کا قول معتبر ہے بطریق استحسان کے چنانچہ اس کتاب کی کتاب الشہادات میں آویگا تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ۱۲ ص تو معلوم ہوا کہ قول سابق بطریق قیاس تھا ولو قال البائع بعتك بيعا باتا فالقول له لان يدل على الوفاء بنقصان الثمن كثيرا لان يدعى ضياع الغير الشرنبلالی اور اگر بائع نے مشتری سے کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ بیع کی بطریق بیع لازم کے تو اسکا قول معتبر ہوگا کہ بیع الوفا پر نہایت کمی ثمن دلالت کرے تو اسوقت دعوی لزوم بیع معتبر نہیں ہوگا یہ کہ مدعی لزوم بیع معتبر ہو جائے نزع کا دعوی کرے تو باوجود نقصان کثیر مدعی لزوم کا قول معتبر ہوگا وفی الاشباه والاخر قاعدة العادة محكمة عن المنية لو دفع غزلا لحائك لينسجه نصفه بكذا مثلا فالعرف ثم نقل فی اخرها عن اجارة البزازية ان به يفتى مشائخ بلخ وخوارزم قلت وعلى النسفى ايضا قال والفتوى على جواب الكتاب للطحاوى انه منصوص عليه يلزم ابطال النص اور اشباہ میں ہے اخر قاعدہ العادۃ محکمہ کے مذیہ سے منقول ہے کہ اگر کسوت دیا جولاہے کو تا اوسکو بُنے اور کپڑے کی مزدوری یعنی اسکو مثل بُنوانے نے جائز کہا ہے بیع عرف اور عادت کے پھر صاحب اشباہ نے اسکے بعد کہا کہ صاحب بزازیہ نے کتاب الاجارہ سے نقل کیا کہ اسکے جواز کا فتوی دیا ہے مشائخ بلخ اور خوارزم اور ابو علی نسفی نے بھی کہا صاحب بحر نے اور صحیح فتوی تو مسئلہ طحطاوی کے جواب پر ہے جو کتاب یعنی قدوری میں مذکور ہے یعنی عدم جواز سو اسلئے کہ مسئلہ طحطاوی کا جو بنص منصوص علیہ ہے تو جواز مسئلہ جامکیہ کا مستلزم ابطال نص کا ہے اور ہم نقلی ابو سعود نے کہا کہ اگر فقہاء کے عرف میں کتاب مطلق عند الاطلاق قدوری ہو اور جلبی حشی نے کہا کہ صحیح مراد ہے جسکو اصل بلوچ میں کیونکہ اول عبارت اشباہ میں مبسوط مذکور ہے یا الجامع الصغیر طحطاوی ہو اگر آمر نے کپڑے کا اجارہ کیا ہے کچھ اجرت مقرر کرکے تو جائز نہیں اور چونکہ مسئلہ جامکیہ کا مسئلہ طحطاوی کے مانند ہے تو وہ بھی جائز نہیں کذا فی الطحطاوی المحمدیہ بتصرف فیہا اھ البیع الفاسد لقول

السادس فی بیع الوفاء انہ صحیح للحاجۃ للناس فرارا من الربوا فقالوا لما ضاق علی الناس امرہم اتم حکمہ صاحب اشباہ نے کہا اور زیادہ بین بیع الفاسد سے قول سادس بیع الوفا میں یہ ہے کہ بیع الوفا صحیح ہے بسبب حاجت آدمیوں کے رباج سے بھاگنے کے واسطے اور فقہا نے کہا ہے کہ کوئی امر لوگوں پر تنگ نہیں ہوا مگر اسکا حکم کشادہ ہو جاتا ہے ثم قال والحاصل ان المذہب عدم اعتبار العرف الخاص ولکن افتوا کثیرا باعتبارہ فالقول علی اعتبارہ لا ینبغی ان یفتی بان ما یقع فی بعض کلاسراق من خلو الحوانیت لا یجوز وبیع الخلو فی الحانوت حقا لم یعلم حتی الحانوت خراجہ فیہا کالحجارۃ تامل اھ ولکن وقفا پھر صاحب اشباہ نے کہا کہ البتہ ظاہر مذہب عدم اعتبار عرف خاص ہے ولیکن بہت فقہا نے عرف خاص کے معتبر رکھنے کا فتوی دیا ہے تو میں کہتا ہوں بر حسب اعتبار عرف خاص کے یوں فتوی دینا لائق ہے کہ جو بعضے بازاروں میں واقع ہتا ہے دوکانوں کا خلو وہ لازم ہوا وہ دوکانوں کا خلو اسکا حق ہو جاتا ہے تو صاحب دوکان اسکے نکالنے کا و دوکان سے نہ نکلنے اور اسکے کرایہ دینے کا اسکے غیر کو اگرچہ وہ دوکان وقف ہو ہم تحقیق خلو اول کتاب البیوع میں مذکور ہو چکی وکذا اقول علی اعتبار العرف الخاص قد تعارف الفقہاء النزول عن الوظائف بمال یعطی لصاحبہا فینبغی الجواز وانہ لو نزل لہ وبقی منہ المبلغ ثم اراد الرجوع لم یملک ذلک کما فی الاشباہ اور اسطرح میں کہتا ہوں عرف خاص کے اعتبار کرنے پر کہ البتہ فقہا میں متعارف ہے نزول عن الوظائف یعنی بازار دنیا وظائف معینہ سے بعوض اس مال کے جو صاحب وظیفہ کو دیا جاوے تو الائق یہ ہے کہ یہ نزول جائز ہو اور الائق یہ ہے کہ اگر صاحب وظیفہ اپنا وظیفہ چھوڑے اور وظائف وظیفہ سے بسبب قبض کرنے اپنے وظیفے کے لینے کا ارادہ کرے تو وہ اسکا مالک نہیں ہو الا حول ولا قوۃ الا باللہ قلت وبہ افتی فی زواہر الجواہر ربما فی واقعات المفتین رجل فی یدہ دکان فتاب فدفع للمتولی امرہ القاضی فامرہ القاضی بقبضہا واجارتہ ففعل المتولی ذلک وحضر الغائب فہو اولی بہا کما کان لہ خلو فہو اولی بخلوہ ایضا ولہ الخیار فی ذلک فان شاء فسخ الاجارۃ وسکن فی دکانہ وان شاء اجازہا ورجع بخلوہ علی المستاجر فیؤمر المستاجر بدفع ذلک الی رضوی الی ان یقبضہ من الغائب انتہی ملخصا ملفظہ شارح کہتا ہوں زواہر الجواہر میں قول اشباہ کی تائید کی ہے اور اس عبارت سے جو واقعات مفتین میں ہے کہ ایک مرد ہے کہ اسکے ہاتھ میں دوکان ہے خلو کا کاغذ ہے کسی وقف کے سو وہ غائب ہو گیا اور متولی وقف نے اسکا حال قاضی کے روبرو پیش کیا قاضی نے دوکان کھولنے اور اسکے اجارہ دینے کا دوسرے شخص کو حکم دیا سو متولی نے ایسا کیا اور شخص اول حاضر ہوا تو شخص ثانی دوکان لینے کا مختار ہے یعنی اسے اسکے لانے کا اسکی مدت اجارہ ہنوز باقی ہو اگر غائب کا خلو ثابت ہو دوکان میں تو وہ اپنے خلو کے لینے میں بھی اولی ہے اور اسکو اختیار ہے سو اگر وہ چاہے تو اجارہ ثانیہ کو فسخ کرے اور رہے اپنی دوکان میں اور اگر چاہے دوکان کے اجارہ کو جائز رکھے اور اپنا خلو مستاجر سے پھیرے اور مستاجر ثانی کو حق خلو کے ادا کرنے کا حکم ہو گا اگر صاحب دوکان راضی ہو اسکا باقی رکھنے سے اور اسکو دوکان سے خارج ہو جانیکا حکم ہو گا یعنی بعد دینے حق خلو کے انتہی ملخصا الزواہر کذا فی حاشیۃ الدنی

کتاب الکفالۃ

یہ کتاب ہے کفالت کے یعنی ضمانت میں مناسبتہا بالبیع لکونہا مالیۃ غالبا ولکونہا بالامر معاوضۃ انتہاء مناسبت کفالت کی بیع سے بسبب ہونے ضمانت کے بیع میں اکثر اور بسبب ہونے ضمانت بالامر کے معاوضۃ اکثر کفالت میں ہم چونکہ اکثر ضمانت بالمال ہوتی ہے بیع کی لہذا بیع میں ضمانت غالب الوقوع ہے تو یہ مناسبت ہوئی بیع سے عموما اور بیع الصرف سے مناسبت یہ ہے کہ ضمانت آخر کار عند الرجوع معاوضہ ہو جاتی ہے جو ذہن میں پنہاں ہے کذا فی البحر وہی لغۃ الضم یعنی کفالت لغت میں بمعنی ضم ہے یعنی ایک چیز کو دوسری چیز سے ملانا کفالت لغت میں بمعنی التزام ہے اور وہ عبارت ہے تحمل الی ضم سے بھی کذا فی الطحطاوی وحکی ابن القطاع کفلہ وکفلت بہ وعنہ وتثلیث الفاء اور ابن قطاع نے حکایت کی کفلت بہ اور کفلت عنہ اور ثلثت فاکو نقل کیا ہو ہم یعنی کفالت معنوی بفتح اول ثلثہ تعدی بحروف جارہ دونوں تعمل ہو اور معین کلام پر حرکات ثلثہ جائز ہیں وشرعا ضم ذمۃ الکفیل الی ذمۃ الاصیل فی المطالبۃ مطلقا بنفس او بدین او عین کخصوص ونحوہ کما سیجیء کان المطالبۃ نعم ذلث اور شرع میں

ملاحظہ ہو یعنی دو کان کا مستاجر کو بیچنا دوکان سے نکالنے کا اسکا فضولی کو اختیار دینا اور اسکا بیان کا اس جملہ کے حوالہ اور حاشیہ الدنی

کتاب الکفالۃ

کفالت عبارت ہے ملانے ذمہ کفیل کے ذمہ اصیل کی فی مطالبہ میں مطلقاً خواہ مطالبہ ذات کا ہو یا دین کا یا عین کا چنانچہ مغصوب وغیرہ جیسے اسکا ذکر اور یگا اسواسطے کہ مطلق شامل ہو اس کو کہ کو یعنی نفس اور دین اور عین کو ہدایہ وغیرہ میں صریح ہے کہ کفالت ضم فی المطالبہ ہے عبارت ہے ضم فی الدین سے اور یہی قول اصح ہے یعنی کفیل پر مطالبہ دین ثابت ہوتا ہے جب دین ثابت نہیں ہوتا اور بعضوں کے نزدیک کفالت ضم فی الدین ہے یعنی ضامن کے ذمہ دین ثابت ہوتا ہے ساقط ہوتا ہے ذمہ اصیل اور یہ قول غیر اصح ہے طحطاوی نے مصباح سے نقل کیا کہ ذمہ عبارت ہے نفس میں عہد اور امان اور ضمان سے نہر الفائق میں تحریر سے منقول ہے کہ ذمہ وہ وصف شرعی ہے جس سے وجوب یا لہ اور یا علیہ کی صلاحیت ثابت ہوتی ہے اور فخر الاسلام نے ذمہ کو نفس تقدیر صاحب عمد و امان کو تفسیر کیا ہے اور مراد ذمہ سے عہد و میثاق ہے ومن ھنا یظھر ما فی الدین انما اراد تعریف نوع منھا وھو الکفالۃ بالمال لا نہ محل الملک اور جسنے کفالت کی تعریف ضم فی الدین کی ہے اسنے تو کفالت کی ایک قسم کے بیان کا ارادہ کیا ہے یعنی مال ضامنی کا کیونکہ وہی محل خلاف ہے ہم فقہا کا اسمیں اختلاف ہے کہ دین ذمہ کفیل کے ثابت ہوتا ہے یا نہیں کذا فی الحلبی وبہ یستغنی عما ذکرہ ملا خسرو اور مصنف کی تعریف سے حاجت نہیں رہتی اس تعریف کی جسکو ملا خسرو نے ذکر کیا ہے ہم ملا خسرو نے درر میں کفالت کی یوں تعریف کی ہے ہی ضم ذمۃ الی ذمۃ فی مطالبۃ النفس او المال او التسلیم شارح کا سلب یہ ہے کہ جب مطالبہ کو علی الاطلاق کہا تو اقسام ثلثہ کو شامل ہے تفصیل کی کچھ حاجت باقی نہیں رہی ودرکنھا ایجاب وقبول بالفاظ لا یتم الا بھما الثانی رکنا اور ضمانت کا رکن ایجاب وقبول ہے الفاظ آئندہ سے اور ابو یوسف نے قبول کو رکن نہیں ٹھہرایا یعنی ابو یوسف کے نزدیک فقط ایجاب کفیل سے کفالت تمام ہوتی ہے طرفانی قبول کرے یا نہ کرے وشرطھا کون المکفول بہ نفسا او مما یؤل الیہ ولو بالتسلیم من الکفیل فلم تصح بحق لا قود او شرط ضمانت یہ ہے کہ جس چیز کی ضمانت ہو خواہ نفس ہو یا مال مقدور التسلیم ہو ضامن سے یعنی ضامن اسکی تسلیم پر قادر ہو تو حدود اور قصاص کی ضامنی صحیح نہیں یعنی اسواسطے کہ حدود اور قصاص کے ضامن پر اقامت نہیں ہوتی یا یہ کہ یہ دونوں فی الدین کو صحیح قائم مقام ساقط ہونے کے مفلس ہو جانے سے اور ضعیف ہونا دین کا چنانچہ بدل کتابت اور زوجہ کا نفقہ قاضی کے حکم دینے سے پہلے مع دین صحیح وہ ہے جو بدون ادا یا ابرا ساقط نہ ہو صحیح کی قید سے دین ضعیف نکل گیا چنانچہ بدل کتابت کیونکہ وہ درصورت عجز کتابت ساقط ہو جاتا ہے اور دین قائم کی قید سے سب مفلس کا دین نکل گیا اور ظاہر کلام شارح سے یہ دلالت کرتا ہے کہ نفقہ زوجہ بھی دین ضعیف کی مثال ہے حالانکہ نفقہ بدون حکم قاضی یا رضامندی اصلا دین نہیں ہوتا تو وہ دین غیر قائم کی مثال ہے خلاصہ یہ ہے کہ بدل کتابت اور مفلس سے کے دین کی ضمانت جائز نہیں اور عدم جواز ضمانت نفقہ یہ بحث ہے صاحب نہر کی نہ روایت مذہب فما لیس بدین بالاولی لیس تو جو چیز کہ دین نہیں چنانچہ نفقہ زوجہ قبل الحکم والرضا اسکی کفالت بطریق اولی صحیح نہیں یعنی جب دین ضعیف کی کفالت صحیح نہوئی تو غیر دین کی بطریق اولی صحیح نہیں حکمھا لزوم المطالبۃ علی الکفیل ای حکم الکفالۃ بالمال لزوم المطالبۃ علی الکفیل کفالت کا حکم یعنی اثر مرتب لازم ہونا مطالبہ کا ہر کفیل پر اس چیز کا جو اصیل پر واجب ہوا بعد لغو مال کے یعنی اگر حاضر ضامنی ہو تو ضامن سے حاضر کر دینے کا مطالبہ ہوگا اور اگر مال ضامنی ہو تو اسکا مطالبہ ہوگا ولھا من ھو اھل التبرع فلا تنفذ من محجور لکصبی اذا استدان لاہ طلبہ وامرہ ان یکفل لمال عتہ فیصح ویکون دینا فی کاد ربحیط اور ضمانت کا اہل وہ ہے جو تبرع کا اہل ہو یعنی ہر عاقل بالغ تندرست تو ضمانت نافذ نہیں محجور سے اور نہ صغیر سے مگر اس وقت جب اسکے واسطے اسکا ولی نے قرض لیا اور صغیر کو امر کیا کہ میرا مال ضامن ہو تو یہ ضمانت صحیح ہے اور یہ ضمانت صغیر کا اذن ہوگا ادائے قرض میں کذا فی المحیط ہم مال ضامنی کی عبد ماذون کے واسطے بتلائی کہ صغیر کو اپنے ولی کی حاضر ضامنی کرنا درست نہیں اسواسطے کہ ضمان دین صغیر پر بلا شرط لازم ہے تو شرط سے کوئی چیز زیادہ نہ ہوگی سوائے اسکے کہ تو صغیر متبرع نہ ٹھہرا بخلاف ضمان نفس کے اور یہی حکم ہے وصی اور یتیم کا کذا فی البحر وھذا ان لاصبی یطالب بہ فی الحال بوجب الکفالۃ ولو لاھا لطولب الاولی بہ اور صحت ضمانت صغیر کا مفاد یہ ہے کہ صغیر سے اس مال کا مطالبہ نہ ہوگا بموجب ضمانت کے اور اگر ضمانت نہوتی تو ولی سے مطالبہ ہوتا لکذا فی النہر کما سیاتی بیضاح ثلث اور ضمانت نافذ نہیں مریض سے مگر ثلث مال سے یعنی ضمانت متبرع ہے اور مریض کا تبرع صحیح نہیں مگر اسکے ثلث مال میں کیونکہ وہ ثلث مال میں وارثوں کا حق متعلق ہو گیا ولا من عبد ولا ماذونا فی التجارۃ خلافا لہ بعد العتق اذا الاذن لہ المولی اور ضمانت نافذ نہیں غلام سے اگرچہ غلام ماذون ہو تجارت کا بغیر اذن مولی کے خلافا لہ فرمایا

اور غلام سے بعد آزاد ہونے کے مطالبہ ہو گا اگر جبکہ اسکو اسکے مولی نے ضامن ہونیکا اذن دیا ہو تو در حالت مملوکیت بیع لیا جائیگا ضمانت میں بشرطیکہ عموم مدیون پر ہو
کذا فی البحر جو اس دلیل سے معلوم ہوا کہ حریت نفاذ ضمانت کی شرط ہے انعقاد ضمانت کی وکاھن مکاتب لو باذن المولی اور ضمانت نافذ نہیں مکاتب سے اگرچہ مولی نے
اذن دیا ہو جو اصیل اور مکفول لہ کی شروط باقی رہ گئیں سو اصیل کی شرط یہ ہے کہ قادر پر مکفول کی تسلیم پر تو مفلس سے ضامن ہونا صحیح نہیں اور یہ کہ اصیل معلوم ہو تو غیر معلوم سے
ضمانت جائز نہیں اور اسکا آزاد اور عاقل بالغ ہونا شرط نہیں اور مکفول کی کئی شرطیں ہیں کہ معلوم ہو اور کسی طرح دین ہو جو وہ ہوا وریہ انعقاد ضمانت کی شرط ہے اور اسکا عاقل ہونا شرط
ہے نہ آزاد ہونا کذا فی الطحطاوی عن البحر والمدیون ھو الذی ھو مکفول لہ اور مدعی عینی صاحب دین کو مکفول لہ کہتے ہیں یعنی جسکے نفع کے واسطے ضمانت ہوئی والمدعی علیہ
ھو المدیون مکفولا عنہ ویسمی اصیلا ایضا اور مدعی علیہ یعنی مدیون مکفول عنہ ہے یعنی جسکی طرف سے ضمانت ہوئی اور اسکو اصیل بھی کہتے ہیں والنفس
او المال مکفول بہ اور نفس یا مال مکفول بہ ہے یعنی جس چیز کی ضمانت ہوئی ومن لزمتہ المطالبۃ کفیل اور جسپر کفالت سے مطالبہ لازم ہوا وہ کفیل اور ہم کفیل کو
زعیم اور ضامن اور حمیل اور قبیل بھی کہتے ہیں ودلیلھا الاجماع وسندہ قولہ علیہ الصلوۃ والسلام الزعیم غارم اور صحت ضمانت کی دلیل اجماع امت ہے
اور سند اجماع کی حدیث ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کہ الزعیم غارم یعنی ضامن صاحب تاوان ہوتا ہے حدیث سنن ابوداؤد اور جامع ترمذی میں ہے ترمذی نے کہا
کہ یہ حدیث حسن ہے وترکھا احوط مکتوب فی التوراۃ الزعامۃ اولھا ملامۃ وواسطتھا ندامۃ وآخرھا غرامۃ بھجتی اور ضامنی کرنے میں زیادہ تر احتیاط
ہے توریت میں لکھا ہے کہ ضامنی کے اول میں ملامت ہے اور درمیان میں ندامت اور اسکے آخر میں تاوان ہے بھجتی ہم ضمانت کے اول میں ملامت ہے یعنی خلق اسکو
ملامت کرتی ہے کہ کیوں پرایا بوجھ اپنے اوپر لیا اور درمیان میں ندامت ہے یعنی بعد ضامنی کے آدمی سوچتا ہے کہ دین یا احضار نفس مجھ پر لازم ہو گیا اور شاید مجھسے ہو سکے تو
سخت ملامت گرفتار ہوا اور غرامت سے تاوان مال مراد ہے اور یہ اکثر ضمانت میں ہوتا ہے تو لزوم ضرر مراد ہے اور یہ ہر ضامنی کو شامل ہے شکر نے ضمانت کی برائی ذکر کرکے
اور اسکی خوبیوں سے سکوت کیا حالانکہ اسمیں عمدہ خوبیاں بھی ہیں از انجملہ یہ ہے کہ ضامن ہونے سے طالب خالف کا غم تشویش دور ہوتا ہے اور یہ مطلوب کہ اپنی ذات پر مخالف
جو اسکی تشویش دور ہوتی ہے چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ جو مومن کی تشویش اور مصیبت دنیا میں رفع کرے حق تعالی اسکی مصائب کو روز قیامت کے دور کریگا
وکقالۃ النفس تنعقد بکفلت نفسہ ومھجتہ وما یعبر بہ عن البدن کالطلاق وقد مناغیرھم لو تعارفوا الطلاق فی الجلم وھم الطلاق وکذا فی
الکفالۃ فہم اور کفالت نفس یعنی حاضر ضامنی منعقد ہوتی ہے یوں کہنے سے کہ میں نے ضمانت کی اسکی ذات کی اور مانند اسکے وہ لفظ ہے جس سے بدن انسان تعبیر کیا جاتا ہے
مانند طلاق کے اور ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں وہاں کتاب الطلاق میں کہ اگر ایک قوم میں یوں بولنا ہاتھ کا نام بدن پر سر و فلاں سر روح ہو تو اس سے طلاق واقع ہو گی تو اسیطرح
کفالت میں کذا فی الفتح یعنی اگر یدیوں کہے کہ بدن یوں ہو تو اگر ایک شخص کہے کہ میرا ہاتھ یا کہ کا ضامن ہوں تو ضمانت منعقد ہوتی ہے وبجزء شائع کالثلث ونصفہ
او ربعہ اور انسان کے جزء شائع سے کفالت منعقد ہوتی ہے جیسے تہائی کفالت کی اسکے نصف یا ربع کی ہم نصف یا ثلث یا ربع مکفول عنہ کا مارا ہو تو اگر کفیل اپنے
جزء شائع کی طرف اضافت کرے اسطرح کہ تیسرے وسطے سر یا نصف یا ثلث ضامن ہوا تو جائز ہے کذا فی الطحطاوی عن السراج وتنعقد بضمنت وعلی جزء
عندنا وانا بعلیہ ای کفیل او قبیل بہ او حمیل او فلان او فریضۃ جمیل اعنی فلانا او بہ او بالمال او بالنفس اور منعقد ہوتی ہے حاضر ضامنی ان الفاظ سے کہ میں اسکا ضامن ہوا
یا علی یا الی یا عندی سے یا میں اسکا زعیم یعنی ضامن ہوں یا اسکا قبیل ہوں یعنی فلانے شخص کا ضامن ہوں یا اسکا غریم یا حمیل ہوں یعنی محمول کذا فی البدائع
ہم قولہ علی یعنی مجھپر اسکی ضمانت لازم اور واجب ہوا سوسطے کہ علی کلمہ ہے وجوب کا تو یہ صیغہ التزام ہوا قولہ الی یعنی مجھپر اسکو سپرد کرنا کذا فی النہایۃ قولہ عندی
یعنی میرے خزینہ میرے پاس ہیں اسکو میرے پاس حاضر کرونگا اور قبیل یعنی کفیل یعنی قابل ضمان ہے طحطاوی سے کہا ظاہر یہ ہے کہ حمیل یعنی فاعل ہے کیونکہ وہ حامل ہے کفالت کا وتنعقد
لقولہ الضامن حتی یجمعھما او حتی یستقیا ویکون کفیلا الی الغایۃ شارحانیۃ وتنعقد ہوتی ہے کفالت اس قول سے کہ میں ضامن ہوں یہاں تک کہ طالب اور مطلوب
جمع ہوں یا یہاں تک کہ دونوں برابر ہو جاویں اور ہو گا قابل اسکا ضامن غایت تک کذا فی الشارحانیۃ یعنی یہ ضمانت موقت ہے نہیں بلکہ مقتضائے ہمیشہ ہے اجتماع والتعارف الیہ وقیل لا تنعقد بعدم

بیان المضمون بہ ھو نفس ما کانا تقلہ فی الخانیۃ علی الثانی اور قول ضعیف یہ ہے کہ انا ضامن حتی مجتمعا سے ضمانت منعقد نہیں ہوتی بیان ہو چکا ہے کہ مضمون بہ کے یعنی جس چیز کی ضمانت ہوئی اسکا بیان نہیں کر وہ کیا ہے ذات ہے یا مال ہے چنانچہ قول خانیہ میں ابو یوسف سے مروی ہے قال الملفظ والظاھر ھو انہ لیس الامر لکنہ المستنبط من فتاواہ انہ لو قال الطالب ضمنت بالمال و قال الضامن انما ضمنت بنفسہ لا یصح صنف نے اپنی شرح میں کہا ظاہر عدم انعقاد ابو یوسف کا مذہب نہیں لیکن یہ صاحب خانیہ نے قول مذکور سے اپنے فتاوے میں استنباط کیا ہے اگر طالب کہے کہ تو نے مال کی ضمانت کی ہے اور ضامن کہے کہ میں نے صرف نفس کی ہے تو ضمانت صحیح نہیں ہے حلبی نے کہا اسی سے ضمانت صحیح نہیں کہ دونوں کا اتفاق ایک امر پر نہیں ہوا طحطاوی نے کہا کہ یہ استنباط منافی ضعف نہیں تو بقول معتمد قول مذکور کو کفالت نفس پر حمل کرنا چاہیئے قال ینبغی انہ اذا اعترف انہ ضمن بالمفسران یؤاخذ باقرارہ فرد ہم صنف نے کہا کہ لائق یوں ہے کہ جب ضامن اقرار کرے کہ وہ ضامن ہوا ہے اسکی ذات کا کہ وہ ماخوذ ہو اپنے اقرار سے تو اس روایت کو تلاش کر کتب معتمدہ میں جما الاشعقد فی قولہ انا ضامن او کفیل لوجوبہ علی الذمۃ خلافا للثانی لانہ لیس بلازم للمطالبۃ المعرفۃ جیسے منعقد نہیں ہوتی ضامنی اس قول میں کہ میں ضامن یا کفیل ہوں اسکی معرفت اور شناخت کا بر جہ سبب ہے بخلاف ابو یوسف کے ضمانت ہوا سے منعقد نہیں ہوتی کہ قائل نے مطالبہ کا التزام نہیں کیا بلکہ شناخت اور پہچان کا اختلف فی انا ضامن لتعریفہ افرادہ علی التعریف والوجہ اللزوم

فتح اور اختلاف ہے اس قول میں کہ میں ضامن ہوں اسکی تعریف کیا یا اسکے تعریف یعنی پہچنوا دینے کا ضامن ہوں اور دلیل قوی لزوم ضمانت ہے کذا فی الفتح م اسوسطے کہ تعریف مصدر متعدی ہے تو قائل نے التزام کیا کہ طالب کو مطلوب کی طرف دلالت کرے بخلاف معرفت کے کہ اس سے ثابت نہیں ہوتا مگر پہچاننا کفیل کا مطلوب کو کذا فی الحموی کانا ضامن لوجھہ لانہ یعبر بہ عن الجملۃ من الجسد چنانچہ اس قول میں لزوم ضمانت ہے کہ میں اسکے چہرے کا ضامن ہوں اسوسطے کہ چہرے سے سارے بدن کی تعبیر ہوتی ہے کذا فی السراج و فی معرفۃ فلان علی یلزمہ ان یدل علیہ خانیۃ و لا یلزم ان یکون کفیلا اور اس قول میں کہ فلانے کی شناخت میرے اوپر لازم ہے اور بتا دینے کو لازم ہونا ضامن ہونا نہیں کذا فی النہر و اذا کفل الی ثلثۃ ایام مثلا کل کفیلا بعد الثلثۃ ایضا ان حتی یسلم المکفول بہ فی الملتقط و شرح الجمع لو سلم للحال برئ و انما للمدۃ لتاخیر المطالبۃ اور جبکہ ضامن ہوا تین دن تک مثلاً تو وہ ضامن ہوگا تین دن کے بعد بھی ہمیشہ تاوقتیکہ اسکی تسلیم کرے اسوسطے کہ ملتقط اور شرح مجمع میں ہے کہ اگر قول مذکور میں بالفعل مطلوب کو تسلیم کر دے تو ضامنی سے بری ہوگا اور مدت کا بیان تو مطالبہ کی تاخیر کے واسطے ہے م یعنی ذکر مدت انقطاع ضمانت کے واسطے نہیں بلکہ تاخیر مطالبہ کے واسطے ہے تو تاسیلم مطلوب بدستور ضمانت ہے طحطاوی نے کہا کہ ابتدا ضمانت کے حذف سے شمار کیا گیا اگر یوں کہے کہ جمیع مدت ضامن ہوں آج سے دس دن تک تو وہ بالفعل ضامن ہو جائیگا اور جب دس دن گذر جائینگے تو وہ ضامن باقی نہ رہے گا کذا فی العنصریہ ایدو لو زاد و اما برئ بعد ذلک لم یصر کفیلا اصلا و ظاھر الروایۃ و ھی المجلدۃ فی کفالۃ لا تلزم درہما و اشیاء اور اگر اشتہار زیادہ کہا کہ میں بری الذمہ ہوں اسکے بعد سے یعنی یوں کہا کہ تین دن تک ضامن ہوں اور اسکے بری ہوں تو مطلقاً ضامن ہوگا ظاہر الروایہ میں اور رجیلہ ہے اس کفالت میں جو لازم ہو مہم اصلاً ضامن ہوگا یعنی مطلقاً ضامن ہوگا مدت کے اندر نہ بعد اسکے اسوسطے کہ اعتبار ہوتا ہے آخر کلام کا اور حال آنکہ آخر کلام میں وہ ضمانت سے بری ہو گیا تو اول کلام سے معلوم ہوا کہ وہ مطالب ہو گا بعد مدت کے کیونکہ مذکور ہو چکا کذا ذکر مدت تاخیر مطالبہ کے واسطے ہے اور پھر سننے ذکر کیا کہ بعد مدت وہ ضمانت سے بری ہو گا کسیوقت سے سر مطالبہ نہ ہوا تو ضمانت بھی نہ ہوئی کذا فی الطحطاوی قلت ونقلہ فی لسان الحکام عن ابی اللیث و ان علیہ الفتوی ثم نقل عن الواقعات ان الفتوی انہ یصیر کفیلا انتہی لکن یقوی الاول انہ ظاھر المذھب

فتنبہ ۱۲ میں کہتا ہوں کہ صاحب اشباہ نے لسان الحکام میں ابو لیث سے نقل کیا اسی پر فتوی ہے یعنی عدم کفالت پر پھر واقعات سے نقل کیا کہ اسکا فتوی ہے کہ وہ کفیل ہو جاتا ہے انتہی کلامہ لیکن قول اول یعنی عدم ضمانت کا فتوی قوی ہوتا ہے اس وجہ سے کہ وہ ظاہر مذہب ہے سوا گاہ رہنا ہم یعنی در صورت تعارض اقوام ظاہر الروایۃ کی طرف رجوع لازم ہے و لا یطالب بہ فی الحال فی ظاھر الروایۃ و بہ یفتی و صححہ فی السراجیۃ اور جب مثلاً تین دن کی مدت سے ضمانت ہوئی تو ضامن سے مکفول بہ کا مطالبہ فی الحال نہ ہوگا بعد دن گذر جانے تین دن کے ظاہر الروایہ میں اور اسی کا فتوی ہے اور اسی قول کو صحیح کہا ہے سراجیہ میں و فی البزازیۃ کفل علی انہ

ترجمہ عبارت بریکٹ میں ہے
ضمانت ہوئی تو ضامن سے
بعد تین دن کے مطالبہ
نہیں ہوتا

متی ارکلما طالبتک فلہ اجل شہر صحت ولہ اجل شہر من طلبہ فاذا تمّ الشہر من طلبہ لزم التسلیم ولا اجل لہ ثانیا اور نزازیہ میں ہے کہ ایک شخص نے ضامنی کی اس شرط پر کہ جس وقت اور جب بار کا اُس سے مطالبہ ہو تو اُسکے واسطے ایک مہینے کی مدت ہو تو ضامنی صحیح ہوا اور اسکو ایک مہینے کی مدت ہوگی جیسے کہ طالب ضامن سے طلب کریگا یعنی طالب اول کے بعد بعد جب مہینہ پورا ہوگا پھر طالب اُس سے مطالبہ کریگا تو ضامن کو حاضر کرنا مکفول بہ کا لازم ہوگا اور ضامن کے واسطے دوسری بار مدت مقرر نہوگی ہم یعنی مطالبہ سے ایک مہینے کے بعد تعلیق باطل ہوگی کیونکہ اگر الطال نہو تو الطال ضمانت لازم آوے عدم مطالبہ سے ظاہر تھا ثم قال لکفل علی انہ بالخیار عشرۃ ایام او اکثر صح بخلاف البیع لان مبناہا علی التوسع پھر صاحب نزازیہ نے کہا کہ ضامن نے ضامنی کی اس شرط پر کہ دس دن یا زیادہ اسکو اختیار ہو یعنی چاہے مدت مین ضامنی کرے یا نہ کرے تو صحیح ہے بخلاف بیع کے کہ اُسمین تین دن سے زیادہ خیار شرط صحیح نہین ہوسکتے کہ ضمانت کی بنا کشادگی پر ہے ودان شرط تسلیمہ فی وقت بعینہ فہو طلبہ دین مؤجل حل اور اگر شرط ہوگئی ہو مکفول بہ کی تسلیم عین وقت مین تو ضامن اسکو اسوقت مین حاضر کرے اگر مکفول لہ طلب کرے جیسے دین ہو حال کی ادا کرنا لازم ہے جسکی مدت ہو چکی ہم طحطاوی نے کہا کہ لفظ شرط کو مجہول پڑھنا چاہیئے تا کفیل اور مکفول لہ دونون کی شرط کو شامل ہے فان احضرہ فیہا والا حبسہ الحاکم حتی یظہر عدمہ پھر اگر کفیل مکفول بہ کو حاضر کرے مدت مشترطہ مین تو خوب ہے اور نہین تو حاکم اسکو قید کرے جب کہ اُسکا انتظار ہو ہم شارح کہتے ہین کہ یون کہنا بہتر تھا کہ اذا اظہر مطلا سو سطے کہ بجز الرائق مین ہے کہ ضامن کو حاکم قید کرتا ہے وقتیکہ اُسکا انتظار ہو نہ کہ جسمین ظلم کی خبر ہو اور وہ ٹالنے سے پہلے ظالم نہین ہوا انتہی اور بعضے نسخون مین حین یظہر مطلا ہو اور یہ ظاہر ہے خانیہ اور نزازیہ مین ہے کہ جسمین سوقت ہو کہ ضامن مقر ہو اور اگر ضمانت کا منکر ہو اور گواہون سے اسکی ضمانت ثابت ہو تو اُسکو قید کرے جس طرح حلوانی کرے کذا فی الطحطاوی ولو ظہر عجزہ ابتلاء لا یحبسہ عینی اور اگر ضامن کی عاجزی حاضر کرنے مین شروع سے ظاہر ہو تو اُسکو قید نکرے کذا فی العینی فان غاب امہل مدۃ ذہابہ ایابہ ولو لدار الحرب عینی وابن ملک پھر اگر مکفول بہ غائب ہو تو ضامن کو اُسکے پاس جانے اور آنے کی مدت تک مہلت ہے اگرچہ مکفول بہ دارالحرب مین ہو کذا فی العینی وابن ملک ولو لم یعلم مکانہ لا یطالبہ لانہ عاجز ان ثبت ذلک یتصور الطالب یلعی الا فی البحر او بینۃ تقام علی الکفیل مستدلا بہا والقنیۃ اور اگر ضامن مکفول بہ کا مکان نجانتا ہو کہ کون شہر مین وہ گیا ہے تو اُسے طالبہ کیا جاوے کیونکہ وہ عاجز ہے بشرطیکہ عدم علم مکان کا طالب کے تصدیق کرنے سے ثابت ہوا ہو کذا فی الزیلعی بجز الرائق مین اتنا زیادہ کیا ہے یا ضامن کے گواہون سے ثابت ہوا ہو خانیہ کی عبارت سے مستدلل کر کے ہم طحطاوی نے کہا اسمین یہ خلل ہو کہ یہ گواہی اس چیز کی نفی پر ہے جسپر علم شاہد محیط نہین غاب المکفول بہ فللمکفول لہ ملازمۃ الکفیل حتی یحضرہ کہ مکفول بہ غائب ہو گیا تو ضامن کو ملازمت کرنا جائز ہے تا وقتیکہ اُسکو حاضر کردے وحیلۃ دفعہ ان یدعی الکفیل علیہ ان خصمک غائب غیبۃ لا تدری معہ فان برہن علی ذلک تندفع الخصومۃ اور دفع ملازمت کا یہ حیلہ ہو کہ دعوی کرے ضامن طالب پر کہ یہ متہم بغیبت مخبر حلوہ غائب ہے سو اسکا مکان مجھسے بیان کردے پھر اگر ضامن اپنے اس دعوی پر گواہی گذارنے تو طالب کی خصومت اُس سے مندفع ہو جائیگی ولو اختلفا فان لہ حجۃ للتجارۃ معروفۃ امر الکفیل بالذہاب الیہ ولا حلف لانہ لا یدری موضعہ اور اگر طالب اور ضامن مین اختلاف ہو یعنی ضامن کہتا ہو کہ مین مکفول بہ کا مکان نہین جانتا اور طالب کہتا ہو کہ تو جانتا ہے تو اگر مکفول بہ سوداگری کے واسطے جاتا ہوا اور وہ مکان مشہور ہو تو ضامن کو اُسکے جانیکا حکم ہوگا اور نہین تو اس سے قسم لیجاوے کہ وہ اُسکا مکان نہین جانتا ثم فی کل موضع قلنا یذہب الیہ للطالب ان یستوثق بکفیل من الکفیل لئلا یغیب الآخر جس مکان مین ہمنے ضامن کے جانیکو کہا تو طالب کو جائز ہے یہ کہ ضامن سے سفیوطی کرلے ضامن لیکر تا کہ دوسرا غائب ہو جاوے ویبرأ الکفیل بالنفس بموت المکفول بہ ولو عبدا اراد بہ دفع توہم ارتفاع المال فادا العبد تسلیمہ لزم قیمتہ وسیجی مال الکفیل برقبتہ اور بری الذمہ ہو جاتا ہے حاضر ضامن مکفول بہ کی موت سے اگرچہ مکفول غلام ہو مصنف نے غلام کو ذکر کیا ہے اس لیے کہ دفع کرے کیونکہ اگر غلام تو مال ہے پھر جب اُسکی تسلیم متعذر ہوئی تو اُسکی قیمت ضامن پر لازم ہوئی اور آگے آویگا قریب غلام کی ضمانت کا مسئلہ عود الکفیل الی بطالہ الی اثر باحضار المکفول بہ اور براءت حاصل ہوتی ہے ضامن کی موت سے اور قول ضعیف یہ ہے کہ ضامن کے وارث سے مکفول بہ کے حاضر کرنیکا مطالبہ ہوگا کذا فی السراج

کا بموت المطالب بل وارثہ او وصیہ یطالب الکفیل وقیل یبرأ وھی روایۃ والمذھب الاول اور ضامن بری الذمہ نہیں ہوتا مطالب کی موت سے بلکہ
مطالب کا وارث یا اسکا وصی ضامن سے مطالبہ کریگا اور قول ضعیف یہ ہے کہ مطالب کی موت سے ضامن بری الذمہ ہو جاتا ہے کذا فی البرہان اور قوی مذہب پہلا ہے ویبرأ بدفعہ
من اکفل الحی حیث ای فی موضع یمکن مخاصمتہ سواء قبل المطالب الاداء او لا بعد وقت التکفیل اذا دفعہ الیہ ثانیا بری ویبرأ بتسلیمہ مرۃ قولہ
سلمتہ الیک بحکم الکفالۃ او کالاداء طلبہ منہ والا فلا یبرأ بقولہ دفعت او بری الذمہ ہو جاتا ہے ضامن بکفول کو سپرد کرنے سے اس مکان میں جہاں اسکو مخا
صمت ممکن ہو خواہ مطالب اسکو قبول کرے یا نکرے اگرچہ ضامن نے ضمانت کے وقت یہ نہ کہا ہو کہ جب میں مکفول کو تیرے سپرد کروں تو میں بری الذمہ ہوں اور بری الذمہ ہو جاتا ہے کفیل
تسلیم سے خواہ ضامن نے مطالب سے یہ نہ کہا ہو کہ میں نے اسکو سپرد کیا تیری طرف کفالت کی وجہ سے یا نہ کہا ہو اس شرط پر جو حکم مطالب نے اس سے مکفول کو طلب کیا ہو اور اگر مطلب
نے کیا ہو تو ضرور کہے کہ میں نے اسکو بجہت کفالت تجھکو سپرد کیا ہے مکان اہل المخاصمت کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر جنگل یا دریا میں تسلیم ہوگی تو ضامن بری الذمہ نہ ہوگا کیونکہ مطالب
وہاں خصومت پر قادر نہیں ولو شرط تسلیمہ فی مجلس القاضی تسلمہ فیہ ولم یجز تسلیمہ فی غیرہ بہ یفتی فی زماننا لتھاون الناس فی عامۃ الحق
اور اگر تسلیم مکفول کی مجلس قاضی میں شرط ہو تو ضامن وہیں اسکو حاضر کرے اور اسکی تسلیم غیر مجلس قاضی میں جائز نہیں اسیکا فتوی ہے ہمارے زمانے میں بسبب سستی کرنے لوگوں کے
حق کی مدد گاری میں ہم یہ نرکا قول اتفی ہے ہو ولو سلمہ عند الامیر او شرط تسلیمہ عند ھذا القاضی فلم یحضر عند قاضی آخر جاز بحر اور اگر صورت
شرط مجلس قاضی ضامن نے مکفول کو امیر کے پاس حاضر کیا یا اسکی تسلیم اس قاضی کے پاس شرط تھی سو اسنے دوسرے قاضی کے پاس سپرد کیا تو جائز ہے کذا فی البحر ولو سلمہ فی السجن
او سجن ھذا القاضی او سجن ھذا البلد فھذا للمطلوب اور اگر اسکو قید خانہ میں سپرد کیا تو اگر اس قاضی کا قید خانہ ہے یا حاکم شہر کا قید خانہ ہے اس شہر میں تو جائز ہے کذا
صرح ابن ملک فی شرح المجمع کذا یبرأ الکفیل بتسلیم المطلوب نفسہ لحصول المقصود بتسلیمہ وقیل الکفیل اقیامہ مقامہ رسولہ الیہ لان رسولہ
الی غیرہ کالاجنبی اور اسیطرح ضامن بری الذمہ ہوتا ہے مطلوب کی تسلیم سے اپنی ذات کو یعنی اگر مکفول بہ خود حاضر ہوا تو ضامن بری ہو گیا بسبب حاصل ہونے مقصود
کے اور ضامن بری الذمہ ہو جاتا ہے وکیل کی تسلیم سے اب قیام اسکے مقام اسکے اور بری الذمہ ہوتا ہے ضامن فرستادہ کی تسلیم سے مطالب کی طرف اسواسطے کہ
ضامن کا فرستادہ غیر مطالب کی طرف اجنبی کے مانند ہے ہم تسلیم مطالب کے اسوقت ضامن بری الذمہ ہوتا ہے کہ جب کفالت بامر مطلوب ہو اور اگر اسکے بغیر علم ہو تو بری نہیں ہوتا
اور غیر مطالب کی طرف تسلیم رسول کی یہ صورت ہے کہ ضامن نے ایک شخص سے کہا کہ لے اسکو اور فلانے شخص کے پاس سپرد کر تا وہ مطالب کو سپرد کرے پھر رسول نے خود مطالب کو سپرد کیا تو
اجنبی کے مانند ہے اور تسلیم اجنبی کی یہ صورت ہے کہ شخص اجنبی نے مطلوب کو مطالب کی طرف سپرد کیا اور کہا میں اسکو تیرے پاس ضامن کی جانب سے سپرد کرتا ہوں سو اگر مطالب اسکو
قبول کرے تو ضامن بری الذمہ ہو گیا اور اگر جب سے ہو تو ضامن بری نہیں ہوتا کذا فی المحیط وفیہ یشترط قبول المطالب ویشترط ان یقول کل واحد
من ھذہ سلمت الیک عن الکفیل او امرنی الکفالۃ ای بحکم الکفالۃ یعنی وہ کہے کہ یا امرنی ابن کفالتہ لیحفظ اور تسلیم رسول میں قبول کرنا مطالب کا
شرط ہے اور یہ شرط ہے کہ شخص مذکور جسکے یعنی مطلوب اور ضامن کا وکیل اور ضامن کا رسول مطالب سے کہے کہ جسنے تجھکو سپرد کیا ضامن کی جانب سے کذا فی الدرر اسکی ضمانت سے یعنی
بحکم ضمانت سپرد کیا کذا فی العینی اور اگر اسیطرح نہ کہیگا تو ضامن بری الذمہ نہ ہوگا کذا فی صرح ابن کمال تو اسکو یاد رکھنا چاہیے فان قال لم اوامرک ای اتبرء
عن الکفالۃ فھو ضامن لما علیہ من المال فلم یواف بہ مع قدرتہ علیہ فلہ ان یحبسہ ویمرضہ لیلزمہ المال الا اذا عجز بموت المطلوب
او جنونہ کما افادہ بقولہ پھر اگر حاضر ضامن نے کہا کہ اگر میں مطلوب کو حوالے آؤں تو میں ضامن ہوں اس مال کا جو اسپر ہے سو وہ مطلوب کو نہ لایا باوجودیکہ
لانے پر قادر تھا تو اگر ضامن لانے سے عاجز ہو بسبب بیماری کے تو اسپر مال لازم نہیں مگر اسوقت جبکہ مطلوب کی موت یا دیوانگی سے حاضر نہ کرسکے چنانچہ مصنف نے
اسکو اپنے آئندہ قول میں بیان کیا ھم اور اگر ضامن عاجز ہو مطالب کے غائب ہو جانے سے تو مال لازم ہوگا خلاصہ میں ہے کہ جب مطالب غائب ہو تو قاضی اسکی طرف سے
وکیل قائم کرے کذا فی الظھیریۃ وفی الخصاف وعلامات المطلوب فی الصورۃ المذکورۃ عدم المال فی الصورتین لانہ علی الکفالۃ بالمال لا بالتعارف فصح

یا مطلوب مر گیا صورت مذکورہ میں تو ضامن بری ہو گا مال کا دونوں صورتوں میں یعنی حاضر کرنے میں یا وجود و قدرت اور مطلوب کے مر جانے میں اسواسطے کہ حاضر ضامن نے مال ضمانی کو غیر مستحق پر سلم کیا تو تعلیق صحیح ہو گئی ضمانت حق تسلیم باطل ہو گئی نہ دین حال لا یبرأ عن کفالۃ النفس لعدم التسلیم و نہ ضامن ضمانی مال سے حاضر ضامنی سے بری الذمہ ہو گا بسبب عدم مخالفت کے یعنی الضامنی اور حاضر ضامنی میں تحالف نہیں جو جمع نہ ہو سکیں قولہ لم یوات بہ لم یصح المال الفقہ شی ط سو اگر در صورت مذکورہ طالب نے ضامن کو حاضر ضامنی سے بری الذمہ کر دیا پھر ضامن نے مطلوب کو حاضر نہ کر دیا تو اسپر مال واجب ہو گا کما یفید بقاء الحکم بشرط کے یعنی شرط وجوب مال عدم تسلیم مطلوب تھی در صورت بقائے حاضر ضامنی سوا بر ارطالب سے وہ باقی نہ رہی قید بموت المطلوب لانہ لو مات الطالب ورثتہ ولو مات الکفیل طولب ورثتہ ۱۲ مصنف نے موت طالب کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر طالب مر گیا تو اسکا وارث طلب کرے گا اور اگر ضامن مر گیا تو اسکے وارث سے مطالبہ ہو گا کذا فی الدرر فان دفعہ الوارث للطالب برئ وان لم یدفعہ حتی مضی الوقت کان المال علی الوارث یعنی من ترکۃ المیت عینی سو اگر ضامن کے وارث نے مطلوب طالب کو سپرد کیا تو وارث بری الذمہ ہو گیا اور اگر اسکو نہ دیا یہاں تک کہ وقت گذر گیا تو مال لازم ہو گا ضامن کے وارث پر یعنی میت کے ترکہ سے مال دینا لازم ہو گا کذا فی العینی ولو اختلفا فی المواقاۃ عدمہا فالقول للطالب لانہ منکرہا وحینئذ فللکفیل ملازمۃ الاصیل اور اگر دونوں نے مطلوب کی سپردگی کے وقت میں اختلاف کیا یعنی طالب نے کہا کہ تو نے مجھکو مطلوب نہ سپرد کیا اور ضامن نے کہا کہ میں نے سپرد کیا تو قول طالب کا معتبر ہو گا کیونکہ وہ منکر ہوا اور سپردگی کا قول ضامن کا کیونکہ وہ مدعی ہوا اور اگر دونوں نے مطلوب کی سپردگی کے وقت میں اختلاف کیا تو طالب کا قول معتبر ہو گا کیونکہ وہ منکر ہوا اور سپردگی کے وقت میں تو مال لازم ہو گا ضامن پر کذا فی المنبع فلو اختلفا فلم یکن للکفیل بینۃ عند القاضی وکیلا اور خانیہ میں ہے کہ اگر چھپے طالب ضامن نے اسکو پایا تو قاضی اسکی طرف سے ایک وکیل قائم کرے یعنی مطلوب اسکو سپرد کیا جاوے ولا یصدق الکفیل علی المواقاۃ کما بحثہ اور ضامن کی تصدیق نہ کیجائیگی سپردگی مطلوب پر یعنی مطلوب کے حاضر کرنے پر بدون گواہی کے ادعی آخر حقا علی ومائۃ دینارا ولہم بینہما اجیبۃ ام ردیۃ ام شرکۃ لتعارض الدعوی ایک شخص نے دوسرے پر بغیر معین حق کا دعوی کیا کذا فی العینی یا سو دینار کا دعوی کیا اور اسکی صفت کا بیان نہ کیا کہ دینار عمدہ یا ناقص یا شرفی ہے تا کہ دعوی صحیح ہو تا فقال احل المدعی دعہ فانا کفیل بنفسہ فان لم یوافہ غدا فعلی المائۃ قال یوافہ الرجل بہ غدا فعلیہ المائۃ ای التی یدعیہا المدعی اما بالبینۃ او باقرار المدعی علیہ سو مدعی مذکور سے ایک مرد نے کہا کہ مدعا علیہ کو چھوڑ دے میں اسکا حاضر ضامن ہوں اور اگر وہ کل ادا نہ کریگا تو مجھپر سو دینار ہیں سو اسنے کل ادا نہ کیا تو ضامن پر سو دینار جنکا مدعی نے بیان کیا ہو یعنی وہ سو دینار جنکا مدعی نے بیان کیا ہو یعنی ثابت کیا ہو یا تو گواہی سے بامر مدعا علیہ کے اقرار سے وصح الکفالتان لانہ اذا بین التحق البیان باصل الدعوی فتبین صحۃ الکفالۃ فترتب علیہا المائۃ اور صحیح ہوئی دونوں ضمانیں یعنی حاضر ضمانی اور مال ضمانی اسواسطے کہ جب دعوی کا بیان ہو گیا تو یہ بیان اصل دعوی سے ملحق ہو گیا تو حاضر ضمانی کی صحت ظاہر ہو گئی تو اسپر دوسری ضمانی یعنی مال ضمانی مترتب ہو گئی یعنی ہر چند اول دعوی مجہول غیر مبین تھا لیکن جب آخر کا اسکا بیان ہو گیا تو جہالت مرتفع ہو گئی اور حاضر ضامنی صحیح ہو گئی پھر جب حاضر ضامنی صحیح ہوئی تو اسپر مال ضمانی کی بھی صحت مترتب ہو گئی والقول لہ ای الکفیل فی البیان لانہ یدعی صحۃ الکفالۃ اور بیان میں اسکا قول معتبر ہے یعنی کفیل کا کیونکہ وہ صحت کفالت کا مدعی ہے ہم شارح ارجاع ضمیر میں صاحب در کا تابع ہو گیا اور حالانکہ صواب یہ ہے کہ مرجع ضمیر فرد کو مکفول لہ ہو چنانچہ صنع المتقار میں ہے اسواسطے کہ اس صورت پر تعلیل مذکور دال ہے یعنی بانہ یدعی الصحۃ کیونکہ ضمیر مدعی کی مکفول لہ کی طرف راجع ہے کذا فی الطحطاوی وکلام السراج یفید اشتراط اقرار المدعی علیہ بالمال فلیحرر اور سراج کا کلام مال کے مدعا علیہ کے اقرار پر شرط ہونے کا مفید ہے تو اسکی تنقیح کرنا چاہیئے مصحح طحطاوی نے کہا اعتماد کے لائق وہ ہے جو بہر ایہ اور کنز اور اصلاح اور محیط اور درر وغیرہا میں ہے کہ مدعا علیہ کا اقرار شرط نہیں بلکہ مدعی کا بیان کافی ہے لا یجبر المدعی علیہ علی اعطاء الکفیل بالنفس فی دعوی حد فی قذف مطلقا ۱۲ مدعا علیہ پر جبر نہیں حاضر ضامنی دینے کے واسطے حد اور قصاص کے دعوی میں مطلقا وقالا یجبر فی قذف وحد قذف بسرقۃ لتغیر بردہ لانہ حق آدمی والمراد بالجبر الملازمۃ کالحبس اور صاحبین نے کہا کہ مدعا علیہ پر حاضر ضامنی دینے کے واسطے جبر ہے حد قصاص اور حد قذف اور سرقہ میں تغیر برد کے ماند کیونکہ وہ آدمی کا حق ہے اور جبر سے مراد بقول صاحبین ملازمت ہے یعنی ساتھ نہ چھوڑنا نہ یہ کہ زدوکوب کرنا ولو لعطی برضاہ کفیلا فی قود

وقلت وسمته جاز لقاء قابل کمال نظام کلامهم انصافی وجعفر تعالی لا یجوز نفر قلت فی صحیح انه لا یصح نفس حق وقع فلیکن الفرق قوی اور اگر مدعا علیہ نے اپنی خوشی سے خاص دیا قصاص اور حدود اور قذف اور قرقہ کے دعوی مین تو بالاتفاق جائز ہے کما صرح ابن کمال تو فقہا کا ظاہر کلام یہ ہے کہ ضمانت حق تعالی کے حقوق مین جائز نہین کذا فی النہر مین کہتا ہون آگے آویگا کہ ضمانت نفس حد اور قصاص مین صحیح نہین تو دونون قول مین اتفاق ہو جانا چاہیے ص نفس حد اور قصاص مین اسکے ضمانت صحیح نہین کہ بمقتضائے حد اور قصاص ضامن سے ممکن نہین وجہ توفیق جواز اور عدم جواز ضمانت مین یہ ہے کہ جو حدود خالصہ مین ضمانت کا مجوز ہے جنانچہ مصنف تو وہ تبعیض تبرع کے قائل ہے بخلاف اسکے جو جواز ضمانت کا مانع ہے تو جواب دونون کلام مین تناقض ہے او کحبس فیهما حتی یشهد شاهدان مستوران او واحد عدل یعرفه القاضی بالعدالة لان الحبس للتهمة فرع وکذا التعزیر اجراء اور حدود اور قصاص مین قید کرنا جائز نہین جب تک دو شاہد مستور العدالہ اور ثقہ شخص گواہی نہ دین یا ایک شاہد عادل جسکی عدالت کو قاضی جانتا ہو اسواسطے کہ قید کرنا بسبب تہمت کے مشروع ہوا اور اسیطرح تعزیر متہم کی مشروع ہے کذا فی البحر فوائد چند فائدے ہین جنکو شارح نے زیادہ کیا کہ یلزم احد احضار احد فلا یلزم الزوج احضار زوجته لسماع دعوی علیها او لیعرف نفسه وسیجی قاضی ولا یذهب فی صوبین فی الاشباه لازم نہین کسی پر حاضر کرنا کسی کا تو زوج پر لازم نہین اپنی زوجہ کا حاضر کرنا دعوی مدعی کی سماعت کیواسطے مگر جائز ہے مصنف نے جانا لازم ہے حاضر خاص پر اور قاضی کے دار نہ محصن ہے اور باپ پر دو صورتون مین کذا فی الاشباہ ہم قضیہ مین ہے کہ مدیون کو قاضی نے قید کیا اور داروغہ محبس نے اسکو چھوڑ دیا تو صاحب دین کو داروغہ سے اسکے حاضر کر دینے کا سطالبہ جائز ہے انتہی باپ نے اجنبی سے کہا کہ میری بیٹی کا خاص ہو شوہر نے اسکو طلب کیا تو باپ پر اسکا حاضر کر دینا لازم ہے دوسری صورت یہ ہے کہ باپ نے اپنی بیٹی کا مہر اسکے زوج سے مانگا سوزوج نے دعوی کیا کہ وہ اس سے قربت کر چکا ہے یعنی مہر دے چکا ہے اور اسنے زوجہ کے حصہ کا سطالبہ کیا تا مہر دینا اس سے ثابت ہو تو اگر وہ عورت اپنی حاجات کے واسطے نکلتی ہو تو قاضی حکم کرے کہ باپ اسکو حاضر کرے اور نہین تو امین اسکے پاس بھیجے وفی حاشیته لابن الصنیف معزیا لاحکامات العمادیه لاب یطالب باحضار طفله اذا تعیب اور ابن مصنف کے حاشیہ اشباہ مین ہے احکامات عماد سے نقل کر کے کہ باپ سے اسکے صغیر کے حاضر کر دینے کا سطالبہ ہو گا جبکہ وہ غائب ہو جاوے الا صورت نے کہا کہ شاید یہ اس صورت مین ہے جب باپ نے صغیر کو تجارت کا اذن دیا ہو اور وہ فوراً ہو کر غائب ہو گیا ہو کذا فی الخطاوی وفیها القاضی یاخذ کفیلا بالحضار للمدعی علیه کما فی الخانیه مکاتبه صادونه وصی وکیل اقام بینة الوصایة والوکالة اور اشباہ مین ہے کہ قاضی خاص نے مدعا علیہ کے حاضر کر دینے کے واسطے اگر وہ مال منقول ہو کذا فی التاتارخانیہ اور اسیطرح مدعا علیہ کے حاضر کر دینے کے واسطے خاص بنے مگر چار صورتون مین خاص بنے اسکے مکاتب اور ماذون مدیون وصی اور وکیل مین جبکہ مدعی نے وصایت اور وکالت ثابت نہ کی ہو ہم جبکہ مولی نے مکاتب پر مال کتابت یا کسی اور دین کا دعوی کیا تو اس سے خاص نہ لیا جاویگا اور عبد ماذون غیر مدیون نے اپنے مولی پر دین کا دعوی کیا یا بالعکس تو مولی سے حاضر خاص لیا جاویگا اور اگر مدعی نے وصایت اور وکالت کو ثابت کر چکا ہو اور مدعا علیہ میت یا غائب پر اثبات دین کا ارادہ کرے اور مدعا علیہ سے تدیون کی ضامنی طلب کرتا ہے تا اپنے گواہون کو حاضر کرے تو قاضی اسکو وصی اور وکیل سے خاص لیگا کذا فی الخطاوی وفی شرح الجمع عن محمد اذا کان للمدعی علیه معه وکالة بحضور علی الکفیل ولو کان غیر بالغ او بحضور الکفیل فقط او بحضور الوصی فقط اور شرح مجمع مین ہمسے ایک روایت یہ ہے کہ جب مدعا علیہ شہور شخص ہو تو اسپر خاص ضامن دینے کے واسطے اور اگر مدعا علیہ مسافر ہو تو بالاتفاق خاص نہین لیا جاویگا کما حاکم فقط قسمین ہم یہ تحت الظاہر الروایہ کے مخالف ہے یا براء کالاصیل یبرأ الکفیل الا کفیل النفس کما فی الاشباه الا اذا قال الاحق لی قبله کل حق لی قبله فانه یکون کفالة بالنفس وقیل یبرأ الکفیل اشباه اصیل کے بری الذمہ کر دینے سے ضامن بھی بری الذمہ ہو جاتا ہے مگر حاضر ضامن بری الذمہ نہین ہوتا الیکن اس صورت مین جبکہ طالب الدین نے کہ اسکی جانب سے کوئی حق نہین اور نہ میرے وکیل کا حق اور نہ اس یتیم کا جسکا مین وصی ہون اور نہ اس وقف کا جسکا مین متولی ہون تو ابراء خاص بری الذمہ ہو گا کذا فی الاشباه واما کفالة المال فصحیحة ولو للمال مجهولا کما اذا کان فی المال دینا صحیحا الا اذا کان المدین مشترکا کما سیجی لان قسمة الدین قبل قبضه لا تجوز ظهیریه اور مال ضامنی تو صحیح ہے اگرچہ مال مجہول اور غیر معین ہو بشرطیکہ یہ مال دین صحیح ہو مگر جبکہ دین مشترک ہو تو ضامنی صحیح نہین جنانچہ عنقریب

ف ۱ یعنی جب کہ ضامن کو ادا کر دیا ہو یا ابراء کیا ہو ۱۲ منہ

ف ۲ یعنی جب کہ مدعا علیہ کے حاضر کر دینے کے واسطے ضامن لیا ہو ۱۲ منہ

اسکا ذکر آیا یکا اسواسطے کہ دین کا قسمت کرنا اسکے قبضہ کرنے سے پہلے جائز نہیں کذا فی النہایہ ہم دین مشترک کے ضمانت کی یہ صورت ہو کہ حامد اور محمود کا دین زید پر ثابت ہے سو حامد نے زید سے تقاضا کیا محمود اسکے حصہ کا ضامن ہوا تو یہ ضامنی صحیح نہیں اگرچہ دین صحیح ہے کیونکہ یہ دین قبل قبض لازم آتی ہے وہ صحیح نہیں و الا فی مسئلۃ النفقۃ المقررۃ فصحیح لانہا تسقط بموت و طلاق اشباہ کانہم اخذوا فیہا بالاستحسان للحاجۃ بالقیاس سو اسے دین صحیح کے ضمانت صحیح نہیں مگر نفقہ مقررہ کے مسئلے میں تو ضامنی صحیح ہے باوجودیکہ نفقہ موت او طلاق سے ساقط ہو جاتا ہے کذا فی الاشباہ اور گویا کہ فقہا نے مسئلہ نفقہ میں استحسان پر عمل کیا ہے حاجت کے سبب نہ قیاس پر یعنی اگر یہ نفقہ دین صحیح نہیں مگر ضامنی اسکی صحیح ہے تو یہ بحث استحسانی ہوگی نہ قیاسی و الا فی بدل الاسعایۃ عند ہ بزازیہ و کانہ الحق بدل الکتابۃ و الا فقد یسقط لانہ لا یقبل التعجیز فیلغز ای دین صحیح لا تصح الکفالۃ بہ فاجب یہ ضعیف و تصح بہ دین صحیح میں ضمانت صحیح ہے مگر بدل سعایت میں اگرچہ وہ دین صحیح ہے اسکی ضامنی صحیح نہیں امام کے نزدیک اور گویا کہ امام نے بدل سعایت کو بدل کتابت کے ساتھ ملحق کیا اور اگر بدل سعایت کو بدل کتابت سے ملحق نہ کیجئے بلکہ اسکو دین غیر صحیح قرار دیجئے تو صحیح نہیں کہ وہ ساقط نہیں ہوتا اسواسطے کہ وہ تعجیز کو قبول نہیں کرتا تو بطریق چیستان اور پہیلی کے پوچھتے ہیں کہ کون صحیح دین ہے جسکی ضامنی صحیح نہیں تو جواب یہ ہے کہ بدل سعایت ہے اور کون دین ضعیف ہے جسکی ضمانت صحیح ہے تو جواب یہ ہے کہ نفقہ ہم دین مشترک اور بدل سعایت کا استثناء نظر بہ عدم صحت ضمانت کے ہے اور نفقہ کا استثناء نظر بہ صحت کے ہے والدین الصحیح ہو ملا یسقط الا بالاداء او الابراء او حکما بفعل یلزمہ سقوط الدین فیسقط دین المہر بموتہا و عتقہا لا بن الزوج للا براء الحکمی ابن الکمال اور دین صحیح وہ ہے جو ساقط نہ ہو کسی طرح پر دین ادا یا ابرا کے اگرچہ ابراء حکمی ہو اس فعل سے حکم سقوط دین لازم ہو تو ساقط ہو گا عورت کا دین مہر ابن زوج کی مطاوعت سے یعنی اگر زوجہ اپنے زوج کے فرزند کی دعی سے راضی ہو تو مہر اسکا ساقط ہو جائیگا بسبب ابراء حکمی کے کذا صرح ابن کمال فلا تصح بدل الکتابۃ لانہ یسقط بالتعجیز و لو کفل ما دی نجم بما دی نجم یعنی لو کفل بامرۃ یسعی قیدا اخر تو ضامنی صحیح نہیں بدل کتابت کی کیونکہ بدل کتابت بدون ادا یا ابراء تعجیز مکاتب سے ساقط ہو جاتا ہے اور اگر کوئی شخص مکاتب کا ضامن ہوا اور اسنے بدل کتابت ادا کیا تو مکاتب سے پھیر نہیں سکتا ہے دیا یعنی اگر وہ ضامن ہوا ہو مکاتب کے امر سے اور آگے دوسرے قید آویں ہم قید آئینہ یہ ہو کہ ضامن ہوا کرے اس گمان سے کہ بھرا دا کرنا لازم ہو ضمانت کے سبب سے بکفلت متعلق بتصح عند بائعہ مثل المعلوم ضامنی صحیح ہے اس لفظ سے کہ میں اسکا ضامن ہوا بمقدار درہم کا یہ مثال ہے دین مجہول کی ضمانت کی شارح نے کہا کہ لفظ تصح کے لفظ سے متعلق ہے و مثل المجہول بار بعۃ امثلۃ بما لک علیہ بما یذوب کذا فی ہذا البیع و ہذا لسمی عما لک اور مصنف نے دین مجہول کی چار مثالیں مذکور کیں پہلی مثال یہ ہے کہ میں ضامن ہوا اسکے مال کا جو تیرا اسپر ہے دوسری مثال یہ ہے میں ضامن ہوا اسکے مال کا جو تجکو دینا پڑے اس بیع میں اور اسکو ضمان الدرک کہتے ہیں ہم درک بفتحتین و بکون ثانی عبارت ہے ثمن پھیر لینے سے جب مبیع میں استحقاق ثابت ہو کذا فی الطحطاوی اور ضمان درک کو ضمان استحقاق بھی کہتے ہیں یعنی ثمن پھیر دینے کی مشتری سے ضمانت کرے اگر مبیع کا کوئی شخص مستحق نکلے کذا فی شرح الوقایہ للطحطاوی میں اس سے منقول ہے کہ جب مبیع مستحق غیر ہو تو مشتری کو چاہیے کہ اول بائع سے خصومت کرے پھر جب استحقاق ثابت ہو تو مشتری کو اختیار ہے چاہے بائع سے ثمن پھیرے چاہے ضامن سے اور ظاہر الروایۃ میں ضامن سے پہلے خصومت کرنا مشتری کو جائز ہے مبیع میں و بما یابع فلانا فعلی کذا قول الرجل لامرأۃ الغیر کفلت لک بالنفقۃ ابدا مادمت لازوجہ حادثۃ تری مثال دین مجہول کی ضمانت کی ہے کہ جو تو نے بیچا فلانے شخص سے سو مجھپر ہے اور بسبط حمرۃ کا لمتاع غیر کی عورت سے کہ میں تیرے نفقہ کا ضامن ہوا ہوں جب تک کہ تو زوجیت قائم رہے کذا فی الخانیہ و ادا عضیلک فلان فعلی ما ہنا شی طیبۃ ای ان بایعتہ فعلی ما اشتریتہ لما سیجی ان الکفالۃ بالمبیع کالغصوب اور جو غصب کر لیا تجھسے فلانے شخص نے وہ مجھپر ہے لفظ ما کا مثال ثالث اور رابع میں خبر لیہ ہے یعنی اگر تو بیچے کسی کو اور وہ مبیع ہو وہ چیز جو تو خرید کرے اسسے اسکے ذمہ آگے اوپر کا کہ مبیع کی ضامنی صحیح نہیں ہم جو لفظ کفلت ہے وہ ضمانت کے مانند ہے چنانچہ یوں کہنا کہ جو میرا ہے وہ مبیع ہے یا جو کہ میں ادا کروں جو اسپر ہے یا میں نے لازم کر لیا جو تیرا دین اسپر ہے چنانچہ اسسے معلوم ہوتا ہے کہ فقہا کے نزدیک ایک قسم ضمانت کی ضمان تقاضا بھی ہے چنانچہ ایک نے دوسرے سے اپنا دین طلب کیا سو ایک مرد نے طالب سے کہا کہ

میں تیرے دین کا ضامن ہوں کہ اُس سے لیکر تجکو دوں گا تو یہ ال ضامنی نہیں بلکہ ضمان تقاضا ہو کذا فی الطحطاوی قولہ ای قبول الکفالۃ بان یاخذہ او غصب منہ للحال نفس اور ضمانت کی سب صورتوں میں قبول کرنا شرط ہی یعنی اگرچہ قبول اعتبارہ الت حال کے ہو بشرطیکہ اُس سے بیع کی ہو اُس سے غصب کیا ہو کذا فی البحر یہ قبول غیر صریحی بھی ہے صاحب بحر کی یعنی زید نے خالد سے کہا کہ جو تو محمود سے خرید کریگا یا جو تجھے محمود غصب کریگا اُسکا میں ضامن ہوں پھر فی الحقیقت یا غصب واقع ہو تو ضامنی صحیح ہو اگرچہ قبول ضمانت صریح نہیں فلو باع ثانیا لم یلزم الکفیل الا فی کلما دفع قیل یلزم کلما فی اذا دعلیہ الفہستانی والشرنبلالی فلیحفظ اور اگر دوسری یا بیع کریگا تو ضامن پر ضمانت لازم نہو گی مگر کلما کے لفظ میں لازم ہو گی اور قول ضعیف یہ ہے کہ لازم ہو گی مگر اذ کے لفظ میں لازم نہیں اور اسی قول پر فتوی ہے اور قول اول ضعیف ہو تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم عینی نے محیط سے نقل کیا کہ امام اعظم نے کہا کہ اگر ضامن نے کہا کہ بالمنت فلانا فعلی پھر اُسنے چند بار بیع کی تو پہلی ضمانت لازم نہیں مگر اولی اور اسی پر فتوی ہے اور قول ضعیف میں لفظ ما کلما کا مفید ہے عموما کذا فی الطحطاوی ولو رجع عنہ الکفیل قبل المبایعۃ صح بخلاف الکفالۃ بالدین واگر ضامن ضامنی سے رجوع کرگیا قبل خرید فروخت کے تو رجوع صحیح ہے بخلاف ضمانت بلفظ روبہم یعنی اگر ضامنی اسطرح کی کہ بالبیعت فلانا فعلی پھر قبل بیع اُسنے ضمانت سے انکار کیا تو صحیح ہے اور اگر یوں کہا کہ ما ذاب لک علیہ فعلی یعنی جو تیرا دین اُس پر ثابت ہو وہ مجھ پر ہو تو رجوع ضمانت سے صحیح نہیں کیونکہ یہ ضمانت ہو دین متاخر الظہور کی بخلاف ما غصبک الناس او من غصبک من الناس او بایعک قتلا او من عصبتہ او قتلتہ فانا کفیل فانہ یطلب اور برخلاف اس قول کے کہ جو تجھے غصب کریں لوگ یا جو شخص لوگوں میں سے تیرا مال غصب کرے یا جو شخص تیرے ہاتھ بیچے یا جو شخص تجکو قتل کرے یا جسکا تو غصب کرے یا تو قتل کرے تو میں اُسکا ضامن ہوں تو یہ ضامنی باطل ہو ہم اسوسطے باطل ہو کہ اشارہ مذکورہ میں یا مکفول عنہ کی جہالت سے یا مکفول کی کقولہ ما غصبک اھل ھذہ الدار فانا ضامن فانہ باطل حتی یسمی الانسانا بعینہ چنانچہ یوں کہنا کہ جو تجھے غصب کریں اس گھر کے لوگ تو میں ضامن ہوں سو ضامنی باطل ہو جبتک ایک انسان معین کا نام نہ لے ہم بخلاف اس قول کے کہ جماعت حاضرین سے کہا کہ جو تم لوگ اُس شخص سے بیع کرو گے تو میں ضامن ہوں تو یہ ضامنی درست ہو پھر جو شخص اُس سے بیع کریگا تو ضامن پر ضمانت لازم ہو گی کذا فی البحر او علقت بشرط صح سلام ای موافق للکفالۃ باحد امور ثلثۃ یا ضامنی کی تعلیق ہو بشرط صحیح سلام یعنی وہ شرط جو موافق اور مناسب ہو ضامنی کی واسطے امور ثلثہ سے ہم او علقت عطف عطف ہو کان پر یعنی کفالۃ المال تصح اذا کان المال دینا صحیحا او علقت بشرط بکونہ شرطا للزوم الحق نحو قولہ ان استحق المبیع او وجدت بہ عیبا او غصبک کذا او قتلک او قتل ابنک او صیدک فعلی الدیۃ ورضی بہ المکفول لجاز بخلاف ان اکلک سبع بتوہ شرط کا مناسب ضمانت اسطرح پر کہ وہ لازم ہونے حق کی اسمیں شرط ہو یعنی وہ شرط وجوب حق کا سبب ہو چنانچہ یوں کہنا ضامن ہوں کہ اگر مبیع مستحق غیر نکلے یا امانت تیری امانت کا انکار کرے یا کوئی چیز تجھسے غصب کرے یا تجکو یا تیرے فرزند کو یا تیرے غلام کو قتل کرے تو مجھپر دیت ہو اور مکفول یعنی مکفول لہ اس پر راضی ہو تو جائز ہو بخلاف اس شرط کے کہ اگر تجکو درندہ کھا جاوے تو میں ضامن ہوں ہم بعضے نسخے میں بجائے صید کے صدیک ہو اور دیت سے مراد وہ ہو جو قیمت کو بھی شامل ہو اور قتل مخاطب سے قتل خطا مراد ہو اسواسطے کہ قتل عمد میں عفو کے نزدیک قصاص ہی خون بہا کا مل بیع کی شرط اسواسطے صحیح نہیں کہ درندہ مکفول عنہ ہو تو کل صلاحیت نہیں رکھتا اور اسواسطے کہ اُسکا فعل غیر ارادی ہو شرط امکان کا احترازی ہے نحو ان قدم زید فعلی ما علیہ من الدین وھو معنی قولہ وھو ای بالحال ان زید امکفول عنہ او مضاربہ او مودعہ او غاصبہ جازت الکفالۃ المتعلقۃ بقدومہ لتوسلہ للاداء یا شرط بہ امکان استیفا کی یعنی ضامن کو اصیل سے حاصل کرنا ممکن ہو چنانچہ اگر زید آوے تو مجھپر ہو وہ دین جو اُسپر ہو اور یہی مطلب ہے مصنف اس قول کا اور حالانکہ وہ یعنی زید مکفول عنہ ہو یا ضامن کا مضارب یا امانت دار یا اُسکا غاصب ہو تو وہ ضامنی جو اسکے آنے سے متعلق ہو جائز ہو بسبب قادر ہونے ضامن کے ایراد دین پر او شرط لتعذر ای کاستیفاء نحو ان غاب زید عن المصر فعلی واشتلتہ کثیرۃ فھذا جملۃ الشرط التی یحول لتعلق الکفالۃ بھا یا شرط ہو اسکے تعذر کی یعنی استیفاء دین کے تعذر کی چنانچہ یوں کہنا کہ اگر زید شہر سے غائب ہو تو اُسکا دین مجھپر ہو اور تعذر کی مثالیں بہت ہیں سو یہ کل وہ شرطیں ہیں جن پر معلق کرنا ضمانت کا جایز ہے

ہم نہیں یا شکہ کثیر مذکورہ کے یہ مثالین ہیں کہ اگر تیرا مال جو فلانے پر ہے تلف ہو یا وہ مر جائے یا تیرے دین کا وعدہ آوے اور وہ مذہ یا تیرا دین چھ مہینے تک نہ دے تو میں ضامن ہوں ولا تصح ان حلفت بغیر ملائم نحو ان ہبت الریح او جاء المطر لانہ تعلیق بالخطر فیبطل ولا یلزم المال وما فی الہدایۃ سہو کما حرر ابن الکمال اور ضمانی صحیح نہیں اگر اسکی تعلیق ہو شرط غیر موافق سے چنانچہ اگر ہوا چلے یا مینہ آوے تو میرا ہر کیونکہ یہ تعلیق خطر پر ہے یعنی وجود اسکا بالتعین معلوم نہیں تو ایسی شرط باطل ہوگی اور مال لازم نہ ہوگا ضامن پر اور جو ہدایہ میں ہے وہ سہو ہے چنانچہ اسکو ابن کمال نے تحریر کیا ہے ہم خلاصہ ہدایہ یوں ہے کہ تعلیق بہبت صحیح و مجبی مطر اگرچہ صحیح نہیں مگر ضمانت صحیح ہے کیونکہ جب کفالت کی تعلیق شرط پر صحیح ہوئی تو شرط فاسدہ سے باطل ہوگی مانند طلاق اور عتاق کے فتح القدیر میں کہا خلاصہ یہ ہے کہ شرط غیر ملائم کے ساتھ کفالت اسلام صحیح نہیں ہوتی اور جعل غیر ملائم کے ساتھ فی الحال صحیح ہوتی ہے اور وہ رد ہے باطل ہو جاتی ہے اور اس مقام میں بہت گفتگو ہے اسکا کچھ ثمرہ نہیں ہے اس خلاصہ کے کذا فی الطحطاوی نعم لو جعلہ اجلا صح ولزم المال للحال فلیحفظ ہاں اگر شرط غیر ملائم کو ضامن نے ضمان قرار دے تو ضمانت صحیح ہوگی اور مال فی الحال لازم ہوگا تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم مدت قرار دینا اس طرح کہ ضامن ہوں تا ہو سہ سہ ماہ وہی سطر ۵ لا تصح ایضا بحمالۃ المکفول عنہ وتعلیق واضافۃ کالتخییر ککفلت بما لک علی فلان او فلان فتصح والتعیین للمکفول لہ لانہ صاحب الحق اور صحیح نہیں ضمانی مکفول عنہ کی جہالت سے بھی تعلیق اور اضافت میں تحریر میں چنانچہ میں ضامن ہوں تیرے اس مال کا جو فلانے پر ہے یا فلانے پر تو تخییر میں یہ ضمانت صحیح ہے اور اسکا تعین کرنا مکفول لہ کے اختیار میں ہے کیونکہ وہ صاحب حق ہے ہم تعلیق کی مثال یہ ہے کہ اگر تجھے کوئی انسان کوئی چیز غصب کرے تو میں ضامن ہوں اور اضافت کی مثال یہ ہے کہ جو لوگو نے پر تیرا دین ثابت ہوا اسکا میں ضامن ہوں کذا فی الطحطاوی نے کہا کہ اس مثال کو اضافت کی مثال ٹھہرانا بلا وجہ ہے اور جو حلبی نے تعلیق کی مثال دی اسکو عمدہ ہے میں اضافت کی مثال میں ذکر کیا ہے اور حالانکہ یہ بھی اضافت ہے نہیں تو شاید اضافت سے زمان مستقبل کی اضافت مراد ہے واللہ تعالی اعلم ولا بجہالۃ المکفول لہ مطلقا اور صحیح نہیں ضامنی مکفول لہ اور مکفول بہ کی جہالت سے ہر طرح خواہ تعلیق ہو یا اضافت ہم مکفول سے مراد میان نفس ہے مثال اسکی سابق مذکور ہو چکا کہ جب تامل مانع ضمانت نہیں ہے نعم لو قال کفلت رجلا اعرفہ بعینہ او باسمہ او بنسبہ او بحلیتہ او بانہ ابن فلانۃ صح بخلاف ما اذا قال رجل ایا من فی البلد اگر ضامن کہے کہ میں ضامن ہوں اس شخص کا جسکا نام فلانہ ہے یا اس شخص کا جسکا نام فلانہ ہے یا اس شخص کا جسکا نام فلانہ ہے یا

اور ضامن سپرد کردہ بر اسطرح سے کہ اپنے جانور پر ابوجہ اپنا لادے اور تسلیم اسطرح سے کہ وہاں تسلیم واجب ہونے پر بار برداری شارع نے عدم وجوب تسلیم سے تعلیل فرمائی کیطرف اشارہ کیا جسکو ابولنصر اقطع نے مذکور کیا ہے اسطرح پر کہ ضمانت حمل دابۃ معینۃ (اور اسلئے جائز ہے معین جیسے جانور معین ہو اور موجود پر تسلیم جانور واجب ہے نہ بار برداری پھر جب بار برداری کی ضمانت کریگا تو اسکا ضامن ہوا جو مکفول عنہ پر واجب نہیں لہذا صحیح نہیں اور اگر جانور غیر معین ہو تو وہاں ایسا نہیں ہے کیونکہ وہاں پر بار برداری واجب ہے سو اسکا محمل ہونا ضامن سے متصور ہے لہذا اسکی ضمانت صحیح ہے کذا فی الطحطاوی وح لاجیم قبل قبضہ وھو ھون وامانۃ یاعیادیا ونحوھا ضمان عین مبیع کی قبل اسکے قبضہ کرے اور نہ عین مرہون اور نہ عین امانت کی صحیح نہیں بسبب فقدان شرط ضمانت وہ یہ ہے کہ مکفول عنہ مضمون ہو اصیل سے اس طرح کہ عین کا مکفول دے یا اسکے بدل کو اور یہاں ایسا نہیں کیونکہ مبیع مضمون بالتراجع مرہون مضمون بالدین ہے اور امانت کا عدم ضمان خود ظاہر ہے کذا فی النہر فلو تسلیمھا صح فی الکل درد وجھہ الکمال تو اگر ضمانت ہوا سو نکتہ مذکورہ کی تسلیم کی تو سب عین ضمانت صحیح ہے کذا فی الدرر اور ترجیح دی ہے اس قول کو کمال الدین نے ہم چونکہ تسلیم اسوجہ مذکورہ اصیل پر واجب ہے تو اسکا التزام ضامن کو ممکن ہے کذا فی النہر فلو ھلک المستاجر مثلا لا تحی علیہ لکفیل النفس تو اگر تسلیم کی ضمانت کی صورت میں اجارہ کا جانور یا غلام وغیرہ مثلاً ہلاک ہو جائے تو ضامن پر کچھ واجب نہیں جامر ضامن کے مانند مستاجر یہاں فتح جمیع وجوہ عدم لزوم یہ ہے کہ جانور وغیرہ کے ہلاک سے اجارہ فسخ ہو گیا تو اصیل طالب بالتسلیم نہ رہا اور واجب تو یہاں اجرت پھیر دینا ہے اور ضامن اسکا ضامن نہیں اور یہی حکم ہے ہلاک مبیع اور مرہون کا کذا فی الفتح وھم ایضا ولو المکفول بہ ثمنا کان ینہ دینا صحیحا علی المشتری الا ان یکون صبیا محجورا علیہ فلا یلزم الکفیل تبعا للاصیل خانیۃ اور یہی ضمانت صحیح ہے اگر مکفول بہ ثمن ہو بسبب ہونے ثمن کے دین صحیح مشتری پر اگر چہ دین صحیح نہیں جیسا مشتری صغیر محجور علیہ ہو تو اب ضامن پر بھی ثمن لازم نہ ہوگا اصیل کی متابعت سے کذا فی الذخیرہ یعنی جیسے صغیر محجور علیہ پر ثمن مضمون نہ ہوا تو اسکے ضامن پر کیونکہ لازم ہوگا دلالوا مخصوصا او مقبوضا ضمانا علی سوم الشراء ان سمی الثمن والا فقولان ما تقدم اور اسیطرح ضمانت صحیح ہے اگر مکفول بہ مغصوب یا مقبوض ہو خریداری کی طلب پر بشرطیکہ ثمن معین ہو گیا ہو اور نہیں تو مقبوض نہ کورا امانت ہر چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی درصورت عدم تسمیہ ثمن ضمانت اسکی صحیح نہیں کیونکہ امانت عین ضمانت نہیں وصحیحا فاسدا وبدل صلح عن دم وخلع ومھر خانیہ اور اسیطرح ضمانت صحیح ہوگا اگر مکفول بہ مبیع فاسد ہو یا بدل ہو صلح کا خون سے یا عوض ہو خلع کا یا مہر ہو کذا فی الخانیہ ہم وصحت اکشیاء مذکورہ کی ضمانت کی یہ ہے کہ یہ چیزیں باطل متعین ہو جانے عین سے کیونکہ ضمانت قیمت اشیاء مذکورہ انکے قائم مقام ہو جاتا ہے تو بجواب ضمان ضامن پر لازم ہوا الطحطاوی نے کہا اولی یہ ہے کہ لفظ مغصوب ہو یعنی تا بدل صلح پر عطف ہو کیونکہ خلع پر عطف اسکا بے معنی ہے والاصل ابقاء بالاعیان المضمونۃ بتصفیھا لا بغیرھا ولا بالامانات اور مسائل مذکورہ میں قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ ضمانت صحیح ہے اعیان مضمونہ بنفسہا کی نہ اعیان مضمونہ بغیر ہا کی اور نہ امانات کی ہم دریافت کرتے ہیں کہ اعیان اصیل پر مضمون ہیں یا غیر مضمونہ تو اعیان غیر مضمونہ جیسا نچہ ودیعت اور مال مضاربت اور شرکت اور عاریت اور مستاجر بقبض جمیع مستاجر کے پاس اور اعیان مضمونہ یا مضمون بغیر ہا ہیں یعنی درصورت ہلاک انکی قیمت واجب نہیں جیسا نچہ مبیع قبل القبض کہ وہ مضمون بالثمن ہے اور جیسا نچہ رہن کہ وہ مضمون بالدین ہے سو کفیل اعیان غیر مضمون بغیر ہا کی صحیح نہیں یا اعیان مضمونہ بنفسہا ہیں یعنی انکی قیمت واجب ہے درصورت ہلاک جیسا نچہ مغصوب اور مبیع فاسد کا مبیع اور مقبوض علی سوم الشراء تو اسکی کفالت صحیح ہے اور ضامن پر وہ واجب ہے جو اصیل پر واجب ہے یعنی دفع عین اور اگر عاجز ہو تو قیمت اسکی یا مثل اسکا ضامن پر واجب ہے کذا فی الفتح وانما خصصنا الاعیان المضمونۃ بنفسھا بالذکر لان الکفالۃ بنوعیھا بالطالب ونائبہ ولو فضولیا فی مجلس العقد اور دونوں قسم کی ضامنی یعنی بالضامنی اور حاضر ضامنی صحیح ہے دین مجہول کرنے طالب کے مجلس عقد میں یا قبول کرنے اسکے نائب کے اگر چہ نائب وکیل مفوض ہو ہم تو اگر اصیل راضی ہو جائے ضمانت سے طالب کے قبول کرنے سے تو ضمانت زائل ہو جائے اصیل سے ضامن بھر لے اور اگر وہ راضی ہو بعد اسکے قبول کرنے کے تو نہیں لے سکتا اور اگر فضولی اعقد ضمانت کی مجلس میں ضامنی قبول کرے تو وہ طالب کی اجازت پر موقوف ہو اور ضامنی سے آپ کو نکال سکتا ہے ضامن قبل اجازت کے کذا فی الظہیریہ وھو دلیل القائل بلا قبول وبہ یفتی حسن دیزازیۃ ذکرہ فی المجوبہ

قالت الائمة الثلثة لكن نقل المصنف عن الطرطوسي ان الفتوى على قولهما واختاره الشيخ قاسم هذا حكم الاشتاء اور ابو یوسف نے جائز رکھا ضامن کو بدون قبول کرنے طالب کے اور اسکا فتوی ہے کذا فی الدرر والبزازیہ اور ثابت رکھا ہے اسکو بحر الرائق میں اور یہی قول ہے تینوں اماموں کا لیکن مصنف نے اپنی شرح میں طرسوسی سے نقل کیا ہے کہ فتوی امام اور محمد کے قول پر ہے اور شیخ قاسم نے اس قول کو پسند کیا ہے یعنی عدم صحت ضمانت بلا قبول طالب نشاء ضمانت کا حکم ہے حلوا چین ضمانت بان قال انا كفيل بمال فلان على فلان حال غيبة الطالب وكفل وارث المريض المدين عنه بامره بان يقول المريض لوارثه اكفل عني بما علي من الدين فاكفل به مع غيبة الغرماء صح في الصورتين بلا قبول تفاقا استحسانا لانها وصية قلت وقيل لا يصح وقيل يصح شرح المجمع اور اگر ضامن جنرے ضمانت سے اس طرح پر کہ کہے کہ میں فلانے کے مال کا ضامن ہوں جو فلانے پر ہے یہ خبر دی طالب کے غائب ہونے کے وقت یا ضمانت کی مریض قادر کے واسطے نے مریض کی طرف سے اسکے اس طرح پر کہ مریض کہے اپنے وارث سے کہ تو میری طرف سے ضامن ہو اُس مال کا جو مجھ پر ہے سو وہ ضامن ہوا بوجہ غائب ہونے ارباب دین کے تو ضمانت صحیح ہے دونوں صورتوں میں بلا قبول طالب کے باتفاق طرفین اور ابو یوسف کے بطریق استحسان کے کیونکہ ضمانت مریض مذکور کی وصیت ہے تو اگر مریض مذکور نے ضمانت کے واسطے کہے تو ضمانت صحیح نہ ہوگی بعضوں نے کہا کہ صحیح ہے کذا فی شرح المجمع ہم کہتے ہیں وارث سوا سطے جائز ہونے کی مریض قائم مقام ہے طالب کے اس ضرورت سے کہ مریض غائب الذات ہو جائے اور سیدی طالب کا فائدہ ہو تو گویا وہ بذات خود حاضر ہے شارح نے تعلیل مسئلہ اولی مذکورہ کی بسبب اسکے ظاہر ہونے کے ہوا سطے کہ اخبار عن العقد اخبار ہے اسکے دونوں رکن سے یعنی ایجاب اور قبول سے وفی الفتح الصحة اوجه وحقق بها كالقابلة لكن يرد عليه توقفها على المال اور فتح القدیر میں ہے کہ ضمانت اصح ہے کہ صحیح ہونا زیادہ توجیہ ہے اور ثابت کیا ہے کہ وہ یعنی ضمانت وارث کفالت ہے نہ وصیت لیکن اُسکے حق میں عارض ہوتا ہے موقوف ہونے کفالت کا مال پر اگر کفالت ہوتی تو مطلقاً جائز ہوتی مال پر موقوف ہوتی ولو له مال على غائب هل يؤمر الغريم بانتظاره او يطالب الكفيل المدار ويبنى عليه وصيتمران يستقرض على انه وصيتمران يستقرض على انها كفالة اور اگر مریض کا مال غائب پر ہو تو کیا صاحب دین کو اُسکے انتظار کا امر کیا جائیگا یا وہ ضامن سے مطالبہ کرے دین اُسکے کسی کتاب میں نہیں دیکھا اور اُسکے وصیت ہونے پر لائق یہ ہے کہ شخص غائب کے انتظار کیا جائے نہ اُسکی کفالت ہونے پر جس پر بحث ہے صاحب نہ کی اور صاحب بحر الرائق نے بیان کیا ہے کہ مریض مذکور کی ضمانت ہر طرح ضمانت نہیں ہوا سوا سطے کہ وہ صحیح نہیں بدون مال مریض کے تو اگر مطلقاً کفالت ہوتی تو مطلقاً صحیح ہوتی اور وصیت نہیں ہے ہر طرح سوا سطے کہ اگر وصیت ہوتی مطلقاً تو شخص صحیح سالم کا امر بھی صحیح ہوتا حالانکہ ایسا نہیں وفيه نظر باطل لان يترخ الوارث بضمانه في غيبتهم لا يصح دعوى الحسن الصحة او قيد لكن في ضمانة مريض من اُسکے امر کے سوا سطے کہ متبرع وارث کا اُسکی ضمانت میں ارباب دیون کی غیبت میں صحیح نہیں اور یہی قول معتمد ہے کذا فی الطحطاوی اور جس نے صحت کی روایت کی ہے بدون امر کے بھی ولو ضمنه بعد موته صح سراج ولعله قول الثاني لما مر نعم اور اگر وارث ضامن ہوا میت کا اُسکی موت کے بعد تو صحیح ہے کذا فی السراج اور شاید کہ یہ ابو یوسف کا قول ہے جنانچہ مذکور ہو چکا کذا فی المنح مذکور یہ ہو چکا کہ ابو یوسف کے نزدیک قبول کرنا شرط نہیں ہے وفي البزازية اختلفا في الاخبار والانشاء فالقول للمخبر اور بزازیہ میں ہے کہ دونوں نے اختلاف کیا کفالت کے اخبار اور انشا ہونے میں تو معتبر کا قول معتمد ہے یعنی مدعی اخبار کا اور وہ طالب ہے ہوا سطے کہ اصل صحت ہے اور صحت عقد کے یہاں کلام کو احتمال قرار دیا کذا فی الطحطاوی وكذا تصح بدين ساقط ولو من وارث عن ميت مفلس لا اذا كان به كفيل او رهن معراج او ظهر له مال فتصح بقدره ابو السعود اور صحیح نہیں ضمانت اس دین کی جو ساقط ہے میت مفلس سے اگرچہ ضمانت میت کے وارث کی ہو مگر اگر قیمت دین ساقط نہیں جبکہ دین میت کا کوئی کفیل ہو گیا ہو اسکی زندگی میں یا رہن ہو کذا فی السراج یا اُسکا مال ظاہر ہو گیا ہو تو ضمانت صحیح ہوگی بقدر مال مذکور کے کذا ذکرہ ابن ملک ہم مسقوط دین میت مفلس دینکے احکام میں ہے بسبب ضرورت کے تو بقدر ضرورت اُسکی تقدیر ہوگی تو جو کفالت اُسکی حیات میں ہوئی یا اُسنے کچھ رہن رکھدیا تو اب دین اُسکا ساقط نہ ہوگا بسبب عدم ضرورت کے فیضہ میں ہے کہ ایک شخص نے کفالت کی میت مفلس کی پھر میت کا مال ظاہر ہوا تو بقدر مال ضمانت صحیح ہوگی اور لحقه دين بعد موته فتصح الكفالة به بان حفر بئرا على الطريق فتلف به شيء بعد موته لزمه ضمان المال في ماله وزمان النفس على عاقلته لثبوت الدين مستندا الى وقت السبب وهو الحفر الثابت حال

قیام المدۃ بحی یا میت کو دین لاحق ہوا اُسکی موت کے بعد تو اُسکی کفالت صحیح ہے اسطرح جو کہ یہ میت نے کنعان کھو دا تھا راہ میں یعنی غیر ملک میں پھر اُس سے کوئی چیز تلف ہوگئی بعد اُسکے موت کے تو لازم آویگا ضمان مال کا اُسکے مال میں اور ضمان نفس اُسکے اہل محلہ اور برادری پر بسبب مطالبت ہونے دین کے سبب کے وقت سے ستند ہو کر اور کنعان کھودنا ہو جو ثابت ہو قیام فرسہ کی حالت میں کذا فی البحر وھذا عندھما وھو الاحوط وصححاھا مطلقا وھو قالت الثلثۃ اور یعنی عدم صحت ضمانت دین بمیت علی امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک ضمانت کو صحیح کہا ہے مطلقاً خواہ اُسکا مال ظاہر ہو یا نہ ہو اور یہی قول ہے ائمہ ثلثہ کا ولا ترجیح بہ احد صحیح اجماعا اور اگر کسی شخص نے بطریق تبرع ضمانت کی تو صحیح ہے بالاجماع اسواسطے کہ تبرع کا اعتماد قیام دین پر نہیں کذا فی الطحطاوی ولہ تصح کفالۃ الوکیل بالشمن بیع وکل فیما یکل بیعہ لان حق القبض لہ کالاصالۃ فیصیر ضامنا لنفسہ اور صحیح نہیں ضمانی وکیل کی ثمن مبیع کے واسطے موکل کے اُس چیز مبیع کے بیچنے کے واسطے اُسکو وکیل کیا اسواسطے کہ قبض ثمن کا حق وکیل کے واسطے ہے بالاصالۃ تو وکیل اپنی ذات کے واسطے ضامن ٹھہریگا اور حالانکہ صحیح نہیں عدم وکیل کی قید سے واسطے لگانی کے ضمانت سول صحیح ہے اور توکیل بالبیع کی قید اسواسطے لگائی تا وہ صورت نکل جائے جبکہ موکل دوسرے شخص کو وکیل کرے قبض ثمن کا وکیل سے تو اضافت وکیل کی صحیح ہے اور ثمن کی قید اسواسطے لگائی کہ نکل سکے کہ وکیل کو مہر کا ضامن ہونا صحیح ہے کذا فی النہر صفاد کھان اوصی والناظر لا یصح ضامنا الثمن عن المشتری عما باعہ لان القبض لھما ولذا لو ابرأہ عن الثمن صح وضمنا اور تعلیل مذکور کا مفاد یہ ہے کہ وصی اور ناظر وقف کا ضامن ہونا مشتری کی طرف سے اُس چیز مبیع سے جسکو دونوں نے بیچا ہے صحیح نہیں اسواسطے کہ قبض ثمن کا حق اُنھیں دونوں کے واسطے ہے ولہذا اگر دونوں مشتری کو بری الذمہ کردیں ثمن سے تو صحیح ہے اور دونوں پر ضمان لازم ہو گا ہم یہ مستنبط ہو ضمانا نہر اور بحر کا فقہا کے کلام سے وکلا تصح کفالۃ المضارب لرب المال بہ ای بالثمن لانہ امین لانہ الثمن امانۃ عندھما فالضمان تغییر لحکم الشرع اور صحیح نہیں مضارب کو ضمانت ثمن کی صاحب مال کے واسطے اُس مبیع سے جو وکیل کی ضمانت میں نہ کو ہو چکی اور اسواسطے وکیل اور مضارب کی ضمانت صحیح نہیں کہ ثمن امانت ہے وکیل اور مضارب کے پاس تو ضامن ہونا اُنکا حکم شرع کا بدلانے والا ہے کیونکہ امین پر ضمان نہیں ہم طحطاوی نے کہا کہ امین ہونا دونوں کا بدون قبض ظاہر نہیں اور عدم صحت کفالت کا حکم عام ہے قبض اور عدم قبض سے وکلا تصح للشریک بدین مشترک مطلقا ولو بارث لانہ لو صح الضمان مع الشرکۃ یصیر ضامنا لنفسہ وھو محال فحصر حصۃ صاحبہ یؤدی الی قسمۃ الدین قبل قبضہ وذا لا یجوز اور صحیح نہیں ایک شریک کو دوسرے شریک کے واسطے ضامن ہونا دین مشترک میں کسی طرح کا اشتراک ہو اگرچہ بطریق وارث کے غرض اشتراک ہو اسواسطے کہ اگر ضمانت شرکت کے ساتھ صحیح ہو تو شریک اپنی ذات کا ضامن ہو یعنی اسواسطے کہ جو قسط میں اکثر مشتری باضامن ثمن ادا کریگا تو شریک کا اسمیں حصہ قرار ہو گا اور اگر اپنے شریک کے حصے میں ضمانت صحیح ہو تو قسمت دین قبل اُسکے مقبوض ہونے کے لازم آتی ہے اور یہ یعنی ضمان النفس اور قسمت دین قبل قبض جائز نہیں نعم لو تبرع جاز کما لو کان صفقتین ہاں اگر شریک بطریق تبرع ضامن ہو گا تو جائز ہے چنانچہ اُس صورت میں ضمانت شریک جائز ہے جب ہر ایک شریک کا عقد بیع جدا جدا ہو ہم جدائی عقد امام کے نزدیک اسطرح ہے کہ لفظ بعت مکرر ہو اور صاحبین کے نزدیک اسطرح کہ ثمن جدا جدا مذکور ہو تو اب ایک شریک کو دوسرے شریک کے حصے کا ضامن ہونا صحیح ہے کیونکہ ہر ایک کا حصہ جدا جدا ہو گیا تو شرکت باقی نہ رہی وکلا تصح الکفالۃ بالمعدۃ لاعتیادھا للمرد بھا اور عمدہ کی ضمانت صحیح نہیں کیونکہ عمدہ کی مراد میں اشتباہ ہے ہم ضمانت عمدہ اسطرح پر کہ غلام کو خرید کرے اور ایک شخص مشتری سے عمدہ کا ضامن ہو اور مشتری اور ضامن اسپر سکوت کریں بیان کریں کہ عمدہ سے کیا چیز مراد ہے تو ضمانت صحیح نہیں اسواسطے کہ عمدہ کا لفظ اس قرینہ میں مستعمل ہے جو ملک بائع کا شاہد ہو اور وہ بائع کا مملوک ہے تو اگر اُسکی تسلیم کا مشتری کے واسطے ضامن ہوا تو اسکا ضامن ہوا جسپر فاروزنہیں اور اسکے حقوق اور درک اور خیار شرط میں اور جو کہ عمل اسپر فیصل بیان متعذر ہے بسبب جہالت کے لہذا اُسکی ضمانت صحیح نہیں ہے بالطل کذا فی الطحطاوی وکلا بالخلاص ای تخلیص مبیع یستحق لغیرہ عند اور نہ ضمانت خلاص کی یعنی اُس بیع کے خلاص کرنے کی ضمانت صحیح نہیں جو کہ غیر پر مستحق ہو بسبب عجز ہونے ضامن کے اس سے نعم لو ضمن تخلیصہ لو بشراء ان قدر واکا فیدہ الثمن کان کذلک علی الاظہر لیکن اگر تخلیص مبیع کا ضامن ہو اگر تخلیص مبیع کے سبب سے خریدکرنے کے سبب سے ہو اگر قدرت ہو خریدنے پر اور نہیں تو ضمن مشتری کو پھیرے تو یہ ضمانت مثل ضمان درک کے صحیح ہو گی کذا فی المعینی فائدہ یہ فائدہ ہے جسکو شارح نے زیادہ

متی ادی بکفالۃ فاسدۃ رجع کصحیحۃ جامع الفصولین شمل و تطیرہ لو کفل بدل الکتابۃ لیصح فیرجع بما ادی اذا حسبت انہ علیہ
علی ما ذکر لخلاف ما ذکرہ السابق و قرہ المصنف فلیحفظ جبکہ ضامن نے بسبب کفالت فاسدہ کے دین ادا کیا تو مطلوب سے بھرے کفالت صحیحہ کے مانند کذا فی جامع الفصولین
پھر صاحب فصولین نے کہا اور نظیر اسکی ہے کہ اگر ضمانت کی بدل کتابت کی تو صحیح نہیں پس مکاتب سے بھرے اس دین کو جو اسنے ویا بشرطیکہ ضامن کو یہ گمان ہوا ہو کہ میرے مجبور
ہوں اسکے دینے پر بوسطے اپنی ضمانت سابقہ کے اور ثابت رکھا ہے مصنف نے اپنی شرح میں تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم تو معلوم ہوا اگر ادا کریگا بلا طالب و حکم دین یا بالاستیفاء
ضمانت دیگا تو رجوع جائز نہیں ولو کفل بامرہ ای بامر المطلوب بشرط قولہ عنی او علی انہ تعالی ھو غیر طبی و غیر مجبور بین یدی الطالب اور کفالت کرے مطلوب
اسکے حکم سے بشرطیکہ مطلوب نے یوں کہا ہو کہ میری طرف سے تو ضامن ہو یا اس شرط پر کہ وہ مجبور الادا ہو اور حالانکہ مطلوب صغیر محجور اور غلام مجبور نہیں کذا صرح بہ ان کلام تو معلوم
ہوا کہ صغیر ماذون اور عبد ماذون کا امر صحیح ہو لائق رجوع ویرجع علیہ عما ادی ان ادی عما ضمنہ والا فما ضمنہ وان ادی ردہ لمالکہ الذین یاکلا داء
فکان کالطالب وکالو ملکہ بھبۃ او ارث عینی اگر مطلوب کے امر سے ضامن ہوا ہو تو مطلوب سے بھرے جو اسنے ادا کیا ہو اگر اسنے ضمانت کے موافق ادا کیا اور اگر
اسنے ضمانت کے مخالف ادا کیا اسطرح پر کہ مکفول جید تھا سو اسنے رد دی دیا یا العکس تو ضمانت کے موافق بھرے اگرچہ اسنے بدتر ادا کیا ہو بسبب مالک ہونے ضامن کے
دین کو بسبب ادا کرنے کے تو اب ضامن ہو گیا طالب کے مانند اور چنانچہ اگر ضامن دین کا مالک ہو جاوے بسبب ہبہ یا ارث کے کذا فی العینی ھم ضامن کے مالک ہونیکی یہ صورت ہے کہ
طالب مر جاوے اور ضامن اسکا وارث ہو یا طالب نے اسکو اپنی حیات میں دین کو ہبہ کیا ہو اور یہ ہبہ کفیل کے واسطے جائز ہے اگرچہ غیر مدیون کے واسطے ہبہ دین جائز نہیں کیونکہ بیان
دین مقبول ہو الا کفیل کیطرف بمقتضائے ہبہ بسبب ضرورت کے کذا فی الطحطاوی وان لغیرہ لا یرجع لتبرعہ الا اذا اجاز فی المجلس فیرجع عما ادی اور اگر بغیر مطلوب کے ضمانت
کی ہو تو جو ادا کیا ضامن نے دیا ہوا اسکو مطلوب سے نہ بھرے بسبب اسکے تبرع کے مگر جبکہ مطلوب نے محل ضمانت میں ضمانت کو جائز رکھا تو مطلوب سے مال مذکور کو بھرے کذا فی العمادیہ وحیلۃ اگر
یلا مر لا بحیلہ لطالب الدین فیکفل بقبضہ ولو الحیلۃ اور حیلہ بھرنے ضمانت بلا امر کا یہ ہے کہ طالب ضامن کو دین ہبہ کر دے اور ضامن قبض کا وکیل کرے یعنی جانب کذا فی الولوالجیہ وھو الاصح
بہ حیلہ بقبض کفالت بالغیر کہ جسکو شارح نے اشارہ کیا کہ یہ حیلہ کفالت بالامر بھی جاری ہے بعضوں نے کہا یہ حیلہ اسوقت جاری ہے جبکہ ضامن نے بعد دین دینے کے اور قبل کفالت
کے اصیل کو دین ہبہ کر دیا ہو اور اگر اسکے اصیل کو دین ہبہ کر دیگا تو اصیل دین سے بری ہو جائیگا پھر یہ حیلہ صحیح نہ ہوگا کذا فی الطحطاوی ولا یطالب کفیل اصیلا عما قبل الترجع للکفیل
عنہ لان ملکہ یاداء ھم للکفیل اخذ رھن من الاصیل قبل ادائہ خانیہ اور طالب نہ کرے ضامن اصیل سے قبل اسکے کہ ادا کرے ضامن اصیل کی جانب
سے ہو اسکے کہ ضامن اسکا مالک ہو جاوے ادا کرنے سے ہاں ضامن کو کوئی چیز گروی لینا اصیل سے قبل ادا کرنے کے جائز ہے کذا فی الخانیہ فان لزم الکفیل لا زمہ اعاد ما
ھو کاصیل ادی ما ضمنہ تحالفا پھر اگر کفیل پر آجاوے ضامن تو وہ بھی پکڑے اصیل کو تا اسکو وہ چھوڑاوے دادا حیلہ لہ حبس ھذا ان الکفل بامر ولیس علی الکفیل
المطلوب دین مثلہ ولا قلا ولا ملازمتہ ولا حبسہ اجماع اور جبکہ طالب ضامن کو قید کرے تو ضامن کو مطلوب کا قید کرنا جائز ہے اس صورت میں ہے جبکہ اسنے بامر مطلوب
ضمانت کی ہو اور ضامن پر مطلوب کا دین ضمانت کے مال کے مانند متعاد ہو اور اگر بغیر امر ضمانت ہوا مطلوب کا اس پر دین نہ ہو تو نہ ملازمت ہے نہ حبس کذا فی السراج وفی کالشباہ ادا کفیل
بوجہ یرجع علی المطالب رہا طالب سے ضامن کا ادا کرنا طالب کو ضامن اور اصیل کی براءت کا موجب ہونا ہم لطالب متعلق ہوا اسے باوجود فصل کے کذا فی الحموی کالا اذا احالہ الکفیل
علی مدیونہ وشرط براءۃ نفسہ فقط مگر جبکہ ضامن طالب کا حوالہ کرے اپنے مدیون پر اور فقط اپنے نفس کی براءت شرط کرے تو اصیل بری الذمہ ہو گا ہم مدیون نہیں بلکہ مطلق حوالہ بشرط
قبول المحال علیہ بھی حکم رکھتا ہے دیرئ الکفیل باداء الاصیل اجماعا الا اذا برھن علی ادائہ قبل الکفالۃ فیبرأ فقط کما لو حلف بحر اور بری الذمہ
ہو گا ضامن اصیل کے ادا کرنے سے بالاتفاق مگر جبکہ اصیل گواہ لاوے اپنے ادا کرنے پر قبل ضمانت کے تو فقط اصیل بری ہو گا چنانچہ اگر اصیل قسم کھاوے کہ میرے ذمہ قبل کفالت کے ادا
کیا تو فقط اصیل ہی بری الذمہ ہو گا کذا فی البحر ہم مسئلہ قسم کا سابق الفاظ میں قنیہ سے منقول ہے تو یہ جو شارح نے بحر الرائق کیطرف نسبت کیا ہے سو بے محل ہوا یہ مسئلہ مشکل ہے
کیونکہ مطلوب مدعی ہو تو اسپر کیونکر قسم آئے تو تصور اسکی یہ ہے کہ مدعی نے مال کا دعوی کیا سو کوئی ادا کی اسکا کفیل ہوا اور مدعا علیہ مال کا منکر ہوا اور مدعی کے پاس گواہ نہ تھے مدعا علیہ

قسم کھائی تو وہی بری الذمہ ہوگا کفیل کذا فی الطحطاوی ودوابرأ الطالب الاصیل او اخّر عنہ ای اجّلہ برئ الکفیل تبعا للاصیل الا کفیل النفس کما مر اور اگر بری الذمہ کردے طالب اصیل کو یا اس سے تاخیر کرے یعنی ادائے دین کی کچھ مدت مقرر کردے تو ضامن بھی بری الذمہ ہوگا اصیل کا تابع ہوکر مگر کفیل نفس بری نہ ہوگا جیسا کہ پہلے گزرا حاضر ضامنی کی بحث میں وتاخر الدین عنہ تبعا للاصیل الا اذا صالح المکاتب عن قتل العمد بمال ثم عجز المکاتب تاخرت مطالبۃ المصالح الی عتق الاصیل ولہ مطالبۃ الکفیل لان اشیاء اور تاخیر ہوگا مطالبہ دین کا ضامن سے اصیل کی تابع ہوکر مگر جبکہ صلح کی مکاتب نے قتل عمد سے بعوض مال کے پھر مکاتب کا کوئی آزاد ہونے تک ادا نہ کرسکا ضامن ہوا پھر عاجز ہوا مکاتب بدل صلح کے ادا کرنے سے تو مطالبہ صلح کرنیوالے کا یعنی وارث مقتول کا ستاخر ہوجائیگا تا عتق اصیل یعنی مکاتب کے آزاد ہونے تک ادا نہ کرسکا تو مقتول کو ضامن سے مطالبہ کرنا بالفعل جائز ہے کذا فی الاشباہ ہم خانیہ میں کو ہے کہ علت تاخیر مطالبہ تنگدستی اور اخلاص اصیل ہے بحر الرائق میں کہا تو معلوم ہوا کہ جب اصیل تنگدست ہو تو طالب اب سے مطالبہ نہیں کرسکتا اور ضامن سے کرسکتا ہے اگر وہ مقدور الادا ہو کذا فی الطحطاوی وکا ینعکس لعلم تبعیۃ الاصیل للفرع اور حکم کلی منعکس نہیں یعنی برات اصیل کی موجب نہیں اور تاخیر عن الاصیل تاخیر عن الکفیل کی موجب ہے بسبب تابع ہونے اصل کے واسطے فرع کے نعم لو تکفل بالحال موجلا تاجل عنہما لان تاجیلہ علی الکفیل تاجیل علیہما ہاں اگر فی الحال مال کی ضامن ضمانت کرے مدت مقرر کرکے تو اصیل اور کفیل دونوں سے مطالبہ تاخیر ہوجائیگا اسواسطے کہ طالب کا مہلت دینا ضامن اصیل اور ضامن دونوں پر مہلت دینا ہے وفیہ یشترط قبول الاصیل الابراء والتاجیل الکفیل اور کتاب مذکور میں ہے کہ قبول کرنا اصیل کا ابراء اور تاجیل کیلئے شرط ہے نہ قبول کرنا کفیل کا مضمر الرائق میں فیہ بحر الرائق کی طرف اشارہ ہے جو قبل اسکے مذکور ہے اور حالانکہ یہ عبارت اسمیں نہیں بلکہ اسمیں ہے یوں مذکور ہے کہ ابراء اصیل اور تاجیل اسکے رد کرنے سے پھر جاتی ہے اور ابراء کفیل رد کرنے سے پھرتا ہے اور تاجیل اسکی نہیں پھرتی انتہی خلاصہ اسکا یہ ہے کہ ابراء قبول پر موقوف نہیں بلکہ رد کرنے سے پھرتا ہے کذا فی الطحطاوی الا اذا وہبہ او تصدق علیہ دُرر قبول کفیل شرط نہیں مگر جبکہ طالب اسکو ہبہ کردیا یا اسپر تصدق کیا تو قبول شرط ہے کذا فی الدرر ہم ہبہ درصورت مشتی ہونے کفیل کے ہے اور صدقہ بحالت فقیر ہونے کے قبول اسواسطے شرط ہوا کہ ہبہ اور صدقہ دین میں تسلیط علی المدیون شرط ہے قلت وفی فتاوی ابن نجیم اجلہ علی الکفیل یتاجل علیہما وعزاہ للخانیۃ والذی یحفظ من کلامہ ہوں اور ابن نجیم کے فتاوے میں ہے کہ کفیل پر مہلت دینے سے کفیل اور اصیل دونوں پر مہلت ہوجاتی ہے اور اس قول کو ابن نجیم نے حاوی قدسی کیطرف منسوب کیا ہے تو یاد رکھنا چاہیے ہم طحطاوی نے کہا یہ قول مستثنی صورت مرقومہ سے یعنی توکفل بالحال الخ تو اب تین سے کچھ منافات نہیں وفی التقنیۃ طالب المدیون الکفیل فقال لہ اصبر حتی یحیئ الاصیل فقال لا اتعلق لی علیہ انما اتعلق علیک ھل یبرأ اجاب نعم وقیل لا وھو المختار اور تقنیہ میں ہے کہ صاحب دین نے ضامن سے مطالبہ کیا سو اسنے کہا صبر کر یا کہ اصیل آجائے سو صاحب دین نے کہا کہ اسپر میرا کچھ تعلق نہیں میرا تو تعلق تجھی پر ہے کیا اس قول سے اصیل بری الذمہ ہوجائیگا جواب یا کہ ہاں بری الذمہ ہوگا اور بعضوں نے کہا کہ بری نہ ہوگا اور یہی قول مختار ہے ہم وجہ مختار ہونے قول مذکور کی منح التقاریں تقنیہ سے یوں منقول ہے کہ ایسے قول سے نفی تعلق کا ارادہ نہیں کرتے بلکہ نفی تعلق حسی کا ارادہ کرتے ہیں یا نتہی اور ظاہر مراد اس قول سے تعلق ضامن ہے بہ برات اصیل واذا حل الدین المؤجل علی الکفیل ھو تدیحل علی الاصیل فلو ادّاہ وارثہ لہ یرجع لو لم یقل ادّاہ بامرہ لانہ الحالۃ ہذہ خلف لہ فرد اور جبکہ دین موجل حال ہوجائے ضامن پر اسکی موت سے تو حال نہیں ہتا اصیل پر تو اگر ضامن وارث اسکا ادا کرے تو اصیل سے پھر نہ لے اگر کفالت اسکے امر سے ہو مگر اسکی مدت تک اصیل سے لے نہیں سکتا بخلاف موت کفیل کے کما لا یحل المؤجل علی الکفیل اتفاقا اذا حل علی الاصیل ۱۲ منہ ولو ماتا تخیر الطالب درر چنانچہ حال نہیں ہتا دین موجل ضامن پر بالاتفاق جبکہ دین حال ہو اصیل پر اسکی موت سے اور اگر ضامن اور اصیل دونوں مرگئے تو طالب مختار ہے کذا فی الدرر یعنی اسکو اختیار ہے چاہے ضامن کے ترکہ سے لے چاہے اصیل کے صالح احدھما دیانا المال ھو الذی علی نصفہ مثلا ترکۃ الاصل المتبوع اصیل کفیل نے صلح کرلی ضامن سے نزدیک دونوں کی صلح کی اسکے نصف پر مثلاً یعنی بعضو دین پر صلح کی تو دونوں بری الذمہ ہوگئے مگر مسئلہ صلح کا چار صورت کو متضمن ہے ہم ایک صورت کو متضمن ہوا ہم ایک صورت کو متضمن ہوا دو صورت کو متضمن ہوا چار صورت کو متضمن ہوا ہم ایک صورت کو متضمن ہوا ہم ایک صورت کو متضمن ہوا دو صورت کو متضمن ہوا چار صورت کو متضمن ہوا

لہ ازاں کہ اصل مسئلہ صلح کا چار صورت کو متضمن ہے ہم ایک صورت کو متضمن ہوا ہم ایک صورت کو متضمن ہوا دو صورت کو متضمن ہوا چار صورت کو متضمن ہوا

کی سہ سکوت واقع ہوا برات سے ہم فقط کفیل کی برات فرمائی الطحطاوی نے کہا بلکہ مسئلہ ثمنیہ ہے یعنی آٹھ صورت کو متضمن ہے چار صورت تین اعتبار صلح اصیل کے اور چار باعتبار صلح کفیل کے فاذا

شرط براتھا اور اگر آلاصیل او سکت برئا تو جبکہ دونوں کی برات شرط کی صلح میں یا برات اصیل یا برات سے سکوت کیا تو دونوں بری الذمہ ہوگئے واذا شرط
براۃ الکفیل وحدہ کانت فسخا للکفالۃ لا اسقاطا لاصل الدین تو جبکہ صلح میں فقط کفیل کی برات شرط کی تو یہ فسخ ہے ضمانت کا نہ اسقاط اصل دین ہم فسخ کفالت اسقط
میں ہے جسمیں صلح واقع ہوئی شئی نصف میں کل دین میں فیبرأ هو فحسب عن حصۃ ثانیۃ دون الاصیل فیبقی علیہ الکفالۃ فیرجع علیہ الطالب بحصۃ و
الکفیل بحصۃ لو بامرہ تو فقط کفیل کی برات میں فقط کفیل ہی بری الذمہ ہوگا یا نسو سے اصیل اور کفیل سے یا نسو بھر لے اور کفیل سے یا نسو بھر لے
اگر ضمانت اصیل کے امر سے ہوئی ہو واصالح علی جنس اٰخر یرجع بالاقل مما ادی وکفیل نے صلح کرلی طالب سے کسی دوسری جنس پر جیسے شلاً بیوض درہم کے کہ پیدا دیا تو کفیل صلح سے ہزار درہم
بھر لے جو اسکو مدیون کو پہونچ چکا ہم ہزار سو سے لیگا کر وہ سارا دین کا مالک ہوگیا صالح الکفیل الطالب علی شئ لیس لہ من الکفالۃ لہ یرجع المصالح علیہ بالمال علی
الکفیل خانیۃ وھو باطلاقہ یعم الکفالۃ بالمال والنفس بصلح کی ضمانت طالب سے کسی چیز پر طالب کی ضمانت سے بری الذمہ کردیتا صلح صحیح ہے کفیل پر مال صلح کا واجب نہیں
کذا فی الخانیۃ وجہ یعنی عدم صحت صلح بسبب اطلاق کے مال ضمانتی اور حاضر ضمانتی دونوں کو شامل ہے کذا فی البحر ہم کفالت نفس میں عدم صحت صلح بالاتفاق ہے تو اگر ضامن طالب کو
درہم شلاً دے اسکو حاضر ضمانتی سے بری الذمہ کردے تو اسکو عوض لینا باتفاق روایات صلح نہیں اور اسکی برات میں کفالت سے دو وجہ ہیں کذا فی البحر وانہر قال الطحطاوی
للکفیل برئت الی من المال الذی کفلت بہ یرجع الکفیل بالمال علی المطلوب اذا کانت الکفالۃ بامرہ لاقرارہ بالقبض کما طالب نے ضامن سے کہا برئت الی یعنی
تو بری الذمہ ہوا مجھ کو اس مال سے جسکا تو ضامن ہوا تھا تو ضامن مطلوب سے مال بھر لے جبکہ ضمانت مطلوب کے امر سے ہوئی ہو بسبب اقرار کرنے طالب کے قبض مال کا ضامن سے
ہم اقرار قبض کا تب ہی ہے جبکہ یہ لفظ الی موضوع ہو انتہائے غایت کے واسطے اور متکلم صاحب دین نہ ہو اگر کسیب ہیں تو ضرور ہے کہ منتہی کے واسطے سبب بھی
ہو سو یہاں ابتدا ضمان مگر کفیل ہی طالب سے تو طالب کے کلام سے برات مال سے ثابت ہوئی جسکی ابتدا کفیل سے ہے تو گویا طالب نے یوں کہا کہ تو نے محکوم لی یا تو اب طالب
ضامن اول اصیل سے نہیں لے سکتا تو ضامن سے اصیل پر مال مذکور لیگا والا یلزم ومفادہ برأۃ المطلوب لطالبۃ اقرارہ کالکفیل اور یرفا وتعلیل برات مطلوب ہی
طالب کی طرف سے بسبب اقرار کے ضامن کے مانند یعنی طالب کیلئے مطالبہ مطلوب سے متوجہ نہیں ہوسکتا بسبب اقرار قبض کے کفیل سے کیونکہ ایک دین دو بار مقبوض نہیں ہوتا
وفی قولہ للکفیل برئت بلا الی او ابرأتک لا رجوع کقولہ ابرأت فی حل لانہ اقرار لا قبض اور طالب کے یوں کہنے میں کفیل سے کہ برات بدون لفظ الی
یعنی تو بری ہوگیا یا میں نے تجکو بری کردیا رجوع نہیں یعنی کفیل مطلوب سے مال نہیں لے سکتا چنانچہ اس قول میں رجوع نہیں کانت فی حل یعنی تو خلاصی اور کشادگی میں ہے
کیونکہ یہ بری کردینا ہے طالب کیطرف سے اقرار قبض مال کا ہم رجوع محتمل ہوا برائے طالب اور ادائے کفیل کا تو رجوع ثابت نہیں ہوسکتا بسبب شک کے اور ابرأتک میں تو
صاف ابتدا اسقاط ہے نہ اقرار قبض کا کیونکہ متکلم نے فعل کو اپنی ذات کی طرف نسبت کیا اور کفیل مالک دین نہیں ہوتا مگر الفاسے تو اس لفظ میں بالاتفاق رجوع نہیں
مگر طالب اپنے دین کو مطلوب سے لیگا کیونکہ اسنے تو فقط کفیل کو بری الذمہ کردیا ہے نہ مطلوب کو اور ہیت فی حل اسقاط ہے باجماع ائمہ اربعہ کیونکہ لفظ حل برات بالابراء
مستعمل ہے نہ براءۃ بالقبض من کذا فی الطحطاوی خلافا لابی یوسف فلو ادی برئت فانہ جعلہ کالاول ای الی قیل وھو قول الامام واختارہ فی الہدایۃ
وھو اقرب لاحتمالین فکان اولی نھر معزیا للعنایۃ بخلاف ابو یوسف کے لفظ اول میں یعنی برئت میں یعنی ابو یوسف کے کہ ابو یوسف نے برئت کو لفظ الی
یعنی برئت الی کے مانند کہا ہے اور بعضوں نے کہا کہ وہ امام اعظم کا قول ہے اور ہدایہ میں اسیکو پسند کیا ہے اور وہ یعنی ابو یوسف کا قول اقرب الاحتمالین ہے تو وہی بہتر ہوا
کذا فی النہر عن العنایۃ یعنی برات دو احتمال یعنی برات استیفا اور برات اسقاط دلجمعوا انہ لو کتبہ فی الصک کان اقرارا بالقبض عملا بالعرف اور اجماع علماء ہے
کہ اگر طالب لفظ برات کا غذ میں لکھیگا تو یہ قبض مال کا اقرار ہوگا بنا بر عمل العرف کے ہم یہ راجع ہے مسئلہ خلافی کیطرف یعنی اگر لفظ برئت طالب لکھدیگا تو ضامن
دراہم ضمانت سے بری ہوجائیگا بالاتفاق ہے اور عرف میں کتابت مگر ایفای مال کے بعد تو کتابت اقرار ہے گنی کذا فی الطحطاوی وھذا کلہ مع غیبۃ
الطالب فلو حضر یرجع البینۃ لبیان المراد اتفاقا لانہ للجمل اور یہ یعنی جو تفصیل سابق مسئلہ کی مقدم ہوچکی طالب کے غائب ہونے کے ساتھ ہے اور اسکے

حاضر ہونے کے ساتھ اسکی طرف رجوع ہوگی اسکے مراد کے بیان میں بالاتفاق کیونکہ اسکا کلام مجمل ہے یعنی طالب سے پوچھا جائیگا کہ تو نے قبض مال کا ارادہ کیا ہے یا نہیں اور یہ لفظ بحرالرائق میں نہایہ سے اور فتح القدیر میں بلفظ قیل مذکور ہے کذا فی الطحطاوی و مثلہ الکفالۃ الحوالۃ اور مانند کفالت کے حوالہ ہے یعنی اگر محال علیہ محیل سے مال بھر لیگا اور اگر ابرا کر دیگا تو رجوع نہیں اور اگر بریت کر دیگا فقط اسمیں اختلاف ہے و بطل تعلیق البراۃ من الکفالۃ بالشرط العزیز للملائم علی ما اختارہ فی الفتح والمعراج واقرہ المصنف ھنا وفی المتفرقات لکن فی البزازیہ ظاھر المذھب و غیرہ ترجیح الاطلاق اور باطل ہوتا ہے تعلیق براءت کی کفالت سے شرط غیر موافق پر بموجب اختیار فتح القدیر اور معراج کے اور اسی قید کو مصنف نے یہاں ثابت رکھا ہے اور متفرقات میں لیکن نہر الفائق میں ہے کہ ظاہر کلام زیلعی غیر سے ترجیح اطلاق نکلتی ہے یعنی ہر صورت تعلیق باطل ہے خواہ شرط موافق ہو یا غیر موافق شرط غیر ملائم وہ شرط ہے جسمیں طالب کو فائدہ نہیں چنانچہ دخول دار اور محبی غداء اور شرط ملائم چنانچہ استظہار بعض مال بالتحمیل بعض قید بکفالۃ المال لان فی کفالۃ النفس تفصیلا مذکورا فی الخانیۃ مصنف نے بطلان تعلیق براءت میں کفالت مال کی قید لگائی اسواسطے کہ کفالت نفس میں وہ تفصیل ہے جو خانیہ میں مذکور ہے ہم مصنف نے قید کفالت مال متن میں مذکور نہیں کی تو یہ اسلئے ہے کہ انشاء مسائل کفالت میں اسکا ذکر کرنا بجائے تقیید ہے دالا علم خانیہ میں تفصیل مذکور یوں ہے کہ جب قاضا نفس کی براءت معلق بشرط ہو تو اسکی چند وجوہ ہیں ایک وجہ یہ ہے کہ براءت جائز اور شرط باطل چنانچہ طالب نے کفیل نفس کو بری کیا دوسرے دن دینگی شرط پر اور دوسری وجہ یہ کہ براءت اور شرط دونوں جائز ہیں چنانچہ ایک شخص الغاصب اور حاضر خاصم ہے سو طالب نے کفیل سے کہا کہ اگر تو ملاوے تو حاضر خاصم سے بری ہو جائے اور تیسری وجہ یہ ہے کہ براءت اور شرط دونوں جائز مفید ہیں چنانچہ فقط حاضر خاصم سے طالب نے شرط کی کہ طالب کو وہ مال دے اور طالب سے اسکو چھڑا لے تو یہ باطل ہے کذا فی الطحطاوی عن المنح لخصاً لا یترک اصیل سادی الی الکفیل بامرلیدفع الی الطالب لان لعیطلہ طالبہ یعنی پھیرے اصیل اس مال کو جو دیا اس کفیل کو جو ضامن ہوا اصیل کے حکم سے اسواسطے کہ کفیل کو دیکر آگے کفیل مال مذکور کے طالب کو دے اگرچہ کفیل مال مذکور کے طالب کو دے دے باوجود یکہ کفیل طالب کو نہ دے تو بھی اصیل اسکو نہیں پھیر سکتا اسواسطے کہ ضمانت اصیل سے دو دین ثابت ہوتے ہیں ایک دین طالب کا کفیل پر اور دوسرا دین کفیل کا اصیل پر لیکن دین طالب کا حال اور دین کفیل کا موجل تا وقت ادا ہی تو جب بعد وجود سبب ادائے دین اصیل عجلت کریگا تو ادا صحیح ہوگا اور کفیل اسکا مالک ہو جائیگا لہذا اصیل اسکو پھیر نہیں سکتا کذا فی شرح الوقایۃ کما لا یخفی ھذا عن الاداء لو کفیلا بامرہ او اھمل لانہ حینئذ یعلم الاسترداد بخلاف ما قدمہ المصنف لکنہ قدم قبلہ ما یخالفہ فیحرر اور کچھ عن نہ کریگا روکنا اصیل کا ادائے دین سے اگر وہ ضامن ہوا اصیل کے امر سے اور اگر ضمانت بامر اصیل نہیں تو اسکا روکنا کیا اصیل اسوقت میں استرداد کا مالک ہے کذا فی البحر اور ثابت رکھا ہے اسکو مصنف نے اپنی شرح میں لیکن شرح مذکور میں قبیل اسکے اس مضمون کو مقدم کر چکا ہے جو اسکے مخالف ہے تو اسکی تحریر کرنا چاہیے ہم طحطاوی نے کہا کہ جب صاحب نہر اور حموی نے بحرالرائق کے قول کو ثابت رکھا تو اب اسکے مخالف قول کا کچھ اعتبار نہیں یعنی اب تحریر کی کچھ حاجت نہیں والدرہ للکفیل بہ طالب لانہ غاء ملکہ حیث قبضہ علی وجہ الاقتضاء فلہ علی وجہ الرسالۃ فلا نفحصہ اما نفقۃ الثانی اور اگر مال مذکور میں کفیل کچھ نفع حاصل کریگا تو اسکو حلال طیب ہے کیونکہ نفع مذکور اسکے مملوک مال کی زیادتی اور بڑھوتی ہے بشرطیکہ کفیل نے مال کو بروجہ اقتضا قبضہ کیا ہو تو اگر بروجہ رسالت قبضہ کیا ہوگا تو نفع اسکو حلال نہیں کیونکہ وہ مال خالص الملک ہے برخلاف ابو یوسف کے ہم قبض بطریق اقتضا کی یہ صورت ہے کہ اصیل کفیل سے کہے کہ میرے مال کو جو تیرے پاس ہے فلاں طالب کے ہاتھ بیچ دے اور اگر اصیل نے بیان اقتضا رسالت سے سکوت کیا تو بطریق اقتضا ہی واقع ہوگا پھر جب قبض بطریق اقتضا ہوگا تو منفعت کفیل کو حلال ہوگی خواہ کفیل طالب کا دین ادا کرے خواہ اصیل کذا فی الطحطاوی وذلک یدہ علی الاصیل اذا قضی الدین بنفسہ درر وفی التعیین کفایۃ لا فیما لا یتعین کنقود فلا یندب اور ستحب ہے منفعت کا پھیر دینا اصیل کو جبکہ اصیل بذات خود دین ادا کرے کذا فی الدرر اسی دین میں پھیر دینا مستحب ہے جو متعین ہو جاتا ہو متعین کرنے سے جیسا کہ گیہوں نہ اس دین میں

جو تعین سے مستغنی ہوتا ہو جیسا کہ نقود و ہاں رد کرنا مستحب نہیں ہم جامع صغیر میں استحباب کے وسطے اور اصل کی قیمد کو نہیں لیکن در کی عبارت سو ہم ہی خلاف مقتضیٰ کذا فی الطحطاوی وجہ استحباب کی یہ ہے کہ اسمیں حیثیت آگیا ہی مستحب ہونے حق مطلوب کے لیکن حاکم اسکے پھیرا دینے پر جبر نہیں کر سکتا کذا فی النہر والدرر وھل یطیب للاصیل الاشیء ام لا وغنیا عنا یہ اور اگر نقد مثل کی منفعت کو اصل کو پھیرے تو کیا اصل کو وہ حلال طیب ہوگا یا نہیں قولِ اشبہ یا ملحق یہ ہے کہ ہاں حلال طیب ہوگا اگرچہ اصل غنی ہو کذا فی التتارخانیہ

امر کہ اصیل کفیل کو بیع العینہ ای بیع الدین بالدین مستقبل المستقرض قال لیقضیہ دینہ اخترعہ اکلۃ الربوا وھو مکروہ مذموم شرعا لما فیہ من الاعراض عن مروۃ الاقراض امر کیا اصیل نے اپنے قیاس کو بیع العینہ کا یعنی بیع الدین بالدین کا اور دھار فائدہ لیکر تا قرض لینے والا اسکو ثمن دے کر بیچے لے تا وہ اپنا دین ادا کرے بیع العینہ کو سود خواروں نے ایجاد کیا ہی اور وہ بیع شرع میں مکروہ اور مذموم ہی کیونکہ اسمیں قرض دینے کے احسان سے روگردانی ہی ہم عینہ بکسر عین مہملہ عبارت ہو سلف سے اسکو بیع العینہ ہوسطے کہا کہ اسمیں میلان ہی دونوں سے بیع العین کی طرف سکین نے کہا کہ عینہ مشتق ہی عین سے بیع العین بالنسیۃ کی صورت یہ ہی کہ زید نے عمرو سے کپڑا پندرہ روپے کو اُدھار بیچے منفعت حاصل کرنے کے وسطے پھر وہ مشتری وہ کپڑا دس روپے کو بیچے اور بائع دس روپے کا نقصان اٹھاوے اور یہ صورت اسکی یہ ہے کہ عین جنسِ مبیع کو خریدے زیادہ تر اسکی قیمت سے نا اس شرط سے کہ کپڑا بیچے غیر بائع کے ہاتھ پھر بائع اول شخص غیر سے جو قرض اتنے ثمن کے لے جیسے کو خرید کیا اور بائع اول شخص غیر کو کتر خرید سے اور غیر شخص مشتری مدیون کو دے مثلاً زید نے دس روپے کی قیمت کا کپڑا خالد کے ہاتھ بیس روپے کو اُدھار بیچا پھر خالد نے محمود کے ہاتھ دس روپے کو بیچا پھر محمود سے زید نے دس کو خرید کیا اور دس روپے اسکو دیے محمود نے وہی دس روپے خالد کو دیے توسط شخص غیر اسکے قرض ہوا مانا خرید کی مال کا اگر شرعاً اول سے قبل ان تقدیر ثمن لازم نہ ہوا ہے اسطرح بیع العینہ کی چند صورتیں ہیں بعضی محمد نے کہا کہ بیع سیر کر لیں ہمارون کے برابر ہو اسکو سود خوار نے اختراع کیا ہی اور شارع علیہ السلام نے اسکی مذمت کی ہی سو ذریعہ یا کہ اذا تبایعتم بالعینۃ الخ ظاہر ہے کہ اسکا مقصود بالقصد بیع نہیں ہوتا ہی بلکہ مقصود بالقصد اصل کو پھیرنا ہی اور بیع بطریق توسل ہی اور اسکی حرمت پر دلیل یہ ہی کہ اگر بیع العینہ کے کرنے سے تم کھیتی باڑی سے مشغول ہو کر جہاد کرنے سے غافل ہو گئے تو ذلیل ہو گے اور تمہارے دشمن یعنی کفار تم پر غالب ہو جائینگے اور ابو یوسف نے کہا کہ یہ بیع مکروہ نہیں کیونکہ اکثر صحابہ نے ایسا کیا ہی کمال الدین فتح القدیر میں کہا کہ میرے نزدیک میں یہ آیا ہی کہ جسکو دافع اخراج کرنا ہو اگر اُسنے ایسی صورت کی بیع کی جسمیں وہ بیع تبدیل بعض دافع کی طرف عود کرتی ہی جیسے کہ یہ کہا عود کرتا ہی پہلی صورت میں اور جیسا کہ یہ صورت کہ پندرہ روپے قرض لیے دس روپے کپڑا اسکے ہاتھ دس روپے کو بیچا اور پندرہ روپے جو قرض میرے تھے پھیر لیے تو دافع کے خارج نہوئے مگر دونوں وجوہ خارج ہوا تھا اُسمیں بعض پھیرا آنا ایسی بیع مکروہ ہی یعنی مکروہ تحریمی اور اگر عین مبیع اُسکی طرف راجع نہوئی تو اس بیع میں کراہت نہیں مگر خلاف ولی ہی شیخ الاسلام منفی ابو سعود نے کہا کہ جو فتح القدیر میں کہ وہ اوقیوں کی صلاحیت لکھتا ہی اسطرح پر کہ قول محمد کا بیت بیع العینہ اسصورت پر محمول ہی جبکہ دافع کی طرف کل بعض مبیع پھر آوے اور قول ابو یوسف کا بعدم اسصورت پر محمول ہی جبکہ کچھ عود کرے اسطرح حدیث بھی اسی صورت پر محمول ہی جسپر محمد کا قول محمول ہی تو انتہی شبہ ساقط ہو گیا کہ ابو یوسف بیع العینہ کی عدم کراہت سے کیونکر قائل ہوئے باوجود اس حدیث کے جو کہ مقتضی ہی مذمت کی واللہ علم کذا فی الطحطاوی ثم فتح القدیر میں مذکور ہی کہ جو دافع کہ بیت مذکورہ میں جو اُسکے ہاتھ سے خارج ہوئی عود کر گئی تو وہ بیع بیع العینہ نہوئی کیونکہ وہ مانحن فیہ میں نہیں جو سے مطلق عین سے والا بیت بیع العینہ ہو جائے فقول الکفیل ذلک کالمبیع للکفیل وزیادۃ المرتہن علیہ لا تتبع علیہ لانہ العاقد لا تتبع علیہ لانہ العاقد لا تتبع علیہ لانہ العاقد

یعنی اصیل پر یا اُس مال کا ضامن ہو جسکا قاضی اُسپر حکم کرے یا جو مال کہ اُسکو لازم ہو در رکی عبارت مین لفظ لزم بدون ضمیر کے ہے اور ہدایہ مین ہے کہ یعنی لفظ وجب اور قضی ماضی ہے اور مراد اُسسے مستقبل ہے چنانچہ طلال الصدر بقولہ مین فجاب الاصیل فبرهن المدعی علی الکفیل ان له علی الاصیل کذا لم یقبل برهانه حتی یحضر الغائب فیقضی علیه فیلزمه تبعا للاصیل پھر ضمانت مذکورہ کے بعد اصیل غائب ہوا سو مدعی نے ضامن پر گواہی ثابت کیا کہ مدعی کا اصیل پر اتنا مال ہے تو گواہی اُسکی مقبول نہوگی جب تک کہ اصیل غائب حاضر نہو پھر جب آویگا تو اسپر اُن مذکورہ کا حکم دیا جائیگا پھر ضامن پر مال دینا لازم آویگا باتباع اصیل مدعا سکی یہ ہے اگر کفیل نے اُس مال کا التزام کیا جو اُسپر قاضی زمان مستقبل مین حکم کرے یا جو اصیل پر واجب اور ثابت ہو زمان آیندہ مین تو یہ ضمانت ہو اس مال کی جو اصیل پر ثابت ہو بعد عقد کفالت کے نہ قبل کفالت کے اور یہ مدعی کا دعوی مطلق ہے کیونکہ اُسمین وجوب مال بعد کفالت کا تعرض نہین کیا بلکہ محتمل ہے کہ قبل کفالت کے واجب تھا اور وجوب قبل کفالت تحت کفالت داخل نہین تو دعوی فاسد ہوا لہذا گواہی مسموع نہین کذا فی الطحطاوی عن الاتقانی وان برهن انه علی لیدل الغائب کذا من المال هو ای الحاضر کفیل قضی بالمال علی الکفیل فقط اور اگر مدعی نے گواہی ثابت کیا کہ اسکا زید غائب پر اتنا مال ہے اور وہ یعنی شخص حاضر ضامن ہے غائب کا تو فقط ضامن پر مال کا حکم کیا جائیگا فلو زاد واحاله قضی علیهما فلا کفیل الرجوع لان المکفول به هنا مال مطلق فامکن اثباته بخلاف ما تقدم اور اگر مدعی نے قول مذکور مین اتنا زیادہ کیا کہ مال حاضر ضامن ہے غائب کی اُسکے سر سے تو ضامن اور زید غائب دونون پر مال کا حکم کیا جائیگا تو اب ضامن کو مال کا بھیجنا اصل غائب سے جائز ہے اسواسطے گواہی مسموع ہوئی کہ مکفول یہان یعنی مسئلہ ثانیہ مین مال مطلق ہے تو اسکا اثبات ممکن ہے بخلاف تقدم کے ہم گواہی یہان مقبول ہوئی نہ مسئلہ متقدمہ مین اسواسطے کہ وہان مکفول یہ مال مقید ہے یعنی جو مال کہ ضامن پر بعد کفالت کے ثابت ہوا اور دعوی مدعی کا مطلق تھا تو دعوی فاسد ہوا لہذا گواہی مقبول نہوئی اور یہان مکفول بہ مال مطلق ہوا اور مال کا دعوی بھی مطلق ہے تو دعوی صحیح ہوا لہذا گواہی مقبول ہوئی کیونکہ وہ صحت پر مبنی ہے جو دعوی نے کہا کہ اگرچہ یہ قضا علی الغائب ہے مگر یہ کہ حکم ضمنی ہے اور اگرچہ ضمنا ثابت ہوتی ہے اور قصدا ثابت نہین ہوتی کذا فی الطحطاوی وهذه جملة اثبات الدین علی الغائب اور یعنی مسئلہ ثانیہ جملہ اثبات دین کا غائب پر یعنی بضمن کفالت غائب پر دین ثابت ہو جاتا ہے دلوجات الطالب موت الشاهد بتواضع مع ذیل ویدعی علیه مثل هذه الکفالة فیقیم الرجل بالکفالة وینکر الدین فیبرهن المدعی علی الدین فیقضی به علی الکفیل ولا یحبس ثم یبرأ الکفیل فیقبض المال علی الغائب کذا الحوالة وتمامه فی الفتح قال اور اگر طالب یعنی صاحب دین شاہد کے مرجانے سے ڈرے تو موافقت کرکے کسی مرد کے ساتھ اور اسپر سیطرح کی کفالت یعنی کفالت بالامر کا دعوی کرے پھر وہ مرد کفالت کا اقرار کرے اور دین کا منکر ہو جائے پھر مدعی گواہی سے دین ثابت کرے تو القضا مین ضامن اور اصیل پر ثبوت دین کا حکم کیا جائیگا پھر مدعی ضامن کو بری الذمہ کردے تو غائب پر مال باقی رہیگا اور اسیطرح کفالہ کے مانند ہے اور پورا بیان اسکا فتح القدیر اور بحر الرائق مین ہے کفالة تسلیم بالمدرک تسلیم من لجمیع کفالت بالمدرک تسلیم ہی واسطے بیع کے جانب کفیل سے ہم یعنی جیسے ثمن کی ضمانت کی درصورت استحقاق مبیع تو اُسنے تصدیق اور اقرار کیا کہ مبیع بائع کی ملک ہے تو اگر بعد اسکے یہ دعوی کریگا کہ مبیع مذکور میری ملک ہے تو دعوی اُسکا مسموع نہوگا کیونکہ اقدام علی الکفالہ ملک بائع کا اقرار ہوا اسکے بیع کے وقت تو بعد اسکے اپنے ملک کا دعوی صحیح نہین کذا فی الطحطاوی کشفعة فلا دعوی له لانه شفعہ کے پھر اُسکا دعوی نہین یعنی کفالت بالمدرک تسلیم شفعہ کی تو اگر ایک شخص شفیع ہوا ایک حویلی کا اور حویلی کا مالک سکو بیچے اور شفیع درصورت استحقاق مبیع ثمن کا ضامن ہو تو اب شفعہ کا دعوی کرنا بعد ضمانت مذکورہ کے صحیح نہین کلکتب شهادته فی صک کتب فیه انه ملکه او باعه تبعا فاذا بانا فانه تسلیم ایضا چنانچہ اپنی گواہی لکھنا اُس کاغذ مین جسمین یہ لکھا ہو کہ بائع نے اپنے ملک ہی بایع نافذ لازم کی تو یہ شہادت بھی تسلیم اور تصدیق ہے ملک بائع کی کما لو شهد بالبیع عند الحاکم فقضی به اور چنانچہ یہ بھی ملک بائع کی تصدیق ہے اگر گواہی دی بیع کی حاکم کے نزدیک خواہ حاکم نے گواہی کے بموجب حکم دیا ہو یا ہو ہم حوی نے نقل کیا کہ گواہی دینا نفاذ بیع کا اقرار ہے باتفاق روایات لا یکون تسلیما کتب شهادته فی صک بیع مطلق عما ذکر تسلیم ہوگا اپنی گواہی کا لکھنا اس بیع کے کاغذ مین جو مطلق ہے قیود مذکورہ سے ہم قیود مذکورہ سے وہ مراد ہے جو اعتراف کا بائع کے مفید ہو چنانچہ قید ملکیت بائع اور بیع کا نافذ اور لازم ہونا اگر ایسی قیود بیعنامے مین نہون تو گواہی

لکھنے سے تسلیم اور تصدیق ثابت نہ ہوگی بلکہ دعوی ملکیت شاید بعد کے مسموع ہوگا کیونکہ اسمیں وہ بات نہیں جو ملک بائع کے اقرار پر دلالت کرے اسواسطے کہ بیع گاہے غیر اسکے سے صادر ہوتی ہے چنانچہ فضولی سے اور شاید اسواسطے گواہی لکھے ہوتا واقعہ پر ہے بعد اسکے اثبات بینہ میں کوشش کرے یا تامل کرنے کے واسطے گواہی لکھی ہو کہ اگر اسمیں نقصان معلوم ہو تو اسکو جائز ہے کہ کہے کذا فی الطحطاوی او کتب شہادتہ علی اقرار العاقدین کانہ مجرد احتیاط فلا تناقض یا اپنی گواہی لکھے عاقدین کے اقرار پر تو بھی تسلیم اور تصدیق ملک بائع نہیں کیونکہ یہ مجرد اختیار ہے تو کچھ تناقض نہیں یعنی دعوی ملک شاید مسموع ہو گا کیونکہ شہادت بیع میں مشروط نہیں اور نہ گواہی ملک کا اقرار ہے اسواسطے کہ بیع گاہے صادر ہوتی ہے گاہے غیر اسکے کذا فی السراج ولہذا لو اختتم کانہ وقع اتفاقا یا عتبار عادتہم اور مصنف نے کتابت شہادت کے ساتھ مہر کرنا مذکور نہ کیا چنانچہ کنز وغیرہ میں مذکور ہے اسواسطے کہ مہر کا ذکر اتفاقی ہے یا عتبار عادت قدیم اہل زمانہ کے یعنی اہل زمان سابق کی عادت یہ تھی کہ بعد کتابت اپنے اپنے اسموں کے مہر بھی کر دیتے تھے التغییر اور تزویر سے محفوظ رہے لیکن حکم بہر صورت ایک ہی ہے مہر ہو یا نہ ہو قال الکفیل صفتہ لک الی شہر وقال الطالب ہو حال قالقول للضامن لانہ ینکر المطالبۃ ضامن نے کہا کہ میں اسکا تجھسے ضامن ہوا ہوں ایک مہینے تک اور طالب نے کہا کہ وہ یعنی دین حال ہے نہ موجل تو ضامن ہی کا قول معتبر ہے کیونکہ وہ مطالبہ کا منکر ہے وعلیہ ای الحکم المذکور فی قولہ لک علی مائۃ الی شہر مثلا فقال الاخر ھو للحال لہ حالہ لان المؤجل ینکر الاجل اور حکم مذکور کے بالعکس حکم ہے اس قول میں کہ تیرے مجھپر سو ہیں ایک مہینے کی مدت تک مثلا جب دوسرے شخص یعنی مقر لہ نے کہا کہ سو حال ہیں نہ موجل اسواسطے کہ تقرر مدت کا منکر ہے والحیلۃ ان علیہ دین مؤجل وخاف ان المکذب یحلفہ اقر ان یقول ھو حال او مؤجل فان قال حال لا حرج علیہ یلزمہ اور جسپر دین موجل ہو اور وہ کذب یا حلول دین سے بسبب اپنے اقرار کے ڈرے تو اسکا حیلہ یہ ہے کہ کہے صاحب دین سے کہ تیرا دین مجھپر حال ہے یا موجل پھر اگر وہ اس کہے کہ دین حال ہے تو مدیون اسکا انکار کرے اور اس انکار میں اسپر کچھ حرج نہیں کذا فی الزیلعی ص خوف کذب صورت انکار دین ہے اور حلول کا خوف یعنی مواخذہ حلول دین کا بسبب اقرار دین موجل کے ہے انکار حلول میں اسواسطے حرج نہیں ہے کہ وہ اسمیں صادق ہے ولا یؤاخذ ضامن الدرک اذا استحق المبیع قبل القضاء علی البائع بالثمن بمجرد لا یستحقا ولا ینتقض البیع علی الاظہر کما مر واخوذ نہیں ہوتا ضامن درک کا جبکہ مبیع مستحق غیر نکلے قبل اسکے بائع کے کہ بائع پر ثمن بھیرنے کا حکم ہو اسواسطے ضامن ماخوذ نہیں ہوتا کہ مجرد استحقاق کے بیع منتقض نہیں ہوتی ظاہر مذہب کے چنانچہ کتاب البیوع میں مذکور ہو چکا وصح ضمان الخراج ای الموظف فی کل سنۃ وھو ما یجب علیہ فی الذمۃ لغریمہ قولہ والرھن بہ اذا الراھن بخراج المقاسمۃ باطل فلہ علی احدھما اطلقہ فی البحر اور صحیح ہے ضمانت خراج کی یعنی خراج موظف کی جو ہر سال ایکبار ہوتا ہے خراج موظف وہ ہے جو کاشتکار کے ذمہ پر واجب ہوتا ہے قید موظف کی مصنف کے اس قول کے دینے سے لگائی اور صحیح ہے بواسطہ خراج کے رہن لینا اسواسطے کہ رہن لینا بدر بعہ خراج مقاسمہ باطل ہے کذا فی النہر بخلاف اطلاق کے بحر الرائق کے مصرح خراج موظف کی تخصیص ضمانت کی یہ وجہ ذکر کی موظف دین ہے جسکا مطالبہ بین جمعۃ العطاء ہوتا ہے تو موظف باقی دیون کے مانند ہو گیا مضمون ہونے میں بخلاف خراج مقاسمہ کے وہ غیر مضمون ہے یہاں تک کہ اگر کھیتی تلف ہو جائے تو کاشتکار پر کچھ واجب نہیں اور نہ کفالت اعیان غیر مضمونہ کی جائز ہے اور صاحب بحر نے اطلاق اور تقیید دونوں نقل کیے ہیں تو اسپر کچھ اعتراض وارد نہیں کذا فی الطحطاوی المختصر ویجوز الزیلعی ان فی کل ما یجوز بہ الکفالۃ بجامع التوثق مفوض بالدرک یجوز الکفالۃ بہ دون الرھن اور جائز ہے رہن کہنا زیلعی کا ہر ایک اس چیز میں جسکی کفالت جائز ہے بواسطے جامع توثق کے مفوض ہے درک سے بوجہ جائز ہونے کفالت بالدرک کے نہ رہن بالدرک کے ہم جامع توثق یعنی حصول توثق کفالت اور رہن میں یکساں ہے طحطاوی نے کہا اقتہم کو صاحب بحر سے ہوا اور متاخرین منصفین سے کسی نے جواب دیا ہے کہ فقہا کے قضایا اغلبیہ ہیں نہ کلیہ اور اوکو کلیہ جو کہتے ہیں تو بمعنی کہ داخل تحت نوع ہیں بمعنی کہ ہر فرد پر بنطبق ہیں ولذا الموائب اور اسیطرح نوائب کی ضمانت صحیح ہوگی نوائب جمع نائبہ کی بمعنی مصیبت وحادثہ یہاں مراد وہ مال ہے جسکو حاکم لوگوں پر مقرر کرے نہر الفائق میں ہے کہ نوائب دو قسم ہیں دیوانی وغیرہ نوائب دیوانی جیسے نہر مشترک کا صاف کرانا جس سے شیلق کو فائدہ ہو اور

لہ یعنی دین ثابت کے ضمن ہونے کا حکم ہے اور دین موعود کے ضمن ہونے کا حکم نہیں ہے

چوکیدار محلہ کی حیثیت اور چوماں کہ بادشاہ اسلام لشکر اسلام کے سامان کے واسطے اور مسلمان قیدیوں کے چھڑانے کے واسطے معین کرے درصورتیکہ بیت المال خالی ہو تو لیسکتے
کی کفالت بالاتفاق جائز ہوگیونکہ امور مذکورہ ہر مسلمان پر واجب ہیں اسواسطے کہ اطاعت بادشاہ اسلام کی اُن امور میں جنمیں مصلحت ہو مسلمین کی واجب ہو بشرطیکہ بیت المال
میں کچھ مال خود دوسری قسم نواب غیر وہی جنانچہ حیایات یعنی مظالم سلطانی جو ہمارے زمانہ میں لوگوں پر ناحق مقرر ہوگئے ہیں انکی صحت کفالت میں اختلاف ہے لیکن
ایضاح الاصلاح میں صحت کفالت پر فتوی ہے اشتہ لمخصاً ولیو جق کحیایات زماننا فانہا فی المطالبۃ کالدیون بل فوقہا حتی لو اخذت من الکفیل
فلہ الرجوع علی مالہ کما مر وعلیہ الفتوی صدر الشریعۃ واقرہ المصنف وابن الکمال کفالت نواب کی صحیح ہے اگرچہ نواب غیر وہی اور ناحق
ہوں جنانچہ مظالم سلطانی ہمارے زمانے کے کیونکہ وہ مظالم مطالبہ میں دیون کے مانند ہیں بلکہ اُنسے بھی فوق ہیں یہانتک کہ اگر ذراع سے ثابت ہوجائے ناحق مال
حاکم لے تو مزارع کو مالک میں سے اسکا بھر لینا جائز ہے اور اسی پر فتوی ہے کذا فی شرح الوقایۃ اور اسی کو مصنف نے اپنی شرح اور ابن کمال نے الیضاح الاصلاح میں اسکو مسلم رکھا ہے
ص اور اسی متفق میں ہے کہ اسکو معلوم کرنا چاہیے اسپر فتوی دینا چاہیے فتح القدیر میں ہے کہ حیایات وظیفہ لوگوں پر ہمارے زمانہ میں بلاد فارس کے مانند درزی اور
رنگریز وغیرہم پر بطور یا مانند یا بومیہ یا ماہی سلطان کے واسطے مقرر ہوا یا ہیں ہے کہ یہ معیت کبیرہ ہے یعنی مصادرہ سلطانی وہ قطعاً حرام ہے اور اسکی کفالت
جائز نہیں کذا فی الطحطاوی وقید شمس الائمۃ بما اذا امرہ بہ طائعاً فلو مکرہا فی الامر لم یقبل امرہ بالرجوع وکرہ الکل اور شمس الائمہ نے جو رجوع میں قید
لگائی ہے جب اسکو اسکا امر کرے بخوشی سو اگر اُسپر زبردستی ہوگی امر کرنے میں تو اسکا امر بالرجوع معتبر نہوگا ذکر کیا ہے اسکو الکل نے عنایہ میں ہم یہ کلام مرتبط ہے محذوف سے
جسکے حذف کرنے سے مطلب میں خلل نہ آگیا مضمون عبارت مصنف منح الغفار میں یہ ہے کہ جو غیر کے نائب کو اسکے امر سے ادا کرے تو اس سے بھرلے اگرچہ رجوع شرط نہ کیا ہو
یہی صحیح ہے جنانچہ خانیہ میں ہے جیسے کہ ایک شخص نے غیر شخص کا دین اُسکے امر سے ادا کیا اور عنایہ میں ذکر کیا شمس الائمہ نے کہا کہ یہ اسوقت ہے جبکہ اُسکا معنی ادائے دین کا
امر کراہ سے نہ کیا ہو اور اگر زبردستی سے امر کیا ہو تو اُسکا امر بالرجوع معتبر نہیں کذا فی الطحطاوی وقالوا من قام بتوزیعہا بالعدل اجر وعلیہ فلا یلیق
عدل وہو ناد رس اور علمانے کہا ہے کہ جو شخص تقسیم حیایات میں قایم بالنصاف ہو یعنی متولی قسمت بین المسلمین ہے وہ ماجور ہے یعنی ثواب پاویگا
اور اس قول کے برخلاف متولی قسمت فاسق نہ ٹھہریگا جبکہ وہ عدل کرے اور ایسا شخص نادر الوجود ہے کذا فی النہر وفی وکالۃ البزازیۃ قال لرجل خلصنی من مصادرۃ
الوالی او قال اکاسیر ذات فخلصہ رجع بلا شرط علی الصحیح قلت وہذہ تقع فی دیارنا کثیرا وہو ان اصوا باشیٔ یسیر لہم رجلا
یحسن قول الآخر خلصنی فخلصہ یرجع بغیر شرط الرجوع بالمحمد الامر فتدبر کذا بخط المصنف علی حاشیتہا فلیحفظ
اور بزازیہ کی کتاب الوکالہ میں ہے کہ اگر کسی شخص نے کہا مجکو چھوڑا معاونہ حاکم سے یا قیدی نے اسیطرح کہا سو اُسنے چھوڑا یا تو مال تخلیص میں جو خرچ کیا ہو وہ اُس شخص سے
بھرلے بلا شرط رجوع نا صحیح مذہب کے میں کہتا ہوں اور ایسا حادثہ ہمارے ملک میں بکثرت ہوا کرتا ہے کہ صوبہ یا شہر کا پکڑ رکھتا ہے کسی مرد کو اور اسکو قید کرا ہی تو وہ محبوس دوسرے
شخص سے کہتا ہے کہ مجکو چھوڑ لے سو وہ اسکو چھوڑ لیتا ہے کچھ سیاق دیکر تو ایسے وقت میں سیاق مذکور بھرنے مجبس سے بلا شرط رجوع بلکہ مجبور اُسکے امر کرنے کے سونامل کر ایسا
کچھ مذکور ہے حاشیہ بزازیہ میں مصنف کے خط سے تو یاد رکھنا چاہیے والقسمۃ ای المنصوبۃ من النائبۃ وقیل ہی النائبۃ الموظفۃ وقیل غیر ذلک ایاما
کان فالکفالۃ صحیحۃ صدر الشریعۃ اور ضمانت قسمت یعنی نائبہ کے حصے کی صحیح ہے اور بعضوں نے کہا کہ قسمت عبارت ہے نائبہ موظفہ سے اور بعضوں نے کہا سوائے اسکے کچھ
کی ہو اور جو کچھ کہ قسمت سے مراد ہو سو اوسکی ضمانت صحیح ہے کذا فی شرح الوقایہ ہم قسمت بتقدیر کور مصدر ہے یعنی مقسوم نائبہ موظفہ سے نائبہ مزبورہ ہو جو ہر ماہ یا سہ ماہی میں
مقرر ہو بعضوں نے تفسیر قسمت یوں کی ہے کہ پہلے دونوں شریک قسمت کرلیں پھر ایک شریک دوسرے کو ضامن دے سو اسکا کوئی ضامن ہو اور بعضوں نے یوں تفسیر کی
کہ ایک شریک قسمت کی درخواست کرے اور دوسرا شریک نہ مانے پھر اُسکا کوئی ضامن ہو تو صحیح ہے کیونکہ اُسکو تفویت ہے کذا فی الطحطاوی قال رجل لآخر اسلن ہذا
الطریق فانہ امن فسلک واخذ مالہ لیضمن ایک سے دوسرے سے کہا کہ یہ راہ چلو سو اسنے کہا کہ اس راہ میں خوف نہیں امن ہے پھر وہ شخص اس راہ میں گیا اور اُسکا مال چھین لیا گیا تو وہ شخص

ضامن نہیں ولو قال ان کان مخوفا والخد مالت فانا ضامن والسئلۃ بحالہا مفن اور اگر یوں بولا کہ اگر یہ راہ خوفناک ہو اور تیرا مال چھین لیا جاوے تو میں ضامن ہوں اور مسئلہ بدستور سابق ہے یعنی باوجود اسکے کہنے کے وہ شخص اس راہ میں گیا اور اسکا مال چھین گیا تو وہ شخص ضمان نہ لیگا ھذا وارد علی ما قدمہ بقولہ لجہالۃ المکفول عنہ کما فی الشرنبلالیۃ یہ اعتراض وارد ہوتا ہے مصنف کے اس قول سابق پر کہ ضمانت صحیح نہیں مکفول عنہ کی جہالت سے کذا فی الشرنبلالیہ ہم یہاں صحت زمان صحت کفالت کی جہت سے نہیں یہ اعتراض مذکور وارد ہوتا بلکہ ضمان بسوجہ سے ہے کہ قائل نے دھوکا دیا اور فریب رجوع کا موجب ہوا اگر یہ شرط ہو چنانچہ اشباہ کی آیندہ عبارت میں ہوگا کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود واما الاصل ان المغرور انما یرجع علی الغار اذا حصل الغرور فی ضمن المعاوضۃ او ضمن الغار صفۃ السلامۃ المغرور نقدا زر وقماشا وفی الاشباہ من قرائن البحر اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ فریب کھانیوالا فریب دینے والے سے اس وقت میں رجوع کر سکتا ہے کہ فریب ضمن عقد معاوضہ ہو یا فریب دینے والا سلامتی کی صفت کا فریب کھانیوالے سے بصراحت ضمانت کرے کذا فی الدرر اور پورا بیان اسکا اشباہ میں ہے اور باب المہر میں ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ معاوضہ جیسا عقد تبرع سے چنانچہ ہبہ اور صدقہ اور ضمانت سلامتی کی مثال جو ابن مذکور ہوا اسواسطے کہ تعلیق مذکور کا صحیح ہو کہ وہ اسکے مال کے سلامت رہنے کا ضامن ہوا

فروع مسائل ملتقطہ شارح کے ضمان الغرور فی الحقیقۃ ھو ضمان الکفالۃ فریب کا ضمان فی الحقیقت وہ ضمان کفالت کا ہے یعنی کفالت کے مانند ہے ضمان اتلاف کے مانند للمکفول منع الاصیل من السفر لو کفالۃ بحالۃ لخلصہ منہا اداء او ابراء او حوالۃ علیہ اصیل کو سفر سے جائز ہے اگر اسکی کفالت فی المال کی ہو سو جو مال اصیل ضامن کو ضمانت سے خلاص کرنے مثلاً دین کے ساقط کر دینے طالب کے ہم تو حاصل ہوا کہ ضمانت موجل میں رد کرنا اسکو جائز نہیں اگر ضامن چاہے اسکے ساتھ بتا بستا حلوا بیت وفی الکفیل بالنفس یردہ الیہ کما فی الصغری اور کفیل بالنفس میں تو یہ حکم ہے کہ حاضر ضامن اصیل کو پھیر لاوے اسکے پاس کما فی الصغری یعنی اگر حاضر ضامن اصیل کے امر سے ہو من قام عن غیرہ بواجب بامرہ رجع بما ادی فیہ وان لم یشترط علیہ الاداء کالامر بالانفاق وبقضاء دینہ الا فی مسائل امر بتعویض من ہبتہ وباطعام من کفارتہ وباداء زکوۃ مالہ وبان یہب فلانا من الفا جو شخص غیر کی طرف سے مال واجب کے کہنے سے ادا کرے تو جو مال دیا ہو اسکو اس غیر سے بھر لے اگرچہ رجوع مال شرط نہ کیا ہو چنانچہ انفاق زوجہ اور اسکے اداے دین کے امر میں مگر چار مسئلوں میں رجوع مال نہیں ۱ پہلا مسئلہ کہ غیر شخص نے امر کیا اپنے ہبہ کے عوض دینے کا ۲ امر کیا اپنے کفارہ سے کھانا دینے کا ۳ امر کیا اپنے مال کی زکوۃ دینے کا ۴ امر کیا کہ فلانے شخص کو میری طرف سے ہزار ہبہ کر دے ہم فتاوی عالمگیری میں ہے کہ اگر ایک مرد نے اجنبی کو مال ہبہ کیا ہو موہوب لہ نے دوسرے شخص سے کہا کہ واہب کو اپنے مال سے اسکے ہبہ کا عوض دے سو اسنے ایسا ہی کیا تو جائز ہوا اور یہ شخص امر سے رجوع مال نہ کرے مگر بشرط رجوع انتہی اور استثنا منظر اس مسئلے کے منقطع ہے کیونکہ عوض دینا موہوب کا پر واجب نہیں فی کل موضع یملک المدفوع الیہ المقابل بالمملک مال فان المامور یرجع بلا شرط والا فلا وتمامہ فی وکالۃ السراج والکل فی الکفالۃ الشباہ ضمان کہیں کہ وہ شخص جسکو مال دیا گیا وہ اس مال کا مالک ہو جاتا ہے مقابلہ بالملک مال کے تو ماسور سے اپنا مال پھر لیگا بدون شرط کے اور اگر ایسا نہیں تو رجوع نہیں اور پورا بیان اسکا سراج کی کتاب الوکالہ میں ہے اور سبب فروع مذکور اشباہ سے منقول ہیں ہم الکیت مال بمقابلہ ملک مال چنانچہ بائع ثمن کا مالک ہے بمقابلہ مملوک ہونے مبیع کے وسیطے مشتری کے تو اگر مشتری کسی مرد سے کہے کہ میری طرف سے ثمن ادا کر تو صحیح ہوگا اور اگر مامور اپنا مال بھرے گا مشتری سے اور اسیطرح اگر غاصب اپنی طرف سے غصب کا بلا کسی سے دلاوے تو صحیح ہے کیونکہ مغصوب منہ مالک ہے بدل کا بمقابلہ مغصوب اور اگر ملک بمقابلہ ملک نہیں چنانچہ کسی سے اپنے کفارہ دینے کا امر کیا اپنی طرف سے حج کروانے کا امر کیا تو یہاں مدفوع الیہ طعام یا مال مملوک بمقابلہ ملک نہیں تو ماسور کو یہاں اپنا مال بھر لینا اسے جائز نہیں الا بشرط رجوع کذا فی الطحطاوی وفی الملتقط الکفیل المختلع بمالہا علی الزوج من المال یرجع بہ اذا تبعہ الزوج بہ ثم صورۃ المسئلۃ کفل لہا

ضامن ہوا زید مرحوم کیطرف سے پھر عورت اور مردمین عقد جدید ہوا تو ضمانت علی حالہا باقی ہیگی زیرا کہ تجدید نکاح متحالفین مسقط کفالت مذکورہ نہین ثوب غاب عن دلال لا ضمان علیہ کپڑا غائب ہوگیا دلال سے تو اسپر تاوان نہین ہم سواسطے کہ دلال وکیل اجرت گیر ہی تو وہ امین ٹھہرا اور امین پر ضمان نہین مگر تعدی سے ولو غاب عن صاحب الحانوت وقد ساوم واتفقا علی ثمن فعلیہ القیمۃ الثوب اور اگر کپڑا غائب ہوگیا دوکاندار سے اور حالانکہ اُسنے خریدار کی خواہش کی تھی اور مالک ثوب اور دوکاندار ثمن پر متفق ہوگئے تھے تو دوکاندار پر قیمت کپڑے کی واجب ہوگی ولو طاف بہ الدلال ثم ردہ ضاع فی حانوت فھلاک بثمن بالاتفاق وکذا ان ضمان علی صاحب الحانوت عند الامام لانہ مودع المودع اور اگر دلال کپڑے کو لیکر پھرا اسکو دوکان مین رکھدیا سو کپڑا ضائع ہوگیا تو دلال ضمان دیگا بالاتفاق اور دوکاندار پر تاوان نہین امام اعظم کے نزدیک کیونکہ وہ امانت دار کا امانت دار ہی ہم دلال پر اسواسطے ضمان ہوا کہ اُسنے بلا اذن مالک کیون دوکان پر کپڑا رکھدیا تو تعدی اُسکی ثابت ہوئی دلالا ان مقرونا فی بیزہ ثوب ثبت انہ مسروق فقال ردد علی الذی اخذہ منی برئی مشہور دلال ہی جسکے ہاتھ مین کپڑا ہو جسکا مسروق ہونا کھل گیا سو دلال نے کہا کپڑا بھیجدو یا جس سے لیا تھا تو وہ بری الموآخذہ ہی ولو قال طالب عینی فی مصر فلان فاذا اخذت منی فلان عشرۃ منہ بحرانش لا یزاد علی عشرۃ للملتقط اور اگر صاحب مال نے کہا کہ میرا مدیون فلانے شہر مین ہے جو شخص کہ تو میرا مال اُس سے لیگا تو تیرے واسطے دس درہم دینا ہین اس مال سے تو اُجرت مثل واجب ہوگی جو دس سے زیادہ نہو کذا فی الملتقط واعلم بان ضمان الدلال والسمسار الذی لیس لہ ولایۃ علی البیع ولا مأمور بالبیع وذکر فی الوکالۃ ان الوکیل لا یضمن لانہ یضمن عاملا لنفسہ فلیس بشارع کہتا ہوا اور مین نے اسکا فتوے دیا ہی کہ دلال اور سمسار کا ضامن ہونا ثمن کا بالکل سے باطل ہی کیونکہ وہ اُجرت دار وکیل ہی اور فقہا نے ذکر کیا ہی کہ وکیل کی ضمانت صحیح نہین کیونکہ وہ اپنی ذات کے واسطے عامل ہوجاتا ہی تو اسکی تحریر کرنا چاہیے ہم عامل لنفسہ اسواسطے ٹھہرا ہی کہ قبض ثمن کی ولایت اُسکے واسطے ہی اور ضامن غیر کے واسطے عامل ہوتا ہی دلال وہ ہی جسکے پاس قماش اور متاع ہو غیر کی اور سمسار وہ ہی کہ جو متاع اور اُسکے مالک کو بتا دے چنانچہ کتاب البیع مین مذکور ہوچکا

فائدۃ ذکر الطرسوسی فی مؤلفہ لہ ان مصادرۃ السلطان لکل باب کاموال لا یجوز الا لمقاصۃ بیت المال مستدلا بان عمر رضی اللہ عنہ صادر اباہریرۃ انتہی وذلک حین استعملہ علی البحرین ثم عزلہ واصادرہ ثنتی عشر الفا دعاہ للعمل فابی رواہ الحاکم وغیرہ یہ فائدہ ہی جسکو طرسوسی نے اپنی کتاب مین ذکر کیا کہ سلطان کو ڈانڈ لینا مالداروں سے جائز نہین مگر بیت المال کے مالمون سے یا بین استدلال کہ عمر رضی اللہ عنہ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ڈانڈ لیا انتہی کلامہ اور یہ اُسوقت ہوا تھا جبکہ فاروق اعظم نے اُنکو بحرین کا عامل کیا تھا پھر اُنکو معزول کیا اور بارہ ہزار اُسنے لیے پھر اُنکو عاملی کے واسطے بلایا سو اُنھون نے نا مانا حاکم وغیرہ نے یہ روایت کی ہی ہم سیوطی نے تفسیر درمنثور مین سورہ یوسف کے اندر اجعلنی علی خزائن الارض کی تفسیر مین بسند حاکم وابن ابی حاتم ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہی کہ عمر نے مجکو بحرین کا عامل کیا پھر مجکو معزول کیا اور دس ہزار مجسے ڈانڈ لیے پھر عاملی کے واسطے مجکو بلایا مین نے انکار کیا سو فاروق نے کہا کیون انکار کرتے ہو اور حالانکہ یوسف علیہ السلام نے عاملی کی درخواست کی اور حالانکہ وہ بہتر تھے تجسے تو مین نے کہا کہ یوسف علیہ السلام خود نبی اور فرزند نبی کے اور پوتے نبی کے اور پردادے نبی کے اور مین تو امیہ کا بیٹا ہون ڈرتا ہون کہ بے علمی سے کچھ کلام کرون اور بے علمی سے کچھ فتوی دون اور میری پیٹھ پر مار پڑے اور میری بے عزتی ہو اور میرا مال چھینا جاوے کذا فی بطلان الوادی وادا بتمال بیت المال خذ منہ الذین یجمعون اموالہم من ذلک کبتہ اذا توسعوا فی اکلہم لان ذلک دلیل علی خیانتہم ویلحق بہم کبتہ الاوقاف ونظارھا اذا توسعوا فی انواع التلھی وبنوا لانفسہم ما کان فللحاکم ان یحجر علیہم منعہم عن ذلک فان عرف خیانتہم فی وقف معین ردہ الی مالہ والا صرف فی بیت المال عمر وبحر اور طرسوسی نے عمال بیت المال سے خادم مراد لیے ہین جو بیت المال کے اموال کی تحصیل کرتے ہین اور منجملہ اُنکے منشی اور متصدی ہین بیت المال کے جبکہ وہ لوگ کشائش اور بہتایت مال مین ظاہر کرین اسواسطے کہ توسع اُنکی خیانت کی دلیل ہی اور اُنھین کے ساتھ متصدیان اوقاف کے ناظر ملحق ہین جبکہ وہ کشائش اور فضول خرچی کرین اور انواع لہو ولعب مین مشغول ہون اور

مسئلہ عمال بیت المال کا حکم

فائدہ جو کچھ کہ سلطان کو مالداروں سے لینا جائز ہی اور جو کچھ کہ ناجائز ہی اسکا بیان

۱۲

عمارت بنا دین تو حاکم کو اُنکے مال اُنسے چھین لینا اور اُنکا مال معزول کرنا جائز ہی سوا اگر اُنکی خیانت کسی وقت مخصوص میں معلوم ہو جاے تو اُس مال کو اُسی وقت میں داخل کرے اور نہین تو بیت المال مین رکھے کذا فی النہر والبحر سید حموی نے کہا کہ یہ مسئلہ اُس قسم کا ہی جسکو دریافت کیجیے اور جیہا ڈالیے اور اسکا فتوی دینا جائز نہین کیونکہ یہ قسم از کباب ممنوع کا ذریعہ ہوگا اسواسطے کہ اگر ہمارے زمانے کے حاکمون کو اسکا فتوی دیا جاے تو وہ عمال مذکورین کے اموال کو بہین یعنی اوقات دین اُن اموال کو داخل کرین بیت المال مین بلکہ اُنکو لائق الامور مین صرف کرین یعنی اپنی خواہش نفسانی مین تو اُسکو خوب یاد رکھنا چاہیے کذا فی الطحطاوی وَفِي التَّلْخِيصِ لَوْ كَفَلَ الْحَالَّ مُؤَجَّلًا تَأَخَّرَ عَنْ كَفِيلِهِ وَلَوْ قَرَضًا لِأَنَّ الدَّيْنَ وَاحِدٌ قُلْتُ وَقَدَّمْنَا أَنَّهَا حِيلَةُ تَأْجِيلِ الْقَرْضِ اور تلخیص مین ہی کہ اگر دین فی الحال کی ضمانت کرے کوئی مدت مقرر کرکے تو طالبہ مؤخر ہو جائیگا اصیل سے اگرچہ دین قرض ہو اسواسطے کہ دین تو ایک ہی ہی مین کہتا ہون اور ہم مقدم ذکر کر چکے ہین کہ کفالت مؤجلہ تاجیل قرض کا حیلہ ہی وَسَيَجِيءُ أَنَّ لِلْمَدْيُونِ السَّفَرَ قَبْلَ حُلُولِ الدَّيْنِ لَيْسَ لِلدَّائِنِ مَنْعُهُ وَلَكِنْ لَيْسَ لَهُ مَنْعُهُ لِيَوْفِيَهُ وَإِذَا حَلَّ مَنَعَهُ لِيَوْفِيَهُ اور آویگا کہ مدیون کو سفر کرنا قبل حلول دین جائز ہی اور صاحب دین کو اُسکا روکنا درست نہین ولیکن صاحب دین اُسکے ساتھ سفر کرے پھر جب دین کی مدت ہو چکے تو اُسکو سفر سے روکے تاوہ ادا ے دین کرے ہم نے مقتفے مین ہی کہ درصورت ارادہ سفر مدیون صاحب دین کو ضامن لینا جائز ہی اگرچہ دین موجل ہو اور بعضون نے کہا کہ اگر مدیون ادا ے دین مین مال لیا کرتا ہو تو ضامن لے اور نہین تو نہین کذا فی الطحطاوی وَاسْتَحْسَنَ أَبُو يُوسُفَ أَخْذَ كَفِيلٍ بِنَفْسِ الْمَرْأَةِ طَلَبَتْ كَفِيلًا بِالنَّفَقَةِ لِسَفَرِ الزَّوْجِ وَعَلَيْهِ الْفَتْوَى اور ابو یوسف نے بطریق استحسان جائز رکھا ہی ایک مہینے کا ضامن دینا اُس عورت کے واسطے جسنے اپنے نان نفقہ کا ضامن مانگا بسبب سفر کرنے زوج کے اور اسی قول پر فتوی ہی ہم جواز کفالت نفقہ بطور استحسان ہی اور بطور قیاس اسکی کفالت صحیح نہین کیونکہ نفقہ دین صحیح نہین وَقَاسَ عَلَيْهِ فِي الْمُحِيطِ بَقِيَّةَ الدُّيُونِ لَكِنَّهُ مَعَ الْفَارِقِ كَمَا فِي شَرْحِ الْوَهْبَانِيَّةِ للشرنبلالی اور محیط مین کفالت نفقہ پر بقیہ دین کا قیاس کیا ہی لیکن وہ قیاس مع الفارق ہی چنانچہ شرنبلالی کی شرح وہبانیہ مین ہی ہم نے بیان صاحب محیط نے بقیہ دین موجلہ کو قیاس کیا ہی کہ کفالت اُسکی لیجاے بسبب سفر کرنے مدیون کے علامہ عبد البر نے کہا کہ یہ صحیح قول ہی صاحب محیط سے قیاس مع الفارق ہونے کی وجہ یہ ہی کہ دیون قوی تر ہین نفقہ سے کیونکہ وہ مدت گذر جانے اور موت مدیون سے ساقط نہین ہوتے بخلاف نفقہ کے علاوہ برین منتقے مین تجویز تکفیل مدیون مسافر مصرح ہی اگر یہ دین موجل ہو اور بلا شک صاحب محیط کی ترجیح مین لوگون کو آسانی ہی کذا فی الطحطاوی لٰكِنَّ فِي الْمَنْظُومَةِ الْمَحْمِيَّةِ اشعار

لَوْ قَالَ مَدْيُونِي مُرَادُهُ السَّفَرُ ۞ وَاجِلُ الدَّيْنِ عَلَيْهِ مَا اسْتَقَرَّ ۞ وَطَلَبَ التَّكْفِيلَ فَالْوَا يَلْزَمُ ۞ عَلَيْهِ اعْطَاءُ كَفِيلٍ يَكْلَمُ

لیکن منظومہ محمیہ مین ہی کہ اگر صاحب دین نے کہا کہ میرے مدیون کی مراد سفر ہی اور دین کی مدت اُسپر ہنوز مستقر نہین ہوئی تو اُسنے تکفیل کی طلب کی تو فقہا نے کہا کہ اُسکو ضامن کا دینا لازم ہی وہ کفیل جو معلوم اور مشہور ہو بیٹھے اسواسطے کہ کفیل مجہول لائق اعتماد نہین اشعار وَحَسَنٌ الْكَفِيلُ قَالُوا جَازَ لَهُ ۞ إِذَا أَرَادَ حَبْسَ مَنْ تَكْفُلَهُ ۞ لِأَنَّهُ قَدْ كَانَ كَالْحَمِيلِ ۞ حَبْسٌ فَلَهُ يَجُوزُ بِفِعْلِهِ اگر ضامن محبوس ہو تو علما نے کہا کہ جب وہ حبس اصیل کا ارادہ کرے تو اُسکو جائز ہی کیونکہ ضامن کی محبوسی اُسکے واسطے ہوئی ہی تو چاہیے کہ وہ اُسکو بدلا دے اپنے فعل سے اشعار ثُمَّ الْكَفِيلُ إِنْ يَمُتْ قَبْلَ الْأَجَلْ ۞ لَا شَكَّ أَنَّ الدَّيْنَ فِي الْحَالِ حَلَّ ۞ عَلَيْهِ فَالْوَارِثُ إِنْ أَدَّاهُ لَهُ ۞ يَرْجِعُ بِهِ مِنْ قَبْلِ مَا التَّأْجِيلُ لَهُ پھر اگر ضامن مر جاے قبل مدت کے تو بیشک اس حالت مین دین فی الحال اُسپر واجب الادا ہو گیا تو اگر ضامن کا وارث اُسکو ادا کرے تو اصیل سے پہلے قبل تاجیل ہونے مدت کے ہم اصیل مین یون کہا کہ ہر چیز جس قبل ماتم الاجال مصدریہ ہو اور فاعل فعل مقدم ہو گیا اپنے فعل پر اور یہ بعضون کے نزدیک جائز ہی بابتدا و خبر ہی کذا فی الطحطاوی

باب کفالۃ الرجلین

یہ باب ہر دو مدیون کے ضامن ہونے کا ہم چونکہ کفالت رجلین مرکب کے مانند ہے تو بعد فراغت مفرد اُسکو شروع کیا دَيْنٌ عَلَيْهِمَا أَحَدُهُمَا بِأَنِ اشْتَرَيَا مِنْهُ

عَبْدًا غَائِبًا وَكَفَلَ كُلٌّ عَنْ صَاحِبِهِ بِأَمْرِهِ جَازَ وَكَانَ يَرْجِعُ عَلَى شَرِيكِهِ لِأَنَّهُمَا أَدَّيَا دَيْنَهُ بِأَمْرِهِ لِلْحَالِ عَلَى الْمُصَحِّحِ بِحَارٍ جَمِيعٌ كَفَالَةٌ عَلَى الثَّانِي ہر دو شخصوں پر دوسرے آدمی کا اسطرح پر کہ دونوں نے اُس سے ایک غلام سودے کو خریدا اور ضامن ہوا ہر دو یدلوں اپنے ساتھی کا اُسکے امر سے تو جائز ہو اور نہ بھرے اپنے شریک سے اگر اُنہا قضا زیادہ ادا کیا نصف سے بسبب غالب ہونے جہت اصالت کے نیابت کی جہت پر یعنے ضمانت کی جہت پر کیونکہ پہلے جہت دین ہو اور دوسرے مطالبہ ہم یہ حکم اُس صورت میں ہی جبکہ دونوں دین صفت اور سبب میں برابر ہوں اور اگر صفت مختلف ہو اسطرح پر کہ ایک شخص پر دین موجل ہو اور دوسرے پر حال تو اگر صاحب حال ادا کریگا تو اُسکی نہیں اپنے شریک کی جانب سے صحیح ہو اور اُس سے بھرلے اور اُسکے بالعکس میں رجوع نہیں اور اگر سبب مختلف ہو اسطرح پر کہ ایک پر قرض ہو اور دوسرے پر ثمن مبیع تو تعیین مودی اپنے شریک کی جانب سے صحیح ہو اسواسطے کہ دو جنس مختلف میں نیت معتبر ہی نہ جنس واحد میں اور دونوں کی کفالت اسواسطے شرط کی کہ اگر ایک اپنے شریک کا ضامن ہوگا نہ دوسرا اور ضامن ادا کریگا اور اپنے شریک کی جانب سے بھر لیگا تو اُسکی تصدیق ہوگی اور نصف سے مراد وہ ہی جو اُسکے حصے سے زیادہ ہو اگرچہ نصف سے کم یا زیادہ ہو کذا فی الطحطاوی وَكَذَا لَوْ رَجَعَ بِنِصْفِهِ كَدَيْنٍ إِلَى آخِرِهِ اور اسواسطے کہ اگر رجوع نصف دین کریگا تو دور کا موجب ہوگا کذا فی الدرر اسواسطے دور ہوگا کہ اگر نصف شریک کی جانب سے ہو بسبب کفالت کے تو اُسکو شریک سے بھر لینا جائز ہوگا اور اگر شریک کو بھی رجوع کرنا جائز ہوگا اسواسطے کہ ادا ئے نائب یعنی ادا ئے کفیل مامور اصیل مانند ادا کرنے اصیل کے ہو اور اگر اصیل نے ادا کرتا تو رجوع کرنا اسیطرح نائب کے ادا کرنے سے رجوع کریگا دریافت کرنا چاہیے کہ یہاں حقیقت دور ہوا نہیں کیونکہ وہ عبارت ہی توقف الشئی علی نفسہ علی وفق قیدہا یہاں تسلسل فی الرجوعات لازم ہو وَإِنْ كَفَلَا عَنْ رَجُلٍ بِشَيْءٍ بِالتَّعَاقُبِ وَكَانَ عَلَى رَجُلٍ دَيْنٌ فَكَفَلَ عَنْهُ رَجُلَانِ كُلٌّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا بِجَمِيعِهِ ثُمَّ أَدَّى أَحَدُهُمَا كُلَّ الْمَالِ عَنْ صَاحِبِهِ بِأَمْرِهِ يَبْرَأُ الْجَمِيعُ خَانِيَةٌ كَفَالَةٌ أَوْلَى اور اگر دو شخص ضامن ہوئے ایک مرد کی جانب سے بطریق تعاقب اسطرح پر کہ ایک مرد پر دین تھا سو اُسکے دو مرد ضامن ہوئے اُنمیں سے ہر شخص جمیع دین کا علیحدہ علیحدہ ضامن ہوا پھر دونوں کفیلوں میں سے ہر کفیل اپنے ساتھی کا ضامن ہوا اُسکے امر سے سب دین کا اور ان قیود ثلثہ مذکورہ سے یہ پہلے مسئلے سے جدا ہو گیا ہم تعاقب کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر دونوں شخص جانب اصیل سے جمیع دین کے ساتھ ہی ضامن ہوں یعنے ہر شخص اپنے ساتھی کا ضامن ہو تو یہ پہلا مسئلہ ہو جائیگا کیونکہ دونوں پر دین نصف نصف منقسم ہوگا تو اصیل کے جمیع دین کا ضامن ٹھہرا اور جمیع دین کی کفالت کی سو اسطے قید لگائی کہ اگر ہر شخص نصف نصف کا ضامن ہوگا پھر ہر واحد اپنے ساتھی کا ضامن ہو تو یہ پہلا مسئلہ ہو جائیگا اور اپنے ساتھی کے جمیع دین کی ضمانت کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر ہر شخص اصیل کے جمیع دین کا ضامن علے التعاقب ہو پھر ہر واحد اپنے ساتھی کے نصف دین کا ضامن ہو تو پہلا مسئلہ ہو جائیگا كَمَا أَدَّى أَحَدُهُمَا حَجَّ بِنِصْفِهِ عَلَى شَرِيكِهِ لِكَوْنِ الْكُلِّ كَفَالَةً هُنَا سو دونوں شخصوں میں سے جو شخص مبتنا مال قلیل یا کثیر ادا کریگا اُسکے نصف کو اپنے شریک سے بھر لیگا کیونکہ یہاں بالکل کفالت ہی ہم جب بالکل کفالت ہوئی پہلا شائبہ اصالت تو جان یہاں ثابت نہوا بخلاف مسئلہ اولے کہ وہاں اصالت راجح ہی کفالت پر أَوْ بَرِئَ حَجَّ إِنْ شَاءَ بِالْكُلِّ عَلَى الْأَصِيلِ لِكَوْنِهِ كَفَلَ بِالْكُلِّ بِأَمْرِهِ یا اگر چاہے اصیل سے سب مال مودے بھرے کیونکہ وہ کل دین کا ضامن ہی اصیل کے امر سے وَإِنْ أَبْرَأَ الطَّالِبُ أَحَدَهُمَا أَخَذَ الطَّالِبُ الْكَفِيلَ الْآخَرَ بِكُلِّ الْمَالِ بِحُكْمِ كَفَالَتِهِ اور اگر طالب بری الذمہ کردے ایک ضامن کو تو طالب دوسرے ضامن سے مواخذہ کرے تمام دین کا بحکم اُسکی کفالت کے ہم چونکہ صورت مفروضہ یہ کہ ہر واحد کل دین اصیل کا ضامن ہی پھر ہر شخص اپنے شریک کا ضامن ہی پھر جب طالب نے ایک کو معاف کر دیا تو دوسرے شخص کی کفالت جمیع دین کی باقی رہی لہذا کل دین کا مطالبہ اُس سے صحیح ہی وَلَوْ افْتَرَقَا فِي الْمُفَاوَضَةِ وَعَلَيْهِمَا دَيْنٌ أَخَذَ الْغَرِيمُ أَيَّا شَاءَ مِنْهُمَا بِكُلِّ الدَّيْنِ بِعُمُومِ الْكَفَالَةِ كَمَا مَرَّ اور اگر دو شریک مفاوضہ میں افتراق ہو یعنے شرکت مفاوضہ باقی نہ رہے اور دونوں پر دین ہو تو صاحب دین اُنمیں سے جس سے چاہے اپنے دین کا مواخذہ اور مطالبہ کرے بسبب متضمن ہونے مفاوضہ کے کفالت کو یعنے ہر شخص اپنے شریک کا ضامن ہوتا ہی بنا بر کتاب الشرکۃ میں مذکور ہو چکا ہم دستور میں مذکور ہی کہ غریم وہ ہی جسکا دین ہو اور دیندار دین ہو کذا فی الطحطاوی یعنے دائن اور مدیون دونوں کو غریم کہتے ہیں وَكَذَا يَرْجِعُ عَلَى صَاحِبِهِ حَجَّ رَوْحِي

اکثر من النصف لما مرّ اور رجوع نہیں اپنے ساتھی سے تاوقتیکہ اکثر نصف دین سے ادا نہ کرے چنانچہ مسئلہ اولیٰ کی تعلیل میں مذکور ہو چکا کہ وہ وصیل ہے نصف میں اور کفیل ہے نصف باقی میں تو جو ادا کریگا وہ اُسکے دین میں شمار ہوگا بحیثیت اصالت پھر اگر نصف سے زیادہ ہوگا تو زائد کفالت میں داخل ہوگا تو اسیقدر میں رجوع نہ ہو کاتب عبدیہ کتابۃ واحدۃ وکفل کل من العبدین عن صاحبہ صح تضامنا مولیٰ نے مکاتب کیا اپنے دو غلاموں کو ایکبار کی کتابت سے یعنی یوں کہا مثلاً کہ میں نے تمکو مکاتب کیا ایک ہزار درم پر ایک سال تک اور ہر غلام اپنے ساتھی دوسرے غلام کا ضامن ہوا تو صحیح ہے بطریق تضامن کے یعنی کفالت صحیح نہیں کیونکہ کفالت مکاتب کی اور بدل کتابت کی کفالت علیحدہ علیحدہ صحیح نہیں تو دو صورت جتماع بطریق اولیٰ صحیح نہوگی وجہ استحسان یہ ہے کہ نصف انسان کا حتی للمکاتب والمتبرع عنہ اور شارع کی رضا سند ہی حق میں ثابت ہے کذا فی الطحطاوی المنحاۃ وحینئذ فما ادّی احدھما رجع علی صاحبہ بنصفہ کاستوائھما اور اسوقت میں جو کچھ کہ ایک مکاتب ادا کریگا اپنے ساتھی سے اُسکا نصف مال بھر لیگا بسبب برابر ہونے دونوں کے یعنی اصالت اور کفالت میں ولو اعتق المولیٰ احدھما او ابرأہ عما لزمہ صح واخذ ایا شاء منہما عصۃ من لم یعتقہ المعتق بالکفالۃ والآخر بالاصالۃ اور اگر مولیٰ نے ایک مکاتب کو آزاد کر دیا اور مسئلہ بدستور سابق ہو تو صحیح ہے اور مواخذہ کرے مولیٰ دونوں میں سے جس سے چاہے اُس غلام کا حصہ جسکو اُسنے آزاد نہیں کیا غلام آزاد سے مطالبہ کرے بسبب کفالت کے اور دوسرے غلام غیر آزاد سے بباعث اصالت کے فان اخذ المعتق رجع علی صاحبہ بالکفالۃ وان اخذ الآخر لا لاصالتہ پھر اگر مولیٰ مواخذہ اور مطالبہ کرے آزاد غلام سے تو وہ اپنے ساتھی سے بھرے بسبب اُسکی ضمانت کے اور اگر دوسرے غلام سے مطالبہ کرے تو وہ رجوع نہیں کر سکتا بسبب اپنی اصالت کے واذا کفل شخص عن عبد مالا موصوفا بکونہ لم یظفر فی حق مولاہ فی حقہ بعد عتقہ کمال نفقۃ باقرار واستقراض او استہلاک وودیعۃ ھو ای المال المذکور حال وان لم یسمہ ای الحلول لحلولہ علی العبد وعدم مطالبتہ لعسرتہ ولکفیل ان یرجع بعد عتقہ ولو بأمرہ ولو کفل مؤجلا تأجل کما مرّ اور جبکہ ضامن ہوا ایک شخص غلام کے طرف سے اُس مال کا جسکا دین ہو تا حق مولیٰ میں ظاہر نہیں بلکہ غلام کے حق میں ظاہر ہو بعد آزاد ہونے کے چنانچہ وہ مال جو غلام کو لازم ہوا اقرار یا استقراض یا استہلاک و دیعت سے تو وہ یعنے مال مذکور حال ہے مؤجل اگرچہ اُسنے حلول کا نام نہ لیا ہو بسبب حلال ہونے مال کے غلام پر اور عدم مطالبہ مال غلام سے بسبب اُسکی فقیری اور تنگدستی کے ہو اور کفیل اُسکا فقیر اور تنگدست نہیں اور ضامن غلام سے مال مذکور پھر لیگا اگر کفالت غلام کے امر سے ہوئی ہو اور اگر ضامن نے مال کی ضمانت مؤجل کی ہو تو اُس صورت میں حال ہوگا نہ حال چنانچہ مذکور ہو چکا ادّعی شخص رقبۃ عبد فکفل رجل قامت البینۃ المکفول بہ قبل تسلیمہ لدعواہ ان کان ذا مین الکفیل قیمتہ لوجوازھا بکفالۃ اعیان المضمون بھا مرّ دعوی کیا ایک شخص نے غلام کی گردن کا سوائسکا ایک مرد ضامن ہوا پھر غلام مکفول بہ مر گیا قبل اُسکی تسلیم کے مدعی نے بشہادت ثابت کیا کہ وہ غلام اُسکا مملوک تھا تو ضامن ضمان دے اُسکی قیمت بسبب جائز ہونے اعیان مضمونہ کی ضمانت کے چنانچہ مذکور ہو چکا ھم اعیان مضمونہ سے اعیان مضمونہ بنفسہا مراد ہیں اور راہن قابض پر عین واجب ہے اور بعد ہلاک کے عین، قیمت واجب ہوا بسبط ضامن پر بشہادت کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر بلکہ مدعی قابض کے اقرار سے یا عند التحلیف قسم کے انکار سے ثابت ہو تو قیمت عبد مدعی علیہ پر لازم ہے نہ کفیل پر کذا فی الطحطاوی ولو ادّعی علی عبد مأذون فکفل بنفسہ ثم ادّعی نفس العبد جل ثمات العبد برئ الکفیل کما مرّ فی الحرّ اور اگر غلام پر مال کا دعوی کیا سوا ایک مرد غلام کا حاضر ضامن ہوا پھر غلام مر گیا تو ضامن بری الذمہ ہو گیا چنانچہ آزاد کی حاضر ضامنی میں مذکور ہو چکا یعنی سوا سطے کہ مکفول بہ کی موت سے ضمانت باطل ہو جاتی ہے بسبب تعذر تسلیم کے ولو کفل عبد مأذون مستغرق عن سیدہ بأمرہ جاز لا ان لم یأمر اور اگر وہ غلام جو مدیون مستغرق بالدین نہیں ضامن ہوا اپنے مولیٰ کی طرف سے اُسکے امر سے تو جائز ہے اسواسطے کہ حق ملکیت غلام مولیٰ کے واسطے ثابت ہے ہم ظاہر غلام میں یعنی کفالت نہیں کیونکہ اہل تبرع نہیں مانند صغیر کے مگر مولیٰ کے امر سے اُسکی عدیم التصرفی زائل ہو گئی پھر جبکہ غلام پر دین نہ ہوا تو اُسکی مالیت میں مولیٰ کا حق ہوا لہذا مولیٰ کا اذن اُسکے ضامن ہونیمیں کافی ہو گیا اور اگر غلام مستغرق بالدین ہوگا تو اُسکی کفالت صحیح نہیں کذا فی الطحطاوی فاذا اعتق فاداہا او کفل سیدہ بأمرہ فادّاہ ولو بعد

منه لكن يرجع لما غرم على الاجير بما غرمه لانه كان واجبا عليه لكن لا يرجع عليه بشيء مما لا يجب دينا على الاجير بعد ذلك لانه ملكه بالاداء فاستقر ملكه عليه فلا يرجع بما لا يجب دينا عليه ولو كان الاجير اعتقه بعد ما ضمن قيمته للمولى لا يرجع عليه بشيء

تو حوالہ عبد ماذون اور محجور کا صحیح ہوا اور رضائے محیل بھی شرط ہوتو اگر وہ مکروہ ہوگا تو صحیح ہوگا اور صحت محیل شرط نہیں فی مرض کا حوالہ صحیح ہوا اور محال مین بھی عقل اور بلوغ شرط نہیں ہے تو صغیر عاقل کا احتیال علی کی اجازت پر موقوف ہوگا اگر محتال علیہ محیل سے زیادہ تر مالدار ہو اور منجملہ شرائط رضا ہو تو احتیال مکروہ غیر صحیح ہوا جو اسکا مجلس حوالہ مین شرط ہو تو اگر محتال غائب ہو مجلس سے اور سنکر جائز رکھے تو حوالہ منعقد نہین اور محال علیہ مین عقل و بلوغ شرط ہو تو حوالہ قبول کرنا صغیر کا صحیح نہین اگرچہ بامر محیل ہوا و گو اسکا ولی اسکو جائز رکھے اسواسطے کہ بامر رضا ہوا ذمنجملہ شرائط رضا ہو اور ہونا محال علیہ کا مجلس حوالہ مین اور یہ شرط انعقاد ہوا و محال بہ مین یہ شرط ہو کہ دین صحیح لازم معلوم ہو تو دل کتابت کا حوالہ صحیح نہین تو جسکی کتابت صحیح نہین اسکا حوالہ بھی صحیح نہین کذا فی الطحطاوی عن البحر و الحوالۃ شرط لصحتہا رضا الکل لا اختلافا لا انہا کالقبول وھو المحیل فلا یشترط علی المختار یشترط لا یۃ عن الذھب اور صحت حوالہ کیواسطے رضا مندی سب کی بلا خلاف مشروط ہو مگر اول یعنی محیل مین ہو اسکی رضا مندی بنا بر قول مختار شرط نہین کذا فی الشرنبلالیۃ عن الوہبانیہ اور صحت مین رضائے محیل شرط نہین مگر قدوری مین شرط ہو رضا مندی محتال کی اسواسطے شرط ہو کہ دین منتقل بحوالہ محتال کا حق ہوا اور لوگ حسن ادا اور مطل یعنی ٹال مٹول مین متفاوت ہوتے ہین تو اسکی رضا مندی ضرور ہو کہ اسکا ضرر لازم نہ آوے محتال علیہ کی مالدہندی سے اور رضائے محتال علیہ کی اسواسطے شرط ہوئی کہ اسپر دین کی ادا کرنا لازم ہوتا ہو اور لزوم دین نہین ہوتا مگر اسکے اقرار سے اگرچہ محال علیہ محیل کا مدیون ہو کیونکہ لوگ تقاضا کرنے مین متفاوت ہوتے ہین کوئی آسانی سے مانگتا ہو اور کوئی سختی سے اور رضائے محیل اسواسطے شرط نہوئی کہ قبول محتال کہ دیگا الزام یعنی قبول کرنا یہ تصرف ہو محتال علیکا اپنی ذات کے حق مین کہ محیل کا اسمین کچھ ضرر نہین بلکہ اسمین اسکا فائدہ ہو کیونکہ محتال علیہ اسپر رجوع نہین کر سکتا جیسکہ حوالہ بامر محیل نہو کذا فی النہر امام احمد بن منیع اور ابن ابی شیبہ نے روایت کی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مَطْلُ الغَنِیِّ ظُلْمٌ اھ یعنی مالدار کا ٹالنا اور ادائے دین مین ظلم ہو جب تم مین سے کسیکو حوالہ کیا جاوے مالدار پر تو چاہیے کہ حوالہ قبول کرے اکثر اہل علم کے نزدیک استحباب کا امر ہو اور امام احمد کے نزدیک واجب ہو اور ظاہر یہ ہو کہ یہ امر ارشاد کا ہو یعنی مستحب ہو جو حوالہ دین کی نقل مطالبہ کی شرعًا کذا فی الفتح ملخصًا قال ابن الکمال انما شرطہا القدوری للرجوع علیہ فلا اختلاف فی الروایۃ بل کما ابن کمال نے کہا کہ قدوری نے رضائے محیل اسواسطے شرط کی ہو کہ اسپر رجوع درست ہو تو کچھ اختلاف نہین روایات مین ہو یہ توفیق میں الیوعلین ہو یعنی اشتراط رضا کا قول اسپر محمول ہو کہ محتال علیہ محیل پر رجوع نہین کر سکتا مگر جبکہ حوالہ اسکی رضائے ہو اور عدم اشتراط کا قول صحت حوالہ پر فی حد ذاتہا محمول ہو لکن استظہر الاکمل التفصیل بان کان ابتداء او ھا ان من المحیل شرط صحۃ و بقاء لا اور اکمل نے عنایہ مین تفصیل ظاہر لکھا ہو کہ استدا حوالہ اگر محیل کیطرف سے ہو تو رضائے محیل ضرور شرط ہو اور نہین ہو شرط مین صرف یعنی اگر محیل کیجانب سے ہو تو حال ہو اور یہ فعل اختیاری ہو کہ بدون ارادہ اور رضا کے متصور نہین اور یہ روایت قدوری کا محمل ہو اور اگر ابتدا اسکی محال علیہ کیجانب سے ہو تو احتیال ہو کہ فقط رضائے محال علیہ سے تمام ہو جاتا ہو بدون رضائے محیل اور یہ روایت زیادات کا محمل ہو انتہی خلاصۃ الغایۃ الحاصل حر القدوری کے کلام مین یعنی احوالہ ہوا اور زیادات کے کلام مین یعنی احتیال ہو کذا فی الطحطاوی عن الحموی و اراد بالوجہین القبول و عدمہ فی مجلس لا یجب شرطا لا انعقاد بحر عن البدائع اور رضا سے قبول کا ارادہ کیا یعنی عدم رد و بلا قبول مراد نہین اسواسطے کہ حوالہ قبول کرنا ایجاب کی مجلس مین منعقد ہوا حوالہ کی شرط ہو کذا فی البحر عن البدائع ص اور بیسمے مین قبولہا ہو یعنی قبول احتال اور محال علیہ شرط انعقاد ہو یہ مذہب ہو طرفین کا اور ابو یوسف کے نزدیک قبول نفاذ حوالہ کی شرط ہو تو اگر محتال علیہ غائب رہے مجلس سے پھر اسکو خبر پہنچے اور وہ جائز رکھے تو حوالہ منعقد ہوگا طرفین کے نزدیک خلاف ابو یوسف اور صحیح طرفین کا قول ہو کذا فی البحر لکن فی الدرر و غیرھا الشرط قبولہ فی المجلس الذی بلغہ فیہ فافہم لما قالہ بعضہم و ما وقع للمصنف تبعا للدرر و غیرھا مین محتال کے نائب کا قبول کرنا شرط ہو اور باقی مضمون کی رضامندی شرط ہو حاصر ہونا محیل اور محال علیہ کا اور ثابت رکھا اسکو مصنف نے اپنی شرح مین ہر زیادہ اور خانیہ مین بھی یہی مذکور ہو اور اگر ان کتب کے روایات کو ابو یوسف کے قول پر محمول کیجئے تو منافات باقی نہین رہتی لیکن جو کچھ کہ طرفین کا قول صحیح ہونا ابو یوسف کا کذا فی الطحطاوی و تمامہ فی الدرر المعلوم کا فی العینی زاد فی المحیط و کافی الحقائق انتہی اور حوالہ صحیح ہو مین معلوم غیر مجہول مین مبین مین جو ہر و مین زیادہ کیا اور نہ حوالہ صحیح ہو حقوق مین اسی صم مبین مین اسواسطے حوالہ صحیح نہین کہ وہ ثابت فی الذمہ نہین تو اسکا نقل کرنا

کیونکہ فرد سے دوسرے فرد پر کیونکر منتقل ہو سکتا اور یہ عدم صحت حوالہ مطلقہ میں ہے اور حوالہ مقیدہ میں تو حوالہ صحیح ہے کافی بین ہے کہ حوالہ دو قسم ہے مقیدہ اور مطلقہ مقیدہ یہ ہے کہ محال علیہ پر عمل کا دین ہو بایں طور کہ اسکے پاس عین ہو عمل کا بطریق غصب یا ودیعت یا اور طرح سے اور مطلقہ وہ ہے کہ اصل حوالہ کو مقید دین یا عین کرے جیسا کہ اس شخص پر حوالہ کرے کہ جسپر اسکا دین ہے نہ اسکے پاس عمل کا عین ہے کذا فی الطحطاوی وہو عُرِفَ اَنَّ حَوَالَۃَ الْعَارِیَۃِ بِحَقِّہٖ مِنْ عَیْنٍ مُحَرَّرَۃٍ لَا یَصِحُّ اور جو ہرہ کی روایت سے معلوم ہوا کہ غازی کو حوالہ کرنا اپنے حق کو بقیمت غیر محرزہ سے صحیح نہیں ہے بطریق اولیٰ حوالہ جائز نہ ہوگا وَکَذَا حَوَالَۃُ الْمُسْتَحِقِّ عَلَی الْمُوَدَّعِ فِی الْوَقْفِ فَلْیُتَاَمَّلْ اناظر نہر اور اسیطرح حوالہ مستحق ناظر پر اپنے وظیفہ معلومہ کا وقت صحیح نہیں کذا فی النہر ثم قال لَعَلَّ وَجْہَہٗ اَنَّ الْحَوَالَۃَ الْمُطْلَقَۃَ ظَاہِرَۃٌ فِیْ اَنَّ الْمُحَالَ عَلَیْہِ مَدْیُوْنٌ لِلْمُحِیْلِ وَمَا لَیْسَ بِدَیْنٍ لَا یَصِحُّ الْاِحْتِیَالُ بِہٖ وَمَا لَیْسَ بِلَازِمٍ لَا یَلْزَمُ بِالْحَوَالَۃِ وَمَا لَیْسَ بِلَازِمٍ لَا یَصِحُّ الْاِحْتِیَالُ بِہٖ وَمَا لَیْسَ بِصَحِیْح

قسم تیسرین بر نہج علم بر اور اعتبار قول محیل کی یہ وجہ ہو کہ وہ عود دین کا منکر ہو حالانکہ محیل ساقی مثل احالہ دین صحیحا قضاء دینہ باصر فقال المحیل انما احلتک بدین ثابت لی علیک لم یقبل قولہ بل ضمن المحیل مثل الدین للمحال علیہ لانکارہ مطالب کیا محال علیہ نے محیل سے قرض دین کے مساوی کا جسکا محیل نے حوالہ کیا تھا مطالبہ کیا یوں دعوی ہو کہ اسکا دین ادا کیا اسکے امر سے سو محیل نے کہا کہ میں نے تو اسی دین کا حوالہ کیا جو مرا ثابت تمہارے اوپر تو اسکا قول مقبول ہوگا بلکہ محیل مساوی دین کا ضامن دیگا محال علیکو بسبب منکر ہونے محال علیہ کے مدعی محیل ہو اور محال علیہ منکر ہو لہذا منکر کا قول معتبر ہوا اگر کوئی شبہ کرے کہ محال علیہ نے حوالہ قبول کیا تو معلوم ہوا کہ وہ محیل کا دین تھا اسکا جواب شارح نے آئندہ قول دین یا وقتما الحوالۃ لیس قرارا علی الدین لصحتہا بدونہ اور حوالہ قبول کرنا دین کا اقرار ہونیں بسبب صحیح ہونے حوالہ کے بدون دین کے بھی وان قال المحیل للمحتال احلتک علی فلان بمعنی وکلتک بقبضہ فی قال المحتال بل احلتنی بدینک علی فلان لانہ المقبول للمحیل لانہ منکر وفظ الحوالۃ یستعمل فی الوکالۃ اور اگر محیل نے محتال سے کہا کہ میں نے تیرا حوالہ کیا فلانے پر یعنی تجکو وکیل کیا تاکہ دین میرے واسطے قبض کرے سو محتال نے کہا بلکہ تو نے میرے دین کا حوالہ کیا تھا جو ثابت ہے تو محیل کا قول معتبر ہے کیونکہ وہ منکر ہے یعنی محتال مدعی دین ہوا اور وہ دین کا منکر ہوا اور لفظ حوالہ وکالت بمعنی مستعمل ہے یعنی باعتبار ہیئت ظاہر کے کوئی لے کہ حقیقت حوالہ نقل دین ہو تو حوالہ بمعنی وکالت خلاف حقیقت ہے بلا دلیل اسکا جواب ہے کہ وکالت مجملا لفظ سے ہو اسواسطے کہ حوالہ وکالت میں مستعمل ہونا ہے مجازا کیونکہ وکالت میں نقل تصرف ہے موکل سے طرف وکیل کے تو اسکا ارادہ کرنا جائز ہوا تو محیل کی تصدیق کی اس مراد میں بسکون قسم کے ساتھ کیونکہ اسمیں کچھ مخالفت ہے ظاہر کی کذا فی الطحطاوی لحال بالعنۃ زید حال کونہ ودیعۃ بان اودع رجلا انعاما حال کونہ ودیعۃ ثم احتجت حوالہ کیا محیل نے اپنے اس مال کا جو زید کے پاس ہے ودیعت ہو اسواسطے کہ امانت رکھی ایک مرد کے پاس ہزار پھر اسکا حوالہ کیا اپنے دائن کو تو الحق صحیح ہے ہم ودیعت سے امانت مراد ہے تو عاریت اسمیں داخل ہوئی اور وہ عین ہے جاریہ جسکی مدت جاتی رہی یعنی فان ھلکت الودیعۃ یرئ المودع وعاد الدین علی المحیل لان الحوالۃ مقیدۃ بالمفصوب فانہ لا یبرأ لان مثلہ یخلفہ پھر اگر ودیعت ہلاک ہو تو ودیعت امین کے ذمہ ہو جائیگا حوالہ سے اور دین عود کریگا محیل پر اسواسطے کہ حوالہ مقید تھا ودیعت کے وجود سے بخلاف قرض کے کہ جو مقید بمغصوب ہوا اسواسطے کہ ہلاک مغصوب سے محال علیہ یعنی غاصب بری الذمہ نہیں ہوتا حوالہ سے کیونکہ مثل یعنی بدل مغصوب اسکے قائم مقام ہوتا ہے ہم تعلیل مذکور سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر مغصوب بعد بدل ہلاک ہوا سطرح پر کہ وہ مستحق ملک غیر ثابت ہو شہادت سے تو مغصوب و ودیعت کے مانند ہوگا یا روایت میں کذا فی الطحطاوی عن شرح المعینی وتصح ایضا بدین خاص فصارت الحوالۃ المقیدۃ ثلثۃ اقسام اور اصح صحیح ہوتا ہے دین خاص سے بھی تو حوالہ مقیدہ تین قسم ہو گیا ہم یعنی ایک حوالہ مقیدہ بودیعت اور دوسرا مقیدہ بمغصوب اور تیسرا مقیدہ بدین خاص تقیید بدین خاص اسطرح پر کہ حوالہ کو قرض یا مانند اسکے اور کسی دین کے ساتھ مقید کرے وحکمہا ان لا یملک المحیل مطالبۃ المحتال علیکو کالمحتال علیہ وھذا المحیل مع ان المحتال اسوۃ الغرماء المحیل بعد موتہ اور حوالہ مقیدہ کا حکم یہ ہے کہ محیل محتال علیہ سے مطالبہ کا مالک نہیں ہوا اور نہ محال علیہ محیل کو اسکے دینے کا مالک ہو باوجودیکہ محتال محیل کے دیوالوں کے ساتھ برابر اسکی موت کے بعد ہم یعنی اگر محیل مر گیا قبل قبض کرنے محتال کے تو مدین یا دین محتال محیل کے سبب لے باب دین میں جیسوں کے موافق مقسم ہوگا کیونکہ وہ محیل کا مال ہے کر آسیر بیکا قبض ثابت نہیں کیونکہ محتال کا بھی وہ مملوک نہیں ہوا بسبب عدم قبض کے کذا فی الطحطاوی بخلاف الحوالۃ المطلقۃ فانہا بسطہ حقہ وغیرہ بخلاف حوالہ مطلقہ کے چنانچہ ملا خسرو وغیرہ نے اسکو شرح بیان کیا ہے ہم یعنی حوالہ مطلقہ مخالف ہے حوالہ مقیدہ کے احکام مذکورہ میں یعنی محیل محتال علیہ سے دین یا دین کا مطالبہ کر سکتا ہے اور محتال علیہ محیل کو دے سکتا ہے اور محتال علیہ محیل سے رجوع کر سکتا ہے نعیدا کے اگر حوالہ اسکی رضا سے ہو کذا فی الطحطاوی فتح القدیر میں ہے کہ حوالہ مطلقہ یہ کہ محیل ایسے کہے کہ میں نے تیرا حوالہ کیا اس مرد پر اور یہ نہ کہا کہ محال علیہ اس مال سے ادا کرے جو میرا اسپر ہے تو اگر اسطرح حوالہ کرے اور محیل کا محال علیہ کے پاس مغصوب یا ودیعت یا دین ہو تو محیل اسکو طلب کر سکتا ہے کیونکہ اس عین یا دین سے محتال کا حق متعلق نہیں اسواسطے کہ حوالہ اس سے مطلق ہوا ہے بلکہ حق محتال کا محتال علیہ کے ذمہ پر ہے اور وہ عین گنجائش دے گنجائش ہے یعنی وہ اپنے مال سے ادا کرے تو محیل محتال علیہ سے اپنا دین لیگا اور حوالہ باطل ہوگا اور نتیجہ حوالہ مطلقہ یہ صورت ہے کہ اسپر حوالہ کرے جسپر

تحمیل کا دین ہونے کے پاس اسکا مین ہو اتنی بات کہ بشرطیکہ ان یحیل علی المشتری بالثمن غریما لہ ای للبائع فلو باع بشرط ان یحتال بالثمن صح لانہ شرط ملائم کشرط الجودۃ بخلاف الاول بائع نے بیع کی اس شرط سے کہ مشتری پر ثمن کا حوالہ کریگا بائع اپنے دین والے کو تو بیع باطل ہو اور اگر ثمن کی اس شرط سے کہ بائع ثمن کا حوالہ قبول کریگا تو بیع صحیح ہو اسواسطے کہ احتیال شرط ملائم عقد ہی مانند شرط کرنے جودت ثمن کے بخلاف اول کے ھو وہ یہ طلبان بیع یہ ہو کہ اس شرط کو عقد بیع مقتضی نہین ہے اور نہ اسمین بائع کا فائدہ ہو پھر جب بیع باطل ہوئی تو حوالہ بھی باطل ہوگیا بخلاف مسئلۂ ثانیہ کی شرط کے کہ وہ مناسب عقد ہی کیونکہ وہ مانا کید عقد کی موجب ہو اسواسطے کہ حوالہ عادت مین اکثر اس شخص پر ہوتا ہی جو مالدار اور خوش معاملہ ہو تو یہ جودت ثمن کی شرط کے مانند ہوئی کذا فی الدرایۃ وھو بالحمار ان شاء رجع علی المحال العاضر ان شاء رجع علی المحیل لکذا فی الکفایۃ ویرجع بما استحق وزاد محمد علیہ مال دا کیا حوالہ فاسدہ مین تو اسکو اختیار ہی ہے اپنا مال محتال قابض سے پھیرلے اور چاہے محیل سے پھیرلے اور اسیطرح حکم ہی ہر ایک اس مکان مین جہان استحقاق وارد ہو کذا فی الزیلعی ھم استحقاق وارد ہو یعنی محال علیہ کا استحقاق رجوع ثابت ہوجانیکے بائع نے کوئی چیز بیچی اور ثمن کا حوالہ کیا ایک شخص کو پھر مبیع مستحق غیر ثابت ہوئی معاوا کرنے کے وقت محال علیہ کو اختیار ہی چاہے بائع سے جا بے قابض سے اپنا مال پھیرلے وبھا ومن صور فساد الحوالۃ ما لو شرط فیھا الاعطاء من ثمن دار المحیل مثلا الخ وعن ابی یوسف انہ لو اعطاہ بالملتزم لیس لہ ان یرجع علیہ المحتال علیہ بشرط الاعطاء من ثمن دارہ ولکن لا یحبر علی البیع ولو باع یجبر علی الادا اور نزدیک ہی کہ فساد حوالہ کی صورتون مین سے وہ صورت ہو جسمین محال علیہ کا دینا ثمن دار المحیل سے شرط ہو بسبب عاجز ہونے محال علیہ کے اسکے دینے سے سبیکہ التزام کیا ان کہ محیل اپنے گھر بیچا جائیگا تو حوالہ جائز نہوگا پھر جب اسطرح سے جائز ہو اگر حوالہ کو محتال علیہ قبول کرے بشرطیکہ محیل اپنے گھر کے ثمن سے عطا کرے لیکن محال علیہ پر زبردستی نہوگی بیع پر اگر بیع کریگا تو اوسے محال علیہ پر زبردستی ہوگی ھم یعنی اگر محیل نے اپنے گھر کی بیع کا امر کیا محال علیہ کو تو جائز ہوگا کیونکہ اب اسکو بیع اور ادا پر قدرت حاصل ہوئی لیکن اسکو بیع کرنے پر زبردستی نہوگی کیونکہ ادا واجب نہین قبل بیع کے ہان اگر بیع کریگا تو ادا پر زبردستی ہوگی بسبب ثابت ہونے وجوب کے کذا فی الطحطاوی علی الدر المختار ولو قال ان لم یعطک فلان الی شھر کذا فانا اعطیک ھذا المال علی ان احیلک بہ علی فلان الی شھر کذا فلم یعطہ فلان الی الشھر لا یکون ابراء ولا تاجیلا للدین لانہ تاجیل عقد الحوالۃ بحر عن المحیط وعند ابی اللیث تاجیل صحیح نہین تو اگر ایک شخص نے کہا کہ مین تیرے اس مال کا جو فلانے شخص پر ہی اس شرط سے کہ مین تیرے مال کا فلانے شخص پر حوالہ کرونگا اب جیسے کہ تو نے مجھ سے کہا تاجیل ہی مین تیرا حق مضرف ہوگی یعنی صاحب حق ادا سے دین بعد ایک مہینے کے لازم ہوگا اسواسطے کہ عقد حوالہ کی تاجیل صحیح نہین کذا فی البحر عن المحیط وکرھت الستجۃ بضم السینین وتفتح فتح الماء وھو ہی سفتجہ بضم سین وسکون فا وفتح تا اور سین کا فتحہ بھی جائز ہی ھم سفتجہ معرب ہی سفتہ کا جو بمعنی شی محکم ہی چونکہ اس قرض مین سقوط خطر طریق سے محکمی اور مضبوطی حاصل ہوگی لہذا مسمی بسفتجہ ہوا وھی اقراض لیسقط خطر الطریق اور سفتجہ یعنی ہنڈوی کرنا قرض دینا ہی خطر راہ کے ساقط ہوجانے کے واسطے ھم صورت اسکی یہ ہو کہ اپنا مال دے کسی شہر مین یا کہیں خریدا ہوا جن کو بطریق قرض تاکہ وہ اسکے دوست یا وکیل کو مثلا دوسرے شہر مین دے تا اس طریقے سے خطر راہ سے محفوظ رہے تو مقرض کو اس قرض سے فائدہ حاصل ہوا یعنی خطر راہ کا ساقط ہوگیا وجہ کراہت وہ حدیث ہی جو عارت بن اسامہ کی مسند مین علی مرتضی رضی اللہ تعالی عنہم سے مروی ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کل قرض جر منفعۃ فھو ربوا یعنی جو قرض کہ فائدہ کھینچے وہ ربا ہی اور یہ حدیث ضعیف ہی کما سیاتی مین اسکو عبد الحق نے متروک کہا اور ابن عدی نے کامل مین جابر بن سمرہ سے روایت کی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا السفتجۃ حرام یعنی ہنڈوی حرام ہی اور یہ حدیث بواسطہ عمر بن موسی ضعیف ہی کما سیاتی اور نسائی کامل مین ابن معین نے تضعیف کی ہی اور ابن جوزی نے اسکو موضوعات مین ذکر کیا اور اس باب مین حسن روایت ہی صحابہ اور سلف سے منقول ہی وہ اثر ہی جو ابن ابی شیبہ کے مصنف مین عن خالد الاحمر عن حجاج عطا سے منقول ہی کانوا یکرھون کل قرض جر منفعۃ یعنی صحابہ کرام مکروہ جانتے تھے ہر ایک اس قرض کو جو منفعت کھینچ لاوے کذا فی الفتح عصاما حموی نے کہا اور دوسری وجہ کراہت یہ ہی کہ یہ طریقے اہم ہی قرض دار راہ کے پھر جب یہ شرط ہوئی کہ دوسرے شہر مین دے تو یہ کل تاجیل اعیان مین صحیح نہین فکانہ احال الخطر المتوقع علی المستقرض فکان فی معنی الحوالۃ تو گویا مقرض نے خطر متوقع کو قرض لینے والے پر ڈالا تو یعنی حوالہ ہوگیا ھم شارح نے یہ بیع

مناسبت متعلق کتاب الحوالۃ کے ساتھ بیان کی باتباع امام کرخی فتح القدیر اور نہر الفائق میں وجہ مناسبت یوں مذکور ہے کہ صفقہ معاطی الدیون ہو مانند کفالت اور حوالہ کے طحطاوی نے علامہ دانی سے نقل کیا کہ ہندوی مشابہ حوالہ ہے اس جہت سے کہ مقرض تخریج کیا ہے تاجر کو پھر مقرض حوالہ کرتا ہے اس مال کا جو مستقرض پر اپنے واجب ہوا ہے کے واسطے جو دوسرے شہر میں ہے وقال الا اذا کانت المنفعۃ مشروطۃ فلا یاس بہ اور فصاف نے کہا کہ جب ہندوی میں منفعت مذکورہ مشروط اور متعارف نہو تو اسکا کچھ مضائقہ نہیں ہے ظاہر عبارت اسپر دلالت کرتی ہے کہ یہ قول متفق علیہ ہے اور حالانکہ ایسا نہیں بلکہ ایک قول یہ ہے کہ کراہت اس فصل کی مطلقا ہے چنانچہ اس متن میں اور کنز کے متن کے اطلاق سے معلوم ہوتا ہے شارح زیلعی نے کہا کہ مناط کراہت جر نفع ہے خواہ مشروط ہو یا نہو اور دوسرا قول یہ ہے کہ جب منفعت مشروط نہو تو کچھ مضائقہ نہیں اور اسی قول پر جزم کیا ہے فتوی صغرا میں اور واقعات حسامیہ اور کفالہ شہید میں اور بزازیہ کے باب الصرف میں بھی اسیکو مذکور کیا ہے کذا فی النہر فتح القدیر اور شرح حموی میں واقعات سے شرط کی صورت اسطرح مذکور ہے کہ ایک مرد نے دوسرے کو مال قرض دیا اس شرط پر کہ مستقرض اسکو لکھدے فلانے شہر میں اور اگر قرض بلا شرط لکھنے کے اور مستقرض نے لکھدیا تو جائز ہے فتح القدیر اور نہر الفائق میں ہے کہ فصاف نے کہا کہ عدم شرط کے ساتھ اسوقت حلال ہے جبکہ اسکا بھیجنا دوسرے شہر میں لکھنے کا رواج ہو اور عرف ظاہر نہو اور اگر معروف اور رائج ہو کہ یہ فعل اسوا سطے ہوتا ہے یعنی یہ اقراض متوسط خطر کے واسطے مروج ہو تو حلال نہیں انتہی طحطاوی نے کہا خلاصہ یہ ہے کہ عدم اشتراط کے قول پر علت ہونے کا محل وہ ہے جبکہ اسکا رواج نہو اسوا سطے کہ متعارف مشروط کے مانند ہے انتہی

فرع مسئلہ لحقہ شارح کافی المھر عن جامع صغیر فی البزازیۃ ولو ان المستقرض وھب منہ الزائد او حبر لانہ مشاع یحتمل القسمۃ نہر اور بحر میں بزازیہ کے باب الصرف سے منقول ہوا اور اگر مستقرض اس میں سے زائد کو ہبہ کر دے تو جائز نہیں کیونکہ وہ مشاع ہے محتمل القسمۃ ہم شارح نے اختصار کیا عبارت کا اور بھروسی دایۃ بزازیہ کی یوں ہے کہ مدیون کے ہر قبول کرنے اور اسکی دعوت قبول کرنے میں بلا شرط کچھ مضائقہ نہیں اور اسیطرح اگر عمدہ بزاز کے مقبوض سے تو حلال ہے بلا شرط لکھنے کے ناقص تر یا دون میں راجح تر ادا کرے اگر وہ کثیر ہو تو جائز نہیں اور اگر قلیل ہو تو جائز ہے اور جو قعادت موازین میں داخل نہو اور من الکیلین جاری نہو تو وہ اسکو یعنی ان کو مسلم نہیں بلکہ اسکو پھیر دے اور ایک درہم کو سو درہم میں بالاتفاق پھیر دے اور نصف درہم میں اختلاف ہے بعضوں نے کہا کہ کثیر ہے اور بعضوں نے کہا قلیل ہے اور اگر مستقرض اس میں سے زائد ہبہ کرے تو جائز نہیں کیونکہ وہ مشاع محتمل القسمۃ ہے انتہی اور جو دینار قرض لے اور پورا دینار ادا کرے اور زائد کو ہبہ کر دے تو وہ ایسا مشاع ہے جو محتمل القسمۃ نہیں ہم میں نے عارف سنان افندی کی تبیین المحارم سے لکھا کہ اول تو ہم نے قاضی خان سے مانند فصل کیا پھر یہ کہا کہ جسمیں احتمال قسمت نہ ہو جائز ہے یعنی ہبہ مشاع کذا فی الطحطاوی **ولو توکل المحیل عن المحال قبض دین الحوالۃ لم یصح** اور اگر وکیل ہو محیل محال کی طرف سے دین حوالہ کے قبض کرنے کا تو صحیح نہیں ہم اسوا سطے صحیح نہیں کہ محیل اپنے واسطے عمل کرتا ہے الا بامرہ حاصل کرے کذا فی الجوہرۃ طحطاوی نے کہا بعضے نسخے میں بجائے عن المحال علی المحال ہے تو معنی عن ہو یعنی علی **وتوقف المحال علی المحیل صح** اور موقوف ہے محال کا محیل پر **ویطالب ایاہ شاء کانت الحوالۃ بشرط عدم براءۃ المحیل کفالا** خواہ محیل سے خواہ محال علیہ سے اسوا سطے کہ حوالہ بشرط عدم براءت محیل کفالت ہو کذا فی الخانیہ چنانچہ کفالت بشرط براءت اصیل حوالہ ہے کذا فی العالمگیریہ **وقیل عن الثانی لو غاب المحال علیہ فجاء المحال طالب المحیل وان برھن لان المشھود علیہ غائب فلو حاضرا وجحد الحوالۃ ولا بینۃ کان القول لہ وحلف وجعل قضاء ونصا** اور خانیہ میں ابو یوسف سے مروی ہے کہ اگر محال علیہ غائب ہو پھر محال آوے اور اسکے انکار مال کا دعوی کرے تو اسکی تصدیق نہ ہوگی اگرچہ اس دعوی کو شہادت ثابت کرے اسوا سطے کہ مشہود علیہ یعنی محال علیہ غائب ہے سو اگر محال علیہ حاضر ہو اور وہ حوالہ کا انکار کرے اور گواہ نہوں عند حوالہ کے تو محال ہی کا قول معتبر ہوگا اور اسکا انکار فسخ حوالہ قرار دیا جائیگا ہم اس صورت میں عمل ہمارے ہاں عدم شروط بسلامت حق محال ہے اور یہ مسئلہ علامات میں مذکور ہو چکا جو سابق میں مذکور ہو چکا

فرع مسئلہ لحقہ شارح کالاب والوصی اذا احال بمال الیتیم فان کان خیرا لیتیم بان کان لتاجل اصلا او تعجیلا وتاخیر الغریم فلیس لہ ذلک ومفادہ عدم الجواز لو تساویا او تفاوتا یسیرا وھو ما یدخل تحت التقویم وھو المعتمد کما فی الخانیۃ والمحیط لانہ حینئذ اشتغال بما لا یفید والعقود اغا شرعت لافادۃ المقاصد انتہی تاجر یا وصی جبکہ

مال یتیم کا جواز قبول کرے تو اگر یتیم کے حق مین بہتر ہو اسطرح پر کہ دوسرا شخص یعنی محال علیہ زیادہ تر مالدار ہو جس سے توقع ہو کہ کافی السر ہے اور اگر زیادہ تر مالدار نہ ہو تو حوالہ قبول کرنا جائز نہین ہے بخلاف جو ہرہ کی کتاب المضاربہ مین ہے مین کہتا ہون کہ غالباً شرط خیریت عدم جواز حوالہ ہی اگر دونون شخص ملیل و محال علیہ متساوی ہون یا مالداری و زیادتی دین مین یا دین مؤجل ہونے مین اسکا یقین کیا ہی خانیہ مین اسکی دلیل بھی اسی کی مقتضی ہی سوا سطے کہ دو صورت متساوی یا متقارب جواز قبول کرنا اُس جگہ کا اشتغال ہی جو مفید نہین اور مشروعیت عقود نہین کی فائدہ کیواسطے واللہ تعالیٰ اعلم ہدایون نے واسی کو حوالہ کیا کہ سو محال علیہ تہرے اسطرح غائب ہو گیا کہ اُسکا مکان معلوم نہین بسبب اُسکی عسرت و عاجزی کے سو عنانے چاہا کہ میناق تحمیل سے بھرے تو اسکو رجوع بالدین جائز نہین جبکہ محال علیہ کی موت ثابت نہ ہو کذا فی الخطاوی عن العالمگیریۃ واللہ سبحانہ اعلم واستغفر اللہ العلیم

کتاب القضاء

یہ کتاب ہے مسائل قضا یعنی جگڑے فیصل کرنے مین لما کان اکثر المنازعات تقع فی الدیون والبیاعات اعقبہا بما یقتضیہا ہر گاہ کہ اکثر جھگڑے دیون و بیاعات مین واقع ہوتے ہین قولہ مصنف دیون و بیاعات کے متعاقب اسکو لایا جو اُنکی قاطع اور رافع ہو یعنی قضا کہ رافع منازعات دیون و بیاعات ہی دیون سے مراد وہ دیون ہین کہ اور حوالہ واقع ہوتا ہو جنھہ بالمدۃ و یقصر لغۃ الحکم قضا بابمد وہ ہی اور بالف مقصورہ بھی آیا ہی لغت مین بمعنی حکم ہی ہر چند قضا لغت مین بھی حکم و فراغ و ہلاک و اداء و انہاء و مضی و صنع و فعد پر مستعمل ہی کذا فی المغرب لیکن شارح نے فقط حکم پر اقتصار کیا تا معنی لغوی اور اصطلاحی کی مناسبت ظاہر ہو جاوے و شرعاً فصل الخصومات و قطع المنازعات اور اصطلاح شرع مین قضا عبارت ہی فیصل کرنے خصومات اور قطع کرنے منازعات سے ہم یعنی وہ فیصلہ جو خصومات مین واقع ہوا اسطرح کہ حقدار کا حق بیان ہوا اور مبطل کا منع اور الزام ثابت ہو تو فیصل راجع بمعنی قطع ہی تو تعریف مین عطف تفسیری ہوا اور بتبریہ بتایا کہ مصنف ملی وجہ مخصوص کی قید زیادہ کرتا یا امیر اور حکم کی فصل خصومات قضا سے تعمل حاتی کذا فی الخطاوی وقیل غیر ذلک کما بسط فی المطولات اور بعضون نے تعریف قضا کی اسکے سوا اور طرح سے بھی کی ہی چنانچہ کتب مطولہ مین مصرح ہی صلہ الحلہ بدائع مین تعریف یون مذکور ہی کہ قضا عبارت ہی حکم مین الناس بالحق سے جو عدالت کے نزدیک حکم حادثات مین ثابت ہی خواہ حکم قطعی ہو اسطرح پر کہ اُسپر دلیل قطعی ہو یعنی نص مفسر کتاب اللہ سنت متواتر یا مشہورہ یا اجماع سے خواہ حکم ظاہر ہو اسطرح پر کہ دلیل ظاہر پر ہو جو غلبہ ظن کے موجب ہی کتاب اللہ سنت سادہ قیاس سے اور قیاس اُن مسائل اجتہادیہ مین جنمین اختلاف فقہا ہی یا جنمین سلف سے روایت نہین ہوئی القاضی وہ حکم کرے جو دلیل قطعی کے مخالف ہی تو وہ جائز نہین کیونکہ وہ حکم بالیقین باطل ہی اور اسیطرح موضع اختلاف مین وہ حکم کرے جو اقاویل امتہ سے خارج ہی تو جائز نہین کیونکہ حق اُنسے متجاوز نہین اور یہ بتفصیل مذکور مجتہد قاضی کے حق مین ہی اور مقلد قاضی یعنی مثلاً حنفی یا شافعی پر تو واجب ہی کہ اپنے مذہب کے معتمد قول پر حکم کرے تو وہ بہ نسبت اپنے مذہب کے حکم کرنے مین معزول ہی اور اگر غیر مذہب کے موافق حکم کریگا جان کر تو اسکا حکم جاری نہو گا اور اگر نادانستہ حکم کرے تو اسکو ابطال حکم مناسب ہی اور بعضی روایات مین اُسکی قضا امام اعظم کے نزدیک جائز ہی برخلاف صاحبین کذا فی الخطاوی عن البحر وامکانہ

ستۃ علی ما نظمہ ابن الغرس بقولہ **اشعار** اطراف کل قضیۃ حکمیۃ ۞ ستۃ یلوح بعدہا التحقیق ۞ حکم وحکوم علیہ وحاکم ۞ وطریق ۞ وحکوم بہ وله وحکوم علیہ وحاکم وطریق ۞ اور ارکان قضا کے چھ ہین چنانچہ ابن الغرس نے اپنے اس قول مین یعنی اطراف ہر قضیہ حکمیہ کے چھ ہین بتکے شمار کر لینے سے تحقیق ظاہر ہوتی ہی احکم ہی ۲ محکوم بہ ۳ محکوم علیہ ۴ حاکم ۵ طریق ۶ ہم ابن الغرس یعنی مجمد نواکہ بذریعہ کا مصنف ہے اور اسکا نام سے مراد ہی کان ہین اور قضیہ عبارت ہی حادثہ سے جسکو عرف مین مقدمہ کہتے ہین حکم بیتہ ہی قولی اور فعلی حکم قولی یہ کہ قاضی کہے کہ مین نے تجھپر حکم کیا یا لازم کیا یا تجھ قضا مین نے جاری کی یا ترے نزدیک ظاہر یا صحیح ہو گیا یا مین جان گیا اور حکم فعلی اسطرح پر کہ قاضی نے مثلاً یتیم کا مال آپ خرید کیا یا اپنا مال یتیم کے ہاتھ بیچا تو جائز نہین کیونکہ قاضی کی بیع حکم ہی اسکا اور وہ اپنی ذات کا قاضی نو سکتا اور محکوم یعنی جس پر کہ قاضی نے حکم دیا اسکی شرط یہ ہی کہ معلوم ہو اور محکوم لہ یعنی مدعی اسکی شرط یہ ہی کہ دعوی اُسکا صحیح ہو اور مدعی کے ہونیکی شہادت قاضی کیواسطے مقبول ہی اور محکوم علیہ یعنی مدعا علیہ مین یہ شرط ہی کہ حاضر ہو کیونکہ قضا علی الغائب صحیح نہین اور حاکم یعنی قاضی کی نو شرطین ہین اول عقد ۲ بلوغ ۳ اسلام ۴ حریت ۵ سمع ۶ بصر ۷ نطق ۸ عدم قذف سے سلامت رہنا ۹ حکم دینے کیواسطے مقرر ہونا فقط دعوی کی سماعت کیواسطے

ور مرد ہونا اور جسمیں یہ شرطیں ہیں ہر ایک عبارت ہے دوسری سے کذا فی الطحطاوی اھ قولہ او اھل الشہادۃ ای ادائہا علی المسلمین کذا فی الحواشی السعدیۃ اور لائق قضا کے وہ ہی ہو جو لائق ہی کے لائق ہو یعنی جو ادائے شہادت علی المسلمین کے لائق ہی کذا فی الحواشی السعدیۃ ہم ادائے شہادت کی قید سے کل شہادت خارج ہو گیا کیونکہ کامل شہادت کا رقیت اور کفر کی حالت میں صحیح ہی نہ ادائے شہادت اور مراد ماتن یہ ہی کہ قضا اور شہادت دونوں کا مرجع ایک چیز کی طرف ہی یعنی ہر مسلم بالغ عاقل عادل ہونا نہ اعمی محدود فی القذف نہ مہرا گونگا ہونا اور جو نکہ اوصاف شہادت زیادہ سر مشہود تھے اوصاف قضا سے لہذا اوصاف قضا کو اوصاف شہادت سے بیان کر دیا اور طرش یعنی جو شور کی آواز سنے تو قول اصح یہ ہی کہ اسکا قاضی ہونا جائز ہی کذا فی النہر وہو دعلیہ ان الکامل یجوز تقلیدہ القضاء لیحکم بین اھل الدعۃ ذکرہ الزیلعی فی التحلیم اور کلیہ مذکور یعنی جو اہل شہادت علی المسلمین ہو وہ قضا کا اہل ہی یہ لغو اعتراض ہو سکتا ہی کہ کافر کو تقلید قضا جائز ہی تا وہ ذمیوں میں حکم کرے چنانچہ زیلعی نے اسکو باب التحکیم میں ذکر کیا ہی ہم علامہ ابو السعود نے کہا کہ زیادہ جو کہ شہادت علی المسلمین کی اہلیت نہیں رکھتا مگر اسکا قاضی ہونا ذمیوں میں صحیح ہی تو کلیہ مذکورہ صادق نہ رہا یہ اعتراض ہی صاحب نہر کا جواب اعتراض یہ ہو کہ یہ قاضی خاص کی تعریف ہی یعنی قاضی مسلم کی اور یہ خود ظاہر ہو کہ شاہد علی المسلم شاہد علی الذمی ہوتا ہی تو ذمی پر اسکی قضا بھی جاری ہو گی کذا فی الطحطاوی وشرط اھلیتہ شرط اھلیتہ فان کلا منہما من باب الولایۃ والشہادۃ اقوی کما مر منۃ قط القاضی والقضاء سلم علی الخصم فلذا اخر حکم القضاء یسعی من حکم الشہادۃ ان کمال اور اہلیت شہادت کی شرط اہلیت قضا کی شرط ہی اسواسطے کہ شہادت اور قضا دونوں ولایت ہیں اور شہادت قوی تر ہی قضا سے کیونکہ شہادت قاضی پر لازم ہی اور قضا ہی خصم پر لازم ہی اسواسطے کہا گیا ہی کہ حکم قضا حکم شہادت سے مترتب ہی کذا صرح ابن الکمال ہم حلبی نے کہا کہ ماتن کا یہ قول کہ ہر ہو گیا اسکے قول سابق کے ساتھ طحطاوی نے کہا کہ اگر یہ فائدہ ہی کہ قول ثانی یعنی والفاسق اھلہا فیکون اھلہ بکلہ یعنی وھو باو یا نہ مقلدہ کفایل شہادتہ بہ یقضی اور فاسق اہل ہی شہادت کا تو قضا کا بھی اہل ہو گا لیکن واجب ہی کہ فاسق کو قاضی نہ کیجئے اور اسکا قاضی کرنے والا گنہگار ہوتا ہی جیسے اسکی گواہی قبول کرنے والا عاصی ہوتا ہی اسیکا فہمی ہی ہم مغرب میں ہی کہ لغت میں فسق خروج عن الاستقامۃ کو کہتے ہیں اور شرع میں ارتکاب کبیرہ یا اصرار علی الصغیرہ فسق ہی فاسق کو اسواسطے قاضی کرنا نہ چاہیے کہ قضا باب امانت سے ہی اور فاسق مرد دین میں امانت داری کے لائق نہیں اسکی قلت مبالات کے سبب اور قول مفتی کے مقابل وہ قول ہی جو بعضوں نے کہا کہ بہتر یہ ہی کہ شہادت فاسق مقبول ہو اور اگر قبول کرے تو جائز ہی اور وہ قول ہی کہ قضا فاسق صحیح نہیں اور یہی قول ہی ائمہ ثلثہ کا اور یہی مختار ہی طحطاوی کا یعنی نے کہا کہ اسی قول پر فتوی دینا لائق ہی خصیصا اس زمانے میں نہر الفائق میں کہا کہ اگر اسکا اعتبار کیجئے تو قضا کا دروازہ بند ہو جائے خاص کر ہمارے زمانے میں لہذا جو مصنف نے اختیار کیا وہی اصح ہی جیسا کہ علامہ میں ہی اور یہی اصح الاقاویل ہی جیسا کہ عادہ میں ہی کذا فی الطحطاوی وقیدہ فی القاعدیۃ بما اذا غلب علی ظنہ صدقہ فلیحفظ درر اور قاعدہ میں قبول شہادت کو اسطرح مقید کیا ہی جبکہ قاضی کے گمان میں فاسق کی صداقت اور راستی غالب ہو جائے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے کذا فی الدرر یعنی اگر فسق غالب صدق کا ہو یا صدق اور کذب گمان میں برابر ہوں تو اسکو قبول نہ کرے یعنی اصلا قبول کرنا صحیح نہیں فاستثنی الثانی الفاسق ذا الجاہ والمروۃ فانہ یجب قبول شہادتہ بزازیہ قال فی الفتح وعلیہ فلا یأثم ایضا بتولیتہ القضاء حیث کان کذلک الا ان یقع بینہما انتہی قلت سیجئ تضعیفہ فراجعہ اور ابو یوسف نے فاسق صاحب جاہ اور مروت کو مستثنی کیا ہی کیونکہ اسکی شہادت قبول کرنا واجب ہی کذا فی البزازیہ نہر الفائق میں کہا تو جواب اس قول کے اسکے قاضی کرنے میں بھی گنہگار رہو گا جبکہ فاسق صاحب جاہ اور مروت ہو مگر یہ کہ ابو یوسف قبول شہادت اور قضا کی تقلید میں فرق کرتے ہوں انتہی مافی النہر میں کہتا ہوں تضعیف اس قول کی آگے آوے گی سو اسکی طرف رجوع کر ہم کتاب الشہادۃ میں فتح القدیر سے مذکور ہو گا کہ فاسق صاحب مروت کی گواہی قبول نہیں کیونکہ بمقابلہ نص ہی وفی معروضات المفتی ای السعود لما وقع التساوی فی قضاۃ زماننا فی العدالۃ ظاہرا ومع تقدیم الاعلم فالاعلم فی العلم والدیانۃ والعدالۃ الیہا وفی الحاوی لو استووا فی الموضعات میں ہی کہ ہر گاہ ظاہر التساوی واقع ہوئی ہمارے زمانے کے قاضیوں میں وجود عدالت میں تو امر سلطانی وارد ہوا اسکی تقدیم کا جو افضل یعنی زیادہ تر علم اور دیانت اور عدالت میں ہم ہو متقی ممدوح کے زمانے میں تھا اور اسی

عدم عدالت مین تساوی موجود ہی تو اب کو مقدم کیجیے معروضات مفتی سے وہ مسائل مراد ہین جو مفتی موصوف کے زمانہ مین سلطان کے ۔۔۔ ہوئے اور نسخہ جدید مین ہم کیے گذرانی الطحطاوی والعدو لا تقبل شہادتہ علیہ وعلی عدوہ انتہا کافتہ سویدیہ ولو قضی القاضی بہا لا ینفذ ذکرہ یعقوب باشا فلا یصح قضاءہ علیہ ولا تقرر ان اہلہا اہل الشہادۃ قال المصنف وبہ افتی مفتی مصر شیخ الاسلام امین الدین ابن عبد العال اور دشمن کی گواہی مقبول نہین اسکے دشمن ہونیکی دونون صورتون مین یعنی عداوت ہو اور اگر قاضی دشمن کی گواہی کے بموجب حکم کرے تو اسکا حکم نافذ نہین یعقوب باشا نے اسکو ذکر کیا ہی تو دشمن کی قضا صحیح نہین اسواسطے کہ ثابت ہوگیا کہ اہل قضا وہ ہی جو اہل ہی شہادت کا مصنف نے اپنی شرح مین کہا سیکا فتوی دیا مصر کے مفتی شیخ الاسلام امین الدین ابن عبد العال نے قال وکذا یعدل العدو لا یقبل علی عدوہ کہا مفتی امین الدین نے اور اسیطرح صحیح عدو کا مقبول نہین اسکے عدو پر مگر عدو سے مودۃ ہی کا مکتوب ہو دوسرے قاضی کی طرف قطعی کہ اسکے دشمن کے مقدمے مین اسپر عمل سے وثوق کامل اور نہین کیونکہ خطر پر عمل کرنا ہمارے مذہب مین نہین محکوم اس عبارت کا اسطلب ہی ظاہر ہوا اور غیر قال الرامی ہی معنی مذکور کیطرف کیونکہ یہ عبارت مصنف کی شرح مین مجھ کو نہین ملی انی الطحطاوی ثم نقل عن شرح الوہبانیۃ انہ لم یر نقلہا عندنا وینبغی انفاذ لو القاضی عدلا غیر مصنف اپنی شرح مین علامہ عبد البر کی شرح وہبانیہ سے یہ نقل کیا کہ دشمن کے قضا قاضی کے سننے کی نقل نظر نہین ہی ہمارے نزدیک اسکے نفاذ و قضا لائق ہی اگر قاضی عادل ہو وقال ابن وہبان یحتاط ان یعلمہ لم یجز وان بشہادۃ العدول بحضرۃ الناس عامۃ اور ابن وہبان صاحب وہبانیہ نے بطریق بحث کے کہا کہ اگر قضا اپنے دشمن پر قاضی کے سامنے ہو یعنی بموجب اسکی دانست کے تو جائز نہین اور اگر شہادت عدال ہو لوگون کے سامنے تو جائز ہی انتہی کلامہ قلت واعتمد القاضی محب الدین فی منظومتہ فقال استقضا

وکن لعدوہ قاض حکم	ان کان عدلا صح ذاک وانہم	واختار بعض العلماء وفصلا	ان کان بالعلم قضی لن فصلا
فان یکن یحضر من الملا	وبشہادۃ العدول قبلا		

مین کہتا ہون اور اعتماد کیا قول مذکور قاضی محب الدین نے اپنی منظومہ مین یعنی اگر قاضی اپنے دشمن پر قاضی نے حکم کیا کہ اگر قاضی عادل ہو تو یہ حکم صحیح ہی اور مرد اور بعضے علمانے پسند کیا اور یعون تفصیل کی ہو کہ اگر قاضی نے اپنی دانست پر علم پا معتبر کیا اور اگر حاضرات کے سامنے شہادت عدول سے ہو تو مقبول ہی قلت لکن نقل فی البحر والعینی والزیلعی والمصنف وغیرہم عند مسئلۃ التقلید من البحر عن الناصحی وقد یؤید ادلۃ القائلین بالحصر فان من لم تجز شہادتہ لم یجز قضاءہ کما لا یعتمد علی کتابہ انتہی وہو صریح او کالصریح فیما اعتمدہ المصنف کما لا یخفی فلیعتمد وبہ افتی محقق الشامیۃ الرملی ومن خطہ نقلت انہ لو قضی علیہ ثم ثبت عدالتہ بطل قضاءہ فلیحفظ مین کہتا ہون بحر الرائق اور مین نے اور زیلعی مصنف مجمع نہر نے ساطان العلم کی تقلید قضا کے مسئلے کے پاس خصاف کی تہذیب الناضی مین بھی ہے یعنی کیا ہی کہ جسکی شہادت جائز نہین اسکی قضا جائز نہین اور جسکی قضا جائز نہین اسکے مکتوب پر اعتماد نہین انتہی کلام الناضی اور یہ قول صریح یا صریح کے مانند ہی اور اسی قول مین ہیں مصنف متن مین پر اعتماد کیا چنانچہ یہ رشید نہین تو اسی پر اعتماد کرنا چاہیے اور اسیکا فتوی دیا ہی محقق شامیہ نے اور اہل کے قول سے مین نے نقل کیا کہ اگر ایک شخص پر قاضی نے حکم کیا پھر اسنے قاضی کی عداوت ثابت کردی تو اسکی قضا باطل ہی اسکو یاد رکھنا چاہیے وفی شرح الوہبانیہ للشرنبلالی ثم انما تثبت العداوۃ بما یعد قذفا وجرحا وقتلا وفی بحث خاصۃ نعم ہی تمنع الشہادۃ فیما وقعت فی الخاصۃ کشہادۃ وکیل بما وکل فیہ ووصی وشریک اور شرنبلالی کی شرح وہبانیہ مین ہی پھر عداوت تو ثابت ہوتی ہی مانند قذف اور زخمی اور قتل کرنے ولی کے نہ خطوط خصمیت سے پائی جاتی شہادت ہی اس معاملے مین جس مین خاصمت واقع ہوگئی جیسے شہادت وکیل کی اس معاملے مین جسمین وہ وکیل ٹھہرا اور جیسے شہادت وصی اور شریک کی ہر اسی مین مقبول نہین جسکی اسکو وصیت اور شرکت کی حال شرکت مین کذا فی الطحطاوی والفاسق لا یصلح مفتیا لان الفتوی من امور الدین والفاسق لا یقبل قولہ فی الدیانات ابن ملک زاد العینی واختارہ کثیر من المتاخرین وجزم بہ صاحب المجمع فی متنہ وعلیہ عبارات بلیغہ وہو قول الائمۃ الثلثۃ ایضا اور فاسق صلاحیت نہین رکھتا مفتی ہونے کی یعنی امام کو فاسق کا مفتی مقرر کرنا لائق نہین اسواسطے کہ فتوی دین کے امور سے ہی اور فاسق کا قول دیانات مین مقبول نہین ہوتا کذا صرح ابن ملک علامہ عینی نے

اشارہ وہ کہا اور اسکو بہت متاخرین حنفہ نے اختیار کیا ہے اور اسی پر صاحب مجمع نے اپنے متن مین یقین کیا ہے اور معنی کی شرح مجمع مین عبارات بلیغہ مین اور یہی ائمہ ثلثہ کا بھی قول ہے ومفہوم مافی التحریر انہ لایحل استفتاءہ اتفاقا کما بسطہ المصنف اور جو محرر مین ہے آسکا ظاہر مطلب ہے کہ فاسق سے فتوی لینا اور مسئلہ پوچھنا بلا اختلاف حلال ہے چنانچہ اسکو مصنف نے اپنی شرح مین بیان کیا ہے وقیل لہم صلوا وبہ جزم فی الکنز لانہ یجتہد فی تحری الخطاء اور قول ضعیف یہ ہے کہ یہان فاسق متفقہ گری کی صلاحیت رکھتا ہے اور اسی قول پر کثرت مین یقین کیا ہے اسواسطے کہ متفقہ فاسق قول صواب کے بتانے مین کوشش کرتا ہے بنسبت خطا کے خوف سے یعنی اس خوف سے کہ کوئی اسکو خاطی نہ کہے ہم طحطاوی نے کہا یہ تب ہے کہ شارح عذر نسبۃ الخطا کہتا اسواسطے کہ خطا بمعنی عذر ہے یعنی بمعنی مرکذا فی القاموس وبخلاف فی اشتراط الاسلام وعقل وشرط بعضہم یقظتہ لاحریتہ وذکوریتہ ونطقہ فیصح افتاء الاخرس اضطرارا اور علماء مین خلاف ہے کہ مفتی کے اسلام اور عقل کے شرط ہونے مین اور بعضون نے مفتی کی ہوشیاری اور بیداری شرط کی ہے مفتی کا آزاد ہونا اور نہ آسکا مرد ہونا اور نہ آسکا ناطق ہونا تو گونگے کا فتوی دینا صحیح ہے یا نہ اشکی تضاء مین گونگے کا فتوی دینا اُسوقت صحیح ہے جبکہ اسکا اشارہ مفہوم ہو بلکہ مفتی ناطق سے اگر کہا جائے کہ یہ چیز کیا جائز ہے پھر وہ سر ہلا دے یعنی ہان کردے تو آسکے اشارے پر عمل کرنا جائز ہے کذا فی النہر فائدہ جلیلہ فتاوی عالمگیری مین ہے کہ مفتی خوارم مین سے ہو اور یہ کہ مفتی کو آرام دہ ہو اور فقیہ النفس سلیم الذہن حسن المعرفت ہو اور صحیح یہ ہے کہ فتوی دینا غیر مکروہ ہو اُس شخص کا جو آسکی لیاقت رکھتا ہو اور حاکم پر لازم ہے کہ شخص اور تلاش کرے کہ کون عالم فتوی دینے کے لائق ہے اور منع کرے فتوی دینے سے آسکو جو لیاقت نہین رکھتا اور شرط فتوے سے یہ ہے کہ ترتیب مستفتیون کی یاد رکھے اغنیا اور اخوان سلطان اور امراء کیطرف میلان نہ کرے بلکہ پہلے آسکا جواب لکھے جسنے پہلے استفتا کیا خواہ وہ غنی ہو یا فقیر اور آداب افتا سے یہ ہے کہ کاغذ استفتا کو بحرمت لے اور سوال کو ہوشیاری سے پڑھے بار بار تا انکہ حقیقت سوال خوب ظاہر ہو جائے پھر جواب لکھے اور یہ شرط ہے کہ کاغذ کو بھینچ نہ دے جیسے کہ بعضے لوگون کی عادت ہے کیونکہ اسمین اللہ تعالی کا نام ہے اور اعظم نام مقدس کی واجب ہے اور جب مفتی جواب تحریر کرے تو لائق یہ ہے کہ جواب کے بعد واللہ اعلم یا مانند اسکے لکھے اور واجب ہے کہ مفتی علیم رزین تدبر زبان دان رشید الذہن ہو اور لائق نہین کہ بدون سوال کے فتوے کیواسطے احتجاج کرے اور اگر فتوے دینے مین رجوع کرے اور واضح نہ شمار ہوے نہ شک کرے اور یہ شرط ہے کہ اپنے امام کے مسائل یاد کرلے اور آسکے قواعد اور اسالیب کو معلوم کرلے اور واجب نہین افتا اصل مرجع مجتہد ہو اور فتوی مین تساہل کرنا اور حیلون کی پیروی کرنا حرام ہے اگر اغراض مین فساد واقع ہوا در فتوی نہ دے اُس حالت مین کہ جو اُس کے متعین ہون اور رہبر یہ ہے کہ فتوی دے اور اگر بیت المال سے روزینہ نہ جاری ہو یا وجود کفایت کے اور مستفتیون سے اجرت نہ لے اور اگر اہل شہر آسکے واسطے کچھ روزی مقرر کردین تو جائز ہے اور حاکم پر لازم ہے کہ مدرس و مفتی کیواسطے بقدر کفایت روزی مقرر کرے اور ہر شہر کیواسطے اصطلاح ہوتی ہے پھر اہل ہر شہر کو فتوی دینا اُس مفتی کو جائز نہین جو اُنکی اصطلاح سے واقف نہین اور حاکم پر لازم ہے کہ مفتی کو قبل از فتوی دینے کے اصطلاح شہر سے واقف کرے اور ہر شہر کیواسطے اصطلاح ہونی ہے بوجہ اس کے کہ متعلقات لفظ سے اہل شہر کو فتوی دینا اُس مفتی کو جائز نہین جو اُنکی اصطلاح سے واقف نہین اور حاکم پر لازم ہے کہ مفتی کو قبل از فتوی دینے کے اصطلاح شہر سے واقف کرے اور ہر شہر کیواسطے اصطلاح ہوتی ہے پھر اہل ہر

سلف صاحبین میں سے کوئی ہو تو دونوں کے قول کے مقابلہ میں اسکا قول ترک ہوتا ہے اور اگر صاحبین نے اختلاف کیا ابوحنیفہ سے تو اگر اختلاف اسکا بیان ہو جیسے عامہ عدالت پر حکم کرنا تو بیان صاحبین کا قول لے بواسطہ تغیر احوال مردم اور مزارعت اور معاملت میں بھی صاحبین کے قول کا اختیار کرے کیونکہ اسپر متاخرین کا اجماع ہوا اور اسکے سوا میں بعضوں نے کہا کہ مجتہد تخییر ہو اپنے اجتہاد کے موافق عمل کرے اور بعضوں نے کہا کہ یہاں پر ابی حنیفہؒ کے قول کو لے انتہی کذا فی الطحطاوی تو یقول الی یوسف ثم یقول محمد ثم یقول زفر ثم الحسن بن زیاد ثم ھو کان ابو حنیفہ وسیراجیہ وعباب النہر ثم یقول الحسن فتنبہ پھر ابوحنیفہ کے بعد ابو یوسف کا قول لے پھر انکے بعد محمد کا قول لے پھر انکے بعد زفر اور حسن بن زیاد کا قول لے اور یہی ترتیب کو اصح قول ہی کذا فی المنیۃ السراجیہ اور عبارت نہر الفائق اسطرح ہی کہ پھر زفر کے بعد حسن بن زیاد کا قول لے سو خیر وہ ہو یعنی مرتبہ حسن کا بعد زفر کے ہی نہر الفائق میں اور منیہ اور سراجیہ میں زفر اور حسن بن زیاد ہمرتبہ ہیں حموی نے کہا کہ جب ایک مسئلہ میں مفتی قولوں کی تصحیح واقع ہوئی ہو تو مفتی مختار ہو جسکا چاہے فتوی دے اور یہ جائز نہیں کیونکہ ایک مقدمہ میں دو قولوں کا فتوی دے چنانچہ ہمارے زمانے کے بعضے مفتیوں سے ایسا ہی واقع ہوا واصحح فی الحاوی اعتبار قوۃ المدارک دلالۃ اضبط لنھر اور حاوی قدسی میں اعتبار کرنے قوۃ مدرک کی تصحیح کی ہی اور قول دال اضبط ہی کذا فی النہر ھو تصحیح حاوی الطلاق متن کے مقابل ہی اور مدرک بفتح را مصدر میمی ادراک یعنی دو مختلف قولوں میں قوت ادراک مفتی کو اور قوت ادراک کا جمع ہمدلیل کی قوت کیطرف یا مدرک سے محل ادراک مراد ہی یعنی دلیل صاحب مذہب کے قول کی یعنی منیہ اور سراجیہ کے قول کی اسواسطے اضبط کہا کہ وہ خاص اور عام کو شامل ہی عامہ وہ شخص جو قوت مدرک کو ادراک نہیں کر سکتا علاوہ اسکے کہ وہ گاہے انسان کو لیتہ رہتے اور ادراک کے قوت معلوم ہوتی ہی اور واقع اسکے برخلاف ہوتا ہی یا بسبب دلیل قوت معلوم ہوتی ہی اور صاحب مذہب کی دوسری دلیل ہو جسپر شخص مطلع نہیں بحر الرائق میں کہا کہ تصحیح حاوی قوی اس صورت میں ہی جبکہ امام ایک جانب میں ہو اور صاحبین دوسری جانب میں صاحب بحر الرائق نے کہا کہ اگر کوئی کہے کہ مشائخ کو فتوی دینا بغیر قول امام کیوں کر جائز ہوا باوجودیکہ وہ مقلد ہیں امام کے میں کہتا ہوں کہ یہ شبہہ بہت دیر تک مشکل رہا اور اسکا جواب میں نے نہیں دیکھا مگر جواب میں سمجھا ہوں انکے کلام سے وہ یہ ہو کہ مشائخ نے ہمارے اصحاب سے نقل کیا کہ اسکو فتوی دینا ہمارے قول کا خلاف نہیں جب تک نہ جانے کہ جسنے کہا اور سراجیہ میں نقل کیا کہ عصام کو امام کی مخالفت کیا کرتے تھے تو اسکا بھی سبب تھا اور وہ بخلاف قول امام اکثر فتوی دیا کرتے تھے کیونکہ امام کی دلیل انکو معلوم ہوتی تھی اور اوپر دوسری دلیل ظاہر ہوتی تو اسکے موافق فتوی دیتے تھے سو میں کہتا ہوں کہ یہ شرط مشائخ سابقین کے زمانے میں تھی یعنی اسواسطے کہ انکو رتبہ اجتہاد حاصل تھا اور ہمارے زمانے میں فقط حفظ یعنی حفظ اقوال امام کافی ہی چنانچہ قنیہ وغیرہ میں ہی تو اب فتوی دینا بقول امام حلال ہی بلکہ واجب ہی اگرچہ معلوم نہو کہ امام نے کہاں سے کہا اور یہ وجب اس تقریر کے جو فرق ال کی حاوی نے تصحیح کی وہ اسی شرط مذکور سے مبنی ہی اور فقہا نے تصحیح کی ہی کہ فتوی دینا امام کے قول پر ہی تو نتیجہ یہ حاصل ہوا کہ میسر یعنی مقلدین پر اتباع قول امام واجب ہی اگرچہ مشائخ نے یہ خلاف اسکے فتوی دیا ہو کیونکہ انکا فتوی دینا امام کے قول پر ہی یا بسبب فقدان شرط کے انکے حق میں یعنی واقف ہونا امام کی دلیل پر اور میسر تو اتباع قول امام لازم ہی اگرچہ انکی دلیل نہ جانیں انتہی مضمون البحر کذا فی الطحطاوی ولا یجوز لہ تقلید من شاء بل لمقلد متی خالف معتقد مذھبہ لینفذ حکمہ ویقضی ھو المختار للفتوی کما بسطہ المصنف فی فتاواہ وغیرہ وقدمناہ فی اول الکتاب وسیجیء اور قاضی مختار نہیں اخذ مذاہب میں جبکہ وہ مجتہد نہو بلکہ قاضی مقلد جیکے اپنے مذہب کے معتمد قول کا خلاف کریگا تو اسکا حکم جاری نہو گا بلکہ رد کیا جائیگا یہی قول اصح ہی فتوی کیواسطے جیسا کہ مصنف نے اسکو مشرح بیان کیا ہی اپنے فتاوے میں اور غیر مصنف نے بھی اور ہم اس کتاب کے اول میں قبل کتاب الطہارۃ اسکو مقدم کر کر چکے ہیں اور آئے بھی یہ نکتہ ہوگا وفی القہستانی وغیرہ اعلم ان کل موضع قالوا الرأی فیہ للقاضی فالمراد قاضی لہ ملکۃ الاجتہاد انتہی اور قہستانی وغیرہ میں ہی معلوم ہو کہ جس مقام میں علما نے کہا کہ اسمیں قاضی کی رائے ہی تو وہاں سے قاضی مراد ہی جسکو قوت اجتہاد حاصل ہو انتہی وفی الخلاصۃ وانما ینفذ القضاء فی المجتہد فیہ اذا علم انہ مجتہد فیہ وانا لا فلا اور خلاصہ میں ہی کہ مجتہد فیہ یعنی جسمیں اختلاف مجتہدین ہی اسمیں قبل اسوقت حکم قاضی نافذ ہوتا ہی جبکہ قاضی کو معلوم ہو کہ وہ مجتہد فیہ ہی اور اگر یہ معلوم نہو تو حکم اسکا نافذ نہیں صریح یہ حکم ہی قاضی مجتہد کا اسواسطے بھی معلوم ہو چکا کہ قاضی مقلد پر اتباع مشہور مذہب واجب ہی غیر مذہب کا اسکو خلاف معلوم ہو یا نہو اور مجتہد کو حکم مجتہد فیہ اسواسطے شرط ہوا کہ شاید صحابہ یا غیر صحابہ کے اجماع سے اسکا حکم مخالف نہو جاوے کذا فی الطحطاوی واذا اختلف مفتیان فی جواب

حادثۃ فلم یذکروا فقیھا بعد ان یکون ناظرا فیہ او ناظرا فیہ اور جب دو مفتی ایک مقدمہ کے جواب میں مختلف ہوں تو قیاس تو یہ کہتا ہے کہ قاضی اختیار ہو
یعنی جو دونوں میں زیادہ متقی اور زیادہ تر پرہیزگار ہو اُسکے قول پر قاضی عمل کرے وفی الملتقط واذا استفتی علیہ امرؤ لا رأی لہ فیہ شاور العلماء وتظاھر حسن
اقامہ وقضی بما رأہ صوابا بالغبیہ الا ان یکون غیرہ اقوی فی الفقہ ووجوہ الاجتہاد فیجوز ترک رأیہ برأیہ اور ملتقط میں ہے اور جب قاضی پر
کوئی امر مشکل ہو اور اسکی رائے امین نہ ہو اُسکا اجتہاد کسی متقی پر واقع ہو تو علما سے مشورہ لے اور انکے اقوال میں سے خوب تر قول کو تامل کرے اور جس قول کو ٹھیک اور
حق جانے اسپر حکم کرے نہ اُس قول پر کہ اُسکے سوا ہو مگر اُس صورت میں جبکہ غیر قاضی فقہ اور وجوہ اجتہاد میں قوی تر ہو تو اب قاضی کو اپنا اجتہاد ترک کرنا بمقابلہ اجتہاد غیر قوی
کے جائز ہے ھذا اذا کان المجتھد قاضی کے حق میں مقبول ہے فتاوی عالمگیری میں ہے کہ اطراف جوانب کے علما سے مشورہ لینا خط لکھکر سنت قدیمہ ہے حوادث شرعیہ میں اور
اگر قاضی مجتہد نہیں تو درصورت اختلاف جو اُسکے نزدیک فقہ اور اورع ہو اُسکا قول لے ہر چند ایک عالم سے مشورہ لینا کافی ہے لیکن چند علما سے مشورہ لینا احوط ہے شرح
قال وان لم یکن ھو من اھل ذلک عمل علیہ تقلیدھم واتباع رأیھم واذا قضی بخلافہ لا ینفذ حکمہ پھر صاحب ملتقط نے کہا اور اگر قاضی مجتہد نہ ہو تو اُسپر
تقلید اصحاب سے اور انکی رائے کا اتباع واجب ہے تو اگر برخلاف اُسکے حکم کریگا تو اُسکا حکم نافذ نہ ہوگا ھذا یعنی درصورت اتفاق اتباع جمیع اصحاب واجب ہے اور درصورت
اختلاف قول احدھما کا اتباع لازم ہے کذا فی الخطاوی المصرح بہ شرط لنفاذ القضاء فی ظاھر الروایۃ وفی روایۃ النوادر لا ینفذ فی القری وفی عقار کائنۃ فی
وکیلہ علی الصحیح خلاصہ وبہ یفتی بزازیہ شہر کا ہونا قاضی کے حکم جاری ہونے کی شرط ہے ظاہر الروایۃ میں اور روایت النوادر میں شہر کا ہونا شرط نہیں تو حکم اُسکا
جاری ہوگا دیہات میں اور اُس میں ہے جو اُس قاضی کی حکومت میں واقع نہیں بنا بر قول صحیح کے کذا فی الخلاصۃ اور اسی قول غیر ظاہر الروایۃ پر فتوی ہے کذا فی البزازیۃ اخذ
القضاء برشوۃ للسلطان ولقومہ وھو عالم بہا او بشفاعۃ جامع الفصولین ومتاوی ابن نجیم او استثنی ھو او اخوہ انہ بعلمہ شر بلا لبسۃ
وحکم لا ینفذ حکمہ قاضی نے عمدہ قضا لیا بادشاہ یا اُسکی قوم کو رشوت دیکر اور علانکہ قاضی رشوت دینے سے واقف ہے یا سفارش کرا کے فصلی کذا فی جامع
الفصولین فتاوی ابن نجیم یا قاضی نے خود رشوت لی یا اُسکے عملہ مددگار نے قاضی کی دانست میں اور حکم کیا تو اُسکا حکم نافذ نہیں ھم حیث قاضی مذکور کا حکم نافذ نہ ہوا تو اُسکے
متعلقوں اور فسوخ سب باطل ہیں حدیث میں راشی اور مرتشی اور رائش پر لعنت وارد ہے راشی وہ ہے جو رشوت دے اور مرتشی وہ جو رشوت لے اور رائش وہ جو دونوں میں متوسط ہو
جسکے ہاتھ رشوت حاصل ہوتی ہو عموی نے کہا کہ اس زمانے کے قاضیوں کو اس لعنت کی بشارت سنانا چاہیے خصوصاً مصر کے قاضیوں کی طرف ناچار ہے کہ بعضا قاضی جو رشوت
لیتے ہیں کذا فی البزازیۃ اگر اُسکو ملامت کیجئے تو کہتا ہے کہ ہم اسواسطے رشوت دیتے ہیں تا منصب قضا محفوظ رہے اور جاہلوں اور فاسقوں کے ہاتھ میں نہ پڑے اور حق تعالی پر کوئی جبر نہیں کر سکتا
سراج وہاج میں بیہقی سے منقول ہے کہ ابو حنیفہ نے کہا کہ اگر قاضی رشوت تک لوگوں میں حکم کرے پھر معلوم ہو کہ وہ رشوت خوار ہے تو جب قاضی کے پاس اُسکے معدات کا رافعہ ہو
اُسکو اختیار ہے کہ اُسکے جمیع قضایا کو باطل کر دے بزازیہ میں ہے رشوت دیکر قضا لینا عام ہے کہ خود قاضی دے یا اور کوئی شخص قاضی کے علم میں بحر الرائق میں ہے کہ اگر قاضی کے علم
میں ہے کہ کوئی رشوت لیکر قاضی کی نادانستگی میں تو اُس صورت میں قاضی کا حکم نافذ ہوگا اور جو صنف شئے اختیار کیا کہ رشوت لینے سے قاضی کا حکم نافذ نہیں ہوتا یہ ایک
قول ہے اقوال ثلثہ سے جنکو بحر الرائق میں بفضول عمادی سے نقل کیا اسطرح کہ ایک قول یہ ہے کہ جس مقدمے میں رشوت لی اُسمیں حکم نافذ نہیں اور اُسکے سوا اور مقدمات
میں نافذ ہے اور یہ قول شمس الائمہ کا مختار ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ دونوں میں حکم نافذ نہیں اور تیسرا قول یہ ہے کہ دونوں میں نافذ ہے اور یہ زیادی کا قول ہے اور فتح القدیر میں اسکو
صحیح کہا ہے اس دلیل سے کہ حاصل امر رشوت یہ ہے کہ موجب فسق ہے اور حالانکہ فسق موجب عزل نہیں تو ولایت اُسکی قائم ہے واللہ تعالی اعلم کذا فی الخطاوی تتمہ رشوت
بالضم وفتح وکسر اول مرادف جعل ہے بعضوں نے کہا کہ رشوت وہ ہے جسکو بشرط اعانت دے اور ہدیہ وہ ہے جسمیں اعانت شرط نہ ہو رشوت چار قسم ہے ایک قسم وہ
ہے جو اخذ اور معطی یعنی دینے والے اور لینے والے دونوں حرام ہے جیسا تقلید قضا اور امارت پر رشوت دینا اور لینا دوسری قسم وہ ہے جو قاضی کو دے حکم کے واسطے یہ بھی قدا اور
معطی دونوں پر حرام ہے خواہ حکم حق ہو یا ناحق تیسری قسم وہ ہے کہ رشوت دے اسواسطے کہ اُسکا امر درست کر دے یعنی اُسکا کام بنا دے سلطان لوگوں کے کہ نزدیک خواہ دفع مضرت ہو یا جلب منفعت

یہ لینے والے پر حرام ہے جبکہ دے دینے والے نے یہ رشوت اس لئے دی ہو کہ اسکا کام سلطان کے پاس بنا دے تو معاف ہوگا کیونکہ یہ رشوت ہے اور قسم ثالث کے حلال ہونے کا حیلہ لینے والے کیواسطے یہ ہے کہ اتفاقاً یکدن رات یا دو دن تک اپنے تئیں رشوت دینے کیلئے پیش کرے جب وہ اسکے مناسب مملوک ہو جائینگے بعد اسکے سلطان کے پاس غلہ نے کا کام کیواسطے بھیجے اور حوادث فتوی سے یہ ہے کہ اولین نے اپنی ذات کا اجارہ کیا تھا یعنے اسواسطے کہ فلانے شہر میں اسپر سے دفع ظلم کیلئے سپاہی بنا گیا تو یہ اجارہ کیا صحیح ہے اور مسئلہ جبر پر اجرت لازم ہے تو میں نے اس استفتا کا جواب دیا کہ یہ اجارہ صحیح نہیں اسواسطے کہ یہ اجارہ تھا اس طاعت پر جو اسپر واجب تھی یعنی وہ شخص ظالم ملک تھا اور ناحق سپاہ بنایا اور دفع ظلم واجب ہوا اور دلیل اس جواب کی وہ ہے جو خلاصہ وغیرہ میں مذکور ہے کہ ہدیہ تین قسم ہے ایک وہ جو دونوں جانب سے حلال ہے مرد سے محبت کیواسطے دوسری قسم وہ جانبین کو حرام ہے یعنی ہدیہ لینا ظالم کی مددگاری کیواسطے تیسری قسم یہ ہے کہ لینے والے کیطرف سے حرام ہے نہ دینے والے کیطرف سے یعنی دفع ظلم کیواسطے تحفہ دینا اور حیلہ آسکا یہ ہے کہ اس سے اجارہ کرلے تبھی ان کا کام کرنے کیواسطے پھر وہ اس سے کام لے بشرطیکہ وہ کام کرنا اسپر جائز ہوا انتہی اور بلاشک اس فصل کا اسکو یعنی اولین شاہ کو اجارہ کرنا جائز نہیں چنانچہ تو معلوم کرچکا یعنی دفع ظلم ظالم پر واجب ہے نہ جائز کہ اسکا اجارہ جائز ہو چوتھی قسم رشوت کی وہ جو دفع خوف کیواسطے دے یعنی ظالم مدفوع الیہ کا خوف ہو خواہ خود جان یا کا ہو یا مال کا تو یہ رشوت دینے والے پر حلال ہے اور لینے والے پر حرام ہے اور درایہ میں اسی قسم کے ساتھ اسکو ملحق کیا ہے جسکو شاعر نے کہا ہے کذا فی النہر الفائق و فی عالمگیری میں ہے اور رشوت کی ایک قسم یہ ہے کہ ایک دوسرے کو کچھ مال بطریق ہدیہ دے تا اسکا مطلب سلطان سے درست کروا دے اسکی حاجت کا معین ہو اور یہ دو وجہ پر ہے وجہ اول یہ کہ حاجت اسکی حرام نہ ہو اس وجہ میں دینے والے کو دینا اور لینے والے کو لینا حلال ہے وجہ ثانی یہ کہ حاجت اسکی مباح ہو اسکی بھی دو صورتیں ہیں پہلی صورت یہ کہ شرائے کہ یہ ہدیہ اسواسطے دیتا ہوں تا آسکی اعانت کسلطان کے نزدیک کرے اس صورت میں کسیکو یعنی اولین و آخرین اختلاف نہیں کہ یہ حلال نہیں اور بعضوں نے کہا کہ حلال ہے اور علت اعطا اور آخذ کا یہ حیلہ ہے کسیکے نزدیک کہ اول عقدہ اس سے ایک دن یا رات کا اجارہ مقرر کرلے تا وہ اسکا کام کرے بعوض اس مال کے جو اسکو دیا چاہتا تھا تو یہ اجارہ صحیح ہے اور اجیر مستحق اجر ہوگا پھر مستاجر کو اختیار ہے چاہے اس سے وہی کام لے چاہے دوسرا کام فرمائے لہذا یہ حیلہ اسوقت صحیح ہے جبکہ وہ کام جسکے واسطے اسکو بطریق اجارہ لیا ایسا کام ہو جس پر استیجار صحیح ہو چنانچہ پیام رسانی اور باندسکے اور اگر مدت اجارہ بیان نہ کی تو اجارہ صحیح نہیں اور فاسد ہوگا اور اعطا بدون اس حیلے کے حلال ہے یا نہیں اسمیں اختلاف ہے بعضوں کے نزدیک حلال نہیں اور بعضوں کے نزدیک حلال ہے اور یہی یعنی علت اعطا کا قول صحیح ہے یہ اسوقت ہے جبکہ اسنے قبل درستی مقدمہ دیا ہو اور اگر بعد درستی مقدمہ اور بعد نجات از ظلم دیا تو دینے والے کو دینا حلال ہے اور لینے والے کو لینا حلال ہے محیط میں کہا کہ یہی قول صحیح ہے دوسری صورت یہ ہے کہ درستی مقدمہ کو صریح بشرط نہ کرے لیکن معلوم اسکا ہدیہ دینے سے یہی ہو کہ سلطان کے پاس اسکی اعانت کرے اس صورت میں اختلاف مشائخ ہے اکثر مشائخ کا یہ قول ہے کہ یہ مکروہ نہیں یہ اسوقت ہے جبکہ قبل اس مقدمہ کے دونوں میں مبادات نہ ہو یعنی باہم ہدیہ دینے لینے کی عادت نہ ہو اور اگر دونوں میں مبادات کی عادت ہو قبل اسکے بسبب دوستی یا قرابت کے پھر وہ ہدیہ دے چنانچہ قبل اسکے دیتا تھا پھر وہ اسکا مقدمہ درست کردے تو یہ خوب بات ہے کیونکہ یہ عوض ہے احسان کا احسان سے اور کرم کا کرم سے انتہی فتح القدیر میں ہے کہ اگر ہدیہ بلا شرط ہو لیکن یا یقین معلوم ہو کہ اسواسطے ہدیہ لایا ہے کہ اسکی اعانت کرے سلطان کے نزدیک تو مشائخ ہمارے اسپر ہیں کہ اسکا کچھ مضائقہ نہیں اور اگر اسکا کام بلا شرط اور بلا طمع کردے پھر بعد اسکے وہ ہدیہ دے تو وہ حلال ہے اسمیں کچھ مضائقہ نہیں اور عبد اللہ بن مسعود سے جو اسمیں کراہت منقول ہے سو وہ ورع اور تقوی ہے انتہی وعنہ لو حمل الموبذ سبلغا الی کل شیء یاخذہ منہ ویوصل الیہم قضاء ناحیۃ فتاوی المصنف ولکن فی الفتح من قلد بواسطۃ الشفعاء کمن قلد احتسابا او مثلہ فی البزازیۃ بزیادۃ وان لم یحل الطلب یالشفعاء اور اسی عہدہ یا حکم میں سے ہے یہ صورت کہ آدمی عہدہ قضا کے دینے والے کے لئے کچھ روپیہ مقرر کردے ہر مہینے میں تم مجھے لے لیا کرو اور کسی پر کچھ کی قضا میرے حوالہ کرو کذا فی فتاوی المصنف لیکن فتح القدیر میں ہے کہ جو قاضی ہوا بواسطہ سفارشیوں کے وہ اسکے مانند ہے جو قاضی ہوا بطریق احتساب کے اور فتح القدیر کے مانند بزازیہ میں ہے اتنی زیادتی کے ساتھ اگرچہ بطلب قضا سفارشیوں کیواسطے حلال نہیں مگر یہ استدراک ہے جامع الفصولین کا جو قبیل اس قول کے مذکور ہو چکا وکل عدا خفستو یاخذھا او بغیرھا وخصما لانہ المعظم استحق العزل وحیلو یا

وقیل ینعزل وعلیہ الفتوی ابن الکمال وابن الملک اور اگر قاضی عادل ہو پھر فاسق ہو جائے رشوت لینے سے یا بغیر رشوت کسی اور گناہ کبیرہ کرنے سے تو لائق معزولی کے ہو گا بنا بر وجہ کے یعنی سلطان یا اسکا معزول کرنا واجب ہے کذا فی البزازیہ اور دوسرا قول یہ ہے کہ فسق سے قاضی خود معزول ہو جاتا ہے یعنی بدون معزول کرنے کے اور اسی پر فتوی ہے کذا صرح ابن الکمال وابن ملک شارح نے کہا کہ مصنف نے اخذ رشوت کو اسواسطے خاص کر کے ذکر کیا کہ قاضی کا فاسق ہونا اکثر رشوت لینے سے ہوتا ہے ہم معلوم وہ ہے جو احکام شرع بجا لاوے اور اسکے نواہی سے بچے اور فاسق وہ ہے کہ حکم الٰہی سے باہر ہو جاوے کبیرہ گناہ کر کے خیانتہ اسمیں غنا و قبول اخذ رشوت وغیرہ ذالک فسق قاضی رشوت سے ثابت ہوتا ہے خواہ قاضی آپ رشوت لے یا اسکا بیٹا یا اور کوئی قرابت والا جسکی گواہی اسکے حق میں درست نہیں بشرطیکہ قاضی اسکی رشوت لینے کو جانتا ہو کذا فی الطحطاوی وفی الخلاصۃ عن النوادر لو فسق وارتد او عمی او صم او البرص فهو علی قضائه وما قضی فی فسقه وغیبته باطل واعتق فی البحر اور خلاصہ میں نوادر سے منقول ہے کہ اگر قاضی فاسق یا مرتد یا اندھا ہو جاوے یا بہرا ہو جاوے یا برص صلح اور پیدا ہو جائے تو یہ اور اسلام سے یا اسکو نظر آنے لگے تو وہ اپنی قضا پر قائم ہے اور جو اسنے اپنے فسق وغیرہ میں حکم کیا وہ باطل ہے اور اس قول پر بحر الرائق میں اعتماد کیا ہے یہ قول مبنی ہے اس قول پر کہ فسق سے قاضی مستحق عزل ہو جاتا ہے معزول نہیں ہوتا مگر سوی نے کہا کہ جو فسق سے استحقاق عزل کا قائل ہے وہ آسکے احکام کی صحت کا قائل ہے اور جو اسکی معزولی کا قائل ہے وہ بطلان احکام کا قائل ہے واللہ تعالی اعلم کذا فی الطحطاوی وفی الفتح اتفقوا علی انعزاله بالفسق کما هنا مبنیة علی القهر والغلبة اور فتح القدیر میں ہے کہ امارت اور سلطنت میں فرق ہے کہ امارت کا انعزال بسبب فسق کے نہیں مگر بنائے امارت اور سلطنت قہر اور غلبہ پر ہے لکن فی اول دعوی الخانیة الوالی کالقاضی فلیحفظ لیکن خانیہ کی اول کتاب الدعوی میں ہے کہ والی قاضی کے مانند ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم بحر الرائق میں خانیہ سے منقول ہے کہ حاکم جب فاسق ہو جائے تو وہ بتمرکہ قاضی مستحق عزل ہے معزول نہیں ہو جاتا تو یہ استدراک ہے عدم عزل اہلیہ کے اتفاق پر حینئذ لا یکون ولیا قابلا فی عفافه وعقله وصلاحه فهو وعلمه بالسنة والآثار وجوه الفقه اور شرط یہ ہے کہ قاضی موثوق بہ اور معتمد علیہ ہو اپنے نفس اور عقل اور صلاح اور فہم اور سنت اور آثار اور وجوہ فقہ کے علم میں ہم عفاف یعنی پاک ہے عفاف کی عبارت ہے محرمات اور خوارم مروت کے باز رہنے سے اور عقل بقول اکثر عبارت ہے اس قوت سے جو مدرک کلیات ہے یعنی فنی کامل العقل چاہیے تو احمق ناقص العقل لائق قضا نہیں خصاف نے کہا کہ اہل صلاح وہ ہے جو مستور ہو نہ پردہ دور نہ صاحب تہمت مقیم الطریقہ سلیم الناحیہ کامن الاذی قلیل السہو زیادہ شارب نبیذ نہ سبات جبان نہ قذاف محصنات نہ معروف بالکذب ہو فہم بعضوں کے نزدیک وہ قوت ہے جس سے نفس انسانی کتب تدابیر اور مطالب کیواسطے مستعد ہو جاتا ہے اور سنت عبارت ہے حدیث قولی اور فعلی و تقریری سے اور آثار سے صحابہ و تابعین کے اقوال مقصود ہیں اور وجوہ فقہ سے وہ طریق مراد ہیں جس سے مستنبط ہوتی ہے اور وہ اصول جن پر بنائے فقہ ہے طحطاوی نے کہا کہ اظہر کلام صاحب البزازیہ سے دلالت کرتا ہے کہ اوصاف مذکورہ انتخاب کی شروط ہیں وگاہ اجتہاد شرط الاولویۃ لتعذر اور اجتہاد اولویت کی شرط ہے بسبب متعذر ہونے اجتہاد کے ہم یعنی وجود اجتہاد ہر زمانے میں متعذر ہے اور قضا کی طرف ہر زمانے میں حاجت ہے لہذا اجتہاد ہر قضا میں موقوف نہیں دیکھا جائے گا اجتہاد لغت میں عبارت ہے بذل طاقت سے مشقت والی چیز کے حاصل کرنے کیواسطے اور اصطلاح میں اجتہاد عبارت ہے فقیہ کے بذل طاقت سے حکم شرعی ظنی کی تحصیل کیواسطے تلویح میں کہا بذل طاقت سے مراد یہ ہے کہ ایسی کوشش کرے کہ اس سے زیادہ کوشش کرنے سے عاجز ہو جائے اور شروط اجتہاد سلامۃ العقل و دیانۃ وفضل یعنی شدید الفہم بالطبع ہونا اور لغت عربی کا عالم ہونا اور کتاب اللہ کا عالم ہونا بقدر متعلقات احکام اور حدیث کا عالم ہونا طرق متن اور سند اور راسخ اور منسوخ کے اور قیاس کا ماہر ہونا یہ شرائط تو مجتہد مطلق کے حق میں ہیں جو جمیع احکام شرعیہ میں فتوی دیتا ہے اور جو ایک حکم خاص میں مجتہد ہو تو دوسرے حکم میں قادر اسپر معرفت اسیقدر کی لازم ہے جو اس حکم خاص سے متعلق ہے مثلاً حکم متعلق بالصلوۃ کا اجتہاد جمیع متعلقات نکاح کی معرفت پر موقوف نہیں اور یہاں اجتہاد بمعنی اول مراد ہے کذا فی الطحطاوی عن الحموی علی انه یجوز تولیة العامی ابن کمال وبحکم بفتوی غیره علاوہ بر آن خالی از ہمتاز زمانے کا اجتہاد سے اکثر اہل علم کے نزدیک جائز ہے کذا فی النہر تو اس صورت میں جاہل علمی کا قاضی ہونا صحیح ہو گا کذا ذکر ابن کمال اور حکم کرے

قاضی جاہل غیر مفتی کے فتوے سے ہم اسواسطے کہ مقصود قضا یعنی تدارک حق کا پورا طور حاصل ہو سکتا ہے غیر کے فتوے سے کذا فی البحر ابن غرس صاحب فواکہ بدیہ نے کہا کہ فقہا کی مراد عامی سے جاہل محض نہیں بلکہ تاہل علم اور فہم ضرور ہے اور کتب ترجمہ یہ ہیں کہ بعض حوادث اور مسائل فقیہ کو خوب جانتا ہو اور طریقہ تحصیل احکام شرعیہ کا کتب مذہب اور صدور مشائخ سے جانتا ہو اور وہ قانع اور وعاوی اور حجج میں کیفیت سے واقف ہو انتہی کذا فی شرح الحموی وغیرہ لکن فی ایمان البزازیۃ المفتی یفتی بالدرایۃ والقاضی یقضی بالظاہر قال علی انہ لیس لجاہل ان یکلم القضاء کما لا یفتی اور ایضاً فی ایمان البزازیۃ لا یجوز ان یکون الحاکم فی الدیار المصریۃ والفریج عالما دینا کما لا یکون ذلک فی دیارنا لکبریت الاحمر واکسیر العلم لیکن نزازیہ کی کتاب الایمان میں ہے کہ مفتی دیانت پر فتوی دیتا ہے اور قاضی ظاہر پر حکم کرتا ہے یہ قول اسپر دلالت کرتا ہے کہ جاہل کو غیر کے فتوے پر حکم دینا ممکن قرار دیا اور فرنج میں قاضی حاکم کو عالم اور دیندار ہونا ضرور ہے اور عالم دیندار ہونا کبریت احمر کے مانند ہے اور کہاں ہے کبریت احمر اور کہاں علم انتہی کلامہ (جن کے تعلقات ہیں) البزازی ہم یعنی جب یہ ثابت ہوا کہ بتاسے فتوے دیانت پر ہے یعنی فیما بینہ وبین اللہ اور بناسے لفظ پر ہے اور جسپر قرائن دلالت کریں تو اب قاضی کو مفتی کے فتوے پر حکم کرنا غیر ممکن ہے یعنی ہر حقے میں متصور نہیں اسواسطے کہ جائز ہے کہ فتوی بالدیانت نہ ہو ماء اور فروج کو اسواسطے خاص کر کے ذکر کیا کہ دونوں میں خوب تحریری اور اختلاف انساب سے ضرر زائد ہے طحطاوی نے کہا بعضوں نے اسکا جواب یوں دیا ہے کہ افتا سے وہ مراد ہے جسپر قاضی عمل کرے اسطرح کہ قاضی مفتی سے سوال کرے کہ اگر ایسی صورت قاضی کے روبرو پیش ہو تو وہ اسمیں کیا حکم کرے علاوہ اسکے مخالفت دیانت کی قضا سے نادر مسائل میں ہے نہ ہر مسئلے میں مثل قیاد کر للفتح اور قاضی کے مانند اوصاف مذکورہ میں مفتی ہے یعنی مفتی کا بھی موثوق بہ ہونا سزاوار ہے عفت اور عقل اور صلاح اور فہم اور حدیث اور اتاد اور وجوہ فقہ کے علم میں وھو عندہ کالاصولی للمجتہد اما یحفظ اقوال المجتہد فلیس بشرط فتواہ لیس بفتوی یا اھ ونقل کلامہ کما بسطہ ابن الہمام اور مفتی اصولیین کے نزدیک عبارت ہے مجتہد سے اور رجوع اقوال مجتہد کو یاد کرلے وہ مفتی نہیں اور اسکا فتوی بھی فتوی نہیں بلکہ وہ نقل کلام ہے جسکو ابن ہمام نے اسکو فتح القدیر میں شرح بیان کیا ہم فتح القدیر میں ہر اے اصولیین اسپر مستقر ہو گئی ہے کہ مفتی وہ ہے جو مجتہد ہو اور غیر مجتہد جو مجتہد کا قول یاد کرلے وہ مفتی نہیں اور جب اس سے کوئی سوال کرے تو اسپر واجب ہے کہ مجتہد کا مثلاً امام ابو حنیفہ کا قول بطریق حکایت کے ذکر کرے تو اس سے معلوم ہوا کہ ہمارے زمانے میں علماے موجودین کا فتوی درحقیقت فتوی نہیں بلکہ وہ کلام کی نقل ہے اور اسکے نقل کرنے کے دو طریقے ہیں یا یہ کہ ناقل کی اس نقل میں مجتہد مفتی تک سند ہو یعنی قول مجتہد بواسطہ رواۃ معتمدین اسکو پہونچا ہو یا ناقل نے کتاب مشہور سے جو دست بدست متداول ہے قول مجتہد کو لیا ہو چنانچہ محمد بن حسن شیبانی کے کتب یا مانند انکی تصانیف مشہورہ معتمدہ جسپر سے کیونکہ کتب کو رہ بمنزلہ خبر متواتر یا مشہور کے ہیں ایسا کچھ ذکر کیا ہے رازی نے انتہی کلام الفتح وکما یطلبہ القضاء تقلیدہ لیسئلہ بلسانہ اور نہ خواہش کے قضای اپنے دل سے اور نہ اسکا سوال کرے اپنی زبان سے ہم یعنی مفتی نہیں ہے ابوداؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ میں انس سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو قضا کا سوال کریگا اپنی ذات پر سپرد کیا جائیگا یعنی خدائے تعالی کی طرف سے توفیق خیر اسکو نہ ہوگی اور جسپر خیر کیا جائیگا یعنی جو زبردستی قاضی کیا جائیگا تو اسکی طرف فرشتہ نازل کیا جائیگا وہ اسکو راہ مستقیم پر قائم کریگا اور صحیح بخاری میں ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عبد اللہ بن سمرہ امارت کا سوال نہ کیجیو اسواسطے کہ اگر امارت سوال سے تجھکو دیجائیگی تو اسکی طرف تو سپرد کیا جائیگا اور اگر وہ بن مانگے تجھکو عنایت کیجائیگی تو تیری اعانت کیجائیگی کذا فی الفتح معلوم ہوا کہ طالب سوال قضا کا حلال نہیں حرام ہے اسواسطے کہ جب اس سے اعانت زبانی نہوئی تو سواے خذلان اور سواے دابن اسکا کیا ثمرہ ہے اور اسواسطے کہ طالب قضا اپنے نفس پر اعتماد رکھتا ہے تو محروم رہیگا اور جسپر زبردستی ہوگی وہ اپنے رب پر توکل کریگا تو وہ علیم بالخیر ہوگا کذا فی الخلاصۃ طالب الامارۃ لا یولی الا اذا تعین علیہ لقضاء او کانت التولیۃ مشروطۃ لہ او دعی ان العزل من القاضی لا یدل بغیر حجۃ وفی الخلاصۃ میں ہے کہ جو ولایت طلب کرے اسکو حکومت نہ دیجائے مگر جبکہ طالب پر قضا متعین ہو جاے یا تولیت وقف اسکے واسطے مشروط ہو جیسے متولی یا قاضی جدید سے یہ دعوی کرے کہ معزولی میری قاضی اول کی بجا سے بلا تصور ہے کذا فی النہر وفی الفتاوی میں ہے کہ جیسے طالب امارت میں ہے ویسی ہی تولیت بھی طالب کی جائز نہیں اور اسمیں کچھ فرق نہیں مابین قضا اور تولیت وقف اور وصایت کے اور درصورت مشروطیت تولیت اگر طلب کریگا تو بہ تقیید شرط کی طلب ہے اور

در صورت دعوی تغییر کرے اگر قاضی جدید سے بحالی عہدہ قدیمہ طلب کرے تو قاضی اُس سے کہے کہ تو اپنی اہلیت ثابت کر پھر اُسکو متولی کرے اسی بحر الرائق میں ہے کہ اگر قاضی متعین ہو اسطرح کہ اُسکے سوا کوئی لیاقت قضا نہ رکھتا ہو تو اُس پر طلب قضا واجب ہے تا حقوق مسلمین محفوظ رہیں اور ظلم ظالمین دفع ہو قال واستحب الشافعیۃ والمالکیۃ طلب القضاء لخامل الذکر نشر العلم اور صاحب خلاصہ نے کہا اور شافعیہ اور مالکیہ نے مستحب کہا ہے طلب قضا کو شخص گمنام کیواسطے تا کہ اُسکا علم ظاہر ہو جائے الا قلیل لا قدر ولا فرق بہ اور سلطان قاضی کا معین کرنے والا اُس شخص کو اختیار کرے جو قادر تر اور اس عہدہ کیواسطے بہتر ہو اپنے غیر سے یعنی تفقہ قضا میں قادر تر ہو اور اپنے غیر سے بہتر ہو یعنی جو علم اور فہم اور حلم میں افضل ہو اُسکو یہ عہدہ جلیلہ عطا کرے ھدایہ میں ابن عباس سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص متولی امر مسلمین ہو کسی شئے میں بھروسہ حاکمہ اور عامل کرے اور حالانکہ وہ جانتا ہے کہ امین یعنی مسلمین کو کوئی شخص اُس سے زیادہ تر عالم کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کا نہ ہو البتہ اُسنے اللہ کی اور اُسکے رسول کی اور جماعت مسلمین کی خیانت کی اور مانند اسکے مستدرک حاکم اور مسند ابو یعلی موصلی میں مروی ہے اور سلطان کو لازم ہے کہ قاضی کا رزق بیت المال سے مقرر کرے اور قاضی کو بیت المال سے لینا جائز ہے اگرچہ وہ غنی و مقدور والا ہو اور اگر کچھ نہ لے اور للہ عمل قضا کرے تو افضل ہے اور اصل سعید قبول ہے اللہ تعالی کا مال یتیم میں جسکو بھی اُسکی کارسازی کرے (وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ وَمَنْ كَانَ فَقِيرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوفِ) یعنی جو غنی ہو وہ عفت اختیار کرے اور جو فقیر ہو تو دستور کے موافق کھائے غمز اور رزق سلیمان بن بسیمہ اہالی کو بعہدہ قضا پانسو درہم کا مشاہرہ دیتے تھے بقدر کفایت اُنکی عیال کے اور شریح قاضی کو سو درہم مشاہرہ دیتے تھے اور علی المرتضی شریح کو پانسو درہم دیتے تھے اسواسطے کہ شریح کی عیال فاروق اعظم کے وقت میں کم تھے اور غلہ ارزاں تھا اور خلافت مرتضوی میں اُنکی عیال بکثرت ہوئی اور غلہ گراں تھا تو قاضی کی روزی میں کچھ تفاوت نہ ہوا اور حد نہیں بقدر کفایت چاہیے کیونکہ یہ اجرت نہیں اسواسطے کہ قضا پر اجرت لینا حلال نہیں کذا فی الفتح وکان فظا غلیظا جبارا عنیدا لانہ خلیفۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قاضی بدخلق سخت دل متکبر غضبناک لوگ ناحق پر مدد معاون حق نہ ہونگے کیونکہ وہ خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے یعنی احکام شرعیہ کے جاری کرنے میں خلیفہ ہے ہم معنی نے کہا مقصود قضا سے رفع فساد ہے اور اخلاق مذکورہ تو اب ہی فساد ہیں وفاطلاق اسم خلیفۃ اللہ خلاف تتارخانیہ اور خلیفۃ اللہ کے نام پر لینے میں خلاف ہے کذا فی التاتارخانیہ ہم بعضوں کے نزدیک جائز ہے قاضی کو خلیفۃ اللہ کہنا اسواسطے کہ خلیفۃ اللہ خلیفۃ الرسول کے معنی پر محمول ہے اور بعضوں کے نزدیک جائز نہیں شاید اسواسطے کہ یہ لفظ مخصوص بانبیا علیہم السلام ہے مانند آدم اور داؤد علیہما السلام کے وکرہ تحریما التقلد ای اخذ القضاء لمن خاف الحیف ای الظلم والجور کذا فی احدھما فی الکراھۃ ابن کمال اور مکروہ تحریمی ہے قضا کا قبول کرنا اُس شخص کو جو ظلم یا عاجزی سے ڈرے ظلم اور عجز میں سے ایک چیز کا اسواسطے کافی ہے کذا ذکر ابن کمال ہم اکثر شیخ درمختار میں کرو التقلید ہے اور مصنف کی شرح میں تہ التقلد ہے اور یہی مناسب ہے اور اسیطرح انکے قول میں التقلید خیصۃ ہے اور ہنر و التقلید خیصۃ ہے کذا فی الطحطاوی وان تعین لہ او استکرہ کرہ فتح نظرا الخصر فرض عینا او کفایۃ بحر اور اگر یا وجود خوف ظلم عہدہ قضا اُسکے واسطے متعین ہو یا وہ شخص ظلم یا عجز سے بے خوف ہو تو قبول قضا مکروہ نہیں کذا فی الفتح پس اگر لیاقت قضا اُسی شخص میں منحصر ہو تو قبول کرنا فرض عین اور نہیں تو فرض کفایہ ہے ہم فتح القدیر میں ہے محل کراہت اُسوقت ہے جبکہ قضا اُسپر متعین نہ ہو اور اگر دوسرے پر انحصار ہو تو قبول قضا فرض عین ہے اور اُسپر واجب ہے کہ آنچہ ظلم وغیرہ سے تھا بچے رہے مگر یہ کہ سلطان سے فصل خصومات ممکن ہو انتہی التقلد رخصتہ او عزیمۃ عند العاجز لا لزیادۃ فاکفاہ ولی عدھما او قضا کا قبول کرنا رخصت ہے یعنی مباح ہے اور ترک قضا عزیمت ہے اکثر فقہا کے نزدیک کذا فی البزازیہ تو عدم قبول قضا بہتر ہے ھ وصورت عدم خوف ظلم قبول قضا مکروہ نہیں اسواسطے کہ کبار صحابہ اور تابعین نے قضا قبول کی ہے اور نہایہ میں ہے کہ بعضے فقہا کے نزدیک قضا میں داخل ہونا جائز نہیں مگر ضرورت کیونکہ یہ دنیا سے ہے اور ابو حنیفہ کا یہی مذہب ہے اور صحیح یہ ہے کہ دخول عزیمت ہے اور امتناع رخصت انتہی تو موجب اسکے اولی عدم دخول ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ دخول فی القضا عزیمت ہے اور امتناع رخصت ہے بزازی نے کہا عامہ مشائخ قول اول پر ہیں فتح القدیر میں اسی پر یقین کیا ہے اس دلیل سے کہ اکثر خطا پڑتی ہے اُس شخص کے گمان میں جو اپنے نفس پر اعتدال کا گمان رکھتا ہے پھر اُسی سے خلاف اُسکے ظاہر ہوتا ہے کذا فی النہر ویحرم علی غیر اھل الدخول

نیہ قطعاً من غیر تردد فی الحرمۃ ففیہ الاحکام الخمسۃ اور حرام ہی اہل پر داخل ہونا قضا میں یقیناً بلا تردد فی الحرمۃ تو اسمیں احکام خمسہ ہیں ھر خلاصہ یہ ہی کہ قبول قضا گاہے فرض عین ہوتا ہی اگر دیگر شخص متعین ہو قضا کیواسطے اور فرض کفایہ ہو واسطے ماہل کے جبکہ اسکے سوا اور لوگ بھی اہلیت قضا رکھتے ہوں اور مکروہ ہو جبکہ ظلم کا خوف ہو اور حرام ہی اگر ظلم کا ظن غالب ہو اور مباح ہی جبکہ نہ مذکور ہو چکا یعنی درصورت بخوبی ظلم و ست انصاف کذا فی النہر اب چند احادیث درباب تحذیر قضا نقل کرنا مناسب مقام ہی اصحاب سنن اربعہ نے ابوہریرہؓ سے روایت کی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من جعل علی القضاء فقد ذبح بغیر سکین یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو قاضی بنایا گیا وہ بغیر چھری ذبح ہو گیا ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہی اور ابن عدی نے کامل میں ابن عباس سے حدیث مرفوع روایت کی من استقضی فقد ذبح بغیر سکین یعنی جسنے قضا طلب کی وہ بے چھری ذبح ہو گیا واللہ اعلم اکثر سلف نے قضا سے پرہیز کیا چنانچہ امام اعظم ابوحنیفہؒ نے ضرب اور قید اختیار کی مگر قضا نہ قبول کی اور یہاں تک صبر کیا کہ قید خانے میں مر گئے اور محمد بن حسن ایسوا سطے ایک مہینہ چند روز قید رہے ابوحنیفہ نے فرمایا کہ قضا عمیق سمندر ہی کہ نکل سکے بار ہو سکوں تیر کر تو ابو یوسف نے کہا کہ بحر عمیق اور سفینہ وثیق ہی اور ملاح عالم واقف کار ہی تو امام نے فرمایا کہ کافی لک قاضیاً یعنی شاید کہ تو قاضی ہو گا صحیح مسلم میں ابوذر سے روایت ہی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ای ابوذر میں تیرے واسطے وہ چیز پسند کرتا ہوں جو اپنی ذات کیواسطے محبوب رکھتا ہوں جو اپنی ذات کیواسطے محبوب رکھتا ہوں ہرگز حکم کر یعنی دو شخصوں پر اور مال یتیم کا متولی نہ ہو اور ابوداؤد میں روایت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قاضی تین ہیں دو دوزخ میں ہیں اور ایک بہشت میں ایک مردوہ ہی جسنے حق کو دریافت کیا پھر اسیکے موافق حکم دیا تو وہ بہشت میں ہی اور ایک مردوہ ہی جسنے حق کو دریافت کیا اور اسپر حکم نہ دیا اور حکم میں جور کیا تو وہ دوزخ میں ہی اور ایک مردوہ ہی جسنے حق کو نہ دریافت کیا اور لوگوں کا فیصلہ کیا نادانی اور جہل سے تو وہ دوزخ میں ہی اور صحیح ابن حبان میں عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہی کہ میں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ فرماتے تھے کہ قاضی عادل بلایا جائیگا قیامت کے دن تو شدت حساب میں آہ و فریاد کریگا کہ اپنی عمر میں دو شخصوں میں فیصلہ نہ کیا ہوتا اور نسائی میں ہی والیت ہی کہ یحیی نے کہا کہ اگر یحیی اختیار دیا جاے میری گردن مارنے میں اور قضا قبول کرنے میں تو میں اپنی گردن کٹوانا اختیار کروں اور حاکم نے ابن عباس سے حدیث مرفوع نقل کی کہ جو دو شخصوں پر حاکم ہوا پھر اسنے انکی خوشی یا ناخوشی کے موافق حکم کیا تو وہ قیامت کے دن بلایا جائیگا اور اسکا ہاتھ گردن میں بندھا ہوگا سو اگر اسنے قرآن کے موافق حکم کیا اور رشوت نہ لی اسکے حکم میں اور ظلم نہ کیا تو حق تعالی اسکے غل و زنجیر کو چھوڑا دیگا اور اگر غیر قرآن کے حکم کیا اور اپنے حکم میں رشوت لی اور ظلم کیا تو اسمیں اسکا بایاں ہاتھ داہنے ہاتھ کیطرف بندھا جائیگا پھر وہ داں یا جائیگا کہ ہم میں کینے ان فتح القدیر دیجو ز تقلد القضاء من السلطان العادل والجائر ولو کافرا ذا کرہ مسلمین وغیرہ لا اذا کان یمنعہ عن القضاء بالحق فیحرم اور جائز ہی قبول کرنا قضا کا بادشاہ عادل اور ظالم سے اگرچہ بادشاہ کافر ہو کذا ذکر کیا ہی اسکو مسلمین وغیرہ نے مگر جبکہ بادشاہ ناذ کو قاضی کو قضا بالحق سے منع کرے تو اب حرام ہی ہم عادل وہ ہی جو ہر شہر کو اسکے مقام پر رکھے اور بعضوں نے کہا جو توسط اختیار کرے افراط اور تفریط میں خواہ تو سط عقائد میں ہو یا اعمال میں یا اخلاق میں وغیر ذلک عبدالملک حجاج بن یوسف کے ظلم میں کچھ شک نہیں اور بعالانکہ علماے سلف نے اسکے زمانے میں قضا قبول کی تاتار خانیہ میں ہی کہ اسلام شرط نہیں ہی سنی دنشاہ پر حق قاضیوں کو مقرر کرنیا ہو جو بلاد اسلام کہ کافروں کے قبضے میں ہیں وہ بلاشک بلاد حرب ہیں اسواسطے کہ انھوں نے انمیں کفر کا حکم جاری نہیں کیا اور قاضی و امام مسلمان میں اور رسول کی اطاعت بضرورت کرتے ہیں وہ مسلمان ہیں اگر بلا ضرورت اطاعت کرتے ہیں تو فاسق ہیں اور جس شہر میں کفار کیطرف سے حاکم مسلم ہی تو اسمیں اقامت جمعہ و عید اور اخذ خراج اور تقلید قضا اور تنفیذ حکم قاضی جائز ہی کیونکہ اسپر مسلم مستولی ہی اور اطاعت کفر تو نخواستہ ہو اور وہ بلاد جسپر کفار حاکم ہیں مسلمانوں کو جو ان میں اقامت جمعہ و عید جائز ہی اور قاضی تو قاضی مسلمین ہے اور مسلمانوں پر واجب ہی کہ کفار سے حاکم مسلم کی درخواست کریں انتہی اور سکیکی نے اسکو اپنی شرح میں اصل کیطرف نسبت کیا ہی اور مانند اسکے جامع الفصولین میں ہی کذا فی النہر ولو فقد والی بغلبۃ کفار وجب علی المسلمین تعیین والی و امام الجمعۃ فتح اور اگر حاکم مفقود ہو بسبب غلبہ کفار کے تو مسلمین پر واجب ہی معین کرنا حاکم اور امام جمعہ کا کذا فی الفتح

فتح القدیر میں ہے کہ اگر بادشاہ نہو اور نہ وہ ہو جسے تقلید قضا جائز ہے جیسا کہ بعضے بلاد مسلمین میں بکثرت واقع ہوگئے ہیں جیسے قوطبہ میں تو مسلمین پر واجب ہے کہ منجملہ مسلمین ایک شخص پر اتفاق کریں اور اسکو والی فرار دیں پھر وہ قاضی کو مقرر کرے تا وہ انمیں فیصلہ کیا کرے اور اسیطرح ایک شخص کو امام ٹھہراویں جو انکو جمعہ پڑھایا کرے جسکی طرف نفس مطمئن ہوتا ہو تو اسی پر اعتماد کرنا چاہیے کذا فی النہر وحینئذ سلطان الخوارج وَاَهْلُ الْبَغْیِ وَاِذَا اسْتَحَقَّ التَّوْلِیَةَ صَحَّ الْعَزْلُ وَاِذَا رُفِعَ قَضَاءُ الْبَاغِیْ اِلَی قَاضِی الْعَدْلِ نَفَذَهٗ وَقِیْلَ کَاَبِیْهِ حَرَّمَ الْمَاجِنُّ اور جائز ہے قضا قبول کرنا خارجیوں کے بادشاہ اور باغیوں سے اور جبکہ اہل بغاوت کی تولیت قضا صحیح ہوئی تو انکا معزول کرنا بھی صحیح ہے یعنی اگر قاضی عادل کو معزول کرکے قاضی باغی مقرر کرے تو صحیح ہے اور جبکہ قاضی باغی کا معزول ہونا قاضی عادل کیطرف تو اسکو جاری رکھے اور جنہوں نے کہا کہ جاری نہ کرے اور اسی پر تعبیر کیا ہے ماصمی نے ھ بحر الرائق میں ہے کہ قاضی باغی کی قضا نافذ ہے جیسے قضاۃ اہل عدل کی قضا نافذ ہو اسواسطے کہ قول اصح میں قاضی صلاحیت قضا کی رکھتا ہو اور یہی قول معتمد ہو انتہی تو معلوم ہوا کہ قول ماصمی خلاف معتمد ہو فاحفظ تَقَلَّدَ الْقَضَاءَ طَلَبَ دِیْوَانَ قَاضٍ قَبْلَهٗ یعنی اَلتَّجْدِیْدُ اَوْلٰی جبکہ عمدۂ قضا پر منصوب ہو تو قبل قاضی کے قاضی سے دیوان یعنی سجلات کو طلب کرے ھ دیوان اصل میں بمعنی حریدہ حساب ہے پھر حساب پر اسکا اطلاق ہوا پھر موضع حساب پر اور یہاں مراد وہ تحویلیاں اور پرچے ہیں جنمیں سجلات وغیرہ رہا ہوں دستور یہ ہے کہ قاضی دوسرے کاغذ لکھتا ہو ایک اپنے پاس رکھتا ہو کہ شاید اسکی طرف کاغذ کی حاجت ہو اور دوسرا خصم کے ہاتھ میں تیار ہو اور جو خصم کے ہاتھ میں ہو وہ اعتماد کے لائق نہیں تو قاضی منصوب کو چاہیئے کہ ایک امین کو بھیجے تا قاضی معزول یا اسکے امین سے کواغذ مذکورہ لے اور ہر ایک کاغذ کا حال اس سے پوچھے اور ہر قسم کو علیحدہ علیحدہ تعدیل میں رکھے

تو کاغذ کا آسان ہو پھر بعد قبض کے اسپر مہر کرے نیز کے خوف سے بدل و تبدیل خصوصاً جبکہ خصم اقرار کرے یا مدعی علیہ انکار اور حکم بشہادت یا نکول اسطرح پر مذکور ہوا کہ اشہاد نہ رہے اور اسکو مختصر کہتے ہیں اور صک جمع یا ہیں اور اقرار وغیرہ مکتوب ہوا وجہت اور وثیقتین کو شامل ہے اور حال کے عرف میں بجل وہ ہے جسکو شاہد دیوے واقعہ میں لکھا اور قاضی کے پاس رہا اور اسپر قاضی کا خط نہیں اور حجت وہ جسمیں بجل سے واقعہ منقول ہوا اور اسکے اوپر قاضی کی علامت ہو اور نیچے اسکے شاہدوں کا خط ہو اور خصم کو دیا جاوے کذا فی الطحطاوی عَنِ الْبَحْرِ وَنَظَرَ فِیْ حَالِ الْمَحْبُوْسِیْنَ فِیْ سِجْنِ الْقَاضِیْ اور قاضی نظر کرے اُن قیدیوں کے حال میں جو قاضی کے قید خانہ میں ہیں ھ یعنی قاضی ایک معتمد کو قید خانہ میں بھیجے اور وہ قیدیوں کے نام اور اُنکی اخبار اور اُنکے مقید ہونے کا سبب لکھے اور دریافت کرے کہ کسنے انکو مقید کیا وَاَمَّا الْمَحْبُوْسُ فِیْ سِجْنِ الْوَالِیْ فَعَلَی الْاِمَامِ النَّظَرُ فِیْ اَحْوَالِهٖ اور جو شخص حاکم کے قید خانے میں محبوس ہو تو امام یعنی بادشاہ پر اُنکے حال کا نظر کرنا لازم ہے فَمَنْ لَزِمَهٗ اَدَبٌ اَدَّبَهٗ وَاِلَّا اَطْلَقَهٗ جو شخص قید کیا دے قابل لازم ہو تو اسکو ادب دے یعنی تعزیر دے اور نہیں تو اسکو چھوڑ دے ھ یوں کہنا مناسب تھا جیسا کہ بحر الرائق میں ہے شرح ادب ہے کہ اگر محبوس کا کوئی قضیہ نہو تو چھوڑ دے اسواسطے کہ جائز ہے کہ محبوس لائق تادیب نہو مگر اُس سے قضیہ متعلق ہو وَلَا یُطْلِقُ اَحَدًا فِیْ قَیْدٍ اِلَّا بِاَمْرٍ مُطْلَقًا لِیَدِهٖ اور کسیکو شب بھر نہ چھوڑے قید میں مگر اُس مرد کو جو غوریزی میں ملوث ہو وَنَفَقَةُ مَنْ لَیْسَ لَهٗ مَالٌ فِیْ بَیْتِ الْمَالِ بحر اور اُس قیدی کی خرچ جسکے پاس مال نہیں بیت المال میں ہے کذا فی البحر یعنی مفلس محبوس کی خوراک روشناک بیت المال میں ہے اور یہی حکم ہے مستحقین کے محبوسوں کا اور سزاوار یہ ہے کہ اس کام پر ایک مرد صالح کو مقرر کرے جسکے پاس اُنکے نام لکھے ہوں اور ہر شخص کا خرچ ماہ بماہ دیتا رہے اور ہر شخص کو بلا کرانے ہاتھ سے دے کذا فی الطحطاوی فَمَنْ اَقَرَّ مِنْهُمْ بِحَقٍّ اَوْ قَامَتْ عَلَیْهِ بَیِّنَةٌ اَلْزَمَهٗ الْحَاکِمُ رہا محبوس کہ اسپر حق لازم کرے یہ قول ضعیف ہے کما فی الحامدیہ اور ابن ہمام کا ہے وَاِلَّا نَادَی عَلَیْهِ بِقُرْبِ دَمَائِهٖ ثُمَّ یُطْلِقُهٗ بِکَفِیْلٍ بِنَفْسِهٖ فَاِنْ اَبٰی نَادَی عَلَیْهِ بِشَهْرٍ ثُمَّ یُطْلِقُهٗ اور اگر اقرار یا گواہی نہو تو اسپر منادی کرا دے حسنیہ کہ مدت قاضی کی رائے میں آوے پھر محبوس کو چھوڑ دے اُس سے حاضر ضامن لیکر یہ اگر وہ حاضر نہ ہونے سے انکار کرے تو اسپر جمعہ بھر منادی کرا دے پھر اسکو چھوڑ دے ھ طریقہ منادی یوں ہے کہ قاضی اپنے مجلس کے وقت محلے میں منادی کو بھیجے کہ وہ پکار دے کہ جسکو فلان بن فلاں محبوس کچھ دعوی ہو وہ حاضر ہو تا اُسکی روبکاری ہو وَعَمِلَ فِی الْوَدَائِعِ وَنَحْوِهَا بِالْوَثِیْقَةِ اَوِ الْاِقْرَارِ اَوِ الْبَیِّنَةِ الْوَقْفِ بِبَیِّنَةٍ اور اقرار ہی کے ذریعہ سے اور قاضی عمل کرے اموال ودیعت اور نحو اسکے میں وقف میں گواہی

یا قابض کے اقرار سے ہم حموی نے کہا کہ شاید یہ حکم فقہائے سابقین کے عرف پر مبنی ہو کہ ودائع اور وقف قاضی کے امین کے پاس رہتے تھے اور ہمارے زمانے میں تو اموال وقف ناظروں کے تحت میں ہیں اور ودائع یتامیٰ کے اوصیاء کے قبضے میں ہیں اگر یہ فرض کیجئے کہ قاضی معزول نے غلۂ وقف یا ودیعت یتیم کو کسی امین کے پاس رکھوایا تو اسکے موافق عمل کرے جیسا کہ کتاب امین میں مذکور ہے ہر کہ یعزل المولی بقول المعزول لانتحاتہ بالدعاء والشہادۃ الفرد لا تقبل خصوصا بفعل نفسہ در رد مقادہ ردہا و تو ہم خود مفاد اور قاضی منصوب عمل نکرے معزول قاضی کے قول پر بسبب ملحق ہو جانے معزول کے دعا یا کے ساتھ اور اگر اسکو شاہد قرار دیجئے تو گواہی ایک شخص کی مقبول نہیں خصوصا اپنی ذات کے فعل کی گواہی کذا فی الدرر اور لفظ خصوصا کا متعلق رد شہادت معزول ہے اگرچہ دوسرے گواہ کے ساتھ ہو کذا فی النہر یعنی جبکہ اپنے فعل نفس کی گواہی معزول کی مقبول نہ ہوئی تو باقی رہ گیا ایک گواہ تو نصاب شہادت پوری نہ رہی اسکی گواہی بھی مردود ہوگی قلت لکن افتی قاری الہدایۃ بقبولہا وتبعہ ابن نجیم فی منتبہ میں کہتا ہوں لیکن قاری ہدایہ نے قبول شہادت مذکورہ کا فتوی دیا ہے اور ابن نجیم صاحب فتاوی اسکا تابع ہوا ہو تو خبردار رہو ہم طحطاوی نے کہا بحر الرائق میں تو نہر الفائق کے مانند عدم قبول شہادت مذکور کیا ہے شاید ابن نجیم کے فتاوے میں قبول شہادت کا فتوی مذکور ہوا ہو الا ان یقر ذو الید انہ ای المعزول سلمہا ای الوقف والخلوات الیہ فیقبل قولہ فیہما انہا للزید الا اذا بدأ ذو الید باقرارہ للغیر ثم اقر بتسلیمہ للقاضی الیہ فاقر القاضی بانہا لآخر فیسلم للمقر لہ الاول ویضمن المقر قیمتہ او مثلہ للقاضی باقرارہ الثانی یسلمہ لمن اقر لہ القاضی قول معزول پر عمل نہیں مگر جبکہ قابض یہ اقرار کرے کہ قاضی معزول نے اسکو ودائع اور بحر اصل وقاف سپرد کیے مدیع ودائع اور بحر اصل میں معزول کا یہ قول مقبول ہوگا کہ وہ زید کے ہیں مگر جبکہ قابض نے پہلے غیر کیواسطے اقرار کیا پھر اقرار کیا کہ قاضی معزول نے اسکو سپرد کیا سو قاضی معزول نے دوسرے شخص کیواسطے اقرار کیا تو اس صورت میں ودائع اور بحر اصل پہلے مقر کو تسلیم کیے جائینگے اور تاوان دے مقر قیمت کا اگر وہ مثلی ہو یا مثل قاضی کو اسکے اقرار ثانی کے سبب پھر قاضی منصوب قیمت یا مثل قاضی معزول کے مقر لہ کو تسلیم کرے ویقضی فی المسجد ویختار مسجدا فی وسط البلد یسیر اللناس ویستدبر القبلۃ کخطیب مدرس خانیہ اور قاضی مسجد میں بیٹھکر حکم کرے اور وہ مسجد اختیار کرے جو شہر کے درمیان ہو لوگوں کی آسانی کیواسطے اور پشت بقبلہ ہو کر بیٹھے مانند خطیب اور مدرس کے ہر چونکہ قضا عبادت ہے لہذا مسجد میں جائز ہے اور مشرک کو مسجد کے آنے سے منع نہ کرے اور اسکو چونکہ کہا ہے تو باعتبار نجاست اعتقادی کے حموی نے کہا قضا فی المسجد بنظر زمان سابق صحیح تھی اور ہمارے زمانے میں تو مناسب نہیں کیونکہ لوگ مساجد کا ادب قرار واقعی نہیں کرتے اور بحال جنابت جانے سے احتراز نہیں کرتے اور مساجد میں وہ کام کرتے ہیں جو ہرگز لائق نہیں واجرۃ المحضرۃ علی المدعی ھو الاظہر بحر عن البزازیۃ وفی الخانیۃ علی المتمرد وھو الصحیح اور اجر حاضر کرنے والے کی مدعی پر ہو یہی قول صحیح ہے کذا فی البحر عن البزازیہ اور خانیہ میں ہے کہ اجرت متمرد و سرکش پر ہے اور یہ قول صحیح ہے ہم پہلا قول معتمد ہے کیونکہ اصح معتمد ہے صحیح پر طحطاوی نے کہا اور بعضوں نے کہا کہ اجرت حاضر کرنے والے کی بیت المال میں ہے بحر الرائق میں ہے کہ حاضر کرنے والے کی اجرت اسی شہر میں نصف درہم سے ہو درہم تک مفتاح شہر میں باب قاضی سے تین درہم سے چار درہم تک اور بزازیہ میں ہے کہ حاکم کے اخوان سے احضار کی درخواست کرے ولکن السلطان والمفتی والفقیہ اور بسیط سلطان مفتی اور فقیہ یعنی مدرس فقہ کو مسجد میں جلوس جائز ہے اور ذی عمود یا قاضی حکم کرے اپنے گھر میں اور لوگوں کو آنے کی اجازت دے علی العموم ہم خلاصہ یہ ہے کہ قاضی مشہور مکان مجمع الناس میں جلوس کرے اور دیوان اور حاجت مقرر کرے یہی افضل ہے لیکن شرح ادب میں ہے کہ اگر دفع ازدحام خصوم کے واسطے دربان مقرر کرے تو جائز ہے اور حکم نہ کرے شغل قلب کی حالت میں یعنی فرحت یا غضب کی حالت میں یا حاجت جماع یا نہایت سردی یا گرمی یا بولوں پر انکی حاجت ہو یا جوع یا ملوس کا ارادہ کرے نفل روزہ نہ رکھے اور نہی حسن بنا بر اعدال احوال ہیں کذا فی الطحطاوی و یدوھدیۃ التنکیر للتقلیل ابن کمال اور قاضی ہدیہ نہ لوسوغات نہ لے بھیر دے ابن کمال نے کہا کہ لفظ ہدیہ کا نکرہ لانا تقلیل کیواسطے یعنی تھوڑی حقیر چیز کا بھی ہدیہ لینا قاضی کو جائز نہیں بھیر دینے کے لفظ سے معلوم ہوا کہ ہدیہ کو بیت المال میں نہ رکھے اور یہی قول ہے اکثر مشائخ کا اور بعضوں نے کہا بیت المال میں رکھے ہدیہ بھیر دینے کا حکم اسواسطے ہوا کہ وہ ثابت ہو کہ مشابہ ہے یہی طریقہ تھا صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم کذا فی الطحطاوی وھی ما یعطی ملاطفۃ اعانۃ تجوز فی الرشوۃ ابن ملک اور ہدیہ وہ ہے جو دیا جائے بلا

اعانت بخلاف رشوت کذا فی الکرہ ابن ملک یعنی ہدیہ اور رشوت میں یہ فرق ہے کہ ہدیہ میں اعانت مشروط نہیں ہوتی اور رشوت میں بیگاری اور کارپردازی مشروط ہوتی ہے درر تاذی المہدی بالدد یعطیہ مثل قیمتہا خلاصہ اور اگر ہدیہ لانے والے کو بھیجنے سے پہنچ ہو تو قاضی اسکو بقدر اسکی قیمت کے عطا کرے کذا فی الخلاصۃ وکذا تعذر الدد لعدم معرفتہ او بعد مکانہ وضعہا فی بیت المال اور اگر ہدیے کا بھیجنے والا اسکی عدم معرفت یا اسکے مکان کی دوری سے متعذر ہو تو اسکو بیت المال میں رکھے دمن خصوصیاتہ علیہ السلام انہا ہدایا لہ لا تتار خانیہ اور مخصوصات رسول معصوم علیہ السلام سے یہ ہے کہ آپکے ہدایا آپکے مملوک تھے کذا فی التاتارخانیہ ص یہ دفع وہم ہے یعنی اگر کوئی کہے کہ قاضی تو نائب ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور آنحضرت علیہ السلام تو ہدیہ قبول فرمایا کرتے تھے پھر کیا وجہ کہ قاضی قبول نہ کرے اسکا جواب دیا کہ یہ امر مخصوصات نبویہ سے ہے اور فعل مخصوص میں اتباع جائز نہیں اور وجہ خصوصیت شاید یہ اللہ اعلم یہ ہے کہ آنحضرت علیہ السلام معصوم تھے رعایت خاطر مہدی خلاف شرع حضرت سے متصور نہ تھی بخلاف قاضی کہ وہ معصوم نہیں مفادہ انہ لیس للامام قبول الہدیۃ الا لمن خصوصیۃ وفیہا یجوز للامام والمفتی والواعظ قبول الہدیۃ لانہ انما یہدی الی العالم لعلمہ غایۃ القاضی والتاتارخانیہ گا مفاد یہ ہے کہ امام یعنی سلطان کو ہدیہ قبول کرنا جائز نہیں والا خصوصیت نہیں رہتی اور تاتارخانیہ میں ہے کہ امام اور مفتی اور واعظ کو ہدیہ قبول کرنا جائز ہے اسواسطے کہ عالم کو تو ہدیہ دیا جاتا ہے اسکے علم کے سبب سے بخلاف قاضی کے یعنی اسکے ہدیہ دینے میں قصد دنیا کی کارپردازی کا احتمال ہے ہم شارح نے اس تقریر سے تاتارخانیہ کے دونوں قولوں میں تنافی ثابت کی تھی پہلے قول سے ثابت ہوا کہ قبول میں یہ مخصوصات نبویہ سے ہے تو سلطان کا ہدیہ قبول کرنا جائز نہ ہوا اور دوسرے قول سے سلطان کا ہدیہ قبول کرنا ثابت ہوتا ہے طحطاوی نے اسکا جواب یوں دیا کہ یہ اختصاص نبوی سے یہ لازم نہیں آتا کہ سلاطین یہ قبول نہ کریں اسواسطے کہ اگر وہ ہدیہ قبول کریں رفع بیت المال میں کمہدیہ رفع جائز ہے جیسا کہ فصل خمیہ میں گزر ہو چکا کہ اہل حرب کا ہدیہ لینا امام کو جائز ہے اور اسکو مصالح مسلمین میں صرف کرے اور اگر امام سے امام مسجد مراد لیجئے تو منافات مطلقاً باقی نہیں رہتی الا من ارباح السلطان والباشا اشباہ وبجر وقد یبیہ المحرم ادمن جرت عادتہ بذلک بقدر عادتہ ولا خصوصیۃ لہما درمختار شخصوں کا ہدیہ قاضی نہ پھیرے سلطان کا اور باشا یعنی اب سلطان کا کذا فی الاشباہ والبحر اور اپنے قرابتی محرم کا یا اس شخص کا جسکی یہ ہدیہ دینے کی عادت ہو قبول از قضا بشرطیکہ ہدیہ بقدر عادت قدیم ہو اور خصومت نہ ہو دونوں کی کذا فی الدرر یعنی بشرطیکہ قدر ہدیہ معتاد کا مقدمہ دار القضا میں رجوع نہ ہو ہم تو اگر عادت سے زیادہ دے اور تا پھیرے اور اگر مقدمہ رجوع ہو تو قدر معتاد دونوں کا ہدیہ قبول کرے اور واجب ہے کہ سلطان اس رأس کے نائب کے ہدیہ قبول کرنے میں بھی عدم خصومت کی قید لگائی جائے سلطان کے نائب کے ہدیہ قبول کرنے کی یہ وجہ ہے کہ انکا ہدیہ بیت المال میں ہے ہوا اور قاضی بیت المال کے مصارف میں سے ہوا اور ظاہر ہے قبول ہدیہ اس صورت میں ہے جبکہ حلت غالب ہو اور اگر حرمت غالب ہو یا حلت و حرمت دونوں برابر ہوں تو سلطان کے نائب کا ہدیہ قبول کرے فتاوی عالمگیری میں ہے کہ قاضی قرض لے مگر اس صورت میں جبکہ قرض لینا عادت ہو اور شریک نہ ہو بشرطیکہ عدم خصومت عدم بہت اعانت اور اسیطرح عاریت لینا کذا فی الطحطاوی ویرد اجابۃ دعوۃ خاصۃ وہی التی لا یدعی لہا صاحبہا لولا حصور القاضی ولو من محرم ومعتاد وقیل ہی کالعامۃ اور قاضی دعوت خاصہ کے مان لینے کو قبول نہ کرے دعوت خاصہ وہ ہے جسکو صاحب دعوت نہ کرے اگر قاضی نہ آوے اگر یہ دعوت خاصہ محرم اور معتاد کی ہو اور قول اصح یہ ہے کہ دعوت خاصہ ہدیہ کے مانند ہے ہم بعضوں نے کہا دعوت نکاح اور ختنہ عامہ ہے اور اسکے سوا دعوت خاصہ ہے اور بعضوں نے کہا دس شخص تک کی دعوت خاصہ ہے اور اس سے زیادہ دعوت عامہ اور مصنف کی تقریر صحیح ہے چنانچہ بحر الرائق میں ہے اور یہی معتمد ہے چنانچہ بحر الرائق میں ہے اور عدم اجابت دعوت خاصہ محرم کے متعلق بعضوں کا قول ہے اور بعضوں نے کہا کہ دعوت خاصہ محرم کی قبول کرے کہ اثم میں مبتلا نہ ہو اور بعضوں نے کہا کہ قبول کرے بلا خلاف چنانچہ اسی قول کو صاحب کافی نے اختیار کیا صاحب بحر نے کہا تو یوں کہنا بہتر ہے کہ ہدیہ اور دعوت خاصہ قبول نہ کرے مگر محرم اور معتاد سے تو معلوم ہوا کہ قول ثانی بھی صحیح ہے کذا فی الطحطاوی وفی التتارخانیۃ وشرح المجمع ولا یجیب دعوۃ خصم وغیر معتاد ودعوۃ عامۃ للتہمۃ اور سراج اور شرح مجمع میں ہے اور قاضی قبول نہ کرے دعوت خصم اور خبر حصار کی اگرچہ دعوت عامہ ہو بسبب تہمت کے اگر ایک شخص کی عادت دعوت ہو ہر مہینے میں ایک بار پھر ہر ہفتہ میں بعد قاضی ہونے کے دعوت کرے تو قبول نہ کرے اور اگر طعام اکثر ہو

عادت قدیمی سے تو نہ قبول کرے مگر اس صورت میں جبکہ شخص معتاد کا مال زیادہ ہو گیا ہو کذا فی الخلاصۃ وعن النوادر ویشھد الجنازۃ ویعود المریض ان کان یفعلھما دکذا فی الشرنبلالیۃ عن البرھان اور قاضی جنازہ پر حاضر ہو اور مریض کی عیادت کرے بشرطیکہ صاحب جنازہ اور مریض مدعی اور مدعی علیہ نہ ہوں کذا فی الشرنبلالیۃ عن البرھان ہم اگر مریض کے پاس زیادہ بیٹھے کذا فی المنہ ویسوی وجوبا بین الخصمین جلوسا واقبالا کذا اشارۃ ونظرا یمنع عن مساررۃ احدھما والاشارۃ الیہ او رفع صوتہ علیہ اور واجب ہے کہ قاضی مساوات اور برابری کرے بین الخصمین یعنی مدعی اور مدعی علیہ کو یکساں رکھے یا عتبار بیٹھنے اور توجہ ہونے کے اور باعتبار اشارہ کرنے کے اور دیکھنے کے اور بازرہے ایک کی سرگوشی سے یعنی جبکہ ایک کے کان میں بات نہ کرے اور بازرہے ایک شخص کی طرف اشارہ کرنے سے اور ایک پر آواز بلند کرنے سے یعنی دوسرے سے زیادہ ایک شخص پر آواز نہ کرے ہم اور مذکورہ بین مساوات بین الخصمین اس واسطے واجب ہے تا دوسرے کی بدگمانی نہ ہو اور قاضی پر تہمت نہ لگے اور اسواسطے کہ اسحٰق بن راہویہ نے حضرت امام سلمہ سے روایت کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مبتلا بالقضا بین المسلمین ہو وہ انہیں مساوات رکھے مجلس اور اشارہ اور نظر میں اور احد الخصمین پر آواز نہ بلند کرے دوسرے سے زیادہ اور ابن عمر نے ابوموسیٰ اشعری کو لکھا کہ مساوات بین الناس کر اپنے متوجہ ہونے اور عدل اور مجلس میں تا شریف تیرے ظلم میں طمع نہ کرے اور ضعیف تیرے عدل سے ناامید نہ ہو اور احد الخصمین سے نہ کہا جائے کہ اپنے مدعی کو راضی کر تجھے تحفہ دے گا یا میرے ساتھ نیکی کرے گا اور اسکو تلقین حجت نہ کرے بسبب تہمت کے فوائد الفتاوی کبری میں ہے کہ بادشاہ نے خاصت کی ایک مرد کے ساتھ سو بادشاہ قاضی کے پاس اسکی نشست گاہ میں آکر بیٹھا تو قاضی کو لائق ہے کہ اپنے مقام سے اوٹھے اور بادشاہ کا خاصم وہاں بیٹھے اور قاضی زمین میں ٹھوکر دونوں میں فیصلہ کرے اور اسپر دلیل قاضی شریح کا قصہ ہے کہ اُونھوں نے امیر المومنین علی مرتضیٰ کو اور اُنکے خاصم کو اسیطرح بٹھلایا اور باتفاق اہل علم یہ مستحب ہے کہ دونوں کو اپنے سامنے بٹھلاوے اور ایک کو اپنے داہنے اور دوسرے کو بائیں بٹھلاوے کیونکہ داہنا طرف افضل ہے اور خصم کو لائق ہے کہ قاضی کے سامنے دوزانو بیٹھے بین دو ہاتھ کے فاصلے سے جیسے شاگرد بیٹھتا ہے اُستاد کے روبرو اور چار زانو نہ بیٹھے اور پیر پھیلا نہ رکھے اگر اسطرح بیٹھے تو تعظیم قضا کے سبب سے قاضی اُسکو منع کرے اور اعوان قاضی کے اُسکے سامنے کھڑے رہیں ہیبت قضا کیواسطے پھر جب خصمین حاضر ہوں تو قاضی تحمار ہو جاوے اُنسے ابتدا بالکلام کرے کہ تمہارا کیا مطلب ہے اور چاہیے کہ سکوت کرے یہاں تک کہ وہی کلام آغاز کریں پھر جب مدعی کلام شروع کرے تو دوسرا خاموش رکھا جائے تا فہمیکہ وہ اپنا کلام پورا کر چکے کیونکہ دونوں کے کلام ساتھ کرنے میں عیب و شغب ہے کہ حشمت مجلس قضا کے لائق نہیں پھر مدعا علیہ سے کلام کرو یا جاوے اگرچہ مدعی جواب سے نہ طلب کیے یہی قول اصح ہے ہم تا علم بالمقصود حاصل ہو اور محمد کے نزدیک فصل اول دعاوی میں ترتیب مختار ہے یعنی دعوی اول کا فیصلہ کرے پھر دوسرے پھر تیسرے کا وعلی ہذا القیاس اور اسپر ایک مہینہ غیر متشی مقرر کرے کہ وہ شخص سابق کی پہچان رکھے اور امین کو چاہیے کہ قاضی کے دروازے پر علی الصباح حاضر ہو لہ راگر سابق میں تردد واقع ہو تو قرعہ ڈالے اور خصوصہ پر شتابی نہ کرے بلکہ مہلت دے کیونکہ شتابی میں حجت منقطع ہو جاتی ہے اکثر امور کو آدمی بھول جاتا ہے اور معلوم کر لیتا ہے قاضی کے روبرو لکھا ہوا معروف تھا یعنی سابق صالح امین اسکا رواج نہ تھا تو یعمل بن بعدتات سے ہے جسکی طرف حاجت ہوئی کیونکہ لوگ مختلف الاحوال الادب ہیں قاضی عمل کرے بمقتضائے حال اس سے خبر کا ارادہ کرے نہ حشمت مجلس کیطرف پہونچائی ہے ولا حول ولا قوۃ الا باللہ اور مستحب ہے کہ قاضی میں عجوبت یعنی خشک مزاجی ہو بلا عنف اور توانع اور انکسار ہو بلا ذلت و ضعف اور قاضی کو چاہیے کہ ایک کتاب امین صالح واقف کار مقرر کرے جو حاضر اور سجلات کو لکھے یا محل فاسد نہ ہو جائے بعضی شروط کے ترک کرنے سے چنانچہ وہ شروط کتاب السجلات والحاضرین میں مذکور ہیں کذا فی فتح القدیر خصاف نہ الفاق ہے کہ اطلاق تسویہ بین الخصمین فی المجلس عام ہے کنیت و صفت بادشاہ اور رعیت اور ذلیل اور شریف اور باپ بیٹے اور مسلم اور ذمی کو مگر یہ کہ اگر بادشاہ مدعی علیہ ہو تو قاضی کو لائق ہے کہ اپنے مقام سے اوٹھے اور بادشاہ اور اُسکے مدعی کو وہاں بٹھلاوے اور آپ اُنمیں پر بیٹھکر فیصلہ کرے انتہی المحیط وکذا القیام لہ کالاولی اور قاضی بازرہے احد الخصمین کے سامنے ہنسنے سے اور اسیطرح ایک شخص کے واسطے اوٹھنے سے بازرہے بطریق دلی ہم اسواسطے کہ قاضی کی ہیبت سے وہ شخص اپنے خصم پر دلاور ہو جائیگا کذا فی المنہ وضیافت اور قاضی ایک شخص کی دونوں میں سے ضیافت نہ کرے ہم اسحٰق بن راہویہ نے اپنی مسند میں امام حسن سے روایت کی کہ ایک شخص علی مرتضیٰ کے گھر میں آیا کہ اپنے اُسکی ضیافت کی پھر جب اُسنے یہ کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ فلانے شخص سے خصومت کرو تو علی مرتضیٰ نے فرمایا کہ تو یہاں سے اوٹھ جا اسواسطے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

ہمکو منع فرمایا اس سے کہ ہم ایک خصم کی ضیافت کریں مگر اُسکے ساتھ اُسکا خصم ہو اور اسیطرح عبد الرزاق اور دارقطنی نے روایت کی اور اسواسطے کہ اسمیں تہمت میلان ہو کذا فی الفتح ثم لو فعل ذلک معہما معا جاز بخلاف ما لو فعل مع احدہما کما فی النہر ہاں اگر اُسکو دونوں کے ساتھ کرے تو جائز ہو کذا فی النہر ہم نہ الفائق مین ہو کہ ضیافت مین احد خصمان کی قید اسواسطے نکالی کہ اگر دونوں کی ساتھی ضیافت کرے تو جائز ہو اور قیاس اُسکا یہ ہو کہ اگر دونوں سے سرگوشی کرے یا دونوں کیطرف ساتھ ہی شمار کرے تو جائز ہو انہی وکذا یجوز للحکم ان یحکم مطلقا ولو بغیر محضر الخصم ہدایہ بعنایہ اور قاضی خوش طبعی نہ کرے حکم کی مجلس مین مطلقا اگرچہ خصمین کے سوا اور کسی سے کرے اسواسطے کہ خوش طبعی سے حمایت اور رعب نہین رہتا ولا یلقن الشاہد لقنہ حجتہ عن الحکم لانہ یأمن بہ علی الحکم اور قاضی کسی مدعی یا مدعی علیہ کو حجت نہ سکھاوے اور ابو یوسف سے روایت ایک یہ بھی ہو کہ تلقین حجت مین کچھ مضائقہ نہین کذا فی العینی ہم تلقین حجت کہ اسمین تہمت ہو اور دوسرے کی دل شکنی ہو ولا یلقن الشاہد شہادۃ ترد لاستحسنہ ابو یوسف فیما لا یستفید بہ زیادۃ علم اور قاضی شاہد کو تلقین شہادت نہ کرے اور تلقین شہادت کو ابو یوسف نے پسند کیا ہو جس تلقین مین شاہد کو زیادہ دانست حاصل ہو ہمارے ابو یوسف اور شافعی کا ایک قول یہ ہو کہ جس شاہد پر حیرت اور پیست غالب ہو جسکو وہ شرائط شہادت سے کچھ ترک کرے تو مضائقہ نہین کہ قاضی اُسکی اسطرح اعانت کرے کہ تو گواہی دینا ہو ایسی اور ایسی لیکن شرطیکہ محل تہمت نہو اور اگر محل تہمت ہو اسطرح جیکہ مدعی پندرہ سو کا دعوی کرے اور مدعی علیہ پانسو کا منکر ہو اور شاہد ہزار کی شہادت دے تو قاضی کہے کہ شاید مدعی نے پانسو معاف کر دیے ہون اور شاہد کو اس سے علم حاصل ہو سو مضائقہ نہین کہ قاضی اُسکے قول سے اپنی شہادت کو دعوی مدعی کے موافق کرلے اسطرح قاضی نے توفیق دی تو یہ بالاتفاق جائز نہین جیسے تلقین احد الخصمین جائز نہین اور مبسوط مین ہو کہ علم فرض کا قول غریمت ہو اور قول ابو یوسف رخصت ہو اسواسطے کہ جب ابو یوسف مبتلا بالقضا ہوئے اور دیکھا کہ ہیبت مجلس قضا سے شاہد ادائے شہادت سے عاجز ہو جاتا ہو تو کہا کہ اگر ہم اُسکو تلقین کریں تو حق ضایع ہو جائیگا کذا فی الفتح والفتوی علی قولہ فیما یتعلق بالقضاء لزیادۃ تجربتہ بذالک اور فتوی ابو یوسف کے قول پر متعلق قضا مین ابو یوسف کے زیادہ تجربہ ہونے کے سبب سے ہم اور قنیہ مین بھی بزازیہ کے موافق فتوی بقول ابو یوسف کو ہو کذا فی النہر طحطاوی نے کہا کہ فتوی بقول ابو یوسف قضا مین اغلبی ہو یعنی اکثری نہ کلی وفی ابو اللیث الجیۃ حکی ان ابا یوسف وقت موتہ قال اللہم انک تعلم انی ما اردت الا احد الخصمین عنی بالقلب الا فی محضر نصرانی مع الرشید لم استو بینہما وقفت علی الرشید ثم بکی انتہی قلت ومفادہ ان القاضی یقضی علی من کذبہ وفی الملتقی ویصح لیمین واحد وعلیہ وسیجئ اور ابو اللیث مین حکایت ہو کہ ابو یوسف نے اپنی موت کے وقت کہا الی تو جانتا ہو کہ مین نے اسلیان نہین کیا یعنی مین نے نہین چاہا کہ احد الخصمین کیطرف میلان کرون سوا اسکے بھی مگر ایک نصرانی کی خصومت مین ہارون رشید کے ساتھ مین نے دونون کو برابر نہین کیا یعنی مجلس مین ہارون رشید پر یعنی اُسکو برابر نہ سمجھا اور نصرانی کو جتا یا پھر ابو یوسف رونے لگے تو قاضی مین کہتا ہون اس حکایت سے مسئلہ سے معلوم ہوا کہ قاضی کو حکم جاری ہو آرسٹ و شاہ پر جسنے اُسکو قاضی مقرر کیا اور ملتقی الابحر مین ہو اور قاضی کا حکم صحیح ہو اُس سلطان کے نفع اور مضرت مین جسنے اُسکو قاضی کیا اور اسکا ذکر آگے آویگا فروع مسائل علقمہ شارح کے وفی الدائم من جملۃ آداب القاضی انہ لا یکلم احد الخصمین بلسان لا یعرفہ الآخر یعنی مین ہو کہ من جملہ آداب قاضی کے یہ ہو کہ قاضی کلام نہ کرے احد الخصمین سے اُس زبان مین جسکو دوسرا سمجھتا نہین یعنی اسواسطے کہ یہ بمنزلہ کلام مخفی کے ہو وفی التتارخانیۃ والحاصل ان یقول الخصم احکم بیننا حتی اذا کان فی التقلید خلل یعیر حکما بتحکیمہما اور تاتارخانیہ مین ہو اور زیادہ تر احتیاط یہ ہو کہ قاضی مدعی اور مدعی علیہ سے کہے کہ تمہارے مابین مین حکم کرون تو اگر قاضی کی تقلید قضا مین کچھ خلل ہو گا تو قاضی حکم اپنیطرف سے ہم یعنی قاضی حکم کرنے کی دونون سے اجازت چاہے جیوجہ کہ مین حکم کیے بیٹھا کرے فائدہ اسکا یہ ہو کہ اگر تقلید قضا مین کچھ خلل ہو مثلاً رشوت دیکر عہدہ قضا لیا ہو تو بطور پنچایت کے فیصلہ صحیح ہو کذا فی الطحطاوی وقضی بحق امر السلطان بکل ما استبان بمحضر من العلماء لیلزمہ بزازیہ قاضی نے فیصلہ واجبی کیا پھر بادشاہ نے اُسکو حکم کیا کہ پھر سرنو سے علما کے سامنے فیصلہ کرے یعنی دعوی اور گواہی سنکر تو قاضی پر استیناف لازم نہین کذا فی البزازیہ ہم طحطاوی نے کہا بحر الرائق مین بزازیہ سے یون منقول ہو کہ قاضی پر یہ فرض نہین تو معلوم ہوا کہ استیناف جائز ہو طلب الملقضی علیہ نسخۃ السجل من الملقضی لہ لیعرضہ علی العلماء

ھو صحیح کما فی متن الزمۃ القاضی یلزمہ اجوابھا لفتا دے جواب اُسکے نسخہ مجمل کا بانگا اُس سے جو بعینہا مجمل کو علما کے سامنے کرے کہ وہ صحیح ہے یا نہیں صحیح ہے
نسخہ دیا تو قاضی اُسپر اسکا دینا لازم کردے یعنی دلوا دے کذا فی جواہر الفتاوی وفی الفتح حتی لو امکن اقامۃ الحد بلا الغاء صدر کان اولی افتح القدیر مین ہو کہ جب
اقامت حق بلا کینہ اندازی قلوب ممکن ہو تو واجب ہے اسکا سبب وہ مین ق کو رہے کہ جو شخص یا راہ اُس سے قاضی عذر کرے اور وجہ حکم اُس سے بیان کرے اور کہے کہ مجھے تری
صحت معنی درد دریافت کی لیکن حکم شرع اسیطرح تھا اسکے سوا ممکن نہ ہو سکتا تھا یہ اعتذار اسواسطے ہے کہ وہ لوگون سے حکایت نہ کرے اور قاضی کو ظالم نہ جانے اور لوگ اُسکی توہین
مستکو گمان نہون کذا فی الطحطاوی ملتقطا وھل یقبل فصل الخصوم ان جلس للقضاء کلا ولا اخذ ھا ولا یاخذ بما فیھا الا اذا اقر بلفظ صریح او قاضی
ہون متقدمات کی حکایات قبول کرے یا نہ کرے جواب اسکا یہ ہے کہ اگر قاضی شہید کیواسطے پیچھے چکا ہے تو قبول نہ کرے اور اگر ہمسر نہین پیچھا تو قبول کرے اور حکایات یعنی کی بات
نہ پکڑے مگر اُس بات کو کہ بتہ پکڑے جسکو اُسنے بلفظ صریح اقرار کیا ھم حکایات سے وہ حکایات مراد ہین جو دعوی سے متعلق ہین چنانچہ مضارب کہا کہ مین نے مال مضاربت کو شہر
لے گیا اور خلانے شہر مین اُسکو بیچا اور اُس سے اجناس کو خرید کیا اور مانند اسکے اور وہ حکایات مراد ہین جو متعلقات دعوی سے نہین مجلس حکم مین سماع حکایات
اسواسطے نہین کہ مجلس سماع دعوی اور بینات اور اقرار اور حکم کیواسطے ہے اسطرح کہ مدعی کہے کہ اسکے پاس میرا مال مضاربت تھا سو یہ سفر مین مجھے گیا پھر سنے
ہان نگہبانی نہ کی سو مال ضائع ہو گیا اب مین اُس سے تاوان چاہتا ہون تو مدعی علیہ جواب مین کہے کہ ہان یا اُسکا انکار کرے اور اقرار بلفظ صریح اسطرح کہ
مضارب کہے کہ مین نے مال مضاربت سمندر کے کنارے پر بلا محافظ چھوڑا اور مین شہر مین مال لانے کیواسطے گیا پھر جو کنارے پر آیا تو مال یا اکثر اُسکا ضائع
فصل فی الحبس فصل ہے حبس کے احکام مین ھم چونکہ حبس مندرج اسکا حکام قضا تھا اور مختص باحکام کثیرہ تھا لہذا مصنف نے اُسکو علیحدہ فصل کرکے ذکر
کیا حبس مصدر ہے بمعنی منع یعنی روکنا اور بند کرنا پھر موضع حبس پر اُسکا اطلاق ہوا کذا فی المعوی اہل ہند حبس کو قید خانہ اور بندی خانہ اور جیل خانہ بولتے ہین
وھو مشروع بقولہ تعالی او ینفوا من الارض حبس مشروع ہے حق تعالی کے اس قول سے یا نفی کیے جائین زمین سے یعنی قطاع الطریق ھم نفی سے نفی من جمیع
الارض مراد نہین کہ متصور نہین نفی سے حبس مراد ہے وحبس علیہ الصلوۃ والسلام رجلا بالتہمۃ فی المسجد اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ایک مرد متہم کو
مسجد مین محبوس کیا ھم رسول علیہ الصلوۃ والسلام کے زمانے مین مدینہ صدیق اور فاروق اور عثمان رضی اللہ عنہم کے زمانے مین حبس مسجد مین تھا یا ڈیوڑھی مین یا بانہ معکرۃ
قول ہے کہ فاروق نے ایک گھر مکہ معظمہ مین چار ہزار درہم کو خریدکیا اور اُسکو محبس ٹھہرایا واحدث السجن علی رضی اللہ عنہ وبناہ من قصب سماہ نافع فقبہ
النصوص فتح غیر ممدود سماہ محیسا بفتح الیاء وتکسر وضم التحتیہ وھو السجن علی اور امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے قید خانہ ایجاد کیا اور اُسکو بانس سے بنایا
اور اُسکا نام نافع رکھا سو اُسمین کچھ دن یا چوتھون نے یعنی وہ قیدیون کو نکال لے گیے پھر حضرت مرتضی نے اُسکے سوا اور تعمیر یا ٹھی کے دیوارون سے اور اُسکا نام محیس بفتح یا رکھا
اور کسر ہ یا بھی جائز ہے محیس موضع تحبیس یعنی حبس کرنے کا مکان ھم محبس بفتح میم وفتح خاء وفتح یا مع التشدید اسم ظرف ہے یعنی محل حبس اور یکسر یا اسم فاعل ہے یعنی دلیل کرنے
والا وفیہ یقول علی رضی اللہ عنہ **شعر** الا ترانی کیسا علیسا ۔ بنیت بعدنا فیح محیسا ۔ حصنا حصینا وامنا کیسا
اور اسی مین علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کیا تو مجھکو نہین جانتا عاقل بنانے والا مین نے بعد نافع کے محبس بنایا مکان مضبوط اور اسپر دار و غمانات دار عاقل ٹھہرایا ھم
خلاصہ یہ ہے کہ حبس کتاب و سنت و خلفاء راشدین کے فعل سے ثابت ہوا اور اُسکے جواز پر اجماع امت تمام ہے کذا فی الزیلعی صفتہ ان یکون بموضع لیس بفراش لا وطاء ولا بفج
ہو فی صفت قید خانہ یہ ہو کہ ایسا مکان ہو جہان فرش اور رسوہنے کا بچھونا نہ ہو محبوس کو تکلیف ہو تو دین والا کرے ھم بہتر یہ تھا کہ مصنف ان یکون موضع کہتا تجذف باو جارہ اور وطاء
ہو تن کتاب و سحاب خلاف عطاء جیسا کہ قاموس مین ہے تو معلوم ہوا کہ فراش اور وطاء ایک ہی چیز ہے اور بعضون نے کہا کہ وطاء وہ فرش ہے جو سونے کیواسطے مہیا ہو تو اب عطف
خاص کا عام پر ہوگا کذا فی الطحطاوی وھذا ولہ حق لہ منعہ منہ اور مفاد تعلیل یہ ہے کہ اگر محبوس کیواسطے بچھونا لایا جاے تو منع کیا جاے کہ یکمل حبسہ
یدخل علیہ الاستیناس الا اقارۃ جیرانہ کاحتیاجہ للمستاورۃ اور کوئی قادر نہ کیا جاے اُسکے پاس جانے پر جبر لگانے کیواسطے مگر اُسکے قریب

اور تردد کی جائے یا دین مشورے کی احتیاج کے سبب سے ہو یعنی سوا اسکے کہ اُنکے مشورے سے حصول مقصود متصور ہو یعنی ادائے دین وکالجکثرن عدۃ طویلا وہ مفادۃ
ان زوجتہ کالحبس معہ لو ھی الحابسۃ ولا ظہر اور اقارب ہمسائے اُسکے نہ ہوں یا وہ نہ ٹھہریں یا ورمفاوعدم طول مکث اقارب یہ ہو کہ محبوس کی زوجہ اسکے ساتھ قید
نہ کیجائے اگر قید کیجانے والی وہی ہو اور یہ قول ظاہر ہو صرف زوجہ اقارب جیسا ان میں داخل نہیں تو افادۂ مذکور کیسا حاصل ہوا اور یہ خلل پیدا ہوا نہر الفائق کی صدر عبارت کے خلاف کرنے سے
نہر الفائق میں یوں مذکور ہے کہ جب محبوس جماع کا محتاج ہو تو اُسکی زوجہ یا لونڈی اُسکے پاس جائے اگر وہاں اُسکا مکان ہو اور اسمیں دلیل یہ ہو کہ زوجہ اُسکی قید نہ کی جائے
اُسکے ساتھ اگر وہ حابسہ ہو اُسکی اور یہ ظاہر ہو انتہی لیکن اسمیں بھی خلل ہے کہ حابسہ ہونے کی تقیید ماتقدم سے مستفاد نہیں بلکہ عدم حبس زوجہ مطلقاً ثابت ہوتا ہے
بحر الرائق میں ہے کہ اگر زوجہ پر احتمال فساد ہو تو متاخرین کے نزدیک زوج کے ساتھ قید کیجائے کذا فی العمادی وفی الملتقط یکون وطی جاریتہ لو فی خلوۃ
اور ملتقی میں ہے کہ محبوس کو قدرت دیجائے اُسکی لونڈی کی قربت پر اگر محبس میں خلوت ہو وکالجمعۃ والجماعۃ کالحج فرض فیہما اولی اور محبوس نکلے عازم حج
اور جماعت پہنچ گیا اور فرض حج کیواسطے تو غیر فرض یعنی حج واجب اور حج نفل کیواسطے بطریق اولی نہ نکلے کالحضور جنازۃ ولو کان بکفیل یکفیل یلقی فی الخلاصۃ
یخرج بکفیل الجنازۃ اصولہ وفروعہ کاعیدھم وعلیہ الفتوی اور نہ نکلے جنازہ پر حاضر ہونے کیواسطے اگر میت خروج ضامن کی بکر ہو کذا فی شرح الوہبانیہ اور خلاصہ میں
ہے کہ ضامن کے نکلے اپنے اصول اور فروع کے جنازے کیواسطے نہ سوائے اُنکے اور اسی پر فتوی ہے ولو لموعوض عنہ اضناء فی الیمین یخرج بکفیل ولا کالا
بہ یفتی اور اگر جاری اُسکو ضعیف اور قریب الہلاک کر دیا اور نہیں جانتا کہ اُسکیواسطے جو اُسکی خدمت کرے تو ضامن کر کے نکلے اور اگر ایسا نہ ہو یعنی سخت بیمار ہو یا بالغ ہی مدت
کرنے والا ہو یا ضامن نہ دے تو نہ نکلے اسیکا فتوی ہے ولا یخرج لعلاج ولکسب بل ولا یکتسب لیدہ ولو لہ دین خرج لیخاصمہ ثم یحبس ثانیہ اور نکلے علاج
اور کمائی کیواسطے بلکہ محبس میں ہی کسب کرے اور اگر محبوس کے کوئی دین ہو تو خصومت کیواسطے قاضی کے پاس جائے پھر قید کیا جائے کذا فی الخانیہ ولا یفرض المحبوس
الا فی ثلث اذا امتنع عن کفارۃ الظہار ولا نفاق علی قریبہ والقسم بین نسائہ بعد وعظہ وانضباط مایفوت بالتاخیر کالی خلف الشہاد
اور نہ محبوس ہی مارا پڑے مگر تین صورت میں ایک کہ کفارۂ ظہار نہ ادا کرے یعنی باوجود قدرت دوسرے یہ کہ اپنے قرابتدار محتاج پر مال خرچ نہ کرے تیسرے یہ کہ اپنی زوجات کے درمیان
باری نہ رکھے نصیحت کرنے اور سمجھانے کے بعد اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو حق کہ فوت ہو جائے تاخیر سے اور کوئی چیز اُسکے قائم مقام نہو سکے اُسکے ترک میں ضرب ہے کذا فی الاشباہ
ضرب سوا اسطے ہوئی کہ تاخیر کفارہ میں نفقہ کا ضرر ہے اور زیادتی حبس میں قرابت کا ضرر ہے کیونکہ اُسکا نفقہ ساقط ہو گا مدت گذر جانے سے اور اسمیں ضرر شدید ہے حبس میں نہ جائے
کا فوت حق ہے قلت ویزاد مافی الوہبانیۃ شعر وان فریضۃ بدون قید شہادۃ یا بہ لطیبین باب الحبس فی العتیدیہ یعنی ہمارے
اور مسائل ثلثہ ضرب وہ مسئلہ زیادہ کیا جائے جو وہبانیہ میں ہے یعنی اور اگر محبوس بھاگے قرابت نے کیواسطے مار جائے بدون پیڑی ڈالنے کے اور دروازہ محبس کو مٹی سے بند کرنا سنگ
میں تھا کو رہ ہو یعنی اگر محبوس سنگ کنی ہو اور مال ادا کرتا ہو تو دروازہ چن دیا جائے اور ایک سوراخ اتنا چھوڑ دیا جائے جس سے روٹی پانی اُسکو دیا جائے اور دوسرا قول ہے کہ اسمین قاضی کی رائے
کو دخل ہے جیسا مناسب سمجھے کرے کذا فی الطحطاوی ولا یفرق الا اذا خاف فرار ویحول الی سجن اللصوص ہل یطین الباب الذی فیہ القاضی
بزازیہ اور محبوس کے گلے میں طوق ڈالا جائے اگر جبکہ اُسکے بھاگ جانے کا خوف ہو تو یہ بیان ڈالی جاوے گی اُس محبس میں ان یا جائے تو چوروں کیواسطے مخصوص ہو اور کیا دروازہ مٹی سے بند کر دیا
جائے امین قاضی کا اختیار ہے جیسا مناسب سمجھے کرے کذا فی البزازیۃ ولا یجرد اور نہ محبوس سے سنہ کیا جائے کپڑے اوتار کر ولا یواجر وعن الثانی لو جر لقضل لا یضر
محبوس سے سخت مزدوری کرائی جاوے اور ابو یوسف سے روایت ہے کہ مزدوری کرائی جائے اُسکے ادائے دین کیواسطے ولا یقام بین یدی صاحب الحق واھانۃ
لہ تو محبوس صاحب حق کے آگے کھڑا کیا جائے اُسکی ذلت کیواسطے ولو کان بیدہ لا قاضی فیملکہ لزمہ لیلا ونہارا حتی یاخذ حقہ جواہر الفتاوی اور اگر
صاحب حق اُس شہر میں جہاں قاضی نہیں قریوں کے ساتھ تبادرہے رات اور دن یہاں تک کہ اپنا حق پا جائے کذا فی جواہر الفتاوی ہر صاحب حق کو ملازمت میں
اختیار ہے اور یہ اختیار نہیں کہ مدیون کی کسب کرنے دے یا گھر میں جانے دے اور اسکی طرف اشارہ حدیث شریف میں ہے کہ لصاحب الحق الید واللسان یعنی تقاضے سے ملازمت

ف ۱

مراد ہے اور زبان سے سخت تقاضا کرنا اور منع کسب اور دخول بیت حکومت سے متعلق ہے بخلاف قاضی کے اسکو منع اور حبس کی ولایت ثابت ہے کذا فی الفتح وتعیین مکان ای مکان الحبس عند عدم ارادۃ صاحب الحق المقاضی وتعیین مکان حبس قاضی کے اختیار میں ہے جبکہ صاحب حق نے تعیین مکان کا ارادہ نہ کیا ہو ورنہ اذا طلب المدعی مکانا آخر فیجیبہ لذلک فتنبہ مگر جبکہ مدعی دوسرے مکان کی درخواست کرے تو قاضی اسکو مان لے فی التنبیہ وافتی المصنف بتعا للمقاری الھدایۃ بان العبرۃ فی ذلک لمکان احضار المدعی علیہ لا لمکان الحبس کما لا یخفی انتہی اور مصنف نے فتوی دیا قاری ہدایہ کے تابع ہو کر کہ اسمیں یعنی تعیین مکان میں صاحب حق کا اختیار ہے نہ قاضی کا انتہی فائدہ یہ ہے کہ بعض نسخ کنز میں بجائے فی مکان المصوص فی نحوہ اور نہر الفائق میں ہے الذی یجوز کما یجاب بہ مدعی علیہ کا چوتھوں کے مکان یا مانند اسکے اور سخت مکان میں طلب کیا ہو **فرع** مسئلہ الملقط شارح فی البحر عن المحیط ویجعل للنساء مجلس علی حدۃ انتہی قلت بحر الرائق میں محیط سے منقول ہے اور عورتوں کیواسطے علیحدہ مردوں سے محبس بنایا جائے فتنہ دفع کرنے کیواسطے اذا ثبت الحق للمدعی ولو دینا نقدا ھو درھم بینۃ عجز حبسہ بطلب المدعی ظھر الحال بالکتابۃ اور جبکہ مدعی کا حق ثابت ہو گیا گواہی سے اگرچہ اسکا حق بقدر ایک دانگ کے ہو اور دانگ چھٹا حصہ ہے درہم کا تو قاضی اسکو حلیہ قید کرے مدعی کی درخواست سے بسبب ظاہر ہو جانے ناداہندگی کے مدعی علیہ کے انکار سے ھم درہم ہوتا ہے سترہ رتی اور خمس رتی چاندی کا تو دانگ کچھ کم تین رتی چاندی کی شھری طحطاوی نے اھ ا ھ مدعی کی قید سوائے لگائی کہ بدون اسکی طلب کے قاضی کو محبس کرنا جائز نہیں کما شرح بہ کے قول میں ولا کا ثبت بینۃ بل باقرارہ یعجل حبسہ بل باسرہ بکلا داء فان ابی حبسہ اور اگر مدعی کا حق گواہی سے نہ ثابت ہو بلکہ مدعی علیہ کے اقرار سے ثابت ہو تو قاضی اسکے حبس میں جلدی نہ کرے بلکہ اسکو ادا کرنے کا حکم کرے سو اگر وہ مانے تو اسکو قید کرے ھم جبکہ اقرار سے ثابت ہو لہذا اسکے ناداہندگی ظاہر ہوئی لہذا اسکے حبس میں شتابی نہ کرے اور ادائے دین کا اسوقت امر کرے جبکہ اسکے ادائے دین پر قادر ہو اسطرح جبکہ مدعی علیہ نے دوسرے پر دعوی بعینہ دین کیا اور اس دعوی کو گواہی سے ثابت کیا اور وہ چیز اسکے پاس نکلی تو قاضی اسکو لے اور ادائے دین کرے کرانی النھر وعکسہ الرحتی ہو اسکے بالعکس کما رحتی نے اگر گواہی سے ثابت ہو تو محبس میں شتابی نہ کرے اور اقرار میں جلد حبس کرے اسواسطے کہ مدعی علیہ کہ سکتا ہے کہ گواہی کا جھوٹا اسکا دین معلوم ہوتا ہے کما سیاتی فی الاقرار میں انشاء اللہ تعالی اور یہ احتمال اقرار میں نہیں ہو سکتا کذا فی الحلبی وسوی بینھما فی الکنز والدرر واستحسنہ الرحمتی اور کنز اور درمیں ثبوت بگواہی وہ اقرار میں بابری کی ہے اور زیلعی نے اسکو پسند کیا ھم یعنی گواہی اور اقرار دونوں میں حبس کی تعجیل کرے اسواسطے کہ ایفاء دین محتمل ہو تو حبس میں شتابی نہ کرے تاوقتیکہ اسکی ناداہندگی صاحب امر اور مطالبہ سے نہ ظاہر ہو کذا فی الحلبی وکان مختار الھندیۃ والوقایۃ والمجمع قال فی البحر وھو المذھب عند نا انتہی اور قول ذیل یعنی متن کا قول ہدایہ اور وقایہ اور مجمع کا مختار ہے بحر الرائق میں کہا کہ یہی مذہب قوی ہے ہمارے نزدیک انتہی کلامہ قلت وفی المنیۃ اطلق فلو ثبت بینۃ بحبس فادیۃ برکۃ لا قرار یحبس فی الثانیۃ وثالثۃ دون الاولی فلیکن ھو المعتمد انتہی قلت میں کہتا ہوں ومنیۃ المفتی میں ہے کہ اگر حق گواہی سے ثابت ہو تو اول بار کے انکار بعد الامر بحبس کیا جائے اور اگر حق ثابت ہوا اقرار سے تو دوسری بار اور تیسری بار کے انکار میں قید کرے نہ اول بار کے انکار میں فوافق ما ذکرہ من الاتفاق ھو ما ناسبہ ھم یہ توفیق منتزعہ ہے کہ قول میں نظر نہیں ہوئی اور نہ سرخسی کے قول میں سواسطے کہ اسکے نزدیک حبس مقرر میں شتابی ہے نہ منکر میں تو یہ نہیں کہہ سکتے کہ حبس مقر میں تعجیل ہے دوسری اور تیسری بار کا یعنی منکر میں تعجیل ہے اول بار اور ظاہر یہ قول راجح ہے اور ماتن اور شارح نے نکولا کا حکم مذکورہ کیا بحر الرائق میں فلا اسی مذکورہ ہے کہ جب حق ثابت ہو حکم کرے اور مطلوب تسلیم میں تاخیر کرے اور طالب اسکے حق کا مطالبہ کرے تو قاضی اسکے حبس کا حکم دے کذا فی الطحطاوی ملخصا ویحبس المدیون فی کل دین ثبت عند القاضی بطلب صاحبہ ان طلب حبسہ بعد ما لزم بعقد او ضمان متلف او بدل منفعۃ کاجرۃ والقرض ولو مؤجلا وھو الصحیح ومال ضربہ کفالۃ ولو بالدرک او بخلص الکفیل وان لم یقر او ابرازیۃ لانہ التزم بعقد کما لو ھو ھذا ھو المعتمد خلافا لما فی فتاوی قاضیخان استحسانا لما مر ون والمرھون علی المذھب انتہی بحر فیحفظ اور جبکہ کیا جائے مدیون ہر ایک قسم دین سے جو عوض ہے مال کا بالازم کر لیا ہے دین عقد سے کذا فی الھندیۃ والمجمع والملتقی مانند ثمن بیع کے اگرچہ ثمن بیع عوض منفعت ہو جیسے اجرت اور مانند قرض کے اگرچہ دین کا قرض ہو مسلم پر اور مانند مہر محبس کے اور جو دین کہ اسکو لازم ہے کفالت سے اگرچہ کفالت بالدرک یا بخلاص کا

ضامن ہو اگر چہ ضامن کثرت ہوں کذا فی البزازیۃ اسواسطے کہ ضامن نے دین کی اپنے اوپر لازم کرلیا بسبب عقد کفالت کے مانند مہر کے اور یعنی ثمن اور قرض اور مہر مجہول اور دین کفالت میں محبوس ہونا مطابق تصدیق دعوی محتاجی قول معتمد ہی پر خلاف فتوی قاضی خان کے بسبب متقدم ہونے متون اور شروح کے فتاوی پر کذا فی البحر تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ۱۲ قاضی خان نے کہا کہ دو صورت دعوی افلاس حبس نہیں مگر ثمن اور قرض میں اور مہر مجہول اور دین کفالت میں حبس نہیں اظہار مفلسی میں لیکن یہ فتوی متون اور شروح مذہب کے مخالف ہی لہذا معتمد نہیں اشیاء مذکورہ میں حبس کرنے کی وجہ باوجود دعوی افلاس یہ ہی کہ جب مال اسکے ہاتھ میں آیا یعنی مبیع اور قرض تو اداے دین پر قدرت ثابت ہوئی اور جو دین کہ بعقد السلام کیا مانند مہر اور کفالت کے اسمیں بھی قدرت ایفا ثابت ہی کیونکہ قبول مہر اور کفالت پر پیش قیمی کرنا دلیل ہی قدرت ایفا پر تو محبوس ہوگا اور اسکا یہ قول میں محتاج ہوں مسموع نہوگا کیونکہ یہ قول مناقض کے مانند ہی بسبب وجود دلیل کشادہ دستی الحاصل اس علت میں حال غالب کو معتبر رکھا والا اشیاء مذکورہ کو باوجود افلاس بھی کرنے میں کیونکہ مطابق احکام غالب ہی پر نادر پر کذا فی الطحطاوی وتقدم علك فی الاختیار بدل الخلع هنا خطأ فتنبه بان اختیار شرح میں محتاج بدل خلع کو یہاں شمار کرنا خطا ہی سو آگاہ رہنا ہم بدل خلع کو یہاں شمار کرنا یعنی جہاں تعیین لازم ہی باوجود دعوی محتاجی وزاد القلانسی انه یحبس ایضا فی کل عین یقدر علی تسلیمها کالعین المضمونة او قلانسی نے اشیاء اربعہ مذکورہ پر یہ بھی زیادہ کیا ہی کہ مدعی علیہ حبس کیا جاوے ہر ایک اس عین میں جسکی تسلیم پر وہ قدرت رکھتا ہی جیسا کہ غاصب کی ہر شی چیز کو جس نے غیر سے ای غیر مادکر دھو تسم صور بدل خلع ومضروب ومتلفه دم عمد وحق خاص یدار بتر جهانیة ونفقة قریب زوجته وهو مؤجل حبس کیا جاوے اسکے غیر میں یعنی اشیاء اربعہ مذکورہ کے غیر میں اور بدل خلع ۲ بدل مغصوب ۳ متلف یعنی جو چیز تلف کر ڈالی اسکا بدل ۴ دم عمد کا بدل ۵ شریک کا حصہ آزاد کردینا ۶ جنایت کی دیت ۷ نفقہ قرابت ذی رحم ۸ نفقہ زوجہ ۹ مہر مؤجل قلت ظاهره ولو بعد طلاق میں کہتا ہوں اور ظاہر الاطلاق مہر مؤجل کا اسپر دلالت کرنا ہی کہ اسمیں حبس نہیں طلاق کے بعد بھی یعنی اگر یہ مہر مؤجل طلاق سے محل ہو گیا تو بھی حبس نہیں وفی نفقات البزازیة یثبت الیسار باخبار هما بخلاف سائر الدیون اور بزازیہ کے نفقات میں ہی کہ کشادہ دستی خبر دینے سے ثابت ہوتی ہی یہاں یعنی نفقات میں بخلاف باقی دیون کے کہ وہاں فقط اخبار سے ثابت نہیں ہوتی لکن افتی ابن نجیم بان القول له بیمینه الا ثبت فقرا فراجعه لیکن ابن نجیم نے فتوی دیا ہی کہ تنگدستی میں متفق کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہی تا وقتیکہ اسکی تونگری ثابت نہو تو اسکی طرف مراجعت کرو ہم مدار استدراک اسپر ہی کہ تعبیر شہود سے متبادر یہ ہی کہ کشادہ دستی شہادت سے ثابت ہونا اخبار سے اور جو اخبار ہو سکتا ہی کہ دین فقہ میں فقط اخبار سے ہوتا ہی اور اسکے غیر میں شہادت سے کیونکہ اسکی عبارت میں تعیین نہیں کذا فی الطحطاوی ولو اختلفا فقال الدیون لیس بمال وقال الدائن وانه ثمن متاع فالقول للدیون لانه منکر ربا الدین ط وسیجیء تحقیقا واخره فی النهر اور اگر دونوں میں اختلاف ہوا اور مدیون کہتا ہو کہ بھر دین کا مال نہیں ہی اور دائن کہتا ہو کہ وہ ثمن ہی متاع کا تو مدیون ہی کا قول معتبر ہوگا کیونکہ صاحب دین گواہی سے ثابت کرے جیسا کہ اسکو طرسوسی نے بطریق بحث کے بیان کیا ہی اور نہر الفائق میں اسکو ثابت رکھا ہم مدیون محبوس نہوگا اگر مدعی فقیر ہو ۱۲ منہ مسئلہ لخصه لا یحبس فی دین مؤجل وکذا لا یمنع من السفر قبل حلول الاجل وان بعد له للسفر بعد فاذا حل منعه حتی یوفیه بدائم وقدمناه وللکفالة مدیون محبوس نہوگا دین مؤجل میں اسیطرح سفر جانے سے ممنوع نہیں ہو سکتا قبل آنے مدت دین کے اگر چہ سفر بعید ہو اور صاحب دین کو اختیار ہی کہ اسکے ساتھ سفر کرے پھر جب مدت دین ہو چکے تو اسکو سفر سے روکے تا ایفاء دین کذا فی البدائع اور ہم اسکو مقدم ذکر کر چکے ہیں کتاب الکفالت میں ان ادعی المدیون الفقر اذا کان اصل العسر اشیاء اربعہ کے غیر میں محبوس ہوگا اگر مدعی اپنے افلاس اور فقر پر بکا دعوی کرے اس لئے کہ اصل تنگدستی ہی ہم یعنی ہر شخص کے حق میں عسرت اصل ہی اسواسطے کہ ہر آدمی عدیم المال پیدا ہوا کذا فی الفتح اور مدعی امر عارض کا دعوی کرتا ہی یعنی مالداری کا تو بدون شہادت اسکا دعوی مقبول نہوگا کذا فی البحر الا ان یبرهن غریمه علی غناه ای قدرته علی الوفاء ولو فرضا وبقاضا غریمه مگر یہ کہ اسکا صاحب دین اسکی مالداری اور تونگری کی گواہی سے ثابت کرے یعنی مدیون کا قادر ہونا اداے دین پر ثابت کرے اگر چہ قدرت قرض لینے یا اپنے مدیون کے تقاضا کرنے سے

حاصل ہو ہم شارح نے غنا کو بقدرت علی الوفاء سواسطے تعبیر کیا تا معلوم ہو کہ غنا سے غنائی زکوۃ مراد نہیں تو اگر یدیوں قرض دینے والا ملے اور وہ قرض نہ لے تو وہ ظالم ہوگا حالانکہ ہر جز اظلم ہے اور اسکا ظلم ثابت ہو چکا باوجود قرض سے اور اگر قاضی مدیون کی غیبت جانے لیکن اُسکا مال دوسرے پر ہو تو اُس سے تقاضا کرے تو اگر مدیون کا مدیون کشادگی سے محبوس ہو تو مدیون محبوس نہ ہوگا اور اگر مدیون اپنے مدیون سے تقاضا نہ کرے تو محبوس نہ گا کذا فی الطحطاوی عن الحموی فیجب حینئذ بما رأی وہو ما ھو المعتمد قولہ فی عدم حبس کے اسوقت میں جسقدر مدت کہ اُسکی رائے میں آوے اگرچہ ایک ہی دن حبس کرے یہی قول صحیح ہے ہم یعنی جب گواہی سے کشادہ دستی ثابت ہو تو مدت حبس قاضی کی رائے پر مفوض ہے سو اگر قاضی کو گمان غالب ہو کہ اگر اُسکا مال ہوتا تو اتنی مدت کی حبس میں آپ کو خلاص کر واتا تو محبوس سے سوال کر کے چھوڑ دے محمد کی روایت میں حبس دو یا تین مہینے ہیں اور حسن کی روایت میں چار مہینے سے چھ مہینے تک ہے ایمن کہا کہ صحیح یہ ہے کہ تقدیر لازم نہیں اور قاضی کی رائے پر مفوض ہے کیونکہ لوگوں کے حال متفاوت ہیں کذا فی النہر بل فی شہادات الملتقط قال ابو حنیفۃ اذا کان المعسر معروفا بالعسرۃ لم احبسہ فی الحال بہ ونوخذ ظاہرا سأل عنہا ولا یقبل بینتہ علی افلاسہ حتی یسیلہ نہر بلکہ ملتقط کی شہادات میں ہے کہ ابو حنیفہ نے کہا کہ جب مفلس مشہور باعسار ہو تو میں اُسکو محبوس نہ کروں یعنی اُسکے حبس کا حکم نہ کروں الخ خانیہ میں ہے کہ اگر اُسکی محتاجی ظاہر ہو تو اُسکا حال جلد لوگوں سے دریافت کرے اور اُسکے افلاس کی گواہی قبول کرے اور اُسکو چھوڑ دے کذا فی النہر و فی البزازیۃ قال المدیون لخلیفۃ انہ ما یعلم انی معسر اجابہ القاضی فان حلف حبسہ بطلبہ وان نکل حلاہ واقرہ المصنف قلت وفی البزازیۃ ہو کہ مدیون نے قاضی سے کہا کہ مدعی کو قسم دیجیے کہ وہ مجکو مفلس نہیں جانتا تو قاضی اسکو قبول کرے پھر اگر مدعی قسم کھائے تو اُسکو حبس کرے مدعی کی درخواست سے اور اگر قسم نہ کھائے تو اُسکو چھوڑ دے اور اس قول کو مصنف وغیرہ نے ثابت رکھا ہے قلت قدمنا ان الرأی غیر لہ ملکۃ الاجتہاد فتنبہ میں کہتا ہوں ہم پہلے ذکر کر چکے کہ اُس قاضی کی رائے کا اعتبار ہے جسکو قدرت اجتہاد حاصل ہو سو خبردار رہنا یعنی قاضی غیر مجتہد کی رائے کا کچھ اعتبار نہیں ہم حلبی نے کہا کہ شارح اسمیں مستانی کا تابع ہوا ہے میں کہتا ہوں کہ ایسا امر یعنی تقدیر مدت حبس قاضی کے مجتہد ہونے پر موقوف نہیں انتہی ثم بعد حبسہ غایرہ لو حالہ مشکلا عند القاضی ولا عمل بما ظہر واعتمدہ المصنف پھر مدیون کے حبس کرنے کے بعد تقدیر اُس مدت کے جو اُسکی رائے میں آوے اگر اُسکا حال مشکل ہو قاضی کے نزدیک یعنی تنگدستی و کشادہ دستی اُسکو نہ معلوم ہو سکتی ہو تو لوگوں سے اُسکا حال دریافت کرے وہ اگر ظاہر ہو تو بموجب ظاہر کے عمل کرے کذا فی البحر اور مصنف نے اپنی شرح میں اسپر اعتماد کیا ہے سال عنہ احتیاطا لا وجوبا من جیرانہ وذوی عدل غیبۃ الذین پھر بعد حبس اُسکا حال اُسکے پڑوسیوں سے پوچھے بنا بر احتیاط کے نہ بنا بر وجوب کے اور کفایت کرتا ہے ایک عادل سے پوچھنا صاحب دین کی غیبت میں یعنی اُسکا حضور نہ ہونے میں ہم جو اخبار کرے لائق امر ہو اسمیں ایک شخص عادل کا قول کافی ہے چنانچہ توکیل و نزغل کی خبر میں و شخصوں سے دریافت کرنا احوط ہے اور غیبت سے اخبار یہ ہے کہ مخبر کہے کہ مدیون محبوس کا حال محتاجوں کا سا حال ہے خوراک اور لباس میں اور حال اُسکا تنگ ہے اور ہمنے اُسکا حال ظاہر اور مخفی دریافت کیا ہے کذا فی الطحطاوی واما المستور فان داخ قولہ ہو رأی القاضی عمل بہ والا لا انفع المسائل بحثا اور اگر عدالت یا فسق مخبر مستور اور مخفی ہو تو اگر اُسکا قول قاضی کی رائے کے موافق ہو تو اسپر عمل کرے اور نہیں تو نہیں کذا فی انفع المسائل بحثا ہم بحر الرائق میں ہے کہ فاسق کی خبر تو قبول نہیں ولا یشترط حضرۃ الخصم ولا لفظ الشہادۃ کما اذا تنازعا فی العسار واقاما بینتہما اور شرط نہیں الخبار میں حاضر ہونا مدعی کا اور نہ لفظ شہادت بلکہ جیسے مدعی اور مدعی علیہ تنگدستی و کشادہ دستی میں تنازع کریں کذا فی القنستانی ہم یعنی اگر مدعی کہتا ہو کہ یہ کشادہ دست ہے اور مدعی علیہ کہتا ہو کہ میں تنگدست ہوں تو اخبار کافی ہیں نہ لفظ شہادت ضرور ہے اور اسیطرح خبر واحد و عورت مقبول ہیں بلکہ بینہ ضرور ہے قلت بل کما یکفی اخبارہ یکفی شہادتہ وہی لیست بحجۃ وللہ الم یجب السؤال انفع الوسائل قلت میں کہتا ہوں لیکن تنگدستی کی گواہی نفی غنا کی گواہی ہے اور نفی کی گواہی حجت نہیں و لہذا اُسکے حال کا سوال کرنا واجب نہیں لہذا انفع الوسائل سو خبردار ہو جا ہم بحر الرائق میں ستانی سے منقول ہے کہ یہ شہادت نفی پر نہیں کیونکہ اعسار بعد یسار کے امر حادث ہے تو یہ شہادت امر حادث پر ہوئی نفی پر انتہی اور علامہ نوحی نے کہا کہ شہود کہتے ہیں کہ مدعی علیہ صیق الحال کثیر العیال ہے اور یہ نفی نہیں یعنی ثبات ہے کذا فی الطحطاوی فان لم یظہر لہ مال حلفہ بالله ما خلاہ بالکا غیر الا فی ثلث مال یتیم ووقف واذا کان الدین غائبا

پھر اگر محبوس کا مال ظاہر نہو تو قاضی اسکو چھوڑ دے بلا ضامن لئے کیونکہ چھوڑنے کے ساتھ ہی اسکا مفلس ہونا ظاہر ہو جاتا ہے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ عسرت اسکی قاضی کے نزدیک ظاہر ہو گئی تو وہ مصداق کے لائق ہو گیا بموجب آیت قرآنی کے تو حبس اسکے اسکو مقید کرنا ظلم ہوا اور بال وقف کو صاحب کنز قیاس کیا ہے ہمارے پیارو علماء متاخرین اسکے تابع ہو گئے ہیں اس قیاس میں کما فی الطحطاوی ثم لا یحبسہ ثانیا للاول ولا لغیرہ حتی یثبت غریمہ غناہ بزازیہ پھر جب یوں افلاس کے سبب سے حبس سے چھوٹا تو قاضی اسکو دوبارہ قید نہ کرے اول دعوی کیواسطے اور نہ اسکے غیر کیواسطے تا وقتیکہ اسکا صاحب دین اسکی مالداری ثابت نہ کرے کذا فی البزازیۃ وفی القنیۃ یرجع المحبوس علی افلاس قاربہ الدین اطلاقہ یحل تفلیسہ فعلی القاضی القضاء بہ حتی لو یعید الدین ثانیا اور قنیہ میں ہے کہ محبوس نے اپنے افلاس پر گواہی گذرانے سے پہلے صاحب دین نے اسکا چھوڑا دینا چاہا قبل اسکے کہ قاضی اسکی مفلسی پر حکم کرے تو قاضی پر لازم ہے اسکی مفلسی پر حکم کر دینا صاحب دین اسکو دوسری بار قید نہ کرا دے ھ شارح نے یہاں ایک جملہ قنیہ کا حذف کر دیا اور حالانکہ وہ ضرور ہے یعنی صاحب دین قبل تفلیس اسکا اطلاق چاہے اور محبوس نکلے بدون افلاس کے حکم کے تب قاضی پر حکم بافلاس لازم ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر وغیرہ **فرع** مسئلہ ملحمہ شارح کا احضر المحبوس الدین وغاب یہ یرید تطویل حبسہ ان علم قدرہ احذہ او کفیلا والا فلا خلاصۃ محبوس دین حاضر اور صاحب دین غائب ہے کیا محبوس حبس کا ارادہ کرکے اگر قاضی جانتا ہو دین کے مقدار کو تو اسکو لے یا مدیون سے ضامن لے اور اسکو چھوڑ دے کذا فی المجتبی ھ ضامن لے یعنی مال ضمان حاضر ضامن لے کذا فی البحر عن الخانیہ وفی کافی الحاکم اذا ثبت اعسارہ اراد حبسہ القاضی فرضیۃ حبسہ اور اشباہ میں ہے کہ چھوڑنا محبوس کا جائز نہیں مگر اسکے مرعی کی رضامندی سے مگر جبکہ اسکا افلاس ثابت ہو یا مدیون دین حاضر کرے تو قاضی کو اسکا چھوڑ دینا مدعی کی غیبت میں جائز ہے ھ بشرطیکہ قاضی مدعا اور دین مقدار دین کو جانتا ہو اگرچہ مدعی اپنی غیبت سے تطویل حبس کا قاصد نہو اور اس عبارت کے ذکر کرنے کا فائدہ تقسیم ہے چنانچہ ہمنے اسکی طرف اشارہ کر دیا کذا فی الطحطاوی دو ما من یراد حبسہ یریم عرضی واقضی حتی جلہ القاضی یومین او ثلثۃ ایام ولا یحبس اکثر من ذلک لایلاء لاعذار اور اگر کہا اسنے جسکے محبوس کرنے کا ارادہ ہوا کہ میں اپنا اسباب بیچتا ہوں اور دین ادا کرتا ہوں تو قاضی اسکے واسطے دو یا تین دن کی مدت ٹھہرا دے اور اسکو قید نہ کرے اسواسطے کہ تین دن آزمائش عذرات کیواسطے مدت مقرر ہو گئے ہیں یعنی اتنے عرصے میں ارباب عذرات کا حال معلوم ہو جاتا ہے و لو لہ عقار یحبسہ لبیعہ ویقضی الدین الذی علیہ وہو ثمن قلیل بزازیۃ وسیجئ تمام فی الحجر اور اگر شخص مذکور کے زمین یا باغ ہو تو اسکو حبس کرے یعنی اسواسطے کہ تا اسکو بیچے اور وہ دین ادا کرے جو اسپر ہے اگرچہ یہ ثمن قلیل ہو کذا فی البزازیۃ اور پورا بیان اسکا آگے آویگا کتاب الحجر من دیونہ غیر ما عینہ علی الظاھر اور نہ روکے جائیں میدیون سے اسکے دین والے بتا بر ظاہر روایۃ ھ یہ جملہ متن کے اس قول سے فان لم ظہر لہ مال خلاہ مرتبط ہے یعنی اگر محبوس کا مال ظاہر نہو تو قاضی اسکو چھوڑ دے اور اگر ارباب دیون اسکے ساتھ رہنے کا قصد کریں تو قاضی انکو نہ روکے یہی ظاہر الروایت ہے امام سے خلافا للصاحبین امام کی دلیل یہ ہے کہ محبوس مفلس کو فرصت ہے تا حصول قدرت ایفا اور حصول قدرت ہر وقت ممکن ہے تو وہ اسکے ساتھ رہیں تا کہ وہ کہیں نہ کر دے کذا فی الطحطاوی قیل لا یمکنہ ذلک الا ان یکتسب فیہ قلت دین والے مدیون مفلس کے ساتھ لگے رہیں دن کو نہ رات کو مگر یہ کہ وہ رات کو کسب کیا ہو قوات کو بھی ساتھ رہیں ھ اور ملازمت میں یہ قول ہے جو محمد سے مروی ہے کہ قیام اور نحوہ من ملازمت کرے اور اسکو جو راہ گزین کے پاس جانے سے نہ روکے اور نہ اسکو دونوں وقت کے کھانے سے روکے اور نہ سونے سے اور نہ جائے ضرورت کے جانے سے خواہ دائن اسکے ساتھ رہے یا کسی اور کو ملازمت کیواسطے مقرر کرے اور یہ جائز ہے کہ اسکو مصوب میں رکھے یا برف پر یا جس مکان میں کہ اسکو اذیت ہو کذا فی الطحطاوی ویستأجر المرأۃ احراما تلازمہا قنیۃ ھ اور عورت مدیونہ کیواسطے دوسری عورت نوکر رکھے جو اسکے ساتھ رہتی رہے کذا فی القنیۃ **فرع** مسئلہ ملحمہ شارح کا ولاختار المطلوب الحبس والطالب الملازمۃ فی الاصح الہدایۃ یخیر الطالب لا یضر اور اگر مطلوب حبس اختیار کرے اور طالب ملازمت تو ہدایہ کی کتاب الحجر میں ہے کہ طالب کیا اختیار دیا جاوے مگر ضرر سے یعنی اگر ملازمت سے ضرر ظاہر ہو اسطرح کہ طالب مطلوب کو اسکے گھر میں جانے دے نوافع فرض کیواسطے جس پر اجر ہو کذا فی النہر فکلفہ فی البزازیۃ بکفیل النفس اور بزازیہ میں حاضر ضامن دینے سے اسکو مکلف کیا ھ ہر زیادیہ میں ہے کہ اگر اسکی ملازمت میں اسکی

روزی جاتی رہے تو حاضر ضامن لیکر اسکو چھوڑ دے کذا فی الظہاریہ ۱۲ المطالب ملازمتہ بلا عوض قاض او مقرّ بحقہ اور طالب کو اسکی ملازمت کا اختیار ہے بعد قاضی کے حکم کے اگر مطلوب اسکے حق کا مقر ہو ورنہ لا یقبل برھانہ علی افلاسہ قبل حبسہ لقیامھا علی النفی وصحح عرحی اور مقبول نہیں یوں کہ گواہ مانے افلاس ہے مطلوب کے حبس سے پہلے بسبب قائم ہونے گواہی کے نفی پر یعنی نفی غلام اور عرحی زادہ نے اس قول کو صحیح کہا ہے ہم ملاتا ید جس گواہی نفی پر مقبول نہیں ہے اسکے بعد حبس مدت دہ مجوس ہا تو ظاہر ہو گیا کہ اگر اسکے پاس مال ہوتا تو حبس کی سختی نہ اوٹھاتا اور اس قول کی صاحبین نے اور اکثر مشائخ نے بھی تصحیح کی ہے کذا فی الظہاریہ وعن الھدایہ وصحح عدم قبولھا اور تصحیح عرحی زادہ اور علمائے قبول شہادت افلاس قبل الحبس کی تصحیح کی ہم ہے اور اسیکا فتوی دیا ہے محمد بن فضل اور سمیعی بن کاد بن ابی حنیفہ اور نصیر بن یحیی نے اور یہی قول ہے شافعی اور احمد کا کذا فی الظہاریہ والمعول علیہ روایۃ کما مر فان علم اعساره قبلھا واکتفی بہ فیحفظ اور اگر بعد حکم قاضی کی رائے ہے ہو اگر قاضی اسکا افلاس معلوم کرے تو گواہی قبول کرے اور نہیں تو بھی کذا فی النہر تو اسکو یاد رکھنا چاہیے وبینہ یسارہ احق من بینۃ عسرہ بالقبول لان الیسار عارض والبینات للاثبات اور گواہی مالداری مدیون کی جو قابل القبول ہے اسکے افلاس کی گواہی سے اسواسطے کہ مالدار ہونا امر عارض ہے اور گواہی اثبات کیواسطے ہے نفی کیواسطے ہم یعنی اگر طالب گواہ دے مطلوب کی مالداری پر اور مطلوب گواہ لاوے اپنے افلاس پر تو اسمیں مالداری کی گواہی احق ہے مقبول ہوگی لیکن شرط ہے یہ کہ سبب اعسار کو شہود بہ فتقدم کما تیا اعراضا فحینئذ اعتمد فی النھر بان اگر مدیون اپنے مفلس ہو جانے کا سبب بیان کرے اور گواہ اسکی گواہی دیں تو اب افلاس کی گواہی مقدم ہوگی بسبب ثابت کرنے شہادت مذکورہ کے امر عارض کو یعنی یہ گواہی اثبات کی ہے نفی کی کذا فی الفتح بحثا اور اسی پر نہر الفائق نے اعتماد کیا وفی القنیۃ ان لم یبین سبب ملکہ قبلت الا لم یملک قبلت لا وان قامت للحبس وفی البینۃ متی قامت للمنکر لا تقبل اور قنیہ میں ہے کہ اگر شہود مالداری کے تعارض کے وقت نہ بیان کریں کہ کس مقدار کو کسکا مدیون لک ہے تو گواہی معقول ہوگی اور اگر مقدار بیان کریں تو اسکا قبول کرنا ممکن نہیں اسواسطے کہ محبوس کیواسطے گواہی قائم ہوئی ہے اور وہ منکر ہے اور گواہی جب منکر کیواسطے قائم ہو تو مقبول نہیں اور البینۃ متی قامت للمنکر لا تقبل وان حبس الموسر لانہ جزاء الظلم قلت وسیجیء فی الحجر انہ یباع مالہ لدینہ عندھما وبہ یفتی وحینئذ فلا یتأتی حبسہ فتنبہ اور مجوسی مالدار کی دائمی کیجائے اسواسطے کہ حبس بنا ہے ظلم کا میں کہتا ہوں لو ادرکتہ الحجر میں آگے آویگا کہ مدیون کا مال اسکے دین کیواسطے بیچ لیا جاتا ہے صاحبین کے نزدیک اور اسی کا فتوی ہے اور اسوقت میں تو اسکا حبس دائمی نہیں رہتا تو خبردار ہو جاہم یعنی مجوسی مفتی یہ مال بیچ کر دین ادا کر کے وہ چھوڑ دیا جائیگا پھر وہ ادا حبس کہاں باقی رہا ولا یحبس لما مضی من نفقۃ زوجتہ ولو اداء فی النفقۃ وان قضی بھا لانہا لیست بدل مال ولا لازمۃ بعقد علی ما وجھتہ لو یرھنت علی یسارہ بطلبھا کما والی ان ینفق علیھا اداء علی اصولہ وفروعہ فیحبس احیاء لحق بحر بلکہ زوج مجوس ہو جبکہ اسکی مالداری گواہی سے ثابت کرے عورت کی درخواست سے چنانچہ اگر مرد انکار کرے زوجہ اور ولد پر خرچ کرنے سے یا اپنے اصول و فروع پر خرچ کرنے سے تو حبس کیجاوے ان لوگوں کے جلانے کیواسطے قلت وھل یحبس لحق مرسلولی الامر وظاھر تقییدھم لا لکن ھا مر مما لا یشبہ الا یضر بالمجوسی الا فی ثلث یفتی فیھا فتامل عند الفتوی کیواسطے میں کہتا ہوں وکیا مجوسی ہو یا ہو اپنے محرم کے سبب اگر نفقہ دینے سے انکار کرے میں نے اسکو مصرح نہیں دیکھا اور ظاہر تقیید انہا یہ ہے کہ مجوسی نہو یعنی تقیید زوجہ والد اصول و فروع اسکی مقتضی ہے کہ محرم کے نفقہ نہ دینے سے محبوس ہو لیکن جو روایت اشباہ سے مذکور ہو چکی کہ نہ مارا جاوے محبوس مگر تین صورتوں میں مفید حبس ہو تو تامل کیجیو فتوی دینے کیوقت ہم منجملہ صورتوں کے ایک صورت یہ ہے جبکہ انفاق نہ کرے اپنے قریب پر اور مراد قریب سے غیر اصول اور فروع ہیں کیونکہ اصول اور فروع اقارب ہیں

داخل نہیں اور اقارب میں کسیکا نفقہ واجب نہیں مگر قرابت دار محرم کا الطحطاوی نے کہا میں کہتا ہوں کہ عدول جائز نہیں قول صریح سے اُس تقیید کیطرف جو ذکر کیا رد سے نخ ہو وسیحبس الولی الصغیر اور آگے آویگا محبوس ہونا ولی کا صغیر کے دین سے یعنی جو دین کہ ذمہ صغیر پر مترتب ہو اُسکے ادا کرنے سے ولی اُسکا ستاتی کرے تو ولی محبوس ہوگا کذا فی المنح عن السراج کا یحبس اصل وان تعلق فی دین فرعہ بل یقضی القاضی دینہ من عین مالہ او فیھتہ والصحیح عندھما بیع عقارہ کذا فی الخلاصۃ یعنی محبوس ہوگا اصل اگر یہ اوپنجا ہو یعنی دادا پردادا سردادا اپنے فروع کے دین میں بلکہ قاضی فروع کا دین اصل کے عین مال سے یا اُسکی قیمت سے ادا کرے اور صاحبین کے نزدیک صحیح بیع اُسکی ارا ضی کی ہو مانند اُسکے مال منقول کے کذا فی البحر تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ھم حبس اصول اسواسطے جائز نہیں کہ حبس عقوبت ہو اور والد اپنے والد کے سبب سے مستحق عقوبت نہیں ہوتا اسواسطے کہ جب اصل کو اف کہنا حرام ہوا بموجب نص قرآنی کے تو حبس اُس سے فوق ہر اذیت ہو وہ ہی ہونا نا کو بھی شامل ہو اور اصل کی قید اسواسطے لگائی کہ ولد محبوس ہوگا اپنے اصل کے دین میں اور ایک قرابت اور دوسرے قرابت دار کے دین میں محبوس ہوگا عین مال اصل سے اُسوقت قضاء دین کرے جبکہ موجود ہو جو اُن کی جنس سے ہو اور قیمت سے اسوقت جبکہ مال موجود اُسکے حق کی جنس سے نہ ہو کذا فی الطحطاوی وکا یستخلف قاض نائبا الا اذا افوض الیہ صریحا کولیتک جعلتک قاضی القضاۃ والدلالۃ ھنا اقوی کان فی الصریح المذکور یملک الاستخلاف کالعزل فی الدلالۃ کما لقولہ لمن شئت واستبدل واستخلف من شئت فلان قاض فھو القضاۃ ھو الذی یفھم مطلقا نقلیدا وعزلا اور نہ خلیفہ مقرر کرے قاضی کسی نائب کو مگر اُسوقت جبکہ یاد شاہ کیطرف سے اُسکو نائب کرنا مفوض ہو گیا ہو صریح جیسا کہ سلطان کا یوں کہنا قاضی سے کہ ولی کر جسکو تو چاہے یا تفویض باعتبار دلالت کے ہو چنانچہ یوں کہنا سلطان کا کہ میں نے تجکو قاضی القضاۃ کیا اور دلالت یہاں قوی تر ہے صراحت سے اسواسطے کہ تفویض صریح مذکور میں قاضی نائب کرنیکا مالک ہو نہ معزول کرنے کا اور دلالت میں نائب کرنے اور معزول کرنے دونوں کا مالک ہے چنانچہ سلطان کے اس قول میں کہ ولی کر جسکو تو چاہے اور بدل اُن الفاظ خلیفہ کر جسکو تو چاہے اسواسطے کہ قاضی القضاۃ وہ شخص ہے جو تصرف کرے قاضیوں میں ہر طرح منصوبا و معزول کرنے میں ھم غیر منوط کو استخلاف میں اعتبار نہیں اگرچہ استخلاف بعذر ہو مصنف نے استخلاف کی قید اسواسطے لگائی کہ قاضی کو توکیل و الصا جائز ہے بلا اذن سلطان بخلاف استخلاف اسواسطے کہ نائب قاضی وہ کرنا ہے جو کامل درجہ میں نہ کر سکتا تو توقع فساد نیابت قضا میں زیادہ ہے اور اگر قاضی نائب کی سماعت قضیہ اور شہادت کا امر کرے اور کتاب لکھوانے کی اجازت نہ دے اور نہ حکم دینے کی تو اُسکے امر کے موافق کرے اور اُسکو حکم دینا جائز نہیں اور زیادہ یہ ہے کہ نائب حکم کرے اُس گواہی پر جو قاضی کے روبرو ہوئی اور قاضی حکم کرے جو نائب کے روبرو گواہی ہوئی کذا فی الطحطاوی وبخلاف للامور بالقیامۃ للجمعۃ فانہ یستخلف بلا تفویض لان ذلک لاجل الوقت بخلاف الشخص کہ جو مامور ہو اسلطان کیطرف سے جمعہ کی نماز پڑھانے کیواسطے اسواسطے کہ وہ خلیفہ کر سکتا ہے بدون تفویض کے بسبب اذن کے بنا بر دلالت حال کے کذا فی البحر بلک وغیرہ ھم اسواسطے کہ جمعہ کا ایک وقت معین ہے تو اگر اُسوقت کوئی عارضہ امام جمعہ کو عارض ہو تو جمعہ فوت ہو جاوے اور یہ ظاہر ہے کہ انسان مشغول ہے آفات اور بیماریوں کا تو گویا سلطان نے اُسکو نائب کیے نے میں اذن دیا یا باعتبار دلالت کے اور یہ ممکن نہیں کہ سلطان کا انتظار کیا جاوے اسواسطے کہ جمعہ تاخیر عن الوقت کا متحمل نہ ہو بلاوجہ تاخیر سماع خصومت تا اذن سلطان کیونکہ وہ ممکن ہے اور ظاہر تعلیل جواز استخلاف بلا سبق مدت کو بھی مقتضی ہے چنانچہ خطیب اگر بیمار ہو جائے یا اُسکو کوئی مانع عارض ہو پھر وہ اپنی جگہ دوسرے خطیب کو نائب کرے تو جائز ہے چنانچہ بحر الرائق میں ہے امام جمعہ کو استخلاف اُسوقت جائز ہے جبکہ نائب نے خطبہ سنا ہو اور اگر خطبہ نہ سنا ہو تو جائز نہیں اسواسطے کہ سماع خطبہ شرائط افتتاح جمعہ سے ہے بخلاف اُس امام کے جسکا وضو ٹوٹا اور اُسنے اُسکو نائب کیا جو وقت خطبہ حاضر تھا تو وہ جائز ہے اسواسطے کہ ملامور یہاں بانی ہو نہ مفتتح اور خطبہ شرط مفتتح ہی سو وہ درج اصل موجود ہے کذا فی الطحطاوی عن الفتح وما ذکرہ ملا خسرو قال فی البحر لا اعمل لہ ما یوافقہ فیھم من بعض العبارات وقدمنا فی الجمعۃ اور جو ملا خسرو نے درر میں ذکر کیا بحر الرائق میں کہ اُسکی کچھ اصل نہیں تو اُسکا فہم ہے جو بعض عبارات سے سمجھا ہے اور البتہ یہ گفتگو جمعہ میں مذکور ہو چکی ھم ملا خسرو نے کہا کہ خطیب کے استخلاف ابتداءً جائز نہیں بلا اذن انتہی یعنی بلا سبق مدت اور در صورت مدت جائز ہو تو استخلاف فی الصلوٰۃ کو اُسنے بضرورت جائز کہا اپنی شرح میں

کذا فی الطحطاوی و نائب القاضی المفوض الیہ کالاستنابۃ فقط کالعزل ثالث عن الاصل وھو السلطان وحینئذ فلا یرد ان یقال ان العزل بغیر تقویض منہ للعزل ایضا کوکیل وکل وکلا کان لہ ان یعزل الیضا بعزلہ کما ھو للسلطان الخ لہ ان یعزل وینعزل بعزلہ وبموتہ وجنونہ وبلوغہ وبعزلہ الوکالۃ واعتقہ فی الدرر والملتقی وفی البزازیۃ وعلیہ الفتوی وعامۃ فی الاشباہ وفی فتاوی المصنف وھذا ھو المعتمد فی المذھب ھذا کلہ ابن الغرس لخالفتہ للمذھب اس قاضی کا نائب جسکو فقط نائب کیا ہو معزول ہو جاتا ہے اصل سے یعنی سلطان کیطرف سے اور اسوقت میں تو قاضی اسکے معزول کرنے کا مالک نہیں بغیر تفویض کرنے سلطان کے معزولی کو بھی مانند اس وکیل کے جسنے وکیل کیا دوسرے کو یعنی نائب جو کہ وہ معزول ہوتا ہے عزل سے اور بموت اور جنون اور بلوغ اور عزل سے وکالت اور اسطرح نائب قاضی بھی معزول ہوتا ہے قاضی کے معزول کرنے سے اور نہ اسکی موت سے اور نہ سلطان کی موت سے بلکہ نائب کو سلطان کے معزول کرنے سے معزول ہوتا ہے چنانچہ مذھب میں یہی معتمد ہے اور یہی قول معتمد فی المذھب ہے جسکو ابن غرس نے نقل کیا ہے اور ابن غرس نے خلاف کیا ہے بسبب مخالف ہونے اُن قول کے واسطے مذھب کے حکم ابن غرس نے خلاف البزازیہ میں ذکر کیا کہ نائب قاضی ہمارے زمانے میں معزول ہو جاتا ہے موت سے کذا فی الطحطاوی عن المنح و نائب غیرہ ای غیر المفوض الیہ ان قصر عزلہ وفی غیبۃ واجازۃ القاضی خصما فصلا ھذا اذا لم یفوض الیہ وھو فی غیر بلدتہ واجاز لان المقصود حصول رائہ بحر قال وبہ علم دخول المفوض فی القضاء اور غیر قاضی مذکور کا نائب یعنی جس قاضی نے نائب کیا سلطان کیطرف سے معزول نہیں اسکا نائب اگر فیصلہ کرے روبرو یا قاضی کی غیبت میں فیصلہ کرے اور قاضی اُسکو جائز رکھے تو نائب کا فیصلہ صحیح ہے اگر نائب اس معاملہ کا یعنی اگر شرعی یا عمدًا دونی القذف یا کافر ہو تو صحیح نہیں بلکہ اگر شخص اجنبی یا خود قاضی اگر غیر نوبت قضا میں فیصلہ کرے اور بعد قاضی ہونے کے اُسکو جائز رکھے تو جائز ہے اسواسطے کہ مطلب نائب اُسکی رائے حاصل ہونا ہے اور وہ ان صورتوں میں حاصل ہے کذا فی البحر صاحب بحر نے کہا اور اس سے معلوم ہو گیا فضولی کا داخل ہونا قضا میں فرع مسئلہ لحقہ شارح کافی کا فی اشیاء و المنظومۃ المحبیۃ لو فوض لعبد مفوض لغیرہ صح ولو حکم بنفسہ لم یصح وحق فقض صح بخلاف صبی الخ اشباہ اور منظومہ محبیہ میں ہے کہ اگر سلطان نے غلام کو عہدہ قضا مفوض کیا اور اُسنے غیر شخص کو جو لیاقت قضا رکھتا ہے قضا تفویض کی تو صحیح ہے اور اگر غلام نے خود حکم کیا تو صحیح نہیں اور اگر غلام مکلوز آزاد ہوا پھر اُسنے حکم کیا تو صحیح ہے بخلاف صغیر کے جو بالغ ہوا ھذا صاحب اشباہ نے احکام صبیان میں نہایہ سے نقل کیا کہ سلطان یا ولی اگر صبی کو مجنون ہو پھر جیکہ وہ بالغ ہوا تو تقلید جدید کی حاجت ہے انتہی اور اُسنے قاضی کا ذکر نہیں کیا مگر غرض والی میں قاضی بھی داخل ہے کذا فی الطحطاوی واذا رفع الیہ حکم قاضی خرج المحکی ودخل المیت والمعزول والمحجور لرائہ کانہ نکرۃ فی سیاق الشرط فیعم فافاد اخراج قیدہ اتفاقی فحکم لغیرہ کذلک ابن کمال نفذ ای لزم الحکم والعمل بمقتضاہ اور جبکہ مرافعہ ہو قاضی کیطرف دوسرے قاضی کے حکم کا تو اُسکو نافذ کردے یعنی اُسکے حکم کو اور عمل بمقتضائے حکم کو یعنی اپنے حکم سے اُسکے حکم کو نافذ اور لازم کردے شارح نے کہا قاضی کی قید سے نکل گیا اور قاضی معزول اور وہ قاضی جسنے اپنے مذہب کے خلاف حکم کیا داخل ہو گیا اسواسطے کہ لفظ قاضی نکرہ ہے سیاق شرط میں پس عام ہو گا جمیع انواع مذکورہ کو سو اسکو سمجھے سے اور دوسرے قاضی کی قید اتفاقی ہوا اسواسطے کہ خود اُس قاضی کا حکم قبل اسکے یعنی قبل مرافعہ ایسا ہی ہے یعنی اپنے حکم کو بھی بعد مرافعہ جاری کرنا چاہیے کذا ذکرہ ابن کمال ھم محکم کو اسواسطے نکالا کہ اگر اُسکے حکم کا مرافعہ ہو قاضی کے پاس تو اگر قاضی کے مذہب کے موافق ہو تو جاری کرے اور اگر موافق نہ ہو تو باطل کرے اسواسطے کہ محکم کا حکم رافع خلاف نہیں ہوتا چنانچہ باب التحکیم میں آویگا اور عموم قاضی میں اہل نجی کا قاضی بھی داخل ہے اسواسطے کہ قاضی اہل عدل اُسکے حکم کو نافذ کرے بشرطیکہ اہل عدل کے موافق ہو قہستانی میں مبتغی سے منقول ہے کہ قاضی ثانی پر قاضی اول کا حکم جاری کرنا واجب ہے تو وہ اُسکو رد نہیں کر سکتا اور اگر رد کرے تو قاضی ثالث قاضی اول کے حکم کو جاری کرے اور ثانی کے رد کو رد کرے کذا فی الطحطاوی لو مجتہدا فیہ عالما بالخلاف والفقہاء فیہ فلو لم یعلم بہ فقضاءہ کما یعضیہ الثانی فی ظاھر المذھب نہایہ عینی وابن کمال

ہذا ما ظہر لی والعلم عند اللہ

یعنی مجتہدین کا اختلاف ہو تو اگر قاضی نہ جانتا ہو اختلاف مجتہدین کا تو اسکی قضا جائز نہیں اور نہ قاضی ثانی اسکو جاری کرے ظاہر مذہب میں کذا ذکرہ الزیلعی والعینی
واین کمال ۱۲ خلاصہ مطلب یہ ہے کہ جب قاضی نے امر مجتہد فیہ میں اسکو مختلف فیہ جانکر حکم کر دیا تو وہ مجمع علیہ ہو گیا تو دوسرے قاضی کی تنفیذ واجب ہے یہ اس صورت میں ہے جبکہ
قاضی نے اپنے مذہب کے موافق حکم کیا اور اگر اپنے مذہب کے مخالف حکم کیا تو اگر نسیان مذہب سے حکم کیا تو امام کے نزدیک قاضی ثانی اسکو جاری کرے اور اگر عمداً حکم کیا تو
اسمیں دو روایتیں ہیں یعنی تنفیذ اور عدم تنفیذ اور صاحبین کے نزدیک نسیان اور عمد دونوں صورتوں میں اسکا حکم نافذ نہ کرے اسواسطے کہ اسنے اسکا حکم کیا جو حد
اسکے نزدیک خطا ہو اور فتوی صاحبین کے قول پر ہے کذا فی شرح الوقایہ طحطاوی نے کہا یہ مجتہد قاضی کے حق میں محمول ہے کہ قنیہ میں ہے کہ قاضی مقلد جب اپنے مذہب کے
مخالف حکم کرے تو نافذ نہ ہوگا اور فتح القدیر میں ہے کہ فتوی صاحبین کے قول پر ہے اسواسطے کہ مجتہد فیہ میں اپنے مذہب کے مخالف سہواً یا عمداً قضاً نافذ نہیں اسواسطے
کہ جو اپنا مذہب عمداً چھوڑتا ہے تو خواہش باطل ہی سے چھوڑتا ہے نہ قصد جمیل سے اور ناشی کی قضا اسواسطے نافذ نہیں کہ مقلد نے اسکی تقلید نہیں کی مگر اسکے مذہب
کی جہت سے نہ اسکے غیر کے مذہب سے اور یہ سب مجتہد قاضی کے حق میں ہے اور قاضی مقلد کو سلطان نے اتنے واسطے قاضی کیا ہے تا وہ ابو حنیفہ کے مذہب پر مثلاً
حکم کرے اور وہ مخالف نہیں کر سکتا تو وہ بہ نسبت حکم مخالف معزول ہوگا انتہی اور بحر الرائق میں دیکھو کیا کہ مقلد قاضی جب غیر کے مذہب پر حکم کرے یا رجوع حنیفہ
یا قول ضعیف پر حکم کرے تو نافذ ہے اور اسکی قوی تر دلیل وہ ہے جو نہر از یہ میں ہے کہ اگر قاضی مجتہد نہ ہو اور فتوی لیکر اپنے مذہب کے مخالف حکم کرے تو نافذ ہوگا اور دوسرے قاضی
کو نقض حکم جائز نہیں محمد کے نزدیک خود اس قاضی کو اپنا حکم توڑنا جائز ہے اور ابو یوسف کے نزدیک جائز نہیں انتہی فی النہر از یہ اور جو فتح القدیر میں ہے وہی قول معتمد علیہ ہے
مذہب میں بعد نہر از یہ کا قول صاحبین کی ایک روایت پر محمول ہے اسواسطے کہ نہایت کار یہ ہے کہ قاضی مقلد جسنے اپنے مذہب کے مخالف حکم کیا بمنزلہ اس قاضی مجتہد کے
جو جسنے نسیان سے اپنے مذہب کے مخالف حکم کیا اور مجتہد میں صاحبین سے روایت قوی مذکور ہو چکی کہ حکم اسکا نافذ نہیں قول مقلد کی قضا بطریق اولی نافذ نہ ہوگی کذا
فی النہر والحموی شرنبلالی نے کہا اور بریان میں بھی فتح القدیر سے بھی منقول ہے پھر شرنبلالی نے کہا کہ یہ حق صریح ہے جسکو دانتوں سے پکڑ لینا چاہیے انتہی کلام الطحطاوی
لکن فی الخلاصۃ وفیہ خلاف وکان تیسیرا فلیحفظ لیکن خلاصہ میں ہے کہ خلاف اسکے فتوی دیا گیا ہے لہذا اسکو یاد رکھنا چاہیے ۱۲ خلاف اسطے فتوی دیا گیا ہے یعنی قضا علی الخلاف نافذ ہے خواہ قاضی اس مسئلے میں اختلاف مجتہدین کو جانتا ہو یا نہ جانتا ہو ابن النحرس نے کہا
تو اگر یہ کہیں میں کہتا ہوں لائق یہ ہے کہ علم بالاختلاف کو شرط نفاذ نہ کیجیے خصوصاً ہمارے زمانے میں اسواسطے کہ ہمارے زمانے کے قاضیوں کو اپنے مذاہب کی
معرفت حاصل نہیں چہ جائے علم بمذاہب بقیہ مجتہدین پھر اسنے خلاصہ سے روایت مذکورہ کو نقل کیا انتہی طحطاوی نے کہا مذکور ہو چکا کہ یعنی اشتراط علم مذاہب مجتہدین
قاضی مجتہد کے حق میں ہے یعنی جب ثابت ہوا کہ علم مذاہب مجتہدین مجتہد قاضی کو لازم ہے نہ مقلد کو تو قضاء قاضی مقلد زمانہ کے عدم علم کا ذکر کرنا بے محل ہوا اسواسطے کہ قضاۃ زمانہ مقلد
محض ہیں نہ مجتہد لا تعد دعوی صحیحۃ من خصم علی خصم حاضر بعد دعوی صحیح کے ایک خصم سے دوسرے خصم حاضر پر دعوی صحیحہ نہ سنی جائے گی
یعنی قاضی حکم کو لازم کر دے بعد دعوی صحیح کے جو صادر ہوا ہو اسکے سامنے یعنی قاضی ثانی کے روبرو انتہی طحطاوی نے کہا بہتر یہ ہے کہ ظرف مذکور کو مانع کے قول یعنی
حکم قاضی کی طرف راجع کیجیے یعنی قاضی ثانی قاضی اول کا حکم اسوقت نافذ کرے جبکہ قاضی اول کا حکم دعوی صحیح کے بعد واقع ہوا ہو اور احضار شہود اصل شرط نہیں بلکہ
ثبات قضاء قاضی کافی ہے نہر از یہ میں ہے کہ ایک شہر کے قاضی نے ایک مرد پر مال کا حکم کیا اور سجل لکھدی پھر قاضی مر گیا اور مدعی نے اپنے منصف محکوم علیہ کو دوسرے قاضی
کے پاس حاضر کیا اور قضاء اول کو ثابت کیا تو قاضی ثانی زیر دستی اس سے مال لاوے بشرطیکہ پہلا حکم صحیح ہو اور ضرور ہے نام لینا قاضی کا اور بیان کے نسب کا انتہی و لا کان افتاء
فیحکم عذھر کا غیر بحر اور اگر ایسا نہیں فتوی یہ افتا ہے تو اپنے مذہب پر حکم کرے نہ غیر کے کذا فی البحر ۱۲ حلبی نے کہا کہ حکم سے مراد افتا ہے بقرینہ قولہ کان افتاء اور اسواسطے
کہ بدون دعوی حکم نہیں ہوتا انتہی طحطاوی نے کہا کہ بہتر یہ ہے کہ کان افتاء حکم اول کی طرف راجع ہو جو بدون دعوی صحیح صادر ہوا انتہی خلاصہ مطلب حلبی یہ ہوا کہ اگر قاضی ثانی
کے روبرو دعوی صحیح واقع نہ ہوا تو یہ افتا ہے یعنی طلب فتوی ہے نہ طلب قضا تو قاضی ثانی اپنے مذہب کے موافق فتوی دے اور قاضی اول کے حکم کو جاری نہ کرے اور حاصل

مضمون طحاوی یہ ہے کہ جب قاضیوں کا حکم صادر ہوا بلاد عدوی صحیح تو وہ اتفاقاً قضا قاضی ثانی اپنے مذہب کے موافق حکم کرے و سیجیٔ اخر الکتاب فی حکم ادلۃ الطرفین یعنی مسائل مشتبہ جو حاصل اور آخر کتاب یعنی قبل کتاب اقرار ین کے مسئلہ مذکور ہوگا اور یہ آویگا کہ جب قاضی ثانی کو تردد اور شبہ پڑے قاضی اول کے حکم میں تو اسکو اختیار ہے کہ مقصود اصل کو طلب کرے ہم ارتیاب کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر اسکو شک نہ پڑے تو اس سے متعرض نہ ہو کذا فی المبسوط قال وہذا عندنا فی ما تغیر زمانہ کا لتقدیر بالدراہم کما ذکر صاحب بحر نے کہا اور اس سے یعنی اشتراط صدور دعوی سے معلوم ہوا کہ ہمارے زمانے کے تغیرات معتبر ہیں بسبب اس کے کہ نے اس چیز کے جو مذکور ہوئی ہم یعنی قاضی ثانی کا جاری کردینا اسواسطے معتبر نہیں کہ بلاد عوی اور بلا حادثہ وہ جاری کردیتا ہے اسطرح پر کہ صاحب واقعہ گواہ گذرا تا ہے قاضی کے حکم پر یا قاضی ثانی اسکو لکھدے کہ قاضی اول کا حکم اسکو ملا اور اسنے اسکو نافذ کردیا چنانچہ بحر الرائق میں ہے میں کہتا ہوں اور گاہی یہ لکھدیا جاتا ہے قاضی اول کے وثیقے پر بدون اثبات قضاء اول کذا فی الطحطاوی وقد تعارفوا فی زماننا الاقتضاء بالموجب اور البتہ اسطرح ہوگیا ہے ہمارے زمانے کے قاضیوں میں قضا بالموجب یعنی ہر جگہ حکم کرنا صاحب شارح نے قضا بالموجب کا مسئلہ نہر الفائق سے نقل کیا اور صاحب نہر نے ابن غرس سے مزید توضیح کیواسطے اصل سے نقل کرنا چاہیے ابن غرس نے فوائد میں کہا قضا بالموجب کا ذکر سلف میں معروف نہیں سلف میں تو صریح فیصلے ہوتے تھے مثلاً یوں کہتے تھے کہ فلانے کیواسطے گھر کا فیصلہ ہوا یا گھوڑے کا یا تسلیم میں بیعہ کا حکم یا قبض دین کا حکم ہوا کرتا تھا وغیرذلک اسطرح حکم صریح ہوتا اصل ہے اس زمانے میں پھر قضا بالموجب متعارف ہوگئی توسع اور آسانی کیواسطے پھر تو یہودگی کی یہاں تک نوبت پہنچی کہ جو قاضی موجب کے مدلول اور معنی سے آگاہ نہیں وہ حکم بالموجب کیا انتہی المخلصاً موجب لغت میں اسکو کہتے ہیں جسکو کوئی شے واجب کردے اور اسکو مقتضی ہو اور جو اصطلاح شرعی شارح بیان کرتا ہے کذا فی الطحطاوی وھو عبارۃ عن المعنی المتعلق بما اضیف الیہ فی حق القاضی شرعاً من حیث انہ یقضی بہ علی وجہ من الوجوب یعنی معنی متعلق بالعقد سے جو کہ عقد کہ شرعاً مضاف اور منصوب ہے موجب کیطرف قاضی کے حق میں جس حیثیت سے کہ قاضی اسکا حکم کرتا ہے ہم مثال اسکی یہ ہے کہ ایک شخص نے بیع صحیح کی اور قاضی نے اسکے موجب کا حکم کیا تو اس بیع کا موجب اس صورت میں مقتضاے بیع ہے یعنی خارج ہونا مبیع کا بائع کی ملک سے اور داخل ہونا اسکا مشتری کی ملک میں وبسلیم الثمن الی غیر ذلک من مقتضیات البیع و لوازمہ تو یہ معنی محکوم بہ جو مضاف اور منصوب ہے بیع کیطرف اور متعلق بالبیع ہے قاضی کے حق میں شرعاً وہی موجب ہے بیان اور اسی کو عند بعض مقتضی ہے اور حیثیت قضا کی قید سے وہ صورت نکل گئی کہ مثلاً قاضی حنفی المذہب نے بیع ارض کی صحت اور اسکے موجب کا حکم کیا تو اس حکم سے شفعہ ہمسایہ کا ثابت نہوگا اگرچہ شفعہ واجب بیع سے ہے اسواسطے کہ دعوی شفعہ حکم کیوقت موجود نہیں اور قاضی کو اسکا دعیان بھی نہیں فہو بہ یتعلق بالحکم نہوا اسواسطے کہ قاضی نے اسکا بھی حکم کردیا قال فی الطحطاوی فاذا حکم حنفی بموجب بیع المدبر کان معناہ الحکم ببطلان البیع سو جب کہ قاضی حنفی نے بیع مدبر کے موجب کا حکم کیا تو مطلب اسکا حکم ہے بطلان بیع کا ہم یعنی ایک شخص نے اپنے غلام مدبر کو بیچا پھر اس بیع میں تنازع واقع ہوا اور مقدمہ حنفی قاضی کے پاس رجوع ہوا اور قاضی نے اس کے موجب کا حکم کیا تو یہ حکم صحیح ہوگا اور مطلب اسکا یہ ہوگا کہ یہ بیع باطل ہے و موجب اس صورت میں وہ معنی ہے جو اس بیع محکوم بہ کیطرف مضاف ہے شرعاً قاضی کے ظن میں یعنی اس بیع کا باطل ہونا کذا فی الطحطاوی و لو قال الموثق وحکم بفسخہ او بعدم جوازہ لا یصح کان الاشبہ لا یقتضی بطلان نفسہ اور اگر موثق یا قاضی نے کہا کذا فی الطحطاوی اور بیع مدبر کی مقتضا کا حکم کیا تو حکم صحیح نہوگا اسواسطے کہ شے اپنی ذات کے باطل ہونے کو مقتضی نہیں ہوتی ہم یعنی اگر قاضی یا موثق یوں کہے کہ میں نے بیع مدبر کی مقتضا کا حکم کیا تو یہ حکم صحیح نہوگا اسواسطے کہ بیع مدبر کا کوئی مقتضا نہیں حنفی کے نزدیک تو یہ حکم باطل بے معنی ہوا تو قاضی شافعی اسکی صحت کا حکم دے سکتا ہے اور جو حنفی قاضی نے کیا وہ فعل شافعی کو مانع نہیں ہو سکتا اسواسطے کہ مدبر کی بیع شافعی کے نزدیک باطل ہے تو مقتضاے بیع مدبر حکم متوجہ نہوا اسواسطے کہ اس بیع کا کچھ مقتضا ہی نہیں اسواسطے کہ بیع اپنی ذات کے بطلان کو مقتضی نہیں کذا فی الطحطاوی عن الفواکہ وبہ ظہر ان الحکم بالموجب عام یخص اور تقریر گذشتہ سے ظاہر ہوگیا کہ حکم بالموجب عام ہے حکم بالمقتضی سے کذا فی النہر ہم نہر الفائق کی عبارت مختصرہ سے بتائید ظاہر ہوتا ہے اور غرض تو ابن الغرس کی عبارت سے ظاہر ہوتا ہے ابن الغرس نے فوائد میں کہا کہ الذی یدل علیہ کلام من یعتبد بہ عام ہے مقتضاے موجب اعم ہے تو موجب اعم ہوا بدون مقتضا کی قضا کے بعض صورتوں میں چنانچہ بیع المدبر کی

صورۃ بین المتنافیین اور موجب اور مقتضا جمع ہو جاتے ہیں صحیح کی قضا بالموجب میں چنانچہ اول مذکور ہو چکا فوا کہ ہدیہ میں کہا حاصل یہ ہے کہ موجب یہاں مقتضا کے ساتھ صادق آتا ہے اور بدون مقتضا بھی اور صورت صدق اکثر اور غالب الاستعمال ہے فلہذا معتبر ہوتا ہے کہ موجب اور مقتضا میں تساوی کی نسبت ہے الی آخرہ ماقال کذا فی الطحطاوی اقول ھاھنا عن دلیل مجمع درصورت مرجوحہ قاضی اول کے حکم کو قاضی ثانی نافذ کرے مگر جو کہ معراج الدرایہ سے اسکو جاری نہ کرے کذا فی المجمع ھم صاحب مجمع نے اسکو جید کتاب اور سنت اور اجماع کے ذکر کیا۔ معراج الدرایہ کی ایک عبارت یہ ہے کہ قاضی سقوط دین کا حکم کرے جبکہ چند سال صاحب دین سے مطالبہ نہ کرے کذا فی الطحطاوی اقول وخالف کتابا لھم یختلف فی تاویلہ السلف کمتروک التسمیۃ یا قاضی اول کا حکم مخالف قرآن مجید ہو جیسی کی تاویل میں سلف نے اختلاف نہیں کیا چنانچہ متروک التسمیہ یعنی قصداً بذبح متروک التسمیہ عمداً سلف سے مراد وہ علماء ہیں جو امام شافعی سے سابق تھے دریافت کرنا چاہیے کہ امام شافعی کے نزدیک ذبح متروک التسمیہ عمداً حلال ہے اسکا کھانا اور بیع اسکی صحیح ہے اور ہمارے نزدیک متروک التسمیہ عمداً حلال نہیں اور نہ اسکی بیع صحیح ہے بدلیل آیت قرآنی وَلَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ اور نہ کھاؤ اس جانور کو جس پر اللہ کا نام نہیں لیا گیا کذا فی الطحطاوی چونکہ مذہب شافعی متروک التسمیہ میں ظاہر آیت مذکورہ کے موافق نہیں لہذا اگر شافعی قاضی اسکی صحت بیع کا حکم کریگا تو قاضی حنفی اسکو باطل کریگا جاری نہ کریگا او سنۃ مشھورۃ کتحلیل بلاد ولی المحللۃ حدیث العسیلۃ المشھور یا قضا سنت مشہورہ کے مخالف ہو چنانچہ مطلقہ ثلثا کی تحلیل بدون وطی کرنے زوج ثانی کے سبب مخالف ہونے اس قضا کے حدیث عسیلہ سے جو مشہور ہے عن سعید بن مسیب کا یہ مذہب ہے کہ مطلقہ ثلثا بمجرد نکاح محلل حلال ہو جاتی ہے بدون اسکی وطی کرنے کے تو اگر کوئی اس مذہب پر حکم دے تو قاضی ثانی اسکو نافذ نہ کرے کہ حدیث مشہور کے مخالف ہے اور یہی حکم ہے حدیث متواتر کے مخالف ہونے کا یعنی جیسا کہ مشہور کی قید سے حدیث غریب احتراز واقع ہوا او اجماعا کل المشتہر لاجماع الصحابۃ علی فسادہ کبیع ام الولد علی لا اظہر وقیل ینفذ علی لا اعم یا قضا مخالف اجماع ہو چنانچہ جملہ متعہ کا حکم دینا بسبب اجماع ہونے صحابہ کرام کے اسکے فساد پر اور جیسے ام ولد کی بیع بنا بر قول اظہر اور بعضوں نے کہا کہ ام ولد کی بیع کا حکم نافذ ہے بر قول اصح ھم داؤد ظاہری کا یہ مذہب ہے کہ ام ولد کی بیع صحیح ہے تو اگر قاضی صحت بیع کا حکم کرے تو بقول اظہر نافذ نہ ہوگا اور اسی پر فتوی ہے اور یہی قول ہے محمد کا اسواء سطلق کہ اجماع متاخر خلاف متقدم کا رافع ہے اور شعبی کا یہ مذہب ہے کہ قضا نافذ کرنا اجماع متاخر خلاف متقدم کا رافع نہیں کیونکہ اجماع بعض صحابہ کی تضلیل کو لازم نہ آوے اور اگر فتح القدیر میں ہے کہ قضا مذکورہ دوسرے قاضی کے جاری کرنے یا باطل کرنے پر موقوف ہے بنا بر اس پر کہ اگر قاضی ثانی اسکو مجتہد فیہ جانتا ہو تو اسکو جاری کرے اور اگر اسکا مستند ہو کہ یہ اجتہاد کی حد سے نکل گیا اور متفق علیہ ہو گیا تو جاری نہ کرے بلکہ رد کرے کذا فی الطحطاوی ومن ذلک ما وقع بیننا ھو وبعض المدعی لحنفیۃ الحدیث المشھور البینۃ علی من ادعی والیمین علی من انکر اور منجملہ احکام غیر نافذہ کی یہ صورت ہے کہ قاضی ایک گواہ اور مدعی کی قسم سے فیصلہ کرے بسبب مخالف ہونے اس قضا کے اس حدیث مشہور سے کہ گواہ اسپر ہے جو دعوی کرے اور قسم اسپر ہے جو منکر ہو او بقضاء من یعتبر الولی احد من اھل المحلۃ یا قضا خاص کا حکم دینا بسبب متعین کر دینے ولی مقتول کے ایک شخص کو اہل محلہ سے ہم بیشے ظالم نے کہا کہ یہ مالک اور شافعی کا قول قدیم ہے کہ جسنے عمدا قتل کیا ہو مقتول ہم پیشہ اولیاء مقتول کا بعد اولیاء ظاہر ہوا اور اسکی عداوت خبر مدعی علیہ سے معلوم ہو بشرطیکہ مدعی علیہ محلے میں معروف ہو اور مدت قتل قریب ہو تو قاضی قسم لے ولی مقتول سے اسکے دعوی پر پھر جب وہ قسم کھالے تو اسپر قصاص کا حکم دے اور ہمارے نزدیک اسمیں دیت اور قسامہ ہے تو جب قاضی قصاص کا حکم دے اور اسکا مرافعہ ہو دوسرے قاضی کے پاس تو اسکو باطل کرے کیونکہ یہ قضا مخالف اجماع ہے کذا فی الطحطاوی او بعضھا کالمتعۃ او الموقت یا قاضی نکاح متعہ یا نکاح موقت کی صحت کا حکم دے تو قاضی ثانی نافذ نہ کرے او بعضھا کعبد معتق البعض یا غلام معتق البعض کی صحت بیع کا حکم دے ہم صفحات نے ذکر کیا کہ قاضی ثانی اسکو جاری نہ کرے شمس الائمہ حلوانی نے مشائخ سے نقل کیا کہ جو صفحات نے ذکر کیا اسمیں جاری رہے اھ اب ہے کچھ منقول نہیں اور اگر صفحات کا قول نہ ہوتا تو ہم کہتے کہ قاضی ثانی اسکو جاری کرے کیونکہ یہ قضاء فصل مجتہد فیہ میں کذا فی الطحطاوی او یسقوط الدین بمضی سنین یا حکم دے سقوط دین کا چند سال کے گذر جانے سے او بعضھا الطلاق الدور وبقاء النکاح کما مر فی بابہ یا قاضی بوقت طلاق دور کا اور بقاء نکاح کا حکم دے چنانچہ مذکور ہو چکا طلاق دور کا مسئلہ کتاب الطلاق کے باب یمین وقضاء بعد وصبی مطلقا

(یہ حاشیہ ۱۶ کا ہے)

اور قضا علام اور صفی کی طلاقاً نافذ نہیں یعنی خواہ حکم کرے بن یا غلام یا نابینا یا مسلم یا کافر علی مسلم ایسا ہو خلاف کا تعزیر یہیں المزوجین بشہادۃ المرضعۃ کا ینفذ فی الکل اور قضا کافر کی مسلمان پر ہمیشہ اور مانند اُسکے جنانچہ تفریق بین المرء بین کا حکم وبنا دائی کی گواہی سے نافذ نہیں ہوتا قضا کے جمیع مسائل کو رہیں وعد منہا فی الاشباہ فیفا واربعین اور منجملہ احکام غیر نافذہ کے اشباہ میں چالیس اور چند مسائل شمار کئے ہیں ہم شارح نے اشارہ کیا کہ مسائل کو اشباہ میں بطریق حصر کے مذکور نہیں حموی نے کہا اور جن مسائل میں قضا قاضی منقوض ہوتی ہے انکا ذکر پھر الراتق اور زیلعی اور جامع الفصولین اور خانیہ اور صیرفیہ اور فتح القدیر میں جسکا جی چاہے وہ کتب مذکورہ کیطرف مراجعت کرے وذکر فی الدرر لما ینفذ سبع صور منہا لو قضت المرأۃ بعدۃ وقد وسیجئ متنا خلافا لما ذکرہ المصنف شرحا اور درر میں قضا نافذ کی سات صورتیں مذکور کہیں انمیں سے ایک صورت یہ کہ اگر عورت عدہ اور قصاص کا حکم کرے اور مسئلہ متن میں آویگا کتاب القاضی الی القاضی میں اُسکے برخلاف جسکو مصنف نے شرح میں فرمایا ہم سعدی وغیرہ قول ہیں خانیہ میں نفاذ مذکور ہے اور زیلعی نے قضا رجامع کے مقدمہ میں عدم نفاذ ذکر کیا کذا فی الطحطاوی واعلم ان القضاء یصح فی موضع الاختلاف لا الخلاف والفرق ان للاول دلیلا کالثانی اور نفاذ قضا اور عدم نفاذ کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ قضا صحیح ہے موضع اختلاف میں نہ موضع خلاف میں اور اختلاف اور خلاف میں فرق یہ ہے کہ اختلاف کیواسطے دلیل ثابت ہے نہ خلاف کیواسطے ہم یہ تفریع فرمیہ ہے والاصل قال تعالی (وَمَا اخْتَلَفَ فِيهِ الَّذِينَ اُوتُوهُ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمُ الْبَيِّنَاتُ) اور حالانکہ اہل کتاب کیواسطے کچھ دلیل نہیں اور مراد شارح یہ ہے کہ موضع خلاف میں کوئی دلیل صحیح نہیں مخالف کی نظر میں ولا اُسکے قائل نے تو دلیل پر اعتماد کیا ہے کذا فی الطحطاوی وھل اختلاف الشافعی معتبر اھ نعم صدر الشریعۃ اور کیا اختلاف شافعی کا معتبر ہے قول اصح یہ ہے کہ ہاں معتبر ہے کذا فی شرح الوقایہ للصدر الشریعہ ہم شرح وقایہ میں ہے ہدایہ میں کہا کہ معتبر اختلاف صدر اول کا ہے یعنی صحابہ کرام کا لیکن اصح یہ ہے کہ یہ شرط نہیں تو شافعی کا بھی اختلاف معتبر ہے یوم الموت داخل تحت القضاء بخلاف یوم القتل موت کا دن تحت قضا داخل نہیں یعنی اُس سے کوئی حکم متعلق نہیں بخلاف قتل کے دن کے کہ وہ داخل تحت قضا ہے اور اُسکی تاریخ معتبر ہے اور قتل کے مانند نکاح ہے اعتبار تاریخ میں کذا فی الطحطاوی فلو برھن علی موت بنتہ یوم کذا ثم برھنت امرأۃ ان المیت نکحھا بعد ذلک قضی بالنکاح تو اگر ایک شخص گواہ لایا اپنے باپ کی موت پر فلانے دن پھر کوئی عورت گواہی لائی کہ میت مذکور نے اُس سے نکاح کیا بعد اُس دن کے تو ثبوت نکاح کا حکم دیا جائیگا ہم جنہوں نکاح کا حکم کیا تو مہر اور میراث اسکے ساتھ ثابت ہوگی اسواسطے کہ یوم موت تحت حکم داخل نہیں اور استحقاق میراث سبب سابق علی الموت سے ہوتا ہے نہ تاریخ موت اور عدم موت برابر ہوگئی لہذا دونوں کے گواہ مقبول ہونگے اور برابر کے حق کا حکم دیا جائیگا کیونکہ دونوں گواہیوں پر عمل ممکن ہے وتوھن علی قتلہ فیہ فبرھنت المقتول نکحھا بعدہ لا تقبل اور اگر گواہ لایا اپنے باپ کے قتل پر فلانے دن پھر عورت گواہ لائی کہ مقتول نے اُس سے نکاح کیا بعد اُس دن کے تو عورت کے گواہ مقبول نہونگے ہم اسواسطے کہ یوم القتل تحت قضا داخل ہے تو اُسکی تاریخ معتبر ہوگی ولکل جمیع العقود ولدعاوی والاقرار والبینات اور اسیطرح قتل کے مانند جمیع عقود اور دعاوی اقرار اور بینات میں ہم عقود جنانچہ بیع اور ہبہ اور وصیت اور صلح وغیرہا اور مدائنات جنانچہ قرض اور ودیعت مستہلکہ یعنی جمیع عقود اور مدائنات کا حکم قتل کے مانند ہے متعلق قضا میں کذا فی الطحطاوی الا فی مسئلۃ الزوجۃ التی معھا ولد فانہ تقبل بینتھا بتاریخ متناقض لما قضی القاضی بہ من یوم القتل لشبا بہ الخ مگر اس وجہ کے مسئلے میں جسکے ساتھ اُسکا ہے اسواسطے کہ زوجہ کے گواہ مقبول ہونگے اُس تاریخ کے ساتھ جو متناقض ہے یوم القتل کی قضا سے کذا فی الاشباہ ہم صورت اُسکی وہ ایسی عورت ہوں ہے کہ ایک مرد نے دوسرے پر دعوی کیا کہ اُسنے اُسکے باپ کو عمداً تلوار سے قتل کیا بیس برس کی مدت سے اور میں اُسکا وارث ہوں کوئی اُسکا وارث نہیں سوائے میرے اور اس دعوی کو گواہوں سے ثابت کیا پھر ایک عورت آئی اور اُسکے ساتھ ایک لڑکا ہے سو اُسنے گواہی قائم کی اسپر کہ پندرہ برس گذرے کہ اس مدعی کے باپ نے مجھسے نکاح کیا اور یہ لڑکا اُسکا ہے اور اُسکا وارث ہے اس مدعی کے ساتھ ہا مر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اسعد مستحسن جانتا ہوں کہ عورت کے گواہوں کو جائز رکھوں اور ولد کو ثابت النسب کہوں اور قتل کے گواہوں کو باطل کروں اور یہ حکم النسب کی احتیاط کے سبب سے ہوا اس دلیل سے کہ اگر عورت فقط نکاح کا دعوی کرے اور لڑکا ساتھ نہ لاوے تو ابن مدعی کے

گواہ مقبول ہونگے عورت کے اور صاحبین کا یہی قول ہے انتہی کذا فی الطحطاوی فاستثنی محشوھا من الاول مسائل منھا ادعیا موتہ میراثا فلا یسقطا وان
او راشباہ کے محشیوں نے مستثنے کیا ہے چند مسائل کو اول سے یعنی یوم موت سے جو داخل قضا نہیں از انجملہ یہ مسئلہ ہے کہ دو شخصوں نے ایک چیز عین میراث کا دعوی کیا فوت
اسکے واسطے ہے جسکی تاریخ سابق تر ہے ہم شخص تک کہتا ہے کہ یہ چیز میری ہے عین نے اسکا اپنے باپ سے میراث عین پایا ہے اور وہ چیز دوسرے شخص کے قبضے عین ہے تو یہاں تاریخ معتبر
کا اعتبار ہوگا اور اگر دونوں نے تاریخ مذکور نہ کی یا دونوں نے ایک ہی تاریخ بیان کی تو وہ چیز دونوں عین نصفا نصف ہوگی کذا فی الطحطاوی بر ھذا الوکیل
علی وکالتہ محکوما فادعی المطلوب موت الطالب عن الدفع قبض دین کے وکیل نے اپنی وکالت گواہی سے ثابت کی اور ثبوت وکالت کا
حکم ہوگیا پھر مدیون مطلوب نے دائن طالب کی موت کا دعوی کیا یعنی طالب مرگیا بعد توکیل کے تو دفع صحیح ہے یعنی وکیل اب مطالبہ نہیں کرسکتا اسواسطے کہ موکل کی موت کے
بعد وکیل کیواسطے حق قبض باقی نہیں رہتا طحطاوی نے کہا بیان حکم کہاں ہے جو کہیے کہ یوم الموت تحت الحکم داخل نہیں یہ تو فقط دفع ہے دعوے کا یدھن انہ نشاہ
من ایسم منذ سنۃ و یرھن ذو الید علی موتہ منذ سنتین یقضی بموتہ منذ سنتین یعنی کوئی شخص کسی چیز کو دو ایدو کے پاس سے خرید کیا ایک سال سے
اور ذو الید گواہ لایا اسنے باپ کی موت پر دو سال سے تو موت کی گواہی مسموع ہوگی اور دوسرا قول یہ ہے کہ مسموع ہوگی ھم استثنا خلاف قول ثانی ہے اور رھن مع استاع عمر فظ
کا قول ہے قنیہ عین ہے کہ یہی قول اصح ہے کذا فی الطحطاوی وسمعت الدعوی عند دفع النزاع والموت من حیث انہ موت لیس کذلک لیرتفع بانتفاء النزاع بخلاف القتل فانہ من حیث ھو محل للنزاع کما لا یخفی اور بعید آسکا یعنی موت اور قتل کے فرق کی حکمت کا یہ ہے کہ قضا بالتسبیب عبارت
ہے رفع نزاع سے اور موت اس وجہ سے کہ موت ہی محل نزاع نہیں کیونکہ نزاع امر متوقع ہوا تبات موت سے یعنی موت سے کوئی حکم متعلق نہیں اور میراث کا سبب منعقد ہی موت سے
پہلے تو ہوسکتا ہے کہ موت ہوگی مال اسکا لوارث پائیگا بلا خصومت مائہ موت بخلاف قتل کہ وہ من حیث القتل محل ہی نزاع کا جیسا کہ مخفی نہیں ھم اجناس عین کہ ہر دو
دونوں عین فرق بیان کیا ہے اسطرح کہ قتل سے حق للزام متعلق ہوتا ہے اور موت عین کوئی لزام نہیں تو یہ صحیح اس اجمال کی یہ ہے کہ قتل ظلم خالی نہیں قصاص یا دیت سے
اور عورت کے گواہ مقبول کرنا نکاح پر زمان متاخرین عین چنانچہ مسئلہ سابقہ عین مر چکا استقاط ہے اسکا جو قتل سے لازم ہوا کیونکہ یہ نہیں ہوسکتا کہ دو مدعی مقتول ہو
آپان سابق عین پھر زندہ باقی رہے اور نکاح کرے خلاصہ یہ ہے کہ ثبوت قتل چونکہ حق للزام کا متضمن ہے تو عورت کے گواہ لائق اعتبار کے نہونگے بوا سطہ تضمن
استقاط حق للزام لورثین کے گواہ باپ کی موت پر ایسے نہیں اسواسطے کہ یہاں عورت کا گواہ متضمن اسقاط حق ابن نہیں ہوا سلیے کہ ابن وارث ہوتا ہے زوجہ کے ساتھ
بسطرح حالت انفراد میں وارث ہوتا ہے تو دونوں گواہ یہاں عین بلا باعث تعارض نہوا اسکے اسقاط اور اثبات میں لہذا عورت کے گواہ یہاں مقبول ہونگے جو کہ کذا فی الطحطاوی
وینفذ القضاء لشھادۃ الزور ظاھرا و باطنا و نافذ ہے قاضی کا حکم کذب کی گواہی سے ظاہر اور باطن عین ھم امام کے نزدیک اگر مدعی بواسطہ سبب معین
دعوی کرے اور جھوٹے گواہ لاوے اور قاضی تکمیل یا تحریم کا حکم کرے تو قضا نافذ ہے ظاہر اور باطن عین کذا فی الفتح فافہم ظاہر سے معلوم ہوا کہ اگر مثلاً مدعی نے ایک عورت
کے نکاح کا دعوی کیا تو قاضی عورت کو مدعی کے سپرد کرے اور عورت سے کہے کہ اپنی ذات کو تسلیم کرو وہ تیرا زوج ہے اور نفقہ وغیرہ تو لازم ہوجیت کا حکم کرے اور نفاذ باطن
سے مراد یہ ہے کہ مدعو علیہ اور عورت کیلئے عند اللہ حلال ہے اسواسطے کہ رجال غلام عین اللہ تعالی کے اور نساء لونڈیاں ہیں مولی کو ولایت ہمارا ثابت ہے اپنے مملوکوں کے
نکاح عین اور ولایت اللہ تعالی کی کامل تر ہے زمین کی ولایت سے اپنی ذاتوں پر کذا فی الطحطاوی یعنی قاضی نائب ہے شارع کا اور ماموریہ شہادت کے نکاح کا تو قضا
بالنکاح گویا عقد بدلا انشاء ہوشارع کی جانب سے حیث کان المحل قابلا والقاضی غیر عالم بزورھم قضا نافذ ہے بشرطیکہ محل قابل حکم کے ہو اور قاضی گواہوں کے
کذب کو نہ جانتا ہو ھم محل قابل کی قید اسواسطے لگائی کہ عورت کسیکی منکوحہ ہو یا معتدہ یا مرتدہ یا مدعی کی محرم ہو بسبب مصاہرت یا رضاع کے تو قضا نافذ نہو
کیونکہ محل قابل انشاء نکاح نہیں بکر الرئوس عین فتح القدیر سے ہے کہ اگر قاضی کذب شہود کا عالم ہو تو قضا نافذ نہوگی کذا فی الطحطاوی فی العقود کبیع ونکاح والصحیح
کما قالہ وطلاق تقول علی رضی اللہ عنہ شاھد الزنا زجر قضا بشھادتہ اور زنا نافذ ہے عقود عین مانند بیع اور نکاح کے اور صحیح عین مانند اقالہ

اور طلاق کے

او طلاق کے بدلیل قول علی رضی اللہ عنہ کہ تیرے دونوں شاہدوں نے تیرا نکاح کردیا حالانکہ یہ امامی ہیں ہوسوی ہوا ایک دن ایک عورت پر نکاح کا دعوی کیا علی مرتضی رضی اللہ عنہ کے سامنے اور وہ گواہ اُسکے قائم کیئے تو آپ نے دونوں میں ثبوت نکاح کا حکم کیا تو عورت نے کہا یا امیر المؤمنین اگرچہ جھوٹی اور ناچاری ہو تو میرا نکاح اُس سے کردیجیے تو علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تیرے دونوں شاہدوں نے تیرا نکاح کردیا تو اگر دونوں میں نکاح منعقد ہوجاتا اب کی قضا سے تو آپ تجدید نکاح سے امتناع نکرتے یا جو دیکھ عورت طلب نکاح کرچکی تھی اور مرد راغب تھا اور البتہ اسمیں دونوں کا محفوظ رہنا تھا زنا سے اور شہود بلاشبہہ کاذب تھے بدلیل قصہ مذکورہ کذا فی الدرایہ کی صورت یہ ہو کہ مشتری نے غیر پر دعوی کیا کہ اُسنے اس لونڈی کو اُسی سے خریدا اور بائع نے انکار کیا سو مدعی نے شہود زور قائم کیئے سو قاضی نے لونڈی کا حکم کیا مشتری کیواسطے تو یہ حکم نافذ ہی باطن میں بھی امام کے نزدیک اور اُسکو اُسکی وطی حلال ہی اور طلاق کی یہ صورت ہو کہ عورت نے اپنے زوج پر طلاق ثلث کا دعوی کیا اور اُسپر شہود زور قائم کیئے اور قاضی نے فرقت بین الزوجین کا حکم کیا اور عورت نے بعد عدت دوسرے زوج سے نکاح کیا تو امام کے قول پر زوج اول کیواسطے وطی ظاہراً اور باطناً حلال نہیں اور زوج ثانی کو ظاہراً اور باطناً وطی حلال ہی خواہ زوج ثانی حقیقۃ الحال جانتا ہو کہ زوج اول نے اُسکو طلاق نہیں دی اسطرح پر کہ زوج ثانی احد الشاہدین ہو یا حقیقت حال نہ جانتا ہو اسطرح پر کہ وہ اجنبی ہو کذا فی العالمگیریہ اگر تو کہے کہ امام کا مذہب سخت مشکل ہی اسواسطے کہ حرام محض یعنی شہادت کاذبہ کیونکر سبب تحلل ہو تو اسکا جواب یہ ہی کہ ہمنے حرام محض کو سبب حلت کا نہیں ٹھہرایا بلکہ قاضی نے بسبب اپنے حکم دینے کے گویا عقد جدید کو انشا کیا ولہذا اکثر فقہا کے نزدیک حضور شہود شرط ہو یعنی درصورت حکم نکاح اور قاضی کا حکم حرام نہیں بلکہ وہ واجب ہی اسواسطے کہ قاضی کذب شہود سے واقف نہیں اور قضا مرتب ہی شہادت پر اور تمکے نزدیک شہادت حق ہی بنا بر عدم ظہور قادح شہادت تو حلت سے مترتب ہوئی انشاء عقد لازم ہر قاضی کی جانب سے کذا فی الطحطاوی و صدر الشریعۃ تصرف اور امام کی قوی دلیل تحریم بالفضا سے یہ ہی کہ اگر تفریق بین الزوجین واقع ہو زوج کے اوسے تو نافذ ہو ظاہر اور باطن میں تو تفریق بامراۃ اولی بالنفاذ ہی کیونکہ قاضی کا حکم ہو حق تعالی کی جانب سے کذا فی الفتح وقالا وزفر والثلثۃ ظاہراً فقط وعلیہ الفتوی شرنبلالیہ عن البرجندی اور صاحبین اور زفر اور ائمہ ثلثہ نے کہا کہ قضا شہادت زور سے فقط ظاہر میں نافذ ہی اور اسی پر فتوی ہی کذا فی التنویر لیلا یلزم الہرج یعنی قضا شہادت زور ظاہر میں نافذ ہو نہ باطن میں اسواسطے کہ شہادت زور ظاہر میں حجت ہی نہ باطن میں تو قضا بھی اسیطرح فقط ظاہر میں نافذ ہوگی نہ باطن میں اسواسطے کہ قضا نافذ ہوتی ہی بقدر حجت کے قسطانی میں حقائق سے منقول ہی کہ عدم نفاذ باطنی پر فتوی ہی بحر الرائق میں فتح القدیر سے ہی کہ قول ابو حنیفہ ہوالوجہ یعنی قوی ہی کذا فی الطحطاوی بخلاف الاملاک المرسلۃ ای المطلقۃ عن ذکر سبب الملک ظاہراً فقط اجماعاً لتراخم الاسباب بخلاف قضاء املاک مرسلہ یعنی وہ املاک جنمیں ذکر سبب ملک سے مطلق ہیں تو فقط ظاہر میں نافذ ہوگی بالاجماع بسبب تراخم اسباب کے مگر املاک مرسلہ عقود اور فسوخ کے مخالف ہیں کہ انمیں ظاہر ہی میں فقط قضا نافذ ہو اور عدم اسکی یہ ہی کہ مثلاً نکاح میں نکاح مقدم ہوجاتا ہی قضا پر بطریق اقتضا کے گویا قاضی نے کہا کہ میں نے تیرا نکاح اُس سے کردیا یا تم دونوں میں نکاح کا حکم کیا قطع منازعت کے واسطے اور املاک مطلقہ میں ایسا نہیں ہو سکتا اسواسطے کہ ملک کیواسطے کوئی سبب ضرور ہی اور بعض اولی انہیں بعض سے بسبب تراخم اسباب ملک تو یہاں ثابت سبب سابق علی القضا ممکن نہیں بطریق اقتضا جب باطن میں قضا نافذ نہوئی تو مقتضی کہ حکل وطی اور اکل غیرہ حلال نہیں اور مقتضی علیہ کو حلال ہی لیکن وہ دیوثیہ کیا کرے کیونکہ اگر یہ اظہار میں کریگا تو لوگ اُسکو نسبت فسق کرینگے یا تفریق کرینگے یا تفریق کرینگے کذا فی الطحطاوی وعن ابی الوجیہ حتی لو خلق سبباً معتبراً فعلی الخلاف ان کان سبباً یمکن انشاؤہ تو اگر املاک میں سبب مجدد کو مذکور کرے تو خلاف سابق معمول ہوگا بشرطیکہ وہ سبب ایسا ہو جسکا انشا اور پیدا کرنا ممکن ہو قاضی کی قضا سے جنانچہ بیع میں اگر مدعی نے دعوی کیا کہ فلانی چیز میری ہی مملوکہ ہی سبب خرید کے اور شہادت کا دعوی پر قائم کی اور قاضی نے ثبوت ملک کا حکم کیا تو امام کے نزدیک قضا نافذ ہوگی ظاہراً اور باطناً اور صاحبین کے نزدیک ظاہر ہی میں نافذ ہوگی نہ باطن میں والا لا یحل فرجہا اتفاقاً کما فی الزیلعی اور اگر ایسا سبب ہے ہی نہ مذکور نہیں کیا جسکا انشا قاضی سے ممکن ہو تو قضا باطن میں کذا فی الطحطاوی نافذ نہوگی باتفاق امام و صاحبین کے جنانچہ ارث اگرچہ سبب ملک ہی لیکن ایسا سبب نہیں ہی جسکو قاضی انشا کرسکے اور یہ اس لیئے کہ امام کے نزدیک اس سبب پر ہی جو قاضی کے حکم سے پیدا ہو سکے طحطاوی مدنی کہا بدایع میں ہی کہ ارث اور طلق ملک دعوی میں ہی یہ ہی اور اسی تحمل کے ہم لوگ ہیں انتہی وکما کانت الائمۃ

مُحَرَّمَةً بِنَحْوِ عِدَّةٍ أَوْ مُرْتَدَّةٍ وَكَمَا لَوْ عَلِمَ الْقَاضِي لَكِنْ بِالشُّهُودِ حَيْثُ لَا يَنْفُذُ أَصْلًا كَالْقَضَاءِ بِالْيَمِينِ الْكَاذِبَةِ وَبِلَا نِكَاحٍ الْفَتْحُ وَحِينَئِذٍ اگر عورت محرمہ یعنی عدت یا مرتد وغیرہا سے بسبب عدت یا ارتداد وغیرہما کے اور چنانچہ اگر قاضی گواہوں کی دروغ گوئی سے واقف ہو جائے کہ وہ بالی صلا قضا نافذ نہو گی جھوٹی قسم کی قضا کے مانند کذا فی الزیلعی و نکاح فتح القدیر ہم نہیں ہے تھا کہ عورت محرمہ اور علم قاضی کے مسئلے کو شارح علیحدہ ذکر کرتا ارث کے ساتھ تضمین دینا کیونکہ دونوں صورتوں میں بالصلا قضا نافذ نہیں نہ ظاہر میں نہ باطن میں بخلاف ارث کے کہ امین فقط باطن میں نافذ نہیں ہوتا کذا فی البحر یہ کہی یہ صورت ہے کہ اگر زوجہ نے دعوی کیا کہ زوج نے اسکو طلقہ کیا بطلقات ثلثہ کیا اور زوج اسکا منکر ہو قاضی نے اسکو قسم دی اور اسنے قسم کھائی انکار پر اور عورت جانتی ہو کہ بلا شبہہ طلاق واقع ہوئی تو اسکو زوج کے پاس رہنا جائز نہیں اور نہ اسکی میراث لینا اسکو درست ہے خلاصہ میں ہے کہ زوج کو اسکی وطی حلال نہیں اجماعا کذا فی الطحطاوی وطی اسوا سطے حلال نہیں کہ امام کے تزویک شہادت کاذبہ سے قضا نافذ ہوتی ہے یعنی کاذبہ سے قضی فی مُجْتَهِدٍ فِيهِ بِخِلَافِ رَأْيِهِ أَيْ مَذْهَبِهِ مجمع وَابْنُ كَمَالٍ لَا يَنْفُذُ مُطْلَقًا نَاسِيًا أَوْ عَامِدًا عِنْدَهُمَا وَلِلْأَئِمَّةِ الثَّلَاثَةِ وَبِهِ يُفْتَى مجمع وَقَايَةٌ وَمُلْتَقَى أَوْ قِيلَ بِالنَّفَاذِ يُفْتَى قاضی نے حکم دیا مسئلہ مجتہد فیہا میں برخلاف اپنی راے کے یعنی اپنے مذہب کے مخالف کذا فی المجمع و ابن کمال اقو نافذ نہو گا مطلقا نہ بھول کر نہ عمدا صاحبین اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک اور اسی قول کا فتوی ہے کذا فی المجمع والوقایہ والملتقی اور قول ضعیف یہ ہے کہ نافذ ہے فتوی ہے چنانچہ صغری میں کافی سے فتوی منقول ہے کذا فی الطحطاوی ہر مسئلہ غیر مبنی بر شرح مذکور ہو چکا وفی شرح الوهبانية للشرنبلالي فَضَى مِنْ لَيْسَ مُجْتَهِدًا كَحَنَفِيٍّ زَمَانَنَا بِخِلَافِ مَذْهَبِهِ عَامِدًا لَا يَنْفُذُ قَطْعًا وَكَذَا نَاسِيًا عِنْدَهُمَا اور شرنبلالی کی شرح وہبانیہ میں ہے کہ جو قاضی کہ مجتہد نہیں جیسے ہمارے زمانے کے قاضی حنفی المذہب اسنے حکم دیا اپنے مذہب کے مخالف جان بوجھ کر تو حکم مذکور نافذ نہو گا باتفاق امام اور صاحبین کے اور اسیطرح اپنا مذہب بھول کر حکم نافذ نہو گا صاحبین کے نزدیک ہم حکم خلاف مذہب چنانچہ حنفی جو مذہب شافعی یا مالکی حکم کرے یا بالعکس نافذ نہو گا اور اگر حنفی ابو یوسف یا محمد وغیرہما امام کے شاگردوں کے قول پر حکم کرے تو یہ حکم خلاف مذہب نہیں ہے چنانچہ درر میں ہے یعنی اس صورت میں ہے جبکہ قاضی کو حکم بمذہب امام کی تقیید نہ واقع ہوئی ہو والا وہ معزول ٹھہریگا کذا فی الطحطاوی وَلَوْ قَيَّدَهُ السُّلْطَانُ بِصَحِيحِ مَذْهَبِهِ كَزَمَانِنَا تَقَيَّدَ بِلَا خِلَافٍ لِلَّوْ مَعْزُولًا عَنْهُ انْتَهَى اور اگر سلطان نے قضا کو اپنے صحیح مذہب کے ساتھ مقید کیا چنانچہ ہمارے زمانے میں تقیید صحیح مذہب امام واقع ہوئی ہے تو قضا بلا خلاف مقید ہو گی بسبب ہونے قاضی کے معزول حکم مخالف مذہب سے انتہی کلام الشرنبلالی وَقَدْ غَيَّرْتُ بَيْتَ الْوَهْبَانِيَّةِ فَقُلْتُ شعر وَلَوْ حَكَمَ الْقَاضِي بِحُكْمٍ يُخَالِفُ لِمَذْهَبِهِ مَا صَحَّ أَصْلًا يُسَطَّرُ اور البتہ میں نے متغیر کر دیا وہبانیہ کی بیت کو سو لوگوں کہا اور اگر قاضی حکم کرے اپنے مذہب کے مخالف تو اصلا صحیح نہیں عادۃ اثبت کیا جائیگا لکھ رکھنا چاہیے قُلْتُ وَأَمَّا أَمِيرُ مِصْرَ فَمَتَى صَادَفَ قَضَاؤُهُ مُجْتَهَدًا فِيهِ نَفَذَ أَمْرُهُ كَمَا قَدَّمْنَاهُ عَنْ سِيَرِ التَّتَارْخَانِيَّةِ وَغَيْرِهَا فَلْيُحْفَظْ میں کہتا ہوں اور امیر کا حکم تو جبکہ فصل مجتہد فیہ سے ملیگا تو امر اسکا نافذ ہو گا چنانچہ ہمنے اسکو مقدمہ ذکر کیا ہے کتاب السیر تاتارخانیہ وغیرہا سے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے لا يَقْضِي عَلَى غَائِبٍ وَلَا لَهُ أَيْ لَا بِحَقِّ لَهُ وَلَا يَنْفُذُ عَلَى الْمُفْتَى بِهِ بَحْرٌ مَعْلُومٌ دیا جائے شخص غائب غیر حاضر پر اور نہ اسکے واسطے یعنی غائب کی مضرت اور منفعت کو اسطے حکم دینا صحیح نہیں بلکہ حکم نافذ ہی نہیں قول مفتی بہ کذا فی البحر امام شافعی اور مالک و احمد کے نزدیک غائب پر حکم کرنا جائز ہے بدلیل حدیث البینۃ علی المدعی والیمین علی من انکر تو خصوص حکم کو شرط کرنا اس حدیث پر زیادت ہے بلا دلیل اور ہماری دلیل وہ حدیث صحیح ہے جو ابو داؤد میں مروی ہے کہ جب علی مرتضی کو یمن کا قاضی کر کے بھیجا تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب تیرے سامنے دونوں خصم بیٹھیں تو حکم نہ کیجیو جب تک دوسرے سے نہ سنا اور اسکو احمد اور اسحق و طیالسی و حاکم نے بھی روایت کیا ہے تو اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دوسرے کا کلام معلوم نہونا حکم کا مانع ہے اور یہ ثابت ہے خصم کے غائب جانے سے یا اسکے نائب کے غائب ہونے سے اور اسیواسطے کہ شہادت کا حجت ہونا اسپر موقوف ہے کہ منکر غائب حاضر ہو دفع اور طعن فی الشہادت سے اور اسکا حاضر ہونا بدون حاضر ہونے کے معلوم نہیں ہو سکتا کذا فی فتح القدیر اِلَّا بِحُضُورِ نَائِبِهِ أَيْ مَنْ يَقُومُ مَقَامَ الْغَائِبِ حَقِيقَةً كَوَكِيلِهِ وَوَصِيِّهِ وَمُتَوَلِّي الْوَقْفِ غائب پر قضا نہیں مگر اسکے نائب کے حضور میں نائب سے مراد وہ شخص ہے جو قائم مقام ہو غائب کے حقیقۃً چنانچہ غائب کا وکیل اور اسکا وصی اور متولی وقف کا ہم خواہ وکیل خصومت اور دعوی کا ہو خواہ حکم کے واسطے

اسطرح کہ مدعا علیہ پر اقامت بینہ ہوئی سو اسکے کسیکو وکیل مقرر کیا اسپر حکم ہو قبل اسکے بینہ پیش ہوئی سو وہ غائب ہو گیا اور موکل اسکا حاضر ہوا یا بالعکس صورت پر اقامت بینہ ثابت ہوئی سو وہ مر گیا اور اسکا وارث حاضر ہوا یا ایک وقت پر اقامت ہوئی سو وہ غائب ہو گیا اور دوسرا وارث حاضر ہو اسوجہ مذکورہ سے اسپر حکم ہو گا جو حاضر ہے انتہی اور وصی مراد ہے جسمیں کی طرف سے ہو نہ قاضی کیطرف سے اور متولی وقف پر قضا جائز ہے اگرچہ وہ اصیل نہو کذا فی الظہیریہ اور غائب پر حکم کیا وکیل کے سامنے اور میت کے وصی کے روبرو کذا فی جامع الفصولین وَاِفَادَ بِالْکَافِ عَدَمَ الْحُضُوْرِ فَاِنَّ اَحَدَ الْوَرَثَةِ کَذٰلِکَ یُنْتَصَبُ خَصْمًا عَنِ الْبَاقِیْنَ وَکَذَا اَحَدُ شَرِیْکَیِ الدَّیْنِ وَاَجْنَبِیٌّ بِیَدِہٖ مَالُ بَیْتٍ وَبَعْضُ الْمَوْقُوْفِ عَلَیْہِمْ اَیْ لِلْوَقْفِ ثَابِتًا کَمَا مَرَّ فِیْ بَابِہٖ اور مصنف نے کاف تمثیلی سے فائدہ ظاہر کیا عدم حصر کا یعنی نیابت حقیقی وکیل اور وصی و متولی وقف میں منحصر نہیں بواسطے کہ ایک شخص ورثوں میں سے اسطرح خصم قائم ہو جاتا ہے باقی وارثوں کیطرف سے اور اسیطرح دین کے دو شریکوں میں سے ایک شریک خصم ہو جاتا ہے دوسرے شریک کیطرف سے اور اسیطرح وہ اجنبی جسکے ہاتھ میں یتیم کا مال ہو خصم ہو جاتا ہے یتیم کی جانب سے اور جس پر وقف ہوا ہو انمیں سے ایک دوسرے کا نائب ہو جاتا ہے یعنی اگر وقف ثابت ہو چنانچہ بالبیع وقف میں کو ہو چکا اَوْ نَائِبُہٗ شَرْعًا کَوَصِیِّ نَصَبَہُ الْقَاضِیْ خَرَجَ الْمُسْتَحِقُّ کَمَا سَیَجِیْءُ یا قضا جائز ہو غائب پر اسکے شرعاً نائب کے سامنے جیسے غائب کا وہ وصی جسکو قاضی نے مقرر کیا قاضی کے وصی کی قید سے مستحق نکل گیا چنانچہ عنقریب آسکا ذکر آویگا مستحق وہ ہوگا کہ قاضی ایک وکیل قائم کرے غائب کیطرف سے تا وہ مدعی کا دعوی سنے کذا فی الظہیریہ عن البحر اَوْ حُکْمًا بِاَنْ یَّکُوْنَ مَا یُدَّعٰی عَلَی الْغَائِبِ سَبَبًا لِحَالَةٍ فَلَوْ شَرٰی اَمَةً ثُمَّ ادَّعٰی اَنَّ مَوْلَاھَا زَوَّجَھَا مِنْ فُلَانٍ الْغَائِبِ وَاَرَادَ رَدَّھَا بِعَیْبٍ لَمْ یُقْبَلْ لِاحْتِمَالِ اَنَّہٗ طَلَّقَھَا وَزَالَ الْعَیْبُ بِخِلَافِ مَا لَوِ ادَّعٰی عَلَی الْحَاضِرِ اَوْ قضا جائز ہو غائب پر اسکے حکمی نائب کے سامنے اسطرح پر کہ جو دعوی کیا جائے غائب پر وہی لا محالہ بلا احتمال سبب ہو اس دعوی کا جو شخص حاضر پر دعوی کیا جاوے تو اگر ایک شخص نے لونڈی خریدی پھر لونڈی کے مالک پر یہ دعوی کیا کہ اسنے میرا نکاح فلانے شخص غائب سے کر دیا اور مدعی نے ارادہ کیا کہ لونڈی کو پھیر دے منکوحہ ہونے کے عیب سے تو دعوی اسکا مقبول نہو گا اس احتمال سے کہ شاید غائب نے اسکو طلاق دی ہو اور عیب زائل ہو گیا ہو کذا صرح ابن کمال ہم شارح نے یہ تقریح کی لا محالہ کی قید زیادہ کرنے سے تو طلاق کے احتمال سے ادعا علی الغائب بالتعیین سبب نہوا ادعا علی الحاضر کا یعنی تزوج غائب پر دعوی المولی کا سبب قطعی نہ ٹھہرا انفکاک کے احتمال سے مِثَالُہٗ کَمَا اِذَا ادَّعٰی دَارًا فِیْ یَدِ رَجُلٍ وَھُوَ الْمُدَّعٰی عَلٰی ذِی الْیَدِ اَنَّہٗ اشْتَرَی الدَّارَ مِنْ فُلَانٍ الْغَائِبِ فَحَکَمَ الْحَاکِمُ عَلٰی ذِی الْیَدِ الْحَاضِرِ کَانَ ذٰلِکَ حُکْمًا عَلَی الْغَائِبِ اَیْضًا حَتّٰی لَوْ حَضَرَ وَاَنْکَرَ لَمْ یُعْتَبَرْ لِاَنَّ الشِّرَاءَ مِنَ الْمَالِکِ سَبَبُ الْمِلْکِیَّةِ لَا مَحَالَةَ مثال سبب لا محالہ کی جیسا کہ دعوی کیا اس گھر کا جو ایک مرد کے قبضے میں ہو اور مدعی قابض سے ثابت کرے گواہ لایا کہ مدعی نے اس گھر کو فلانے شخص غائب سے خریدا پھر حاکم نے قابض حاضر پر حکم کیا تو یہی حکم شخص غائب پر بھی ہو جائیگا اگر غائب حاضر ہو بعد اس حکم کے اور بیع کا انکار کرے تو معتبر نہو گا اسواسطے کہ خریدنا مالک سے سبب ہے ملکیت کا لا محالہ قطعاً اس صورت میں ادعا علی الغائب یعنی شراء دار سبب ہے ثبوت ادعا علی الحاضر کا یعنی مالکیت کا سو اسواسطے کہ مالک سے خریدنا سبب ہے ملک کا لا محالہ یعنی بلا احتمال انفکاک سببیت کذا فی الکافی مِلْکِیَّةٌ وَلَہٗ صُوَرٌ کَثِیْرَةٌ ذَکَرَ مِنْھَا فِی الْمُنْتَقٰی اثْنَتَیْ عَشْرَةَ اور غائب کی نیابت حکمی کی بہت صورتیں انمیں سے منتقی میں اٹھارہ صورتیں مذکور ہیں ہم نے انمیں سے مجملاً یہ ہے کہ مدعی گواہ لایا اسپر کہ اسکا فلانے غائب پر اتنا دین ہے اور یہ شخص حاضر اسکا ضامن ہو اسکے امر سے تو غائب اور حاضر دونوں پر حکم ہو گا اور اگر ضمانت بامر غائب نہ کہتا تو غائب پر حکم نہوتا اور انمیں سے یہ ہے کہ مدعی نے دعوی کیا حاضر پر کہ تو نے خریدا یہ گھر فلانے غائب سے اور میں اسکا شفیع ہوں اور حاضر منکر ہوا اور مدعی گواہ لایا اسکی خرید مذکور پر تو غائب پر حکم ہو گا اس سے خریدنے کا اور حاضر پر لزوم شفعہ کا اور انمیں سے مسئلہ متن ہے اور انمیں سے یہ مسئلہ ہے جسکو شارح ذکر کریگا

کذا فی الطحطاوی عن المنح عن التجنیس ولو کان ما یدعی علی الغائب شرطا لما یدعیہ علی الحاضر کما اذا ادعی عبد علی مولاہ انہ اعتق عبدہ بتطلیق زوجۃ زید وبرہن علی التطلیق بحضرۃ زید لا یقبل فی الاصح اذا کان لہ فیہ ابطال حق الغائب فلو لم یکن کما اذا اعتق طلاق امرأۃ من دخول زید الدار یقبل لعدم تضرر الغائب اور جوہ دعوی کیا جاوے غائب پر اگر وہ شرط ہو اس دعوی کی جو حاضر پر ادعا ہوا جنانچہ اگر غلام نے اپنے میان پر اسکا دعوی کیا کہ اسنے معلق کیا میرے عتق کو زوجہ زید کی تطلیق پر اور گواہ لایا زید کی زوجہ کے طلاق واقع ہونے پر زید کی غیبت مین تو گواہ مقبول نہونگے قول اصح مین جبکہ اسمین حق غائب کا ابطال ہو جنانچہ مطلقہ ہونا زوجہ زید کا صورت مذکورہ مین تو اگر غائب کا حق باطل نہوتا ہو جنانچہ اگر زوج نے اپنی زوجہ کی طلاق زید کے دخول دار پر معلق کی یعنی یون کہا کہ اگر زید گھر مین داخل ہو تو اسکی زوجہ مطلقہ ہی تو ثبوت دخول دار کے گواہ مقبول ہونگے بسبب عدم ضرر غائب کے یعنی زید کا کچھ ضرر نہین دخول دار کے ثابت ہونے مین ہم قضا فی الشروط مین اختلاف مشایخ ہی اور صحیح یہ ہی کہ مقبول نہین بسبب اور شرط مین فرق یہ ہی کہ سبب اصل ہی نسبت کے سبب تو حاضر غائب ہوگا صاحب سبب کا یعنی غائب کا مانند وکیل کے اور ایسا نہین جبکہ شرط ہو یعنی شرط اصل نہین ہی نسبت مشروط تو حاضر غائب کا نائب نہین ہوسکتا کذا فی صدر الشریعہ ومن حیل اثبات السبق علی الغائب ان ید المشہود علیہ ان الشاہد عبد فلان فبرہن المدعی ان مالک الغائب اعتقہ قبل اور اثبات سبق علی الغائب کے حیلون مین سے ایک حیلہ یہ ہی کہ مشہود علیہ یہ دعوی کرے کہ تمامدعی کا فلانے شخص کا غلام ہی سو گواہ لاوے مدعی کہ اسکے مالک غائب نے اسکو آزاد کردیا ہی تو گواہی عتق کی مقبول ہوگی ومن حیل الطلاق حیلۃ الکفالۃ بمہرہا معلقۃ بطلاقہا اور حیل طلاق سے حیلہ ہی عورت کے مہر کی کفالت کا معلق بطلاق عورت ہم صورت اسکی یہ ہی کہ عورت ایک مرد پر دعوی کرے کہ تو نے کہا ہی کہ اگر تیرا زوج تجھکو طلاق دے تو مین تیرے مہر کا ضامن ہون جو زوج پر ہی سو اسنے کفالت کا اقرار کیا اور طلاق کا انکار کیا اسنے الطلاق پر گواہ قائم کیے تو طلاق اور کفالت کا حکم ہوگا طحطاوی نے کہا یہان سے تین مسئلے مستفاد ہین وہ قول ضعیف پر متفرع ہین چنانچہ منح الغفار مین اسکی تصریح ہی اسواسطے کہ من قبیل شرط مضر ہین غائب کیواسطے جامع الفصولین مین ہی کہ اگر ماوجد اسکے اگر قاضی نے سپرد حکم کیا تو حکم نافذ ہوگا بخلاف مشایخ کے سبب سے ودعوی کفالتہ بنفقۃ العدۃ معلقۃ بالطلاق اور نفقہ عدت کی کفالت معلق بطلاق کا دعوی ہم صورت اسکی یہ ہی کہ عورت نے ایک مرد پر دعوی کیا کہ تو نے کہا ہی کہ اگر تیرا زوج تجھکو طلاق دے تو مین نفقہ عدت کا ضامن ہون سو اسنے کفالت کا اقرار کیا اور طلاق کا انکار کیا سو عورت نے طلاق پر گواہ قایم کیے تو طلاق اور کفالت کا حکم ہوگا یہ قول ضعیف ومن ابرا ان کابانی فخیلتہ مانی دعوی البزازیۃ ادعی علیہا ان زوجہا الغائب طلقہا وانقضت عدتہا وتزوجہا فاقرت بزوجیۃ الغائب وانکرت طلاقہ فبرہن علیہا بالطلاق یقضی علیہا انہا زوجۃ الحاضر ولا یحتاج الی اعادۃ البینۃ اذا حضر الغائب اور جو شخص ابرا دہ کرے کہ زنا نہ کرے تو اسکا حیلہ وہ ہی جو بزازیہ کی کتاب الدعوی مین ہی کہ دعوی کیا ایک عورت پر اسکا کہ اسکے زوج غائب نے اسکو طلاق دی اور اسکی عدت منقضے ہوگئی اور مدعی نے اس سے نکاح کرلیا سو عورت نے غائب زوجیت کا اقرار کیا اور اسکے طلاق دینے کا انکار کیا تو مدعی نے عورت پر یہ گواہی طلاق ثابت کردی تو عورت پر حکم ہوگا کہ وہ زوجہ ہی حاضر کی اور اعادہ شہادت کی حاجت نہوگی جبکہ شخص غائب حاضر ہوگا ہم طحطاوی نے کہا کہ اگر یہ دعوی راست ہی تو اسکو حیلہ کہنا بلاوجہ ہی اور ذکر عدم ارادہ زنا بے موقع ہی اور طرز بیان شارح اسکا موہم ہی کہ دعوی دروغ مین حیلہ جاری ہی اور حالانکہ ایسا نہین بلکہ ایسا فصل اکبر الکبائر مین سے ہی اور ظاہر کلام نہر از یہ اسید دلالت کرتا ہی کہ میان الطلاق مثبت ہی حالانکہ دونون مین تلازم نہین اگر یہ مراد ہی کہ گواہی طلاق ونکاح دونون پر قائم ہوئی تو اب ظاہر ہی انہی ولو قضی علی غائب بلا نائب یشتد فی اظہر الروایتین عن اصحابنا ذکرہ ملا خسرو فی باب التحکیم وان قضی نے حکم کردیا غائب پر بدون نائب کے تو قضا نافذ ہوگی حنفیہ کی ظاہر الروایۃ مین ذکر کیا ہی اسکو ملا خسرو نے درر کے خیار العیب کے باب مین ہم طحطاوی نے کہا کہ یہ قول ہی اس صورت پر جبکہ مفقود کی منفعت کیواسطے حکم ہوا ہو نہ مطلق غائب کی کما ذکر الزیلعی پر یہ قول ہی کہ قضا علی الغائب کے نفاذ پر فتوی ہی ہر بلد کے لوگون نے وہ کہا کھا یا ہی یعنی وہ عالم سمجھے ہین کہ خواہ قاضی شافعی ہو جسکے مذہب مین

قضا علی الغائب جائز ہے خواہ حنفی جسکے نزدیک جائز نہیں اور ظاہر الفتوی اس قاضی کے حق میں ہو جسکے نزدیک قضا علی الغائب جائز ہے اسواسطے کہ متقیہ کا اجماع ہے کہ قضا علی الغائب جائز نہیں چنانچہ صدر شہید کی شرح ادب القاضی میں ذکر کیا ہے اور اگر عامہ ہو تو ہمارے اصحاب کا ہم مذہب لازم نہ آوے یا فتوی نفاذ کا مقصود کے حق میں مجمل ہے مطلق غائب میں وقیل لا ینفذ مرجحہ غیر واحد وفی المنیۃ والبزازیۃ ومجمع الفتاوی وعلیہ الفتوی اور دوسرا قول یہ ہے کہ قضا علی الغائب بلا غیب ناقذ نہیں ہے اور اسی قول کو راجح کہا ہے اکثر علما نے اور منیہ اور بزازیہ اور مجمع الفتاوی میں کہا اور اسی قول پر فتوی ہے وذہب فی الفتح توفقہ علی ایضاء الغیر اخ اور فتح القدیر میں قضا علی الغائب کے موقوف ہونے کو ترجیح دی دوسرے قاضی کے جاری کرنے پر یعنی قضا علی الغائب اسوقت نافذ ہوگی جب دوسرا قاضی اسکو جاری کردے ھ طحطاوی نے کہا بیان شارح اسکا مقتضی ہے کہ توقف کا قول تیسرا قول ہے حالانکہ یہ بعینہ وہی قول ہے عدم نفاذ کا وفی البحر والمعتمد ان القضاء علی المستحکا یجوز الا للضرورۃ وھی فی خمس مسائل اور بحر الرائق میں ہے اور قول معتمد وہ ہے کہ حکم کرنا مستحر پر جائز نہیں مگر ضرورت کے سبب سے اور یہ ضرورت پانچ مسئلوں میں ہے ھ مستحر کی تفسیر عنقریب گذری یعنی جسکو قاضی سماع خصومت کیواسطے وکیل مقرر کرے غائب کیطرف سے استشوی بالخیار خواری پہلا مسئلہ یہ ہے کہ کوئی چیز بشرط خیار خرید کی سو بائع چھپے یا ھم یعنی مشتری مثلاً تین روز میں رد مبیع کا قصد کیا اور بائع مخفی ہو تو مشتری قاضی سے درخواست کرے کہ بائع کیطرف سے تا اسکو مبیع پھیر دے صاحب بحر نے اسمیں دو قول نقل کئے ہیں ملا مسکین نے جمیع احقی المقبوض لہ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ مقبول لہ چھپ رہا ھم صورت اسکی یہ ہے کہ ایک شخص کا حاضر ضامن ہوا اس شرط پر کہ اگر اسکو کل حاضر نہ کرے تو مکفول عنہ کا دین کفیل پر ہے سو مکفول لہ کا غائب ہوگیا اور کفیل نے اسکو نہ پایا یہاں تک کہ مدت گذر گئی تو کفیل پر مال لازم ہو گیا اور اگر کفیل نے قاضی سے تلاش کی سو اسنے مکفول لہ کیطرف سے وکیل قائم کیا اور کفیل نے اسکو مکفول عنہ کے سپرد کیا تو کفیل بری الذمہ ہو جائیگا اور یہ ظاہر الروایۃ کے مخالف ہے تو یہ ابو یوسف کی بعضی روایت میں سے ہے کذا فی البحر عن جامع الفصولین حلف لیقبضنہ الیوم فتغیب الذائن تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ مدیون نے قسم کھائی کہ البتہ اسکا دین آج ادا کریگا سو دائن غائب ہوگیا ھم خواہ طلاق کی قسم ہو یا عتاق کی منجز ہو یا معلق اور حالت جنت سے ورنہ قاضی غائب کیطرف سے وکیل قائم کرے اور اسکو دین ادا کرے تو حانث نہ ہوگا خانیہ میں کہا اسی قول پر فتوی ہے شرف الدین غزی نے کہا یہ قسم وکیل کی کچھ حاجت نہیں اگر قاضی کو دین ادا کریگا تو حانث نہ ہوگا بر قول مختار معتمد یہ چنانچہ اکثر کتب معتمدہ میں ہے اور اگر وہاں قاضی نہ ہو تو حانث ہوگا بقول معتمد یہ کذا فی الطحطاوی وجعل امرھا بیدھا ان لم تصل نفقتھا فتغیبت چوتھا مسئلہ یہ ہے کہ زوج نے زوجہ کو طلاق کا اختیار دیا اگر اسکا نفقہ نہ ہو سکے سو عورت چھپے ہی یعنی بقصد ایقاع طلاق تو قاضی وکیل قائم کرے نفقہ قبض کرنے کیواسطے الخامسۃ اذا تواری الخصم فالمتاخرون ان القاضی ینصب لکل احد وھو القول الثانی خانیۃ پانچواں مسئلہ یہ ہے کہ جب تنازع مسلم چھپے ہے دار القضا میں حاضر نہ ہو تو متاخرین نے کہا کہ قاضی وکیل قائم کرے سب لوگوں میں اور یہ قول ہے ابو یوسف کا کذا فی الخانیہ قلت ونقل شراح الوھبانیۃ عن شرح ادب القاضی للخصاف قولا واحدا ان القاضی یجب علیہ نصب وکیل اور وھبانیہ کے شارحین نے شرح ادب القاضی سے نقل کیا کہ یعنی نصب وکیل امام اور صاحبین سب کا قول ہے اور یہ کہ قاضی غیر حاضر کے گھر پر جبر کرے جسقدر مدت کہ اسکو معلوم ہو جبر وکیل قائم کرے کفایۃ بیع التركۃ المستغرقۃ بالدین للقاضی کالموہوبۃ لعدم ملکہ حیث کان الدین یحیط الا بیع ترکہ مستغرق بالدین کے قاضی کیواسطے ہے نہ وارثوں کو بسبب اسکے کہ وارثوں کے جبکہ دین وارثوں کے سوا اور کسیکا ہو ھم مسلمانہ ہو کہ ہر مسلمان کو اور میت پر دین اتنا ہو یا زیادہ تو قاضی اسکو بیچکر ادائے دین کریگا نہ وارثوں کو اگرچہ ارباب دیون بیع ورثہ سے راضی ہوں اور وارثوں کو اخلاص متروکہ کا حاصل ہو تو اگر وارث کا قصد کرے اور مال نقد ادا کرے تو ارباب دیون بیع سے راضی ہو جاوینگے اور اگر وہ رضا مند نہیں کہ ہم دین کو ادا کرینگے اور مال نقد حاضر کریں تو قاضی کو بیع متروکہ کا اختیار ہے کذا فی الطحطاوی یقرض القاضی مال الوقف والغائب واللقطۃ والیتیم من ملی مؤتمن حیث لا وصی ولا امین یقبلہ مضاربۃ ولا مستغلا یشتریہ قاضی قرض دے مال وقف اور مال غائب اور مال لقطہ اور مال یتیم سے اگر اسکا امانت دار جسکا کوئی وصی نہ ہو اور نہ وہ متہم ہو جو مال کو بطریق عقد مضاربت قبول کرے اور نہ مستغل ہو جسکو قاضی خرید کرے

ہو قاضی بسبب کثرت اشتغال کے بذات خود اموال مذکورہ کی حفاظت نہیں کر سکتا لہذا استحسان ہے کہ بطریق قرض کے دے کیونکہ قرض میں تاوان ہوتا ہے ودیعت میں اور قاضی کو مناسب ہے کہ قرض لینے والوں کا حال دریافت کرے تا اگر کسیکا حال پریشان دیکھے تو اُس سے مال کو لے لے اسواسطے کہ قاضی اگرچہ استغلال صحیح قادر ہے مگر غنی سے بہ نسبت محتاج سے واسطے احتیاج کو قرض دینا جائز نہیں اور قاضی کو یہ جائز نہیں کہ اپنی ذات کیواسطے مال مذکور قرض لے اور اگر یتیم کا کوئی وصی ہو تو قاضی کو قرض دینا منوع ہے خلاصہ میں ہے کذا فی الطحطاوی و مستغل وہ چیز ہے جسمیں آمدنی ہو چنانچہ زمین براعت کی یا مکان کرایہ کا یا غلام کاسب وَلَهُ اَخْذُ الْمَالِ مِنْ اَبٍ مُبَذِّرٍ وَضِعَةً عِنْدَ عَدْلٍ يَتَعَهَّدُهَا وقاضی کو جائز ہے فضول خرچ باپ سے مال کا چھین لینا اور اُسکو رکھوا چھوڑنا مرد عادل کے پاس کما فی التقنیہ یعنی اسواسطے کہ تا طفل صغیر کا مال برباد نہ جاوے وَيَكْتُبُ الصَّكَّ بَدَلًا لِيَحْفَظَهُ اور تمسک لکھوایا جاوے اموال مذکورہ کے قرض لینے والے سے بطریق استحباب کے تا قرض ادا دینے سے عدم حجوی نے کہا صک عبارت ہے مال وغیرہ کے اقرار نامہ سے وہ فارسی معرب ہے کذا فی الطحطاوی وَلَا يُقْرِضُ الْاَبَ وَلَوْ قَاضِيًا لِاَنَّهُ لَا يَقْضِي لِوَلَدِهِ نہ قرض دے باپ کو اگرچہ باپ قاضی ہو اسواسطے کہ باپ قضا نہیں کر سکتا اپنے فرزند کیواسطے ھ یعنی اگر مستغرض قرض کا منکر ہو تو گواہی کی حاجت ہوگی اور اُسکی سماعت اور حکم دینا قاضی سے متعلق ہے اور قاضی کو اپنے فرزند کیواسطے حکم دینا جائز نہیں لہذا جواز اقراض کی علت منتفی ہوگئی کذا فی الطحطاوی وَلَا الْوَصِيَّ وَلَا الْمُنْتَصِبَ فَاِنْ اَقْرَضُوا ضَمِنُوا الْعَجْزَ عَنِ التَّحْصِيلِ بِخِلَافِ الْقَاضِي اور نہ قرض دے وصی تیم کا مال اور نہ ملتقط لقطہ کسیکو قرض دے سوا اگر باپ اور وصی اور ملتقط قرض دینگے تو تاوان دینا اُنپر لازم ہوگا بسبب اُنکے عاجز ہونے کے تحصیل قرض سے بخلاف قاضی کے کہ وہ تحصیل پر قادر ہے ھ شارح نے قدرت تحصیل قاضی سے جواب دیا اُس دوسری روایت کا کہ باپ کو طفل صغیر کا مال قرض دینا جائز ہے کیونکہ ولایت اُسکی قاضی کی ولایت سے عام تر ہے اسواسطے کہ نکاح اور مال میں دونوں کی ولایت یکساں ہے مگر مزید شفقت میں باپنے یا وہ ہے قاضی سے تو ظاہر ہا باپ اُسکو قرض نہ دیگا جو بسبب نہ دینے کے عاجز ہو جائے خلاصہ جواب ہے کہ جواز قرض اور عدم قرض میں قرب قرابت اور زیادت ولایت کو دخل نہیں بلکہ عام قدرت علی الاستیجاز کا اعتبار ہے بعد وجود اصل ولایت کے اور باپ کے پیہ قدرت نہیں بخلاف قاضی کے اسواسطے کہ اگر قاضی گواہوں کو نہ پاوے بسبب غیبت یا غیبت کے تو اپنے علم اور دانست پر حکم کریگا یا مال نکال لیگا کذا فی الطحطاوی عَنِ الْكَمَالِ وَيَسْتَثْنِي اَقْرَاضَ الْمَضْرَدَةِ كَخُبْزٍ وَلَحْمٍ فَيَجُوزُ انْتِفَاعًا بِهِمَا اور عدم جواز اقراض سے اشخاص کو رہن یا مستثنے ہیں بسبب ضرر کے چنانچہ آتش فشی یا غارتگری کا خوف تو ایسی ضرورت میں بالاتفاق جائز ہے کذا فی البحر وَمَتَى جَازَ لِلْمُلْتَقِطِ التَّصَدُّقُ فَلَهُ اَنْ يُقْرِضَ اَوْلَى وَجِيزَ وقت کہ ملتقط کو تصدق لقطہ جائز ہے تو اسوقت میں قرض دینا بطریق اولی جائز ہوگا ھ یعنی جبکہ لقیط کے ملتقط کو ظن غالب کے موافق علم طلب کا ہو تو اسوقت اُسکا خیرات کرنا جائز ہے تو اس حالت میں قرض دینا بھی جائز ہے وَلَوْ قَضَى بِالْجَوْرِ فَالْاِثْمُ عَلَيْهِ فِي مَالِهِ اِنْ مُتَعَمِّدًا وَاِثْمُهُ بِاَيِّ الْعَمْدِ وَلَوْ خَطَاً فَالْغُرْمُ عَلَى الْمَقْضِيِّ لَهُ دُنْيَا اور اگر قاضی نے غیر واجبی جور کا حکم دیا تو اس قاضی پر ہے اُسکے ذاتی مال میں اگر بالقصد حکم کیا اور اقرار بھی کیا تعمد جور کا اور اگر خطا سے حکم دیا تو تاوان مقضی لہ پر ہے یعنی جسکے واسطے حکم دیا کذا فی الدرر ھم حکم قاضی جبکہ خلاف حق واقع ہو تو وہ بوجہ سے خالی نہیں بطریق خطا یا بطریق عمد خطا کی دو صورتیں ہیں پہلی صورت یہ کہ حق اللہ میں ہو دوسری صورت یہ کہ حق العبد میں ہو تو اگر حق العباد میں تدارک اور رد ممکن ہو اسطرح جیکہ مال صدقہ یا طلاق یا عتاق کا حکم دیا پھر خطا ثابت ہوئی اسطرح کہ شہود غلام یا کفار یا محدود فی القذف نکلے تو قاضی اپنا حکم باطل کرے غلام مالک کو دے اور عورت اُسکے زوج کو اور مال صاحب مال کو اور اگر خطا اسمیں ہوئی جسکا پھیرنا ممکن نہیں اسطرح جیکہ قصاص کا حکم دیا اور استیفاء قصاص ہو چکا تو مقضی لہ کے قصاص کا حکم نہ دے کیونکہ شبہہ قصاص سے لیکن مقضی لہ کے مال میں خون بہا واجب ہوگا یہ سب کچھ اُس صورت میں ہو جبکہ قاضی کی خطا بینہ یا مقضی لہ کے اقرار سے ثابت ہو اور اگر خطا قاضی کے اقرار سے ظاہر ہو تو مقضی لہ کے حق میں ظاہر نہ ہوگا جب تک اپنے حکم کو مقضی لہ کے حق میں باطل نہ کرے اور اگر قاضی نے حق اللہ میں خطا کی اسطرح جیکہ حد سرقہ یا حد شرب خمر کا حکم دیا اور رجم اور قطع اور حد کا استیفا ہوا پھر ظاہر ہوا کہ شہود عبید یا کفار یا محدود فی القذف ہیں تو تاوان امکابیت المال میں ہوا اور اگر قاضی نے عمداً حکم کیا حکم نہیں اور اسکا اقرار کیا تو اُسکے مال میں تاوان ہوگا سب وجوہ مذکورہ میں اور قاضی پر تعزیر ہوگی بسبب اُسکے جریمۂ عظیمہ اور معزول ہوگا قضا سے کذا فی الطحطاوی عن الہندیہ ملخصاً وفی المنح مُعَزِّرًا لِلسِّرَاجِ قَالَ مُحَمَّدٌ لَوْ قَالَ

قاضی کا اقرار خطا کرنا

تَقَدَّحِ الْجُورُ اَوْ تَعَارَضَ عَنِ الْقَضَاءِ وَفِيهِ عَنْ اَبِي يُوسُفَ اِذَا غَلَبَ جَوْرُهُ وَرِشْوَتُهُ رُدَّتْ قَضَايَاهُ وَشَهَادَتُهُ وَمَنَعَ الْقُضَاةَ مِنَ الْقَضَاءِ سِرَاجٌ کسی پر تہمت نسبت کرے کہ تم نے عمداً ظلم کیا تو معزول ہو جائیگا قضاسے اور اُسمیں ابو یوسف سے ہے کہ جب قاضی کا ظلم اور رشوت غالب ہو تو اسکے فیصلے اور گواہی مردود ہیں فروع مسائل ملتقط شارح کے اَلْقَضَاءُ مَظْهِرٌ لَا مُثْبِتٌ قضا ظاہر کرنے والی ہے حق کی نہ ثابت کرنے والی ہم یعنی حکم قاضی مظہر ہے خصم کے حق کا اسواسطے کہ حق ثابت ہے عند اللہ قبل حکم کے اور اُسکا مثبت نہیں حق قبل حکم ثابت نہیں یہ اُس صورت میں ہے جبکہ حکم واقع کے مطابق ہو اور اگر مخالف واقع ہو تو حکم ثابت ہوگا چنانچہ حکم شہادت کذا فی الطحطاوی وَتَخَصُّصُ بِزَمَانٍ وَمَكَانٍ وَخُصُومَةٍ حَتَّى لَوْ اَمَرَ السُّلْطَانُ بَعْدَ مَ سَمَاعِ الدَّعْوٰى بَعْدَ خَمْسَةَ عَشَرَ سَنَةً فَسَمِعَ الْكُلَّ يَنْفُذُ اور قضا خصومت قبول کرتی ہے زمان و مکان اور خصومت کی تو اگر سلطان امر کرے عدم سماعت دعوی کا پندرہ برس کے بعد سو قاضی نے دعوی سنا تو حکم نافذ ہوگا ہم فہیم یہ کہتے ہیں ہو کذا اگر امام اعظم ایک یمین کو ایک مجلس کے واسطے قاضی مقرر کرے تو جائز ہے اور خلاصہ میں ہو کہ اگر سلطان قضا میں خصومت استثنا کرے بیچ اس کے کہ فلانا المدعیہ فیصل کرنا تو صحیح ہو کذا فی الطحطاوی قُلْتُ فَلَا تُسْمَعُ الْبَيِّنَاتُ بَعْدَهَا اِلَّا بِاَمْرٍ اٰخَرَ فِي الْوَقْفِ وَالْمِيرَاثِ وَجُودُ عُذْرٍ شَرْعِيٍّ وَبِهِ اَفْتَى الْمُفْتِي اَبُو السُّعُودِ فَلْيُحْفَظْ میں کہتا ہوں تو اب بعد امر سلطان کے دعوی نہ سنا جاے پندرہ برس کے بعد مگر سلطان کے امر سے لیکن وقف و میراث میں وجود عذر شرعی میں بعد پندرہ برس کے بلا امر سلطان بھی سماعت ہوگی اسیکا فتوی دیا ہے مفتی ابو سعود نے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم حموی نے اپنے استاد یحیی منقار سے نقل کیا سلاطین یعنی سلاطین روم اب اپنے قاضیوں کو حکم کرتے ہیں اپنی سلطنت میں کہ دعوی سنیں پندرہ برس کے بعد سواے وقف و وارث کے انہی اور یہ بھی قطع حسیل اور رفع تردد کیواسطے ہوا اور یہ جو روایت تیس برس یا چھتیس برس کی خلاصہ و محیط اور فتاوی عتابی میں ہے دریاعم سماع سو یہ روایت قبل صدور نہی سلطانی ہے عذر شرعی چنانچہ طفلی اور بلوغ غیبت کذا فی الطحطاوی ثُمَّ اَمْرُ السُّلْطَانِ اِنَّمَا يَنْفُذُ اِذَا وَافَقَ الشَّرْعَ وَاِلَّا فَلَا اشباہ عَنِ الْفَائِدَةِ الْخَامِسَةِ وَفَوَائِدُ شَتَّى فَلَوْ اَمَرَ قَضَاتَهُ بِتَحْلِيفِ الشُّهُودِ وَجَبَ عَلَى الْعُلَمَاءِ اَنْ يَنْصَحُوهُ وَيَقُولُوا لَهُ لَا تُكَلِّفْ قُضَاتَكَ اِلَى اَمْرٍ يَلْزَمُ مِنْهُ سَخَطُكَ اَوْ سَخَطُ الْخَالِقِ تَعَالَى حکم بادشاہ کا اُسوقت نافذ ہوتا ہے جبتک شرع کے موافق ہو اور نہیں تو نافذ نہیں چنانچہ اشباہ کے پانچویں فائدے اور فوائد شتی میں ہے کو ہو تو اگر بادشاہ نے اپنے قاضیوں کو شاہدوں کے قسم دلانے کا حکم کیا تو علماء پر واجب ہے کہ بادشاہ کو نصیحت کریں اور اُس سے کہیں کہ اپنے قاضیوں سے وہ امر نہ کروائے جس سے آپکا غضب لازم آوے یا خالق برتر کا غضب یعنی اگر تیری اطاعت کریں تو خالق کا غضب ہو اور اگر تیری نافرمانی کریں تو تیرا غضب ہم صاحب بحر نے ایک حنفیہ سے نقل کیا کہ لا طاعۃ امام فی معصیت میں واجب ہو تو اگر سلطان ایک ایسے روزہ رکھنے کا حکم کرے تو روزہ واجب ہوگا صیرفیہ سے جو از تحلیف متفول ہوا یعنی شاہدوں سے قسم لینا جائز ہے مفتی ابو سعود نے کہا کہ میں اس سے ساتھ کہ جب ظنی متہم لینے کو درست جانے اسطرح پر کہ وہ صاحب رائے سدید ہو یعنی تہمت ہو اور اگر صاحب رائے نہ ہو تو تحلیف نہیں جائز ہے کذا فی الطحطاوی قَضَاءُ الْبَاشَا وَكِتَابُهُ اِلَى الْقَاضِي جَائِزٌ اِنْ لَمْ يَكُنْ قَاضِ مُوَلًّى مِنَ السُّلْطَانِ قضا باشا کی اور مکتوب اُسکا قاضی کیطرف جائز ہے اگر سلطان کیطرف سے قاضی معین نہ ہو ہم باشا امیر کو کہتے ہیں یعنی باشا کی قید اسواسطے لگائی کہ قضا سلطان کی بقول صحیح مفتی بہ نافذ ہے چنانچہ اوائل بحر القضاء میں ہے کذا فی الطحطاوی وَالْمُحَكَّمُ كَالْقَاضِي اِلَّا فِي اَرْبَعَةٍ عَشَرَ مَسْئَلَةً ذَكَرْنَاهَا فِي شَرْحِ الْكَنْزِ يَعْنِي الْبَحْرَ اور محکم یعنی پنچ قاضی کے مانند ہے مگر چودہ مسئلوں میں جنکو ہمنے ذکر کیا ہے شرح کنز میں یعنی بحر الرائق میں ہم بحر الرائق میں سترہ مسئلے مذکور ہیں اسطرح کہ محکم جب فیصلہ کرے فصل مجتہد فیہ میں پھر اُسکا رفع ہو قاضی کے حکم کیطرف تو اگر اُسکے مذہب کے موافق ہو تو جاری کرے نہیں تو باطل کرے اور تحکیم پر تراضی متخصمین ضروری ہے اور تحکیم کی تعلیق اور اضافت ابو یوسف کے نزدیک جائز نہیں اور تحکیم حدود اور قصاص کی روایت میں بقول صحیح جائز نہیں اور فسخ عین مصالح میں جو از تحکیم کا فتوی نہ دیا جاے اگرچہ قول صحیح میں وہ نافذ ہے اور محکم کا حکم غائب کیطرف متعدی نہیں ہوتا اگر اراد عاعلی الغائب سبب ہوا د عاعلی الحاضر کا مگر ایک مسئلے میں اور جائز نہیں مکتوب محکم قاضی کیطرف جیسے قاضی کا مکتوب اُسکی طرف جائز نہیں اور محکم حکم نہ کرے قاضی کے مکتوب پر مگر جبکہ دونوں مخاصم راضی ہوں اور اگر محکم مرتد ہو جاے تو معزول ہوگا بخلاف ہٹ سے سو اگر بعد ارتداد پھر اسلام قبول کریگا تو تحکیم جدید کی حاجت ہوگی اور اگر محکم گواہی کو بسبب تہمت کے قبول نہ کرے تو قاضی

اور دوسرے پہنچ کو اُسکا قبول کرنا درست ہے اور پہنچ کا حکم ایک ولایت سے باقی والوں کیطرف نہیں پہنچتا اور حکم کا حکم غیبت بالغ کے بالغ کیطرف نہیں پہنچتا مگر جبکہ وہ تحکیم سے راضی ہو اور اگر محکم نے وکیل پر عیب میت کا حکم کیا تو اُسکا حکم موکل کیطرف نہیں متعدی ہوتا اور حکم اُسکا صغیر کے وصی پر نافذ نہیں جبکہ وصی صغیر کا ضرر ہو اور حکم محکم کا تحکیم کے ساتھ مفید نہیں بلکہ اُسکا حکم جایز ہے جبکہ ملا ہو یعنی بعد رضائے متخاصمین ورنہ اگر حکم من انعقاد قبل گواہی کے اختلاف سبب سے سوا ایک گواہ کہنا ہو کہ اسکو خصومت میں وکیل کیا ہو فلانے فقیہ کیطرف اور دوسرا شاہد کہتا ہو کہ دوسرے فقیہ کیطرف تو ایک فقیہ کو حکم کرنا جائز نہیں اور محکم کا حکم رافع خلاف نہیں بخلاف قاضی کے جمیع مسائل مذکورہ میں جلبی نے کہا محل ان مسائل کا باب التحکیم میں انتہی ملخصاً اور منجملہ مسائل مذکورہ یہ ہے کہ لعان میں الزوجین بین بحکم کا حکم جایز نہیں چنانچہ بزدیدی میں ہے کذا فی الطحطاوی وفی الفصل الاول من جامع الفصولین القاضی تاخیر الحکم باثمہ وفیہا ولیعزل اور جامع الفصولین کی فصل اول میں ہے کہ قاضی حکم کی تاخیر سے گنہگار ہوتا ہے اور معزول کیا جاسے اُسکو اور تعزیر دیجائے وفی الاشباہ لا یجوز للقاضی تاخیر الحکم بعد وجود شرائطہ الا فی ثلث لریبۃ ولجاء صلح اقارب واذا استمھل المدعی اور اشباہ میں ہے کہ جائز نہیں قاضی کو تاخیر کرنا حکم دینے میں شرائط حکم کے پائے جانے کے بعد مگر تین جگہ شک راستباہ کے سبب سے اور امید صلح اقارب سے اور جبکہ مدعی مہلت چاہے ہم استباہ یہ ہے کہ قاضی کو شہود میں شبہہ پڑے چنانچہ اسطرح کہ تعدیل گواہوں کی نے قاضی کے پاس ایک مقدمے میں گواہی دی اور تنوخ اُنکی گواہی کے بموجب حکم نہیں ہوا کہ ایک گواہ امین سے بولا استغفر اللہ میں نے جھوٹی گواہی دی اور قاضی نے یہ کلام سنا مگر یہ معلوم نہیں کہ تینوں میں سے کس نے یہ کلام کیا سو قاضی نے اُسکو اُن سے پوچھا سو سب نے کہا ہم اپنی گواہی پر قائم ہیں تو قاضی اُنکی گواہی پر حکم نہ کرے اور لسان الحکام میں ہے کہ جب قاضی کے پاس بھائی یا چچیرے بھائی جھگڑا لاویں تو قاضی کو لائق ہے کہ انکو ٹھہرا لے اور جلدی حکم نہ دے شاید وہ باہم صلح کر لیں جبکہ اسطرح کہ حکم اگرچہ حق ہو مگر اگر عداوت کا سبب ہو جاتا ہو بھائیوں میں علامہ شیخ صالح نے کہا کہ تاخیر حکم باامید صلح اقارب میں مخصوص نہیں بلکہ اجانب میں بھی ایسا ہی کرنا چاہیے کیونکہ حکم قاضی کینے کا موروث ہوتا ہے جہاں تک امکان اس سے احتراز کرنا چاہیے اور مخالفت بین قضا فی الفور کے اسواسطے کہ قضا فی الفور اُس صورت میں محمول ہے جبکہ قاضی کو حصول صلح کی توقع نہ ہو اور اسکا موید وہ ہے جو اختیار اور خزانۃ الاکمل میں ہے کہ جب قاضی کو رضائے خصمین کی توقع ہو تو اُسکے دیر کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں اور دونوں میں حکم جاری نہ کرے شاید صلح کر لیں اور انکو دو بار سے زیادہ رد نہ کرے اور اگر توقع صلح نہ ہو تو حکم جاری کر دے انتہی اور جیسے استمہال مدعی سے تاخیر حکم جائز ہے ویسے ہی استمہال مدعی علیہ سے جبکہ وہ دفع دعوے کا مدعی ہو بشرطیکہ دفع صحیح کا مدعی ہو نہ دفع فاسد کا اور ایک صورت اور باقی رہگئی جسمیں تاخیر قضا جائز ہے یعنی جبکہ قاضی اہل شہر کے فتوے پر اعتماد نہ کرے اور دوسرے شہر کے علماء سے فتویٰ دریافت کرے تو تاخیر قضا سے گنہگار نہ ہوگا چنانچہ خلاصہ میں ہے کذا فی الطحطاوی وکذا یعتبر رجوعہ عن قضایاہ الا فی ثلث لو بعلیہ او ظہر خطاءہ او بجلافی مذہبہ اور تاخیر قضا سے حکم کو اپنے علم سے پھیر جانا یعنی اُسپر عمل کرنا اور اُسکو باطل کر دینا جائز نہیں مگر تین صورتوں میں اگر حکم کیا اپنے علم اور واقعیت پر پھر حکم کی خطا ظاہر ہو گئی یا اپنے مذہب کے مخالف حکم دیا ہو اپنے علم پر جسکو ظاہر پایا یعنی اُسپر عمل کرنا اور اُسکو باطل کر دینا جائز نہیں مگر تین صورتوں میں اگر حکم کیا اپنے علم اور واقعیت پر پھر حکم کی خطا ظاہر ہو گئی یا اپنے مذہب کے مخالف حکم دیا ہو اپنے علم پر جسکو ظاہر پایا پھر اُسکو ظاہر ہو گیا کہ اسکا علم وہم تھا جیسا کہ قاضی کے نزدیک ایک شخص نے دوسرے شخص کیواسطے مبلغ کا اقرار کیا اور دونوں مان سے غائب ہو گئے پھر دو شخصوں نے گواہی دی قاضی کے پاس سو قاضی نے ایک شخص کا اس زمان سے کہ یہ شخص ہی معترف ہے پھر معلوم ہوا کہ یہ اُسکے سوا کوئی اور ہے تو قاضی کو حکم توڑنا جائز ہے بلکہ واجب ہے تو مشہور خطا کی یہ صورت ہے کہ مثلاً حنفی المذہب نے مشتری بحمل التمغہ کی صحت پر یہ حکم دیا پھر اُسکو اپنی خطا ظاہر ہو گئی اور خلاف مذہب کا حکم دینا عمداً یا سہواً سابق تفصیل مذکور ہو چکا

فتح القدیر میں ہے کہ امام کے نزدیک قاضی کو اپنے علم پر حکم کرنا جائز ہے اس بنا پر کہ جانتا ہو اپنے عہدہ قضا کیوقت اُس شہر میں جہل کا وہ قاضی ہے اُس حق کا علم جو حد خالص للہ نہیں چنانچہ زنا شراب خوری چوری اور جو حد حق عبد ہو جیسے قطع طریق قتل عمد یا خطا قتل عمد یا حد قذف اور اگر قتل عمد قضا جانتا ہو حقوق العباد میں پھر وہ قاضی ہو اور وہ مقدمہ اُسکے سامنے ہو اے یا حالت اپنی قضا میں جان چکا ہو یا غصب یا طلاق ی

القاضی حکم فلو زوج الیتیمۃ من نفسہ او ابنہ لم یجز قاضی کا فعل حکم ہو تو اگر قاضی یتیم لڑکی کا نکاح اپنی ذات سے یا اپنے بیٹے سے کرے تو جائز نہیں ہم فعل سے مراد وہ ہے جو قاضی سے صادر ہو بالفظ صیغہ حکم نکلے مذکور سوا سطے جائز نہیں بیع قاضی کا فعل مذکور ہے جبکہ حکم ٹھہرا تو جائز نہوا کیونکہ قاضی کو اپنی ذات کیواسطے یا اپنے فرزند کیواسطے حکم کرنا صحیح نہیں بلا فی المسلمین مگر قاضی کا فعل وصورتوں میں حکم نہیں ہم یہ استثنا ہی فعل القاضی حکم سے نہ لم یجز سے کذا فی الطحطاوی اذا اذن الولی القاضی بتزویجھا کان لیکا ایک ورث یہ ہے کہ تب ولی قاضی کو تزویج صغیرہ کا اذن دے تو قاضی کسی ہو گا ہم قاضی جب وکیل ٹھہرا تو فعل تزویج حکم نہوگا تو اگر اسکے عقد کا رافعہ ہو دوسرے قاضی مخالف مذہب کیطرف تو اسکو نقض نکاح جائز ہے کذا فی الطحطاوی عن الاشباہ واذا اعطی فقیرا من وقف الفقراء کان لغیرہ دوسری صورت یہ ہے کہ قاضی نے ایک فقیر کو دیا فقرا کے وقف سے تو دوسرے قاضی کو اسکے غیر اور فقیر کو دینا جائز ہے ہم اس مسئلے میں قید یہ ہے کہ قاضی نے فقیر کیواسطے راتبہ نہ مقرر کر دیا ہو اور فقیر قرابت دار کیواسطے حکم نہ کر دیا ہو والا قاضی ثانی کو نقض اسکا جائز نہوگا کذا فی الطحطاوی امر القاضی حکم للا فی مسئلۃ الوقف المذکورۃ فامرہ فتوی فلو صرف لغیرہ صح امر قاضی کا حکم ہے مگر اس مسئلہ وقف میں جو مذکور ہو چکا تو امر اسکا فتوی ہے تو اگر اسکے سوا اور کیطرف صرف کرے تو صحیح ہے ہم مثلاً قاضی کا یوں کہنا مدعی سے اقامت برہان کے بعد کہ میں اسکو تسلیم کرا دوں گا کہ یہ حکم ہے اشباہ میں عادیہ اور زازیہ سے کہ وقف کیا فقرا پر پھر بعضے فقرا واقف کے محتاج ہو گئے سو قاضی نے امر کیا کہ کچھ وقف میں سے انکو دیا جاوے تو یہ امر غیر فتوی ہے یہاں تک کہ اگر واقف یہ ارادہ کرے کہ اسکو دوسرے فقیر صرف کرے تو صحیح ہے القاضی یحلف غریم المیت ولو اقر بہ المریض قاضی قسم دے میت کے دیوالے کو اگرچہ مریض نے اسکا اقرار کیا ہو یعنی میت نے مرض الموت میں قرض کا اقرار کیا ہو تو بھی قسم دینا چاہیے اور اگر صرف وارث قسم طلب کریں کذا فی الطحطاوی لا یقبل قول امین القاضی انہ حلف المحدودۃ بما بشاھدین قاضی کے امین کا یوں کہنا کہ اسنے عورت پر پردہ نشین کو قسم دلائی مقبول نہیں مگر دو شاہدوں سے ہم بزدوی نے کہا محدودہ وہ عورت پردہ نشین ہے جسکو غیر محارم نہ دیکھیں کواری ہو یا بیاہی اور جو عورت جلوہ گاہ و سبی میں بیٹھی اور اسکو رجال اجانب نے دیکھا چنانچہ بعضے بلاد میں عادت ہے وہ محدودہ نہیں کذا فی الحموی ھل یعمل علی امر القاضی الذی لیس بشرعی ایخارج عن العھدۃ انتہی جسنے اعتماد کیا قاضی کے اس امر پر جو شرعی نہیں وہ عہدے سے خارج نہوگا یعنی بری الذمہ نہوگا انتہی کلام الاشباہ ہم مثال اسکی یہ ہے کہ ایک نے دوسرے کو وصیت کی کہ فلانے شہر کے فقیروں کو سو دینار خیرات کرے اور وصی اور ہو اس شہر سے اور وہاں تک ہو پہنچ سکے اور وصی کا اس شہر میں ایک مدیون ہے جسپر ہزار درم ہیں قاضی نے مدیون مذکور کو امر کیا کہ دراہم مذکور فقیروں کو دے تو مدیون پر اسکا دین باقی رہیگا اور مدیون کا دینا طوع ٹھہریگا اور وصیت میت وہی پر بحال سابق قائم رہیگی کذا فی الطحطاوی وقد منا فی الوقف عن المنظومۃ المحبیۃ مغزیا للمبسوط ان للسلطان مخالفۃ شروط الواقف لو غالبۃ قراء ومزارع وانہ یعمل بامرہ وان غایر الشروط فلیحفظ اور سابق ہم ذکر کر چکے ہیں منظومہ محبیہ سے نسبت بمبسوط کہ سلطان کو مخالفت کرنا شرط واقف کا جائز ہے اگر اکثر وقف ریاست اور کشت زار ہوں اور یہ کہ عمل کیا جاوے سلطان کے امر پر اگرچہ اسکا امر مخالف ہو واقف کی شرط کا تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم مفتی بہ سود نے فتوی دیا کہ سلطان کے امر کے وقت میں وقفین کی شروط کی رعایت نہیں سوا سطے کہ وہ اوقات یعنی راضی بیت المال کی ملک ثابت المال کی طرف للمصلحۃ ہو اسطرح جیسکہ واقف انکا وصی ہو بیت المال کا جسکی آزادی ثابت نہیں انتہی اور یہ حکم مطلق نہیں بلکہ ان اراضی میں ہے جنمیں وقفین کی ملک ثابت نہیں اور اگر انکی ملک شرعی ثابت ہو تو شروط کی مخالفت صحیح نہیں کذا فی الطحطاوی مختصر انصرف ظن مجاب صنعی افتدی بانہ متی کان فی الوقف سعۃ ولم یقصر فی اداء حصتہ کا یمنع فتنبہ میں کہتا ہوں دنزلی افتدی سے یوں جواب دیا ہے کہ جب وقت میں گنجائش ہو اور جسکے واسطے سلطان نے وقف میں وظیفہ مقرر کر دیا بلا شرط واقف وہ اپنی حد تک ادا کرنے میں قصور نہ کرے تو ممنوع نہیں یعنی اسکو وظیفہ لینا حرام نہیں ہو اگاہ رہنا ہم یہ بھی اسی صورت پر محمول ہے جبکہ وقف واقف کا ملک نہو یا جواب اس اعتبار پر ہے کہ گنجائش وقف ظاہر اس دلیل پر ہے کہ اصل اسکی بیت المال سے ہے کذا فی الطحطاوی وفی الوھبانیۃ یحبس الولی بدین المتغلب حتی یوصیہ او یظھر فقرا المتغلب قلت لکن قدم شارحھا عن قاضی خان الحر والعبد والبالغ والصبی فی الصبی سواء ظنا مل

هُنا قالَهُ الشرنبلالی اور وہبانیہ میں ہے محجوس ہوولی مثل صغیر کے دین میں بیان کرکے اسکو اور اگر کہے یا صغیر کی محتاج ظاہر کرے میں کہتا ہوں لیکن وہبانیہ کے شارح یعنی علیہ المقدم نے ذکر کیا ہے قاضی خان سے کہ آزاد اور غلام اور بالغ اور صغیر محجوس ہونے میں برابر ہیں تو غور کرنا چاہیے ولی کی نفی حبس کی بیان سے یہ قول ہے شرنبلالی کا یعنی جب حبس صغیر جائز ہوا تو ولی اسکا کا ہیکو محجوس ہوگا ھم خلاصہ میں ہے کہ صغیر مجور علیہ محجوس نہیں کیا جاتا دین کے استدلاک سے ولیکن اسکا باپ یا وصی حبس کیا جاسکے انتہی اور ظاہر اوجہ توفیق بین القولین یہ ہے کہ قاضی خان کا کلام صغیر بلا دین میں اور خلاصہ اور وہبانیہ کا کلام صغیر مجور علیہ میں ہے چنانچہ خلاصہ کی عبارت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی قال جلیس للقاضی البیع مع وجود باب او وصی ھل ھی قاض حتی یقضیہ او فی القنیۃ ومتی باع فللقاضی نقضہ او اصلح کما نظم الفارض فحضمۃ للدین متبوعا لبعضہ فقلت شرنبلالی نے کہا اور قاضی کو بیع جائز نہیں باوجود باپ یا وصی کے اور یہ خوب فائدہ ہے میں کہتا ہوں اور یہ مسئلہ تو قنیہ میں ہے اور جبکہ باپ یا وصی نے بیع کی تو قاضی کو اسکا توڑ دینا جائز ہے اگر نقض اصلح ہو چنانچہ وہبانیہ کے شارح نے اسکو نظم کیا ہے میں نے اسکو متن سے ملا دیا بعض الفاظ کو بدل کر سو یوں کہا ؎ ویُنقضُ بیعٌ من اَبٍ ووصیۃٍ لو مُصلحًا ذا صلح النقض یحظا اور توڑی جاسکے بیع باپ کی اسکے وصی کی اگر یہ باپ یا وصی مصلح ہو نہ مفسد اور حالانکہ نقض اصلح ہے یہ حکم مستطرد ہے کتنے مسئلوں پر ؎ ویُحبَسُ فی دینٍ علی الطفل الدَّنِ وصیٌّ والتاذیبُ یعزی یصوبُ اور حبس کیا جاسکے نابالغ صغیر کے دین میں بابے روحی اور تادیب کیواسطے بعضے علما حبس صغیر کی بھی صورت بتاتے ہیں یعنی بعضوں کے نزدیک حبس صغیر یا تادیب کیواسطے جائز ہوتا ہے تاکہ وہ ڈھیٹ نہ ہوجاوے ؎ وفی الدین یحبسُ الابُ ویُحبَسُ الولاءُ کعکسٍ ویُحبَسُ صغیرٌ اور صغیر کے دین میں یہ محبوس نہیں ہوتا یعنی اگر صغیر کا دین باپ پر ہو تو وہ محبوس نہ ہوگا اور نہ مکاتب کی کے دین کتابت میں صغیر بیٹا اور نہ غلام مولی کے دین میں اور نہ مولی غلام کے دین میں اور نہ مدیون مفلس محجوس ہوتا ہے لو العبدُ مَلَّ یوتًا یحبسُ لدینہ لانہ للقرناء بان اگر غلام مدیون ہو غیر شخص کا تو مولی محبوس ہوگا اسکے دین میں اسواسطے کہ کسب غلام کا اب اصحاب دیون کا حق ہے یعنی حبس مولی اسواسطے ہے تاکہ انکو وہ دیون حاصل ہوجاویں جو غلام پر ہیں کذا فی الطحطاوی ولکن یحبسُ بدین مکاتبہ لانہ فیما کان من جنس الکتابۃ اور اسطرح مولی محبوس ہوتا ہے اپنے مکاتب کے دین میں مگر اس میں محبوس نہیں ہوتا جو دین کہ کتاب کی جنس سے ہو یعنی اگر دین مکاتب پر مثلاً دس میں کپڑوں ہیں اور کتابت بھی کپڑوں میں ہے تو مولے محبوس ہوگا اور اگر کتابت بھی دس من گیہوں پر ہوئی ہو تو اب دین جنس کتابت سے ٹھہرا تو محبوس نہ ہوگا فی عتاق الوھبانیۃ ؎ وفی غیر جنس الحق یحبسُ سیدٌ بہ مکاتبہ والعبدُ فیھا یحیَّرُ ؎ سو وہبانیہ کی کتاب العتاق میں ہے اور غیر جنس حق میں محبوس کرے مولی کو مکاتب اسکا اور غلام کتابت میں محتار ہے یعنی چاہے تو کتابت کو غلام فسخ کردے بدون رضامندی مولی کے کذا فی الطحطاوی وفی جمھا ؎ ویحبسُ فی الکتبُ الصحاح المجرۃ علی الذی باع الکتبَ بالکتبِ اور وہبانیہ کی کتاب البیوع میں ہے اور صحیح کتابوں والا کاتب محبوس ہوگا دین پر اس واسطے کہ بسبب کتابوں کے وہ مفلس نہیں ہم قنیہ میں ہے کہ فقیہ مرید میں ہے اور اسکے پاس کتابیں ہیں تو وہ درجۂ قضاء دس مقدور والا ہے تو وہ محبوس ہوگا اگرچہ وہ فقیہ ہے درجۂ صدقہ دو جو ہے وہ کذا فی الطحطاوی

باب التحکیم

باب التحکیم

یہ باب تحکیم میں یعنی نیا مقرر کرنے میں تحکیم بھی قضا کے فروع سے ہے اور محکم یعنی نیا کا رتبہ کمتر ہے قاضی سے حکم رانی میں اسواسطے کہ قاضی کا حکم عام ہے اور محکم کا حکم فقط اوسی پر خصوص ہے جسنے اسکو نیا ٹھہرایا اور تحکیم حدیث سے ثابت ہے اسواسطے کہ ابو شریح سے مروی ہے کہ میں نے کہا یا رسول اللہ میری قوم میں جب اختلاف ہوتا ہے کسی امر میں تو میرے پاس تم میں سے دو آدمی ان میں حکم کردیتا ہوں تو مجھسے فرمایا ہے حضرت علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا ہے کیا خوب ہے رواہ النسائی کذا فی الفتح ھو لغۃ جعل الحکم الامر بالفصل او الرفع وشرعا لغت میں عبارت ہے اس سے کہ تو اپنے ملا میں غیر شخص کیواسطے حکم کرنا مقرر کرے وشرعا قولیۃ الخصمین حکما یحکم بینھما اور تحکیم شرع میں عبارت ہے اس سے کہ دونوں خصم کسی شخص کیواسطے حکم کرنا مقرر کرے وعرفا قولیۃ الخصمین حکما یحکم بینھما اور تحکیم عرف میں عبارت ہے اس سے کہ دونوں خصم کسی شخص کیواسطے حکم کرنا مقرر کرے وکنایتہ لفظہ الدال علیہ مع قبول الآخر ذلک اور کنایہ تحکیم لفظ تحکیم ہے یا خاصم کا وہ لفظ کہ تحکیم پر دلالت کرے ساتھ قبول کرنے دوسرے کے اسکو مع یعنی کنایہ تحکیم میں ایک کے کہنے سے تحکیم حکم مقرر کرنا تا نہ ہو میں حکم کرے اور دوسرا اسکو قبول کرے اور مانند اسکے ہے یہ حکم کہ میں تم دونوں کو

حکم کرنا ہو ولی ذمی متخاصمین اسکو قبول کرلیں یہ بیان ہے کہ اگر متخاصمین ایک مرد کو حکم مقرر کریں سو وہ قبول نہ کرے تو اسکا حکم کرنا جائز نہیں بگر تجدید تحکیم کذا فی الطحطاوی
وشروطه من جهة المحكم بالكسر العقل والحرية والاسلام فصح تحكيم مجنون ومملوك وكافر ومستأمن وفاسق ومحدود في القذف وقاتل عمد وأعمى وأخرس
وشرط المحكم بالكسر يعني جس شخص کو پنچ مقرر کرنے والے کی طرف سے قتل عمد کا آزاد ہونا اور مسلمان ہونا صحیح ہے تحکیم ذمی کی ذمی کو ہو نا ذمی کا مسلمانوں میں باطل ہے اور ذمیوں میں ذمی کا پنچ ہونا صحیح ہے کذا فی النہایۃ وشرطہ من جہۃ التحکیم
بالفتح صلاحيته للقضاء كما مر اور شرط تحکیم کی محکم بالفتح یعنی پنچ کی طرف سے لیاقت رکھنا اسکا ہے قضا کیواسطے چنانچہ اسکا ذکر ہے پنچ کی یعنی پنچ کی شرط یہ ہے
کہ حر مسلم بالغ عاقل عادل عالم نہ اندھا نہ بہرا نہ گونگا نہ محدود فی القذف فتاوی عالمگیری میں ہے کہ اگر فاسق حکم کرے تو واجب ہے کہ جائز ہو ہاں سزاوار یہ ہے کہ ہر ملک میں ہر ظاہر
فاسق کو پنچ مقرر کرنا منصب ہوگا جیسے کہ فاسق کو قاضی بنانا کذا ہو واللہ اعلم وتشترط الاهلية المذكورة وقضاء المحكم وقتا فحكم حينئذ فلو حكما عينا فعلى
الوصية فليغرم او ذميا فاسلم ثم حكم كما ينفذ كما هو الحكم في مقلد بفتح اللام مشددة بعد الشهادة اور اہلیت مذکورہ شرط ہے پنچ مقرر کرنے کے وقت اور حکم کرنے
کے وقت سب حالتوں میں تو اگر متخاصمین پنچ مقرر کریں غلام کو پھر وہ آزاد ہو جاوے یا صغیر کو پھر وہ بالغ ہو جاوے یا ذمی کو پھر وہ مسلمان ہو جاوے پھر وہ حکم کرے تو حکم نافذ ہوگا
چنانچہ یہی حکم ہے قاضی میں بخلاف شہادت کے یعنی شہادت میں فقط ادائے شہادت کیوقت اہلیت شرط ہے تحمل شہادت کیوقت ضد نا اللہ لو استقضي العبد فبعتق فتقضى
وجه استحسان ضد للشافعي اور پہلے ہمنے اسکو ذکر کیا ہے کہ اگر غلام قاضی مقرر کیا جاوے پھر وہ آزاد ہو جاوے پھر وہ حکم کرے تو صحیح ہے اور سعدی نے اس قول کو مستحسن
کہا ہے طرف نسبت کیا ہے ہم طحطاوی نے کہا یہ قول مخالف متن کے ہے اور ظاہر ایہ ضعیف ہے حكما جائزا ولو حكما اولا ان يدخل المسجد لم يخرجا جماعا
بالحالة تحكيمهما بينة او اقرارا او نكولا ورضيا بحكمه صح لو في غير حد وقود وعلى عاقلة متخاصمین نے پنچ مقرر کیا ایک مرد معین کو سو اسنے دونوں میں حکم
کیا گواہی یا اقرار یا انکار قسم سے اور دونوں اسکے حکم سے راضی ہو گئے تو حکم صحیح ہے اگر حد اور قصاص اور دیت علی العاقلہ کے غیر میں حکم کیا ہو مرد معین کی قید
سو اسواسطے لگائی کہ اگر متخاصمین پنچ مقرر کریں اسکو جو اول مسجد میں داخل ہو تو بالاجماع جائز نہیں بسبب اسکے مجہول ہونے کے ہم شارح نے جو رضا سے متخاصمین کی
قید زیادہ کی وہ اسکے متن مخالف ہوا اور فتاوی عالمگیری میں صاف مذکور ہے کہ رضا سے متخاصمین وقت تحکیم شرط ہے نہ حکم کیوقت تو اگر شارح رضا تحکیم کہتا تو غرض رضا
بحکمہ کے تو ہو جاتی تاکہ تحکیم نکرہ خارج ہو جاوے فتاوی عالمگیری میں ہے کہ تحکیم اس امر میں صحیح ہے جسکے فصل کا متخاصمین کو اختیار ہے یعنی حقوق العباد میں صحیح ہے نہ حقوق
اللہ میں تو تحکیم اموال اور طلاق اور عتاق اور نکاح اور ضمان سرقہ میں جائز ہے نہ حدزنا اور سرقہ اور قذف میں انتہی وفی قنیۃ المنیۃ تحکیم کا یہ ہے کہ طلاق اور عتاق اور رکعت اور لعان
اور نفقہ اور دیون اور جموع کو تحکیم شامل ہوا انتہی و رویت علی العاقلہ میں سوا اسطے صحیح نہیں کہ عاقلہ راضی نہیں اسکے حکم سے اور نہ حکم اسپر نافذ ہو جو راضی ہو کذا فی الطحطاوی
لحصل الاصل ان حكم المحكم بمنزلة الصلح وهذا لا تجوز الصلح فيه وهذا قاعدہ کا یہ ہے کہ حکم محکم کا منزلہ صلح کے ہے اور یہ یعنی حد اور قصاص اور دیت علی العاقلہ جائز نہیں
صلح کرنے سے تو تحکیم سے بھی جائز نہ ہوگی وينفرد احدهما بقضيته اي التحكيم بعد وقوعه كما ينفرد احد العاقدين في مضاربة وشركة ووكالة بلا ثمن خلافا لهما
اور متخاصمین میں سے ایک شخص مختار ہو تحکیم کے توڑ دینے کا بعد وقوع تحکیم قبل از حکم کے جیسے احد العاقدین مختار ہے عقد کا مضاربت اور شرکت اور وکالت میں بلا ثمن خلافا لہما
کے یعنی موکل کو اختیار ہے کہ وکیل کو معزول کرے جب تک ہے خواہ وکیل طالب غرض ہو یا نہ وفان حكما ومضيا لا يبطل حكمه بخلاف ما لو صدر عن ولاية شرعية تصير الحكم
نے حکم کیا دو متخاصمین جو اسکا ماننا لازم ہوگا اور اسکا حکم باطل نہیں ہوتا دونوں کے معزول کر دینے سے بسبب صادر ہونے حکم کے ولایت شرعی سے سو لا يتعدى حكمه الى غيرهما
الا في مسئلة ما لو حكما احد الشريكين غريمه له بحقه فحكم بينهما والوقع الشريك تعدى للشريك الغائب لان حكمه كالصلح عما وتعدى نہیں
ہوتا حکم حکم کا متخاصمین کے غیر کیطرف مگر اس مسئلہ میں کہ اگر احد الشریکین نے اور اسکے مدیون نے ایک مرد کو حکم ٹھہرایا سو اسنے دونوں میں حکم کیا اور شریک کو کچھ حال نہیں
سے لازم کر دیا تو دوسرے شریک غائب کو حکم بھی متعدی ہوگا سو اسواسطے کہ اسکا حکم بمنزلہ صلح کے ہے کذا فی البحر یعنی اور صلح طریقہ ہے تجارت کا تو ہر شریک صلح سے راضی ہوگا
كذا في الطحطاوي عن البحر فلو حكما به في عيب مبيع مفوض برده ليس للبائع رده على بائعه لا برضى البائع الاول والثاني والمشتري بتحكيمهما فيه

تو اگر بائع اور مشتری نے اسکو حکم مقرر کیا بیع کے عیب میں سوا اس شے رد بیع کا حکم کیا تو جائز نہیں بائع کو اسکا بھیر دینا اپنے بائع پر مگر بائع اول اور بائع ثانی اور مشتری کے راضی ہو جانے سے اس شخص کی تحکیم پر کذا فی الفتح ثم استثناء النلث یفید لصحۃ التحکیم فی کل المجتہدات کما ھو مکتوب الکتابات واجب فتح الیمین المعتاد الی الملاک وغیرہ پھر دریافت کرنا چاہیے کہ تین یعنی حدود قصاص اور موت علی العاقلہ کا استثنا کرنا مفید ہے صحت تحکیم کا جمیع مسائل مختلفہ مجتہدین میں چنانچہ کتابات کے رہنی ہونے کا حکم کرنا اور یمین مضاف لے الملک کا فتح کر دینا وغیر ذلک ھم از انجملہ یہ ہے کہ خوشدامن کو شہوت سے مساس کیا اور انتشار حاصل ہوا بھر زوجین نے ایک شافعی مذہب حکم مقرر کیا کہ وہ دونوں میں جدائی کا حکم کرے امام شافعی کے مذہب پر تو یقول صحیح ہے کذا فی الطحطاوی لکن ھذا یخالف ظاھر الھدایۃ انتہی یحیث لا یجامع قائل لیکن اسکو یعنی صحت تحکیم مجتہدات کو معلوم کیجئے اور چھپا ڈالیے اور ظاہر ہدایہ یہ ہے کہ مفتی جواب دے کہ حلال نہیں ہے سوتامل کر ھم یعنی اگر مفتی سے کوئی اسطرح کا سوال کرے جسکا کتمان صحت کیواسطے واجب ہو تو یوں جواب دے کہ حلال نہیں ہوا اور اس قول پر مفتی سکوت کرے اور کچھ جواب نہ دے کذا فی الحلبی کہتا ہوں اسواسطے واجب ہوتا عوام الناس ہم مذہب پر دلیہو جاوین وصح اخبارہ باقرار احد الخصمین دبعد الۃ الشاھد حال کلایتہ ای بقاء تحکیمہ یا اور صحیح ہے خبر دینا حکم کا احد المتخاصمین کے اقرار اور شاہد کی عدالت میں اپنی ولایت کی حالت میں یعنی درصورت بقاء تحکیم متخاصمین ھم یعنی اگر مدعی علیہ سرکشی کرے اور حکم حاکم کو اسکے اقرار کی خبر دے اخراج حق کیواسطے یا مدعی علیہ شاہد کو فاسق کہے اور حکم اسکی عدالت ظاہر کرے تو صحیح ہے درحال بقاء تحکیم کیونکہ اسکا اخبار اس حال میں قیام مقام دو شاہدوں کی شہادت کے کذا فی الطحطاوی کا یصح اخبارہ بحکمہ لانقضاء کا یصح نہیں صحیح نہیں اسکا خبر دینا اپنے حکم کا بسبب منقضی ہو جانے اسکی ولایت کے یعنی حکم کے بعد اسکے ولایت باقی نہ رہی تو وہ بمنزلہ رعایا کے ہو گیا تو اب اسکا اخبار بمنزلے شہادت شاہدین نہیں ہو سکتا وہ کا یصح حکمہ کابویہ ولدیہ وزوجتہ بحکمہ القاضی صحیح نہیں حکم الحکم کا اپنے والدین اور ولد اور زوجہ کی مفتت کیواسطے جیسے قاضی کا حکم اشخاص مذکورین کیواسطے صحیح نہیں ھم اشخاص مذکورین کی قید سے معلوم ہوا کہ بھائیوں اور چچوں اور انکی اولاد اور سسر اور داماد کیواسطے اسکا حکم صحیح ہے جیسے اسکے واسطے شہادت صحیح ہے کذا فی البحر بخلاف قاضی الحکم بحکم قاضی الحکم علیھم حیث یصح کالشہادۃ بخلاف قاضی اور محکم کے حکم کے اشخاص مذکورین کی مضرت پر کہ وہ صحیح ہے جیسے شہادت مضرت کی صحیح ہے حکما رجلین فلا بد من اجتماعھما علی الحکوم بہ مدعی اور مدعی علیہ نے دو شخصوں کو پنچ مقرر کیا تو دونوں کا اجتماع محکوم بہ پر ضرور ہے یعنی اب ایک رائے پر فیصلہ صحیح نہو گا تا وقتیکہ دونوں متفق الرائے نہوں ویقضی القاضی حکمہ ان وافق مذھبہ والا بطلان حکمہ لرفع خلافہ اور قاضی حکم کے حکم کو جاری کرے درصورت مرافعہ اگر قاضی کے مذہب کے موافق ہو اور اگر اسکے مذہب کے مخالف ہو تو حکم کو باطل کرے اسواسطے کہ محکم کا حکم اختلاف مجتہدین کا رافع نہیں ھم اسواسطے کہ ولایت محکم میں تصور ہے کہ وہ فقط محکمین پر مخصوص ہو بخلاف ولایت قاضی کہ وہ عام ہے تو اسکا رافع خلاف ہو گا لانہ للحکم تقویض الحکم الی غیرہ اور جائز نہیں الحکم کو تحکیم سپرد کرنا اپنے سوا کسی اور شخص کو یعنی اسواسطے کہ متخاصمین غیر کے حکم سے راضی نہیں اور اگر غیر شخص حکم کرے اور محکوم لہ اسکو جائز رکھے تو جائز نہیں بکر متخاصمین کی اجازت سے البتہ جائز ہو گا کذا فی الطحطاوی ویحکم بالوقف لا یرفع الخلاف علی الصحیح خلافہ اور لزوم وقف یحکم کا حکم کرنا رافع خلاف امام نہیں بنا بریں صحیح کذا فی الخانیہ یعنی امام کے نزدیک عدم لزوم وقف ثابت ہے تو یقول صحیح محکم کے حکم سے یہ خلاف مرتفع نہیں خلوہ رفع الی موافق لمن ھبہ حکم ابتداء یلزمہ بشرطہ وکما یصح تقلد ھم اھل الحکم قاضی کیطرف ہو حکم کے مذہب کے موافق ہو تو وہ سر تو سے لزوم وقف کا حکم کرے اسکی شرط کے ساتھ اور محکم کے حکم جاری نہ کرے کیونکہ وہ مشروعیت واقع ہوا ھم لزوم وقف کی شرط یہ ہے کہ صادر ہوا اہل سے اپنے محل میں کذا فی الطحطاوی والحاصل انہ کالقاضی الا فی مسائل عدت فی البحر منھا سبعۃ عشر منھا لو ارتد الزوجان فاذا اسلما احتاج لتحکیم جدید بخلاف القاضی الخ ھر مقام یہ ہے کہ محکم قاضی کے مانند ہو مگر چند مسائل میں قاضی کے مانند نہیں انمیں سے بحر الرائق میں سترہ مسئلہ شمار کیے ہیں از انجملہ یہ ہے کہ اگر محکم مرتد ہو جائے تو معزول ہو گا پھر جب کہ مسلمان ہو تو تحکیم جدید کی حاجت ہو گی بخلاف قاضی کے کہ وہ اسلام بعد الارتداد سے معزول نہیں ہوتا دمنھا لو ردّ الشھادۃ لتھمۃ فلغیرہ قبولھا اور از انجملہ یہ ہے کہ اگر محکم رد شہادت کرے بسبب تہمت کے تو غیر کو قبول شہادت جائز ہے وینبغی ان کالحبس لکنہ اور لائق یہ ہے کہ محکم منوط میں نہ ہو اور

اور میں نے اسکو صریح نہیں دیکھا یہ بحث صاحب بحر کی ہے طحطاوی نے کہا صدر الشریعہ نے تصریح کی ہے کہ حکم کو جسکا اختیار ہے دیدیا اور حکم قبول الھدیۃ و ینفوذ لا یجوز ان اھدی الیہ وقت التحکیم اور اسیطرح میں نے نہیں دیکھا محکم کے ہدیہ قبول کرنے کا حکم اور ظاہر یہ ہے کہ ہدیہ قبول کرنا جائز نہو اگر متحاکمین نے اسکو ہدیہ دیا ہو تحکیم کیوقت

باب کتاب القاضی الی القاضی وغیرہ

اراد بغیرہ قولہ والمرأۃ تقضی الخ یہ باب ہے قاضی کے خط صحیحے کا دوسرے قاضی کیطرف اور باب ہے غیر خط کا مصنف نے لفظ وغیرہ سے اپنے اس قول کا ارادہ کیا والمرأۃ تقضی الخ یعنی عورت قاضی ہوتی ہے حدود اور قصاص کے سوا اور احکام میں ھم کتاب یعنی مکتوب ہو اور غیرہ عطف ہے کتاب پر کذا فی الطحطاوی خلاصہ یہ ہو کہ اس باب میں قاضی کے خط کے احکام مذکور ہیں اور خط کے سوا اور بھی احکام اسمیں ہیں ھم اقاضی یکتب الی القاضی فی کل حق بہ یفتی یستحسنا قاضی مکتوب لکھ بھیجتا ہے دوسرے قاضی کیطرف ہر ایک حق اسیکا فتوی ہے بطریق استحسان کے ھم یعنی دین اور نکاح اور طلاق اور شفعہ اور وکالت اور وصیت اور اسیطرح اور موت اور وراثت اور قتل موجب مال اور نصب اور غصب اور امانت اور مضاربت اور اعیان مغصوبہ اور غیر منقولہ سب حقوق میں خط لکھنا جائز ہے اور یہی مروی ہے محمد سے اور اسی پر متاخرین ہیں اور اسیکا فتوی ہے بسبب ضرورت کے کذا فی البحر غیر حدود و قود للشبھۃ قاضی خط لکھے سوائے حدود اور قصاص کے بسبب شبہ کے یعنی شبہہ یدلیہ علی الشہادۃ دلکتب بحکم لیحفظ سو اگر شاہد گواہی دیں خصم حاضر پر تو قاضی بواسطہ شہادت حکم کرا دے اپنے حکم کو لکھے تا محفوظ رہے ھم یہ قول مقصور بالذات ملکہ غیر ہے مکتوب الی القاضی کا قوطیہ ہے کذا فی الدرر غیر حکم کا فائدہ یہی ہے کہ طوامت سے واقع ہوں جاوے والا غیر حکم کی حاجت نہیں کیونکہ حکم قائم رہتا ہے حضور خصم سے یا اسکے وکیل سے مگر جبکہ غائب ہو جاوے حکم کے بعد یا حکم کا منکر ہو تو اب لکھنا چاہیے تا حجت کا حق سلامت رہے اور قاضی کا حکم نافذ رہے کذا فی الزیلعی دلکتاب الحکمی وھو السجل الحکمی ای الحجۃ التی فیھا حکم القاضی ھذا فی عرفھم و فی عرفنا کتاب یبین و یضبط فیہ وقائع الناس اور حکمی کتاب وہی سجل حکمی ہے یعنی وہ حجت اور سند جسمیں قاضی کا حکم مندرج ہو یہ اصطلاح تھی سلف میں اور ہمارے عرف میں سجل حکمی وہ بڑی کتاب ہے جسمیں لوگوں کے وقائع اور معاملات لکھے جاویں ھم مترجم میں ہے کہ سجل قاضی کا نوشتہ ہے جسمیں اسنے بنا حکم لکھا خواہ دوسرے قاضی کے پاس بھیجا یا نہ بھیجا اور محضرہ ہے جو قاضی کے سامنے ماجرا گذرا یعنی دعوی اور اسامی شہود اور دواعی انتہی اور کفایہ میں ہے کہ محضرہ ہے جسمیں دعوی لکھا گیا قبل سجل اور دوسرے کے پھر جب اسنے جواب دیا یا اقامت بینہ ہوئی تو وہ توقیع ہے اور جب قاضی نے حکم کیا تو وہ سجل ہے کذا فی الطحطاوی وان لم یکن الخصم حاضرا لم یحکم لانہ حکم علی الغائب دکتب الشھادۃ الی ان یکون الخصم فی ولایۃ لحکم القاضی المکتوب الیہ بھا علی رایہ و امکان مخالفۃ لرأی الکاتب لانہ ابتداء حکم و ھو نقل الشھادۃ حقیقۃ ولیسمی الکتاب الحکمی لیس بسجل اور اگر خصم حاضر نہو تو قاضی حکم نہ کرے کیونکہ یہ غائب پر حکم ہے اور لکھے گواہی کو اس قاضی کیطرف جسکی ولایت میں خصم ہو تا کہ قاضی مکتوب الیہ گواہی سے اور مذہب کے موافق حکم کرے اگرچہ اسکا مذہب مخالف ہو قاضی کاتب کے مذہب کے کیونکہ یہ ابتدا حکم ہے اور وہ یعنی قاضی کاتب کا نوشتہ نقل ہے شہادت کی فی الحقیقۃ یعنی اسواسطے کہ قاضی کاتب نے اسمیں حکم نہیں لکھا اور قاضی کاتب کا مکتوب مسمی بہ کتاب حکمی ہے وسجل لیس ھم سجل اسواسطے نہیں کہ اسمیں حکم مندرج نہیں اور اسکو کتاب حکمی کہا باعتبار انجام کار کے دقرأ الکتاب علیھم واعلمھم بہ وختم عندھم او عند شھود الطریق اور قاضی کاتب کتاب بنے کو رکھ شہود طریق پر پڑھے یا انکو نفس مضمون سے مطلع کر دے اور اپنی مہر کرے مکتوب پر انکے سامنے ھم شہود طریق وہ ہیں جو قاضی کا خط لیجائیں دوسرے قاضی کے پاس اور انکے سامنے خط پڑھنے کا فائدہ یہ ہے کہ یاد رہے کیونکہ یاد گاری ضرور ہے وقت شہادت دینے تا ادائے شہادت طرفین کے نزدیک کذا فی البحر وفروعے اسپر ہے کہ اگر خط شہود کے پاس رہے تو مہر شرط نہیں اور اگر مدعی کے پاس رہے تو مہر شرط ہے کذا فی القہستانی وسلم الکتاب الیھم بعد کتابۃ وعنوانہ فی باطنہ وھو ان یکتب قبل اسمہ المکتوب الیہ وشھرتہ اور سپرد کرے خط شہود کو سرنامہ لکھنے کے بعد اندر اور سرنامہ یہ کہ اسمیں بیان نام اور مکتوب الیہ کا نام اور شہرت دونوں کی لکھے ھم یعنی فقط نام اور کنیت عنوان میں کافی نہیں تا وقتیکہ وہ لفظ اور لقب نہ لکھے جس سے دونوں مشہور ہیں اسواسطے کہ

نام اور کنیت میں لوگ مشترک ہوتے ہیں اور حموی نے کہا یہ شرط ہو کہ تاریخ لکھے اور اگر تاریخ نہ ہوگی تو مقبول نہیں انتہی اور یہ شرط ہو کہ مدعی اور مدعی علیہ کا نام پدر و امتیاز لکھے اور حق آسمین فی کر کرے اور چاہے تو شہود کا ذکر بھی مندرج کرے کذا فی الطحطاوی فلو کان المدعی علیہ ظاہرا بغیل قیل هذا فی عرفهم و فی عرفنا یکون علی الظاهر ضمیل بدسوا گر عنوان یعنی سرنامہ خط کے اور پشت یعنی لفافہ پر تو مقبول نہ ہوگا بعضوں نے کہا کہ یہ سابقین کے عرف میں تھا اور ہمارے عرف میں عنوان ظاہر خط پر ہوتا ہے تو اسی پر عمل کیا جائیگا والثانی بان یشهدهم انه کتابه و علیه الفتوی کما فی الغرمیه عن الکفایة و فی الملتقی ولیس الختم کالبیان اور ابو یوسف رح نے کفایت کی ہے اسپر کہ قاضی کاتب شاہدوں کو اسپر گواہ کرے کہ وہ اسکا خط ہے یعنی خط کا پڑھنا شہود طرفین کے سامنے اور تسلیم کرنا جیسا کہ طرفین کا مذہب ہے ضرور نہیں اور اسی قول پر فتوی ہے چنانچہ غرمیہ میں ہے کفایہ سے اور ملتقی میں ہے کہ خبر دیکھنے کے برابر نہیں ہم یعنی ابو یوسف قاضی ہوئے تھے اور انہوں نے وقائع کو دیکھا اور جسمیں مصلحت تھی اسکو سنا اور معلوم کیا اور طرفین کو مصالح قضا کا معائنہ نہیں ہوا تو معائنہ تحریر کا کاغذ کا قول لائق فتوی ہے کذا فی الطحطاوی فاذا وصل الی المکتوب الیه نظر الی ختمه او کتابه و کذا یقبله ای یقرأه لا بحضور الخصم و شهود ثم حین یصل کتاب قاضی کو چاہیئے کہ مکتوب الیہ کو تو اسکے مہر کو پہلے دیکھے اور اسکو قبول کرے یعنی اسکو نہ پڑھے مگر خصم اور اور اسکے شہود طرفین کے سامنے ہو تو اگر مدعی علیہ جحد کی کچھ حاجت نہیں اور اگر منکر ہو اور مدعی کہے کہ میرے ساتھ قاضی کا خط ہے تو اس سے خط کے گواہ طلب کرے یہی طلب ہے مصنف کا کہ شہود کے سامنے خط پڑھے یعنی شہود خط اور شہود طرفین کے سامنے اور شہود طرفین یا دو مرد ہیں یا ایک مرد اور دو عورتیں جو اسکی گواہی دیں کہ یہ فلانے قاضی کا خط ہے کذا فی الطحطاوی ولا بد من اسلام شهوده لو کان المدعی علیه مسلما و قیل یشترط ذلک علی المفتی به اور ضرور ہے شہود طرفین کے اسلام سے اگر چہ قاضی کا خط ذمی کیواسطے ہو دوسرے ذمی پر بسبب انکے گواہ ہونے کے مسلم کے فصل پر یعنی اگر چہ مدعی اور مدعی علیہ کافر ہوں تو بھی اسلام شہود ضرور ہے کیونکہ وہ مسلمان کے فصل کے گواہ ہیں یعنی قاضی نے انکو اپنے خط کا گواہ قرار دیا ہے الا اذا قرأ الخصم او اخاه او الشهود بحیث یعلم المکتوب الیه مدعی علیہ نے دعوی کا اقرار کیا تو شہود کی کچھ حاجت نہیں بخلاف کتاب الامان فی دار الحرب حیث یحتاج الی البینة کما لیس یخفی یعنی شہود کی کچھ حاجت نہیں کیونکہ وہ ملزم نہیں یعنی سلطان عام سے امان دے چاہے نہ دے ہم نے الغفار میں عنایہ سے منقول ہے کہ جب خط آوے کفار کے بادشاہ کا طلب ایمان کے واسطے انتہی تو اب اسکی حاجت نہیں کہ شہود گواہی دیں یہ خط دار الحرب کے بادشاہ کیطرف سے ہے تو ہمنے یہ کہا کہ شارح بجای فی دار الحرب کہتا کذا فی الطحطاوی و فی الاشباه الاهل یاخط الا فی مسئلة کتاب الامان و یلحق به البراءات اور اشباہ میں ہے کہ خط معمول اور لائق عمل کے نہیں مگر کتاب الامان کے مسئلے میں اور کتاب الامان سے ملحق ہیں فرامین سلاطین و برات و وظائف صرافات سلطانیہ میں کسی امین کی نظارت یا وظیفہ تدریس وغیرہ وظائف کے مقرر کرنے کیواسطے اور یہ الحاق صاحب اشباہ کیطرف سے ہے نہ منصوص مذہب کذا فی الطحطاوی وقد قرئ بتاع وصواف وسمسار اور خط پر عمل نہیں مگر بیاع اور صراف اور متوسط میں البائع المشتری کے دفتر یعنی انکے بہی کھاتے پر ہم دفتر بیاع عطفت ہو کتاب الامان پر کیونکہ وہ منصوص اہل مذہب سے ہے ملتقی ابو سعود نے خزانہ اکمل سے نقل کی کہ بیاع و متلص ہو کہ اہل دانش اسکے قول پر خرید و فروخت میں اعتماد کریں اور بیاع سے دلال مراد نہیں کیونکہ اسکے قول پر اعتماد نہیں شہادت میں قنیہ میں کیونکہ کاتب پر اعتماد ہوگا انتہی علامہ عبد البر نے شرح منظومہ میں نزازیہ سے نقل کیا کہ علماء بلخ نے کہا کہ یاد گار بیاع کا لحظ بیاع حجت لازمہ ہو اسپر تو اگر بیاع کہے کہ میں نے اپنا نوشتہ بیاع یا یہ میرے اوپر فلانے کے اتنے درہم ہیں تو اسپر دین لازم ہوگیا سرخسی نے کہا اور اسیطرح صراف اور سمسار کا خط ہے انتہی تو موضوع مسئلہ اس صورت میں ہو کہ جب کاتب پر دین ہو نہ کاتب کا دین خزانہ اکمل میں ہو کہ صراف نے اپنی ذات پر کچھ مال معین لکھا یعنی مجھ پر فلانے کا اتنا دین ہے اور خط اسکا اہل شہر اور سوداگروں میں معلوم ہو پھر وہ مرگیا اور اسکا صاحب دین آگیا اور اسکی وارثوں سے دین کا مطالبہ کیا اور میت کا خط لوگ پہچانتے ہیں تو اسکے دین کا حکم ہوگا اسکے ترکہ میں انتہی طرسوسی نے ان مسائل پر اعتراض کیا کہ فقہاء نے کہا ہے کہ خط مشابہ ہوتا ہے دوسرے خط کے اور یہاں اسکا اعتبار نہیں کیا اسکی وجہ نہیں کھلتی اشباہ میں کہا ابن وہبان نے اسکا جواب یا کہ وہ اپنے دفتر میں نہیں لکھتا مگر وہ دین جو اسکا ہے اور اسپر ہے انتہی بیع بالوفا و بیت و بیع کو یا

حالانکہ مسائل کتاب کے اصل وضع اُس دین میں ہی جو کاتب پر ہے چنانچہ نصوص مستند الہا سے معلوم ہوچکا تو اگر اُسنے یہ لکھا کہ میرے دین فلانے پر اتنا روپیہ اُسپر ہرگز عمل نہ ہوگا اسواسطے کہ اسکو کسی نے نہیں کیا بلکہ بعضے ناواقفوں نے ابن ہبان کی تعمیم سے اسکو سمجھا ہے اور علامہ حموی نے ابن ہبان کا قول اسطرح رد کیا ہے کہ کہاں سے یہ معلوم ہوا کہ سوائے مالہ اور ماعلیہ کے وہ کچھ نہیں لکھتا اسواسطے کہ گاہے مصالحت وغیرہ اسکے سوا بھی لکھتا ہے انتہی علی الخصوص جبکہ تاجر متعہد علیہ مسلم ہو چنانچہ اکثر ایسا ہی ہے اس زمانے میں فتویٰ کیونکر عمل کیا جائیگا اُسکے خط پر اُسکے دین کے ثبوت میں اور جو اصل نہیں جانتا کہ اُسکا خط تحلیل ماہیت ہبان ہے کذا فی الطحطاوی مختصراً وجوزہ محمد قال ابو حنیفہ یاخذ بہ القاضی شاھدان یتیقن بہ فقد اوجد فی خطہ یعمل کرنا جائز کیا ہے راوی اور قاضی اور شاہد کیواسطے اگر اُسکا تعین ہو بعضوں نے کہا اور اسیکا فتویٰ ہے ہم خزانۃ المفتین میں ہے کہ ابو یوسف اور محمد نے خط پر عمل کرنا شاہد اور قاضی اور راوی میں جائز کہا ہے جبکہ وہ اپنا لکھا دیکھے اور حافظہ یاد نہ انتہی عیون میں کہا اور فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے وصورت تیقن خط اگرچہ نوشتہ شاہد کے ہاتھ میں نہ ہو اسواسطے کہ غلط ماذون ہے اور تغیر اور جعل کے اثر پر اطلاع ممکن ہے اور کثر مشتبہ ہوتا ہے خط پر وجہ سے تو جب تیقن ہو جائے تو اثر پر عمل واجب ہوتا ہے لوگوں پر وسعت ہو جاتی ہے تعامل سے باقی نہ رہے کذا فی الطحطاوی عن الحموی تتمہ خانیہ میں ہے کہ ایک شخص کے پاس زمین ہے ہوا ایک مرد آیا اور اُس نے دعویٰ کیا کہ وہ زمین وقف ہے اور اُسنے صک ظاہر کی جسمیں خطوط معدول اور شہادت نامہ کے اور قاضی سے اُسنے حکم طلب کیا اس پر شیخ کا علماء نے کہا ہے کہ قاضی کو یہ جائز نہیں اسواسطے کہ قاضی تو فقط حجت سے حکم کرتا ہے اور حجت شہادت ہے اقرار یا نکول اور صک یعنی نوشتہ جسمیں لکھے کی لیاقت نہیں لکھتا اسواسطے کہ خط مشابہ ہوتا ہے دوسرے خط کے اور اُسی خانیہ میں ہے کہ ایک مرد پر مال کا دعویٰ کیا سو مدعا علیہ نے انکار کیا تو مدعی نے مدعا علیہ کے خط سے اسکا اقرار ظاہر کیا اور مدعا علیہ نے انکار کیا کہ یہ میرا خط نہیں ہے اس سے کچھ لکھوایا گیا اور دونوں کے خط میں مشابہت ظاہر نکلی تو اسمیں علما کا اختلاف ہے بعضوں نے کہا کہ اسپر حکم ہوگا اور بعضوں نے کہا حکم نہ ہوگا اور یہی قول صحیح ہے انتہی اور یہ جو حاوی زاہدی میں ہے کہ اگر صک یعنی وثیقہ قدیم ہو اور گواہ شخص اُس وقت کا باقی نہ ہو اور اسمیں حکم ہو شہادت یا اقرار سے اور حاکم نے آخر سند میں لکھا ہو کہ یہ جسنے وقت حاجت کے واسطے لکھا تو یہ وثیقہ قائم مقام دو شاہدوں کے ہے تو جائز ہے اُسکے موافق حکم دینا البتہ ملیکہ مدعا علیہ تغیر اور تزویر کی تہمت اُسمیں نہ کرے اور صاحب وثیقہ عدم تزویر کی قسم کھائے تو بھی اُسکے موافق حکم ہوگا کہ وہ شاہدوں کے قائم مقام ہے اور اگر قسم نہ کھائے تو اُسکا حجت ہونا باطل ہے انتہی سو یہ قول حاوی کا مخالف قاضی خان کے خانیہ کا ہے جو اصل مذہب کے موافق ہے کذا فی الطحطاوی وکا

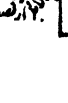
بُدَّ من مسافۃ ثلثۃ ایام بین القاضیین کالشھادۃ علی الشھادۃ علی الظاھر وجوزھما الثانی بحث کا یعود فی یومہ علیہ الفتوی شرنبلالیہ وسراجیہ اور ضرور ہے مسافت تین دن کی دونوں قاضیوں کے مابین جیسے شہادت کی شہادت میں مسافت مذکورہ ضرور ہے ظاہر الروایۃ میں رابو یوسف نے کتاب القاضی الی القاضی کو اور شہادت علی الشہادت کو جائز رکھا ہے اونٹنی مسافت میں جسمیں آدمی عود نہ کرسکے اُسی دن اور اسی پر فتویٰ ہے کذا فی الشرنبلالیہ والسراجیہ وبَطَلَ الکتاب بموت الکاتب وعزلہ وقبل وصول الکتاب الی الثانی وبعد وصولہ قبل القراءۃ اجازۃ الثانی اور باطل ہوجاتا ہے خط قاضی کاتب کی موت اور اُسکی معزولی سے قبل پہونچنے خط کے دوسرے قاضی کیطرف یا بعد وصول خط قبل پڑھنے کے اور ابو یوسف نے اُسکو جائز رکھا ہے واما بعدھا فلا یبطل اور بعد وصول اور بعد قراءت کے اگر کاتب مرگیا یا معزول ہوگیا تو خط باطل نہیں یعنی اُسپر عمل ہوگا وبطل بجنون الکاتب وردتہ وحدہ بقذف ودعاہ فسقہ بعد علمہ بخروجہ عن الاھلیۃ واجازۃ الثانی اور باطل ہوجاتا ہے خط کاتب کے مجنون اور مرتد ہوجانے سے اور اُسکے محدود فی القذف اور اندھا ہونے سے اور فاسق ہوجانے سے بعد اُسکے عادل ہونے کے بسبب نکلجانے کاتب کے بجہت اوصاف مذکورہ اہلیت قضا سے اور ابو یوسف نے اُسکو جائز رکھا ہے وکذا بموت المکتوب الیہ وخروجہ عن الاھلیۃ اور اسیطرح خط باطل ہوجاتا ہے مکتوب الیہ قاضی کی موت سے اور خارج ہوجانے لیاقت قضا سے بلا اذا عمم بعد تخصیص اسم المکتوب الیہ بحر مگر اسوقت مکتوب الیہ کی موت سے خط باطل نہیں ہوتا جبکہ قاضی کاتب بعد تخصیص اسم مکتوب الیہ کے تعمیم کردے یعنی یوں لکھے کہ جو خط میرا فلانے قاضی کیطرف یا جو وہاں کا قاضی ہو تو اُسکو قاضی منصوب کو عمل کرنا جائز ہے بخلاف ما لو عمم ابتداء وجوزہ الثانی وعلیہ العمل خلافہ بخلاف اسکے اگر ابتدا سے

تقسیم کرے تو جائز نہیں اور ابو یوسف نے تقسیم اسیدای کو جائز رکھا ہے اور اسی پر عمل ہے کذا فی الخلاصۃ لا یبطل بموت الخصم ایا کان یقام دارثہ او وصیہ مقامہ خط باطل نہیں ہوتا متخاصم کی موت سے کوئی ہو خواہ مدعی ہو یا مدعا علیہ بسبب قائم ہونے اسکے وارث یا وصی کے اسکے مقام پر فلت وکذا لا یبطل بموت شاھد الاصل کما سیاتی معنا فی باب خلافا لما وقع فی الخانیۃ ھنا فانہ مخالف لما ذکرہ بنفسہ قبیلہ فتنبہ اور اسیطرح خط باطل نہیں ہوتا شاہد اصل کی موت سے چنانچہ شہادت علی الشہادت کے باب میں مذکور ہوگا مخالفت اسکے جو خانیہ میں بیان واقع ہوا ہے کہ وہ مخالف ہے اس قول کے جو خود صاحب خانیہ نے وہاں یعنی شہادت علی الشہادت کے باب میں ذکر کیا ہے سو خبردار رہنا اس مخالفت سے ف۴ خانیہ میں اس مقام پر یہ کہ کر شہادت فرع اصل کی موت سے باطل ہو کذا فی الجلبی واعلم ان الکتابۃ حلۃ کالفضاء بعلۃ فی الاصح بحر من جذ ذھا جوذھا من باب نفع فلا الا ان المعتمد عدم حکمہ بعلۃ غیرھا تتارخانیہ اور معلوم کرے کہ کتابت یعنی قاضی کا خط لکھنا دوسرے قاضی کو بواسطہ اپنی دست کے مانند حکم کرنے کے اپنے علم و دانست پر ہے قول صحیح میں کذا فی البحر سو جیسے قضا بعلم قاضی جائز ہے کہ اسنے اپنے علم و دانست سے حکم کیا اور جیسے قضا بعلم غیر کی اسنے کتابت بھی جائز کی مگر یہ کہ حکم کرنا قاضی کا اپنے علم سے ہمارے زمانے میں قوی معتمد نہیں کذا فی الاشباہ ف۵ پھر جب قضا بعلم معتمد نہوئی تو کتابت بعلم کیونکر معتمد ہوگی وفیہا الامام یقضی بعلمہ فی حد قذف وقود وتعزیر اور اشباہ میں ہے کہ سلطان حکم کرتا ہے اپنی دانست سے حد قذف اور قصاص اور تعزیر میں قلت فھل الامام مثلہ کما قدمناہ فی الحدود لم ار لکن فی شرح الوھبانیۃ للشرنبلالی والمختار کان عدم حکمہ بعلمہ مطلقا میں کہتا ہوں کیا سلطان قیاس ہے قضا یا العلم کے مسئلے میں چنانچہ علم اسکو پہلے ذکر کر چکے ہیں حدود دین میں اسکو صحیح نہیں دیکھا لیکن شرنبلالی کی شرح وہبانیہ میں ہے اور مختار اب عدم حکم قاضی ہے اپنے علم سے مطلقا ہم شارح نے شرح وہبانیہ سے اسند اکا قصد کیا ہے یعنی ڈر امام قید ہے کیونکہ قاضی حکم نہیں کرتا بقول معتمد مطلقا خواہ حقوق العباد خالصہ میں حکم ہو خواہ حد قذف اور قصاص اور تعزیر میں کذا فی الطحطاوی کما لا یقضی بعلمہ فی الحدود لخالصۃ للہ تعالی اصلا کزنا و مطلقا جیسے قاضی حکم نہیں کرتا اپنی دانست سے حدود خالصہ للہ تعالی میں چنانچہ زنا اور شراب میں مطلقا یعنی خواہ حالت قضا میں اسکو علم حاصل ہوا یا قبل قضا بھروہ قاضی ہو خواہ شراب پینے سے مست ہوا ہو یا نہوا ہو چنانچہ اسپر قول آئندہ دلالت کرتا ہے کذا فی الطحطاوی غیر انہ یعزر من آثر التکوکلتہمۃ مگر یہ کہ قاضی تعزیر دیتا ہے اس شخص کو جسمیں اثر ہو مستی کا بسبب تہمت کے ف۶ اسواسطے کہ تہمت سے تعزیر دیتے کی اصل ہے شرح میں وعن الامام ان علم القاضی فی طلاق وعتاق وعصب یثبت المحاولۃ علی وجہ الحسبۃ اقضا وامام سے روایت ہے کہ علم قاضی کا طلاق اور عتاق اور غصب میں حجت ہے کونکہ کرتا ہے طریق قضا کے بطریق احتساب کے بطریق قضا کے ف۷ یعنی اگر قاضی طلاق اور عتاق اور غصب سے واقف ہوا اور گواہ نہوں تو زوج کو امر کرے زوجہ کی عدم مخالطت کا بطریق مخالطت زواج اور مولی کو عدم استخدام قہری اور عدم مولی کا امر کرے اور غاصب کو امر کرے دفع مغصوب کا یا اسکو کسی امین کے پاس رکھوادے لیکن یہ امر بطریق احتساب ایسا ہوگا جیسے دیانۃ ہوگا یعنی بطور فتوی نہ بطور حکم کذا فی الطحطاوی ولا یقبل کتاب القاضی من قاض مولی من قبل الامام بملک اقامۃ الجمعۃ وقیل یقبل من قاضی رستاق الی قاضی مصر او رستاق واعتمدہ المصنف والکمال اور مقبول نہیں کتاب قاضی کی قاضی حکم کیطرف سے ملک اس قاضی کیطرف سے جو معین ہو سلطان کیطرف سے کہ جو اقامہ جمعہ کا مالک ہو اور بعضوں نے کہا کہ دیہات کے قاضی کا خط شہر کے قاضی یا دیہات کے قاضی کیطرف مقبول ہے اور اس قول پر اعتماد کیا ہے مصنف نے اپنی شرح میں اور کمال الدین نے کتب کتابا الی من یصل الیہ من قضاۃ المسلمین فوصل الی قاض ولی بعد کتابۃ ھذا المکتوب لا یقبل لعدم ولایتہ وقت الخطاب جواہر الفتاوی قاضی نے خط لکھا اس شخص کیطرف جسکو پہونچے اہل اسلام کے قاضیوں میں سے سو خط پہونچا اس قاضی کو جو قاضی مقرر ہوا بعد کتابت اس مکتوب کے تو مقبول ہوگا بسبب ولایت ہونے اس قاضی کے خطاب کے وقت کذا فی جواہر الفتاوی یعنی تحریر مکتوب کے وقت وہ قاضی نہ تھا تو اسکا حکم ہونہ ٹھہرا یعنی استدلال مذہب ابو یوسف ہے جسپر عمل ہو دفیہا وجعل الخطاب للمکتوب الیہ لیس لنائبہ ان یقبلہ اور اسی جواہر الفتاوی میں ہے کہ اگر خطاب مکتوب الیہ کیطرف معین ہو گیا تو اسکے نائب کو اسکا قبول جائز نہیں ھم اور اسیطرح اگر نائب کیطرف خطاب ہو تو منوب کو قبول کرنا جائز نہیں کذا فی المنح والمراۃ تقضی فی غیر حد ودم وفی روایۃ انھم مولی لھا الخیار البخاری لم یفلح قوم ولوا امرھم امرأۃ اور عورت قاضی

ہو سکتی ہو سوائے جدود و قصاص کے اگرچہ عورت کا قاضی گنہگار ہوگا بسبب تباہی کی اس حدیث کے بھلا نہ پاوے اُس قوم کا جسنے اپنا کار عورت کو دیا ھم بحر الرائق میں لبن الفتح خوم سے یعنی ہر گز بھلا نہ ہوگا اُس قوم کا جسنے عورت کو حکومت دی وجہ عدم فلاح یہ ہے کہ عورت نے اپنا ئیں ناقص العقل ہیا تو تدبیر لائق اُس کے ہو سکتی ویصلح ناظرۃ لوقف ووصیۃ لیتیم وشاھدۃ فی تقریر ھا فی الاداء فی الاصح لو بلا نطق او قضاء وعورت دیانت رکھتی ہو وقف کے ناظر ہونے کی اور یتیم کے وصی ہونے کی اور شاہد ہونے کی ادا کی اصح میں اگرچہ بلا نطق ہو یا قضا کے ہو کذا فی البحر قال وقد اختلف فیمن شرط الشھادۃ فی وقفہ لفلان ثم لولدہ ثم لولدہ ثم ولدت بنتان ھل یستحق وظیفۃ الشھادۃ صاحب بحر کہتے ہیں اور میں نے فتوی دیا اُس شخص کے بارہ میں جسنے شہادت شرط کی اپنے وقف میں کہ فلانے شخص کیواسطے پھر اُسکے ولد کیواسطے سو وہ شخص مر گیا اور اُسنے ایک لڑکی چھوڑی کہ وہ لڑکی روزینہ شہادت کی مستحق ہوگی ھم یہ فتوی فتح القدیر کے قول پر مبنی ہوا اور صاحب نہر نے اس فتوی پر اعتراض کیا ہے کہ عرف و تعامل و سبب الرغبۃ ہے اور تا حال کسی وقت اسکا انفاق نہیں ہوا کہ عورت وقف کی شاہد ہوئی ہو تو واجب ہے اُنکے الفاظ کا صرف کرنا اُنکے عرف پر نہ واقعت کی مراد شاہد کامل ہو تو اسکی غیر مراد کیطرف کیونکر اسکی لفظ کا صرف ہوگا کذا فی العطاوی وفی الاشباہ من احکام الاثنی اختارت فی المسائۃ جاز او دنا بینۃ لادسولہ لبناء حالھن علی الستر اور اشباہ میں منجملہ احکام عورت کے مذکور ہے کہ مسائلہ میں عورت کے نبی ہونے کو اختیار کیا ہو نہ اُسکے رسول ہونے کیونکہ عورتوں کا حال ستر پر اختفا پر مبنی ہے ھم اور رسول کو اختلاط رجال کا ضرور ہے تعلیم اور اقامت دلائل کیواسطے اور یہ نہیں ہو سکتا مگر مرد سے اور جواز نبوت مقتضی وقوع نہیں ہے الا الامالی میں کہا کہ عورت گاہے نبی نہیں ہوئی لمسائلہ و رسالہ ہے علم کا صاحب فتح القدیر اُسمیں عقیدہ امام غزالی کی شرح کی ہے کذا فی الطحطاوی ولو تصعب فی حد وقود فرفع الی قاض اخر جاز ہ فامضاہ لیس لغیرہ ابطالہ لخلاف شریح علیا اور اگر عورت کے حکم کیا حد اور قصاص میں پھر اُسکا رفع ہوا دوسرے قاضی کیطرف جسکے مذہب میں عورت کا حکم کرنا حد اور قصاص میں جائز ہے اُس قاضی نے عورت کا حکم جاری اور نافذ کیا تو اُسکے غیر کو اُسکا ابطال جائز نہیں بسبب خلاف شریح کے کذا فی العینی ھم یعنی نے ذکر کیا کہ شریح کے نزدیک عورتوں کی شہادت مرد کے ساتھ حدود اور قصاص میں جائز ہے انتہی پھر جب اُنکی شہادت جائز ہوئی تو انمیں قضا بھی عورت کی جائز ہوگی تو مسائلہ مجتہد فیہ ہوا تو قاضی ثانی کے نفاذ سے رفع اختلاف ہوگا کما رد الحنفی الاثنی بجواز فتنتی عورت کے مانند ہے کذا فی البحر یعنی تو اسکا حکم غیر صحیح ہوگا واعلم انہ اذا مضی للقاضی حادثۃ او لولدہ او نائب غیرہ تقضی نائب القاضی لکل اولولدہ جاز قضاءہ کما لو تقضی للامام الذی قلد القضاء او لولد الامام الخ اور دریافت کر کے جب قاضی یا اُسکے والد کا کوئی واقعہ حادث ہو پھر وہ غیر شخص کا بنایا کرے سو قاضی کا نائب اُسکے یا اُسکے والد کے واسطے حکم کرے تو اسکی قضا جائز ہے چنانچہ اگر قاضی اُس سلطان کے واسطے حکم کرے جسنے اُسکو عہدہ قضا پر کیا امام کے ولد کیواسطے حکم کرے تو جائز ہے ھم اور اسیطرح سلطان کے والد اور زوجہ کیواسطے حکم قاضی جائز ہے کذا فی العالمگیریہ وفی البزازیہ کل من تقبل شہادتہ لہ وعلیہ یصح قضاءہ لہ وعلیہ انتہی خلافا للجواھر والملتقط لنا لحفظ اور بزازیہ میں ہے کہ جس شخص کے نفع اور نقصان میں قاضی کی گواہی مقبول ہو تو اسکے نفع اور نقصان میں اُسکی قضا بھی صحیح ہے انتہی برخلاف جواہر اور ملتقط کے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ھم خلاف جواہر اور ملتقط سلطان اور اُسکے ولد کی قضا کیطرف راجع ہے چنانچہ صنع الفقار کی عبارت اسپر دلالت کرتی کذا فی الطحطاوی ویقضی النائب بما شھد وابہ عند الاصل وتملکہ وھو قضاء الاصل بما شھد وا عند النائب فیجوز للقاضی بقضی بتلک الشھادۃ باخبار النائب وعلی خلافہ صار اور حکم کرے نائب اُسکا جسکی گواہی دی گواہوں نے اصل کے پاس اور بالعکس اسکے یعنی اصل کا حکم کرنا اُس گواہی سے جو نائب کے سامنے ہوئی تو قاضی کو جائز ہے حکم دے اُس گواہی سے نائب کے خبر دینے سے اور بالعکس اسکے یعنی نائب حکم کرے قاضی کے خبر دینے سے کذا فی الخلاصۃ فروع مسائل ملحقہ شارح کے لا ینقض القاضی لمن لا تقبل شہادتہ لہ الا اذا ردعلیہ کتاب قاضی ان لا تقبل شہادتہ لہ فیجوز قضاءہ بہ اشباہ حکم نہ کرے قاضی اُس شخص کیواسطے جسکے واسطے قاضی کی گواہی مقبول نہیں چنانچہ اصول اور فروع مگر جبکہ قاضی کے پاس دوسرے قاضی کا خط آوے اُس شخص کے واسطے جسکے واسطے اُسکی گواہی مقبول نہیں تو اب قاضی کا حکم کرنا بواسطہ مکتوب جائز ہے کذا فی الاشباہ ھم معین الحکام میں ہے

لہ قضا کے مانند افتاء ہے تو مفتی کو مناسب ہے کہ اس سے کنارہ کرے جبکہ قادر ہو اتنی یعنی جس صورت میں دوسرا مفتی موجود ہو تو خود فتوی نہ دے کذا فی الحموی وغیرہ
لا یقضی لنفسہ ولا لابویہ الا فی الوصیۃ اور اشباہ میں ہے کہ حکم نہ کرے اپنی ذات کیواسطے اور نہ اپنے والد کیواسطے مگر وصیت میں ہر دو میں مناسب ہے اگلنا
مگر بصورت اسکی یہ ہے کہ ایک مرد کا قاضی پر دین ہے یا قاضی کے بعض اقارب پر جسکے حق میں قاضی کی گواہی مقبول نہیں پھر صاحب دین مر گیا پھر دوسرے مرد نے
دعوی کیا کہ میت پر دین ہے اور اسپر گواہی قائم کی قاضی مدعیوں کے سامنے سو قاضی نے ثبوت و قضا کا حکم کیا تو طریق استحسان کے جائز ہے کیونکہ اس حالت
میں قاضی شاہد ہو سکتا ہے تو قاضی بھی ہو سکیگا سو اگر وہی قاضی دین کا حکم وصایت کے بعد تو دینا صحیح ہوگا اور قاضی پر ہی لازم ہوجائیگا اور اگر قاضی دین کا حکم اس مرد
کو جو آپکو وصی میت گمان کرتا ہے پھر دینے کے بعد اسکی وصایت کی گواہی قائم ہوئی سو قاضی نے اسکی وصایت کا حکم کیا اگر گواہی سے تو قضا اسکی نافذ نہ ہوگی اور قاضی پر بھی
لازم نہ ہوگا اسواسطے کہ بعد ادائے دین قاضی اس کا شاہد نہیں ہو سکتا کیونکہ اگر گواہی میں قاضی کی منفعت ہو یعنی ولایت فرمانروائی کی اپنی منفعت
ہو اسواسطے صحیح نہیں اسیطرح قضا بھی صحیح نہیں ہوگی اگر قاضی مذکور مر جاوے یا معزول ہو جاوے تو قاضی ثانی اسکے حکم کو باطل کر سکیگا اور مدفوع الیہ کو وہی قرار نہ دیگا
وہ قاضی اور اسکے وارث کو بری الذمہ ٹھہرا سکیگا کذا فی الطحطاوی وحرر الشرنبلالی فی شرحہ للوھبانیۃ قضاء القاضی لام امرأتہ وکابنہ اباہ ولو فی حیوۃ
امہ وأبیہ کما ابنہ اور شرنبلالی نے وہبانیہ کی شرح میں صحت قضاء قاضی بی خوشدامن اپنی سوتیلی ماں کیواسطے تحریر کی ہے اگرچہ حکم اپنی زوجہ اپنے باپ کی
زندگی میں دیا ہو وانہ تعضد فیما ھو تحت نظرہ من الاوقاف وزاد بعضھم فقال اور یہ کہ قاضی حکم کرتا ہے ان اوقاف میں جو اسکے تحت نظر ہیں اور شرنبلالی نے بعضوں سے زیادہ
کیا ہے یعنی سوا ان کے کہا ہے وبعض کام الحرب حال حیاتہ وعزلہ وھو محرر اور حکم کرتا ہے قاضی اپنی زوجہ کی مان کیواسطے زوجہ کی حالت حیات میں اور حکم کرتا ہے اپنے باپ
کی زوجہ کیواسطے اور حالانکہ باپ زندہ ہے حکم محرر ہے ۔ وبعد وفاۃ ان خلا عن نصبہ ۔ بمرأی منہ فنبصر وا اور بعد وفات باپ اور زوجہ کے حکم کرتا ہے
شرطیکہ باپ سے خالی ہو یعنی اسمیں حکم کرے جسمیں قاضی کیواسطے میراث نہ ہو چنانچہ اس وقت میں جو دعوی ہو جو خوشدامن اور سوتیلی
ماں کیواسطے مخصوص ہو قولہ مقضی بہ فاعل ہے خلا کا کذا فی الطحطاوی قولہ فتبصروا برای بیت ہے یعنی بصارت حاصل کرو اس حکم کو دریافت کرکے ۔
ویقضی بوقف مستحق لو بعبۃ + بوصف القضاء والعلم وکان بنظرہ اور حکم کرتا ہے قاضی اس وقف جسمیں کی آدنی کا یا وصف قضا و علم مستحق ہو یا وقف قاضی کے تحت نظر ہو
یعنی اگر واقف نے وقف کیا فلانے شہر کے قاضی پر یا علماء اور قاضی اسکو جانتا ہو تو اسمیں قاضی کا حکم کرنا جائز ہے اگرچہ قاضی مستحق وقف ہو قضا یا علم کے وصف سے
کذا فی الطحطاوی ھذہ مسألۃ شتی ای متفرقۃ یعنی القضاء کے چند مسائل متفرقہ ہیں ہم شتی جمع شتیت کی ہے بمعنی متفرق و مختلف قال تعالی ان سعیکم لشتی
یعنی مختلف الجزا وجاؤا شتاتا ای متفرقین عرب بولتے ہیں وہ لوگ شتی یعنی متفرق آئے منہم صاحب سقل علیہ علوا ای طبقۃ تاجر من ان تبنی
حتی یدق الوتد فی سفلہ وھو بیت التحتانی منع کیا جاوے نیچے مکان والا جسپر دوسرے شخص کا بالاخانہ ہے اس سے کہ میخ ٹھونکے بیت تحتانی میں
ہم ایک مکان دو منزلہ ہے نیچے کے مکان کا ایک شخص مالک ہے اور اوپر کے مکان کا دوسرا شخص مالک ہے تو نیچے مکان والا اگر میخ یا کھونٹی دیوار میں گاڑے تو حاکم
منع کریگا طحطاوی نے کہا تصرف دیوار کی قید سے معلوم ہوا کہ زمین میں تصرف جائز ہے خانیہ میں ہے کہ اگر صاحب تحتانی زمین میں کنواں وغیرہ کھودے تو امام
کے نزدیک جائز ہے اگرچہ بالاخانے والے کا ضرر ہو اور صاحبین کے نزدیک بعلت ضرر جائز نہیں او ینقب کوۃ بفتح اور ضم الطاقۃ ولکن بالعکس حتی المجمع
یا صاحب تحتانی روزن کھودے تو منع کیا جاوے اور اسیطرح بالعکس کذا فی دعوی المجمع یعنی اگر صاحب علالہ نہ چاہے کہ دریچہ بنا دے یا کڑیاں لگے یا پاخانہ بنا دے تو منع
کیا جاوے کذا فی العینی کوفہ و نحاس و تشدید واو عبارت ہے طاق سے بلد رضی الحرود ھذا عندہ وھو القیاس صاحب تحتانی میخ گاڑنے اور روزن کھودنے سے
بدون ضرر منع دوسرے کے روکا جائیگا اور یہ حکم امام کے نزدیک ہے اور یہی قیاس ہے کذا فی البحر وقالا لکل ما یفوت اور صاحبین نے کہا دونوں میں سے ہر ایک کو فعل دوسرے کو ضرر نہ کرے ہم خانہ پر خوف شرح اسید دلالت کرتا ہے کہ صاحبین کا قول صحیح ہے کیونکہ وہ استحسان ہے اور استحسان مقدم ہوتا ہے قیاس پر جوی میں زمیع سے منقول ہے

کیونکہ قول قوی کیواسطے تمہارے ہو دلوا انہدام الستفل بامر ربہ لم یجبر علی البناء لعدم التعدی اور اگر نیچے کا مکان گر گیا اُسکے مالک کے بغیر ان کو مدت کے تو اُسپر اُسکے بنانے میں زبردستی ہوگی بسبب عدم تعدی کے ولذی العلو ان یبنی ثم یرجع بما انفق ان بنی باذنہ او باذن قاض فالا فبقیمۃ البناء یوم بنی وتمامہ فی العینی اور صاحب بالا خانہ کو جائز ہو کہ بناوے یعنی نیچے کے مکان کو درصورت انہدام جو اُسکا خرچ ہو اوہ نیچے کے مکان والے سے پھیرلے اگر اُس کے اذن یا قاضی کے اذن سے بنایا ہو اور نہیں تو جو اُسکی قیمت ہو بنانے کے دن اُسکو پھیرنے اور پورا بیان اُسکا عینی میں ہے ھم علامہ میں ہے کہ ایک شخص نے اپنا گھر گرایا سو اُسکے پڑوسی کا گھر گر گیا تو اُسپر تاوان نہیں کذا فی الطحطاوی زائغۃ مستطیلۃ ای مسکۃ طویلۃ تشعب عنہا مسکۃ مثلہا لکن غیر نافذۃ الی محل آخر یمنع اہل الاولی عن منع باب للمرور کالاولی استضاءۃ والریح عینی فی القصوی الغیر نافذۃ علی الصحیح اذ لا حق لہم فی المرور بخلاف النافذۃ زائغہ مستطیلہ یعنی لینا کوچہ ہے جس سے دوسرا کوچہ پھوٹا ہو مانند پیلے کوچے کے لمبا لیکن وہ کوچہ نافذ نہیں دوسرے مکان کیطرف یعنی بند ہے دوسرے جانب سے تو رد کے جاوینگے پہلے کوچہ والے پہلے کیواسطے دروازہ پھوڑنے سے کوچہ غیر نافذہ میں بقول صحیح اسواسطے کہ اُنکے واسطے پہلے کا حق ثابت نہیں بخلاف کوچہ نافذہ کے کہ آسمیں دروازہ پھوڑنا جائز ہے یعنی نے کہا روشنی کیواسطے اور ہوا آنے کیواسطے کوچہ غیر نافذہ میں دروازہ لگانا پہلے کوچہ والوں کو جائز ہے ھم یعنی اگر اہل کوچہ مستطیلہ کی دیوار کوچہ غیر نافذہ میں اسطرح کہ اُسکا گھر کوچہ غیر نافذہ کے کونے پر واقع ہو تو وہ اپنی ہوا کیواسطے دروازہ نہیں پھوڑ سکتا کہ کوچہ غیر نافذہ میں نکل یا کر کے اسواسطے کہ دروازہ لگانا مرور کیواسطے ہے اور اُسکے واسطے حق مرور نہیں کوچہ غیر نافذہ میں بلکہ اُسکا حق مرور کوچہ غیر نافذہ کے لوگوں کیواسطے ہے لہذا اگر کوئی گھر بکتا ہو غیر نافذہ میں تو پہلے کوچہ والوں کا شفعہ ثابت نہیں بخلاف اہل کوچہ ثانیہ کہ اُنکو پہلے کوچے میں دروازہ لگانا درست ہے کیونکہ اُسمیں اُنکا حق مرور ثابت ہے بخلاف کوچہ نافذہ کے کہ اُسمیں سبکا حق مرور ہے بعضے مشایخ نے کہا کہ کوچہ غیر نافذہ میں فتح باب عمیق نہیں بلکہ مرور اور ضیق ہو اور اصح یہ ہے کہ اختیاب عمیق ہے جبکہ جادہ میں ضیق نہ ہو اور اسواسطے کہ منع مرور لعینہ نہیں بلکہ باب ممکن نہیں رات اور دن اُسکی نگہبانی ممکن نہیں اور شاید کہ بعد ترکیب باب اور طول زمان حق مرور کا وغیرہ ہو ترکیب باب بناء حق مرور کی تمہید ہے کذا فی فتح القدیر یہ معلوم ہوا کہ عینی کا قول مذکور غیر اصح ہے اور مثال کوچہ مستطیلہ اور شعبہ غیر نافذہ کے حاشیہ پر ہے دی زائغۃ مستدیرۃ ای اتصل طرفاہا ای نہایۃ سفوۃ اعوجاجہا بالمستطیلۃ لا یمنع لانہا کساحۃ شارعۃ فی الدار گول کوچے میں جسکے دونوں کنارے کوچہ مستطیلہ سے متصل ہوں دروازہ پھوڑنا منع نہیں کوچہ مستطیلہ والوں کو اسواسطے کہ گول کوچہ مانند اُس صحن کے ہے جو گھر میں مشترک ہے دونوں کناروں سے مراد گول کوچے کی نہایت کشادگی ہے ھم فتح باب اسواسطے جائز ہے کہ کوچہ مستطیلہ والوں کا مستدیرہ میں حق مرور ثابت ہے اسواسطے کہ وہ صحن مشترک کی غایت امر یہ ہے کہ وہ کوچے ہے لہذا وہ لوگ شفعہ میں مشترک ہیں اگر کوئی گھر مستدیرہ کا بیچ ہو کذا فی الفتح فتحباب اسوقت ہے جبکہ مستدیرہ نصف دائرہ کے برابر ہو یا نصف سے کمتر تو اگر کوچہ مستدیرہ نصف سے زیادہ ہو تو اُس میں فتح باب جائز نہیں تو یہاں دو صورتیں تصور کرنا چاہیے پہلی صورت میں فتح باب جائز ہے نہ دوسری صورت میں وجہ فرق یہ ہے کہ صورت اولی میں مستدیرہ بھی مشترک ٹھہریگا بخلاف صورت ثانیہ کے اسواسطے کہ جب اُسکا داخل کشادہ تر ہوا داخل سے تو وہ دوسرا موضع شمار مستطیلہ کا تابع ہوا کذا فی شرح الوقایہ ھم تو مستدیرہ میں تین صورتیں ہوئیں ایک یہ کہ استدارہ بقدر نصف دائرہ ہو دوسری یہ کہ کم نصف سے تیسری یہ کہ زیادہ نصف سے چنانچہ مثال اسکی حاشیہ سے واضح ہوگی بخلاف ما لو کانت مربعۃ فانہا کسکۃ فی سکۃ ولذا یملکونہم ذم ب البوابۃ انتہی ابن کمال بخلاف الصورۃ کوچہ مستطیلہ اول کوچہ مستطیلہ کوچہ مستطیلہ نخلاف کوچہ متشعبہ مربعہ کے کہ وہ مانند اُس کوچے کے ہو کہ کوچے میں واقع ہو لہذا اگر کوچہ مربعہ والوں کو نصف کوچہ میں ممکن ہو کذا ذکرہ ابن کمال لیکن اس صورت مرقومہ شارح ھم یعنی کوچہ مستطیلہ والوں کو جائز نہیں کہ کوچہ مربعہ میں دروازہ لگاویں اور اس محل کی صورت تین نسخوں میں مختلف الرقم ہے لیکن بمقام سے قریب الفہم ہیں کذا فی الطحطاوی چنانچہ مترجم نے سہولت فہم کیواسطے حاشیہ پر مفصل مرقوم کر دیئے ہیں ہمکو فتح القدیر میں ہے کہ کوچہ غیر نافذہ ہے اور وہاں کے لوگوں میں سے



ایک شخص بنانے کا ارادہ کیا تو اگر زیادہ قدر سرور یوگوں کے چھوڑی اور مٹی جلد اٹھائی اور یہ عمل بھی کرتا ہو تو منع نہ کیا جائیگا اور اگر ایک شخص کی دیوار دوسرے شخص کے گھر میں ہو سو اُسنے اپنی دیوار میں مٹی لیسنے کا ارادہ کیا اور کوئی راہ نہیں سوا اُن جانے کی بدون داخل ہونے پڑوسی کے گھر کے یا دیوار منہدم ہوگئی اور اینٹ اور مٹی ہمسایہ کے گھر میں پڑی ہو سو اُسنے اینٹ اور مٹی نکالنے کا ارادہ کیا تو صاحب مکان مانع ہوتا ہو یا اُسکا نابدان ہو دوسرے کے گھر میں سو اُسنے اُسکے صاف کرنے کا ارادہ کیا اور ممکن نہیں بدون اُسکے گھر کے داخل ہوئے اور وہ منع کرتا ہو تو اُسکے ہمسایہ سے کہا جائیگا کہ یا تو اُسکو داخل ہونے سے منع نہ کرے یا تو وہ درست کرے یا تو اپنا مال خرچ کرکے اُسکا مطالبہ کیے اگر دے یہی مروی ہے محمد بن حسن سے اور اسی قول کو فقیہ ابواللیث نے لیا ہے اگر ایک شخص نے اپنی ملک میں کنواں بنجاست ڈالنے کا گھودا یا گھودا سو اُسکے ہمسایہ کی دیوار ضعیف اور کمزور ہوگئی تو اُسپر زبردستی نہیں پھر اگر دیوار منہدم ہوگئی تو اُسپر تاوان نہیں یہی قول ظاہر مذہب ہے حکایت ہے کہ ایک شخص نے امام اعظم سے شکایت کی کہ میرے پڑوسی نے اپنے گھر میں کنواں کھودا ہے یعنی میری دیوار کو اُس سے ضرر ہے امام نے کہا تو اپنے گھر میں اُسکے قریب سیرابہ یعنی نجاست ڈالنے کا کنواں کھود سو اُسنے ایسا ہی کیا تو اُسکے پڑوسی کا کنواں بیٹھ ہوگیا اُسنے ناچار ہو کر کنواں بند کر دیا الا امام نے منع عاقبہ فتوی نہ دیا بلکہ اُسکو وہ تدبیر بتائی جس سے مطلب حاصل ہوگیا کذا فی الفتح وکا یمنع الشخص من تصرفہ فی ملکہ الا اذا کان الضرر بحارہ صریحا یمنع من ذلک وعلیہ الفتوی بزازیۃ واختارہ فی العمادیۃ وافتی بہ قاری الہدایۃ حتی یمنع الحداد من فتح الطاق وھذا جواب الاستحسان واصل المنع کیا جائے شخص اپنی ملک میں تصرف کرنے سے مگر جبکہ اُسکے پڑوسی کو ضرر ہو ضرر صریح تو اب اُس تصرف سے روکا جائیگا اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی البزازیۃ اور اسیکو پسند کیا ہے عمادیہ میں اور اسیکا فتوی دیا ہے قاری ہدایہ نے تو منع کیا جائیگا پڑوسی طاق یعنی کھڑکی اور روزن کھولنے سے اور یہ جواب ہے مشائخ کا بطریق استحسان کے ھو ضرر بین یعنی ضرر صریح وہ ہے جو بسبب ہدم ہو اور جو عمارت کو کمزور اور سست کر دے یا منفعت سے بالکل خارج کر دے اور جو حاجات اصلیہ کا مانع ہو چنانچہ روشنی کا بالکل بند کرنا اور اسکو علمانے فتوی کیواسطے پسند کیا اور اگر اندک ضرر ہی مانع ہو تو اپنی ملک سے فائدہ لینے کا باب بالکل مسدود ہو جاوے راقم نے کتاب الاستحسان میں ذکر کیا کہ ایک گھر اگر متصل چند گھروں کے ہو اور اُس گھر کا مالک ارادہ کرے کہ اُسمیں تنور بنا دے جسمیں ہمیشہ دھواں ہوگا کہ مانند دیا سینے کی چکی یا دھوبیوں کی گندی کرنے کی بھٹی بنا دی تو جائز نہیں کیونکہ اسمیں پڑوسیوں کا ضرر فاحش ہے جس سے بچا نہیں جا سکتا اسواسطے کہ تنور مذکور سے بکثرت شدت دھواں پھیلیگا اور چکی و کپڑے کی بھٹی سے دیوار پر لپٹ ہی ہو جائیگی بخلاف حمام کہ وہ ضرر نہیں لگتے بسبب طبخ آگ کے اور اُس سے بچا و ممکن ہے درمیان میں دیوار اٹھا کر اور بخلاف تنور صغیر کے جو گھروں میں ہوتا ہے حموی نے علامہ مقدسی سے نقل کیا کہ میں نے تہذیب قلانسی میں دیکھا کہ بیچ روزن بنانے کیواسطے اس عمارت میں جو مشترک ہے کسی کی رضامندی گھر میں لائق اعتبار نہیں ہے یہ ہے کہ اگر روزن دھوپ یا شبنم کیواسطے ہو تو منع کیا جائیگا اور اگر روشنی کیواسطے ہو تو روکا نہ جائیگا یعنی اگر اسفل عمارت میں روزن ہو تو نہ اعلی میں ہو اور اگر اعالی عمارت میں ہو یا اُسپر شباک یعنی جالی ہو تو وہ دوسری صورت ہے کذا ظاہر الروایۃ کذا فی الظہیریۃ وجواب ظاہر الروایۃ عام للکل مطلقا وبہ افتی طائفۃ کالامام ظہیر الدین وابن الشحنۃ وردالمحتار وجزم بہ فی الفتح فی قسمۃ المجتبی وبہ یفتی واعتمدہ المصنف ثم نقل وقد اختلف الافتاء فینبغی ان یعول علی ظاہر الروایۃ انتہی قلت وحیث تعارض متنہ وشرحہ فالعمل علی المتون کما نقرر مرارا مذہبا وجواب ظاہر الروایۃ کا عدم منع ہر طرح سے خواہ پڑوسی کا ضرر صریح ہو یا نہ ہو اور اُسیکا فتوی دیا ہے چند علما نے چنانچہ امام ظہیر الدین ابن الشحنہ اور اُسکے والد نے اور فتح القدیر میں تمکو ترجیح دی ہے اور مجتبی کی کتاب القسمۃ میں ہے کہ اسیکا فتوی ہے اور مصنف نے اپنی شرح میں یعنی کتاب القسمۃ میں کسی پر اعتماد کیا ہے سو یوں کہا اور البتہ فتوی دینے میں ہمیں اختلاف واقع ہوا اور لائق یہ ہے کہ صورت اختلاف فتوی ظاہر الروایۃ پر اعتماد کیا جاوے انتہی میں کہتا ہوں اور جبکہ مصنف کے متن اور شرح میں تعارض ہوا تو عمل متون پر لازم ہے چنانچہ یہ قاعدہ ثابت ہو چکا ہے بارہا سو تامل کر ھم جواب ظاہر الروایۃ یہی قیاس ہے کہ انسان اپنے ملک کے تصرف میں مختار ہے کسیکا ضرر ہونا نہ اور تمکو معلوم ہو چکا کہ اکثر متاخرین جواب استحسان پر ہیں تب درصورت ضرر صریح ہمیں منع تصرف ہے نہ ہر ضرر میں واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی قلت وبقی ما واشکل علی یعقوب کا

وقد حرر مختی الامتناع فیما اذا علی مسئلۃ السفل والعلو انہ لا یتذاذ اذا اضر وکذا اذا اشکل علی المختار للفتوی کما فی الخانیۃ قال الخصاف فکذا تصرفہ فی ملکہ ان اضر او اشکل ممنع وان لم یضر لم یمنع قال ولم ار ضن بہ علیہ فلیعلم فانہ من خواص کتابی انتہی یعنی کہتا ہوں اور باقی رہی یہ بات کہ اگر اشکال اور تردد واقع ہو کہ تصرف مالک پڑوسی کو مضر ہے یا نہیں اور البتہ اسکے جواب میں مختی اشباہ نے منع تصرف کی تحریر کی ہے مسئلہ سفل اور علو پر قیاس کر کے کہ صاحب سفل یا صاحب علو منع دیوار میں نہ ٹھونکے جب کہ دوسرے کو مضر دیکھے اور اسیطرح حکم ہے کہ جب تردد واقع ہو ضرر اور عدم ضرر میں بنا بر اُس قول کے جو فتوی کیواسطے مختار ہو چنانچہ خانیہ میں ہے مختی نے کہا تو اسیطرح انسان کا تصرف اپنے ملک میں اگر دوسرے کو مضر ہو یا مضر اور عدم مضر میں تردد واقع ہو تو منع کیا جائیگا اور اگر مضر نہیں تو منع نہ کیا جائیگا مختی نے کہا میں نے نہیں دیکھا اُس شخص کو جسنے اس تفصیل پر آگاہ کر دیا ہو تو اسکو غنیمت جاننا چاہیئے کہ تحقیق میری کتاب کے خواص سے ہوا انتہی کلام المختی ھم طحطاوی نے کہا کہ مختی اشباہ سے شیخ صالح مراد ہو اور مختی کے قول ثانی کی حاجت تھی اسواسطے کہ بیلا قول مختی کا ادا سے مطلب میں کافی تھا ادعی علی اخر ھبۃ مع قبض فی وقت فسئل المدعی بینۃ فقال قد جحد بینا ای الھبۃ فاشتریتھا منہ او لم یقل ذلک ای جحدنیھا ایک شخص نے دوسرے پر دعوی کیا ہبہ مع القبض کا ایک وقت میں بمثلا یہ دعوی کیا کہ اُسنے فلانی چیز مجکو رمضان میں دی سو مدعی سے گواہی طلب ہوئی اثبات ہبہ پر سو اُسنے کہا کہ مدعا علیہ ہبہ کر کے منکر ہو گیا ہبہ سے تو میں نے اُس سے وہ چیز خرید کر لی یا مدعی نے یہ نہ کہا یعنی انکار ہبہ مدعا علیہ کا ذکر نہ کیا بلکہ اول ہبہ کا دعوی کیا پھر اُسکے بعد خرید کا دفعاۃ او لا کذا فاو بامکان التوفیق وھو مختار شیخ الاسلام من قول الثانی او دفعا وعدم قول ثانی انکار ہبہ کا کیا ہو یا امکان توفیق اور یہ قول شیخ الاسلام کا مختار ہو منجملہ چار قولوں کے ھم حسن وضع میں بناء نقض واقع ہو مدعی سے یا شہود سے یا مدعا علیہ سے تو اسکی توفیق یعنی رفع تناقض میں فقہا کے چار قول ہیں پہلا قول یہ ہو کہ دونوں کلاموں میں بالفعل توفیق نہ ہو اور امکان توفیق کافی نہیں دوسرا قول یہ ہو کہ امکان توفیق کافی ہو مطلقا خواہ مدعی کی جانب سے یا مدعا علیہ کیطرف سے وجہ توفیق متعدد ہو یا متحد تیسرا قول وہ ہو جو خجندی کا مختار ہو جسکو شارح ذکر کریگا چوتھا قول یہ ہو کہ امکان توفیق کافی ہو بشرطیکہ وجہ توفیق متحد ہو نہ متعدد کذا فی الطحطاوی عن البحر جب یہ معلوم ہوا تو دریافت کرنا چاہیئے کہ جب مدعی نے ہبہ کا دعوی کیا پھر مدعا علیہ کا انکار ہبہ بیان کر کے خرید کا دعوی کیا تو مدعی کے کلام سے قول اول کے مطابق بالفعل توفیق حاصل ہو گئی اب تناقض باقی نہ رہا اور اگر ہبہ کا دعوی کیا پھر بلا ذکر انکار ہبہ خرید کا دعوی کیا تو یہاں توفیق بالفعل مدعی کے کلام سے نہیں بلکہ قول ثانی کے موافق جو شیخ الاسلام کا مختار ہو امکان توفیق ہو واختارہ الخجندی انہ یکفی من المدعی علیہ کلامن المدعی کانہ مستحق وذلک دافع والظاھر یکفی للدفع کالید مستحقاتی بذاب ہے اور خجندی نے یہ قول پسند کیا ہو کہ امکان توفیق مدعا علیہ کیطرف سے کافی ہو نہ مدعی کیجانب سے اسواسطے کہ مدعی طالب حق ہے اور وہ یعنی مدعا علیہ دافع استحقاق ہو اور ظاہر دفع کیواسطے کفایت کرتا ہو نہ استحقاق کیواسطے کذا فی البزازیہ یعنی امکان توفیق کے نزدیک جو اور وجوہ اُسکا ظاہر ہو اور ظاہر دفع میں حجت ہو نہ استحقاق میں کذا فی البحر فاقام بینۃ علی الشراء بعد دعوتھا ای وقت الھبۃ تقبل فی الصحیحین پھر مدعی مذکور نے بعد وقت ہبہ کے خرید پر گواہ قائم کیے یعنی مثلا سوال کی خرید پر گواہی ہو گی دونوں صورتوں میں یعنی ایک صورت یہ کہ مدعا علیہ نے ہبہ کا مجھے انکار کیا دوسری صورت یہ کہ نہ کہا ھم بعد وقتہا طرف ہو شراء کا کذا فی الحلبی وقبلہ کالصریح التوفیق فی الوجہ الاول وظھور التناقض فی الثانی اور قبل وقت ہبہ کے خرید پر مثلا شعبان کی خرید پر گواہ قائم کیے تو گواہی مقبول نہ ہو گی بسبب واضح ہونے توفیق کے وجہ اول میں اور ظاہر ہونے تناقض کے وجہ ثانی میں ھم حاصل مسئلہ یہ ہو کہ مدعی نے ہبہ رمضان کا مثلا دعوی کیا جب گواہ طلب ہوئے تو اُسنے خرید کا دعوی کیا اور گواہوں نے گواہی دی کہ مدعی نے وہ چیز مثلا شوال میں خریدی تو گواہی مقبول ہو کیونکہ توفیق بین القولین واضح ہو اسواسطے کہ بعد وقت ہبہ کے خرید میں تناقض نہیں کہ اُسکی ملک بعد ہبہ ثابت ہوئی اور اگر گواہوں نے کہا کہ مدعی نے اُسکو شعبان میں خریدکیا تو اسمیں قول مدعی اور شہادت شہود میں تناقض ہو اسواسطے کہ دعوی ہبہ میں اسکا اقرار ہو کہ موہوب واہب کا مملوک ہو قبل وقت ہبہ کے اور گواہی اس اقرار کی مناقض لہذا مقبول نہیں درر لیثبت کونہا ملکا یخا وذکر احدھما قبل کامکان التوفیق بتاخیر الشراء اور اگر مدعی نے ہبہ اور خریداری کی تاریخ مذکورہ کی یا فقط ہبہ یا فقط خرید کی تاریخ مذکور کی

تو دعوی مقبول ہی بواسطہ امکان توفیق کے بسبب تاخیر خریداری یعنی جب ہبہ اور خرید کی تاریخ مذکور نہوئی تو احتمال ہی کہ خریداری بعد ہبہ واقع ہوئی ہو حمل بشرط
کون الکلام من عند القاضی الثانی فقط خلافٌ وبنفی ترجیح الثانی بحر لکان بالتناقض اور کیا شرط ہی کہ دونوں کلام متناقض قاضی کے سامنے صادر ہوں
یا فقط کلام ثانی کا صادر ہونا قاضی کے پاس شرط ہی اسمیں خلاف ہی اور قول ثانی کی ترجیح سزاوار ہی کذا فی البحر اسواسطے کہ کلام ثانی ہی کے سبب سے تو تناقض ثابت
ہوتا ہی ہم علامہ مقدسی نے کہا کہ یہ خلاف لفظی ہی اسواسطے کہ جو کلام مجلس قاضی سے پیشتر ہو واجب تک وہ قاضی کے نزدیک ثابت نہ کیا جائیگا تب تک تناقض متحقق نہوگا
تو گویا دونوں مجلس قاضی میں صادر ہوئی کذا فی الطحطاوی وَالتناقضُ یرتفعُ بتصدیق الخصم وبقول المتناقض ترکتُ الاولَ واتی بکذا بتکذیب الحاکم وتمامہ
فی البحر واذا رفع المستحقُ اوتناقض دفع ہوجاتا ہی خصم کی تصدیق سے اور متناقض کے یوں کہنے سے کہ میں نے کلام اول کو جھوڑا اور اب میں دعوی کرتا ہوں اور حاکم کی تکذیب
سے اور پورا بیان اسکا بحر الرائق میں ہی اور مصنف نے اسکو اپنی شرح میں مسلم رکھا ہی ہم نکو بیٹھا حاکم کی یہ صورت ہی کہ زید نے دعوی کیا کہ محمود اسکے مدیون کا ضامن ہی سو محمود
نے ضمانت کا انکار کیا اور زید گواہ لایا اسکے ضامن ہونے پر اور حاکم نے ثبوت ضمانت کا اور بکفول لہ کو ضامن سے مال لینے کا حکم کیا پھر ضامن نے مدیون مذکور پر
دعوی کیا کہ میں اسکا ضامن ہوا تھا اسکی اجازت سے اور اسپر گواہ لایا تو ہمارے نزدیک مقبول ہی اور مدیون سے مال ضمانت بھرلینا جائز ہی یعنی یوں نہیں کہہ
سکتا کہ کفیل ضمانت کا اول منکر تھا اور اب مدعی ضمانت ہی یہ بسبب تناقض ہی اسواسطے کہ کفیل کے انکار کی شرعا تکذیب ہوگئی بسبب قضا کے کذا فی البحر جیسے کہ اگر
اولا انہا ای الدار ملکہ وقف علیہ شہادۃ علی نفسہ او ادعاہا لنفسہ شہادۃ علی غیرہ لم تقبل للتناقض چنانچہ اگر دعوی کیا اول کہ وہ یعنی
مثلا گھر وقف ہی مجھ پر پھر اسکی ملکیت کا دعوی کیا اپنی ذات کیواسطے یا دعوی کیا کہ وہ گھر غیر شخص کا ہی پھر اسکی ملکیت کا اپنے واسطے دعوی کیا تو مقبول نہیں بسبب
تناقض کے ہم یہ تشبیہ ہی نفی قبول میں جب وقف کا پھر ملکیت کا دعوی کیا تو اسلئے توفیق بین الکلامین ممکن نہیں اسواسطے کہ وقف مملوک نہیں ہوتا وقیل یقبل ان وفق بان
قال کان لفلان ثم اشتریتہ درر او اخر المدعی اور بعضوں نے کہا کہ اگر مسئلہ ثانیہ میں توفیق دے مدعی اسطرح پر کہ کہے گھر اول فلانے شخص کا تھا پھر میں نے اسکو
خرید کیا تو مقبول ہی چنانچہ درر کی کتاب الدعوی کے اواخر میں ہی قال ولو ادعی الملک لنفسہ اولا ثم ادعی الوقف علیہ قبل صاحب درر نے کہا اور اگر اول
دعوی ملکیت کا اپنی ذات کیواسطے کیا پھر دعوی کیا کہ وہ مجھ پر وقف ہی تو مقبول ہوگا منح التفاریق اسیطرح ہی اور بحر الرائق اور حموی میں بتقیید لفظ علیہ نہیں تو جسکے
عدم تقیید مذکور کے توفیق ممکن ہی اسطرح پر کہ اول مدعی کا وہ مملوک ہی پھر مدعی اسکو وقف کردے اور درصورت تقیید مذکور توفیق ظاہر نہیں کیونکہ تناقض ظاہر ہی جیسے
توفیق نہیں مگر قبول یوسف توفیق ہوسکتی ہی کہ انکے نزدیک اپنی ذات پر وقف کرنا صحیح ہی کذا فی الطحطاوی کما لو ادعاہا لنفسہ ثم لغیرہ فانہ یقبل چنانچہ اگر اسکا
دعوی کیا اپنی ذات کیواسطے پھر اپنے غیر کیواسطے تو وہ مقبول ہی اس احتمال سے کہ غیر نے مدعی سے خرید کرلیا ہو ومن قال لاخر اشتریت منی ھذہ الجاریۃ
وانکر الاخر الشراء جاز للبائع ان یطاھا ان ترک البائع الخصومۃ وافترقا ترکہ بفعل یدل علی الرضی بالفسخ کما مر کما یأتی ونقلہا لیتم بہا ما نقلہ
جوز جمیع العقود ما عدا النکاح فسخ اور جس شخص نے دوسرے سے کہا کہ تو نے مجھسے یہ لونڈی خریدی اور دوسرے شخص نے خرید کا
انکار کیا تو بائع کو اس لونڈی سے جماع کرنا جائز ہی اگر بائع نے جھگڑا کرنا چھوڑ دیا ہو اور ترک خصومت اس فعل سے مقارن ہو جو فسخ بیع کی رضامندی
پر دلالت کرے چنانچہ لونڈی کو رکھ لینا اور اسکو اپنے مکان میں لیجانا جماع اسواسطے جائز ہی کہ ثابت ہوچکا ہی کہ جمیع عقود کا انکار سوائے نکاح کے فسخ کے
یعنی جسے بیع فسخ ہوگئی بمشتری کے انکار سے تو لونڈی بائع کی ملک میں داخل ہوگئی تو وطی حلال ہوئی فلبائعہا ردہا بعیب قدیم بالتراضی حتی
تو بائع کو لونڈی کا پھیر دینا بسبب عیب قدیم کے جائز ہی بباعث تمام ہوجانے فسخ بیع کے تراضی سے کذا فی العینی ہم اس عیب قدیمی سے رد جائز ہی جسپر
اسکو اطلاع نہوئی تھی قبل بیع کے والا رد جائز نہیں کیونکہ بیع پر اقدام کرنا بعد اطلاع عیب پر رضا بالعیب کی علامت ہی یعنی نے شرح کنز میں ذکر کیا

کذا فی الطحطاوی امّا النکاح فلا یقبل الفسخ اصلا فلذا لو جحد انہ تزوجھا ثم ادعاہ وبرھن علی النکاح قبل برھانہ اور نکاح تو اصلا فسخ قبول نہیں کرتا تو اسی واسطے اگر زوج مرد ہو کے نکاح کرنے سے منکر ہو پھر بعد اسکے نکاح کا دعوی کرے اور نکاح پر گواہ لاوے تو دلیل اسکی مقبول ہو ہم نکاح محمل فسخ نہیں کسی سبب سے تو اگر عورت دعوی کرے ایک مرد پر نکاح کا اور مرد منکر ہو تو عورت کو دوسرے مرد سے نکاح جائز نہیں کیونکہ انکار زوج فسخ نکاح نہیں فی القاضی کو حاجت ہی کہ اسکے بعد پھر کہے کہ میں نے تم دونوں میں تفریق کردی یا مرد یوں کہے کہ میری زوجیت سے اسکو طلاق بائن دیدی اور اگر مرد نے عورت کے نکاح کا دعوی کیا کہ عورت نکاح کی منکر ہی پھر مرد مر گیا اور عورت نے میراث کا دعوی کرتی تو اسکو میراث ملیگی کذا فی الطحطاوی بخلاف البیع فانہ اذا انکرہ ثم ادعاہ لا یقبل لانفساخہ بالانکار بخلاف النکاح بخلاف بیع کے اسواسطے کہ جب بیع کا منکر ہوگا اور پھر بیع کا دعوی کریگا تو مقبول نہیں بسبب فسخ ہو جانے بیع کے انکار سے بخلاف نکاح کے ہم نہ کہتے ہیں کہ شارح لفظ بخلاف النکاح کو حذف کرتا کہ اسکی کچھ حاجت نہیں اور ان مسائل کا ذکر کرتا الی دعوی میں مناسب تھا مگر یہاں انکا ذکر اسواسطے ہوا تا حکم قضا ان میں مذکور ہو واقر قبض عشرۃ دراھم ثم ادعی انہا زیوف او بہرجۃ صدق بیانہ لان اسم الدراھم یعمہا بخلاف الستوقۃ بغیر عشرۃ اقرار کیا دس درم کے قبضہ کرنے کا پھر مقر نے دعوی کیا کہ دراہم مذکورہ زیوف ہیں یا بہرجہ تو اسکی تصدیق ہوگی قسم کے ساتھ اسواسطے کہ دراہم کا نام زیوف اور بہرجہ کو شامل ہی بخلاف ستوقہ کے کہ انکو اسم دراہم شامل نہیں بسبب غالب ہونے انکے غش کے ہم زیوف جمع ہی زیف کی زیف وہ درہم ہی جو خزانہ سلطانی میں نہ لیا جاوے اور سودا گروں میں اسکا لینا دینا رائج ہو اسواسطے کہ خزانہ سلطانی میں کھرا مال لیا جاتا ہی اور ستوقہ وہ درہم ہی جسکے اندر تانبا یا سیسہ ہوا اور وہ دونوں طرف جاذبی حموی نے ابو سعد سے نقل کیا کہ حق یہ ہی کہ ستوقہ کے لفظ میں بہ معنی درہم ہونے پر چنداں تعرض معلوم ہوتا ہی کذا فی الطحطاوی وھذا الوادعی انہا ستوقۃ لا یصدق فی انکان البیان موصولا ویصدق لو کان موصولا لانہ تفصیل المقصود لا المقصود اور چونکہ درم کا نام ستوقہ کو شامل نہیں اگر یہ مقر مذکور یہ دعوی کرے کہ دراہم مقبوضہ ستوقہ تھے تو اسکی تصدیق نہ ہوگی اگر یہ بیان جملہ مذکورہ قبض سے اور التصدیق ہوگی اگر یہ بیان کیا اسی اقرار قبض سے ملا کر کذا فی النہایۃ تو تفصیل مذکور مفعول میں ہو نہ مجمل میں ہم یعنی تفصیل زیوف اور بہرجہ میں اور ستوقہ میں درصورت انفصال بیان ہی یعنی اگر دراہم مقبوضہ کو زیوف یا بہرجہ کہا بطریق انفصال تو تصدیق ہوگی اور اگر ستوقہ کہا تو بطریق انفصال تصدیق نہ ہوگی اور اگر اقرار کے ساتھ بیان متصل واقع ہوا تو بلا تفصیل تصدیق ہوگی خواہ زیوف کہا خواہ بہرجہ خواہ ستوقہ ولو ادعی بعض انحیاء لم یصدق مطلقا ولو موصولا لانہ رجوع اور اگر کہے دس درہم کے قبضہ کرنے کا اقرار کیا اور پھر دعوی کیا کہ دراہم زیوف یا بہرجہ یا ستوقہ تھے تو تصدیق نہ ہوگی مطلقا اگرچہ یہ بیان موصول واقع ہوا ہو بسبب تناقض کے یعنی جیسے قبوض کا اقرار کیا تو اب اسکے خلاف دعوی کرنا صریح متناقض ہی ولو اقر انہ قبض حقہ او قبض الثمن واستوفی حقہ صدق فی حقہ الزیادۃ توبین موصولا لا اور اگر اقرار کیا کہ اسنے اپنے حق پر قبضہ کیا یا ثمن پر قبضہ کیا یا اسنے اپنا حق لو را پھر لیا تو اسکی تصدیق ہوگی دعوی زیافت میں یعنی اگر یوں کہا کہ وہ دراہم زیوف تھے تو تصدیق ہوگی بشرطیکہ اسکو موصول بیان کیا ہو اور اگر اسکو موصول بیان نہیں کیا تو تصدیق نہ ہوگی ہم بہرجہ اور ستوقہ ہونے کا دعوی مانند دعوی زیافت کے کیونکہ ہر ایک ہی جو نہایت میں ہی کہ اگر اپنے قبض حق کا دعوی کیا پھر بولا کہ وہ ستوقہ تھے تو تصدیق نہ ہوگی اور اگر موصولا تصدیق ہوگی نہ مفصلا کذا فی الطحطاوی وکان قولہ جیادا مقسما فلا یحتمل التاویل بخلاف غیرہ لانہ ظاھر او نص فلا یحتمل التاویل ابن کمال اسواسطے کہ مقر کا جیادا یعنی کھرے درم کہنا مفسر ہی تو محتمل تاویل نہیں بخلاف غیر جیاد کہنے کے کیونکہ وہ ظاہر ہی یا نص اور سمین تاویل کا احتمال ہی کذا ذکرہ ابن الہمام مفسر بسین مشدودہ ہی جو نص سے زیادہ تر واضح ہوا سطرح پر کہ اسکے ساتھ احتمال تاویل باقی نہ رہے اور ظاہر وہ ہی جسمیں غیر مراد کا احتمال بعید ہو اور نص وہ ہی جسمیں غیر مراد کا احتمال بعید نہ ہو کذا فی الطحطاوی تو جب جیاد پر تو غیر جید کا احتمال باقی نہ رہا کیونکہ وہ مفسر ہی بخلاف قبض حق کے قبض حق میں باستیفاء حق کے اقرار کرے کہ وہ ظاہر ہی یا نص تو قبض حسمیں زیافت وغیرہ کا احتمال ہی اگرچہ احتمال البعید یا البعید ہی اقر ابدین ثم ادعی ان بعضہ قرض وبعضہ ودیعۃ ویرھن علیہ قبل برھانہ فیہ عن علماء الدین ویسجن فی الحال اگر اسنے اقرار کیا دین کا پھر دعوی کیا کہ بعض دین میں قرض ہی اور بعض ودیعت ہی اور اسپر گواہ لایا تو گواہی اسکی مقبول ہوگی چنانچہ فتنیہ من ہی علماء الدین سے اور آگے کتاب الاقرار

ہیں آ دیگا تال لا اخرتک علی الف درهم فرده المقرله ثم صدقه فی مجلسه فلا شئ علیه للمقرله الا بحجة اقرارا ثانیا وکذا الحکم فی کل ما فیه الحق لو بعد
ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ تیرے مجھ پر ہزار درم ہیں سو جسکے واسطے اقرار کیا اُسنے اُسکا اقرار رد کیا یعنی یوں کہا کہ میرا تجھ پر کچھ نہیں یا وہ درم تیرے ہیں یا فلانے شخص
کے ہیں کذا فی الفتح پھر مقرلہ نے مقر کی تصدیق کی اُسی مجلس ہیں تو مقرلہ کا کچھ ثابت نہوگا مگر شہادت سے یا مقر کے دوسرے اقرار سے اور اسیطرح کا حکم ہر ایک اُس اقرار
میں ہیں ایک شخص کا حق ہو ہم مقرلہ مذکور کا دین اسواسطے ثابت نہوا کہ مقر کا اقرار دین مردود ہوگیا مقرلہ کے رد کرنے سے اور بعد انکار کے تصدیق کرنا یہ دعوی
ہو تو اسکے ثبوت کے واسطے گواہی یا تصدیق شخص ضرور ہو مصنف نے اقرار مال کی قید اسواسطے لگائی کہ رقیت اور طلاق اور عتاق اور نسب اور ولا کا اقرار
رد کرنے سے مردود نہیں ہوتا اور تصدیق بعد رد کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر اول اقرار قبول کریگا پھر رد کریگا تو مردود ہوگا اسیطرح اقرار عن الدین او ربہ
دین قبول کرنے سے تمام ہو جاتا ہو پھر رد کرنے سے رد نہیں ہوتا اور اسیطرح اگر وقف کیا ایک شخص پر سو اُسنے قبول کیا پھر رد کیا تو رد نہوگا اور اگر فیصل رد کریگا
تو رد ہوگا تصدیق مجلس کی قید اسواسطے لگائی تا معلوم ہو کہ تصدیق بعد مجلس سے بطریق اولی کچھ دین ثابت نہوگا ایک شخص کے حق کی مثال یہی مسئلہ مذکورہ ہو تو
بیان مقر لہ منفرد ہو اقرار ہو بخلاف اسکے اگر یوں کہا کہ تو نے خریدا لیا اور دوسرے نے انکار کیا تو اسکو جائز ہی کہ بعد انکار کے مدعی شرا کی تصدیق کرے اسواسطے کہ احد
العاقدین فسخ بیع میں منفرد ہو نہیں جیسے عقد میں منفرد نہیں خلاصہ یہ ہو کہ جس چیز میں دو شخص کا حق ہو اگر اُسمیں منکر رجوع کرے تصدیق کیطرف قبل اس بات کے کہ شخص آخر اُسکے انکار
کی تصدیق کرے تو جائز ہی ہو چنانچہ بیع اور نکاح اور جس چیز میں ایک شخص کا حق ہو چنانچہ ہبہ اور صدقہ اور اقرار تو اُسکی تصدیق بعد الانکار نافع نہیں کذا فی الطحطاوی ملخصا

ومن ادعی علی آخر مالا فقال المدعی علیه ما کان لک علی شئ قط فبرهن المدعی انه له علیه الف وبرهن المدعی علیه علی القضاء الی ایفاء او الابراء لو
بعد القضاء الی الحکم بالمال اخذ الدافع بعد قضاء القاضی صحیح لانه فی المسئلة الخمسة کما سیجئ قبل برهانه لامکان التوفیق لان غیر الحق قد یقضه
ویبرأ منه وفعا للخصومة اور جسنے دوسرے پر مال کا دعوی کیا سو مدعا علیہ نے کہا کہ تیرا تو مجھ پر کچھ نہ تھا پھر تو سو مدعی اسپر گواہ لایا کہ مدعی کے
مدعا علیہ پر ہزار ہوئے اور مدعا علیہ ایفاء دین یا ابراء مدعی پر گواہ لایا اگرچہ گواہی ایفاء یا ابراء کی بعد قضاء قاضی کے ہو یعنی اگرچہ قاضی نے مدعی کی برہان سے مال دینے کا
حکم کیا ہو اسواسطے کہ دفع کرنا دعوی مدعی کا بعد حکم قاضی کے صحیح ہی مگر مسئلہ خمسہ میں دفع صحیح نہیں چنانچہ مسئلہ مذکورہ کا ذکر کرتا ہی دعوی کی فصل دعاوی میں اور یہ گواہ
مدعا علیہ کی برہان مقبول ہوگی بسبب ممکن ہونے توفیق کے انکار اور ایفاء یا ابراء میں اسواسطے کہ جھگڑا مٹانے کے واسطے کبھی غیر حق کا بھی حکم دیا جاتا ہی اور حق سے ابرا کیا جاتا
ہو یعنی جب مدعا علیہ نے مال کا اول انکار کیا اور پھر کہا کہ میں ادا کر چکا ہوں یا مدعی نے معاف کر دیا ہو اور اسکو گواہ اسی ثابت کیا تو اگرچہ ظاہر میں متناقض ہو لیکن گواہی مقبول ہو
کیونکہ دفع متناقض یہاں متصور ہو اس احتمال سے کہ واقع میں مدعی کا حق مدعا علیہ پر نہ تھا مگر مدعا علیہ نے جھگڑا مٹانے کیواسطے ادا کر دیا ہو یا واقع میں مدعی کا حق مدعا علیہ
پر ثابت تھا لیکن مدعی نے دفع خصومت کیواسطے معاف کر دیا ہو مسئلہ خمسہ کی وجہ تسمیہ یہ ہو کہ اسمیں علما کے پانچ قول ہیں وسیجئ فی الاقرار انه لو برهن علی
قول المدعی انا مبطل فی الدعوی او شهود ی کذبة او لیس لی علیه شئ صح الدفع الی آخره وذکروه فی الرد وقبل الاقرار فی فصل الاستثناء
اور کتاب الاقرار میں آویگا یہ کہ اگر مدعا علیہ مدعی کے اس قول پر گواہ لایا کہ میں دعوی میں جھوٹا ہوں یا میرے گواہ جھوٹے ہیں یا میرا اُسپر کچھ نہیں تو دفع دعوی مدعی صحیح
ہو الخ اور صدر میں اسکو کتاب الاقرار سے پہلے فصل استشہاد میں ذکر کیا ہو استشہاد بمعنی خواہش خریداری کما یقبل لو ادعی القصاص علی آخر فانکر المدعی
علیه فبرهن المدعی علی القصاص ثم برهن المدعی علیه علی العفو او علی الصلح عنه علی مال فانه مقبول اگر مدعی نے دوسرے
پر قصاص کا دعوی کیا سو مدعا علیہ نے اُسکا انکار کیا تو مدعی گواہ لایا قصاص پر پھر مدعا علیہ گواہ لایا عفو قصاص پر یا گواہ لایا صلح کرنے پر قصاص سے بعوض مال کے
ہم یہاں بھی کلام مدعی میں رفع متناقض اس احتمال سے ممکن ہو کہ واقع میں اُسپر قصاص نہو اور اُسنے جھگڑا مٹانے کیواسطے مال دیکر صلح کر لی ہو قصاص سے مگر معاف
کر دیا ہو وکذا فی دعوی الرق بان ادعی جلودیة شخص فانکر فبرهن المدعی ثم برهن العبد انی اعتقته یقبل ان لم یصالحه

اور ایسا ہی حکم ہوگا دعوی رق میں اسطرح پر کہ دعوی کیا ایک شخص کے غلام ہونے پر سو اسنے غلامی سے انکار کیا تو مدعی گواہ لایا اسکی غلامی پر پھر غلام گواہ لایا کہ مدعی نے اسکو آزاد کردیا ہو تو بربان مدعا علیہ مقبول ہوگا اگر اسنے صلح نہ کرلی ہو مدعی سے ھم یعنی برہان در صورت عدم صلح مقبول ہوگا اور اگر اول انکار کیا پھر کچھ مال پر صلح کرلی پھر گواہ لایا ایفا یا ابرا پر تو اسکی برہان مسموع نہوگی ایفا پر کذا فی المنح ولو ادعی الایفاء عما صالحہ قبل برھانہ علی الایفاء بعد اور اگر مدعا علیہ نے ایفائے دین مدعی کا دعوی کیا پھر مدعی سے کسی چیز پر صلح کرلی تو اسکا برہان ایفا پر مقبول ہوگا کذا فی البحر ھم یعنی صلح دعوی ایفا کی مبطل نہیں اسواسطے کہ موضوع خصومت کیواسطے گاہے غیر حق بھی لیا جاتا ہو کذا فی الطحطاوی وفیہ لو ھن ان لہ اربعمائۃ فاقر لہ علیہ للمنکر ثلثمائۃ وقیل کلہ وعلیہ الفتوی ملتقط دکانہ لانہ لما کان المدعی علیہ جاحدا فدین متہ غیر مشغولۃ فی زعمہ فاین تقع المقاصۃ واللہ اعلم اور بحر الرائق میں ہو کہ مدعی گواہ لایا کہ اسکے چار سو میں پھر مدعی نے اقرار کیا کہ مدعا علیہ منکر کے مرے اوپر تین سو ہیں تو چار سو سے تین سو ساقط ہوگئے اور بعضوں نے کہا کہ تین سو ساقط نہیں اور اسی پر فتوی ہو کذا فی الملتقط اور شاید کہ عدم سقوط کی وجہ یہ ہو کہ جبکہ مدعا علیہ منکر ہوا تو اسکا ذمہ مشغول نہیں اسکے گمان میں پھر مقاصہ یعنی باہم بھڑا ہونا گمان واقع ہوتا ہو واللہ اعلم وان اراد کلفۃ وکاعرفک ومحوکا ایفاء کا یقبل لتعذر التوفیق اور اگر منکر مال نے یہ لفظ زیادہ کیا اور میں تجکو نہیں پہچانتا ہوں اور مانند اسکے جیسا کہ یوں کہا کہ میں نے تجکو نہیں دیکھا تو بربان ایفا یا ابرا مقبول ہو بسبب متعذر ہونے توفیق کے ھم یعنی ایک شخص نے دوسرے پر مال کا دعوی کیا سو مدعا علیہ نے کہا کہ تیرا تجھ پر کچھ نہ تھا پھر گزارا اور میں تجھکو نہیں پہچانتا یا یوں کہا کہ میں نے تجکو نہیں دیکھا یا درمیان میرے اور تیرے مخالطت اور خلطہ نہیں ایسی رنجش دینا اور لینا یا مدایونہ تو ایک مکان میں مجتمع نہیں ہوئے اور مانند اسکے پھر مدعا علیہ نے ایفاء دین یا ابراء دین پر گواہ قائم کئے تو مقبول نہیں کذا فی فتح القدیر شرح وقایہ میں ہو کہ عدم قبول بسبب تعذر توفیق کے ہو اسواسطے کہ دو شخصوں کے درمیان لینا اور دینا اور معاملہ اور ابراء دین عرفت کے نہیں ہوتا انتہی وقیل یقبل کان الحجب او المحن قد تباذی بالتغلب علی بابہ فیأمر برضاء الخصم ولا یعرفہ ثم یعرفہ حتی لو کان ممن یعمل نفسہ کا یقبل اور بعضوں نے کہا کہ قدوری نے کہا کہ ایفاء دین کی بربان باوجود عدم معرفت مقبول ہو اسواسطے کہ مدعی یا عورت پردہ نشین کو گاہے اذیت ہوتی ہو اپنے دروازے کے غل شور کرنے سے تو اپنے وکیل وغیرہ سے وہ امر کرتا ہو مخاصم کے راضی کردینے کا اور حالانکہ مخاصم کو نہیں پہچانتا کہ وہ کون ہو پھر اسکو معلوم کرتا ہو تو اگر مدعا علیہ اُن لوگوں میں سے ہو جو اپنا کام بذات خود کرتے ہیں بلا واسطہ وکیل تو اسکی برہان ایفا مع قول عدم معرفت مقبول نہوگی ھم یہ تفریع ہو قاضی خان کی محجوب وہ ہو جو متولی اعمال بذات خود نہو اور بعضوں نے کہا کہ محجوب وہ شخص عظیم الشان ہو جسکو ہر شخص نہ دیکھے کذا فی الطحطاوی نعم لو ادعی ان المدعی علیہ بالوصول او بالایصال صح رفع الخ الدعوی کان التناقض لا یمنع سماعہا فلہان اگر مدعا علیہ اُس شخص کے اقرار وصول یا ایصال کا دعوی کرے جسپر دفع یا ایفا کا دعوی کیا گیا تو صحیح ہو کذا فی الدرر فی آخر الدعوی اسواسطے کہ تناقض مدیون صحت اقرار دائن کا مانع نہیں ھم طحطاوی نے کہا یہ قول مرتبط ہو اُس کلام محذوف سے جو مفہوم ہوتا ہو مقام سے تقدیر محذوف یہ ہو جیسے توفیق ممکن ہو تو تناقض مندفع ہوگا چنانچہ اُسنے کہا کہ میں نے اسکو کچھ نہیں دیا پھر اُسنے دینے کا دعوی کیا تو مسموع نہوگا کیونکہ ممکن ہو کہ اسنے واجد بین دافع خود اخ ہو یہاں اگر مدعی کے اقرار وصول یا ایصال کا دعوی کرے یعنی جسپر دفع دین اور قضاء دین کا دعوی ہو چکا اُسکے اقرار کا دعوی کرے اسطرح کہ اُس نے یہ اقرار کیا کہ دین اُسکو پہونچ گیا ہو مدیون سے یا مدیون نے اسکو پہنچا دیا ہو اور گواہی سے اسکو ثابت کرے تو مسموع اور مقبول ہو کذا فی الطحطاوی ھم تصرف او بیع عبد من فلان فہو حر صح ان لا ابرا بالبیع بطل من ملک فلانا قرد بزنیتا اقر کہا اپنے غلام کے بیع کا فلانے شخص سے پھر اُسکا انکار کیا تو اُسکا انکار صحیح ہو اسواسطے کہ بیع کا اقرار مدیون ثمن کے باطل ہو چنانچہ بزازیہ کی کتاب الاقرار میں ہو ھم صحت انکار کا مطلب یہ ہو کہ کلام متناقض نہیں اور اقرار سابق کی گواہی مسموع نہیں ادعی علی اخر انہ باعہ امتہ منہ فقال لا احلم ابیعہا منک ثم فبرھن المدعی علی الشراء منہ فوجد المدعی بہا عیبا وادعی ردھا فبرھن البائع انہ ای المشتری برئ الیہ من کل عیب علم یقبل بینۃ البائع للتناقض دعوی کیا دوسرے پر کہ اُسنے اپنی لونڈی اپنے

اُسکے ہاتھ بیچی تو وہ دوسرے نے کہا کہ بیچ اُسکو تیرے ہاتھ نہیں بیچا ہرگز سو گواہ لایا مدعی بائع سے خرید کرنے پر پھر مدعی نے لونڈی میں عیب پایا اُسکے پھیر دینے کا ارادہ کیا سو گواہ لایا بائع اسپر کہ مشتری بائع سے بہوات کر چکا ہے اُسکے ہر عیب سے تو گواہی بائع کی مقبول نہوگی بسبب تناقض کے اور وجہ تناقض یہ ہے کہ اول بیع کا منکر ہوا پھر بیع کا مدعی ہوا سو اسطے کہ برارت عیوب بیع بدون بیع متصور نہیں وعن الثانی تقبل لامکان التوفیق بقیم ولیلہ وابوہ عن العیب اور ابو یوسف سے روایت ہو کہ بائع کی گواہی مقبول ہے بسبب ممکن ہونے توفیق بائع کے وکیل کی بیع سے اور ابراء وکیل کے عیب سے ہم جب اُسکے وکیل نے بیع کی تو یہ کہنا درست ہوا کہ میں نے بیع نہیں کی نفی بذات خود مباشر بیع نہیں ہوا اور برارت عیب کی نسبت اپنی طرف اسواسطے کی کہ فعل وکیل بمنزلہ فعل موکل کے ہوتا ہے وہ نہ واقعہ مہر مثلہ اور زیادہ مسئلہ مرفوع واقعہ ہے مہر مثل کا جسمیں تناقض نہ واقع ہے ہم طحطاوی نے کہا اگر شارح واقعہ مہر مثل کو مصرح بیان کرتا تو واضح تر ہوتا ادعت انہ کفلہا بدل اد طا لہ بالمہر فانکر وقد ھنت فادعی انہ خلعہا علی المہر تقبل لاحتمال انہ ھزلہا وہو ھو صغیرۃ ولم یعلم خلاصہ زوجہ نے دعوی کیا کہ اُس نے مجھسے نکاح کیا اتنے مہر پر اور اُس سے مہر کا مطالبہ کیا سو اُس نے نکاح کا انکار کیا تو عورت گواہ لائی نکاح اور مہر پر مرد نے دعوی کیا کہ اُسنے عورت سے خلع کیا ابو مہر کے تو مرد کا دعوی مقبول ہے یعنی جو سے اس دعوی پر گواہ طلب ہونگے مقبولیت دعوی اس احتمال سے ہے کہ مرد کا نکاح اُسکے باپ نے کر دیا ہو اور وہ صغیرہ ہو اور اسکو معلوم نہو کذا فی الخلاصہ ہم یعنی اُسکا انکار نکاح اسپر محمول ہے کہ وہ خود مباشر نکاح نہیں ہوا اور یقی مباشرت وقوع فکاح اجبار کی منافی نہیں پھر جب ایسا ہوا تو بعد اسکے دعوی خلع بوض مہر میں متناقض نہیں کذا فی الطحطاوی یبطل جمیع ضاق ای مکتوب کتب انشاء اللہ فی اخرہ باطل ہو جاتا ہے تمام مضمون اُس صک یعنی کاغذ مرقوم کا جیسے آخر میں انشاء اللہ لکھا ہے ہم شارح نے بلفظ جمیع اشارہ کیا کہ نوشتہ باطل ہو جاتا ہے خواہ اسمیں ایک شئے مرقوم ہو یا چند اشیاء اور صاحبین کا خلاف ثانی میں ہے ہم وقالا اخرہ فقط وھو استحسان راجع علی قولہ فتح اور صاحبین نے کہا کہ فقط پچھلا مضمون کاغذ مرقوم کا باطل ہوتا ہے جو انشاء اللہ تعالی سے متصل ہے اور قول صاحبین استحسان ہے جو راجح ہے امام کے قول پر کذا فی الفتح وجہ استحسان یہ ہے کہ عمل میں اصل استقلال ہے یعنی ہر جملہ دوسرے سے متعلق نہیں اور وثیقہ لکھا جاتا ہے اعتماد اور وثوق کیواسطے تو اگر استثنا کل کیطرف راجع ہو تو کل کا ابطال لازم آوے اور یہ مقصود تحریر کے مخالف ہے تو استثنا اسی کیطرف راجع ہوگا جو اُس سے متصل ہے کذا فی الطحطاوی عن الزیلعی واتفقوا ان العرجۃ کفاصل السکوت اور امام اور صاحبین متفق ہیں اسپر کہ فرجہ خط میں فاصل سکوت کے مانند ہے ہم فرجہ یعنی انشاء اخر تحریر میں کاغذ سادہ چھوڑنا ایسا ہے جیسے نطق میں سکوت کرنا تو انشاء اللہ تعالی بالجملہ فرجہ یکسر راجع ہوگا جیسے سکوت میں بالجملہ سکوت کیطرف راجع ہوتا ہے وعلی الانصراف الکل فی جعلت عطفت بواو واعقبت بشرط اور علماء ثلثہ متفق ہیں انشاء اللہ تعالی کے راجع ہونے پر کل کیطرف اور ان جعل منطوقہ میں جسمیں عطف بحرف واو واقع ہوا اور اگلے اخیر میں شرط ہے ہم جیسا کہ ایک شخص نے یوں کہا کہ اُسکی عورت مطلقہ ہے اور اُسکا غلام آزاد ہے اور اسپر بیت اللہ تک پیدل جانا ہے انشاء اللہ تعالی تو شرط تینوں جملوں کی طرف راجع ہے یعنی طلاق اور عتاق اور حج کچھ لازم نہیں جعل منطوقہ کی قید ترجمہ میں اسواسطے لگائی کہ جعل کتوبہ میں امام اور صاحبین کا اتفاق نہیں جیسا کہ مسئلہ مصنف کو رہو گا واما الاستثناء بالا واخواتہا فللاکثر ینہ کمائۃ درہم وخمسون دینارا الا عشرۃ فللاول استحسانا اور استثنا بہ لفظ الا اور اُسکے امثال سے اخیر کیطرف راجع ہوتا ہے حکم تحریر نہ اول کیطرف راجع ہوجاتا ہے چنانچہ اس قول میں سو درہم اور پچاس دینار الا ایک درہم تو یہ استثنا اول یعنی درہم کیطرف راجع ہوتا ہے اخیر کیطرف بطریق استحسان کے ہم قرینہ بیان محل وبسبب مستثنی منہ اور مستثنی ہے واما الاستثناء بانشاء اللہ بعد جملتین اتفاقیتین فالجمیع اور استثنا بہ لفظ انشاء اللہ بعد جملتین اتفاقیتین دونوں کیطرف بالاتفاق راجع ہے ہم جملہ اتفاقیہ سے جملہ یمین مراد ہے جسمیں تعلیق واقع نہیں بقرینہ مقابلہ چنانچہ یوں کہنا کہ انت طالق وعبدی حر انشاء اللہ کذا فی المحلی ودخل طالقین وطالق عتق معلق فالیہما عند الثالث ولا خیر عند الثانی اور استثنا راجع ہوتا ہے بعد دو طلاق معلق کے یا طلاق معلق اور عتق معلق کے دونوں کیطرف راجع ہوتا ہے محمد کے نزدیک اور ابو یوسف کے نزدیک اخیر کیطرف راجع ہوتا ہے

ف ۱ یعنی جملہ اتفاقیہ سے جملہ یمین مراد ہے جسمیں تعلیق واقع نہیں بقرینہ مقابلہ چنانچہ یوں کہنا کہ انت طالق وعبدی حر انشاء اللہ کذا فی المحلی ودخل طالقین وطالق عتق معلق فالیہما عند الثالث ولا خیر عند الثانی اور استثنا راجع ہوتا ہے بعد دو طلاق معلق کے یا طلاق معلق اور عتق معلق کے دونوں کیطرف راجع ہوتا ہے محمد کے نزدیک اور ابو یوسف کے نزدیک اخیر کیطرف راجع ہوتا ہے

کے نزدیک ہم دو طلاق معلق کی مثال ان دخلت الدار فانت طالق وطلاقا نشاء اللہ اور طلاق معلق اور عتق معلق کی مثال ان دخلت الدار فانت طالق وعبدی حر اور یہ عطف غلط نہیں ہے اور صحیح یہ ہے تو دونوں کا اتفاق ہے ولو بادر عطف بعد سکوت طلاقا جدیدا اتفاقا اور اگر شرط واقع ہو بعد جملہ غیر متعاطفہ کے یا جملہ میں عطف ہو لیکن مابین میں سکوت واقع ہوا ہو لفظ میں یا نیت واقع ہوا استثناء خط میں تو استثناء اخیر کی طرف راجع ہے بالاتفاق اخیر سے مراد ما بعد سکوت ہے کذا فی الطحطاوی وبعطفه بعد سکوته لغو الا بما فیه تشدید علی نفسه وتمامه فی البحر اور عطف کرنا متکلم کا بعد اپنے سکوت کے لغو ہے مگر اس میں نہیں جس میں سخت گیری ہے اسکی ذات پر اور پورا بیان اسکا سحر الرائق میں ہے ہم یعنی جس میں متکلم کی ذات پر سختی ہے تو وہاں عطف بعد سکوت لغو نہیں ہے چنانچہ یوں بولا کہ اگر تو اس گھر میں داخل ہوئی تو تجھ کو طلاق ہے پھر چپ رہا پھر بولا اور اس دوسرے گھر میں اور یہ ارادہ کیا کہ طلاق واقع نہ ہو مگر دونوں گھروں کے داخل ہونے سے اور یہ میں سخت گیری ہو اپنی ذات پر چنانچہ یوں بولا کہ اگر تو گھر میں داخل ہوئی تو تجھ کو طلاق ہے اور چپ ہو گیا پھر بولا اور اس دوسری زوجہ کو تو زوجہ نہیں ہیں میں داخل ہوگی کذا فی الطحطاوی فان قالت عزمه اسئلت بعد موته وقالت ودعته قبله صدق فتحلف للحال فان مرض فمات سواسکی زوجہ نے کہا کہ میں مسلمان ہوئی زوج کی موت کے بعد اور ذمی کے وارثوں نے کہا کہ قبل اسکی موت کے تو مسلمان ہوئی ہے تو وارثوں کی تصدیق ہوگی باعتبار تحکیم حال کے ہم یعنی بدلیل استصحاب حال اسواسطے کہ سبب حرمان ارث یعنی اسلام زوجہ فی الحال ثابت ہوا تو زمان گذشتہ میں بھی ثابت رہیگا نحریر میں ہے کہ استصحاب عبارت ہے اس امر محقق کے بقاء حکم سے جسکا عدم مظنون نہیں کما یحکم الحال فی مسئلة جریان الماء الطاحونة جیسے حال حاکم ہے پن چکی کے پانی جاری ہونے کے مسئلے میں ہم یعنی پن چکی کو ایک شخص نے اجارہ لیا سو مستاجر نے کہا کہ میں انتفاع پر قادر نہ ہوا اسکے پانی جاری نہ ہونے سے اور مالک نے کہا کہ تو قادر ہوا تھا تو ابتدا فی الحال پانی کو دیکھنا چاہیے اور اسکے موافق زمان گذشتہ میں حکم کرنا چاہیے یعنی اگر فی الحال پانی جاری ہو تو سابق میں جاری تھا اور اگر بالفعل جاری نہیں تو سابق میں بھی جاری نہ تھا فالحال اقامة لحجة الدفع کالاستحقاق بمعنی دریافت کرنا چاہیے کہ استصحاب حال لیا جاتا ہے حجت ہونے کی فقط دفع دعوی کیواسطے چنانچہ مسئلہ سابقہ میں استحقاق کیواسطے کما فی مسلم مات فقالت عرسه الذمیة اسلمت قبل موته فارثه وقالوا بعده فالقول لهم لان الحادث یضاف لاقرب اوقاته فیرث چنانچہ حکم ہم اس مسلمان کے باب میں ہے کہ مر گیا سو اسکی ذمیہ زوجہ نے کہا کہ میں اسلام قبول کر چکی ہوں قبل موت زوج کے تو میں اسکی وارث ہوں اور میت کے وارثوں نے کہا کہ بعد اسکی موت کے تو مسلمان ہوئی ہے تو وارثوں کا قول معتبر ہے اسواسطے کہ نئی چیز اپنے اقرب اوقات کیطرف منسوب ہوتی ہے یعنی ما بعد موت اقرب ہے ما قبل موت سے لہذا اسلام عادت ما بعد موت کیطرف منسوب ہوگا اور اگر عورت کا قول معتبر ہوتا تو تحکیم حال عورت کے استحقاق ارث کی موجب ہوتی ہم طحطاوی نے کہا ظاہر تمثیل سیر دلالت کرتا ہے کہ یہ مثال ہے استحقاق ارث کی بسبب تحکیم حال کے درحالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ یہ مسئلہ طاعونہ اصل متن تھا تو مسئلہ ذمی کے بعد مسئلہ مسلم تھا اور دونوں میں وجہ شبہ اعتبار قول ورثہ تھی مسئلہ طاعونہ کے درمیان میں آنے سے یہ خلل پیدا ہو گیا تو اگر شارح متن کو بلا زیادت مسئلہ طاعونہ باقی رکھتا تو بہتر ہوتا انتہی تصرف فرع مسئلہ لحقہ شارح کا وقع الخلاف فی کفر المیت و اسلامه فالقول المدعی لاسلامه بحر واقع ہوا اختلاف میت کے کفر اور اسلام میں تو مدعی اسلام کا قول معتبر ہے کذا فی البحر مصورت اسکی یہ ہے کہ ایک شخص مر گیا اور اسکے والدین ذمی ہیں اور بیٹا مسلم والدین نے کہا کہ میت کافر تھا اور بیٹے نے کہا کہ مسلمان ہو کر مر گیا تو میراث بیٹے کو ملیگی نہ والدین کو قال المودع بالفتح هذا ابن مودعی بالکسر المیت لا وارث له غیره رفعا الیه وجوبا بقوله هذا ابن داعنے کہا مودع بالفتح نے بعنی جسکے پاس غیر کی ودیعت ہے آسنے کہا کہ یہ شخص میرے مودع بالکسر یعنی جس میت نے میرے پاس ودیعت رکھوائی ہے آسکا بیٹا ہے کوئی آسکا وارث نہیں سوائے اسکے تو واجب ہے کہ ودیعت اس شخص کو تفویض فرمائے اسکو اسکے قول امین مسلم دینی واجب ہے کہ یہ شخص میرے صاحب دین کا بیٹا ہے یعنی بعد موت دائن قبیل یا وارث لانه لو اقر انه وصیه او وکیله او للمشتری منه لم یقبل فتعین المصنف نے وارث کی قید لگائی اسواسطے کہ امانت دار یہ اقرار کرے کہ وہ شخص میت مذکور کا وصی یا وکیل ہے یا مشتری

ہو میت سے تو اسکو دیوے نہ دے خان اقر ثانیا بابن آخر لم یدفع الیہ شیئا وان اقر اولا للاول ثم اقر ثانیا علی الغیر بہ لا یدفع الیہ ایضا اقر ثانیا علی الغیر پھر اگر ایا نت دار دوسری بار میت کو اور دے بیٹھے گا اقرار کرے تو اسکا اقرار مفید نہ ہوگا جبکہ پہلا شیٔ اسکی تکذیب کرے کیونکہ یہ اقرار ہو غیر کی ملک میں اور اقرار علی الغیر حجت نہیں اسواسطے کہ اقرار اول صحیح ہو چکا اگر اسکا کوئی مکذب نہیں بجز اقرار ثانی اور اگر ولد اول اقرار ثانی کی تصدیق کرے تو وہ بھی وارث ہوگا میت کا وتضمن للثانی حصۃ ابن اقر للاول وہ اقرار ثانی کی تکذیب بلدیلۃ او برجوعہ للاول بقضاء او بلیۃ او دیوے حصہ کے امانت دار ثانی کو تقدیر اسکے حصے کے امانت دار ثانی کو دے اگر ولد اول کو دو لیت دیچکا ہو بدون حکم قاضی کذا فی الزیلعی ہم تو ان نعمان بھی صواب ہے چنانچہ فتح القدیر میں ہے اور مقابل اسکے غایۃ البیان کا قول ہے عدم ضمان کا کذا فی الظہیریہ ترکہ قسمت بین الورثۃ او الغرماء بشہود لم یعلموا بدین علیہ ثم حضر غریم وادعی دینا لہ علی المیت وبرہن علیہ قضی بہ ولا ضمان علی القاسم ولا علی الورثۃ اذا لم یعلموا بالدین وقت القسمۃ کذا فی الخانیۃ ترکہ میت کو تقسیم کیا ورثاء یا غرماء نے بشہود لم یعلموا بدین علیہ ثم حضر غریم وادعی دینا لہ علی المیت وبرہن علیہ قضی بہ ولا ضمان علی القاسم ولا علی الورثۃ اذا لم یعلموا بالدین وقت القسمۃ کذا فی الخانیۃ ترکہ میت کو تقسیم کیا ورثاء یا غرماء نے بشہود لم یعلموا بدین علیہ ثم حضر غریم وادعی دینا لہ علی المیت وبرہن علیہ قضی بہ ولا ضمان علی القاسم ولا علی الورثۃ اذا لم یعلموا بالدین وقت القسمۃ کذا فی الخانیۃ ترکہ میت کو تقسیم کیا ورثاء یا غرماء نے بشہود لم یعلموا بدین علیہ ثم حضر غریم وادعی دینا لہ علی المیت وبرہن علیہ قضی بہ ولا ضمان علی القاسم ولا علی الورثۃ اذا لم یعلموا بالدین وقت القسمۃ کذا فی الخانیۃ ترکہ میت کو تقسیم کیا ورثاء یا غرماء نے بشہود لم یعلموا بدین علیہ ثم حضر غریم وادعی دینا لہ علی المیت وبرہن علیہ قضی بہ ولا ضمان علی القاسم ولا علی الورثۃ اذا لم یعلموا بالدین وقت القسمۃ کذا فی الخانیۃ ترکہ میت کو تقسیم کیا ورثاء یا غرماء نے بشہود لم یعلموا بدین علیہ ثم حضر غریم وادعی دینا لہ علی المیت وبرہن علیہ قضی بہ ولا ضمان علی القاسم ولا علی الورثۃ اذا لم یعلموا بالدین وقت القسمۃ کذا فی الخانیۃ

وکاخیہ الغائب ارتاد برہن علیہ علی ما ادعاہ اخذ المدعی نصف المدعی منہ وترک باقیہ عند ذی الید بلا کفیل بحد ولو الیدین جحدوا ہ اولا وبحد خلافا لہما وقولہما استحسان بیان یقام ایک شخص نے دوسرے پر ایک گھر کا دعوی کیا اپنے واسطے اور اپنے غائب بھائی کیواسطے بطریق تارث اور گواہ لایا اپنے دعوی پر تو مدعی نصف گھر لے لیوے بطور شائع اور چھوڑے باقی کو قابض کے پاس بدون ضامن لینے کے جو اہ قابض نے دعوی مدعی کا انکار کیا ہو یا انکار نہ کیا ہو بخلاف صاحبین کے یعنی انکے نزدیک بصورت انکار دعوی باقی کو اسکے پاس رکھے اور صاحبین کا قول استحسان ہے کذا فی النہایۃ ہم امام کی دلیل یہ ہے کہ حاضر خصم نہیں غائب کیطرف سے استیفاء وارث ہیں اور قاضی کو تعرض جائز نہیں بدون خصم کے صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ جب اس نے دعوی ارث کا انکار کیا تو اسکی خیانت ثابت ہوئی تو اب اسکے پاس رکھنا مضرت سے خالی نہیں ولا تعاد البینۃ ولا القضاء اذا حضر الغائب لانہ لا تنصاب حق الورثۃ حتی تقطع منہ بدون حکم کے اور گواہی کا اعادہ نہ ہوگا اور نہ قضا کا جبکہ مدعی کا غائب بھائی سفر سے آوے قول اصح میں بسبب قائم رہجانے ایک ارث کے مفہوم ہوا کہ میت کیطرف سے دیون تک کہ ادا کیے جاوینگے متروکہ سے میت کے دیون انما یکون خصما یشترط بتسمیۃ مبسوطۃ فی البحر پھر معلوم کیجیے کہ وارث حاضر خصم ہوتا ہے باقی وارثوں کیطرف سے اسمیں جو میت پر دعوی کیا جاوے تو شرطوں سے جو شرح مذکور میں بحر الرائق میں م سید حموی نے کہا کہ بہتر یہ تعلقہ شرح مشرط ملتقی کہتا ایک شرط یہ کہ عین باقی ہو وارث کے ہاتھ میں ہو دوسرے یہ کہ اسمیں قسمت نہ ہوئی ہو تیسرے یہ کہ وارث غائب اسکی تصدیق کرے کہ عین مذکور میراث ہے میت سے انتہی اسواسطے کہ جمیع امور جو بحر الرائق میں مذکور ہیں وہ شروط نہیں بلکہ بعضے شروط ہیں اور بعضے احکام اور وہ ہمگی اٹھ ہیں

ایک نسخہ میں ہے تقسیم کیا ورثاء نے ترکہ کو اسکے دیون تک

ترکہ میت کو تقسیم کیا ورثاء یا غرماء نے

نہ تو کذا فی الطحطاوی مختصرا والحق الفرق بین الدین والعین اور حق یہ ہے کہ دین اور عین میں فرق ہے ھ یعنی احد الورثہ خصم نہیں باقی وارثوں کی طرف سے اُس عین کے دعوے میں جو میت پر ہے مگر جبکہ عین اُسکے ہاتھ میں ہو اور اگر میت پر دین کا دعوی ہو تو احد الورثہ خصم ہوگا باقی وارثوں کی جانب سے اگرچہ اُسکے ہاتھ میں عین ترکہ نہ ہو اسواسطے کہ دائن کا حق جمیع ترکہ میں شائع ہے بخلاف عین مدعا بہا ودیعہ اور نہایہ اور عنایہ کا ظاہر یہ ہے کہ دعوی دین میں بھی عین ترکہ کا ہاتھ میں ہونا ضرور ہے بحر الرائق میں کہا کہ جو فتح القدیر میں ہے یعنی فرق مذکور وہی حق ہے باقی سہو ہے اور یہ اُس صورت میں ہے جبکہ وارث مدعا علیہ ہو چنانچہ مذکور ہو چکا اور اگر وارث میراث عین کا مدعی ہو قابض پر تو اگر اپنا دعوی ثابت کرے تو اُسکے اور باقی وارثوں کے واسطے ارث کا حکم ہوگا اگر اپنے اور اُنکے واسطے ارث کا دعوی کیا ہو اور اگر دعوی ثابت نہ کر سکا ہو اور مدعا علیہ نے اُسکا دفع کر دیا ہو اسطرح پر کہ میں نے اُسکو تیرے مورث سے خرید کیا ہے اور خرید کو ثابت کر چکا ہو تو دعوی ارث کا حاضر اور غائب کے حق میں منتفع ہوگا کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود ومثلہ اومثل العقار المنقول فیما ذکرنی کما صحح درر اور مانند اسکے یعنی غیر منقول کے مانند منقول بھی ہے اگر مذکور میں بقول اصح کذا فی الدر ھ یعنی اگر مال منقول میں دعوی ارث مدعی ثابت کرے تو وہ اپنا حصہ لے اور غائب کا حصہ ذی الید کے پاس چھوڑے لکن اعتمد فی الملتقی انہ یؤخذ منہ تفاقا ومثلہ فی البحر لیکن ملتقی الابحر میں اس قول پر اعتماد کیا ہے کہ منقول لے لیا جاوے ذی الید سے باتفاق امام اور صاحبین کے اور اسکے مانند بحر الرائق میں ہے ھ اسواسطے کہ منقول میں حفاظت کی حاجت ہے اور اُس سے لے لینے میں زیادہ تر حفاظت ہے اور زمین تو خود محفوظ ہے قال واجمعوا انہ لا یؤخذ لو مقرا صاحب بحر نے کہا اور امام اور صاحبین نے اجماع کیا ہے اسپر کہ غائب کا حصہ نہ لیا جاوے یعنی منقول میں اگر ذی الید مقر ہو ھ طحطاوی نے کہا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ غیر منقول میں اجماع نہیں حالانکہ ایسا نہیں کیونکہ درر عقار اور منقول کا ایک ہی حکم کہا او ھلک وترک مالہ یقر ذلک علی کل شئ لانہا اخذ المیراث ایک شخص نے وصیت کی اپنے ثلث مال کی دوسرے کیواسطے تو یہ وصیت ہر چیز پر واقع ہوگی یعنی جمیع ماملک پر اسواسطے کہ وصیت میراث کی مانند ہے یعنی جنس میراث ہو تو جیسے میراث ہر چیز میں جاری ہو ویسے ہی وصیت بھی ولو قال مالی او ما املکہ لفلان صدقۃ فھو علی ما یملک یوم اوصی استحسانا اور اگر کہا کہ میرا مال یا جس چیز کا میں مالک ہوں وہ صدقہ ہے تو وہ مال کو قوۃ کی جنس سے واقع ہوگا بطریق استحسان کے ھ وجہ استحسان یہ ہے کہ ایجاب وعد معتبر ہے حق تعالی کے ایجاب سے یعنی جس چیز میں حق تعالی نے صدقہ واجب کیا ہے اُسمیں ایجاب عبد بھی واقع ہوگا مال زکوۃ میں سوائم اور نقدین اور اسباب تجارت داخل ہے خواہ نقد نصاب ہو یا نہو خواہ اشیاء مذکورہ مستغرق بدین ہوں یا نہوں اسواسطے کہ جس چیز میں کہ وہ واجب ہوئی ہے اُسکی عین معتبر ہے قطع نظر اُسکی مقدار اور شروط سے کذا فی الطحطاوی وان لم یجد بعینہ امسک منہ قدر قیمتہ فاذا ملک فعلیہ ان یتصدق بقدرہ اور اگر شخص مذکور نہ پاوے سوائے مال زکوۃ کے یعنی اُسکے پاس سوائے سوائم اور نقدین اور اسباب تجارت کے اور مال نہو تو اُسمیں سے بقدر اپنی قوت کے رکھ لے اور باقی خیرات کرے پھر سوائے اُسکے جبکہ مالک ہو تو بقدر اُسکے تصدق کرے ھ علماء متاخرین نے مقدار قوت کی یوں ٹھہرائی ہے کہ پیشہ ور اپنی ذات اور عیال کیواسطے ایک دن کا قوت رکھ لے اور صاحب غلہ یعنی جسکو مکان وغیرہ کا کرایہ حاصل ہوتا ہو وہ ایک مہینے کا قوت رکھ لے اور آراضی کا مالک ایک سال کا قوت اور سود اگر ہو تو ہمارے نزدیک اُسکو کفایت کرے یہاں تک کہ اُسکو نیا مال حاصل ہو کذا فی الطحطاوی فی الحوقال ان فعلت کذا فما املکہ صدقۃ فحلفہ ان یتصدق ما یملکہ من رجل یثوب فی مندیل ویقبضہ ولم یرہ ثم یفعل ذلک ثم رده بخیار الرؤیۃ فانہ یلزمہ شئ بحر الرائق میں ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ اگر میں ایسا کروں یعنی مثلا اگر زید سے کلام کروں تو جسکا میں مالک ہوں وہ صدقہ ہو تو اُسکا حیلہ یہ ہے کہ اپنی ملک کو ایک مرد کے ہاتھ بیچ کرے بعوض اس کپڑے کے جو رومال میں لپٹا ہوا ہو اور اُسپر قبضہ کرے بدون اُسکے دیکھنے کے پھر وہ فعل کرے یعنی زید سے کلام کرے پھر اُس کپڑے کو بسبب خیار رویت کے پھیر دے تو اُسپر کچھ صدقہ لازم نہ آویگا ھ اسواسطے صدقہ لازم نہوگا کہ وقت حنث یعنی مثلا کلام زید کیوقت کوئی چیز اُسکی ملک میں نہ تھی بسبب بیچ ڈالنے کے اسواسطے کہ ملک کا اعتبار حنث کیوقت ہے نہ حلف کیوقت ولو قال الف درھم من مالی صدقۃ ان فعلت کذا فعلیہ ذھو علیک اقل لزمہ بقدر ما یملک

وَلَوْ يَكُنْ لَهُ شَيْءٌ كَمَا يَجِبُ بِتَبَعٍ اور اگر ہو لاکھ ہزار درم میرے مال سے صدقہ میں اگر میں اسپر کروں فضل کیا اور حالانکہ وہ ہزار سے کمتر کا مالک ہو تو اسپر واجب صدقہ لازم ہوگا جتنے کا وہ مالک ہو اور اگر اسکی مملوک کوئی چیز نہیں تو کچھ واجب نہیں وَصَحَّ تَوْكِيلُ وَصِيٍّ بِقَضَاءِ دَيْنٍ عَلَى الْمَيِّتِ وَبِقَبْضِ دَيْنٍ لَهُ اور صحیح ہے وصیت کرنا موصی کا بدون علم وصی کے تو صحیح ہے تصرف وصی کا ہم یعنی اگر ایک شخص نے دوسرے کو اپنے طفل صغیر یا متروکہ پر وصی کیا اور وصی کو معلوم نہیں ہے پھر وصی نے کوئی تصرف کیا مثلاً کوئی چیز اسکی بیچ ڈالی تو صحیح ہے وَكَذَا تَوْكِيلُ الْوَصِيِّ بِلَا عِلْمٍ وَكِيلٌ بِلَا عِلْمٍ نہیں صحیح ہے وکیل مقرر کرنا بدون علم وکیل کے یعنی اسکا تصرف بھی بدون علم کے صحیح نہیں وَالْفَرْقُ اَنَّ تَصَرُّفَ الْوَصِيِّ خِلَافَةٌ وَالْوَكِيلُ نِيَابَةٌ ایضاً اور تو کیل میں فرق یہ ہے کہ تصرف وصی کا بطور خلافت ہے اور تصرف وکیل کا بطور نیابت ہو ہم جب تصرف وصی کا بطریق خلافت کے ہوا تو علم ضرور نہوا جیسے تصرف وارث بطریق ملک اور ولایت کے ہو تو اگر دادا پوتے کا مال بعد موت ابن بلا علم موت ابن بیچ ڈالے تو جائز ہو اور وکیل کا تصرف بطریق نیابت ہو نہ بطریق خلافت کیونکہ موکل کا تصرف ہنوز باقی ہے تو بیان علم ضرور ہو تو اگر ایک شخص نے ہزار درم امانت رکھے ایک مرد کے پاس پھر مالک نے کہا کہ میں نے مثلاً زید کو اسکے قبض کا امر کیا اور زید کو اپنے مامور بالقبض ہونے کا علم نہیں پھر زید نے وہ راہم مذکورہ قبض کیا اور وہ تلف ہو گئے تو مالک کو اختیار ہے چاہے امانت دار سے تاوان لے چاہے زید سے اور اگر امانت دار کو علم تو کیل ہو اور وہ مامور بالقبض کو قبضہ کرا دے اور پھر تلف ہو تو کسی پر تاوان نہیں کذا فی الطحطاوی وَلَوْ عَلِمَ الْوَكِيلُ بِالتَّوْكِيلِ وَلَوْ صَبِيًّا مُمَيِّزًا وَفَاسِقًا صَحَّ تَصَرُّفُهُمَا سو اگر وکیل کو وکیل کرنے کا علم حاصل ہوا گرچہ صغیر ممیز یا فاسق سے معلوم ہوا جواب اسکا تصرف صحیح ہے كَمَا يَثْبُتُ عَزْلُهُ بِإِخْبَارِ عَدْلٍ اَوْ فَاسِقٍ اِنْ صَدَّقَهُ عَلَانِيَةً اَوْ مُسْتُورَيْنِ اَوْ فَاسِقَيْنِ جیسے اور ثابت نہیں ہوتی وکیل کی معزولی مگر ایک شخص عادل کے خبر دینے سے یا فاسق کے اخبار سے بشرطیکہ وکیل فاسق کی تصدیق کرے خبر میں کذا فی العنایۃ یا معزولی ثابت ہوتی ہے دو شخص مستور العدالت سے یا دو فاسقوں کی خبر سے قول اصح میں کَاَخْبَارِ السَّيِّدِ بِجِنَايَةِ عَبْدِهِ فَلَوْ بَاعَهُ كَانَ مُخْتَارًا لِلْفِدَاءِ مانند خبر دادن ہونے مولی کے اپنے غلام کی جنایت سے تو اگر بیچا خبار عادل یا مستورین یا فاسقین خیانت عبد کی مولی کو خبر ہوئی پھر اسنے اسکو بیچا لا ہو وہ فدیہ کا اختیار کرنیوالا ہو یعنی اسکو فدیہ خیانت دینا پڑیگا وَالشَّفِيعِ بِالْبَيْعِ اور جیسے شفیع کو بیع کی خبر پہنچنا یعنی اگر اخبار عادل یا مستورین یا فاسق شفیع کو بیع کی خبر پہنچی اور وہ ساکت رہا تو حق شفعہ باطل ہو گیا وَالْبِكْرِ بِالنِّكَاحِ اور جیسے بکر کو نکاح کی خبر پہنچنا یعنی سکوت بکر رضا نہیں مگر جبکہ اسکو عادل یا مستورین یا فاسقین نکاح ولی کی خبر دیں اور اگر مستورین یا فاسق نے خبر دی نکاح ولی اور وہ ساکت رہی تو یہ سکوت رضا نہیں وَفِي حَقِّ الْمُسْلِمِ الْكَافِرُ بِهَا حَرْبِيًّا بِالشَّرَائِعِ اور جیسے اس مسلمان کو جسنے دار الاسلام کیطرف ہجرت نہیں کی احکام شرعیہ کی خبر پہنچنا یعنی ایک مستور یا فاسق کی خبر سے اسپر عمل احکام شرعی کا لازم نہیں آتا اگر عادل یا دو مستور خبر دیں تو عمل لازم ہے یہاں تک کہ اگر فرائض ترک کریگا تو قضا اسپر لازم ہوگی حموی نے معتاح سے نقل کی کہ قول اصح یہ ہے کہ ایک ثقہ طبق کی خبر اسمیں کافی ہے وَكَذَا الْإِخْبَارُ بِعَيْبِ لُؤْلُؤٍ شِرَاءٍ وَحَجْرِ مَأْذُونٍ وَفَسْخِ شَرِكَةٍ وَعَزْلِ قَاضٍ وَمُتَوَلِّي وَقْفٍ فَفِي الْعَيْبِ يُشْتَرَطُ فِيهَا اَحَدُ شَطْرَيِ الشَّهَادَةِ كَمَا لَفْظًا اور اسیطرح عیب موتی کی خبر دینا خرید کے ارادہ کرنے والے کو اور منع تصرف کی خبر عبد ماذون کو اور فسخ شرکت کی خبر احد اشخاص کو اور قاضی و متولی وقف کو معزولی کی خبر دینا دس چیزیں ہیں جنمیں شہادت کے دو خبرون سے ایک خبر شرط ہو نہ لفظ شہادت ہم شہادت کے دو خبر ہیں یا یہ کہ ایک عدل بھی دو شاہد ہو یا دو سرا عدالت تو امور عشرہ مذکورہ کی اخبار میں ایک خبر شرط ہو یا عدد بلا شرط عدالت یا عدالت بلا شرط عدد عزل قاضی و متولی وقف بحث ہے وَفِي الْعَزْلِ مذہب کے نص مذہب کذا فی الطحطاوی وَيُشْتَرَطُ سَائِرُ الشُّرُوطِ فِي الشَّاهِدِ اور خبر عزل میں باقی شروط مشاہد کی شرط ہیں یعنی آزاد اور بالغ ہونا اور یہ کہ اندھا نہ ہو اور عدد فی القذف نہو نامع عدد یا عدالت خلاصہ یہ کہ خبر میں وہ شرط ہیں جو شاہد میں شرط ہیں بجز لفظ شہادت و حضور مجلس قضا اور یہ سب مذکور امام کا مذہب ہے اور صاحبین کے نزدیک فقط خبر میں شرط ہے کذا فی الطحطاوی وَتَبْدَأُ فِي الْجَوَابِ بِالْحَمْدِ لِلَّهِ وَالصَّلَاةِ عَلَى رَسُولِهِ اِذَا لَمْ يَقْصِدْ بِهِمَا اِذَا لَمْ يَقْصِدْ بِهِمَا وَيَكُونُ الْمُخْبِرُ غَيْرَ الْمُرْسِلِ وَرَسُولُهُ فَاِنَّهُ يَعْمَلُ بِخَبَرِهِ مُطْلَقًا اَمَّا سَيَجِيءُ فِي بَابِ الْهِجَاءِ وَقَيَّدَ لِكَوْنِهِ بِالْوَاقِعِ بِمَوْتِ الْمَوْلَى كی اور اسکی کیونکہ خبر کی تصدیق مولی کی اور اسکی کہ ایک خبر مخبر مرسل ہوا اور موکل کا پیام رسان نہو اسواسطے کہ پیام رسان کی خبر پر مطلقاً عمل ہے چنانچہ عزل وکیل کے باب میں آئیگا ہم یعنی عزل قصدی میں عدد یا عدالت شرط ہو اور عزل حکمی میں تو قبل علم

معزول کے معزول ہو جانا ہو عزل حکمی یہ کہ مول مر جاوے یا اسکو جنون مطبق ہو جاوے غیر مرسل خلط ہو یا کہ سواب غیر خصم ہو چنانچہ بحر الرائق میں ہے یعنی اگر خصم غیر ہے قاضی عدو یا عدالت غیر شرط ہو اور اگر مشتری کو فوت مشتری بیع کی خبر دے تو بالاجماع طالب ہو گا اگر خبر دینگا تو حق ساقط ہو گا پیام رسان کی خبر پر مطلقاً عمل لازم ہو خواہ وہ فاسق ہو یا صغیر یا اسکی تکذیب کرے کذا فی الطحطاوی بکام قاضی وامینہ وان لم یقل جعلتک امینا فی سعہ علی التصحیح و لبجیۃ عبد الدین للغرماء واخذ المال فضاع عندہ عند القاضی واستحق العبد او ضاع قبل تسلیمہ لم یضمن لانہ امین القاضی کالقاضی کالامام وکلہم لا یضمن بل ولا یحلف بخلاف نائب القاطر قاضی یا اسکے امین نے اگرچہ قاضی نے یہ نہ کہا ہو کہ میں نے تجکو امین مقرر کیا اسکی بیع میں بقول صحیح کذا فی الولوالجیہ غلام کو بیچا دین والوں کے لواے دین کیواسطے اور مال لیا سو اسکا ثمن ضائع ہو گیا قاضی کے پاس اور غلام ملک غیر نکلا یا غلام ملاک ہو گیا قبل اسکی تسلیم کے تو قاضی اور امین پر ضمان نہیں سواسطے کہ قاضی کا امین قاضی کے منائم ہی اور قاضی سلطان کے مانند ہی اور ہر ایک امین ہیں نہ ضامن بلکہ ان سے تاوان نہیں لیجاتی بخلاف نائب قاطر کے کہ اسکا قول بدون قسم کے تعزیر نہیں ہے قاضی اور سلطان پر اسواسطے تاوان نہیں کہ اگر انپر تاوان ہو تو اس امانت کے قبول کرنے سے وہ بڑا بڑا عالم کل مصالح معطل ہو جاوے کذا فی العینی وقد رجع المشتری علی الغرماء لتعذر الرجوع علی القاضی والمشتری انما ضمن دین الوں سے پھیرنے سبب متعذر ہونے رجوع کے عاقلہ پر یعنی قاضی یا امین پر ہم اور قاعدہ یہ ہی کہ جب تعلق حقوق کا عاقد سے متعذر ہو تو اس شخص سے تعلق ہو گا جو اقرب الناس الی العقد ہو اور عقد کیطرف اقرب اس کو ہو ہی جسکو عقد سے فائدہ حاصل ہو سو بیان اصحاب یمین میں جسکے واسطے بیع واقع ہوئی کیا تو یمین میں ہے کہ قاضی بیع کا حکم نہیں دیتا جب تک صاحب حق طلب نہ کرے کذا فی المحوی تصرف ولو باعہ الوصی لدیون ای کاجل الغرماء باصرار القاضی وبلا امرہ فاستحق العبد او مات قبل القبض للعبد من الوصی وضاع الثمن رجع المشتری علی الوصی لانہ وان نصبہ القاضی عاقد نیابۃ عن المیت فترجع الحقوق الیہ وہو الراجح علی الغرماء لانہ عامل لہم اور اگر غلام کو وصی نے دین والوں کو سطے بیچا قاضی کے حکم سے یا بدون اسکے حکم کے پھر غلام مستحق غیر نکلا یا مر گیا قبل قبضہ کروا دینے غلام کے وصی کیواسطے اور ثمن ضائع ہو گیا تو مشتری وصی سے ثمن پھیرلے اسواسطے کہ وصی کو اگرچہ قاضی نے عاقد قائم کیا میت کا نائب بنا کر حقوق عبد وصی ہی کیطرف راجع ہونگے اور وصی دین والوں پر رجوع کریگا کیونکہ وہ عامل ہی انہیں کی منفعت کیواسطے کام کرے اور اس کام کے سبب سے اسپر ضمان لازم آوے تو وہ تاوان اس سے پھیرنے جسکے واسطے کام کرنا مقا طحطاوی نے کہا ہے یعنی شارح ترجیح کہتا بجاے قرجح کے ولو ظہر بعد الدین مال رجع الغرماء بہ لا الوصی اور اگر بعد اسکے میت کا مال ظاہر ہو دین والا اپنا دین اس مال میں سے پھیرلے یہی قول صحیح ہی اخرج القاضی الثلث للفقراء ولم یعطہم ایاہ حتی کان الباقی من مال الورثۃ لا یفی بدیونہم فللغرماء ان یتتبعوا الفقراء ویاخذوا منہم ما اخذوا من مال الورثۃ لانہ تبین ان القاضی قضی بما لیس لہ ولو قسم الورثۃ ما ترکہ المیت فیما بینہم ثم ظہر دین مستغرق لہ فللغرماء ان یتتبعوا کل واحد منہم فیاخذوا منہ ما اخذ من مال صاحبہ کذا فی الخانیۃ وقد مر ان الغرماء یرجعون علی الفقراء ان شاؤا وعلی الورثۃ ان شاؤا وان رجعوا علی الورثۃ لا یرجعون علی الفقراء وان رجعوا علی الفقراء لا یرجعون علی الورثۃ کذا فی الظہیریۃ وہذا ہو الصحیح کذا فی الکافی وقد مر تمام الکلام فیہ فی الحجر ولو اخذ الغرماء من الورثۃ ثم ظہر دین مستغرق آخر فللغرماء الاولین ان یاخذوا ما اخذ الغرماء الآخرون من الورثۃ کذا فی الظہیریۃ ولو اخذ الغرماء من الورثۃ ثم ظہر دین مستغرق آخر فللغرماء الاولین ان یاخذوا ما اخذ الغرماء الآخرون من الورثۃ کذا فی الظہیریۃ ولو اخذ الغرماء من الورثۃ ثم ظہر دین مستغرق آخر فللغرماء الاولین ان یاخذوا ما اخذ الغرماء الآخرون من الورثۃ کذا فی الظہیریۃ

ہو جاوے یا اسکو جنون مطبق ہو جاوے غیر مرسل خلط ہو یا کہ سواب غیر خصم ہو چنانچہ بحر الرائق میں ہے یعنی اگر خصم غیر ہے قاضی عدو یا عدالت غیر شرط ہو اور اگر مشتری کو فوت مشتری بیع کی خبر دے تو بالاجماع طالب ہو گا اگر خبر دینگا تو حق ساقط ہو گا پیام رسان کی خبر پر مطلقاً عمل لازم ہو خواہ وہ فاسق ہو یا صغیر یا اسکی تکذیب کرے کذا فی الطحطاوی بکام قاضی وامینہ وان لم یقل جعلتک امینا فی سعہ علی التصحیح و لبجیۃ عبد الدین للغرماء واخذ المال فضاع عندہ عند القاضی واستحق العبد او ضاع قبل تسلیمہ لم یضمن لانہ امین القاضی کالقاضی کالامام وکلہم لا یضمن بل ولا یحلف بخلاف نائب القاطر قاضی یا اسکے امین نے اگرچہ قاضی نے یہ نہ کہا ہو کہ میں نے تجکو امین مقرر کیا اسکی بیع میں بقول صحیح کذا فی الولوالجیہ غلام کو بیچا دین والوں کے لواے دین کیواسطے اور مال لیا سو اسکا ثمن ضائع ہو گیا قاضی کے پاس اور غلام ملک غیر نکلا یا غلام ملاک ہو گیا قبل اسکی تسلیم کے تو قاضی اور امین پر ضمان نہیں سواسطے کہ قاضی کا امین قاضی کے منائم ہی اور قاضی سلطان کے مانند ہی اور ہر ایک امین ہیں نہ ضامن بلکہ ان سے تاوان نہیں لیجاتی بخلاف نائب قاطر کے کہ اسکا قول بدون قسم کے تعزیر نہیں ہے قاضی اور سلطان پر اسواسطے تاوان نہیں کہ اگر انپر تاوان ہو تو اس امانت کے قبول کرنے سے وہ بڑا بڑا عالم کل مصالح معطل ہو جاوے کذا فی العینی وقد رجع المشتری علی الغرماء لتعذر الرجوع علی القاضی والمشتری انما ضمن دین الوں سے پھیرنے سبب متعذر ہونے رجوع کے عاقلہ پر یعنی قاضی یا امین پر ہم اور قاعدہ یہ ہی کہ جب تعلق حقوق کا عاقد سے متعذر ہو تو اس شخص سے تعلق ہو گا جو اقرب الناس الی العقد ہو اور عقد کیطرف اقرب اس کو ہو ہی جسکو عقد سے فائدہ حاصل ہو سو بیان اصحاب یمین میں جسکے واسطے بیع واقع ہوئی کیا تو یمین میں ہے کہ قاضی بیع کا حکم نہیں دیتا جب تک صاحب حق طلب نہ کرے کذا فی المحوی تصرف ولو باعہ الوصی لدیون ای کاجل الغرماء باصرار القاضی وبلا امرہ فاستحق العبد او مات قبل القبض للعبد من الوصی وضاع الثمن رجع المشتری علی الوصی لانہ وان نصبہ القاضی عاقد نیابۃ عن المیت فترجع الحقوق الیہ وہو الراجح علی الغرماء لانہ عامل لہم اور اگر غلام کو وصی نے دین والوں کو سطے بیچا قاضی کے حکم سے یا بدون اسکے حکم کے پھر غلام مستحق غیر نکلا یا مر گیا قبل قبضہ کروا دینے غلام کے وصی کیواسطے اور ثمن ضائع ہو گیا تو مشتری وصی سے ثمن پھیرلے اسواسطے کہ وصی کو اگرچہ قاضی نے عاقد قائم کیا میت کا نائب بنا کر حقوق عبد وصی ہی کیطرف راجع ہونگے اور وصی دین والوں پر رجوع کریگا کیونکہ وہ عامل ہی انہیں کی منفعت کیواسطے کام کرے اور اس کام کے سبب سے اسپر ضمان لازم آوے تو وہ تاوان اس سے پھیرنے جسکے واسطے کام کرنا مقا طحطاوی نے کہا ہے یعنی شارح ترجیح کہتا بجاے قرجح کے ولو ظہر بعد الدین مال رجع الغرماء بہ لا الوصی اور اگر بعد اسکے میت کا مال ظاہر ہو دین والا اپنا دین اس مال میں سے پھیرلے یہی قول صحیح ہی اخرج القاضی الثلث للفقراء ولم یعطہم ایاہ حتی کان الباقی من مال الورثۃ لا یفی بدیونہم فللغرماء ان یتتبعوا الفقراء ویاخذوا منہم ما اخذوا من مال الورثۃ لانہ تبین ان القاضی قضی بما لیس لہ ولو قسم الورثۃ ما ترکہ المیت فیما بینہم ثم ظہر دین مستغرق لہ فللغرماء ان یتتبعوا کل واحد منہم فیاخذوا منہ ما اخذ من مال صاحبہ کذا فی الخانیۃ وقد مر ان الغرماء یرجعون علی الفقراء ان شاؤا وعلی الورثۃ ان شاؤا وان رجعوا علی الورثۃ لا یرجعون علی الفقراء وان رجعوا علی الفقراء لا یرجعون علی الورثۃ کذا فی الظہیریۃ وہذا ہو الصحیح کذا فی الکافی وقد مر تمام الکلام فیہ فی الحجر ولو اخذ الغرماء من الورثۃ ثم ظہر دین مستغرق آخر فللغرماء الاولین ان یاخذوا ما اخذ الغرماء الآخرون من الورثۃ کذا فی الظہیریۃ ولو اخذ الغرماء من الورثۃ ثم ظہر دین مستغرق آخر فللغرماء الاولین ان یاخذوا ما اخذ الغرماء الآخرون من الورثۃ کذا فی الظہیریۃ ولو اخذ الغرماء من الورثۃ ثم ظہر دین مستغرق آخر فللغرماء الاولین ان یاخذوا ما اخذ الغرماء الآخرون من الورثۃ کذا فی الظہیریۃ

ہدایہ فی کتاب القاضی الی المضروذۃ یہ مگر قاضی کے خط میں اُسکے موافق عمل کرنا بلا معائنہ حجت جائز ہے بسبب ضرورت کے یعنی بضرورت احیاء حقوق اور اسواسطے کہ خیانت اُمین کم واقع ہوتی ہے کذا فی الطحطاوی وقیل یقبل لو عدلا عالما اور بعضوں نے کہا رجم یا قطع ید یا فرید کا قول مقبول ہے اگر قاضی عادل اور عالم ہو ھ یہ قول ہوا بو منصور کا اسواسطے کہ عدم اعتماد بعلت فساد اور غلط کے ہے اور یہ امر عالم عادل میں منتفی ہے اور ملا جیائی نے ذکر کیا کہ امام کے نزدیک قاضی کے بموجب قول کے عمل کرنا اُس صورت میں ہے جبکہ قاضی عالم عادل ہو اسواسطے کہ قاضی جاہل ظالم لائق قضا کے نہیں اور اُسکا امر بالاتفاق لائق اعتماد کے نہیں تو اور منصور کا قول کشف ہے مذہب امام سے کذا فی الطحطاوی وَاِنْ عَدَّلَا جَاهِلًا اَنِ اسْتَفْسَرَ فَاحْسَنَ تَفْسِيْرَ الشُّرُوْطِ صَدَّقَ دِرَايَةً لَا اور اگر قاضی عادل جاہل ہو اگر اُس سے استفسار کیا جاوے تو بیان شرائط کا خوب کرے تو اُسکی تصدیق ہوگی اور نہیں تو تصدیق نہوگی ھ مثال اُسکی زنا میں یہ ہے کہ قاضی کہے کہ میں نے زنا کے معنے سے استفسار کیا اور زنا کا اور جس عورت سے اُسنے زنا کیا اُسکا سوال معرفت سے کیا تو اُسنے اقرار کیا چنانچہ اُسمیں معروف ہے اور اُسمیں نے سنگسار کی حکم کیا اور حد سرقہ میں کہے کہ میرے نزدیک بحجت ثابت ہوا کہ اُسنے بقدر نصاب مکان محفوظ سے لیا جسمیں کچھ شبہہ نہیں اور قصاص میں کہے کہ اُسنے عمداً بلا شبہہ قتل کیا تو اُسکی تصدیق اور قبول قول واجب ہے کذا فی المنح ولکن لا یقبل قولہ لو کان فاسقا علانیۃ فالقضاۃ رجعۃ اور اسیطرح قاضی کا قول مقبول نہیں اگر قاضی فاسق ہو عالم ہو یا جاہل بسبب تہمت کے تو قاضی چار قسم پر ہے ھ قاضی عالم عادل ہے یا جاہل عادل ہے یا عالم غیر عادل ہے یا جاہل غیر عادل ہے تو قاضی اول کے قول پر قطع ید جائز ہے اور قاضی ثانی اگر سوال سبب میں خوب بیان کرے تو تصدیق اُسکی واجب ہے اور قطع جائز ہے اور ثالث و رابع کا قول مقبول نہیں کذا فی صدر الشریعۃ اِلَّا اَنْ يُّعَايِنَ الْحُجَّةَ اَيْ سَبَبًا شَرْعِيًّا مگر جبکہ حجت یعنی سبب شرعی کا معاینہ کرے تو قاضی جاہل اور فاسق کا قول مقبول ہے ھ اسواسطے کہ یہ معاینہ حجت تہمت باقی نہ رہنے شارح نے حجت کو مأول بسبب اسواسطے کیا تا اقرار کو بھی شامل ہو جاوے صبّ دُهنًا لِسَانِ عِنْدَ الشُّهُوْدِ فَادَّعٰى مَالِكُهُ ضَمَانَهُ فَقَالَ الصَّابُّ كَانَتِ الدُّهْنُ نَجِسَةً وَاَنْكَرَهُ الْمَالِكُ فَالْقَوْلُ لِلصَّابِّ لِاَنَّ الْاَصْلَ بَرَاءَةُ الضَّمَانِ وَالشُّهُوْدُ يَشْهَدُوْنَ عَلٰى عَدَمِ النَّجَاسَةِ ڈھلکا یا کسی دوسری کا تیل گواہوں کے سامنے سو اُسکے مالک نے اُسکے تاوان کا دعوی کیا اور ڈھلکانے والے نے کہا کہ تیل ناپاک تھا اور مالک اُسکا انکار کرتا ہے تو ڈھلکانے والے کا قول معتبر ہے بسبب منکر ہونے ضمان کے اور گواہ گواہی دیتے ہیں ڈھلکانے پر کہ تیل کی عدم نجاست پر ھ ظاہر جواب عدم ضمان مطلق پر دلالت کرتا ہے حالانکہ تیل اگر ناپاک ہے جاوے تو اُسکی تطہیر ممکن ہے اور تیل ناپاک کا جو داغ میں جلایا درست ہے غیر مسجد میں اور اگر اُسکو بیچ دیا ہو تو اُسکا بیچنا درست ہے اور اُسکا مول لینا درست ہے اور اُسکا کھانا درست ہے اور اُسکا کھلانا درست ہے اور

اور زید نے اُسکے ہزار درم لینے اور ہاتھ کاٹنے کا از راہ ظلم کے دعوی کیا اور اقرار کیا کہ دونوں امر یعنی اخذ اور قطع اُس قاضی کی قضا کی حالت میں واقع ہوئی اور اسیطرح قاضی کی تصدیق ہوگی اگر اُسکے فعل مذکور کو گمان کیا قبل تقلید قضا یا بعد معزول ہونے کے قول صحیح میں اسواسطے کہ زید نے قاضی کے فعل کی اُس حالت معینہ یعنی قضا کیطرف نسبت کی جو تا وان کے منافی ہے تو قاضی کی تصدیق ہوگی مگر یہ کہ زید گواہ لاوے اسپر کہ اخذ اور قطع حالت قضا میں نہیں واقع ہوئی تو اب قاضی معطل ہوگا اس فعل میں کنافی صدر الشریعہ ص حالت قضا اسواسطے منافی ضمان ہو کہ ظاہر اُسکا شاہد ہے اسلیئے کہ ظاہر قاضی ظلم کا حکم نہیں کرتا اور قاضی پر ضمان اسواسطے نہیں کہ فعل اُسکا قضا میں باجزا مدعی ثابت ہوا کذا فی الطحطاوی **فرع** مسئلہ مخفہ شارح کا نقل فی الاشباہ عن بعض الشافعیۃ اذا لم یکن للقاضی شیء فی بیت المال فلہ اخذ عشر ما یتولی من اموال الیتامی والاوقاف اشباہ میں نقل کیا کسی شافعی المذہب سے کہ جب قاضی کا بیت المال سے کچھ روزینہ مقرر نہ ہو تو اُسکو دسواں حصہ اموال یتامی اور اوقاف سے جنکا وہ کارپرداز ہے لینا درست ہے ہم صاحب اشباہ نے اس قول کو صاحب انوار سے نقل کیا پھر اسکے انکار میں مبالغہ کیا و فی الخانیۃ للمتولی العشر فی مسئلۃ الطاحونۃ اور خانیہ میں ہے کہ متولی کو دسواں حصہ لینا جائز ہے مسئلہ طاحونہ میں ہم اس محل کا بیان ذکر کرینگے ہم علاوہ بریں یہ قول بحر اور منح بھی نہیں اشباہ میں خانیہ سے یوں منقول ہے کہ ایک شخص نے اراضی اپنے موالی پر وقف کی پھر واقف مرگیا اور قاضی نے وقت ایک متولی کو سپرد کیا اور حاصلات وقف کا دسواں حصہ متولی کیواسطے مقرر کردیا اور وقف میں ایک طاحونہ یعنی ایک پنچکی ہے ایک شخص کے ہاتھ میں بطور مقاطعہ جسمیں متولی کی کچھ حاجت نہیں اور اس پنچکی والے لوگ اسکا غلہ پیسا کرتے ہیں تو متولی کا دسواں حصہ انمیں واجب نہوگا اسواسطے کہ متولی نہیں لیتا مگر بطریق اجرت کے تو مستوجب اجر نہوگا بدون عمل کے انتہی علامہ بیری نے کہا صواب یہ ہے کہ عشر جو متولی کیواسطے اس وقت میں مقرر ہوا تو مراد اُس سے اجرت مثل ہے تو اگر عشر زیادہ ہو اجرت مثل سے تو زائد کو پھیر دے اور تخلیص کرے اور خزانہ اکمل اور بولوالجیہ میں بطریق اجمال یوں ہے کہ متولی کو اجر مثل سے زیادہ لینا جائز نہیں کذا فی الطحطاوی **لکن** فی البزازیۃ کل ما یجب علی القاضی والمفتی لا یحل لھما اخذ الاجر علیہ کانکاح صغیر لانہ واجب وجواب المفتی بالقول وامّا الکتابۃ فیجوز لھما علی قدر کتبھما کما فی الکتاب ۱۲ منہ لا تلزمھما وتمامہ ۱۲ منہ فی شرح الوھبانیۃ میں کہتا ہوں لیکن بزازیہ میں ہے کہ جو فعل قاضی و مفتی پر واجب ہو تو وہ دونوں کو اُسکی مزدوری لینا جائز نہیں جیسے صغیر کا نکاح کردینا اسواسطے کہ وہ قاضی پر واجب ہو اور جیسے مفتی کا زبانی جواب دینا کہ وہ مفتی پر واجب ہو اور تحریر کی اجرت لینا سو قاضی اور مفتی دونوں کو جائز ہے بقدر اُنکی کتابت کیواسطے کہ کتابت قاضی و مفتی پر لازم نہیں ۱۲ منہ اور بیان اسکا شرح وہبانیہ میں ہے ہم خلاصہ میں ہے کہ قاضی کو سجلات وغیرہا کی کتابت پر اجرت لینا بقدر اجرت مثل جائز ہے یہی قول مختار ہے اور نکاح صغار پر کچھ لینا جائز نہیں ۱۲ منہ اور مال یتیم کے بیع کی اجازت پر اجرت حلال نہیں ۱۲ اگر اجرت لیگا تو بیع نافذ نہوگی انتہی شرح وہبانیہ میں کہا اور اصح یہ ہے کہ بقدر اجرت کی بقدر مشقت کے ہے اور بقدر مشقت کے وہ بھی مشقت جسمیں اجناس مختلفہ میں زیادہ ہوتی ہے دس لکھ بقدر کی مشقت پر میں کہتا ہوں اور عمادیہ میں ملتقط سے ہے اور یہ جو بعضوں نے کہا کہ ایک ہزار میں ایک درم اجرت ہے سو معتمد نہیں ۱۲ ہمارے اصحاب جسم اللہ کی فقہ سے مناسب لائق نہیں ۱۲ کو نسی مشقت ہے کاتب کو کثرت ثمن کی تحریر میں اُسکو تو اجرت مثل ہے بقدر اُسکی محنت کے اور بقدر اُسکی صنعت اور عمل کے مانند اجرت حکاک رشتاب کے مشقت قلیلہ میں ۱۲ شرح تمرتاشی میں نصاب سے منقول ہوا کہ اجرت واجب ہے بقدر رنج اور تعب کے اور یہ قول ہمارے اصحاب کے اصول سے اشبہ ہے اور کتاب السجلات میں ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ ثقہ نوشتہ کے طول و قصر اور سہل صعوبت اور سہولت کی مقدار کی طرف رجوع ہے اجرت کا انتہی کذا فی الطحطاوی وفیھا **ولیس لہ** اجر دائمان قاسما + وان لم یکن من بیت مال مقدر لھما اور شرح وہبانیہ میں ہے اور قاضی کیواسطے اجرت نہیں اگر یہ وہ قاسم ترکات ہو اور گو اُسکے واسطے بیت المال سے کچھ مقرر نہو **وترخص** بعض لا بعدم مقرر + وفی عصرنا فالاول معمور اور بعضوں نے بسبب عدم مقرر کے اجرت جائز رکھی ہے اور ہمارے زمانے میں مرفع بسبب اول معمور اور نخاس ہے **وجوز** للمفتی علی کتب خطہ + علی الاصح فی الکتب بخلاف ۱۲ منہ اور مفتی کو اجرت ہو زنی اُسکے لکھنے پر بقدر اُسکی کتابت کے اسواسطے کہ مفتی کتابت میں متبرع نہیں یعنی اُسپر کتابت واجب

اور لازم نہیں ہم شرح وبیانہ میں جلال الدین ابوالمحامد سے سنتوں ہو کہ تمہارے کہا کہ مفتی کو کچھ مضائقہ نہیں جواب فتوی کی کتابت کی احریت لینے میں اسواسطے کہ مفتی پر زبان سے جواب دینا واجب ہو نہ ہاتھ سے لکھنا اور باوجود اسکے نہ لینا بہتر ہو یعنی تاقیل وقال سے بچے اور ایراد اجتہاد سے محفوظ رہے کذا فی الطحطاوی واللہ تعالی اعلم وہو استغفر اللہ العلیم

کتاب الشہادات

یہ کتاب شہادات کے احکام میں ہم شہادات جمع ہو شہادت کی اگرچہ شہادت اصل میں مصدر ہو لیکن مصنف اسکو بصیغہ جمع لایا باعتبار اسکے انواع کے آخرھا عن القضیۃ لانہا کالوسیلۃ وھو المقصود مصنف نے شہادت کو موخر کیا قضا سے اسواسطے کہ شہادت بمنزلہ وسیلہ کے ہو اور قضا مقصود ہو اور مقصود مقدم ہو وسیلہ پر ھی لغۃ خبر قاطع شہادت لغت میں عبارت ہو خبر قاطع سے یعنی قطعی اور یقینی خبر خبرین میں شک اور تردد نہیں وشرعا اخبار صدق لاثبات حق فخرجت فاطلاقہا علی الاول مجازا کاطلاقہ علی الدلیل اور شرع میں شہادت عبارت ہو اخبار صدق سے حق ثابت کرنے کیواسطے کذا فی الفتح تو کہتا ہوں جب شہادت اخبار صدق ہوئی تو جھوٹی گواہی کو شہادت بولنا مجاز ہو حقیقت جیسے قسم بولنا جھوٹی قسم پر مجاز ہم اخبار بمنزلہ جنس کے ہو اور صدق کی قید سے اخبار کاذبہ حد شہادت سے نکل گئیں اور اثبات حق کی قید سے وہ قول نکل گیا جو محض عرضیات کو کوئی شخص محل قضا میں بہ لفظ اشہد حکم کرے بلفظ الشہادۃ اخبار صدق بلفظ شہادت ہو ہم یعنی شہادت میں بالخصوص لفظ شہادت معتبر ہو غیر لفظ علم وبیقین کافی نہیں فی مجلس القاضی ولو بلا دعوی کما فی غیث الائمۃ اخبار صدق بلفظ شہادت مجلس قاضی میں اگرچہ بلا دعوی مدعی ہو چنانچہ لونڈی کی آزادی میں ہم مجلس قضا کی قید سے شاہد کی وہ خبر خارج ہو گئی جو غیر مجلس قضا میں واقع ہوئی کہ وہ معتبر نہیں عتق جاریہ اور طلاق زوجہ میں صحت شہادت اسواسطے دعوی شرط نہیں کہ جمیع شہادت جسیہ کا یہی حکم ہو کذا فی الطحطاوی وسبب وجوبہا طلب ذی الحق او خوف فوت حقہ بان لم یعلم بہا او لم یخف فوتہ لو لم تشہد بلا طلب فتح اور وجوب شہادت کا سبب طلب صاحب حق ہو ہے جبکہ صاحب حق شہادت کی درخواست کرے یا صاحب حق کے حق کے فوت ہونے کا خوف ہو اسطرح پر کہ صاحب حق نہ جانتا ہو شاہد کی شہادت کو اور شاہد کے دینے سے حق ہو جانے حق سے تو اسکو گواہی دینا لازم ہو گا بلا طلب ہے کے کذا فی الفتح یعنی اوپر کے حق میں شہادت شاہد پر واجب نہیں بلا طلب آدمی مگر یہ بصورت خوف فوت حق او رجوان اللہ کی ادا سے شہادت میں تو شاہد شرعا مطالب ہو شرطہا احد وخمسون شہادت کی شرطیں اکیس ہیں شرائط مکان شہادت واحد شرائط مکان شہادت کی شرط ایک ہو یعنی ایک شرط یہ ہو کہ مجلس قضا میں شہادت واقع ہو محطاوی نے کہا بہتر یہ ہے کہ شاہد کو مکان واحد شرائط التحمل ثلثۃ العقل الکامل وقت التحمل والبصر ومعاینۃ المشہود بہ الا نیما یثبت بالتسامع او تحمل شہادت یعنی شاہد ہونے کی شرطیں ہیں عقل کامل ہو تا شاہد ہونے کیوقت اور بصارت اور معاینہ کرنا اس چیز کا جسکی گواہی دیجاے مگر اسکا معاینہ شرط نہیں جسمیں تسامع سے گواہی ثابت ہم جب عقل کامل شرط ہوئی تو مجنون اور صغیر لایعقل کا گواہ ہونا صحیح نہیں اور اسطرح اندھے کی گواہی صحیح نہیں بسبب عدم بصارت کے لیکن عمل شہادت کیواسطے بلوغ اور حریت اور اسلام اور عدالت شرط نہیں لہذا اگر گواہ ہونے کیوقت صغیر عاقل ہو یا کافر یا فاسق پھر صغیر بالغ ہو جاے اور غلام آزاد اور کافر مسلمان اور فاسق عادل ہو کر اور اشخاص مذکور بر قاضی کے سامنے گواہی دیں تو گواہی مقبول ہو گی کذا فی البحر وشرائط الاداء سبعۃ عشر عشرۃ عامۃ وسبعۃ خاصۃ اور اداے شہادت کی سترہ شرطیں عام ہیں دس شرطیں عام ہیں جمیع انواع شہادت میں اور سات شرطیں بعض انواع شہادت میں خاص ہیں منہا الضبط از انجملہ ضبط ہو یعنی یہ شرط ہو کہ شاہد کو واقعہ خوب یاد ہو بلا شک وشبہ تو امام کے نزدیک شاہد کو اپنے خط پر اعتماد کرنا جائز نہیں بدون مقدمہ یاد ہونے کے خلافا للصاحبین والولایۃ فیشترط لہا الاسلام لو المدعی علیہ مسلما اور منجملہ شرائط ولایت ہو یعنی شاہد کو ولایت حاصل ہو مشہود علیہ پر اسطرح کہ دونوں کا دین ایک ہو یا شاہد دین حق ہو اور شاہد بالغ ہو کذا فی الطحطاوی تو اسلام شاہد کا شرط ہو اگر مدعا علیہ مسلمان ہو ہم اور اگر مدعا علیہ کافر ہو تو اسپر مسلم اور کافر کی گواہی مقبول ہو والعدالۃ علی التمییز بالسمع والبصیر یین المدعی والمدعی علیہ اور از انجملہ یہ شرط ہو کہ شاہد کو قدرت ہو مدعی اور مدعا علیہ کے مابین امتیاز کرنے کی بسبب سماعت اور بصارت کے یعنی واسنکو اور صورت دیکھ کر دونوں میں فرق کر سکتا ہو ومن الشرائط عدم القرابۃ والعداوۃ حجیۃ اور منجملہ شرائط

عدم قرابت ہو باعتبار ولادت اور زوجیت کے ہم تو گواہی اصل کی فرع کیواسطے اور اسکے بالعکس جائز نہیں اور اسیطرح زوجین کی گواہی ادعاء دینیہ
اور مجملہ شرائط عدم عداوت دینوی ہو تو دینی عداوت مانع شہادت نہیں اور دفع مغرم اجر معین کما سیجیء یا مجملہ شرائط دفع تاوان یا حصول منفعت
کا نہونا ہی چنانچہ عنقریب اسکا ذکر آویگا یعنی یہ شرط ہی کہ شاہد کو شہادت سے فائدہ نہ حاصل ہوا اور نہ اپنی ذات سے دفع مضرت کرے ہم ماتن اور
شارح نے شہادت کے شرائط کو بالاستیعاب ذکر نہ کیا اور تفصیل شرائط اسطرح ہو کہ بعض شرائط شاہد کی طرف راجع ہیں ان میں سے پانچ وجوب وقبول کی شرطیں
بلوغ اور حریت اور بصارت اور نطق اور عدالت اور یہ کہ شاہد محدود فی القذف ہو اپنی ذات کیواسطے جر منفعت نہ کرے اور نہ اپنی ذات سے تاوان کو ہٹائے اور
یہ کہ شاہد خصم نہو تو شہادت وصی کی یتیم کیواسطے اور وکیل کی موکل کیواسطے مقبول نہیں اور یہ کہ مشہود بہ غیب یاد ہو اور بعضے شرائط شہادت کیطرف بالجمع
ہیں وہ یہ ہیں کہ دونوں شاہدوں کا اتفاق ہو گواہی میں اور یہ شرط عام ہیں جمیع انواع شہادت میں اور بعض انواع میں مخصوص ہیں انمیں سے اسلام
ہی اگر مشہود علیہ مسلم ہو اور ذکورت یعنی مرد ہونا حدود اور قصاص کی گواہی میں اور تقدم دعوی حقوق عباد میں اور موافقت شہادت کی دعوی سے جمیع
تو افق شرط ہی اور قیام رائحہ شرب خمر کی شہادت میں مگر بعید مسافت سے اور اصالت حدود اور قصاص کی شہادت میں اور حضور اصل کا متعذر ہونا شہادت
علی الشہادت میں تو یہ ادائے شہادت کی عشرہ شرطیں ہیں اور مکان شہادت مجلس قضا اور عقل اور بصارت یہ دونوں تو کل اور ادا دونوں میں شرط ہیں اور اداء
مشہود بہ لفظ تحمل کی شرط ہی نہ ادا کی تو یہ سب بیس شرطیں ہوئیں اور امتیاز کرنا سماعت سے یہ شرط سے زائد ہی جسکو شارح نے اعتبار رکھا ہی تو باعتبار اس
شرطین ہوتی ہیں کذا فی الطحطاوی ودر لفظہا لفظ اشہد لاغیر لتضمنہا معنی مشاہدۃ وسمع واخبار بالحال فانہ یقول اسمع باللہ لقد
اطلعت علی ذلک وانا اخبرہ وہذہ المعانی مقصودۃ فی غیرہ فتعینت حتی لو نہا دینما اعلم بطل للشک اور شہادت کا رکن لفظ اشہد ہی
یعنی صیغہ مضارع متکلم کونی اور لفظ سوائے اسکے سبب تضمن جو نے اس لفظ کے معنی شہادت اور قسم اور اخبار حالی کو تو شاہد نے لفظ اشہد یوں کر گویا یوں کہا کہ میں اللہ
کی قسم کھاتا ہوں کہ مقرر میں مطلع ہوں اُسپر اور میں اُسکی خبر دیتا ہوں اور یہ معانی ثلثہ حاصل نہیں لفظ اشہد کے غیر میں تو اسیواسطے لفظ اشہد کا متعین
ہو گیا یہانتک کہ اگر شاہد بینما اعلم زیادہ کریگا یعنی یوں کہے کہ اشہد فیما اعلم یعنی میں گواہی دیتا ہوں اپنے علم کے موافق تو شہادت باطل ہو گی بسبب شک کے
ہم لفظ اشہد صیغہ مضارع جبکہ رکن شہادت کا تو شہادت کے لفظ سے گواہی جائز نہیں اسواسطے کہ صیغہ ماضی زمان گذشتہ کی اخبار کیواسطے موضوع ہو تو اگر
شہادت کہے تو اخبار ماضی کی احتمال ہو گی تو شاہد فی الحال کا مخبر نہوگا پھر جبکہ لفظ اشہد متعین ہو گیا شہادت میں تو علم اور یقین کا لفظ کافی نہوگا یعنی
اگر شاہد یوں کہے کہ میں جانتا ہوں یا مثلاً میں چیز میرے نزدیک متیقن ہی تو شہادت مقبول نہیں اور اسیطرح یہ شرط ہی کہ بعد لفظ شہادت وہ لفظ نہ بولے جو شرک
دلالت کرے چنانچہ لفظ فیما اعلم یا فی ظنی کذا فی الطحطاوی یحکمہا وجوب الحکم علی القاضی بوجوبہا بعد تزکیۃ بمعنی افتراضہ فورا لا فی ثلث فقد منا ہا
اور حکم شہادت واجب ہونا حکم کا ہی قاضی پر بمقتضائے شہادت کے تزکیہ شہود کے بعد وجوب حکم ہی فوراً مگر تین صورتوں میں جنکو ہم پہلے ذکر کر چکے
ہم یعنی جب تزکیہ شہود ہو گیا تو اب قاضی پر بمقتضائے شہادت کے فی الفور حکم کرنا فرض ہو گیا مگر جبکہ صلح اقارب کی توقع ہو یا مدعی مہلت طلب کرے یا قاضی کو
شک واقع ہو تو فی الفور حکم کرنا فرض نہیں بشرطیکہ تزکیہ صاحبین کا قول مفتی بہ ہو کذا فی الشرنبلالیہ فلو امتنع بعد وجود شرائطہا اثم لترکہ الفرض واستحق
العزل لفسقہ وعزل لا زکایہ بما لا یجوز شرعا ز ملعی سوا القاضی بمقتضائے شہادت حکم نہ دے شرائط متقدمہ کے پائے جانے کے بعد تو گنہگار
ہو گا بسبب ترک کرنے فرض کے اور معزول کرنے کے لائق ہو گا بسبب اسکے فاسق ہو جانے کے اور اسکو تعزیر دیجائیگی بسبب اسکے مرتکب ہونے
اُس چیز کے جو شرعاً جائز نہیں کذا فی الزیلعی وکذا ان لم یر الوجوب ای ان لم یعتقد افتراضہ علیہ ابن ملک واطلق الکافی فشمل کفرہ واستظہرہ
المصنف لانہ قال اور قاضی کافر ہو جائیگا اگر اسکا وجوب نہ جانے یعنی اگر حکم فرض ہونے کا اپنے اوپر معتقد نہو تب کافر ہو گا

کذا ذکرہ ابن ملک فی شرح المجمع اور کافی نے قاضی کا کفر امتناع حکم سے مطلق کہا بلا قید عدم اعتقاد فرضیت اور مصنف نے اپنی شرح میں قول اول یعنی در صورت عدم اعتقاد فرضیت کے تقویت کی ہو مگر کافی کہ عالم ہے جیسا کہ رسالہ مسمی بسبیک القضاء علی سیفاء کذا فی المنح وَیَجِبُ اَدَاءُھَا بِالطَّلَبِ لَوْ حَیًّا کَمَا مَرَّ اور واجب ہے ادا اگر زندہ گواہی کا مدعی کی طلب سے چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی جبکہ صاحب حق شاہد کی شہادت کو جانتا نہ ہو اور خوف ہو فوت حق کا تو شاہد پر بلا طلب ادائے شہادت واجب ہو مگر افتراض ادائے شہادت صحیح علیہ ہے حق تعالیٰ نے فرمایا لَا تَکْتُمُوا الشَّھَادَۃَ وَمَنْ یَّکْتُمْھَا فَاِنَّہٗ اٰثِمٌ قَلْبُہٗ یعنی نہ چھپاؤ گواہی کو اور جو اسکو چھپاوے تو اسکا دل گنہگار ہے تو معلوم ہوا کہ کتمان قاضی سے حرام ہے تو قاضی سے اظہار فرض ہوا شاہدوں پر بھی کتمان حرم کی تاکید فرمائی اگر جو چھپاوے اسکا دل گنہگار ہے تو یہ تاکید بہ تاکید ہے اسواسطے کہ گناہ کی نسبت ہے دل کیطرف جو اشرف الاعضا ہے اور بدن کا رئیس ہے کیونکہ دل محل کتمان ہے تو وہی بالکل معصیت کا محل ٹھہرا بخلاف باقی معاصی کے جنکا تعلق اعضاء ظاہری سے ہے کذا فی الفتح امام رازی نے احکام قرآن میں حق تعالیٰ کے اس قول میں کہا (وَلَا یَاْبَ الشُّھَدَآءُ اِذَا مَا دُعُوْا) یعنی انکار نہ کریں شاہد جبکہ وہ بلائے جاویں کہ یہ بھی عام ہے تحمل اور ادائے شہادت میں لیکن تحمل میں متعاقدین کی شاہد کرنے کیواسطے شاہدوں کے پاس جانا چاہیے شاہدوں کو اُنکے پاس حاضر ہونا لازم نہیں اور ادائے شہادت میں شاہدوں کو قاضی کے پاس حاضر ہونا چاہیے نہ کہ قاضی اُنکے پاس سماعت شہادت کے واسطے آوے پھر رازی نے کہا کہ شہادت فرض کفایہ ہے کہ بعض کی گواہی سے باقیوں سے ساقط ہو جاتا ہے اور اگر دو شاہدوں کے سوا تحمل اور ادا کیواسطے کوئی نہ ہوئے تو شہادت فرض عین اور گواہ کرنا مبایعات اور مداینات میں مستحب ہے مگر قدر میسر میں چنانچہ رہن اور بیانی اور صاگ انتہی اور کافی میں ہے کہ اشہاد عقود میں مستحب ہے مگر نکاح میں ہمارے نزدیک واجب ہے اور اسیطرح رجعت میں شافعی و احمد کے نزدیک انتہی اور زیلعی میں ہے کہ کچھ مضائقہ نہیں کہ احتراز کرے آدمی تحمل و ادائے شہادت سے باوجود طلب کے جبکہ اور شخص موجود ہو جو تحمل و ادا کیواسطے اور اگر اور لوگ نہ ہوں تو امتناع جائز نہیں کما فی الطحطاوی وَلٰکِنْ وُجُوْبُہٗ بِشُرُوْطٍ سَبْعَۃٍ مَبْسُوْطَۃٍ فِی الْبَحْرِ وَغَیْرِہٖ مِنْھَا عَدَالَۃُ قَاضٍ وَقُرْبُ مَکَانِہٖ وَعِلْمُہٗ بِقَبُوْلِہٖ اور بکونہ اسمع قبولاً وَطَلَبَ الْمُدَّعِیْ لَوْ فِیْ حَقِّ الْعِبَادِ اِنْ لَّمْ یُوْجَدْ بَدَلٌ لَہٗ اَیْ بَدَلٌ الشَّاھِدِ کَاِنْ فَھِمَ کِفَایَۃً تَتَعَیَّنُ لَوْ لَمْ یَکُنْ اِلَّا اثْنَانِ لِلتَّحَمُّلِ اَوْ اَدَاءٍ وَلٰکِنْ ادائے شہادت کا وجوب سات شرطوں سے ہے جو بحر الرائق وغیرہ میں مشروح ہیں از انجملہ عدالت قاضی اور آسکا مکان قریب ہونا یا گواہ شاہد کو قاضی کا قبول کرنا معلوم ہونا یا اُسکے شتاب قبول ہونیکا علم اور مدعی کا طلب کرنا اگر گواہی حق العبد میں شرط ہے کہ اُسکا بدل یعنی شاہد کا غیر کوئی موجود نہ ہو اسواسطے کہ شہادت فرض کفایہ ہے فرض عین ہو جاتی ہے اگر تحمل و ادا کیواسطے سوائے دو شاہدوں کے اور کوئی نہ ہو مگر شارح نے شروط سبعہ سے پانچ شرطیں کر لیں یا یک عدالت قاضی تو اگر قاضی غیر عادل ہو تو گواہی دینا جائز ہے کیونکہ خیر عادل اکثر طعن کیا ہوا قبول ہوتی ہے اور اگر ظن غالب ہو قبول کا تو صاحب بحر نے کہا سزاوار یہ ہے کہ ادا اور شہادت اُسپر متعین ہو اور قرب مکان تو اگر قاضی کا مکان اتنا بعید ہو کہ قاضی تک جانا اور اُسی دن اپنے گھر پلٹ آنا ممکن نہ ہو تو فقہا نے کہا کہ امتناع شہادت سے گنہگار نہ ہوگا کیونکہ اُسکو اسمیں ضرر لاحق ہوتا ہے اور حق تعالیٰ نے فرمایا لَا یُضَآرَّ کَاتِبٌ وَّلَا شَھِیْدٌ یعنی ضرر نہ پہونچایا جاوے کاتب و شاہد کو اور علم قبول تو اگر شاہد جانے کہ قاضی گواہی قبول نہ کریگا تو اُسپر گواہی دینا لازم نہیں یا علم سرعت قبول یعنی اگر شاہد جانے کہ میری گواہی جلد تر قبول ہوگی بہ نسبت اور شاہدوں کے تو اُسپر ادائے شہادت واجب ہے اگرچہ وہاں کوئی دوسرا شاہد قبول الشہادت ہوں چنانچہ فتح القدیر میں ہے علامہ مقدسی نے کہا اسمیں تامل ہے وجہ تامل شاہد یہ ہے کہ جب ہاں شخص مجہول سے حق ثابت ہو سکتا ہے تو وجہ وجوب کی ظاہر نہیں اور طلب مدعی تو بلا طلب ادائے شہادت واجب ہیں مگر در صورت خوف فوت حق و عدم علم مدعی بشہادت شاہد و شاہد پر ادائے شہادت کا متعین ہونا تو اگر متعین ہو اس طرح پر کہ وہاں اور بھی شاہد مقبول الشہادت موجود ہوں اور اُنمیں سے گواہی بھی دی ہو اور مقبول بھی ہو گئی ہو تو اب امتناع شہادت سے گنہگار نہ ہوگا اور اگر مقبول نہ ہوئی ہو تو اب گواہی نہ دینے میں گناہ ہوگا سترسادہ یہ ہے کہ شاہد گو دو عادل شخصوں نے بطلان مشہود بہ کی خبر نہ دی ہو تو اگر اُسکو عادلین نے اسطرح خبر دی ہو کہ مدعی اپنا دین قبض کر چکا ہے یا زوج نے تین بار طلاق دی ہے یا مشتری نے

خصم کو آزاد کرو یا بیع بلا ولی مقتول سے قاتل کو خون معاف کرو یا بیع تو اب سکوت میں در نکاح اور بیع اور قتل کی گواہی دینا جائز نہیں اور اگرچہ عدول نہوں تو شاہدوں کو اختیار ہے چاہیں گواہی دیں اور نہ دیں اور اگر خبر ایک عادل ہو تو ترک شہادت میں اختیار نہیں شرط سابع یہ ہے کہ شاہد کو یہ معلوم ہو کہ معترف نے خوف سے اقرار کیا ہے تو اگر یہ جانتا ہو کہ اُسنے خوف سے اقرار کیا ہے تو اسکے اقرار کی گواہی نہ دے کذا فی الطحطاوی ملخصاً متعرف لکن الکاتب اذا تعین لکتبہ لہ اخذ الاجرۃ کالشاھد حقی لو ارکبہ بلا عذر لم تقبل بہ تقبل شہادتہ کذا فی الشہود اور اسیطرح کاتب کا حکم ہے یعنی کتابت فرض ہے جبکہ کاتب متعین ہو جائے یعنی جب اُسکا کوئی بدل نہو لیکن کاتب کو اجرت لینا کتابت پر جائز ہے نہ شاہد کو یہاں تک کہ اگر بغیر شاہد کو بلا عذر سوار کرایا تو اُسکی گواہی مقبول نہوگی اور عذر سے سواری دینے سے گواہی مقبول ہے دلیل اس حدیث کے کہ اگر مولا الشہود ہم فندیع کہ شاہد ایسا بیمار ہو کہ چلنے پر قادر نہو اور جانور کے کرایہ دینے کا معتقد رہو اور تفصیل صاحب نوازل کی ہے پوری حدیث خطیب اور ابن عساکر نے ابن عباس سے روایت کی ہے اگر الشہود فان اللہ تعالیٰ یستخرج بہم الحقوق ویدفع بہم الظلم یعنی تکریم اور توقیر کرو شاہدوں کی اسواسطے کہ اللہ تعالیٰ اُنکے سبب سے حقوق کو نکالتا ہے اور اُنکی جہت سے ظلم دفع کرتا ہے کذا فی الطحطاوی تو یہ ہم الحقوق عدیدۃ حاضر کو سواری دینا مشغول توقیر و تکریم کے ہے جوز الثانی الاکل مطلقاً بہ یفتی بحر واقرہ المصنف اور ابو یوسف نے شاہدوں کو کھانا مطلقاً جائز رکھا ہے اور اسیکا فتویٰ ہے اور مصنف نے اسکو ثابت رکھا ہے اپنی شرح میں ہم تجویز الاکل مطلقاً ہے خواہ طعام صبا ہو چکا ہو شاہدوں کے آنے سے پہلے یا دونوں کیواسطے طبار کیا ہو اور محمد نے مطلقاً منع کیا ہے اور بعضے مشائخ نے تفصیل کی ویجب لا داء بلا طلب کو الشہادۃ فی حقوق اللہ تعالیٰ اور ادائے شہادت واجب ہے بدون طلب کے اگر شہادت اللہ تعالیٰ کے حقوق میں ہو ہم واجب ہے بھر لو دعی ہو خواہ فرض کفایہ ہو خواہ فرض عین حق اللہ میں قبل شہادت بلا طلب کی وجہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے حق کو ثابت کرنا ہر شخص پر واجب ہے تو شاہد بھی منجملہ اُنکے ہے جنپر واجب ہے تو شاہد مدعی شہر امن حجۃ الوجوب اور شاہد شہر امن حجۃ تحمل الشہادت فقط اور دعویٰ کی کچھ حاجت نہوئی اور بعضوں نے حق اللہ میں قاضی کو مدعی کہا ہے وھی قیدۃ عند بعض الاشیاء اربعۃ عشر اور حقوق اللہ تعالیٰ کے بہت میں اشیاء میں سے چودہ شمار کیے ہیں ہم حقوق مذکورہ کی تفصیل یہ ہے طلاق عورت عتق جاریہ مدبرہ ام ولد رجعت طلاق رمضان حدود سوائے حد قذف و سرقہ نسب خلع ایلاء ظہار عصمات حرمت اصلیہ صاحبین کے نزدیک نکاح عتق عبد صاحبین کے نزدیک لیکن قاضی خان نے کما لا یخفی یہ کہ وقت میں جواب علی التفصیل ہو کہ جب وقف ہو قوم پر یا عیاں ہو تو گواہی بدون دعوی عند الکل مقبول ہیں اور اگر فقیر ہو اور مسجد پر وقف ہو تو ہمارے نزدیک بدون دعوی مقبول ہیں اور صاحبین کے نزدیک بدون دعوی مقبول ہو اسیکا فتویٰ دیا ابو الفضل کرمانی نے اور یہی مختار خانیہ ہے اور ہلال رمضان کی گواہی قاضی خان کے نزدیک بلا دعوی مقبول ہو اور خانیہ میں فتاویٰ رشید الدین سے عدم قبول کو ہوا ومنہی میں اختلاف ہو بعضوں نے اسکو ہلال رمضان پر قیاس کیا اور بعضوں نے ہلال فطر پر اور نسب میں خلاف ہے صاحب محیط نے قبول بلا دعوی نقل کیا ہے اور بعضوں کے نزدیک بلا دعوی مقبول نہیں اور اہلاء اور ظہار اور مصارت میں شرط یہ ہے کہ مشہود علیہ حاضر ہو اور نکاح بلا دعوی ثابت ہوتا ہے اسواسطے کہ حلت اور حرمت شرمگاہ حق اللہ ہے اور عتق عبد میں صاحبین کے نزدیک حق اللہ غالب ہے اسواسطے کہ حریت سے حقوق اللہ متعلق ہونے میں یعنی وجوب زکوٰۃ اور جمعہ اور عید اور حج اور عمرہ اور امام کے نزدیک حق العبد غالب ہے اسواسطے کہ حریت کا نفع عبد کیطرف راجع ہے کذا فی الطحطاوی قال وھنی آخر شاھد الحسبۃ شہادتہ بلا عذر فسق قلت صاحب بحر نے کہا کہ جب شاہد حسبہ اپنی شہادت میں تاخیر کرے بدون عذر کے تو فاسق ہو جائیگا پس گواہی اُسکی مردود ہوگی ہم بحر الرائق میں قنیہ سے منقول ہے کہ بعضے مشائخ نے اُن گواہوں میں جواب دیا جنھوں نے حرمت غلیظہ کی گواہی دی پانچ دن کی تاخیر کے بعد بلا عذر کہ اُنکی گواہی مقبول نہیں کاکی نے کہا جب وہ حرج سے تو جب تاخیر کی توقع ہو کذا فی الطحطاوی کطلاق امراتہ ای بلتا وعتق امۃ وتدبیرھا حقوق اللہ چنانچہ عورت کی طلاق بائن یا رجعی لونڈی کی آزادی اور اُسکا مدبر ہونا ام عورت علم ہو خواہ بی بی ہو یا لونڈی بائن کی قید اسواسطے لگائی کہ طلاق رجعی میں گواہوں کا پاس رہنا بطور ازدواج مخالف شرع

سلطنت شاہ جہانی کا زمانہ ہے

نہیں اسواسطے کہ اسطرح کا رہنا حبس میں بیکار رہنو گا لونڈی کی آزادی اسواسطے حق اللہ ہوئی کہ مولی پر اُسکی شرمگاہ اب حرام ہوگئی اور اسیطرح تدبیر سے اُسکی شرمگاہ وارثوں پر حرام ہی مولی کی موت کے بعد اور حریت حق اللہ ہی وکذا اعتق عبد وتدبیرہ شرح وھبانیہ اور اسیطرح ہی غلام کی آزادی اور اُسکا مدبر کرنا کذا فی شرح الوھبانیہ ص ا بن وہبان نے کہا کہ غلام کے عتق اور مدبر میں خلاف ہی اور لونڈی کا عتق اور تدبیر بالاتفاق حق اللہ ہی کذا فی الطحطاوی وکذا الرضاع کما مَرَّ فی بابہ اور اسیطرح رضاع حق اللہ ہی چنانچہ باب الرضاع میں گزر چکا وھل یثبت بشھادۃ حسبۃ ظاھرھم لکونہ حقا للہ تعالیٰ فیہ اشکال اور کیا طعن کنیگا شاہد میں ارادہ ثواب طعن کرے تو ظاہر امقبول ہی یا نہیں جواب ظاہر یہ ہوا کہ یہاں مقبول ہی کیونکہ وہ حق اللہ ہی کذا فی الاشباہ ھم عبارت حال ہی جرح سے یعنی اگر طاعن شاہد میں بقصد ثواب طعن کرے تو ظاہر امقبول ہی اور یہ بھی احتمال ہی کہ حسبہ شاہد سے حال واقع ہو چنانچہ بعضوں نے ذکر کیا ہی کذا فی الطحطاوی قبیل خاتمۃ عشر حقوق اللہ اٹھارہ تک پہونچ گئے یعنی جو وہ حقوق وہ جو بحر الرائق سے مذکور ہو چکے اور چار حق شارح نے زیادہ کیے یعنی عتق عبد اور اُسکی تدبیر اور رضاع اور طعن شاہد اور یہ جو مصنف نے طلاق عورت اور عتق امۃ اور اُسکی تدبیر کو ذکر کیا سو تو جو وہ میں داخل ہیں بالجملہ حقوق اللہ حقوق مذکورہ میں منحصر نہیں چنانچہ شارح نے پہلے یہ لفظ کثرت اُسکی طرف اشارہ کردیا ولیس لنا مدعی حسبۃ الا فی اوقف علی المرجوح فلیحفظ اور نہیں ہی ہمارے واسطے مدعی حسبہ مگر وقت میں بنا بر قول ضعیف کے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ھم یعنی اگر موقوف علیہ اصل وقت میں دعوی کرے تو وہ بعض کے نزدیک مسموع ہی اور فتوی اسپر ہی کہ دعوی مسموع نہیں مگر متولی سے پھر جب موقوف علیہ کا دعوی مسموع نہوا تو اجنبی کا بطریق اولی مسموع نہوگا کذا فی الاشباہ وستورھا فی الحدود اجابۃ لحدیث عن ستر فالا ولی الکتمان الا لمتھتک مجہر اور شہادت کا چھپا رکھنا حدود میں تیک نزدیک ہی بدلیل اس حدیث کے کہ جو چھپا لیگا وہ چھپا جاویگا تو حدود میں کتمان شہادت بہتر ہی مگر چھپا پردہ در کیواسطے کتمان بہتر نہیں بلکہ گواہی دینا بہتر ہی کذا فی البحر ھم ہر چند قرآن مجید میں نہی عن الکتمان عام ہی لیکن اسکی تخصیص حدود کی شہادت میں احادیث مشہورہ سے ثابت ہی اسواسطے کہ اسمیں پردہ پوشی ہی از انجملہ وہ حدیث ہی جو ابو ہریرہ سے بخاری اور مسلم میں مروی ہی من ستر علی مسلم ستروہ اللہ فی الدنیا والاخرہ یعنی جو پردہ پوشی کرے مسلمان کی تو حق تعالی اُسکی دنیا اور آخرت میں پردہ پوشی کریگا وتمامہ فی فتح القدیر الا ان یقول الشاھد فی السرقۃ اخذ اخیاء لغتی کا سرق رغایۃ الستر اور بہتر یہ ہی کہ شاہد چوری میں یوں کہے کہ اُسنے لیا مال صاحب مال کا حق تلف نہو اور یوں نہ کہے کہ اُسنے چوری کی پردہ پوشی کی رعایت کیواسطے ھم یہ قول بنمر الاستدراک کے ہی یعنی جب حدود میں پردہ پوشی بہتر ہوئی تو اُس سے لازم آتا ہی کہ چوری کی گواہی مطلقاً نہ دے کہ وہ مستلزم حد ہی اُسکا جواب یہ ہا کہ اُس طرح کی گواہی دے کہ موجب قطع ید نہو اور مالک کی حق تلفی نہو اسواسطے کہ لفظ اخذ عام ہی خواہ بطریق غضب کے ہو یا بطریق ادعاے ملک وغیرذلک تو شہادت اخذ مطلق کی مستلزم حد نہیں اور باوجود اسکے اسمیں مسروق منکی بھی مصلحت ہی اسواسطے کہ اگر چوری کی گواہی نہ لگائو قطع واجب نہ ہوگا اور تاوان مال کا منتفی ہوگا دصورت اتلاف کذا فی الفتح **لطیفہ** امام رازی نے تفسیر میں حکایت کی کہ ہارون رشید کے پاس فقہا جمع تھے اُن میں قاضی ابو یوسف بھی تھے سو ایک شخص نے دوسرے پر دعوی کیا کہ اُسنے اُسکا مال اُسکے گھر سے لیا سو مدعا علیہ نے اخذ مال کا اقرار کیا پھر قاضی نے فقہا سے سوال کیا اونھوں نے قطع ید کا فتوی دیا تو ابو یوسف نے کہا کہ قطع نہیں اسواسطے کہ اُسنے چوری کا اقرار نہیں لیا بلکہ اخذ کا اقرار کیا ہی پھر مدعی نے دعوی کیا کہ اُسنے چوری کی سو مدعا علیہ نے چوری کا اقرار کیا تو فقہا نے قطع کا فتوی دیا اور ابو یوسف نے اُنکے خلاف کہا فقہا نے ابو یوسف سے کہا کہ عدم قطع کی کیا وجہ ہی ابو یوسف نے جواب دیا کہ جب اُسنے اول اخذ مال کا اقرار کیا تو ضمان اُسپر ثابت ہوا اور قطع ید ساقط ہوگیا تو اب اسکے بعد مدعا علیہ کا وہ اقرار کہ نہوگا جو مستلزم ضمان ہی تو فقہا اس جواب سے متعجب ہو گئے وتصابوا بالتوا اربعۃ رجال لیس منھم ابن ابی لیلی اور شہادت زنا کی نصاب وہ چار مرد ہیں جنمیں کوئی مرد عورت کے زوج کا بیٹا نہو ھم ثبوت زنا کیواسطے چار مرد گواہ ہونا چنانچہ قرآن مجید میں مصرح ہی اس تجارت پر وہ پوشی کیطرف مشیر ہی اسواسطے کہ چار مردوں کا بوصف خاص گواہی دینا کمتر واقع ہوتا ہی اور ابن زوج کی نفی مفید ہی اس قید کے ساتھ کہ جب باپ

مدعی ہو یا ابن زنا کی ماں نہ ہو اور اگر ایسا نہ ہو تو بابن زنا کی گواہی جائز ہے بحر الرائق میں کہا کہ محیط یہ ہے کہ مرد کی اگر دو عورتیں ہوں اور ایک عورت کے پانچ بیٹے ہوں ان میں سے چار بیٹوں نے اپنے بھائی پر یہ گواہی دی کہ اُسنے زنا کیا اُنکی سوتیلی ماں سے تو گواہی مقبول ہے مگر جبکہ باپ مدعی زنا ہو یا اُنکی ماں نہ ہو تو گواہی اُنکی مقبول نہیں کذا فی الطحطاوی ولو اعتق عبدہ بالزنا وقہر رجلین فکاحد اور اگر مولی نے اپنے غلام کی آزادی اپنے زنا سے متعلق کی یعنی یوں بولا کہ اگر میں زنا کروں تو یہ غلام آزاد ہو تو آزادی واقع ہوگی دو مردوں کی گواہی سے اور حد نہ ہوگی مولی پر یعنی اگر دو شاہد مولی کے زنا کی گواہی دیں تو ہر چند مولی پر حد نہیں کیونکہ چار گواہ نہیں لیکن عتق غلام ثابت ہوگا ولو شہد العتیقہ شہادۃ بزنائہ محصنا فاعتقہ القاضی ثم رجم رجع الکل حنین الا ولاء ولہ ولاء دیتہ لہ ایضا لو ارثہ اور اگر دو شاہدوں نے عتاق مولی کی گواہی دی پھر چار گواہوں نے غلام کے زنا اور حالت احصان کی گواہی دی سو قاضی نے غلام کو آزاد کر دیا یعنی اُسکی آزادی کا حکم کیا پھر غلام کو سنگسار کیا پھر سب گواہوں نے شہادت سے رجوع کیا یعنی کذب شہادت کے قائل ہوئے تو دو پہلے گواہ غلام کی قیمت کا ضمان دیں اُسکے مولی کو اور زنا کے چار گواہ مولی کو غلام کی دیت کا بھی تاوان دیں مگر مولی غلام کا وارث ہو دیتہ العبد ومنہ اسلامہم کافر ذکر کتابیا بقیمۃ خلافا لہما انثی بحر ومثلہ ردہ مسلم رجلان اور باقی حدود اور قصاص کی نصاب شہادت دو مرد ہیں اور من قبیل قصاص کافر مرد کے اسلام کی گواہی ہو کیونکہ انجام کار شہادت کا اُس کافر کا قتل ہو بخلاف اسلام عورت کذا فی البحر اور اسلام کافر کے مانند ارتداد مسلم ہو ہم مرد کافر کے اسلام کی گواہی میں دو مرد اسواسطے شرط ہوئے کہ اگر وہ اپنے کفر پر اصرار کرے گا قتل کیا جائیگا بخلاف اسلام عورت کافرہ اُسکے اسلام پر عورتوں کی گواہی مقبول ہوگی کیونکہ اُسکا مآل کار قتل نہیں اگر وہ کفر پر اصرار کرے اسطرح ارتداد مسلم کی گواہی میں دو مرد شرط ہیں اسواسطے کہ درصورت اصرار اسکا بھی مآل کار قتل ہو بخلاف ارتداد عورت مسلمہ فتح القدیر میں ہے کہ زنا کے سوا باقی حدود اور قصاص میں دو مردوں کی گواہی مقبول ہے نہ عورتوں کی سوا سطے کہ ابن ابی شیبہ نے زہری سے روایت کی قال مضت السنۃ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر وعمر ان لا یجوز شہادۃ النساء فی الحدود والدماء یعنی زہری نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اُنکے بعد دونوں خلیفوں سے یہ سنت جاری ہے کہ جائز نہیں عورتوں کی گواہی حدود اور دماء میں یعنی قصاص میں اور خصوص خلیفتین یعنی صدیق اور فاروق رضی اللہ عنہما اسواسطے کہ بمنظر تغیر شرع اور طریق احکام تھیں دونوں کے زمانے میں ہوا اور اُنکے بعد اور خلفا میں نہ تھا مگر اُنکا اتباع انتہی الا المعلق عتقہ کما مر مثلا عتق معلق واقع ہوگا اور حد نہ ہوگی جیسا کہ گزرا ہو چکا ہم یعنی اگر بعض شہود عورات ہوں تو امر معلق واقع ہوگا بدون حد کے صورت اسکی یہ ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ اگر میں شراب پیوں تو میرا غلام آزاد ہے پھر ایک مرد اور دو عورتوں نے اُسکے شراب پینے کی گواہی دی تو غلام آزاد ہوگا لیکن مولی پر حد قائم نہ ہوگی کیونکہ حدود میں شہادت عورات کی مجال نہیں

کذا فی الطحطاوی ولذا قالوا یسقط الحد عنہ بشہادۃ النساء ولا یثبت بہا وعند الشافعی واحمد ہو کالرجل فتح والبکارۃ وعیوب النساء فیما لا یطلع علیہ الرجال امرأۃ مسلمۃ واثنتان احوط اور ولادت اور آواز طفل اسیر غازیہ رہنے کیواسطے اور بکارت اور عیوب نساء کیواسطے جس عضو میں مرد مطلع نہیں ہوتے ایک عورت مسلمان آزاد ہو اور دو عورتوں میں زیادہ تر احتیاط ہو اور گواہی ایک عورت مسلمہ کی آواز طفل پر میراث کیواسطے صاحبین اور شافعی واحمد کے نزدیک ہے اور یہی قول راجح تر ہے کذا فی الفتح یعنی امور مذکورہ میں ایک عورت کی شہادت کافی ہے قاضیخان نے کہا ایک عورت کی گواہی سے ولادت ثابت ہوتی ہے یعنی بحق ثبوت نسبت بحق میراث انتہی گواہی دے عقل کے رونے پر تو صاحبین کے نزدیک میراث ثابت ہوگی اور امام کے نزدیک میراث ثابت نہ ہوگی مان اُسکی یہ گواہی عقل پر نماز جنازہ پڑھنے کیواسطے کافی ہے عورات کے عرف جیسے شہر شرمگاہ میں ہڈی یا گوشت زائد ہو نامولی خرید کرنے میں اسکے دریافت کی حاجت ہے جوز طبی نے عورت شاہدہ میں بالغہ عاقلہ حلال کی قیود زیادہ مذکور کی ہیں کذا فی الطحطاوی فتح القدیر میں ہے کہ ایک عورت کے شاہد ہونے کی دلیل وہ ہے جسکو میمونہ بنت مسن نے نقل کیا عن ابی یوسف عن غالب بن عبداللہ عن مجاہد وسعید بن المسیب وعطاء بن رباح وطاؤس قالوا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہادۃ النساء جائزۃ فیما لا یستطیع الرجال النظر الیہ

یعنی مجاہد اور سعید اور عطاء اور عباس رضی اللہ عنہم نے کہا فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ شہادت عورتوں کی جائز ہے اُن میں جنکی طرف مرد نہیں نظر کر سکتے یہ حدیث مرسل واجب العمل ہے وجہ استدلال یہ ہے کہ نساء جمع محلی بالف و لام ہے اور مراد اُس سے جنس ہے تو قلیل اور کثیر کو لازم ہے تو ایک عورت کی بھی گواہی صحیح ہوگی اور زیادہ احسن ہے اور عبد الرزاق نے زہری سے روایت کی کہ سنت جاری ہوئی اس پر کہ عورتوں کی گواہی اُس امر میں جائز ہے جسپر نکاح کے سوا کوئی مطلع نہیں ہو سکتا اور قبیل ولادت عیوب نساء امر حق ہے رجل واحد خلافاً صحیح قبول۔ رجل واحد خلافاً صحیح اور ایک مرد کی گواہی مقبول ہے قال ابن الرائق میں ہی کہ جیسے ایک مرد ولادت کی گواہی دے اور کہے کہ میں عورت کے پاس گیا جاچڑا اور ولادت کو وقت میری نظر اُس پر پڑی تو گواہی مقبول ہے اگر وہ عادل ہو اور اگر کہے کہ میں نے بالقصد اسکی طرف نظر کی تو گواہی مقبول نہ ہوگی یعنی اسواسطے کہ وہ نظر کرنے سے فاسق ہو گیا وفی الفتح جندی عن الملتقط انہ المعلم اذا شہد منفرداً فی حوادث الصبیان تقبل فیہا شہادتہ انتہی لیکن مطلقاً اور جندی میں ملتقط سے منقول ہے کہ معلم جبکہ تنہا گواہی دے وقائع اطفال میں تو اسکی گواہی مقبول ہے انتہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے صحیح نے حاوی قدسی سے ذکر کیا کہ فقط عورتوں کی گواہی حمام کے قتل میں بحکم وبت مقبول ہے تا

غیر منافع منفوذ بہا لغیرہا من الحقوق سواء کان الحق مالا او غیرہ کنکاح وطلاق ووکالۃ ووصیۃ واستہلال یعنی ولادت وعیوب نساء اور امور مذکورہ کے سوا اور حقوق کی بھی شہادت دو مرد ہیں یعنی وہ حق ہو جو مال ہو یا غیر مال ہو جیسا کہ نکاح اور طلاق اور وکالت اور وصیت ہو اور استہلال یعنی ولادت اور عیوب نساء ایک عورت عادل کی گواہی ہو کما فی الفتح اور دو عورتیں بھی اگر مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں اور حقوق میں بھی شہادت دو مرد ہیں یا ایک مرد اور دو عورتیں قال اللہ تعالیٰ فان لم یکونا رجلین فرجل وامرأتان یعنی اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں الحاصل شہادت چار قسم پر ہے زنا میں چار مرد اور باقی حدود اور قصاص میں دو مرد اور اسکے سوا اور معاملات مالیہ اور غیر مالیہ میں دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں اور اُن امور میں جنمیں مرد مطلع نہیں ہو سکتے مانند ولادت وعیوب نساء ایک عورت عادل کی گواہی ہو کما یفرق بینہما لقولہ تعالیٰ فتذکر احداہما الاخری اور جدائی کرنا نہ چاہیے دو گواہ عورتوں میں بدلیل قول حق تعالیٰ تو یلد ولادے ایک عورت دوسری کو ہم جب تذکیر کا علم ہوا تو یہ بدون اجتماع کے نہیں ہو سکتا ولم تقبل شہادتہا وحدہا فی ہلال رمضان ولقذف وحجب ومقبول نہیں چار عورتوں کی گواہی بدون مرد کے تا عورتوں کا نکلنا کثرت سے نہ ہو یعنی اگر تنہا عورتوں کی گواہی مقبول ہو تو بیشتر گواہی کیواسطے انکو دار الحکومت میں آنا پڑے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ عورات کی گواہی شرع میں ثابت نہیں وخصتہن الامۃ الثلث بالاموال وتوابعہا اور ائمہ ثلثہ نے عورتوں کی گواہی مرد کے ساتھ مخصوص کی ہے اموال اور اُنکے توابع کے ساتھ یعنی حقوق غیر مالیہ میں اُنکی گواہی مرد کے ساتھ امام شافعی اور مالک اور احمد کے نزدیک جائز نہیں فی ابواب اموال جیسا کہ شرط خیار اور شفعہ اور اجارہ اور قتل خطا اور جس زخم سے کہ مال واجب ہو اور اسیطرح فسخ عقود اور امام احمد سے دو روایتیں ہیں ایک روایت شافعی کے مذہب کے موافق ہے اور دوسری روایت ہمارے مذہب کے موافق ہے کذا فی الفتح ودلائم فی الکل من المراتب الاربع بلفظ اشہد بلفظ المضارع بالاجماع یقبل لہا اور لازم ہے شہادت قبول ہونے کے واسطے جمیع مراتب اربعہ مذکورہ میں لفظ اشہد کا بلفظ مضارع بالاتفاق ہم یعنی شہادت میں ضرور ہے کہ گواہ یوں کہے کہ میں گواہی دیتا ہوں اسکی کہ مدعی کے دعوے میں مثلاً مدعا علیہ پر میرے لئے اگر یوں کہے کہ میں جانتا ہوں یا یقین کرتا ہوں تو گواہی نہیں کیونکہ یہ اخبار ہے شہادت نہیں فتح القدیر میں ہے کہ لفظ شہادت سے اسواسطے شرط ہوا کہ نص میں آیا لفظ پر نا طق میں قال تعالیٰ واشہدوا ذوی عدل منکم واشہدوا اذا تبایعتم واستشہدوا شہیدین من رجالکم فاستشہدوا علیہن اربعۃ منکم واقیموا الشہادۃ وقال علیہ الصلوٰۃ والسلام اذا رایت مثل الشمس فاشہد الحاصل کہ ان نصوص میں امر شہادت بلفظ شہادت وارد ہوا اسواسطے کہ لفظ شہادت اقوی ہو غالباً

اور تیقن سے کیونکہ معنی مشاہدہ اور قسم اور اخبار کے ہیں بخلاف تکبیر افتتاح اسواسطے کہ اللہ اجل و اعظم تعظیم میں ہر اپنے اللہ اکبر کے لہذا تعظیم لفظ اللہ اکبر کی نفط تعیین میں منحصر ہیں ہے اسی لئے متبصر ہیں وکل لا یشترط فیہ ھذا اللفظ لظھارۃ ما ھو دون ھذا وہ تعیین کی لفظ استہد کی شرط نہیں جیسے طہارت پانی کی یا رویت ہلال رمضان کی تو وہ اخبار ہی شہادت نہیں وہ العدالۃ لوجوبہ اور مراتب یا ہے میں عدالت شاہد کی لازم ہی وجوب قبول کیواسطے یعنی قاضی قبول شہادت واجب نہیں بدون عدالت شاہد ہم نہ العدالۃ شرط ہوئی بدلیل آیت قرآنی واشہدوا ذوی عدل منکم یعنی شاہد کرو دو شخص عدالت والوں کو اپنوں سے یعنی اہل اسلام سے اور اسواسطے کہ عدالت ہی سے صدق کی جہت متعین ہوتی ہی اسواسطے کہ شہادت خبر ہی جسمیں صدق اور کذب دونوں کا احتمال برابر ہی نظر نفس متحمل تو اس سے انکار راست ہونا لازم نہیں آتا کہ اسپر عمل کیا جاے کذا فی الفتح فی المناہی العادل من لم یطعن علیہ فی بطن ولا فرج منہ الکذب من وجہ من البطن یتاح میں ہی کہ عادل وہ شخص ہی جسپر طعنہ نہو پیٹ اور شرمگاہ میں زا انجملہ کذب ہی بسبب نکلنے کذب کے پیٹ سے ہم علامہ عبدالبر نے کہا کہ عدالت میں بہتر قول یہ ہی کہ عادل وہ ہی جو مجتنب ہو کبائر سے مصر نہو صغائر پر صلاح اور مواب اسکا اکثر ہو اسکے فساد اور خطا سے حفظ اسکے استقبال میں ہو اور کذب سے کنارہ کرنیوالا ہو دیانت اور مروت کی راہ سے اور بقول بیان مروی کہ یوسف سے دریافت کرنا چاہیے کہ لفظ شہادت اور عدالت کے ساتھ تیسری شرط بھی ضروری ہی یعنی تفسیر شہادت تو اگر شاہد یوں کہے کہ میں گواہی دیتا ہوں مثل اسکی شہادت کے تو مقبول نہیں اور اگر کہے کہ گواہی دیتا ہوں مثل گواہی اپنے ساتھی کے نو ہمکو کے نزدیک مقبول ہی اور ہمارے جنہی نے کہا میں یہ گواہی دیتا ہوں کہ اگر یوں کہے کہ گواہی دیتا ہوں مثل اپنے ساتھی کی گواہی سے تو اسنے مدعی کیواسطے مدعا علیہ پر دعوی خلاصہ میں ہی کذا فی الخطاوی لا بصحتہ خلافا للثانی فلو قضی بشہادۃ فاسق فتن د اتفق عدالت وجوب قبول کی شرط ہی صحت قبول کی برخلاف امام شافعی کے تو اگر قاضی حکم کرے فاسق کی شہادت سے تو حکم نافذ ہوگا اور قاضی گنہگار ہوگا کذا فی الفتح الا ان یمنع منہ ای من القضاء بشہادۃ الفاسق الامام فلا ینفذ لما رآہ انہ یتأتی ویتقید بزمان ومکان وحادثۃ وقول معتد حتی لا ینفذ قضاءہ باقوال الضعیفۃ مگر یہ کہ امام منع کردے اُس سے یعنی قضا شہادت فاسق سے تو باب قضا نافذ نہوگی اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ منامو قت و مفید ہوسکتی ہو زمان اور مکان اور حادثہ اور قول معتد سے تو قاضی کی قضا نافذ نہوگی اقوال ضعیفہ میں کما فی القنیۃ والمجتبی من قبول ذی المروۃ الصادقۃ فقبول الثانی ہو ضعیف جدا کما بالتبیین وفی مقابلۃ الشتی وقبول ذی الدعوۃ المستفیضۃ اور ہو قنیہ اور مجتبی میں ہی صاحب مروت صادقہ کی شہادت قبول ہونے سے مراد ابو یوسف کا قول ہی کذا فی الجوہرۃ اور اس قول کو ضعیف کہا ہو کمال الدین نے فتح القدیر میں اسواسطے کہ یہ تعلیل ہی نفس کے مفاد یہ میں تو مقبول نہیں اور اسکو مصنف نے اپنی شرح میں مسلم رکھا ہو ھم فتح القدیر میں ہی کہ ابو یوسف سے روایت ہی کہ فاسق جبکہ لوگوں میں صاحب جاہ ہو جیسے سلاطین کے مصاحب تو اُسکی گواہی مقبول ہی اسواسطے کہ بسبب کمی مروت اور بے مروتی کے چھوٹی گواہی کیواسطے کوئی اُسکے واسطے اجورہ مقرر نہیں کرسکتا اور وہ کذب سے باز رہتا ہی بسبب پس مروت کے اور قول اول صحیح ہی کیونکہ تعلیل ہی نفس کے مقابل میں تو مقبول نہیں انتہی نفس سے مراد نفس قرآنی ہی یعنی واشہدوا ذوی عدل منکم الخطاوی نے کہا مروت عبارت ہی باب اضافیہ سے جو حاصل اخلاق اور جمیل عادات پر باعث ہوں وھی ان علی حاضر یحتاج الشاہد الا الاشارۃ الی ثلثۃ حاضر اعنی المخصمین والمشہود بہ او علیہ اور گواہی اگر حاضر شخص پر ہو تو شاہد کو تین موضع کیطرف اشارہ کرنے کی حاجت ہی یعنی مدعی اور مدعا علیہ اور مشہود بہ یعنی جس امر کی گواہی دیتا ہی شہر میکہ مشہود بہ جسمیں ہم دین ہم مسلمانوں کے شاہد کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ تلوار اس مدعی کی ہی اس مدعا علیہ کے پس وان علی غائب کما فی نقل الشہادۃ او رقیت فلا تقبل الا من نسبتہ الی جد لا فلا یکفی ذکر اسمہ واسم ابیہ وصناعتہ الا اذا کان یعرف بہا انی بالصناعۃ لا محالۃ بان لا شارکہ فی المعروفیۃ اور اگر گواہی غائب پر ہو جیسا کہ مثل شہادت میں یا وصیت پر گواہی ہو تو اسکے مقبول ہونے کے واسطے ضرور ہی نسبت مشہود علیہ کے

اسکے دادا کا نام ذکر کرنا اسکے نام اور اسکے باپ کے نام اور اسکے حرفے اور پیشے کا کافی نہیں مگر جبکہ وہ اس پیشے کے ساتھ مشہور ہو بلا تردد اسطرح پر کہ شہر
میں دوسرا شخص اس حرفے میں اسکا شریک نہو ولو قضی بلا ذکر الجد فقد اعتبر التعریف لا تکثیر الحروف حتی لو عرف باسمہ فقط او
بلقبہ کفی کما فی الفصولین وما فقط فلو لم یذکر فی الاعلام حکم کرے تو حکم نافذ ہوگا لیکن معتبر مشہور علیہ کی تعیین ہے نہ تکثیر حروف یہاں تک کہ اگر وہ فقط
اپنے نام سے مشہور ہو تو فقط نام یا حرفت لقب ذکر کرنا کافی ہے کذا فی جامع الفصولین المستفتی یسأل عن شاهد یطعن الخصم
الا ان حسن ظنه او قاضی شاہی عدالت ظاہر لوگوں سے نہ پوچھے بدون طعن مدعا علیہ کے مگر جبکہ وہ مدعا علیہ قاضی سے تعدیل کرے وتعدیل هو
یسأل فی الاصح ان جهل حاله لعدم ظهور عدالته وقتئذ وزمان لا یعلمها کما فی الفتح اور صاحبین کے نزدیک سچے لوگوں میں شاہد کا حال
دریافت کرے اگرچہ قاضی اسکا حال جانتا ہو اور قاضی کے سوال کرنے میں تعدیل ہے اور یہ اختلاف زمانہ کے ہے اختلاف
کا کہ صاحبین جو کہ قرن میں تھے ہم حجوی نہ تھے اور صاحبین کے نزدیک سوال واجب ہے تو قاضی گنہگار ہوگا نزدیک سوال سے مگر حکم باطل نہوگا اتنی تحقیق سوال کا
یہ علامیہ ہے کہ قاضی ایک رقعہ سربمہر مسئولہ بھی کہتے ہیں مزکی کے پاس بھیجے اور اس رقعہ میں شہود کے نام اور نسبت اور حلیہ اور جس مسجد میں نماز پڑھتے ہوں مرقوم ہو
مزکی کی شناخت کی عدالت اسمیں لکھے اسطرح کہ وہ عادل جائز الشہادۃ ہو اور جسکی عدالت یا فسق اسکو معلوم ہو تو یوں لکھے کہ وہ مستور ہو اور جسکا فسق
مزکی کو معلوم ہو تو اسکی تصریح نہ کرے بلکہ سکوت کرے تا مسلمان کی پردہ دری نہو اور یہ لکھے کہ واللہ اعلم مگر جبکہ اس شاہد کو کسی نے عادل کہا ہو اور مزکی کو
کو اگر مزکی تصریح نہ کرے تو اسکی شہادت پر حکم ہو جائیگا تو تبع ہم فسق کے چنانچہ بنا یہیں ہے اور اختتامی سوال کا فائدہ یہ ہے کہ اگر مزکی شاہد کو مجروح کرے تو قاضی
مدعی سے کہے کہ دوسرا اور شاہد حاضر کرو اور قاضی یہ نہ کہے کہ یہ مجروح اور مطعون ہے تا مسلم کی آبرو محفوظ رہے اور مزکی سے عداوت و خلش نہ پیدا ہو اور علانیہ یہاں کا یہ طریقہ
ہے کہ مزکی اور شاہد کو قاضی بکجا جمع کرے اور پوچھے کہ اسی شخص کو تو نے عادل کہا ہے ملتقط میں ابو یوسف سے مروی ہے کہ تزکیہ علانیہ قبول نہیں مگر بعد تزکیہ سر بسر یلمی نے
کہا کہ قرن رابع میں لوگوں کے احوال متغیر ہو گئے تھے اور خیانت اور کذب ظاہر ہو گیا تھا لہذا صاحبین نے تزکیہ شہود کو معدم جانا بخلاف امام ابو حنیفہ کے
کہ وہ قرن ثالث میں تھے جسکے واسطے خیر و صلاح کی گواہی حدیث مرفوع میں موجود ہے فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بہترین قرون میرا قرن ہے جسمیں میں مبعوث ہوا پھر وہ لوگ جو انکے متصل ہیں پھر وہ لوگ جو انکے متصل ہیں پھر جھوٹ پھیل جائیگا یہاں تک کہ مرد قسم کھائیگا درخواست قسم سے پہلے اور گواہی دیگا گواہی طلب کیے جانے سے
پہلے انتہی اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ قرن بچانا ہو سکے چنانچہ اخضری نے شرح مسلم میں لکھ دیا ہے ابن حجر عسقلانی نے شرح بخاری میں کہا کہ قرن عبارت ہے مدت زمانے
سے اور اسکی تحدید میں اقوال مختلف ہیں دس برس سے اسی برس تک لیکن سترا سو برس کا قول میں نے نہیں دیکھا اتقی طبقات عبد العلوم میں کورہے کہ امام کا انتقال
ڈیڑھ سو ہجری میں ہوا اور ابو یوسف کا انتقال اسی سے بیاسی میں ہوا اور محمد کا انتقال اسی سے ستاسی میں ہوا کذا فی المطاوی ولو اکتفی بالمستور جاز بحر یعنی
سراجیہ اور اگر قاضی سوال مخفی پر کفایت کرے جائز ہے کذا فی الجمع اور اسی قول کا فتوی ہے کذا فی السراجیہ ہم فقط تزکیہ علانیہ صدر اول میں تھا اور محمد سے مروی ہے کہ تزکیہ
علانیہ بلا وجہ ہے ولکن فی الزکاۃ قول المزکی هو عدل فی الاصح لثبوت الحرمۃ بالدار دردر یعنی الاصل فیمن کان فی دار الاسلام الحریۃ
خیر جبار ۱۲ جواب عن النقض بالعبد دبر لا تبع عن النقض بالمدد دابن سماعہ اور تزکیہ میں مزکی کا یوں کہنا کافی
کرتا ہے کہ وہ عادل ہے قول اصح میں بسبب ثابت ہونے حریت کے بجہت دار الاسلام ہونے کے کذا فی الدرر یعنی جو شخص کہ دار الاسلام میں بستا ہو آسمیں
اصل حریت ہے تو وہ معنی لفظ عادل اپنی عبارت اور منطوق سے جواب ہے نقض عبد سے اور اپنی دلالت سے جواب ہے محدود فی القذف کے نقض سے کذا
ذکرہ ابن کمال اھ یعنی لفظ عادل بلا قید جائز الشہادۃ کافی ہے تزکیہ میں اسواسطے کہ آسکا علامہ ہونا اور محدود فی القذف نہونا اس لفظ سے ثابت ہوتا ہے
اتفاق سے کہ نفی عبدیت بعبارۃ النص ہے اور نفی محدود فی القذف بدلالۃ النص ہے طحطاوی نے کہا یہ اس وقت مسلم ہو جبکہ حریت لفظ عدل سے بطریق منطوق

مفہوم ہوا اور غلام پر عدالت ہو لا جاتا ہو اور محدود فی القذف عدل نہ ہوتا ہو حالانکہ ایسا نہیں ہے لہذا سرخسی کا معیار یہ ہو کہ فقط عدل کہنا کافی نہیں اسواسطے کہ محدود فی القذف بعد توبہ کے عدل غیر جائز الشہادت ہو اور اسی طرح باپ جیکہ اپنے فرزند کیواسطے گواہی دے تو ضرور ہو زیادہ کرنا جائز الشہادہ کا چنانچہ تحریر ہو بحر الرائق میں کہا کہ یہ قول ترجیح کے لائق ہو انتہی خصاف کی شرح اور القاضی میں ہو کہ تکلیف کو آٹھ شرطیں ہیں اول یہ کہ گواہی قاضی عادل عالم کے پاس ہو دوم یہ کہ مزکی شاہد کو آزما چکا ہو شرکت یا معاملہ یا سفر سے سوم مزکی کو معلوم ہو کہ شاہد غائب کا ملازم ہو چہارم یہ کہ شاہد دنیا اور درہم کی خاطر عالمگی میں معروف نہ ہو پنجم یہ کہ ادای امانت میں قاصر نہ ہو ششم یہ کہ راست کو ہو ہفتم یہ کہ کیا پرسے اجتناب ہو ہشتم یہ کہ صغائر پر مصر نہ ہو انتہی ملخصا وفی الطحطاوی والتعدیل من الخصم الذی امر بحکم الیہ فی التعدیل لم یصح اور تعدیل یعنی عادل کہنا اس شاہد عاطیہ سے جسکی طرف تعدیل میں رجوع نہیں کیا گیا صحیح نہیں ہو جیکہ مدعا علیہ کی تعدیل صحیح نہوئی تو مدعی کی تعدیل بطریق اولی صحیح نہیں جھوٹے نے کہا تعدیل خصم اسواسطے صحیح نہیں کہ مدعی اور اسکے شہود کے گمان میں مدعا علیہ کاذب ہو انکار دعوی ہیں مبطل ہو اپنے اقرار میں لہذا وہ معدل ہونے کی لیاقت نہیں رکھتا تو کان ممن یرجع الیہ فی التعدیل صح بزازیہ توڑ کر یہ ساعلیہ ان لوگوں میں ہونگی طرف تعدیل میں رجوع ہوتی ہو تو اب تعدیل اسکی صحیح ہو کذا فی البزازیہ والمراد بتعدیلہ تزکیتہ بقولہ ھم عدول او ذو لکنہم اخطاوا ونسوا ہندیہ اور مدعا علیہ کی تعدیل سے مراد اسکا تزکیہ ہی ہوں کہنے سے کہ شاہد عادل ہیں خواہ اسنے یہ قول بلا وہ کیا ہو لیکن شاہد نے خطا کی یا بھول گئے یا نہ زیادہ کیا ہو ہم جب مدعا علیہ مرجع الیہ فی التعدیل ہو تو اسکی تعدیل صحیح ہوگی اور خطا یا نسیان کا قول باطل ہوگا واما قولہ صدق فواد ھم عدول صدقہ فانہ اعتراف بالحق فیقضی باقرارہ کالبینۃ عند الجحود اختیار اور مدعا علیہ کا یوں کہنا کہ شاہد سچے ہیں یا وہ عدول ہیں سچے سو یہ تو حق مدعی کا اعتراف اور اقرار ہی تو قاضی اسکے اقرار پر حکم کرے نہ گواہوں پر انکار کے وقت کذا فی الاختیار ہم یعنی اگر مدعا علیہ دعوی مدعی کا انکار کرے اور شاہدوں کو سچا کہے تو یہ درحقیقت ثابت دعوی ہی تو اب بیان مدعا علیہ کے اقرار پر حکم ہوگا گواہوں کی کچھ حاجت نہیں اور انکار صحیح تناقض کے لائق نہ ہوگا کے نہیں واللہ اعلم وفی البرجندی الشہود فی زماننا لتعذر التزکیۃ اذا المجہول لا یعرف المجہول واقرہ المصنف ثم نقل عن الصغیر فتہ تفویضہ للقاضی بحر الرائق میں ہو تہذیب قلانسی سے کہ قسم والی عادے گواہوں کو ہمارے زمانے میں بسبب متعذر ہونے تزکیہ کے اسواسطے کہ مجہول انہیں بنا سکتا مجہول کو اور مصنف نے اپنی شرح میں اس قول کو ثابت رکھا پھر اسنے صغیر فقیہ سے نقل کیا سیر دکرنا حلف کا قاضی کو یعنی اگر قاضی مناسب دیکھے تو شاہدوں سے قسم لے ہم تزکیہ کو متعذر رکھا بسبب غلبہ فسوق فجور کے اور مجہول الحال سے مزکی مرتبہ اور مجہول اثنائی سے شاہد یعنی مزکی کی عدالت اس زمانے میں خود مجہول ہو تو وہ شاہد مجہول کو کیا بنا دیگا قلت کالناس ما منہ عن الاشیاء یمکنہم ولا یجدون بدا من ارتکابہ یعنی جو اشیاء سے منع کیا ہم کتاب القضا میں قبیل تحکیم اشباہ سے مذکور ہو چکا کہ اگر سلطان اپنے قاضیوں سے تکلیف شہود کا امر کرے تو علماء پر اسکا نصیحت کرنا واجب ہم اسطرح کہ کیوں تکلیف تو دے اپنے قاضیوں کو اس امر کی جس سے تیری ناخوشی لازم آوے اگر وہ تیری مخالفت کریں یا خالق کی ناخوشی اگر وہ تیری موافقت کریں انتہی علامہ مقدسی نے بعد ذکر کرنے قول کو تہذیب کے کہا کہ یہ امر منجی نہیں کہ تکلیف شہود کا قول کتب متعددہ مانند خلاصہ اور بزازیہ کے مخالف ہو کہ شاہد بے تزکیہ نہیں ہوں کوئی کہہ سکتا کہ تکلیف شہود پر عمل واجب ہو اسواسطے کہ شاہد مجہولوں ہم مزکی کے مانند عالیاً اور مجہول بنا یا نہیں کیونکہ ہم یوں کہتے ہیں کہ فی الواقع حال اسی طرح ہو لیکن فقہ نے کہا کہ اگر ایسا استقصا کیا جاوے یعنی تفتیش عبد الرحمن وتعدی میں نہایت کردہ کاوش کیجاوے تو دایرہ تنگ ہو جاوے اور کوئی مؤمن طاعن نہ ملے چنانچہ قائل نے کہا ہو وہو الذی یرجح ما یقع فی الضمیر ولا یخلا ان تعدد معاینہ کذا فی الطحطاوی یعنی ایسا کون ہی جسکے سب سے خصال پسندیدہ ہوں مروت کی خوبی کیواسطے اتنا کافی ہو کہ اسکی برائیاں نہ بیان کرے والناظر لہ ان یشہد بما سمع او رأی فی مثل البیع والنعاطی فیکون من المرئی والمراد والکتاب فیکون مرئیا اور شاہد کو جائز ہو کہ گواہی دے اسکی جسکو سنے یا دیکھے ہو کے مثل

اگرچہ بنظر تعاطی کے ہو تو بیع بالتعاطی منعقد مرئیات اور مبصرات کے ہو گی اور مانند اقرار کے اگرچہ اقرار بطریق لکھنے کے ہو تو یہ اقرار منعقد مبصرات ہو گا مراد یعنی اگر مشہود بہ مسموعات سے ہو تو اسکو سنکر اور اگر مرئیات سے ہو تو دیکھکر گواہی دینا جائز ہوا اور گا ہے شئی مسموع اور مرئی دونوں ہوتی ہے و اعتبار سے اور بیع تعاطی اگر بالقول ہو تو وہ مسموعات سے ہوا اور اگر تعاطی سے ہو تو مرئیات سے ہو اور تعاطی میں گواہ بھی دیکھ کر گواہی دینگے تو بھی جائز ہے چنانچہ بزازیہ میں ہے اور خریداری کی شہادت میں بیان میں ضرور ہے اسواسطے کہ ثمن مجہول کی خریداری پر حکم کرنا صحیح نہیں اور اقرار انسانی مسموعات سے ہے اور اقرار بالکتابہ مرئیات سے لیکن معلوم کرنا چاہیے کہ اگر ایک شخص نے اپنا اقرار شاہدین کے روبرو لکھا اور کچھ نہ کہا تو یہ اقرار نہیں اور گواہی دینا اس طرح کہ اسنے اقرار کیا حلال نہیں کیونکہ لکھنا گاہے نقش سیاہی یا قلم کیواسطے ہوتا ہے اور اگر کتابت مصدر اور مرسوم ہو اسطرح کہ شخص غائب کو بطریق رسالت اور پیام کے یوں لکھے اما بعد فلک علی کذا یعنی بعد حمد یا سلام دریافت کرای مخاطب کہ تیرے بھیجنے اتنے درم میرے ذمہ ہیں اور اگر لکھے اور شہود کے روبرو پڑھے تو انکو اسکے اقرار کی گواہی دینا درست ہے اگرچہ کاتب نے یہ نہ کہا ہو کہ تم گواہ رہنا میرے اقرار کے اور اگر شاہدوں کے روبرو لکھا اور کہا اسکے گواہ رہنا تو اگر انکو اسکا نوشتہ معلوم ہو تو یہ اقرار ہے اور نہیں تو اقرار نہیں اور گونگے کی کتابت تو بالضرور مصدر اور مضمون چاہیے اگرچہ غائب کے واسطے اقرار ہو کذا فی الطحطاوی وحکم الحاکم والغصب والقتل وان لم یشهد علیه ولو مختفیا یری وجه المقر یفهمه اور جائز ہے گواہی دینا حاکم کے حکم اور غصب اور قتل کی اگرچہ شاہد کو اسپر گواہ نہ کیا ہو گو کہ شاہد اسوقت چھپا لکھا ہوا اسطرح پر کہ مقر کا منہ دیکھتا ہو اور اسکا اقرار سمجھتا ہو مع خلاصہ یعنی ہے کہ اگر مقر نے کہا کہ میرے اقرار کی جو تونے سنا گواہی نہ دینا تو بھی گواہی دینا جائز ہے انہی درصورت سکوت مقر بطریق اولی گواہی جائز ہے اور اگر شاہد مقر کو دیکھے سخن او اسکا کلام سنے سخن تو انکو گواہی اسکے اقرار کی دینا حلال نہیں مگر درصورت آئندہ من کذا فی الطحطاوی ولا یشهد علی محجب سماعا منه الا اذا تبین القائل بان لم یکن فی البیت غیره لکن او نفسه لا یقبل حدا اور جو شخص دیوار وغیرہ کی آڑ میں ہو اُسپر گواہی نہ دے اُس سے بات سنکر مگر جبکہ ظاہر ہو جائے قائل اسطرح کہ نہ ہو کوئی کوٹھری میں سوائے اُسکے لیکن اگر شاہد آڑ کی سماعت کو بیان کریگا تو گواہی مقبول ہوگی کذا فی المحیط یعنی جبکہ شاہد کوٹھری میں داخل ہوا اور دربان یا کسیمرد کو دیکھا پھر شاہد کفل کر اُسکے دروازے پر بیٹھا اور اُس کوٹھری میں کوئی راہ نہیں سوائے دروازے کے تو اب اس مرد کے اقرار کی گواہی دینا جائز ہے کذا فی الطحطاوی عن الخصاف او یری شخصها ای القائله مع شهادة اثنین بانها فلانة بنت فلان بن فلان فان هذا شهادة علی الاسم والنسب وعلیه الفتوی جامع الفصولین یعنی اگر شاہد عورت کلام کرنیوالی کا جسم دیکھے دو مرد ان کی یوں گواہی دیں کہ ساتھ گواہی کے وہ عورت فلانی ہے فلان بن فلان کی بیٹی اور یہ یعنی دو شخصوں کی خبر عورت کے اسم اور نسب پر یہ بھی گواہی کیواسطے کافی ہوا اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی جامع الفصولین مع رویت شخص کی قید اسواسطے لگائی کہ نقاب دار عورت کی صحت پر اُسکا چہرہ دیکھنا شرط نہیں بعض مشائخ کے نزدیک چنانچہ شرنبلالیہ میں ہے اور اگر عورت کا جسم نظر آوے اور دو مرد شاہد ہے کہیں کہ یہ فلانی عورت ہے تو اسکو گواہی دینا جائز ہے چنانچہ ابن مقاتل سے مروی ہے جامع الفصولین میں ہے اگر دو عادل مرد اور نسب عورت مذکورہ کا تابوت میں گواہی دیں کہ شرع کو اپنی شہادت پر شاہد کریں تا شاہد عورت پر نام اور نسب اور حق کی گواہی دے لاصالہ دے کذا فی الطحطاوی

فرع مسئلہ محقہ شارح کا فی الجواہر عن محمد کما یبنبغی للفقهاء کتب الشهادة لان عنده الاداء بعضهم المدعی علیه فیضره جواہر میں ہے محمد بن حسن سے کہ اہل فقہ اور اہل علم کو لائق ہے کہ گواہی لکھنا یعنی وثائق پر سواسطے کہ ادائے شہادت کیوقت مدعا علیہ بعض پیدا کریگا ان سے تو بعض اسکو ضرر کریگا مع وجہ ضرر یہ ہے کہ ناحق بغض ہو اور لوگوں سے جو شرعاً محبوب ہیں یعنی اہل علم کی محبت شرعاً لازم اور تحمل شہادت آخر کار موجب بغض ہوگا تو اہل علم کو گواہی نہ لکھنا خوب ہے یہ اُس صورت میں ہے جبکہ اہل علم میں تحمل یا ادائے شہادت متعین ہو وان کان بین الخطین بان اخرج المدعی خطا اقرار المدعی علیه فانکره فاخذه فکتب فکتب وبین الخطین مشابهة ظاهرة علی انهما خط کاتب

تاجنا کا محکوم علیہ بالمال هذا التصحیح خانیہ وان افتی قاری الہدایۃ بخلافہ فالمعول علیہ وانما یعول علی هذا التصحیح کان قاضی خان وبنی اجابتہ علی تصحیحہ کذا ذکرہ المصنف هنا وتبعہ الشارح والشرنبلالی واقول ویؤخذ من هذا ما شاع واذاعہ کثیر من کتبہ بہ اطلاق ان مدعی خلاف ما فی الخانیۃ کالمدعی علیہ بالمال فی کونہ لا یصدق الا ببینۃ وان کلامہ فی الخانیۃ مقید بما اذا کان المدعی علیہ بالمال ممن یعرف بالمماطلۃ وان المدعی علیہ بالمال لا یصدق الا ببینۃ فی غیر هذا الزمان الذی غلب فیہ الفساد

قاضی کا خبر دینا ہی محبوس کے افلاس میں بعد ثبوت حبس کے ہم عادل کی قید اسواسطے لگائی کہ مستور العدالت کی خبر اور اسیطرح مستور ین کی خبر اور خبر دونوں میں مقبول نہیں خبر قاضی کی یہ صورت ہو کہ قاضی نے ایک شخص کو محبوس کیا اس مال میں جو دوسرے مالک کا عوض ہو اور مدعی علیہ سے اپنے افلاس کا دعوی کیا تو اسکی تصدیق نہ کرے اور حبس اسوقت تک اسکو مقید رکھے پھر جب اسوقت کے بعد شخص عادل اسکے افلاس کی خبر دے تو اسکی خبر کو قبول کرے اور اسکو چھوڑ دے کذا فی الطحطاوی وللزیلعی اَیْ تَزْکِیَۃِ السِّرِّ وَاَمَّا تَزْکِیَۃُ الْعَلَانِیَۃِ فَشَاهِدَانِ اِجْمَاعًا اور عادل واحد کافی ہو تزکیہ میں یعنی تزکیہ خفی میں اور تزکیہ علانیہ تو گواہی ہو بالاجماع ص تو تزکیہ علانیہ میں وہ شرط ہو جو شہادت میں شرط ہو سوائے لفظ شہادت اور ظاہر تزکیہ علانیہ میں دو عادل یا ایک عادل اور دو عادل عورتیں مراد ہیں تتمہ قاضی کو چاہیے کہ اسکو مزکی شہود مقرر کرے جو لوگوں کے احوال خوب تر جانتا ہو اور لوگوں سے اختلاط رکھتا ہو اور خود عادل ہو اور جانتا ہو کہ کون چیز جرح ہو اور کون نہیں لالچی اور مفلس نہو تا مال باکر دھوکا نہ کھاوے اور اگر شاہد کے پڑوسی میں یا اہل بازار میں کوئی شخص لائق اعتماد کے نہو تو اب تو انکا اخبار معتبر ہوگا یعنی عدالت شہود میں کذا فی الطحطاوی وَتَرْجَمَۃُ الشَّاهِدِ وَالْخَصْمِ اور شاہد اور خصم کے ترجمے میں ایک عادل کافی ہو ص مصباح میں ہو ترجمہ کلام معرب بولتے ہیں جبکہ حکم اپنے کلام کو ظاہر اور واضح کرے و ترجمہ کلام غیر کو بولتے ہیں جبکہ غیر کے کلام کو دوسری بولی میں تفہیم کرے اور اسم فاعل ترجمان ہو فتح تا و ضم جیم لغت فصیح میں اور ضمہ تا بھی جائز ہوا اور گاہے جیم اور تا دونوں کو مضموم بولتے ہیں انتہی امام اعظم رح کے نزدیک شرط ہو کہ شاہد اور خصم کا مترجم اثنا ہو اور اگر قاضی شاہد اور خصم کی زبان جانتا ہو تو مترجم کی کچھ حاجت نہیں اور مترجم کو مقرر کرنا جاہلیت اور اسلام دونوں میں واقع ہوا ہو چنانچہ زید میں ثابت بحکم سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم لغت عبرانی سیکھکر عربی میں ترجمہ کیا کرتے تھے کذا فی الطحطاوی وَالرِّسَالَۃُ بَیْنَ الْقَاضِیْ اِلَی الْمُزَکِّیْ وَالْاِثْنَانِ اَحْوَطُ اور کافی ہو عادل واحد پیام رسانی میں قاضی سے مزکی اور دو شخصوں کے ہونے میں بناء وہم احتیاط ہو اسیطرح مزکی کی پیام رسانی میں قاضی کیطرف عادل واحد کافی ہو وَجَازَ تَزْکِیَۃُ عَبْدٍ وَصَبِیٍّ عَدْلَیْنِ اور جائز ہے تزکیہ غلام کا اپنے جیسوں کے واسطے اور صبی کا تزکیہ اپنے و لدکیواسطے و والد کا تزکیہ اپنے و لد کیواسطے و کذا بالعکس کذا فی الطحطاوی وَقَدْ نَظَمَ ابْنُ وَهْبَانَ مِنْهَا اَحَدَ عَشَرَ نَقْلًا اور العینہ ابن وہبان نے وہبانیہ میں بارہ مسائل مذکورہ سے گیارہ مسئلہ نظم میں بیان کیے ہیں سو یوں کہا ؎ وَیُقْبَلُ عَدْلٌ وَاحِدٌ فِی تَقَوُّمٍ + وَجَرْحٍ وَتَعْدِیْلٍ وَفِی الرُّشْدِ یُقْتَدٰی + اور قبول ہو عادل واحد کا کلام قیمت ٹھہرانے میں اور جرح اور تعدیل شاہد میں اور وصیت مقدر میں یعنی صیدہ محرم کی قیمت ٹھہرانے میں اور تلف کردہ چیز کی قیمت میں اسطرح کہ ایک شخص نے دوسرے شخص کی کوئی چیز تلف کردی اسی سو دعوی کیا کہ اسکی قیمت اتنی تھی اور مدعا علیہ کہتا ہو کہ اتنی قیمت اسکی نہیں تو اسکے اثبات قیمت میں عادل واحد کا قول کافی ہو لیکن انصاب صرفہ اس کلام سے مستثنی ہو کہ اسمیں دو شخصوں کی تقویم ضرور ہو چنانچہ عنایہ میں ہو اور سرکے زخموں کی دیت ٹھہرانے میں مثلاً ایک عادل کافی ہو ؎ وَتَرْجَمَۃٌ وَالسَّلَمُ هَلْ هُوَ جَائِزٌ + وَاَفْلَاسُهُ بِالْاِسْتِهْلَالِ وَالْعَیْبِ یُظْهَرُ + اور مقبول ہو عادل واحد کا کلام ترجمہ میں و سلم فیہ میں کہ وہ عمدہ ہو یا ناقص و در افلاس محبوس میں و قاضی کی پیام رسانی میں و در عادل عیب کو ظاہر کرتا ہو ہم سلم سے مسلم فیہ مراد ہو یعنی جب مسلم فیہ حاضر ہو اور رب السلم اور مسلم الیہ میں اختلاف ہو اسکے عمدہ یا ناقص ہونے میں تو عادل واحد کا قول اسمیں کافی ہو کذا فی الطحطاوی ؎ وَصَوْمٍ عَلٰی مَا قَالَهُ وَعِنْدَ عِلَّۃٍ + وَمَوْتٍ اَدَا الشَّاهِدَیْنِ یَخْبُرُ + اور صوم میں چنانچہ مذکور ہو چکا یا علت ہونے کے وقت اور موت میں جبکہ دو شاہدوں کو ایک عادل موت کی خبر دے ہم مذکور ہو چکا کہ ہلال رمضان میں عادل واحد کی خبر کافی ہو اگرچہ آسمان پر علت نہو مانند ابر اور غبار کے یہ روایت ہے حسن کی اور ظاہر الروایہ یہ ہے کہ درصورت علت مذکورہ عادل واحد کافی ہے اور اگر عادل موت انسان کی خبر دے تو شاہدین کو اسکی موت کی گواہی دینا جائز ہو کذا فی الطحطاوی وَالتَّزْکِیَۃُ لِلدَّیْنِ تَکُوْنُ بِالْاَمَانَۃِ فِیْ دَفْعِهٖ وَلِسَانِهٖ وَدِیْنِهٖ اور تزکیہ ذی کا ہو یا امانت جاری ہے

دیانت اور تزکیہ صاحب بقطہ فان لم یعرفہ المسلمون سئلوا اعدل المشرکین اختیارا اور تزکیہ ذمی کا ہو یا امانت جاری ہے

اسکے دین اور زبان اور ہاتھ مین اور یہ کہ وہ ہوشیار ہو سہو نہین ہو پھر اگر ذمی کو مسلمان نہ پہچانتے ہون تو اُسکا حال عدول مسلمین سے دریافت کرین کذا فی الفتح ہم دین ذمی کی امانت داری یہ کہ اپنے معتقدات شریعت پر محافظ ہو اور زبان کی امانت داری یہ کہ جھوٹ نہ بولتا ہو اور ہاتھ کی امانتداری شاید یہ کہ سارق نہو اور بہتر یہ تھا کہ شارح کہتا کہ اگر یہ جانتے ہون تو قاضی عدول کفار سے اُسکا حال دریافت کرے چنانچہ محیط اور اختیار مین ہو کذا فی الطحطاوی وفی الملتقط عَدَّلَ قَضَائِیٌّ ثُمَّ اَسْلَمَ قُبِلَتْ شَهَادَتُهُ وَلَوْ سَكَرَانَ لَمْ يُقْبَلْ اور ملتقط مین ہو کہ ایک نصرانی کی عدالت بیان کی گئی پھر وہ مسلمان ہو گیا تو اُسکی گواہی مقبول ہے یعنی وہ گواہی جو قبل اسلام دیچکا ہو اور اگر ذمی نصرانی مست ہوا تو گواہی اُسکی مقبول نہین ہم طحطاوی نے کہا اسواسطے کہ فُسّاق اور مستی نہیں حرام ہے تو وہ فاسق ٹھہرا قضائی کے دین مین وَكَمَا يَشْهَدُ مَنْ رَاٰى خَطَّهُ وَلَمْ يَذْكُرْهَا اِلَّا اِذَا تَيَقَّنَ اور وہ شخص گواہی نہ دے جسنے اپنا لکھا دیکھا اور عادتہ اُسکو یاد نہین کذا القاضی والرادی لِشَابِهَةِ الْخَطِّ اسی طرح قاضی اور راوی حکم نہ دے اور روایت نہ کرے اپنا خط دیکھکر کہ یہ دن یا داشت کے سبب شابہ ہونے ایک خط کے دوسرے خط سے ہم خلاصہ مین ہو کہ ابو حنیفہ نے جمیع امور مین تنگ دلی اختیار کی لہذا اُن سے روایت احادیث مین قلت واقع ہوئی باوجود کثرت سماع احادیث اسواسطے کہ امام نے بلکہ مردون سے سماعت کی مگر امام کے نزدیک حفظ شرط ہے وقت سماع کے اور روایت کے وقت بھی قوام کے نزدیک شاہد کو واقعہ اور تاریخ اور جنس مال اور مقدار مال اور صفت مال یاد رکھنا ضرور ہے تو اگر اُنمین سے کوئی چیز یاد نہو اور اُسکو یقین ہو کہ یہ میرا خط ہے اور میری مہر ہے تو اُسکو گواہی دینا لائق نہین اور اگر یاد ہو اسکے گواہی دینگا تو وہ شاہد زور ہے کذا فی المنح اور فقط تذکر مجلس شہادت کافی نہین وَجَوَّزَا كُلُّهُ فِي حُقُوقِهِ وَبِهِ نَاْخُذُ بَحْرٌ عَنِ الْمُجْتَبٰى اور صاحبین نے اُسکو جائز کہا ہے اگر کاتب مشہور ہو اُسکے قول اور خطوط مین ہو اور اسی قول کو ہم لیتے ہین کذا فی البحر عن المجتبیٰ ہم خلاصہ مین ہے شہادت یہ ہے کہ صک محفوظ ہو دست بدست نہ گیا ہو اور مدعی کے ہاتھ مین موجب سے کہ اُسنے اپنا نام اور اپنی مہر لگائی ہو اگر ایسا نہو تو اُسکو گواہی دینا جائز نہین انتہی بحر الرائق مین ہے کہ ابو یوسف نے یہ قاضی اور راوی کیواسطے جائز کہا ہے نہ شاہد کیواسطے اور محمد نے کل مین جائز کہا ہے اعتماد کرنا کتاب پر جبکہ اُسکو یقین ہو کہ یہ میرا خط ہے اگرچہ عادتہ یاد نہو لوگون پر آسان کرنے کیواسطے انتہی اور ظاہر کلام شارح مانند کلام مسکین کے ہے کہ صاحبین اسمین متفق ہین اور یہ جو بحر الرائق مین ہے وہ معلوم ہو چکا اور اسیطرح عینی اور زیلعی مین ہے ابو السعود نے کہا دفع ثانی یون ممکن ہے کہ ابو یوسف سے دو روایتین ہین کذا فی الطحطاوی وَلَا يَشْهَدُ اَحَدٌ بِمَا لَا يَعْلَمُهُ بِالْاِجْمَاعِ اِلَّا فِي عَشَرَةٍ عَلَى مَا فِي شَرْحِ الْوَهْبَانِيَّةِ اور نہ گواہی دے کوئی اُس چیز کی جسکو اُسنے معاینہ نہین کیا بالاجماع مگر دس مسئلون مین بلا معاینہ گواہی درست ہے چنانچہ وہبانیہ کی شرح مین ہم عدم معاینہ سے مراد عدم یقین ہے یعنی جس چیز کا یقین حاصل نہین آنکھ کے معاینہ یا سماع سے اُسکی گواہی نہ دے اور سماع کی مثال عقود مین کذا فی الطحطاوی مِنْهَا الْعِتْقُ وَالْوِلَايَةُ وَالْمَوْتُ عِنْدَ الثَّانِي وَالْمُعْتَمَدُ عَلَى الْاَصَحِّ بِخِلَافِهِ منجملہ مسائل عشرہ ایک عتق ہے جو ابو یوسف کے نزدیک سماع پر معتمد قول اصح کذا فی البزازیہ ہم شمس الائمہ سرخسی نے کہا کہ شہادت سماعت سے عتق مین بالاجماع مقبول ہے اور سرخسی کے اوستاد حلوانی نے ذکر کیا کہ اسمین خلاف ثابت ہے سوا ابو یوسف سے جائز منقول ہے تو معتمد عدم قبول ہے عتق مین جیسے ولا مین عدم قبول معتمد ہے اور علامہ عبد البر کی شرح وہبانیہ مین ہے کہ شہادت عتق مین یعنی بسماعت حلال نہین ہمارے نزدیک خلافا للشافعی پھر اُسنے علوانی کا قول معتمد مردود کیا اور ولا مین محمد کا کلام مضطرب ہے اور ظاہر امام کا قول معتمد ہے کیونکہ ابو یوسف کے قول کی تصحیح ثابت نہین اور حر مین محمد سے دو روایتین ہین اصح یہ ہے کہ حر تابع ہے نکاح کا یعنی قبول شہادت بالسماع مین پنانچہ علامہ عبد البر نے اسکو مذکور کیا ہے اور اسی کے مانند ہے بحر الرائق مین ظہیریہ اور بزازیہ اور خزانہ سے اور شرنبلالیہ مین ہے خلاصہ سے کذا فی الطحطاوی وَالنَّسَبُ بِهِمْ نسب ہم تجھنے ایک جماعت سے امام کے نزدیک یا دو عادل سے سوا صاحبین کے نزدیک کہ وہ شخص فلان بن فلان ہے تو اُسکو اسکی گواہی دینا جائز ہے اگرچہ اُسنے اُسکی ولادت اُسکے فراش پر نہین دیکھی اور فتوی صاحبین کے قول پر ہے کذا فی الطحطاوی وَالْمَوْتِ بِهِمْ موت ہم تو جب لوگون سے سنا کہ فلانا شخص مر گیا تو اُسکو موت کی گواہی دینا درست ہے اگرچہ اُسنے موت کا معاینہ نہ کیا ہو بزازیہ مین ہے کہ ایک مرد نے عورت سے کہا کہ تیرا شوہر مر گیا

تو اُسکو نکاح کر لینا درست ہی اگر مخبر عادل ہو انتہی محیط مین ہی کہ اگر انسان کی موت کی خبر ائی اسواسطے انہون نے وہ سامان کیا جو میت پر ہوتا ہی تو جہا ئز نہین اُسکی موت کی خبر سے جبتک کہ شخص معتمد اُسکو یہ خبر نہ دے کہ مین نے اُسکی موت کا معاینہ کیا اسواسطے کہ مصائب گاہے موت پر منتہی ہو جاتے ہین خلاصی کی طرح سے یا مال کے بانٹ لینے کے حیلے کیواسطے کذا فی الطحطاوی والنکاح ۔ نکاح ہم اگرچہ جماعت سے سنے امام کے نزدیک اور دو عادلون سے سنے صاحبین کے نزدیک تو نکاح کی گواہی دینا جائز ہی عمادیہ مین ہی کہ شہادت بشہرت اور تسامع نکاح مین جائز ہی سو اگر ایک مرد کو ایک عورت پاس آتے جاتے دیکھے اور لوگون سے سنے کہ فلانی عورت فلانے مرد کی جورو ہی تو اُسکو اُسکی زوجیت کی گواہی دینا جائز ہی اگرچہ اُسنے عقد نکاح کا معاینہ نہین کیا اور دربین ہی کہ اگر ایک شخص نے مرد اور عورت مین اختلاط اور انبساط دیکھا جیسے جورو خاوند مین ہوتا ہی تو گواہی دے کہ وہ اُسکی جورو ہی کذا فی الطحطاوی والدر المختار

زوجیت ۔ دخول ۔ بزوجیہ یعنی یہ بھی باسماع ہی اور قبول شہادت پر احکام مترتب ہین چنانچہ عدت اور مہر اور نسب دون کتابۃ القاضی ۔ ولایت قاضی یعنی جب سنا کہ فلانا شخص قاضی ہوا فلانے شہر کا تو اُسکو اُسکی قضا کی گواہی دینا درست ہی اگرچہ اُسنے تقلید سلطان کا معاینہ نہین کیا بحر الرائق مین معراج سے ہی کہ امیر قاضی کے مانند ہی تو امارت کی شہادت کو بھی زیادہ کرنا چاہیے وَاَصْلُ الْوَقْفِ ۔ اصل وقف مین گواہی دی کہ یہ وقف ہی فلانے موضع یا فلانی جہت پر اور کیا ذکر مصرف کا شرط ہی یا نہین کافی ہی مین مرغینانی سے مروی ہی کہ بیان شرط ہی اور خزانہ مین ہی کہ شرط نہین بقول مختار اگر وقف قائم ہی و تقریر وقف کی طرف مصرف ہو گا خیل و شرائطہ عَلَی الْمُخْتَارِ کَمَا مَرَّ فِی بَابِہَا اور قول ضعیف مین شرائط وقف کی بھی گواہی بسماع درست ہی بقول مختار چنانچہ ذکر ہو چکا وقف کے باب مین ہم طحطاوی نے کہا اسکو بصیغہ تمریض ذکر کیا بلا وجہ ہی کیونکہ دونون قول کی تصحیح ثابت ہی بحر الرائق مین بقول عمادیہ سے ہی کہ بقول مختار اور یہ کہ اگر وقف پر گواہی دی اور شہرت سے مقبول نہین انتہی احد مجتبی مین ہی قول مختار یہ ہی کہ شرائط وقف پر شہادت بشہرت مقبول ہی انتہی اور اسپر اعتماد کیا ہی معراج اور فتح القدیر مین وَاَصْلُہٗ مُوَکَّلٌ بِمَا تَعَلَّقَ بِہٖ صِحَّتُہٗ وَتَوَقُّفَ عَلَیْہِ وَالْمُعْتَبَرُ فِیْ شَرَائِطِہٖ اور اصل وقف ہر ایک وہ چیز ہی جس پر صحت وقف کی متعلق ہو اور جسپر وقف موقوف ہو اور اگر ایسا نہین تو وہ شرائط وقف سے ہی ہم تعلق صحت وقف شروط صحت وقف سے ہی چنانچہ وقف کا منجز ہونا متعلق ہی اسپر کہ مسلم ہونا اور انتظام کار کو اُس بہت کیواسطے مقرر کر دینا جو منقطع نہو و غیر ذلک اور جسپر صحت موقوف نہین جیسے جہات صرف کا ذکر کرنا چنانچہ امام اور موذن کا فَاِنَّہٗ بِذٰلِکَ اِذَا اَخْبَرَ بِرُؤْیَتِہٖ کَمَا شَیْءٍ مِّنْ بَقِیَّ الشَّاہِدِ بِہٖ مِنَ الْجَمْعِ جَمَاعَۃٍ کَاَنْ یَّقُوْلَ سَمِعْنَا اَوْ تَوَاطَاُوْا عَلَی الْکَذِبِ ۔ بِذٰلِکَ شَرْطُ عَدَالَۃٍ اِذَا شَہَادَۃُ الْعَدْلَیْنِ لَوْ اَنَّہُمَا فِی الْمَوْتِ فَیَکْفِی الْعَدْلُ وَلَوْ اُنْثٰی وَھُوَ الْمُخْتَارُ ۔ مُلْتَقٰی وَفَتْحٌ تو شاہد کو بسبب تسامع کے گواہی دینا جائز ہی جبکہ ایسی اشیاء مذکورہ کی جو شخص خبر دے جسپر شاہد اعتماد رکھتا ہی اُس جماعت کی خبر دینے سے جنکا متفق ہونا کذب پر متصور نہین بلا شرط عدالت مخبرین یا وہ عادل کی شہادت سے سوائے موت کے کہ اسمین ایک عادل کی خبر کافی ہی اگر چہ مخبر عورت ہو یہی قول مختار ہی کذا فی الملتقی والدر المختار شہادتی صفوی مین ہی کہ شہرت کی دو صورتین ہین ایک شہرت حقیقی چنانچہ تواتر دوسری شہرت حکمی اسطرح کہ دو عادل مرد یا ایک مرد اور دو عورتین بلفظ شہادت خبر دین مشہور مین ایک عادل کی خبر کافی ہی بلا لفظ شہادت انتہی مدافع مذکورہ مین باوجود عدم معاینہ بمجرد خبر اہل تسامع و شہادت بطریق استفسار کے جائز ہی دفع جرح کیواسطے اور نہ کہ تطویل احکام لازم نہ آوے اسواسطے کہ اشیاء مذکورہ مین ہر شخص حاضر نہین ہوتا سوائے خواص کے کیونکہ تتبع مین ہر شخص ہو موجود نہین ہوتا اور دخول اور رویت مین کوئی واقف نہین ہوتا اور اسیطرح موت کو ہر شخص معاینہ نہین کرتا اور نسب کا سبب ولادت ہی سو وہان کوئی موجود نہین ہوتا سوائے دائی اجنبی کے اور سبب قضا تقلید سلطان ہی سو اسکو بھی معاینہ نہین کرتا سوائے وزیر و غیر خواص کے اور اسیطرح وقف سے وہ احکام متعلق ہوتے ہین جو علی مر الدہور باقی رہتے ہین تو اگر ان امور مین تسامع مقبول نہو تو بڑا حرج لازم آوے اور احکام بالکل معطل ہو جاوین کذا فی الحموی اور ایک عادل کی خبر موت کی شہادت مین کافی ہی تقاضیا اسلئے کیونکہ قاضی بدون دو شخص کی گواہی کے حکم نہ دیگا اور اگر موت کے وقت یا ایک ہی شخص موجود ہو تو اُسکا طریقہ یہ ہی کہ وہ دوسرے کو خبر دے موت کی

پھر وہ دونوں اس کو قاضی کے روبرو گواہی دیویں قاضی اُنکی شہادت پر حکم کرے کذا ذکر ابو مسعود وقید بقولہ شارح الوھبانیۃ بان لا یکون الخصم وصیا لکافر او میتا اور شارح وہبانیہ نے مخیر موت میں یہ قید لگائی ہو کہ وہ متہم نہو چنانچہ وارث میت کا اور جسکے واسطے میت کے وصیت کی ہو یہ تہمت ہو کہ وارث شاید اسواسطے مورث کی موت بیان کرتا ہو کہ اسکا مال بطریق وراثت کے حاصل کرے ومن فی یدہ شیء سوی رقیق علم رقہ ویعبر عن نفسہ والا فھو کمتاع فلان ہان تشھد بہ انہ لہ او مع فی تملیک ذلک انہ ملکہ اور جس شخص کے قبضہ اور موت تصرف میں کوئی چیز ہو سوائے اُس رقیق کے جسکی رقیت معلوم ہو اور وہ اپنا حال بیان کرسکتا ہو اور اگر رقیق صغیر ہو کہ اپنا حال بیان نہیں کرسکتا تو وہ متاع اور اسباب کے مانند ہو تو گواہ اُس متاع مقبوض کی یوں گواہی دینا درست ہی کہ وہ قابض کی مملوک ہو بشرطیکہ تیرے دل میں یہ بات واقع ہو کہ مقبوض قابض کی ملک ہو یعنی خلاصہ یہ ہو کہ جو چیز لونڈی غلام کے سوا لقد ہو یا اسباب زمین کشتی کے قبضہ اور تصرف میں ہو اور شاہد کا دل گواہی دے کہ یہ چیز قابض کی مملوک ہو تو اُسکی ملکیت کی گواہی دینا درست ہی اسواسطے کہ قبضہ اور تصرف ملک کی بڑے سے بڑی دلیل ہی کیونکہ جمیع اسباب میں مرجع دلالت قبض ہو تو اسی پر اقتصار ہوگی اور صورت اُسکی یہ ہو کہ ایک چیز ایک آدمی کے قبضہ اور تصرف میں دیکھے پھر وہی چیز دوسرے شخص کے ہاتھ میں دیکھے اور پہلا آدمی اُسکی ملک کا مدعی ہو تو دیکھنے والے کو یہ گواہی دینا جائز ہو کہ وہ چیز مدعی کی مملوک ہی اور اگر مقبوض رقیق کبیر ہی کہ اپنی رقیت بآسانی کو بیان کرسکتا ہو تو بمجرد معائنہ قبض اُسکی مملوکیت کی گواہی جائز نہیں اور اگر رقیق ایسا صغیر ہو کہ اپنا حال بیان نہیں کرسکتا تو اب وہ متاع کے مانند ہو تو اُسکی مملوکیت کی گواہی بمجرد معائنہ قبض سے درست ہی طحطاوی نے کہا یہ شارح نے حملہ زیادہ کیا کہ علم رقہ سو بلا وجہ ہی اور شارح کو دھوکا پڑا شرنبلالیہ کی عبارت سے مضمون عبارت مذکورہ کا یہ ہی رقیق صغیر کے سوا یعنی جب تک نہ جانے کہ وہ رقیق ہی تو معائنہ قبض سے اُسکی رقیت کی گواہی نہ دے اور غیر صغیر میں اُسکی رقیت کی گواہی دے انتہی یعنی معائنہ قبض سے مراد اُسکی یہ ہو کہ جو غلام اپنے حال کو بیان کرسکتا ہو تو اُسکی مملوکیت کی گواہی نہ دے معائنہ قبض سے مگر جبکہ اُسکی رقیت معلوم ہو اور یہ مطلب شارح کے کلام سے نہیں سمجھتا اور مگر شارح یوں کہتا سوائے رقیق کبیر بعلم رقہ فقط والا فھو متاع تو کلام ٹھیک تھا انتہی شرنبلالیہ میں ہی شہادت قلبیہ الا لافادۃ شرط ہی اسواسطے کہ حلت شہادت میں یقین ہونا اصل ہی تو تحمل یقین کے وقت شہادت قلبی کی طرف حاجت ہوگی اسواسطے کہ قبض دلیل ہوتا ہی بسبب حاصل ہونے گمان ملک کے پھر جب اُنے گواہی دی تو ظن حاصل نہوا تو بمجرد قبض مفید نہوا لہذا علمانے کہا ہی کہ جب انسان گران قیمت موتی خالکر دیکے ہاتھ میں دیکھے یا کتاب جاہل کے پاس دیکھے جسکے آبا و اجداد میں کوئی اہل علم نہیں ہوا تو اُسکی ملک کی گواہی قابض کیواسطے جائز نہیں تو معلوم ہوا کہ فقط قبض کافی نہیں انتہی اور یہ سترلہ شاہد گو وہ عادل اُسکی خبر نہ دیں کہ یہ چیز مقبوض غیر قابض کی ہی تو اگر یہ چیز دین تو ملک قابض کی گواہی دینا جائز نہیں چنانچہ خلاصہ میں ہی اور ایک عادل کی گواہی شہادت قلبی کی منزل نہیں مگر جبکہ یہ تیرے دل میں بیٹھ جاوے کہ یہ شخص صادق ہی تو اب تجھکو اول قابض کیواسطے ملک کی گواہی دینا حلال نہیں چنانچہ شلبی کے حاشیہ میں ہی عائمہ سے دلالۃ اور یہ نہیں تو نہیں یعنی اگر تیرا دل ملک قابض کی گواہی نہ دے تو تجھکو اُسکی ملکیت کی گواہی دینا جائز نہیں چنانچہ مفصل مذکور ہو چکا ولو عاین القاضی ذلک جاز لہ القضاء بہ بزازیۃ ای اذا ادعاہ المالک وعلا اور اگر قاضی اُسکو یعنی قبض اور تصرف کو معائنہ کرے تو اُسکو حکم دینا قابض کی ملکیت کا جائز ہی کذا فی البزازیہ یعنی اُسوقت حکم جائز ہی کہ جبکہ مالک اُسکا دعوی کرے اور اگر دعوی نہ کرے تو جائز نہیں ھم دعوی ملک کی قید میں قاضی صاحب بحر کا تابع ہوا ہی اور صاحب بحر نے اس قید سے دفع منافی کی ہی زیلعی کے کلام میں اور بزازیہ اور خلاصہ کے کلام میں زیلعی نے کہا کہ قاضی کو حکم دینا بمعائنہ قبض جائز نہیں خلافا للخلاصۃ والبزازیہ تو صاحب بحر نے خلاصہ اور بزازیہ کا کلام حصول دعوی پر محمول کیا اور زیلعی کا کلام عدم حصول دعوی پر یعنی ابو مسعود نے کہا کہ اس تکلف کی کچھ حاجت نہیں کیونکہ اس مسئلہ میں اختلاف ہی متقدمین اور متاخرین میں متقدمین کے نزدیک قاضی کو حکم دینا اپنے علم پر جائز اور متاخرین کے نزدیک جائز نہیں تو خلاصہ اور بزازیہ کا کلام متقدمین کے مذہب پر مبنی ہوا اور زیلعی کا کلام متاخرین کے مذہب پر کذا فی الطحطاوی وبان شرط الشاھد للقاضی ان شھادتہ بالتسامع او بمعاینۃ الید رد ت علی الصحیح الا فی الوقف والموت اذا فشا او قالا اخبرنا بہ من

ف صورت قبض سے ملکیت کے کرنیکا حال بیان کرنے اور اسکے مملوک ہونے کی گواہی دینے کی

بہ بقبل علی الاصح خلاصۃ وان اگر شاہد بالتسامع قاضی سے بیان کرے کہ اسکی گواہی تسامع سے ہے یا معائنہ قبض سے تو گواہی بقول صحیح مردود ہوگی مگر وقف اور موت میں جبکہ دونوں شاہد بیان کریں اور یوں کہیں کہ ہمکو وقف یا موت کی خبر دی ہے اُنسے جسپر ہمکو اعتماد ہو تو بقول اصح گواہی مقبول ہوگی کذا فی الخلاصۃ ھموی نے کہا علماء نے فرمایا ہے کہ شاہد کو مناسب ہے کہ مطلق گواہی دے اور اُسکی تفسیر نہ کرے یعنی تسامع یا معائنہ قبض کو نہ کرے بل فی الفصیلۃ عن المحانیۃ معنی التفسیرین یقول اشہد بالامر لانا سمعنا من الناس اقالوا ولم نعاین ذلک ولکنا استفضنا عند نا جازت فی الکل وصحح شارح الوہبانیۃ وھذا بہ بلکہ درر کے حاشیہ غرر زادہ میں خانیہ سے منقول ہے کہ معنی تفسیر شہادت بالتسامع یہ ہے کہ شاہد یوں کہیں کہ ہمنے گواہی دی اسواسطے کہ نکاح وغیرہ لوگوں سے سنا اور اگر یوں کہیں کہ ہمنے اُسکو معائنہ نہیں کیا لیکن وہ ہمارے نزدیک مشہور ہے تو جمیع امور میں شہادت بالتسامع جائز ہے اور شارح وہبانیہ وغیرہ نے اس قول کو صحیح کہا ہے ہم شہرت اور سماع من الناس میں فرق یہ ہے کہ شہرت وہ ہے جو سب لوگوں میں مشہور ہو یا اکثر میں اور سماع من الناس میں یہ باب حاصل نہیں کذا فی الطحطاوی واللہ تعالی اعلم

باب القبول وعدمہ

ای من یجب علی القاضی قبول شہادتہ ومن لا یجب کمن یعلم قبولہا او کمن یعلم رجحۃ شہادۃ الفاسق مثلا کما حققہ المصنف تبعا لیعقوب باشا وغیرہ یہ باب ہے قبول شہادت اور عدم قبول میں یعنی کس شخص کی شہادت قبول کرنا قاضی پر واجب ہے اور کسکی واجب نہیں نہ یہ کہ کسکی شہادت کا قبول کرنا صحیح ہے اور کسکی نہیں بسبب صحیح ہونے قضا کے فاسق کی شہادت سے مثلا اور حالانکہ عدم قبول شہادت فاسق مذکور ہے چنانچہ اسکو مصنف نے اپنی شرح میں یا تباع یعقوب باشا وغیرہ کے ذکر کیا ہے تقبل من اہل الاہواء ای اصحاب بدع لا تکفر کجہمی وقدری وخارجی وشیعی وتعطیلی وکل منہم اثنتا عشرۃ فرقۃ فصار والاثنین وسبعین مقبول ہے گواہی اہل ہوی کی یعنی اہل بدعات کی جو منسوب بکفر نہیں چنانچہ جہمی اور قدری اور رفضی اور خروج اور تشبیہ اور تعطیل اور ہر ایک ان چھ فرقوں سے بارہ فرقے ہیں تو اہل بدعات کے بہتر فرقے ہوگئے ھم ہوی عبارت ہے خواہش نفس مذموم سے اور اہل ہوی ایک فرقہ معین نہیں بلکہ جو مخالف سنت کے ہو تاویل فاسدہ اہل ہوی ہے مغرب میں ہو کہ اہل ہوا وہ لوگ ہیں جو طائفہ اہل سنت اور جماعت سے کجروی کریں اور اہل قبلہ ہوں یعنی آپکو مسلمان کہتے ہوں انکی گواہی اسواسطے مقبول ہوئی کہ انکا فسق اعتقادی ہے اور بدعت میں اُسکو نہیں ڈالا مگر اُسکے مذہب کے لیے اپنے نزدیک جس حال کو اُسنے بدعت نہ سمجھا ہو بخلاف فسق من حیث التعاطی کے اسمیں یعنی فاسق اعتقادی متہم بہ کذب نہیں بخلاف فاسق فعلی کے کہ وہ متہم بہ کذب ہے لہذا اُسکی گواہی مقبول نہیں جبر یہ وہ فرقہ ہے جو قدرت عبد کی نفی کرے اور قدریہ وہ ہے جو حق تعالی کی قضا اور قدر کی نفی کرے اور کہے کہ عبد اپنے افعال کا خالق ہے اور رافضی فرقہ مشہور ہے اور خارجی وہ لوگ ہیں جو حضرت علی اور طلحہ اور زبیر اور معاویہ کو کافر کہیں معاذ اللہ اور اہل تشبیہ وہ ہیں جو خالق میں مخلوق کے صفات ثابت کریں اور تعطیلی وہ فرقہ ہے جو صفات کا ذکر ہی نہ کرے کہ ایمان کے ساتھ کوئی گناہ مضر نہیں کرتا اور اہل تعطیل اور معطلہ وہ فرقہ ہے جو حق تعالی کی ذات پاک کو صفات سے خالی اعتقاد کرے قہستانی نے کہا اہل ہوی میں سے جسکی تکفیر ثابت ہے جیسا مجسمہ اور خوارج اور غلاۃ روافض اور جو خلق قرآن کے قائل ہیں انکی شہادت مسلمین پر مقبول نہیں انتہی تو شارح نے ان فرقوں کو اہل ہوی کے بیان میں شمار کیا ہے نہ یہ کہ ان سب فرقوں کی گواہی مقبول ہے جیسا کہ کلام بحر الاول سے دلالت کرتا ہے کہ اصول ہوی چھ ہیں پھر شارح کے مانند فرق ستہ کو ذکر کیا کذا فی الطحطاوی تقبل الا الخطابیۃ صنف من الروافض یجوزون الشہادۃ لشیعتہم ولکل من حلف انہ یحق فرضہ لیدفع بہا الحق ثم ہم الکذب ولم یبق لہم ذکر مع اہل ہوی کی گواہی مقبول ہے سوا خطابیہ کی وہ ایک فرقہ ہے روافض سے جائز جانتے ہیں گواہی اپنے شیعوں کو اسطے اور اُس شخص کو اسطے جو قسم کھائے کہ میرا حق ہے یہ ہوگا انکی شہادت مردود ہونا انکی بدعت کے سبب سے نہیں بلکہ کذب کی تہمت کے سبب سے ہے اور انکا مذہب کافر یہ نہیں ہے کذا فی البحر یعنی اُس مذہب والا کوئی باقی نہیں رہا خطابیہ نسبت ہے ابو الخطاب محمد بن ابی زینب اسدی اجدع کیطرف ابو الخطاب کوفہ میں خروج کیا اور عیسی بن موسی بن علی بن عبد اللہ بن عباس اجدع ثانی اور امام جعفر صادق کی اطاعت کیطرف

باب القبول وعدمہ

اور یہ دعوی کیا کہ علی مرتضی خدا ہے اکبر ہیں اور جعفر صادق خدائے اصغر ہو کوفہ میں سولی دیا گیا حنفیہ کی رو شہادت فقط بدعت سیہ اسواسطے ہمنیں کہ بعض بدعت حالتی تکفیر کے نہیں بلکہ بطریکہ اپنے رئیس کے مانند اعتقاد رکھتے ہوں کذا فی الطحطاوی وَمِنَ الَّذِیْ لَوْ عَدَّ کَافِیْ دِیْنِہِمْ جَوْہَرَۃً عَلٰی مِثْلِہٖ اَیْ فِیْ خَمْسِ مَسَائِلَ مَا فِیْ لَا مُتَشَابِہٌ اور ذمی کی گواہی اُسکے مانند دوسرے ذمی پر مقبول ہو اگر ذمی عادل ہو اپنے دین میں کذا فی الجوہرہ مگر پانچ صورتوں میں ذمی کی گواہی ذمی پر مقبول نہیں جنانچہ اشباہ میں ہے مقبل مسائل خمسہ ایک یہ کہ ذمہ نصرانی ایک نصرانی کے مسلمان ہوجانے کی گواہی دیوے ردہ انکا رکرتا ہو تو گواہی مقبول نہیں لانی نصرانیہ کے اسلام پر گواہی مقبول ہو گی اور اسکے اسلام لانے پر زبردستی کیجائیگی ہو جبکہ دو ذمی نصرانی میت پر گواہی دیں اور وہ مسلم کا مدیون ہو اور ترکہ ادا میں کفایت نہ کرتا ہو ۳ جبکہ ذمی کی خرید پر مسلم سے گواہی دیوے اور مسلم منکر بیع ہو ہم جبکہ چار شخص گواہی دیں نصرانی پر کہ اُسنے عورت مسلمان سے زنا کیا مگر یہ صورت اسکرہ ۵ مسلمان نے ایک غلام کا دعوی کیا جو کافر کے پاس ہے اور دو کافروں نے گواہی دی کہ وہ اُسکا غلام ہے اور فلانے مسلم قاضی نے اُسکا حکم دیا ہو وَتُبْطِلُ بِاسْنَادِہٖ حَتّٰی قَبْلَ الْقَضَاءِ وَکَذَا بَعْدَہٗ لَوْ یُعْفَوْ یَا کفر دے بھیجے اور باطل ہوجاتی ہو ذمی کی گواہی اُسکے مسلمان ہوجانے سے قبل قضا کے اور اسیطرح بعد قضا بھی باطل ہوجاتی ہو اگر عقوبت کی گواہی چنانچہ قضا کرے کذا فی البحر ہم اگر ذمی شہود علیہ سابق ہوجاوے تو گواہی باطل ہوجاویگی کیونکہ اگر اُسکو گواہی پر حکم دے تو لازم آتا ہو مسلمان پر حکم کرنا کافر کی گواہی سے اور یہ جائز نہیں ہان اِخْتَلَفَا مِلَّۃً کَاَنْ یَّعُوْدَ وَالنَّصْرَانِیُّ ذِمِّیًّا کی گواہی ذمی پر مقبول ہو اگر یہ شاہد اور مشہود علیہ کا دین مختلف ہو جنانچہ یہود اور نصاری سواسطے کہ کل کفر ملت واحدہ ہو وَالذِّمِّیُّ عَلَی الْمُسْتَاْمَنِ بِعَکْسِہٖ اور مقبول ہو ذمی کی گواہی مستامن پر نہ بالعکس یعنی مستامن کی گواہی ذمی پر مقبول نہیں کیونکہ ذمی افضل ہو مستامن سے اسواسطے دار الاسلام میں ہتا ہو وَکَالْمُرْتَدِّ عَلٰی مِثْلِہٖ فِی الْاَصَحِّ اور نہ مرتد کی گواہی مقبول ہو ویسے دوسرے مرتد کی بقول اصح وَنُقِلَ مِنْہُ عَلٰی مُسْتَاْمِنٍ مِثْلِہٖ صَارَ اتِّحَادُ الدَّارَیْنِ اِخْتِلَافًا وَاِنْ بِہِمَا یَقْطَعُ الْوِلَایَۃَ کَمَا یَمْنَعُ التَّوَارُثَ اور مقبول ہو مستامن کی گواہی ویسے دوسرے مستامن پر ملک میں رہنے کے ساتھ یعنی جبکہ دونوں ایک ہی ملک کے رہنے والے ہوں اسواسطے کہ دونوں کا ملک مختلف ہونا قاطع ولایت ہو جیسے توارث کا مانع ہو ہم مثلاً ایک مستامن حربی کا ہو اور دوسرا جزیہ کا اور دونوں دار الاسلام میں ہوں تو ایک کی گواہی دوسرے پر مقبول نہیں اور اسیطرح ایک دوسرے کا وارث بھی نہوگا اور ملک مختلف ہونا ہو باعتبار اختلاف سلطنت وحکومت کذا فی البحر وَتُقْبَلُ مِنْ عَدُوٍّ لِعَدُوِّہٖ بِسَبَبِ الدِّیْنِ لَا نَفْیًا مِنَ الثَّانِیْ بِخِلَافِ الدُّنْیَوِیَّۃِ فَاِنَّہٗ یَانٰی مِنَ الْقَبُوْلِ عَلَیْہِ کَمَا سَیَجِیْءُ اور مقبول ہو گواہی دشمن دینی کی اسواسطے کہ عداوت دینی بسبب دینداری کے ہو بخلاف عداوت دنیوی کے کہ اُسمیں اطمینان نہیں ہو وقوع گوئی سے چنانچہ اگر گواہی دیگا تو بسبب ہم بھی عداوت دینی ہونی ہو بسبب کمال دینداری اور عدالت کے اسواسطے کہ عداوت گاہے واجب ہوتی ہو اسطرح پر کہ ایک شخص کو دیکھے کہ مخالف شرع دیکھے اور اُسکے منع کرنے سے وہ باز نہ رہے ولہذا شہادت مسلم کی کافر پر مقبول ہو باوجودیکہ دونوں میں عداوت دینی ہو کذا فی المحیط وَاَمَّا الصَّدِیْقُ لِصَدِیْقِہٖ فَتُقْبَلُ اِلَّا اِذَا کَانَتِ الصَّدَاقَۃُ مُتَنَاہِیَۃً بِحَیْثُ یَتَصَرَّفُ کُلٌّ فِیْ مَالِ صَاحِبِہٖ قَالَ فِی الْمُصَنَّفِ مُغْنِیًا لِلْعُیُوْنِ الْحُکَّامِ اور دوست کی گواہی دوست کیواسطے مقبول ہو مگر جبکہ دوستی نہایت مرتبہ ہو اسطرح پر کہ تصرف کرتا ہو ہر دوست دوسرے کے مال میں بلا اجازت جنانچہ مصنف کے فتاوی مین ہو معین الحکام کی طرف منسوب ہو مگر جبکہ دین میں مرتکب صغیرہ بلا اصرار ان اجتنب الکبائر کُلَّہَا او غَلَبَ صَوَابُہٗ عَلٰی صَغَائِرِہٖ کما ورد وغیرھا قال ھو معنی العدالۃ اور مقبول ہو گواہی اُسکی جو مرتکب صغیرہ ہو بلا اصرار بشرطیکہ جمیع کبائر سے پرہیز کرتا ہو یا صواب اُسکا غالب ہو اُسکے صغائر پر یعنی حفاظ کذا فی الدرر وغیرہا صاحب درر نے کہا اور یہی مذکور معنی عدالت ہے ہم تو اگر گناہ صغیرہ پر اصرار کرے یا اُسکے کرنے سے خوش ہو یا اُسکو ملکا جانے یا عالم ہو اور لوگ اُسکی پیروی کرتے ہوں تو وہ صغیرہ اب کبیرہ ہو گیا فتح القدیر میں کہا بہتر قول وہ ہے جو ابو یوسف سے تفسیر عادل میں یوں منقول ہو کہ کبیرہ گناہ نہ کرے اور صغیرہ پر اصرار نہ کرے اور پردہ پوشی اکثر امور پر وہ دری سے اور صواب اُسکا اکثر خطا سے اور مروت اُسکی ظاہر ہو مستعمل صدق اور مجتنب کذب ہو باعتبار دیانت اور مروت کے قہستانی نے کہا کہ جو مجتنب ہو کبائر سے اور سوتنکیاں اکثر اور نباشد صغیرہ تو وہ عادل ہو اور اگر ایک سنگی کرے اور دو گناہ صغیرہ تو وہ عادل ہمین کذا فی الطحطاوی وَفِی الْخُلَاصَۃِ کُلُّ فِعْلٍ یَخُلُّ الْمُرُوَّۃَ وَالْکَلَامُ

واقعۃ الفتاویٰ اور خلاصہ میں ہے کہ جو فاسق کہ مروت اور کرم کو چھوڑ دے وہ کبیرہ گناہ ہے اور ثابت رکھا ہے اس قول کو ابن کمال نے ھ فتح القدیر میں اسپر اعتراض کیا ہے کہ یہ قول منضبط اور صحیح نہیں لہذا حلبی نے کہا کہ ترک مروت و کرم کبیرہ نہیں ہو سکتا مگر میں حیث منع شہادت کما فی الطحطاوی قال وعلی ان تکلب کبیرۃ تسقط عدالتہ ابن کمال نے کہا اور جبکہ مسلم مرتکب کبیرہ کا ہوا اسکی عدالت ساقط ہو گئی ھ حموی نے کہا مگر زوال عدالت کا اسوقت حکم ہو گا جبکہ کبیرہ مرتبہ ظہور میں پہونچے ولہذا شرب قطرۃ من خمر او مرۃ او ان شرابہ ہے اور قسانی میں خلاصہ سے ہے کہ اختار یہ ہے کہ بالکل کے اصرار سے صغیرہ کبیرہ ہوتا ہے اور اگر یکبار مرتکب کبیرہ ہوا تو اسکی شہادت مقبول ہے ودمن اقلت لومہ لائم یہ دلالۃ ہے کہ ناخذ بجواز غیر متہمون کی گواہی مقبول ہے اگر ترک فتنہ عذر سے ہو اور اگر بلا عذر ہو تو گواہی مقبول نہیں اور اسی قول کو ہم لیتے ہیں کذا فی البحر ھ عذر یہ کہ فتنہ ترک کرے اپنی جان کے تلف ہو جانے سے اور جیسے اسکی شہادت مقبول ہو ویسے ہی اسکی امانت بھی صحیح ہے اور فتنہ کے وقت میں اختلاف ہے خلاصہ میں کہا مختار یہ ہے کہ ابتداء وقت فتنہ سات برس ہیں اور آخر وقت بارہ برس ہیں کذا فی المنح ولا یستہزاء بشیء من الفرائض کذا بن کمال اور خوش طبعی اور ہنسی کرنا ساتھ کسی چیز کے احکام شرعی سے کفر ہے ذکرہ ابن کمال وخفی واقطع اور گواہی مقبول ہے خوجہ اور دست بریدہ کی ھ اسواسطے کہ خوجے کا عضو ظلم سے کاٹا گیا جیسے کسیکا ہاتھ کوئی کاٹ ڈالے اور جسکا ہاتھ چوری میں کاٹا گیا ہو گواہی اسوقت مقبول ہے جبکہ وہ عدل ہو کذا فی الطحطاوی ووالد الزنا ولو بالزنا خلافا لمالک والد الزنا کی گواہی مقبول ہے اگر بیٹا وہ زنا کی گواہی دے بخلاف امام مالک کے نزدیک ھ اسواسطے کہ نسب الدین فسق ولد کا موجب نہیں جیسے کفر والدین کذا فی المنح وخنثی کانثی لوشکلہ وان کان مشکلا فالاشکال اور خنثی عورت کے مانند ہے اگر خنثی مشکل ہو اور اگر خنثی مشکل نہ ہو تو کچھ اشکال نہیں ھ شرنبلالیہ میں ہے کہ خنثی مشکل جمیع احکام میں عورت کے مانند ہے انتہی تو اسکی گواہی دوسری عورت کے ساتھ برابر ایک مرد کے ہو گی اور اگر خنثی مشکل نہ ہو یعنی اگر علامت مردی غالب ہے تو اسکا مرد کا حکم ہے اور بہ نفی عورت کا وعتیق المعتقۃ وعکسہ لاتہمۃ لما فی الخلاصۃ عتق عتقہما ان الثمن کذا عندی خلافہ فی بائع ومشتر ولم یقبل بجر النفع باثبات العتق اور غلام آزاد کی گواہی آزاد کرنے والے کیواسطے اور آزاد کرنے والے کی گواہی غلام آزاد کیواسطے مقبول ہے مگر بسبب تہمت کے مقبول نہیں اسواسطے کہ خلاصہ میں ہے کہ بائع اور مشتری کے اختلاف کرنے کے وقت دو غلاموں نے اپنے آزاد ہونے کے بعد یہ گواہی دی کہ ثمن اتنا تھا تو گواہی مقبول نہ ہو گی اسلیے کہ منفعت کے اثبات عتق سے ھ جر منفعت کی وجہ سے ہے کہ اگر دونوں کی شہادت نہ ہوتی تو بائع اور مشتری دونوں قسم کھاتے اور بیع فسخ ہو جاتی تو عتق باطل ہوتا عتیق کی گواہی معتق کیواسطے اسواسطے مقبول ہے کہ شریک نے قسم کی گواہی علی مرتضی کیواسطے قبول کی تھی اور قسم انکے غلام آزاد تھے کذا فی الطحطاوی وکذا عکسہ ودمن محرم رضاعا ومصاہرۃ لا اذا شتت المخصومۃ وخاصم معہ علی ما فی الفصیۃ اور مقبول ہے گواہی بھائی کی اپنے بھائی کیواسطے اور بھتیجے کی اپنے چچا کیواسطے اور محرم رضاعی یا مسرال رشتے کے عورت کے گواہی مقبول ہے مگر جبکہ نہایت جھگڑتی ہو اور شاہد جھگڑتی ہو مدعی کے ساتھ تو گواہی مقبول نہیں جیسا کہ فصیہ میں ہے ھ محرم رضاعی جیسے رضاعی بیٹا اور مسرال رشتے کے محرم جیسے خوشدامن اور زوجہ کی بیٹی دوسرے زوج سے اور داماد اور سوتیلی ماں اور بہو التخاص مذکورین کی گواہی اسواسطے ودست بریدہ کی ملاک ہر ایک کی جدا جدا ہوتی ہے اور ایک دوسرے کے مال میں تصرف نہیں کرتا تو محل تہمت نہیں ہے بخلاف شہادت قرابت ولاد لیکن جبکہ شاہد مدعی کے خصومت کا تھیرے تو گواہی مقبول نہ ہو گی کیونکہ وہ اب مدعی علیہ کا گویا خاصم ہو گیا وفی الخزانۃ تخاصم الشہود والمدعی علیہ تقبل لو عدولا اور خزانہ میں ہے کہ تخاصم شہود اور مدعا علیہ میں گواہی مقبول ہے اگر شاہد عادل ہوں ھ یہ قول فصیہ کے ظاہر الخلاف ہے صاحب بحر نے توفیق بین القولین کے واسطے اسکو عدم مساعدت مدعی پر محمول کیا ہے بلا عدم کثرت مساعدت پر واللہ تعالی اعلم ودمن کان علی عبد کافر مولاہ مسلم او علی وکیل حربی کافر وہو کلہ مسلم لا یجوز علیہ لقیاما علی مسلم تصادقا والاول ضمنا اور مقبول ہو گواہی کافر کے اسغلام کافر پر جسکا مولی مسلم ہے اسی وکیل حربی کافر پر جسکا موکل مسلمان ہے نہیں جائز ہے اسکے بالعکس بسبب قائم ہونے شہادت کافر کے مسلم پر قصدا اور اول میں قیام شہادت

ضمناً ہو نہ قصداً اور ضمناً جائز ہے نہ قصداً ہم بالعکس یہ ہے کہ گواہی دے کافر اُس مسلمان غلام پر جسکا مولیٰ کافر ہے کذا فی الطحطاوی ویقبل علی ذمی میت لہ وصیۃ مسلم ان لم یکن علیہ دین یستغرق ترکتہ اور مقبول ہے گواہی کافر کی اُس ذمی میت پر جسکا وصی مسلمان ہو بشرطیکہ میت پر کسی مسلمان کا دین نہو کذا فی البحر وفی الاشباہ کافر تقبل شہادتہ کافر علی مسلم ابتداءً کما مر او ضرورۃً فی مسئلتین فی الوصایا شہد کافران علی کافر انہ اوصی الی کافر والحضر مسلماً علیہ حق للمیت وفی النسب شہدا ان النصرانی ابن المیت فادعی علی مسلم بحق ولہذا یستحلف وجہہ فی الدرر اور اشباہ میں ہے کہ کافر کی گواہی مسلم پر مقبول نہیں مگر کافر کے ساتھ ہو کر چنانچہ مذکور ہو چکا مسلم کی گواہی عبد کافر میں یا کافر کی گواہی مسلم پر بصورت مقبول ہو دو مسلمانوں میں وصیت کرنے میں چنانچہ دو کافروں نے ایک کافر پر یہ گواہی دی کہ اُسنے دوسرے کافر کو وصی کیا ہو اور وصی نے اُس مسلم کو حاضر کیا جسپر میت کا حق ہو اور نسب میں بصورت مقبول ہے چنانچہ دو کافروں نے گواہی دی کہ نصرانی میت کا بیٹا ہو سو اُسنے مسلم پر حق میت کا دعوی کیا اور یہ استحسان ہو اور وجہ استحسان در میں مذکور ہے ہم وجہ استحسان یوں مذکور ہے کہ مسلم یعنی ہماری وغیر ہم کفار کی موت میں جو حقوق ہیں اور وصیت کا ثبوت کے قریب ہوتی ہو اور ثبوت نسب کا بسبب نکاح ہو اور اہل اسلام کفار کے نکاح میں نہیں ہوتے تو اگر بضاری کی شہادت اثبات مسلم پر اثبات الوصایا حق موت پر نہیں ہو اور نسب میں جسکی بنا نکاح پر ہے مقبول نہو تو وہ حقوق ضائع ہو جاویں جو الوصایا سے متعلق ہیں تو گواہی بصورت مقبول ہو جیسے دایہ کی گواہی بصورت مقبول ہو انتہی شرنبلالی نے کہا کہ ظاہر اقبول شہادت اُس صورت میں ہو جبکہ مسلم دین کا مقر اور وصیت کا منکر ہو تو ذمیوں کی گواہی مقبول ہوگی کیونکہ یہ نصرانی میت پر گواہی ہو اور اگر مسلم منکر ہو دین کا تو ذمیوں کی گواہی اُسپر کیونکر مقبول ہوگی و بصورت نسب کا بھی وہی محل ہے جبکہ مسلم دین کا مقر اور نسب کا منکر ہو کذا فی الطحطاوی والعمال للسلطان او لعمال سلطانی کی گواہی مقبول ہو ہم عمال بضم عین تشدید میم عامل کی جمع ہو عمال سے مراد وہ لوگ ہیں جو حقوق واجبہ مانند خراج وغیرہ کے رعایا سے لیتے ہیں یہی قول ہو جمہور کا اسواسطے کہ نفس عمل فسق نہیں کہ بعضے اصحاب کبار عامل تھے کذا فی الطحطاوی وہذا اذا کانوا اعواناً علی الظلم فلا تقبل شہادتہم لغلبۃ ظلمہم کرئیس القریۃ والجابی والصواف والمعرفین فی المواریث والظلم فاش فی جمیع الاصناف ومحضر قضاۃ العہد والوکلاء المتعلقۃ والصکاک وضمان الجہات کمقاطعۃ سوق النخاسین حق حل لعن الشاہد لشہادتہ علی باطل نتج وبحر یعنی جبکہ عمال سلطانی ظلم اور ستم کے مددگار ہوں تو اُنکی گواہی مقبول نہیں بسبب غلبہ ظلم کے جیسے رئیس قریہ یعنی زمیندار کی گواہی مقبول نہیں بسبب اُسکی ستمگاری کے اور خراج جمع کرنیوالے کی یعنی جو ظلم سے خراج جمع کرے اور صراف کی اور جہازوں کے معرف کی یعنی جو تجار اہل جہاز اور شتروں سے شناسائی کرواتے ہیں اور جمیع اقسام اہل حرفہ کے چودھری اور مہتروں کی اور اُسکی گواہی جو قاضیان زمانہ کے پاس اہل مقدمات کو رجوع کرے اور بناوٹ کے وکیلوں کی اور رقبالہ نویسوں کی اور حجات کے ضمانت داروں کی گواہی مقبول نہیں مانند اُنکی گواہی کے جو مشتریوں کی بازار کو بانخاس کی بازار کو بطور مقاطعہ حاکم سے لیتے ہیں یہاں تک کہ شاید پر لعنت کرنا حلال ہو بسبب اُسکی گواہی دینے کے باطل پر کذا فی الفتح والبحر ہم صراف سے وہ صراف مراد ہو جسکے پاس لوگ اپنا مال رکھا دیں اور وہ خوشی سے رکھے اور عرفا سے مراد بینہ وروں کے رئیس اور مخبر قضاء عہد کی گواہی بسبب شیوع تجاری اور عدم مروت کے مقبول نہیں اور وکلای متعلقہ سے شاید وہ لوگ مراد ہیں جو دعاوی اور خصومات میں مدعی ہو جاتے ہیں تو اُنکی گواہی بسبب قلت مبالات اور رشوت خواری کے مقبول نہیں اور اُنکو متعلقہ اسواسطے کہا کہ لوگ اُنکی جلسازی اور حیلہ بازی سے اپنی غرض میں اعانت چاہتے ہیں اور نہ کہ بسبب تحقیق کا قصد نہیں کرتے اور صکاک بضم صاد مہملہ جمع ہو صکاک بفتح صاد کی یعنی کاتب دستاویز وقبالہ نویس اُنکی گواہی اسواسطے مقبول نہیں کہ وہ لکھتے ہیں کہ فلانے نے خرید کیا اور بیچا اور ضامن ہوا اور قبض پر قبضہ کیا اگرچہ امور مذکور واقع نہوں اور کتابت ملتزم کے ہے لیکن اگر کاتب غالب الصلاح اور تحقیق کرکے لکھتا ہو تو مقبول الشہادت ہے ضمان بضم مانند جبہ تشدید میم جمع ہو ضامن کی فتح القدیر میں ہو اور گواہی مقبول نہیں اُسکی جو اقرار باطل پر گواہی دے مانند اُسکے جو سوق نخاسین کو بطور مقاطعہ کے

کیونکہ وہ باطل پر شہادت ہے سو کیا حال ہے اون لوگوں کا جو سلطان سے جو خمان جبایات اور اجارات معاوضہ پر گواہی دیتے ہیں انتے تخاسین بجائے محمل ہے اور بعضے کتب میں بجائے مجمعہ جمیع تخاس یعنی بائع و واہب در تسبیق کذا فی الطحطاوی وفی الوہبانیۃ امیر کبیر ادعی فشہد لہ عمالہ وتوابعہ ودعایا ہما لا تقبل کشہادۃ المزارع لرب الارض اور وہبانیہ میں ہے امیر نے دعوی کیا سو اسکے عمال اور توابع نے اور عمال کی رعایا نے اسکے واسطے گواہی دی تو مقبول نہیں جیسے مزارع کی گواہی زمین والے کے حق میں مقبول نہیں عمال اور رعایا کی گواہی بسبب جہالت کے اور بسبب سمگاری کے امیر کے خوف سے مقبول نہیں وقیل اراد بالعمال المحترفین اتی یجر نفعا لا یقع بہ وہی حرفۃ اٰبائہ واجدادہ والا فمروءۃ لہ ودینہ فلا شہادۃ لہ لما عرف فی حد العدالۃ فتم دائرۃ المصنف اور بعضوں نے کہا کہ عمال مقبول الشہادت سے پیشہ ور مراد ہیں یعنی وہ پیشہ جو اسکے لائق ہو یعنی جو پیشہ ورکے باپ دادوں کا پیشہ ہو اور اگر اسکا پیشہ نالائق ہو باپ دادا کے مخالف تو اوس پیشہ ور میں مروت اور جوانمردی نہیں اگر اسکا پیشہ رذیل اور رذیل ہو تو اسکی گواہی بھی جائز نہیں اسواسطے کہ مروت کا داخل ہونا حد عدالت میں معلوم ہو چکا کذا فی الفتح اور ثابت رکھا ہم اسکو مصنف نے اپنی شرح میں ص فتح القدیر میں ہے کہ ترک مروت مسقط عدالت ہے مروت کی تعریف میں بعضوں نے کہا کہ انسان ایسا فعل کرے جس سے اسکا مرتبہ اہل فضل کے نزدیک گھٹ جاوے اور بعضوں نے کہا کہ مروت عبارت ہے روش نیک اور حفظ لسان اور اسکی عقل کے اعتبار سے اور ہر خلق دنی کے ارتفاع سے انتہی لا تقبل من اعمی ای لا یقضی بہا ولو قضی صح وعم قولہ مطلقا ما ادی بعد اداء وقبل القضاء وما جاز بالسماع خلافا للشافعی نے مقبول نہیں گواہی اندھے کی مطلقاً یعنی اندھے کی گواہی سے قاضی حکم نہ دے اور اگر حکم دیگا تو صحیح ہے اور مصنف کا مطلقاً کہنا عام ہے اس صورت کو کہ شاہد اندھا ہو گیا بعد ادائے شہادت قبل قضا کے اور اس صورت کو جسمیں شہادت بالسماع جائز ہے بخلاف ابو یوسف کے یعنی انکے نزدیک سماع کی شہادت جائز ہے ہم عدم سماع شہادت اعمی کی علت یہ ہے کہ ادائے شہادت میں اشارے سے تمیز کی حاجت ہے مشہود لہ اور مشہود علیہ کے درمیان اور اندھا امتیاز نہیں کر سکتا مگر آواز سے تو خوف ہے کہ اسکو کچھ مشتبہ کر دے اسواسطے کہ ایک آواز دوسری آواز سے مشابہ ہو جاتی ہے فادا عدم قبول الاخرس مطلقا بالاولی اور مصنف نے عدم قبول شہادت اخرس کا مطلقاً افادہ کیا بطریق اولی ہم کہتے ہیں کہ گونگے کی گواہی مطلقاً مقبول نہیں خواہ اسمیں شہادت جسمیں تسامع کافی ہے یا اسکے غیر میں خواہ یا شارہ ہو خواہ بکتابت اولیت افادہ کی وجہ یہ ہے کہ اخرس کو اصلا بیان کی طاقت نہیں بخلاف اعمی کے کذا فی الطحطاوی وصبی ومملوک ولو مکاتبا او مبعضا اور مرتد اور غلام کی گواہی مقبول نہیں اگرچہ غلام مکاتب یا اسکا نصف یا نشت آزاد ہو وصبی ومعتوہ ومجنون لا فی حال صحتہ اور صغیر اور غافل اور دیوانے کی گواہی مقبول نہیں مگر دیوانے کی حالت صحت میں گواہی مقبول ہے ہم محیط میں ہے کہ جو ایک ساعت مجنون ہو جاتا ہو اور دوسری ساعت ہوشیار رہتا ہو سو حالت صحت میں گواہی دے تو مقبول ہے کہ یہ بمنزلہ بیہوشی کے ہے انتہی تو معلوم ہوا کہ استثنا مجنون سے ہے کذا فی الطحطاوی الا ان یتعمد فی الرق والتمثیل وادیا بعد الجریۃ ولو لحقہ کما مر وبعد البلوغ مگر یہ کہ غلام اور صغیر ملک اور نمبر کی حالت میں تحمل شہادت کریں اور بعد آزادی اور بلوغ کے ادائے شہادت کریں تو گواہی مقبول ہے اگرچہ غلام آزاد ہونے کے حق میں گواہی دے چنانچہ مذکور ہو چکا وکذا بعد بعمی او حاسق او توبۃ فسق وطلاق فی زوجیۃ کان المعتبر حال الاداء شرح تکملہ اور اسیطرح گواہی اندھے کی مقبول ہے بعد بینائی پانے کے اور کافر کی بعد اسلام کے اور فاسق کی بعد توبہ کے اور زوج کی بعد طلاق زوجہ کے اسواسطے کہ معتبر ادائے شہادت کا حال ہے کذا فی شرح التکملہ ہم عطف اسکا مقتضی ہے کہ اگر تحمل کے وقت اعمی ہو اور ادا کے وقت بصیر تو گواہی مقبول ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ بصارت شرط تحمل ہے اور باقی مسائل ثلثہ میں حکم صحیح ہے کذا فی البحر حتی لو حکم بردہ لعلۃ فظہر انہ شہد فیہا لم یقبل بخلاف عبد وصبی واعمی وکافر فی علی مسلم اور بحر الرائق میں ہے جسکو شاہد کی گواہی بحکم قاضی مردود ہو بسبب کسی علت کے پھر وہ علت زائل ہو جاوے پھر

شاہد اسی مقدمہ میں گواہی دے تو مقبول نہوگی مگر چار شخصوں کی گواہی مقبول ہو بعد رد کے غلام اور صغیر اور اعمی اور کافر کی مسلم پر ہم حادثہ اول کی قید اسواسطے لگائی کہ علاوہ ثانیہ میں اسکی گواہی مقبول ہو بعد رد شہادت کے عدم قبول کو مطلق اسواسطے کہا کہ اگر ایک حاکم شاہد کی گواہی ایک حادثہ میں رد کرے تو دوسرے حاکم کو اسکی گواہی اس حادثہ میں قبول کرنا جائز ہے اگرچہ اسکے نزدیک شاہد عادل ہو متع القفار وغیرہ میں ہے یہ شخصوں کے استثنا سے معلوم ہوا کہ شہادت زوج کی اور آجیر اور مغفل اور متہم اور فاسق کی بعد رد شہادت مقبول نہیں انتہی اور قبول شہادت اعمی بعد رد اسپر محمول ہے کہ تحمل اور ادا اسے شہادت حال بصارت میں ہوا اور تحمل اور ادا کے درمیان نابینائی واقع ہوگئی اور اسی پر شارح کا قول سابق محمول ہے یعنی وکذا بعد البصر وادا اسلام کذا فی الطحطاوی وادخال الکمال احد الزوجین ثم کلا بعۃ سہواً اور داخل کرنا کمال الدین بن ہمام کا احد الزوجین کو استخلاص لعبد مذکور میں کما تقدم سہو ہے جیسا کہ منح الغفار سے عنقریب گذرا وبحد وذہ قبل بالکثر وان تاب بعد کذبہ بہ تفسیق فتح کان الاولی من تعلم الخ النفع اور اسکی گواہی مقبول نہیں جبکہ پوری حد قذف ماری گئی اور بعضوں کے نزدیک اگر حد بحدود فی القذف سے نوبہ کی ہو اپنی دروغگوئی ظاہر کرکے کذا فی النفع اسواسطے کہ رد شہادت منجملہ کمال حد قذف کے ہے نص قرانی سے ص قاذف کے حق میں قرآن مجید میں ارشاد ہوا والذین یرمون المحصنات ثم لم یاتوا باربعۃ شہداء فاجلدوہم ثمانین جلدۃ ولا تقبلوا لہم شہادۃ ابدا واولئک ہم الفاسقون الا الذین تابوا من بعد ذلک واصلحوا فان اللہ غفور رحیم یعنی جو چرانکاری کا عیب لگادیں محصنات کو پھر چار گواہ نہ لاویں تو اکو اسی کوڑے مارو اور انکی گواہی کبھی قبول نکرو اور وہ لوگ فاسق ہیں مگر جن لوگوں نے توبہ کی بعد اسکے نیکوکاری کی تو البتہ اللہ غفور رحیم ہے انتہی تو ظاہر عطف والا تقبلوا الخ فاجلدوہ پر دلالت کرتا ہے کہ رد قبول شہادت حد کے اندر داخل ہے اسواسطے کہ عدم قبول شہادت مولم اور دردناک ہے کوڑے مارنے کے برابر اور قید تابید اسکی مؤید ہے واللہ تعالی اعلم ولا استثناء منصرف لما یلیہ وہو واولئک ہم الفاسقون اور استثناء راجع ہے اپنے متصل جملہ سے وہ جملہ یہ ہے واولئک ہم الفاسقون ہم استثنا یعنی الا الذین تابوا راجع ہے واولئک ہم الفاسقون کی طرف نہ لاتقبلوا الخ شہادۃ ابدا کی طرف اسواسطے کہ علم اصول میں ثابت ہو چکا ہے کہ استثنا جبکہ جملوں معاطفہ کے بعد واقع ہو تو اخیر کی طرف راجع ہوتا ہے مگر جبکہ دلیل قائم ہو رجوع الی الکل کی تو اسکی طرف راجع ہوگا چنانچہ آیت محاربین میں بالاجماع امام شافعی اور مالک اور احمد کے نزدیک حد فی القذف کی گواہی بعد توبہ کے مقبول ہے وما سمی فی النفع الا ان یحد کما فی القذف فیسلم فتقبل وان ضرب اکثرہ بدا سلامیہ علی انظاہر بخلاف عبد حد فتاب لم تقبل مگر یہ کہ کافر پر حد قذف ماری جاوے پھر وہ مسلمان ہو جاوے تو اسکی گواہی مقبول ہوگی اگرچہ اسکے مسلمان ہونے کے ماری جاوے جوہرہ قبل علی الروایۃ بخلاف اس غلام کے جسپر حد قذف ماری گئی پھر وہ آزاد ہو گیا تو اسکی گواہی مقبول نہوگی ہم کافر اور غلام میں یہ فرق ہے کہ کافر فی الجملہ اہل شہادت ہے تو اسکی رد شہادت منجملہ حدود کے ہوئی اور اسلام سے دوسری قسم کی اہلیت شہادت پیدا ہوئی لہذا اسکی گواہی مسلم اور ذمی پر مقبول ہے بخلاف غلام مذکور کے اسواسطے کہ غلام میں اہلیت کی حالت ہی مطلق شہادت کی اہلیت نہ تھی تو رد شہادت حدود شہادت پر موقوف رہا پھر جب اسمیں اہلیت شہادت کی بعد عتق کے پیدا ہوئی تو اب شہادت منجملہ اسکی تمامی حد کے ہوئی او تقیم المحدود بینۃ علی صدقہ اما اربعۃ علی زناہ او اثنین علی اقرارہ بہ کما لو جن قبل الحد بحر محدود فی القذف گواہ قائم کرے اپنی راست گوئی پر اسطرح پر کہ یا چار گواہ لاوے مدعی علیہ کے زنا پر یا دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں کذا فی النفع اسکے زنا کے اقرار پر لاوے چنانچہ اگر قبل حد کے گواہ لاوے یگانہ کذا فی البحر خلاصہ یہ ہے کہ اگر قاذف بعد حد یا قبل حد اپنی صداقت ثابت کرے تو گواہی اسکی اب مقبول ہوگی کیونکہ اسکی تہمت اسکے اب منتفی ہو گئی جو مانع شہادت تھی وفیہ الفاسق اذا تاب تقبل شہادتہ الا المحدود بقذف المعروف بالکذب اور بحر الرائق میں ہے کہ فاسق جبکہ توبہ کرے تو اسکی گواہی مقبول ہے مگر محدود فی القذف اور مشہور بالکذب کی گواہی بعد توبہ کے بھی مقبول نہیں ہم مشہور بالکذب کی اسواسطے گواہی مقبول نہیں کہ اسکا صدق توبہ کرنے سے معلوم نہیں ہو سکتا بخلاف سائر انواع فسق وشاہد الزور لو عدنا لا تقبل

ابدا ملتقط لکن تصحیحی فی جمیع قبولہا اور شاہد زور اگر عادل ہوا سکی گواہی کبھی مقبول نہیں کذا فی الملتقط لیکن تصحیح قبول شہادت مذکورہ آگے آویگی ہم عادل کی قید اسواسطے لگائی کہ غیر عادل اگر جھوٹی گواہی دے کر توبہ کریگا تو گواہی اُسکی مقبول ہوگی اور تصحیح موعودہ ہے کذا فقیہ ابو جعفر نے روایت کی کہ شاہد زور عادل کی گواہی بعد توبہ مقبول ہے اور اسی پر اعتماد ہے کذا فی المنح وَمَسْجُونٍ فی حَادِثَةٍ تَقَعُ فی السِّجْنِ وکذا لا تقبل شہادۃ الصبیان فیما یقع فی الملاعب کما شہادۃ النساء فی ما یقع فی الحمامات دُوْنَ مَسْتِ الْحَاجَاتِ لِاَنَّہُ الشَّرْعُ عَمَّا یَسْتَحِقُّ بِہِ التَّہَمُ وَمَلَاعِبُ الصِّبْیَانِ وَحَمَّامَاتُ النِّسَاءِ فَکَانَ التَّعْمِیْمُ مُضِرًّا بِالْمُسْلِمِیْنَ لَا اِلَی الشَّرْعِ وَاِزَالَۃُ ضَعْفِہٖ وَشَرْطُ الْاَہْلِیَّۃِ لَا یَکْفِیْ فی الْاَحَادِیْ تقبل شہادۃ النساء وَحْدَہُنَّ فی الْقَتْلِ فی الْحَمَّامِ مَجْمَعُ الدَّنَاءَۃِ کَیْلَا یَعْمُرَ الْحَمَّامُ انتہی وَلْیُتَنَبَّہْ عِنْدَ الْفَتْوٰی وقد مَنَعْنَا قَبُوْلَ شَہَادَۃِ الْمُعَلِّمِ فی حَوَادِثِ الصِّبْیَانِ وہو مقبول نہیں گو اہی ہو جس کی اُس حادثہ میں جو واقع ہو محبس اور جیلخانے میں اور اسیطرح لڑکوں کی گواہی مقبول نہیں اُن حوادث میں جو انواع لہو ولعب میں واقع ہوں اور نہ غوطوں کی گواہی اُس دائرہ میں جو حماموں کے اندر واقع ہو اگرچہ مساس حاجات ہو بسبب منع کرنے شرع کے اُس فعل سے جسکے سبب سے عبور مسجد حبس کا ہوا اور بسبب ممنوع ہونے ملاعب اطفال اور حمامات نساء کے وعدم قبول شہادت میں تعمیم اُنمیں کیطرف منسوب ہوئی نہ شرع کیطرف کذا فی البزازیۃ والصغری واشتراط الذکورۃ لیکن حادی میں ہے کہ فقط عورتوں کی گواہی حمام کے قتل میں مقبول ہے کہ حکم ثبوت دیت تاخون ضائع اور باطل نہ ہوجاے انتہی تو مفتی کو چاہیے فتوی دینے کے وقت خبردار رہے اور پہلے ذکر کیا مقبول شہادت معلم کو حوادث صبیان میں ہم عبارت صغری ظاہر اسپر دلالت کرتی ہے کہ اگر بالغ ملاعب اطفال میں حاضر ہو تو اُسکی بھی گواہی مقبول نہیں کیونکہ وہ جان جانے سے فاسق ہوگیا اور مجبوس کے فسق میں گفتگو ہے اسواسطے کہ کہا ہے انسان معصیور بھی تنیہ ہوجاتا ہے اور منع شرعی حق مجبوسین اور نساء من البتہ ظاہر ہے نہ اطفال میں کیونکہ وہ شرعا مکلف نہیں ہیں کذا فی الطحطاوی وَالزَّوْجُ لِزَوْجَتِہٖ وَہُوَ لَہَا وَجَازَ عَلَیْہَا اور مقبول نہیں زوجہ کی گواہی اپنے زوج کے حق میں اور نہ زوج کی زوجہ کے حق میں اور جائز ہے گواہی زوج کی زوجہ کے ضرر پر اور زوجہ کی گواہی زوج پر کذا فی الطحطاوی ہم عبدالرزاق اور ابن ابی شیبہ نے شریح کا قول روایت کیا کہ جائز نہیں گواہی بیٹے کی باپ کے حق میں اور نہ عورت کی اپنے زوج کے حق میں اور نہ زوج کی اپنی عورت کیواسطے اور نہ شریک کی اپنے شریک کے واسطے اُس چیز میں جو دونوں میں مشترک ہے لیکن غیر مشترک میں جائز ہے اور نہ اجیر کی مستاجر کے حق میں اور نہ غلام کی اپنے مولی کیواسطے انتہی لیکن حصاف یعنی ابوبکر رازی نے اپنی سند طویل سے روایت کی عن عائشہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا تجوز شہادۃ الا لولد لوالدہ ولا الوالد لولدہ ولا المراۃ لزوجہا ولا الزوج لامراۃ ولا العبد لسیدہ ولا السید لعبدہ ولا الشریک لشریکہ ولا الاجیر لمن استاجرہ انتہی کذا فی الفتح اِلَّا فی مَسْئَلَتَیْنِ فی الْاَشْبَاہِ یعنی شاہ کے دو مسئلوں میں زوج کی گواہی زوجہ کی مضرت پر جائز ہے نہیں ہم پہلا مسئلہ یہ کہ زوج نے زوجہ کو عیب لگایا پھر تین شاہد دن کے ساتھ زوجہ کے زنا کی گواہی دی دوسرا مسئلہ یہ کہ زوج نے اور دوسرے شخص نے گواہی دی کہ زوجہ نے اقرار کیا کہ میں فلانے شخص کی لونڈی ہوں اور وہ شخص اسکا مدعی کذا فی الطحطاوی وَلَوْ فی عِدَّۃٍ مِنْ ثَلَاثٍ لَمَّا فی اِفْتَاءِ طَلَّقَہَا ثَلَاثًا وَہِیَ فی الْعِدَّۃِ لِاِنْجَازِ شَہَادَتِہَا لَہَا وَلَا شَہَادَۃَ لَہٗ وَلَوْ شَہِدَ لَہَا تُہْمَۃُ زَوْجِہَا لَطَلَّقَتْ خَانِیَۃٌ فَلَمْ یَقْبَلْ مِنْہُ الزَّوْجَۃُ عِنْدَ الْقَضَاءِ لَا یَخْلُوْ اَدَاۃُ اَحَدِ الزَّوْجَیْنِ کے حق میں جائز نہیں اگرچہ طلقات ثلثہ کی عدت میں گواہی دے واقع ہوا سواسطے کہ واقعہ میں ہے کہ زوجہ کو تین طلاق دی اور وہ عدت میں ہے تو جائز نہیں شہادت زوج زوجہ کیواسطے اور نہ شہادت زوجہ کی زوج کیواسطے اور اگر گواہی دی پھر اُس سے نکاح کیا پھر قبل قضا کے تو گواہی باطل ہے کذا فی الخانیۃ لہذا منع زوجیت معلوم ہوا قضا کے وقت نہ تحمل وادا سے شہادت کیونکہ ہم شارح کو کہتے تھا کہ دوسرا مسئلہ بھی خانیہ سے نقل کرتا کہ تفریع زیادہ تر واضح ہوجاتی و مسئلہ یہ ہے کہ اگر شخص عادل نے اپنی زوجہ کیواسطے گواہی دی اور حاکم نے اُسکی گواہی رد نکی یہانتک کہ اُسنے زوجہ کو طلاق بائن دی اور عدت گذر گئی تو اُسکی گواہی نافذ ہے انتہی جب زوجیت عند التحمل منع نہوئی تو اگر زوج گواہ ہوا حالت زوجیت میں اور بعد انقضاے عدت اُسنے گواہی ادا کی تو جائز ہے اور عدم عمومیت زوجیت حالت ادا میں مسئلہ خانیہ میں مذکور ہو چکی

کذا فی الطحطاوی والفرع لا اصلہ وابن عم لا وغیر مقبول نہیں گواہی شاخ کی اپنی جڑ کے واسطے یعنی اولاد کے آبا اور اجداد کیواسطے اگرچہ اصل بعید ہو یعنی دادا پردادا نانا پرنانا ہم دلیل اسکی قول شریح کا اور حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کہ مذکور ہوچکی اور اسواسطے کہ منافع اولاد اور آبا میں متصل ہیں یعنی جو اپنی ذات کیواسطے گواہی ہوگی واسطے انکو گواہ دینا جائز نہیں اور یہی مذہب تھا شریح قاضی کا یہانتک کہ حسن بن زیاد نے قنبر کے ساتھ علی مرتضی کے حق میں دی تھی شریح نے قبول کی تو علی مرتضی نے کہا کہ تو نے وہ حدیث نہیں سنی جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی کہ حسن وحسین دو سردار ہیں جوانان اہل بہشت کے شریح نے کہا کہ ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صادق ہیں لیکن آپ دوسرا شاہد لائیے یعنی روایت میں آیا ہے کہ علی مرتضی رضی اللہ عنہ نے انکو قضا سے معزول کیا پھر انکو بحال کیا اور روزینہ انکا زیادہ کردیا بعضوں نے کہا کہ علی مرتضی نے شریح کے قول کیطرف رجوع کیا کذا فی الفتح الا اذا شہد الجد لابن ابنہ علی ابنہ فانہ یقبل اگر جیکہ دادا اپنے پوتے کے حق میں گواہی دے اپنے بیٹے پر تو گواہی مقبول ہے کذا فی الاشباہ ہم صاحب محیط نے اس گواہی کو صورت مخصوصہ میں ٹھہرایا ہے وہ صورت یہ ہے کہ ایک عورت نے کسی شخص پر دعوی کیا کہ یہ لڑکا اسی زوج سے ہے اور زوج منکر ہے تو زوج کے باپ اور اسکے والد نے زوج کے اقرار پر گواہی دی کہ وہ میرا بیٹا ہے اس عورت سے تو دادا کی گواہی مقبول ہے اور منح الغفار میں وہبانیہ کی شرح عبد البر سے مذکور ہے کہ خانیہ میں قبول مطلقا منقول ہے بلا تقیید حق اور شاید کہ وجہ قبول یہ ہے کہ بیٹا غریب تر ہوتا ہے پوتے سے تو بیٹے کے مخالف شہادت پر اقدام کرنا دلیل ہے اسکی صداقت کی تو تہمت کا مقام باقی نہ رہا اس مسئلہ کا محل ذکر بعد عکس کے تھا کیونکہ یہ شہادت اصل کی ہم فرع کیواسطے کذا فی الطحطاوی قال وجاز علی اصلہ لا اذا شہد علی ابیہ لامہ ولو بطلاق ضرتہا ولا لام فی نکاح علی صاحب الاشباہ نے کہا اور جائز ہے گواہی فرع کی اپنی اصل پر مگر جیکہ اپنے باپ پر گواہی دے اپنی ماں کیواسطے اگرچہ اسکی سوت کے طلاق کی گواہی ہو اور حالانکہ ماں اسکے باپ کے نکاح میں ہو ہم اصل کی مضرت پر اسواسطے گواہی مقبول ہے کہ محل تہمت نہیں لیکن صورت مستثنے میں اسواسطے مقبول نہوئی کہ اسمیں جر منفعت ہے ماں کیواسطے کذا فی الحموی وفیہا بعد ثمانیۃ ورق لا تقبل شہادۃ الانسان لنفسہ الا فی مسئلۃ القابل اذا شہد بعفو ولی المقتول فرجحہا اور اشباہ میں آٹھ ورق کے بعد ہے کہ انسان کی گواہی اپنی ذات کے نفع کیواسطے مقبول نہیں مگر مسئلہ قاتل میں جبکہ وہ ولی مقتول کے عفو کی گواہی دے تو ہم احسب کہ اسکی طرف ہم القاتل کا الف لام جنس کا ہے جو متعدد پر صادق آتا ہے صورت اسکی اشباہ میں یوں مذکور ہے کہ تین شخصوں نے ایک مرد کو عمدا قتل کیا پھر اوخون نے قوبہ کے بعد گواہی دی کہ ولی نے انکو معاف کردیا حسن نے کہا کہ گواہی مقبول نہیں مگر استحسانا کہ انمیں سے دو شخص کہیں کہ ہمکو معاف کیا اور اس ایک شخص کو تو اس صورت میں ابو یوسف نے کہا کہ شخص واحد کے حق میں گواہی مقبول ہے اور حسن نے کہا کہ سبکے حق میں مقبول ہے انتہی تلخیص کبری میں ہے کہ فتوی ابو یوسف کے قول پر ہے لیکن ابو یوسف کے قول پر انسان کی گواہی اپنی ذات کیواسطے نہوئی بلکہ دو کی گواہی ہوئی تیسرے شخص کے حق میں ہاں مگر حسن کے قول پر گواہی انسان کی اپنی ذات کیواسطے مقبول ہوئی منیۃ شاہد میں کہا کذا فی الطحطاوی مختصرا وبالعکس للتہمۃ اور بالعکس یعنی اصل کی گواہی فرع کے حق میں مقبول نہیں بسبب تہمت کے ہم وجہ تہمت اتصال منافع اصول وفروع ہے تو گویا اپنے حق میں گواہی دی وسیجیء لعبدہ ومکاتبہ وشریکہ فیما ہو من شرکتہما لتہمۃ جر منفعۃ وجدید اور مقبول نہیں میاں کی گواہی اپنے غلام اور مکاتب کے حق میں اور شریک کی گواہی اپنے شریک کے حق میں اس مال میں جو دونوں میں مشترک ہے واسطے کہ یہ گواہی اپنی ذات کی منفعت کیواسطے ہے ایک اور واسطے فی الاشباہ للخصم ان یطعن ثلثۃ وجد شہد کہ اشباہ میں ہے کہ مدعی علیہ کو اختیار ہے کہ شاہد میں طعن کرے تین طرح سے رقیت سے اور حد قذف سے اور شرکت سے ہم جیسے علیہ کہے کہ شاہد غلام ہے مدعی کو گواہ قائم کرنا چاہیے انکی حریت پر اور اگر کہے کہ محدود فی القذف ہے تو طاعن پر اقامت بینہ لازم اور اگر کہے کہ شاہد شریک ہے مدعی کا اور اسپر گواہ قائم کرے تو گواہی مقبول ہے اور مدعی کے گواہ عدم شرکت پر مقبول نہیں ظہیریہ میں کہ یہ شہادت علی النفی ہے کذا فی الطحطاوی وفی فتاوی النسفی لو شہد بعض اہل القریۃ علی بعض ممنوع برا وۃ الخراج کما تقبل ما لم یکن خراج کل ارض معینا او کاخراج للشاھد اور فتاوی نسفی میں ہے کہ اگر گواہی دی بعض اہل قریہ

نے فصل اس قریہ پر زیادتی خراج کی تو مقبول نہیں جب تک کہ ہر زمین کا خراج معین نہ ہو یا شاہد کیواسطے خراج میں منفعت نہ ہو اور اگر خراج ہر زمین کا معین ہو تو گواہی بعض کی نہیں بھی مقبول ہے کیونکہ اسمیں جر منفعت اور دفع مضرت نہیں اور اسیطرح جبکہ شاہد کو خراج میں دخل نہ ہو وکذا اھل قریہ یشھدون علی ضیعۃ انھا من قریتھم لا تقبل وکذا اھل سکۃ یشھدون بشیئ من مصالحھا لو غیر نافذہ وفی النافذۃ ان طلب حقا لنفسہ لا تقبل وان قال لا آخذ شیئا تقبل وکذا فی وقف المدرسۃ انتھی فلیحفظ اور اسیطرح اہل قریہ نے گواہی دی قطعہ زمین پر کہ وہ اُنکے گانون میں سے ہو تو مقبول نہیں اور اسیطرح اہل کوچہ کسی چیز کی گواہی دیں منجملہ مصالح اور منافع کے مثلاً قطعہ زمین کے کہ ہمارے سکنے میں سے ہو کذا فی العالمگیریہ تو مقبول نہیں بسبب جر منفعت کے اگر کوچہ غیر نافذہ ہو اور کوچہ نافذہ اگر اپنے واسطے حق طلب کرتا ہو اسطرح پر کہ شاہد اُس قطعہ زمین میں دروازہ پھیرنا چاہتا ہو تو گواہی مقبول نہیں اور اگر کہے کہ میں کچھ نہ لونگا تو گواہی مقبول ہے اور اسیطرح وقف مدرسہ میں گواہی مقبول ہے انتہی مافی فتاوی النسفی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہر وقف مدرسہ کی شہادت کی قید اسواسطے لگائی کہ شہادت سخی کی غلہ وقف میں مقبول نہیں کیونکہ شاہد کا حق ہے مشہود بہ میں تو وہ متہم ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر مسائل مذکورہ میں عدم قبول شہادت کی وجہ یہ ہے کہ شاہد کا اسمیں فائدہ ہے تو محل تہمت ہے وکذا لا یجوز الخاص لمستاجرہ مساھمۃ او مشارکۃ او الخادم او التابع او التلمیذ الخاص الذی یعد من یاستاذہ ضرائر نفسہ وتنفع نفسہ ہر دو ہو معنی قولہ علیہ السلام لا شہادۃ للقانع باھل البیت ای الطالب معاشہ منھم من القنوع کالمقنعۃ اور مقبول نہیں گواہی اجیر خاص یعنی نوکر اور چاکر کی اپنے مستاجر کیواسطے خواہ اجرت بطور سالانہ ہو یا ماہانہ یا یومیہ کذا فی الخلاصۃ یا اجیر خاص سے خادم یا تابع یا شاگرد خاص مراد ہے جو اوستاد کے ضرر کو اپنی ذات کا ضرر اور اُسکے نفع کو اپنی ذات کا نفع سمجھے کذا فی الدر اور وہی مطلب ہے اس حدیث کا کہ گواہی نہیں قانع اہل بیت کی یعنی جو اپنی معاش اُنسے یعنی گھر والوں سے طلب کرے قانع مشتق ہے قنوع بالضم سے بمعنی سوال تذلل نہ قناعت سے ہم اجیر خاص کی مراد میں اختلاف ہے لیکن اکثر علما اجیر خاص سے تلمیذ خاص مراد ہے جو اوستاد کے نفع اور ضرر کو اپنا نفع اور ضرر جانے اور اُستاد کے ساتھ کھائے اور یہی مراد ہے قانع سے جو حدیث میں کور ہے اور بعضوں نے کہا کہ سالانہ یا ماہانہ یا یومیہ دار سے اجیر مراد ہے اور حدیث مذکور یا تو منسوخ ہے جو ابوداؤد میں عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ مروی ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ردشہادۃ القانع والخائنۃ وذی الغمرۃ علی اخیہ وشہادۃ القانع لاھل البیت او اجانب لھم یعنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے رد کی شہادت خیانت والی مرد اور عورت کی اور عداوت والے کی اپنے بھائی پر اور شہادت قانع کیواسطے اہل بیت کے اور غیر اہل بیت کیواسطے شہادت جائز رکھے کذا فی فتح القدیر طحطاوی نے کہا خادم اور تابع اور شاگرد میں بعضوں نے یوں فرق بیان کیا ہے کہ خادم سے وہ شخص مراد ہے جو بلا اجرت خدمت کرے اور تابع وہ ہے جو مشہود علیہ کے گھر میں رہ کر بسر کرے بلا خدمت مانند ملازم پیشہ اور شاگرد سے اہل صناعت مراد ہیں جو اپنے رئیس اور کبیر کے تابع ہوں اجیر خاص کی قید اسواسطے لگائی کہ اجیر مشترک کی گواہی چنانچہ خیاط اور حداد اور نجار اور دھوبی کی گواہی کیواسطے مقبول ہے اسواسطے کہ وہ مستوجب اجرت کا نہیں مگر اپنے عمل سے تو جب وہ اجارے سے کسی چیز کا مستوجب نہ ہوا تو تہمت باقی نہ رہی بخلاف اجیر خاص کہ اُسکے منافع مستاجر کے مستحق ہیں لہذا وہ دوسرے کی مزدوری اور چاکری نہیں کر سکتا مدت اجارہ میں تو اگر اُسکی گواہی جائز ہو تو شہادت بالاجر لازم آوے کیونکہ اُسکی شہادت بھی منجملہ اُسکے منافع کے ہے تو مستاجر کی تجارت وغیرہ میں مقبول نہیں انتہی ومفادہ قبول شہادۃ المستاجر لمستاجرہ او لاستاذہ اور وعید حدیث مذکور کا یہ ہے کہ مستاجر اور اوستاد کی گواہی اجیر خاص اور شاگرد کیواسطے قبول ہے یعنی اسواسطے کہ وہ اُسکا محتاج نہیں بخلاف اجیر خاص کے ہم مسئلہ فتح القدیر میں مرقوم ہے ومخنث بالفتح یفعل الذی یؤتی ویؤتی اور مخنث کی گواہی مقبول نہیں مخنث فتح نون ہے جو نالائق فعل کرے اور لواطت کراوے ہم نالائق فعل کرے یعنی عورتوں کے افعال کرے یعنی عورتوں کا سا سنگار کرے اور قول و فعل میں اُنکے ساتھ مشابہت کرے فعلی مشابہت یہ کہ محل لواطت ہو اور قولی مشابہت یہ کہ عورت کیطرح نرم کلامی اختیار کرے بناوٹ سے کذا فی المغرب اور بعضوں کے نزدیک فقط قولی یا فقط فعلی مشابہت کافی ہے سنن ابوداؤد میں ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لعن اللہ المخنثین من الرجال والمترجلات من النساء یعنی لعنت کرے اللہ مردوں میں سے مخنث پر

اور عورتوں میں سے اُن عورتوں پر جو مردوں کے ساتھ مشابہت کرتی ہیں وَاَنَّا بِالْکَسْرِ فَالْمُتَکَسِّرَاتُ الْمُتَلَیِّنَاتُ فِیْ اَعْضَائِھِنَّ وَکَلَامِھِنَّ خِلْقَۃً مَقْبُوْلٌ نہیں اور نخنث مکسر نون وہ شخص ہے جو بیدائشی طور پر مزاج کچا ہوا پنے اعضاء اور گفتگو میں لہٰذا اسکی گواہی مقبول ہے کذا فی البحر ہم اسواسطے کہ یہ امر اختیاری نہیں بیدائشی ہے بخلاف مخنث ملعون کے وَمُخَنَّثَۃٍ وَلِنَفْسِھَا لَحْمَۃٌ تَرُجُّہَا مَدُوْدَھَا اور گانے والی عورت کی گواہی مقبول نہیں اگرچہ اپنی وضع وہیئت کیواسطے گانی ہو اور لوگوں کو گانا نہ سنوا بسبب حرام ہونے عورت کی آواز بلند کرنے کے کذا فی الدرر ہم قہستانی نے کہا اگر چہ عالمہ کا شعر گانی ہو اسواسطے کہ نہی صلی اللہ علیہ وسلم عن الصوتین الاحمقین المغنیۃ والنائحۃ دریافت کرنا چاہیے کہ مغنی یعنی گانا لہو اور جمیع مال کیواسطے بالاتفاق حرام ہے اور اسیطرح نوحہ گری خصوصاً جبکہ عورت سے ہو اسواسطے کہ عورت کو آواز بلند کرنیکی ممانعت حرام ہے کذا فی الطحطاوی عن الشلبی وَیَنْبَغِیْ تَقْیِیْدُ عَدَمِ الْقَبُوْلِ بِمَا اِذَا مَیَّزَھَا عَلَیْہِ لِیَظْھَرَ عِنْدَ الْقَاضِیْ کَمَا فِیْ حَدِّ الْخَمْرِ عَلَی الْمُخْتَارِ کَذَا فِی الْوَانِیْ اور لائق ہے راگ میں مداومت کی قید لگانا یعنی عورت ہمیشہ گاتا کرتی ہو تاکہ قاضی کے نزدیک اُسکا گانا ظاہر ہو جیسے دائم الشرب میں مداومت شرط ہے کذا ذکرہ الوانی ہم اسیطرح جمیع ابواب کبائر میں مداومت کی تقلید ہے کذا فی الفتح یعنی بلا مداومت قاضی کے نزدیک ثبوت نہیں ہو سکتا کہ وہ گواہی رد کرے اور یہ مطلب نہیں کہ اگر عورت ہمیشہ گانا نہ کرے تو حرام نہیں ہے وَنَائِحَۃٍ فِیْ مُصِیْبَۃٍ غَیْرِھَا بِاَجْرٍ وَلَوْ فَتَحَ زَادَ الْعَیْنِیُّ فَلَوْ فِیْ مُصِیْبَتِھَا تُقْبَلُ وَعَلَّلَہُ الْوَانِیُّ بِزِیَادَۃِ اضْطِرَارِھَا وَانْسِیَاقِھَا وَاخْتِیَارِھَا فَاِنْ کَانَ لِلْکَذِبِ اِلْتَحَقَ وَرَأْسُ عَوْرَتٍ نوحہ گر کی گواہی مقبول نہیں جو غیر کی مصیبت میں نوحہ کرے اجرت لیکر کذا فی الدرر والفتح عینی نے اتنا زیادہ کہا کہ اگر اپنی مصیبت میں نوحہ کرے تو گواہی مقبول ہے اور علامہ وانی نے وجہ بیان کی کہ گواہی مقبول ہے بسبب زیادہ ہونے اُسکے اضطرار کے اور مسلوب ہونے اُسکے صبر اور اختیار کے تو اُسکا نوحہ اپنی مصیبت میں مانند شرب مسکر کے ہوا علاج کیواسطے وَعَدَّہُ بِسَبَبِ الدُّنْیَا اور مقبول نہیں ہے دشمن کی گواہی جسکی عداوت بسبب دنیا کے ہو بسبب دین کے ہم عداوت دنیاوی جیسے ولی مقتول کی گواہی قاتل پر اور مجروح کی جارح پر اور مقذوف کی گواہی قاذف پر اور جسکا اسباب راہ میں لٹا اُسکی گواہی رہزن غارت گر پر اور یہ مطلب نہیں ہے کہ جو شخص کسی شخص سے حق میں خصومت اور نزاع کرے وہ اُسکا دشمن دنیاوی ہے جیسا کہ بعض متقدمین نے توہم کیا ہے کذا فی البحر جَعَلَہُ ابْنُ کَمَالٍ عَلَسَ الذِّہْنِ کَمَا عَلَّلَ بِہٖ عَدَمَ قَبُوْلِ الْکَافِرِ عَلَیْہِ اور دین کمال نے دشمن دنیاوی کی شہادت کو مسئلہ شہادت فرع لاصلہ پر قیاس قرار دیا ہے تو اُسکی گواہی اپنے دشمن کے نفع میں مقبول ہے اُسکے ضرر پر وَاعْتَمَدَہُ فِی الْوَھْبَانِیَّۃِ وَالْمُجْتَبٰی قَبِلَھَا مَا لَمْ یَفْسُقْ بِسَبَبِھَا قَالُوا الْحَقُّ فُسُوْقٌ لِلْمَنْعِ عَنْہُ اور وہبانیہ اور مجتبیٰ منظومہ میں قبول شہادت دشمن دنیاوی پر اعتماد کیا ہے تاوقتیکہ دشمن بسبب عداوت کے فاسق ہو گیا ہو فقہا نے کہا ہے کہ دل میں کینہ رکھنا فسق ہے اسواسطے کہ شرع میں کینہ رکھنے سے نہی وارد ہے ہم یہ روایت منصوص ہے اور اطلاق اختیار متاخرین ہے قہستانی میں ہو قول متاخرین صحیح ہے اُنکے زمانے اور ہمارے زمانے میں کذا فی الطحطاوی وَفِی الْاَشْبَاہِ فِیْ تَتِمَّۃِ قَاعِدَۃِ اِذَا اجْتَمَعَ الْحَلَالُ وَالْحَرَامُ وَلَوِ الْعَادَۃُ لِلدُّنْیَا کَانَ الْقَبُوْلُ سَوَاءً شَہِدَ عَلٰی عَدُوِّہٖ اَوْ غَیْرِہٖ اِلَّا اِذَا کَانَ یَفْسُقُ وَھُوَ لَا یَتَجَرَّأُ اور اشباہ میں اجتماع حلال وحرام کے قاعدے کے تتمہ میں ہے اور اگر دنیا کیواسطے عداوت ہو تو گواہی مقبول نہیں خواہ وہ شخص اپنے دشمن پر گواہی دے یا اُسکے غیر پر اسواسطے کہ عداوت دنیوی رکھنا فسق ہے اور فسق مسمت بدیں نہیں وَفِیْ فَتَاوَی الْمُصَنِّفِ لَا تُقْبَلُ شَہَادَۃُ الْمُجَاھِرِ عَلَی الْعَالِمِ لِفِسْقِہٖ بِتَرْکِ مَا یَجِبُ تَعَلُّمُہٗ شَرْعًا مُخَیِّلًا لَا تُقْبَلُ شَہَادَتُہٗ عَلٰی مِثْلِہٖ وَغَیْرِہٖ وَلِلْحَاکِمِ تَعْزِیْرُہٗ عَلٰی تَرْکِہٖ ذٰلِکَ ثُمَّ قَالَ وَالْعَالِمُ مَنْ یَسْتَخْرِجُ الْمَعْنٰی مِنَ التَّرْکِیْبِ کَمَا یَحِقُّ وَیَنْبَغِیْ اور مصنف کے فتاوے میں ہے کہ مقبول نہیں گواہی جاہل کی عالم پر بسبب فاسق ہونے جاہل کے اُس چیز کے ترک کرنے سے جسکا سیکھنا اُسپر واجب ہے شرعاً فی احکام یعنی جبکہ وہ فاسق ظاہر اور اُسکی گواہی مقبول نہیں ویسے دوسرے جاہل پر اور عالم کو جائز ہے کہ جاہل کو تعزیر دے ترک تعلم پر پھر مصنف نے کہا کہ عالم وہ ہے کہ جو معنی کو استخراج کرے ترکیب الفاظ سے جیسا کہ واقع میں ثابت اور لائق ہے ہم عالم کی تفسیر اسواسطے کی کہ تا کوئی نہ سمجھے کہ عالم سے مدرس مراد ہے اور اخراج معنی سے مراد فہم ہے اور ظاہر مراد تفسیر مذکور سے یہ ہے کہ عالم وہ ہے کہ جو معلوم شرعیہ اور بعض آلات

ف — عورت سے مرد

ف — یعنی جو عورت کہ مرد کی مشابہت کرتی ہے اپنے اعضا میں اور اپنی گفتگو میں

ف — یعنی جو عورت کہ گانے والی ہو اور لوگوں کو اپنی طرف مائل کرتی ہو

ف — عورت کی آواز

ف — یعنی جو عورت کہ اپنی وضع اور اپنی گفتگو سے مردوں کو اپنی طرف مائل کرتی ہو

ف — عورت کی آواز

ف — یعنی جو عورت کہ گانے والی ہو اور لوگ

علوم شرعیہ کو جانتا ہو یعنی صرف نحو لغت کذا فی الطحطاوی وجاز فی کلامہ اور اسکی گواہی مقبول نہیں جو ایسا کثیر الکلام ہو کہ راست گوئی کی پروا نہ رکھتا ہو جسکو باتونی اور بگی کہتے ہیں اسواسطے کہ کثرت کلام فضول گوئی اور بیہودگی سے خالی نہیں کذا فی الطحطاوی ھ فتح القدیر میں حکایت ہو کہ فضل بن ربیع وزیر ہارون الرشید نے قاضی ابو یوسف کے سامنے گواہی دی ابو یوسف نے گواہی سکی رد کی وزیر نے خلیفہ سے شکایت کی خلیفہ نے کہا کہ ہمارا وزیر مردود سیدار ہو جھوٹی گواہی نہیں دیتا سو تمنے اسکی گواہی کیون نہ قبول کی ابو یوسف نے کہا کہ میں نے اُس سے سنا کہ خلیفہ سے کہتا تھا کہ میں تیرا غلام ہون تو اگر وہ اُس کلام میں صادق ہو تو غلام کی گواہی جائز نہیں اور اگر کاذب ہو تو کاذب کی بھی گواہی مقبول نہیں تو خلیفہ نے عذر قبول کیا اور میرے نزدیک رد شہادت بسبب کذب کے نہیں کیونکہ کاذب کا یون کہنا کہ میں تیرا غلام ہون باختیار مجاز کے ہو یعنی قائم بخدمت ہون اور طبیع اور مجاز کلام میں شائع ہو یہان تک قرآن مجید میں بھی وارد ہو بلکہ رد شہادت اس سبب سے ہو کہ اس مجاز کو مخصوص میں آپکی دلیل کرنا اور دنیا کیواسطے چاپلوسی کرنا ہی الحاصل ترک مروت مسقط عدالت ہو انتہی مختصرا وبخلف فیہ کثیرا او باعتاد شتمہ لاکاذبہ او غیرھا لانہ معصیۃ کبیرۃ یا گواہی مقبول نہیں اُسکی جو اپنی گفتگو میں بہت قسم کھاتا ہو یا اپنی اولاد یا غیر کو گالیان دیا کرتا ہو اسواسطے کہ اعتیاد شتم یعنی گالیان دینے کی عادت کبیرہ گناہ ہو ھ کثرت حلف اگرچہ راستی میں ہو مگر امور دین کی قلت مبالات پر دلالت کرتی ہو اور شدہ شدہ کذب کی بھی نوبت پہونچتی ہو اور گالی دینا یا اُسکے سامنے ہو یا پیچھے اگر سامنے ہو تو شوخ چشمی اور سوء ادب پر مشتمل ہو جنمیں مروت و حیا نہیں اور اگر پیچھے ہو تو غیبت ہو اور وہ موجب فسق ہو اور مسقط عدالت ہو اور اگر اسیطرح دشنام یعنی لفظ لعنت ہو جیسا کہ بازاریان بے نصیب کی عادت ہو کذا فی الطحطاوی عن ابی یوسف ان کثر ذلک منہ کان اکبر رایہ او فوریہ تھا جیسے ترک زکوۃ یا حج کبیرہ گناہ ہو بموجب روایۃ ذہب علی الغور کے ھ یعنی تاخیر ادا سے نہ کہ اوّلاً فسق ہو یعنی مختار ہو فقیہ ابو اللیث کا او ترک جماعۃ او جمعۃ او اکل فوق شبع بلا عذر یا ترک جماعت بلا عذر یا ترک نماز جمعہ یا کھانا آسودگی سے زیادہ بلا عذر گناہ مسقط عدالت ہو ھ بلا عذر ترک جماعت اور ترک جمعہ اور اکل تینون کی قید ہو یعنی اگر جماعت استحقاف اور فسق سے ترک نہ کرے بلکہ تاویل سے ترک کرے اسطرح کہ امام فاسق ہو یا تارک جماعت اول وقت نماز پڑھتا ہو اور امام تاخیر کرتا ہو تو وہ ساقط العدالت نہیں اور اگر جمعہ عذر سے ترک کرے یا بعید مصر یا تاویل فسق ترک کرے یا فسق نہیں بعضون کے نزدیک ایک بار ترک جمعہ فسق ہو اور بعضون کے نزدیک تین بار چنانچہ سرخسی کا قول ہو اور اگر بعید موانست مکان یا نیت روزہ زیادہ کھائے تو ساقط العدالۃ نہیں کذا فی الطحطاوی وغیرہ وکذا لو جر لفرجۃ فی دار امیر او نکث فاہ وھو امیر او سلطان کے تماشے کے واسطے ھ ظہیریہ میں فتوی اسپر ہو کہ اگر مستحق التعظیم کی تعظیم کیواسطے یا عبرت کیواسطے نہ نکلیں بلکہ تماشے کیواسطے تو ساقط العدالۃ ہیں کذا فی الطحطاوی وکذا راکب بحر او سمندر یعنی ہند کے سمندر کی سواری فسق ہو ھ اسواسطے کہ جب بحر ہند میں سوار ہوا تو مال کیواسطے اپنی جان اور دین کو محل خطر میں ڈالتا مالدار ہو کر اپنے گھر میں لیٹ آوے تو ایسے شخص سے کیا بعید ہو کہ کچھ مال لیکر جھوٹی گواہی دی ظہیر الدین نے کہا رکوب بحر منع نہیں علامہ عبد البر نے کہا کہ ظاہر ارکوب بحر علی الاطلاق بلکہ قران تحصیل دنیا سے اور یہ حکم اسوقت ہے جبکہ ہندوستان قلم کفرستان تھا چنانچہ تفصیل سے معلوم ہوتا ہو اور کیونکر رکوب بحر منع ہو کہ نص قطعی سے مطلقا اباحت ثابت ہو گر جبکہ گمان غالب ہو ہلاکی کا اور ہمیشہ سلف سمندر میں سوار ہوا کیے بین بلا انکار اور نص قرانی اعظم دلیل ہو جواز کی انتہی کذا فی الطحطاوی ودلیلہ حدیث وقولہ فی سورۃ اوالی قبلۃ او شمس او قمر طفیلی وشتام وفحاش وشتام للبنات او فی بلاد دنا یشتمون بانام الثانیۃ فتح وغیرہ اور ریشمی کپڑا پہننا اور بازار میں بیٹھا کرنا یا جانب قبلہ یا آفتاب یا ماہتاب کیطرف پیشاب مسقط عدالت ہو اور طفیلی اور مسخرہ اور ناچنے والے اور جانور کے گالی دینے والے کی گواہی مقبول نہیں اور ہمارے ملک میں جانور کے بیچنے والے کو گالی دیتے ہیں کذا فی النفع وفی شرح الوھبانیۃ لا تقبل شہادۃ البخیل کالرد لبخلہ یستفیض فیما یقترض من الناس فیأخذ زیادۃ علی حقہ فلا یکون عدلا اور شرح وہبانیہ میں ہو کہ مقبول نہیں شہادت بخیل کی اسواسطے کہ وہ اپنے بخل سے مبالغہ کرتا ہو اپنے قرض کے تقاضی میں لوگون سے تو اپنے حق سے زیادہ لیتا ہو صاحب عالمگیریہ نے بھی یہی لکھا ہو بجائے تعرض کے اور اسیطرح خلاصہ میں ہو اور وہبانیہ کی شرح عبد البر اور غمز میں ہو بجائے تعرض کے اور ظہیریہ میں ہو کہ بخیل کی شہادت مقبول ہو اور ولوالجیہ میں ہو کہ بخیل کی شہادت مقبول ہو مگر جبکہ بخل سے مبالغہ کرتا ہو اور ذخیرہ میں ہو کہ بخیل کی شہادت مقبول ہو مگر جبکہ بخل سے مبالغہ کرتا ہو اور ظہیریہ میں ہو کہ بخیل کی شہادت مقبول ہو مگر جبکہ بخل سے مبالغہ کرتا

ولا شہادۃ الاشراف من اھل العراق لتعصبھم اور مقبول نہیں گواہی اہل عراق کے اشراف کی بسبب اسکے تعصب کے اہل عراق کی عادت ہو کہ جب کسیکو مصیبت پیش آئی ہو تو وہ اپنے سردار قوم کے پاس جاتا ہے تو سید قوم اسکے واسطے گواہی دیتا ہے اور اسکی سفارش کرتا ہے تو جب بغیر کہ جھوٹی گواہی دے یعنی پاسداری قوم سے کذا فی الطحطاوی عن شرح عبد البر ونقل المصنف عن جواہر الفتاوی ولا من انتقل من مذھب الی مذھب الشافعی ونقل کیا مصنف نے جواہر الفتاوی سے اور نہ اسکی گواہی مقبول ہے جو امام ابو حنیفہ کا مذہب چھوڑ کر شافعی مذہب اختیار کرے پھر مصنف نے آخر باب میں جواہر الفتاوی سے نقل کیا کہ اگر حنفی مذہب شافعی اختیار کرے بسبب قلت مبالات فی الاعتقاد کے اور اسکو حرارت ہو ایک مذہب سے انتقال کرنے کی دوسرے مذہب کیطرف بسبب بنی خواہش نفسانی کی کوئی غرض حاصل ہونے کیواسطے تو اسکی گواہی مقبول نہیں یعنی مخصوصاً تو مذہب ابو حنیفہ کی کچھ قید نہیں بلکہ ہر مذہب حق چھوڑ کر جو بھی حکم ہے کیونکہ وہ منع ہے کما اعتمدہ کذا فی الطحطاوی تعریف قال وکذا باشم الاعفان والحنوط لتمنیۃ الموت مصنف نے کہا یعنی بنی شرع میرا اور اسیطرح عطر اور دست کی خوشبو بیچنے والے کی گواہی مقبول نہیں بسبب تمنا رکھنے اس شخص کے موت کو ہم جو فقط کفن فروشی کرتا ہو اسکی گواہی مردوں میں ہر گز نہ چاہیئے والے کی کذا فی العالمگیریۃ وکذا الدلال اور اسیطرح دلال کی گواہی مقبول نہیں ہم طحطاوی نے کہا کہ شاید مراد یہ ہو کہ دلال کی گواہی بیع میں مقبول نہیں اسواسطے کہ فتاوی عالمگیری میں ہو کہ بیع میں دو وکیل اور دو دلال گواہی دیں اور کہیں کہ ہمنے سن لیا کہ بیچا ہے فلانے کے ہاتھ تو گواہی مقبول نہیں فتح القدیر میں ہو کہ اہل صناعت جیسے ذلیل پیشے والے جیسے حلال خور اور چور بہ اور حجام اصح یہ ہو کہ اسکی گواہی مقبول ہے اسواسطے کہ قوم صالحین نے ان پیشوں کو اختیار کیا ہو تو جب تک فاحش معلوم نہو نور و شہادت کی بنا ظاہر صناعت پر نہیں ہو سکتی اور یہی حکم ہو نخاسین اور دلالین کا انتہی والوکیل بواثبات النکاح اما الوکیل بشہادۃ انہا امرأتہ فلم یقبل والحیلۃ انہ یشہد بالنکاح وکالۃ بان یقول اشہد ان فلانا وکلنی بالتزویج وکذا فی الوکالۃ وتسہیل اور اسیطرح نکاح کے وکیل کی گواہی مقبول نہیں اگر اثبات نکاح کی گواہی دے اور اگر یوں گواہی دے کہ یہ عورت اس مرد کی زوجہ ہو تو گواہی مقبول ہو اور حیلہ قبول شہادت کا یہ ہو کہ نکاح کی گواہی دے اور وکالت کا ذکر نہ کرے یعنی یوں نہ کہے کہ میں وکیل تھا نکاح کا کذا فی البزازیۃ والتسہیل ھم اسواسطے گواہی مقبول ہو کہ قیام نکاح کی گواہی ہو نہ عقد نکاح کی اور عقد نکاح کی گواہی اسواسطے مقبول نہیں کہ اپنے فعل کی گواہی ہو واعتمدہ قلت وبہ افتی افندی فی واقعاتہ وذکرہ المصنف فی اجارۃ معینیہ مغربا بالبزازیہ وملخصہ انہ لا تقبل شہادۃ الدلالین والصکاکین والمحضرین والوکلاء المشتغلۃ علی ابواب القضاۃ ونحوہ فی فتاوی عینی افندی اور قول سابق پر اعتماد کیا ہو قدری افندی نے اپنے واقعات مرباً اور مصنف نے اسکو ذکر کیا ہو اپنی کتاب سمی بالمعین فی کتاب الاجارہ میں بزازیہ کیطرف نسبت کرکے اور خلاصہ اسکا یہ ہو کہ مقبول نہیں گواہی دلالوں کی اور قبالہ نویسوں کی اور انکی جو مدعی اور مدعی علیہ کو قاضی کے پاس حاضر کر دیتے ہیں اور وکیلان مشتغل کی جو قاضیوں کے دروازوں پر حاضر رہتے ہیں اسیکے مانند مولد زادہ کے فتاوی عالمگیری میں ہو ھ فتاوی عالمگیری میں ذخیرہ اور خانیہ اور فتح القدیر سے ہو کہ اگر قبالہ نویس غالب الصلاح ہوں تو صحیح قول یہ ہو کہ انکی گواہی مقبول ہو انتہی فخر الدین نے کہا کہ اعوان حاکم اور وکیل کے دروازوں پر ہوتے ہیں انکی گواہی مقبول نہیں اسواسطے کہ وہ حق مستحقین کے ابطال میں کوشش کرتے ہیں اور وہ فسق ہو کذا فی الطحطاوی ودینا وصی اخرج من الوصایا بعد قبولہا لم تجز شہادتہ للمیت ابدا کذا لو کل مبدا ما اخرج من الوکالۃ ان خاصم اتفاقا والا فلا کذا فی عند ابی یوسف اور فتاوی مولد زادہ میں ہو کہ ایک وصی خارج کیا گیا وصایت سے بعد قبول کرنے وصایت کے تو اسکی گواہی میت کے حق میں جائز نہیں کبھی اور اسیطرح وکیل کی بعد اخراج وکالت اگر خصومت کی ہو تو بالاتفاق گواہی مقبول نہیں اور اگر خصومت نہ کی ہو تو ابو یوسف کے نزدیک مقبول نہیں ھم اس مسئلہ کا ذکر بعد ایک ورق کے متن میں آویگا ومدمن الشرب بغیر الخمر کان یقطر فیہا ولم یکن الغیر تقبل شہادتہ وبہ اخذ کثیر وذکرہ ابن الکمال غلط فاحشا ھ فی البحر قال وفی غیرہ لم یکثر طلاوۃ ان کان قدرہ صغیرا ھ اور گواہی مقبول نہیں ہمیشہ نشہ پینے والے کی سوائے شراب کے اسواسطے کہ خراب کے ایک قطرہ پینے سے دیگ کثیر ہو تا کہ تو گواہی اسکی مردود ہو گی

اور جو ابن کمال نے ذکر کیا ہے سو غلط ہے چنانچہ بحر الاتی میں اسکی تحریر کی ہے اور سوائے شراب کے اور سکرات میں ادمان یعنی دوام شرب شرط ہے اسواسطے کہ غیر خمر کا شرب صغیرہ گناہ ہے ہم یہ شارح نے باتباع صاحب بحر ذکر کیا کہ رد شہادت میں غیر خمر میں ادمان شرط ہے خمر میں نہیں لائق اعتماد کے نہیں کہ ہمارا قول مذہب کے مخالف ہے کافی میں ہے کہ ادمان اسواسطے شرط ہوا تاکہ یہ فعل اسکا ظاہر ہو کیونکہ جو خمر پیتا ہے پوشیدہ اور اسکا یہ فعل ظاہر نہیں ہوتا تو عدالت سے خارج نہیں ہوتا اگرچہ بکثرت پیتا ہو عدالت اسوقت ساقط ہوگی جبکہ شرب ظاہر ہو اس سے یا مست ہو کر نکلے اور اطفال اس سے کھیلیں تو ایسے شخص میں مروت نہ رہی اور ایسا شخص کفر سے بدتر نہیں کیونکہ تاعادۃً اور فتاوی قاضی خان میں ہے کہ مدمن خمر اور مدمن سکر کی گواہی مقبول نہیں اور ذخیرہ میں ہے کہ مدمن خمر کی شہادت جائز نہیں چنانچہ زیلعی اور عینی میں ہے اور نہایہ میں ہے کہ ادمان شرط ہے خمر میں بھی سقوط عدالت کے حق میں انتہی تو یہ قول صریح ہیں کہ خمر اور غیر خمر دونوں میں ادمان شرط ہے بلا فرق اور سابق مذکور ہو چکا کہ ہر کبیرہ گناہ میں اشتہار شرط ہے یعنی سقوط شہادت کیواسطے ابن کمال نے کہا کہ شرب خمر کبیرہ گناہ نہیں تو عدالت ساقط نہ ہوگی مگر اصرار سے صاحب نہر نے کہا کہ یہ غلط ہے اسواسطے کہ مشائخ نے تصریح کی ہے کہ شرب خمر کبیرہ ہے اور حدیث مشہور میں شرب خمر کو کبائر سبعہ میں شمار کیا ہے انتہی تو خمر میں ادمان اشتہار کیواسطے شرط ہوا ہے نہ اسواسطے کہ وہ صغیرہ ہے دریافت کرنا چاہیے کہ ادمان اور اصرار میں دو قول ہیں ایک قول یہ ہے کہ ادمان فعل سے ہوتا ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ نیت سے ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی وانما قال علی اللھو لیخرج الشرب للتداوی فانہ یسقط العدالۃ لا لشبھۃ الاختلاف صدر الشریعۃ وابن کمال اور مصنف نے ادمان شرب میں لہو یعنی کھیل کی قید اسواسطے لگائی تاکہ دوا کیواسطے نشہ پینا اگر کسی عالم کے تو عدالت ساقط نہ ہوگی بسبب شبہ اختلاف کے کذا ذکرہ صدر الشریعہ وابن کمال ھم لہو عبارت ہے دل خوش کرنے سے بواسطہ اس قول و فعل کے جو بمقتضائے حکمت نہیں اور سرور کھیل سے وجود دوا کیواسطے نہو تو عادت کا پینا بھی کھیل میں داخل ہے اور قول صحیح یہ ہے کہ دوا کیواسطے بھی پینا حرام ہے ومن یلعب بالصبیان لعدم مروتہ دکذا بہ غالبًا کما فی اور اسکی گواہی مقبول نہیں جو لڑکوں کے ساتھ کھیلے اسکی عدم مروت اور کذب کے سبب سے غالبًا کذا فی الکافی ھم لڑکوں سے مراد نوجوان ہیں نہ اطفال صغار چنانچہ عدم مروت کی تعلیل اسپر دلالت کرتی ہے غایۃ البیان میں حسن سے مروی ہے کہ اگر بڈھا نوجوان سے کشتی کرے بجامع میں تو اسکی گواہی مقبول نہیں کذا فی المحطاوی فتح القدیر میں کرخی سے منقول ہے کہ اگر شیخ نوجوان سے بجامع میں کشتی کرے تو گواہی اسکی مقبول نہیں کیونکہ وہ نخیف ہے والطیور الا اذا امسکھا للاستئناس فیباح الا ان تجر حمام غیرہ فلک کلھا الحرام علی وعیناتی اور اسکی گواہی مقبول نہیں جو چڑیوں سے کھیلے مگر جبکہ طیور کو دفع وحشت کیواسطے رکھے تو مباح ہے مگر جبکہ غیر کے کبوتر کھینچ لیتا اور پکڑ رکھتا ہو تو مباح نہیں بسبب اسکی حرام خوری کے کذا فی العینی والعنایہ ھم کبوتر بازی وغیرہ سے اسواسطے گواہی مردود ہوئی کہ مروت غفلت ہے اور وہ محمول ہے اس صورت پر جبکہ کبوتر اوڑانے کے واسطے کوٹھے پر چڑھتا ہو اور غیر اسکو نہ دیکھ سکے اور مطلع ہوتا ہو کذا فی البحر والطنبور وکل لھو شغیم بین الناس کالطنابیر والمزامیر وان لم یکن مسکرا نحو الحداء وضرب القصب فلا تقبل اذا اتخذ بان یرتصوابہ خاص بہ للدخول فی حد الکبائر بحر اور اسکی گواہی مقبول نہیں جو طنبورا اور ایسے ایسا باجا بجاوے جو قبیح اور معیوب ہو لوگوں میں چنانچہ طنبورا اور مزامیر اور اگر معیوب نہو لوگوں میں چنانچہ اونٹوں کے تیز قدم کرنے کیواسطے آہنگ بلند کرنا اور ضرب قصب تو مانع شہادت نہیں مگر جبکہ اسمیں مبالغہ اور زیادتی کرے اسطرح کہ اسپر لوگ قصص کریں تو مانع شہادت ہو کذا فی الخانیہ بسبب اسکے داخل ہونے کے حد کبائر میں کذا فی البحر ھم محیط میں بھی یہی تفصیل مذکور ہے جو خانیہ سے مذکور ہو چکی اور معراج الدرایہ میں ہے کہ ملاہی دو قسم ہیں ایک قسم حرام ہے وہ آلات مطربہ ہیں بدون راگ کے یعنی طرب انگیز باجے چنانچہ مزمار خواہ وہ خشت کی ہوں یا قصب کی چنانچہ شبابہ یا طنبور یا مس حدیث ابو امامۃ لقد نھی رحمۃ للعالمین وامرنی بمحق المعازف والمزامیر یعنی حق تعالی نے مجکو بھیجا سارے عالم کی رحمت کیواسطے اور مجکو حکم کیا معازف اور مزامیر کے مٹانے کیواسطے اور دوسری قسم ملاہی کی مباح ہے وہ دف ہے نکاح میں اور نکاح کے مانند ہے ہر سرور عادت اور اسکے غیر میں دف بھی مکروہ ہے اور اسکو فتح القدیر میں بھی نقل کیا ہے بلا اعتراض کذا فی الطحطاوی عن البحر حدیث

مشکوہ میں مسند احمد بن حنبل سے منقول ہے معازف آلات سرود اور قاموس میں ہے کہ معازف ملاہی ہیں مانند عود اور طنبور کے اور نزد امیر حجیہ نرمارا آلہ نشا اور نیز قصبہ یعنی نے اور بانسری میں گا اور نزد کسکو زمارہ اور نزمار کہتے ہیں امام نووی نے اسکی حرمت کی تصریح کی ہے فتحا کہتے ہیں کہ گانا آلات مطربہ سے حرام ہے اور فقط آواز سے مکروہ ہے اور اجنبی عورت سے سخت مکروہ ہے کذا فی ترجمہ المشکوٰۃ للشیخ عبد الحق الدہلوی وَمَنْ یَغْنِی لِلنَّاسِ لَانَّہٗ یَجْمَعُھُمْ عَلٰی کَبِیْرَۃٍ ھِدَایَۃٌ وَغَیْرُھَا اور اسکی گواہی قبول نہیں جو راگ گاتا ہو لوگوں کیواسطے اسواسطے کہ وہ لوگوں کو کبیرہ گناہ پر جمع کرتا ہے چنانچہ ہدایہ غیرہا میں ہے وکلام سَعْدِی اَفَنْدِی یفید تقییدہ بِالْاُجْرَۃِ تَاَمَّلْ اور سعدی افندی کا کلام مغنی میں اجرت لینے کی قید لگانے کا مفید ہے یعنی اُس مغنی کی گواہی مقبول نہیں جو لوگوں سے اجرت لیکر گاتا ہو سو تامل کر اسکو ھم طحطاوی نے کہا قید مذکور خیر ظاہر ہے ھم اگر فتحا کا کلام مطلق ہے بلا قید اجرت وَاَمَّا الْمُغَنِّی لِنَفْسِہٖ لَذَمِّ الْوَحْشَۃِ فَلَا بَاْسَ بِہٖ عِنْدَ الْعَامَّۃِ کِفَایَۃٌ وصححہ العینی وغیرہ قَالَ دَلَوِیْہِ وَعَظٌ وَحِکْمَۃٌ فَجَائِزٌ اِتِّفَاقًا اور جو شخص کہ اپنی ذات کیواسطے گاوے دفع وحشت کے لیے تو اسکا کچھ مضائقہ نہیں جمہور فقہا کے نزدیک کفایہ انی النہایہ اور اسکو صحیح کہا ہے عینی وغیرہ نے عینی نے کہا اور اگر سرود ہیں وعظ اور حکمت ہو تو بالاتفاق جائز ہے ھم محل اباحت سرودہ ہے کہ باجا نہوا اسکے ساتھ اسواسطے کہ نزازی نے مناقب میں اجماع نقل کیا ہے حرمت سرود پر جبکہ سرود باجے پر ہو چنانچہ غوارد زنیا اور خانیہ میں ہے کہ لہو اور لعب کیواسطے گانا معصیت ہے جمیع ادیان میں وَمِنْہُمْ مَنْ اَجَازَہٗ فِی الْعُرُسِ کَمَا جَازَ ضَرْبُ الدُّفِّ فِیْہِ وَمِنْہُمْ مَنْ اَبَاحَہٗ مُطْلَقًا وَمِنْہُمْ مَنْ کَرِھَہٗ مُطْلَقًا اَلْمُعْتَمَدُ الْحُرْمَۃُ وَفِی الْبَحْرِ وَالْمَذْھَبُ حُرْمَتُہٗ مُطْلَقًا فَلَا عِبْرَۃَ بِالْخِلَافِ بَلْ ظَاھِرُ الْھِدَایَۃِ اَنَّہٗ کَبِیْرَۃٌ وَلِذَا فَسَّقَہُ الْمُصَنِّفُ اور بعضے فقہا نے جائز کہا ہے سرود کو نکاح میں عیسے دف بجانا اسمیں جائز ہے لو بعضوں نے اسکو مباح کہا ہے مطلقاً نکاح اور غیر نکاح میں اور بعضوں نے اسکو مکروہ کہا ہے مطلقاً جا ہو یا نہو نکاح ہو یا غیر نکاح انتہی کلام العینی اور بحر الرائق میں ہے اور مذہب یہ ہے کہ سرود مطلقاً حرام ہے جسپر علما کا منقطع ہو گیا بلکہ ظاہر ہدایہ یہ ہے کہ سرود کبیرہ گناہ ہے اگرچہ اپنی ذات کیواسطے ہو اور ثابت رکھا اس قول کو مصنف نے اپنی شرح میں ھم بحر الرائق میں ہے کرشنا جسمیں نے تصریح نہیں کی کہ سرود میں مذہب کیا ہے اور نہایہ اور عنایہ میں ہے کہ غنی لہو کیواسطے معصیت ہے جمیع ادیان میں اور زیادات میں کہا کہ اگر اس جنس کی وصرت کرے سو معصیت ہے ہمارے نزدیک اور اہل کتاب کے نزدیک اور منجملہ اسکے وہ معصیت ذکر کی جو مغنیین و مغنیات کیواسطے ہو انتہی تو ثابت ہو گئی نص مذہب کی گانے کی حرمت پر تو اختلاف منقطع ہو گیا انتہی مافی البحر اور تو خود جانتا ہے کہ جو صاحب بحر نے نصوص ذکر کیں وہ اطلاق حرمت کی موئد نہیں کیونکہ نہایہ کی عبارت مفید للہو ہے اور زیادات کی عبارت تقیید شہرت کی مفید ہے اور شہرت اس وقت ہو گی جب لوگوں کے سامنے گاوے روافادہ قید شہرت یہ ہے کہ وصیت منصرف ہوتی ہے متعارف کیطرف اور عرف میں مغنیہ یا مغنی نہیں کہتے مگر اُسکو جو راگ گانے کے ساتھ معروف ہو اور شارح اطلاق حرمت غنی میں مصنف کا تابع ہوا ہے اور صحیح قول وہ ہے جو فتاوی عالمگیری میں خزانۃ المفتیین سے منقول ہے کہ مقبول نہیں گواہی اُسکی جو لوگوں کیواسطے گاوے اور انکو سناوے اور اگر غنی اپنی ذات کے سنانے کیواسطے ہو تا وحشت دفع کرے اپنی ذات سے بدون اسباب کے کہ دوسرا شخص سنے تو اسکا مضائقہ نہیں اور عدالت اسکی ساقط نہیں جو حَیْ قول صحیح میں انتہی کذا فی الطحطاوی فتح القدیر میں ہے کہ فقہا نے تصریح کی ہے کہ لہو ولعب اور جمیع مال کیواسطے غنی حرام ہے بلا خلاف اگر تو کہے صاحب ہدایہ کی تعلیل کہ مغنی لوگوں کو کبیرہ پر جمع کرتا ہے اسکی مقتضی ہے کہ غنی مطلقاً حرام ہو اور حالانکہ ایسا نہیں ہے کیونکہ اگر اسطرح غنی کرے کہ آپ سنے اور غیر نہ سنے اپنی ذات سے وحشت دفع کرے مکروہ نہیں اور بعضوں نے کہا کہ استفادہ نظم قوافی اور فصیح اللسان ہونے کیواسطے غنی مکروہ نہیں اور بعضوں نے کہا کہ اگر لوگوں کو سکھانے کیواسطے نکاح اور ولیمہ میں غنی کرے مکروہ نہیں تو جواب اسکا یہ ہے کہ اپنے سنانے اور دفع وحشت کیواسطے غنی میں فقہا کا اختلاف ہے بعضوں نے کہا کہ مکروہ نہیں مکروہ وہ غنی ہے جو علی سبیل اللہو ہو بدلیل روایت انس بن مالک کہ وہ اپنے بھائی بریا بن مالک کے پاس گئے اور وہ زنا بجہ میں تھے اور وہ غنی کرتے تھے اور اسی قول کو شمس الائمہ سرخسی نے لیا ہے اور بعضے مشائخ نے اسکو بھی مکروہ کہا ہے اور اس قول کو شیخ الاسلام نے لیا ہے اور محل حدیث بریا بن مالک

یہ ہی کہ وہ اشعار جو ناحق آوازی سے پڑھے جاتے ہیں مواعظ اور حکم تحسین اسواسطے کہ لفظ غنا جیسے غنا معروف کو بولتے ہیں ویسے ہی غیر معروف کو بھی بولتے ہیں چنانچہ حدیث میں آیا ہے مَنْ لَمْ يَتَغَنَّ بِالْقُرْآنِ فَلَيْسَ مِنَّا اور اشعار سے اسکی شعر خوانی جائز ہے پھر جبکہ اختلاف تغنی کا حال معلوم ہوا تو جائز ہوگا کما صاحب ہدایہ تعمیم سے تغنی کا قائل ہوشیخ الاسلام کے مانند مگر یہ معلوم ہو چکا ہوگا کہ تغنی محرم وہ ہے جسکے الفاظ ایسے ہوں جو حلال نہیں جیسے مرد معین اور عورت معینہ زندہ کا وصف باشتہا کی ایسی تعریف جو شوق انگیز ہو اسکی طرف یا جو موسم یا دی کی شہوت قصہ جو نہ بقصد استشہاد یا تعلم فصاحت و بلاغت اور اگر اشعار غیر معین عورت کے وصف میں ہوں تو مباح میں بدلیل قصیدہ بانت سعاد کہ خود صاحب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو پڑھا گیا اور حضرت نے اسپر انکار نہیں فرمایا بیان اگر بطریق ملاہی کے ہو تو ممنوع ہے اگرچہ مواعظ اور حکم ہوں تغنی میں ہے کہ ملاہی دو قسم ہیں ایک محرم جنانچہ آلات مطربہ غنا جیسے مزمار اور طنبور وغیرہ اور دوسری مباح وہ ہے جو نکاح اور اسکے مانند اور سرور حادث میں اور اسکے غیر میں مکروہ ہے عبداللہ بن عمر سے مروی ہے کہ صوت لہو کی سنتے تو خبر نگوانے اگر دلیمہ ہوتا تو سکوت کرتے اور اگر اسکے سوا اور کچھ ہوتا تو رد کرتے اور اجنبیہ سے مراد جنس ہے میں ہے کہ محمد بن سجاع سے اس شخص کے حال کا سوال ہوا جو اپنے نفس کے ساتھ ترنم کرتا ہے جواب دیا کہ اسکی شہادت کا قادح نہیں اور قرآن خوانی الحان سے بعضوں کے نزدیک مباح ہے اور بعضوں کے نزدیک منع ہے اور مختار یہ ہے کہ اگر الحان سے حروف اپنی نظم اور حقیقت سے خارج نہیں ہوتے ہوں تو مباح ہے اور نہیں تو فیہ مباح ہے ایسا کچھ علما نے ذکر کیا ہے اور ہم باب الاذان میں مذکور کر چکے ہیں کہ تلحین بدون تغیر مقتضیات حروف کے نہیں ہوتی تو تخصیص ہمنی ہے اتمی مانی الفتح لخصصتا نصرف قال ولا تقبل شہادۃ من یسمع الغناء او یجلس علی الغناء وزاد المعنی مجلس الخمور او الضرب وان لم یشرکہ او ہو یعزرہ الا ان یعرف بالمعروف یسقط عنہ التعزیر مصنف نے کہا اور مقبول نہیں گواہی اس شخص کی جو راگ سنتا ہو یا راگ کی مجلس میں بیٹھتا ہو یعنی نے اتنا زیادہ کیا یا فسق و فجور یا شرب کی مجلس میں بیٹھتا ہو اگرچہ وہ نشہ نہ پیتا ہو اسواسطے کہ اسکا مختلط ہونا منکے ساتھ اور امر بالمعروف کا ترک کرنا اسکی عدالت کا مسقط ہے ہم مجلس غنا میں بیٹھنا مسقط عدالت ہے اگرچہ وہ راگ نہ سنے ملک ذکر کیا ہے مشغول رہے اور اسطرح جو راگ کی مجلس میں بیٹھا ہو گزانی اللطماوی اذ یتلبث اضاحیۃ بالفسق ومرادہ من یرتکب کبیرۃ قال لکونہ المصنف علیہ یا اسکی گواہی مقبول نہیں جو مرتکب ہے اس چیز کے سبب سے اسکو حد مار جاوے واسطے فسق کے اور مطلب اسکا یہ ہے کہ کبیرہ گناہ کا مرتکب ہوا اسکی گواہی مقبول نہیں ایسا کچھ کہا ہے مصنف وغیرہ نے کبیرہ کی حد میں اقوال مختلف ہیں اور قول محقق وہ ہے جو شاہ ولی اللہ دہلوی نے قول الجمہور میں اختیار کیا ہے یعنی فعل ہے کہ کبیرہ گناہ وہ ہے کہ جسپر دوزخ یا عذاب شدید کی وعید وارد ہے قرآن مجید میں یا حدیث صحیح میں جو اہل حدیث کے نزدیک مشہور ہو یا اسکے مرتکب کو کافر کہا ہو چنانچہ تارک صلوۃ معتمد کو یا اسکے مرتکب پر شرع میں حد مشروع ہو چنانچہ زنا اور سرقہ اور قطع طریق اور شرب خمر یا امور مذکورہ کے برابر یا اسسے زیادہ برا ہو شراب اور پرائی میں بحکم براہت عقل اور صغیرہ وہ گناہ ہے جو شرع میں منہی عنہ ہو یا خلاف مشروع ہو یا دین کے طریقہ ماثورہ کا رافع ہو انتہی شیخ ابوطالب مکی نے قوت القلوب میں کہا کہ میں نے اہل حدیث کو جمع کیا جنمیں کبیرہ کی تصریح وارد ہے تو سترہ کبائر پائے چار دل میں شرک ہے یعنی اشد اصرار علی المعصیۃ اور ناامیدی رحمت الٰہی سے اور تین کبائر اللہ کی اور چار زبان میں شہادت زور اور قذف محصنات اور یمین غموس اور تین پیٹ میں شرب خمر اور اکل مال یتیم اور اکل ربوا اور دو شرمگاہ میں زنا اور لواطت اور دو ہاتھ میں قتل خطا اور چوری اور ایک پانوں میں یعنی فرار صف کفار سے اور ایک گناہ سارے بدن سے یعنی عقوق الوالدین انتہی حق تعالیٰ اپنے کرم سے ہمکو اسسے بچاوے آمین وبدخل الحمام فجنبا ولا تکنہ حراما یا اسکی گواہی مقبول ہے جو حمام میں غسل کو اسسے بلا آزار بر ہنگی حرام ہو یلعب بالنرد والشطرنج مطلقا مراد کا یا اسکی گواہی مقبول نہیں جو کھیلے نرد اسطرح سے مطلقا خواہ بازی دے یا نہ دے صرف القدیر میں ہے کہ لعب شطرنج کھیل ہے ہمارے بلاد میں معروف ہے مگر دے کے مانند اسکو ملاحساب بلا فکر پھینکتے ہیں جو کھیل ایسا ہے اسکو شیطان نے پیدا کیا اور اہل غفلت اسکو کرتے ہیں انتہی مختصرا حرام ہونا اتنی معلوم ہوا کہ طاب یک کھیل ہے جو سر کے پانسوں کیطرح اسکو پھینکتے ہیں انتہی ویستبعد الاختلاف فی شرط واحد من سیئہ قلدا قال او فیما مر مسقط شرح اور شرح میں تو سبب شبہ اختلاف کے سقوط عدالت کو بتلایا

چھ چیزوں سے کوئی ایک چیز مشروط ہو تو اسی واسطے مصنفؒ نے کہا یا جواب شطرنج سے تو اسکی گواہی مقبول نہیں ہم امام مالک اور شافعی کے نزدیک شطرنج حلال ہے لہذا مصنفؒ نے شطرنج کھیلنے کو مطلقاً مستقل عدالت نکلا او یترک به الصلوة حتی یفوت وقتها یا شطرنج کی بازی سے نماز ترک کرے یہاں تک کہ نماز کا وقت فوت ہو جائے ہم ترک صلوٰۃ سے عدم فعل مطلقاً نہیں بلکہ نماز قضا کرنا مراد ہے او یحلف علیه کثیرا یا شطرنج کھیلنے میں قسم بہت کھاتا ہو ہم زیلعی نے اور اتقانی نے اسمیں حلف کا ذب کی قید لگائی ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ کثرت حلف بالکذب یا کذب بلا کثرت سے شہادت مردود نہیں کیونکہ شہرت بدون کثرت نہیں ہوتی کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود او یلعب به علی الطریق او یذکر علیه فسقا مثلاً یا شطرنج رستے پر کھیلے یا اسپر فسق کو ذکر کرے کذا فی الاشباہ ہم لیئے وہ چیز ذکر کرے جس سے فاسق ٹھہرے چنانچہ شتم اور قذف اور غناء اور دوام علیه ذکره سعدیؒ افندی معزیا للکافی والمعراج یا ہمیشہ شطرنج کھیلا کرتا ہو اسکی گواہی مقبول نہیں اسکو سعدی افندی نے کافی اور معراج سے نقل کیا ہم اسواسطے کہ مداومت تلہی کی دلیل ہے اور غالبا اجتنب صغیرہ سے خالی پڑتا ہے یہاں تک کہ بعضے شطرنج بازوں کا بکار مرگیا اور اسکی تجہیز و تکفین کے واسطے انھوں نے بازی موقوف کی نعوذ باللہ من امثال المعاصی او یاکل الربوا فیده بالشهرة ولا یخفی ان الفسق بهما شرعا لا ان القاضی لا یثبت ذالک الا بعد ظهوره له قال کل سود بحر فلیحفظ یا اسکی گواہی مقبول نہیں جو بیاج کھاے بیاج کھانے میں علمانے شہرت کی قید لگائی ہے اور یہ امر مخفی نہیں کہ فسق مانع ہے شہادت کا غرغا مگر یہ کہ قاضی فسق کو ثابت نہیں کرتا مگر بعد ظاہر ہونے فسق کے قاضی کے نزدیک تو سب گنہا اسمیں برابر ہیں کذا فی البحر تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم بینوع اکل مال یتیم اور اکل ربوا میں اسطرح فرق کیا ہے کہ اگر یتیم کا مال کھاے ایکبار تو گواہی اسکی مقبول نہیں اور بیاج خواری میں شہرت شرط ہے صاحب بحر نے اسکو رد کیا کہ دونوں میں کچھ فرق نہیں فسق ہونے میں دونوں برابر ہیں اور اشتراط شہرت میں دونوں یکساں ہیں شہرت تو اتنے واسطے شرط ہے کہ قاضی اسکو ثابت کرے تو اسمیں سب گنہا برابر ہیں تخصیص بلا دلیل ہے او یسول او یاکل علی الطریق وکذا کل ما یخل بالمروة مثل کشف عورته لیستنجی من جانبا لیوکله والناس حضور او قد کثر فی زماننا فتحه یا اسکی گواہی مقبول نہیں جو پیشاب کرے یا کھاے راہ میں اور اسی طرح ہر ایک وہ فعل جو مخل مروت ہو از انجملہ اپنی شرمگاہ کھولنا نالے کے کنارے استنجا کرنے کے واسطے اور حالانکہ لوگ سامنے ہیں اور ہمارے زمانے میں یہ فعل بکثرت ہو گیا کذا فی الفتح ہم فتح القدیر میں ہے اسکی گواہی مقبول نہیں جو افعال مستخفہ نا لائق کرے اگرچہ فی نفسہا وہ حرام نہیں جیسے لوگوں کے روبرو راہ میں کھانا او فضلہ سر اور پیل یعنے پاجامہ پہنکر چلنا پھرنا اور لوگوں کے روبرو پانوں پھیلانا اور وہاں سر کھولنا جہاں خفت اور بے ادبی اور قلت مروت اسکو شمار کریں اسواسطے کہ جو شخص ایسا ہو اسکے بعید نہیں کہ جھوٹی گواہی دے اور حدیث مرفوع میں وارد ہے کہ لوگوں نے جو پہلے نبوت سے کلام پایا ہے وہ یہ ہے کہ جب تجھکو حیا نہ ہو تو جو تیرے دلمیں آوے سو کر انتہے طحطاوی منجملہ افعال خلاف مروت لقمہ کے چوری کرنا اور حد سے زیادہ خوش طبعی اور دل لگی کرنا کہ موجب استخفاف ہو اور کمینوں کی صحبت میں بیٹھنا اور لوگوں کو ذلیل کرنا اور بازار میں فحش اور شور کرنا مروت عبارت ہے دین اور اصلاح سے اور بعضوں نے کہا کہ مروت عبارت ہے روش نیک لحظ انسان سے اور سبکی عقل سے کنارہ گیری اور ارتفاع ہر خلق دنی سے انتہے او یظهر سب السلف لظهور فسقه بخلاف من یخفیه لانه فاسق مستور یعنے قال المصنف وانما قیدنا بالسلف تبعا لکلامهم والا فالاولی ان یقال سب المسلم لسقوط العدالة بسب المسلم وان لم یکن من السلف کما فی السراج والنهایة یا اسکی گواہی مقبول نہیں جو سلف کی بدگوئی ظاہر کرے بسبب ظاہر ہو جانے اسکے فسق کے بخلاف اس شخص کے جو سلف کو مخفی رکھتا ہو اسواسطے کہ وہ فاسق مستور ہے یعنے وہ مقبول الشہادت ہے کذا فی العینی مصنفؒ نے اپنی شرح میں کہا کہ ہمنے سلف کی قید لگائی بالتباع کلام فقہائے مصنفین اور نہیں تو لیون کہنا بہتر تھا کہ جو مسلمان کی بدگوئی کو ظاہر کرے وہ مقبول الشہادت نہیں بسبب ساقط ہونے عدالت کے مسلمان کی بدگوئی سے اگرچہ وہ سلف میں سے نہو چنانچہ سراج اور نہایہ میں ہم سب یعنے دشنام اور گالی یہ ہے کہ انسان کی آبرو میں ایسی گفتگو کرنا جو اسکے حق میں معیوب ہو حدیث میں وارد ہے کہ سباب المسلم فسق وقتاله کفر وفیها الطعن فی الدین السلف والخلف ان السلف اهل الصدر الاول من التابعین

کسی چیز میں فسق ہونا اور اسکی گواہی مقبول نہ ہونا

شطرنج کھیلنے کی بازی میں نماز ترک کرنا

شطرنج کھیلنے میں قسم کھانا

شطرنج کھیلنے میں کثرت حلف

شطرنج کھیلنے میں کذب

شطرنج کھیلنے میں کثرت کذب

شطرنج کھیلنے میں کثرت حلف

منہم ابو حنیفۃ رضی اللہ عنہ والخلف بالفتح یستعمل فی الخیر وبالسکون فی الشر اور کنایہ میں ہوگا درمیان سلف اور خلف کے فرق یہ ہے کہ سلف صالح سے مراد تابعین کا صدر اول ہے انمیں سے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ ہیں اور خلف بفتح اللام وہ لوگ ہیں جو تابعین کے بعد نیک لوگ ہیں اور خلف بسکون اللام بدکار لوگ ہیں جنکو عرف میں ناخلف کہتے ہیں کذا فی الجوہر صدر الشریعۃ نے کہا کہ سلف سے مراد صحابہ اور علماے مجتہدین ماضین ہیں رضوان اللہ علیہم اجمعین وفیہ من العنایۃ عن ابی یوسف لا اقبل شہادۃ من سب الصحابۃ واقبلہا ممن نبرأ منہ لانہ یعتقد دینا وانکان علی باطل فلم یظہر فسقہ بخلاف السآب اور بحر الرائق میں عنایہ سے ہے کہ ابو یوسفؒ سے مروی ہے کہ میں قبول نہیں کرتا گواہی اسکی جو صحابہ کرام کی بدگوئی کرے اور اسکی گواہی قبول کرتا ہوں جو صحابہ سے بیزار اور نارا ضی ہو اسواسطے کہ وہ ایک دین کا معتقد ہے کا لخوارج والروافض اگرچہ وہ باطل پر ہو تو متبری نے اپنا فسق ظاہر نکیا دلمین رکھا بخلاف بدگو کے اسنے اپنا فسق ظاہر کردیا ہم ظاہر ایسکا متفق علیہا ہے اور ابو یوسفؒ کی طرف اسواسطے منسوب ہوا کہ وہ مخرج ہیں اسکے شہدان اباہا اوصی الیہ فان ادعاہ صحت شہادتہما استحسانا لشہادۃ داخل لہما ولیت عمدیونیۃ وللوصی لہما وصیۃ لشہادۃ علی الاقتضاء دو میتوں نے گواہی دی کہ ہمارے باپنے فلانے شخص کو وصی کیا ہے تو اگر شخص مذکور اسکا دعوے کرے تو دونوں کی گواہی صحیح ہوگی بطور استحسان کے جیسے میت کے دو دائنوں کی گواہی ایک شخص کے وصی ہونے میں اور میت کے دو مدیونوں کی گواہی کسی شخص کے وصی ہونے میں اور جن دو شخصوں کے واسطے میتنے وصیت کی اُنکی گواہی کسیکے وصی ہونے میں اور میت کے دو وصیوں کی گواہی تیسرے شخص کے وصی کرنے میں صحیح ہے کذا فی الخلاصہ وان انکر کا ان القاضی لا یعمل باجماع لعدم قبول الوصیۃ عینی اور اگر وہ شخص قبول وصایت سے انکار کرے تو گواہی انشخاص مذکورین کی صحیح نہیں اسواسطے کہ قاضی مالک نہیں کسیکو زبردستی وصیت قبول کروانے کا کذا فی شرح العینی کما لا تقبل لو شہدا ان اباہا الغائب وکلہ بقبض دینہ وادعی الوکیل او انکر والغرق قال القاضی لا یعمل نصب الوکیل من الغائب بخلاف الوصی جیسے قبول نہیں گواہی اگر دو بیٹے گواہی دین کہ ہمارے غائب باپنے فلانے کو وکیل کیا ہے اپنے دیون کے قبض کرنے کا خواہ وکیل وکالت کا دعوے کرے یا انکار کرے اور فرق وصی اور وکیل کے مسئلہ میں یہ ہے کہ قاضی مالک نہیں غائب کی طرف سے وکیل مقرر کرنے کا بخلاف نصب وصی کے کہ اسمیں قاضی کو اختیار ہے شہد الوصی ای وصی المیت بحق المیت بعد ما عزلہ القاضی عن الوصایۃ ونصب غیرہ او بعد ما ادرک الورثۃ لا تقبل شہادتہ للمیت فی مالہ او علیہ خاصم او لا لحلول الوصی محل المیت ولذلک لا یملک عزل نفسہ بلا عزل قاض فکان کالمیت نفسہ فاستوی خصامہم گواہی دی وصی نے اپنے میتکے وصی نے میت کے حق میں بعد اسکے کہ قاضی نے اسکو معزول کردیا وصایت سے اور قائم کیا غیر کو یا گواہی دی بعد بالغ ہونے ورثہ میتکے تو اسکی گواہی میتکے حق میں اسکے مال اور غیر مال میں مقبول نہیں خواہ وصی نے خصومت کی ہو یا نکی ہو بسبب ہوجانے وصی کے بجاے میتکے اور اسی واسطے وصی اپنی ذات کے معزول کرنے کا مالک نہیں بدون معزول کرنے قاضی کے تو وصی مثل ذات میتکے ہوگیا تو اسکی خصومت اور عدم خصومت برابر ہوگئے ہم درصورت بقاے وصایت وصی کا بجاے میتکے ہونا ظاہر ہے اور درصورت معزولی ظاہر نہیں مگر باعتبار ما کان پھر جب بجاے میتکے ہوا تو گویا اسنے اپنی ذات کے واسطے گواہی دی لہذا مقبول نہیں بخلاف الوکیل فلذا قال ولو شہدا الوکیل بعد عزلہ للموکل ان خاصم فی مجلس القاضی ثم شہد بعد عزلہ لا تقبل اتفاقا للتہمۃ بخلاف وکیل کے کہ اسکی خصومت اور عدم خصومت برابر نہیں تو اسی واسطے مصنف نے کہا اور اگر گواہی دے وکیل اپنے معزول ہونے کے بعد موکل کے حق میں اگر اسنے خصومت کی ہو مجلس قاضی میں پھر گواہی دی بعد اپنے معزول ہونے کے تو گواہی بالاتفاق مقبول نہیں بسبب تہمت کے مراد تہمت تصدیق ہے یعنے وکیل جسمیں خصومت کرچکا ہے اسمیں اپنی صداقت ظاہر کرتا ہے گواہی دیکر والا خبلت لعدمہا خلافا للثانی فیعملہ کالوصی سراج اور اگر خصومت نہیں کی تو گواہی وکیل کی موکل کے حق میں بعد معزولی کے مقبول ہے بسبب نہونے تہمت مذکورہ کے بخلاف ابو یوسفؒ کے کہ انکے نزدیک درصورت عدم خصومت بھی مقبول نہیں تو ابو یوسفؒ نے وکیل کو وصی کے مانند ٹھہرایا کذا فی السراج وفی قاسمۃ المزایعی کل من صار خصما فی حادثۃ لا تقبل شہادتہ فیہا ومن کان

بعد مفیدتان یصیر خصما ولیس تصحیحا بعد تقابل وهذان الاصلان متفق علیهما اقامه فیه اور شرح زیلعی کی کتاب الفسامہ مین ہر کہ جو شخص کہ مخاصم ہو گیا کسی مقدمے مین تو اسکی مقبول نہین اور جسکا مخاصم ہونا درپیش ہو اور حالانکہ ہنوز وہ مخاصم نہین ہوا تو اسکی گواہی مقبول ہی اور یہ دونون قاعدے بالاتفاق ہین اور پورا بیان اسکا امیں شرح مین ہر کہ زیلعی نے اپنی شرح مین کہا تو اصل اول کی جنس سے وکیل بالخصومۃ جبکہ اسنے حاکم کے پاس خصومت کی پھر وہ معزول ہو گیا تو اسکی گواہی مقبول نہین اور شفیع نے جب شفعہ طلب کیا یعنے قاضی کے پاس اور مشتری سے خصومت کی پھر اسکو ترک کیا تو اسکی گواہی بیع مین مقبول نہین اور اصل ثانی کی جنس سے وکیل ہر جبکہ اسنے خصومت نکی اور شفیع ہر جبکہ اسنے شفعہ طلب کیا بعد گواہی دی تو دونون کی گواہی مقبول ہی کذا فی الطحطاوی قید نا بمجلس القاضی لانه لو خاصم فی غیره ثم عزله قبلت عندهما کما لو شهد فی غیر ما وکل فیه وعلیه جامع الفتاوی قید لگائی ہمنے مجلس قاضی کی اسواسطے کہ اگر وکیل نے غیر مجلس قاضی مین حکومت کی ہو پھر موکل نے اسکو وکالت سے معزول کیا ہو تو طرفین کے نزدیک گواہی مقبول ہی چنانچہ اگر وکیل نے گواہی دی اس مقدمے کے سوا مین جسمین وہ وکیل مقرر ہوا یا موکل کی مغفرت کی گواہی دی تو مقبول ہی کذا فی جامع الفصولین وفی الخزانة لا وکله بالخصومة عند القاضی فخاصم المطلوب بالف درهم عند القاضی ثم عزله فشهدا ان موکله علی المطلوب بمائة دینار قبلت بخلاف ما لو وکله عند غیر القاضی فخاصم ثم عزله القاضی اور خزانہ مین ہر کہ ایک شخص کو خصومت کے واسطے وکیل کیا قاضی کے نزدیک سو اسنے جھگڑا کیا مدعا علیہ سے ہزار درہم کا پھر موکل نے وکیل کو معزول کیا سو وکیل نے گواہی دی کہ اسکے موکل کے مدعا علیہ پر سو دینار ہین تو گواہی مقبول ہی یعنے اسواسطے کہ یہ دوسرا مقدمہ ہی غیر متعلق بوکالت بخلاف اس صورت کے کہ اسکو غیر قاضی کے نزدیک وکیل کیا اور اسنے خصومت کی تو گواہی مقبول نہین اور پورا بیان اسکا اسکی کتاب مین ہر ہم باقی بیان بزازیہ اور کافی مین یون ہر کہ اگر قاضی کو وکالت معلوم نہوا اور مدعا علیہ وکالت کا منکر ہوا اور وکیل اپنی وکالت گواہون سے ثابت کرے پھر موکل اسکو معزول کرے اور وکیل موکل کے واسطے گواہی دے تو گواہی اسکی مردود ہی ہر ایک اس حق مین جو وقت توکیل کے قائم ہی مگر جبکہ اس حق کی گواہی دی جو پیدا ہوا تاریخ وکالت کے بعد تو اب گواہی مقبول ہو گی کذا فی الطحطاوی کما قبلت عندهما خلافا لابی یوسف شهادة اثنین بدین علی المیت لرجلین ثم شهدا لهما شاهدان بدین علی المیت لان کل فریق یشهد بالدین فی الذمة وهو یقبل حقا شائعا فلم تقع الشرکة له فی ذلک بخلاف الوصیة بغیر عین کما فی وصایا الجامع الصغیر ثم جیسے طرفین کے نزدیک بخلاف ابو یوسف کے گواہی مقبول ہی دو شخصون کی گواہی دو مردون کے دین کی میت پر پھر مشہود لہما نے گواہی دی کہ شاہدین کا دین میت مذکور پر ہی اسواسطے کہ ہر فریق گواہی دیتا ہی کہ دین قابل ہی ذمی پر اور ذمہ حقوق متفرقہ کو قبول کر سکتا ہی تو شاہد کی شرکت نہ واقع ہوئی اسمین بخلاف اس وصیت کے جو غیر عین مین ہو چنانچہ مجمع اور الحکمی شرح مین ہی اور اسکا ذکر کتاب الوصایا مین آویگا ہون کی شہادت شاہد کی شرکت ثابت فی الذمہ مین ثابت نہین بلکہ شرکت مقبوض مین بعد قبض ثابت ہی اور وہ مانع شہادت نہین بخلاف وصیت غیر معین یعنے اگر ہر فریق دوسرے فریق کی گواہی دے کہ میت نے اسکے واسطے ثلث مین وصیت کی ہی تو بالاتفاق گواہی مقبول نہین اسواسطے کہ اکثر ثلث ترکہ مین ہی یعنے ثلث مین اور وہ دونون فریق مین مقسوم ہی تو یہ گواہی ہوئی اسمین جو دونون مین مشترک ہی اور اگر دونون شخصون نے گواہی دی کہ میت نے ان دو شخصون کے واسطے اس چیز معین کی وصیت کی بنظر مشہود لہما نے شاہدین کے واسطے دوسری چیز معین کی گواہی دی تو مقبول ہی کیونکہ اسمین شرکت نہین کشهادة وصیین لوارث کبیر علی اجنبی فی غیر مال المیت فانها مقبولة فی ظاهر الروایة کما لو شهد الوصیان علی اقرار المیت بشیء معین لوارث بالغ فقبل بلوغه اور جیسے گواہی دو وصیون کی وارث کبیر کے واسطے شخص اجنبی پر مال میت کے سوا مین کہ وہ مقبول ہی ظاہر الروایہ مین چنانچہ اگر دو وصیون نے اقرار میت پر گواہی دی کسی معین چیز کی وارث بالغ کے واسطے تو وہ مقبول ہی کذا فی البزازیہ هم وارث بالغ کی قید اسواسطے لگائی کہ صغیر کے واسطے گواہی مقبول نہین بسبب تہمت کے کذا فی الطحطاوی ولو شهد فی ماله

ای المیت لاخلافا لھما ولو لصغیر لم یجز اتفاقا وبحثی فی الوصایا اور اگر دو وصیوں نے میت کے مال میں گواہی دی تو مقبول نہیں بخلاف صاحبین کے اور اگر صغیر کے واسطے گواہی دی تو باتفاق امام اور صاحبین کے جائز نہیں اور میں نے کتاب الوصایا میں لکھا کہ لا تقبل الشہادۃ علی الجرح بالفسق ای فسق مجرد عن اثبات حق للہ تعالٰی او للعبد جیسے مقبول نہیں گواہی جرح مجرد پر یعنے اس فسق کے اظہار پر جو خالی ہو اثبات حق اللہ یا اثبات حق العبد سے ھ جرح بالفتح اصطلاح شرع میں عبارت ہے اظہار فسق شاہد سے کذا فی البحر حق اللہ جیسے حد اور حق العبد جیسے قذف یا قتل قسامی نے کہا جرح مجرد وہ ہے جسپر دفع خصومت مشہود علیہ سے مترتب نہ ہو فتح القدیر میں ہے کہ جرح مجرد کی گواہی دو وجہ سے مقبول نہیں ایک یہ کہ گواہی مقبول ہوتی ہے حکم کے واسطے تو ضرور ہے کہ مشہود بہ حکم داخل ہو اور فسق تحت حکم داخل نہیں اسواسطے کہ حکم الزام ہے اور قاضی کے اختیار میں نہیں الزام فسق کا کسی شخص پر کیونکہ فاسق اسکے دفع پر فی الحال قادر ہے توبہ کرنے سے دوسری وجہ یہ ہے کہ مجرد اس گواہی کے شاہد فاسق ہو جاتا ہے کیونکہ اثناء خطبہ بعض قرآن سے ممنوع ہے اگر کوئی کہے کہ شہادت سے اثبات فاحشہ مقصود نہیں بلکہ مشہود علیہ سے دفع ضرر مطلوب ہے اسکا جواب یہ ہے کہ دفع ضرر اثناعت میں منحصر نہیں اسطرح پر کہ یہ ملا قاضی کی مجلس میں گواہی دے بلکہ اگر پوشیدہ قاضی کو خبر کر دے تو بھی مطلب حاصل ہے انتہی وان تضمنت قبلت والا لا تقبل سو اگر گواہی اثبات حق اللہ یا اثبات حق العبد کی متضمن ہو تو مقبول ہے اور نہیں تو مقبول نہیں بعد التعدیل ولو قبلہ قبلت علی الشہادۃ بل لا کاجبار ولو من واجد علی الجرح المجرد وکل ما عدہ المصنف تبعا لمافی صدر الشریعۃ واقرہ ملا خسرو وادخلہ تحت قولھم او فی رفع اسھل من الرفع وذکر وجھہ خاطلق ابن الکمال رحمہا تبعا لما فی الکتب وذکر وجھہ جرح مجرد پر گواہی مقبول نہیں بعد ثبوت عدالت مشہود مدعی کے اور اگر قبل ثبوت عدالت لعن مجرد پر گواہی ہو تو مقبول ہے بلکہ اخبار مقبول ہے اگرچہ اخبار ایک ہی شخص سے ہو جرح مجرد پر اسی قول پر اعتماد کیا ہے مصنف نے بعد اشیر لغہ کے قرار داد کی پیروی کر کے اور اسکو ثابت رکھا ہے ملا خسرو نے در غرر میں اور داخل کیا ہے اسکو قضا کے اس قول کے نیچے کہ دفع سہل تر ہے رفع سے یعنے قبل ثبوت کے ہٹانا آسان تر ہے بعد ثبوت کے اوٹھانے سے اور اسکی وجہ بیان کی ہے اور ابن کمال نے جرح مجرد کی شہادت کو مطلقاً مردود کہا ہے باتباع عامہ کتب فقہ اور اسکی وجہ مذکور کی ہے ھ ملا خسرو نے وجہ یوں بیان کی ہے کہ اگر کوئی کہے کہ جرح مجرد کی خبر تو کیوں مقبول ہے قبل التعدیل شہود کے اور بعد تعدیل مقبول نہیں مگر انصاف شہادت در صورتیکہ غیر مجرد ہو اسکا جواب تحقیقی یہ ہے کہ جرح مشاہد قبل التعدیل دفع ہے شہادت کو قبل ثابت ہونے شہادت کے اور یہ دیانت کے باب سے ہے ولہذا اسمیں خبر واحد مقبول ہے اور بعد تعدیل کے رفع ہے شہادت کا بعد ثابت ہو جانے شہادت کے یہاں تک کہ قاضی پر عمل بشہادت واجب ہے جبتک جرح معتبر موجود نہ ہو اور قواعد مقررہ سے یہ قاعدہ ہے کہ دفع اسہل ہے رفع سے اور یہی بھید ہے جرح مجرد کے مقبول ہونے میں قبل تعدیل کے اگرچہ ایک شخص سے ہو اور غیر مقبول ہے بعد تعدیل کے بلکہ نصاب شہادت اور اثبات حق شرع یا حق عبد کی احتیاج ہے اور ابن کمال نے یوں وجہ بیان کی ہے کہ جرح مجرد پر اسواسطے گواہی مقبول نہیں کہ تحت حکم داخل نہیں اور گواہی انہیں مقبول ہوتی ہے جو تحت حکم داخل ہو اور قاضی کے اختیار میں اسکا الزام ہو خواہ قبل تعدیل کے یہ ہو یا بعد تعدیل کے انتہے اب معلوم کرنا چاہیے کہ ابن کمال اور ملا خسرو کے کلام میں لفظی خلاف ہے وہ معنوی اسواسطے کہ ابن کمال نے یہ جو کہا ہے کہ شہادت فسق مجرد کی مقبول نہیں اگرچہ قبل تعدیل ہو تو مراد اسکی یہ ہے کہ وہ معتبر عین یا ین معنی کہ وہ ایسی شہادت نہیں کہ ملعون کو خیر قبول سے خارج کرے اور بعد اسکے تعدیل مقبول نہو چنانچہ ابن کمال نے اسکو خود بطریق سوال اور جواب کے اسطرح بیان کیا ہے کہ اگر تو کہے کہ کیا یہ بات نہیں ہے کہ فسق شاہد کی خبر قبل ثبوت عدالت قاضی کو مانع ہے قبول شہادت سے اور اس شہادت کے موافق حکم دینے سے تو میں جواب دوں کہ ہاں مانع ہے لیکن یہ منع اس سبب سے ہے کہ خبر فسق ملعون ہے اگلی عدالت میں نہ اس سبب سے کہ کوئی امر ایسا ثابت ہو گیا جسنے شاہدوں کو خیر قبول سے ساقط کر دیا ولہذا اگر شاہدوں کی عدالت ثابت ہو بعد اسکے تو انکی گواہی مقبول ہے اور اگر شہادت فسق کی مقبول ہوتی تو شاہد خبر شہادت سے ساقط ہو جاتی اور مجال تعدیل باقی نہ رہتی انتہی تو یہ قول ملا خسرو کے اس کلام کو منافی نہیں کہ فسق مجرد کی گواہی قبل تعدیل کے مقبول ہے اسواسطے کہ ہر چند اسنے یہ کہا لیکن اسنے یہ بھی کہا ہے کہ اگر شاہدوں کی عدالت ثابت ہو بعد جرح مجرد کے تو مدعی کے شہود کی گواہی

مقبول ہوگی تو خلاف لفظی ٹھہرا کذا فی الطحطاوی ملخصا وظاہر کلام الزاہدی رحمہ اللہ اور علامہ دانی اور غزی زادہ کے ظاہر کلام سے ابن کمال کے کلام کی طرف میلان ثابت ہوتا ہے ہم علامہ دانی نے جو ابن کمال کی طرف سے جواب دیا ہے خلاصہ اسکا یہ ہے کہ ابن کمال کی مراد یہ ہے کہ فسق مجرد کی شہادت وحقیقت شہادت نہیں ہے خواہ قبل تعدیل یا بعد تعدیل ہو بلکہ وہ جبر محض ہے بدلیل قبول خبر واحد قبل تعدیل پھر جب وہ شہادت نہ ٹھہری تو اس بات سے اسکا تعلق نہوا اسواسطے کہ اسباب میں اسکا ذکر ہے جنکی گواہی مقبول ہے اور جنکی مقبول نہیں تو ابن کمال کا یہ قول کہ گواہی معتبر نہیں مطلب اسکا یہ ہے کہ وہ شہادت کے شمار میں نہیں اگرچہ قبل تعدیل ہو انتہی اسواسطے کہ اگر وہ شہادت کے شمار میں ہوتی تو مطعون کی شہادت بعد ثبوت عدالت مقبول نہوتی تو اس قول کا بھی حاصل خلاف لفظی کی طرف راجع ہوا کذا فی الطحطاوی وکذا القہستانی حیث قال وفیہ القاضی لم یلتفت لہذہ الشہادۃ ولکن یزکی الشہود سرا وعلنا فان عدلوا قبلت اھ

المضمرات اور اسی طرح قہستانی کا بھی میلان ابن کمال کے کلام کی طرف ظاہر ہوتا ہے اسواسطے کہ قہستانی نے کہا اور ائمین یعنے نقایہ کے کلام میں اسکا اشارہ ہے کہ قاضی نہ التفات کرے اس شہادت کی طرف یعنے فسق مجرد کی شہادت کی طرف ولیکن شہود مدعی کا تزکیہ کرے پوشیدہ اور علانیہ سو اگر انکی عدالت ثابت ہو تو گواہی انکی قبول کرے اور اس قول کو قہستانی نے مضمرات کی طرف نسبت کیا ہے ہم نقایہ کا کلام یہ ہے کہ تفسیق مجرد شاہد معدل میں مقبول نہیں انتہے تو اس سے معلوم ہوا کہ غیر معدل میں مقبول ہے قولہ لم یلتفت الاولی لا یلتفت کذا فی الطحطاوی ولہذا مترجم نے لم یلتفت کی طرف التفات نکیا بلکہ لا یلتفت کا ترجمہ کیا وجعلہ البرجندی علی فی الحلاصۃ فتنبہ اور برجندی نے قبول شہادت کو درصورت تعدیل صاحبین کا قول ٹھہرایا ہے شاید امام کا سہو قلم ہوا جو طحطاوی نے کہا کہ تجھکو معلوم ہو چکا کہ اسکی کچھ حاجت نہیں اسواسطے کہ خلاف نقل ہے معنوی مثل ان یشہد واحد علی شہود المدعی علی الحرح المجرد بانہم فسقوہ اوذناۃ او اکلۃ الربوا او شربۃ الخمر حیثما کے شہود پر جرح مجرد کی یوں گواہی دیں کہ شہود مدعی فاسق ہیں یا زانی ہیں یا سود خوار ہیں یا شراب خوار ہیں ہم جرح مرکب کی بھی مثالوں میں زنا اور اکل ربوا اور شرب خمر مذکور ہے تو مطلب یہ ہے کہ جرح مجرد میں بسبب مستقیم ہم جرح مرکب میں غیر مستقیم ہم مجہول ہے علامہ مقدسی نے کہا کہ ظاہر تر وجہ فرق یہ ہے کہ جرح مجرد میں تفسیق بصیغہ اسم فاعل ہے اور اسم فاعل گاہے بمعنی استقبال ہوتا ہے تو یقین نہوا کہ شاہد بالفعل متصف بفسق ہیں بخلاف جرح مرکب کے کہ وہاں بصیغہ ماضی تفسیق ہے او علی اقرارھم انھم شہدوا بزور اداھم اجروا فی ھذہ الشہادۃ او ان المدعی مبطل فی ھذہ الدعوی اوانہ لاشہادۃ لھم علی المدعی علیہ فی ھذہ الحادثۃ فلا تقبل بعد التعدیل بل قبلہ در وا عتمدہ المصنف یا جرح کے گواہ شہود مدعی کے اس قرار کی گواہی دیں کہ انھوں نے جھوٹی گواہی دی یا شہود اجرت گیر ہیں اس شہادت میں یا اس اقرار کی کہ مدعی ناحق پر ہے اس دعوی میں یا اس اقرار پر کہ شہود کی شہادت ثابت نہیں مدعا علیہ پر اس حادثہ میں تو یہ گواہی مقبول نہیں بعد تعدیل کے بلکہ قبل تعدیل مقبول ہے چنانچہ درر میں ہے اور اسپر اعتماد کیا ہے مصنف نے ہم طحطاوی نے کہا کہ عدم قبول بعد تعدیل اور قبول قبل تعدیل تکرار محض ہے وتقبل لو شہدوا علی الجرح المرکب اقرارہ المدعی بفسقہم او اقرارہ بشہادتہم بزور او بانہ استاجرھم علی ھذہ الشہادۃ اور گواہی مقبول ہے اگر گواہوں نے جرح مرکب پر گواہی دی جیسے مدعی کے اقرار کی بفسق شہود یا مدعی کے اس اقرار کی کہ شاہدوں کی گواہی جھوٹی ہے یا اس اقرار کی کہ مدعی نے انکی اجرت مقرر کی اس گواہی پر ہم جرح مرکب اسواسطے کہا کہ اس جرح پر دو شہادت مترتب ہے تو گویا جرح اور جو اسپر مترتب ہوا اور وہ دو چیزیں ہیں اور فسق شہود کی گواہی یا اقرار مدعی اسواسطے مقبول ہوئی کہ شاہدوں نے اظہار فاحشہ کی گواہی نہیں دی بلکہ اظہار فاحشہ کی حکایت کی غیر شخص سے تو وہ اس گواہی سے فاسق نہ ٹھہرے اور اقرار ایسی چیز ہے جو تحت حکم داخل ہے اور قاضی بسبب اسکے الزام پر قادر ہے کیونکہ اقرار رجوع کرنے سے مرتفع نہیں ہوتا خزانۃ المفتین ہے کہ اتہام اقرار مدعی بفسق شہود باطل شہادت مقبول ہے اور یہ جرح اور طعن نہیں بلکہ اس بات سے ہے کہ انسان کا اقرار اسکی ذات پر حجت ہے کذا فی الطحطاوی او علی اقرارھم انھم لم یحضروا المجلس الذی کان فیہ الحق عینی یا گواہی دی شہود کے اس اقرار پر کہ وہ حاضر نہ تھے اس مجلس میں جسمیں مدعی کا حق تھا کذا فی العینی او انہم عبید او محدود فی قذف او انہ ابن المدعی او ابوہ عنایہ او قاذف والمقذوف عبد المدعی یا جرح مرکب کی یوں گواہی دی کہ شہود مدعی غلام ہیں یا محدود فی القذف

ہین یا گواہ مدعی کا بیٹا ہو یا اسکا باپ ہو کذا فی العنایۃ یا کہ شاہد قاذف ہو اور حالانکہ مقذوف اسکا مدعی ہو ولدہم زنا او وضعوہ او سرقوا منی کذا فی التتارخانیۃ او شربوا الخمر ولم یتقادم العہد کما مرّ فی بابہ یا گواہی دی کہ شہود مدعی نے زنا کیا اور زنا کی حقیقت کو انھون نے بیان کیا یا شہود نے میرا غلام چرایا اور مال مسروق کی اسنے تصحیح کی یا شہود نے شراب پی اور حالانکہ زمانہ شرب متقادم نہین ہوا چنانچہ مذکور ہو چکا حد شرب کے باب مین ص حد شرب مین مذکور ہو چکا کہ شرب کا تقادم زمانہ ریح یعنے بدبو جانے سے ہوتا ہے اور غیر شرب کا تقادم ایک مہینہ گذر جانے سے او قتلوا النفس عمدا علی فلان یا گواہی دی کہ شاہد مدعی نے آدمی کو مار ڈالا جان بوجھ کر کذا فی العینی او شرکاء المدعی والمدعی علیہ یا گواہی دی کہ شہود شریک ہین مدعی کے اور حالانکہ تسہیم دعوی ہو وہ مال ہم مراد یہ ہو کہ شاہد شریک معاوض ہو مدعی کا تو جو اس دعوے کے باطل سے مدعی کو حاصل ہوگا تو شاہد کو اسمین فائدہ ہوگا اور یہ مراد نہین کہ شاہد مدعی کا شریک ہو مدعی یہ ہین والا اسکا اقرار ہوگا کہ مدعی یہ مدعی اور شاہد کا مملوک ہو کذا فی فتح القدیر او انہ استاجرہم بکذا لہذا الشہادۃ واعطاہم ذلک فانکان لم یعلم بذلک لم تقبل للدعوی ولو لم یقل لہ علیہ یا گواہی دی مدعی علیہ کے اس قول پر کہ مدعی نے شاہدون کی اتنی اجرت مقرر کی گواہی کے واسطے اور انکو اجرت دی اس مال مین سے جو میرا تھا مدعی کے پاس اور اگر یہ نہ کہیگا تو گواہی مقبول نہوگی بسبب دعوی کرنے استیجار کے غیر شخص کے واسطے اور حالانکہ اسکی ولایت نہین غیر شخص پر یعنے تو وہ مخاصم نہ ٹھہرا ہم یعنے جب نہ کہیگا کہ اجرت میرے مال سے دی اشہود مدعی کی گواہی مردود ہوگی اور شہود جرح کی گواہی مقبول ہوگی اور فقط دعوے استیجار بلا قید مذکور جرح مجرد ہی جو مقبول نہین او اذا صالحتہم علی کذا وقبضتہ الیہودی رشوۃ واکالۃ فلا اصل لہ بالمعنی المتقدم ولو قال لم ادفعہ لہم یقبل علی الاصح ولو قال اشہد واعلم انہم کاذبون او قد شہدوا جائرا وانا اطلب ابطالہ یا گواہی دی مدعی علیہ کے اس قول پر کہ شہود مدعی سے مینے صلح کی تھی بعوض اتنے مال کے اور وہ مال انکو بطور رشوت کے مینے دیا تھا اس شرط پر کہ مجھپر جھوٹ گواہی نہ دین ساتھ اسکے انھون نے جھوٹ گواہی دی اور مین انسے طلب کرتا ہون وہ مال جو انکو مینے دیا شارح نے کہا کہ اگر دینا مال کا بطور رشوت کے ظاہر نہ کیا تو صلح بحق شرعی ثابت نہوگی اور اگر کہہ کہ صلح کرکے مینے مال نہین دیا تو گواہی مقبول نہین واما قبلہ فی ہذہ الصور کلہا حق اللہ او العبد قسمت الحاجۃ کما حیاز ہا اور ان صورتون مین تو گواہی اسی واسطے مقبول ہو کہ امور مذکورہ یا حق اللہ ہیا حق العبد ہین تو دونون حقوق کے زندہ کرنے کے واسطے حاجت واقع ہوئی شہد علی خلاف ما یرجع من مجلس القاضی ولم یبطل المجلس ولم یکذبہ المشہود لہ حتی قال اوہمت اخطات بعض شہادتی وکانا قضیۃ قبلت بشہادتہم ما شہدوا بہ لو علا ولو بعد القضاء وعلیہ الفتوی خانیۃ ۱۲ بحر گواہی دی شاہد عادل نے سو ہنور وہ مجلس قاضی سے جدا نہین ہوا اور مجلس بھی درہم نہین ہوئی اور مدعی نے اسکی تکذیب نہین کی یہان تک کہ شاہد نے کہا کہ مینے خطا کی بعض شہادت مین اور حالانکہ دونون قولون مین مناقضہ نہین تو اسکی گواہی مقبول ہو سب جسمین جسکی اسنے شہادت دی بشرطیکہ شاہد عادل ہو اگرچہ اظہار خطا بعد حکم قاضی کے ہو اور اسی پر یعنے قبول بعد قضا پر فتوی ہو کذا فی الخانیۃ والمراد بالخطاء بعض شہادت خواہ بزیادت ہو خواہ بنقصان زیادت اسطرح کہ ہزار درہم کی گواہی دی پھر بولا کہ مین چوک گیا حقیقت مین پانسو درہم ہین اور کمی کی یہ مثال ہو کہ پانسو کی گواہی دی پھر بولا کہ مین بھول گیا وہ تو ہزار درہم ہین تو گواہی بشرط عدالت شاہد دونون صورتون مین مقبول ہو اسواسطے کہ رجوع مجلس قضا سے گاہے ایسا ہو جاتا ہو کذا فی الفتح عدم مناقضہ کی قید اسواسطے لگائی کہ درصورت تناقض شہادت چنانچہ اول یون گواہی دی کہ وہ چیز زید کی ہو پھر بولا کہ مینے خطا کی بلکہ وہ خالد کی ہو تو گواہی مقبول نہوگی قلت لکن عبارۃ الملتقی تقتضی قبول قولہ اوہمت وانہ یقضی بما بقی وہو مختار السرخسی وغیرہ وظاہر کلام الکمال وسعدی تجیحہ فتنبہ وتبصر مین کہتا ہون لیکن عبارت ملتقی الابحر اسکی مقتضی ہو کہ شاہد کا یون کہنا کہ مینے خطا کی مقبول ہو اور اسکی کہ مابقی کا حکم ہوگا اور یہ قول سرخسی وغیرہ کے نزدیک مختار ہو اور الکمال وسعدے کا ظاہر کلام اس قول کی ترجیح پر دلالت کرتا ہو تو خبردار اور ہوشیار ہو جا ھم شارح کا یہ استدراک بے معنی ہو کیونکہ اس قول مین صریح اختلاف ہو مابین اہل مذہب کذا فی الطحطاوی فتح القدیر مین ہو کہ دعوی کیا پندرہ سو کا تو شاہد نے ہزار کی گواہی دی پھر بولا کہ مین چوک گیا اسکا حق تو پندرہ سو ہو تو اسمین اختلاف ہو بعضون نے

کہا کہ سبکا حکم ہوگا یعنے پندرہ سو کا اور بعضو بلخ کہا فقط مابقی کا حکم ہوگا یعنے ہزار کا یہان تک کہ اگر ہزار کی گواہی دے پھر کہے میں نے غلط کہا وہ پانسو مین تو فقط پانسو کا حکم ہوگا اسواسطے کہ جو حادث ہو بعد شہادت کے وہ اسکے مانند ہی جو شہادت کے وقت حادث ہوا اور اسیکی طرف شمس الائمہ سرخسی کا میلان ہی انتہی مختصرا وقال الشاهد بعد قيامه عن المجلس تقبل على الظاهر احتياطا اور اگر شاہد نے بعض شہادت کی خطا ظاہر کی اپنے اُٹھ جانے کے بعد مجلس سے تو گواہی مقبول نہین بنا بر ظاہر الروایۃ کے بنظر احتیاط ھم وجہ احتیاط یہ ہی کہ زیادت مین شاید مدعی نے اوسکی مین مدعی علیہ نے اسکو ور غلانا ہو طمع دنیا و یکر صدر الشریعۃ نے کہا کہ عدم قبول اس صورت مین ہی جبکہ محل شبہ ہو یعنے چنانچہ زیادت یا نقصان مین اور اگر شبہ کا مقام نہو تو باوجود تغائر مجلس گواہی مقبول ہی چنانچہ لفظ شہادت کو اسنے ذکر نکیا پھر دوسری مجلس مین اسنے لفظ شہادت کو زیادہ کیا انتہی اور اسی طرح اگر شاہد نے مدعی یا مدعا علیہ کی طرف اشارہ ترک کیا یا ایک کیسکا نام نہ لیا تو مقبول ہی اسواسطے کہ قضا متصور نہین بدون امور مذکورہ کذا فی الفتح وکذا لو وقع الغلط فی بعض الحدود او النسب هداية اور اسی طرح گواہی مقبول ہی اگر غلطی واقع ہوگئی بعض حدود یا نسب مین کذا فی الہدایۃ ھم مثلا حد غربی کے مکان مین شرقی ذکر کیا یا بعض نسب مین خطا کر گیا چنانچہ بجاے محمد بن علی بن عمر اج کے محمد بن احمد بن عمر بول گیا پھر اسی مجلس مین تدارک کیا تو مقبول ہی اور بعد مجلس مقبول نہین کذا فی الفتح طحطاوی حج بزازیہ سے نقل کیا کہ اگر شاہد دو نے ایک حد یا دو حد مین غلطی کی پھر اسکا تدارک کیا اسی مجلس مین یا غیر مجلس مین تو در صورت امکان توفیق مقبول ہی چنانچہ شاہدیون نے کہ اسکا نام فلانا ہوگیا بينة انه اى المجروحات اولى من بينة الموت بعد البرء اسکی گواہی کہ زخمی مرگیا زخم سے اوسے بالقبول ہی اس گواہی سے کہ بعد صحت کے مرگیا ھم یعنے زید نے خالد کو زخمی کیا اور زخمی مرگیا تو اسکے اولیا نے گواہی قائم کی کہ وہ زخم کے سبب سے مرگیا اور زید کے مددگار دو نے گواہی قائم کی کہ وہ زخم سے جیتا ہوکر دس دن کے بعد مرگیا تو اولیاء مقبول کی گواہی اولے ہی کذا فی الدرر ولو اقام اولياء المقتول بينة على ان زيدا جرحه وقتله واقام زيد بينة على ان المقتول قال ان زيدا لم يجرحني ولم يقتلني فبينة زيد اولى من بينة اولياء المقتول مجمع الفتاوى اور اگر اولیاء مقبول نے اسپر گواہی قائم کی کہ زید نے اسکو زخمی کیا اور قتل کیا اور زید نے گواہی قائم کی کہ خود مقتول نے کہا تھا کہ زید نے مجھکو زخمی نہین کیا اور نہ قتل کیا تو زید کی گواہی اولی اور اقدم ہی اولیاء مقتول کی گواہی سے کذا فی مجمع الفتاوی ھم ایسا کوئی نہ سمجھے کہ زید کی گواہی نفی پر ہی بلکہ قیام شہادت مقتول کے قول پر ہی وبينة الغبن من يتيم بلغ اولى من بينة كون القيمة ما اشتراه من وصي في ذلك الوقت مثل الثمن لانها اثبتت امرا زائدا فكانت بينة الفساد ارجح من بينة الصحة زخلافا كما في الوهبانية اور ثبوت نقصان کی گواہی اس یتیم کیجانب سے جو بالغ ہوگیا اوسے ہی اس گواہی سے کہ قیمت ثمن کی مثل تھی یعنے جس قیمت سے مشتری نے مبیع کو یتیم کے وصی سے خریدا اس وقت مین یعنے وقت عقد اسواسطے کہ گواہی غبن کی مرتائد کو ثابت کرتی ہی اور اسواسطے کہ فساد کی گواہی راجح تر ہی صحت کی گواہی سے برخلاف اسکے وہ ہی جو وہبانیہ مین ہی یعنے اسمین بینہ فساد پر مذکور ہی ھم درین صورت مسئلہ کو مذکور ہی کہ یتیم کے وصی نے انگور کا باغ جو یتیم کا مملوک تھا بیچا پھر یتیم بالغ ہوا اور اسنے دعوی کیا کہ بیع مین غبن ہوا تو مشتری نے گواہ قائم کیے کہ اس باغ کی قیمت اسوقت مین مثل ثمن کے تھی تو غبن کے گواہ اولے بالقبول ہین انتہی اما بدون البينة فالقول لمدعي الصحة منيه اور بدون گواہی کے تو مدعی صحت کا قول معتبر ہی کذا فی المنیہ ھم شرح وہبانیہ مین ہی کہ جب بالغ اور مشتری مین اختلاف ہوا ایک صحت بیع کا دعوی کرتا ہوا اور دوسرا فساد کا تو مدعی صحت کا قول معتبر ہوا اور در صورت گواہی تو فساد کی گواہی مقدم ہی باتفاق روایات کذا فی الطحطاوی وبينة كون المتصرف في بحو تدبير اخلع او خصومة ذاعقل او من بينة الورثة مثلا كونه مخلوطا بعقل او مجنونا اور اسکی گواہی کہ متصرف مانند تدبیر یا خلع یا خصومت کے تصرفات مین جب عقل تھا مقدم ہی وارثون کی مثلا اس گواہی سے کہ مورث متصرف مختلط العقل یا مجنون تھا ھم یعنے لونڈی نے گواہی قائم کی کہ اسکے مولے نے اسکو اپنے مرض الموت مین مدبر کیا اور حالانکہ وہ عاقل صاحب ہوش تھا اور وارثون نے گواہی قائم کی کہ وہ مختلط العقل تھا تو لونڈی کی گواہی مقدم ہی اور اسی طرح اگر زوجہ سے خلع کیا پھر زوج نے گواہی

قائم کی کہ وہ مجنون تھا طلوع کے وقت اور مدعی نے گواہی قائم کی کہ وہ عاقل تھا یا ولی متصرف نے گواہی قائم کی کہ وہ مجنون تھا غروب کے وقت اور صورت گواہی قائم کی کہ وہ عاقل تھا تو دونوں صورتوں مین عورت کی گواہی مقدم ہوگی کذا فی الدرر و لو قال الشهود كان في صحة وموض فنوعلى المرض اور اگر گواہون نے کہا کہ ہمکو معلوم نہین کہ طلاق یا عتاق صحت مین تھا یا مرض مین تو وہ مرض پر محمول ہوگا یعنے جبکہ مدعی صحت کا دعوی کرتا اور مدعی علیہ مرض کا کذا فی الطحطاوی و لو قال الوارث كان يهذي يصدق حتى يشهدا نه كان صحيح العقل بخزانه اور اگر وارث نے کہا کہ مورث یدحواس تھا یان کو تھا تو اسکے قول کی تصدیق نہ کی یہان تک کہ دو شاہد گواہی دین کہ وہ صحیح العقل تھا کذا فی الخزانہ فی اقراره اولى من بينة الطوع وان ارخا واحد تاريخا فاسد اختلفا او لم يؤرخا فبينة الطوع اولى ملتقط وغيره واعتمده المصنف وابنه عزمي زاده اور اقرار مکرہ کی گواہی مقدم ہے طوع اور رضامندی کی گواہی سے اگر شاہدون نے تاریخ مذکور کی اور دونون کی تاریخ متحد ہوئی اور اگر دونون کی تاریخ مختلف ہوئی یا دونون نے تاریخ مذکور نکی تو رضامندی کی گواہی مقدم ہوگی کذا فی الملتقط وغیرہ اور اسی قول پر مصنف اور اسکے فرزند شیخ صالح اور عزمی زادہ نے اعتماد کیا ہے **فروع** مسائل لمحقہ شتاح کے بينة الفتاوى مع بينة الصحة شرح وهبانية فساد عقد کی گواہی مقدم ہے صحت عقد کی گواہی سے کذا فی شرح الوہبانیہ ھ طحطاوی نے کہا یہ مسئلہ مکرر ہوگیا مسئلہ فہیچ ساتھ وفي التجنيس اختلف المتأخرون في الصحة والبطلان فالقول لمدعي البطلان وفي الصحة والفساد المدعي الصحة الا في مسئلة الاقالة اور شاہد مین ہو کہ بالغ اور نشتری نے اختلاف کیا صحت اور بطلان بیع مین تو مدعی کا بطلان کا قول معتبر ہے اور اگر صحت اور فساد بیع مین اختلاف کیا تو مدعی صحت کا قول معتبر ہے مگر مسئلہ اقالہ مین مدعی فساد کا قول معتبر ہے ھ مسئلہ اقالہ کی یہ صورت ہو کہ نشتری نے دعوی کیا کہ میں نے بیع کی بیع کے بالغ کے ہاتھ کمتر ثمن سے قبل اور کرنے ثمن کے اور بالغ نے اقالہ بیع کا دعوی کیا تو نشتری کا قول معتبر ہے باوجودیکہ وہ فساد عقد کا مدعی ہے اور اگر اسکے بالعکس ہوتا تو دونون قسم کھاتے کذا فی الطحطاوی وفي الملتقط اختلفا في بيع والرهن قال البيع لي اور ملتقط مین ہو کہ دو شخصون نے اختلاف کیا بیع اور رہن مین تو بیع کا قول مقدم ہے اختلفا في البينات والوفاء اولى استحسانا دو شخصون نے اختلاف کیا بیع کے لازم ہونے مین اور بیع الوفا مین تو بیع الوفا کا قول اولے اور اقدم ہوبا عتبار استحسان کے شہادة قاصرة بينهما غيرهم تقبل كان شهدا بالدار بلادكر انها في يد الخصر فشهد به لاخر شہادت قاصرہ کو بیان کیا دونون شاہدون نے تو مقبول ہوگی چنانچہ دو شاہدون نے گھر کی گواہی دی کہ مدعی کا ہے بدون اس بیان کے کہ وہ گھر مدعی علیہ کے قبضے مین ہے سود و اور شاہدون نے اسکی گواہی دی ھ دونون گواہیان ملکر مقبول ہین اسواسطے کہ اثبات قبض مدعی علیہ کی جانب سے ہو کہ مدعی علیہ مخاصم ٹھہرے ملک مدعی کے اثبات مین کذا فی الدرر او شهد بالملك فالمختار للفتوى بالحدة دیا دو شخصون نے ملک محدود کی گواہی دی یعنے بلا ذکر حدود اور انکے سوا اور دو شاہدون نے حدود کی گواہی دی تو مقبول ہے او شهد اعلى الاسم والنسب ولم يعرفا الرجل بعينه فشهدا خران انه المسمى به دیہ دیا دو شاہدون نے نام اور نسب کی گواہی دی اور حالانکہ دونون شاہد اس مرد کو بعینہ نہین جانتے ہین تو دو اور شاہدون نے گواہی دی کہ فلانا شخص مسمے باسم ونسب مذکور ہے کذا فی الدرر یعنے یہ نام اور نسب فلانے شخص کا ہے تو گواہی مقبول ہے شهد واحد فقال الباقون نحن نشهد كشهادته لم تقبل حتى يحكم الكل بشاهدتهما عند دعلية الفتوى ایک گواہ نے گواہی دی تو باقی شاہدون نے کہا کہ ہم بھی گواہی دیتے ہین اس شاہد کی گواہی کے مانند تو مقبول نہوگی تاوقتیکہ ہر شاہد اسکی سی گواہی کو نہ بولے اور اسی قول پر فتوی ہے شهادة النفي المتواتي مقبولة نفی متواتر کی گواہی مقبول ہے یعنے اگر نفی متواتر ہو لوگون کے نزدیک اسطرح پر کہ سب جانتے ہون کہ مدعی علیہ اس مکان اور زمان مین نہ تھا تو اس شخص پر کوئی دعوی متعلق بمکان یا زمان مذکور مسموع نہوگا اور اسکے فراغ ذمہ کا حکم ہوگا تا اسکی تکذیب لازم آوے جو ضروری الثبوت ہو کیونکہ ضروریات مین شک داخل نہین ہوتا اور اگر نفی متواتر نہو تو مقبول نہین مگر دو مسائل مین جیسا شباہ کی کتاب القضا مین مذکور ہین اور نوادر مین ابو یوسف سے مروی ہے کہ دو شخصون نے قول یا فعل کی گواہی دی تو اس گواہی سے مدعی علیہ پر اجارہ یا کتابت یا طلاق یا عتاق یا قتل یا قصاص زمان اور مکان اور صفات مین لازم نہوگا اور اگر مشہود علیہ گواہ قائم کرے کہ وہ شخص وان سکن

موجود نہ تھا تو مقبول نہیں مگر یہ کہ بنائی متواتر ہو اور شہادت علی النفی کی وجہ عدم قبول یہ ہے کہ شہادت متضمن ہے شاہد کو اور شاہد اور علم حاصل نہیں ہوتا نفی سے اور پورا بیان اسکا حواشی شہاب میں ہے کذا فی الطحطاوی والشہادۃ اذا بطلت فی البعض بطلت فی الکل الا فی عبدین مسلم ونصرانی فشہدا نصرانیان علیہما بالعتق قبلت فی حق المسلم فقط اھ جبکہ گواہی باطل ہوئی بعض میں تو کل میں باطل ہو جاتی ہے مگر اس مقام میں جو مشترک ہے مسلم اور نصرانی میں سو دو نصرانیوں نے دونوں مالکوں پر آزاد کرنے کی گواہی دی تو فقط نصرانی کے حق میں قبول ہوگی کذا فی الاشباہ ہم بطلان بعض سے بطلان کل کی مثال یہ ہے کہ بھائی بہن نے ایک زمین کا دعوی کیا تو بہن کے زوج اور دوسرے شخص نے گواہی دی تو بہن بھائی دونوں کے حق میں مقبول ہوگی اور یہ قول محمد کا ہے اور ابو یوسف کے نزدیک جائز ہے کہ بعض میں شہادت باطل ہو اور بعض میں باقی رہے کذا فی الطحطاوی عن الظہیریہ قلت وزاد صحیحا خمسۃ لحزی لعینہ فلا زادیۃ میں کہتا ہوں اور شاہد کے مخیبوں نے پانچ صورتیں اور زیادہ کی ہیں بزازیہ سے نقل کرکے ہم نے ان میں سے کہ فقط یہ ہے کہ کافر اور مسلم کے قبضہ میں سو صاحب لقطہ نے دو شاہد کافر اجیر قائم کیے تو فقط کافر کے حق میں شہادت مسموع ہوگی اور انا میں سے یہ ہے کہ کافر مر گیا اور اسکے دو بیٹوں نے اسکا ترکہ بانٹ لیا پھر ایک بیٹا مسلمان ہو گیا پھر دو کافروں نے باپ پر دین کی گواہی دی تو فقط کافر کے حق میں مسموع ہوگی اور انا میں سے یہ ہے کہ دو کافروں نے مسلم اور کافر بچے کی چوری کی گواہی دی تو دو حق قطع مقبول نہیں اور کافر پر نصف کیڑے کا حکم ہوگا کذا فی الطحطاوی

باب الاختلاف فی الشہادۃ

یہ باب ہے شہادت کے اختلاف کا ہم اختلاف شہادت دو طرح ہے یا شہادت دعوے کے مخالف ہو یا شاہدین میں اختلاف ہو یعنی باب علی اصول فقہ اس باب کے مسائل کی بنا ارکان چند قواعد مقررہ پر ہے ہم بنی مصدر میمی ہے نہ اسم مکان اسوال کہ مکان تو خور باب ہے ہم نے کہا ان الشہادۃ حق علی حقوق العباد کما تقبل بلا دعوی بخلاف حقوق اللہ تعالے منجملہ قواعد مذکورہ یہ قاعدہ ہے کہ حقوق العباد پر شہادت قبول نہیں بدون دعوے کے بخلاف حقوق اللہ تعالے کے حقوق کے کہ وہ دعوی پر موقوف نہیں ہم یہ قاعدہ اس باب سے نہیں کیونکہ یہ باب ہے اختلاف شہادت کا نہ قبول شہادت اور عدم قبول کا کذا فی الطحطاوی وصحا ان الشہادۃ بالزور من المدعی باطلۃ بخلاف الکاذب لاتفاق فیہ اور انا میں سے یہ قاعدہ ہے کہ شہادت مدعا سے زیادہ باطل ہے بخلاف اس شہادت کے کہ جو مدعا سے کمتر ہے کہ وہ مقبول ہے بسبب ثابت ہونے اتفاق کے کمترین ہم جب شہادت زیادہ ہوئی مدعا سے تو مدعا انکا کمذب ٹھہرا لہذا شہادت باطل ہے بخلاف اقل کہ اسمیں شہادت اور مدعا کا اتفاق ہے وصحا ان الملک المطلق الزید من القید لیثبت تحمن الاصل والملک بالسبب مقصر علی الاصح اور انا میں سے یہ ہے کہ ملک مطلق یعنے جسمیں ملک کا سبب مانند خرید یا کہنہ مذکور نہو وہ زیادہ تر ہے ملک مقید سے بسبب ثابت ہونے مطلق کے اصل سے اور ملک بواسطہ سبب فقہ سبب پر مقصور ہے ہم ملک مطلق اسواسطے اکثر اور ازید ہے ملک مقید سبب سے کہ مطلق اولیٰ کیلئے مفید ہے اور ملک سببی مفید صدوث ہے کذا فی الفتح یعنے اب پیدا ہوئی اول سے نہ تھی بخلاف مطلق الطحطاوی نے کہا کہ یہ قاعدہ اصل مستقل نہیں بلکہ قاعدہ سابقہ کی فروع میں سے ہے وصحا فاقد الشہادتین لفظا ومعنی وصحا فاقد الشہادۃ الدعوی معنی فقط یعتضم اور انا میں سے یہ ہے کہ فاقد شہادتین ہے یعنے ایک شاہد کی گواہی دوسرے شاہد کی گواہی کے ساتھ مطابق ہو لفظ میں اور معنی میں اور مطابق ہونا شہادت کا دعوی سے فقط معنی میں ہو یعنی اور یہ آگے واضح ہوگا ہم شہادت اور دعوی کی مطابقت میں فقط معنی کا اعتبار ہے نہ لفظ کا بخلاف تطابق شہادتین کہ اسمیں تطابق لفظی اور معنوی دونوں ضرور ہیں تو اس سے معلوم ہوا کہ وقایہ کی عبارت کما ینبغی نہیں کہ اسمیں موافقت شہادت کی دعوی کے ساتھ اتفاق شاہدین کے مانند لفظ او معنی شرط ہے کذا فی الدرر تقدم المدعی فی حقوق العباد شرط قبولہا لتوقفہا علی مطالبتہ ولو بالتوکیل بخلاف حقوق اللہ لوجوبہا احتسابا علی کل حد فکل احد خصم فکان الدعوی وجد تقدم ہونا دعوی کا حقوق عباد میں قبول شہادت کی شرط ہے بسبب موقوف ہونے حقوق کے عباد کے مطالبہ پر اگرچہ مطالبہ اصالۃ نہو بلکہ وکالۃ ہو بخلاف حقوق اللہ کے کہ اسمیں تقدم دعوی شرط نہیں بسبب واجب ہونے اقامت حقوق مذکورہ کے ہر شخص پر تو ہر مسلمان صاحب خصومت ہو تو گویا دعوے موجود ہے ہم جب اقامت حق شرع ہر مسلم پر واجب ہوا تو شاہد بھی اسمیں داخل ہے تو شاہد گویا مدعی ٹھہرا

باعتبار وجوب اقامت کے اور شاہد ہوا باعتبار تحمل شہادت کے فاذا وقعا فی وقت الشہادۃ علی دعوی قبلت ولا یضر اختلافہما کما لو شہد احدہما فی المتقدمۃ سمع
جبکہ شہادت دعوی کے مطابق ہو گئی تو مقبول ہے اور اگر مطابق دعوی نہوئی تو مقبول نہیں اور یہ ایک قاعدہ ہے قواعد متقدمہ سے ص شارح نے تقدم دعوی کو بیان قاعدہ نکہا
حالانکہ اول اسکو قاعدہ اعتبار کر چکا ہے یا تباع صاحب درر اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ تقدم دعوی کو اس باب میں دخل نہیں فلو ادعی ملکا مطلقا فشہد ابالسبب
کمتر اوارث قبلت لکن نہا بالعکس قال مما ادعی مطلقا معزیا کما مر تو اگر مدعی نے ملک مطلق کا دعوی کیا سو شاہدوں نے ملک بالسبب کی گواہی دی جیسے خرید یا ارث لینے مثلاً مدعی نے دعوی کیا کہ میں اس گھر کا مالک ہوں اور سبب کا بیان نکیا اور شاہدنے گواہی دی کہ مدعی نے اسکو خریدا ہے یا ارث میں پایا ہے تو گواہی
مقبول ہے بسبب ہونے شہادت کے کمتر دعوی مدعی سے تو دعوے اور شہادت مطابق ہو گئی باعتبار معنی کے چنانچہ مذکور ہو چکا قواعد متقدمہ میں ص شارح نے ارث کو ملک مقید
کی مثال میں مذکور کیا باتباع صاحب کنز اور حالانکہ قول مشہور یہ ہے کہ ارث ملک مطلق کے مانند ہے چنانچہ بحر الرائق میں ہے فتح القدیر سے اور خود شارح اسکو عنقریب ذکر
کریگا تو اگر یہاں ارث کو ذکر نکرتا تو خوب ہوتا کذا فی الحلبی وعکسہ بان ادعی بسبب فشہدا بطلق لا تقبل لکونہا اکثر کما مر اور بالعکس اسکے اسطرح
کہ دعوی کیا ملک مقید کا اور شاہدوں نے ملک مطلق کی گواہی دی تو گواہی مقبول نہیں بسبب ہونے شہادت کے اکثر دعوی سے چنانچہ مذکور ہو چکا کہ جب شہادت اکثر ہو
دعوی سے تو مقبول نہیں قلت وھذا فی غیر دعوی ارث ونتاج وشراء من مجہول کما بسطہ الکمال میں کہتا ہوں اور یہ اپنے ملک سببی کے دعوے
میں ملک مطلق کی شہادت کا مقبول ہونا دعوے ارث اور نتاج اور بالغ محجور سے خرید کرنے کے سوائے میں ہے چنانچہ اسکو مصرح بیان کیا ہے کمال الدین نے فتح القدیر
میں ص اگر دعوی کیا ملک بالارث کا اور شاہدنے ملک مطلق کی گواہی دی تو مقبول ہے اسواسطے کہ ارث ملک مطلق کے مساوی ہے بقول مشہور مذکور اور اگر نتاج کا دعوے
کیا یعنے یوں دعوے کیا کہ یہ غلام میرا مملوک ہے کہ میری لونڈی سے پیدا ہوا اور گواہ نے ملک مطلق کی گواہی دی تو مقبول ہے اسواسطے کہ مطلق اقل ہے نتاج سے
اسواسطے کہ مطلق مفید اولیت ہے بطریق احتمال اور نتاج بطریق یقین مفید اولیت ہے اور اگر دعوی کیا کہ میں نے اسکو خریدا یا اور بالغ کا ذکر نکیا یا یوں کہا کہ میں نے
اسکو ایک مرد سے خریدا اور شاہدوں نے ملک مطلق کی گواہی دی تو مقبول ہے مگر اسمیں اختلاف ہے کذا فی الفتح والحلبی تصرف واستثنی فی البحر المسئلۃ
عشرین اور بحر الرائق میں تیئیس صورتوں کو استثنا کیا ہے ص یعنے اس قاعدے سے کہ شہادت مقبول ہے اگر دعوی سے موافق ہو اور اگر موافق نہو تو
مقبول نہیں بحر الرائق میں تیئیس صورتیں مستثنے کی ہیں طحطاوی نے کہا حق عبارت یہ تھا کہ شارح اسکو متن کے اس قول کے بعد فاذا وقعا وقتہا قبلت ولا لا
مذکور کرتا چنانچہ صاحب بحر نے ذکر کیا ہے منجملہ صور مذکورہ چار صورتیں وہ ہیں جو شارح فی کل قول جمع مع فعل کے تحت میں مذکور کریگا اور بائیسویں صورت شرا
من المجہول ہے جو نکو ہو چکی انتہے مختصر وکل یجب مطابقۃ الشہادۃ للفظا ومعنی اور اسی طرح مطابقت شہادتین کی لفظاً اور معنی واجب ہے ص امام اعظم
کے نزدیک تطابق شہادتین لفظاً اور معنی شرط ہے اور تطابق لفظی سے مراد یہ ہے کہ دونوں شاہد سوا کے لفظ افادۂ معنی میں برابر ہوں خواہ وہی لفظ ہو بعینہ یا اس
لفظ کا مرادف ہو تو اگر ایک شاہد نے ہبہ کی گواہی دے اور دوسرا عطیہ کی گواہی تو مقبول ہے کذا فی الفتح الا فی اثنین واربعین مسئلۃ مبسوطۃ فی البحر وزاد
ابن الصنف فی حاشیتہ ثلاثۃ اشیاء ثلاثۃ عشر اخر ذکرتہا فی الطول میں مگر یہ اکیس مسئلوں میں جو بحر الرائق میں مشرح مذکور ہیں مطابقت بخرط
نہیں اور مصنف کے فرزند شیخ صالح نے اپنے حاشیہ میں جو اشباہ پر ہے تیرہ مسئلے اور بڑھائے ہیں میں نے ان مسائل کو بخوف تطویل ترک کیا ص یعنے اس مقام میں بخوف
تطویل مسائل مذکورہ کو ذکر نہیں کیا والا مسائل مذکورہ تو کتاب الوقف کے اخیر میں متن نے ذکر کر چکا ہے بطریق الوضع لا التضمن فالتقیا بالموافقۃ
وہو قالت طالق ثلثا کذا تطابق مذکور بطریق وضع واجب ہے بطریق تضمن اور صاحبین رح موافقت معنوی پر بلا موافقت لفظی کے کفایت کی ہے اور یہی مذہب ہے ائمہ ثلثہ
باقیہ کا ص وضع کی قید سے وہ صورت نکل گئی کہ ایک شاہد نے یہ گواہی دی کہ زوج نے زوجہ کو کہا کہ تو خلیہ ہے اور دوسرے نے گواہی دی کہ بریئہ کہا تو یہ گواہی
مقبول نہیں اسواسطے کہ دونوں لفظ متباین ہیں اگرچہ لازم واحد یعنے بینونت میں مشترک ہیں اسواسطے کہ لغت میں خلیہ کے معنی غیر معنی بریہ ہیں کذا فی البحر

ولو شهد احدهما بالنكاح والآخر بالتزويج قبلت كما مر متحدا معناهما اور اگر ایک شاہد نے نکاح کی گواہی دی اور دوسرے نے تزویج کی تو مقبول ہے اسواسطے کہ دونوں لفظوں کے ایک معنی ہیں ص مصنف نے اس قول سے اشارہ کیا کہ امام کے نزدیک موافقت میں یہ شرط نہیں کہ لفظ بعینہ ہو بلکہ بعینہ وہی لفظ ہو یا احکام اور ف یعنے ہم معنی وكذا الهبة والعطية وغيرهما اور اسی طرح ہبہ اور عطیہ اور انکے مانند کی گواہی مقبول ہے ص مانند ہبہ اور عطیہ کی یہ صورت ہے کہ مدیون نے ابراء دین کا دعوی کیا تو ایک گواہ نے ابراء کی گواہی دی اور دوسرے نے ہبہ یا تصدق یا تملیک کی کذا فی الطحطاوی ولو شهد احدهما بالف وآخر بألفين أو بألف وخمسمائة أو بألف مؤجل وحال قبلت لاتحاد المعنى اور اگر شاہد نے ہزار کی گواہی دی اور دوسرے نے دو ہزار کی یا ایک نے سو کی گواہی دی اور دوسرے نے دو سو کی یا ایک نے ایک بار طلاق دینے کی گواہی دی اور دوسرے نے دو بار یا تین بار طلاق دینے کی تو مقبول نہیں مردود ہے بسبب مختلف ہونے دونوں مضمون کے ص صاحبینؒ کے نزدیک یہ گواہی مقبول ہے اسواسطے کہ دونوں شاہد ایک ہزار اور ایک طلاق اور ایک سو پر متفق ہیں کیونکہ دو ہزار ایک ہزار کو متضمن ہیں اور ایک شاہد مفرد زیادت ہے تو مجمع علیہ ثابت ہے نہ متفرد بہ اور امام کی یہ دلیل ہے کہ دونوں شاہدوں کے لفظ مختلف ہیں اور اختلاف لفظ اختلاف معنوی پر دلالت کرتا ہے اسواسطے کہ ہزار کو دو ہزار نہیں بولتے کما لو ادعى غصبا وقتلا فشهد احدهما بالأخر لم تقبل اور قتل غصب کو نہیں لہذا اگر دعوی کیا غصب یا قتل کا تو ایک شاہد نے غصب یا قتل کی گواہی دی اور دوسرے نے اقرار غصب یا قتل کی تو مقبول نہیں ص اسواسطے کہ شاہدین کا اختلاف واقع ہوا انشا اور اقرار میں فعل کے اندر لہذا قبول شہادت ممنوع ہوا ولو شهد بإقرار قبلت اور اگر دونوں شاہدوں نے اقرار غصب یا قتل کی گواہی دی تو مقبول ہے ص اسواسطے کہ یہاں اختلاف واقع ہوا شہادت اور دعوے میں بخلاف سابق کہ وہاں اختلاف تھا شہادتین میں اور شہادت اور دعوے میں تطابق ویسا شرط نہیں جو شہادتین میں شرط ہے کذا فی الطحطاوی بخلاف كل قول مع فعل بأن ادعى أحدهما بالقرض والآخر بالإقرار به لاتسمع لعدم تمام النصاب بين قول وفعل تنبیہ اور اسی طرح گواہی مقبول نہیں ہر قول میں جو مجمع کیا گیا فعل کے ساتھ اسطرح کہ دعوی کیا ہزار کا تو ایک شاہد نے ہزار کے دینے کی گواہی دی اور دوسرے نے ہزار کے لینے کے اقرار کی گواہی دی تو مسموع نہیں بسبب جمع کرنے کے مابین قول اور فعل کے کذا فی العینی ص جمع قول اور فعل سے مراد یہ ہے کہ ایک شاہد کے لفظ میں قول مذکور ہوا اور دوسرے کے لفظ میں فعل اذا احتمل اللفظ كشهادة أحدهما ببيع أو قرض وطلاق وعتاق والآخر بالإقرار به فتقبل لاتحاد صيغة الانشاء والإقرار فإنه يقول في الإنشاء بعت واقترضت وفي الآخر كنت بعت واقترضت فلم يمنع القبول مگر جبکہ اقرار اور انشا متحد ہو جاوین باعتبار لفظ یعنے دونوں کی تعبیر ایک ہی لفظ سے ہوتی ہو جیسے ایک شاہد کی گواہی بیع کی یا قرض یا طلاق کی یا عتاق کی اور دوسرے کی گواہی اقرار بیع یا اقرار قرض یا اقرار طلاق یا اقرار عتاق کی تو یہ گواہی جامع بین القول والفعل مقبول ہے بسبب متحد ہونے صیغہ انشا اور اقرار کے یعنے فقرات مذکورہ میں انشا اور اقرار کا ایک ہی لفظ ہے اسواسطے کہ انشاء بیع اور قرض میں عاقد کہتا ہے بعت اور اقترضت اور اقرار بیع اور قرض میں مقر کہتا ہے کنت بعت واقترضت تو قبول شہادت کا مانع نہوا ص اتحاد صیغۂ انشا اور اقرار باعتبار آخر صیغۂ اقرار کے ہے والا اقرار میں تو کنت کا لفظ زیادہ ہے اور اثبات لفظ کنت کی کچھ حاجت نہیں اسواسطے کہ اقرار میں بھی بعت اور مانند اسکے بولتے ہیں بقصد اخبار کذا فی الطحطاوی بخلاف شهادة أحدهما بقتل عمد بالسيف والآخر به بسكين لم تقبل لعدم تمام النصاب بين القول والفعل بتكرار الآلة محيط وشرنبلالية بخلاف اس گواہی کے کہ ایک شاہد نے گواہی دی قاتل کے قتل کی عمداً تلوار سے اور دوسرے نے قتل عمد کی گواہی چھری سے تو مقبول نہیں بسبب نہ مکرر ہونے فعل کے آلۂ قتل کی تکرار سے کذا فی المحیط والشرنبلالیہ ص فعل واحد یعنے قتل کا مکرر ہونا ممکن نہیں کہ ایکبار تلوار سے آدمی کی روح بدن سے نکلے اور دوسری بار چھری سے طحطاوی نے کہا بہتر یوں تھا کہ شرح کنتہ شرنبلالیہ عن المحیط اسواسطے کہ شرنبلالیہ میں یہ مسئلہ محیط سے منقول ہے وتقبل على القتل في شهادة أحدهما بالقتل والآخر بالجرح ما لم يدع المدعي الأكثر كما لو ادعى الكل إلا أن يرجع ليستوفي أو امرأة ابن كمال اور گواہی مقبول ہے ہزار پر اس شہادت میں کہ ایک گواہ نے ہزار کی گواہی دی اور دوسرے نے ہزار اور ایک سو کی اگر مدعی اکثر کا دعوے کرتا ہو یعنے گیارہ سو کا نہ اقل کا یعنے ہزار کا مگر اس صورت میں جب کہ

مدعی توفیق کرے استیفا یا ابرا دین سے کذا ذکرہ ابن کمال ص یعنے اگر مدعی نے گیارہ سو کا دعوی کیا اور ایک شاہد نے ہزار کی گواہی دی اور دوسرے نے گیارہ سو کی تو ہزار ثابت ہونگے اسواسطے کہ ہزار مین دونون کا اتفاق ہوا اور ایک شاہد سو مین منفرد ہوا اور اگر مدعی فقط ہزار کا دعوے کرتا ہو تو مقبول نہین اسواسطے کہ مدعی مکذب ہوا اس شاہد کا جسنے گیارہ سو کی گواہی دی کذا فی الدرر بیان اگر مدعی اسطرح توفیق بیان کرے کہ واقع مین میرے گیارہ سو تھے سو مین سو درم لیچکا یا مین نے اسکو معاف کردیئے تو دعوے اقل مین بھی گواہی مقبول ہو دھلالی الدین اور یہ یعنے اختلاف بمواقعت بین شاہدین لفظا کسبب وضع دین کے دعوے مین ہو تو اسم اشارہ اسکے طرف راجع ہو جو اصول سابقہ سے معلوم ہو کذا فی الطحطاوی و فی العین تقبل علی الواحد کالوصیۃ واحدان هذین العبدین لهذا خرجت هذه الدابۃ قبلت علی العبد الواحد الذی اتفقا علیه اتفاقا قادر اور دعوی عین مین گواہی مقبول ہو کیونکہ پھر اگر گواہی دی ایک شاہد نے کہ یہ دونون غلام مدعی کے ہین اور دوسرے گواہ نے گواہی دی کہ یہ ایک غلام مدعی کا ہی تو گواہی مقبول ہو اس ایک غلام پر جسپر دونون شاہدون کا اتفاق ہوا باجماع امام اور صاحبین کے کذا فی الدرر عن المحیط و فی العقد تقبل مطلقا سواء کان المدعی اقل المالین او اکثرھا عینا او دینا اور اثبات عقد مین کمی زیادتی کی گواہی مقبول نہین خواہ دعوے اقل المالین ہو یا اکثر المالین ہو کذا ذکرہ فخر زادہ اور خواہ مدعی عقد بائع ہو یا مشتری کذا فی الدرر ثم ذکر علی هذا الاصل یقوله فلو شهد واحد بشراء عبد او کتابته علی الف و شهد آخر بالف وخمس مائۃ ردت لان المقصود اثبات العقد وهو یختلف باختلاف البدل فلم یتم النصاب علی کل واحد یہ مصنف نے اس اصل پر تفریع کی اپنے اس قول سے ہو اگر ایک شاہد نے گواہی دی غلام کی خرید یا اسکے مکاتب ہونے کی ہزار درم پر اور دوسرے شاہد نے پندرہ سو کی گواہی دی تو مقبول نہین اسواسطے کہ یہان مقصود اثبات ہی عقد بیع یا کتابت کا اور عقد مختلف ہوجاتا ہی بسبب مختلف ہونے بدل کے تو عدد تمام نہوا یعنے نصاب شہادت تمام نہوئی ہر واحد پر ہم عقد مختلف ہوتا ہی اختلاف بدل سے اسواسطے کہ بیع بعوض ہزار مغائر ہی اس بیع کے جو بعوض پندرہ سو کے ہو تو متعہود یہ مختلف ہوگیا ثمن کے اختلاف سے اور اسواسطے کہ مدعی ایک شاہد کا مکذب ہو کذا فی الدرر و مثله العتق بمال والصلح عن قود طرحن والخلع ان ادعی العبد والقاتل والراهن والمرأۃ نقد ونقص فی بدل المقصود هم اثبات العقد کالعتق بمال اور بیع کے مانند عتق بعوض مال اور صلح قصاص سے اور رہن اور خلع ہی اگر غلام مدعی ہو عتق مین اور قاتل مدعی ہو صلح مین اور راہن رہن مین اور خلع مین مدعی ہو شارح نے کہا عبارت متن مین لف ونشر مرتب ہی عتق وغیرہ مانند بیع اسواسطے ہوا کہ مدعیون کا مطلب اثبات عقد ہو نہ اثبات مال چنانچہ مذکور ہوچکا یعنے اور عقد مختلف ہوتا ہی یا اختلاف بدل تو ہر واحد پر نصاب شہادت پوری نہوئی وان ادعی الآخر کالمولی لم تقبل لانه اکذب المقصودین هم المال فتقبل علی الاقل کما مر اور اگر دوسرا شخص مدعی ہو مثلاً مولے مدعی ہو تو دعوے دین کے مانند ہی اسواسطے کہ مدعیون کا مقصود مال ہو نہ اثبات عقد تو اقل المالین پر گواہی مقبول ہوگی اگر مدعی اکثر المالین کا دعوے کرتا ہو چنانچہ مذکور ہوچکا ہم توضیح دعاوی مذکورہ اسطرح ہو کہ غلام کے مولے نے کہا کہ میں نے تجھکو پندرہ سو درم پر آزاد کیا اور غلام دعوی کرتا ہو کہ ہزار درم پر یا ولی قصاص کہتا ہو کہ میں نے تجھسے پندرہ سو پر صلح کی اور قاتل ہزار کا دعوے کرتا ہی اسی طرح باقی صورتین کذا فی الدرر کالاجارۃ کالبیع لو فی اول المدۃ لما حررناہ کاثبات العقد اور اجارہ مانند بیع کے ہی اگر اول مدت مین ہو بسبب حاجت اثبات عقد کے ہم یعنے اگر مستاجر یا موجر نے دعوی کیا کہ اس گھر کی اجرت ایکسال کی پندرہ سو مین سوا ایک شاہد نے اسکے موافق گواہی دی اور دوسرے نے ہزار کی گواہی دی تو اجارہ ثابت ہوگا مانند بیع اسواسطے کہ قبل استیفاء منفعت کے اجرت کا استحقاق نہین تو مقصود اثبات عقد ہوا اور عقد مختلف ہوتا ہی باختلاف بدل تو اجارہ ثابت ہوگا کذا فی الفتح وکالدین بعدها لو ادعی الموجر و للمستاجر فدعوی عقد اتفاقا اور اجارہ دین کے مانند ہی مدت گذر جانے کے بعد اگر موجر مدعی ہو اور اگر مستاجر مدعی ہو تو عقد کا دعوے ہی بالاتفاق ہم دعوی موجر مین بعد تسلیم عین موجرہ اثبات عقد کی حاجت نہین خواہ مستاجر نے منفعت حاصل کی

ہو یا یہ حاصل کی ہو تو یہ دعوی اجرت کا ہو تو اگر گواہ ہزار کی گواہی دے اور دوسرا پندرہ سو کی اور مؤجر مدعی ہو اکثر کا تو ہزار کا حکم ہوگا اسواسطے کہ مؤجر کا مقصود نہیں بعددت کے سواے اجرت کے اور اگر مستاجر مدعی ہو تو بالاجماع عقد کا دعوے ہے کیونکہ وہ مال اجارہ کا معترف ہے تو مستاجر پر حکم ہوگا بقدر اسکے اعتراف کے خواہ شاہدین کا اتفاق ہو یا اختلاف اور عقد ثابت ہوگا بسبب اختلاف کے کذا فی الفتح و عم النکاح یا لاکثری یا لف مطلقا استحسانا خلافا لھما اور صحیح ہے نکاح اقل مال سے یعنے ہزار سے مطلقا خواہ مدعی زوج ہو یا زوجہ خواہ اقل کا دعوی ہو یا اکثر کا بطور استحسان کے بخلاف صاحبین کے انکے نزدیک نکاح بالمثل ہے وجہ استحسان یہ ہے کہ مال تابع ہے نکاح میں اور مقصود اصلی نکاح میں حل ہے اور ملک ہے اور اسمیں اختلاف نہیں بلکہ تابع میں ہے پھر جب تابع میں یعنے مال میں اختلاف ہوا تو اقل المالین پر حکم ہوگا کیونکہ اقل پر اتفاق ہے شاہدین کا تو اب ہزار پر بالضرورۃ قضا بالنکاح لازم ہوگی کذا فی الفتح ولزم فی صحۃ الشہادۃ الجزمی شہادۃ الاصل بالموت و ترکہ میراثا للمدعی اور میراث کی گواہی کی صحت میں جزم میراث کا بیان کرنا لازم ہے اسطرح کہ شاہدین کہیں کہ مورث مرگیا اور متروکہ کو اسنے مدعی کے واسطے میراث چھوڑا ہم جزم میراث یعنے ملک مورث کو وارث کی ملک کے طرف نقل کرنا طرفین کے نزدیک لازم ہے کیونکہ وارث کی ملک جدید پیدا ہوتی ہے نہ ترکہ میں ولہذا مورثہ لونڈی میں وارث پر استبراء واجب ہے اور وہ وارث غنی کو حلال ہے جو مورث فقیر پر صدقہ تھا اور متجدد محتاج ہے نقل کا تا استصحاب حال مثبت نہ ٹھہرے اور ابو یوسف کے نزدیک جزم میراث لازم نہیں اسواسطے کہ وارث مالک ہوتا ہے بطور خلافت کے مورث سے ولہذا رد مبیع بسبب عیب کے کرسکتا ہے تو ملک مورث کی گواہی یعینہ ملک وارث کی گواہی ہے لان یشہدا بملکہ عند موتہ او بدلیل من یقوم مقامہ کمستاجر و مستعیر و غاصب و مودع و مرتہن فی حق الرہن کما یذکر عند الموت تنقلب یدہ ملکا بواسطۃ الضمان فاذا ثبت الملک ثبت الجزم ضرورۃ جزم میراث لازم ہے مگر یہ کہ شاہدین گواہی دیں شیئ کے ملک کی اسکے مرنے کے وقت یعنے یوں کہیں کہ مورث تا مرگ اسکا مالک رہا یا اسکے ہاتھ کی یعنے اسکے قبض اور تصرف کی گواہی دیں یا اس شخص کے قبض اور تصرف کی گواہی دیں جو مورث کے قائم مقام ہے چنانچہ مستاجر یا عاریت لینے والا یا غاصب یا امانت دار تو یہ یعنے شہادت ملک یا قبض معنی ہے بیان جزم میراث سے اسواسطے کہ قبض اور بقدر فات موت کے قریب منقلب بقبض ملک ہوجاتے ہیں بواسطہ ضمان کے پھر جب مورث کی ملک ثابت ہوی تو جزم میراث صریحا ثابت ہوگیا ہم تا وقت موت قبض ثابت ہونا مثبت ملک ہے اسواسطے کہ قبضہ اگرچہ چند قسم ہوتا ہے یعنے قبضۂ غصب اور قبضۂ امانت اور قبضۂ ملک لیکن موت کے قریب بغیر بیان قبضہ ملک کا ہوجاتا ہے اسواسطے ثابت ہوچکا ہے کہ غاصب اور امانت دار اگر بلا بیان غصب اور امانت کے مرجاے تو مغصوب اور ودیعت اسکی ملک ہوجاتی ہے اسپر ضمان واجب ہوکر فرعا کذا فی الفتح ملا خسرو لے در بین کہ تا موت قیام تصرف دلیل ملک میت ہے بواسطہ ضمان کے اسواسطے کہ ظاہر حال مسلم اسپر دلالت کرتا ہے کہ اگر مغصوب اور امانت اسکے پاس ہوتی تو ایسے وقت نازک میں بیان کردیتا پھر جب اسنے بیان نکیا تو معلوم ہوا کہ جو اسکے تصرف میں تھا سو اسکا مملوک تھا انتہے ملخصا ولابد مع الجزم کما ذکر من بیان سبب الوراثۃ و بیان انہ احق بہ الیہ دامہ او لاحدھما و نحو ذلک ظہیریۃ اور شہادت میراث میں جزم مذکور کے ساتھ بیان کرنا سبب وراثت کا ضرور ہے یعنے سبب خاص کا بیان کرنا کہ مدعی میت کا بھائی ہے یا چچا اور یہ بیان ضرور ہے کہ مدعی میت کا سگا بھائی یا فقط پدری بھائی ہے یا مادری اور مانند اسکے کذا فی الظہیریۃ ہم اور مولے کی شہادت میں یوں کہنا ضرور ہے کہ مدعی مولے ہے میت کا جسنے اسکو آزاد کردیا اور کوئی اسکا وارث نہیں سواے اسکے اسواسطے کہ لفظ مولے مشترک ہے چند معانی میں کذا فی الطحطاوی و بقی شرط ثالث و ھو قول الشاھد لا وارث لہ اعلم و ارثا غیرہ اور شہادت ارث میں تیسری شرط باقی رہی وہ یہ قول ہے شاہد کا کہ میت کا کوئی وارث نہیں سواے مدعی کے یا میں کسی وارث کو نہیں جانتا سواے اسکے ولا یلزم و ھو ان یدرک الشاھد المیت حیا فاطلع علی عدم معاینۃ السبب ذکرھما الزیلعی اور باقی رہی چوتھی شرط وہ یہ ہے کہ شاہد نے میت کو یا ہو یعنے دیکھا ہو اور نہیں تو شہادت باطل ہے بسبب عدم معاینہ سبب ملک کی شرط ثالث اور رابع کو بزازی نے ذکر کیا و ذکر اسم المیت لیس بشرط و اسم میت کا نام ذکر کرنا شہادت میں شرط نہیں وان شہدا بالحق مجملا کان مقبولا سواء قال منذ شہرا او کانت حیاتہما معلومۃ او لا التنوع بدائی

اگر شاہدین نے شخص زندہ کے قبض اور تصرف کی گواہی دی خواہ شاہدین یوں کہا کہ ایک مہینے یا ایک سال سے قبضہ تھا یا یوں نکہا تو گواہی مقبول نہیں بسبب قائم ہونے گواہی بامر مجہول بسبب چند قسم ہونے قبض زندہ کے ھم جیسے مثلاً ایک گھر ایک مرد کے قبضے مین ہو سو دوسرے شخص نے دعوی کیا کہ میرا ہبہ اور گواہوں نے گواہی دی کہ وہ سابق مین مدعی کے قبضے مین تھا تو مقبول نہین اسلیئے کہ ثابت مشروحہ کے اسواسطے کہ محتمل ہے کہ اسکا قبضہ بطریق ملک تھا یا بطریق ودیعت یا اجارہ یا غصب پس بسبب کے حکم نہ دے گا کہ پھر اسکو دیا جاوے کذا فی الذخیرہ بخلاف مالو شہدا انہا کانت ملکہ او اقر المدعی علیہ بذلک او شہد شاہدان اقرانہ کان فی یدالمدعی وقع المعاینۃ علی معلومیۃ الاقرار وجہالۃ المقر بہ کذا فی البحر یہ استثنا ہے قول مقدر سے یعنی مقبول ہوگی گواہی بخلاف اس صورت کے کہ اگر دو شاہدون نے گواہی دی کہ شلاً گھر مدعی کا ملک تھا یا مدعا علیہ نے اسکا اقرار کیا کہ وہ مدعی کی ملک تھا یا دو شاہدون نے گواہی دی کہ مدعا علیہ نے اقرار کیا کہ وہ مدعی کے قبض مین تھا تو وہ چیز مدعی کو دلائی جائیگی بسبب معلوم ہونے اقرار کے اور جہالت مقر بہ کے بطل اقرار نہین ھم پہلی صورت مین دلائی کی وجہ یہ ہے کہ ملک منقضی کی گواہی مقبول ہے اسواسطے کہ اصل یہ ہے کہ ہر چیز کو بطور سابق باقی رکھے تا عدم ثبوت انتقال اور مقر بہ یعنے جسکا مدعا علیہ نے اقرار کیا یعنے قبض مدعی کا اقرار مجہول ہے معلوم نہین کہ اسکے قبضے مین بطور امانت یا غصب تھا یا بطور ملک کے تو یہ جہالت مبطل اقرار مدعا علیہ فلانے کے حق مین نہین خلاصہ یہ ہے کہ جب مدعا علیہ نے اقرار کیا کہ شلاً گھر سابق مین مدعی کے قبض مین تھا تو قاضی حکم کریگا کہ مدعی کو تسلیم کرے اسواسطے کہ انسان کا اقرار اسکی ذات پر حجت ہے بعد اسکے اگر مدعا علیہ دعوے کرے کہ اسکے قبضے مین بطور امانت یا غصب کے تھا تو اسکو گواہی سے ثابت کرے کذا فی الطحطاوی معتبر فی الاصل ان الشہادۃ بالملک المنقضی مقبولۃ لا بالید المنقضیۃ لتنوع الید ملخص بزازیہ اور مسائل مذکورہ مین قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ ملک منقضی کی گواہی مقبول ہے نہ قبض منقضی کی بسبب چند قسم ہونے قبض کے نہ چند قسم ہونے ملک کے کذا فی البزازیہ ھم قبض منقضی سے زندہ کا قبض مراد ہے نہ قبض میت کا اسواسطے کہ قبض میت کی گواہی مقبول ہو چکا کذا فی الطحطاوی ولو اقرانہ کان بید المدعی یغیر حق ھل یکون اقرارا لہ یأتی الخ یہ منجملہ مسائل الجامع الفصولین اور اگر مدعا علیہ اسکا اقرار کرے کہ وہ چیز مدعی کی قبض مین تا حق تھی تو یہ مدعی کے قبض کا اقرار ہوگا یا نہین قول مفتی یہ ہے کہ ہان یہ بھی قبض کا اقرار ہوگا کذا فی جامع الفصولین یعنے اگر بعد اسکے گواہی غصب پر قائم ہوگی تو مسموع ہوگی شروع مسائل ملحقہ شاہ کے شہدا بالف وقال احدھما قضی خمسمائۃ قبلت بالف الا ثلثمائۃ اشہد معہ احدٌ دو شاہدون نے ہزار کی گواہی دی اور ایک اور گواہ نے کہا کہ مدعا علیہ نے یا اسنوا دا کیے ہین تو ہزار مین گواہی مقبول ہوگی مگر جب کہ اسکے ساتھ دوسرا شاہد بھی یا اسنوے کے ادا کرنے کی گواہی دی تو اب پانسو مین مقبول ہوگی ھم اور رد کرنا مدعی کا تکذیب شاہد نہوگی ہزار کی شہادت مین بلکہ تکذیب اس شہادت مین ہے جو اسکی حضرت مین واقع ہوئی اور ایسی تکذیب مانع شہادت نہین لکا یشہد من علم حق المدعی بعینہ اور نہ گواہی دے اپنی واقفیت سے یہان تک کہ مدعی اسکا اقرار کرے ھم تبیین اور کافی یہ ہے کہ پورے ہزار کی گواہی نہ دے جب اسکو معلوم ہو کہ مدیون اسمیں سے پانسو ادا کیے ہین تا وقتیکہ مدعی پانسو قبض کرنے کا اقرار نکرے تا کہ شاہد مدعی کا ظلم کا نہو کذا فی العنایہ یہ شہد السرقۃ بقرہ واختلفا فی لونہا قطع خلافا لہما و استحسنہ صدر الشریعۃ تو لیا دو شاہد دو رنگ بیل کی چوری کی گواہی دی اور اختلاف کیا اسکے رنگ مین تو سارق کا قطع یہ ہوگا بخلاف صاحبین کے اور صدر الشریعۃ نے صاحبین کے قول کو ظاہر کہا ہے ھم امام کی دلیل یہ ہے کہ چوری بیشتر اوقات کو ہوتی ہے تو رنگت مین دھوکا پڑ سکتا ہے لہذا اسکا اختلاف مانع شہادت نہین وھذا الف المیذکر سمع لو بینا ذکر الذبیلعی اور یہ یعنے عدم اعتبار رنگ اسوقت ہے جبکہ مدعی نے اسکی رنگت مذکور نکی کذا فی الزیلعی یعنے اگر مدعی رنگ ذکر کریگا تو بالاتفاق گواہی مقبول نہوگی اسواسطے کہ مدعی ایک شاہد کا مکذب ٹھہریگا ادعی المدیون الایصال متفرقا وشہد ابہ مطلقا اجملہ لم تقبل وھبانیۃ مدعی نے ایصال دین کا دعوے کیا بطریق ادا اسے متفرق اور شاہدین نے ایصال مطلق یا ایصال یکبارہ کی گواہی دی تو مقبول نہین کذا فی الوہبانیہ شہدا فی دین الحجا نہ کان علیہ کذا تقبل لا اذا اسلما الخصم عن بقائہ الان فقالا لا تدری فی دین المیت لا تقبل مطلقا حتی یقولا مات وھو علیہ شاہدنے گواہی دی زندہ کے دین مین اسطرح کہ اسپر انفاد دین تھا تو مقبول ہوگی مگر جب کہ مدعا علیہ نے شاہدون سے ایک بقاے دین کا سوال کیا تو شاہدون نے

کہا کہ ہکو معلوم نہیں گواہی مقبول نہیں اور دین میں مطلقاً مقبول نہیں جب تک کہ شاہد ین یوں نکہیں کہ وہ مرگیا اور دین اسپر موجود ہی کذا فی البحر قلت ویخالفہ ما فی معین الحکام من ثبوتہ بمجرد بیان سببہ وان لم یقل لا یعلم فی علیۃ بر الرائق والاحتیاط لا یخفی نہیں کہتا ہون بحر الرائق کے مخالف ہی وہ قول ہی معین الحکام مین ہی ثابت ہوجاتا ہی دین سے بمجرد بیان سبب دین اگرچہ شاہد ین نے یہ نکہا ہو کہ وہ مرگیا اور دین اسپر موجود ہی انتہی اور احتیاط مخفی نہین ہی یعنے بحر الرائق کے قول مین احتیاط ہی تامال مین نوقیر ہی وارثون کے واسطے علامہ مقدسی نے کہا کہ اول یعنے بحر الرائق کا قول ضعیف ہی اور احتیاط بمعنی اسقد رکافی ہی کہ خصم سے قسم لیجاوے باوجود شہادت کے کذا فی الطحطاوی ادعی ملکا فی الماضی وشھدا بہ فی الحال لم تقبل فی الاصح کما لو شھدا بالماضی ایضا جامع الفصولین مدعی نے ملک زمان گذشتہ کا دعوی کیا اور شاہدین نے ملک فی الحال کی گواہی دی تو مقبول نہین قول اصح مین چنانچہ اگر شاہدین نے ملک ماضی کی بھی گواہی دی تو مقبول نہین کذا فی جامع الفصولین مراد عاری ملک ماضی قرینہ ہی لفی ملک فی الحال کا اسواسطے کہ مدعی کا کچھ فائدہ نہین استناد ماضی مین باوجود قیام ملک فی الحال کذا فی الطحطاوی عن جامع الفصولین

باب الشہادۃ علی الشہادۃ

یہ باب ہی گواہی پر گواہی دینے کا مراد شہادت علی الشہادۃ کو قیاس مقتضی نہین کیونکہ وہ عبادت بدنی ہی اور نیابت جاری نہین عبادت بدنیہ مین لیکن فقہا نے بدلیل استحسان اسکو جائز رکھا ہی بسبب ثبوت حاجت کے اسواسطے کہ اصل شاہد بسبب موت یا سفر وغیرہ کے ادائے شہادت سے عاجز ہوتا ہی تو اگر اصل کی گواہی پر فرع کی گواہی جائز نہوتی تو اکثر حقوق ضائع ہوجاتے ولہذا شہادۃ علی الشہادۃ جائز ہی اگرچہ بکثرت ہو یعنے فروع کی شہادت پر شہادت ہو پھر انکی فروع کی شہادت پر شہادت وعلی ہذا القیاس کذا فی الدر المختار ھی مقبولۃ وان کثرت استحسانا فی کل حق علی الصحیح الا فی حد وقود وسرقۃ وکلما بالشبھۃ شہادت پر شہادت مقبول ہی اگرچہ طبقات فروع مین کثرت اور تعدد ہو مقبول ہی بطریق استحسان کے ہر حق مین بقول صحیح مگر حد اور قصاص مین مقبول نہین بسبب سقوط ہوجانے دونون کے شبہہ سے وجاز کالشہادۃ مطلقا اور جائز ہی شاہد کذا ہر طرح یعنے بعذر وبلا عذر ص خزانۃ المفتین مین ہی کہ اپنی ذات کی شہادت پر گواہ کرنا جائز ہی اگرچہ اصول کو کچھ عذر نہوتا ہو اگر اصول کو بیماری یا سفر یا موت سے عذر پیش آوے تو فروع گواہی دین لکن لا تقبل الا بشرط بقاء شھود الاصل الی موت الاصل لیکن فرع کی گواہی مقبول نہین مگر بشرط تعذر حاضر ہونے اصل کے موت سے یعنے اصل شاہد کے مرجانے سے وما فقالہ القھستانی عن قضاء النہایۃ فیہ کلام فانہ نقلہ عن الخانیۃ عنھا وھو خطاء والصواب خلافہ اور جو قہستانی نے نہایہ کی کتاب القضاء سے نقل کیا ہی سو کلام ہی سو قہستانی نے اسکو نہایہ سے نقل کیا اور نہایہ مین خانیہ سے اور جو خانیہ کی کتاب القضاء مین ہی وہ خطا سے اور ٹھیک وہ قول ہی جو خانیہ کے باب الشہادۃ علی الشہادۃ مین ہی قہستانی نے کہا لیکن نہایہ وغیرہ کی کتاب القضاء مین ہی کہ اصل جب مرجاوے تو اسکی فرع کی شہادت مقبول نہین توحیات اصل کی شرط ہی انتہی حلبی نے کہا کہ تو نے عبارت خانیہ کی دیکھی اسمین نقل نہایہ خانیہ سے نہین طحطاوی نے کہا بتقریر یہ تھا کہ شارح یون کہتا فانہ نقل عنہا عن الخانیۃ چنانچہ خود شارح نے اسکی تصریح کی ہی شرح ملتقی مین انتہی لہذا سترجم نے اسی طرح ترجمہ کیا ادعی رضا وسفرا والکتب الآتی یعتبر ان بیت بأھلہ واستحسنہ شیخنا وفی المجتبی للسراجیۃ وعلیہ الفتوی واقرہ المصنف یا حضور اصل متعذر ہو بسبب بیماری یا سفر کے اور ابو یوسف نے اصل کی غیبت پر کفایت کی ہی اسطرح کہ متعذر ہو اسکو اپنے لوگون مین رات کا ہوجانا اپسند کیا ہی اس قول کو بہت علمانے اور قہستانی اور سراجیہ مین ہی اور اس قول پر فتوی ہی اور ثابت رکھا ہی اسکو مصنف نے اپنی شرح مین ص ہماری مراد ہی کہ مجلس قضا مین حاضر ہونے کی اور سفر سے تین رات دن کی راہ کی غیبت مراد ہی اور یہی قول ظاہر الروایۃ ہی تاتارخانیہ مین ہی کہ اسی قول پر فتوی ہی اور ابو یوسف سے روایت ہی کہ اگر صبح سے ادائے شہادت کے واسطے جاوے اور اپنے گھر مین رات تک آسکے تو شہادت جائز ہی اور یہ قول ہی فقیہ ابو اللیث کا سراجیہ مین ہی کہ اس قول پر فتوی ہی کذا فی الحاکمیہ شہادۃ کون المرأۃ محدرۃ لانقطاع الرجال وان خرجت لحاجۃ وحمام قضیۃ یا حضور اصل متذر ہو بسبب ہونے عورت کے مستورہ پردہ نشین ہو مردون سے مخالطت نکرتی ہو اگرچہ حاجت ورحمام کے واسطے نکلتی ہو کذا فی الفتح وفیھا لا یجوز الا شہادۃ السلطان والقاضی اور قضیہ مین ہی

کہ سلطان اور اسکے کوتوال کو گواہ کرنا جائز نہیں ہم کہتے ہیں جبکہ سلطان اور امیر شہر میں ہوں تو انکو اپنی شہادت پر دوسری کو گواہ کرنا جائز نہیں مگر جبکہ کہ نزدیک کذا فی الطحطاوی
وان یحضر مجلس القاضی او یعلم بمکانہ ویمکنہ مخاطبتہ بلا رسول ولا کتاب فلیس بحاضر حتی لو شہد علی شہادتہ لا تقبل کذا فی الخانیۃ وفی الخلاصۃ ولو کان القاضی فی المصر او علی باب داره او فی مسجد محلتہ او فی بیت من بیوتہ او فی الطریق او فی الرحبۃ التی بین یدی داره او فی الصحراء بحیث یراہ ویمکنہ مخاطبتہ بلا رسول ولا کتاب فہو حاضر کذا فی الظہیریۃ وفی الخانیۃ ولو کان القاضی فی الحمام او فی بیت الخلاء او فی بیت الرحی او فی بیت الحائک او فی بیت الحجام او فی بیت الحداد او فی بیت الطحان او فی بیت الفران او فی بیت الحمال او فی بیت الحارس او فی بیت الحائک او فی بیت الحجام او فی بیت الحداد او فی بیت الطحان او فی بیت الفران او فی بیت الحمال او فی بیت الحارس

جس مجلس میں قاضی ہو اسکے پاس جانا ہر مسلمان پر واجب ہے اور اسکے پاس جانا ہر مسلمان پر واجب ہے اور اسکے پاس جانا ہر مسلمان پر واجب ہے اور

ہو تعدیل فرع کی اپنی اصل کے واسطے اگر فرع مشہور بعدالت ہوں اور نہیں تو اصول اور فروع سبکی تعدیل لازم ہوگی کما یکفی تعدیل احد الشاھدین صاحبہ فی الاصح کان العدول لا یتھم بمثلہ جیسے کفایت کرتی ہے ایک شاہد کی تعدیل دوسرے شاہد ساتھی کو قول اصح مین اسواسطے کہ عادل متہم نہین ہوتا اپنے مانند دوسرے عادل کی تعدیل سے ص لیکن بعضوں کے نزدیک یہ جائز نہین کیونکہ وہ متہم ہے اسواسطے کہ احد الشاہدین اپنے رفیق کی تعدیل سے یہ چاہتا ہے کہ میری شہادت مقبول ہو اور قاضی اسپر حکم دے لیکن بقول اصح جائز ہے اسواسطے کہ عادل تعدیل مثل سے متہم نہین جیسے اپنی ذات کی شہادت مین متہم نہین یعنے اسکی ذاتی شہادت بھی اسنیمقت کی متہم نہین ہے کہ وہ بمقبول القول ہو اور قاضی اسکی شہادت پر حکم کرے تو جیسے شرع نے بسبب اسکی عدالت کے اس نعمت کو باطل شہادت معتبر نہین کیا ویسے ہی تعدیل مثل مین بھی کذا فی الفتح وان سکت للفرع عنہ نظر القاضی فی حالہ وکذا لو قال لا اعرف حالہ علی الصحیح شرنبلالیۃ و شرح المجمع وکذا لو قال لیست عدالتہ علی الظاھر کما فی الفتح عن المحیط فتنبہ اور اگر فرع تعدیل اصل سے سکوت کرے تو نظر کرے قاضی اصل کے حال مین یعنے فرع کی گواہی جائز ہے پھر اگر غیر فرع اصل کی عدالت بیان کرے تو حکم دے اور نہین تو نہین کذا فی الفتح اور اسی طرح حکم ہے بقول صحیح اگر فرع کہے کہ مین اسکے حال کو نہین جانتا کذا فی الشرنبلالیہ اور شرح المجمع اور اسی طرح اگر فرع کہے کہ اصل عادل نہین چنانچہ قنیانی مین محیط سے ہے سوا گاہ رہنا و تبطل شہادۃ الفرع بامور بنھیھم عن الشھادۃ علی الاظھر خزانۃ یعنی متاما بخالفہ اور باطل ہو جاتی ہے فرع کی گواہی چند امور سے بسبب روک دینے فرع کے شہادت سے یعنے اصول نے فروع سے کہا کہ تم ہماری شہادت کی گواہی نہ دیجیو تو شہادت فروع باطل ہے بقول اظہر کذا فی الخلاصہ اور اوگیا متن مین مخالف اسکے و بخروجہ اصلا عن اھلیتھا الفسق وخرسی وعمی اور باطل ہوتی ہے شہادت فرع کی بسبب نکل جانے اصل کے شہادت کی اہلیت سے مانند فسق اور گونگی اور نابینائی کے یعنے اگر اصل شاہد فاسق یا گونگا یا اندھا ہو گیا تو فرع کی شہادت باطل ہے اسی طرح جنون اور ارتداد و بانکار اصلہ الشہادۃ لقولھم مالنا شہادۃ اولم نشھدھم اشھد نا ھم غلطا اور فرع کی شہادت باطل ہے بسبب انکار کرنے اصل کے شہادت کو چنانچہ اصول کا یون کہنا کہ ہم گواہ نہین یا ہمنے انکو گواہ نہین کیا یا ہمنے انکو گواہ کیا اور ہمنے غلط کہا کافی مین ہے صورت مسئلہ یہ ہے کہ اصول نے کہا کہ ہم اس حادثہ کے گواہ نہین پھر وہ مر گئے یا غائب ہو گئے پھر فروع آئے اور انکی شہادت پر شہادت دی اس حادثہ مین اور اگر اصل موجود ہین تو فروع کی شہادت کی طرف التفات نہین اگرچہ اصول منکر ہون کذا فی الدرر و لو سکتوا فسکتوا قبلت خلاصۃ و اگر اصول سے فروع کی شہادت کا سوال ہوا اور انھون نے سکوت کیا یعنے نہ اقرار کیا نہ انکار تو فرع کی گواہی مقبول ہے کذا فی الخلاصہ ص اس مسئلہ مین سکوت مانند نطق کے ہے شھد اعلی شھادۃ اثنین علی فلانۃ بنت فلان الفلانیۃ وقالا اخبرتنا بعینھا وجاء المدعی بامرأۃ لم یعرفا انھا ھی قیل لہ ھات شاھدین انھا ھی فلانۃ او لمعرفۃ دو شاہدون نے گواہی دی دو شخصون کی شہادت پر فلانی عورت بنت فلان فلانی قوم والی پر اور فریق نے کہا کہ ہمکو اصلیین نے خبر دی اسکی معرفت کی یعنے شاہد اصل اس عورت کو جانتے تھے اور مدعی ایک عورت کو لایا جسکو شاہد فرع نہین پہچانتے کہ یہ عورت وہی ہے تو مدعی سے کہا جائیگا کہ تو دو شاہد لا کہ یہ عورت وہی فلانی عورت ہے اگرچہ عورت حاضر و اقرار کرتی ہو کہ مین وہی عورت ہون ص صدر الشریعۃ نے کہا کہ اس جزء سے غرض یہ ہے کہ یہ شرط نہین کہ فرع مشہود علیہ کو جانتے ہون اور یہ غرض نہین کہ یہ نسبت پوری ہو اور گواہی مقبول ہو اسواسطے کہ شاہد نہ جانے جبکہ اسکے دادا کا ذکر نکیا تو اسکے صغیرہ یا قبیلہ مخصوصہ کے طرف نسبت کرنا طرفین کے نزدیک ضرور ہے تا کہ نسبت پوری ہو انتہی ملا خسرو نے درر مین کہا مدعی سے اسواسطے گواہ طلب ہوئے کہ تعریف بالنسبۃ ثابت ہو چکی دونون کی شہادت سے اور مدعی دعوے کرتا ہے کی نسبت مذکورہ عورت حاضرہ مین ثابت ہو مگر یہ احتمال ہے کہ شاید اور عورت ہو غیر اسکی تو ضرور ہوا اسکا اثبات حاضرہ کے واسطے تو یہ گواہی شہادت قاصرہ کے مانند ہے جو اور شاہدون سے پوری ہوتی ہے انتہی و مثلہ الکتاب الکوھو کتاب القاضی الی القاضی کما فی الشھادۃ علی الشھادۃ فلو جاء المدعی برجل لم یعرفاہ کلفہ اثبات انہ ھو ولو مقرا لاحتمال التزویر بحر اور مسئلہ مذکورہ کے مانند کتاب حکمی ہے یعنے ایک قاضی کا خط دوسرے قاضی کو اسواسطے کہ وہ مانند شہادت علی الشہادۃ کے ہے تو اگر مدعی لایا ایک مرد کو جسکو قاضی کے خط کے دو شاہد نہین پہچانتے تو قاضی

مکتوب الیہ مدعی کو تکلیف دے اثبات کی کہ یہ مرد وہی معاملیہ ہے جو قاضی کاتب کی مراد ہے اگرچہ مرد حاضر اقرار کرتا ہو بسبب محتمل سخت تزویر اور بناوٹ کے کذا فی البحر ویلزم مدعی الاشتران البیان کما بسطہ القاضیخان اور اشتراک مدعی کو بیان کرنا لازم ہے چنانچہ اسکو شرح بیان کیا ہے قاضی خان نے ہم قاضی خان نے کہا کہ جب قاضی نے دوسرے قاضی کو خط لکھا اور اسمیں مدعا علیہ کا نام اور نسب علی وجہ الکمال لکھا تو مدعا علیہ نے کہا کہ فلان بن فلان فلانی نسبت والا نہیں ہوں اور قاضی مکتوب الیہ اسکو نہیں جانتا تو مدعی سے کہے کہ تو گواہوں سے ثابت کر کہ یہ فلان بن فلان ہے پھر اگر مدعا علیہ کہے کہ میں فلان بن فلان بن فلان ہوں اور اس محلہ یا اس قبیلہ یا خاصہ یا اس شہر میں میرے سوا ایک اور شخص ہے اس نام کا تو قاضی کہے کہ ثابت کر اگر وہ ثابت کرے تو خصومت اسسے مندفع ہوگی انتہے ملخصا کذا فی الطحطاوی وہو قالا یعتبر التمیمۃ بما یحرج حتی ینسبا الی فخذھا الخ اور اگر شاہد بیان کرے مسئلہ مذکورہ میں عوت مدعا علیہا کو تمیمہ کہا تو جائز نہیں یہاں تک کہ اسکو اسکے قبیلہ خاصہ کی طرف نسبت کریں چنانچہ اسکے دادا کی طرف ہم تو تمیم میں بکثرت قبائل ہیں لہذا اتنے موقت حاصل نہیں ہوتی جب تک قبیلہ خاصہ کے طرف نسبت نہو جاوے میں فخذ بکسر خا کی تفسیر قبیلہ خاصہ کی ہے اور زیلعی نے جدا علی کی ہے خلاصہ میں ہے الحاصل اعتبار تحصول معرفت کا ہے اور انتفاء اشتراک کا ایضاح میں ہے کہ عجم یعنے غیر عرب میں ذکر بیشتر بمنزلہ قبیلہ خاصہ کے ہے اسواسطے کہ عجم میں انساب ہیں انتہے زمخشری نے ذکر کیا کہ عرب کے چھ طبقات ہیں شعب بالفتح اور قبیلہ اور عمارہ اور بطن اور فخذ اور فصیلہ تو عمرو اور ربیعہ اور حمیر اور مذحج شعب ہیں اسواسطے قبائل ان سے منسوب ہوتے ہیں اور کنانہ قبیلہ ہے اور قریش عمارہ ہے اور بطن ہے اور ہاشم فخذ ہے اور عباس فصیلہ کذا فی الطحطاوی ویکفی نسبتہا الی زوجہا والمقصود الاعلام اور کفایت کرتی ہے عورت کی نسبت اسکے زوج کی طرف اور مقصود اعلام ہے یعنے مبصطرح سے کہ حاصل ہو وے اشہد علی شہادتہ ثم نہاہ عنہا ای تحیہ فلان لیشہد علی ذلک درر واقرہ المصنف ھنا لکنہ قدم ترجیح خلافہ عواجع الاصل شاہد نے فرع کو شاہد کیا اپنی شہادت پر پھر اسکو منع کیا گواہی دینے سے تو صحیح نہیں یعنے منع کرنا صحیح نہیں تو فرع کو جائز ہے کہ اسپر گواہی دے کذا فی الدرر اور ثابت رکھا ہے اسکو مصنف نے اپنی شرح میں یہاں لیکن اسکے خلاف کی ترجیح پہلے ذکر کی ہے خلاصہ سے ہم چنانچہ شارح اسکو عنقریب ذکر کریگا کافر ان شہد علی شہادۃ مسلمین لکافر علی کافر لم تقبل کذا شہادۃ ھما علی القضاء لکافر علی کافر دو کافروں نے گواہی دی دو مسلمانوں کی شہادت پر ایک کافر کے حق میں دوسرے کافر پر تو مقبول نہیں اسی طرح دو کافروں کی گواہی قاضی کے حکم پر ایک کافر کے حق میں دوسرے کافر پر مقبول نہیں وتقبل شہادۃ رجل علی شہادۃ رجل علی شہادۃ ابنہ علی قضاء ابنہ علی الصحیح درر بخلاف الملتقط اور مقبول ہے گواہی ایک مرد کی اپنے باپ کی گواہی پر اور اپنے باپ کی قضا پر قول صحیح میں کذا فی الدرر بخلاف ملتقط یعنے اسمیں عدم قبول مذکور ہے من خلط انہ شہد بزور بان اقر علی نفسہ لم یدع شہودہ لخطا حر ابت کمال حبس شاہد کا حال ظاہر ہوا کہ اسنے جھوٹی گواہی دی اسطرح ظاہر ہوا کہ اسنے اپنی ذات پر جھوٹ گواہی دینے کا اقرار کیا احد سہو کا دعوی نکیا اور نہ غلط کا چنانچہ اس کمال نے اسکی تحریر کی ہے ہم یا شہادت زور کے ظہور کی یہ صورت ہے کہ شاہد نے قتل ہونے ایک مرد یا اسکی موت کی گواہی دی پھر وہ شخص زندہ موجود ہوا یا رویت ہلال کی گواہی دی اور تیس دن گذر گئے اور آسمان پر کچھ ابر اور غبار کی علت نہیں اور چاند نہ دکھلائی دیا اور مانند اسکے کذا فی الدر وغیرہا کے نزدیک شہادت زور عبارت ہے شہادت باطلہ سے عمدا کذا فی الطحطاوی وکما یکون اثباتہ بالبینۃ کذلک ینفی من باب النفی اور جسطرح ممکن ہے شہادت زور کا اثبات گواہوں سے اسواسطے کہ وہ من قبیل نفی ہے ہم اسواسطے کہ گواہ یہ کہینگے کہ شاہد نے ناحق گواہی دی اور اسکی طرف التفات نہو گا کذا فی الطحطاوی عن الشلبی عن ر، بالتشہیر وعلیہ الفتوے سراجیہ جسکی گواہی جھوٹ ظاہر ہو وہ تعزیر دیا جاوے تشہیر سے اور اسی پر فتوے ہے کذا فی السراجیہ ہم تشہیر کا یہ طریقہ ہے کہ اگر شاہد شخص بازاری ہے تو قاضی اسکو بازار میں بھیجے اور اگر بازاری نہیں تو اسکی قوم کی طرف عصر کے بعد جسوقت لوگ خوب جمع ہوتے ہوں بھیجے اور قاضی کا آدمی کہے کہ ہمنے اسکو شاہد زور پایا تم اس سے بچو اور لوگوں کو اسسے بچاؤ قاضی شریح صحابہ کے وقت میں یہی کیا کرتے تھے لہذا امام اعظم نے اسکو پسند کیا وزاد صدر الشہید وصاحبین اسکا مارنا اور قید کرنا بھی زیادہ کما کذا فی المجمع ہم فتح القدیر میں اسی قول کو ترجیح دی ہے اور کہا ہے کہ یہی حق ہے واللہ اعلم

وفی البحر وظاهر کلامهم ان للقاضی ان یعمل بعلمه اذا راه سیاسة اور بحر الرائق مین ہی اور ظاہر کلام فقہا یہ ہی کہ قاضی کو جائز ہی کہ جھوٹے گواہ کا منہ کالا کرے بطور سیاست کے اگر اسکو مصلحت دیکھے وقیل ان رجع مصرًّا ضرب اجماعا وان تائبا لم یضرب اجماعا اور بعضون نے کہا کہ اگر شاہد زور رجوع کرے مصر ہو کر تو باجماع امام اور صاحبین کے مارا جاوے اور اگر توبہ کرکے رجوع کرے تو بالاتفاق اسپر تعزیر نہین ہم اصل کی یہ صورت ہی کہ شاہد کہے کہ مینے یہ جھوٹی گواہی دی اور مین ایسی گواہی سے نہ پھرونگا کذا فی الفتح وتقبل یعنی مدة توبته ولو رأی القاضی علی الصحیح لو فاسقا ولو عکسه او مستور الحال تقبل شهادته ابدا اور شاہد زور کے توبہ کرنے کی مدت قاضی کی راے پر مفوض ہی بقول صحیح اگر شاہد فاسق ہوا اور اگر عادل ہو یا مستور الحال ہو تو اسکی گواہی کبھی مقبول نہین یعنے اسواسطے کہ اسکی توبہ معلوم نہین ہوسکتی کذا فی الطحطاوی قلت وعن الثانی تقبل دبه یفتی عینی وغیرہ مین کہتا ہون اور ابو یوسف سے روایت ہی کہ شاہد زور عادل یا مستور الحال کی بعد توبہ کے گواہی مقبول ہی اور اسی قول پر فتوی ہی کذا فی العینی وغیرہ ہم اسواسطے کہ گاہے اسکی توبہ ظاہر ہوسکتی ہی شہادت زور پر ندامت اور تاسف کرنے سے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی

باب الرجوع عن الشهادة

یہ باب ہی شہادت سے رجوع کرنے کا رجوع عن الشہادۃ یعنے گواہی دیکر پلٹنا اور پھر جانا اور اصطلاح فقہ مین عبارت ہی نفی کرنی اس چیز سے جسکو ثابت کرچکا کذا فی الطحطاوی هوان یقول رجعت عما شهدت به ونحو ۲ رجوع عن الشہادۃ یہ ہی کہ شاہد کہے کہ مین پھرا اور پلٹا اس چیز سے جسکی مینے گواہی دی اور مانند اس کلام کے ہم چنانچہ یون کہنا کہ مینے جھوٹی گواہی دی یا مین جھوٹ بولا اپنی گواہی مین کذا فی الطحطاوی یا مین مبطل تھا شہادت مین یعنے فاسق یہ تھا اسمین کذا فی الدرر فلو لکفره لا یکون رجوعا اور اگر شاہد نے شہادت کا انکار کیا تو یہ انکار رجوع عن الشہادۃ نہین والرجوع شرطه مجلس القاضی فلو غیره لا ولو کانه فسخ او توبة وهی بحسب الجنایة کما قال علیه الصلوة والسلام السر بالسر والعلانیة بالعلانیة اور رجوع کی شرط قاضی کی مجلس ہی اگرچہ اول قاضی کے سوا دوسرے قاضی کے روبرو رجوع کرے مجلس قاضی اسواسطے شرط ہی کہ رجوع عبارت ہی فسخ شہادت یا توبہ سے اور توبہ گناہ کے موافق ہوتی ہی چنانچہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ مخفی گناہ کی مخفی توبہ ہو اور علانیہ گناہ کی علانیہ توبہ یعنے شہادت زور گناہ ہی مجلس قضا مین تو اسکی توبہ بھی مقید بمجلس قضا ہوگی فلو لدعی المشهود علیه رجوعهما عند غیره وبرهن اورادیمینها لا تقبل الفساد المدعوی تو اگر دعوے کیا مشہود علیہ نے شاہدین کے رجوع عن الشہادۃ کا غیر قاضی کے روبرو اور اسکو گواہی ثابت کیا یا درصورت عدم گواہ شاہدین سے قسم لینے کا ارادہ کیا تو مقبول نہین بسبب فاسد ہونے دعوے کے ہم یعنے بینہ اور یمین دعوے صحیح پر قائم ہوتی ہین اور یہ دعوے کہ شاہدین نے غیر مجلس قاضی مین رجوع کیا باطل ہی لہذا نہ بینہ مقبول ہی نہ تحلیف شاہد کذا فی الدرر بخلاف ما لو ادعی رجوعهما عند قاض وقضیٰ بهما ملتقی بخلاف اسکے اگر دعوے کیا واقع ہونے رجوع کا کسی قاضی کے پاس اور ضمان لینے قاضی کا شاہدین سے کذا فی الملتقی ہم یعنے اگر یہ دعوے کیا کہ شاہدین نے فلانے قاضی کے پاس رجوع عن الشہادۃ کیا اور قاضی نے شاہدین سے ضمان مال لیا یعنے ضمان کا اپنے حکم کیا اور اس دعوے پر گواہ قائم کئے تو مقبول ہی بسبب صحیح ہونے دعوے کے کذا فی الدرر وبرهن انهما قرا برجوعهما عند غیر القاضی قبل وجعل انشاء للحال لابن ملك یا مدعا علیہ گواہ لایا اس پر کہ دونون شاہدون نے رجوع شہادت کا غیر قاضی کے روبرو اقرار کیا تو مقبول ہی اور اقرار مذکور فی الحال کا انشا قرار دیا جائیگا کذا ذکر ابن ملک یعنے گویا بالفعل رجوع واقع ہوا فان رجعا قبل الحکم بهما سقطت سو اگر شاہدین نے رجوع شہادت سے کیا اسسے پہلے کہ قاضی بموجب اس شہادت کے حکم کرے تو شہادت ساقط الاعتبار ہی قاضی اسپر حکم نکرے ولا ضمان وتعزیر ولو عن بعضها لانه فسق تعزر جامع الفصولین اور قبل حکم شاہد پر ضمان نہین اور اسکو تعزیر دیجاے اگرچہ شاہد بعض شہادت سے رجوع کرے اسواسطے کہ شاہد نے اپنی ذات کو منسوب بفسق کیا رجوع سے کذا فی جامع الفصولین اور حالانکہ فاسق کی گواہی مقبول نہین کذا فی الفتح ہم قبل حکم ضمان نہین بسبب عدم اتلاف کے اور تعزیر سے وہی تعزیر مراد ہی

باب الرجوع عن الشہادۃ

جو شاہد زور مین مذکور ہو چکے یعنے تشہیر امام کے نزدیک اور ضرب اور حبس صاحبین کے نزدیک اور بعض شہادت سے رجوع چنانچہ زمین اور اسکی عمارت کے اور گھوڑی اور اسکے بچے کی گواہی دی پھر عمارت اور بچے مین رجوع کیا وبعد لم یفسخ الحکم مطلقا الترجیح بالقضاء اور بعد قضا حکم فسخ نہوگا کسی طرح خواہ شاہد کا حال عدالت مین رجوع کے وقت برابر ہو اس حال کے جو شہادت کے وقت تھا یا ادنے یا اعلے ہو کذا فی الفتح بسبب راجح ہو جانے خبر اول کے قضاسے ھ اگر شاہد رجوع کرتا ترجیح الخبر الاول بالتقاء بالقضاء تو بہتر ہوتا اسواسطے کہ ترجیح کی ظاہر اضیر حکم کے طرف راجح ہے اور وہ خلاف مقصود ہے حکم اسواسطے فسخ نہوگا کہ شاہدون کی خبر ثانی مناقض ہے خبر اول کے تو حکم منقوض نہین ہو سکتا بسبب تناقض کے اور اسواسطے کہ خبر ثانی صدق پر دلالت کرنے مین خبر اول کے مانند ہے اور حالانکہ خبر اول مرجح اور غالب ہو بحکم اتصال قضاسے بخلاف خبر ثانی کذا فی الطحاوی وبخلاف ظہور شاہد عبدا او محدودا فی قذف فان القضاء یبطل ویردما اخذ او تلزم الدیۃ لو قصاصا کما یضمن المشہود لہا مر ان الحاکم اذا اخطا فالغرم علی المقضی لہ شرح تکملہ بخلاف ظاہر ہونے شاہد کے غلام یا محدود فی القذف اسواسطے کہ قضا اس صورت مین باطل ہو جاتی ہے اور مقضی لہ پھیر دے جو اسنے لیا اور ولی مقتول کے واسطے دیت لازم ہو اگر قصاص کا حکم ہو گیا ہو اور شہود مذکورین پر ضمان نہین اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ حاکم جبکہ خطا کرے حکم مین تو تاوان مقضی لہ پر ہے کذا فی شرح التکملہ ھ صورت مذکورہ مین علاے حاکم یہ ہے کہ اسنے حال شہود کا تفحص نکیا تا معلوم ہوتا کہ وہ غلام ہین یا محدود فی القذف وصفنا ما القاہ للشہود علیہ لتسبیبہم لہ تغریر تضمین لما مر بشرکۃ ان کانت کالجاء الی القضاء اور شاہدین راجعین تاوان دین شہود علیہ کے اس مال کا جس مال کو انھون نے تلف کروایا اسواسطے کہ شاہدین تلف مال کے سبب واقع ہوے لہذا تعدی کی راہ سے ساتھ متعدد ہونے تضمین مباشر یعنے قاضی کے اسواسطے کہ قاضی بمنزلہ مضطر کے ہے حکم دینے مین ھ امام شافعی کے نزدیک شہود پر ضمان نہین جبکہ دو رجوع کرین اسواسطے کہ شہود سبب ہین تلف مال کے اور قاضی مباشر ہے اور سبب کا اعتبار نہین مباشر کے ہوتے انکا جواب یہ ہے کہ شہود نے اپنی ذات پر بسبب ضمان کا اقرار کیا یعنے شہادت باطلہ سے اور قاضی مباشر پر تضمین متعذر ہوا اسواسطے کہ قاضی حکم دینے مین مضطر ہے کیونکہ قاضی پر حکم دینا واجب ہے جبکہ شہود کی عدالت ظاہر ہوتا انیکہ اگر حکم نہ دے تو گنہگار اور مستحق عزل اور ملزم تعزیر ہو قبض المدعی المال لا بہ یفتی بحر وبزازیہ وعلاصہ وخزانۃ المفتین شاہدین ضمان دین مدعی نے مال کو قبض کیا یا نکیا ہوا سیکا فتوے ہے کذا فی البحر والبزازیہ واختلفت وخزانۃ المفتین وفیہ فی الوقایۃ والکنز والدرر والملتقی بما اذا قبض المال لعدم الاتلاف قبلہ اور مقید کیا ہے ضمان کو وقایہ اور کنز اور درر اور ملتقی الابحر مین ساتھ اس قید کے کہ جب مدعی مال کو قبض کرے اسواسطے کہ قبل قبض کے اتلاف نہین وقیل ان المال عینا فکالاول وان دینا فکالثانی واقرہ الشرنبلالی اور بعضون نے کہا کہ اگر مال عین ہو یعنے غیر دین ہو تو اول قول کے مانند ہے یعنے قبض اور عدم قبض دونون صورتون مین ضمان ہے اور اگر مال دین ہو تو قول ثانی کے مانند ہے یعنے بشرط قبض ضمان ہے اور اس قول مفصل کو ثابت رکھا ہے قہستانی نے ھ وجہ تفصیل مذکور یہ ہے کہ ضمان مقید بسلامت ہے سو عین مین تو مشہود علیہ کی ملک زائل ہو گئی قضاسے ولہذا مقضی علیہ کو اسمین تصرف جائز نہین اور مقضی لہ کو جائز ہے اور دین مین ملک اسکی زائل نہین ہوتی جب تک مقضی لہ قبض نکرے تو اگر شاہد پر ضمان ہو قبض سے پہلے تو مسئلہ متحقق ہو کذا فی الحلبی والعبرۃ فیہ لمن بقی من الشہود کالمن رجع اور ضمان مین اسکا اعتبار ہے جو شاہد کہ باقی رہا نہ اس شاہد کا جسنے شہادت سے رجوع کیا ھ یہ قاعدہ کلیہ ہے ضمان کے حساب کا فان رجع احدہما ضمن النصف اور اگر شاہد پھر گیا شہادت سے تو نصف مال کا تاوان دے ھ اسواسطے کہ دو مردون کی شہادت مین ہر شاہد کی شہادت سے نصف حجت قائم ہے تو جب ایک شاہد اپنی شہادت پر باقی رہا تو نصف مال مین حجت باقی رہی تو راجح پر اسکا ضمان واجب ہے جسمین حجت باقی نرہی وہ نصف ہے کذا فی الدرر وان رجع احد ثلثۃ لم یضمن اور اگر تین شاہدون مین سے ایک شاہد راجع ہوا تو وہ ضمان نہ دیگا ھ اسواسطے کہ دو شاہد باقی ہین جنکی شہادت سے کل حق باقی ہے وان رجع اخر ضمنا النصف اور اگر تین شاہدون مین دوسرا بھی پھر گیا تو دونون شاہدین راجعین نصف مال کا ضمان دین ھ اسواسطے کہ شہادت پر وہ شخص باقی ہے جس سے نصف مال باقی ہے یعنے ایک شاہد ان رجعت امراۃ

من رجل وامرأتین ضمنت الربع اور اگر ایک عورت پھر جائے ایک مرد اور دو عورتوں سے تو وہ چوتھائی مال کا ضمان دے ھم اسواسطے کہ شہادت پر امنے شخص باقی رہیں جن سے تین چوتھائیاں باقی ہیں وان رجعتا فالنصف اور اگر ایک مرد اور دو عورتوں سے دو عورتیں شہادت سے پھر گئیں تو دونوں نصف مال کی ضمان دیں ھم اسواسطے کہ وہ شخص شہادت پر قائم ہے جس سے نصف مال باقی ہے وان رجع ضمان نسوۃ من رجل وعشر نسوۃ ثلثا النصف اور اگر آٹھ عورتیں پھر گئیں ایک مرد اور دس عورتوں سے تو کوئی تاوان نہ دے ھم اسواسطے کہ اسقدر شاہد باقی ہیں جنکی شہادت سے کل حق باقی ہے کیونکہ نصاب شہادت دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں ہیں فان رجعت اخری ضمن التسع ربعۃ لبقاء ثلثۃ ارباع النصاب اور اگر ایک اور پھر گئی تو نو عورتیں چوتھائی مال کا ضمان دیں اسبب باقی رہنے نصاب کی تین چوتھائیوں کے ھم اسواسطے کہ نصف حق مرد سے باقی رہا اور ربع حق ایک باقی عورت سے قائم ہے کذا فی الدرر تو نو عورتوں کے رجوع سے نصف سنوا مگر ربع فان رجعوا فالغرم بالاسداس سوا گر ایک مرد اور دس عورتیں سب مل کر شہادت سے پھر گئے تو امام کے نزدیک تاوان ششمی حصوں کے حساب سے ہر ایک چھٹا حصہ مرد پر ہوا اور باقی عورتوں پر ھم انکی دلیل یہ ہے کہ دو عورتیں بجائے ایک مرد کے ہیں تو دس عورتیں قائم مقام پانچ مردوں کی ہوئیں تو ایسا ہو گیا کہ گویا چھ مرد گواہی دیکر پھر گئے تو پھر ضمان بالاسداس ہوگا کذا فی الدرر یعنے ہر سر مرد پر چھٹا حصہ تاوان ہوگا وقالا علیھا النصف کما لو رجعن فقط اور صاحبین رحمہما اللہ کہتے ہیں کہ دس عورتوں پر نصف مال کا ضمان ہے چنانچہ اگر فقط دسوں عورتیں پھر جائیں تو انپر نصف تاوان ہے ھم صاحبین کی یہ دلیل ہے کہ عورتیں اگرچہ بکثرت ہوں مگر شہادت میں قائم مقام ایک مرد کی ہیں ولہذا انکی گواہی بدون ملنے ایک مرد کے مقبول نہیں اور ایک مرد کی شہادت سے نصف مال ثابت تھا تو نصف باقی انکی شہادت سے کذا فی الدرر ولا یضمن الراجع فی النکاح شیئا مھر المثل اذا کان اقل اذا کان اتلافا لعوض کلا اتلافا اور ضمان نہیں دیتا شاہد راجع نکاح میں جسنے مہر مثل یا کمتر مہر مثل کی گواہی دی یعنے مہر مسمی کی گواہی دی جو بقدر مہر مثل ہو یا کمتر اسواسطے کہ اتلاف بمقابلہ عوض بمنزلہ عدم اتلاف کے ہے ھم شارح نے جو اقل مہر مثل کی قید زیادہ کی اسکی حاجت نتھی اسواسطے کہ ماتن خود اسکی تصریح کر چکا صورت اسکی یہ ہے کہ مرد نے عورت پر دعوے کیا نکاح کا اور اسپر گواہ قائم کئے اور عورت منکر نکاح ہے سو قاضی نے عورت پر نکاح کا حکم کیا شہادت سے پھر گواہ شہادت سے پھر گئے تو گواہ عورت کو ضمان کچھ نہ دینگے خواہ مہر مسمے مہر مثل کے برابر ہو یا اکثر یا اقل کذا فی العالمگیریۃ عن الذخیرۃ وان زاد علیھا ضمنتھا لو ھی المدعیۃ وھو المنکر عند الثانی اور اگر مہر مسمی زیادہ ہو مہر مثل پر تو دونوں شاہد بقدر زیادت تاوان دیں زوج کو اگر عورت مدعی نکاح ہو اور مرد منکر ہو کذا ذکرہ الغزی ھم صورت اسکی یہ ہے کہ عورت نے اپنے نکاح کا مرد پر دعوی کیا اور قاضی نے نکاح کا حکم دیا پھر شاہد اپنی شہادت سے رجوع کیا تو اگر اس عورت کا مہر مثل مہر مسمی کے برابر ہو یا زیادہ تو شاہدوں پر کچھ ضمان نہیں اور اگر اسکا مہر مثل کمتر ہو مسمی سے یعنے مہر مسمی اکثر ہو مہر مثل سے تو زوج کو زیادت کا ضمان دیں کذا فی العالمگیریۃ عن الکافی اسواسطے کہ شاہدوں نے زوج پر بقدر زیادت کو تلف کیا بلا عوض کذا فی الدرر خلاصہ یہ ہے کہ راجع فی النکاح پر مطلقا ضمان نہیں خواہ مرد مدعی ہو یا عورت مگر جبکہ عورت مدعی ہو اور مہر مسمی مہر مثل سے زیادہ ہو تب بقدر زیادت ضمان ہے ولو شھدا باصل النکاح باقل من مھر مثلھا فلا ضمان علی المعتمد لتعذر الماثلۃ بین البضع والمال اور اگر شاہدین نے اصل نکاح کی گواہی دی عورت کے کمتر مہر مثل سے تو شاہدوں پر ضمان نہیں بقول معتمد بسبب متعذر ہونے مماثلت کے درمیان شرمگاہ عورت کے اور مال کے ھم یہ ترکیب موہم ہے مسئلہ اولی میں شہادت اصل نکاح پر تھی حالانکہ وہاں بھی اصل نکاح پر شہادت ہے تو اگر ماتن یوں لکھتا ولو باقل فلا ضمان تو مختصر اور واضح تر ہوتا اور یہ جو شارح نے کہا کہ مماثلت متعذر ہے یعنے منافع شرمگاہ کے عند الاتلاف غیر متقوم ہیں تو لقوم سے ضمان نہیں ہو سکتا اسواسطے کہ تضمین مماثلت کی مستدعی ہے اور حالانکہ شرمگاہ اور مال میں مماثلت نہیں اور زوج کے مملک سے جو ضمان اور تقوم ہوتا ہے وہ اسکے اظہار تقویم کے واسطے کیونکہ اس سے نفس حاصل ہوتی ہے کذا فی الفتح بخلاف مالو شھدا علیھا بقبض المھر او بعضہ ثم رجعا ضمنا لانھا اتلاف المحض بخلاف اس صورت کے کہ اگر شاہدین نے عورت پر قبض مہر یا بعض مہر کی گواہی دی پھر دونوں شہادت سے پھر گئے تو عورت کو دونوں شاہد ضمان دینگے بسبب متلف کر دینے مہر کے وضمنتا فی البیع والشراء

صار المقصود عن فيه المبيع لو الشهادة على البائع او زادت الشهادة على المشتري بالاتلاف بلا عوض اور دونوں شاہد ضمان دین بیع اور شراء میں اسقدر کا جو کم ہوگیا ہو قیمت سے اگر گواہی بالغ پر ہو یا ضمان دین اسقدر کا جو زیادہ ہوگیا ہو قیمت سے اگر شہادت مشتری پر ہو بسبب اتلاف بلا عوض کے ہم اتلاف بلا عوض انقصان اور زیادت دونوں کی تعلیل ہی پہلی صورت یہ ہے کہ مشتری نے کہا کہ بیع نے اس غلام کو اس مرد سے لیونس ہزار درہم کے لیا اور وہ دو ہزار کا ہے شہادت نے گواہی دی پھر گواہی سے پھر گئے تو شاہد بالغ کو ہزار درہم ضمان دین کیونکہ انھوں نے اسکے ہزار درہم تلف کئے اور دوسری صورت یہ ہے کہ بالغ نے دعوے کیا کہ مشتری نے یہ غلام دو ہزار کو لیا اور اسپر ثمن ہے اور مشتری انکا منکر ہے سو شاہد دین نے گواہی دی کہ مشتری نے غلام دو ہزار کو لیا اور حالانکہ وہ ایک ہزار کا ہے پھر شہادت سے پھر گئے تو شاہد مشتری کو ایک ہزار کا ضمان دین اسواسطے کہ انھوں نے مشتری کے ایک ہزار تلف کئے کذا فی الدرر لو شهد ببيع وبنقد الثمن فلغى شهادة ولحقه ضمان القيمة ولو في شهادتين ضمنا الثمن في الثانية اور اگر دو شاہد ہوں بیع اور نقد ثمن کی گواہی دی تو اگر بیع اور نقد ثمن کے ساتھی ایک ہی بار گواہی دی تو شاہد قیمت کا ضمان دین اور اگر دو شہادت میں گواہی دی یعنے ایکبار بیع کی گواہی دی اور دوسری بار ثمن کی تو ثمن کا ضمان دین کذا فی العینی ہم اسواسطے کہ پہلی صورت میں مقتضی یہ بیع ہے ثمن اور دوسری صورت میں ثمن بلا استقلال مقتضی ہے کذا فی الظہیری لو شهدا على البائع بالبيع بالفين الا ستة وقبضه الف فان شاء ضمن الشهود قيمته محلا والمشتري احد المشتريين الى سنة وان ما اختار برئ الاخر وقد مر في خزانة المفتين اور اگر شاہدوں نے بالغ پر دو ہزار کی بیع کی گواہی دی بمدت یکسال اور حالانکہ قیمت بیع کی ایک ہزار ہے تو بالغ چاہے شہود سے فی الحال کی قیمت کا تاوان لے لیعنے ہزار کا اور چاہے مشتری سے دو ہزار کا مواخذہ کرے تا یکسال اور دونوں میں جسکو بالغ اختیار کریگا دوسرا شخص بری الذمہ ہوگا بالغ کے مواخذہ سے اور پورا بیان اسکا خزانۃ المفتین میں ہے ہم صورت اسکی یہ ہے کہ مشتری نے دعوی کیا کہ بیع نے اسکا غلام دو ہزار کو لیا بمدت یکسال اور قیمت اسکی ایک ہزار ہے شاہدوں نے بھی گواہی دی پھر شہادت سے پھر گئے تو بالغ کو اختیار ہے دونوں سے ایک کے مواخذہ کا اگر شہود سے فی الحال ہزار درہم لے تو شہود مشتری سے مدت آنے کے وقت دو ہزار درہم پھر لیں انکو ایک ہزار حلال رہیں اور دوسرے ہزار کو وہ خیرات کردیں سو اگر مشتری غلام میں کوئی عیب پاوے اور اسکو پھیر دے سو اگر اسنے بغیر حکم قاضی کے پھیر دیا تو یہ بمنزلہ بیع جدید کے ہوگا تو بالغ سے وہ دو ہزار درہم لے اور انکا کچھ مواخذہ نہیں شاہدین پر ہے اور اگر قاضی کے حکم سے بالغ کو غلام پھیر دیا تو شہود دو ہزار انسے شاہدین کو دیدے یعنی انکو پھیر لے اور جو شاہدوں نے ایک ہزار درہم بالغ کو دلائے تھے وہ بالغ سے پھیر لیں کذا فی العالمگیریۃ عن المضمرات وفتح القدیر چونکہ بیان عالمگیری کا واضح تر تھا خزانۃ المفتیین سے لہذا مترجم نے اسی کا ترجمہ مناسب تر دیکھا وفي الطلاق قبل دخلوا وخلوة ضمنا نصفه للزوج والمتعة لها يسار اور طلاق قبل وطی اور قبل خلوت کے شہادت اور رجوع میں شاہدین نصف مال مسمے کا تاوان دین یا متعہ کا ضمان دین اگر مرد سے سے تنگ دست ہو شهدا انه طلقها واحدة قبل الدخول ثم رجعوا ضمان نصف المهر على شهود الثلث لغير الجهة الغليظة اور اگر شاہدوں نے گواہی دی کہ زوج نے اپنی زوجہ کو تین بار طلاق قبل دخول کے دی اور دو اور شاہدوں نے گواہی دی کہ اسنے اسکو ایکبار طلاق دی قبل دخول کے پھر چاروں شاہد شہادت سے پلٹ گئے تو نصف مہر کا ضمان تین طلاق کے گواہوں پر ہے انکے غیر پر بسبب حرمت غلیظہ کے ہم اسواسطے کہ طلقہ واحدہ کی شہادت پر قاضی حکم نہ دے گا کیونکہ وہ مفید نہیں اسواسطے کہ طلاق واحدہ کا حکم حرمت خفیفہ ہے اور طلقات ثلثہ کا حکم حرمت غلیظہ ہے کذا فی البحر علی نے کہا قبل دخول دونوں گواہیوں کی قید ہے ولو بعد دخلي او خلوة فلا ضمان اور اگر گواہی دی طلاق بعد وطی یا بعد خلوت کی پھر شہادت سے پھر گئے تو شہود پر ضمان تین ہم مسئلہ قدوری اور ہدایہ میں ہے اور خفہ میں ہے کہ ضمان نہیں مگر اوشاجو مہر مثل پر زیادہ ہے کذا فی الفتح ولو شهدا بالطلاق قبل الدخول والحزان بالدخول ثم رجعا ضمن شهود الطلاق ثلثة ارباع المهر وشهود الطلاق بعد نصفه اور اگر دو گواہوں نے طلاق قبل دخول کے گواہی دی اور دو اور شاہدوں نے دخول کی گواہی دی پھر چاروں شاہد گواہی سے پھر گئے تو دخول کے گواہ مہر کے تین ربع یعنے پون مہر کا ضمان دین اور طلاق کے شہود چوتھائی مہر کا ضمان دین کذا فی الاختیار ولو شهدا بعتق فرجعا ضمنا قيمة

لمولاہ مطلقا او مقیدا بہ یضمان اتلاف اور اگر شاہدین نے غلام کے آزاد کرنے کی گواہی دی پھر دونوں گواہی سے پھر گئے تو غلام کے مولے کو اسکی قیمت کا ضمان دین مطلقا اگرچہ شاہدین مفلس ہوں اسواسطے کہ وہ اتلاف کا ثابت ہوا لان ہ الولاء للمعتق لعدم تحقق الاعتاق فیہما بالضمان فلم یتحول الولاء ہدایہ اور مولا لیعنے حق آزاد کرنے کا مالک آزاد کرنے والے کے واسطے ہی بسبب نہ پھر جانے عتق کے ضمان دینے سے شاہدوں کی طرف تو حق ولا اسکی طرف منتقل ہوگا کذا فی الہدایہ وفی البدایہ ففذا ما فقتہ وھی ثلثۃ قیمتہ اور تدبیر میں شاہدین ضمان دین اسقدر کا حساب نہ بنے کم کر دیا لیعنے اسکی تہائی قیمت ہم لیعنے شاہدوں نے گواہی دی کہ مولے نے اپنے غلام کو مدبر کیا سو قاضی نے اسکے مدبر ہونے کا حکم دیا پھر شاہد گواہی سے پھر گئے تو شاہد اسکے مولے کو تہائی قیمت کا ضمان دین اسواسطے کہ مدبر غلام کی تہائی قیمت کم ہو جاتی ہے فی دلومات المولی عتق من الثلث ولزمہما بقیۃ قیمتہ وعاد الحی اور اگر مولے مر گیا تو آزاد ہوگا مدبر اسکی ثلث متروکہ سے اور شاہدین کو اسکی بقیہ قیمت لازم ہوگی اور پورا بیان اسکا بحر الرائق میں ہے ھم لیعنے اگر مولے مر گیا اور غلام ثلث متروکہ سے نکل سکتا ہے تو وہ آزاد ہو جائیگا اور قیمت مدبر کا ضمان لازم ہوگا شاہدوں پر دونوں کے واسطے کذا فی الہدایہ وفی الکفایۃ یضمان قیمۃ کاتب ان شاء تبع المکاتب اور کتابت میں شاہد ضمان دین اسکی پوری قیمت اور اگر مولے چاہے تو مکاتب کے بچے ہوئے لیعنے بدل کتابت کا لے ضامن کرے ھم لیعنے شاہدوں نے گواہی دی کہ مولے نے اپنے غلام کو ہزار درم پر مکاتب کیا بایں مقدار کی یا اسکی قیمت غلام کی یا اسکی ہو اور قاضی نے کتابت کا حکم کیا پھر شاہد رجوع شہادت سے رجوع کیا تو قاضی مولی کو اختیار دیگا سو اگر وہ تضمن شاہدین اختیار کرے تو انکو مکاتب سے بدل کتابت لیعنے کا اختیار نہ رہیگا کہ مکاتب ہزار درم کتابت شاہدین کو دے گا اور اگر مولے اتباع مکاتب اختیار کرے تو شاہد ہو بھی ضمان نہ لے گا کذا فی العالمگیریۃ عن المحیط مختصرا کما یعتق حتی یؤدی ما علیہ ھما او یقضی بالفضل اور مکاتب آزاد نہ ہوگا یہاں تک کہ شاہدوں کو ادا کرے جو انہوں نے بدل کتابت ہوا اور شاہدین غرامت کریں تاندار قیمت کو لیعنے اگر بدل کتابت جو شاہد نے مکاتب سے لیا ہوا کثر ہو اس قیمت سے جسکا وہ ضمان دیچکے ہیں مولے کو تو تاندار کو غرامت کریں چنانچہ صورت مذکورہ میں یا تو انکو حلال طیبہ ہیں اور یا انکو غرامت کریں بہ سبب ہو طرفین کا والولاء للموہ دلو عجز عاد للمولاہ وہ قیمتہ علی الشہود ھم اور مولا مکاتب کی اسکے ذمے کے واسطے ہوا اور اگر مکاتب عاجز ہو گیا دار سے بدل کتابت سے بعد ضمان دینے شاہد وں کے تو پھر آویگا اپنے مولے کی طرف اور مولے اسکی قیمت جو شاہدوں کو بھیر دے وفی الاستیلاد یضمان نقصان فقہا بان تقوم قنہ وام ولد لو جاز معا فضمان ما بینہما اور استیلاد میں شاہدین ضمان دین ام ولد کے انقصان قیمت کا اسطرح پر کہ قیمت ٹھہرائی جائے خالص لونڈی کی اور ام ولد کی اگر اسکی بیع جائز ہوتی تو ضمان دین شاہد اسقدر کا جو دونوں قیمتوں کے مابین میں ہو صورت استیلاد یہ ہو کہ شاہد نے گواہی دی کہ مولے نے اقرار کیا کہ میری لونڈی میری ام ولد ہو اور مولی منکر ہو سو قاضی نے اسکے ام ولد ہونے کا حکم دیا پھر شاہد گواہی سے پھر گئے تو اگر لونڈی کے ساتھ اسکا شوہر اور مولی زندہ ہو تو نقصان قیمت ضمان دین کذا فی الطحطاوی عن البیعی وہکذا فی العالمگیریۃ عن المحیط نقصان قیمت کی مثال مثلا خالص لونڈی کی قیمت تین سو درم ہو اور ام ولد کی درصورت جواز بیع دو سو قیمت ہو تو شاہدوں پر سو درم کا ضمان لازم ہوگا فان مات المولی عتقت وصفا بقیۃ قیمتہا لانہ تبین انہ تمام فی المعین اور اگر مولے مر گیا تو ام ولد آزاد ہوگی اور شاہد اثلثون کو ضمان دین اسکی باقی قیمت کا لیعنے خالص لونڈی کی بقیہ قیمت کا اور پورا بیان اسکا عینی میں ہے وفی القصاص الدیۃ فعلی الشاھد دون عاقلتہ اور قصاص میں دیت ہے شاہدین کے مال میں اور شاہدین مسئولہ علیہ کے وارث ہوں گے ھم لیعنے شاہدین نے گواہی دی کہ شخص خالد نے محمود کو عمدا قتل کیا سو قاضی نے اسکے قتل کا حکم دیا سو خالد مقتول ہوا پھر شاہد گواہی سے پھر گئے تو شاہدوں پر دیت لازم ہوگی بحر الرائق میں سراج سے منقول ہے کہ شاہدوں کے مال سے تین سال میں دیت لیجائیگی اور شاہدوں پر کفارہ نہیں اور میراث سے وہ محروم نہیں لیعنے اگر شاہدین خالد مسئول علیہ کے بیٹے ہوں تو وہ دونوں اسکے وارث ہونگے کذا فی الطحطاوی ولم یقتصا لعدم المباشرۃ اور شاہدین سے قصاص نہ لیا جائیگا بسبب عدم مباشرت کے لیعنے شاہدوں نے اپنے ہاتھ سے اسکو قتل نہیں کیا جو قصاص انپر آتا ولو شہدا بالعفو لم یضمنا لان القصاص لیس بمال الاختیار اور اگر شاہدین نے قصاص معاف کرنے کی گواہی دی تو اس پر ضمان

نہوگا اسواسطے کہ قصاص مال نہین جواُسپر ضمان لازم ہوتا کذا فی الاختیار وضمن شہود الفرع برجوعہم لاضافۃ التلف الیہم اور ضمان لازم ہوگا شہود فرع پر بسبب اُنکے رجوع کے بسبب مضاف ہونے تلف کے اُنکی طرف ہم اسواسطے کہ مجلس قاضی مین شہادت فروع سے صادر ہوئی نہ اصول سے اور قاضی کا حکم اُنھین کی شہادت پر مبنی ہوا کذا فی الطحطاوی لانہم شہود اکاہل یقولوا بعد القضاء لم نشہد الفروع علی شہادتنا او اشہدنا ہم وغلطنا نہ ضمان دین شہود اصول اس قول سے بعد قضا کے کہ ہمنے شہود فروع کو اپنی شہادت پر شاہد نہین کیا یا اس قول سے کہ ہمنے اُنکو شاہد کیا اور ہمنے غلط کیا ہم بعد قضا کے قید اسواسطے لگائی کہ اگر قبل قضا انکار اشہاد اصول کرینگے تو حکم نہوگا اسواسطے کہ اُنھوں نے تحمیل شہادت کا انکار کیا اور حالانکہ وہ ضرور ہی کذا فی الدرر وکذا لو قالوا رجعنا عنہا لعدم اتلافہم ولا الفروع لعدم رجوعہم اور اسی طرح اگر اصول کہین کہ ہمنے شہادت سے رجوع کیا تو اُسپر ضمان نہوگا بسبب عدم اتلاف کے اصول کے جانب سے اور نہ فروع پر ضمان ہوگا بسبب عدم رجوع فروع بعد الحکم کذا بلا اصول ولا غلط فلا ضمان اور اعتبار نہین فروع کے اس قول کا بعد حکم کے کہ اصول جھوٹ بولے یا اُنھون نے غلط کہا تو فروع پر ضمان نہین اسواسطے کہ جو حکم قاضی کا ہوگیا وہ نہین لوٹتا اُنکے قول سے اور فروع اپنی گواہی سے بھی نہین پھرے بلکہ اُنھون نے غیر پر رجوع کی گواہی دی کذا فی الطحطاوی ولو رجع الکل ضمن الفرع فقط اور اگر اصول اور فروع سب گواہی سے پھرے تو فقط فروع ضمان دینگے ھم یہ قول ہی شیخین کا اسواسطے کہ سبب اتلاف وہ شہادت ہی جو مجلس قضا مین قائم ہوئی سو وہ فروع سے پائی گئی اور حجت کے نزدیک مشہود علیہ مختار ہی چاہے اصول سے ضمان لے چاہے فروع سے اسواسطے کہ قضا فروع کی شہادت سے واقع ہوئی اور وہ سے کہ قاضی نے اُنھین کی شہادت معاینہ کی اور اصول کی بھی شہادت سے واقع ہوئی اسواسطے کہ فروع نائب ہین اصول کے نقل شہادت مین اُنکے امر سے کذا فی الدرر وضمن المزکون ولو للدیۃ یا لرجوع عن التزکیۃ مع علمہم بکونہم شہود غلاما فالحا اور ضمان دین مزکی اپنے شہود کی عدالت ظاہر کرنے والے اگرچہ ضمان دیت کا ہو بسبب پھر جانے کے تعدیل سے باوجود اُنکی دانست کے کہ شہود غلام ہین بخلاف صاحبین کے ھم امام کی یہ دلیل ہی کہ حکم مضاف ہی شہادت کے طرف اور شہادت صحیح نہین ہوتی مگر عدالت سے اور عدالت ثابت ہوتی ہی تزکیہ سے تو تزکیہ حکم کی علت کا علۃ ہوا اور صاحبین کی یہ دلیل ہی کہ مزکیون نے تو خوبی شہود کی بیان کی پھر اسسے پھر گئے یعنے اسسے ضمان لازم نہین آتا کذا فی الدرر ضمان دیت کی یہ صورت ہی کہ مزکیون نے شہود زنا کا تزکیہ کیا سو زنا ہی سنگسار ہوا پھر ثابت ہوا کہ شہود غلام یا مجبوس ہین اور مزکیون نے تزکیہ سے رجوع کیا تو ضمان مزکیون پر ہوگا اور اگر تزکیہ سے رجوع نکرین اور یہ زعم کرین کہ وہ آزاد ہین تو اُنپر ضمان نہین اور نہ شہود پر کذا فی الطحطاوی اما مع الخطاء فلا اجماعا یعنی اور خطا کے ساتھ تو مزکیون پر ضمان نہین بالاتفاق امام اور صاحبین ھم خطا کی یہ صورت ہی کہ مزکی کہے کہ مین نے خطا کی تزکیہ شہود مین کذا فی الطحطاوی وضمن شہود التعلیق قیمۃ القن ونصف قیمۃ المدبر قبل الدخول وضمان دین شہود تعلیق کی قیمت غلام اور نصف مہر کی قبل دخول زوج ھم صورت اسکی یہ ہی کہ شاہدین نے گواہی دی کہ مولےٰ نے اپنے غلام سے کہا کہ اگر تو گھر مین داخل ہوگا تو تو آزاد ہی یا زوج نے اپنی زوجہ سے کہا کہ اگر تو گھر مین داخل ہوگی تو تو مطلقہ ہی اور حالانکہ عورت سے قربت نہین ہوئی پھر اور شاہدون نے وجود شرط یعنے دخول دار کی گواہی دی پھر فریقین نے بعد حکم قاضی شہادت سے رجوع کیا تو ضمان شہود دین پر ہوگا نہ شہود شرط پر کیونکہ شہود دین شہود علت حکم ہین اسواسطے کہ تلف حاصل نہین ہوا مگر اعتاق اور تطلیق سے اور یہ دونون کے شاہدون نے یہ کلمہ ثابت کیا اور تعلیق بالشرط مانع تھی تو شرط پائی جانے کے نزدیک تلف مضاف ہوا اپنی علت کی طرف بسبب زائل ہونے مانع کے کذا فی الدرر اور بعد دخول اگر رجوع ہوگا تو شہود تعلیق پر ضمان لازم نہوگا بسبب استیفا منافع نکاح کذا فی الطحطاوی لا شہود الاحصان لانہ شرط بخلاف التزکیۃ لانہا علۃ ودضمان لازم ہوگا شہود احصان کو اسواسطے کہ احصان شرط ہی بخلاف تزکیہ کے کہ وہ علت ہی ھم صورت اسکی ہی کہ چار گواہ بیان زنا کی گواہی دی اور دو گواہون نے کہا کہ زانی محصن ہی پھر سب گواہ شہادت سے پھر گئے تو ضمان شہود زنا پر ہوگا کیونکہ زنا علت ہی اور شہود احصان پر ضمان نہوگا کیونکہ احصان علامت ہی شرط حقیقی نہین بہتر یہ تھا کہ شارح کہتا کہ تزکیہ علۃ العلۃ ہی کیونکہ علت تو شہادت ہی کذا فی الطحطاوی والشرط اور نہ ضمان لازم ہوگا شہود شرط پر یعنے وجود فرط کے شہود پر چنانچہ اُنکا بیان شہود تعلین مین ہوچکا ولو وجدہم علی العکس

عینی اگرچہ فقط شہود شرط کی شہادت سے پھر جائیں بالرجوع شہود تعلیق تو بھی بقول صحیح اُنپر ضمان نہیں کذا فی العینی ھ شمس الائمہ نے کہا کہ مذہب صحیح یہ ہو کہ شہود شرط کسی حال میں ضمان مدین نہیں چنانچہ زیادات میں منصوص ہو کذا فی فتح القدیر قال و ضمن شاھد الایقاع لا التفویض لانہ علۃ و التفویض سبب یعنی نے کہا اور ضمان شاہد ایقاع کا نہ تفویض کا اسواسطے کہ ایقاع علت ہو اور تفویض سبب ھ بحر الرائق میں ہو شاہدین کو اسی عورت نے کہا کہ تو طلاق دی گئی اپنی ذات کو اور وہ اور گواہوں نے کہا کہ عورت نے اپنی ذات کو طلاق دی اور یہ ماجرا قبل دخول تھا پھر شوہر گواہوں سے پھر گئے تو ضمان شہود طلاق پر ہوگا انتہے اسی ضبط اور علت و سبب علامت میں فرق دریافت کرنا چاہیے اہل اصول کے نزدیک شرط وہ ہے جو وجود کی موقوف علیہ ہو اور حکم میں نہ موثر ہو نہ اسکی طرف مضفی ہو اور علت وہ ہے جو حکم میں موثر ہوا اور سبب وہ ہے جو حکم کی طرف مضفی ہو بلا تاثیر اور علامت وہ ہے جو حکم پر دلالت کرے اور وجود کی موقوف علیہ نہو کذا فی الطحطاوی واللہ اعلم و استغفر اللہ الکریم

کتاب الوکالۃ

یہ کتاب ہے وکالت کے احکام میں ھ وکالت بفتح و کسر اول لغت میں اسم ہے توکیل سے اور توکیل یہ کہ تو اپنا کام وکیل کو سپرد کرے اسپر اعتماد کرکے اپنی آسائش یا عاجزی کی سبب سے اور وکیل وہ شخص ہے جو قائم مقام مالک متعلق ہو تو وہ فعیل ہے بمعنی مفعول اپنے جیسے کی طرف امر مولکول ہو کذا فی فتح القدیر بحر الرائق میں ہو کہ وکیل بمعنی فاعل بھی ہوتا ہے جیسے بمعنی حافظ ہو چنانچہ اس آیت میں حسبنا اللہ و نعم الوکیل طحطاوی نے کہا اور یہ بھی صحیح ہے کہ آیت میں وکیل بمعنی مفوض الیہ ہو صناسیتہ ان کلا من الشاھد والوکیل سائح و تحصیل و افادہ مناسبت کتاب الوکالۃ کی کتاب الشہادۃ سے یہ ہے کہ شاہد اور وکیل ہر ایک کوشش کرنے والا ہے اپنے غیر کی تحصیل مراد میں یعنے شاہد مدعی کی مراد اور وکیل موکل کی مراد میں ساعی ہے الوکیل صحیح بالکتاب والسنۃ قال اللہ تعالیٰ (فَابْعَثُوْٓا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ) غیر کو اپنا وکیل کرنا صحیح ہے قرآن اور حدیث سے حق تعالے نے فرمایا اصحاب کہف کی حکایت میں سو بھیجو ایک شخص کو اپنے درہم لیکر ھ وجہ استدلال یہ ہے کہ یہ بھیجنا بطریق توکیل تھا اور شرائع سابقہ ہمارے واسطے حجت ہیں جبکہ انکا رد انکار رسول بیان کرے بلا انکار اور انکا فتح ظاہر ہو کذا فی فتح و وکل علیہ الصلوۃ والسلام حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ اضحیۃ اور رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے حکیم بن حزام کو وکیل کیا قربانی کی خرید میں ھ ابوداؤد نے اس سند سے روایت کی جسمیں ایک راوی مجہول ہے کہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے حکیم بن حزام کو ایک دینار دیکر بھیجا کہ اسکے واسطے قربانی خرید کرے سو حکیم نے بعوض ایک دینار کے قربانی خریدی اور اسکو بعوض دو دیناروں کے بیچا پھر ایک دینار سے دوسری قربانی خریدی اور ایک دینار اور قربانی رسول علیہ الصلوۃ والسلام کے پاس لائے تو رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے دینار کو تصدق کیا اور انکی تجارت کے واسطے برکت کی دعا کی اور بانند اسکے ترمذی میں ہو بالجملہ توکیل ثابت ہوئی اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہو کذا فی فتح القدیر و علیہ الاجماع اور اتفاق ہر دھر خاص و عام کانت و کیل فی کل شئ عم الکل حق الطلاق قال الشہید وبہ یفتی و خصہ ابو اللیث بغیر طلاق و عتاق و وقف و اعتمدہ فی الاشباہ و خصہ قاضیخان بالمعاوضات فلا یلی التبرعات وھو المذھب کما فی تنویر البصائر و زواہر الجواہر و سیجیء ان بہ یفتی و اعتمد فی الملتقط فقال اما الھبات والعتاق فلا یکون وکیلا عند ابی حنیفہ خلافا لمحمد اور توکیل خاص ہو اور عام ہو چنانچہ موکل کا یہ قول کہ تو میرا وکیل ہی ہر چیز میں یہ توکیل عام اور شامل ہو سب تصرفات کو یہاں تک کہ طلاق کو بھی شہید نے کہا اور اسی عموم کا فتوی ہو اور فقیہ ابو اللیث نے اسکو بغیر طلاق اور عتاق اور وقف کے مخصوص کیا ہو اور اسی پر اعتماد کیا ہو اشباہ میں اور قول مذکور کو قاضی خان نے معاوضات کے ساتھ مخصوص کیا ہو تو عتق اور تبرعات میں وکیل تصرف نہ کریگا اور یہی مذہب فتوی ہو چنانچہ تنویر البصائر اور زواہر الجواہر میں ہو اور آگے آویگا کہ اسی قول کا فتوی ہو اور اسی پر ملتقط میں اعتماد کیا ہو سو کہا کہ ھبات اور عتاق میں تو وہ شخص وکیل نہوگا ابو حنیفہ کے نزدیک بخلاف محمد ھ توکیل عام کی یہ بھی مثال ہو کہ جو کچھ تو کہے وہ جائز ہے اور تیرا امر جائز ہے ہر چیز میں اور توکیل خاص کی مثال یہ ہو کہ تو میرا وکیل ہو اس گھر کی خرید میں ھ کذا فی الطحطاوی و فی الشرنبلالیۃ و لو لم یکن الموکل صناعۃ معروفۃ فالوکالۃ باطلۃ اور غیر خالیہ

ہین ہی کہ اگر موکل کا کوئی پیشہ مشہور نہو تو وکالت باطل ہی ص یہ قول کہ یعنی تجھکو وکیل کیا اپنے جمیع امور ہین اور قائم کیا تجھکو بجاے اپنی ذات کے توکیل عام نہین ہی تو اگر موکل کا کوئی پیشہ معینہ ہو جیسا کہ تجارت مثلاً تو وہ تجارت کا وکیل ہوگا اور اگر اسکا کوئی پیشہ مقرری نہین اور معاملات اسکے مختلف ہین تو وکالت باطل ہی کذا فی فتح القدیر وھو اقامۃ الغیر مقام نفسہ فی خصوص او عموم فی تصرف جائز معلوم اور اصطلاح شرع مین توکیل قائم کرنا ہی غیر شخص کو اپنی ذات کے مقام پر آسائش یا عاجزی کی جہت سے اُس تصرف مین جو جائز اور معلوم ہو ص جائز کی قید سے یہ خارج ہوگیا کہ صغیر غیر شخص کو اپنی زوجہ کی طلاق یا اپنے غلام کے عتق یا اپنے مال کے ہبہ کرنے مین وکیل کرے اور معلوم کی قید سے تصرف مجہول کی توکیل خارج ہوگئی اگر کوئی کہے کہ توکیل عام جائز ہی انمین تصرف معلوم نہین انکا جواب یہ ہی کہ توکیل عام فی الحال معلوم ہی تو اگر اصلا معلوم نہو جیسا کہ وہ شخص جسکے معاملات بکثرت ہین تو توکیل باطل ہی کذا فی الطحطاوی فلو جہل ثبت الادنی وھو الحفظ تو اگر تصرف مجہول ہو تو ادنے ثابت ہوگا اور وہ نگہبانی ہے ص تصرف مجہول جیسا کہ موکل نے وکیل سے کہا کہ یعنی تجھکو وکیل کیا اپنے مال کا کذا فی الفتح القدیر ہین ہی کہ اگر تصرف معلوم نہو تو ادنے تصرفات وکیل ثابت ہوگا وہ فقط حفظ ہی امام محبوبی نے کہا کہ جب غیر سے کہا کہ تو میرا وکیل ہی ہر شی مین تو فقط حفظ کا وکیل ہوگا انتہے درر مین ہی کہ قول مذکور مین فقط حفظ اسواسطے مراد ہوا کہ نصت مین وکالت بمعنی حفظ کے ہی ممن یملکہ ای التصرف نظرا الی اصل التصرف وان امتنع فی بعض الاشیاء لعارض الملک ابن کمال تو وکیل غیر کو قائم کرنا ہوا اپنے مقام پر اس شخص کی جانب سے جو تصرف کا مالک ہی بنظر اصل تصرف کے اگرچہ تصرف موکل کو متنع ہو بعض اشیا مین بسبب عارضہ نہی شارع کے کذا ذکرہ ابن کمال ص اصل تصرف کی ملک سے مراد یہ ہی کہ متصرف کا کوئی شخص مانع اور معارض نہو تصرف مین قطع نظر حکم شرعی کے تو اسمین داخل ہوگیا وکیل کرنا مسلم کا ذمی کو خمر اور خنزیر کی بیع مین اور محرم کا غیر محرم کو شکار کی بیع مین اور یہ قول مبنی ہی اسپر کہ اصل اشیا مین اباحت ہی ملک تصرف موکل اسواسطے شرط ہوئی کہ وکیل تو ولایت تصرف کی موکل سے حاصل کرتا ہی کذا فی الطحطاوی ملخصا فلا یصح توکیل مجنون وصبی لا یعقل مطلقا وصبی یعقل یتصرف ضارا نحو طلاق وعتاق وھبۃ وصدقۃ تو صحیح نہین وکیل کرنا مجنون اور صغیر غیر عاقل کا مطلقا خواہ تصرف ضار ہو یا نافع یا نفع اور ضرر دونون کا محتمل ہو اور صحیح نہین وکیل کرنا صغیر عاقل کا تصرف ضار مین جیسا کہ طلاق اور عتاق اور ہبہ اور صدقہ مین ص توکیل مجنون اور صغیر اسواسطے صحیح نہین کہ وہ تصرف کی مالک نہین اور معلوم ہو چکا کہ توکیل مین موکل کا متصرف ہونا شرط ہی وھو بما ینفعہ بلا اذن ولیہ کقبول ھبۃ او صحیح ہی صغیر عاقل کا وکیل کرنا بدون اذن اسکے ولی کے اس تصرف مین جو صغیر کو نافع ہی جیسا کہ ہبہ قبول کرنا وھو بما تردد بین ضرر ونفع کبیع ولجارۃ ان ماذونا والا توقف علی اجازۃ ولیہ کالوبا لغبہ نفسہ اور صحیح ہی صغیر عاقل کا وکیل کرنا اس تصرف مین جو ضرر اور نفع کا محتمل ہی جیسا کہ بیع اور اجارہ بشرطیکہ صغیر مذکور ماذون ہو تصرف مسطورہ مین اور اگر اسکو اسکے ولی نے اذن نہ دیا ہو تصرف کا تو وکالت موقوف رہیگی اسکے ولی کی اجازت پر چنانچہ اگر صغیر عاقل بذات خود بیع یا اجارہ کا مباشر ہوا بلا اذن تو وہ تصرف بھی ولی کی اجازت پر موقوف رہیگا ولا یصح توکیل عبد محجور اور صحیح نہین وکیل کرنا غلام ممنوع التصرف کا وھو لو ماذونا او مکاتبا اور صحیح ہی وکیل کرنا غلام ماذون یا مکاتب کا توقف توکیل مرتد فارا سلم نفذ وان مات او لحق او قتل لاخلافا لھما اور موقوف رہیگا وکیل کرنا مرتد کا سو اگر وہ مسلمان ہوگیا تو توکیل نافذ ہی اور اگر حالت ارتداد مین مرگیا معاذ اللہ یا دار الحرب مین جا ملا یا مقتول ہوا تو توکیل نافذ نہین بخلاف ما جیئ کے وھو توکیل مسلم ذمیا بیع خمر او خنزیر وشرائھما کما مر فی البیع الفاسد وھو محرما بیع صید وان امتنع عنہ الموکل لعارض النھی کما قدمنا متنبہ اور صحیح ہی وکیل کرنا مسلم کا ذمی کو شراب اور سور کے بیچنے اور انکے خریدنے مین جیسا کہ مذکور ہو چکا بیع فاسد مین اور صحیح ہی وکیل کرنا محرم کا غیر محرم کو شکار کے بیع مین اگرچہ فعل مذکور سے موکل ممتنع ہو بسبب عارضہ نہی شارع کے جیسا کہ پہلے مقدم ذکر کر دیا ثم کی تعریف مین سوا گاہ ہو جا تم ذکر شرط الوکیل فقال اذا کان الوکیل یعقل العقد پھر مصنف نے موکل کی شرط کے بعد وکیل کی شرط کو ذکر کیا سو یون کہا کہ جب وکیل عقد کو سمجھتا بوجھتا ہو ص یعنے وکیل مین اتنی عقل شرط ہی کہ جانتا ہو کہ خرید کرنا جالب ثمن ہی اور رسالت ثمن ہی اور بیچنا جالب ثمن اور سالب مبیع ہی اور غبن فاحش کو غبن یسیر سے تفرقہ کرتا ہو اور ظاہر اصغیر عاقل مین بھی عقل کی یہی تفسیر ہی کذا فی الطحطاوی لو صبیا او عبدا محجورا اگرچہ وکیل صغیر

غیر ماذون یا غلام غیر ماذون ہو مع محجور صبی اور عبد دونوں کی صفت ہو تو معلوم ہوا کہ وکیل متعلق شرط ہو بلوغ اور حریت شرط نہیں لانہ یصح ان الکلام لان فی صحۃ الوکالۃ لا فی صحۃ تبعیۃ الوکیل فلذا لم یقل ویقصد تبعا لکن یرد بانہ شدید تنبہ کہ اب سیاق میں صحت وکالت میں گفتگو ہے نہ بیع وکیل کی صحت میں تو اسی واسطے مصنف نے یہاں یوں نہ کہا کہ وکیل عقد کا قصد کرے باتباع صاحب کنز و عدم ذکر مع ہدایہ اور وقایہ اور درر وغیرہا میں وکیل کی شرط میں یوں مذکور ہے کہ یتعقل العقد ویقصدہ یعنے وکیل میں شرط یہ ہے کہ عقد کا تعقل کرے اور اسکا ارادہ کرے قصد کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر وکیل بطریق ہزل یا اکراہ کے بیع کریگا تو موکل کی طرف سے واقع نہوگی شارح نے کہا کہ درصورت عدم قصد اگرچہ بیع صحیح نہیں لیکن یہاں گفتگو صحت وکالت میں ہے نہ صحت بیع میں تو اس لفظ کے زیادہ کرنے کی کچھ حاجت نہیں ثم ذکر ضابط الموکل فیہ فقال کل ما یباشرہ الموکل بنفسہ لنفسہ ✻ پھر مصنف نے قاعدہ موکل کا توکیل میں ذکر کیا یعنے صحیح ہے وکیل کرنا ہر ایک اس چیز میں جسکو موکل بذات خود کرتا ہے اپنی ذات کے واسطے مع لنفسہ کی قید اسواسطے لگائی تا وکیل سے احتراز ہو جاوے اسواسطے کہ وکیل کو جائز نہیں دوسرے کو وکیل کرنا اس کام میں جسمیں وہ وکیل مقرر ہوا کیونکہ وکیل غیر کے واسطے تصرف کرتا ہے نہ اپنے واسطے اگر کوئی کہے کہ کلیہ توکیل کا صحیح نہیں اسواسطے کہ موکل استقراض کا مباشر ہوتا ہے بذات خود اپنے واسطے اور استقراض کے توکیل کا مالک نہیں ہے اسکا جواب یہ ہے کہ درصورت اضافت الی الموکل توکیل صحیح ہے اسواسطے کہ خانیہ میں مصرح ہے کہ اگر استقراض کا وکیل ہوا تو اگر وکیل نے استقراض کو موکل کی طرف مضاف اور منسوب کیا تو استقراض موکل کے واسطے ہوگا اور نہیں تو وکیل کے واسطے کذا فی الطحطاوی فشمل الخصومۃ تو توکیل شامل ہوئی خصومت کو ہم مصنف کا یہ قول بکل ما یباشرہ بتبع کنز وغیرہ کے اس قول سے بکل ما لعقدہ اسواسطے کہ مصنف کا قول قصد اور غیر عقد یعنے خصومت وغیرہا کو شامل ہے خصومت لغت میں بمعنی جدال ہے اور شرع میں ہاں یا نہیں کا جواب ہے یعنے مدعی نے کوئی دعوی کیا اور مدعا علیہ نے اسکے جواب میں اقبال لیا یا انکار یہ حقیقت شرعی ہے خصومت کی اور جوہرہ میں ہے کہ خصومت عبارت ہے دعوے صحیح اور جواب صریح سے کذا فی الطحطاوی فلذا قال فصح بخصومۃ فی حقوق العباد بر حتی الخصم تو اسی واسطے مصنف نے کہا صحیح ہے وکیل کرنا اس خصومت میں جو حقوق العباد میں ہے مخاصم کی رضامندی سے وجوازہ بلا رضاہ وبہ قالت الثلثۃ اور صاحبین نے توکیل کو بدون رضامندی مخاصم کے تجویز کیا ہے اور یہی قول ہے ائمہ ثلثہ کا ہم ائمہ اور صاحبین کا خلاف لزوم توکیل میں ہے نہ جواز میں یعنے ائمہ کے نزدیک اگرچہ بدون رضاے مخاصم جائز ہے لیکن بدون اسکے راضی ہونے کے لازم نہیں بخلاف صاحبین مذہب صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ خصومت میں وکیل کرنا اپنے خالص حق میں تصرف کرنا ہے تو موقوف نہوگا غیر کی رضامندی پر اور ائمہ کی دلیل یہ ہے کہ جواب مستحق ہے مخاصم پر اور لوگوں کی عادت خصومت میں تفاوت ہوتی ہے تو اگر لزوم توکیل کے ہم قائل ہوے تو مخاصم کا ضرر ہوگا لہذا اسکی رضا پر موقوف ہے کذا فی الطحطاوی وعلیہ فتوی ابی اللیث وعنہ وہو اختارہ العتابی وہو صحیح فی النہایۃ والمختار للفتوی تفویضہ للحکم ط اور صاحبین کے قول پر فقیہ ابو اللیث کا فتوی ہے اور پسند کیا ہے اسکو عتابی نے اور صحیح کیا ہے اسکو نہایہ میں اور فتوے کے واسطے یہ ہے کہ اسکو حاکم کی راے پر مفوض کرنا چاہیے کذا فی الدرر ہم درر میں ہے کہ اگر قاضی کو لعنت اور سرکشی مخاصم کی عدم قبول وکالت میں معلوم ہو تو مخاصم کو دخل نہ دے اور وکیل کو قبول کرے اور اگر معلوم ہو کہ موکل کو وکیل کرنے سے ضرر رسانی مخاصم کی مراد ہے تو توکیل قبول نکرے بدون رضاے خصم اور یہ مختار رضی کا ہے چنانچہ کافی میں ہے انتہ ط وطاوسی نے بزازیہ سے نقل کیا کہ تفویض الی الحاکم نظیر سابق تھا جبکہ قاضی اہل دین اور صلاح تھے اور اس زمانہ کے قاضیوں کی اختیار دینے میں تو فساد ہی انتہے واللہ تعالی اعلم لا ان یکون الموکل مولیا لا یمکنہ حضور مجلس الحکم بقدمیہ ابن کمال تو توکیل بدون رضاے مخاصم لازم نہیں مگر یہ کہ موکل ایسا ہو کہ اسکو حاضر ہونا مجلس حکم میں اپنے قدموں سے ممکن نہو تو اسکے توکیل لازم ہوگی بدون رضامندی مخاصم کے ہم خواہ موکل مدعی ہو یا مدعا علیہ اذ نائبا مناب مسقن یا موکل غائب القدر مدت سفر ہو یعنے اگر تین منزل غائب ہو تو توکیل بلا رضاے خصم لازم ہم یہ اس صورت میں ہے جبکہ مخاصم انتظار نکرے ولہذا محیط ہے کہ اگر موکل مریض یا مسافر ہو تو توکیل دونوں سے لازم نہیں بدون رضاے خصم بلکہ مدعی سے کہنا چاہیے کہ اگر تو اپنے مخاصم کا جواب چاہتا ہے تو صبر کر تا ارتفاع عذر اور اگر صبر نہیں کرتا تو توکیل سے راضی ہو یہاں تک کہ وہ راضی ہو جاے تو توکیل لازم ہوگی ظاہر الروایۃ میں بقدر مدت سفر کی قید اسواسطے لگائی کہ جو مدت سفر سے کم ہے حکم غیبت تو

بمنزلہ حضور کے ہے کذا فی الطحطاوی اور میں یہ کہتا ہوں کہ اگر وکیل نے یہ کہا کہ میں سفر کا ارادہ رکھتا ہوں تب تو وکیل لازم ہے اور کفایت کرتا ہے وکالت کو اتنا کہنا کہ میں سفر کا ارادہ رکھتا ہوں کذا ذکرہ ابن کمال ص یہ اس صورت پر محمول ہے جبکہ مخاصم موکل کے قول کی تصدیق کرے مثلاً بحر الرائق میں ہے کہ ارادہ سفر امر باطنی ہے تو اسپر دلیل چاہیے اور وہ یا خصم کی تصدیق ہے یا قرینہ ظاہرہ سفر کا اور یہ قول اسکا مقبول ہے میں کہ میں سفر کا ارادہ رکھتا ہوں لیکن قاضی اسکے حال کو ملاحظہ کرے اور اسکے میلان میں اسواسطے کہ مسافر کا سامان مخفی رہتا ہے کذا فی الطحطاوی او محذرۃ لم تختلط الرجال کما مر یا عورت پردہ نشین ہو جو مرد سے مخالطت نہیں رکھتی ہے چنانچہ پارسا اور متہادہ میں مذکور ہو چکا کہ محذرہ کی شہادت پر شہادت مسموع ہے ص پردہ نشینی عذر ہے متاخر کیجئے نزدیک بدلیل استحسان اسواسطے کہ اگر پردہ نشین کچہری میں جا حاضر بھی ہو تو اپنے حق کی گفتگو نکر سکے گی حیاکے سبب تو اسکو توکیل لازم ہے اگرچہ مخاصم رانی ہو کذا فی الطحطاوی او حالتہا او نفساء والعالم بالمسجد ذکرہ الخصاف بالتاخیر بحیض یا نفاس والی عورت ہو اور حاکم مسجد میں ہو تو توکیل لازم ہے جبکہ مخاصم تاخیر جواب سے راضی نہو کذا فی البحر ص اور اگر تاخیر سے راضی ہو تو حیض اور نفاس عذر نہو کا لازم تو کیل میں کذا فی البحر ایضاً او محبوسا من غیر حاکم ہذہ الخصومۃ فلو منہ فلیس بعذر بزازیہ بخانیہ یا موکل محبوس ہو اس حاکم کی جانب سے جسکے پاس مقدمہ رجوع نہیں تو اگر حبس اس حاکم کی طرف سے ہو جسکے پاس مقدمہ رجوع ہے تو حبس عذر نہیں کذا فی البزازیہ بخانیہ ص اسواسطے عذر نہیں کہ محبوس اس حاکم کے اختیار میں ہے اسکو حبس سے نکالے اور دعوی کا حوالے پھر محبوس مدعی ہو تو دعوی کرے اگر ناظر دعوے سے راضی نہو پھر اسکو قید کرے کذا فی البحر او الحبس الاعتقی خانیہ یا موکل دیکھ خوب نکر سکتا ہو تو توکیل لازم ہے کذا فی الخانیہ یعنے اگر قاضی معلوم کرے کہ موکل عاجز ہے بیان خصومت یا ذات خود تو وکالت اسکی قبول کرے اگرچہ خصم راضی نہو لا یکون مع الخصم ان کان للموکل شریف خاصم وجوبہ بالشریف وغیرہ سواء بحر لزوم توکیل میں عذر نہیں اگر موکل مرد شریف مخاصم ہو کہ شرم سے مخاصمہ نہ کر سکے یا عورت شریفہ اور غیر شریف برابر ہے کذا فی البحر وللمدعی قبل السماع الحاکم الرجوع عن الرضی قبل السماع الحاکم الرجوع لا بعدہ قنیہ اور مخاصم کو جائز ہے پلٹ جانا وکالت کی رضامندی سے حاکم کے دعوی سننے سے پہلے اور پلٹ جانا جائز نہیں سماعت دعوی کے بعد کذا فی القنیہ ص رجوع جائز ہے اگرچہ بعد سننے کے ہو اور قنیہ میں امکیت کی قید اتفاقی ہے کذا فی البحر ولو تخلف فی تونہا فخذہ اذا من بنات کلا تراف فالقول لہا مطلقا ولو ثیبا فیرسل امینہ لیخلفہا مع شاہدین بحر عن الخانیہ المصنف اور اگر تخاصم میں اختلاف کرے عورت کے پردہ نشین ہونے میں تو اگر عورت معاملہ اشراف کی بیٹیوں میں سے ہو تو عورت ہی کا قول معتبر ہے ہر طرح اگرچہ باکرہ عفیفہ ہو تو قاضی اپنا امین دو شاہدوں کے ساتھ اسکے پاس بھیجے تاکہ اسسے قسم لے کذا فی البحر اور ثابت رکھا ہے اسکو مصنف نے اپنی شرح میں ص امین کے ساتھ دو شاہد اسواسطے جاویں تاکہ امین کو اطلاع کریں کہ ہاں یہ وہی عورت ہے دوسری عورت نہیں طحطاوی کہا اور دو اور شاہد گواہی دیں اسکے حلف یا نکول پر وان من الاوساط فالقول لہا لو بکرا وان ھی من الاسافل فلا فی الو عملا بالظاہر مزازیہ اور اگر عورت متوسط لوگوں کی بیٹیوں سے ہو تو عورت کا قول معتبر ہے اگر وہ باکرہ ہے اور اگر عورت کمینوں اور ارذال سے ہو تو اسکا قول پردہ نشینی میں معتبر نہیں دونوں صورتوں میں خواہ باکرہ ہو خواہ ثیبہ ظاہر پر عمل کرنے سے کذا فی البزازیہ ص عمل بظاہر سائل ہے اسکی علت ہر یہ ظاہر حال یہ ہے کہ اشراف کی بیٹیاں مطلقاً پردہ نشین ہوتی ہیں اور اوساط کی بیٹیاں درصورت بکارت البتہ پردہ نشین ہوتی ہیں اور کمینوں میں مطلقاً پردہ نہیں طحطاوی کہا ظاہر اشراف سے عرفی باشراف مراد ہیں تو اغنیای دنیاوی اسمیں داخل ہیں کہ انکی بیٹیاں نہیں نکلتی ہیں اگرچہ علما اور سادات کی بنات سے نہوں و صحح بایفائہا وکلا باستیفائہا الا فی حد وقو دبغیبۃ موکلۃ عن المجلس یلتقی اور صحیح ہے وکیل کرنا حقوق کے لینے دینے میں اور اسی طرح حقوق کے لینے میں مگر حد اور قصاص کے دینے لینے میں وکالت صحیح نہیں مگر حد اور قصاص کے دینے لینے میں درصورت غائب ہونے موکل کے مجلس ایفا اور استیفا سے کذا فی الملتقی ص ایفا سے مراد دینا ان حقوق کا ہے جو موکل پر واجب الادا ہیں اور استیفا سے قبض یعنے لینا حقوق موکل کا مراد ہے اور حد اور قصاص میں ایفا کی وکالت اسواسطے صحیح نہیں کہ حد اور قصاص گنہگار پر جاری ہوتا ہے سو وہ موکل ہے نہ اسکا وکیل اور استیفای حد اور قصاص موکل کی غیبت میں اسواسطے صحیح نہیں کہ حدود دفع ہو جاتے ہیں شبہات سے اور شبہہ معاف کر دینے کا موکل کی غیبت میں موجود ہے یعنے اگر شاید موکل حاضر ہوتا تو معاف کر دیتا کذا فی الطحطاوی وحقوق عقد کالبیع من اضافتہ ای ذلک العقد الی الوکیل کبیع واجارۃ

وصح عن اقرار یتعلق به مادام حیا او نائبا ابن ملک اور جس عقد کی نسبت وکیل کی طرف ضرور ہو چنانچہ بیع اور اجارہ اور صلح اقرار کی نوعیتکے حقوق وکیل سے متعلق ہیں حیتک وہ زندہ ہو اگرچہ وہ غائب ہو کذا صح ابن ملک ھ اضافت الی الوکیل سے اسناد فی الصیغہ مراد ہے چنانچہ وکیل کا یوں کہنا کہ میرے اس گھر کو بیچا یا موکل کا فلانا گھر میرے بیچا یا اجارہ دیا اور اگر موکل کی طرف نسبت کریگا بطور پیام رسانی کے کہ یہ گھر موکل نے بیچا تو وکیل نہ ہے گا فضولی ہو جائیگا محیط میں ہے کہ اگر وکیل مرگیا امام فضلی نے کہا تو عقد کے حقوق اسکے وصی کی طرف منتقل ہونگے نہ موکل کی طرف اور اگر وصی نہو تو حاکم وصی قائم کرے اور یہی قول معقول ہے اور بعضوں نے کہا کہ بعد ارث وکیل قبض کی ولایت موکل کی طرف منتقل ہونگی تو فتوے کے تردد کیا احتیاط کرنا چاہیے انتہے کذا فی الطحطاوی وان لم یکن بحجر ا لتبرطیکہ وکیل محجور نہ ہو یعنے ممنوع التصرف نہو ھ یہ اعتراز ہے صغیر محجور اور غلام محجور سے اسواسطے کہ انکی وکالت جائز ہے لیکن دونوں کے حقوق عقد موکل کی طرف راجع ہونگے کذا فی الدر کتسلیم مبیع وقبض ثمن ورجوع بعیب واستحقاق وخصومۃ فی عیب بلا فصل بین حضور موکلہ وغیبتہ کما ھو العاقل حقیقۃ وحکما حقوق عقد کے جیسے مبیع کا تسلیم کرنا اور مبیع کا قبض کرنا اور ثمن کا قبضہ کرنا اور ثمن کا پھیر لینا یا پھیر دینا استحقاق مبیع کے وقت اور خصومت کرنا عیب مبیع میں بدون فرق کے درمیان حاضر ہونے اپنے موکل کے اور اسکے غائب ہونے کے یعنے خواہ موکل حاضر ہو یا غائب لیکن حقوق فقط وکیل ہی سے متعلق ہیں اسواسطے کہ وکیل ہی تو عاقد ہے حقیقۃً وحکماً حکم عقد قائم ہوتا ہے کلام سے اور کلام صادر ہوتا ہے وکیل سے تو وہی حقیقت میں عاقد ٹھہرا اور احکام عقد کے وکیل ہی کی طرف راجع ہونے ہیں تو وہی حکماً عاقد ہوا لکن فی الجوھرۃ لو حضرا فالعھدۃ علی احذ الثمن لا العاقد فی اصح الاقاویل لیکن جوہرہ میں ہے کہ اگر موکل اور وکیل دونوں حاضر ہوں تو عہدہ حقوق عقد کا ثمن کے لینے والے پر ہی نہ عاقد پر اصح الاقاویل میں ولو اضاف العقد الی الموکل تتعلق الحقوق بالموکل اتفاقا ابن ملک فلیحفظ فانہ لابد فیہ ما فیہ ولذا قال ابن کمال یکتفی بالاضافۃ لنفسہ فافھم اور اگر وکیل نے عقد کی نسبت موکل کی طرف کی تو حقوق عقد کے موکل سے متعلق ہونگے بالاتفاق کذا صح ابن ملک سو اسکو یاد رکھنا چاہیے تو مصنف کا اس قول میں کہ نسبت عقد کی وکیل کی طرف ضرور ہے وہ خلل ہے جو اسمیں ہے اور اسی واسطے ابن کمال نے کہا کہ وکیل کفایت کرے اپنی ذات کی نسبت پر یعنے اسوقت حقوق عقد متعلق بوکیل ہونگے سو اسکو یوں چاہیے تھا صاحب شارح یہ ہے کہ وکالت میں نسبت کرنا عقد کا وکیل کی ذات کی طرف ضرور نہیں چنانچہ ابن ملک کی تصریح سے معلوم ہوا تو مصنف کا لابد کہنا بے محل ہے طحطاوی نے کہا یزازیہ اور خلاصہ میں ابن ملک کے مخالف ہے یعنے خرید عبد کا وکیل مالک عبد کے پاس گیا سو غلام کے مالک نے کہا کہ یہ غلام یعنی موکل کا ہے بھیجا اور وکیل نے کہا کہ یعنے قبول کیا تو بیع موکل کو لازم نہیں اسواسطے کہ وکیل نے امر موکل کے خلاف کیا اسواسطے کہ اسکا امر یہ تھا کہ عہدہ اسکے طرف راجع نہو سو راجع کر دیا اور ابو القاسم صفار نے کہا صحیح قول یہ ہے کہ وکیل وکیل فرما فضولی ہو گیا اور عقد موقوف رہے گا موکل کی اجازت پر انتہے تو معلوم ہوا کہ وہ وکیل نہ رہے گا مگر جبکہ عقد کو اپنی ذات کی طرف نسبت کرے اور اگر موکل کی طرف نسبت کریگا تو اسمیں اختلاف مذکور ہے اور منع الغفار میں ہے کہ وکیل کی قید اسواسطے لگائی کہ رسول کی طرف حقوق عقد راجع نہیں ہوتے اور رسول کی شرط یہ ہے کہ اپنے بھیجنے والے کی طرف عقد کو نسبت کرے انتہے مافی الطحطاوی مختصراً تو معلوم ہوا کہ مصنف کا لابد کہنا بے محل تھا وشرط الموکل عدم تعلق الحقوق بہ ای بالوکیل لغو باطل جوھرہ اور شرط کرنا موکل کا نہ متعلق ہونا حقوق کا وکیل سے لغو اور باطل ہے کذا فی الجوہرہ والملک یثبت للموکل ابتداء فالصحیح اور وکیل کے عقد سے موکل کی ملک ثابت ہوتی ہے سرے سے قول اصح میں ھ یہ قول ابو طاہر کا ہے اور کرخی کا یہ قول ہے کہ پہلے ملک وکیل کی ثابت ہوتی ہے پھر موکل کی طرف منتقل ہوتی ہے فلا یعتق قریب الوکیل بشرائہ ولا یفسد النکاح زوجتہ بہ تو اور دونوگا قرابت دار وکیل کا اسکے خریدنے سے اور نہ فاسد ہوگا نکاح وکیل کی زوجہ کا وکیل کے خریدنے سے ھ یعنے اگر وکیل نے اپنے بھائی کو خرید کیا یا وکیل کی زوجہ کسیکی لونڈی تھی اور اسنے زوجہ کو موکل کے واسطے خرید کیا تو نہ بھائی آزاد ہوگا نہ زوجہ کا نکاح فاسد ہوگا اسواسطے کہ عتق قریب اور فساد نکاح ملک سے ثابت ہوتا ہے سو ملک یہاں ابتداءً سے موکل کی ثابت ہوئی وکیل کی یہ وجہ بقول ابو طاہر ہے اور کرخی کے قول پر بھی یہی حکم ہے اسواسطے کہ عتق اور فساد نکاح ملک ثابت اور مستقر سے ہوتا ہے تو ملک منتقل سے اور اگر

موکل غلام کو آزاد کرے قبل قبض تو اعتاق نافذ ہو اسواسطے کہ اسنے اپنی ذاتی ملک کو آزاد کیا بحر الرائق مین کہا کہ یہ ظاہر ہوا اور کرخی کے قول کے خلاف کا کچھ ثمرہ نہین اسواسطے کہ احکام مذکورہ مین دونون کا اتفاق ہو ولکن ھما ثابتان علی الموکل لو بالشتری وکیلہ قریب موکلہ وزوجتہ لان الموجب للعتق والفساد الملک المستقر ولیکن دونون لیئے عتق اور فساد نکاح موکل پر ثابت ہین اگر مکاتب کے وکیل نے موکل قرابت دار اور اسکی زوجہ کو خرید کیا اسواسطے کہ عتق قریب اور فساد نکاح کا موجب ملک مستقر ہو صم یہ تعلیل کرخی کے قول کے مناسب ہو شارح طاہر کے قول کے چنانچہ شرح مذکور ہوچکا و فی کل عقد لا بد من اضافتہ الی موکلہ یعنے لا یستغنی عن الاضافۃ الی موکلہ حتی لو اضافہ الی نفسہ لم یصح ابن کمال اور جس عقد مین کہ نسبت کرنا اسکا وکیل کے موکل کی طرف ضروری ہے یعنے موکل کی طرف نسبت کرنے سے استغنا حاصل نہین تو اگر وکیل اس عقد کو اپنی ذات کی طرف نسبت کریگا تو صحیح نہوگا کذا ذکرہ ابن کمال صم عدم صحت عقد سے مراد یہ ہی کہ باعتبار وکالت صحیح نہین نہ باعتبار اصالت یعنے اگر وکیل نکاح کو اپنے طرف نسبت کریگا تو موکل کا نکاح صحیح نہوگا بلکہ خود وکیل کا نکاح واقع ہوجائیگا تو اب تفریع آئندہ سے متاخا باقی رہی یعنے قولہ ای شرعی الخ اضافۃ لنفسہ وقع النکاح لہ کنکاح وخلع وصلح عن دم عمد او انکار وعتق علی مال وکتابۃ وھبۃ بنقد وقاعادۃ وابراء وھبۃ واقرار وشرکۃ ومضاربۃ یعنے تتعلق موکلہ لا بہ لکونہ فیھا سفیرا محضا حتی لو اضافہ لنفسہ وقع النکاح لہ فکان کالرسول اور جس عقد کی نسبت موکل کی طرف ضروری ہو چنانچہ نکاح اور خلع اور صلح قصل عمد سے اور صلح انکار سے اور عتق بعوض مال اور کتابت اور ہبہ بامر یہ بنقد اور بامر عادیۃ دینا اور عدیۃ یہ رکھوانا اور رہن اور قرض دینا اور شرکت اور مضاربت کذا فی العینی تو اس عقد کے حقوق وکیل کے موکل سے متعلق ہوتے ہین نہ وکیل سے بسبب اسکے وکیل کے عقود مذکورہ مین محض سفیر یا رسان ہو تو اگر وکیل نکاح کو اپنی طرف نسبت کرے گا تو وکیل ہی کا نکاح واقع ہوگا تو وکیل رسول کے مانند ہوگیا فلا مطالبۃ علیہ فی النکاح وقبض وتسلیم للزوجۃ تو مطالبہ نہین وکیل پر نکاح مین مہر اور تسلیم زوجہ کا مطالبہ لیئے جو حقوق عقد موکل سے متعلق ہوئے تو وکیل سے مطالبہ نہین اگر وکیل زوج کی طرف سے ہو تو اسسے مہر کا مطالبہ نہین اور اگر زوجہ کی طرف سے ہو تو تسلیم زوجہ کا مطالبہ نہین وللشتری لا بائع قبض الثمن عقلا وللشتری کذا فی الکنز اگر تا جائز ہو موکل کہ مخرم وبیع ہو چونکہ بیع مین حقوق عقد وکیل سے متعلق ہین نہ موکل سے تو اگر ایک شخص نے وکیل سے کوئی چیز خریدی اور وکیل اس چیز کا ثمن مانگا اور مشتری کہا کہ مین تجھکو ثمن نہین دیتا تو جائز ہو طحطاوی نے خزمی زادہ سے نقل کیا کہ اگر وکیل موکل کو قبض ثمن کا وکیل کردے تو اب مشتری دینے ثمن پر قادر نہین وان ھلک الثمن فی یدہ صح ولو مع وھی لو کیلا وکیل استحسانا ولا یطالبہ لو کیلا ثانیا لعدم الفائدۃ اور اگر مشتری موکل کو ثمن دے تو صحیح ہو اگرچہ وہ نا وکیل کی ملک دینے کے ساتھ ہو بدلیل استحسان اور وکیل دوبارہ ثمن کا مطالبہ کرے بواسطے عدم فائدہ کے صم وجہ استحسان یہ ہی کہ ثمن مقبوض موکل کا حق ہوگیا اگر ہلاک ہوجائے گا یعنے کہ ثمن کہ اسکے لیا جاوے پھر اسکو دیا جاوے کذا فی الطحطاوی فتم تقاصا بدین الوکیل لو محلا ویقضیہ للوکیل بان واقع ہونا ہی بالہم جبر اگر لینا ثمن کا وکیل کے بیع مگر فقط وکیل مدیون ہو مشتری کا اور ضمان کے وکیل ثمن کا اپنے موکل کو صم یعنے اگر فقط وکیل بیع کا مدیون ہو مشتری کا تو ثمن کا بمقاصہ دین کے ساتھ واقع ہوگا دونون برابر سرابر ہوگئے ایک دوسرے پر مطالبہ نہین کرسکتا لیکن وکیل پر ضمان ثمن لازم ہوگا اسواسطے کہ وکیل نے اپنا دین موکل کے مال سے ادا کیا اور اگر فقط مدیون مشتری کا ہو یا موکل اور وکیل دونون مدیون ہون مشتری کے تو دونون صورتون مین موکل سے مقاصہ واقع ہوگا کذا فی الطحاوی عن الذخیرہ بخلاف وکیل یتیم وصرف عینی بخلاف وکیل یتیم اور وکیل صرف کے کذا فی العینی صم یتعلق ہر ما یتم کے اس محل سے وان فرق لصح یعنے اگر مشتری موکل کو ثمن دے تو صحیح ہو مگر ان دو صورتون مین موکل کو دینا صحیح نہین عینی مین بجاے وکیل یتیم وھی تیتم ہو صورت اسکی یہ ہو کہ وھی نے مال یتیم کا بیچا اور مشتری نے یتیم کو اسکا ثمن دیا تو مشتری عہدہ سے خارج نہوگا بلکہ اسکو واجب ہو کہ دوسرے بار وھی کو ثمن دے اسواسطے کہ یتیم کو اپنے مال کے قبضہ کرنے مین اختیار نہین تو اسکا دینا تضیع ہو اور وکیل فی الصرف نے جبکہ عقد صرف کو منعقد کیا اور موکل نے بدل صرف پر قبضہ کیا تو عقد صرف باطل ہوگیا بسبب افتراق احد العاقدین کے بلا قبض کذا فی الطحطاوی وھذا ای مثل الوکیل عبد ماذون لا دین علیہ مع مولاہ فلا یملک قبض

۱۲

عہ استقراضا ولو امام یکن علیہ دین لانہ للفقراء بزازیہ اور مثل اسکی لینے وکیل کے مانند عبد ماذون فی التجارۃ ہی جسپر دین نہین اپنے مولے کے ساتھ تو مولی مالک دیون عبد کے قبض کرنے کا نہین اور اگر قبض کرے گا تو صحیح ہوگا بدلیل استحسان مذکور جبتک کہ غلام پر دین نہو اسواسطے کہ غلام کے دین ہین اسکے دائیون کا حق ہی کذا فی البزازیہ لیکھا اگر غلام ماذون مدیون ہوگا تو اسکے دیون پر قبض مولے کا صحیح نہین کیونکہ اسمین ماذون کے دائیون کا حق ہی فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا التوکیل بالاستقراض باطل لانہ الرسالۃ عہ در مقرض لینے کے واسطے وکیل کرنا باطل ہی نہ رسالت کذا فی الدرر ہم درمین ہی توکیل بالاستقراض اسواسطے باطل ہی کہ مالک غیر مین تصرف کو تفویض کرنا جائز نہین اور استقراض کی رسالت باطل نہین کیونکہ اسمین تفویض تصرف نہین اسواسطے کہ رسول غیر مرض ہی اور مذکور ہوچکا کہ توکیل بالاقراض لینے قرض دینے مین وکیل کرنا صحیح ہی اسواسطے کہ اسمین تفویض تصرف ہی اپنی ملک مین انتہے مختصر الطحاوی مین خانیہ سے مذکور ہی کہ مامور بالاستقراض اگر مقرض سے یون کہے کہ مجھکو دس درم قرض دے تو یہ استقراض اپنے واسطے ہوگا نہ امر کے واسطے اور اگر یون کہے کہ فلانا شخص مجھسے دس درم قرض مانگتا ہی سو اسکے قرض دیا قبول کیا تو دس درم امر کے ہونگے لیکن یہ اسوا اس صورت مین رسول ہوگا نہ وکیل اور باطل ہی وکالت فی الاستقراض نہ رسالت انتہے والتوکیل بقبض القرض صحیح فتنبہ اور وکیل کرنا قرض کے قبض مین صحیح ہی سو اگر دہندہ صورت اسکی یہ ہی کہ موکل کسی شخص سے کہے کہ تجھکو اتنا قرض دے اور وہ اقبال کرے پھر وہ اسکے قبض کرنے کا وکیل کرے

باب الوکالۃ بالبیع والشراء

یہ باب ہی بیع اور شرا کی وکالت مین اصل اسمین یہ ہی کہ وکالت عامہ ہو یا خاصہ اور جہالت یسیرہ ہو یا فاحشہ جہالت یسیرہ وہی جسمین کفر سی جہالت ہو فاحشہ وہ ہی جسمین کفر سی جہالت نہو قاعدہ کلیہ اسمین یہ ہی کہ اگر وکالت عام ہو یا معلوم یا مجہول بجہالت یسیرہ ہو اور جہالت یسیرہ نوع خالص کی جہالت ہو چنانچہ فرمون وکالت صحیح ہی عہ وکالت عام یہ کہ موکل وکیل سے کہے کہ جو چیز تجھکو بہتر معلوم ہو لیونکہ اسکے تفویض امر اسکی رائے پر کی سو جو چیز کہ وہ خرید کریگا وہ خریدی جائیگا یا معلوم اور معین ہو اسطرح پر کہ موکل نے وکیل سے تصریح کردی ہو جو موی نے کہا کہ جو چیز معین کی خرید پر وکیل ہوا تو اسمین کسی چیز کی حاجت نہین یا غیر معین کی خرید پر وکیل ہوا تو اسکی جنس اور نوع کا ذکر کرنا ضرور ہی چنانچہ غلام حبشی یا ہندی یا اسکی جنس اور مقدار ثمن کا ذکر ضرور ہی تاچہ کے واسطے وکیل ہوا ہی وہ معلوم ہو جاسے تا امتثال امر ممکن ہو انتہے نوع خالص کی قید اسواسطے دی تا اس نوع سے احتراز ہو جو متردد بین الجنس والنوع ہی چنانچہ عبد اور دابہ کی اسمین تفصیل ہی ولا فاحشہ وہو جہالۃ الجنس کذا بہ بطلت اور اگر جہالت فاحشہ کثیرہ ہو اور وہ جنس کی جہالت ہی چنانچہ دابہ تو وکالت باطل ہی عہ دابہ لغت عرب مین ہر جاندار کو کہتے ہین عرف مین یہ چلے اور عرف مین گھوڑے اور خچر اور گدھے کو کہتے ہین تو اسمین چند اجناس مجتمع ہوگئین اور اسی طرح کبڑا بیوس کو شامل ہی اطلس اور کمخواب سے تا گدڑی اور گاڑھا دان متوسطۃ کعبد فان بین الثمن اوالصفۃ کثرۃ کی صحت وعدمہ کا اور اگر جہالت متوسط ہو بین جنس اور نوع کے چنانچہ غلام سے اگر موکل اسکا ثمن بیان کردے یا اسکی صفت مذکور کرے چنانچہ ترکی تو وکالت صحیح ہی اور اگر ثمن یا صفت مذکور نہو تو وکالت باطل ہی عہ اگر دو شی حقیقت اور قیمت مین متحد ہون تو دونون ایک جنس ہین اور اگر حقیقت مختلف ہو یا مقاصد تو وہ دو جنس ہین پھر اگر جہالت جنس کی کثیرہ ہو اسطرح پر کہ ایسی جنس مذکور ہو جسکے تحت مین چند اجناس ہون چنانچہ رقیق کہ وہ متضمن ہی مرد اور عورت کی طرف اور مرد اور عورت بنی آدم مین دو جنسین ہین بواسطہ اختلاف مقاصد پھر ہر ایک کی تحتہی اور غلام سے گاہے خوبصورتی مقصود ہوتی ہی چنانچہ ترکی غلام مین اور گاہے خدمت مقصود ہوتی ہی چنانچہ ہندی غلام مین اور اسی طرح ثوب اور دابہ کذا فی شرح الوقایہ وکلہ بشراء ثوب هروی اوفرس اوبغل صح بما یتحملہ حال اکثر امثالہ فراجعہ وان لم یسم ثمنا ولا نوعا لانہ مل الفحش لکا اول وکیل کیا اسکو ہرات کے کپڑے یا گھوڑے یا خچر کی خریدکا تو صحیح ہی بقدر احتمال حال آہر کذا فی الزیلعی تو اس کتاب کی طرف مراجعت کرلو توکیل مذکور صحیح ہی اگرچہ موکل نے ثمن مذکور نکیا ہوا سواسطے کہ وہ پہلی قسم سے ہی یعنے جہالت یسیرہ کہ عبارت ہی نوع خالص کی جہالت سے صم اتفاقی نے کہا کہ جہالت نوع کی عفو ہی اسواسطے کہ تفاوت مابین نوع قلیل ہی تو مانع امتثال امر کی نہین ہی لیکن وکالت متعرف ہوگی اسکی طرف جو موکل کے حال کے لائق ہو

انتہے زیلعی نے کہا حال آمر کے استعمال کی قید اسواسطے لگائی کہ وکیل فاسد ہوگا مقصود موکل کی تحصیل ہے اسطرح کہ موکل کے مال کو دیکھ لے یعنے اسکے مقدور اور حوصلہ کے موافق خریدکرے کذا فی الطحطاوی وبقولہ اجارا وعبدا جاز ان سمی الموکل ثمنا یخصص فیہ عادۃ کما مر اوذرعا کجیب یزاد فی البزازیۃ وقد اذا کذا اقفیزا وکیل کیا گھر یا غلام کی خریدکا تو جائز ہے اگر موکل نے ثمن معین کردیا خواہ اس ثمن سے خصوصیت اسکی نوع کی معلوم ہو یا نہو کذا فی البحر یا موکل نے ایک نوع کو معین کردیا چنانچہ غلام حبشی برازیہ میں اختیار زیادہ کہا یا وکیل نے مقدار کو معین کردیا چنانچہ اتنے قفیز گیہون یا جو ہم یہ جہالت متوسط کی مثال ہے کہ ثمن یا نوع کی بیان سے وکالت صحیح ہوجاتی ہے صاحب ہدایہ نے دار لینے گھر کو جہالت فاحشہ میں شمار کیا ہے اسواسطے کہ گھر میں اختلاف فاحش ہوتا ہے یا عتبار اختلاف اغراض اور بڑے وسیعوں اور مرافق اور محلات اور بلاد کے تو امثال متعذر ہے اور مصنف مانند صاحب کنز قاضی خان کا تابع ہے اور صاحب بحر نے ہدایہ کا قول اس ملک پر محمول کیا ہے جہاں گھروں میں اختلاف فاحش ہوتا ہو اور غیر ہدایہ کا کلام عدم اختلاف فاحش پر محمول کیا ہے منح الغفار میں ہے کہ بیان مقدار مانند بیان جنس ثمن کے ہے چنانچہ برازیہ میں ہے کہ موکل نے وکیل سے کہا کہ میرے واسطے گیہون خرید کر تو صحیح نہیں جب تک گیہون کی مقدار نہ بیان کرے کذا فی الطحطاوی ولا یسلم ذلک لا بیع والحق بھا الجنس وھی ما لو کلہ بشراء ثوب لم یدر ان سمی ثمنا یجھالۃ الفاحشۃ اور اگر اسکو معین نکرے یعنے ثمن یا نوع یا مقدار کو تو وکیل صحیح ہوگی اور ملحق بجہالت جنس ہوگی اور جہالت جنس وہ ہے کہ وکیل کہے کپڑے یا جانور کی خرید کا تو صحیح نہیں اگرچہ موکل نے اسکا ثمن معین کردیا ہو بسبب جہالت فاحشہ کے ہم یہ قسم ثانی ہے اقسام ثلثہ مذکورہ سے خلاصہ یہ ہے کہ جسکی خرید کے واسطے وکالت ہوئی اگر اسکی جنس اور نوع اور صفت بیان کردے تو قطعاً وکالت صحیح ہے اور اگر سب ترک کیا اسطرح کہ ایسا لفظ ذکر کیا جو اجناس مختلفہ پر دلالت کرتا ہے تو وکالت صحیح نہیں بسبب کمال نادانستگی کے اور اگر ایسا لفظ ذکر کیا جو انواع مختلفہ پر دلالت کرے تو اگر اسکے ساتھ نوع یا ثمن کے بیان کو ملا یا تو صحیح ہے اور نہیں تو صحیح نہیں اور اسی طرح اگر نوع بیان کرے بلا صفت چنانچہ جودت کذا فی الطحطاوی عن الحموی ویشترط طعام ویدفع ھدیۃ او دفع غثہ ودفع فی غرفۃ علی المعتاد المھیاء للاکل من کل مطعوم یمکن اکلہ بلا اذام کلحم مطبوخ او مشوی وبہ قالت الثلثۃ ویرتفق عینی عینہ لا بقبل الغرض کما والعین وکیل کیا طعام کی خرید کا اور اسکی مقدار بیان کومی یا اسکا ثمن وکیل کو دیا تو وکیل واقع ہوگی ہمارے عرف یعنے صاحب ہدایہ کے عرف میں ایسا طعام پر جو مہیا ہو کھانے کے واسطے ہر ایک اس مطعوم سے جیسا کھانا یدون سالن کے ممکن ہو جیسے پختہ گوشت یا بھنا گوشت اور یہی قول ہے ائمہ ثلثہ کا اور اسی کا فتوے ہے کذا فی العینی وغیرہ باعتبار عرف کے جیسے قسم میں عرف اور رواج معتبر ہے ہم اور کوفہ کے عرف میں طعام عبارت ہے گیہون اور اسکے آٹے سے اور مصر کے عرف میں طعام کہتے ہیں پختہ گوشت سٹور با دار کو کذا فی البحر بالحیلہ موکل اور وکیل کا عرف معتبر ہے اگرچہ قیاس یہ ہے کہ شراء طعام کی وکالت باطل ہو اسواسطے کہ طعام ہر مطعوم پر واقع ہے تو اسکی جنس میں جہالت فاحشہ ہے وفی الوصیۃ لہ ای لشخص بطعام یدخل کل مطعوم حلو دولو بہ حلاۃ کسکنجبین بزازیہ اور کسی شخص کے واسطے طعام کی وصیت میں داخل ہے ہر مطعوم اگرچہ وہ دوا ہو جیسے شیرینی ہے چنانچہ سکنجبین کذا فی البزازیہ ہم بزازی نے سکنجبین کو کتاب الیمین میں ذکر کیا ہے نہ وصیت میں اور شاید کہ شارح نے یہ ارادہ کیا کہ آگاہ کردے اسپر کہ وصیت بحکم یمین ہے کذا فی الطحطاوی والوکیل الرد بالعیب ما دام للبیع فی یدہ لتعلق الحقوق بہ ولو ارثہ او وصیۃ ذلک بعد موتہ صوت الوکیل فان لم یکن فالی کلہ فقہاء ہر دیا عیب وکذا الوکیل بالبیع اور وکیل کو جائز ہے پھیر دینا مبیع کا بسبب عیب کے جب تک کہ مبیع اسکے ہاتھ میں ہے بسبب تعلق ہونے حقوق کے وکیل سے اور اسکے وارث اور وصی کو وہ جائز ہے بعد مرنے وکیل کے سوا اگر وکیل کا وارث اور وصی نہو تو اسکے موکل کو وہ درست ہے یعنے بسبب عیب کے پھیر دینا اور اسی طرح بیع کے وکیل کا حکم ہے ہم یعنے وکیل نے کوئی چیز بیع کی اور مبیع میں عیب نکلا تو مبیع اسکو پھیر دی جائے گی جب تک وہ زندہ اور عاقل اور لزوم عہدہ کے لائق ہے اور اگر مجنون ہوگا تو موکل پر پھیری جائیگی اور

موکل اجنبی ہو خصومت بالعیب میں کذا فی الطحطاوی عن البحر عن البزازیہ وھذا اذا لم یسلم قلو سلم الی موکلہ امتنع رد ہ الا یتفرع کا نتہاء الوکالۃ بالتسلیم
اور یہ یعنی رد بالعیب موقوف ہی جبکہ وکیل نے موکل کو بیع تسلیم نہیں کردی اور اگر اسنے بیع اپنے موکل کو سپرد کردی تو اب اسکو پھیر دینا ممتنع ہی مگر موکل کے امر سے بسبب
آخر ہو جانے وکالت کے تسلیم موکل سے بخلاف وکیل بائع فاسد کے فانہ الفسخ مطلقا لحق الشرع فیہ بخلاف اس وکیل کے جسنے کوئی شی بطریق بیع فاسد کے
بیچی تو وکیل کو فسخ بیع جائز ہی مطلقا بسبب حق شرع کے کذا فی القنیہ ص مطلقا یعنے اگرچہ مبیع مشتری کو دے چکا ہو اور اگر ثمن اپنے موکل کو دے چکا ہو تو بھی اسکو فسخ
بیع کا اختیار ہی بلا اذن موکل اور ثمن اسنے پھیرے بدون اسکی رضامندی کے کذا فی الطحطاوی وللوکیل حبس المبیع بقبض ما قبض الوکیل من سائر اموالہ بالاحق
لانہ کالبائع اور وکیل کو جائز ہی روک رکھنا مبیع کا موکل سے قبض ثمن کے واسطے خواہ وکیل نے ثمن اپنے مال سے دیا ہو یا نہ دیا ہو اگر نہ دیا ہو تو بطریق
اولے حبس جائز ہی اسواسطے کہ وکیل بائع کے مانند ہی مطالبۂ ثمن میں ولو اشتراہ الوکیل بنقد ثم اجلہ البائع کان للوکیل الحبس لبقاء حقہ حالا وھی
الحیلۃ لخلاصہ اور اگر وکیل نے اسکو بہ ثمن حال خریدا پھر بائع نے ثمن دینے کی کچھ مدت مقرر کی تو وکیل کو مطالبہ ثمن کا موکل سے فی الحال جائز ہی اور یہی حیلہ ہی
کذا فی الخلاصۃ ص یعنے تاجیل ثمن کا وکیل پر اور حلول ثمن کا موکل پر یہی حیلہ ہی کہ وکیل ثمن حال خرید کرے پھر بائع ثمن کی مدت ٹھہراوے کذا فی الطحطاوی
ولو دفعہ کل الثمن یرجع بکلہ ولو بعضہ رجع بالباقی لانہ حط بحر اور اگر بائع نے وکیل کو سب ثمن ہبہ کردیا تو وکیل اپنے موکل سے تمام ثمن پھیرلے
اور اگر بائع نے بعض ثمن ہبہ کردیا تو باقی ثمن پھیرلے اسواسطے کہ بعض ثمن کا ہبہ کردینا ہی اصل ثمن کا کذا فی البحر فلو ھلک المبیع من یدہ قبل حبسہ ھلک
من مال موکلہ ولیسقط الثمن لان یدہ کیدہ پس اگر مبیع ہلاک ہوگئی وکیل کے ہاتھ سے قبل حبس مبیع تو موکل کے مال سے ہلاک ہوگئی اور ثمن ساقط
ہوگا موکل کے ذمے سے اسواسطے کہ قبضہ وکیل کا مانند قبضہ موکل کے ہی ولو ھلک بعد حبسہ ھلک کمبیع
فیھلک بالثمن وعند الثانی کرھن اور اگر مبیع ہلاک ہوی بعد اسکے حبس کے تو وہ مبیع کے مانند ہی تو ہلاکی مبیع کی ثمن سے ہو یعنے اسکا ثمن ساقط ہوگیا
موکل کے ذمے سے اور ابو یوسف کے نزدیک رہن کے مانند ہی ص مبیع کے مانند ہی یعنے اس مبیع کے مانند ہی جو بائع کے پاس ہلاک ہوگئی اور بائع جبکہ حبس مبیع کرلے گا
استیفاء ثمن کے واسطے تو اسکے ہلاک ہونے سے ثمن ساقط ہوگا اسی طرح وکیل کے پاس ہلاک ہونے سے موکل سے ثمن ساقط ہوگا اب وکیل موکل سے نہیں لے سکتا
اور ابو یوسف کے نزدیک جبکہ وہ مثل رہن کے ہوا تو اگر ثمن اکثر ہو کا قیمت سے تو وکیل بقدر فضل موکل سے پھیرلے گا کذا فی الطحطاوی ولا اعتبار بمفارقۃ المکل
ولحاضر کما اعتبرہ المصنف تبعا للبحر خلافا للعینی وابن ملک اور صرف اور سلم میں اعتبار نہیں موکل کی مفارقت کا اگرچہ موکل حاضر ہو چنانچہ اسی پر اعتماد
کیا ہی مصنف نے بحر الرائق کی پیروی سے برخلاف عینی اور ابن ملک کے ھم عینی نے کہا کہ وکیل نائب ہی پھر جب اصیل حاضر ہوا تو نائب کا کچھ اعتبار نہیں ہوی نے
اسکا جواب دیا کہ وکیل نائب ہی اصل عقدین اور حقوق عقدین میں وہ اصیل ہی تو اب کچھ اعتبار نہیں حضور موکل کا کذا فی الطحطاوی بل بمفارقۃ الوکیل ولو
حبیبا فی صرف وسلم فیبطل العقد بمفارقۃ صاحبہ قبل القبض لانہ العاقد بلکہ صرف اور سلم میں مفارقت وکیل کا اعتبار ہی اگرچہ وکیل صغیر ہو
تو عقد باطل ہوگا صاحب عقد کی مفارقت قبل القبض سے اسواسطے کہ وکیل عاقد ہی یعنے چونکہ عاقد وکیل ہی اگر صاحب عقد وکیل سے جدا ہوگا قبل قبض تو عقد باطل ہوگا
اسواسطے کہ احد العاقدین کا افتراق قبل قبض مبطل عقد صرف ہی والمراد بالتسلم الاستلام لا قبول التسلیم لانہ لا یجوز ابن کمال اور مراد سلم سے استلام ہی نہ قبول سلم
اسواسطے کہ قبول سلم کی تو کیل جائز نہیں کذا ذکرہ ابن کمال ص یہ صورت ہی کہ رب السلم کسی شخص کو وکیل کرے تا وکیل راس المال مسلم الیہ کو دے اور قبول
سلم کی یہ صورت ہی کہ مسلم الیہ کسی کو وکیل کرے راس المال کے قبضہ کرنے کا کذا فی الطحطاوی والرسول فیھما ای الصرف والسلم لا اعتبار مفارقتہ
بل مفارقۃ مرسلہ لان الرسالۃ فی العقد لا القبض اور صرف اور سلم میں مفارقت رسول کی معتبر نہیں بلکہ اسکے بھیجنے والے کی مفارقت

مجبور ہو اسواسطے کہ پیام رسانی عقد میں ہو نہ قبض میں واستقبیل صحۃ التوکیل یعنی اور مستقبل اور معلوم ہوئی تو وکیل ہو جاوے گا اور سلم کی صحت اپنے سلم اور مفارقت وکیل سے معلوم ہوا کہ صرف اور سلم میں وکیل کرنا صحیح ہی بہتر یہ تھا کہ شارح اسکو قبیل مسئلہ رسول ذکر کرتا وکالہ بشراء عشرۃ ارطال لحم بدرہم فاشتری منخفرہ بدرہم مما یباع عبرۃ عشرۃ بدرہم لزم الموکل منہ عشرۃ بنصفہ رہم خلافا لھما والثلثۃ قلنا انہ مامور باربطال معرۃ فینفذ الا اذا نھی الوکیل وکیل کیا دس رطل گوشت کے خریدنے کا ایک درہم سے سو وکیل نے دو چند گوشت اسکا خرید کیا یعنے بیس رطل ایک درہم سے اس قسم کا گوشت جو دس رطل ایک درہم کو بکتا ہی تو لازم ہوگا موکل کو بیس رطل سے دس رطل بعوض نصف درہم کے بخلاف صاحبینؒ اور ائمہ ثلثہ کے یعنے انکے نزدیک بیس رطل موکل کو لازم ہی اسواسطے کہ وکیل نے انکے حق میں بہتر کیا ہم کہتے ہیں جواب ہمارے امام کی طرف سے کہ وکیل مامور ہی ارطال معینہ کا یعنے دس رطل کا تو اس سے زائد کی بیع وکیل پر نافذ ہوئی ص خلافا لہم جواب یہ ہی کہ وہ دس رطل کی خریدگا مامور ہی نہ زیادہ کا تو زیادہ کی بیع وکیل کو لازم ہوگی نہ موکل کو ولو شری مما لا یباع اوی ذلک وقع للوکیل الجماع کغیر موزون اور اگر وہ گوشت خریدا جو اسکے برابر نہیں یعنے مثلاً جو گوشت کہ بیس رطل ایک درہم کو بکتا ہی اسکو دو درہم سے خرید کیا تو یہ بیع وکیل کے واسطے واقع ہوگی باتفاق امامؒ اور صاحبینؒ کے جیسے غیر موزون کی بیع ص غیر موزون کی یہ صورت ہی کہ موکل نے وکیل کیا ایک غلام کی خرید کا بجنس سو درہم کے تو اسنے ایسے دو غلام خرید کئے سو درہم کو موکل کے واسطے کہ ہر ایک غلام سو درہم کا ہی تو یہ بیع موکل کو لازم ہوگی اسواسطے کہ ہر ایک کا ثمن مجہول ہی اسواسطے کہ ثمن معلوم نہیں ہو سکتا مگر انکل سے بخلاف گوشت کے کہ وہ موزون مقدر ہی تو ثمن اسکے اجزاء پر تقسیم ہو جائیگا کذا فی الطحطاوی یتصرف ولو وکلہ بشیء لم یشتر یعنہ بخلاف الوکیل بالنکاح اذا زوجہ لنفسہ صح منیہ والفرق فی الوانی غیر الموکل لا یشتریہ لنفسہ وکالوکیل باخریاۃ ولی عند غیبۃ حیث لم یکن مخالفا وخالف اور اگر اسکو وکیل کیا اس معین چیز کی خرید کا جو موکل کی غیر ہی تو وکیل اس چیز کو اپنے واسطے نہ خریدے گا اور نہ دوسرے کے واسطے بطریق اولے خرید کرے موکل کی غیبت میں جبکہ وکیل نے امر موکل کی مخالفت نکی ہو اپنے واسطے نہ خریدنا دفع فریب کی حیث سے ہی بخلاف وکیل نکاح کہ جب عورت معینہ سے وہ اپنا نکاح کرے گا تو صحیح ہوگا کذا فی المنیہ اور فرق خرید اور نکاح کی توکیل کا علامہ دانی کے حاشیہ درر میں مذکور ہی ص غیر موکل کی قید اسواسطے لگائی تا وہ صورت نکل جاوے جسمیں چیز معین نفس موکل ہو چنانچہ ایک غلام نے کسی شخص کو اپنی خرید کرنے کا اپنے مالک سے وکیل کیا سو وکیل نے اسکو اپنے واسطے خرید کیا تو یہ خرید وکیل ہی کے واسطے واقع ہوگی چنانچہ آیندہ مذکور ہوگا اور غیبت موکل کی قید سے حضور موکل نکل گیا تو اگر شئ معین کو موکل کے سامنے وکیل اپنے واسطے خرید کرے گا تو صحیح ہی اسواسطے کہ وکیل کو جائز ہی کہ موکل کے حضور میں اپنی ذات کو وکالت سے معزول کرے اور خلاصہ فرق خرید اور نکاح کا یہ ہی کہ نکاح ان عقود سے ہی جنکی اضافت موکل کی طرف ضروری ہی اور اسکا ثبوت نہیں ہوتا موکل کے واسطے مگر جبکہ اسی کے طرف منسوب اور مضاف ہو بخلاف خرید کے کہ وہ بصورت موکل کے واسطے ثابت ہوگا اگرچہ وکیل اسکی نسبت اپنی طرف کرے چنانچہ مذکور ہو چکا کذا فی الطحطاوی مختصرا ولو اشتراہ بغیر النقود او بخلاف ما سمی للموکل لہ من الثمن وقع الشراء للوکیل لمخالفتہ امرہ ویتعزل فی حق المخالفۃ عینہ فی اگر وکیل نے شئ معین کو خرید کیا بغیر نقود یا بخلاف اس ثمن کے جسکا موکل نے نام لیا وکیل سے تو یہ خرید وکیل ہی کے واسطے واقع ہوگی اسواسطے کہ وکیل نے امر موکل کی مخالفت کی اور وکیل معزول ہوگا وکالت سے درحق مخالفت امر کذا فی العینی ص یہ تفریع ہی حیث لم یکن مخالفا بہ وان یشتر او شیئا بغیر عینہ فالشراء للوکیل الا اذا نوی للموکل وقت الشراء وشراہ بمالہ ای بمال الموکل اور اگر اسکو وکیل کیا غیر معین چیز کی خریدگا تو خرید وکیل کے واسطے ہو مگر جبکہ موکل کے واسطے اسکی نیت کرے گا خرید کرنے کے وقت یا اسکو موکل کے مال سے خریدے گا ولو نکاذبا فی النیۃ حکم بالنقد اجماعا اور اگر باہم وکیل اور موکل ایک نے دوسرے کو کاذب کہا نیت میں تو نقد پر حکم ہوگا باالاتفاق یعنے اگر نقد سے خرید کیا تو موکل کے واسطے ہی اور نہیں تو وکیل کے واسطے ولو نقدا فانہ لم یحضر ولو باعتان اور اگر دونوں میں اتفاق ہو اسبات پر کہ خرید کے وقت نیت موجود نہ تھی تو اسمیں دو روایتیں ہیں

ہم تفصیل اس مسئلہ کی تبیین اور بحر الرائق میں اسطرح ہو کہ اگر وکیل نے عقد کی اضافت اور نسبت ایک شخص کے مال کی طرف خواہ موکل کے مال کی طرف یا موکل کے مال کی طرف تو وہ چیز اسی شخص کی ہوگی مالکر مطلق مال کی طرف نسبت کی تو اگر وکیل اور موکل ایک شخص کی نیت پر متفق ہوئے تو وہ چیز اسکی ہوگی اور اگر نیت میں اختلاف واقع ہوا تو نقد پر حکم ہوگا اور اگر عدم نیت پر دونوں کا اتفاق ہوا تو محمدؒ کے نزدیک وہ چیز عاقد کی ہو اور ابو یوسفؒ کے نزدیک وہ چیز حکم ہوگا انتہے جب یہ معلوم ہوا تو مصنف کے اس قول کو الا اذا نوادی للموکل واجب ہو کہ اس صورت پر محمول کیجیے جبکہ وکیل عقد کو اپنے مال کی طرف نسبت نکرے خواہ اسکو موکل کے مال کی طرف نسبت کرے یا مطلق مال کی طرف خواہ ثمن اپنے مال سے ادا کرے یا موکل کے مال سے اور یہ جو مصنف نے کہا کہ یا موکل کے مال سے خرید کرے مراد یہ ہو کہ موکل کے مال کی طرف اسکو نسبت کرے چنانچہ ہدایہ وغیرہا میں مصرح ہو خواہ وجود نیت اور عدم نیت پر اتفاق ہو یا اختلاف خواہ ادائے ثمن اپنے مال سے کیا ہو یا موکل کے مال سے اور نیت میں تکاذب اور توافق اسوقت کا مراد ہو جبکہ عقد مطلق مال کی طرف مضاف ہوا اور دو روایتوں سے صاحبین کا قول مراد ہو کذا فی الحلبی زعم انہ اشتری عبد الموکلہ فقال قد اشتریتہ لنفسی فان کان العبد معینا وھو حی قائم فالقول للامر اجماعا مطلقا لفقد الثمن اولا کاختیارہ عن امر علی استیناف وکیل نے کہا کہ اسنے غلام اپنے موکل کے واسطے خرید کیا سو ہلاک ہوگیا اور اسکے موکل نے کہا بلکہ تو نے وہ غلام اپنی ذات کے واسطے خریدکیا تو اگر غلام معین ہو اور وہ زندہ موجود بھی ہو تو بالاتفاق یا مور کا قول معتبر ہو مطلقا خواہ اسنے ثمن ادا کیا ہو یا نہ ادا کیا ہو اسواسطے کہ وکیل نے اسکی خبر دی جسکے استیناف کا وہ مالک ہو ھ استیناف عقد یعنے سر نو عقد خرید جدید کر سکتا ہو یعنے اگرچہ وکیل نے اسکو اپنے واسطے خرید کیا ہو لیکن اسکو اعادہ اور استیناف کا اختیار ہو اسطرح پر کہ کہے کہ میں نے اسکو موکل کے واسطے خرید کیا اسواسطے کہ ثمن معین کی خرید میں وکیل کو اختیار نہیں کہ اپنے واسطے خرید کرے وان میتا والحال ان الثمن منقود فکذلک الحکم اور اگر غلام میت اور حالانکہ ثمن نقد ہو تو اسی طرح حکم ہو یعنے یا مور کا قول معتبر ہو ولا یکون منقودا فالقول للوکل لانہ ینکر الرجوع علیہ اور اگر ثمن نقد نہ ہو تو موکل کا قول معتبر ہو اسواسطے کہ وہ اپنے اوپر سے رجوع ثمن کا منکر ہو اور اعتبار کے لائق منکر کا قول ہو وان العبد غیر معین وھو حی او میت فکذا ای یکون للامر وان الثمن منقودا لانہ امینی اور اگر غلام غیر معین ہو خواہ وہ زندہ ہو یا مردہ تو ایسا ہی حکم ہو یعنے یا مور کا قول معتبر ہوگا اگر ثمن نقد ہو اسواسطے کہ یا مور امین ہو ولا فلا لانہ متہم خلافا لھما اور اگر ثمن نقد نہ تو امر کا قول معتبر بسبب تہمت کے بخلاف صاحبین کے ھ تہمت یہ ہو کہ شاید یا مور نے اپنے واسطے خرید کیا ہو پھر جب ثمن نقصان دیکھا تو امر پر لا فلا یعنی فلا یحلف الامر انکر الامر ای انکر الشراء لغیر الامر بالشراء اخذ عمرو بذلک الانکار الامر لما قصد لاقراره بنو کیله بقوله یعنے لعمر ایک شخص نے کہا کہ اسکو بیع مجھ سے عمرو کے واسطے پھر اسنے امر کرنے والے کا انکار کیا یعنے مشتری نے اسکا انکار کیا کہ عمرو نے اسکو خرید کرنے کا امر کیا تو عمرو اس بیع کو لے گا اور اسکا انکار امر کے لئے لغو ہوگا بسبب تناقض ہونے اسکے انکار کے اسکی توکیل کے اقرار سے یوں کہنے سے کہ مجھ سے بیع عمرو کے واسطے یعنے جب اسنے اول یوں کہا کہ فلانے کے واسطے بیع تو یہ اقرار ہوا اسکا کہ میں اسکا وکیل ہوں پھر اسنے وکالت کا انکار کیا تو اب یہ انکار لغو ہوگا کیونکہ یہ انکار اقرار توکیل کے مناقض اور مخالف ہو اکان یقول عمرو لم امرہ بہ ای بالشراء فلا ولحذہ عمرو لان اقرار المشتری ارتد برده مگر یہ کہ عمرو کہے کہ میں نے اسکو خرید کرنے کا امر نہیں کیا تو اب اسکو عمرو نہ لے گا اسواسطے کہ مشتری کا اقرار رد ہوگیا اسکے رد کر دینے سے الا ان یسلم المشتری للبائع علی عمرو لان التسلیم علی وجہ البیع بیع بالتعاطی وان لم یوجد نقد الثمن الا مگر یہ کہ مشتری مبیع عمرو کو تسلیم کرے تو عمرو اسکو لے اسواسطے کہ دنیا بطریق بیع کے بیع بالتعاطی ہو اگرچہ ادائے ثمن نہ پایا جاوے بسبب عرف اور رواج کے یعنے تراخی ثمن مروج ہو امره بشراء شیئین معینین احدھما فاشتراھما فلم یکفہ ان اراد الموکل ان یلزمہ الا واحدا اگر موکل نے وکیل کو دو معین چیزوں کی خرید کا یا غیر معین چیزوں کی خرید کا جبکہ وکیل نے اسکی خرید کے وقت موکل کے واسطے نیت کی جیسا کہ مذکور ہو چکا کذا فی البحر ھ عنقریب مذکور ہو چکا کہ اگر غیر معین چیز کی

خرید کا وکیل کیا تو وہ خرید وکیل کے واسطے ہو مگر جبکہ موکل کے واسطے نیت کرے گا تو خرید موکل کے واسطے ہوگی والحال انہ لم یسم شیئا فاشتری لہ احد ھما بقدر قیمتہ او بزیادۃ یسیرۃ یتغابن الناس فیھا صح عن الامر ولا لا الا ان یسمی لوکیل الشراء والشراء بغبن فاحش لیجاب بخلاف وکیل البیع کما سیجئ معین دو چیزوں کی خرید کا امر کیا اور حالانکہ اسکا نام مذکور نکیا سو وکیل نے موکل کے واسطے دو میں سے ایک چیز خرید لی بقدر اسکی قیمت کے یا ایسی قلیل زیادتی کے ساتھ جسمیں لوگوں کو خسارہ ہو جاتا ہو تو وہ خرید صحیح ہے موکل کی طرف سے اور اگر ایسا نہیں یعنے کثیر زیادتی سے خرید کیا تو وہ خرید موکل کی طرف سے صحیح نہیں اسواسطے کہ خرید کے وکیل کو غبن فاحش کے ساتھ خرید کرنا بالاتفاق جائز نہیں بخلاف وکیل بیع کہ اسکو غبن فاحش کے ساتھ بیچنا جائز ہے چنانچہ مذکور ہوگا ولو اشترى احدھما بالف دفعھما سولد فاشترى احدھما بنصفہ لو اقل صح اور اسی طرح امر کیا دوسرے کو دو چیز کی خرید کرنے کا بعوض ہزار کے اور دونوں کی قیمت برابر ہے سو وکیل نے ان دو میں سے ایک چیز خرید کی پانسو یا کمتر سے تو صحیح ہے ہم کمتر قیمت کی خرید میں اگرچہ مخالفت امر ہے لیکن ایسمیں موکل کو فائدہ ہے لہذا صحیح ہے ولو باکثر ولو بیسیرا لا یلزم لکا ص الا ان یشتری المثل من المعینین مثلا بما بقی من الالف قبل الحضور تحصل المقصود اور ایک چیز پانسو سے زیادہ کو خرید کی اگرچہ زیادتی قلیل ہو تو موکل کو وہ لازم نہیں مگر یہ کہ وکیل دوسری چیز کو مثلا دونوں معین چیزوں سے ہزار کی باقی سے قبل حضومت کے خرید کرلے تو اب موکل کو خرید لازم ہوگی بسبب حاصل ہونے مطلب کے ہم مثلا دو غلام کے خرید کرنے کا بعوض ہزار درم کے امر کیا سوائے ایک غلام پانسو اور دو درم کو خرید کیا تو یہ خرید موکل کو لازم نہیں ہاں اگر دوسرے غلام کو دو درم پانسو سے خرید کرلے گا حضومت سے پہلے تو موکل کو خرید لازم ہوگی بسبب حصول مقصود کے یعنے حاصل ہونا دونوں غلاموں کا ہزار درم سے وجوازہ ان بقی ما یشتری بمثلہ الاخر اور صاحبین نے اسکو جائز کہا ہے اگر باقی رہی اتنی قیمت جتنی قیمت سے دوسرا غلام خریدا ہوسکے ولو امر رجل رجلا ان یشتری عبدا بعینہ او عبدین لہ علی فرعینا او عبدین البائع صح وجعل البائع وکیلا لا قبضہ دلالۃ فیبرء الغریم بالتسلیم الیہ اور اگر ایک مرد نے اپنے مدیون کو چیز معین کی خرید کا امر کیا بعوض اسکے دین کے جو اسکا اسپر ہے اور مبیع کو اسکے معین کر دیا یا بائع کو معین کر دیا تو خرید صحیح ہے اور بائع صاحب دین کا وکیل ٹھہرایا جاوے گا قبض دین میں یا عتبار دلالت حال کو تو مدیون بری الذمہ ہو جاوے گا بائع کو دینے سے بخلاف غیر المعین لان توکیل المجہول باطل ولذا قال لا یعین فلا یلزم الامر ونفذ علی المامور فھلا کہ علیہ خلافا لھما بخلاف غیر معین مبیع یا بائع کے اسواسطے کہ وکیل کرنا شخص مجہول کا باطل ہے اور اسی واسطے مصنف نے کہا اور اگر مبیع یا بائع کو وہ معین نکرے تو خرید موکل کو لازم نہوگی اور مامور پر نافذ ہوگی تو اسکی ہلاکی کا نقصان مامور ہی پر پڑے گا بخلاف صاحبین کے کہ انکے نزدیک امر پر خرید لازم ہے مامور کے قبض کرنے سے کذا فی الطحاوی وعلی الخلاف لو امرہ ان یسلم ما علیہ ویصرفہ بناء علی التعلیل بتعذر الوکالۃ عندہ وعدم تعینھا فی المعاوضات عندھما اور اسی طرح امام اور صاحبین کا خلاف ثابت ہے اگر صاحب دین نے اپنے مدیون کو یہ امر کیا کہ عقد سلم یا عقد صرف کرے بعوض اس دین کے جو اسپر ہے بناء خلاف ہے نقود کے متعین ہونے پر وکالت میں امام کے نزدیک اور نہ متعین ہونے نقود کے معاوضات میں صاحبین کے نزدیک ہم چونکہ صاحبین کے نزدیک دراہم اور دنانیر معاوضات میں متعین نہیں خواہ دین ہوں یا عین تو توکیل صحیح ہے اور امر کو لازم ہے اسواسطے کہ تصرف مامور کا امر کے تصرف کے مانند ہے اور امام کے نزدیک چونکہ دراہم اور دنانیر وکالت متعین ہیں تو وکالت باطل ٹھہری تو درصورت تعین نقود غیر مدیون کو یہ تملیک دین ٹھہری بدون اسبات کے کہ اس غیر کو قبض دین کا وکیل قرار دیجیے اور یہ جائز نہیں کذا فی الطحاوی لحضا ولو امرہ ای امر رجل مدیونہ بالتصدق بما علیہ صح امرہ بحصول المال للہ تعالی وھو معلوم اور اگر اسکو امر کیا یعنے ایک مرد نے اپنے مدیون کو اس دین کے خیرات کرنے کا امر کیا جو اسکے ذمے پر ثابت ہے تو اسکا امر صحیح ہے بسبب ٹھہرانے صاحب دین کے مال کو اللہ تعالے کے واسطے اور وہ معلوم ہے نہ مجہول کہ توکیل لتعین دین صحیح نہوگا یعنے جب مدیون سے کہا کہ دین کو تصدق کردے تو گویا اسنے حق تعالے کو قبض دین کا وکیل ٹھہرایا اور فقیر باب التصدق میں نائب ہے خدا بس شانہ کا صح امرہ

لو امر الاجیر المستاجر بمرمة ما استاجر عما علیه من الاجرة وکذا لو امره بشراء عبد یسوق الدابة وینفق علیهما لهم القاء للمضرة لانه لا یعد الاجر کل وقت فیفعل المامور فی القبض حیلے صحیح ہو امر اُسکا اگر امر کرے اجارہ دینے والا مستاجر کو اُسکی مرمت کا جسکو اسنے اجارہ لیا امر اجرت سے جو مستاجر پر ہو اور اسی طرح اگر موجر نے مستاجر کو امر کیا غلام کے خرید کرنے کا جو غلام کہ اجارہ کے جانور کو ہانکے اور اسپر خرچ کرے تو امر اسکا باتفاق آئمہ اور صاحبین کے صحیح ہو بسبب ضرورت کے اسواسطے کہ مستاجر موجر کو ہر وقت نہیں پاتا تو اجارہ والی پھیر قبض اجرت مین اجارہ دینے والے کے مانند قرار دی گئی ہم موجر بفتح جیم عبارت ہو مستاجر سے اور موجر بکسر جیم اجارہ دینے والا قلت وفی شرح الجامع الصغیر لقاضیخان ان کان ذالک قبل وجوب الاجرة لا یجوز وبعد الوجوب فعلی الاختلاف الآتی فراجعه مین کہتا ہون اور قاضی خان کی شرح جامع صغیر مین ہو کہ اگر موجر کا یہ امر قبل واجب ہونے اجرت کے ہو تو جائز نہین اور بعد وجوب کے بنصوں کے نزدیک یہ موجب خلاف آئمہ اور صاحبین کے ہی الخ تو اُسکے طرف مراجعت کر ہم بیان خلاف یہ ہو کہ امر موجر کا بعد وجوب اجرت آئمہ کے نزدیک صحیح نہین بدون تعیین مبیع یا ثمن کے اور بنا تعیین مبیع مامور پر نافذ ہوگی اور صاحبین کے نزدیک ہر صورت امر پر نافذ ہوگی کذا فی الطحطاوی ولو امر بشراء بالف ودفع الالف فاشتری وقبضه کذلک فقال الآمر اشتریت بنصفه وقال المامور بل بکله صدق کانه امین اور اگر اسکو امر کیا اسکی خرید کا بعوض ہزار کے اور اسنے ہزار دئے سو وکیل نے اُسکو خرید کیا اور قیمت اسکی ہزار ہی ہو سو موکل نے کہا کہ تو نے پانسو سے خرید کیا اور وکیل نے کہا بلکہ پورے ہزار سے خرید کیا تو وکیل ہی کے قول کی تصدیق ہوگی کیونکہ وہ امین ہو وان کان قیمته بنصفه فالقول للآمر بلا یمین جوهرة وابن الکمال تبعا لصدر الشریعة حیث قال صدق فی الکل بلا یمین وتبعهم المصنف لکن جزم الزیلعی بانه تحریف فی صوابه بعد الحلف اور اگر قیمت اسکی پانسو ہو تو موکل کا قول معتبر ہو بدون قسم کے چنانچہ صاحب درر اور ابن کمال نے ذکر کیا ہو صدر الشریعہ کے تابع ہو کر صدر الشریعہ نے شرح وقایہ مین کہا ہو کہ موکل کی تصدیق ہوگی درصورت دفع اور عدم قیمت دونون صورتون مین بدون قسم کے اور مصنف تابع ہوا ہو اور فاصل ملتقی مذکورہ کا لیکن وانی محشی درر نے یقین کیا ہو کہ قول بعدم حلف تحریف ہو اور ٹھیک بات یہ ہو کہ بعد حلف کے موکل کی تصدیق ہوگی ہم طحطاوی نے کہا کہ محشی درر نے تحریف کی نسبت مین کوئی نص صریح بیان نہین کی تو ادعای تحریف در حق افاضل بلا سند بدیگمانی ہو اور تخطیہ بے محل ہو وان لم یدفع الالف وقیمته نصفه فالقول للآمر بلا یمین قاله المصنف تبعا للدرر وکما قلت لکن فی الاشباه القول للوکیل بیمینه الا فی اربع فیما ابیتة قلت فیه اگر موکل نے ہزار درم وکیل کو نہین دئے اور حالانکہ قیمت اسکی پانسو ہو تو موکل کا قول معتبر ہو بدون قسم کے ایسا کچھ کہا ہی مصنف نے درر کا تابع ہو کر چنانچہ مذکور ہو چکا مین کہتا ہون لیکن اشباہ مین ہو کہ وکیل کا قول معتبر ہو قسم کے ساتھ مگر چار صورتون مین گو اسکے ساتھ قول اسکا معتبر ہو تو خبردار رہنا اس اختلاف سے ہم طحطاوی نے کہا یہ استدراک صحیح نہین ماقبل پر کیونکہ وہ موکل مین ہو اور یہ وکیل مین تو اس عبارت کی کچھ حاجت نہ تھی علاوہ اسکے اشباہ مین تصدیق قول وکیل مذکور ہو تو نفی یمین اسکو لازم نہین انتہے ملخصا وان کان قیمته الفا عینا فان نفی نصفه الحقد بینهما فیلزم للبیع المامور اور اگر قیمت اسکی ہزار ہو موکل اور وکیل دونون قسم کھائین پھر دونون مین عقد فسخ کیا جاے تو مبیع وکیل کو لازم ہوگی وکذا لو امره بشراء معین من غیر بیان ثمن فقال المامور اشتریته بکذا وان صدقه بائع علی الاظهر وقال الآمر بنصف تحالفا وفسخ الاختلاف فی الثمن وهو جیحانی خلافا لخانیة اور اسی طرح اگر اسکو امر کیا چیز معین کے خرید کرنے کا بدون بیان کرنے ثمن کے سو وکیل نے کہا کہ مین نے اسکو اتنے ثمن کو خرید کیا اگرچہ بائع اسکا وکیل کی تصدیق کرے بقول اظہر اور کہا موکل نے کہ تو نے اسکو نصف ثمن سے خرید کیا تو دونون قسم کھائین بسبب واقع ہونے اختلاف کے ثمن مین اور اختلاف ثمن کا موجب باہم قسم کھانا ہو ہم تصدیق بائع کی تصحیح مین اختلاف ہو قول اظہر مذکور ابو منصور کا قول ہی اور قاضی خان نے باتباع فقیہ ابو جعفر اسکی تصحیح کی ہو کہ بائع کی تصدیق سے تحالف ہوگا کذا فی الطحطاوی واذا اختلفا فی مقدار ای الثمن فقال الآمر امرتك بشرائه بمائة وقال المامور بالف فالقول للآمر بیمینه فان برهنا قدم برهان المامور لانه یثبت الزیادة اور اگر دونون نے

اختلاف کیا مقدار ثمن مین یعنے قیمۃ مقدار ثمن مین تو موکل نے کہا کہ بیچ تجھکو اسکے خریدکرنے کا حکم کیا سو دسے اور وکیل نے کہا کہ تو نے ہزار درم سے خرید کرنے کو کہا تو موکل کا قول معتبر ہے اسکی قسم کے ساتھ پھر اگر دونون گواہ لاوین تو وکیل کے گواہ مقدم ہین باعتبار کثرت اثبات کے ولو امره بشراء احد عبيده فاشترى الوكيل فقال الآمر ليس هذا للشراء ياخذ فالقول له بيمينه ويكون الوكيل مشتريا لنفسه والاصل ان الشراء متى لم ينفذ على الآمر ينفذ على المامور بحكم البيع كما مر في خيار الشرط اور اگر موکل نے اسکو حکم کیا اپنے بھائی کے خرید کرنے کا سو وکیل نے خرید کیا تو موکل نے کہا کہ یہ جیسکو خرید کیا میرا بھائی نہین تو موکل کا قول اسکی قسم کے ساتھ معتبر ہوگا اور وکیل اسکا مشتری ٹھہرے گا اپنی ذات کے واسطے اور قاعدہ کلیہ یہ ہو کہ خریداری جبکہ موکل پر نافذ نہوئی تو وکیل پر نافذ ہوتی ہو بخلاف بیع کے چنانچہ کتاب البیع خیار الشرط کے باب مین مذکور ہو چکا یعنے درصورت بطلان بیع ملک موکل باقی رہیگی وعتق العبد عليه اى على الوكيل لزعم عتقه على موكله فيواخذ بزعمه خانيه اور غلام آزاد ہوگا وکیل پر بسبب گمان کرنے وکیل کے اسکا آزاد ہونا اپنے موکل پر تو وہ ماخوذ ہوگا اس گمان پر كذا في الخانية ولو امره عبد بشراء نفسه لامره من مولاه بكذا ودفع المبلغ فقال الوكيل لسيده اشتريته لنفسه فيأخذ على هذا الاول عتق على المال وولاؤه لسيده كان الوكيل سفيرا اور اگر غلام نے ایک شخص کو وکیل کیا اپنی ذات کے خریدکرنے کا اپنے مالک سے یعوض اتنے مال کے اور مبلغ اسکو دیا سو وکیل نے اسکے مالک سے کہا کہ بیچ اس غلام کو خرید کیا اسیکی ذات کے واسطے سو مالک نے اسکو بیچا اسی طریق پر تو وہ آزاد ہوگا مال مذکور پر اور حق آزادی اسکے مالک کا ہو اور وکیل درمیانی ہو ہم جب وکیل سفیر محض ہوا تو حقوق عقد اسکے طرف راجع نہونگے اور مطالبہ الف ثانی کا غلام پر ہو نہ وکیل پر یہی قول صحیح ہو آزاد واسطے ہوا کہ غلام کا بیچنا غلام سے اعتاق ہو اور غلام کا خریدکرنا قبول اعتاق یعوض مال ہو كذا في الطحطاوي وان قال الوكيل اشتريته ولم يقل لنفسه فلم يعتمد ملك المشترى والا لانفسد فيهما لانه كسبب يدعو على العبد الفاخرق في الصورة الاولى بدلا عن العتاق كما على المشترى الف مثلها في الثانية لان الاول مال المولى فلا يصلح بدلا اور اگر وکیل نے کہا کہ بیچ اس غلام کو خرید کیا اور یہ نہ کہا کہ غلام کو غلام کے واسطے خرید کیا تو غلام مشتری کا مملوک ہوگا اور ہزار دونون صورتون مین مالک کا مال ہو اسواسطے کہ وہ اسکے غلام کی کمائی ہو اور غلام پر دوسرے ہزار درم پہلی صورت مین واجب ہین عوض اعتاق کے جیسے مشتری پر ہزار ہین مانند اسکے دوسری صورت مین اسواسطے کہ اول ہزار مال ہو مولے کا تو وہ لیاقت عوض ہونے کی نہین رکھتا وشراء العبد من سيده اعتاق فتلغوا احكام الشراء فلذا قال فلو شرى العبد نفسه الخ العطاء حكم الشراء بحر اور خرید کرنا غلام کا اپنی ذات کو اپنے مالک سے اطلاق ہو نہ بیع تو احکام خریداری کے لغو ہو جائین گے تو اسی واسطے مصنف نے کہا سو اگر غلام نے اپنی ذات کو خرید کیا عطا تک تو خرید صحیح ہو كذا في البحر ہم اور اگر خرید بحقیقی ہوتی تو فاسد ہوتی بسبب مجہول ہونے مدت کے كذا في الطحطاوي كما عرفه فحصة اذا اشترى نفسه من مولاه ومعه رجل آخر بطل شراء في حصة شريكه جیسے صحیح ہو خرید غلام کے حصہ مین جبکہ غلام نے اپنے ذات کو موال اپنے مولے سے اور حالانکہ غلام کے ساتھ دوسرا مرد مشتری ہو اور باطل ہوگی خریداری غلام کے ساتھی کے حصے مین ہم مراد یہ ہو کہ غلام اور اسکے شریک نے بصفقہ واحدہ خریداری کی چنانچہ تعلیل لاحق اسپر دال ہو بخلاف ما لو شرى كل واحد رجل آخر فانه يصح فيهما بيوع الخانية من بحث الاستحقاق والفرق انعقاد البيع في الثاني لا الاول لان الشرع جعله اعتاقا ولذا بطل في حصة شريكه للزوم الجمع بين الحقيقة والمجاز بخلاف اس صورت کے کہ اگر باپ نے اپنا بیٹا خرید کیا ایک اور مرد کے ساتھ شریک ہوکر کہ یہ خریداری دونون شریکون کے حق مین صحیح ہو چنانچہ خانیہ کی کتاب البیوع مین ہو استحقاق کی بحث سے اور دونون صورتون مین وجہ فرق یہ ہو کہ بیع منعقد ہوتی ہو دوسری صورت مین یعنے باپ کی شرکت مین نہ پہلی صورت مین یعنے غلام کی شرکت مین اسواسطے کہ شرع نے غلام کی خریداری کو اعتاق قرار دیا ہو ولہذا بیع باطل ہو غلام کے شریک کے حصے مین بسبب لازم ہونے جمع مین الحقیقۃ والمجاز کے ہم یہ شارح نے جواب دیا سوال مقدر کا حاصل سوال یہ ہو

گیا وجہ ہو کہ بیع مذکور حق غلام مین اعتاق اور اسکے شریک حق مین مفید ملک ہنوی خلاصہ جواب یہ ہو کہ یہ نہین ہو سکتا اسواسطے کہ اسسے لازم آتا ہے ایک لفظ کا استعمال کرنا معنی مجازی لیے اعتاق مین اور معنی حقیقی لیے ثبوت ملک اور حالانکہ جمع بین الحقیقۃ والمجاز جائز نہین قال احمد اشترِ نفسک من مولاک فقال المولاۃ یعنی تفسیر لفلان ففعل ای باعہ علی ھذا الوجہ فھو للامر فلو وجد بہ عیبا ان علم بہ العبد فلا رد لہ علم الوکیل لعلم الموکل وان لم یعلم فالرد للعبد اختیار کہا ایک شخص نے غلام سے کہ میرے لیے اپنی ذات کو خرید کر اپنے مالک سے سو غلام نے اپنے مالک سے کہا کہ بیچ میری ذات فلانے شخص کے واسطے سو اسنے کہا اپنے اسکے مالک نے اسکو اسی طرح بیچا تو وہ غلام موکل کا مملوک ہو سو اگر موکل نے اسمین کوئی عیب پایا اگر اس عیب کو غلام جانتا تھا تو پھیر دینا جائز نہین اسواسطے کہ دانستہ وکیل کی موکل کی دانستہ کے مانند ہی اور اگر اسکو معلوم نہ تھا تو غلام کو اپنی رد بیع کا اختیار ہو کذا فی الاختیار شرح المختار ہم غلام کو رد بیع کا اسواسطے اختیار ہوا کہ غلام وکیل ہی اور حقوق بیع مین اصل وکیل ہی وان لم یقل لفلان اعتقہ لانہ اتی بتصرف اخر فنفذ علیہ وعلیہ الثمن فیھما لزال حجرہ بعقد باشرہ مقرونا بالمولی اور اگر غلام نے یہ نکہا کہ بیچ مجھکو فلانے شخص کے واسطے بلکہ یون کہا کہ مجھکو بیچ دال کذا فی الطحطاوی تو غلام آزاد ہوگا اسواسطے کہ وکالت کے سوا اسنے دوسرا تصرف کیا تو اسپر نافذ ہو گیا اور غلام پر ثمن لازم ہی دونون صورتون مین یعنے درصورت وکالت اور عدم وکالت مین بسبب زائل ہونے منع تصرف غلام کے اس عقد کے سبب سے جسکا وہ مباشر اور فاعل ہوا اذن مالک کے ساتھ متصل ہو کر کذا فی الدرر ہم یہ جواب ہی سوال مقدر کا تقریر اسکی یہ ہو کہ وکیل یہان غلام ہوا اور غلام محجور التصرف ہو تو چاہیے کہ حقوق بیع اسکی طرف راجع ہون فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا الوکیل اذا خالف ان خلافا الی خیر فی الجنس کبیع بالف درھم فباع بالف ومائۃ نفذ ولو بغبن فاحش ودیر وکیل نے جبکہ امر موکل کی مخالفت کی اگر مخالفت موکل کی بہتری کی طرف ہو ایک ہی جنس کے اندر چنانچہ موکل نے کہا کہ بیچ بعوض ہزار درم کے سو وکیل نے گیارہ سو درم کو بیچا تو بیع نافذ ہی اور اگر بعوض سو دینار کے بیچا تو بیع نافذ نہین اگرچہ موکل کے حق مین سو دینار بہتر ہون ہزار درم سے کذا فی الخلاصہ والدرر ہم یہ مسئلہ درر مین خلاصہ سے منقول ہی تو بہتر یہ تھا کہ شارح فقط خلاصہ پر اختصار کرتا واللہ اعلم

فصل

یہ فصل ہی بیع اور شرا وغیرہما کی وکالت کے احکام مین لا یعقد وکیل البیع والشراء ولا اجارۃ والصرف والسلم ومنہ عامۃ من ترد شھادتہ للتھمۃ وکیل بیع اور شرا اور اجارہ اور صرف اور سلم اور انکی مانند کا چنانچہ تزویج کا وکیل عقد نکرے اس شخص کے ساتھ جسکی گواہی وکیل کے حق مین مردود ہی بسبب تہمت کے ہم مثلا اپنے اصول اور فروع کے ہاتھ وکیل بیع نکرے نہ اجارہ کے کہ محل تہمت ہی اور اسواسطے کہ منافع مابین اصول اور فروع کے متصل ہین تو گویا اسنے اپنی ذات سے بیع کی من وجہ حق وکیل کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر اسنکے ہاتھ بیع کریگا جسکی گواہی موکل کے حق مین مقبول نہین چنانچہ موکل کے باپ یا بیٹے یا غلام مدبون یا مکاتب سے وکیل بیع کریگا تو جائز ہی اور اپنی ذات سے عدم جواز بیع کا حکم بطریق اولی معلوم ہو گیا کذا فی الطحطاوی وعن البحر وجوزہ لا بمثل القیمۃ لا بمحابیۃ ومکاتبہ اور صاحبین نے عقد کو جائز کہا ہو قیمت کے مانند سے نہ اپنے غلام اور مکاتب سے الا اذا اطلق الوکیل البیع محمد شرنبلالی فیجوز بیعہ لھم بمثل القیمۃ اتفاقا وکیل کو اشخاص مذکورین کے ہاتھ بیچا جائز نہین مگر جبکہ موکل وکیل کو علی الاطلاق وکیل کرے چنانچہ یون کہے کہ بیچ جس شخص کے ہاتھ تیرا جی چاہے تو جائز ہوگا اسکا جیسا ان لوگون کے ہاتھ بمثل قیمت باتفاق امام اور صاحبین کے کما یجوز عقدہ معھم بالکثر من القیمۃ اتفاقا ای بیعہ لاشیاء بالکثر منھا اتفاقا جیسے جائز ہو عقد تزویج کا اُنکے ساتھ درصورت عدم اطلاق اکثر قیمت سے بالاتفاق یعنے بیع وکیل کی درصورت اکثر قیمت جائز ہی نہ خریداری اسکی اکثر قیمت ویکر بالاتفاق ہم شارح نے بیع کی قید لگا کر اشارہ کیا کہ مصنف مطلق بول گیا ہی محل تقیید مین کما لو باع باقل منھا بفبن فاحش لا یجوز اتفاقا وکذا بیسیر عند خلافا لھما

وکالۃ من یجوز

ابن ملک وغیرہ چنانچہ اگر بیع کرے اشخاص مذکورین کے ساتھ کمتر قیمت سے بنقصان کثیر تو بالاتفاق جائز نہیں اور اسی طرح بنقصان قلیل بیع جائز نہیں امام کے نزدیک بخلاف صاحبین کذا ذکرہ ابن ملک وغیرہ وفی السراجیۃ لو صرح بہم جاز اجماعا کمن نفسہ وطفلہ وعبدہ غیر المدیون اور سراجیہ میں ہے کہ اگر موکل نے تصریح کر دی ہو اشخاص مذکورین کے ساتھ بیع کرنے کی تو بیع بالاجماع جائز ہے مگر وکیل کو اپنی ذات اور اپنے طفل اور اپنے غلام غیر مدیون سے جائز نہیں وصح بیعہ عاقل او کثر ویا لعوض اور صحیح ہے بیع وکیل کی قلیل قیمت یا کثیر قیمت سے اور بعوض اسباب کے ہم یعنے امام کے نزدیک بیع ہر صورت میں صحیح ہے اگرچہ غبن فاحش ہو اسواسطے کہ توکیل مطلق ہو تو بیع اپنے اطلاق پر جاری رہیگی اور گاہے انسان بیع سے عاجز ہو جاتا ہے تو نقصان قبول کرکے بیچتا ہے کذا فی الطحطاوی وخصاہ دیا بالنقود وبہ یفتی زیلعی اور صاحبین نے صحت بیع وکیل کو قیمت اور نقود کے ساتھ مخصوص کیا ہے اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی البزازیہ ہم محل خلاف درصورت عدم تقیید موکل ہے سو موکل اگر قیمت یا نقد کی تعیین کر دیگا تو اسکا خلاف جائز نہوگا کذا فی الطحطاوی ولا یحوز فی الصرف کربنا ربدرہم بغین فاحش اجماعا لانہ بیع من وجہ شراء من وجہ صیر فیہ اور جائز نہیں عقد صرف میں جیسے ایک دینار کی بیع ایک درم سے بنقصان کثیر باجماع امام اور صاحبین کے اسواسطے کہ عقد صرف بیع ہے ایک راہ سے خرید ہے دوسری وجہ سے کذا فی الصیرفیہ ہم اور معلوم ہو چکا کہ خرید بغبن فاحش جائز نہیں وصح بالنسیئۃ ان التوکیل یالبیع للتجارۃ وان کان للمحاجۃ لا یحوز کلوآہ اذا وقت عرفا لان الحال لیبعہ لہا ویتعین النقد بدیفتہ خلاصہ اور صحیح ہے بیع اودھار سے اگر بیع میں وکیل کرنا تجارت کے واسطے ہو اور اگر حاجت کے واسطے ہو تو اودھار سے بیچنا جائز نہیں چنانچہ عورت نے جبکہ سوت دیا ایک مرد کو کہ اسے بیچ دے عورت کے واسطے اور اس صورت میں نقد ثمن سے بیچ دینا متعین ہوگا اسی قول کا فتوی ہے کذا فی الخلاصہ ہم اسواسطے کہ دفع حاجت نہیں ہو سکتا مگر نقد سے بخلاف سوداگری کے وکذا فی کل موضع قامت القرائن علی الحاجۃ کما افادہ المصنف اور اسی طرح نقد ثمن سے بیچنا متعین ہوگا ہر ایک اس مقام میں جسمیں دلالت حال قائم ہے حاجت اور ضرورت پر چنانچہ اسکو بیان کیا ہے مصنف نے اپنی شرح میں وھذا ایضا ان یا مر بالبیع الناس نسیئۃ فان طول المدۃ لم یجز یعنی ابن ملک اور یہ بھی یعنے تجارت میں اودھار سے بیچنا اس صورت میں جائز ہے اگر وکیل نے بیع کی اتنی مدت کے ساتھ جتنی مدت تک لوگ اودھار بیچتے ہیں سو اگر وکیل ثمن کی مدت دراز مقرر کریگا تو جائز نہوگا اسیکا فتوی ہے کذا صرح ابن ملک وصح عین اکھر شیما تعین لکن فی البعر بالنسیئۃ بالف فباع بالنقد بالف جاز بح اور جبکہ موکل کوئی چیز مقرر کر دیگا تو وہ متعین ہو جائیگی مگر اس صورت میں کہ موکل نے کہا کہ بیچ اسکو ہزار درم اودھار سے سو وکیل نے اسکو ہزار درم نقد سے بیچا تو جائز ہے کذا فی البحر ہم اور اگر موکل نے کہا کہ بیچ مدت مقرر کرکے بلا تعیین ثمن سو اسکے نقد سے بیچا امام سرخسی نے کہا کہ اصح یہ ہے کہ بالاجماع جائز نہیں کذا فی الطحطاوی وقلت وقد مناانہ الا خلاف الی خیر فی ذلک الیحس جاز وا لا لا میں کہتا ہوں اور ہم پہلے ذکر کر چکے کہ اگر وکیل نے مخالفت امر موکل کی بہتری کے ساتھ اسی جنس میں تو جائز ہے اور نہیں تو جائز نہیں وانما تقبل بزمان ومکان اور البتہ وکالت مقید ہوتی ہے زمان اور مکان کے ساتھ لکن فی البزازیۃ الوکیل الی عشرۃ ایام وکیل فی العشرۃ وبعدھا لا الا صح وکذا الکفیل لکنہ لا یطالب الا بعد اجل کما فی تنویر البصائر ثم لیکن بزازیہ میں ہے کہ دس دن تک کا وکیل دس دن میں اور بعد اسکے بھی وکیل ہے اور اسی طرح دس دن کا ضامن لیکن ضامن سے مطالبہ نہوگا مگر مدت کے بعد کما فی تنویر البصائر وفی زواہر الجواہر قال بعد یشھد ادیری فلانا وعلی او معرفتہ یاع بدونھم جاز بخلاف لا تبع الا بشھود او لا بحضرتی فلان یفتی قلت وبہ علم حکم واقعۃ الفتوی فی فرع صلا وقال اشتر لی دینا بمعرفۃ فلان من ذھب واشتری بلا معرفتہ فھلک الزیت لم یضمن بخلاف لا تشتر الا بحضرۃ فلان فلیحفظ اور زواہر الجواہر میں ہے کہ موکل نے کہا کہ بیچ اسکو گواہوں کے روبرو یا بیچ اسکو فلانے شخص کی تجویز سے یا اسکی دانست اور معرفت سے اور وکیل نے اسکو بیچا بدون اشخاص مذکورین کے تو جائز ہے بخلاف اس قول کے کہ نہ بیچنا مگر گواہوں کے سامنے یا نہ بیچنا مگر فلانے شخص کے

روپیہ وکہ بدون اُنکے بیع جائز نہوگی اسی کا فتوے ہے مین کہتا ہون اور اس قول سے معلوم ہوگیا اس واقعہ فتوے سے ملاب کا حکم کہ موکل نے وکیل کو مال دیا اور کہا کہ میرے واسطے روغن زیتون خرید کر فلانے شخص کی معرفت سو وکیل کیا اور اُسنے بدون معرفت اُس شخص کے خرید کیا پھر روغن مذکور تلف ہوگیا تو وکیل پر تاوان نہین بخلاف اس قول کے کہ خرید نکرنا مگر فلانے شخص کی معرفت تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ص فتاوے عالمگیری مین ہے کہ اگر موکل نے ایسی شرط عقد مین کی جو اصلا مفید نہین بلکہ اسکو مضر ہے تو وکیل پر اسکی مراعات واجب نہین خواہ اُسکی تاکید نفی سے کرے یا نہ کرے چنانچہ اُسنے کہا کہ بعوض ہزار درم کے اوُدھار بیچ یا یون کہا کہ نہ بیچنا مگر اوُدھار ہزار درم سے سو اُسنے ہزار نقد سے بیع کی تو بیع موکل پر جائز ہے اور اگر موکل نے ایسی شرط کی کہ ایک راہ سے مفید اور دوسری راہ سے مفید نہین تو اگر اُسکی تاکید نفی سے کریگا تو مراعات اُسکی واجب ہے اور اگر نفی سے تاکید نکی ہو تو مراعات واجب نہین چنانچہ یون کہا کہ اسکو فلانی بازار مین بیچنا سو اُسنے دوسرے بازار مین بیچا تو اگر اُسنے تاکید بنفی نہ کی ہو تو موکل پر بیع نافذ ہے اور اگر تاکید بنفی کی ہو تو موکل پر نافذ نہوگی کما فی الذخیرۃ اور قسم ثالث چھوٹ رہی وہ یہ ہے کہ شرط مفید محض ہو اور ظاہر اگلی نصر سجات سے اُس وقت مین تعیین شرط معلوم ہوتی ہے کذا فی الطحطاوی وھو اخذہ رھنا وکفیلا بالثمن فلا ضمان علیہ لو ضاع الرھن فی یدہ او توی المال علی الکفیل لان جواز الشرعی ینافی الضمان اور وکیل کو صحیح ہے ثمن مین رہن لینا اور ضامن لینا تو اسپر تاوان نہین اگر رہن ضائع ہوگیا اُسکے ہاتھ مین یا مال ہلاک ہوگیا ضامن پر اسواسطے کہ جواز شرعی تاوان کی منافی ہے ص ہلاکی مال کی صورت یہ ہے کہ مقدمہ رجوع کرے اُس قاضی کے پاس جسکے مذہب مین اصیل بری الذمہ ہوجاتا ہے ضمانت سے پھر ضامن مفلس ہوکر مرجاے لہذا الحصوف نے کہا کہ کفالت سے بیان حوالہ مراد ہے اور لصیوف نے کہا کہ کفالت اپنے معنی حقیقی پر ہے تو ہلاکی کی صورت یہ ہوگی کہ کفیل اور مکفول عنہ مفلس ہوکر مرجاے کذا فی الطحطاوی عن الوانی عن شرح الہدایۃ ویقید شراء ہ بمثل القیمۃ وغبن یسیر وھو مایقوم بہ مقوم اور وکیل کی خرید مقید بمثل قیمت ہے یا غبن قلیل کے ساتھ غبن قلیل وہ ہے کہ اُسکے برابر کوئی قیمت کرنے والا واقف کا قیمت کرتا ہو کذا فی الدرر ص وغبن یسیر کا واو بمعنی او ہے اور غبن یسیر کی یہی تعریف مذکور اصح ہے کذا فی الطحطاوی وھذا اذا لم یکن سعرہ معروفا وان کان سعرہ معروفا باین الناس کخبز ولحم وموزونا جبن لا یتغابن فی مثلہ کما فی الزیادۃ ولو قلیلا واحدیہ بفتح حر وبنایہ اور یہ لینے وکیل کی خرید جائز ہونا غبن یسیر کے ساتھ اُس وقت ہے جبکہ نرخ اُسکا مشہور نہو اور اگر نرخ اُسکا معروف اور مشہور ہو لوگون مین جیسے کہ روٹی اور گوشت اور کیلا اور پنیر کا نرخ تو غبن کے ساتھ بیع نافذ نہوگی موکل پر اگرچہ زیادتی قلیل ہو اگرچہ ایک پیسا ہو اسی کا فتوے ہے کذا فی البحر والنہایۃ وکلہ ببیع عبد فباع نصفہ ثم وکلا ثلاثا التوکیل وقالا ان باع الباقی قبل الخصومۃ جاز والا لا وھو اصح انا ملتقی وھدایۃ وظاھرہ ترجیح قولھما والمفتی بہ خلافہ ح وکیل کیا اسکو غلام کی بیع کا سو وکیل نے نصف غلام بیچا تو صحیح ہے بسبب مطلق ہونے توکیل کے اور صاحبین نے کہا اگر وکیل نے باقی غلام کو بیچ ڈالا قبل خصومت کے تو بیع جائز ہے اور نہین تو جائز نہین اور یہ استحسان ہے کذا فی الملتقی و الہدایۃ اور ظاہر ہدایہ مین قول صاحبین کی ترجیح ہے اور قول مفتی بہ اسکے مخالف ہے کذا فی البحر ص امام کی دلیل یہ ہے کہ توکیل مطلق ہے اجتماع اور افتراق سے اور صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ شرکت ایسا عیب ہے کہ قیمت کو کم کر ڈالتا ہے تو اطلاق مراد نہوگا خلاصہ یہ ہے کہ امام کے نزدیک توکیل بالبیع مین عموم اور اطلاق مراد ہے اور توکیل بالشراء مین وہ متعارف مراد ہے جسمین ضرر اور تہمت نہین اور صاحبین کے نزدیک دونون برابر ہین وقیدابن الکمال الخلاف بما یتغابن بالشرکۃ واکاجازا اتفاقا فلیراجع اور ابن کمال نے امام اور صاحبین کے خلاف مین اسکی قید لگائی کہ جو شرکت سے معیوب ہوجاے اور اگر شرکت سے معیوب نہو تو بالاتفاق جائز ہے تو اس تقیید کو تلاش کرنا چاہیے کتب فقہ مین ص بحر الرائق مین ہے کہ غلام سے مراد وہ ہے جسکی تجہیز مین ضرر ہے تو احتراز واقع ہوا اس سے جسکی تجہیز مین ضرر نہین جیسے گیہون اور جو کہ وہ بالاتفاق جائز ہے چنانچہ معراج مین ہے کذا فی الطحطاوی وفی الشراء یتوقف علی شراء ما بقی قبل الخصومۃ اتفاقا اور نصف غلام کی خرید مین خرید موقوف ہے اسکی نصف باقی کے خرید کرنے پر قبل خصومت کے بالاتفاق امام اور صاحبین کے لیے اگر قبل

خمر متکذبہ موکل کے وکیل نے نصف ثانی کو خرید کر لیا تو صحیح ہوا در نہین صحیح نہین ولو رد بہ بعیب علی وکیلہ بالبیع ببینۃ او بقولہ او اقرارہ فیما لا یحدث مثلہ فی هذه المدۃ ح رجوع الوکیل علی الآمر اور اگر بیع پھیر دیگیا بسبب عیب کے اسکی بیع کے وکیل پر دو اسطہ گواہون کے یا قسم کھانے وکیل کے یا اقرار سے وکیل کے اس عیب مین کہ ویسا عیب اتنی مدت مین پیدا نہین ہوتا تو وکیل اسکو پھیر دیگا موکل پر دو بنا قرارہ فیما یحدث مثلہ لا یرجع ولزم الوکیل اور اگر رد بیع ہوا وکیل کے اقرار سے اس عیب مین کہ پیدا ہو سکتا ہی اتنی مدت مین تو موکل پر نہ پھیر یگا اور وکیل کو وہ لازم ہی الا صل قالوا الوکالۃ الخصوص فی المضاربۃ للعموم قاعدہ کلیہ وکالت مین خصوص ہی اور مضاربت مین عموم ہی ہم ولہذا وکالت بیان جنس سے صحیح نہین بلکہ بیان نوع یا ثمن ضرور ہی بخلاف مضاربت ولہذا مضارب ابداع کا مالک ہی در فرع علیہ بقولہ فان باع الوکیل نسیئۃ فقال الآمر تلک بنقد قال طاهر صدق الآمر اور مصنف نے قاعدہ مذکور پر تفریع کی اپنے اس قول سے سو اگر وکیل نے بیع کی ادھار اور موکل نے کہا کہ مین نے نقد کے ساتھ بیچنے کا امر کیا تھا اور وکیل نے کہا کہ تو نے مطلق کہا تھا تو موکل کی تصدیق ہوگی یعنی سو اسطے کہ وکالت مین خصوص اصل ہی در فی الاختلاف فی المضاربۃ صدق المضارب عملا بالاصل اور مضاربت کے اختلاف مین مضارب کی تصدیق ہوگی اصل پر عمل کرنے سے یعنے مضارب نے ادھار بیچا اور رب المال نے کہا کہ مین نے نقد سے بیچنے کو کہا تھا اور مضارب نے کہا کہ تو نے مطلق کہا تھا تو مضارب ہی کی تصدیق ہوگی کیونکہ اصل مضاربت مین عموم ہی لا ینفذ تصرف احد الوکیلین معا کو کلتکما بکذا وحلا و لو الآخر عبدًا او صبیا او مأذونا او جن نافذ نہین تصرف فقط ایک وکیل کا ان دو وکیلون مین سے جنکو موکل نے ساتھی وکیل کیا چنانچہ یون کہا موکل نے کہ مینے تم دونون کو وکیل کیا فلانے کے کام کا اگرچہ دوسرا وکیل غلام یا صغیر ہو یا مر گیا یا دیوانہ ہو گیا ہو سو اسطے ایک وکیل کا تصرف نافذ نہین کہ موکل دونون وکیلون کی رائے سے راضی ہوا ہی نہ فقط ایک کی رائے سے اور یہ اس تصرف مین ہی جسمین اجتماع سے کوئی مانع نہین اور اسمین رائے کی حاجت ہی اور تو کیل بلفظ واحد نحو کذا فی الدرر الا فیما اذا وکلهما علی التعاقب بخلاف الوصیین کما سیجئ فی بابہ مگر احد الوکیلین کا تصرف اس صورت مین نافذ ہی جبکہ موکل نے دو شخصون کو وکیل کیا علی التعاقب نہ ساتھی بلفظ واحد بخلاف دو وصی کے کہ باوجود وصایت علی التعاقب ایک وصی کا تصرف بدون دوسرے کے نافذ ہوگا چنانچہ باب الوصایا مین آویگا در فی خصومۃ بشرط رأی الآخر لا حضرۃ علی الصحیح تصرف احد الوکیلین نافذ نہین مگر خصومت مین نافذ ہی بشرط شرکت رائے وکیل ثانی کے نہ حاضر ہونا دوسرے وکیل کا بنا بر قول صحیح کے ہر خصومت مین تصرف ایک وکیل کا اسواسطے نافذ ہوا کہ وہان اجتماع متعذر ہی کہ شور و شغب کا موجب ہوگا مجلس قضا مین کذا فی الدرر منع القاضین عینی سے مذکور ہی کہ خصومت مین وکیل ثانی کی رائے مشروط ہی تو اگر بدون اسکے ثانی وہ مسایشر ہوگا تو ہمارے نزدیک جائز نہین الا اذا انتهیا الی القبض فحتی یجمعا جوہرہ خصومت مین احد الوکیلین کا تصرف نافذ ہی مگر جب دونون وکیل منتہی ہون قبض کی طرف یعنے جب خصومت منتہی بقبض ہو تو جائز نہین یہان تک کہ دونون وکیل مجتمع ہون کذا فی الجوہرہ وعتق معین وطلاق معینۃ لم یعوضا بخلاف معوض وغیر معین اور تصرف احد الوکیلین نافذ نہین مگر غلام معین کے عتق اور زوجۂ معینہ کی طلاق مین جو عتق اور طلاق کہ بلا بدل ہی بخلاف معوض اور غیر معین کے عتق اور طلاق معینہ بلا عوض ہی ہر ایک کی حاجت نہین لہذا فقط ایک وکیل کا تصرف کافی ہی بخلاف معوض اور غیر معین کے کہ انمین ایک وکیل کا تصرف بدون دوسرے کے کافی نہین و تعلیق بمشیتہما ای الوکیلین فلہ یلزم اجتماعہما بالتعلیق قالہ المصنف اور تعلیق بمشیت وکیلین لازم نہین کہ اجتماع وکیلین سو اسطے کہ اجتماع وکیلین لازم تعلیق پر عمل کرنے سے الیہ کچھ کہا ہی مصنف نے ہر چنانچہ موکل نے کہا دونون وکیلون سے کہ تم اسکو طلاق دو اگر تم چاہو تو وقوع طلاق مین دونون کا فعل شرط ہی اسواسطے کہ جو چیز دو شے کے ساتھ معلق ہوئی وہ متحقق نہین ہوتی ایک شے کے وجود کے ساتھ اور یہی حکم ہی عتق معلق کا قلت وظاهره عطفه علی لم یعوضا کما یعلم من العینی والدرر فحق العبارۃ ولا علقا بمشیتہما فتدبر مین کہتا ہون اور ظاہر اعطف تعلیق بمشیتہما کا لم یعوضا

پر ہو چنانچہ عینی اور درر سے معلوم ہوتا ہو تو حق عبارت یون تھا ولا علقا بمشیتہما سو تامل کرو مم تو اب ترجمہ یون ہوگا کہ تصرف احد الوکیل نافذ نہین مگر عتق معین اور طلاق معینہ مین جبکا بدلا نہین لیا گیا اور نہ وکیلین کی مشیت پر دونون معلق کئے گیے وفی تنویر و رد عین کعبد یعتق و عادیۃ و مغصوب و مبیع فاسد خلاصۃ اور تصرف احد الوکیلین نافذ نہین مگر طلاق مین کرنے اور رہونین مین چنانچہ ودیعت اور عاریت اور مغصوب اور مبیع فاسد کے پھیر دینے مین کذا فی الخلاصۃ بخلاف استرداد ھا فلو قبض احد ھا فقط کلیھما لعدم امر ہ بقبض شیٔ منہ و حد ۔ سراج بخلاف استرداد عین کے تو اگر وکیل ودیعت اور عاریت اور مغصوب اور مبیع فاسد کو پھیر لے گا تو اسکے پورے کا تاوان دیگا یعنے درصورت ہلاکی شیٔ مسترد بسبب ہونے امر موکل کے اسمین سے کچھ قبضہ کرنے کا تنہا یعنے موکل نے یہ نکہا تھا کہ ایک وکیل تنہا بعض شیٔ پر قبضہ کرے کذا فی السراج ۱۲ یہ جواب ہو سوال مقدر کا خلاصہ سوال یہ ہو کہ مسترد کے پورے تاوان ہونے کی کیا وجہ ہو لائق تو یون تھا کہ وکیل پر نصف ضمان ہوتا اسواسطے کہ ہر وکیل نصف شیٔ کے قبض پر مامور تھا خلاصہ جواب یہ ہو کہ اسکو نصف پر قبضہ کرنے کا تنہا امر تھا بلکہ اجتماع وکیلین امر تھا پھر جب اسنے خلاف امر کیا اور وہ چیز تلف ہوگئی تو پورا ضمان اسپر لازم آیا وفی تسلیم ھبۃ بخلاف قبضھما و لو الجمیع اور تسلیم ہبہ یعنے موہوب مین احد الوکیلین کا ذمی ہو بخلاف قبض موہوب کے کہ اسمین اجتماع وکیلین ضرور ہو کذا فی الوجیز و قضاء دین بخلاف اقتضائہ عینی اور دین کے ادا مین ایک وکیل کافی ہو بخلاف دین کے تقاضی کے کہ اسمین انفراد کافی نہین کذا فی العینی ۱۲ مسترداد عین اور قبض ہبہ اور اقتضاء دین مین ایک وکیل کا تصرف اسواسطے کافی نہوا کہ اجتماع وکیلین ممکن ہو اور اسمین موکل کی غرض صحیح ہو اسواسطے کہ حفظ دو شخصون کا ایک شخص کا حفظ کی برابر نہین وبخلاف الوصایۃ کما تبین فی کتاب المضاربۃ والقضاء والتحکیم والتولیۃ علی الوقف فان ھذہ لیست کالوکالۃ فلیس لاحدھما الانفراد بہا اور بخلاف دو شخصون کی وصی ہونے کے اور اسی طرح دو شخصون کی مضاربت اور قضا اور تحکیم اور وقف پر متولی ہونے کے تو یہ چیزین وکالت کے مانند ہین تو ایک شخص کو دو شخصون مین سے انفراد اور تنہائی جائز نہین کذا فی البحر ۱۲ اشباہ مذکورہ پانچ ہین نہ چھ تو شاید کہ شارح نے وصایت مین دو صورتین ٹھہرائین ایک صورت یہ کہ دونون کو ساتھی وصی مقرر کیا اور دوسری صورت یہ کہ علی التعاقب کیا چونکہ اشباہ مذکور مین راے اور تجویز کی حاجت ہو لہذا انفراد کافی نہین مثلاً بادشاہ نے ایک محل یا ایک حادثہ مین دو قاضی مقرر کئے تو ایک قاضی کا فیصلہ کرنا کافی نہوگا کذا فی الطحطاوی مختصر استبصرف لا فی مسئلۃ ما اذا شرط الواقف التظاولہ او الاستبدال مع فلان فلن الواقف لا انفراد دون فلان اشباہ مگر اس مسئلہ مین جبکہ واقف کرنے والے نے وقف کی نظارت یا استبدال کو اپنے واسطے شرط کیا فلانے شخص کے ساتھ تو واقف کو نظارت یا استبدال مین انفراد جائز ہو نہ فلانے شخص کو کذا فی بعض الاشباہ والوکیل بقضاء الدین من مالہ او من مال موکلہ لا یجبر علیہ اذا لم یکن للموکل علی الوکیل دین وھو واقع الفتوی کما بسطہ العمادی فی اعتمد المنصف اور ادا ے دین کا وکیل خواہ ادا ے دین وکیل کے مال سے ہو یا موکل کے مال سے ہو اسپر زبردستی نہین کی جائیگی ادا ے دین مین بشرطیکہ موکل کا وکیل پر دین نہو اور یہ واقعہ کہی فتوی طلب تھا چنانچہ اسکو عمادی نے مشرح بیان کیا ہو اور مصنف نے اسپر اعتماد کیا ہم اشباہ کی عبارت اسسے عام ہو چنانچہ اسمین یون ہو کہ وکیل پر جبر نہین اگر وہ باز رہے اس فعل سے جسمین وہ وکیل ہوا مگر تین مسئلون مین اور ملتقات مین علت اسکی یہ مذکور ہو کہ اسکا کرنا اسپر واجب نہین لیکن تنویر البصائر مین ہو کہ وکیل پر جبر ہوگا دفع دین مین جبکہ اسکے پاس موکل کا مال ہو کذا فی الطحطاوی قال ومفادہ ان الوکیل بیبیع عین من مال الموکل لوفاء دینہ لا یجبر علیہ کما لا یجبر الوکیل بنحو طلاق ولو بطلبہا علی المعتمد وعتق وھبۃ من فلان وبیع منہ لکونہ تبرعاً مصنف نے کہا اور عدم جبر وکیل کا مفاد یہ ہو کہ موکل کے مال سے ایک چیز کے بیچنے کا ایک شخص وکیل ہو موکل کے ادا ے دین کے واسطے تو اسپر جبر نہوگا بیچنے پر چنانچہ وکیل پر جبر نہین بمثل طلاق اگرچہ یہ توکیل طلاق عورت کی خواہش سے ہو بنا بر قول معتمد کے اور جبر نہین عتق پر اور فلانے شخص کے ہبہ کرنے پر اور اسکے ہاتھ بیچنے پر کیون کہ وکیل

افعال مذکورہ کے کرنے مین متبرع ہو یعنے افعال مذکورہ اسپر لازم الفعل نہین الا فی ثلث مسائل اذا وکلہ بدفع عین ثم غاب او بیع رھن شرط فیہ الاجل او بخصومۃ بطلب المدعی وغاب المدعی علیہ اشباہ خلافا لما افتی بہ قاری الھدایہ مگر تین مسئلون مین موکل پر جبر کیا جائیگا جبکہ موکل نے اسکو وکیل کیا دفع عین کا پھر موکل غائب ہوگیا یا اس مرہون کی بیع کا وکیل کیا جسکے عقد رہن مین بیع مشروط ہو یا بعد رہن بیع کی شرط ہوئی قول اصح مین یا اسکو وکیل کیا خصومت مین مدعی کے طلب کرنے سے اور مدعا علیہ غائب ہوگیا کذا فی الاشباہ بخلاف فتوی قاری ہدایہ ہم بیان شارح ظاہر الدلالت کرتا ہو کہ قاری ہدایہ مسائل ثلثہ مین مخالف ہو حالانکہ مخالفت اسکی فقط متن کے مسئلے کی ہو کہ وہ جبر وکیل کا قائل ہو درصورت امر موکل بدفع دین وثبوت مال موکل بہ ست وکیل چنانچہ منح الغفار مین شرح مذکور ہو کذا فی الحلبی قلت وظاہر کلامھم ان الوکیل بالاجر یجبر فتنبہ مین کہتا ہون اور ظاہر اشباہ یہ ہو کہ وکیل بالاجر پر جبر ہو سو تامل کر اسکو ہم اشباہ مین ہو کہ وکیل پر جبر نہین بغیر اجرت کے ثمن کے تقاضی پر اسنے مختصر اور ابن ضیا کی شرح مجمع مین ہو کہ جو اجرت لیکر بیچتا ہو جیسے بیاع اور سمسار اسپر جبر کیا جائیگا استیفاء ثمن پر اسواسطے کہ اسکو پہنچ گیا بدلا اسکے عمل کا مانند مضارب کے درصورت حصول نفع کذا فی الطحطاوی وکذا تنس مسئلۃ واقعۃ الفتوی والراجح بتوفیق البصائر فلعلہ اوفی اوانہ بھولنا واقعۃ الفتوے کے مسئلے کو اور مراجعت کرنا تنویر البصائر حاشیۂ اشباہ کی طرف کہ اسنے پورا اسکو بیان کیا ہم واقعۃ الفتوے یہ ہو کہ جب وکیل ہوا اس دین کی قضا کا جو موکل پر ہو تو اسپر جبر ہوگا تو مسائل اجبار وکیل ان دو مسئلون کے ساتھ ملا کر پانچ مسئلے ہوے خلاصۂ تنویر البصائر یہ ہو کہ اگر وکیل مامور ہو قضاے دین پر اپنے مال سے تو اسپر جبر نہین اور اگر امر کے مال سے مامور ہو تو اسپر جبر ہو کذا فی الطحطاوی لمخصا وفی فروق کاشباہ التوکیل بغیر رضی الخصم لا یجوز عند الامام الا ان یکون الموکل حاضرا بنفسہ مسافرا او مریضا او محبوسا اور اشباہ کے فروق مین ہو وکیل کرنا بدون رضامندی مخاصم کے جائز نہین امام کے نزدیک مگر یہ کہ موکل بذات خود حاضر ہو یا مسافر یا مریض یا پردہ نشین ہو ہم یہ مسئلہ مکرر ہوگیا کہ اول کتاب الوکالہ مین مذکور ہو چکا الوکیل لا یوکل الا باذن امرہ لوجود الرضی وکیل دوسرے شخص کو وکیل نہین کر سکتا مگر اپنے موکل کے اذن سے بسبب وجود رضامندی کے ہم وکیل کو دوسرا وکیل کرنا اسواسطے جائز ہوا کہ اسکو تصرف مفوض ہے نہ تو کیل اور موکل تصرف مین وکیل کی راے سے راضی ہوا اور لوگ راے مین مختلف ہوتے ہین اور مراد یہ ہو کہ جس کام مین وہ وکیل ہوا اسمین دوسرے کو وکیل نہین کر سکتا تو حقوق عقد کی توکیل خارج ہوگئی مثلاً بیع کا وکیل دوسرے کو بیع مین وکیل نہین کر سکتا لیکن تقاضاے ثمن مین بلا اذن موکل کر سکتا ہے اسواسطے کہ حقوق عقد مین وکیل خود اصیل ہے الا اذا وکلہ فی دفع زکوۃ فوکل آخر ثم دفع فاخبر جاز وکانہ وقع عنہ بخلاف شراء الخانیۃ وکیل دوسرے کو وکیل نہین کر سکتا مگر جبکہ وکیل کو دفع زکوۃ مین وکیل کیا سواسکے دوسرے کو وکیل کیا اور دوسرے نے تیسرے کو اور تیسرے نے چوتھے کو وعلی ہذا القیاس سو وکیل اخیر نے زکوۃ فقیر کو دی تو جائز ہے اور یہ جواز موقوف نہ رہیگا وکیل اول کی اجازت پر بخلاف خرید قربانی کذا فی الضمنیۃ الخانیہ یعنے موکل نے زید کو قربانی خرید کرنے پر وکیل کیا اور زید نے خالد کو وکیل کیا سو خالد نے قربانی خرید کی تو یہ خرید زید کی اجازت پر موقوف ہے اگر اسنے جائز رکھی تو جائز ہے اور نہین تو نہین کذا فی الطحطاوی وکالوکیل فی قبض الدین اذا وکل من فی عیالہ صح ابن ملک اور وکیل کو وکیل کرنا جائز نہین مگر قبض دین کا وکیل جب کہ وکیل کرے اسکو جو اسکی عیال مین ہو تو صحیح ہو کذا ذکرہ ابن ملک وکالعند تقدیر الثمن من الموکل کالاول لو کیلا فی بیع بلا اجازتہ لحصول المقصود دے اور وکیل کو توکیل جائز نہین مگر نزدیک ٹھہرانے ثمن کے موکل اول کے جانب سے اپنے وکیل کو تو جائز ہے بلا اجازت وکیل اول بسبب حاصل ہونے مقصود کے کذا فی الدرر ہم اسواسطے کہ راے کی طرف حاجت تقدیر ثمن کے واسطے ہوتی ہے سو یہان حاصل ہے بخلاف اس صورت کے جبکہ دو وکیل مقرر کیے اور ثمن ٹھہرایا اسواسطے کہ جب دو شخصون کی طرف تفویض ہوئی باوجود تقدیر ثمن کے تو ظاہر ہوگیا کہ

غرض ہو کل اجتماع راے وکیلین ہو زیادت ثمن اور اختیار دختری مین کذا فی الہدایہ والتفویض الی الثانی کالاذن فی التوکیل کالاذن فی طلاق وعتاقہا لانہا مما یحلف فیہ فلا یقوم غیرہ مقامہ قنیہ اور سپرد کرنا وکیل کی راے کی طرف چنانچہ موکل کا وکیل سے یون کہنا کہ عمل کر اپنی راے اور تجویز سے اذن کے مانند ہو وکیل کرنے مین مگر طلاق اور عتاق مین اذن کے مانند نہین اسواسطے کہ طلاق اور عتاق مخیر انی امور کے ہو کہ انسے قسم کھائی جاتی ہو تو غیر وکیل بجاے وکیل نہین ہو سکتا کذا فی القنیہ ہم یہ حکم بنظر تفویض کے ہو اور اگر وکیل کو صرف اذن ہو طلاق اور عتاق کی توکیل مین تو بالاشبہہ صحیح ہو کذا فی الطحطاوی فان وکل الوکیل غیرہ بیدہ ونہایدہ فی الاذن والتفویض فعمل الثانی بحضرتہ او غیبتہ فاجازہ الوکیل الاول تم وتعلق حقوقہ بالثانی علی الاصح پھر اگر وکیل نے اپنے غیر کو وکیل کیا بدون اذن اور تفویض موکل کے پھر وکیل ثانی نے وکیل اول کے سامنے یا بیچیدہ وہ کام کیا سو وکیل اول نے اسکو جائز رکھا تو صحیح ہو اور حقوق عقد عاقد سے یعنے وکیل ثانی سے متعلق ہونگے لقول صحیح اسواسطے کہ مقصود حصول راے وکیل اول ہی سو یہان حاصل ہو لانہ ما یستوجب بخطاب وعتاق وتعلقہما بالشرط فکان الموکل علقہ بلفظ الاول او دون الثانی مگر اس تفریع مین جو عقد نہین جیسے طلاق اور عتاق وکیل ثانی کا فعل باوجود اجازت وکیل اول صحیح نہین بسبب متعلق ہونے طلاق اور عتاق کی شرط سے یعنے دونون تعلیق بالشرط کی قابل ہین تو گویا موکل نے طلاق یا عتاق کو معلق کیا وکیل اول کی لفظ سے نہ وکیل ثانی کی لفظ سے وابراء عن الدین قضیۃ حقوقہ قضاء دین فلانکفی الحضرۃ ابن ملک خلافا للخانیۃ اور دین سے ابرا کرنے مین کذا فی القنیہ اور خصومت اور ابراے دین مین تو کافی نہین حاضر ہونا وکیل اول کا کذا ذکرہ ابن ملک برخلاف خانیہ کے ہم خلاف خانیہ فقط خصومت مین ہی ہمین یون ہو کہ اگر وکیل ثانی نے خصومت کی اور موکل حاضر ہی تو جائز ہی اسواسطے کہ جب وکیل اول حاضر ہوا تو گویا اسنے خصومت کی بذات خود مانند وکیل بیع کذا فی الطحطاوی وان فعل اجنبی فاجازہ الوکیل الاول جاز لانہ فی شراء ما یتغابن فیہ یتغابن فیہ وقع عن الآمر وجد نفاذا اور اگر اجنبی شخص نے کام کیا سو اسکو وکیل اول نے جائز رکھا تو جائز ہی مگر خرید کرنے مین کہ وہ اجنبی پر نافذ ہوگا اور موقوف نہ رہیگا بیع وہ نفاذ پاوے وان وکلہ ای بالحرادا التفویض فمعناہ التثنی وکیل اگر وہ چیز فلا یتعزل بالعزل لموکلہ او موتہ ویتعزلان بموت الاول کما مر فی القضاء اور اگر وکیل نے دوسرے کو وکیل کیا موکل اول کے امر یا تفویض سے تو وکیل ثانی امر یعنے موکل اول کا وکیل ہی اور اس وقت مین تو وہ معزول ہوگا اپنے موکل یعنے وکیل اول کے معزول کرنے اور مرجانے سے اور دونون وکیل معزول ہونگے موکل اول کی موت سے چنانچہ مذکور ہو چکا کذا بالقنیہ مین وفی البحر عن الخلاصۃ والخانیۃ لہ عزلہ فی قولہ اصح ما شئت فلہ عزلہ بصنعہ وعزلہ من صنعہ بخلاف اعمل برایک قال المصنف فعلیہ لو قیل للقاضی اصنع ما شئت فلہ عزل نائبہ بلا تفویض الخ لم یصح لان النائب کوکیل الوکیل اور بحر الرائق مین خلاصہ اور خانیہ سے مذکور ہی کہ وکیل اول کو وکیل ثانی کا معزول کرنا جائز ہی موکل کے اس قول مین کہ جو تیرا جی چاہے بسبب راضی ہونے موکل کے وکیل اول کی صنعت سے اور اسکا معزول کرنا بھی اسکی صنعت سے ہی بخلاف اس قول کے کہ عمل کر اپنی راے پر مصنف نے اپنی شرح مین کہا تو بموجب اس قول کے اگر قاضی سے کہا جاے کہ کر جو تیرا جی چاہے تو اسکو اپنے نائب کا معزول کرنا جائز ہی بدون اسبات کے کہ اسکو معزول کرنا صریحا مفوض ہوا اسواسطے کہ نائب قاضی وکیل الوکیل کے مانند ہی واعلم ان الوکیل وکالۃ عامۃ مطلقۃ مفوضۃ انما یملک المعاوضات لا الطلاق والعتاق والتبرعات بریفتہ زواہر الجواہر وتنویر البصائر اور دریافت کرکہ وکیل بوکالت عامہ مطلقہ مفوضہ مالک نہین مگر معاوضات کا نہ طلاق اور عتاق اور تبرعات کا اسیکا فتوے ہی کذا فی زواہر الجواہر وتنویر البصائر قال رجل فوضت الیک امر امرأتی صار وکیلا بالطلاق وتفید طلاقۃ بالمجلس بخلاف قولہ وکلتک فی امر امرأتی ولا یتقید بہ درر کہا ایک مرد نے کہ مین نے تفویض کیا تیری طرف اپنی عورت کا امر تو وہ وکیل ہوگیا طلاق کا اور مقید ہوگا طلاق دینا اسکا مجلس مین

یعنے اگر اسی مجلس مین طلاق دیگا تو صحیح ہوگا نہین تو صحیح نہین بخلاف اس قول کے کہ یعنے تجھکو وکیل کیا اپنی عورت کے امر مین تو طلاق مقید نہوگی اسی مجلس کے ساتھ کذا فی الدرر یعنے اگر بعد اس مجلس کے طلاق دیگا تو صحیح ہوگا من لا ولایۃ لہ علی غیرہ لم یجز تصرفہ فی حقہ وحینئذ فاذا باع عبدہ او حر فی مال صغیر او الحر البالغ المعتوہ او زوجہ صغیرۃ کذلک ای حرۃ مسلمۃ لم یجز لعدم الولایۃ جس شخص کو ولایت ثابت نہین اپنے غیر پر تو اسکا تصرف جائز نہین اس غیر کے حق مین اور اسوقت تو اگر بیچے غلام یا مکاتب یا ذمی یا حربی کذا فی العینی اپنے طفل صغیر آزاد مسلمان کا مال یا کوئی شخص انمین سے بعوض اس مال کے کچھ خرید کرے یا نکاح کردے اسی طرح کی صغیرہ کا یعنے آزاد مسلمان کا تو جائز نہوگا بسبب نہونے ولایت کے یعنے غلام کی ولایت آزاد پر نہین اور ذمی اور حربی کی ولایت مسلمان پر ثابت نہین تو تصرفات مذکور بھی جائز نہین والولایۃ فی مال الصغیر الی الاب ثم وصیہ ثم وصی وصیہ اذا اوصی بذلک الا بیضاء ثم الی الجد اب الاب ثم الی وصیہ ثم وصی وصیہ ثم الی القاضی ثم الی من نصبہ القاضی ثم وصی وصیہ اور صغیر کے مال مین اسکے باپ کی ولایت ہے پھر باپ کے وصی کی پھر اسکے وصی کے وصی کی اسواسطے کہ وصی مالک ہے دوسرے کو وصی کرنے کا پھر ولایت دادا کی ہے جو باپ کا باپ ہے یعنے جد فاسد مراد نہین پھر دادا کے وصی کی پھر اسکے وصی کے وصی کی پھر ولایت قاضی کی ہے پھر اسکی جسکو قاضی نے وصی مقرر کیا پھر اسکے وصی کی دلیس لوصی الام ووصی الاخ ولایۃ التصرف فی ترکۃ الاخ مع حجزۃ الاب او وصیہ او وصیہ او الجد اب الاب اور مان کے وصی اور بھائی کے وصی کو ولایت تصرف کرنے کی نہین مال متروکہ مین اور اسی طرح بھائی کے متروکہ مین باوجود حاضر ہونے باپ کے یا اسکے وصی کے یا اسکے وصی کی یا باوجود ہونے دادا کے جباب کا باپ ہے وان لم یکن ولحد منہما ذکر قلہ انی الجمع الحفاظ اگر کوئی نہو انتہا صاربعہ مذکورہ سے تو اسکو یعنے مال کے وصی کو مان کے متروکہ مین حفاظت کی ولایت ہے ولہ بیع المنقول لا العقار اور مان کے وصی کو بیع منقول کی جائز ہے نہ زمین وغیرہ منقول کی صریح منقول اسواسطے جائز ہے کہ وہ منجملہ حفاظت کے ہے ولا یشتری بہ الطعام والکسوۃ لانہما من جملۃ حفظ الصغیر خانیۃ اور مان کا وصی کوئی چیز خرید کرے سوائے طعام اور لباس صغیر کے اسواسطے کہ وہ دونون منجملہ حفظ صغیر کے ہین کذا فی الخانیہ فروع مسائل ملحقہ شارح کے وصی القاضی لو صی الاب لہ اذا قید القاضی بنوع تقیید بہ وفی الاب یعم الکل عما دیۃ قاضی کا وصی باپ کے وصی کے مانند ہے مگر جبکہ قاضی وصی کو ایک قسم کے تصرف کے ساتھ مقید کرے تو اسکا وصی ہونا اسی قسم کے ساتھ مقید ہوگا اور باپ کے وصی مین جمیع انواع تصرفات کا عموم ہے کذا فی العمادیہ یعنے اگرچہ باپ ایک نوع مین وصی کیا ہو تو بھی وہ جمیع انواع مین وصی ہوگا وفی متفرقات البحر القاضی او امینہ کترجمۃ حقوق عقد یاشراء للیتیم لیہما بخلاف وکیل ووصی اب فلو ضمن القاضی او امینہ ثمن ما باعہ للیتیم بعد بلوغہ صح بخلافہ فیہما اور بحر الرائق کی متفرقات مین ہے کہ قاضی یا اسکے امین کی طرف اس عقد کے حقوق راجع نہین ہوتے جیسے وہ فعل اور مباشر صحیح بخلاف وکیل اور وصی اور باپ کے تو اگر قاضی یا اسکا امین تاوان دے بعد بالغ ہونے یتیم کے اس چیز کے ثمن کا جسکو قاضی یا اسکے امین نے یتیم کے واسطے بیچا تو صحیح ہے بخلاف ان لوگون یعنے وکیل اور وصی اور باپ کے ہم قاضی امین کا تاوان اسواسطے صحیح ہوا کہ دونون حقوق عقد سے اجنبی ہین بخلاف وکیل وغیرہ کے کہ انکے واسطے حق استیفا ثابت ہے تو انکا ضمان دینا اپنی ذات کے واسطے صحیح نہوگا کذا فی الطحطاوی وفی الاشباہ جاز التوکیل بکل ما یعقدہ الوکیل لنفسہ الا الوصی فلہ ان یشتری مال الیتیم لنفسہ لغیرہ لو کالا اشباہ مین ہے کہ وکیل کرنا جائز ہے ہر ایک اس چیز مین جسکو وکیل عقد کر سکتا ہے اپنی ذات کے واسطے سوائے وصی کے کہ اسکو مال یتیم کا خرید کرنا اپنے واسطے جائز ہے نہ اپنے غیر کے واسطے بطریق وکالت کے ہم طحطاوی نے کہا اشباہ کے جس نسخے پر مفتی ابوسعود نے حاشیہ لکھا ہے انمین بجائے وکیل کے موکل کا لفظ ہے اور یہی موافق ہے مانقدم سے انتہی جاز التوکیل بالتوکیل اور وکیل کرنے کے واسطے وکیل کرنا جائز ہے ہم تو جب ایک شخص کو وکیل کیا اس بات کا کہ وہ فلانے شخص کو خرید کرنے مین وکیل کرے سوائے اسکو وکیل اور کیا وکیل نے خرید کی تو وہ

شمن یا مبیع سے بھرے اور یا مور اپنے امر سے اور وکیل آخر اول سے نہ لے گا کذا فی الطحطاوی من الاشباہ

باب الوکالۃ بالخصومۃ والقبض

باب الوکالۃ بالخصومۃ والقبض

یہ باب ہر خصومت اور قبض کی وکالت کے احکام میں مصنف نے زالد از ترجمہ وکیل ملازمت اور تقاضے وغیرہا کے بھی مسائل مذکور کیے ہیں خصومت عبارت ہے دعوی صحیح یا جواب صریح سے اسطرح کہ ہاں یا نہیں چنانچہ سابق مذکور ہو چکا وکیل الخصومۃ والتقاضی ای اخذ الدین لا یملک القبض عند نوح وبہ یفتی لفساد الزمان واعتمد فی البحر العرف وکیل خصومت اور تقاضی کا یعنے دین کے لینے کا مالک نہیں قبض دین کا نزد فرکے نزدیک اور اسی قول پر فتوی ہے بسبب فساد زمانے کے کہ اکثر وکیل خیانت پیشہ ہیں اور بحر الرائق میں عرف پر اعتماد کیا ہے ہم تقاضا یعنی اخذ دین باعتبار اصل لغت کے ہے لیکن عرف میں تقاضا یعنی مطالبہ ہے نہ قبض اور عرف مقدم ہے لغت پر اور امام اور صاحبین کے نزدیک وکیل تقاضا قبض کا مالک ہے اور یہی ظاہر الروایۃ ہے خواہ وہ چیز عین ہو یا دین صاحب بحر نے فتاوے صغرے سے نقل کیا کہ وکیل تقاضا میں عرف کا اعتماد ہے اگر ایسے شہر میں ہو جہاں سودا گروں میں رواج ہے کہ تقاضا کرنے والا وہی قابض دین ہوتا ہو تو وہ قبض دین کا مالک ہوگا اور نہیں تو نہیں منح الغفار میں سراجیہ سے منقول ہے کہ اس قول پر فتوی ہے کذا فی الطحطاوی وکالصلح اجماعا بحر اور خصومت اور تقاضی کا وکیل صلح کرنے کا مالک ہے بالاتفاق کذا فی البحر اسواسطے کہ صلح معاوضہ ہے اسکی جیسے واسطے وہ وکیل ہوا وبرسول التقاضی یملک القبض لا الخصومۃ اجماعا بحر اور تقاضا کرنے کا رسول مالک ہے قبض کا نہ خصومت کا بالاتفاق کذا فی البحر اس سلنک اوکن رسولا یعنے ارسال وامر تک بقبضہ توکیل خلافا للزیلعی یوں کہنا کہ اسلنک یعنے میں نے تجھکو پیام رسان کیا یا یوں کہنا کہ کن رسولا عنی یعنے تو میرے طرف سے رسول یعنے پیام رسان ہو یہ رسول مقرر کرنا ہے اور یوں کہنا کہ میں نے تجھکو امر کیا اسکے قبضہ کرنے کا یہ توکیل ہے برخلاف زیلعی یعنے زیلعی نے امر تک بقبضہ کو ارسال کہا ہے نہ توکیل ولا یملکھما ای الخصومۃ والقبض وکیل الملازمۃ اور وکیل ملازمت مالک نہیں خصومت اور قبض کا ہر ملازمت عبارت ہے ساتھ چھوڑنے سے سوا اسکو خصومت اور قبض لازم نہیں کذا فی المنح کما لا یملک الخصومۃ وکیل الصلح جیسے وکیل صلح مالک نہیں خصومت کرنے کا کذا فی البحر وکیل قبض الدین یملکھا ای الخصومۃ خلافا لھما لو وکیل المدائن ولو وکیل القاضی لا یملکھا اتفاقا اور قبض دین کا وکیل مالک ہے خصومت کا برخلاف صاحبین کے اگر وکیل صاحب دین کا ہو اور اگر قاضی کا وکیل ہو تو بالاتفاق امام اور صاحبین کے وہ خصومت کا مالک نہیں کوکیل بقبض العین اتفاقا جیسے قبض عین کا وکیل بالاتفاق مالک خصومت نہیں ہم اسواسطے کہ وکیل مذکور امین محض ہے تو مشابہ رسول کے ہوا تو اگر اپنے غلام کے قبض کا وکیل کیا سو ذو الید نے گواہ قائم کیے اسپر کہ موکل نے اسکو بیچ ڈالا ہے تو امر موقوف رہیگا تا حضور موکل غائب کے کذا فی الطحطاوی دام او وکیل قسمۃ واخذ شفعۃ ورجوع ھبۃ ورد بعیب فیملکھا مع القبض اتفاقا بین ملت اور قسمت کا وکیل اور شفعہ لینے اور ہبہ پھیرنے اور رد بالعیب کا وکیل تو مالک ہے خصومت کا قبض کے ساتھ بالاتفاق کذا ذکرہ ابن ملک امر ۵ بقبض بینہ ان لا یقبضہ الا جمیعا فقبضہ لاحدھما لم یجز قبضہ المذکور علی الآمر فلہ ان یضمن وکیلہ والآمر لہ الرجوع علی الغریم بکلہ وکذا لا یقبض درھما دون درھم بحر موکل نے وکیل کو امر کیا اپنے دین کے قبض کا اور اسکا کہ نہ قبض کرو دین مگر تمام سو وکیل نے دین قبض کیا سوائے ایک درم کے تو اسکا قبض مذکور جائز نہیں موکل پر بسبب موکل کی مخالفت کرنے کے تو وہ وکیل ہی ٹھہرا اور موکل کو جائز ہے اپنے دین کا بجز پورا ریون سے پورا اور اسی طرح نہ قبض کرے ایک درم سوائے ایک درہم کذا فی البحر فلو لم یکن المقر بہ بینۃ علی الایفاء فقضی علیہ بالدین وقبضہ الوکیل تقضا عنہ ثم برھن المطلوب علی الایفاء للموکل فلا سبیل لہ للدیون علی الوکیل وانما یرجع علی الموکل لانہ یدعی دخیرہ فلا تقبل شہادۃ المدیون کے گواہ سنوں ادائے دین موکل پر پھر مدیون پر قاضی کا حکم ہوا ادائے دین کا اور وکیل نے اسپر قبضہ کیا سو اسکے پاس تلف ہو گیا پھر مدیون

مطلوب نے اسپر دین کے موکل پر گواہ قائم کیے تو مدیون کی کوئی سبیل نہیں وکیل پر اور وہ تو موکل سے بھرے گا جو اسنے وکیل کو دیا اسواسطے کہ وکیل کا قبض اور تصرف موکل کے قبض کی مانند ہے کذا فی الذخیرۃ الوکیل بالخصومۃ الخ ابو الخصومۃ لا یجبر علیہا اذا کان وکیلا بالخصومۃ بطلب المدعی وغاب المدعی علیہ وفی الاشباہ کلا یجبر الوکیل اذا منع عن فعل ما وکل فیہ لیتوعہ الا فی ثلث کما مر خصومت کا وکیل جبکہ خصومت کرنے سے انکار کرے تو خصومت کرنے پر زبردستی نہ ہوگی مگر اس صورت میں کہ وکیل بالخصومۃ مدعی کی درخواست سے ہوا ہو اور مدعا علیہ روپوش ہوگیا ہو اشباہ میں ہے کہ وکیل پر جبر نہیں جبکہ وہ باز رہے اسسے جسمیں وہ وکیل مقرر ہوا بسبب تبرع ہونے وکیل کے مگر تین مسئلوں میں جبر کیا جائے گا چنانچہ مذکور ہو چکا اس بات کے پہلے بخلاف الکفیل فانہ یجبر علیہا للالتزام بخلاف ضامن کے کہ اسپر جبر ہوگا خصومت پر بسبب التزام کے مر یعنے جو ضامن ہوا خصومت کا اسپر جبر ہوگا اور تصویر اسکی یوں ممکن ہے کہ ضامن ہو ایک شخص کا جو اسپر ثابت ہو سو مطلوب نے یا اسنو کا اقرار کیا اور طالبہ اسکا مدعی ہے تو ضامن سے خصومت کیجائیگی اس حال میں جو مدیون پر ثابت ہوگا کذا فی الطحطاوی وکلہ بخصومۃ ولخذ حقوقہ من الناس علی ان لا یکون وکیلا فیما یدعی علی الموکل جاز ھذا التوکیل فلو اثبت الوکیل المال لہ ای لموکلہ فاراد الخصم الدفع لا یسمع علی الوکیل کذا فی البحر وکیل کیا ہے وکیل نہ ہوگا اسمیں جو موکل پر دعوے کیا جاوے تو یہ توکیل جائز ہے سو اگر وکیل نے موکل کا مال ثابت کیا پھر مخاصم نے دفع مال کا ارادہ کیا تو اسکا دعوی وکیل مسموع نہ ہوگا اسواسطے کہ وہ اسمیں وکیل نہیں کذا فی الدرر ہم تو مدعا علیہ پر مال کے دینے کا حکم ہوگا پھر مخاصم کو اختیار ہے کہ موکل سے دفع دین کا خواہ کرے وصح اقرار الوکیل بالخصومۃ لا بغیرھا مطلقا بغیر الحدود والقصاص علی موکلہ عند القاضی دون غیرہ استحسانا اور صحیح ہے خصومت کے وکیل کا اقرار سوائے حدود اور قصاص کے اپنے موکل پر قاضی کے نزدیک نہ غیر قاضی کے نزدیک استحسان کی رو سے نہ غیر خصومت کے وکیل کا اقرار مطلقاً نہ قاضی نہ غیر قاضی کے نزدیک یعنے وکیل صلح یا وکیل قبض یا وکیل ملازمت کا اقرار اپنے موکل پر صحیح نہیں وان العزل الوکیل بہ ای بھذا الاقرار حتی کلا یقام الیہ المال ولو برھن بعد عزل الوکالۃ للتناقض در ۔ وکیل خصومت کا اقرار اپنے موکل پر صحیح ہے اگرچہ وکیل معزول ہوجائے اس اقرار کرنے سے تو وکیل کو مال نہ دیا جائیگا اگرچہ بعد اس اقرار کے گواہ لاوے وکالت پر بسبب تناقض کذا فی الدرر ہم صورت اسکی یہ ہے کہ موکل نے اسکو وکیل کیا اسکا کہ خصومت کرے موکل کی جانب سے دعوی بیع سے سو وکیل نے اپنے موکل پر اقرار کیا کہ اسنے بیع کی ہے تو وہ اس اقرار سے معزول ہوگیا وکالت سے تو اب خریدکا ثمن مدعی نہیں لے سکتا کذا فی الطحطاوی وکذا استثنی الموکل اقرارہ بان قال وکلتک بالخصومۃ غیر جائز کذا اقرار صحح التوکیل والاستثنا علی الظاہر بزازیہ اور اسی طرح جب کہ موکل نے اپنا اقرار مستثنے کرلیا اسطرح کہ میں نے تجھکو خصومت غیر جائز الاقرار میں وکیل کیا تو توکیل اور استثنا صحیح ہے قول ظاہر پر کذا فی البزازیہ ہم بحر الرائق میں کہا خلاصہ یہ ہے کہ وکالت پانچ طرح ہے ایک یہ ہے کہ خصومت کا اقرار کرے تو وہ خصومت اور اقرار دونوں کا وکیل ہوگا ۲ یہ کہ اقرار کو مستثنے کرلے تو فقط انکار کا وکیل ہوگا نہ اقرار کا ۳ یہ کہ انکار کو مستثنے کرلے تو فقط اقرار کا وکیل ہوگا ظاہر الروایۃ میں ہے ۴ یہ کہ خصومت جائز الاقرار میں وکیل کرے تو خصومت اور اقرار میں وکیل ہوگا ۵ یہ کہ خصومت غیر جائز الاقرار والانکار میں وکیل کرے اسمیں تاخرین کا اختلاف ہے کذا فی الطحطاوی فلو اقر عند ای القاضی کلا یلزم وخرج بہ من الوکالۃ فلا تسمع خصومتہ در ۔ تو بعد استثنا اقرار کے اگر وکیل نے اقرار کیا قاضی کے نزدیک تو صحیح ہوگا اور اس اقرار سے وکالت سے نکل جائیگا تو اسکا خصومت کرنا مسموع نہ ہوگا کذا فی الدرر وصح التوکیل بالاقرار کما یصح بالانکار التوکیل مقر ابحر اور صحیح ہے موکل کو اپنے اقرار کا وکیل کرنا اور موکل اس توکیل بالاقرار سے مقر نہ ہوجائیگا کذا فی البحر طحطاوی نے اسکی توجیہ یوں مذکور کی ہے کہ ممکن ہے کہ موکل اقرار کے واسطے وکیل کرے شور اور شغب اور خصومت کے خوف سے اگرچہ اسپر کچھ حق واجب ہو اسواسطے کہ ہر شخص خصومت پر قادر نہیں سو اگر مخاصم اسپر اثبات مال کا ارادہ کرے بسبب توکیل بالاقرار کے تو قاضی اسپر حکم نکرے گا وبطل توکیل الکفیل بالمال

لئلا یصیر قاضیا لنفسہ اور باطل ہو مال ضامن کو وکیل کرنا تاکہ وہ اپنی ذات کے واسطے عامل ہو جائے ہم صورت اسکی یہ ہو کہ اگر ایک شخص کا دوسرے پر دین ہو اور کوئی مرد اسکا ضامن ہو سو طالب ضامن کو اس دین کے قبض کرنے کا وکیل کرے مدعا علیہ اصلی سے تو وکیل صحیح نہوگی اسواسطے کہ وکیل وہ ہی ہو غیر کے واسطے عمل کرے اور اگر یہ وکالت صحیح ہو تو وکیل اپنے واسطے عامل ٹھہرے یعنے وہ ساعی ہوگا اپنے بری الذمہ ہونے مین تو رکن وکالت متعدم ہو گیا پس وکالت باطل ہو گئی کذا فی العینی کما لا یصح لو وکلہ بقبضہ ای الدین من نفسہ او عبدہ لان الوکیل متی عمل لنفسہ بطلت لا اذا وکل المدیون بأداء نفسہ فیصح ویصیر عزلہ قبل ادائہ نفسہ شبا ۔ جیسے صحیح نہین تو وکیل اگر موکل وکیل کرے قبض دین کا وکیل کی ذات سے یا اسکے غلام ماذون مدیون سے اسواسطے کہ وکیل نے جبکہ عمل کیا اپنی ذات کے واسطے تو وکالت باطل ہو گئی مگر جبکہ دائن مدیون کو ابراء ذات مدیون کا وکیل کرے تو وکیل صحیح ہو اور صحیح ہو مدیون کا معزول کرنا وکالت سے قبل اسبات کے کہ وہ اپنی ذات کو بری الذمہ کرے کذا فی الاشباہ ہم قولہ اذا وکل اثنین غیر فاعل ہو راجع دائن کے طرف اور مدیون بالنصب مفعول ہو فتیہ المفتی مین ہو کہ اگر وکیل ابراء نفس مدیون کا وکیل کرے تو صحیح ہو اگرچہ وہ عامل ہو اپنے کے واسطے بسبب اپنے فارغ الذمہ کرنے کے اسواسطے کہ وہ عمل کرتا ہو صاحب دین کے واسطے اسکے دین کے اسقاط سے اور وکالت کی شرط یہ ہو کہ غیر کے واسطے عامل ہو نہ یہ کہ اپنی ذات کے واسطے عامل ہوا نتہے جب یہ معلوم ہوا تو شارح کا یون کہنا کہ وکیل جب اپنے واسطے عمل کرے تو وکالت باطل بلا وجہ ہو مگر یہ کہ اپنی ذات کے عمل کو خالص لنفسہ عمل پر محمول کیجیے کذا فی الطحطاوی او وکل المحتال المحیل بقبضہ من المحال علیہ وکل المدیون وکیل الطالب بالقبض لم یصح لانہ کونہ قاضیا ومقتضیا قضیہ یا وکیل کرے محتال محیل کو قبض دین کا محال علیہ سے یا وکیل کرے مدیون طالب کا وکیل کو تو صحیح نہین اسواسطے کہ ایک شخص کا دینے والا ہونا اور تقاضا کرنے والا ہونا محال کذا فی العینی ہم اگر کوئی کہے کہ محیل کے ذمے سے دین منتقل ہو گیا بسبب حوالہ کے تو وہ اجنبی ہو گیا تو اسکی توکیل کیون صحیح نہین اسکا جواب یہ ہو کہ محیل ساعی ہوا اپنی براءت نفس مین اسواسطے کہ اگر محال علیہ مفلس مر جاوے یا منکر حوالہ ہو بلا بیان تو دین محیل پر راجع ہوگا خلاصہ عبارت قنیہ یہ ہو کہ اگر دائن نے کسیکو اپنے مدیون سے دین لینے کا وکیل کیا سو مدیون نے اس وکیل کو اپنی طرف سے بھی وکیل کیا کہ یہ اسباب بیچ کر صاحب دین کا دین ادا کر سوائے بیچا اور ثمن لیا اور وہ تلف ہو گیا تو مدیون کا مال تلف ہو گیا کیونکہ اسکا قاضی اور مقتضی ہونا محال ہو اور ایک شخص صلاحیت نہین رکھتا کہ مطلوب اور طالب کا وکیل ہو قضا اور اقتضا مین کذا فی الطحطاوی بخلاف الکفیل بالنفس فی الرسول وکیل الامام یبیع الغنائم والوکیل بالتزویج حیث یصح ضمانہم ان کلا منہم سفیر بخلاف حاضر صاحب اور رسول القبض دین کے اور بادشاہ کے وکیل کے جو غنائم بیچنے کا وکیل ہو اور تزویج کے وکیل کے کہ ان کا تاوان دینا صحیح ہو اسواسطے کہ ہر شخص ان مین سے سفیر اور معبر محض ہو یعنے حقوق عقود انکی طرف راجع نہین ہو انکا ضمان صحیح ہو الوکیل بقبض الدین اذا کفل صح وبطل الوکالۃ کان الکفالۃ اقوی للزومہا فضلا ان سمتہ قبض دین کا وکیل جبکہ ضامن ہو جاوے مدیون کا تو صحیح ہو اور وکالت باطل ہوگی اسواسطے کہ ضمانت قوی تر ہو وکالت سے بسبب لازم ہونے ضمانت کے اور عدم لزوم وکالت کے تو ضمانت ناسخ ہو سکتی ہو وکالت کی بخلاف العکس یعنے جبکہ دین کا ضامن ہو پھر قبض دین کا وکیل ہو تو وکالت صحیح نہین اور ضمانت باطل نہوئی یہی مطلب ہو مصنف کے قول سابق کا کہ مال ضامن کی توکیل باطل ہو فکذا کلما صحت کفالۃ الوکیل بالقبض بطلت وکالتہ لتقدمت الکفالۃ او تاخرت لما قلنا اور اسی طرح جبکہ وکیل لقبض دین کی ضمانت صحیح ہوگی وکالت اسکی باطل ہو جائیگی خواہ ضمانت مقدم ہو وکالت پر یا موخر ہو بسبب اس دلیل کے جسکو ہم کہ چکے یعنے ضمانت قوی تر ہو وکالت سے تو اسکی ناسخ ہوگی وکیل البیع اذا ضمن الثمن للبائع عن المشتری لم یجز کما مر انہ یصیر عاملا لنفسہ جیسا کہ وکیل جبکہ بائع کے ثمن کا ضامن ہو مشتری کی جانب سے تو جائز نہوگا اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ وکیل اپنی ذات کے واسطے عامل ہو جاتا ہی یعنے اور شرط وکیل یہ ہو کہ عامل لغیر ہو نہ اپنی ذات کے واسطے فان ادی بحکم الضمان

ف ۷ مثال دائن کے ضامن کو وکیل کرنے کی یہ ہو کہ مدیون نے دائن کو ہزار روپیہ دینے تھے دائن نے ضامن کو وکیل کیا کہ مدیون سے ہزار روپیہ لے لو

ادا کرنا مال علیہ کو قائم مقام قبول کرنے کے ہو ۱۲

رجع لبطلانہ وبدونہ لا لتبرعہ پھر اگر وکیل نے ثمن ادا کیا حکم ضمان تو مشتری سے پھیرے لیسبب باطل ہونے ضمان کے اور اگر بعد حکم ضمان ادا کیا تو مشتری سے نہ پھیرے لیسبب کے تبرع اور احسان کے ادعی انہ وکیل الغائب بقبض دینہ فصدقہ الغریم او برہد فعہ الیہ عملا بالاقرار ولا یصدق لو ادعی الایفاء دعوے کیا کہ وہ شخص غائب کا وکیل ہے اسکے دین کے قبضہ کرنے میں سو مدیون نے مدعی وکالت کی تصدیق کی تو اسپر ادائے دین کا حکم کیا جاویگا بنا بر عمل باقرار مدیون اور مدیون کی تصدیق ہوگی اگر وہ ایفائے دین کا دعوے کریگا یعنے بعد دعوی ایفائے دین ثابت نہوگا فان حضر الغائب فصدق فی التوکیل فیہا وقعت والا امر الغریم بدفع الدین الیہ ای الغائب ثانیا لفساد الاداء بانکارہ مع یمینہ پھر اگر غائب آیا سو اسنے اسکے وکیل کرنے کی تصدیق کی تو بہتر اور خوب ہوا اور نہیں تو مدیون کو حکم کیا جائیگا کہ غائب کو دوبارہ دین ادا کرے بسبب فاسد ہو جانے ادائے اول کے اسکے انکار کرنے سے قسم کے ساتھ یعنے جب غائب نے قسم کھائی کہ یہ شخص میرا وکیل نہیں تو مدعی وکالت کو دین دینا فاسد ٹھیرا لہذا اسپر دوبارہ ادائے دین لازم ہوگا ورجع الغریم بہ علی الوکیل ان باقیا فی یدہ ولو حکما بان استہلکہ فانہ یضمن مثلہ خلاصۃ اور مدیون وکیل سے دین پھیرے اگر دین اسکے ہاتھ میں باقی ہو اگرچہ بقائے دین حکمی ہو نہ حقیقی اسطرح کہ وکیل نے دین کو ہلاک کر ڈالا ہو تو اسپر ضمان مثل لازم ہوگا کذا فی الخلاصہ وان ضاع لا عملا بتصدیقہ اور اگر دین ضائع ہوگیا وکیل کے پاس تو مدیون اسکو نہیں لے سکتا اسکی تصدیق پر عمل کرنے سے یعنے جب اسنے دین دیا اسکی وکالت کو تصدیق کرکے تو مدیون کا قصور ٹھہرا لہذا رجوع نہیں کر سکتا الا اذا کان قد ضمنہ عند الدفع لہ فلہ ما یاخذ الدائن ثانیا لانہ اخذہ الوکیل کانہ امانۃ لا یجوز بہا الکفالۃ زیلعی وغیرہ مگر مدیون اسوقت وکیل سے دین پھیرے جبکہ وکیل وقت دینے کے ضامن ہوا ہو مال کا بقدر دائن کے جسکو دائن دوسرے بار لے نہ اس مال کا جسکو وکیل نے لیا کیونکہ وہ امانت ہے جسکی ضامنی جائز نہیں کذا فی الزیلعی وغیرہ مسئلہ ضامنی کی صورت یہ کہ مدیون کہے وکیل سے کہ ہاں تو اسکا وکیل ہے لیکن میری خاطر جمع نہیں کہ موکل وکالت کا انکار کرے اور مجھ سے دوسری بار اپنا دین لے تو وکیل ضامنی داخل کرے مال ماخوذ کی کذا فی الطحطاوی وقال لہ قبضت منک علی ان ابراتک من الدین فہو کما لو قال لاب الختن عند اخذ مہر بنتہ اخذ منک علی ان ابراتک من مہر بنتی فان اخذتہ البنت ثانیا رجع الختن علی الاب فکذا ہذا بزازیۃ یا وکیل نے مدیون سے کہا کہ میں نے تجھ سے مال لیا اس شرط پر کہ میں نے تجھکو بری الذمہ کر دیا دین سے تو وہ ایسا ہی جیسا کہ باپ نے داماد سے کہا اپنی بیٹی کے مہر لینے کے وقت کہ میں اس شرط پر تجھ سے لیتا ہوں کہ میں نے تجھکو بری الذمہ کر دیا اپنی بیٹی کے مہر سے سو اگر مہر کو بیٹی دوبارہ لے گی تو داماد باپ سے پھیر لے گا سو اسی طرح یہ مسئلہ ہے کذا فی البزازیہ کذا یضمنہ اذا لم یصدقہ علی الوکالۃ ثم صورتی السکوت والتکذیب ودفعہ ذلک علی زعم الوکالۃ فہذہ اسباب للرجوع عند ابی یوسف اور اسی طرح وکیل نے مال ضائع کی جبکہ موکل اسکی تصدیق نکرے وکالت پر اور مدیون نے اسکو دین دیا وکالت کے گمان پر عدم تصدیق وکالت شامل ہے دو صورتوں میں سکوت اور تکذیب کو تو یہ اسباب ہیں رجوع دین کے جبکہ دین ہلاک ہو جاوے وکیل کے پاس رجوع کرنے کے ان سبب میں ایک یہ کہ عند الدفع وکیل مال کا ضامن ہوا ہو دوسرا یہ کہ قبض کرے لیتے وقت ابرای مدیون تیسرا یہ کہ ضامن ہو درصورت عدم تصدیق موکل فان ادعی الوکیل ہلاکہ اداد فعہ لموکلہ صدق الوکیل بحلفہ پھر اگر وکیل ہلاک دین کا یا اپنے موکل کے دینے کا دعوے کرے تو اسکی تصدیق ہوگی وکیل کی قسم کے ساتھ عدم تصدیق وکیل سوائے مسائل ثلثہ رجوع مذکورہ میں ہوگی کذا فی الطحطاوی وفی الوجوہ المذکورۃ کلہا الغریم یسترد حتی یحضر الغائب اور سب وجوہ مذکورہ میں مدیون کو پھیر لینا دین کا وکیل سے جائز نہیں تا حضور موکل غائب وان برہن انہ لیس بوکیل او علی اقرارہ بذلک اداد استحلافہ لم یقبل السعیدی نقض ما اوجبہ للغائب اور اگر مدیون گواہ لایا اسپر کہ وہ شخص وکیل نہیں دائن کا یا گواہ لایا وکیل کے اس اقرار پر کہ

یعنے عدم وکالت کے اقرار پر یا اسنے وکیل سے قسم لینے کا ارادہ کیا تو مقبول نہین بسبب سعی کرنے مدیون کے اس چیز کے توڑنے مین جسکو اسنے واجب کیا غائب کے واسطے یعنے مال مدفوع حق ہی غائب کا اور واقع اسکا پھیر لینا چاہتا ہی کذا فی الطحطاوی نعم لو برھن ان الطالب جحد الوکالۃ فاخذ منہ المال تقبل بحرھان اگر مدیون گواہ لاوے اس پر کہ موکل طالب وکالت کا انکار کر چکا ہی اور وکیل نے مجھ سے مال لیا ہی تو برہان مقبول ہی کذا فی البحر یعنے سوا سطے مقبول ہی کہ نقض موکل کیجانب سے ہی کیونکہ ثابت بالبیان ثابت بالعیان کے مانند ہی کذا فی الطحطاوی دلو مات الموکل ورثتہ عن فیلد وھبہ لہ اخذ قائما ولو ھالکا ضمنہ کما اذا صدقہ علی الوکالۃ اور اگر موکل مرگیا اور مدیون اسکا وارث ہوا یا موکل نے دین مدیون کو ہبہ کر دیا تو مدیون مال کو وکیل سے لے گا اگر مال قائم ہو اور اگر ہلاک ہوگیا ہو تو اس کا تاوان نے مگر جبکہ مدیون وکیل کی وکالت پر تصدیق کر چکا ہو تو قائم مال کو لے گا نہ ہالک کو دلو اقر بالدین والکر الوکالۃ حلف ما علم ان الدائن وکلہ علیض اور اگر مدیون نے دین کا اقرار کیا اور وکالت کا منکر ہوا تو یہ قسم کھائی کہ اسکو معلوم نہین کہ دائن نے اسکو وکیل کیا ہی کذا فی العینی قال لدائن وکیل بقبض الودیعۃ فصدقہ المودع لم یومر بالدفع الیہ علی المشھور خلافا لابن الشحنۃ کما مین وکیل ہون قبض امانت کا سو امانت دار نے اسکی تصدیق کی تو اسکو وکیل کے دینے کا حکم نہوگا بنا بر قول مشہور بخلاف ابن شحنہ ہم خیلی نے کہا کہ ابن شحنہ نے امر بالدفع کی ابو یوسف سے روایت کی ہی اور بیان مذہب مذکور ہی تو کچھ معارضہ نہین ولو دفع لم یعلم الا مستردا مطلقا لما مر اور اگر امانت دار وکیل کو دیگا تو استرداد امانت کا مالک نر ہیگا کسی طرح خواہ اسنے تصدیق کی ہو یا تکذیب یا سکوت بدلیل گذشتہ وکذا الحکم لو ادعی شراءھا من المالک وصدقہ المودع لم یومر بالدفع لانہ اقرار علی الغیر اور اسی طرح حکم ہی اگر ودیعت کی خرید کا دعوی کیا اور امانت دار نے اسکی تصدیق کی تو اسکے دینے کا حکم نہوگا کیونکہ وہ اقرار ہی غیر شخص پر ہم یہ علت ہی دونون مسئلون کی ولو ادعی انتقالھا بالارث او الوصیۃ منہ وصدقہ اعر بالدفع الیکتفاھما علی ملک الوارث الخالص علی المیت دین مستغرق ولا یدین التلوم فیھما لاحتمال ظھور وارث اخر اور اگر دعوی کیا وکیل نے ودیعت کے انتقال کا صاحب ودیعت سے بسبب ارث یا وصیت کے اور امانت دار نے اسکی تصدیق کی تو اسکو اسکے دینے کا حکم ہوگا بسبب متفق ہونے وکیل مدعی اور امانت دار کے وارث کی ملک پر بشرطیکہ میت پر دین مستغرق نہو اور ضرور ہی انتظار سے دونون صورتون مین ارث اور وصیت مین دوسرے وارث کے ظاہر ہونے کے احتمال سے یا دوسرے موصی لہ کے احتمال سے ولو الکل موتہ اقال لا ادری یومیہ عالم برھن اور اگر امانت دار نے اسکی موت کا انکار کیا یا بولا کہ مین نہین جانتا تو ودیعت کے دینے کا حکم نہوگا جبتک وارث گواہ نلاوے موت پر دعوی کا یصدق الوکالۃ فلیس لمودع میت دیون الدفع قبل ثبوت انہ وصی اور دعوی الایصا کا وکالت کے دعوے کے مانند ہی تو میت کے امانت دار اور اسکے مدیون کو جائز نہین دینا ودیعت اور دین کا قبل اسکے ثابت ہونے کے کہ مدعی وصی ہی میت کا یا وکیل کو لا دعی قدفع الی بعض الورثۃ برئ عن حصتہ فقط اور اگر وصی نہو سو مدیون نے بعضے وارثون کو دیا یعنے سب دین دیا تو مدیون فقط اسی وارث کے حصے سے بری الذمہ ہو جائیگا یعنے باقی وارثون کا مواخذہ اسپر باقی رہیگا ولو وکلہ بقبض مال فادعی الغریم ما یسقط حق موکلہ کالابراء او ابرأہ او اقرارہ بانہ ملکی دفع الغریم المال ولو عقارا الیہ لو وکیلا لا تجوز بہ تسلیم مالم یبرھن اور اگر ایک شخص کو قبض مال کا وکیل کیا سو مدیون نے وہ دعوی کیا جو اسکے موکل کے حق کو ساقط کر دے چنانچہ اداء دین یا ابراء دین یا موکل کا یہ اقرار کہ وہ مال میری ملک ہی یعنے مدیون کی ملک ہی تو مدیون وکیل کو مال سے اگرچہ زمین ہو اسواسطے کہ مدیون کا جواب قبول کرنیکا دین اور وکالت کا جبتک گواہ نلاوے اپنے دعوے پر یعنے جب مدیون نے اداے دین کا دعوی کیا مثلاً تو اسنے دین اور وکالت کا اقرار کیا لہذا اسپر دینا لازم ہوا سید حموی نے کہا کہ یہ قول تعلیل ہونے کے لائق نہین تعلیل وہ ہی جسکو فقہا نے ذکر کیا ہی کہ دعوی مذکور سے وکالت ثابت ہوئی اور اداے دین بمجرد

دعوی ثابت نہوا تو اسکے حق میں تاخیر نہوگی ولہ تحلیف الموکل لان الوکیل لا ینکر فی الیمین خلافا لزفر ج اور مدیون کو جائز ہے قسم لینا خلاف ادائے دین کے انکار میں موکل سے نہ وکیل سے اسواسطے کہ نیابت جاری نہیں ہوتی قسم میں بخلاف نذر کے ولو وکلہ بعیب فادعی البائع البراءۃ دعی بالعیب لم یرد علیہ حتی یحلف المشتری والفرق ان القضاء ھنا فسخ لا یقبل النقض بخلاف ما مر خلافا لھما اور اگر ایک شخص کو خریدے لونڈی کے عیب میں وکیل کیا اور بائع نے دعوی کیا کہ مشتری لونڈی کے عیب سے راضی ہوگیا تھا تو وکیل بالبائع پر رد بیع نکرے جبتک مشتری قسم کھاوے اور فرق اس مسئلہ میں اور مسائل سابقہ میں یہ ہے کہ قضا یہاں وہ فسخ ہے کہ نقض کو قبول نہیں کرتا بخلاف اسکے جو مذکور ہوچکا بخلاف مذہب صاحبین کے انکے نزدیک رد بیع ہوگا ہم یعنے اگر رد بیع کے ہم قائل ہوں تو قضا فسخ ٹھہریگی کیونکہ رد بہ عیب سے اور اسطرح کا رد فسخ عقد ہے اور قضا بالعقود والفسوخ جاری ہے صحت پر اگرچہ خطا ظاہر ہو کیونکہ امام کے نزدیک قضا نافذ ہے ظاہر اور باطن دونوں میں بخلاف مسئلہ دیگر کہ اسمیں تدارک ممکن ہے مقیمۃ وکیل کے استرداد سے اگر خطا ظاہر ہو قسم نکھانے کے وقت اسواسطے کہ قضا یہاں باطن میں نافذ نہیں کیونکہ حکم بحجر و تسلیم تو قضا عقود اور فسوخ میں نہ ٹھہری کذا فی الحلبی فلو ردھا الوکیل علی البائع بالعیب لحضر الموکل وصدقہ علی الرضی کانت لہ لا للبائع اتفاقا فی الاصح لان القضاء لا ھن دلیل بل للحمل بالرضی ثم ظھر خلافہ فلا ینفذ باطنا نہایۃ پھر اگر وکیل نے لونڈی پھیر دی بالبائع کو لینے بحکم قاضی پھر موکل آیا اور اسنے بالبائع کی تصدیق کی اپنے راضی ہوجانے پر تو وہ لونڈی موکل مشتری کی ہوگی نہ بالبائع کی باتفاق امام اور صاحبین کے قول اصح میں اسواسطے کہ قاضی کا حکم دلیل سے نہیں بلکہ ادعائے رضامندی سے ہے پھر اسکے خلاف ظاہر ہوا تو حکم نافذ نہوگا باطن میں کذا فی النہایۃ وظاھر ما مر یدل علی الاتفاق علی ھذا اھ وبنوا والقضاء لدین ادا الشراء او المقصد فی عن زکوۃ اذا امسک مادفع الیہ نقد من مال نا ویا لرجوع کذا قید الخامسۃ فی الاشباہ حال قیامہ لم یکن متبرعا علی المفتی بہ النقاش استحسانا اذا لم یضف الی غیرہ اور جو شخص مامور ہو خرچ کرنے کا موکل کے اہل یا بناے عمارت پر یا مامور ہو اسکی ادائے دین کا یا خریداری کا یا زکوۃ کے تصدق کرنے کا جبکہ وہ رکھ چھوڑے وہ مال جو اسکو موکل نے دیا اور وہ اپنے مال سے موکل کے موجود ہونے کے وقت رجوع کی نیت کرکے اسی طرح نیت رجوع کی قید لگائی ہے مسئلہ خامسہ یعنی زکوۃ میں اشباہ کے اندر تو مامور متبرع نہوگا بلکہ متعلقہ واقع ہوگا یعنے مجبر ہو جائیگا بطریق استحسان کے جبکہ مامور نے اس مال کو غیر موکل کی طرف نسبت نکیا ہو یعنے صرف کے وقت یوں نکہا ہو کہ یہ میں اپنے مال سے دیتا ہوں بلکہ موکل کی طرف نسبت کیا ہو یا مطلق دیا ہو ہم رجوع کی نیت یوں ہوگی کہ جو مال کہ موکل نے دیا اسکو عوض ٹھہرا دے اس مال کا جو اسنے صدقہ دیا اپنے مال سے طحطاوی اور حلبی نے کہا کہ زکوۃ کی قید ظاہر الاتفاقی ہے فلو کانت وقت انفاقہ مستھلکۃ ولو بعد فی الدین فنفسہ واضافت العقد الی دراھم نفسہ ضمن وصار مشتریا لنفسہ متبرعا بالانفاق لان الدراھم تتعین فی الوکالۃ نھایۃ وبزازیہ پھر اگر مامور کے خرچ کرنے کے وقت موکل کے دراہم مستہلک ہوں اگرچہ الگا استہلاک مامور کے دین ذاتی کی طرف صرف کرنے سے ہو یا مامور نے عقد کو اپنے دراہم ذاتی کی طرف نسبت کیا ہو یعنے یوں کہا ہو خرید کے وقت مثلاً کہ میں اسکو اپنے دراہم سے مول لیتا ہوں تو مامور پر تاوان لازم ہوگا اور مامور اپنے واسطے خریدار ٹھہر جائیگا اور اہل وعیال کے خرچ کرنے میں متبرع اور متطوع ہو جائیگا یعنے موکل کے مال سے مجبر نہ کرسکے گا اسواسطے کہ یہ دراہم وکالت میں متعین ہو جاتے ہیں کذا فی النہایۃ والبزازیہ ھم الاتفاق کے مقتدا شرا اور صدقہ ہو جانچہ بحر الرائق میں مصرح ہے جبکہ وکالت میں دراہم متعین ٹھہرے اور قبل انفاق یا قبل شرا ہلاک ہوگئی تو وکالت باطل ہوگئی پھر اگر مامور صرف کریگا اپنے مال سے تو متبرع ہوگا تو اسکو موکل سے نہیں لے سکتا کذا فی الطحطاوی نعم فی الملتقط لو امرہ ان یقبض من مدیونہ الفا ویتصدق فتصدق فتلف لیرجع علی المدیون جاز استحسانا ہاں ملتقی میں ہے کہ اگر موکل نے وکیل کو امر کیا کہ میرے مدیون سے ہزار درہم لے اور صدقہ کرے سوا سنے ہزار صدقہ کئے اپنے مال سے تاکہ پھیر لے اسکے مدیون سے تو جائز ہے بطریق استحسان کے ہم بحر الرائق میں یہ روایت

منقطع بالنون کی طرف منسوب ہوا اور اسی طرح حد المختار کے بعض نسخون مین ہی اور اسی طرح منع الغفار مین ہی بلا استدراک اور وجہ اسکی یہ ہو کہ جو دراہم کہ مدیون پر دین ہین گو یا قائم اور موجود ہین تو وکیل متبرع نہوگا کذا فی الطحطاوی وصحی انفق من مالہ والحال ان مال الیتیم غائب فھو اولی الوصی کالاب منقطع ان یشھد انہ قرض علیہ او انہ یرجع علیہ جامع الفصولین وغیرہ وعللہ فی الخلاصۃ بان قول الوصی ان اعتبر فی الانفاق لکن لا یقبل فی الرجوع فی مال الیتیم الا بالبینۃ ایک وصی خرچ کیا اپنے مال سے اور حالانکہ مال یتیم اسوقت موجود نہین تو وصی باپ کے مانند متطوع اور متبرع ہو مگر یہ کہ وصی صرف کے وقت گواہ کرلے اسکہ وہ خرچ کرتا بطریق قرض کے ہی یا کہ وہ پھیر لیگا یتیم سے کذا فی جامع الفصولین وغیرہ اور علت اسکی خلاصہ مین یون بیان کی ہو کہ وصی کا قول اگرچہ خرچ کرنے مین معتبر ہو لیکن مال یتیم سے بھر لینے مین مقبول نہین بلا شہادت مع غائب ہونے کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر یتیم کا مال حاضر ہوگا تو بطریق اولے متبرع ٹھہرے گا **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے الوکالۃ المجردۃ لا تدخل تحت الحکم وبیانہ فی الدرر وکالت مجردہ یعنے جو وکالت حقوق العباد سے خالی ہو وہ تحت حکم حاکم داخل نہین اور بیان اسکا درر مین ہو مع درر مین صغرے سے منقول ہو کہ قبض دین کے وکیل نے جبکہ مدعا علیہ کو حاضر کیا سوائے توکیل کا اقرار کیا اور دین کا منکر ہوا تو وکالت ثابت نہوگی تو اگر وکیل اثبات دین کے واسطے گواہ لانا چاہے تو مقبول نہین یعنے قاضی اسکو سماعت نکرے گا انتہی لقد افرط وصحح التوکیل بالسلم اور صحیح ہو توکیل بیع سلم کرنے مین مع صورت اسکی یہ ہو کہ کچھ روپے کسی آدمی کو دے تاکہ وہ مثلاً گیہون پر عقد سلم کرے تو وکیل کرنا جائز ہو مانند بیع اور شراء کے کذا فی الطحطاوی لا یقبل عقد السلم صحیح نہین وکیل کرنا عقد سلم کے قبول کرنے مین مع صورت اسکی یہ ہو کہ کسیکو وکیل کیا کہ وہ روپے سے طعام سے مین سو وکیل نے روپے لیئے اور موکل کو دیئے تو طعام وکیل پر نہ موکل پر اور روپے وکیل کے موکل کے ذمہ پر قرض ٹھہرنے کے اسواسطے کہ توکیل باطل ہو کذا فی الطحطاوی پھر شارح نے قاعدہ مذکورہ پر تفریع کی فلا تنا ظر ان یسلم من یریع قریتہ فحصرہ تو وقف کے ناظر کو جائز نہو کہ عقد سلم کرے وقف کے محاصل سے مثلاً سو جریب کے تیل اور چٹائیون مین مع لینے اگر وقف سے دراہم یا دنانیر حاصل ہوئے اور ائمے مسجد کے چراغ روشن کرنے کے واسطے عقد سلم کیا تیل مین یا فرش کے واسطے چٹائیون مین سلم کیا تو صحیح ہو اسواسطے کہ ناظر وکیل ہو واقف کا او توکیل بالسلم صحیح ہو ولیس لہ ان یوکل بہ من جعلہ یحصل امتثالا بالقرینۃ فیامر بعقد السلم ویسلم علی ما قرر لہ باطلا لانہ وکیل الواقف والوکالۃ امانۃ کالایصاء بیعہا وغامہ فی شرح الوھبانیۃ اور جائز نہین ناظر کو کہ وکیل کرے عقد سلم کا اس شخص کو جسکو ائمے امین مقرر کیا ہو فریضہ وقف پر کچھ مال معین کرکے کہ ناظر امین کو عقد سلم کا امر کرے اس اناج مین جو وقف کی زمین مین پیدا ہوا اور راس المال سلم کا اس امین سے لے باطن مین بعوض اس وظیفے کے جو ناظر کے واسطے مال وقف سے مقرر ہوا یہ اسواسطے جائز نہین کہ ناظر وکیل ہو واقف کا اور وکالت امانت ہو جیسکی بیع صحیح نہین اور پورا بیان اسکا شرح وہبانیہ مین ہو مع امین کو حبوب ارض وقف مین عقد سلم اسواسطے جائز نہین کہ توکیل بقبول عقد سلم صحیح نہین اور ناظر کو اسسے مال لینا اسواسطے جائز نہین کہ ناظر واقف کا وکیل ہو محاصل قریہ کے قبض کرنے کا تو جب ناظر نے امین سے کچھ مال لیا بعوض اپنے وظیفہ معینہ کے تو ائمے وکالت کو بیچا حالانکہ بیع کالت کی صحیح نہین کذا فی الطحطاوی ملخصاً

باب عزل الوکیل

یہ باب ہو معزولی وکیل کے احکام مین الوکالۃ من العقود الغیر اللازمۃ کالعاریۃ فلا یلزم ولو قیدہا بزمان او وکالت ان عقود سے ہی جو لازم نہین چنانچہ عاریت مین وکالت مین خیار الشرط داخل نہین ہوتا مع عقد لازم مین خیار شرط کی حاجت ہو تا صاحب خیار فسخ عقد کرسکے اور وکالت خود عقد غیر لازم ہو تو اسمین خیار شرط کی کچھ حاجت نہین ولا یصح الحکم بہا مقصودا واما یصح فی ضمن دعوی صحیحۃ علی الغریم وبیانہ فی الدرر اور حاکم کو ثبوت وکالت پر مقصود بالذات حکم کرنا صحیح نہین ثبوت وکالت کا تو حکم صحیح نہین ہوتا مگر ضمن دعوی صحیح کے مدیون پر اور بیان اسکا درر مین ہو مع قبل اسبابکے عنقریب گذرا درسے کہ اگر مدعا علیہ وکالت کا مقر ہوا اور دین کا منکر تو

وکالت ثابت نہیں ہوتی عدم علم کی وجہ یہ ہو کہ علم سے وکالت لازم ہو جاتی ہو اور حالانکہ وکالت شرعاً غیر لازم ہو پھر مصنف نے عدم لزوم وکالت پر تفریع کی آئندہ قول مین فللموکل العزل متی شاء وان علم الخ

اعلم حق غیر متعلق بموجب خصومت کا وکیل مدعی کی طلب سے چنانچہ آگے آویگا ہم لینے اگر مدعی کی خواہش سے مدعا علیہ غائب کا کوئی وکیل مقرر ہوا ہو تو مدعا علیہ اسکو معزول نہیں کر سکتا اسواسطے کہ اگر مدعا علیہ حاضر ہے تو اسکا حق فوت ہو جاوے اور اگر مدعا علیہ موجود ہو یا وکالت بلا طلب مدعی ہو تو وکالت لازم نہیں موکل کو اسکے معزول کرنے کا اختیار ہو ولو الوکالۃ ردودیۃ فی طلاق وعتاق علی ما صححہ البزازی وصحح عن الصغری خلافہ فتنبہ معزول کرنا وکیل کا صحیح نہیں اگرچہ وکالت دو طرفی ہو طلاق یا عتاق مین بنا بر اس قول کے جسکی تصحیح کی ہو بزازی نے اور منتقی بیہقی نے اسکے مخالف آوے گا عینی سے تو شریر رہنا ہم وکالت دو طرفی یہ کہ موکل کہے وکیل سے کہ بیع نے تجھکو فلانے کام کا وکیل کیا جیکہ مین تجھکو معزول کروں تو تو میرا وکیل ہو کذا فی الدرر بشرط علم الوکیل اما فی القضاء الحکمی فثبت وینعزل قبل العلم کالرسول موکل کو معزولی کا اختیار ہو بشرطیکہ معلوم ہونے وکیل کے لیئے عزل قصدی مین علم وکیل شرط ہو اور عزل حکمی چنانچہ موکل کی موت مین تو عزل ثابت ہوگا اور وکیل معزول ہو جائیگا قبل علم کے چنانچہ رسول معزول ہو جاتا ہو رسالت سے قبل علم کے ولو عزلہ قبل وجود الشرط فی المعلق بہ او الشرط بہ یفتی شرح وہبانیۃ اگرچہ اسکا معزول کرنا قبل وجود شرط کے ہو اس وکالت مین جو معلق بشرط ہو اسی قول کا فتوی ہو کذا فی خزانۃ الروایۃ وثبت ذلک ای العزل بمشافہۃ بہ وبکتابۃ مکتوب یعزلہ او ارسالہ رسولا عمیزا عدلا او غیرہ الفاقا حرا او عبدا صغیرا او کبیرا صدقہ او کذبہ کذا فی الذخیرۃ وہ لینے معزول کرنا بالمشافہہ معزول کرنے سے ثابت ہوتا ہو اور معزولی کے خط لکھنے سے اور رسول ممیز کی پیام رسانی سے خواہ رسول عادل ہو یا غیر عادل بالاتفاق آزاد ہو یا غلام صغیر ہو یا کبیر وکیل اسکی تصدیق کرے رسالت مین یا تکذیب ذکر کیا ہو اسکو مصنف نے اپنی شرح مین متفرقات قضا کے مسائل مین ہم ممیز کی قید سے مجنون اور بیہوش اور صغیر غیر ممیز خارج ہو گیا لما قال الرسول الموکل ارسلنی الیک لاعلمک عزلہ ایاک عن وکالتک عزل ثابت ہوتا ہو جبکہ پیام رسان یون کہے کہ موکل نے مجھکو تیرے پاس بھیجا ہو تاکہ مین تجھکو تیرے معزول کر دینے کی وکالت سے خبر پہونچاؤن ولو اخبرہ فضولی بالعزل فلا بد من احد شطری الشہادۃ عدلا او عدلۃ کما فی المتقدم فی المتفرقات اور اگر وکیل کو فضولی معزولی کی خبر کرے تو ضرور ہو ثبوت عزل مین شہادت کے دو جزؤن مین سے ایک جز خواہ باعتبار شمار کے عدالت چنانچہ اسکے مانند اور مسائل مین جو اوپر مذکور ہو چکے ہین ابواب متفرقہ مین ایک جز شہادت کا شرط ہو ہم اخوات متقدمہ مسائل مولے بجنایت عبد اور شفعی کو بیع کی خبر پہونچانا اور باکرہ کو نکاح کی اور مسلم غیر مہاجر کو احکام شرعیہ کی خبر اور عیب کی خبر قاصد شریر کو اور محجور ماذون اور ضعیف شرکت اور عزل قاضی اور متولی وقف کی خبر ان سب امور مذکورہ کی اخبار مین یہ شرط ہو کہ یا دو شخص خبر کرین یا ایک عادل وقد منا انہ متی صدقہ قبل ولو فاسقا اتفاقا ابن ملک اور ہمنے مقدم ذکر کیا کہ جب وہ مخبر کی تصدیق کرے تو اسکی خبر مقبول ہو اگرچہ مخبر فاسق ہو بالاتفاق کذا صرح ابن ملک وفرع علی عدم لزومہا من الجانبین بقولہ اور مصنف نے عدم لزوم وکالت پر دونون طرف موکل اور وکیل سے تفریع کی اپنے قول آئندہ سے فللوکیل ای بالخصومۃ وبشراء المعین الوکیل بنکاح وطلاق وعتاق وبیع مالہ وبشراء شیء بغیر عینہ کما فی الکافی لہ عزل نفسہ بشرط علم موکلہ خصومت کے وکیل اور شئ معین کی خرید کے وکیل کو اپنا معزول کرنا جائز ہو بشرطیکہ دانست اپنے موکل کے نہ نکاح اور طلاق اور عتاق اور مال موکل کی بیع اور شئ غیر معین کی خرید کے وکیل کو کذا فی الاشباہ یعنے نکاح وغیرہ کے وکیل کو اپنا معزول کرنا صحیح ہو اگرچہ اسکا موکل معزولی کو نجانے وکذا یشترط علم السلطان بعزل قاضی ولمام نفسہما وکما بسطہ فی الحاوی اور اسی طرح دانست بادشاہ کی قاضی اور امام مسجد کے اپنی ذات کی معزول کرنے کی شرط ہو اور نہین تو معزولی ثابت نہین چنانچہ جواہر الفتاوی مین اسکو مشرح بیان کیا ہو یعنے اگر قاضی نے آپ کو قضا سے معزول کیا اور

امام حبہ یا عبید نے آپکو امامت سے معزول کیا تو یہ صحیح نہین بدون علم سلطان کے وکلہ بقبض الدین مادیعزلہ ان لیغیر حصۃ المدیون وان وکلہ بحضرۃ تہ کالمتعلق حقہ بہ کما مر وکیل کیا کسیکو قبض دین کا تو وکیل اپنے معزول کرنے کا مالک ہو اگر اسکو موکل نے بلا حضور مدیون وکیل کیا ہو اور اگر اسکو مدیون کے سامنے وکیل کیا تو وہ اپنے معزول کرنے کا مالک نہین بسبب متعلق ہونے حق مدیون کے ساتھ انکے جنانچہ مذکور ہو چکا کہ درصورت تعلق حق غیر وکالت لازم ہوتی ہے تعلق حق مدیون یون ہو کہ اگر معزول بلا علم مدیون صحیح ہو تو مدیون معزور لینے فریب خوردہ ہو جائیگا درصورت ادائے دین کو وکیل کو الا اذا علم بہ بالعزل المدیون فحینئذ ینعزل ثم فرع علیہ بقولہ مگر جبکہ مدیون معزولی کو معلوم کر چکا ہو تو اب یہ وقت مین وکیل معزول ہو جائیگا پھر مصنف نے اس قاعدہ پر قول آئندہ کو متفرع کیا فلو دفع المدیون دینہ الیہ ای الوکیل قبل علم ای المدیون بعزلہ برأ بعدہ کالدفع لغیر وکیل تو اگر مدیون نے موکل کا دین وکیل کو دیا قبل دانست مدیون بعزل وکیل تو وہ بری الذمہ ہو گیا اور بعد دریافت معزولی کے بری الذمہ نہو گا بسبب دینے مدیون کے غیر وکیل کو لینے جب اسکو معلوم ہو گیا کہ وکیل نے آپکو وکالت سے معزول کیا اور پھر اسکو دین دیا تو بری الذمہ نہو گا کیونکہ اسنے غیر وکیل کو دیا اور غیر وکیل کے دینے سے دین ادا نہین ہوتا ولو عزل العدل الموکل بیسیر الرھن نفسہ بحضرۃ المرتھن ان رضی بہ بالعزل صح وکالا کہ یتعلق حقہ بہ وکذا الوکالۃ بخصومۃ بطلب المدیع عند غیبتہ کما مر اور اگر اس عادل نے جو وکیل مقرر ہوا ہے راہن کا مرہون کی بیع کے واسطے اپنی ذات کو معزول کیا مرتہن کے سامنے اگر مرتہن راضی ہو گیا معزولی سے تو صحیح ہوا ورنہین تو صحیح نہین بسبب متعلق ہونے حق مرتہن کے ساتھ انکے اور اسی طرح ہے خصومت کی وکالت مدعی کی طلب سے غیبت مدعا علیہ کے نزدیک جنانچہ مذکور ہو چکا عنقریب ہم طحطاوی نے کہا کہ ظاہر اقید عدالت وکیل کی بمقتضائے غالب عادت کے ہے والا تو وکیل بیع رہن کی عدالت پر موقوف نہین ولیس منہ توکیلہ بطلاق امتہ بطلبہا علی الصحیح لانہ کاحق لہا فیہ ولا تولیہ کما اعزلتک فانت وکیلی بعزلہ یکلما وکانت فانت معزول عتیق اور نہین ہے اس قسم سے جسمین حق غیر متعلق ہو وکیل کرنا زوجہ کی طلاق کا زوجہ کی طلب سے بنا بر قول صحیح کے اسواسطے کہ زوجہ کا حق اسمین کچھ نہین اور نہین ہے قسم مذکور سے موکل کا یون کہنا کہ ہر بار کہ مین تجھکو معزول کرون تو تو میرا وکیل ہے بسبب اسکے معزول ہونے کے اس قول سے کہ ہر بار کہ مین تجھکو وکیل کرون تو تو معزول ہے کذا فی العینی ہم طحطاوی نے کہا کلما اعزلتک فانت وکیلی مین اسواسطے عزل ثابت ہوتا ہے کہ اسمین حق وکیل متعلق نہین وقول الوکیل بعد القبول بحضرۃ الموکل الغیب توکیلی او انا بری من الوکالۃ لیس بعزل بخلاف الموکل بقولہ لم اوکلک فانہ یکون عزلا کما ان یکون عزلا اذا قال الموکل للوکیل اللہ لا اوکلک بشیء تقدم فانہ تعلیق فقبلہ اور وکیل کا یون کہنا بعد قبول وکالت کے موکل کے سامنے کہ مین نے تیری توکیل کو لغو کر دیا یا کہ مین بری ہون وکالت سے معزول کرنا نہین ہے جیسے موکل کا یون انکار کرنا کہ میں نے تجھکو وکیل نہین کیا عزل ہو گا مگر یہ کہ موکل وکیل سے کہے کہ واللہ مین تجھکو کسی چیز کا وکیل نہین کرتا سوا التبہ میں نے تیری سستی اور کاہلی معلوم کی تو عزل ثابت ہو گا کذا فی الزیلعی لکنہ ذکر فی الوصایا ان جحودہ عزل وحملہ المصنف علی ما اذا واقفہ الوکیل علی الترک لیکن زیلعی نے کتاب الوصایا مین ذکر کیا کہ موکل کا انکار عزل ہے اور مصنف نے اپنی شرح مین اسکو اسپر محمول کیا ہے جب وکیل موکل کے ساتھ موافقت کرے ترک وکالت پر ہم لینے انکار موکل اس صورت مین عزل ہے جبکہ وکیل بھی وکالت کو چھوڑ دے لکن ثبت الفقیہ ابو اللیث اختلاف الروایۃ وقدم الثانی وعللہ بان جحودہ صادف النکاح فصح ثم قال وفی روایۃ لم ینعزل بالجحود انتہی فلیحفظ لیکن قہستانی نے اختلاف روایت کا ثابت کیا ہے اور قول ثانی یعنے عزل ہونا انکار کا اسکو مقدم ذکر کیا ہے اور وجہ اسکی یون بیان کی ہے کہ ماورائے نکاح کے انکار فسخ ہے پھر قہستانی نے کہا اور دوسری روایت مین وکیل معزول نہین ہوتا انکار سے انتہے کلام القہستانی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم اور اسی طرح حموی نے اختلاف روایت ثابت کیا ہے چنانچہ ولوالجیہ سے نقل کیا ہے کہ اگر وہ عدالت سے انکار کیا تو وہ رجوع ہے اور جامع کبیر مین ہے کہ یہ رجوع نہین تو اسمین دو روایتین ہین اور اسی طرح جحود وکالت مین وکیل یا موکل سے اور جحود

شرکت اور مجود ودیعت اور مجور ومتبایعین یا متاجرین مین خلاف ہی اور صحیح یہ ہی کہ مجود رجوع ہی اسواسطے کہ مجود فسخ ہی انتہے علامہ مقدسی نے کہا محتمل ہی کہ تصحیح خاص وصیت مین ہی یا سب مین انتہے اور ظاہر اصحیح کی تصحیح متبادر ہی چنانچہ تعلیل قہستانی کی اسکی موئد ہی کذا فی الطحطاوی وینعزل الوکیل بالاخراج بنهایة التوکیل فیخلعه ویخلعه بقبض دین فقبضه بنفسه او وکله بنکاح فزوجه الوکیل بنزاذیه اور معزول ہوجاتا ہی وکیل بدون معزول کرنے کے اُس چیز کے منتہی ہونے سے جسمین وہ وکیل مقرر ہوا چنانچہ اگر اسکو قبض دین کا وکیل کیا سو موکل نے اسمیر بذات خود قبضہ کر لیا یا اسکو نکاح کا وکیل کیا سو موکل نے وکیل کے ساتھ نکاح کر دیا کذا فی البزازیہ وبانعزال الموکل والوکیل عالم او لم یعلم السابق فیهم الموکل او احد طفلیه او عبداه المسلمان وان سفه تترکات ویطلبان کما فی الاختیار وغیرها اور اگر موکل اور وکیل نے ساتھی بیع کی اور معلوم نہین کہ پہلی بیع کونسی ہی تو موکل کی بیع مقدم ہی محمدؒ کے نزدیک اور ابو یوسف کے نزدیک دونون مشتری مبیع مین شریک اور مختار ہین چاہین بیع قائم رکھین چاہین فسخ کرین کذا فی الاختیار وغیرہ وینعزل بموت احدهما او جنونه مطبقا بالکسر اى مستوعبا سنة على الصحیح درر وغیرها لکن فی الشرنبلالیة عن المضمرات ثم رأیته یفتی وکذا فی القهستانی والباقانی وجعله قاضی خان فی فصل قبایحیفتی بالمجتهدات قول ابی حنیفة وان علیه الفتوی فلیحفظ اور وکیل معزول ہوتا ہی وکیل اور موکل دونون مین سے ایک کے مرجانے سے اور اسکے سال بھر کے جنون سے بنابر قول صحیح کذا فی الدرر وغیرہا لیکن شرنبلالیہ مین ہی مضمرات سے کہ مہینے بھر کے جنون سے معزول ہوتا ہی اسیکا فتوے ہی اور اسی طرح قہستانی اور باقانی مین ہی اور قاضی خان نے اس فصل مین جسمین قضا بالمجتہدات کا مذکور ہی جنون شہری کو ابو حنیفہ کا قول قرار دیا ہی اور یہ کہ اسی قول پر فتوے ہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ھ مطبق بالکسر یعنی مستوعب کامل ہی اور بعضون نے یعنی دائم تفسیر کیا ہی بحر الرائق مین مصباح سے منقول ہی کہ عوام مطبق بفتح یا بولتے ہین وبالحکم بلحوقه هو ترتد ائم لا تعود بعده مسلما على المذهب ولا باقاته بحر اور وکیل معزول ہوجاتا ہی وکیل یا موکل کے حکم لحوق دار الحرب سے مرتد ہوکر پھر وکالت عود نہین کرتی اسکی پھر آنے سے دار الاسلام مین مسلمان ہوکر اور نہ اسکے جنون جانے رہنے سے بنابر مذہب صحیح کذا فی البحر ھ یعنی جبکہ مرتد ہوگیا پھر وکیل ٹھہرا پھر دار الحرب مین جاکر مل گیا اور قاضی نے لحوق دار الحرب پر حکم کر دیا تو معزول ہوگا اسواسطے کہ مرتد کے تفرقات قبل حکم لحوق موقوف ہین امام کے نزدیک تو اسی طرح وکالت مرتد بھی موقوف ہی اگر مسلمان ہوگیا تو نافذ ہی اگر مقتول ہوا یا دار الحرب مین جا ملا تو وکالت باطل ہی کذا فی الطحطاوی وفی منزع المجمع واعلم ان الوکالة اذا کانت لازمة کما تبطل بهذه العوارض فلذا قال الا الوکالة اللازمة اذا وکل الراهن العدل او المرتهن ببیع الرهن عند حلول الاجل فلا ینعزل بالعزل لا یموت الموکل وجنونه اور شرح مجمع مین ہی کہ جان لے کہ وکالت جب لازم ہوتی ہی تو ان عوارض سے باطل نہین ہوتی تو اسی وجہ سے مصنف نے کہا بجز وکالت لازمہ کے یعنے مثلاً جب راہن نے شخص عادل یا مرتہن کو وکیل کیا بیع رہن کا مدت کے آنے وقت تو وہ معزول ہوگا معزول کرنے سے اور نہ موکل کی موت اور اسکے جنون ھ مرتہن عطف ہی عدل پر اور راہن پر اسکا عطف کرنا صحیح نہین اسواسطے کہ مرتہن بیع کا مالک نہین کذا فی الطحطاوی کالوکیل بالبیع والوکیل ببیع الوفاء لا ینعزلان بموت الموکل بخلاف الوکالة بالخصومة الا الطلاق البزازیة بخلاف امر الیه کالوکیل اور بیع الوفا کا وکیل معزول نہین ہوتے دونون موکل کی موت سے بخلاف خصومت باطلاق کی وکالت کے کذا فی البزازیہ ھ یعنے وکالت بالخصومۃ اگرچہ لازم ہی لیکن وکیل اسمین موت اور جنون موکل سے معزول ہوجاتا ہی قلت والحاصل کما فی البحر ان الوکالة ببیع الرهن لا تبطل بالعزل حقیقیا لو حکمیا وکذا بالخروج عن اهلیة التوکیل وروجه وفیما عداها من اللازمة کما تبطل بالحقیقی بالحکمی والخروج عن کونه اهلا یقتضی فی الاطلاق فیه نظر یعنی کہتا ہون اور خلاصہ یہ ہی کہ بحر الرائق مین ہی کہ بیع رہن کی وکالت باطل نہین ہوتی عزل سے خواہ عزل حقیقی ہو یا حکمی چنانچہ موت اور نہ خارج ہوجانے سے لیاقت توکیل سے بسبب جنون اور ارتداد کے اور اسکے سوا وکالت لازمہ باطل نہین ہوتی عزل حقیقی سے بلکہ باطل ہوتی ہی عزل حکمی سے اور اہلیت کے خارج ہوجانے سے

مین کہتا ہون تو در کے اطلاق مین بحث ہے ہم درمین یون کہا ہے کہ جب حق غیر متعلق ہو تو وکیل معزول نہین ہوتا انتہے اور تعلق حق غیر وکالت بالخصومۃ باتماس طالب کو بھی شامل ہے اور حالانکہ اسمین ایسا حکم نہین کذا فی المنح **وینعزل بافتراق احد الشریکین** لو بتوکیل ثالث **بالتصرف** او بتعلیم الوکیل **لانہ عزل حکمی** اور وکیل معزول ہوتا ہے احد الشریکین کے افتراق سے اگرچہ وکالت بتوکیل ثالث ہو تصرف کے واسطے اور گو کہ وکیل کو عزل کا علم نہو اسواسطے کہ وہ عزل حکمی ہے ہم اطلاق ماتن اسکو شامل ہے کہ دونون شریکون مین افتراق ہو شرکت کے بطلان سے چنانچہ دونون مال یا ایک مال ہلاک ہو جاے قبل خرید کے تو وکالت تمیمیہ بھی باطل ہوگی اور اسکو شامل ہے کہ دونون یا ایک شریک نہیے شخص کو تصرف کا وکیل مقرر کرین تو بعد افتراق وہ معزول ہوگا **وینعزل بعجز موکلہ لو مکاتبا وحجر ای موکلہ لو ماذونا کذلک ای علم الوکیل لانہ عزل حکمی** کما مر اور وکیل معزول ہوتا ہے اپنے موکل کے عاجز ہونے سے ادائے بدل کتابت سے اگر موکل عبد مکاتب ہو اور اپنے موکل کے محجور ہونے سے اگر موکل عبد ماذون فی التجارۃ ہو اسی طرح معزول ہو جاتا ہے یعنے اسکو علم ہو عزل کا یا نہو اسواسطے کہ وہ عزل حکمی ہو چنانچہ مذکور ہو چکا **و لیذ اذا کان وکیلا فی العقود و لخصومۃ اما اذا کان وکیلا فی قضاء دین و اقتضائہ و قبض ودیعۃ فلا ینعزل بعجز و حجر** اور یہ یعنے عزل بسبب عجز اور حجر کے اسوقت ہے جبکہ وہ وکیل ہو عقود اور خصومت مین اور جب کہ وکیل ہو ادائے دین اور طلب دین اور قبض ودیعت مین تو معزول نہین ہوتا عجز مکاتب اور حجر ماذون سے **و لو عزل الموکل وکیل عبدہ الماذون لم ینعزل** اور اگر موکلے نے اپنے غلام ماذون کے وکیل کو معزول کیا تو وہ معزول نہوگا **و ینعزل فیما تصرفہ فیہ لا فیما لا یتصرف فیہ الوکیل عن التصرف مصرحا کما لو طلقہا و الحرۃ و العدۃ باقیۃ فللوکیل تطلیقہا احتی لبقاء المحل** اور معزول ہوتا ہے وکیل موکل کے بتا تا خود تصرف کرنے سے اس فعل مین جسمین وہ وکیل مقرر ہوا موکل کے ایسے تصرف سے عزل ہوتا ہے کہ وکیل اسکے ساتھ تصرف کرنے سے عاجز ہو جاے اور اگر وکیل عاجز نہو تو وہ معزول نہین ہوتا چنانچہ اگر موکل نے اپنی زوجہ کو ایکبار طلاق دی اور حالانکہ عدت باقی ہو تو وکیل کو دوسری طلاق دینا جائز ہے بسبب باقی رہنے محل طلاق کے ہم موکل کے حس تصرف کے ساتھ وکیل تصرف نہین کر سکتا اسواسطے معزول ہو جاتا ہے کہ وکالت کی حاجت باقی نہین رہتی چنانچہ عتاق عبد یا کتابت کا وکیل کیا پھر اسکو موکل نے خود آزاد کر دیا یا مکاتب کیا یا تزویج یا خرید کا وکیل کیا سو آپ نکاح کر لیا یا مولی نے طلاق کا وکیل کیا سو خود اسکو تین یا طلاق دی یا ایکبار طلاق دی اور عدت گذر گئی یا خلع کا وکیل کیا سو آپ خلع کر لیا **و لو ارتد الزوج او لحق و تم طلاق وعدہ ما بقیت العدۃ** اور اگر زوج مرتد ہو گیا یا دار الحرب مین لاحق ہوا تو اسکے وکیل کی طلاق واقع ہوگی جب تک عدت باقی ہے ہم بحر الرائق وغیرہ مین یون ہے کہ اگر زوج مرتد ہو جاے تو وکیل کی طلاق عورت پر تا بقاے عدت واقع ہوگی اور لحوق زوج بمنزلہ اسکی موت کے ہے انتہے تو شارح کے کلام مین لحوق اس محوق پہ محمول ہے جسپر قاضی کا حکم نہین ہوا اور صاحب بحر وغیرہ کا کلام اس لحوق پر جسپر حکم ہو گیا کیونکہ وہی بمنزلہ موت کے ہے کذا فی الطحطاوی **و نفوذ الوکالۃ اذا عاد الیہ ای الموکل قدیم ملکہ کان وکلہ ببیع فباعہ موکلہ ثم ردّ علیہ بما هو فسخ بقی علی وکالتہ** اور پھر آتی ہے وکالت جبکہ موکل کی طرف اسکی قدیم ملک پھر آوے چنانچہ ایک شخص کو بیع کا وکیل کیا سو اسکو بیچ ڈالا اسکے موکل نے پھر وہ چیز پھیر دی گئی موکل کو اس سبب سے کہ وہ فسخ ہے چنانچہ بحکم قاضی رد بالعیب واقع ہوا تو وکیل باقی رہیگا اپنی وکالت پر **او بقی اثرہ ای اثر ملکہ کمسئلۃ العدۃ** یا باقی رہے ملک موکل کا اثر مانند مسئلہ عدت کے یعنے زوج نے طلاق کا وکیل کیا پھر ایک طلاق خود موکل نے دی اور عدت ہنوز باقی ہے تو وکیل باقی طلاق دے سکتا ہے بخلاف ما لو تجدد الملک بخلاف اسکے اگر ملک جدید حاصل ہو ہم چنانچہ ایک چیز کی بیع کا وکیل کیا پھر آپ اسکو بیچ ڈالا پھر اسکو مشتری سے خرید لیا تو وکالت عود نکریگی اسواسطے کہ سیان قدیم ملک نے عود نہین کیا بلکہ وقتا ملک حاصل ہوئی **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے **فی الملتقط عزل وکیلہ ینعزل عالم بصلہ الکتاب** ملتقط مین ہے کہ معزول کیا اور معزولی لکھ بھیجی تو معزول ہوگا جب تک وکیل کو خط نہ پہونچیگا یعنے اسواسطے کہ یہ عزل قصدی ہے اسمین علم

وکیل شرط ہو اور علم خط بھیجنے سے ہو دکل غائبا ثم عزله قبل قبوله هم وبعده کہ وکیل کیا شخص غائب کو پھر اسکو معزول کیا قبل اسکے قبول کرنے کے تو صحیح ہو اور بعد قبول کے صحیح نہیں یعنے قبل قبول بلا علم وکیل عزل صحیح ہو اور بعد قبول صحیح نہیں بدون علم کے درصورت عزل قصدی کذا فی الطحطاوی حضم الیه فقعله لیدفعها الی انسان یسلمها فدفعها ونسی لا یضمن الوکیل بالدفع دیا وکیل کو آدمی کو دے جو اسکو درست کردے سو وکیل نے اسکو دیا اور بھول گیا کہ کسکو دیا تو وکیل پر دینے سے تاوان نہیں اسواسطے کہ اسنے موافق اسکے کہنے کے عمل کیا اور نسیان سے لقدی اسکی ثابت نہیں ابراءه عما له علیه برئ من الکل قضاء ودیانة فی الاخرة فلا یقدر ما یتوهم ان له علیه صاحب دین نے مدیون کو بری الذمہ کردیا اس دین سے جو اسپر ہو تو وہ بری الذمہ ہوگا کل دین سے ظاہر حکم میں اور آخرت میں تو بری الذمہ نہوگا مگر اسقدر دین سے جتنا صاحب دین گمان رکھتا ہو کہ اسکا اتنا ہی اسپر ہم یعنے مجملاً اسنے دین معاف کردیا لیکن اسکا گمان یہ ہو کہ میرے دس درم ہیں پھر ظاہر ہوا کہ اسکے سو درم ہیں تو باعتبار قضا سب دین سے بری ہوگیا بنظر اطلاق برأت اور عند اللہ فقط دس درم سے بری ہوگا کذا فی الطحطاوی وفی الاشباه قال المدیون ما جئتک بعلامة کذا ادمن اخذ اصبعا وقال کذا فادفع الیه لم یصح لانه توکیل مجمل فلا یبرأ بالدفع الیه اور اشباہ میں ہو کہ اپنے مدیون سے کہا کہ جنیرے پاس آوے فلانی نشانی لیکر یا جو تیری انگلی پکڑے یا تجھسے فلانی بات کہے تو اسکو دیجیو تو صحیح نہیں اسواسطے کہ یہ توکیل مجمول ہو تو مدیون بری الذمہ نہوگا اسکے دینے سے دنی الوهبانیة ومن قال اعط للذی قابض خصمی فاعطاه لم یبرأ بللان یقبض اور وہبانیہ میں ہو اور جسکے دائن نے کہا کہ دے مال جھگڑنے کے پکڑنے والے کو سو دیا اسکو مدیون بری الذمہ نہوگا اور مال میں اسکو خسارہ ہوگا یعنے دوبارہ اسکو دینا پڑے گا ه وبعده وبه یفتی لانقطاعه فخالفه قالوا یجوز التغیر واجس موکل نے کہا بیچ اسکو اور بیچو نقد یا یوں کہا کہ بیچ اسکو اور بیچو خالد کے ہاتھ سو وکیل نے اسکے خلاف کیا یعنے ادھار بیچا یا زید کے ہاتھ بیچا تو علمائے کہا کہ اتنا تغیر کرنا وکیل کو جائز ہے ه یعنے وبالنقد یہ ایک صورت ہے وبغیر نقد الخ یہ دوسری صورت ہے وکیل کو مخالفت مذکورہ اسواسطے جائز ہے کہ یہ کلام مشورہ پر محمول ہے چنانچہ مضارب سے کہا کہ یہ مال لیکر مضاربت کے لیے اور اس سے گیہوں خرید کرنا تو اسکو جو خرید کرنا جائز ہے کیونکہ یہ کلام مشورہ ہے اسکا بخلاف اس قول کے کہ بعه بالنقد یا یوں کہا کہ بعه من فلان تو اب اسکو مخالفت کرنا جائز نہیں کذا فی الطحطاوی عن شرح الوهبانیة ه وفی الدفع قول الوکیل مقدم ه وکذا قول دیالدین فی الخصم بحقه اور مال کے دینے میں وکیل کا قول مقدم ہے اسی طرح صاحب دین کا قول مقدم ہے اور خصم یعنے موکل پر جبر کیا جائیگا ه صورت اسکی یہ ہے کہ موکل نے وکیل کو مال دیا اور کہا کہ اسسے میرا دین ادا کر سو وکیل نے کہا کہ بیچ ادا کیا اور صاحب دین نے کہا کچھ اسنے نہیں دیا تو وکیل کا قول معتبر ہے بری الذمہ ہونے میں یعنے وکیل سے تاوان دینا لازم نہوگا اور وکیل کا قول مقدم ہے موکل کے اس قول پر کہ اسنے صاحب دین کو نہیں دیا اور صاحب دین کے اس قول پر کہ میں نے کچھ نہیں پایا لیکن یہ فقط دعوی برأت ہے نہ دعوی حق سقوط حق دائن تو وہ اپنا دین موکل سے لیگا اور دین کا قول موکل اور وکیل کے قول پر مقدم ہوگا عدم سقوط حق میں اور موکل سے زبردستی حق اسکا دلایا جائیگا بعد اسکے اگر موکل طالب کا مکذب اور وکیل کا مصدق ہو تو طالب سے قسم لیجاے سو اگر اسنے قسم کھائی تو قبض دین ثابت ہوا اور اگر قسم نکھائی تو حق اسکا ساقط ہوگیا اور اگر بالعکس ہو یعنے موکل طالب کا مصدق اور وکیل کا مکذب ہو تو وکیل سے قسم لیجاے کذا فی الطحطاوی ه ولو قبض الدلال مال البیع کی به یسلم منه ویضمن ویشترط اور اگر دلال نے مال مبیع یعنے مثمن لیا مشتری سے تا بائع کو تسلیم کرے اور ثمن ضائع ہوگیا تو دلال اور بائع میں نصفا نصف کیا جاے یعنے مصالحہ بالنصف ہوگا درمیان دلال اور بائع کے ناظم نے کہا یوں تفصیل کرنا لائق ہے کہ اگر بائع نے دلال کو قبض ثمن کا اذن دیا ہو تو دلال پر تاوان لائق نہیں اور نہیں تو بائع چاہے مشتری سے تاوان لے چاہے دلال سے اگر مشتری سے لے تو وہ دلال سے پھیر لے تا وقتیکہ دلال اسکا فرستادہ نہو بائع کی طرف ثمن پہونچانے میں کذا فی الطحطاوی واللہ اعلم واستغفر اللہ العظیم

کتاب الدعوی

یہ کتاب ہے دعوے کے احکام میں کہ ملحق ہے مناسبتہا للوکالة بالخصومة مناسبت دعوی کی خصومت کی وکالت سے اپنے معنی میں

ص مناسبت یہ ہو کہ خصومت کے وکیل کو دعوی کی طرف حاجت ہو بلکہ گاہے غیر خصومت کا وکیل بھی دعوی کی طرف حاجت مند ہوتا ہو ھی لغۃ قول یقصد بہ الاستاد ایجاب حق علی غیرہ لغت مین دعوی وہ قول ہو جس سے آدمی اپنے غیر پر ایجاب حق کا ارادہ کرے یعنے بلا قید منازعت و مسالمت اور اسمین دفع عن حق نفسہ سے کچھ تعرض نہین والفہا للتانیث فلا تنون اور لفظ دعوی کا الف تانیث کے واسطے ہو تو اسپر تنوین داخل نہین کیجاتی کما جمعہا دعاوی بفتح الواو کفتوی وفتاوی ص اور جمع دعوے کی دعاوی ہو بفتح واو مانند فتوی اور فتاوے کے کذا فی الدر لکن جزم فی المصباح بکسرہا ایضا فیہما محافظۃ علی الفا التانیث لیکن مصباح العلامہ مین واو کے کسرہ پر یقین کیا دونون مین یعنے دعاوی اور فتاوے مین الف تانیث کی محافظت کے واسطے ص عبارت مختلف ہو مصباح مین یون ہو کہ جمع دعوی دعاوی بکسر واو ہو اسواسطے کہ وہی اصل ہو اور بفتح واو ہو الف تانیث کی محافظت کے واسطے کذا فی الطحطاوی وشرعا قول مقبول عند القاضی یقصد بہ طلب حق قبل غیرہ خرج الشہادۃ والاقرار اور اصطلاح شرع مین دعوی عبارت ہو اس قول سے جو قاضی کے روبرو مقبول ہو اور اس سے طالب حق اپنے غیر شخص سے مقصود ہو نکل گئی شہادت اور اقرار ص قول مقبول سے قول ملزم مراد ہو تو غیر ملزم خارج ہو گیا قاضی کی قید اسواسطے لگائی کہ غیر قاضی کے روبرو دعوی مسموع نہین اور طالب حق کی قید سے شہادت خارج ہو گئی دعوی کی تعریف سے اسواسطے کہ شہادت اگرچہ قول مقبول ہو مگر اس سے اثبات حق غیر مقصود ہو اور اسی طرح اقرار بھی او دفع ای دفع الخصم عن حق نفسہ دخل فیہ دعوی التعرض فتہم بہ یفرق بزازیہ دعوی عبارت ہو دفع کرنے مدعی سے مخاصم کو اپنی ذات کے حق سے تو اسمین داخل ہوا تعرض کے دعوی کو دفع کرنا تو وہ مسموع ہو گا اسی قول کا فتوی ہو کذا فی البزازیہ ص دفع تعرض کی صورت یہ ہو کہ قاضی کے سامنے کہے کہ فلانا شخص ناحق میرا متعرض ہوتا ہو اور مین اسکے دفع تعرض کا مطالب ہون تو یہ دعوی مسموع ہو قاضی اسکو ناحق تعرض سے باز رکھے تو جبتک اسکے پاس حجت نہین ہو تو وہ تعرض سے روکا جاے اور جب اسکو حجت ملے تو تعرض کرے کذا فی الطحطاوی بخلاف دعوی قطع النزاع فلا تسمع بخلاف دفع قطع نزاع کہ وہ مسموع نہین کذا فی السراجیہ ص صورت اسکی یہ ہو کہ قاضی کے پاس جاے اور کہے کہ اگر فلانے شخص کا مجھپر کچھ ہو تو دعوے کرے اور نہین تو ابرا کرے تو اس شخص پر جبر نکیا جائیگا دعوی مین اسواسطے کہ وہ صاحب حق ہو کذا فی الطحطاوی وھذا اذا اردیا بالحق فی التعریف الاعم الوجودی اور یہ یعنے تعریف دعوی مین اور دفع عن نفسہ کا قول زیادہ کرنا اسوقت ہو جبکہ تعریف مذکور مین حق سے امر وجودی کا ارادہ کیجیے ص جب امر وجودی مراد ہوا تو امر عدمی چنانچہ دفع کو تعریف شامل نہوگی تو قول مذکور کے زیادہ کرنے کی حاجت ہوئی تا دفع بھی دعوی کی تعریف مین داخل رہے اور عدمی سے مراد وہ ہی جو امر اعتباری کو بھی شامل ہو اسواسطے کہ دفع عدمی نہین کیونکہ دفع سے کف عن المنازعۃ مراد ہو فلو اریدا بہ ایہ ما یعم الوجودی والعدمی لم یحتج لہذا القید سو اگر حق سے وہ ارادہ کیجیے جو کہ وجودی اور عدمی دونون کو شامل ہو تو اس قید یعنے زیادت دفع کی حاجت نرہی والمدعی من اذا ترک دعواہ ترک ای کا یجبر علیہا اور مدعی وہ شخص ہو کہ جبکہ وہ اپنا دعوی ترک کرے تو چھوڑا جاے یعنے حاکم اسسے زبردستی دعوے نکروا دے والمدعی علیہ بخلافہ ای یجبر علیہا اور مدعا علیہ وہ شخص جو مدعی کے برخلاف ہو یعنے جو ترک خصومت سے چھوڑا نجاے بلکہ اسسے زبردستی حضومت کروای جاے فلو فی البلدۃ قاضیان کل فی محلۃ فالخیار للمدعی علیہ عند محمد وبہ یفتی بزازیہ ولو القضاۃ فی المحلۃ الصغیرۃ یرجع علی الظاہر ولو افتیت ہما البتہ تو اگر ایک شہر مین دو قاضی ہون ہر ایک قاضی ہو علماء علاوہ محلہ کا تو مدعا علیہ کو اختیار ہے جس قاضی کے پاس چاہے حاضر ہو محمد کے نزدیک اسی قول کا فتوی ہو کذا فی البزازیہ اگرچہ وہان چاروں مذہب کے قاضی ہون بنا بر قول ظاہر کے اور اسیکا یعنی فتوی دیا ہو کبھی بار کذا فی البحر ص علامہ مقدسی نے صاحب بحر کے قول پر اعتراض کیا کہ ابو یوسف کے قول پر اعتماد کرنا مناسب ہو یعنے مدعی کو اختیار ہو اسواسطے کہ ابو یوسف کا قول مدعی اور مدعا علیہ کی تعریف کے موافق ہو قال المصنف ولو الولایۃ لقاضیین فکثیرا علی السواء فالحجۃ للمدعی لتعم اوامر السلطان بإجابۃ المدعی علیہ لمن ادعی علیہ بالنسبۃ لقاضیہا کما حررہ اکہا مصنف نے اپنی شرح مین اور اگر دو قاضیون کی یا زیادہ کی ولایت برابر جمیع محلات شہر مین تو مدعی

اعتبار ہے یا ان اگر سلطان نے اجابت مدعا علیہ کا حکم دیا ہو تو اسکا معتبر رکھنا لازم ہوگا بسبب معزول ہونے اس قاضی کے جسکو مدعا علیہ نے پسند نہیں کیا اس دعوے کی سمت کے اعتبار سے چنانچہ بیان مذکور ہو چکا کہ قضا قید پذیر ہے کذا فی الطوالوی قلت وھذا الخلاف فیما اذا کان کل قاض علی حدۃ اما اذا کان فی المصر حنفی و شافعی و مالکی و حنبلی فی مجلس واحد والولایۃ واحدۃ فلا ینبغی ان یقع الخلاف فی نہایۃ المدعی لما اشتہ ضنا الحق کذا یخط للمصنف علیہا حاشیۃ البزازیہ فلیحفظ میں یہ کہتا ہوں اور یہ خلاف محمدؒ اور ابو یوسفؒ کا اس صورت میں ہے جبکہ ہر قاضی علیحدہ علیحدہ محلہ کا حکم ہو اور جبکہ شہر میں حنفی اور شافعی اور مالکی اور حنبلی ایک مجلس میں ہوں اور ولایت ایک یعنی حکومت عامہ ہو تو لائق نہیں کہ اجابت مدعی میں خلاف واقع ہو اسواسطے کہ بلاشک مدعی ہی تو صاحب حق ہی اسی طرح لکھا ہے مصنف کے خط سے بزازیہ کے حاشیہ پر تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم اتحاد مجلس قید نہیں بلکہ عموم ولایت پر مدار ہے چنانچہ بیان مذکور ہو چکا تو اگر شارح عمیم ولایت پر کفایت کرتا تو خوب ہوتا و لکنہا اضافۃ الحق الی نفسہ لما صیلا کلیۃ او اضافتہ الی من ناب المدعی منابہ کوکیل و وصی عند النزاع متعلق باضافۃ الحق اور دعوی کا رکن نسبت کرنا ہے حق کا اپنی ذات کی طرف نزاع کے وقت اگر مدعی اصیل ہو چنانچہ یوں کہنا کہ میرا مال میرا ہے یا نسبت کرنا حق کا اسکی طرف جسکے مدعی قائم مقام ہو مانند وکیل اور وصی کے شارح نے کہا کہ عند النزاع اضافت حق سے متعلق ہے داخلہا الاعاقل المیز لو صیا او ماذونا فی الخصومۃ او کالاولیاء اشیاء اور دعوے کا اہل وہ شخص ہے جو ہوشیار یا بیز ہوا گرچہ لڑکا ہو بشرطیکہ اسکے ولی نے اسکو خصومت کی اجازت دی ہو اور اگر اسکو اجازت ندی ہو تو وہ اہل دعوے نہیں کذا فی الاشباہ و شرطہا ای شرط صحۃ الدعوی مجلس القضاء و حضور الخصم فلا یقضی علی غائب اور دعوی کی شرط یعنی جواز دعوی کی شرط قاضی کی مجلس ہے اور موجود ہونا اسکے مخاصم کا تو حکم نہ کیا جاوے مدعا علیہ غائب پر وھل یحضرہ یجرد الدعوی ان بالمصر او بحیث یبعث بمنزلہ فیہم والا فحتی یرضی منہ اور کیا قاضی مدعا علیہ کو بمجرد دعوی کرنے مدعی کے حاضر کرے اگر مدعا علیہ اسی شہر میں یا شہر سے باہر ہو اسطرح پر کہ جواب دہی کر کے اپنے گھر رات کو جا سکے تو ان بمجرد دعوی حاضر کرے اور اگر ایسا نہ ہو تو اسکو نہ بلاوے تا وقتیکہ مدعی گواہ لاوے یا قسم کھانے کذا فی المنیہ ہم مدعا علیہ بعید کے احضار میں دو قول ہیں بعضوں کے نزدیک احضار نہیں مگر بعد شہادت اور بعضوں کے نزدیک بعد قسم قاضی کے کہ یہ گواہی مدعا علیہ کے بلانے کے واسطے ہے تحکیم دینے کے واسطے شبلی نے کہا کہ ہمارے زمانے کے قاضیوں کا عمل بخلاف ماتقدم ہے کہ بمجرد دعوی مدعا علیہ کو طلب کرتے ہیں اور دریافت نہیں کرتے کہ دعوی صحیح ہے یا فاسد اور یہ انکی غفلت ہے فقہا کے کلام سے یا جہالت کذا فی الطوالوی ومعلومیۃ المال المدعی اذ لا یقضی بمجہول اور دعوی کی شرط معلوم ہونا اس مال کا جسکا مدعی نے دعوی کیا اسواسطے کہ مال مجہول کا حکم نہیں دیا جاتا ولا یکفی مدعی فیہ یدلا ان یتضمن لا جنبا ر اور مال مدعا کو مدعا علیہ اور مدعا یہ نہیں کہتے مگر جبکہ لفظ ادعا یعنی اخبار کے متضمن ہو اب مدعا علیہ بولنا درست ہے ہم مدعا علیہ اور مدعا یہ بولنا درست نہیں اگرچہ فقہیں بولتے ہیں مگر یہ مشہور ہے تو وہ بہتر ہے صواب مجرد سے کذا فی الحموی و شرطہا ایضا کونہا ملزمۃ شیئا علی الخصم بعد ثبوتہا والا کان عبثا اور یہی دعوی کی شرط ہے ہونا دعوی کا لازم کر دینے والا کسی چیز کا مخاصم پر بعد ثابت ہونے کے اور اگر ملزم نہ ہوتا تو فائدہ ہوتا ہم جب ملزم ہونا دعوے کی شرط ٹھہرا تو وکیل کو اپنے موکل حاضر پر تو کیل کا دعوی کرنا صحیح نہیں امکان غرر کے سبب کذا فی البحر وکون المدعی بہا یحتمل الثبوت فدعوی ما یستحیل وجودہ عقلا او عادۃ باطلۃ لتیقن الکذب فی المستحیل العقلی کقولہ لمعروف النسب انک لا ولدہ مثلہ ہذا ابنی فظہر بہ فی المستحیل العادی کذلک معروف بالفقر امواتا عظیمۃ علی اخرانہ اقرضہا ایاہا دفعۃ واحدۃ او غصبہا منہ فاطاع علم سماعہا بحر وبہ جزم ابن الغرس فی الفواکہ البدریۃ اور دعوی کی شرط ہے ہونا اس چیز کا جسکا دعوی کیا اس قسم سے جو محتمل الثبوت ہو تو اسکا دعوی جسکا وجود باعتبار عقل یا عادت کے محال ہے باطل ہے بسبب متیقن ہونے کذب کے محال عقلی میں چنانچہ یوں کہنا معروف النسب کو کہ یہ میرا بیٹا ہے یا اسکو اپنا بیٹا کہنا کہ ویسا آدمی اس جیسے آدمی سے پیدا نہیں ہوتا اور بسبب ظاہر ہونے کذب کے محال عادی میں چنانچہ

ف قولہم الخصم شرط الدعوی مقولہ ایا فالمراد بہ شرط الخصومۃ فتامل تامل من ناظر لما علقہ فخرجت خصم و انتفاء تناقض ہو فلیحفظ

حکم بالمدعا علیہ بعد ثبوت الدعوی علیہ بالاقرار او البینۃ او النکول والاصل ان کل من ادعی علی غیرہ حقا لزمہ جوابہ الا فی دعوی الحد و القصاص و الزنا و شرب الخمر و السرقۃ و الردۃ و الاحصان و الاحلال و الطلاق قبل الدخول و العتاق و الاقرار بالرق و النسب و الولاء و الوکالۃ و الوصایۃ و الاستیلاد و الشرکۃ و الوقف و الوصیۃ و الاجارۃ و الکتابۃ و الاستیلاد و الشرکۃ و الوقف و الوصیۃ و الاجارۃ و الکتابۃ

مفلس مشہور کا دعوے اموال غیر کا دوسرے شخص پر اسطرح کہ اسنے اسکو مال قرض دیتے ہین ایک ہی دفعہ یا مدعا علیہ نے اموال مذکورہ کو اس سے غصب کرلیا تو ظاہرا بدعوی غیر مسموع ہوگا کذا فی البحر اور اسی پر یقین کیا ہے ابن الفرس نے فوائد بدریہ مین وحکما وجوب الجواب علی الفور وھو المدعی علیہ بلا او نعم حتی لو سکت کان انکارا فتسمع البینۃ الا ان یکون اخر من اختیار و سفقہ اور دعوی کا حکم واجب ہونا جواب کا ہے مدعا علیہ پر نہین یا بان کرے تو اگر وہ جب بہانہ نہین بولا نہ بان تو یہ سکوت انکار ہوگا تو گواہی سنی جائیگی مگر یہ کہ مدعا علیہ گونگا ہو تو اسکا سکوت انکار نہو گا کذا فی الاختیار اور اگلے ہمارے کلام کو محقق بیان کرینگے یعنے قضی نیکولہ کی شرح مین وسیہا تعلق البقاء المقدر تبعا للمعاملات اور دعوی کا سبب متعلق ہونا بقاء مقدر کا ہے معاملات کے استعمال سے یعنے اور معاملات مین زیادت اور نقصان اور اقرار اور انکار اور توکیل وغیرذلک جاری ہو تو دعوے کرنا اسی قسم سے ٹھہرا جو بقاے عالم مکلفین کا مقتضی ہو اسواسطے کہ اگر دعوے نکیجے تو اکثر حقوق ضائع ہوجائین فلو کان ما یدعیہ صفتو لا فی ید الخصم ذکر المدعی انہ زیدہ بغیر حق لاحتمال کونہ مرھونا فی ید المدعی ساکتا بالقبض فی ید ۔ تو اگر وہ مال جسکا مدعی دعوی کرتا ہے مال منقول مدعا علیہ کے ہاتھ مین ہو تو مدعی یہ بیان کرے کہ وہ مال مدعا علیہ کے ہاتھ مین غاصب ہے بسبب احتمال ہونے اس مال کے رہون مدعا علیہ کے ہاتھ مین یا یہ کہ مجوس بواسطہ رہن کے ہوا سکے پاس و طالب المال احضارہ ان امکن فعلی الغریم احضارہ لیشار الیہ فی الدعوی والشہادۃ والا استحلاف اور مطالبہ کرے مدعی اسکے حاضر کرنے کا اگر ہے آنا اسکا ممکن ہو بلا مشقت تو مدیون پر احضار اسکا واجب ہوتا اسکی طرف اشارہ کیا جاوے دعوے اور شہادت اور استحلاف مین وذکر المدعی قیمتہ ان نقد احضار العین ان کان فی نقلہا مؤنۃ وان قلت بان کمال معز یالخ ۱۲ صحیحہ اسلم اور مدعی اسکی قیمت ذکر کرے اگر متعذر ہو احضار عین کا اسطرح کہ اسکے لے آنے مین مؤنت ہو اگر یہ مؤنت قلیل ہو ابن کمال نے اسکو ذکر کیا ہے نسبت تبخرانہ کرکے ہم کلام ابن کمال کی اور ڈھیر وغیرہ مین ہے نہ ہلاک مین مین توشرح کا بیان اسکو ذکر کرنا سہو ہے کذا فی الطحطاوی بجلاکہا او غیبتہا لانہ مثلہ معنا قیمت بیان کرے اگر احضار اسکا متعذر ہو اسکے ہلاک ہوجانے سے یا اسکے غائب ہونے سے اسواسطے کہ قیمت اسکی مانند ہے اسکے باعتبار معنی کے یعنے قیمت اسکی مماثل معنوی ہے وان تعذر احضارہا مع بقائہا کرخی و ہبری طعام وقطیع غلہ بعث للقاضی امینہ لیشار الیہما اور اگر احضار اسکا متعذر ہو باوجود اسکے موجود ہونے کے جیسے حلی اور گیہون کا ڈھیر اور بھیڑ بکری کا گلہ تو قاضی اپنا امین بھیجے تا اسکی طرف اشارہ کیا جاوے دلا تکن باقیۃ الکتمی فی الدخوی یذکر القیمۃ اور اگر وہ چیز باقی نرہی ہو تو دعوی مین بذکر قیمت کفایت کرے وقالوا لو ادعی انہ غصب منہ عین کذا ولم یذکر قیمتہا تسمع فیحلف خصمہ او یجبر علی البیان در ابن ملک ولو ادعی اعیانا مختلفۃ الجنس والنوع والصفۃ وذکر قیمۃ الکل جملۃ کفی ذلک کذا ذلک الاجمال علی المعتمد ونقل بیتہ او یحلف خصمہ علی الکل مرۃ اور فتحانے کہا ہے کہ اگر دعوی کیا کہ مدعا علیہ نے مدعی سے فلانی چیز غصب کی ہے اور اسکی قیمت نہ بیان کی ہو تو دعوے مسموع ہوگا تو مدعا علیہ سے قسم لیجائیگی درصورت انکار یا اسپر بیان قیمت پہ زبردستی ہوگی درصورت اقرار کذا فی الدرر و ابن ملک اور اسی واسطے یعنے بسبب سماع دعوی غصب اگرچہ مدعی اسکی قیمت نہ بیان کرے اگر مدعی نے اشیاء مختلف الجنس والنوع والصفۃ کا دعوی کیا اور سب چیزون کی قیمت بلا تفصیل مجمل بیان کی تو یہ اجمال کافی ہے صحت دعوی مین بقول صحیح اور مدعی کے گواہ بیان قیمت مین مقبول ہونگے یا اسکے مدعا علیہ سے قسم لیجائیگی سب چیزون پر ایکبار ہم اعیان مختلف الجنس جیسے انج اور مختلف النوع جیسے گیہون اور جو اور مختلف الصفۃ جیسے عمدہ گیہون اور ناقص وان لم یذکر قیمۃ کل عین علی حدۃ لانہ لما صح دعوی الغصب بلا بیان قیمۃ صح لو بین قیمۃ الکل جملۃ بالاولی قیمت مجمل کا دعوی مسموع ہے اگرچہ قیمت ہر چیز کی علحدہ نہ بیان کرے اسواسطے کہ جب دعوی غصب کا بلا بیان قیمت صحیح ہوا تو اگر صحیح ہوجائے کہ کل اشیا کی قیمت مجملا بیان کرے تو بطریق اولی وفیلی فی دعوی السرقۃ یشترط ذکر القیمۃ لیعلم کونہا نصابا فاما غیرہا فلا یشترط علیۃ اور بعضون نے کہا کہ جہان کے دعوے مین قیمت کا ذکر کرنا شرط ہے اسکا اضافہ ہوا معلوم ہوا اور جہان کے اسوے مین بیان قیمت شرط نہین

نا المدعی

کذا فی العمادیۃ وھذا کلہ فی دعوی العین لا الدین فلو ادعی قیمۃ شئ مستھلک بیان جنسہ ونوعہ فی الاصح وشھادۃ الشھود تعتبر کذلک ایضا وبہ یفتی اور یہ سب یعنے اکتفا بذکر قیمت عدیم کے دعوے مین ہونہ دین کے دعوے مین تو اگر مدعی نے شئ مستہلک کا دعوی کیا تو اسکی جنس اور نوع کا بیان شرط ہوگا اور شہادت مین تاقاضی جانے کہ کیا حکم کرے وقد اختلف فی بیان الذکورۃ والانوثۃ فی الدابۃ فشرطہ ابو اللیث ایضا واختارہ فخر الاسلام وشرط الشھید بیان السن ایضا وتمامہ فی العمادیۃ اور مقدار کے اندر اختلاف ہوجانور کی نری اور مادگی کے بیان مین تو فقیہ ابو اللیث نے بیان قیمت کے ساتھ اسکو بھی شرط کیا ہے اور اس قول کو اختیار شرح مختار مین پسند کیا ہے اور حاکم شہید نے نری اور مادگی کے ساتھ جانور کی عمر کا بیان بھی شرط کیا ہے اور پورا بیان اسکا عمادیہ مین ہے وفی دعوی الایداع لابد من بیان مکانہ ای مکان الایداع سواء کان لہ حمل اذ لا اور ودیعت رکھنے کے دعوی مین مکان ایداع کا بیان کرنا ضرور ہے خواہ وہ چیز بار برداری کے لائق ہو یا نہو ہم بیان مکان اسواسطے شرط ہے کہ ودیعت رکھنے والے پر تخلیہ لازم نہین مگر اسی مکان مین جہان ودیعت رکھی گئی اور اسمین بیان قیمت کا اعتبار نہین کیونکہ مطلوب عین ودیعت ہے نہ اسکی قیمت وفی الغصب ان لہ حمل ومونۃ فلابد لصحۃ الدعوی من بیانہ وکالحمل لا اور غصب کے دعوے مین اگر مغصوب لائق بار برداری اور مشقت کے ہو تو ضرور ہے اسکے صحت دعوے کے واسطے بیان مکان غصب اور اگر بار برداری کے لائق نہو تو بیان مکان ضرور نہین وفی غصب غیر المثلی بین قیمتہ یوم غصبہ علی الظاھر عمادیۃ اور غیر مثلی کے غصب مین روز غصب کے اسکی قیمت بیان کرے بنا بر قول ظاہر کذا فی العمادیۃ ویشترط التحدید فی دعوی العقار کما یشترط فی الشھادۃ علیہ لو کان العقار مشھورا خلافا لھما اور گھر اور باغ وغیرہ غیر منقول کے دعوے مین حدود کا بیان کرنا شرط ہے جیسے اسکی گواہی مین تحدید شرط ہے اگرچہ غیر منقول مشہور ہو بخلاف صاحبینؒ کے کہ انکے نزدیک درصورت شہرت تحدید شرط نہین ص عقار بر وزن سلام لغت مین عبارت ہے ہر ملک ثابت الاصل سے چنانچہ گھر اور کھجور کا درخت اور کھیتی باڑی کو بھی عقار بولتے ہین یا تنے اور شائع نے تصریح کے ہے کہ عمارت اور نخل منقولات سے ہے اور اسمین ضعفہ نہین جیسا کہ اسکی بلا عزو بیچ ہوگا ذکرہ الطحطاوی عن البرجندی اذا عرف الشھود الدار بعینھا فلا یحتاج الی ذکر حدودھا غیر منقول کی تحدید ضرور ہے مگر جبکہ شہود گھر کو بالخصوص جانتے ہون تو اسکے حدود کے بیان کی حاجت نہین ص اسمین گفتگو ہے اسواسطے کہ تحدید سے مقصود اعلام قاضی ہے اور شہود کی معرفت سے یہ حاصل ہے نہین ہوتا کذا فی الطحطاوی کما لو ادعی فی العقار انہ دعوی الدین بحقیقۃ بیعہ چنانچہ اگر زمین وغیرہ کے ثمن کا دعوے کیا تو تحدید شرط نہین اسواسطے کہ وہ فی الحقیقۃ دین کا دعوی ہے نہ زمین کذا فی البحر کما لابد من ذکر بلدۃ فیھا الدار ثم المحلۃ ثم السکۃ فیقول بالمحل ثم لاحد فلان الحدی فلانی والنسب اور ضرور ہے اس شہر کے بیان سے جسمین وہ گھر ہے پھر محلہ پھر کوچہ کے بیان سے تو پہلے عام تر کو بیان کرے پھر خاص تر بدین خاص تر کو چنانچہ سب مین ص یعنے یون کہے کہ وہ گھر فلانے شہر فلانے محلہ فلانے کوچہ مین ہے پھر حدود بیان کرے اور نسب کی یہ صورت ہے کہ اگر ایک شخص پر دعوی کیا جسکا نام مثلا جعفر ہے تو اگر معلوم اور مشہور ہو تو بہتر اور نہین تو خاص تر کی طرف ترقی کرے تو یون کہے جعفر بن محمد سو اگر معلوم ہوجائے تو بہتر نہین تو دادا کی طرف ترقی کرے اسطرح کہ جعفر بن محمد بن عبد اللہ وبکتفی بذکر ثلثۃ فلو ترک الرابع ھم وان ذکرہ وغلط فیہ کفاہ لان الذکر عفا فیہ ثم اعلم ثبت الغلط باقرار الشاھد فصولین اور تین حدود کے ذکر مین کفایت ہے تو اگر چوتھی کو ترک کرے تو صحیح ہے اور اگر چوتھی حد بیان کرے اور اسمین غلطی کرے تو صحیح نہین اسواسطے کہ مدعا اس سے مختلف ہوجاتا ہے پھر غلطی کی تو شاہد کے اقرار سے ثابت ہوتی ہے کذا فی الفصولین ص زفر کے نزدیک حدود اربعہ کا ذکر ضرور ہے اسواسطے کہ تعریف یوں نہین ہوتی مگر حدود اربعہ سے ولہذا حد رابع کی غلطی مقبول نہین اور یہی قول ہے ائمہ ثلثہ کا اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی المجتبی وذکر اسماء اصحاب الحدود اسماء ابائھم کما یذکر من ذکر لبعد کل منھم ان لم یکن الرجل مشھورا والا کتفی باسم المقصود اور ضرور ہے اہل حدود کے نام ذکر کرنا اور انکے باپون کے نام ذکر کرنا اور ضرور ہے انمین سے ہر ایک شخص کے دادا کا ذکر کرنا اگر مدعا جسمیں مشہور نہو اور اگر مشہور ہو تو فقط اسکا نام کافی ہے بسبب

حاصل ہونے مقصود کے ہم لفظ مین ہو کہ اگر وہ اسم معروف نہو تو امتیاز نہ حاصل ہوگا مگر اسکے موالی کے ذکر سے یا اسکے پیشہ یا وطن یا اسکی دوکان یا اسکی حمایت سے تو مقصود تمیز ہو خواہ اقل سے حاصل ہو یا اکثر سے وذکر انه ای العقار فی بیع بصیر خصما اور اسکا ذکر ضرور ہو کہ گھر یا باغ مدعا علیہ کے قبضہ مین ہو تاکہ وہ مخاصم ٹھہرے ہم منقول اور غیر منقول ذکر قبض مدعا علیہ مین برابر ہین اور تخصیص عقار اسواسطے کی کہ یہان بیان تعاقد کا ہذا فی الطحطاوی ویغنی علیہ بغیر حق ان کان المدعی منقولا لما مر اور زیادہ کرے اسپر بغیر حق کی قید اگر منقول ہو جسکا دعوی کیا چنانچہ مذکور ہو چکا کہ تصرف ماحق اسواسطے ذکر کرے کہ شائد وہ چیز اسکے پاس مرہون ہو یا محبوس بثمن ہو ولا تثبت یدا فی العقار بتصادقهما بل لابد من بینة او علم قاض بحثا وفی المنقول لمعاینة ید ۔ اور ثابت نہین ہوتا قبض اور تصرف مدعا علیہ کا زمین مین متخاصمین کے باہم تصدیق کرنے سے بلکہ ضرور ہو گواہی سے یا قاضی کے علم سے بسبب احتمال تزویر متخاصمین بخلاف منقول کے کہ امین تصادق تخاصمین مثبت قبض ہو بسبب معاینہ ہونے قبض منقول کے ہم احتمال تزویر یہ ہو کہ شائد متخاصمین نے پرایا مال لینے کے واسطے اپنے آپکو مدعی اور مدعا علیہ بنایا ہو پھر جو الیسر علی بطلاقه بل اذا ادعی العقار ملکا مطلقا کفی یعنی اختیار بنیاد علم قاضی قبض مدعا علیہ پر علی الاطلاق نہین بلکہ جب زمین مین ملک مطلق کا دعوے کرے ہم ملک مطلق وہ ہے جسمین ملک کا سبب مذکور نہو جیسا کہ خرید یا میراث یا ہبہ اما فی دعوی الغصب فی دعوی الشراء من ذی الید فلا یفتقر لبینة لان دعوی الفعل کالتعریف علی ذی الید تعریف علی غیره فیکفی ازاد آور غصب کے دعوے اور قابض سے خرید کرنے کے دعوے مین تو حاجت نہین گواہی کی اسواسطے کہ فعل کا دعوی جیسا قابض پر صحیح ہو ویسا غیر قابض پر بھی صحیح ہو کذا فی البزازیہ ہم شارح نے دلیل سے اشارہ کیا کہ ملک مطلق کے دعوی مین اور فعل کے دعوی مین فرق ہو فعل سے مراد غصب اور خرید ہو وذکر انه یطالبه به لئلا تقضه علی المطالبة لاحتمال رهنه او حبسه بالثمن وبه استغنی عن زیادة بغیر حق فافهمه اور اسکا ذکر ضرور ہو کہ مدعی اسکا مطالبہ کرتا ہو مدعا علیہ سے بسبب موقوف ہونے حق مدعی کے اسکی طلب پر اور اسکے مرہون ہونے یا محبوس بالثمن ہونے کے احتمال سے اور استغنا مطالبہ سے بغیر حق کے زیادہ کرنے کی حاجت نہ ہی سو اسکو سمجھ لے ہم شارح نے اشارہ کیا کہ عقار اور منقول مین بغیر حق کا ذکر لازم نہین کیونکہ اشتراط مطالبہ مبنی ہو اس پر ولو کان ما یدعیه دینا مکیلا او موزونا نقدا او غیره لکن وصفه کذلک لانه اور جسکا مدعی دعوے کرتا ہو اگر دین ہو خواہ مکیل ہو یا موزون نقد ہو یعنے چاندی سونا ہو یا سوائے اسکے تو اسکے وصف کو ذکر کرے اسواسطے کہ مکیل یا موزون دریافت نہین ہوتا مگر وصف کے بیان سے ہم وصف یہ کہ گیہون مثلا عمدہ یا ناقص چاندی کھری یا کھوٹی اور ذکر وصف کی اسوقت حاجت ہو جبکہ شہر مین کئی قسم کے روپے یا اشرفیان رائج ہون اور اگر ایک ہی قسم کا روپیہ یا اشرفی مروج ہو تو ذکر وصف لازم نہین کذا فی الحموی ولا بد فی دعوی المثلیات من ذکر الجنس والنوع والصفة والقدر وسبب الوجوب فلو ادعی کر بر حنطة علیه ولم یذکر بیانه لم تسمع اور ضرور ہو مثلیات کے دعوے مین بیان کرنے جنس اور نوع اور صفت اور مقدار اور سبب وجوب سے تو اگر مدعا علیہ پر ایک کر گیہون کے دین ہونے کا دعوی کیا اور اسکا سبب نہ ذکر کیا تو دعوے مسموع نہو گا ہم جنس جیسے گیہون اور نوع جیسے سخ گیہون یا سفید اور صفت جیسے جید یا ردی اور مقدار جیسے دو من یا چار من اور سبب وجوب جیسے قرض یا ثمن یا غصب ولذا ذکر فی السلم انه المطالبة فی مکان عینا ۔ اور جبکہ وجوب کا سبب ذکر کیا تو بیع سلم مین اسکو مطالبہ جائز نہین مگر اسی مکان مین جسکو مدعی اور مدعا علیہ نے معین کیا وفی نحو قرض وغصب واستهلاک فی مکان القرض ونحوه یحرر فافهم اور مانند قرض اور غصب اور استہلاک مثلیات کے دعوے مین مطالبہ نہین مگر قرض کے مکان مین اور مانند اسکے یعنے غصب اور استہلاک کے مکان مین کذا فی البحر تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ویسأل القاضی المدعی علیه عن الدعوی فیقول انه ادعی علیک کذا فما تقول بعد صحتها ولا تسئله عن صحتها لان السؤال لعدم وجوب جوابه اور قاضی مدعا علیہ سے دعوی کو پوچھے تو یون کہے کہ فلانے مدعی نے تجھپر ایسا دعوی کیا ہے سو تو کیا کہتا ہے سوال کرے بعد صحیح ہونے دعوی کے اور اگر صحیح دعوے صادر نہین ہو

تو مدعا علیہ سے سوال نکرے بسبب نہ ثابت ہونے اسکے جواب کے ص قاضی کا سوال مدعی کی طلب پر موقوف ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ اگر مدعی جاہل ہو تو قاضی بدون اسکی طلب کے مدعا علیہ سے پوچھے کذا فی السراجیہ فان اقر فیھا او انکر فبرھن المدعی قضی علیہ بلا طلب المدعی سو اگر مدعا علیہ دعوی کا اقرار کرے تو خوب ہے یا انکار کرے سو مدعی گواہ لاوے تو قاضی حکم کرے مدعا علیہ پر بغیر اسکو ہرا دے اور مدعی کو جتا دے بدون طلب مدعی کے ص اگر مدعا علیہ کہے کہ مین مدعی کے دعوے کو دفع کرسکتا ہون تو قاضی اسکو تین دن کی مہلت دے اور بعد مدت اسپر حکم کرے اور قاضی کا مدعا علیہ کو خبردار کرنا کہ ہم تمپر حکم کرتے ہین مستحب ہے لازم نہین کذا فی الظہیری ولا یمین علی الحاکم بعد طلب ذی الید من طلبہ الیمین فجمیع المدعاۃ ولو حاضرۃ الثانی فی ذیح علی ما فی البزازیہ اور اگر مدعی گواہون سے اپنا دعوی ثابت نکرے تو مدعا علیہ کو حاکم قسم دے بعد مطالبۂ مدعی اسواسطے کہ جمیع دعاوے مین مطالبۂ قسم کا جانب مدعی سے مفرد ہے مگر ابو یوسفؒ کے نزدیک چار مواضع مین طلب مدعی ضرور نہین کذا فی البزازیہ وہ مواضع اربعہ یہ ہین ایک دیوالیہ ہونیوالے خدا کی قسم کھانیکا مین راضی نہین ہوا جیسے تا شفیع قسم کھائے کہ مین نے تیرا شفعہ باطل نہین کیا سو عورت جبکہ نفقہ طلب کرے اپنے زوج غائب سے تو یون قسم کھائے کہ زوج نے اسکو نفقہ نہین دیا اور تیسرے اسکے واسطے چھوڑ گیا تہ سو تیسری قسم کھائے کہ مین نے نہین بیچا کذا فی الجلبی من البحر قال واجمع اھل التکلیف بلا طلب فی دعوی الدین علی المیت البزازی نے کہا اور طرفین اور ابو یوسفؒ نے بلا طلب قسم دلانے پر اتفاق کیا میت پر دعوی دین مین ص صورت تحلیف یہان یون ہے کہ قاضی اسکو قسم دے اللہ کی کہ تو نے اپنا حق مدیون سے نہین پایا اور نہ کسی نے اسکی طرف سے تجھکو ادا کیا اور نہ تیری طرف سے کسی نے اسپر قبضہ کیا تیرے امر سے اور نہ تو نے اسکو معاف کردیا نہ کل نہ بعض اور نہ کسی کا تو نے اسمیں حوالہ کیا اور نہ تیرے پاس اسکی کوئی چیز رہن ہے کذا فی الجلبی عن البحر واذا قال المدعی علیہ لا اقر ولا انکر لا یستحلف بل یحبس لیقر او ینکر درست اور جبکہ مدعی علیہ نے کہا کہ دعوی مدعی کا مین نہ اقرار کرتا ہون نہ انکار تو حاکم قسم نہ کھلائے بلکہ اسکو قید رکھے تاکہ وہ اقرار کرے یا انکار کذا فی الدرر ص یہ امام کا قول ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک اسمین قسم لینا چاہیے وکذا لو لزم السکوت بلا آفۃ عند الثانی خلاصۃ قال فی البحر وبہ افتیت بلا ان الفتوی علی قول الثانی فیما یتعلق بالقضاء انتہی ثم نقل عن البدائع انہ لا شبہۃ انہ ان کان فیستحلفہ اسی طرح مدعا علیہ قید کیا جاوے اگر سکوت لازم کرنیوالے بدون کسی آفت اور مرض کے ابو یوسفؒ کے نزدیک کذا فی الخلاصۃ بحر الرائق مین کہا اور اسی کا مبتنی فتوی دیا اسواسطے کہ متعلقات قضا مین ابو یوسفؒ کے قول پر فتوی ہوا انتہی مافی البحر پھر صاحب بحر نے بدائع سے نقل کیا کہ شبہ نہین کہ جبکہ وہ مسئلہ ان کی طرف راجع ہے اور وہ صاحبینؒ کے قول کی تصحیح ہے اسواسطے کہ لفظ اشبہ تصحیح کے الفاظ سے ہے کذا فی الجلبی لکھا قیدنا بتحلیف الحاکم لانہم نوا صطلحوا علی ان یحلف عند عدم قاضی ویکون برینا فھو باطل لان الیمین عن القاضی مع طلب الخصم ولا عبرۃ لیمین ولا تکول عند غیر القاضی جسنے تحلیف حاکم کی قید لگائی اسواسطے کہ متخاصمین اگر آپسمین اسپر اتفاق کرین کہ مدعا علیہ قاضی کے سوا کسمین اور قسم کھاوے اور بری الذمہ ہوجاوے تو وہ باطل ہے اسواسطے کہ قسم قاضی کا حق ہے ساتھ طلب کرنے مخاصم کے اور اعتبار نہین قسم اور انکار قسم کا غیر قاضی کے پاس فلو برھن علیہ ای علی حقہ فریقہ ولا یحلف ثانیا عند قاضی بزازیہ اھ اذا کان حلفہ الاول عندہ فیکفی درر سو اگر غیر حاکم کے پاس قسم کھائی پھر مدعی اپنے حق پر برہان لایا تو مقبول ہوگی اور اگر گواہ ملایا تو مدعا علیہ سے دوسری بار قسم قاضی کے پاس کذا فی البزازیہ مگر جبکہ پہلی قسم قاضی کے پاس نے گئی تو کافی ہے پھیر دوبارہ قسم کی حاجت نہین کذا فی الدرر ونقل المصنف عن الفتح ان التحلیف حق القاضی فلہ ترکہ لا یستبعد اور مصنف نے اپنی شرح مین فتح سے نقل کیا کہ تحلیف حق قاضی ہے تو جبکہ تحلیف قاضی کے قسم کھانے سے سنوگی معتبر سنوگی ص یہ مسئلہ مغائر ہے متن کے مسئلے کا اسواسطے کہ مسئلہ مین یہ ہے کہ غیر قاضی کے پاس قسم کھانا

باطل ہوا اور بیان مطلب یہ ہے کہ قاضی کے پاس قسم کھانی مدعی کے استحلاف سے نہ قاضی کے استحلاف سے کذا فی الحلبی وکذا لو اصطلحا ان المدعی لو حلف فالخصم ضامن المال فحلف المدعی لم یضمن الخصم کما فی تغییر الشرع اور اسی طرح اگر متحاصمین نے اسپر اتفاق کیا کہ اگر مدعی قسم کھائے تو مدعا علیہ ضامن ہو مال کا اور مدعی نے قسم کھائی تو مدعا علیہ ضمان نہ دے اسواسطے کہ امین بگاڑنا ہی شرع کا ہے وجہ تغییر شرع یہ ہے کہ قسم مدعا علیہ پر ہے نہ مدعی پر کذا فی الطحطاوی نے کہا کہ اگر مدعا علیہ اس شرط پر مال ادا کرے تو پھیر لے کیونکہ یہ شرط باطل ہے والیمین لا ترد علی المدعی لحدیث البینۃ علی المدعی اور قسم پھیری نہیں جاتی مدعی پر اس حدیث کی دلیل سے بینہ لینے گواہ مدعی پر ہے ہم پوری حدیث بخاری اور مسلم اور ترمذی اور ابو داؤد اور نسائی میں بروایت ابن عباس رض یوں ہے البینۃ علی المدعی والیمین علی من انکر کذا فی التبیین یعنے گواہی مدعی پر ہے اور قسم اسپر ہے جو انکار کرتا ہے طحطاوی نے کہا وجہ استدلال یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے متخاصمین میں قسمت فرمائی اور قسمت منافی شرکت ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ یمین کا الف لام استغراق کا ہے اسواسطے کہ لام تعریف استغراق پر محمول ہوتا ہے اور تعریف حقیقت پر مقدم ہوتی ہے جبکہ وہاں معہود نہ ہو تو مطلب یہ ہوا کہ جمیع ایمان منکرین پر ہیں تو اگر مدعی پر بھی یمین ہو تو اس نص کی مخالفت لازم آوے وحدیث الشاھد والیمین ضعیف بل رجح ابن معین بل انکرہ الراوی عینی اور حدیث شاہد و یمین کی ضعیف ہے بلکہ اسکو یحیی بن معین نے رد کیا ہے بلکہ اس حدیث کے راوی نے اسکا انکار کیا ہے کذا فی العینی ہم مسلم اور ابو داؤد میں ابن عباس سے روایت ہے قضے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیمین وشاہد کذا فی التبیین یعنے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم اور ایک شاہد پر حکم دیا یعنے مدعی کی قسم اور ایک شاہد پر کفایت کی طحطاوی نے عینی سے نقل کیا کہ راوی اس حدیث کا ربیعہ ہے سہل بن صالحہ سے اور سہل اسکی روایت کا منکر ہے تو حدیث مذکور حجت باقی نہ رہی جب منکر ہوئے انکے راوی کے تو اب احادیث صحاح متشابہ کی معارض کیونکر ہو سکے گی انتہے برھن المدعی علی دعواہ وطلب من القاضی ان یحلف المدعی انہ لحق فی الدعوی وعلی ان الشھود صادقون او الحقون فی الشھادۃ لا یجیبہ القاضی الی طلبہ لان الخصم لا یحلف مرتین فکیف الشاھد لان لفظا اشھد عندنا یمین ولا یکرر الیمین لانا امرنا باکرام الشھود ولذا لو علم الشاھد والقاضی یحلف ویعمل بالمنسوخ لہ لا متناع ادلم الشھادۃ لانہ لا یلزمہ یزاد بہ گواہ لایا مدعی اپنے دعوے پر اور مدعا علیہ نے قاضی سے یہ خواہش کی کہ مدعی سے قسم لے اسپر کہ وہ اس دعوے میں حق پر ہے یا یہ خواہش کی کہ گواہ قسم کھاویں کہ وہ سچے ہیں یا اس گواہی میں وہ حق پر ہیں تو قاضی انکی خواہش کو نہ مانے اسواسطے کہ مدعا علیہ مخاصم سے دوبارہ قسم نہیں لیجاتی تو شاہد سے دوبارہ کیونکر قسم کی جائیگی اسواسطے کہ اشہد کا لفظ ہمارے نزدیک قسم ہے اور دوبارہ قسم نہیں لیجاتی اسواسطے کہ ہم تعظیم اور تکریم شہود کے مامور ہیں اور اسی واسطے اگر شاہد جانتا ہو کہ قاضی اسکو قسم دیگا اور منسوخ پر عمل کریگا تو اسکو ادائے شہادت سے باز رہنا جائز ہے اسواسطے کہ اب اسکو ادائے شہادت لازم نہیں کذا فی البزازیہ ہم اب ہندوستان میں قضاے کی کچہریوں میں شاہدوں پر حلف معمول ہے تو اگر شاہد بلحاظ حلف آدائے شہادت میں پہلوتہی کریں تو بموجب اس روایت کے عند اللہ گنہگار ہونگے واللہ اعلم وبینۃ الخارج فی الملک المطلق وھو الذی لو قید سبب الملک یبقی حقا مرسلۃ ذو الید لا بینۃ للمدعی والبینۃ لہ بالحدیث اور اگر گواہ شخص خارج غیر قابض کی ملک مطلق میں اور لے بالقبول ہیں قابض کے گواہوں سے اسواسطے کہ خارج مدعی ہے اور گواہ اسکے واسطے ہیں موافق حدیث کے ملک مطلق وہ جسکا سبب مذکور نہو مانند خرید یا میراث کے صورت اسکی یہ ہے شخص غیر قابض نے ایک گھر یا مال منقول کی ملک مطلق کا دعوے کیا اور قابض نے اسی طرح ملک مطلق کا دعوی کیا اور دونوں گواہ لائے بلا قید تاریخ یا دونوں نے ایک ہی تاریخ بیان کی تو گواہ قابض کے مقبول ہونگے خارج کے واسطے حکم ہوگا اور اگر قابض کی تاریخ مقدم ہوگی تو قابض کے واسطے حکم ہوگا اور ظہیریہ میں ہے کہ اگر خارج نے ملک موروث کا دعوے کیا اور قابض نے ملک مقید موروث کا دعوے کیا اور تاریخ قابض مقدم ہو تو مدعی خارج کے واسطے حکم ہوگا کذا فی الطحطاوی لمضاربۃ خلافا لمقید بسبب کنتاج ونکاح والبینۃ للذی الجماعا کما سیجیء بخلاف دعوے اس ملک کے جو مقید بسبب ہو جیانچہ

نتاج اور نکاح تو قابض کے گواہ اولے بالقبول ہین بالاجماع چنانچہ اگے آوے گا مع صورت نتایج یہ ہو کہ ہر ایک نے گواہ قائم کئے کہ یہ لونڈی اسکی پاس جبتی تو قابض کے گواہ مقدم ہین اسواسطے کہ دونون کے گواہ مثبت ملک ہین اور قابض کے ساتھ ترجیح ہی قبض کی اور نکاح کی صورت یہ ہو کہ دونون نے گواہ اسپر قائم کئے کہ اسنے نکاح کیا اس عورت سے تو قابض کے گواہ اولے بالقبول ہین تو ملک سے مراد وہ ہی جو ملک حقیقی اور حکمی دونون کو شامل ہی وقضی القاضی علی مدعیہ بنکولہ مرۃ لو نکولہ فی مجلس القاضی حقیقۃ بقولہ لا احلف او حکما کان سکت وعلم انہ من غیر آفۃ کخرس وصمم فی الصحیح بزاز وغیرہ الیمین علیہ ثالثہ القضاء بالنکول خطا وحکم کرے قاضی مدعا علیہ پر ایکبار کے نہ قسم کھانے سے اگر انکار قسم قاضی کی مجلس مین ہو فی الحقیقۃ مدعا علیہ کے یون کہنے سے کہ مین نہین قسم کھاتا یا انکار قسم کھلا ہوا چنانچہ وہ چپ ہو رہا بعد تحلیف اور معلوم ہوا کہ سکوت اسکا آفت سے نہین مانند گونگے اور بہرے ہونے کے قول صحیح مین کذا فی السراج اور قسم کے واسطے تین بار کہنا صحیح حکم دینا قریب تر باحتیاط ہی یعنے مستحب ہی نہ واجب وھل یشترط القضاء علی فی ذا النکول خلاف در لوم وفیہ ترجیحا قالہ المصنف قلت وقدمنا انہ یفوض للقضاء فورا الاتی ثالث اور کیا شرط ہی حکم دینا انکا قسم کے بعد فورا اسمین خلاف ہی علما کا کذا فی الدر اور اس خلاف مین یعنے کسی قول کی ترجیح نہین دیکھی یہ کہا ہی مصنف نے اپنی شرح مین مین کہتا ہون ہم پہلے مذکور کر چکے کہ حکم دینا فورا فرض ہی مگر تین صورت مین ہم پہلی صورت یہ ہی کہ قاضی کو شک بڑے طریق قضا مین چنانچہ گواہون مین تہمت یہ کہ مدعی مہلت مانگے تہمت یہ کہ امید صلح ہو قاربت مین کذا فی الطحطاوی قضی علیہ بالنکول ثم اراد ان یحلف لا یلتفت الیہ والقضاء علی خلافہ صار قاضیا فلیفوض ثانیا قاضی نے حکم کیا مدعا علیہ پر انکار قسم سے پھر مدعا علیہ نے قسم کھانے کا ارادہ کیا تو اسکی طرف التفات نکیا جائیگا اور حکم خلاف حکم سابق ہو گا کذا فی الدر تو طریقے قضا کے تین ہو گئے یعنے برہان اور یمین اور نکول وحدھا فان کان شاہدا بنیۃ او اقرارا او یمین المدعی بنکول عنہ وقسامۃ وعلم قاضی علی الراجح والسابع قرینۃ قاطعۃ کان ظہر من دار خالیۃ انسان خائف لیس بین یدیہ احد ولا معہ احد ویلوح بدمہ فدخلوھا فورا فرأوا میتا یتشحط فی دمہ ولم یروا احدا غیرہ ولا یعرف احد انہ قاتلہ اور شبہاء ہین طرق قضا سات شمار کیے ہین گواہ اور اقرار اور قسم اور انکار اور قسم اور قسامت اور علم قاضی کا بقول ضعیف اور ساتوان یقینی قرینہ چنانچہ خالی گھر سے ایک آدمی خوفناک خون سے لتھڑی چھری لیے نکلا پھر اس گھر مین فورا گئے لوگ داخل ہوئے تو اسی وقت کا ایک مذبوح آدمی دیکھا تو شخص خارج خائف اسکے خون مین ماخوذ ہو گا اسواسطے کہ اسکے قاتل ہونے مین کوئی شک اور تردد نہین کرتا مع اسکین گفتگو ہی اسواسطے کہ اقرار کو قضا کہنا مجاز ہی کیونکہ اقرار خود حجت ملزمہ ہی بلا حاجت قضا اور قسامہ یمین مین داخل ہی اور علم قاضی قول ضعیف ہی اور قرینہ قاطعہ کو تو فقط ابن غرس نے مذکور کیا ہی تو معلوم ہوا کہ طرق قضا تین ہی ہین قائل کذا فی الطحطاوی شک فیما یدعی علیہ ینبغی ان یرضی خصمہ ولا یحلفہ تحرزا عن الوقوع فی الحرام مدعی کو شک پڑا اسمین جسکا اسنے دعوے کیا مدعا علیہ پر تو لائق یہ ہی یعنے واجب ہی کہ اپنے مخاصم کو راضی کرے اور قسم نہ لے تاکہ امر حرام مین واقع ہونے سے بچے وان ابی خصمہ الا حلفہ ان ابی ذالک لان الیمین حق المدعی فیطل حلفہ الا ان غلب علی ظنہ انہ لحق کان یحلف بزازیہ اور اگر اسکا مخاصم نہ مانے سوائے قسم کے اگر اسکا ظن غالب یہ ہو کہ مدعی باطل ہی ہو تو مدعا علیہ قسم کھائے اور اگر ایسا نہو اسطرح کہ اسکو ظن غالب ہو کہ مدعی حق پر ہی تو قسم نکھائے کذا فی البزازیہ مع یہ مسئلہ مخالف ہی مسئلہ شک سے خلاصہ یہ ہو کہ مدعی کو اگر اپنے دعوے کا یقین ہو تو مدعا علیہ سے قسم لے اور اگر شک ہو تو قسم نلے اور مدعا علیہ کو اگر بطلان مدعی کا یقین یا ظن غالب ہو تو قسم کھائے اور نہین تو قسم نکھائے وتقبل البینۃ لو اقامہا المدعی وان قال قبل الیمین لا بینۃ لی سراج خلافا لما فی شرح المجمع عن المحیط اور گواہ مقبول ہونگے اگر مدعی نے انکو قائم کیا اگرچہ قسم سے پہلے مدعی کہہ چکا ہو کہ میرے گواہ نہین کذا فی السراج برخلاف اس قول کے جو شرح مجمع مین ہی محیط سے مع شرح مجمع مین محیط سے منقول کہ جب مدعی نے کہا کہ

نوٹ
وقد نظمہا الحموی فقال شاہ بمن الحن رام القضا طرقا لہ بما یتری ان ظلم الخطیب اعضلا
یعنی وہ طریقے جنکو قسامہ و یمین و علم قاضی نے پیدا کیا ہی ہم نے کہا ہی کہ ان طریقون کو ہم نے اپنی شرح مجمع مین ذکر کیا ہی اور ان طریقون کو ہم نے اپنی شرح منظومہ کنز مین نظم کیا ہی

میرے پاس گواہ نہین اس دعوے پر پھر وہ گواہ لایا تو امامؒ کے نزدیک مقبول نہین اسواسطے کہ وہ خود اپنے گواہون کی تکذیب کرچکا اور محمدؒ کے نزدیک مقبول ہین اس احتمال سے کہ اسکے گواہ ہونگے پر وہ بھول گیا انتہے اسمین خلاف تو مذکور ہی لیکن قسم کا اسمین ذکر نہین مگر شرح مجمع کے حاشیہ مین سراجیہ سے قول محمدؒ کی ترجیح مذکور ہی کذا فی الطحطاوی بعد یمین المدعی علیہ کما تقبل البینۃ بعد القضاء بالنکول خانیہ گواہ مقبول ہین مدعا علیہ کی قسم کے بعد جیسے گواہ مقبول ہین بعد قضا بالنکول کے کذا فی الخانیہ عند العامۃ وھو الصحیح یقول شریح الیمین الفاجرۃ احق ان ترد من البینۃ العادلۃ ولان الیمین کالحلف عن البینۃ فاذا جاء حکم الاصل انتھی حکم الحلف کانہ لم یوجد اصلا بحر گواہ بعد الیمین اکثر علماء کے نزدیک مقبول ہین اور یہی قول صحیح ہی بدلیل قول شریح کہ جھوٹی قسم مردود کرنیکے لائق تر ہی عادل گواہون سے اور اسواسطے کہ قسم گواہون کے علیحدہ کے مانند ہی تو جب اصل کا حکم آیا علیحدہ کا حکم ہوچکا گویا کچھ نہ تھا کذا فی البحر و یظھر کذبہ یا قامتہا ای البینۃ لو ادعاہ ای المال بلا سبب فحلف ای المدعی علیہ ثم اقامھا حتی یجب فی یمینہ وعلیہ الفتوی طلاق الخانیۃ خلافا لاطلاق المدرر اور ظاہر ہوتا ہی کذب مدعا علیہ کا گواہون کے قائم کرنے سے اگر مدعی نے مال کا دعوی بلا اظہار سبب کیا پھر مدعا علیہ نے قسم کھائی پھر مدعی نے گواہ قائم کیے تو مدعا علیہ اپنی قسم مین حانث ہوگا اور اس قول پر فتوی ہی کذا فی کتاب الطلاق من الخانیہ برخلاف اطلاق دررمین کہا صواب یہ ہی کہ اسکا کذب ظاہر نہوگا تو وہ معاقب بعقوبت شاہد زور نہوگا انتہی تو صاحب درر کا کلام عام ہی خواہ دعوے سبب کے ساتھ ہو یا بلا سبب ہو وان ادعاہ سببا فحلف انہ لا دین علیہ ثم اقامھا المدعی علی السبب لا یظھر کذبہ لجواز انہ وجد القرض ثم وجد الابراء او الایفاء وعلیہ الفتوی مضمرات دسراج وشمنی وغیرھم اور اگر مدعی نے سبب ظاہر کرکے دعوے کیا پھر مدعا علیہ نے قسم کھائی کہ اس پر دین نہین ہی پھر مدعی نے سبب مثلاً قرض دینے پر گواہ قائم کئے تو مدعا علیہ کا کذب ظاہر نہوگا اسواسطے کہ جائز ہو کہ اول قرض پایا گیا پھر ابراء قرض یا ادائے قرض پایا گیا اور اسی قول مفتی پر فتوی ہی کذا فی الفصولین والسراج والشمنی وغیرہم ولا تحلیف فی نکاح انکرہ ھو او ھی و رجعۃ جحدھا ھو او ھی بعد عدۃ وفی ایلاء لنکرہ احدھما بعد المدۃ واستیلاد تدعیہ لامۃ کما یأتی عکس بتوتہ باقرارہ ورق ونسب ان ادعی علی مجھول انہ قنہ او ابنہ وبالعکس کذا عتاقہ وموالاتہ ادعاہ کما علی اذا کان فوق حد ولعان اور منکر کو قسم دینا نہین نکاح مین خواہ مرد منکر ہو نکاح کا یا عورت اور قسم نہین رجعت مین خواہ مرد منکر ہو رجعت کا یا عورت بعد عدت کے اور ایلا مین جسکا مرد یا عورت نے انکار کیا بعد مدت ایلا کے اور اس استیلاد مین جسکا دعوے لونڈی کرتی ہی اور اسکے بالعکس یعنے ادعای استیلاد دعوے حاصل نہین ہو سکتا بسبب ثابت ہونے استیلاد کے مولے کے اقرار سے اور رقیت اور نسب مین قسم نہین اسطرح کہ دعوے کیا شخص مجہول پر کہ وہ اسکا غلام ہی یا بیٹا یا اسکے بالعکس یعنے مجہول الحال ایک مرد پر دعوے کرے کہ وہ میرا مولے ہی یا بیٹا اور وہ منکر ہو اور ولاے عتاقت یا ولاء موالات مین قسم نہین ولا کا دعوے کیا شخص اعلے نے یا اسفل نے یعنے معروف نے مجہول پر دعوی کیا یا مجہول نے معروف پر ہو اور حد اور لعان مین قسم نہین ص اشیای سبعہ مین امامؒ کے نزدیک تحلیف نہین خلافا للصاحبین رجعت مین بعد عدت کے اسواسطے قید لگائی کہ قبل عدت رجعت ثابت ہوجائیگی مرد کے قول سے اگرچہ عورت اسکی تکذیب کرے اور ایلا مین بعد مدت کے قید اسواسطے لگائی کہ ایلا کی مدت مین ایلا ثابت ہوگا زوج کے دعوے سے اور اگر عورت مدعی ہوگی رجعت اور ایلا مین تو وہ مواضع خلاف سے ہی والفتوی علی انہ یحلف المنکر فی الکل الا فی الحدود اور فتوے اسپر ہو کہ قسم لیجائیگی منکر سے اشیاء سبعہ مذکورہ مین اور جنہے انکو جو شمار کیا ہی اسنے ام ولد ہونے کو نسب مین ملایا ہی یا رق مین خلاصہ یہ ہو کہ قول مفتی بہ تحلیف ہی کل امور مذکورہ مین سوائے حدود کے وھی احد عشر قذف ولعان فلا یمین اجماعا الا اذا تضمن حقا

یا علق عتق عبدہ ان فعل فللعبد تحلیفہ فان نکل ثبت العتق کالزنی اور من جملہ حدود قذف اور لعان کی حد ہو لیا اسمین قسم نہین باجماع الکم اور صاحبین کے مگر جبکہ حد حق العبد کی متضمن ہو اسطرح پر کہ مولے نے اپنے غلام کی آزادی اپنے زنا پر معلق کی ہو تو غلام کو قسم لینا مولے کا درصورت انکار جائز ہی سوا گر مولے قسم کھاوے تو آزادی ثابت ہوگی نہ زنا ہم غلام یون کہے کہ مولے نے وہ فعل کیا جسپر میری آزادی معلق کی تھی اور یہ نکہے کہ اسنے زنا کاری کی تا اپنے مولے کا قاذف نہ ٹھہرے کذا فی الطحاوی وکذا یستحلف السارق لاجل المال فان نکل غرم ولم یقطع وان اقر بہا قطع اور اسی طرح قسم لیجاے سارق سے مال کے واسطے سو اگر وہ قسم نکھاوے تو اوان دے مال کا اور اسکا ہاتھ نہ کاٹا جاوے گا نکول سے اور اگر چوری کا اقرار کرے تو کاٹا جائیگا وقالوا یستحلف فی التعزیر کما یستحلف فی الحدود اور علمانے کہا ہی قسم لیجائیگی تعزیر مین جیسا کہ اسکو حدود مین مشروع بیان کیا ہی وجہ اسکی یہ ہی کہ تعزیر حق العبد ہو لہذا عبد اسکو ساقط کرسکتا ہی معاف کردینے سے کذا فی الدرر وفی الفصول ادعی نکاحہا فحلفہ دفع یمینہا ان ترویج فلانۃ فحلفت فصول مین ہی کہ مرد نے عورت کے نکاح کا دعوی کیا تو عورت کے دفع یمین کا حیلہ ہی کہ وہ نکاح کرلے تو اسسے اب قسم نلیجائیگی وفی الخانیۃ لا استحلاف فی احد عشر وثلثین مسئلۃ اور خانیہ مین ہی کہ قسم لینا اکتیس مسئلون مین نہین ہم یہ مسائل کتاب الوقف کے اخیر مین مفصل مذکور ہو چکے الینابیع وفی الاستحلاف لا الحلف ودفع علی الاول یقولہ فالوکیل والوصی والمتولی والصغیر عند الاستحلاف فلہ طلب یمین خصمہ ینابیع مین ہی کہ قسم لینے مین نہ قسم کھانے مین اور مصنف نے تفریع کی اول یعنے جواز استحلاف پر اپنے اس قول سے توکیل اور وصی اور متولی وقف اور طفل صغیر کا باپ مالک ہی قسم لینے کا تو اسکو مطالبہ اپنے مخاصم کی یمین کا جائز ہی ہم اسکا مخاصم کہا باعتبار ظاہر کے اور حقیقت مین تو وہ مخاصم ہی اصیل کا یعنے وکیل موکل کے مدعا علیہ اور وصی یتیم کے اور متولی واقف کے اور باپ اپنے طفل صغیر کے مدعا علیہ سے قسم لے ولا یحلف احدہم اذا ادعی علیہ لعقد او صح اقرار علی الاصیل فیستحلف حینئذ کالوکیل بالبیع فان اقرارہ صحیح علی الموکل فکذا یحلف ووکیل اور وصی اور متولی اور صغیر کے باپ سے قسم نلیجائیگی مگر جبکہ اسپر عقد کا دعوے کیا جاے یا اسکا اقرار صحیح ہو اصیل پر تو اب اسوقت قسم لیجائیگی چنانچہ بیع کا وکیل کہ اسکا اقرار صحیح ہی اپنے موکل پر تو اسی طرح اسکا قسم نکھانا بھی صحیح ہی وفی الخلاصۃ کل موضع لو اقر لزمہ فاذا انکر یستحلف وذلک ذکرہا والصدر فی اربع وثلثین ثم عاد عن الخانیۃ وزاد ستۃ اخری فی البحر وزاد اربعۃ عشر فی تنویر البصائر حاشیۃ الاشباہ والنظائر لابن المصنف ولو لاخشیۃ التطویل لسردتہا کلہا اور خلاصہ مین ہی کہ جس مواضع مین کہ اگر آدمی اقرار کرے تو اسکو اقرار لازم آوے پھر جب اسکا منکر ہو تو اس سے قسم لیجائیگی سواے تین صورتون کے جسکو صاحب خلاصہ نے بیان کیا ہی اور ٹھیک بات تو یہ ہی کہ چونتیس ۳۴ صورتون مین حلف نہین چنانچہ خانیہ سے مذکور ہو چکا یعنے اکیس صورتون خانیہ کی اور تین صورتین خلاصہ کی مل کر چونتیس ہوئین اور چھ صورتین اور بحر الرائق مین زیادہ کی ہین اور چودہ صورتین تنویر البصائر ابن مصنف کے حاشیۂ اشباہ اور نظائر مین زیادہ کی ہین اور اگر تطویل کا خوف نہوتا تو مین ان سب صورتون کو مفصل بیان کرتا ہم تو سب چونتیس ۳۴ صورتین ہوئین جنہین منکرین پر قسم نہین اور ان سبکو شارح کتاب الوقف مین مذکور کرچکا ہی اب بیان مکرر ذکر کرنے کی کیا حاجت ہی اور تنویر البصائر شیخ شرف الدین کا حاشیہ ہی نہ ابن مصنف کا ابن مصنف کے حاشیہ کا تو ذاہر الجواہر نام ہی چنانچہ شارح بارہا ذکر کرچکا ہی تو یہ خطا اغلاط کاتب سے ہی واللہ اعلم التحلیف علی فعل نفسہ یکون البتات ای القطع بانہ لیس کذلک قسم لینا مدعا علیہ کے ذاتی فعل پر ہوتا ہی بتات یعنے یقین ہو اسطرح کہ دعوے مدعی کا ایسا نہین ہم منکر اپنے ذاتی فعل پر یقینی قسم کھالے چنانچہ مدعی نے دعوے کیا کہ زید نے میری حویلی ناحق چھین لی اور اسکے گواہ نہین تو زید یون قسم کھاے کہ واللہ مین نے اسکی حویلی نہین چھینی ہا سواسکے کہ آدمی اپنے فعل کو بلا شبہہ بالیقین جانتا ہی والتحلیف علی فعل غیرہ یکون علی العلم

الی انہ لا یعلم انہ کذلک لعدم علمہ بما فعل غیرہ ظاہر اور قسم دینا غیر کے فعل پر جبکہ فعل پر ہو تو باعتبار علم پر ہے یعنی نفی علم پر یعنی یوں قسم کھائے کہ وہ نہیں جانتا ہے کہ دوسرے مدعی کا ایسا ہی غیر کے فعل پر فعل علم کی اسواسطے قسم ہوتی ہے کہ اسکو ظاہر العلم حاصل نہیں کہ غیر شخص نے کیا فعل کیا بلھم الا اذا کان فعل الغیر شیئا یتصل بہ ای بالحالف الخ وفرع علیہ بقولہ فان ادعی مشتری لعبد علی قوم العبد او اباقہ وثبت ذلک بحلف البائع علی البتات مع انہ فعل الغیر واقامہ باعتبار وجوب تسلیمہ سلیما فرجع الی فعل نفسہ فحلف علی البتات لانہا اکد ولذا اعتبر مطلقا درر عن الاسبیجابی غیر کے فعل میں نفی علم پر قسم ہے یا مگر جبکہ غیر کا فعل ایسی چیز ہو جو حالف سے متصل اور متعلق ہو اور مصنف نے اس پر تفریع کی اپنے اس قول سے تو اگر غلام کے مشتری نے غلام کی چوری یا بھاگنے کا دعوے کیا اور یہ ثابت ہو گیا تو بائع اس پر قسم کھائے باوجودیکہ سرقہ اور فرار غیر کا فعل ہوا و فعل اور الیقین تو اس وجہ سے صحیح ہو کہ بائع پر تسلیم غلام کی بلا عیب واجب ہے تو غیر کا فعل اسکے ذاتی فعل کی طرف راجع ہوا تو یقین پر قسم کھائی اسواسطے کہ حالف علی القطع نکول تر ہو نفی علم کی قسم سے و لہذا وہ مستحق ہو سکتا خواہ اپنے فعل پر ہو یا غیر کے فعل پر بخلاف اسکے کہ حکم کے لیئے یمین علم کی اپنے فعل پر کافی نہیں کذا فی الدرر عن الزیلعی صم بجر الرائق میں ہے کہ جبر مقام میں کہ یمین علی العلم واجب ہے پھر اسنے یقین پر قسم کھائی تو کافی ہے اور اس سے یمین ساقط ہو گئی اور بالعکس اسکے نہیں ہے یعنی بجای حلف علی القطع حلف علی العلم کافی نہیں اور جو حلف اسپر واجب تھا اسکے نکول سے قاضی حکم نہ دے گا انتہی و فی شرح المجمع عند علی اذا قال المنکر لا علم لی بذلک فلو ادعی العلم حلف علی البتات کمودع ادعی قیمتہ بہا اور شرح مجمع میں زیلعی سے منقول ہے یہ یعنی یمین علی العلم اسوقت ہے جبکہ منکر کہے کہ مجھکو اس دعوے کا علم نہیں ہے اور اگر اسکی دانست کا دعوے کرے تب تو یقین پر قسم کھائے چنانچہ امانت دار نے صاحب ودیعت کے قبض کرنے کا دعوے کیا ہم یعنے قبض صاحب ودیعت ہر چند فعل غیر ہے لیکن جب مودع نے اسکے علم کا دعوے کیا تو اب اسپر یمین علی القطع لازم ہو گی و فرع علی قولہ فعل غیرہ علی العلم بقولہ واذا ادعی بکر سبق الشراء علی عابد وکابیہ یحلف خصمہ وھو بکر علی العلم لو انہ لا یعلم انہ اشتراہ قبلہ کما مر اور مصنف نے اپنے اس قول پر و فعل غیرہ علی العلم تفریع کی اس قول سے اور جبکہ بکر نے دعوے سبقت خرید کا کیا زید کی خرید پر اور گواہ نہیں تو اسکا مخاصم یعنے بکر قسم کھائے علم پر یعنے وہ یوں قسم کھائے کہ وہ نہیں جانتا کہ مدعی نے اسکو خرید کیا قبل اسکے بدلیل گذشتہ یعنے غیر کے فعل میں علم پر قسم ہوتی ہے ہم اوپر یہ بتھا کہ شارح بجائے وہ ہونے بکر کے دہونا یہ کہنا اسواسطے کہ وہ خصم کی تفسیر ہو کذا فی الطحطاوی کذا اذا ادعی میتا او عینا علی وارث اذا علم انتقالھا الی من ہو میراثا او اقر بہ المدعی او برھن الخصم علیہ فیحلف علی العلم سی طرح جبکہ دعوے کیا دین کا یا عین کا وارث پر بغیر طلبکہ قاضی اسکی میراث ہونے کو جانتا ہو یا مدعی نے اسکی میراث ہونے کا اقرار کیا ہو یا خصم یعنے مدعا علیہ اسکی میراث ہونے پر گواہ لایا ہو تو مدعا علیہ علم پر قسم کھائے ہم صورت اسکی یہ ہے کہ مدعی کہے کہ یہ غلام جسکا تو وارث ہوا ہے فلانے مورث سے وہ میرا مملوک ہے اور تیرے پاس ناحق ہے اور مدعی کے گواہ نہیں تو وارث قسم کھائے کہ میں نہیں جانتا کہ وہ تیرا مملوک ہے علم قاضی اسواسطے شرط ہوا کہ اگر قاضی کو میراث کا علم نہ ہو گا تو یقین پر قسم لے گا نہ علم پر اور اقرار مدعی کی مثال تصویر میں مذکور ہو چکی اور برہان خصم کی اسطرح صورت ممکن ہے کہ ایک مدعی نے ایک شخص پر دعوی کیا کہ یہ چیز اسکی ہے اور مدعی اقامت برہان سے عاجز ہوا اور اسکی یمین علی القطع کا مطالبہ ہوا سو مدعا علیہ نے کہا کہ وہ میراث ہے اور اسنے یمین علی العلم کا ارادہ کیا سو مدعی نے اسکا انکار کیا تو وارث نے گواہ قائم کیے اپنے مدعا پر تو وہ علم پر قسم کھائے گا خلاصہ یہ کہ ہو کہ دعوی عین میں تحلیف وارث علی العلم کی یہ شرط ہے کہ امور ثلثہ میں سے ایک امر ہو کذا فی الطحطاوی و لو ادعاھا ای الدین والعین الوارث علی غیرہ یحلف المدعی علیہ علی البتات کمو ھوب ومشواء مر رد اور دعوے کیا دونوں کا یعنے دین اور عین کا وارث نے غیر شخص پر تو مدعا علیہ یقین پر قسم کھائے کہ اسمیں مورث کا حق نہیں چنانچہ موہوب اور خرید کذا فی الدرر ہم ہبہ اور خرید کی صورت یہ ہے کہ اگر

ایک مرد نے دوسرے کو غلام ہبہ کیا اور اسنے اسپر قبضہ کیا یا ایک نے دوسرے سے غلام خرید کیا پھر ایک مرد آیا اور اسنے دعوی کیا کہ وہ اسکا غلام ہے اور اسکے پاس گواہ نہین تو مدعا علیہ یمین پر قسم کھائے نہ علم پر ملتوی نے کہا کہ واجبین کا واو بمعنی او ہے کذا فی الجوہرۃ اور قسم کھانی تقاص کا منکر یا نفاق الم اور صاحبین کے حم خانیہ مین ہے کہ قتل کی تحلیف کی کیفیت مین دو روائتین ہین ایک روایت یہ ہے کہ حاصل پر قسم کھائے کہ واللہ محمد فلانے کا خون نہین اور نیرے اوپر کوئی حق ہے اس خون کا جسکا وہ مدعی ہے اور دوسری روایت یہ ہے کہ سبب پر قسم کھائے یعنے یقول واللہ فلان بن فلان کو عمدا قتل نہین کیا اور سوائے قتل کے قطع اور جراحات مین حاصل پر قسم کھانی یعنے نہ سبب پر انتہے فان نکل فان کان واجبا حبس حتی یحلف سو اگر منکر قصاص قسم نہ کھائے تو اگر قتل نفس مین دعوی ہو تو قید کیا جاے سیان تک کہ اقرار کرے یا قسم کھائے وفیما دونہ یقضی لان الاصل خلافہ خلقہ ایۃ للنفس کالمال فیجری فیہ الابتذال خلافا لھما اور قتل نفس کے سوا یعنے قطع اور جراحات مین درصورت نکول قصاص لیا جاے اسواسطے کہ اطراف آدمی کے یعنے مثلا ہاتھ یا نون حفاظت نفس کے واسطے پیدا ہوئے ہین مال کے مانند تو اسمین ابتذال جاری ہے برخلاف صاحبین رح کے حم ایک نسخہ مین بدل ہے بجاے ابتذال کے اور بدل اسکا وضع ہے ابتذال سے صاحبین رح کما ماذون نفس مین نکول سے قصاص لازم نہین اسواسطے کہ نکول وہ اقرار ہے جسمین شبہہ ہے تو قصاص اس سے ثابت نہوگا اور مال واجب ہوگا کذا فی البحر قال المدعی لی بینۃ حاضرۃ فی المصر وطلب یمین خصمہ لم یحلف خلافا لھما مدعی نے کہا میرے گواہ حاضر ہین شہر مین اور مانگے اپنے مدعا علیہ سے قسم جاہے تو وہ قسم نہ کھائے برخلاف صاحبین رح کے حم امام کی دلیل یہ ہے کہ ثبوت حق قسم مین مرتب ہے عاجز ہونے پر اقامت برہان سے تو امکان برہان کیونکر قسم لیجاے اور صاحبین رح کی دلیل یہ ہے کہ یمین مدعی کا حق ہے تو جب اسکی وہ طلب کرے تو قبول ہوگی ولو حاضرۃ فی مجلس القاضی لکن لم یحلف اتفاقا ولو غائبۃ عن المصر حلف اتفاقا ابن ملک وقد یجیئ البینۃ علی الفور اور اگر گواہ مجلس حکم مین حاضر ہون تو قسم نہ کھائے بالاتفاق اور اگر غائب ہون شہر سے تو قسم کھائے بالاتفاق کذا فی الحاوی ابن ملک اور مجبی مین غائب ہونے کو مدت سفر کے ساتھ معین کیا ہے یعنے اگر تین منزل پر گواہ دور ہون تو مدعا علیہ پر قسم ہے گواہون کا وہان سے بلانا ضرور نہین دیا خذ القاضی فی مسئلۃ الملتقی فیما لا یسقط بشبہۃ کفیلا ثقۃ یوما من ھو ویہ بحر فلیحفظ من خصمہ لو وجبا والمال حقیرا فظاھر یعنی بنفقۃ ثلثۃ ایام وفی مسئلۃ متن یعنے جبکہ مدعی کہے کہ میرے گواہ شہر مین حاضر ہین اس دعوی مین جو شبہہ سے ساقط نہین ہوتا یعنے غیر حدود مین قاضی متعہد ضامن لے کہ اسکے بھاگ جانے سے اطمینان حاصل ہو کذا فی البحر تو اسکو یاد رکھنا چاہیے تو قاضی مدعا علیہ سے حاضر ضامن لے تین دن کا قول صحیح ہین اگرچہ مدعا علیہ صاحب اعتبار ہو اور مال بے حقیقت ظاہر مذہب مین کذا فی العینی وعن الثانی الی مجلسہ الثانی وھو صحیح اور ابو یوسف رح سے روایت ہے کہ قاضی کی مجلس ثانی تک حاضر ضامن لے اور یہ قول بھی صحیح ہے فان لم یتم من اعطاء ذلک الکفیل کل خصمہ بتضمینہ واعیتہ مقدار مدۃ التکفیل لئلا یغیب سو اگر مدعا علیہ ضامن دینے سے سرتابی کرے تو خود مدعی یا امین اسکا اسکے ساتھ بھاے بمقدار مدت تکفیل یعنے تین دن یا مجلس ثانی تک تاکہ مدعا علیہ غائب نہو جاے الا ان یکون الخصم غریبا ای مسافرا فیلازم او یکفل الی انتہاء مجلس القاضی فقط للضرر حتی لو علم وقت سفرہ یکفلہ الیہ وینظر فی ذیہ او یستحیر رفقاءہ لو الکل لما مر ویمکن ان یکون ھذا اذا لم یکن الخصم غریبا مگر یہ کہ مدعا علیہ غریب یعنے مسافر ہو تو مدعی اسکے ساتھ جاے یا حاضر ضامن لے تا انتہاے مجلس قاضی دفع ضرر کے واسطے بیان تک کہ اگر مدعا علیہ کا وقت سفر معلوم ہو تو اسوقت تک ضامن لے اور مدعا علیہ کی ہیئت اور لباس کو دیکھے کہ مقیمانہ ہے یا مسافرانہ یا اسکے سفر کے رفیقون سے سفر کے وقت کو دریافت کرے اگر مدعی اسکی ساعی کا منکر ہو کذا فی البزازیہ حم شارح نے غریب کی تفسیر مسافر اسواسطے کی تا معلوم ہو کہ مقیم مرید سفر کا بھی حکم غریب کے مانند ہے قال لا بینۃ لی یطلب یمینہ فحلفہ القاضی ثم برھن علی دعواہ بعد الیمین قبل ذلک البرھان عند الامام منہ مدعی نے کہا کہ میرے پاس گواہ نہین

حاشیہ: اس سے یہ کہ یمین ہی حق ہے مدعی اور دلیل اور گواہ نفی اور دافع کے واسطے ہین اور اجبال کے واسطے ہین اور اجبال کے بعد نفی اور دافع کی حجت ساقط ہو جاتا ہے تو مدعی کو یمین کیونکر ہو سکتی ہے

اور مدعا علیہ سے قسم چاہے سو قاضی نے اسسے قسم لی پھر مدعی گواہ لایا اپنے دعوے پر قسم کے بعد تو یہ برہان مدعی کے جانب سے اعظم کے نزدیک مقبول ہوگی وکذا لو قال المدعی لی بینۃ ان حلفتہ شھود زور او قال اذا حلفت فانت بری من المال فحلفہ ثم برھن علی الحق قبل خانیۃ وبہ جزم فی السراج کما مر اور اسی طرح اگر مدعی نے کہا کہ جو گواہ میرے لاؤں تو وہ کاذب گواہ ہیں یا یہ کہا کہ جب تو قسم کھالے تو تو بری الذمہ ہے مال سے پھر اسنے قسم کھائی پھر مدعی گواہ لایا اپنے حق پر تو مقبول ہے کذا فی الخانیہ اور اسی پر یقین کیا ہے سراج میں چنانچہ مذکور ہو چکا وقبول البینۃ لو قائما بعد یمین کی شرح میں دقیل لا یقبل قالہ المحامی فی العمادیۃ وعلیہ مشی صاحب ملتقی اور قول ضعیف یہ ہے کہ گواہ بعد حلف کے مقبول نہیں قائل اس قول کے محمد بن حسن ہیں چنانچہ عمادیہ میں ہوا اور اسکو بالعکس کہا ہے ابن ملک نے لیکن قبول کو محمد کی طرف نسبت کیا ہے اور عدم قبول کو اعظم کی طرف ولکن الخلاف لو قال لا ادفع لی شیئا فاذا قال الشاھد کان شھد ولا اعلم القبول لجواز النسیان ثم تذکر کان الدرر واقرہ المصنف اور اسی طرح اختلاف ہے اگر مدعا علیہ نے کہا کہ میرے پاس دفع دعوے کی وجہ نہیں پھر وہ دفع دعوے کی وجہ لایا یا شاہد نے کہا کہ میری گواہی نہیں پھر اسنے گواہی دی اور قول صحیح تر یہ ہے کہ مقبول ہے بسبب جائز ہونے نسیان کے اور پھر یاد پڑنے سے کذا فی الدرر اور مصنف نے اسکو اپنی شرح میں ثابت رکھا ہے ادعی المدیون الایصال فانکر المدعی ذلک فلا بینۃ لہ علی مدعاہ فطلب یمینہ فقال المدعی احبل حقی فی الختم ثم استحلفہ لہ ذلک فقیم مدیون نے ایصال دین کا دعوے کیا سو مدعی اسکا منکر ہوا اور مدیون کے پاس گواہ نہیں اسکے مدعا پر سو مدیون نے اسکی قسم کی درخواست کی تو مدعی نے کہا کہ میرا حق ختم میں کر لیجئے حاضر کر پھر مجھ سے قسم لے تو اسکو اختیار ہے کذا فی الدرر القنیہ صم طحطاوی نے کہا کہ فی الختم سے مراد واللہ اعلم مقدار ہے اسواسطے کہ قاموس میں ہے کہ ختم لونڈی وغیرہ اکہ ہو جس سے پرکھے ہیں اور مقصود احضار حق ہوا تھے اور ممکن ہے کہ احبل حق کا یہ مطلب ہو کہ میرا حق تھیلی میں سربمہر کرکے حاضر کر پھر قسم لے واللہ اعلم والیمین باللہ تعالی الحدیث من کان حالفا فلیحلف باللہ تعالی ولیذر وھو قول ابی حنیفۃ وابی یوسف خزانۃ وظاھرہ انہ لو حلفہ بغیرہ لم یکن یمینا ولم اراہ صریحا اور قسم ہوتی ہے اللہ تعالی کے نام پاک سے جل وعلا بدلیل اس حدیث کے کہ جو قسم کھانے والا ہو تو چاہیے کہ اللہ تعالی کی قسم کھائے یا نہ قسم کھائے اور یمین باللہ یہ قول ہے کہ واللہ کذا فی الخزانۃ اور ظاہر اس کلام کا یہ ہے کہ اگر بجز اس نام پاک کے قسم کھائے تو یمین نہ ہوئی اور صریح اسکو صریحا نہیں دیکھا کذا فی البحر لا بطلاق وعتاق وان الحرام یحلف بہ فتوی تتارخانیہ لان التحلیف بھا حرام خانیہ قسم نہیں طلاق اور عتاق سے اگرچہ مدعی اسپر الحاح کرے اور اسی قول پر فتوے ہے کذا فی التاتارخانیہ اسواسطے کہ طلاق اور عتاق کی قسم دینا حرام ہے کذا فی الخانیہ وقیل ان سنت الضرورۃ فوض الی القاضی لیتاعا للبعض اور بعضوں کا قول ضعیف یہ ہے کہ اگر طلاق اور عتاق کی قسم کی ضرورت آپڑے تو یہ قسم قاضی کے اختیار میں ہے بایں بعض فقہا فلو حلفہ القاضی بہ فنکل فقضی علیہ بالمال لم ینفذ قضاءہ علی قول الاکثر قنیۃ وفی خزانۃ المفتین وظاھرہ انہ مفزع علی قول الاکثر اما علی القول بالتحلیف بھما فیعتبر نکولہ ویقضی بہ والاول ھو المذھب واعتمدہ المصنف سو اگر قاضی نے اسکو طلاق یا عتاق کی قسم دی پھر اسنے قسم نہ کھائی تو اسپر مال کا حکم کیا تو حکم نافذ نہ ہوگا اکثر علما کے قول پر کذا فی خزانۃ المفتین اور ظاہر یہ کلام متفرع ہے اکثر کے قول پر اور طلاق اور عتاق کے جواز تحلیف پر تو نکول معتبر ہوگا اور اسی پر اعتماد کیا ہے مصنف نے اپنی شرح میں صم علامہ مقدسی نے کہا کہ اسکا یہ فائدہ تحلیف یہ ہوتا ہے تاحاضر مدعی مظلوم ہو جائے جبکہ مدعی پر دعوی مشتبہ ہو بسبب نسیان وغیرہ کے پھر جب مدعا علیہ نے طلاق یا عتاق کی قسم کھائی تو مدعی اسکی تصدیق کرے گا اسنے تو تحلیف طلاق وعتاق باوجود عدم قضا نکول بے فائدہ ہوئی قلت ولو حلفتہ بالطلاق انہ لا مال علیہ فجحد المدعی المال ان شھد علی السبب کالاقراض یفرق وان شھد علی قیام الدین یفرق لان السبب لا یستلزم قیام الدین میں کہتا ہوں اور اگر طلاق کی قسم کھائی کہ

اسپر مال نہیں پھر مدعی گواہ لایا مال پر اگر شاہد دونے سبب مال پر گواہی دی چنانچہ اقراض پر تو فرق نکیا جائیگا اور اگر قیام دین پر گواہی دی تو فرق کیا جائیگا اسواسطے کہ سبب ملتزم نہیں قیام دین کا ہم اسواسطے کہ شاید مدیون دین کو ادا کر چکا ہو یا مدعی نے اسکو معاف کر دیا ہو یا ہبہ کر دیا ہو اور یہی تفصیل مفتی بہ ہی کما فی الطحطاوی عن شرح الوہبانیہ للعلامۃ عبد البر وقال المحمدون فی الشہادۃ علی قیام المال لا یحبث لاحتمال صدقۃ خلافا لابی یوسف کذا فی شرح الوہبانیہ للشیخ بنبلالی قد تقدم اور محمد نے کہا کہ قیام مال کی گواہی میں حانث نہوگا بسبب احتمال صدق مدعا علیہ بخلاف ابو یوسف کے کہ انکے نزدیک حانث ہوگا چنانچہ شرنبلالی کی شرح وہبانیہ میں ہے اور البتہ یہ مسئلہ مقدم مذکور ہو چکا ویغلظ بذکر الصفۃ تعالے اور سخت اور شدید ہو جاتی ہے قسم حق تعالے کے اوصاف مقدسہ کے ذکر کرنے سے ص از انجملہ ایک یہ مثال ہے کہ قاضی کہے مدعا علیہ سے کہ تجھکو قسم ہے اس اللہ پاک کی جسکے سوا کوئی معبود برحق نہیں جو عالم ہے غیب اور شہادت کا کہ تیرے اوپر اس شخص کا مال نہیں ہے وقید بعضہم بفاسق حال خطیر اور بعضے فقہا نے تغلیظ اور تشدید کو مدعا علیہ فاسق اور مال کثیر کے ساتھ مقید کیا ہے لیکن تو معروف بالصلاح اور مال حقیر پر تغلیظ نہیں ولا اختیار فیہ وہو صفۃ الی القاضی اور قسم میں اور قسم کی صفت یعنے تشدید میں قاضی کا اختیار ہے ص یعنے یقین قسم میں قاضی کو اختیار ہے جیسے اسکو مصلحت معلوم ہو وہ اختیار کرے چنانچہ یوں کہے مدعا علیہ سے کہ کہہ واللہ یا باللہ یا رحمن کی قسم یا قادر کی قسم ویجب العطف کیلا یکرر الیمین اور یہ نہ کرے عطف سے تاکہ قسم مکرر ہو جائے ص یعنے یوں نکہے قاضی کہ باللہ والرحمن والقادر اسواسطے کہ مستحق تو ایک ہی قسم ہے اور عطف میں تکرار قسم ہوگی فلو حلف باللہ ولکل عن التغلیظ کما یقضی علیہ بہ ای بالنکول لکان للمقصود الحلف باللہ وقد حصل زیلعی سواگر قاضی نے مدعا علیہ کو اللہ کی قسم دی اور اسنے تغلیظ یمین سے انکار کیا تو قاضی اسپر نکول سے حکم نکرے اسواسطے کہ مطلب تو اللہ کی قسم سے ہے اور وہ تو حاصل ہو چکا کذا فی الزیلعی لا یستحب التغلیظ علی الاصح بزمان ولا بمکان کذا فی الہادی فظاہرہ انہ مباح ص مستحب نہیں مسلمان پر تشدید قسم کی زمان سے اور نہ مکان سے کذا فی الحاوی تو ظاہر اس کلام کا یہ ہے کہ تشدید زمانی اور مکانی مباح ہے یعنے اسواسطے کہ نفی استحباب نفی اباحت کو مستلزم نہیں تغلیظ زمان یہ کہ رمضان شریف یا جمعہ کے دن قسم لے اور تغلیظ مکان یہ کہ مسجد یا بیت اللہ میں قسم لے ویستحلف الیہود باللہ الذی انزل التوراۃ علی موسی والنصاری باللہ الذی انزل الانجیل علی عیسی والمجوسی باللہ الذی خلق النار فیحلف الکل بما یعتقدہ فلو اکتفی باللہ کالمسلم کفی اختیار اور قسم لی یہودی سے اسطرح کہ قسم ہے اس اللہ کی جسنے موسے علیہ السلام پر توریت اتاری اور نصرانی سے اسطرح کہ قسم ہے اس اللہ کی جسنے عیسے علیہ السلام پر انجیل اتاری اور مجوسی سے اسطرح کہ قسم ہے اس اللہ کی جسنے آگ پیدا کی تو قسم میں تشدید کرے ہر دین والے پر اسکے اعتقاد کے موافق سواگر کفارہ مکوین سے فقط اللہ کی قسم پر اکتفا کرے تو کافی ہے کذا فی الاختیار ص مجوسی سے آگ کی قسم نہ لے اسواسطے کہ غیر خدا کی قسم جائز نہیں بلکہ آگ کے خالق کی قسم لے تو اسی طرح ہندو سے گنگا کی قسم نہ لے بلکہ اللہ کی جسنے گنگا پیدا کی والوثنی باللہ تعالے لانہ یقر بہ وان عبد غیرہ اور بت پرست سے قسم لے اللہ تعالی کے نام پاک کی اسواسطے کہ بت پرست خدا کا اقرار کرتا ہے اگرچہ غیر خدا کی عبادت اور پوجا کرتا ہے ص مصباح العلوم میں ہے کہ وثن صنم ہے لکڑی سے ہو یا پتھر سے یا سوا اسکے وجزم ابن الکمال بان الدھریۃ لا یعتقدون تعالے فلت وعلیہ فیما اظن یحلفون اور یقین کیا ہے ابن کمال نے اسکا کہ دہریہ آدمی حق تعالی کا اعتقاد نہیں رکھتے میں کہتا ہوں لہذا جب اسکے تو یہ لوگ کسکی قسم کھاوینگے وبقی تحلیف الخرس ان یقول للقاضی علیک عہد اللہ ومیثاقہ ان کان کذا وکذا فاذا اومی برأسہ او نحو صار حالفا اور باقی رہا گونگے کو قسم دینا اسکا طریقہ یہ ہے کہ قاضی اس سے کہے کہ تجھپر عہد ہے خدا کا اور اسکا میثاق اگر ایسا اور ایسا ہو پھر جب وہ اپنے سر سے اشارہ کرے کہ ہاں تو وہ حالف ہو جائیگا ص اور اگر انکار کا اشارہ کریگا تو نکول ہوگا اور دعوے ثابت ہوگا کذا فی الفتنیہ اور قاضی گونگے سے یوں نہ کہے کہ خدا کی قسم کھا کہ تیرے اوپر اسکا حق نہیں کہ یہ قسم نہوگی اگرچہ وہ اپنے سر سے اشارہ کرے کہ ہاں اسواسطے کہ اسکا

اشارہ گویا یون ہو جائیگا کہ مین قسم کھاتا ہون اور حالانکہ یہ قسم نہین کذا فی الطحطاوی عن اتقانی و فوصم ایضا کتب لہ لیجیب لخطہ ان عن قدہ ولا فبالاشارۃ اور گونگا بہرا بھی ہو تو قسم کو لکھے تاکہ وہ اسکا جواب لکھے اپنے خط سے اگر وہ لکھنا جانتا ہو اور نہین تو اسکے اشارہ سے قسم دلوائی جائیگی ایضا فان بوء او وصیہ او من نصبہ القاضی شرح وہبانیہ اور اگر گونگا اور بہرا اندھا بھی ہو تو اسکا باپ قسم کھائے یا اسکا وصی یا جسکو قاضی نے مقرر کیا کذا فی شرح الوہبانیہ ص شارح کو یون کہنا لازم تھا ثم من نصبہ القاضی باسواسطے کہ قاضی اسکی طرف سے نائب کو اسوقت قائم کریگا جبکہ باپ یا اسکا وصی نہو چنانچہ شرح وہبانیہ مین ہی اور قسم کیا علم پر ہوگی اسواسطے کہ متعلق بغیر ہی یا القین پر اسکو تحریر کرنا چاہیے پھر معلوم کر کہ قول المقدم کے مخالف ہی کہ نیابت استحلاف مین جاری ہوتی ہی نہ حلف مین کذا فی الطحطاوی ولا یحلفون فی بیوت عبادتہم لکراہۃ دخولہا للحسر اور یہود اور نصارے اور بت پرستون سے قسم نہ لیجاے انکے عبادت خانون مین وہان کے جانیکی کراہت سے کذا فی البحر ص یعنے قاضی وغیرہ کو کفار کے معابد مین جانا مکروہ ہی اسواسطے کہ وہ مجمع شیاطین ہین اور ظاہر اکراہت تحریمی ہی اسواسطے کہ عند الاطلاق کراہت تحریمی ہی مراد ہوتی ہی اور یہ فتوی دیا ہی اسمسلم کی تعزیر کا جو ملازم کنیسہ ہی سود کے ساتھ کذا فی البحر الرائق ویحلف القاضی فی دعوی سبب یرتفع علی الحاصل ای علی الصورۃ الانکار المشکو اور اس سبب کے دعوے مین جو زائل اور اٹھ سکتا ہی قاضی قسم دے حاصل پر یعنے انکار منکر کی صورت پر ہم حاصل کی یہ تفسیر بمعنی اصطلاحی ہی اور معنی لغوی حاصل کا یہ ہی جو ہر چیز سے باقی رہے اور بیچا رہے اور باسوا اسکے جاتا رہے چنانچہ قاموس مین ہی انکار منکر کی صورت پر اسواسطے قسم ہوتی ہی کہ منکر یون کہتا ہی کہ کارے مابین من بیع اور طلاق اور غصب واقع نہین کذا فی الطحطاوی وقسم بقولہ ای باللہ مابینکما نکاح قائم ومابینکما بیع قائم ومایجب علیک ردہ او قیمتہ او بدلہ لو ہالکا وما ہی بائن منک وقولہ الان متعلق بالجمیع مسکین فی دعوی نکاح وبیع وغصب وطلاق فیہ لقطا ونشرا او بعضہ نے حاصل کی تفسیر کی اپنے اس قول سے کہ تجھکو اللہ کی قسم کہ تم دونون کے مابین مین نکاح قائم نہین اور تم دونون کے درمیان بیع قائم نہین اور تجھپر اسکا بھیجدینا واجب نہین اگر وہ قائم ہو یا اسکے عوض کا بھیجدینا اگر وہ ہلاک ہو گیا ہو اور وہ عورت تجھسے بائن نہین اسدم نکاح اور بیع اور غصب اور طلاق کے دعوی مین اس کلام مین لف ونشر مرتب ہی علامہ مسکین نے کہا کہ الان کا لفظ سب سے متعلق ہو یعنے نکاح اور بیع اور غصب اور طلاق اسدم ثابت نہین کالاسبب ای باللہ ما نکحت وما بایعت خلافا لمن نظر المدعی علیہ ایضا لاحتمال علاقہ واقالتہ نہ قسم بے سبب مرتفع ہو اسطرح کہ تجھکو اللہ کی قسم کہ تو نے نکاح نہین کیا اور نہ تو نے بیع کی بخلاف ابو یوسف کے سبب پر قسم تو نے نظر مدعا علیہ کے بھی اس احتمال سے کہ شاید اسنے بعد نکاح کے طلاق دی ہو اور بعد بیع کے اقالہ بیع کیا ہو ہم ابو یوسف کے نزدیک مین تو استیفای حق مدعی کے واسطے ہی تو یمین کی مطابقت دعوی مدعی سے واجب ہی اور دعوے تو سبب کا ہی طرفین کی دلیل یہ ہی کہ اگر مدعا علیہ نے بعد نکاح کے طلاق دی تو وہ اس قسم مین صادق ہوگا کہ واللہ ما نکحت اور اسی طرح بعد اقالۂ بیع واللہ ما بایعت اور بعد رد غصب واللہ ما غصبت اور بعد ابانت تجدید نکاح سے واللہ ما طلقت کہنے مین صادق ہوگا الا ان لازم من الحلف علی الحاصل ترک المتعلق للمدعی فیحلف بالاجماع علی السبب ای علی صورۃ دعوی المدعی کدعوی شفعۃ بالجوار ونفقۃ متبوتہ والحکم لا یرفعہا لکونہ شافعیا نصدق فحلفہ علی الحاصل فی معتقدہ فیقتضی رد المدعی مگر جبکہ حاصل پر قسم کھانے سے مدعی کے جانب سے ترک نظر لازم آوے تو بالاتفاق سبب پر قسم کھاوے یعنے دعوی مدعی کی صورت پر چنانچہ شفعہ جوار اور نفقہ متبوتہ کے دعوی مین اور حالانکہ مدعا علیہ دونون کو واجب نہین دیکھتا اسلیے کہ شافعی مذہب ہونے کے سبب صادق ہونے اسکی قسم کے حاصل ہمارے اعتقاد مین تو مدعی کا ضرر ہوگا ہم شافعی مذہب مین شفعہ جوار اور نفقہ متبوتہ واجب نہین تو اگر مدعا علیہ شافعی مذہب یون قسم کھاوے کہ واللہ مجھپر شفعہ جوار اور نفقہ متبوتہ نہین تو ہمین صحیح مدعی کا ضرر ہی تو یہان سبب پر اسطرح قسم کھائے کہ واللہ مین نے اس گھر کو نہین خریدا اور یہ عورت میری مطلقہ طلاق بائن عدت مین نہین ہی

ف یہ فقہ اس طلاق بائن کی ہی

شفعہ جوار اور متبوعہ کی واسطے قید لگائی کہ خلطہ شرکت اور نفقہ رحی مین حاصل پر قسم ہوگی نہ سبب پر قلت ومفادہ انہ لا اعتبار بمذہب المدعی علیہ واما مذہب المدعی فقیہ خلاف واکا وجہ ان یسأل القاضی ھل تعتقد وجوب شفعۃ الجوار او لا کذا عن المصنف مین کہتا ہون اور قول سابق سے مستفاد ہوا کہ مدعا علیہ کے مذہب کا کچھ اعتبار نہین تحلیف مین اور مدعی کے مذہب مین اختلاف ہو علما کا اور قول موجہ تر یہ ہو کہ مدعی سے قاضی پوچھے کہ تو وجوب شفعہ جوار کا معتقد ہی یا نہین اور اسی پر اعتماد کیا ہے مصنف نے اپنی شرح مین ہم تو اگر مدعی کہے کہ مین وجوب کا معتقد ہون تو حاصل پر قسم لے اور اگر معتقد نہو تو سبب پر قسم لے کذا فی الطحطاوی وکذا ای یحلف علی السبب اجماعا فلیس لایرتفع برافع بعد ثبوتہ کعید مسلم یدعی علی مولاہ عتقہ لعدم تکرر رقبہ اور اسی طرح یحلف سبب پر بالاجماع قسم لے اس سبب مین جو رفع نہین ہوتا کسی رافع سے بعد اپنے ثابت ہونے کے مانند اس غلام مسلمان کے جو اپنے مالک پر اپنے آزاد کرنے کا دعوے کرتا ہی سبب نہ مکرر ہونے اسکی رقیت کے واما فی الکافر فلتکرر رقہ فصار کما لو حلف مولاھا علی الحاصل اور لونڈی مین اگرچہ وہ مسلمان ہو اور کافر غلام مین تو سبب مکرر ہونے انکی رقیت کے لحوق دار الحرب سے قاضی قسم دے دونون کے مالک کو حاصل پر ہم لینے مولے کو یون قسم دے کہ تم دونون کے درمیان ابعق قائم نہین نہ یون کہ مین نے اسکو آزاد نہین کیا اس احتمال سے کہ شاید اسنے آزاد کیا ہو پھر وہ دار الحرب مین جا ملا ہو پھر وہ دار السلام مین پھر آیا ہو پھر رقیت کی طرف اسنے عود کیا ہو تو اس یمین کی صورت سے اسکو ضرر ہوگا اور یہی حال ہی لونڈی کا کذا فی الطحطاوی والحاصل اعتبار الحاصل الا لضرر مدعی سبب غیر متکرر اور حاصل کلام یہ ہی کہ تحلیف مین حاصل کا اعتبار ہو مگر بسبب ضرر مدعی اور سبب غیر متکرر کے سبب کا اعتبار ہی وھو فداء الیمین اولی من الصلح منہ لحدیث دَعْ ما یریبک الی ما لا یریبک اور بدلا دینا قسم کا اور صلح کرنا قسم سے صحیح ہی بدلیل اس حدیث کے کہ اپنے مال دیکر اپنی آبرو بچاؤ ہم قدیہ یمین ہوتا ہی بمقدار دعوی یا اقل سے اور صلح ہوتی ہی اقل سے خذ لیفہ رضی اللہ عنہ پر یتیم آئی تھی تو انھون نے مال دیکر قسم نہ کھائی تھی اور اسی طرح عثمان رضی اللہ عنہ نے چالیس درہم کے دعوی مین قسم کے عوض مال دیا اور قسم نہ کھائی لوگون نے کہا کہ آپ تو سچے ہین کیون نہین قسم کھاتے مین جواب دیا کہ شاید میری قسم کو کوئی یمین کاذبہ گمان کرے اتنے اور اسواسطے کہ مال دینے اور قسم نہ کھانے مین حفظ آبرو ہی اور وہ مستحسن ہی عقلا وشرعا کذا فی الحموی لمضمرا وقال الشہید لا حرز عن الیمین الصادقۃ ولجب قال فی البحر ای ثابت بدلیل جواز الحلف صادقا اور کہا شہید نے کہ سچی قسم سے بچنا واجب ہی بحر الرائق مین کہا کہ واجب ہو یعنے ثابت ہی بدلیل درست ہونے سچی قسم کے ہم یعنے واجب سے واجب شرعی مراد نہین کہ سچی قسم کھانا جائز نہو بلکہ واجب یعنی ثابت ہی ولا یحلف المتکرہ بعدہ ابدا لانہ اسقط حقہ اور منکر کو قسم نہ دیجائیگی کبھی بعد فدیہ دینے اور صلح کرنے کے اسواسطے کہ مدعی نے اپنا حق ساقط کر دیا یا مال لیکر دیدیا بالفداء والصلح لان المدعی لو اسقط ای الیمین فصل بان قال برئت من الحلف لم تکن علیہ او وھبتہ لا یحلف ولہ التحلیف بخلاف البرأۃ عن المال لان التحلیف للحاکم بذا ذکرہ اور مصنف نے سقوط یمین مین فدیہ اور صلح کی قید لگائی اسواسطے کہ مدعی اگر یمین کو بالقصد ساقط کر دے اسطرح کہ کہے مدعا علیہ سے کہ تو بری الذمہ ہوگیا قسم سے یا یمین اسکو چھوڑ دیا یا اسکو ہبہ کر دیا تو صحیح نہین اور اسکو قسم لینا جائز ہی بخلاف براءت عن المال کے اسواسطے کہ تحلیف حاکم کے واسطے مخصوص ہی یعنے بطلب مدعی کذا فی البزازیہ ہم براءت عن المال یعنے مال کا معاف کر دینا مدعی کے اختیار مین ہی بلا دخل حاکم وکذا اذا اشترى عبدہ لہ یحلف لعدم رکن البیع در اور اسی طرح جبکہ مدعا علیہ اپنی قسم کو مول لے مدعی سے تو جائز نہین بسبب معدوم ہونے رکن بیع کے کذا فی الدرر ہم رکن بیع یہ ہی کہ مبیع مال ہو اور حالانکہ یمین مال نہین فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا استحلاف خصم عقال خلفتنی مرۃ ان عند الحاکم اربعۃ کہ وبرھن قبل وذا لہ تحلیفہ در مدعی نے قسم چاہی اپنے مدعا علیہ سے سو اسنے کہا کہ تو مجھکو قسم دے چکا ہی

ایکبار اگر تحلیف حاکم یا حکم کے پاس ہوئی اور وہ اسپر گواہ لایا تو مدعا علیہ کا قول مقبول ہوا ورنہیں تو مدعی کو اسکی تحلیف کا اختیار ہے کذا فی الدرر قلت ولم ارہ القائل فحلفت بالطلاق لا احلف فیحنث بما یحلف بہ الناس ویحلفون بہ کذا فی الظہیریۃ اور میں نے نہیں دیکھا یہ مسئلہ کہ اگر مدعا علیہ نے کہا کہ مقرر میں اسپر طلاق کی قسم کھا چکا کہ البتہ میں قسم نہ کھاؤں گا تو اسکے حکم کی تنقیح کرنا چاہیے کہ حاکم اسکو قسم دیگا یا نہ دیگا ہم ثابت ہو چکا ہے کہ استحلاف احد المتخاصمین کے الحاق ضرر سے قاضی ناچار ہے اور مراعات جانب مدعی اولے ہو تو بموجب اسکے حلف بالطلاق کے دعوے میں مدعا علیہ معذور نہ ہوگا اور قسم نہ کھانے سے اسپر مال کا حکم کیا جائیگا کیونکہ اسنے خود اپنی ذات کو ضرر پہونچایا یا طلاق کی قسم کھا کر اور اگر اسکی قسم کو لحاظ کیجیے تو ابطال حکم شرع لازم آتا ہے واللہ تعالی اعلم کذا فی الظہیریۃ

باب التحالف

یہ باب ہے دو شخصوں کے باہم قسم کھانے میں لما قدم بین الواحد کر یمین الاثنین جبکہ مصنف ایک شخص کی یمین اول ذکر کر چکا تو اسنے دعوی یمین کو ذکر کیا اختلفا ای المتبایعان فی قدر ثمن او وصفہ او جنسہ او فی قدر مبیع حکم لمن برھن کانہ فی رد دعواہ او البینۃ بتبایعین نے اختلاف کیا ثمن کے مقدار میں یا اسکے وصف یا جنس میں یا مبیع کی مقدار میں تو اسکے واسطے حکم ہوگا جو گواہ لایا اسواسطے کہ اسنے اپنے دعوی کو روشن اور ظاہر کر دیا حجت اور برہان سے ہم مقدار ثمن کا اختلاف یہ کہ بائع کہے کہ ثمن دس درہم تھا اور مشتری کہے پانچ تھا اور وصف ثمن کا اختلاف یہ کہ بائع کہے کہ ثمن بدراہم مروجہ تھا اور مشتری کہے بدراہم کا سدہ تھا اور جنس ثمن کا اختلاف یہ کہ بائع دعوے کرے کہ ثمن بدنانیر تھا اور مشتری نے کہا بدراہم تھا وان برھنا فلمثبت الزیادۃ ھذا للاثبات اور اگر دونوں برہان لاویں اپنے دعوی پر تو ثبت زیادت کے واسطے حکم ہوگا اسواسطے کہ بینات اثبات کے واسطے ہیں ہم مثبت زیادت خواہ بائع ہو یا مشتری مثبت زیادت کے واسطے اسواسطے حکم ہوگا کہ زیادت میں معارضہ نہیں وان اختلفا فیما ای الثمن والمبیع جمیعا قدم برھان المشتری لانہ مثبت لان البینۃ بینۃ الخارج اور اگر متبایعین نے ثمن اور مبیع سب دونوں میں اختلاف کیا تو برہان بائع کی مقدم ہوگی اگر ثمن میں اختلاف ہو ہم صورت اختلاف یہ ہے کہ بائع کہتا ہے کہ میں نے یہ لونڈی تیرے ہاتھ سو دینار کو بیچی اور مشتری کہتا ہے کہ تو نے اسکو اور دوسری لونڈی کو اسکے ساتھ بچاس درہم کو بیچا اور دونوں گواہ لایا تو بائع کے گواہ اسکے ثمن میں اور مشتری کے گواہ اسکے مبیع میں بنظر اثبات زیادت تو دونوں لونڈیاں مشتری کو ملینگے سو درہم کو کذا فی الظہیریۃ وبرھان المشتری اولی فی المبیع نظرا لاثبات الزیادۃ اور برہان مشتری کی مقدم ہے اگر اختلاف بیع میں ہو بلحاظ اثبات زیادت وان عجز فی الصور الثلث عن البینۃ فلمن رضی کل منھما بقولہ الآخر فیھا اور اگر متبایعین تینوں صورتوں میں عاجز ہو گئے شہادت لانے سے تو اگر ہر شخص راضی ہو گیا دوسرے کے قول سے تو خوب بات ہے کہ جھگڑا رفع ہو گیا صورت ثلثہ میں سے ایک صورت یہ ہے کہ ثمن میں اختلاف ہو دوسری یہ کہ بیع میں اختلاف ہو تیسری یہ کہ ثمن اور بیع دونوں میں اختلاف ہو وان لم یرض واحد منھما بدعوی الآخر تحالفا لما مر لکن فیہ خیار فیفسخ من لہ الخیار اور اگر متبایعین میں سے کوئی راضی نہ ہو دوسرے کے دعوے سے تو دونوں قسم کھاویں جبتک کہ بیع میں خیار نہ ہو اور اگر خیار ہو تو فسخ بیع کرے جسکو خیار ہے ہم دونوں پر قسم اسواسطے آئی کہ ہر شخص دوسرے کی دعوی کا منکر ہے خلاصہ یہ ہے کہ اگر مشتری کو خیار رویت یا خیار عیب یا خیار شرط ہو تو دونوں پر قسم نہیں انتہی حموی نے کہا اور خیار میں بائع مشتری کے مانند ہے بدلیل المشتری لو کان البادی ھو البائع اور قاضی مشتری سے قسم لینا شروع کرے اسواسطے کہ وہی تو شروع کرنے والا ہے انکار کا ہم اسپر کہ مشتری سے پہلے مطالبہ ہوتا ہے ثمن کا اور وہ ثمن کا منکر ہے وھذا لو کان بیع عین بدین اور یہ یعنے مشتری کی قسم سے شروع کرنا اسوقت ہے جبکہ عین کی بیع ہو دین سے یعنے اسباب کی بیع ہو چاندی سونے سے دراھم کان او دنانیر او عروضا فھو صحیح وقیل یفسد ابن ملک اور اگر عین کی بیع نقد سے ہو اسطرح پر کہ اسباب کی بیع ہو اسباب سے یا نقد کی بیع ہو نقد سے تو قاضی مخیر ہے جاہے اول مشتری سے قسم لے جاہے بائع سے اور قول ضعیف

یہ ہو کہ قاضی قرعہ ڈالے کذا صرح ابن ملک ص بیع مقایضہ اور صرف مین اسواسطے اختیار ہو اگر ہر واحد متبایعین سے مشتری ہو سن وجہ دیقتصر علی النفی فی الکل اور فقط نفی پہ اقتصار کرے بقول اصح ص یہ بیان ہی کیفیت یمین کا ان مسائل مین تو بائع یون قسم کھائے کہ واللہ بیعنے بعوض ہزار نہین بیچا اور مشتری قسم کھائے کہ واللہ میں نے بعوض دو ہزار کے نہین خریدا اور قول غیر اصح وہ ہی جو زیادت مین ہی کہ نفی کے ساتھ اثبات کو بھی ضم کرے تاکید کے واسطے وفسخ القاضی البیع بطلب احدھما وطلبھما اور قاضی فسخ بیع کرے ایک کی طلب سے یا دونون کی طلب سے ولا ینفسخ بالتحالف ولا بفسخ احدھما بل بفسخھما جمیعا اور بیع فسخ نہین ہوجاتی دونون کے قسم کھانے سے اور نہ احد المتبایعین کے فسخ کرنے سے بلکہ بائع اور مشتری دونون کے فسخ کرنے سے فسخ ہوتی ہی کذا فی البحر یعنے درصورت فسخ متعاقدین کے قاضی کو فسخ کرنے کی حاجت نہین ومن لکل منھما لزم مدعی الآخر یا لقضا واصلہ قولہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اختلف المتبایعان والسلعۃ قائمۃ بعینھا تحالفا وترادا اور ہر دو نون مین سے قسم کھائے اسکو دوسری قسم کھانے والے کا دعوی لازم ہو جائیگا قاضی کے حکم کردینے سے اور تحالف متبایعین کے مسائل کی یہ حدیث اصل ہی کہ جب بائع اور مشتری اختلاف کرین اور جنس بیع ہو ہو موجود ہو تو دونون قسم کھاوین اور باہم رد بیع کرین وھذا کلہ لو الاختلاف فی البدل مقصودا فلو فی ضمن شئ کاختلافھما فی الزق فالقول للمشتری فی انہ الزق لا التحالف اور یہ سب یعنی تحالف اور فسخ اس شرط پہ ہی جبکہ اختلاف بدل مین مقصود بالذات ہو تو اگر اختلاف کسی چیز کے ضمن مین ہو جیسے متبایعین کا اختلاف مشک مین تو مشتری ہی کا قول معتبر ہوگا اسمین کہ یہ وہی مشک ہی اور تحالف نہوگا صورت اسکی یہ ہو کہ مشتری نے گھی خریدا مشک مین جسکا وزن سو رطل ہی مثلا سو مشتری مشک لایا پھیر دینے کو جسکی تول بیس رطل ہی تو بائع نے کہا کہ یہ میری مشک نہین اور اسنے کہا کہ میری مشک کی تول دس رطل تھی تو یہان مشتری ہی کا قول معتبر ہوگا اور اسکے ضمن مین اختلاف ثمن لازم ہی تو بائع اسکو نوے ٹھہراتا ہی اور مشتری اسّی کذا فی الحموی کما لو اختلفا فی وصف المبیع کقولہ اشتریتہ علی انہ کاتب او خیاط وقال البائع لم اشترط فالقول للبائع ولا تحالف ظہیریہ چنانچہ اگر دونون نے وصف بیع مین اختلاف کیا چنانچہ مشتری کا یون کہنا کہ مین نے اس غلام کو خرید کیا اس شرط پہ کہ وہ کاتب یا نان پز ہو اور بائع کہتا ہی کہ مین نے یہ شرطین نہین کین تو بائع ہی کا قول معتبر ہوگا اور قسم نہین دونون پہ کذا فی الظہیریۃ ص خلاصہ یہ ہو کہ اگر وصف ثمن مین اختلاف ہو تو تحالف ہی چنانچہ عقد مبیع مذکور ہو چکا اور اگر وصف مبیع مین اختلاف ہو تو بائع کا قول معتبر ہی اور تحالف نہین وقید باختلافھما فی ثمن مبیع لانہ لا تحالف فی غیرھما لکونہ لا یختل بہ قوام العقد بخلاف اجل وشرط رھن او خیار او ضمان وقبض بعض ثمن اور تحالف مقید ہو ثمن اور مبیع کے اختلاف کے ساتھ اسواسطے کہ ان دونون کے سوا مین تحالف نہین اسواسطے کہ غیر ثمن اور مبیع کے اختلاف سے قوام عقد مختل نہین ہوتا چنانچہ اختلاف مدت اور شرط رہن یا شرط خیار یا شرط ضمان ثمن اور قبض بعض ثمن کے اختلاف سے ص شرط رہن یعنے بائع کہے کہ مین نے مشتری سے یہ شرط کرلی ہی کہ وہ تا ادائے ثمن کوئی چیز میرے پاس گرو رکھے اور مشتری اسکا منکر ہو اور ضمان ثمن کی یہ صورت کہ بائع کہے کہ مین نے اس شرط سے بیع کی ہی کہ مشتری ثمن کا کسیکو ضامن دے اور قبض بعض ثمن کی قید اتفاقی ہی اسواسطے کہ کل ثمن کے قبض کے اختلاف کا بھی یہی حکم ہی یعنے قبول قول بائع والقول للمنکر بیمینہ وقال زفر والشافعی یتحالفان اور اختلاف مدت وغیرہ مین منکر کا قول مقبول ہی اسکی قسم کے ساتھ اور زفر اور شافعی نے کہا انھین بھی دونون قسم کھاوین ولا تحالف اذا اختلفا بعد ھلاک المبیع او تعیبہ بحادث بہ اور قسم دونون پر نہین جب کہ متعاقدین اختلاف کرین بعد تلف ہوجانے مبیع کے مشتری کے پاس یا اسکے خارج ہوجانے سے اسکی ملک سے یا عیب دار ہوجانے سے اس عیب کے ساتھ کہ اسکے سبب رد بیع نہین ہوتا چنانچہ حاملہ ہونا لونڈی کا مشتری سے ص ہلاک مبیع مین مشتری کے پاس ہونے کی قید اسواسطے لگائی کہ قبل قبض بائع کے پاس ہلاک ہوجانے سے بیع فسخ ہو جاویگی کذا فی الطحطاوی

وحلف المشتری الا اذا استهلکه فی ید البائع غیر المشتری اور قسم کھائے فقط مشتری مگر جبکہ مبیع کو ہلاک کرے بائع کے پاس غیر مشتری نے تلف کیا ہو تو بائع اور مشتری دونوں قسم کھاویں ہم اور اگر مشتری مبیع کو تلف کرے بائع کے پاس تو وہ قابض ٹھہرے گا اور تحالف نہیں جبکہ اختلاف ثمن ہو بعد قبض کے وقال الشافعی یتحالفان ویفسخ علی قیمة الهالك اور محمدؒ اور شافعیؒ نے کہا کہ بعد ہلاک مبیع بائع اور مشتری دونوں قسم کھاویں اور فسخ بیع ہوگا مبیع ہالک کی قیمت پر دھذا لو الثمن دینا فلو مقایضة تحالفا اجماعا کان للمبیع کل منهما دیرہ مثل الهالك او قیمته اور یہ یعنے فقط مشتری پر قسم جب ہو کہ ثمن دین یعنے درہم یا دینار ہوا اور اگر بیع مقایضہ ہو تو دونوں قسم کھاویں بالاتفاق اسواسطے کہ عوضین سے ہر ایک مبیع ہے اور مثل ہالک پھیر دیا جاوے اگر ہالک مثلی ہو یا اسکی قیمت پھیری جاوے اگر ہالک قیمت والی چیز ہو گیا ھو اختلفا فی جنس الثمن بعد هلاك السلعة بان قال احدهما دراهم والآخر دنانیر تحالفا ولزم المشتری قیمة السراج چنانچہ اگر متعاقدین نے اختلاف کیا ثمن کی جنس میں بعد ہلاک ہونے مبیع کے اسطرح پر کہ ایک نے کہا کہ ثمن دراہم تھے اور دوسرے نے کہا دنانیر تھے تو دونوں قسم کھاویں اور مشتری کو رقیمت لازم ہوگا کذا فی السراج ولا تحالف بعد هلاك بعضه او خروج احدهما عن ملکه کبیعین مات احدهما عند المشتری وبعد قبضهما ثم اختلفا فی قدر الثمن لم یتحالفا عند ابی حنیفة رحمه الله اور تحالف نہیں بعد ہلاک ہونے بعض مبیع کے یا خارج ہونے کے ملک مشتری سے چنانچہ دو غلام کہ ایک انمیں سے مرگیا مشتری کے پاس بعد مقبوض ہونے دونوں کے پھر بائع اور مشتری نے اختلاف کیا ثمن کے مقدار میں تو دونوں پر قسم نہیں ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک لان یرضی البائع بترك حصة الهالك اصلا فحینئذ یتحالفان هذا علی عکس الخروج الی هلاك الا استثناء الاعیان المشتری بعض مبیع کے ہلاک ہونے کے بعد تحالف نہیں مگر یہ کہ بائع راضی ہو جاوے ترک حصہ ہالک پر اصلا تو اب دونوں پر قسم آویگی یہ یعنے استثنا کو تحالف کی طرف پھیرنا اکثر علما کی تخریج پر ہے اور مشائخ بلخ نے استثنا کو بعین مشتری کی طرف پھیرا ہم اس استثنا میں علما مختلف ہیں اکثر علما کے نزدیک یہ استثنا تحالف کی طرف منصرف ہے اسواسطے کہ قدوری کے کلام میں یوں ہی مذکور ہے تو تقدیر کلام یہ ہے کہ لم یتحالفا بعد هلاك بعض المبیع الا اذا ترك البالغ حصة الهالك فیتحالفان اور بعضے علما کے نزدیک استثنا یمین مشتری کی طرف منصرف ہے جو مقدر ہے کلام میں یوں ہے کہ لا تحالف بعد هلاك بعضه بل الیمین علی المشتری الا ان یرضی البائع الخ تو اس صورت میں قسم ہوگی مشتری پر کذا فی الطحطاوی مختصرا وکذا فی قدر بدل کتابة لعدم لزومها اور تحالف نہیں بدل کتابت کے مقدار کی اختلاف میں بسبب لازم ہونے کتابت کے وقدر راس مال بعد اقالة عقد السلم بل القول للعبد والمسلم الیه وکالعبد المسلم او تحالف نہیں اختلاف راس المال میں بعد فسخ عقد سلم کے بلکہ غلام کا قول مقبول ہے بدل کتابت میں اور مسلم الیہ کا قول مقبول ہے راس المال میں اور عقد سلم کا عود نہوگا وان اختلفا ای المتعاقدان فی مقدار الثمن بعد الاقالة ولا بینة تحالفا وعاد المبیع اور اگر متعاقدین نے اختلاف کیا مقدار ثمن میں بعد اقالہ بیع اور حالانکہ گواہ موجود نہیں تو دونوں قسم کھاویں اور بیع پھر ثابت ہو جائیگی ہم جب بیع عود کریگی تو بائع کا حق ثمن میں ہوگا اور مشتری کا حق مبیع میں چنانچہ قبل یا قالہ تھا بخلاف سلم اسواسطے کہ اقالہ عقد سلم میں نقض کا احتمال نہیں رکھتا اسواسطے کہ وہ عبارت ہے استقاطہ سے تو عقد سلم کا عود نہوگا کذا فی الطحطاوی لو کان کل من المبیع والثمن مقبوضا ولم یرده المشتری الی بائعه حکما کان رده الیه بحکم الاقالة لا تحالف خلافا لمحمد تحالف متعاقدین بعد اقالہ اس شرط پر ہے کہ ہر ایک مبیع اور ثمن مقبوض ہوا اور مشتری نے اسکو بائع کی طرف پھیر نہ دیا ہو اقالہ کی وجہ سے سوا اگر اسکو پھیر دیا ہو بوجہ اقالہ تو تحالف نہیں برخلاف قول محمدؒ وان اختلفا ای الزوجان فی قدر المهر او جنسه فحکمه لمن اقام البرهان وان برهنا فللمرأة اذا کان مهر المثل شاهدا للزوج بان کان کما قالته او اقل وان کان شاهدا لها بان کان کما قالته او اکثر فبینته اولی لانها اثبتت الظاهر اور اگر زوجین نے اختلاف کیا قسم

مقدار مین یا اُسکی جنس مین تو اسکے واسطے حکم ہوگا جو گواہ لاوے اور اگر دونون گواہ لاوین تو عورت کے گواہ اولے ہین جبکہ اُسکا مہر مثل زوج کا شاہد ہو باسطرح پر کہ مہر مثل زوج کے قول کے برابر ہو یا اس سے کمتر اور اگر مہر مثل زوجہ کے قول کا شاہد ہو باسطرح پر کہ اُسکے دعوے کے برابر ہو یا زیادہ تر تو زوج کے گواہ اولے بالقبول ہین اسواسطے کہ گواہ خلاف ظاہر کے مثبت ہوتے ہین وان کان غیر شاھد لکل منھما بان کان بینھما فالتھاتر او للاستواء ویجب مھر المثل علی الصحیح اور اگر مہر مثل زوجین مین سے کسیکا شاہد نہو باسطرح پر کہ قول زوجین کے مابین مین ہو تو دونون کے گواہ ساقط الاعتبار ہین بسبب برابر ہونے کے اثبات مین اور اس صورت مین مہر مثل واجب ہوگا القول صحیح ھم مابین قول زوجین کے ہونے سے یہ مراد نہین کہ مہر مثل دونون قولون کے درمیان متوسط ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ مہر مثل زوجہ کے دعوے سے کمتر ہے اور زوج کے دعوے سے اکثر ہے کذا فی الدرر وان تجرا عن البرھان تحالفا ولم یفسخ النکاح لتبعیۃ المھر فی البیع اور اگر زوجین گواہ لانے سے عاجز ہون تو دونون قسم کھاوین اور نکاح فسخ نہوگا بسبب تابع ہونے مہر کے نکاح مین بخلاف بیع ھم یعنے ہر ایک کی قسم نے زوج کے دعوے کو توڑا تو عقد بلا تسمیۂ مہر باقی رہا اور عدم تسمیہ مفسد نکاح نہین اسواسطے کہ مہر تابع ہے نکاح مین بخلاف بیع کہ اسمین عدم تسمیہ مثمن مفسد ہے کذا فی الدرر ویبدأ بیمینہ کان الاول التسلیم علیہ فیکون الیمین علیہ ظاھرۃ اور زوج کی قسم سے ابتدا کیجائے اسواسطے کہ دو تسلیمون مین سے پہلی تسلیم زوج پر ہے تو دو قسمون سے پہلی قسم اسپر ہوگی کذا فی الظہیریہ تسلیمین سے مراد تسلیم مہر اور تسلیم مہر زوجہ ہے اور دونون مین تسلیم مہر معجل مقدم اور سابق ہے اور یہ یعنے تحالف عند العجز کرخی کی تخریج ہے خواہ مہر مثل زوج کے موافق ہو یا اقل یا زوجہ کے موافق ہو یا اکثر یا مابین قولین ہو اور سازی کی تخریج پر تحالف نہین مگر ایک وجہ خمسۂ مذکورہ سے وہ صورت یہ ہے کہ مہر مثل کسیکے قول کا شاہد نہو اور باقی صورتون مین زوج کا قول مقبول ہے قسم کے ساتھ اگر مہر مثل اُسکے موافق ہو یا اقل از زوجہ کا قول قسم کے ساتھ مقبول ہے اگر مہر مثل اُسکے موافق ہو یا اکثر اور شرح ہدایہ ترجیح قولین بین مختلفین من کذا فی المحیط وفی الظہیریۃ ھذا اذا عجل کل المھر او اجل کلہ او عجل بعضہ واجل بعضہ واتحد المجلس او اختلف او اجل کل واحد منھما اجلا مختلفا او اجل احدھما اجلا واسقط الاخر اجلہ او عجل احدھما واسقط الاخر حقہ او اجل احدھما واسقط الاخر حقہ اما اذا عجل احدھما واجل الاخر او اجل احدھما اجلا واجل الاخر اجلا مختلفا او عجل احدھما اجلا واسقط الاخر اجلہ فان التحالف یقع اعتبارا للسقوط باعتبار التسمیۃ یتحالف ویفسخ بقولہ لو کان اکثر قالت لا اقل وبقولہ لو اقل قلتما او اکثر وبہ لو بینھما ای بین ما تدعیہ وبین قیمۃ العبد اور زوجہ کا مہر مثل حکم ٹھہرایا جائیگا بسبب ساقط ہو جانے تسمیۂ مہر کے تحالف سے تو زوج کے قول پر حکم ہوگا اگر مہر اُسکے قول کے موافق ہو یا اکثر اور زوجہ کے قول پر حکم ہوگا اگر مہر مثل اسکے قول کے مانند ہو یا اکثر اور مہر مثل اسکے قول پر حکم ہوگا اگر مہر مثل مابین دعوے زوج اور دعوے زوجہ ہو ولو اختلفا ای الموجر والمستاجر فی بدل الاجارۃ او فی قدر المدۃ قبل الاستیفاء للمنفعۃ تحالفا وتراادا او بین یمین المستاجر لو اختلفا والبدل والموجر لو فی المدۃ ولو بعدھا فالبیعۃ للموجر فی البدل والمستاجر فی المدۃ اور اگر اختلاف کیا موجر اور مستاجر نے بدل اجارہ مین یا مدت اجارہ کی مقدار مین منفعت حاصل کرنے سے پہلے تو دونون قسم کھائین اور اجارے کو ٹال کرین اور مستاجر کی قسم سے شروع کیجائے اگر دونون بدل اجارہ مختلف ہین اور موجر کی قسم سے ابتدا کیجائے اگر مدت مین مختلف ہون اور اگر دونون گواہ لاوین تو موجر کے گواہ بدل مین مقبول ہین اور مستاجر کے گواہ مدت مین مقبول ہین ھم استیفاء منفعت سے مراد یہ ہے کہ استیفاء منفعت پر قادر ہو مدت کے اندر اور عدم استیفاء سے عدم قدرت استیفاء مراد ہے اسواسطے کہ قدرت علی الاستیفاء کیلئے استیفاء ہی وجوب اجرت مین یعنے درصورت صحت عقد کذا فی البحر بعدھا کالقول للمستاجر کانہ منکر للزیادۃ اور بعد استیفاء منفعت تحالف نہین اور مستاجر کا قول مقبول ہے اسواسطے کہ وہ زیادت اجرت کا منکر ہے ھم بعد استیفاء منفعت تحالف اسواسطے نہین کہ تحالف تو فسخ کے واسطے ہوتا ہے اور بعد استیفاء منافع فسخ عقد متصور نہین کذا فی الدرر اور اگر مدت مین اختلاف ہو تو موجر کا قول مقبول ہوگا علمائے یہ مسئلہ مذکور نہین کیا اسواسطے کہ ظاہر ہے کذا فی المحیط عن ابی السعود ولو اختلفا بعد التمکین من استیفاء البعض من المنفعۃ تحالفا وفسخ العقد فی الباقی والقول فی الماضی للمستاجر لانعقادھا ساعۃ فساعۃ فکل ساعۃ کعقد جدید بخلاف البیع اور اگر موجر اور مستاجر نے اختلاف کیا استیفاء بعض منفعت کی تمکین کے بعد تو دونون قسم کھاوین اور عقد اجارہ فسخ کر دیا جاوے باقی مین اور ماضی مین مستاجر کا قول مقبول ہے بسبب منعقد ہونے اجارے کے دم بدم تو ہر جزو اُسکا مانند عقد ہے

یعنے بمنزلۂ معقود علیہ کے بخلاف بیع کے کہ یعنے عقد اجارہ درمیان منعقد ہوتا ہے بحسب حدوث منفعت تو ہر جزء منفعت کا بمنزلۂ معقود علیہ کے ہے بالاستقلال تو مالک گویا معقود بالعقد ہوا لہذا اعیان تحالف ہوگا بخلاف ہلاک بعض مبیع اسواسطے کہ ہر جزء مبیع کا معقود بعقد مستقل نہیں بلکہ بالکل معقود بعقد واحد ہے تو جب فسخ متعذر ہوا بعض مبیع میں بسبب تلف ہونے کے تو بالضرور کل مبیع میں متعذر ہوگا وان اختلف الزوجان ولو محلوکین او مکاتبین او صغیرین او الصغیر مع المسلم قام النکاح او کان فی بیت یصلح لهما او لاحدهما خزانة کما کمل لان العبرة فلید لا للملک اور اگر زوجین نے اختلاف کیا اگرچہ زوجین مملوک یا مکاتب یا صغیر حر اور حالانکہ صغیر لیاقت جماع رکھتا ہو یا زوجہ ذمیہ ہو زوج مسلم کے ساتھ خواہ اختلاف کے وقت قائم ہو یا نہ قائم ہو خواہ اختلاف اس گھر میں ہوا ہو جو دونوں کا مملوک ہے یا ایک شخص کا اسیسے کذا فی خزانۃ الاکمل عموم بیت اسواسطے ہوا کہ اعتبار تصرف کا ہے نہ ملک کا فمتاع هو هنا ما کان فی البیت ولو ذهبا او فضة فالقول لکل واحد منهما فیما یصلح له مع یمینه زوجین نے اختلاف کیا اس متاع میں متاع سے مراد سامان وہ چیز ہے جو گھر میں ہو اگرچہ سونا ہو چاندی تو زوجین میں سے ہر واحد کا قول مقبول ہوگا قسم کے ساتھ جو اسکے لائق ہے ہم زوج کے لائق اسباب پگڑی اور تاج اور قبا اور ہتھیار اور کمر بند اور کتابیں اور گھوڑا اور زنہ ہے اور زوجہ کے لائق اوڑھنی اور کرتی اور زیور اور مانند اسکے اور چیزیں بیں لغت میں متاع عبارت ہے اس اسباب سے جس سے فائدہ حاصل ہوتا ہے چنانچہ غلام اور کپڑے اور اثاث البیت لیکن اس مقام میں متاع چاندی سونے کو بھی شامل ہے کما اذا کان کل منهما یفعل الربح فالقول للآخر فالقول له للتعارض الظاهر بین ید احدهما وید غیرهما اگر چہ ایک مگر جبکہ زوجین میں سے ہر شخص بنانا یا بیچنا ہو اس متاع کو جو دوسرے کے لائق ہے تو اب زوج ہی کا قول مقبول ہوگا بسبب تعارض ظاہرین کے دونوں ظاہر کے کذا فی الدرر وغیرہا مثلاً زوج زرگر ہے کہ زیور عورتوں کے بناتا ہے اور زیور میں اختلاف واقع ہوا زوج کہتا ہے کہ یہ میرا ہے اور زوجہ کہتی ہے کہ میرا ہے تو ظاہر صلاحیت زیور زوجہ کا شاہد ہے اور ظاہر صنعت زرگری زوج کا شاہد ہے تو دونوں ظاہروں میں تعارض ہوا تو دونوں ظاہر ساقط الاعتبار ہوگئے تو اب اعتبار تصرف مرجح ٹھہرے گا یعنے زوجہ اور جو زوجہ کے قبض ہے وہ زوج کے قبض و تصرف میں ہے لہذا اس صورت میں زوج ہی کا قول مقبول ہوگا کذا فی الظهیری بتصرف والقول له فی الصالح لهما لانها ومافی یدها فی ید والقول لذی الید اور زوج کا قول مقبول ہے اس متاع میں جو دونوں کے لائق ہے اسواسطے کہ زوجہ اور جو اسکے ہاتھ میں ہے وہ زوج کے ہاتھ یعنے تصرف میں ہے اور قول مقبول صاحب تصرف کا ہے ہم اسباب لائق زوجین کے چنانچہ فرش اور ظروف اور مواشی اور نقد اور لونڈی غلام اور حویلی اور زمین اور باغ بخلاف مایختص بها لان ظاهرها اظهر من ظاهره وهو یدلکاستعمالها بخلاف اس متاع کے جو زوجہ کے ساتھ مخصوص ہے اسواسطے کہ زوجہ کا ظاہر اظہر ہے زوج کے ظاہر سے اور وہ یعنے ظاہر زوجہ تصرف استعمال ہے ہم یہ جواب ہے اس سوال کا جو کلام سابق پر وارد ہوتا ہے یعنے جب دعاوی میں ذی الید کا قول مقبول ہوا اور زوجہ اور جو اسکے تصرف میں ہے وہ زوج کے تصرف میں ہے تو چاہیے کہ متاع مختص بزوجہ میں بھی زوج ہی کا قول مقبول ہو نہ زوجہ کا اسکا جواب یوں دیا کہ یہ استعمالی زوجہ اظہر اور اقوی ہے زوج کے ید سے ولو قاما بینة یقضی بینتها لانها خارجة فتانیة والبیت للزوج الا ان یکون لها بینة بحر اور اگر دونوں نے گواہ قائم کیے تو زوجہ کے گواہوں پر حکم ہوگا اسواسطے کہ عورت خارج ہے یعنے ذی الید نہیں کذا فی الخانیہ اور گھر زوج کا ہے مگر یہ کہ زوجہ کے گواہ ہوں اسپر کہ گھر زوجہ کا ہے تو زوجہ کے گواہ مسموع ہونگے کذا فی البحر وهذا لو حیین فان مات احدهما واختلف وارثه مع الحی فی المشکل الصالح لهما فالقول فیه للحی ولو رقیقا وقال الشافعی وما لک الکل بینهما وقال ابن ابی لیلی الکل له وقال الحسن البصری الکل لها فهی السبعة وعد فی الخانیة تسعة اقوال اور یہ جو ند کور ہوچکا اس صورت میں تھا جبکہ زوج اور زوجہ دونوں زندہ ہوں اور اگر ایک انمیں سے مرگیا اور میت کے وارث نے زندہ کے ساتھ مشکل میں یعنے اس متاع میں جو دونوں کے لائق ہے اختلاف کیا تو امیں زندہ کا قول مقبول ہے اگرچہ وہ مملوک ہو اور شافعی اور مالک نے کہا کل مال دونوں کا برابر ہے اور ابن ابی لیلی نے کہا سب مال زوج کا ہے اور حسن بصری نے کہا تمام متاع زوجہ کی ہے اور اس مسئلے میں سات قول ہیں سات مجتہدوں کے اور خانیہ میں نو قول شمار کیے ہیں ہم انوں

قسمہ پہلا قول امام کا ہے جو متن میں مذکور ہو چکا یعنے متاع مشکل میں زندے کا قول مقبول ہے ۲ ابو یوسف کا قول کہ زوجہ کے واسطے بعد جہیز مثل زوجہ ہے اور بانی زوج کا ہے ۳ ابن ابی لیلی کا قول کہ سب متاع زوج کی ہے ۴ قول ابن حسن اور شریک کا کہ دونوں میں مال برابر ہے ۵ حسن بصری کا قول کہ مسئلہ زوجہ کا ہے ۶ قول شریح کا کہ گھر عورت کا ہے تحول مجمل کا کہ متاع مشکل طلاق اور موت میں زوج کی ہے ۸ قول زفر کا کہ متاع مشکل دونوں میں برابر ہے ۹ قول مالک کا کہ کل مال دونوں میں برابر ہے کذا فی البحر عن خزانۃ الاکمل لھما ولو احدھما مملوکا ولو ماذونا او مکاتبا فالکل للحر فالقول للحر فی الحیوۃ وللحی فی الموت کذا فی البحر عن خزانۃ الاکمل لھما ولو احدھما مملوکا ولو ماذونا او مکاتبا فالکل للحر فالقول للحر فی الحیوۃ وللحی فی الموت لانہ یدعی الحق فی کسبہ للمیت اور اگر احد الزوجین مملوک ہو اگرچہ وہ ماذون یا مکاتب ہو تو حر کا قول زندگی میں معتبر ہے اور زندے کا قول خواہ وہ حر ہو یا مملوک موت میں مقبول ہے حر کا قول زندگی میں اسواسطے معتبر ہوا کہ تصرف حر کا قوی تر ہے مملوک کے تصرف سے اور زندے کا قول موت میں اسواسطے مقبول ہوا کہ میت کے واسطے تصرف نہیں اور صاحبین اور شافعی نے کہا کہ زوجین مملوک اور حر حکم میں حر کے برابر ہیں اعتقت الامۃ او المکاتبۃ او المدبرۃ واختارت نفسھا فانی البیت قبل الدخول فھو للرجل وما بعدہ قبل اختیار نفسھا فھو علی ما وصفنا فی الطلاق یعنے اگر لونڈی یا مکاتبہ یا مدبرہ اور اسکے اپنی ذات کو اختیار کیا اپنے زوجیت سابقہ سے راضی نہ ہی تو جو اسباب گھر میں ہے قبل آزاد ہونے کے سو وہ مرد کا ہے اور جو اسباب کہ بعد آزادی کے ہو اقبل اختیار کرنے اپنی ذات کے سو اسطرح پر ہے کہ جیسکو ہمنے کتاب الطلاق میں مذکور کیا مصنف یعنے دونوں حرین کے برابر ہیں حکم میں کذا فی المنح وجہ طلقھا وصفت العدۃ والمشکل للزوج ظھرت عدۃ الصارت لجنیۃ لا بد لھا اور بحر الرائق میں ہے کہ زوجہ کو طلاق دی اور عدت گذر گئی تو متاع مشکل زوج کی ہے اور اسکے مارنے کی زوج کے بعد اسواسطے کہ زوجہ غیر شخص ہو گئی جسکا کچھ تصرف ثابت نہیں ولھذا ذکرنا ان المشکل للزوج فی الطلاق وکذا الوارثۃ اور جیکہ ہمنے متاع مشکل کا طلاق میں ذکر کیا کہ وہ زوج کی ہے تو اسی طرح زوج کے وارث کی ہے مصنف طلاوی نے کہا لما شرطہ ہھنا او اسکا جواب فکذا یکون للوارثۃ ہے اور اس عبارت کے ذکر کرنے کا کچھ فائدہ نہیں اور بحر الرائق کی عبارت اس سے خالی ہے اما لو مات وھی فی العدۃ فالمشکل لھا کانہ لم یطلقھا بدلیل انھا لو ماتت اور اگر زوج مر گیا اور زوجہ عدت میں ہے تو متاع مشکل زوجہ کی ہے گویا اسکو طلاق ہی نہیں دی اسکے وارث ہونے کی دلیل سے ولو اختلف المؤجر والمستاجر فی متاع البیت فالقول للمستاجر بیمینہ لیس للموجر الا ما علیہ من ثیاب بدنہ اور اگر موجر اور مستاجر نے اختلاف کیا اجارہ والے گھر کے اسباب میں تو مستاجر ہی کا قول مقبول ہے اسکے قسم کھانے کے ساتھ اور موجر کا کچھ نہیں مگر جو اسکے بدن پر کپڑے ہیں ولو اختلف اسکاف وعطار فی آلات الاسکاف والعطار ین ھی فی ایدیھما فرق بینھما بلا تفاوت لیصلح لکل منھما وتمامہ فی البحر اور اگر کفشگر اور عطار نے جھگڑا کیا کفشگروں اور عطاروں کے ہتھیاروں میں اور حالانکہ دونوں طرح کے ہتھیار دونوں شخصوں کے قبض اور تصرف میں ہیں تو وہ دونوں کے بیں بلا نظر صلاحیت ہر ایک یعنے بیدرعایت ہونگی کہ کفشگروں کے ہتھیار کفشگر کے ٹھہرین اور عطاروں کے آلات عطار کے ہوں اور پورا بیان اسکا سراج میں ہے ھم آلات مذکورہ دونوں میں اسواسطے برابر ہوئے کہ گاہے ایک پیشہ اور دوسرے پیشے کے ہتھیار رکھتا ہے اپنی ذات کے واسطے یا بیچنے کے واسطے تو ترجیح نہیں ہو سکتی رجل معروف بالفقر والحاجۃ صار سید غلام فعلا عنقہ بدرج وذلک بدارہ فادعاہ رجل عرف بالیسار وادعاہ صاحب الدار فھو للمعروف بالیسار ایک مرد مفلسی اور محتاجی میں مشہور ہے اسکے ہاتھ ایک غلام لگ گیا جسکی گردن میں روپے یا اشرفیوں کی تھیلی معلق ہے اور وہ مفلس مذکور کے گھر میں ہے سو اس غلام کا اس مرد نے دعوے کیا جو مالداری اور تونگری میں مشہور ہے اور صاحب خانہ نے بھی اسکا دعوے کیا تو وہ غلام اس شخص کا ہے جو مالدار مشہور ہے ھم بدرہ اس تھیلی کو کہتے ہیں جسمیں ہزار یا نو سو ہزار یا دس ہزار درہم ہوں یا سات ہزار دینار ہوں کذا فی القاموس وکذا لو کان ساکن منزل رجل وعلی عنقہ قطیفۃ یقول للذی ھو علی عنقہ ھی لی وادعاہ صاحب منزل فھی لصاحب المنزل اور اسی طرح ایک جاروب کش ہے ایک مرد کے گھر میں اور اسکی گردن پر مخمل کا بالاپوش ہے جسکی گردن پر ہے وہ کہتا ہے کہ یہ میرا ہے اور صاحب خانہ کہتا ہے

شرح مختار اول جنوی میں اسکا ذکر کیا ہے یہاں ذکر کرنے میں اشارہ ہے اس طرف کہ یہ مسئلہ بھی مشکل ہے

کہ میرا ہی تو وہ صاحب خانہ کا ہی ہے اور مسئلہ اسالتہ میں فتحات ظاہر حال پر عمل کیا کذا فی الطحطاوی رجلان فی سفینۃ یدعی کل واحد منھما السفینۃ دعا فیھا فلصاحب الید یعنی وضع الاخر انہ ملکہ فالذی فی یدہ فی بیتہ لسفینۃ لصق بہ وھو ملاح عملا بالظاہر دو مرد ہین ایک ناؤ مین جسمین آٹا ہی سو ہر واحد نا و اور آٹے کا دعوے کرتا ہی اور ایک شخص انمین سے آٹا بیچنے مین مشہور ہی اور دوسرا ملاحی مین تو آٹا اسکا ہی جو آٹا بیچنے مین مشہور ہی اور ایک ناؤ گنگی ہی جو ملاح مشہور ہی بنا بر عمل بظاہر حال و لو فیھا راکب فی اخر مسکہ و اخر یحبن بھا و اخر یدھا و لھم یدعونھا فی ید الثلثۃ اثلاثا و لا شیء للماء اور اگر ایک ناؤ مین ایک شخص سوار ہی اور دوسرا شخص اسکو پکڑے ہی اور تیسرا اسکو اپنی طرف کھینچتا ہی اور چوتھا اسکو بہاتا ہی اور سب اسکا دعوے کرتے ہین تو وہ کشتی تین شخصون مین تہائی ہی اور بہانے والے کا انمین کچھ نہین ہم شاید کہ اسواسطے بہانے والے کا حصہ نہین کہ وہ مزدور ہی کذا فی الطحطاوی رجل یقود فطارا بل واخر راکب ان علی الکل متاع للراکب فکلھا لہ والقائد لہ اجر المثل وان لا شیء علیھا فللراکب ما ھو راکبہ الیاتی للقائد بخلاف البقر والغنم و تمامہ فی خزانۃ الاکمل ایک شخص اونٹون کی قطار کھینچتا ہی اور دوسرا شخص سوار ہی اگر سر اونٹ پر سوار کا اسباب ہی تو سب اونٹ اسکے ہین اور قطار کھینچنے والا اسکا مزدور ہی اور اگر اونٹون پر اسباب نہین تو سوار کا و اونٹ ہی جسپر وہ سوار ہی اور باقی اونٹ قطار کھینچنے والے کے ہین بخلاف گائے بیل اور بھیڑ بکری کے اور اپنا بیان اسکا خزانۃ الکمل مین ہی ہم یعنے اگر گائے بیل یا بھیڑ بکری کو ایک شخص کھینچتا ہو اور دوسرا ہانکتا ہو تو وہ ہانکنے والے کے ہین کذا فی البحر

فصل فی دفع الدعاوی یہ فصل ہی دعوون کے دفع کرنے مین یعنے مدعی علیہ اپنے اوپر دعوی مدعی کا نہ آنے دیا ہم جیسے دفع دعوے قبل برہان مدعی صحیح ہی ویسے ہی بعد برہان بھی صحیح ہی اور اسی طرح قبل حکم صحیح ہی جیسے بعد حکم صحیح ہی اور دفع الدفع اور دفع الدفع کا دفع صحیح ہی اگرچہ کثیر ہو قول مختار مین اور غیر مدعا علیہ کا دفع مسموع نہین اور دفع احد الورثۃ کا مسموع ہی اگرچہ مدعی نے دوسرے وارث پر دعوی کیا ہو کذا فی البحر مختصرا لما قدم من تکون خصما ذکر ھنا یکون خصما جبکہ مصنف نے پہلے اسکے ذکر کیا اسکو جو خصم ہوتا ہی اب ذکر شروع کیا اسکا جو خصم نہین ہوتا قال ذو الید ھذا الشیء المدعی منقولا کان او عقارا او دھنہ او اجرہ او رھنتہ زید الغائب او غصبتہ منہ من الغائب و برھن علیہ علی ما ذکر والعین غائبۃ لا اعلمہ و قال الشھود تعرفہ باسمہ نسبہ او بوجھہ او شرطوا مع معرفتہ بوجھہ ایضا فلانا ھو لا یعرفہ فلانا ھو لا یعرفہ لا بوجھہ لا یحنث ذکرہ الزیلعی و فی الشرنبلالیہ عن خط العلامۃ المقدسی عن البزازیۃ ان تعویل الائمۃ علی قول محمد انتھی فلیحفظ کہا ذی الید نے کہ یہ شی جسکا مدعی دعوی کرتا ہی خواہ وہ منقول ہو یا غیر منقول بیع یا ہبہ یا ودیعت رکھی یا مجھکو بعاریت دی یا اجارہ رکھی یا وہ گرو رکھی ہی زید نے جو غائب ہی یہان سے یا مین نے اسکو شخص غائب سے غصب لیا ہی اور امور مذکورہ پر وہ گواہ لایا اور حالانکہ وہ شی متنازع فیہ قائم ہی نہ مالک اور گواہون نے کہا کہ ہم شخص غائب کو اسکے نام اور نسب سے یا اسکی صورت سے پہچانتے ہین اور محمد نے اسمہ و نسبہ کے ساتھ اسکی روشناسی بھی شرط کی ہی تو بموجب قول محمد اگر قسم کھائے کہ مین فلانے کو نہین پہچانتا اور حالانکہ وہ اسکو نہین پہچانتا مگر اسکی صورت سے تو حانث نہوگا ذکر کیا ہی اسکو زیلعی نے اور شرنبلالیہ مین علامۂ مقدسی کے خط سے بزازیہ سے مذکور ہی کہ آئمۂ فقہ کا اعتماد محمد کے قول پر ہی اتنے تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے دفعت خصومۃ المدعی للملک المطلق کان ید ھو کذا لیست ید خصومۃ ذی الید کے قول مع البرہان سے دفع ہو جائیگی خصومت اُس مدعی کی جو ملک مطلق کا دعوی کرتا ہی اسواسطے کہ قبضہ اُن لوگون کا ہے مودع اور مستعیر اور مستاجر اور مرتہن اور غاصب کا قبضہ خصومت نہین ہم اور اگر ملک مقید کا مدعی ہو اسطرح کہ ذی الید نے اسکو خرید کیا پھر آزاد کر دیا اور ذی الید نے اسکو بندگرو دیعت یا غصب یا رہن غائب دفع کیا تو خصومت دفع نہوگی اور ذی الید سے اسکے انزاد کر دینے کا حکم ہوگا کذا فی الطحطاوی وقال ابو یوسف ان عرف ذو الید بالحیل لا تندفع وبہ یفتی ملتقی والختار فی المختار اور ابو یوسف نے کہا کہ اگر ذی الید حیلہ گری مین مشہور ہو تو خصومت اسسے دفع نہوگی اور یہی قول ماخوذ ہی کذا فی الملتقی اور اسی قول کو مختار مین پسند کیا ہی ہم اسطرح پر کہ کوئی شخص کسی آدمی کا مال غصب کر لیتا ہو پھر مخفی کسی سفر کرنے والے کو دیتا ہو اور مسافر گواہون کے سامنے اس مغصوب کو غاصب کے

پاس ودیعت رکھتا ہوتا کہ جب مالک آوے اور اپنی ملک کے اثبات کا ارادہ کرے تو ذی الید اسپر گواہ قائم کرے کہ فلانے مسافر نے اسکو میرے پاس ودیعت رکھا ہے تو مالک کا حق باطل ہوجائے زیلعی نے کہا تو حاکم پر واجب ہے کہ لوگون کے حالات دیکھتا رہے اور انکے حال کے موافق عمل کرے ابو یوسف قائل اس قول کے ہوئے بعد قاضی ہونے اور لوگون کی حیلہ گری دریافت کرنے کے ولیس للمدعی البحر المعاینۃ کذا فی الطحطاوی وھذہ خمسۃ کتاب الدعوی کان فیھا اقوال خمسۃ علماء کما بسطہ فی البدائع وکان صورھا لخص عینی وغیرہ اور یہ ہے مسئلہ دفع خمسہ کہ کتاب الدعوی کا اسواسطے کہا کہ یہین پانچ عالمون کے قول ہین چنانچہ درر مین شرح ہے یا خمسہ ہونیکی یہ وجہ ہے کہ اسکے پانچ صورتین ہین یعنے ودیعت اور اعارہ اور اجارہ اور رہن اور غصب کذا فی العینی وغیرہ اقوال خمسہ مین سے پہلا قول وہ ہے جو متن مین مذکور ہے دوسرا قول ابو یوسف کا تیسرا قول محمد کا کہ معرفت اسم اور نسب کے ساتھ روشناسی بھی ضرور ہے چوتھا قول ابن شبرمہ کا رد علیہ سے مطلق خصومت دفع نہین ہوتی پانچوان قول ابن ابی لیلی کا کہ بدون گواہ ہونیکے خصومت دفع ہوجاتی ہے کہ اسنے غیر کی ملک کا اقرار کیا کذا فی الطحطاوی قلت وبہ نفتی اذا الحکم کذلک لو قال وکنی صاحبہ بحفظہ او اسکنتنی فیھا زید الغائب او سرقتہ منہ او انتزعتہ منہ او فصل منہ فوجدتہ بحراھا فی ید ہ مزارعۃ بزازیہ قالصور احدی عشرۃ قلت لکن الحق فی البزازیہ المزارعۃ بالاجارۃ او ولو دیعۃ قال قلا یزاد علی الخمسۃ فی قاعدۃ فی شرح الملتقی یہ کہتا ہون اور عینی کے قول مین گفتگو ہے اسواسطے کہ حکم اسی طرح کا ہے اگر ذی الید نے کہا کہ اسکے مالک نے اسکی حفاظت کا مجھکو وکیل کیا یا اس گھر مین مجھکو زید غائب نے رکھایا مجھنے اسکو غائب سے بطور سرقہ لیا یا مجھنے اسکو نکال لیا یا اسکے پاس سے وہ چیز گم ہوگئی تھی سو مجھنے اسکو پایا کذا فی البحر یا کہ وہ زمین میرے پاس بطور مزارعت کے ہے تو اب گیارہ صورتین ہوئین مین کہتا ہون لیکن حق بات وہ ہے جو بزازیہ مین ہے کہ مزارعت اجارہ یا ودیعت کے ساتھ ملحق ہے بزازی نے کہا تو پانچ صورتون سے زیادہ نہین اور البتہ مین نے اسکی شرح ملتقی مین تحریر کی ہے والکان ھالکا او قال التھوج او ادعی من لا یعرفہ او افرد والید بید الخصومۃ کان قال ذو الید اشتریتہ او اتھبتہ من الغائب او لم یدع الملک المطلق بل ادعی علیہ الفعل بان قال المدعی غصبتہ منی او قال سرق منی دینارہ للمفعول للستر علیہ فکانہ قال سرقہ منی فلان غصبہ منی وغصبہ منی فلان فھذا کما سیجی حیث تندفع اور اگر مدعی بہ ہلاک ہوگیا ہو ان نے کہا کہ اسکو ودیعت رکھا ہے اسنے جسکو ہم نہین پہچانتے یا ذی الید نے قبضہ خصومت کا اقرار کیا چنانچہ ذی الید نے یون کہا کہ مین نے اسکو خرید کیا یا بطریق ہبہ کے لیا شخص غائب سے یا مدعی نے ملک مطلق کا دعوی نکیا بلکہ مدعا علیہ کے فعل کا دعوی کیا اسطرح پر کہ مدعی نے کہا کہ تونے اسکو غصب کرلیا مجھسے یا یون کہا تو چرا لیا گیا مجھسے مصنف نے چوری کو بصیغہ مجہول ذکر کیا مدعا علیہ کی پردہ پوشی کے واسطے تو گو یا مدعی نے یون کہا کہ تونے اسکو مجھسے چرا لیا بخلاف اس قول کے کہ غصب کرلیا گیا مجھسے یا اسکو غصب کرلیا مجھسے فلانے غائب نے چنانچہ عنقریب اسکا ذکر آویگا کہ وہان خصومت مدعا علیہ سے دفع ہوجائیگی وھل تندفع بالمصدر المبھم لا بزازیہ اور کیا خصومت دفع ہوگی بصیغہ مصدر غصب قول صحیح یہ ہے کہ خصومت دفع ہوگی کذا فی البزازیہ ص یعنے اگر مدعی نے یون کہا کہ یہ چیز میری ملک ہے اور مدعا علیہ کے پاس غصب ہے اور مدعا علیہ نے کہا کہ میرے پاس غائب نے ودیعت رکھی ہے تو بقول صحیح دعوی مدعی کا مندفع ہوگا وقال ذو الید فی الدفع او دعنیہ فلان او دیعۃ عندہ لا تندفع فی الکل لما قلنا اور ذی الید نے دعوی غصب اور سرقہ کے دفع مین کہا کہ اسکو میرے پاس فلانے غائب نے ودیعت رکھا ہے اور اسپر گواہ لایا تو کل مسائل مذکورہ مین خصومت مندفع ہوگی اس دلیل سے جو ہم کہ چکے ص یعنے ہلاک وغیرہ مین اسواسطے خصومت دفع ہوتی کہ دفع خصومت کے واسطے قیام مین اور معرفت شہود کو شرائط شرط کرچکا ہے اور دعوی خریداری اور ہبہ مین باقرار قبض ملک ہے اور غصب اور سرقہ مین مدعی کا دعوی ہے مدعا علیہ کے فعل کا قال فی غیر مجلس الحکم انہ ملکی ثم قال فی مجلس آخر انہ ودیعۃ عندی او رھن من فلان تندفع مع البرھان علی ما ذکر کہا ذی الید نے مجلس حکم کے سوا اور مکان مین کہ وہ میری ملک ہے پھر مجلس حکم مین بولا کہ وہ ودیعت ہے میرے پاس یا رہن ہے فلانے کی جانب سے تو خصومت دفع ہوگی

گواہی کے ساتھ اپنے دعوے مذکور پر لیکن اگر مدعا علیہ ودیعت یا رہن پر گواہ لایا تو دعوی مدعی کا دفع ہوجائیگا اور غیر مجلس حکم کا اقرار مقبول نہوگا مگر جبکہ مدعی اسکو گواہی ثابت کرے چنانچہ مصنف اسکی آگے تصریح کرتا ہی **ولو برهن المدعى على مقالته الاولى يحكم عليه لسبق اقراره يمنع الدفع بزازية** اور اگر مدعی گواہ لاوے ذی الید کے اول قول پر لیعنی اسکے دعوے ملک پر تو قاضی اسکو خصم قرار دے اور اسپر حکم کرے بسبب سابق ہونے اس اقرار کے جو مانع ہی دفع خصومت کا کذا فی البزازیہ **وان قال المدعى اشتريته من فلان الغائب وقال ذو اليد في الدفع او دعنيه فلان ذلك اى ينفذ فلو برهن له لم تندفع بالبينة دفعت للخصومة وان لم يبرهن لتواقفهما ان اصل الملك للغائب** اور اگر مدعی نے کہا کہ میں نے اسکو فلانے شخص غائب سے خریدا اور ذی الید نے اسکے دفع میں کہا میرے پاس اسے فلانے غائب نے ودیعت رکھا بذات خود تو ذی الید سے خصومت مندفع ہوگی اگرچہ ذی الید گواہ لاوے بسبب موافق ہونے دونوں کے اسپر کہ اصل ملک شخص غائب کی ہی پھر اگر ذی الیدیوں کہے کہ میرے پاس شخص غائب کے وکیل نے اسکو ودیعت رکھا ہی تو خصومت مندفع نہوگی بدون گواہ لانے ذی الید کے **كما اذا قال اشتريته ودفعنى بقبضه وبرهن** مگر جبکہ مدعی نے کہا کہ میں نے اسکو غائب سے خریدا اور اسنے محکمہ وکیل کیا ہی اسکے قبضہ کرنے پر تیرے پاس سے لیکر اور اسپر گواہ لایا تو خصومت مندفع نہوگی یعنی ذی الید سے مدعی اسکو لیگا اسواسطے کہ مدعی احق بالقبض ہی کذا فی العینی **ولو صدقه في الشراء لم يؤمر بالتسليم لئلا يكون قضاء على الغائب بإقراره وهي عجيبة** اور اگر ذی الید نے مدعی کی تصدیق کی خرید کرنے میں تو اسکو دینے کا حکم نہوگا تاکہ قضا علی الغائب نہ لازم آوے ذی الید کے اقرار سے اور یہ مسئلہ عجیب ہی یعنی انکار میں تو تسلیم ہو اور تصدیق میں تسلیم نہیں ص ملخصا وی نے کہا اسمیں ہرگز کچھ مقام تعجب نہیں اسواسطے کہ ذی الید کا اقرار حجت قاصرہ ہی مالک غائب پر سرایت نہیں کرسکتا اور اسی طرح علامہ ابو السعود نے کہا کہ کچھ عجیب نہیں اسواسطے کہ اسکا اقرار غیر شخص پر مقبول نہیں **ثم اقتصد الدرر وغيرها على دعوى الشراء فيما اتفاقا فلذا قال ولو ادعى انه لم يغصبه منه فلان الغائب وبرهن عليه وزعم ذو اليد انه هذا الغائب ودعه عنده واندفعت لتواقفهما ان اليد لذلك الرجل** پھر اختصار کرتا صاحب درر وغیرہا کا خریدنے دعوے پر قید اتفاقی ہی سو اسی واسطے مصنف نے کہا اور اگر مدعی نے دعوی کیا کہ وہ چیز اسکی ہی اس سے فلانے غائب نے غصب کرلی اور اسپر گواہ لایا اور ذی الید نے زعم کیا کہ اس شخص غائب نے اسکے پاس اسکو ودیعت رکھا تو ذی الید سے خصومت مندفع ہوگی بسبب موافق ہونے دونوں کے اسپر کہ قبضہ اسی مردہ غائب کے واسطے ثابت ہی **ولو كان مكان دعوى الغصب دعوى سرقة لا تندفع بزعم ذي اليد اعز ذلك الغائب استحسانا بزازية** اور اگر بجائے دعوی غصب دعوی سرقہ ہو تو خصومت مندفع نہوگی ذی الید کے یوں زعم کرنے سے کہ اس غائب نے میرے پاس اسکو ودیعت رکھا ہی از روے استحسان کے کذا فی البزازیہ **وفي شرح الوهبانية للشرنبلالي لو اتفقا على الملك لزيد كل يدعي اجارة منه ولم يكن الثاني خصما للاول على الصحيح** اور شرنبلالی کی شرح وہبانیہ میں ہی کہ اگر دو شخص متفق ہوئے زید کی ملک پر اور ہر شخص اس سے اجارہ لینے کا مدعی ہی تو مدعی ثانی مدعی اول کا خصم نہوگا بقول صحیح ص مالک کے آخنک سواسطے خصم نہوگا کہ دعوی اجارہ بمنزلہ دعوی استعارہ کے کیونکہ ہر واحد ملک عین کا مدعی نہیں اور یہی علت ہی مسئلہ لاحقہ کی کما لا یخفی **واشترى او استعار لا** اور نہ مدعی ثانی رہن اور شراکے مدعی کا خصم ہوگا **لما المشتري فخصم الكل** اور مشتری تو سب کا خصم ہی یعنی جو خرید کا دعوی کرتا ہی وہ گواہ لانے کے بعد مستاجر اور مدعی رہن اور مدعی خرید کا خصم ہوگا کذا فی الطحطاوی **فروع** مسائل ملحقہ شتاج کے **قال المدعى عليه لي دفع يحال الى المجلس الثاني صغرى** اور مدعی علیہ نے کہا کہ میرے پاس دعوی مدعی کے دفع کرنے کی وجہ ہی تو اسکو قاضی کے جلوس ثانی تک فرصت دیجاے کذا فی الصغری **لمدعي تحليف مدعي الابراء على البتات** مدعی کو قسم لینا مدعی ابراء سے یقین پر جائز ہی کذا فی الدرر یعنے اگر مدعی کے گواہ نہوں تو ذی الید سے یقین پر نہ علم پر قسم لینا جائز ہی اسواسطے کہ ابراء اگرچہ غیر کا فعل ہی لیکن اسکا تمام ہونا یعنے قبول ابراء اس سے متعلق ہی اور ذخیرہ میں ہی کہ ذی الید پر قسم نہیں اسواسطے کہ وہ ابراء کا مدعی ہی اور حالانکہ مدعی پر قسم نہیں

انتہے تو یہ کلام وقوع خلاف پر محمول ہر کذا فی الطحطاوی ولہ تحلیف المدعی علی العلم وتسلیمہ فی البزازیۃ اور اسکو لینے مدعا علیہ کو اختیار ہر کہ مدعی سے علم پر قسم لے اور پورا بیان اسکا بزازیہ مین ہر صم جبکہ مدعا علیہ ذی الید نے دعوی مدعی کا باظہار ایداع وغیرہ کے دفع کیا اور اثبات سے عاجز ہو گیا اور مدعی نے دفع مین اسکی تصدیق نہ کی اور ذی الید نے مدعی سے قسم چاہی تو مدعی علم پر قسم کھائے اسطرح کہ واللہ مین نہین جانتا کہ شخص غائب نے ذی الید کے پاس ودیعت رکھی ہی اسواسطے کہ ایداع غیر کا فعل ہوا اور مدعی سے متعلق نہین کذا فی البحر وکل منقل امتہ فیہ رھنت انہ اعتقھا قبل الرفع لا للحق ما لم یحضر المولی ابن عبد مولی نے کسیکو اپنی لونڈی کے تعین لیجانے کا وکیل کیا سو لونڈی گواہ لائی اسپر کہ مولے نے اسکو آزاد کر دیا تو دعوے بقا کے واسطے دفع مقبول ہو گا نہ آزاد ہو جانے پر جبتک مولے نہ آوے کذا ذکرہ ابن ملک

باب دعوی الرجلین

یہ باب ہی دو مردوں کے دعوی کرنے مین یعنے تیسرے شخص پر دعوی کرین یا ایک شخص دوسرے پر دعوی کرے تقدم حجۃ خارج فی ملک مطلق او لم یذکر لہ سببا یحکم علی حجۃ ذی الید مقدم ہو گی شخص خارج کی حجت ملک مطلق مین ذی الید کی حجت پر ملک مطلق وہ ہی جسمین سبب ملک کا مذکور نہو چنانچہ مذکور ہو یحکم لخارج وہ شخص ہی جو ذی الید اور قابض نہو اور وجہ تقدیم یہ ہی کہ خارج ہی تو مدعی ہی اور حدیث مین یہ بیان مقبول نہین مگر مدعی کا برہان دان وقت احدھا فقط حجت خارج مقدم ہی اگرچہ دونون مین سے ایک ہی شخص وقت ملک بیان کرے صم یعنے خواہ دونون تاریخ ملک بیان کرین یا دونون ایک ہی تاریخ کو ذکر کرین یا فقط ایک ہی شخص تاریخ ذکر کرے بہرصورت حجت خارج مقدم ہی اور اگر دونون تاریخ کو بیان کرین اور ایک کی تاریخ سابق ہو تو اب اسیکی حجت مقدم ہو گی کذا فی الحلبی وقال ابو یوسف ذو الوقت احق اور ابو یوسف نے کہا کہ صاحب وقت یعنے جسنے تاریخ اور وقت ملک بیان کیا وہ احق ہی تقدیم حجت مین وثمرتہ فیما لو قال فی دعواہ ھذا العبد لی غائب عنی منذ شہر وقال ذو الید لی منذ سنۃ فقضی للمدعی لان ما ذکرہ تاریخ غیر کاذب فلم یوجد المتاریخ من الطرفین فقضی ببینۃ الخارج اور ثمرہ خلاف امام اور ابو یوسف اس صورت مین ہی کہ خارج نے کہا کہ یہ غلام میرا ہی میرے پاس سے غائب ہو گیا مہینہ بھر سے اور ذی الید نے کہا کہ میرا غلام ہی سال بھر سے تو مدعی خارج کے واسطے حکم ہو گا اسواسطے کہ جو تاریخ خارج نے ذکر کی وہ اسکے غائب ہونے کی تاریخ ہی نہ ملک ہونے کی تو طرفین سے تاریخ ملک کی نہ پائی گئی بلکہ ذی الید کی طرف سے تاریخ پائی گئی اور امام کے نزدیک تاریخ حالت انفراد کی معتبر نہین تو اسی واسطے حجت خارج حکم ہو گا وقال ابو یوسف یقضی للموخر لانہ حالۃ الانفراد اور ابو یوسف نے کہا کہ تاریخ بیان کرنے والے کے واسطے حکم ہو گا اگرچہ ذکر تاریخ بحالت انفراد ہو صم منح الغفار مین جامع الفتاوے سے یون منقول ہی کہ ابو یوسف کے نزدیک موخر کے واسطے حکم ہو گا اسواسطے کہ اسکے نزدیک حالت انفراد مین موخر کی ترجیح ہی اتنے تو شراح کو مناسب تھا کہ لفظ لو ساقط کرتا اسواسطے کہ کلام تو حالت انفراد مین ہی اور شراح کے کلام سے نکلتا ہی کہ قضا موخر کے واسطے ہی خواہ دونون سے تاریخ صادر ہوا یا ایک سے اور حالانکہ درصورت صدور تاریخ طرفین قضا للموخر کے کچھ معنے نہین اسواسطے کہ تاریخ تو دونون سے ثابت ہی بلکہ بیان قضا للسابق ہو گی کذا فی الطحطاوی وینبغی ان یقضی بقولہ لانہ ادفق واظہر وکذا فی جامع الفصولین واقرہ المصنف اور لائق یون ہی کہ بقول ابو یوسف کے حکم کیا جاے اسواسطے کہ وہ قول بقواعد فقہ موافق تر اور ظاہر تر ہی چنانچہ جامع الفصولین مین ہی اور ثابت رکھا ہی اسکو مصنف نے اپنی شرح مین صم منح الغفار مین بجاے یقضی یفتی ہی وہو الاظہر ولو برھن خارجان علی قضی قضی بہ لھما اور گواہ لاوین وہ شخص خارج ایک چیز پر جو تیسرے شخص کے قبض مین ہی تو دونون کے واسطے اس چیز کا حکم ہو گا صم دلیل اسکی وہ حدیث ہی جو سنن ابو داؤد مین ابو موسی اشعری سے روایت ہی کہ دو شخصون نے ایک اونٹ کا دعوی کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقت مین اور ہر شخص دو دو گواہ لایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس اونٹ کو دونون مین نصفا نصف بانٹ دیا اور دوسری دلیل یہ ہی کہ بینات حجج شرعیہ سے ہین تو حتی الامکان امکم عمل واجب ہی اور بیان عمل ممکن ہی اسواسطے کہ تبدل ایدی شی واحد پر اوقات مختلفہ مین ہوا کرتا ہی

نو گواہی دینے کے واسطے ہر فریق اپنے اعتماد کرتا ہے جو اسکے سبب ملک کا مشاہدہ کیا کذا فی الزیلعی فان برھنا فی دعوی النکاح سقطا تعذر الجمع لو حیۃ پھر اگر دو شخص گواہ لائے نکاح کے دعوے میں تو دونوں کی حجت ساقط الاعتبار ہوگی بسبب تعذر ہونے جمع کے اگر عورت زندہ ہو ہم یعنے اگر عورت زندہ کے نکاح کا دو شخصوں نے ساتھی دعوی کیا اور ہر شخص گواہ لایا تو کسی کا دعوی ثابت نہوگا اسواسطے کہ محل قابل اشتراک کے نہیں میت یہ ہان کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر ایک مدعی گواہ لایا ایک عورت کے نکاح پر اور اسکے واسطے حکم ہوگیا بثبوت نکاح کا پھر دوسرا شخص اسکے نکاح پر گواہ لایا تو گواہ اسکے مقبول نہونگے چنانچہ خریداری کے دعوی میں برہان اول کے بعد برہان ثانی مقبول نہیں کذا فی الطحطاوی ولو میتۃ قضی بینھما وعلی کل نصف الملحرو یرثان میراث زوج ولھل ولو ولادۃ ثبتت النسبینھما وتمامہ فی الخلاصۃ اور اگر عورت میت ہو تو دونوں مدعیوں کے واسطے نکاح کا حکم ہوگا اور ہر شخص پر لفظ نصف مہر لازم آویگا اور دونوں شخص ایک زوج کی میراث کے وارث ہونگے اور اگر عورت جنی یعنے بعد اسکے مر گئی تو ولد کا نسب دونوں شخصوں سے ثابت ہوگا اور پورا بیان اسکا خلاصہ میں ہے ہم خلاصہ میں باقی بیان یوں ہے کہ ولد مذکور دونوں شخصوں سے میراث میں کامل کا وارث ہوگا اور دونوں ولد کے متروکہ سے اب واحد کی میراث پاوینگے کذا فی البحر وھو لمن صدقتہ اذ الملک فی ید من کذبتہ لم یکن خارجا من کذبتہ بھا اور عورت اسکی زوجہ ہے جس مدعی کی عورت نے تصدیق کی بشرطیکہ عورت اسکے پاس نہو جس مدعی کی اسنے تکذیب کی اور جسکی اسنے تکذیب کی اسکے پاس عورت کی وطی نہ کی ہو ہم خلاصہ یہ ہے کہ جب دو شخصوں نے ایک عورت میں تنازع کیا اور دونوں گواہ لائے تو اگر تاریخ بیان کی اور ایک کی تاریخ متقدم ہے تو وہ اولے ہے اور اگر تاریخ بیان نہ کی یا دونوں کی تاریخ برابر ہو تو اگر ایک کا قبض ثابت ہے چنانچہ وطی یا اپنے مکان کا رکھنا تو وہی شخص اولے ہے اور اگر یہ کچھ نہو تو عورت کی تصدیق کا اعتبار ہے والاصل ان البینۃ تترجح بسبق التاریخ ہے پھر قبضہ پھر وطی پھر اقرار یہ صاحب تاریخ مقدم ہے ظہیریہ میں ہے کہ اگر ایک کی وطی پائی گئی اور عورت دوسرے کے گھر میں ہے تو صاحب خانہ اولی ہے کذا فی الطحطاوی ھذا اذا لم یرو رخانا فالسابق احق بھا اور یہ یعنے اعتبار تصدیق عورت اسوقت ہے جبکہ دونوں نے تاریخ بیان نہ کی ہو اگر تاریخ بیان کی تو صاحب تاریخ سابق اس عورت کا احق ہے یعنے سبقت تاریخ کے ساتھ قبض اور دخول کا بھی اعتبار نہیں اسواسطے کہ صریح دلالت پر فائق ہے قلوا رخ احدھما فھی لمن صدقتہ اولای الیدین اذا قلت وعلیہ امام عرعلی الثانی ینبغی اعتبار تاریخ احدھما دلم ار من نص علیہ فتامل سو اگر ایک مدعی نے تاریخ بیان کی تو عورت اسکی زوجہ ہے جسکی اسنے تصدیق کی یا ذی الید کی کذا فی البزازیہ میں کہتا ہوں اور یہ موجب اس قول کے جو ابو یوسف سے منقول ہو چکا ایک شخص کی تاریخ کا اعتبار نہ کرنا لائق ہے اور یہ یعنے نہیں دیکھا اسکو جسنے اسپر آگاہ کر دیا ہو تو غور کر اسپر ہم طحطاوی نے کہا صاحب بحر الرائق نے اسپر مرنجا گاہ کر دیا ہے کہ ایک شخص کی بھی تاریخ موجبات رجحان سے ہے وان قرت لم یحجتہ لہ فھی لہ وان برھن الاخر قضی لہ اور اگر عورت نے اقرار کیا اس مدعی کے واسطے جسکے پاس گواہ نہیں تو وہ اسی مدعی کی زوجہ ہے اور اگر دوسرا مدعی برہان لایا یعنے جبکہ اول مدعی کے واسطے بموجب اقرار عورت کے حکم ہو گیا اسکے بعد دوسرا مدعی گواہ لایا تو صاحب برہان کے واسطے حکم ہوگا اسواسطے کہ برہان قوی تر ہے صادق سے کذا فی المنح ولو برھن احدھما وقضی لہ ثم برھن الاخر لم یقض لہ لانہ اذا ثبت سبقۃ کان البرھان مع التاریخ اقوی منہ بدونہ اور اگر گواہ لایا ایک مدعی اور اسکے واسطے حکم ہو گیا پھر دوسرا مدعی گواہ لایا تو اسکے واسطے حکم نہوگا مگر اس صورت میں جبکہ مدعی ثانی کی سبقت تاریخ ثابت ہو اسواسطے کہ برہان مع التاریخ قوی تر ہے اس برہان سے کہ بدون تاریخ کے ہو ہم ہر چند بیان دونوں دعووں میں تاریخ ثابت ہے اسواسطے کہ سبقت نہیں ہو سکتی بدون تاریخ کے لیکن جبکہ مدعی ثانی کی تاریخ سابق ہو وے مدعی اول کی تاریخ سے تو گویا اسنے اصلا تاریخ مذکور نہ کی رامع التاریخ سے تاریخ سابق مراد ہے کذا فی الطحطاوی کما لم یقض ببرھان خارج علی ذی ید ظھر لکاحہ اذا اثبت سبقۃ ای ان نکاحہ اسبق جیسے حکم نہوگا شخص خارج کی برہان سے اس ذی ولید کی برہان پر جسکا نکاح ظاہر ہو چکا مگر اس صورت میں برہان خارج سے حکم ہوگا جبکہ خارج کی سبقت ثابت ہو یعنے یہ ثابت ہو کہ خارج کا نکاح سابق تر ہے ذی الید کے نکاح سے وان ذکر سبب الملک بان برھنا علی شراء شیء من ذی الید فلکل نصفہ بنصف الثمن ان شاء او ترکہ اذا خیر لتفریق الصفقۃ علیہ

اور اگر دونوں مدعیوں نے سبب ملک کا نہ کور کیا اسطرح پر کہ دونوں گواہ لائے ایک چیز کی خرید پر ذی الید سے تو ہر مدعی کے واسطے نصف نصف شئی کا حکم ہوگا بعوض نصف نصف ثمن کے اگر مدعی چاہے یا اسکو چھوڑ دے مدعی کو اسواسطے اختیار دیا گیا یعنے نہ یعنے میں کہ اسپر صفقہ متفرق ہوگیا یعنے پوری چیز اسکے واسطے باقی نہ رہی اور شاید اسکی رغبت پوری چیز پر ہو نہ ادھوری پس دوان ترک احدھما بعد ما قضی لھما لم یاخذ الا احد کلہ او ترکہ بالقضاء فلو قبلہ فلہ اور اگر ایک مدعی نے نصف یعنے کو چھوڑا دونوں کے واسطے حکم ہوجانے کے بعد تو دوسرا مدعی اسکو پورا نہیں لے سکتا بسبب فسخ ہوجانے بیع کے نصف باقی میں قاضی کے حکم سے سو اگر قبل حکم کے ایک مدعی ترک کرے اور دوسرا پورا لے تو اسکو جائز ہے دھو لای ما ادعیٰ شیاو لا للسابق تاریخا ان ارخ فیذر الیہ ما قبضہ الاخر الیہ مس اح اور وہ لیوے جسکی خرید کا دونوں نے دعوے کیا اس مدعی کی ہے جسکی تاریخ سابق ہے اگر دونوں نے تاریخ خرید بیان کی تو بائع پھیر دے جو ثمن اسنے دوسرے کیا کذا فی السراج ص سبقت تاریخ کا اسوقت اعتبار ہے جبکہ بائع ایک ہو اور اگر دونوں کے بائع مختلف ہوں تو سبق کے واسطے کچھ ترجیح نہیں اور نہ فقط سورخ کے واسطے کذا فی الطحطاوی وھو للذی یدان لم یورخا او ارخ احدھما او استوی تاریخھما اور وہ یعنے متنازع فیہ ذی الید کی ہے اگر دونوں مدعیوں نے تاریخ خرید کی بیان نہ کی یا ایک نے فقط تاریخ مذکور کی یا دونوں کی تاریخ برابر ہے وھو للذی دفعت ان دفعت احدھما فقط والحال انہ لا ید لھما وان لم یوقتا فقد مر ان لکل نصفہ بنصف اور وہ چیز وقت بیان کرنے والے کی ہے اگر دونوں میں سے ایک نے توقیت کی اور حالانکہ دونوں کا اسپر قبضہ نہیں اور اگر دونوں نے وقت نہ کیا تو اسکا حکم مذکور ہوچکا کہ ہر مدعی نصف نصف پاویگا نصف نصف ثمن دیکر والشراء احق من مرھیۃ وصدقۃ وارھن ولو مع قبض اور دعوی خرید احق ہے ہبہ اور صدقہ اور رہن کے دعوے سے اگرچہ رہن قبض کے ساتھ ہو ھم وجہ ترجیح خرید یہ ہے کہ معاوضہ ہے بخلاف ہبہ وصدقہ اور مراد ہبہ بلا عوض ہے اسواسطے کہ ہبہ بعوض درحکم بیع ہے اور رہن پر خریدا اسواسطے مقدم ہے کہ خرید مفید ملک بعوض فی الحال ہے بخلاف رہن وھذا ان لم یورخا فلو ارخا واخذ الملک فالاسبق احق لقوتہ اور یہ یعنے تقدیم خرید ہبہ اور صدقہ پر اسوقت ہے جبکہ دونوں مدعیوں نے تاریخ مذکورہ کی ہو سو اگر تاریخ بیان کریں اور مالک کردینے والا ایک ہی شخص ہو تو صاحب تاریخ سابق احق ہے اپنے قوی ہونے کے سبب سے ولو ارخت احدھما فقط فالمورخۃ اولے اور اگر خرید اور ہبہ اور صدقہ کے دعوے میں فقط ایک کی تاریخ مذکور ہوی تو تاریخ والی چیز مقدم ہے ولو اختلف المملک استویا اور اگر مالک کردینے والا مختلف ہو تو دونوں برابر ہیں یعنے اس صورت میں خرید ہبہ اور صدقہ پر مقدم نہیں وھذا فیما لا یقسم اتفاقا اور یہ یعنے برابر ہونا اس چیز میں جو قابل قسمت نہیں مانند چکی وغیرہ کے باتفاق روایات ہے واختلف التصحیح فیما یقسم کالدار والاصح ان الکل لمدعی الشراء کان الاستحقاق من قبیل الشیوع المقارن لا الطارئ ھبۃ الکل وتصحیح علما مختلف ہے اس چیز میں جو قابل قسمت ہے چنانچہ گھر اور صحیح تر قول یہ ہے کہ وہ چیز بالکل مدعی خرید کی ہے اسواسطے کہ استحقاق یعنے استحقاق نصف مدعی خرید کا من قبیل شیوع مقارن کے ہے نہ قبیل شیوع طاری کذا فی کتاب الہبۃ من الدرر یہ رد ہے عمادی پر کہ اسنے قابل قسمت اور غیر قابل قسمت کو یکساں قرار دیا ہے اور اس مسئلے میں شیوع طاری ٹھہرایا ہے جو مفسد ہبہ اور صدقہ نہیں کذا فی الطحطاوی والشراء والمھر سواء فینصف وترجح ھی بنصف القیم وھو بنصف الاقل او بفسخ لما مر اور خرید اور مہر برابر ہیں تو دونوں مدعیوں میں نصفا نصف ہوگا اور عورت مدعیہ نصف قیمت اس چیز کی پھیرے اور مدعی خرید نصف ثمن پھیرے یا بیع کو فسخ کرے بدلیل گذشتہ ھم یعنے جبکہ ایک مدعی نے دعوی کیا کہ میں نے اس غلام کو ذی الید سے خرید کیا اور عورت نے دعوی کیا کہ ذی الید نے مجھ سے ساتھ نکاح کیا اور یہ غلام میرے مہر میں مقرر کیا یا دونوں برابر ہیں اسواسطے کہ دونوں قوت میں یکساں ہیں کیونکہ ہر ایک یعنے خرید اور مہر معاوضہ مثبت ملک ہے مشتری کو فسخ بیع میں اختیار ہوا بسبب تفرق صفقہ کے کما مر ھذا اذا لم یورخا او ارخا واستوی تاریخھما فان سبق تاریخ احدھما کان احق بہ یعنے استوے خرید اور مہر اسوقت ہے جبکہ دونوں کی تاریخ مذکور نہ ہو یا تاریخ مذکور ہو اور دونوں کی تاریخ برابر ہو سو اگر ایک کی

تاریخ سابق ہو تو وہی احق ہو قید یا الشراء لان النکاح احق من ھبۃ و رھن و صدقۃ عمادیۃ والمراد من الکلام المھر کما حررہ ق البحر خلطا لطحطاوی مصنف نے خرید کی قید لگائی اسواسطے کہ نکاح احق ہی ہبہ اور رہن اور صدقہ سے کذا فی العمادیہ اور نکاح سے مراد اس مقام میں مہر ہی چنانچہ بحر الرائق میں اسکی تحریر کی ہی صاحب جامع الفصولین کی طرف غلط گوئی کی نسبت کرکے ہم صاحب جامع الفصولین نے کہا کہ نکاح اور ہبہ اور رہن اور صدقہ یہ سب عبارت غلط ہی صاحب جامع الفصولین کی یہ ہی کہ وہ یوں سمجھا کہ دو شخصوں نے ایک لونڈی میں تنازع کیا ایک کہتا ہی کہ میں اسکا مالک ہوں بطریق ہبہ کے اور دوسرا کہتا ہی کہ میں نے اس سے نکاح کیا اور حالانکہ یہ فقہا کی مراد نہیں بلکہ جہاں تقدیم نکاح کی ہبہ اور صدقہ پر بیان کی ہی وہاں نکاح سے مہر مراد ہی یعنے عقد چنانچہ لواحق کلام محیط اور عمادی اسپر دلالت کرتا ہی کذا فی الطحطاوی ثم یستوی النکاح والشراء لو تنازعا فی الاعتمر بجل واحد و لامرجح فتکون ملکا لہ منکوحۃ للاخر فتدبر برہان برابر ہی نکاح اور خرید اگر دو شخصوں نے تنازع کیا ایک مرد کی لونڈی میں اور کوئی مرجح مانند سبقت تاریخ کے نہیں تو لونڈی مدعی شراکی مملوکہ ہوگی اور دوسرے شخص کی منکوحہ سو غور کرے اسکو ھم وجہ استوا یہ ہی کہ خرید اور نکاح میں منافات نہیں یہ بحث ہی صاحب جامع الفصولین کی کذا فی البحر و رھن مع قبض احق من ھبۃ بلا عوض مع استحسانا اور رہن مع القبض احق ہی ہبہ بلا عوض مع القبض سے بطریق استحسان ھم وجہ استحسان یہ ہی کہ مقبوض بحکم رہن مضمون ہی اور مقبوض بحکم ہبہ مضمون نہیں حالانکہ عقد ضمان اولے ہی اور قیاس یہ ہی کہ ہبہ اولے ہی رہن سے اسواسطے کہ ہبہ مثبت ملک ہی بخلاف رہن ولہذا حکمی احق کالمتاخر بیع انتھاء والبیع ولو بوجہ اولی من الرھن اور اگر ہبہ بعوض ہو تو اولے ہی رہن سے اسواسطے کہ ہبہ بعوض آخر کار کو بیع ہی اور بیع اگرچہ کسی وجہ سے ہو قوی تر ہی رہن سے ولو العین بعضھما استویا مالم یؤ رخا او احدھما اسبق اور اگر شئ متنازع فیہ دونوں مدعیوں کے قبض میں ہو تو رہن اور ہبہ دونوں برابر ہیں تاوقتیکہ دونوں کی تاریخ مذکور نہ ہو اور ایک کی تاریخ سابق تر ہو یعنے درصورت ذکر تاریخ صاحب تاریخ اسبق اولی اور اقدم ہی وان برھن خارجان علی ملک مورخ او شراء مؤرخ من واحد غیر ذی ید او برھن خارج علی ملک مؤرخ و ذو ید علی ملک مورخ اقدم فالسابق اولی اور اگر گواہ لائے دو شخص خارج ملک مطلق موج پر یا خرید موزخ پر ایک ہی بائع سے جو ذی الید نہیں یا گواہ لایا خارج ملک مطلق موزخ پر اور ذی الید گواہ لایا اس ملک مطلق موزخ پر جو اقدم ہی تاریخ خارج سے تو سابق احق اور اولے ہی ھم بائع ہیں غیر ذی الید کی قید شارح نے اسواسطے لگائی کہ ذی الید سے خرید کرنا خارجین کا پہلے مذکور ہو چکا تو کچھ فائدہ نہ تھا تعمیم میں وان برھنا علی شراء متفقا تاریخا و مختلفا عینا و کل یدعی الشراء من رجل اخر او وقت احدھما فقط استویا ان تعذر البائع وان اتحد فی الوقت احق ثم لابد من ذکر المدعی و شھودہ و ما یفید ملک بائعہ ان لم یکن المبیع فی ید البائع ولو شھدوا بیدہ فقولان یزاد بہ اور اگر خارجین گواہ لائے اس خرید پر جسکی دونوں تاریخیں متفق ہیں یا مختلف ہیں کذا فی العینی اور ہر مدعی کا دعوے کرنا ہو دوسرے مردے یا فقط ایک ہی مدعی نے خرید کا وقت بیان کیا تو دونوں برابر ہیں اگر بائع متعذر ہیں اور اگر ایک ہی بائع ہی تو صاحب وقت احق اور اولی ہی پھر یہ ضرور ہی کہ مدعی اور اسکے گواہ وہ چیز ذکر کریں جو مفید ملک ہو اسکے بائع کی درصورتیکہ مبیع بائع کے ہاتھ میں نہو اور اگر گواہوں نے گواہی دی بائع کے قبض کی یعنے درصورتیکہ بالفعل بائع کا قبض نہیں قبض سابق کی گواہی دی بلا ذکر اسکی ملک کے تو اسمیں دو قول ہیں کذا فی البزازیہ ھم نہ بزازیہ میں ہی کہ گواہوں نے اگر گواہی دی خرید اور نقد بہا اور قبض کو ذکر کیا اور نہ تسلیم کو اور نہ ملک بائع کو اور نہ مشتری کی ملک کو تو دعوی اور شہادت مقبول نہیں اور اگر قبض بائع کی گواہی دی نہ اسکی ملک کی تو اسمیں فقہا مختلف ہیں کذا فی الطحطاوی فان برھن خارج علی الملک وذو الید علی الشراء صنعہ او برھنا علی سبب ملک لا یتکرر کالنتاج وما فی معناہ کنسج لا یعاد و غزل قطن و حلب لبن و جز صوف و نحوھا ولو عند بائعہ درر فذو الید احق من الخارج اجماعا سو اگر گواہ لایا خارج ملک پر اور ذی الید گواہ لایا خارج سے خرید کرنے پر یا خارج اور ذی الید گواہ لائے ایسے سبب ملک پر جو ایک ہی بار ہوتا ہی نہ مکرر چنانچہ نتاج یعنے پیدائش بچہ حیوان اور جو چیز کہ نتاج کے مانند غیر مکرر ہو چنانچہ نسج غیر معاد یعنے ثیاب

قطنیہ کی بناوٹ جو دوبارہ نہیں ہوتی اور روئی کا کاتنا اور دودھ کا دوھنا اور صوف کا تراشنا اور مانندان اسباب غیر مکرر کے اگرچہ اسباب مذکورہ اسکے بالغ کے پاس واقع ہوئے ہوں تو ذی الید احق ہی خارج سے بالاتفاق ص نتاج سے مراد یہ ہی کہ مدعی کی ملک مین نتاج ہوا ہو یا اسکے بالغ کی ملک مین یا اسکے مورث کی ملک مین جامع الفصولین مین ہی کہ خارج گواہ لایا کہ مثلاً یہ اونٹنی میری بالغ کے پاس جنی اور ذی الید بھی اسی طرح گواہ لایا تو ذی الید کے واسطے حکم ہوگا اسواسطے کہ ہر مدعی اپنے بالغ کی طرف سے مخاصم ہی تو گویا دونو بالغ حاضر ہوئے اور بواسطہ نتاج ملک کے مدعی ہوئے کذا فی الطحطاوی اذا ادعی الخارج علیہ فعلا کالغصب او ودیعۃ او اجارۃ ونحوھا فی روایۃ در راد کان سببا یتکرر کبناء وغرس ونسج خز ونزع ثمر ونحوہ او اشکل علی اھل الترجیح فھو للخارج لانہ الاصل وانما عدلنا عنہ بحدیث النتاج دعوی نتاج مین ذی الید احق ہی مگر جبکہ خارج ذی الید پر فعل کا مدعی ہو جیسا کہ غصب ذی الید کا یا ودیعت یا اجارہ کا اور مانند اسکے ذخیرہ کے روایت مین کذا فی الدرر یا ایسے سبب ملک کا دعوی ہو جو مکرر ہو سکتا ہی جیسا کہ عمارت بنانا اور درخت جمانا اور ریشم کی بناوٹ اور گیہون وغیرہ کا کھیت بونا یا سبب ملک کا مکرر معلوم ہونا مشکل ہو دانشمندون اور واقف کارون پر تو وہ خارج کے واسطے ہی نہ ذی الید کی اسواسطے کہ مدعی خارج میرے اصل ہی اور ہمنے جو بیان عدول کیا اصل متروک سے سو نتاج کی حدیث کے سبب سے ہم فی روایۃ اسواسطے کہا کہ عادیہ مین بعد نقل کلام ذخیرہ اسکے مخالف مبسوط سے نقل کیا کذا فی الدرر تکرر عمارت کی یہ صورت ہی کہ ذی الید نے دعوی کیا کہ یہ میری اینٹ ہی جسے اس سے دیوار بنائی اور خارج نے بھی اسی طرح دعوی کیا تو دعوی خارج مقدم ہی بسبب امکان تکرار اور گیہون کا بونا بھی مکرر ہو سکتا ہی اسواسطے کہ انسان گاہے اسکو ایک زمین مین بوتا ہی پھر اسکو چلنی سے چھان لیتا ہی اور دوسرے کھیت مین بوتا ہی تو اگر خارج اور ذی الید نے دعوی کیا کہ یہ گیہون مین نے بوئے ہین اور دونون گواہ لائے تو خارج مقدم ہی اور حدیث نتاج جابر بن عبداللہ سے مروی ہی کہ ایک مرد نے ایک اونٹنی کا دعوی کیا ایک شخص کے قبضہ مین اور گواہ لایا کہ یہ اونٹنی اسکی ہی اسکے پاس جنی ہی اور قابض گواہ لایا کہ قابض کی ہی اور قابض کے پاس جنی ہی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ اونٹنی ذی الید کو دلا دی اور یہ حدیث مشہور ہی لہذا مسئلہ نتاج مخصوص ہوا چنانچہ محیط مین ہی ہکذا فی الطحطاوی وان برھن کل من الخارجین او ذی الید والخارج ذو الید عینی علی الشراء من الآخر بلا وقت سقطا وتزاد المال المدعی بہ فی ید من ھو اور اگر ہر شخص گواہ لاوے دو شخصون مین سے خواہ دونون شخص خارج ہون یا ذی الید یا ایک خارج ہو اور دوسرا ذی الید کذا فی العینی خرید کرنے پر دوسرے مدعی سے بلا ذکر وقت خرید تو دونون برہان ساقط الاعتبار ہونگے اور جس مال کا دعوی ہو وہ اسکے قبضے مین چھوڑا جاویگا جیسے پاس وھو ھم وقت کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر دونون مدعی وقت کو ذکر کرینگے تو صاحب وقت اخیر کے واسطے حکم ہوگا کذا فی خزانۃ الاکمل وقال محمد یقضی للخارج قلنا الا مدام علی الشراء اخذا من قولہ اور کہا محمد نے کہ درصورت مذکورہ خارج کے واسطے حکم ہوگا ہم جواب مین کہتے ہین شیخین کی طرف سے کہ خرید پر پیش قدمی کرنا اقرار ہی اسکی طرف سے دوسرے کی ملک کا ص تو گویا ہر شخص کے گواہ دوسرے شخص کے اقرار پر قائم ہوئے اور اسمین بالاجماع تساقط ہی لہذا بعد ترجیح دلو انتفا فیقضا بہا ترازا فاذا اور اگر فریقین کے گواہ خرید کے ساتھ قبض بھی ثابت کرینگے تو باتفاق شیخین اور محمد کے ساقط الاعتبار ہونگے وکذا یرجح بزیادۃ عدد الشھود فان الترجیح عندنا بقوۃ الدلیل کما بکثرتہ اور ترجیح نہین دیجاتی عدد شہود کی زیادتی سے اسواسطے کہ ہم حنفیہ کے نزدیک ترجیح ہوتی ہی دلیل کی قوت سے نہ اسکی کثرت سے ص قوت دلیل کی یہ صورت ہی کہ ایک دلیل متواترہ ہو اور دوسری از قسم احاد یا ایک دلیل مفسر اور دوسری مجمل تو مفسر کی ترجیح ہوگی مجمل پر اور متواتر کی احاد پر بواسطہ قوی ہونے مفسر کے مجمل سے اور متواتر کی احاد سے اور چونکہ کثرت دلیل کی موجبات ترجیح سے نہین لہذا ایک آیت کی ترجیح دوسری آیت سے نہین ہوتی اور نہ ایک حدیث کی دوسری حدیث سے اور نہ ایک قیاس کی دوسرے قیاس سے کذا فی الطحطاوی ثم فرع علی ھذا لو حصل بقولہ فلو اقام احد المدعیین شاھدین والآخر اربعۃ فھما سواء فی ذلک پھر مصنف نے اس قاعدہ

مذکورہ پر تفریع کی اپنے اس قول سے سو اگر ایک مدعی نے دو گواہ قائم کیے اور دوسرے مدعی نے چار گواہ قائم کیے تو دونوں برابر ہیں یمین لینے اقامت شہادت ماخوذہ مین اسواسطے کہ کثرت دلیل موجب ترجیح نہین وکذا لا ترجح بزیادۃ العدالۃ کمان المعتبر اصل العدالۃ ولا حد للاعدلیۃ اور اسی طرح ترجیح نہین عدالت کے زیادہ ہونے سے اسواسطے کہ شہادت مین اصل عدالت معتبر ہی اور زیادہ تر عادل ہونے کی کچھ حد نہین ہم لیئے اگر ایک مدعی کے گواہ عادل ہون اور دوسرے مدعی کے گواہ اعدل ہون تو ترجیح واقع ہوگی زیادت عدالت سے بسبب اس احتمال کے کہ شاید کوئی شخص اسکے بھی زیادہ تر عدالت رکھتا ہو تو حکم مستقر ہوسکے کا ایک حال پر کذا فی الطحطاوی دار فی یدا حد ادعی رجل نصفہا واحد کلہا ویدہما فللاول بعہما والباقی للاخر بطریق المنازعۃ ذھوان النصف سالم لمدعی الکل بلا منازعۃ ثم استوت منازعتہما فی النصف الاخر فینصف ایک گھر ہی ایک شخص کے قبض مین سو ایک مرد نے اسکے نصف کا دعوی کیا اور دوسرے مرد نے تمام گھر کا اور دونوں مدعی خارج گواہ لائے تو اول مدعی کا چہارم گھر ثابت ہوگا اور باقی گھر لیئے تین چوتھائی دوسرے مدعی کی ہی بطریق منازعت کے اور منازعت کا طریقہ یہ ہی کہ نصف دار مدعی کل کے واسطے سالم ہی بلا منازعت اسواسطے کہ مدعی اول نصف کا دعوی کرتا ہی تو نصف باقی مدعی کل کا ہوچکا اسکے اقرار سے پھر دونون کی منازعت دوسرے نصف مین برابر قائم رہی تو وہ نصف دونون مین نصفا نصف ہوگا یعنے تو ایک ربع مدعی اول کا ہوا اور تین ربع مدعی ثانی کے فالثلث لہ والباقی للمثانی بطریق العول لان المسئلۃ کلا نصفا فالمسئلۃ من اثنین تعول الی ثلثۃ اور صاحبین نے کہا کہ تہائی گھر اول مدعی کا ہوا اور باقی دو تہائیان مدعی ثانی کی ہین بطریق عول کے اسواسطے کہ مسئلہ مذکورہ مین کل اور نصف مجتمع ہوئے تو مسئلہ دو سے ہوگا یعنے اسواسطے کہ نصف کا مخرج دو ہین اور دو عول کرتے ہین تین کی طرف لیئے تو مدعی کل کے دو سہم ہوئے اور مدعی نصف کا ایک سہم باعتبار قسمت اثلاث ہم عول یہ کہ مخرج مین سہام کی گنجائش نہو بسبب کثرت کے تو ہر ہم کو کر ڈالا جاملہ چنانچہ اسکا مشرح بیان کتاب الفرائض مین آویگا واعلم ان انواع القسمۃ اربعۃ تقسیم بطریق العول اجماعا وھی تملیۃ میراث ودیون ووصیۃ ومحاباۃ ودراھم مرسلۃ وسعایۃ وجنایۃ رقیق اور معلوم کر کہ اقسام قسمت کی چار ہین ایک قسم وہ ہر جسمین بطریق عول قسمت ہوتی ہی باتفاق ائمہ اور صاحبین کے اور اسکی آٹھ صورتین ہین قسمت میراث اور دیون اور وصیت اور محابات اور دراہم مرسلہ اور سعایت اور جنایت رقیق میراث کی یہ صورت ہی کہ جب فرائض کے سہام اتنے جمع ہون کہ متروکہ مین اُنکے پورے ہونے کی گنجائش نہو تو بطریق عول کے تقسیم ہوگی مثلاً ایک عورت مرگئی اور ایک زوج اور ایک سگی بہن اور ایک مادری بہن چھوڑ گئی تو مسئلہ چھ سے ہی اور بطریق عول کے سات سے اور دیون کی صورت یہ ہی کہ دیون مختلفہ جمع ہوگئے کہ متروکہ سے ادا نہین ہوسکتے تو ارباب دیون مین بطریق عول کے متروکہ تقسیم ہوگا مثلاً ایک شخص کی میت پر سو درم ہین اور دوسرے کے پچاس درم اور کل متروکہ سو درم ہی اور وصیت کی یہ صورت ہی کہ میت کے ایک شخص کے واسطے ثلث مال کی وصیت کی اور دوسرے کے واسطے ربع مال کی اور تیسرے کے واسطے سدس مال کی اور وارثون نے یہ وصیت جائز نہ رکھی تا اینکہ مرجع وصیت ثلث متروکہ ٹھہرا تو تینون شخصون پر ثلث مال بطریق عول تقسیم ہوگا اور محاباۃ یعنے محابات کی وصیت کی یہ صورت ہی کہ میت نے وصیت کی کہ جس غلام کی تین ہزار قیمت ہی وہ اس مرد کے ہاتھ ہزار درم کو بیچا جاوے اور جس غلام کی قیمت دو ہزار درم ہی وہ دوسرے مرد کے ہاتھ ایک ہزار درم کو بیچا جاوے سو دونون شخصون کے واسطے تین ہزار کی محابات ہوئی تو ثلث مال دونون مین بطریق عول کے تقسیم ہوگا اور دراہم مرسلہ کی قیمت کی یہ صورت ہی کہ مثلاً ایک مرد کے واسطے ہزار کی وصیت کی اور دوسرے کے واسطے دو ہزار کی تو دونون کے فیمابین ثلث بطریق عول کے ہوگا اور سعایت کی یہ صورت ہی کہ یہ وصیت کی کہ یہ غلام نصف آزاد کیا جاوے اور دوسرا غلام سب آزاد کیا جاوے اور ثلث متروکہ اسپر وصیت کو کفایت نہین کرتا تو ثلث مال دونون کے مابین بطریق عول کے قسمت ہوگا اور ہر غلام سے بقدر اسکے حصے کے سعایت ساقط ہوجائیگی اور جنایت رقیق شارح نے اسمین دو صورتین داخل کردین ایک صورت جنایت کی عبد رقیق غیر مدبر کی دوسری صورت جنایت عبد رقیق مدبر کی پہلی صورت یہ ہی کہ ایک غلام نے ایک مرد کی آنکھ پھوڑ ڈالی اور دوسرے کو بطریق خطا کے مار ڈالا سو دونون جنایتون مین غلام دے ڈالا گیا تو عبد جانی کی دو تہائی مین

اسلئے کہ تین سہم زوج کے ہین اور تین سگی بہن کے اور ایک سہام اخیافی بہن کے ہین مجموع سات ہین عائت

تقسیم بطریق عول کا مال اور پانچ ہونے کی صورت مین جائز نہین ۱۲

بطریق عول کے تقسیم ہوگی تو دو ثلث مقتول کے وارث کے اور ایک ثلث دوسرے شخص کا اور دوسری صورت یہ ہے کہ غلام سوم نے جنایت کی غلام غیر کے یا ماتھ اور قیمت اسکی اولیائے جنایت کو دی گئی تو دونوں میں قیمت بطریق عول کے قسمت ہوگی کذا فی الطحطاوی وبطریق المنازعۃ اجماعا وھو یسمی المفضلیہ اور دوسری قسم قسمت کی بطریق منازعت کے ہے باجماع امام اور صاحبین کے اور وہ دو مفضلیوں کا مسئلہ ہے صورت مسئلہ مفضلیوں میں یہ ہے کہ ایک مفضلی نے ایک مرد کے ہاتھ غلام پنجاہ درم کو اور دوسرے مفضلی نے نصف غلام مذکور کو بیچا دوسرے مرد کے ہاتھ پانسو درم کے عوض اور مرد نے دونوں مبیعوں کو جائز رکھا تو دونوں مشتریوں کو اختیار ہے اگر لینا اختیار کریں تو تین ربع مشتری کل لے اور ایک ربع مشتری نصف بالاتفاق کذا فی الطحطاوی وبطریق المنازعۃ عندہ والعول عندھما وھو ثلث مسائل مسئلۃ الکتاب فی اذا اوصی لکل مالہ او بعبدہ بعینہ والآخر بنصف ذلک اور تیسری قسم قسمت کی بطریق منازعت کے ہے امام کے نزدیک اور بطریق عول کے صاحبین کے نزدیک اور اسکے تین مسئلے ہیں چنانچہ ایک مسئلہ اس کتاب کا ہے یعنے مسئلہ دار جو تین میں مذکور ہو چکا اور جبکہ ایک شخص نے ایک مرد کے واسطے اپنے تمام مال کی وصیت کی یا ایک غلام معین کی وصیت کی اور دوسرے مرد کے واسطے نصف مال یا نصف عبد معین کی وصیت کی ہم کل اور نصف مال کی وصیت یہ دوسرا مسئلہ ہے اور کل اور نصف غلام کی وصیت یہ دوسرا مسئلہ ہے بجز ابراق ہیں ہے کہ کل اور نصف مال کی وصیت میں اگر ورثہ نے وصیت جائز رکھی تو تین ربع مال صاحب کل کو ملے گا اور ایک ربع صاحب نصف کو امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک دو ثلث صاحب کل کو اور ایک ثلث صاحب نصف کو اور عبد معین کی وصیت میں اگر ثلث مال اسکو کفایت نکرے یا کفایت کرے اور ورثہ جائز رکھیں تو غلام کے تین ربع صاحب کل کو ملیں گے اور ایک ربع صاحب نصف کو امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک دو ثلث صاحب کل کے اور ایک ثلث صاحب نصف کا کذا فی الطحطاوی وبطریق العول عندہ والمنازعۃ عندھما وھو خمر کما بسطہ الزیلعی والعینی وتمامہ فی البحر اور چوتھی قسم قسمت کی بطریق عول کے ہے امام کے نزدیک اور بطریق منازعت کے صاحبین کے نزدیک اور اسکے پانچ مسئلے ہیں چنانچہ اسکو زیلعی اور عینی نے مشرح بیان کیا ہے اور ہم بیان اسکا بحر الرائق میں ہے پہلا مسئلہ یہ ہے کہ عبد ماذون مشترک ہے دو مالکوں میں ایک مولے نے اسکو سو درم دلالے یعنے کوئی چیز اسکے ہاتھ سو درم کو بطریق نسیہ بیچی اور ایک اجنبی شخص نے اسکو درم بطریق دین کے دیے پھر عبد ماذون بیچا گیا سو درم کو تو امام کے نزدیک ثمن عبد مالک دائن اور اجنبی میں بطور اثلاث مقسوم ہوگا دو ثلث اجنبی کے اور ایک ثلث مالک دائن کا باسواسطے کہ اوانت مولے اسکے شریک کے نصیب میں صحیح ہے خود اسکے نصیب میں دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ عبد ماذون کو ایک اجنبی نے سو درم دین دیے اور دوسرے اجنبی نے پچاس درم اور غلام بیچا گیا تو دونوں میں ثمن کی تقسیم اثلاث سے ہوگی اور صاحبین کے نزدیک ارباع ہوگی یعنے سو درم والے کو تین ربع اور پچاس والے کو ایک ربع تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ غلام نے ایک مرد کو ازراہ خطا قتل کیا اور دوسرے مرد کو عمداً قتل کیا اور مقتول عمداً کے دو وارث ہیں سو مولا وارث نے معاف کر دیا تو مالک عبد کو فرع عبد اور فدا رعبد میں اختیار ہے سو اگر مالک غلام کا فدیہ دے تو پندرہ ہزار فدیہ دے یا پنجہزار معاف کرنے والے کے شریک کو اور دس ہزار مقتول خطا کے وارث کو اور اگر مالک اس جنایت میں خود غلام کو دے تو دونوں شخصوں میں اثلاث تقسیم ہوگی امام کے نزدیک اور ارباع تقسیم ہوگی صاحبین کے نزدیک چوتھا مسئلہ یہ ہے کہ اگر غلام قاتل مدبر ہو مسئلہ مذکورہ میں اور مولا اسکی قیمت دے یا بجنوان مسئلہ یہ ہے کہ ام ولد نے اپنے مولے اور اجنبی کو عمداً قتل کیا اور ہر مقتول کے دو دو وارث ہیں سو ہر مقتول کے ایک ایک ولی نے علی التعاقب عفو کر دیا تو ام ولد اپنی قیمت کے تین ربع میں سعی کرے تو اجنبی کے وارث سکت کو چوتھائی قیمت کی ہے اور نصف قیمت دونوں میں تقسیم اثلاث بطریق عول کے ہوگی امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک تقسیم ارباع ہوگی بطریق منازعت کے کذا فی الطحطاوی عن البحر والاصل عندہ ان القسمۃ متی وجبت لحق ثابت فی عین او ذمۃ شائعا فعولیۃ او مميزا او احدھما شائعا فالاخر فی الکل فتنازعہ وقاعدہ کلیہ مسائل مذکورہ میں امام کے نزدیک یہ ہے کہ جب قسمت واجب ہوگی بواسطہ اس حق کے جو ثابت ہے کسی عین یا ذمہ میں بطور شیوع کے یعنے بلا امتیاز تو اس مسئلہ میں قسمت بطریق عول کے ہے یا حق ثابت ہے بطریق تمیز کے یا ایک کا حق بعض میں شائع ہے اور دوسرے کا کل میں

ل یعنی دو دائن فوت اشکاص میں سے ہر ایک کا حق ۲/۳ ہے

ل یعنی ۱/۳ ہے

تو وہان قسمت بطریق منازعت کے ہے ہم بہتیرون نے کہا کہ شارح یون کہتا فی نفسہ اوعین شائع اسواسطے کہ ذی ید مین تعین محقول نہین اور یون کہنا بہتر تھا شائع فی البعض دون الکل چنانچہ بحرالرائق مین مصرح ہے کذا فی الطحطاوی وعندھما متی ثبتا معًا علی الشیوع فعولیۃ ولا تہاترا فلیحفظ اور صاحبین کے حبکہ دو حق ساتھی بطریق شیوع کے ثابت ہون تو قسمت بطریق عول کے ہے اور نہین تو بطریق منازعت کے یعنے اگر دونون حق دو وقت مختلف مین یا علی وجہ التعیین ثابت ہون تو قسمت بطریق منازعت کے ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے کہ یہی دونون قاعدے موجب اتفاق اور اختلاف امام و صاحبین کے ہین مسائل مذکورہ مین فلو الدار فی ایدیھما فھو للثانی نصفہ لا یالقضاء ونصفہ بالاتر خارج اور اگر گھر دو شخصون کے قبضہ مین ہو لیعنے ایک شخص نصف کا مدعی ہو اور دوسرا کل کا تو وہ گھر مدعی ثانی کا ہے نصف بلا قضا اور نصف باقی بواسطہ قضا اسواسطے کہ وہ خارج ہے ہم مدعی ثانی کو نصف بلا قضا اسواسطے ملا کہ مدعی اول کا دعوی فقط نصف مین ہے تو مدعی ثانی کے واسطے نصف دار مسلم ہو چکا بلا منازعت تو اسکو نصف ملا بلا قضا اسواسطے کہ قاضی کا حکم نہین ہوتا بدون دعوے اور منازعت کے اور جو نصف کہ مدعی اول کے قبضہ مین ہے اسمین خارج اور ذی الید کے گواہ مجتمع ہوئے تو خارج لیعنے مدعی کل کے گواہون کی تقدیم ہوگی ذی الید لیعنے مدعی نصف کے گواہون پر کذا فی الطحطاوی ولو فی ید ثلثۃ وادعی احدھما کلھا والاخر نصفھا والاخر ثلثھا وبرھنوا قسمت عندہ بالمنازعۃ وعندھما بالعول وبیانہ فی الکافی اور اگر گھر تین شخصون کے قبضے مین ہو اور ایک شخص انمین سے کل دار کا دعوی کرتا ہو اور دوسرا نصف کا اور تیسرا ثلث کا اور تینون گواہ قائم کرین تو وہ گھر امام کے نزدیک بطریق منازعت کے قسمت ہوگا اور صاحبین کے نزدیک بطریق عول کے اور بیان اسکا کافی ہے ہم امام کے نزدیک قسمت اس مسئلے کی چوبیس سہم سے ہے پندرہ سہم مدعی کل کے اور چھ سہم مدعی ثانی کے اور نین سہم مدعی ثالث کے اور صاحبین کے نزدیک ایک سو اسی سہم سے قسمت ہے ایک سو ستر سہم مدعی اول کے اور مدعی ثانی کے بیاس سہم اور مدعی ثالث کے چھبیس سہم اور اسکا بیان شرح طحطاوی مین شرح مجمع سے منقول ہے خوف تطویل سے ہم نے اسکو ترک کر دیا ولو برھنا علی نتاج دابۃ فی یدیھما او احدھما او غیرھما او اقر خارج لمن وافق بیانہ شہادۃ الظاھر اور اگر دو مدعی گواہ لائے ایک جانور کے نتاج پر دونون کے قبضے مین یا ایک مدعی کے قبضے مین یا مدعیون کے سوا اور شخص کے قبضے مین اور دونون مدعیون نے نتاج یعنے جانور کی پیدائش کی تاریخ بیان کی تو اُس مدعی کے واسطے حکم ہوگا جسکی تاریخ اُس جانور کی عمر کے موافق ہوگی بواسطہ شہادت ظاہر حال ہم یعنے جسکی تاریخ جانور کی عمر کے موافق ہے اسکے صدق کی علامت ظاہر ہے اور دوسرے کے کذب کا نشان صریح ہے فلو لم یؤرخا قضی بھا للذی الید سو اگر دونون مدعیون نے تاریخ نتاج بیان نکی تو اُس جانور کا حکم ذی الید کے واسطے ہوگا ولھما ان فی ایدیھما او فی ید ثالث اور دونون مدعیون کے واسطے حکم ہوگا اگر جانور دونون کے پاس ہو یا تیسرے شخص کے پاس ہو وان لم یوافق قولھما بیان خالف اشکل فلھما ان کانت فی ایدیھما او کانا خارجین فان فی ید احدھما قضی بہ لہ ھو الاصح قلت وھذا اولی مما وقع فی الکنز والدرر والملتقی فتصور اگر تاریخ دونون مدعیون کے موافق نہو اسطرح پر کہ جانور کی عمر کے ساتھ مخالف ہو یا موافقت اور مخالفت کچھ معلوم نہوتی تو ہو تو وہ جانور دونون مدعیون کا ہے اگر انکے قبضے مین ہو یا دونون خارج ہون سو گو ایک مدعی کے قبضے مین ہو تو فقط ذی الید کے واسطے حکم ہوگا یہی قول اصح ہے مین کہتا ہون اور یہ لیعنے مصنف کی یہ تعبیر وان لم یوافقا سبب ہے اس تعبیر سے جو کنز اور درر اور ملتقی مین واقع ہے کہ کتب ثلثہ کی یون تعبیر ہے وان اشکل سو اسکو دیکھ لے ہم وجہ اولویت یہ ہے کہ مصنف کی تعبیر عام ہے مخالفت اور اشکال دونون کو شامل ہے بخلاف تعبیر کتب ثلثہ کہ اسمین فقط اشکال مذکور ہے نہ مخالفت برھن احد الخارجین علی الغصب من ید والاخر علی الودیعۃ منہ استویا کانہ بالجحد تصیر غصبا گواہ لایا ایک خارج اس غصب پر جو زید سے صادر ہوا اور دوسرا خارج گواہ لایا ودیعت پر جو زید کے پاس اسنے ودیعت رکھی تو دونون برابر مین یعنے اس چیز کا دونون مدعیون مین نصفا نصف کا حکم ہوگا اسواسطے کہ ودیعت انکار کرنے سے غصب ہو جاتی ہے ہم اس مسئلے مین مدعا علیہ غصب اور ودیعت کا زید ہے ودیعت انکار مدعا علیہ سے غصب اسواسطے ہو جاتی ہے کہ اسپر ضمان واجب

ہوتا ہو اور ضمان ساقط نہین ہوتا اگر منکر ودیعت ہونے کا اقرار کرے اور بیان مدعا علیہ منکر ودیعت ہو تو گویا دونون مدعیون نے زید پر غصب کا دعوے کیا لہذا دونون متساوی ہوے الناس احرار بلا بیان کذا فی اربع الشہادۃ والحدود والقصاص والقتل کذا فی نسخۃ المصنف وفی نسخۃ العقل اد عیان الاشباہ والمدیۃ لوگ آزاد ہین بدون بیان آزادی کے مگر جا پنجرون مین آزادی بلا اثبات معتبر نہین شہادت اور حدود اور قصاص اور قتل مین اسی طرح ہی مصنف کے نسخے مین اور دوسرے نسخہ متن مین بجاے قتل کے عقل ہو اور عبارت اشباہ والدیۃ مین ہم وجہ مریت مسلمین یہ ہی دار الاسلام دار الحریۃ ہی اور اسواسطے کہ لوگ آدم اور حوا علیہا السلام کی اولاد ہین اور وہ دونون حضرات آزاد تھے جب شہادت مین حریت اصل نہ ٹھہری تو قاضی ظاہر حریت پر کفایت نکرے بلکہ اگر خصم شاہدون پر رقیت کی طعن کرے تو قاضی اسکو دریافت کرے لوگون سے اور بلا طعن تفتیش نکرے اور جبکہ ایک شخص نے دوسرے کی قذف کی اور قاذف نے کہا کہ مقذوف غلام ہی تو اسپر حد قذف ماری نجاویگی جب تک مقذوف اپنی حریت صحیح سے ثابت نکرے اور اگر ایک شخص نے دوسرے کا ہاتھ کاٹ ڈالا اور قاطع نے کہا کہ مقطوع الید غلام ہی تو لا ثبات حریت قصاص کا حکم نہوگا اور جبکہ ایک شخص دوسرے آدمی کو از راہ خطا قتل کرے اور اہل محلہ کہین کہ مقتول غلام ہی تو اہل محلہ پر دیت کا حکم نہوگا تا وقتیکہ مقتول کی حریت شہادت سے ثابت نہو وبنسخ ثلثہ یعنے قتل و عقل اور دیت کا ایک ہی مطلب ہی اسواسطے کہ قتل سے خطا مراد ہی جو موجب دیت ہی کذا فی الطحطاوی لخصاتیعرف دحینئذ قولہ ادعی علی مجہول الحال احترازا عما لا ید علیہ فلا تقبل قال تاجر الاصل فالقول لہ لتمسکہ بالاصل اور اسوقت یعنے جبکہ حریت اصلی ٹھہری تو اگر شخص مجہول الحال پر جسکی حریت یا عدم حریت معلوم نہین یہ دعوی ہو اکہ وہ غلام ہی سو وہ منکر ہوا اور بولا کہ مین جر اصلی ہون تو اسکا قول قابل التصدیق کے ہی بسبب متمسک ہونے دس شخص کے اصل پر سے یعنے حریت سے واللابس للثوب احق من اخذ الکم اور کپڑے کا پہننے والا احق ہی آستین کے پکڑنے والے سے ہم بیان سے وہ مسائل شروع ہوئے جن مین واضع ید کی تصدیق بدون گواہون کے ثابت ہی بدایع مین کہا کہ جس موضع مین ایک مدعی کی ملک کا حکم ہوگا اسوجہ سے کہ متنازع فیہ اسکے قبض مین ہی تو اسپر قسم واجب ہوگی لیکن شرط طلب جانب ثانی پھر اگر اسنے قسم کھائی تو بری الذمہ ہوگیا اور اگر قسم سے انکار کیا تو وہ ہاریگا اور دوسرا شخص جیتے گا انتہی للابس ثوب اسواسطے احق بثوب ہوا کہ اسکا تصرف ظاہر تر ہی اخذ آستین سے کہ وہ مقتضی ملک ہی تو لابس ہی ذی الید ٹھہرا اور آخذ خارج اور ذی الید داخل ہی خارج سے اور اگر اخذ آستین گواہ قائم کریگا تو اب وہی احق ثابت ہوگا اور یہی علت جاری ہی مابعد کے مسائل مین کذا فی الطحطاوی والراکب احق من اخذ اللجام اور جانور کا سوار احق ہی لگام کے پکڑنے والے سے یعنے جانور پر ایک شخص سوار ہی اور دوسرا لگام پکڑے ہی اور دونون دعوے کرتے ہین کہ یہ جانور میرا ہی تو سوار احق ہی بسبب ظہریت تصرف دمن فی الشرح اولی من ردیفہ اور جو شخص زین پر بیٹھا ہی وہ احق ہی اس شخص سے جو اسکے پیچھے بیٹھا ہی یعنے اسواسطے کہ تمکن اسکا اس موضع مین تقدم کی دلیل ہی وذو حملہا ممر علق کونہ یحملہ اکثر تصرفا جسکا بوجھ جانور پر لدا ہی اس شخص سے جسنے اپنا کونہ اسپر لگا دیا ہی اسواسطے کہ اسکا تصرف یعنے لابس اور راکب اور بوجھ والے کا تصرف زیادہ تر ہی دوسرے کے تصرف سے ہم حمل بکسر حا وسکون میم اس بوجھ کو کہتے ہین جو بیٹھے یا سر پر لادا جاوے کذا فی المحوی والجالس علی البساط والمتعلق بہ سواء کجالسی دابۃ الکری سرج اور جو فرش پر بیٹھا ہی اور جو فرش کو پکڑے دونون تصرف مین برابر ہین مانند ان دو شخصون کے جو تخت پر بیٹھے ہین اور ایک زین پر سوار ہین ہم تو فرش جالس اور متعلق مین نصف نصف ہی اسواسطے کہ فرش پر بیٹھنا فرش کا قبض نہین بلکہ قبض اسوقت ہوتا جب فرش اسکے گھر مین ہوتا یا کہ وہ فرش اٹھا لیجاتا کذا فی الدرر کمن معہ ثوب فی طرفہ مع الآخر کذا ھر تتہ ای طرفہ الغیر متشبث بہ لانہا لیست بثوب جالس اور متعلق برابر ہین مانند ان شخصون کے کہ ایک کے پاس کپڑا ہی اور دوسرے کے پاس کپڑے کا دوسرا طرف ہی نہ وہ شخص برابر ہی جسکے ہاتھ مین کپڑے کا ہدیہ یعنے چھپر ہی ہم ہدیہ یعنے کپڑے کا طرہ بُنا اسواسطے کہ طرہ غیر منسوج کپڑا نہین ہی

بخلاف جالسی دارٍ تنازعا فیہا حیث لا یقضی لہما لاحتمال انہا فی ید غیرہما وہنا لعل انہ لیس فی ید غیرہما علیق بخلاف ان دو شخصون کے جو ایک گھر مین جالس ہین اور گھر مین جھگڑا کرتے ہین کہ یہان دونون کے واسطے گھر کا حکم نصفا نصف نہوگا کیونکہ جلوس دار ملک کی دلیل نہین اس احتمال سے کہ شاید وہ گھر ان دو شخصون کے سوا کسی اور کے قبضے مین ہو اور وہان یعنے مسئلہ جلوس فرش مین معلوم ہوچکا ہی کہ فرش دو شخص کے سوا اور کسی کے قبضے مین نہین ہی کذا فی العینی والحائط لمن جذوعہ علیہ او متصل بہ التصال تربیع بان تتلاحق اضلاع لبنات الآخر دلو من خشب فبان تکون الخشبۃ مرکبۃ فی الآخری لہ لانہ علی انہما بنیا معا والا سمی بلصاق لانہ حینئذ یبنی ہو بعد دیوار اس شخص کی ہی جسکی لکڑیان دیوار پر رکھی ہون یا کہ ایک دیوار متصل ہو دوسری دیوار سے بطریق التصال تربیع اسطرح پر کہ ایک دیوار کی آدھی اینٹین دوسری دیوار کی اینٹون مین داخل ہون اور اگر دیوار چوبی ہو تو التصال تربیع اسطرح ہوگا کہ ایک دیوار کی لکڑیان دوسری دیوار مین مرکب اور بچی ہون بسبب دلالت کرنے التصال تربیع کے اسپر کہ دونون دیوارین ساتھی بنی ہین اور اسی واسطے اسکا نام تربیع رکھا گیا کیونکہ اسوقت مین دیوار مربع بنائی جاتی ہی وہم التصال دو طرح ہی ایک التصال ملازقت وہ یہ ہی کہ ایک دیوار کا کنارہ دوسری دیوار کے کنارے سے ملا ہو یعنے دونون دیوارون کا جوڑ معلوم ہوتا ہو اور دوسرا التصال تربیع وہ یہ ہی کہ دیوار متنازع فیہ کی اینٹین آدھی آدھی دوسری دیوار غیر متنازع فیہ کی اینٹون مین متداخل ہون اور اگر لکڑی کی دیوار ہو تو ایک دیوار کی لکڑیان دوسری مین مرکب ہون کذا فی الدرر لطحطاوی نے کہا التصال تربیع کی حقیقت مین اختلاف ہوا اور قول ظاہر کرخی کا یہ قول ہی کہ التصال تربیع یہ کہ متنازع فیہ دیوار متصل ہو احد المدعیین کی دو دیوارون سے دونون طرف سے اور دونون دیوارین متصل ہون اسکی دیوار سے بمقابلہ دیوار متنازع فیہ تاکہ دیوار مربع ہوجائے تبہ کے مانند تو اسوقت مین کل تبے واحد کے حکم مین ہونگے انتہی لا لمن لہ التصال ملازقۃ او نقب داخل ادھو اعلی کقصب طبق یوضع علی الجذوع اسکی دیوار نہین جسکی دیوارین التصال ملازقت ہی یعنے لکاؤ ہی بلا ادخال لبنات یا چوبی دیوارین نقب اور ادخال ہی یعنے سوراخ کرکے لکڑی اسمین داخل کرنا یا اسکی دیوار نہین جسکے تبے ہین مانند بانس اور طبق کے جو کڑیون پر رکھی جاوین ہم ہر ادی جمع ہی ہودیہ کی کسر اول منح الثمار اور درر مین ہی کہ ہر ادی وہ لکڑیان ہین جو دھنیون پر رکھی جاوین اور اینٹ مٹی ڈالی جاوے انتہی اہل ہند اسکو بنگلا یا برگہ یا تختہ یا چھاپ بولتے ہین خلاصہ یہ ہی کہ دھنیان رکھنا دیوار پر دلیل ملک ہی نہ تبے رکھنا بل یکون بین الجارین لو تنازعا ولا یختص بہ صاحب الہرادی بل صاحب الجذوع الواحد احق صنہ خانیہ بلکہ تبے والی دیوار دونون ٹپروسیون مین مشترک ہی اگر دونون اسمین جھگڑا کرین اور وہ دیوار تبے والے کی مخصوص نہوگی بلکہ ایک دھنی کا دیوار پر رکھنے والا اسسے زیادہ ترحق دار ہی دیوار کا کذا فی الخانیہ ولو احدہما جذوع وللآخر التصال فللذی لہ التصال وللآخر حق الوضع وقیل للذی لہ الجذوع ملتقی وتمامہ فی المنح وغیرہ اور ایک شخص کی دھنیان ہون دیوار پر اور دوسرے شخص کی دیوار کے واسطے التصال ہو یعنے التصال تربیع تو وہ دیوار صاحب التصال کی ہی اور دوسرے شخص کو دھنی رکھ لینے کا حق ہی اور بعضون نے کہا کہ وہ دیوار دھنیون والے کی ہی کذا فی الملتقی اور پورا بیان اسکا عینی وغیرہ مین ہی وہم محیط مین ہی کہ دیوار کا قبضہ تین طرح پر ہی التصال تربیع التصال ملازقت ومجاورت اور وضع جذوع ومعاذات بنا تو سب سے احق صاحب تربیع ہی پھر اگر وہ نہو تو صاحب جذوع ہی پھر اگر وہ بھی نہو تو صاحب معاذات ہی کذا فی الطحطاوی واما حق المطالبۃ برفع جذوع وضعت تعدیا فلا یسقط بابراءہ ولا صلح وعفو وبیع واجارۃ انشاءہ من احکام السا قط لکن لو یلحظ اور جو دھنیان ظلم سے رکھی گئین انکے اٹھا لینے کا حق مطالبہ ساقط نہین ہوتا ابرا کردینے سے اور نہ صلح اور عفو اور بیع اور اجارہ سے کذا فی الاشباہ من احکام السا قط لا العود تو اتنکو یاد رکھنا چاہیے ہم یعنے اگر دھنیون کا مالک انکا رکھ ڈالنے کے مطالبہ سے ابرا کرے تو حق مطالبہ ساقط نہین ہوتا اسواسطے کہ ابرا اعیان مین نہین ہوتا بلکہ اس حق سے جو کسیکے ذمے پر ثابت ہی اور اگر دھنیان رکھنے والا یا جسکی دیوار پر دھنیان ہین وہ مکان کو بیچڈالے تو مشتری کو

مطالبہ رفع کا حق ثابت ہوا اور اگر صاحب دیوار دھیان رکھنے والے کے پاس وہ مکان اجارہ رکھے تو حق مذکور ساقط نہیں ہوتا کذا فی الطحطاوی عن ھدیۃ مفتی دار فیما بیوت کثیرۃ لکل منھا فی حق ساحتھا فھی بینھما نصفین کا طریان اور ایک کوٹھی اور دالان اور انجا اُس گھر کے جسمیں بیت کوٹھریاں اور دالان ہیں اُس شخص کے مانند ہے جسکی بیت کوٹھریاں اور دالان ہیں اُس گھر میں اُسکے صحن کے حق میں تو صحن گھر کا دونوں میں نصفا نصف ہے یعنے صاحب بیت اور صاحب بیوت صحن کے استعمال میں برابر ہیں چلنے پھرنے میں اور اسباب رکھنے میں اور لکڑیاں چننے میں وفی غیر ذلک چنانچہ صاحب بیت اور صاحب منزل اور صاحب دار اور صاحب بیت واحد اور صاحب بیوت کثیرہ مرور میں برابر ہیں بخلاف المغرب اذا تنازعا فیہ فانہ یقدم راکب المغرب لقدرتہ علی السقی بخلاف باقی لینے کی باری کے جبکہ دو شخص اسمیں جھگڑا کریں تو اسکا اندازہ ہوگا زمین سے لقدہ اسکے سینچنے کے صرف لینے آب پاشی میں تھوڑی زمین والا سینچ زمین والے کے برابر نہیں اسواسطے کہ پانی کی حاجت سینچنے کے واسطے ہے تو جتنی زمین زیادہ اتنی پانی لینے کی حاجت زیادہ تو اسکا اندازہ لقدر ارامنی کے ہے بر ھذا ای الخارجان علی ید کل منھما فی ارض قضی بیدھما تنصفہ شخص غیر قابض گواہ لائے اسپر کہ دونوں کا قبض زمین میں تھا تو دونوں کے ثبوت قبض کا حکم ہوگا تو وہ زمین دونوں میں نصفا نصف ہوگی ولو برھن علیہ ذی الید احدھما او کان تصرف فیھا بان بنی او نقض بیدہ لوجود تصرفہ اور اگر زمین کے قبض پر دو مدعیوں میں سے ایک شخص گواہ لایا یا وہ شخص اسمیں تصرف کرتا تھا اسطرح پر کہ اسنے اسمیں اینٹیں بچھائیں یا عمارت بنائی تو اسیکے واسطے قبض کا حکم ہوگا بسبب پائے جانے اسکے تصرف کے صرف یعنے ممکن شیاے مذکورہ اسکے قبض کی دلیل ہے ادعی الملک فی الحال واقام الشھود ان ھذا العین کان ملکہ قبل کذا ما ثبت فی زمان یحکم بقائہ ما لم یوجد المزیل ذرا ایک مدعی نے فی الحال ملک کا دعوے کیا اور گواہ پیش کئے گواہی دی کہ یہ چیز مدعی کی ملک تھی یعنے زمانہ ماضی میں تو گواہی مقبول ہے یعنے فی الحال کی ملک مدعی ثابت ہوگی اسواسطے کہ جو چیز ثابت ہوگئی ایک زمانے میں تو اسکے باقی رہنے کا حکم رہتا ہے جبتک وہ چیز پائی نجائے جو اسکے ثبوت کو دور کردے کذا فی الدرر وغیرھا بعد عن فسہ او یعقل ما یقول قال ناطق فالقول لہ لانہ فی یدلغسہ کالبالغ کہ ایک لڑکا کہ اپنا حال بیان کرسکتا ہے یعنے جو کہتا ہے اسکو سمجھتا ہے وہ بولا کہ میں آزاد ہوں تو اسکا قول مقبول ہے اسواسطے کہ صبی عاقل اپنی ذات کے تصرف میں بالغ کے مانند ہے یعنے اگر اسکی عبدیت کا کوئی دعوی کرے تو وہ صورت اسکے انکار کے بدون شہادت معتبر نہیں کذا فی الدرر فان قال انا عبدہ لفلان لعقرہ ذی الید تثبت بہ الید لذی الید کمن لا یعبر عن نفسہ قولہ بعد م بلوغ اگر صغیر عاقل نے کہا کہ میں فلانے کا غلام ہوں یعنے اسکا جو ذی الید نہیں تو وہ ذی الید کو دلایا جاویگا چنانچہ وہ صغیر ذی الید کو دلایا جاویگا جو عاقل نہیں کہ اپنا حال بیان کرے بسبب اقرار کرنے صغیر کے اپنے عدم تصرف پر صم یعنے جبکہ اسنے کہا کہ میں فلانے کا غلام ہوں تو اپنے مملوک ہونے کا اقرار کیا اور اسکی مملوکیت ذی الید کے اُس دعوی سے ثابت ہوئی جو خالی ہے معارض سے نہ صغیر کے اقرار سے تو اب یہ کوئی نہیں کہسکتا کہ اقرار صغیر کے حق میں معتبر نہیں علی الخصوص کہ اسکا تدارک یہ دعوی حریت ممکن ہے کذا فی الطحطاوی فلو کبر واضی الحریۃ تسمع مع البرھان لعارضہ التناقض فی دعوے الرقیۃ کما یقع صحۃ الدعوی پھر اگر صغیر مذکور بالغ ہوا اور اسنے آزادی کا دعوی کیا تو مسموع ہوگا اسواسطے کہ ثابت ہوچکا ہے کہ دعوی حریت میں تناقض صحت دعوی کا مانع ہے نہیں ہم علی الخصوص کہ ببلا اقرار عدم تکلیف کی حالت میں ہوا ہو

باب دعوی النسب

یہ باب ہے نسب کے دعوی میں الدعوۃ نوعان دعوۃ استیلاد وھو ان یکون اصل العلوق فی ملک المدعی دعوت دو قسم ہے ایک استیلاد کی دعوت وہ یہ ہے کہ اصل علوق یعنے نطفہ رہنا مدعی کی ملک میں ہو ہم اکثر عرب طعام میں دعوت بفتح دال بولتے ہیں اور نسب میں بکسر دال کہتے ہیں دعوۃ تحریر وھو بخلافہ دوسری قسم تحریر کی یعنے آزاد کرنے کی دعوت اور وہ دعوت استیلاد کے مخالف ہے یعنے مدعی کی ملک میں نطفہ رہا ہو وکالاول الاقوی والسبق فتوا واستنادھا

لوقت العلوق ولا قتصار دعوۃ التحریر علی الحال وسیظہر اور اول یعنے دعوت استیلاد قوی تر ہے سبب کے سابق ہونے کے اور اسکے مستند ہونے کے وقت علوق سے اور مقصود ہے دعوت تحریر کے یا لفعل یہ اور عقریب یہ بیان واقع ہوگا بمبیعۃ ولدت لاقل من ستۃ اشھر منذ بیعت فادعاء البائع ثبت نسبہ منہ استحسانا العلوقہا فی ملکہ ومبنی النسب علی الخفاء فیعفی فیہ التناقض یعنی لونڈی جس چھ مہینے سے کمتر مدت میں صحبوقت سے کہ اسکی بیع ہوئی پھر اس ولد کا بائع نے دعوی کیا تو ولد کا نسب بائع سے ثابت ہوگا استحسان کے سبب اسکے علوق رہنے کے بائع کی ملک میں اور نسب کی بنا پوشیدگی پر ہے تو اسمیں تناقض معاف ہوگا صورت قیاس یہ تھا کہ بائع سے نسب ثابت نہو اور یہی قول ہے زفر اور امام شافعی کا اسواسطے کہ بائع کا جدا ہونا اقرار ہے اسکی جانب سے کہ علوق رہا تھا بائع کی ملک میں اور نسب کی بنا پوشیدگی پر ہو تو اسمیں تناقض معاف ہے جبکہ متیقن ہو ولادت سے کہ علوق رہا تھا بائع کی ملک میں اور نسب کی بنا پوشیدگی پر اسواسطے ہوئی کہ آدمی گاہے گمان کرتا ہے کہ میرا نطفہ نہیں رہا پھر ظاہر ہوتا ہے کہ نطفہ اسیکا ہے تو یہ عذر ہو سکتا ہے اعتبار تناقض کے اسقاط میں واذا صحت استندت قصارت ام ولد فی البیع ویرد الثمن اور جبکہ دعوی نسب کا صحیح ہوا تو علوق مستند ہوگا ملک بائع کے زمانے کی طرف تو لونڈی بائع کی ام ولد ہوگئی تو بیع لونڈی کی فسخ کیجائیگی اور ثمن اسکا مشتری کو پھیر دیا جائیگا ولکن لو ادعاء المشتری قبلہ ثبت نسبہ منہ لوجود ملکہ فامیتہا باقرارہ وقیل یحمل علی انہ تکحہا ثم استولدھا ثم اشتراھا ولیکن جبکہ ولد کا دعوی کیا مشتری نے بائع کے دعوے سے پہلے تو ولد کا نسب مشتری سے ثابت ہوگا بسبب ملک مشتری کے اور لونڈی کا ام ولد ہونا اسکے اقرار سے ثابت ہوگا اور بعضوں نے کہا مشتری کا دعوی بسبب محمول ہوگا کہ مشتری نے اس لونڈی سے نکاح کر لیا تھا بائع کی ملک میں پھر استیلاد کیا پھر اسکو خرید کر لیا ولو ادعاہ معہ ای مع ادعاء البائع او بعدہ لا لان دعوۃ تحریر والبائع استیلاد فکان اقوی وحکما اور اگر مشتری نے بائع کے دعوے کے ساتھ دعوی کیا یا بعد اسکے دعوے کے دعوی کیا تو اسکا دعوی مسموع نہیں اسواسطے کہ وہ دعوت تحریر ہے اور بائع کی دعوت استیلاد ہے تو دعوت استیلاد ہی قوی تر ٹھہرے گی چنانچہ مذکور ہو چکا شروع باب میں وکذا ثبت من البائع لو ادعاہ بعد موت لانہ بخلاف موت الولد لقوات الاصل اور اسی طرح ثابت ہوگا نسب ولد کا بائع سے بعد مر جانے اسکی ماں کے بخلاف موت ولد کے بسبب فوت ہو جانے اصل کے ہم لینے حریت میں اصل ولد ہے اور لونڈی کی آزادی تو ولد سے مستفاد ہوتی ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ ولد موت سے مستغنی ہو گیا نسب سے ویاخذہ البائع بعد موت امہ ویسترد المشتری کل الثمن ولا حصۃ لہ بائع ولد کو لے گا اسکی ماں کی موت کے بعد اور مشتری پورا ثمن پھیرے اور صاحبینؒ نے کہا بقدر حصہ ولد کے ثمن سے واعتاقہا او اعتاق المشتری لام الولد کموتہما فی الحکم اور دونوں کا اعتاق یعنے مشتری کا آزاد کرنا ماں یا ولد کو اور بائع دونوں کی موت کے مانند ہے حکم میں ہم قولہ والولد واو یعنے او جسمیں جمع بین المعطوف والمعطوف علیہ جائز ہے جب اعتاق موت کے مانند ہوا تو اگر مشتری نے ماں کو آزاد کیا نہ ولد کو پھر بائع نے دعوی کیا کہ وہ میرا بیٹا ہے تو دعوی صحیح ہے اور اسکا نسب اسسے ثابت ہوا اور اگر ولد کو آزاد کیا نہ ماں کو تو دعوی صحیح نہیں حق ولد میں اسواسطے کہ اگر صحیح ہو تو اعتاق باطل ہوا اور عتق بعد وقوع کے بطلان کا احتمال نہیں رکھتا اور نہ ماں کے حق میں دعوی صحیح ہے اسواسطے کہ ماں ولد کی تابع ہے پھر جب اصل میں صحیح نہوا تو تابع کے حق میں بالفرض صحیح ہوگا کذا فی الطحاوی عن المنح والتدبیر کالاعتاق لانہ ایضا یحتمل الابطال ویرد حصتہ انفاقا وسلقی بغیر ولد حصتہا انفاقا علی الصحیح من مذہب الامام کما فی القہستانی والبرہان اور مدبر کرنا مشتری کا اعتاق کے مانند ہے اسواسطے کہ تدبیر بھی اعتاق کے مانند محتمل ابطال نہیں ہے اور بائع ولد کا حصہ مشتری کو پھیر دے باتفاق امام اور صاحبینؒ کے یعنے جبکہ مشتری ماں کو فقط آزاد کرے یا مدبر کرے بدون ولد کے کذا فی الملتقی وغیرہ اور اسی طرح ماں کا بھی حصہ پھیر دے بموجب قول صحیح کے امام کے مذہب کے چنانچہ قہستانی اور برہان میں ہے ونقلہ فی الدرر والمنح عن الہدایۃ علی خلاف ما فی الکافی عن المبسوط اور نقل کیا ہے اسکو درر اور منح الغفار میں ہدایہ سے برخلاف اس قول کے جو کافی میں مبسوط سے نقل ہے

ہم درمختار ہدایہ سے یہ منقول ہے کہ جب مشتری ماں کو آزاد کرے یا مدبر کو تو بالغ حصۂ ثمن ولد مشتری کو پھیر دے وصاحبین کے نزدیک اور امام کے نزدیک بقول صحیح تمام ثمن پھیر دے چنانچہ نہایت میں منتہی اور کافی میں مبسوط سے یہ منقول ہے کہ حصہ ولد پھیر دے نہ اسکی ماں کا حصہ بالاتفاق امام اور صاحبین کے کذا فی الدر وطحطاوی نے کہا اتقانی نے ہدایہ میں اعتراض کیا ہے کہ محمد نے امام سے جامع صغیر اور اصل یعنے مبسوط میں تصریح کی ہے کہ حصہ ثمن ولد پھیرا جاویگا اور اسی طرح کرخی اور طحاوی نے اپنے مختصر میں اور امامی طرح شمس الائمہ سرخسی نے شامل اور کافی حاکم اور ابوالیسر نے شرح جامع صغیر میں تو ظاہر ہوا کہ ہدایہ کا قول مرجوح ہے اگر یہ اسنے اسکی تصحیح کی ہے چنانچہ غزی زادہ نے اسکو بیان کیا ہے انتہی وعبارۃ المواہب فان ادعاہ بعد عتقہا وموتہا ثبت منہ وعلیہ ردّ الثمن فی الکتابۃ بردحصتہ وقیل یردّ حصتہا فی کاعتاقہا بالاتفاق انتہی فلیحفظ اور مواہب لدرمختار کی یہ روایت ہے اور اگر بالغ نے ولد کا دعوی کیا بعد آزاد کر دینے اسکی ماں کے یا اسکی موت کے بعد تو ولد کا نسب بالغ سے ثابت ہوگا اور اسپر ثمن پھیر دینا لازم آویگا اور صاحبین نے حصہ ولد کے پھیر دینے پر اتفاق کی اور قول ضعیف یہ ہے کہ ماں کا حصہ ثمن اعتاق میں بالاتفاق پھیرا جائے انتہی کلام مرتو اس اختلاف کو یاد رکھنا چاہیے صحیح جس قول کو مواہب میں ضعیف کہا ہے وہی قول معتمد ہے چنانچہ ذکر ہو چکا کذا فی الطحطاوی ولو ولدت المدبرۃ او الکاتبۃ من حر او من وقتا لبیع وصدقہ المشتری ثبت نسبہ بتصدیقہ وہی ام ولد لہ یعنی للحر وللعتق ولکاتبہ حملا کہ علی الصلاح اور اگر لونڈی مذکور جنی دو برس سے زیادہ مدت میں بیع کے وقت سے اور بالغ نے اسکے ولد کا دعوی کیا اور مشتری نے بالغ کی تصدیق کی تو ولد کا نسب ثابت ہوگا بالغ سے مشتری کی تصدیق سے اور لونڈی بالغ کی ام ولد ہوگی یعنے لحر کی نکاح کی راہ سے بالغ کا حال صلاح اور تقوی پر محمول کر کے ہم ثبوت نسب میں مشتری کی تصدیق کی اسواسطے حاجت ہوئی کہ علوق ولد کا بالغ کی ملک میں بالیقین واقع نہیں ہوا اسواسطے کہ مدت حمل دو برس سے زیادہ نہیں ہوتی بالغ کی ام ولد یعنی اصطلاحی اسواسطے وہ لونڈی سوئی کذا ستیلاد بالغ کی ملک میں نہیں ہوا بلکہ باعتبار حسن ظن نکاح سے ہوا یعنے مشتری نے لونڈی کا نکاح کر دیا ہوگا بالغ سے بعد اپنے خرید کرنے کے تو ولد مشتری کا مملوک ٹھہریگا اور نسب اسکا بالغ سے ثابت ہوگا اور اگر بعد بیع پورے دو سال میں لونڈی جنی تو بھی یہی حکم ہے کذا فی الطحاوی لمضمنا یبقی لو ولدت فیما بین الاقل والاکثر ان صدقہ فحکمہ کالاول لاحتمال العلوق قبل البیع والا کالثانی باقی رہا یہ احتمال کہ لونڈی جنی اقل اور اکثر حمل کے مابین میں یعنے سات مہینے سے تیئیس مہینے تک تو اگر مشتری نے بالغ کی تصدیق کی تو اسکا حکم اول کے مانند ہے یعنے ولد کا نسب ثابت اور لونڈی بالغ کی ام ولد یعنے اصطلاحی ہوگی اس احتمال سے کہ علوق رہا ہوگا بالغ کی بیع سے پہلے اور اگر مشتری نے بالغ کی تصدیق نکی اسطرح پر کہ اسکی تکذیب کی خواہ ولد کا دعوے کیا یا نہ کیا یا سکوت کیا نہ تصدیق کی نہ تکذیب تو اول کا حکم ہوگا ولو تنازعا فالقول للمشتری اتفاقا وکذا البینۃ للاقل عند الثانی خلافا للثالث شرنبلالیہ وشرح مجمع اور اگر بالغ اور مشتری نے جھگڑا کیا مثلاً بالغ نے کہا کہ میں نے اس لونڈی کو بیچا ایک مہینے سے اور ولد میرا ہی اور مشتری نے کہا چھ مہینے سے زیادہ مدت ہو چکی بیع کی اور ولد تیرا نہیں ہے تو مشتری کا قول درصورت عدم بینہ مقبول ہوگا بالاتفاق اور اسی طرح گواہ بھی اسکے مقبول ہیں ابو یوسف کے نزدیک برخلاف مذہب محمد کذا فی الشرنبلالیہ وشرح المجمع وفیہ لو ولدت عند المشتری ولدین احدھما لاقل من ستۃ اشہر والآخر لاکثر ثم ادعی البائع الاول ثبت نسبہما بلا تصدیق المشتری اور شرح مجمع میں ہے کہ اگر لونڈی جنی مشتری کے پاس دو لڑکے ایک لڑکا چھ مہینے سے کمتر مدت میں اور دوسرا لڑکا دو برس سے زیادہ مدت میں پھر بالغ نے اول ولد کا دعوی کیا تو دونوں لڑکوں کا نسب بالغ سے ثابت ہوگا بدون تصدیق کرنے مشتری کے ہم اس صورت میں نسب دونوں کا ثابت ہوگا جبکہ دونوں کی ولادت میں چھ مہینے کی مدت نہ گذر گئی ہو اسواسطے کہ وہ دونوں تو امین ہیں کہ ایک پیٹ سے پیدا ہوئے پھر جب اول میں دعوے بالغ کا بلا تصدیق متحقق ہوگیا تو دوسرے میں بھی مشتری کی تصدیق کی کچھ حاجت نہوگی اور بیع فسخ ہوگی اور ثمن پھیر دیا جائیگا باخ من ولد علیہ ادعاہ بعد بیع مشتریہ ثبت نسبہ لکون العلوق فی ملکہ ورد بیعہ لان البیع یحتمل النقض بالخ نے اُس ولد کو بیچا جو اسکے پاس لونڈی سے پیدا ہوا اور مشتری نے

مشتری نے اسکو تیسرے شخص سے بیچا پھر بائع نے اسکی فرزندی کا دعوی کیا تو اسکا نسب ثابت ہوگا بسبب نے عتق کے بائع کی ملک میں اور بیع اسکی پھر جائیگی اسواسطے کہ بیع توڑ دینے کا احتمال رکھتی ہے دینے اور حق دعوت مختل نقض نہیں لہذا بیع بلحاظ حق دعوت منقوض ہوگی وکذا الحکم لو کاتبا الولد او رھنہ او اجرہ او کاتب الام او رھنہا او اجرھا او زوجھا ثم ادعاہ فیثبت نسبہ وترد ھذہ التصرفات بخلاف الاعتاق کما مر اور اسی طرح بیع کے مانند حکم ہے اگر بائع نے ولد کو مکاتب کیا یا اسکو رہن رکھا یا اجارہ دیا یا اسکی مان کو مکاتب کیا یا اسکو رہن رکھا یا اجارہ دیا یا اسکا کسی سے نکاح کر دیا پھر بائع نے اسکی فرزندی کا دعوی کیا تو اسکا نسب ثابت ہوگا اور یہ تصرفات مذکورہ یعنے کتابت اور رہن اور اجارہ اور نکاح پھیر ڈالے جاوینگے بخلاف اعتاق نہ پھیرے جاوینگے مذکور ہے بچا یعنے اگر مشتری ولد کو آزاد کر دیگا تو رد نہوگا اسواسطے کہ اعتاق محتمل ابطال نہیں یا عکس احدا التوأمین للولوحین یعنی علقا ولد احدھما واعتقہ المشتری ثم ادعی الیائع الولد الآخر ثبت نسبھما وبطل عتق المشتری یا ہم فرقہ وحریۃ الاصل کانھما علقا فی ملکہ حتی لو اشتراھا حبلی لم یبطل عتقہ کما یفاد مما عونتہ بر فتقصر عینی وغیرہ وجزم بہ المصنف... بچا ایک توام کو تو آمین ہو لو دین سے یعنے وہ توأمین جنکا علوق اور تولد بائع کے پاس ہوا اور مشتری نے اسکو بیچ ڈالا پھر بائع نے دوسرے ولد کا جسکی بیع واقع نہیں ہوئی دعوی کیا تو دونوں کا نسب بائع سے ثابت ہوگا اور اگر ذکر کرنا مشتری کا باطل ہوجائیگا اس امر کے سبب سے جو زیادہ اور اونچا ہے عتق سے وہ امر فائق حریت اصلی ہے یعنے اور عتق حریت عارضی ہے دونوں کا نسب ایک کے دعوے سے اسواسطے ثابت ہوگیا کہ دونوں کا علوق بائع کی ملک میں رہا تھا تو اگر لونڈی کو حاملہ خریدیا اور بعد اسکے وہ دو توام جنی اور مشتری نے انمیں سے ایک ولد کو بیچ ڈالا اور مشتری ثانی نے اسکو آزاد کر دیا پھر مشتری اول نے ولد ثانی کا دعوی کیا تو مشتری ثانی کا عتق باطل نہوگا اسواسطے کہ یہ دعوت تحریر ہے نہ دعوت استیلاد اسواسطے کہ علوق اسکی ملک میں نہ تھا تو دعوت تحریر فقط ولد ثانی پر مقصور ہوگی کذا فی العینی وغیرہ اور اسی پر جزم کیا ہے مصنف نے اپنی شرح مین ثم قال وحیلۃ اسقاط دعوی البائع ان یقر البائع انہ ابن عبدہ فلان فلا تقبل دعواہ ابدا بالاجماع پھر مصنف نے اپنی شرح مین کہا اور دعوی بائع کے اسقاط کا حیلہ یہ ہے کہ بائع اقرار کرے کہ کنیز مبیعہ کا ولد پسر فلانے غلام کا بیٹا ہے تو بعد اس اقرار کے بائع کا دعوی صحیح نہوگا کیمی کذا فی المجتبی یعنے اسواسطے کہ غیر کے نسب کا اقرار محتمل نقض نہیں وقد افادہ بقولہ قال ثم ولصحتہ حرا ومع غیرہ عینی ھو ابن فلان الغائب شم قال ھو ابنی ھذا بلا دلیل وان وصلہ بحد زید نبوتہ خلافا لھما لان النسب لا یحتمل النقض بعد ثبوتہ حتی لو صدقہ بعد تکذیبہ صح اھ حالیۃ مصنف نے اشارہ کیا اسقاط مذکور پر اپنے اس قول سے کہ عمرو نے مثلاً کہا اس صغیر کو جو اسکے ساتھ ہے یا کسی دوسرے شخص کے ساتھ ہے کہ وہ زید غائب کا بیٹا ہے پھر وہ بولا کہ وہ میرا بیٹا ہے تو اسکا بیٹا کبھی نہوگا اگرچہ زید مذکور اسکی فرزندی کا منکر ہو بخلاف صاحبین کے اسواسطے کہ نسب بعد اپنے ثابت ہونے کے محتمل نقض کا نہیں بیان تک کہ اگر زید عمرو کی تصدیق کرے بعد اسکی تکذیب کے تو صحیح ہے ہم صاحبین کا یہ مذہب ہے کہ دعوت مقر بعد انکار مقر صحیح نہیں اسواسطے کہ جب اسکا اقرار باطل ہوگیا مقر کے انکار سے تو گویا اسنے اقرار ہی نکیا تھا ولذا لو قال اصبی ھذا الولد متی ثم قال لیس منی لا یصح نفیہ کالام بعد الاقرار بہ کما یاتی فلا حاجۃ الی الاعتراض بہ ثانیا وکما نبہ علیہ فی عبارۃ العمادی کما زعمہ الخیر وکما افادہ الشرنبلالی اور اسی واسطے یعنے چونکہ نسب محتمل نقض نہیں اگر ایک صغیر کو کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے پھر کہا کہ میرا نہیں ہے تو اسکی نفی صحیح نہیں اسواسطے کہ بعد اقرار نسب کے نفی نہیں ہوسکتی نفی کرنے سے تو اب کچھ حاجت نہیں دوسری بار نسب کے اقرار کرنے کی اور کچھ سہو نہیں عمادی کی عبارت مین جنانچہ وقع سہوا گمان کیا ہے ملا خسرو نے جیسے کہ بیان کیا ہے اسکو یعنے عدم سہو کو شرنبلالی نے ہم ملا خسرو صاحب درر نے کہا عمادیہ مین یوں ہے کہ قال ھذا الولد لیس منی ثم قال ہو منی صح اطہر یہ سہو ہے کاتب اول کا اسواسطے کہ تعلیل عمادی اسکو مقتضی ہے کہ یہان عین عبارتین ہون پہلی عبارت مفید اثبات فرزندی ہو اور دوسری عبارت اسکی نفی کی اور تیسری عبارت دوبارہ اثبات کی اور عمادیہ مین فقط دو ہی عبارتین ہین انہی خیر شرنبلالی نے کہا کہ لفظ ثالث یعنے اقرار ثانی کی ظاہرا

میرے نزدیک کچھ فائدہ مندی نہیں ثبوت نسب میں اسواسطے کہ بعد اقرار نسب کے اسکی نفی کرنے سے نہیں ہوتی کذا فی الطحطاوی مختصراً وھذا اذا صدقہ الابن والا بن دونہ فلا لاذا احادا لابن الی التصدیق لبقاء اقرار الاب اھ یعنے ثبوت نسب صغیر اس صورت میں ہو کہ جب باپ کی تصدیق بیٹا کرے اور بدون اسکے تصدیق کرنے کے نسب ثابت نہوگا مگر اس صورت میں جبکہ بیٹا دوبارہ اسکی تصدیق کرے بسبب باقی رہنے باپ کے اقرار کے ھم یہ تفصیل وہاں جاری ہو جہاں صغیر اپنا حال بیان کر سکتا ہو ولو اکذبہ الاب اقرارہ علیہ الا بن قبل اصار گر باپ اقرار نسب کا منکر ہو پھر گواہ لاوے بیٹا اسکے اقرار پر تو مقبول ہو واما الاقرار بانہ اخوہ فلا یقبل لانہ اقرار علی الغیر اور یہ اقرار کہ وہ شخص میرا بھائی ہے سو مقبول نہیں اسواسطے کہ وہ اقرار غیر پر ہے یعنے تو بلا تصدیق اسکے کیونکر مقبول ہو **فروع** مسائل ملحقہ نتائج کے لو قال لست وارثہ شھد انہ وارثہ وبین جھتہ لاحرمت عصر اذ التناقض فی النسب عفو اگر ایک شخص نے کہا کہ میں اسکا وارث نہیں ہوں پھر اسنے دعوی کیا کہ میں اسکا وارث ہوں اور وجہ وراثت کی بیان کی تو دعوی صحیح ہے اسواسطے کہ نسب میں تناقض معاف ہے ھم جامع الفصولین میں ہے کہ اثبات وراثت صحیح نہیں جب تک حبت ارث بیان نکرے انتہے یعنے وہ شخص میت کا بیٹا ہے یا باپ ولو ادعی بنوۃ العم لم یصح لعدم الجنسیۃ کذا اسم الجد اور چچا کی فرزندی کا دعوی کیا یعنے یوں کہا کہ وہ میرا چچا بھائی ہے تو دعوی صحیح نہیں جب تک دادا کا نام بیان نکرے ولو برھن انہ اقر انہ ابنہ تقبل لثبوت النسب باقرارہ ولا تسمع الا تخصم ھو وارث او دائن او ملتقط او موصی لہ اھ وحیلتہ اگر گواہ لایا اسپر کہ اسنے اقرار کیا ہے کہ میں اسکا بیٹا ہوں تو مقبول ہے بسبب ثابت ہونے نسب کے اسکے اقرار سے اور گواہی میراث کی مسموع نہیں مگر خصم پر یعنے وارث یا قائم یا مدیون یا موصی لہ پر یعنے جسکے واسطے میت نے وصیت کی ولو احضر رجلا یدعی علیہ حقا لابیہ وھو مقر بہ او کفلہ الثبات لہ بینہ عند القاضی لعجزہ عن احضار الرجل اور اگر لایا ایک مرد کو کہ اسپر اپنے باپ کے کسی حق کا دعوی کرے خواہ مدعا علیہ حق کا مقر ہو یا منکر تو اسکو چاہیے کہ اپنے نسب کا اثبات کرے گواہوں سے قاضی کے نزدیک اس مرد کے سامنے ولو ادعی انہ کفل عن ابیہ فلان اقر بہ امر بالدفع الیہ ولا یکون قضاء علی الاب حتی لو جاء حیا یأخذہ من المدفوع والدافع علی الابن اور اگر میراث کا دعوی کیا باپ کی طرف سے تو اگر مدعا علیہ نے اسکا اقرار کیا یعنے اسکی فرزندی کا تو اسکو امر کیا جائے مدعی کے دینے کا اور یہ امر قضا نہیں اسکے باپ پر یہاں تک کہ اگر مدعی کا باپ زندہ آوے تو مال مدفوع کو دافع سے لے اور دافع بیٹے سے لے ولو اکذب قیل للابن برھن علی موت ابیک وانک وارثہ ولا یمین والصحیح تحلیفہ علی العلم بانہ ابن فلان وانہ مات ثم یکلف الابن البینۃ بذلک وتقام فی مجامع الفصولین بعین القاضی المسافۃ یعنی اور اگر مدعا علیہ مدعی کی فرزندی کا منکر ہو تو فرزند سے کہا جائے کہ گواہ قائم کر اپنے باپ کی میراث پر اور اسپر کہ تو اسکا بیٹا ہے اور درصورت عدم شہادت مدعا علیہ پر قسم نہیں اور قول صحیح یہ ہے کہ اسکی تحلیف ہے علم پر اسطرح کہ وہ فلانے کا بیٹا ہے اور وہ مر گیا یعنے مدعا علیہ یوں قسم کھائے کہ میں نہیں جانتا کہ تو فلانے فلانے کا بیٹا ہے اور وہ مر گیا ہے پھر قسم کے بعد فرزند مکلف ہوگا اسپر گواہ لانے کے لیے یعنے جب فرزند مال لینے کا ارادہ کرے تو اسپر اقامت بینہ اپنے دعوے پر لازم ہوگی اور پھر بیان اسکا جامع الفصولین میں ہے ستائیسویں فصل سے ھم جامع الفصولین میں باقی بیان یہ ہے کہ اگر مدعا علیہ قسم سے انکار کرے تو نسب اور موت کا مقر ٹھہرے گا اور مال کا منکر تو اب مدعا علیہ سے مال پر یعنی قسم لیجائیگی نہ علم کی انتہی ملخصاً اور یہ بیان اٹھائیسویں فصل میں ہے ستائیسویں میں کذا فی الطحطاوی ولو کان المیت مسلما وکافر فقال المسلم ھو عبدی وقال الکافر ھو ابنی فھو حر لان الکافر لیس لہ تحریر حالا ولا اسلاما مالا اور اگر ایک لڑکا ہو مسلمان اور کافر کے ساتھ سو مسلمان کہتا ہے کہ وہ میرا غلام ہے اور کافر کہتا ہے کہ وہ میرا بیٹا ہے تو وہ آزاد ہے کافر کا بیٹا بسبب اسکے حاصل کرنے کے آزادی کو بالفعل اور حصول اسلام انجام کار کو ھم یعنے دلائل توحید سے غافل نہ پڑا ہو میں تو بعد بلوغ اسلام صغیر متوقع ہے اور اگر بالعکس ہو تو اپنے مسلمان کا غلام ٹھہرتا تو تو اسلام تو اسکو بالتبع حاصل ہوتا لیکن اسکو آزادی حاصل نہ ہوتی وجزم ابن الکمال بانہ یکون مسلما لان حکمہ حکم

دار الاسلام وعزاہ للتحفۃ فلیحفظ اور ابن کمال نے یعنی کیا ہے اسپر کہ طفل منکر مسلمان ہوگا اسواسطے کہ اسکا حکم دار الاسلام کا حکم ہے اور نسبت کیا ہے اسقول کو تحفے کی طرف تو اس اختلاف کو یاد رکھنا چاہیے قال زوج امرأۃ الصغیر معہ ھذا ابنی من غیرھا وقالت ھو ابنی من غیرہ فھما ابنا ھما معا وکذا عکسہ تفصیل ابن الکمال عورت کے شوہر نے کہا اس لڑکے کو جو زوجیت کے ساتھ ہو کہ وہ میرا بیٹا ہے اُس عورت کے سوا اور عورت سے اور زوجہ کہتی ہو کہ وہ میرا بیٹا ہے اسکے سوا اور زوج سے تو وہ دونوں کا بیٹا ہے اگر دونوں نے ساتھ دعوی کیا اور اگر ساتھ دعوی نہیں کیا تو اسمیں تفصیل ہے کذا ذکرہ ابن الکمال ہم تفصیل ذکر کرتے ہیں کہ اگر زوج نے اول دعوی کیا تو وہ اسکا بیٹا ٹھہریگا اور عورت سے تو اگر اسکی زوجہ بعد اسکے دعوی کرے تو اس سے منسلب ہوگا اور اگر عورت نے اول دعوی کیا پھر زوج نے کہا کہ وہ میرا بیٹا ہے اور عورت سے تو اگر دونوں میں نکاح ظاہر ہے تو عورت کا قول مقبول نہیں اور وہ دونوں کا بیٹا ہے اور اگر دونوں کا نکاح ظاہر نہیں تو عورت کا قول معتبر ہے اور اسکا نسب عورت سے ثابت ہوگا بشرط تصدیق مرد یہ اُس صورت میں ہے جبکہ لڑکا اپنا حال بیان نکر سکتا ہو اور اگر بیان کر سکتا ہو اور وہاں رقیت ظاہر ہو تو لڑکے کا قول مقبول ہے مرد یا عورت جسکی وہ تصدیق کریگا اسی سے اسکا نسب ثابت ہوگا کذا فی الطحطاوی عن السراج لمحضا وھذا لو غیر معتق کان معتقا فھو کما لو صدقتہ اور یہ یعنے دونوں کا ولد ہونا اسوقت ہے جبکہ طفل اپنا حال بیان نکر سکتا ہو اور اگر ایسا نہو یعنے بیان کر سکتا ہو تو وہ لڑکا اسکا ہے جسکو وہ سچا کہے لان قیام ایدیھما وفراشھما یفید انہ منھما اسواسطے کہ زوجین کا تصرف طفل پر اور دونوں کا قیام فراش یعنے زوجیت اسکی مفید ہے کہ وہ لڑکا دونوں کا ہے صح طحطاوی کہا یہ علت ہے مصنف کے اس قول کی فھو ابنھما اور بہتر یہ تھا کہ علت مذکورہ اس قول کے پاس مذکور ہوتی ولو ولدت امۃ اشتراھا فاستحقت غرم لاب قیمۃ الولد یوم الخصومۃ لا یوم الدعوۃ اور اگر وہ لونڈی جسکو مشتری نے خرید کیا مشتری سے جنی پھر وہ لونڈی مستحق ملک غیر بالکی نکلی تو باپ یعنے مشتری ولد کی قیمت تاوان دیگا اسکی وہ قیمت جو اسکی خصومت کے دن ٹھہرے اسواسطے کہ یوم خصومت منع کا دن ہے یعنے مشتری یہ دعوی فرزندی دہ لڑکا لونڈی کے مالک کو نہ دے گا وھو حر لانہ مغرور من جھۃ امرأۃ معتمدا علی ملک بین او نکاح فتلد منہ ثم تستحق اور وہ لڑکا آزاد ہے اسواسطے کہ مشتری معرور یعنے فریب خوردہ ہے معرور وہ شخص ہے جو ایک عورت سے صحبت کرے اسکی ملک بین یا ملک نکاح کے اعتماد پر پھر وہ عورت اس سے جنے پھر وہ مستحق غیر نکلے فلذا قال ولذا الحکم لو ملکھا بسبب اخر باری سبیک ان عینی کما تر وجھا عاطیا انھا حرۃ فولدت ثم استحقت غرم قیمۃ ولدہ سو اسی واسطے مصنف نے کہا اور اسی طرح کا حکم ہے اگر عورت کا مالک ہوا کسی اور سبب سوا خرید کے کوئی سبب ہو کذا فی العینی چنانچہ عورت سے نکاح کیا اس شرط پر کہ وہ آزاد ہے سو وہ اسکا لڑکا جنی پھر مستحق ملک غیر نکلی تو نکاح کرنے والا اپنے ولد کی قیمت کا تاوان دے اس عورت کے مالک کو فان مات لا بد قبل الخصومۃ فلا شئ علی ابیہ لعدم المنع کما مر وان نفاہ لہ لانہ حر الاصل فحقہ فیہ رق لا سواگر مغرور کا لڑکا مر گیا قبل خصومت کے تو کوئی چیز اسکے باپ پر لازم نہیں بواسطہ عدم منع چنانچہ مذکور ہو چکا اور میراث ولد کی اسکے والد کو ہے اسواسطے کہ ولد اصلی ہے باپ کے حق میں تو وہ اسکا وارث ہوگا فان قتلہ ابوہ او غیرہ وقبض لاب من دیتہ قدر قیمتہ غرم لاب قیمتہ للمستحق کما مر لو کان حیا سواگر ولد کو اسکے باپ نے قتل کیا یا اسکے سوا کسی اور نے قتل کیا اور باپ نے اسکا خون بہا بقدر اسکی قیمت کے لیا تو تاوان دے باپ اسکی قیمت کا مستحق کو چنانچہ تاوان لازم تھا درصورت حیات ولدہ لو لم یقبض شیئا لا شئ علیہ وان قبض قل لزمہ بقدرہ عینی اور اگر باپ نے قتل غیر سے کچھ خون بہا نہ لیا تو اسپر کچھ تاوان نہیں اور اگر اسکا خون بہا اسکی قیمت سے کمتر لیا تو اسپر تاوان اسکی مقدار کے موافق لازم آویگا کذا فی العینی ورجع بھا ای بالقیمۃ فی صورتین کما یرجع بثمنھا لو ھلکت قبل یا بعضھا اور مشتری لونڈی کے بائع سے ولد کی قیمت بھرے دونوں صورتوں میں یعنے ایک ملک اور تزویج میں جیسے لونڈی کا ثمن بائع سے بھرے اگرچہ لونڈی مر گئی ہو یعنے اگر لونڈی مشتری کے پاس جنی پھر اسنے مستحق کو اسکی قیمت اور اسکے ولد کی قیمت کا تاوان دیا تو بائع سے اسکا ثمن اور ولد کی قیمت بھرے ولذا لو استولدھا المشتری الثانی لکن نا یرجع المشتری الاول بالاقل من قیمۃ کما فی الھدایہ

(ولد المغرور)

وغیرھا اور اسی طرح مشتری ثانی مشتری اول سے ثمن لونڈی کا اور قیمت ولد کی پھیرے لیکن مشتری اول تو بائع اول سے فقط ثمن ہی پھیرے گا نہ قیمت ولد کی کذا فی الوھبانی وغیرہ لا بعقرھا الذی اخذہ المستحق للزوم ربا باستیفاء منفعۃ کالمہر فی باب المھر بحر والاستحقاق مع مسائل التفاوت فی غالبھا ھو فی متفرقات القضاء ویجئ فی الاقرار نہ پھیرے مشتری بائع سے لونڈی کا مہر مثل جو مستحق نے مشتری سے لیا بسبب اس کے ہونے مہر مثل کے لونڈی کے منافع جماع کے حاصل کرنے سے چنانچہ مذکور ہو چکا بالغرر الحاجۃ والاستحقاق مین تناقض کے مسائل کے ساتھ اور اکثر مسائل مذکورہ کتاب الغصب کی متفرقات مین گذرے گے اور کتاب الاقرار مین بھی اسکا ذکر آویگا **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے التناقض فی موضع الخفاء عفو تناقض پوشیدگی کے مکان مین معاف ہی ہم منجملہ موانع مخفیہ اقرار رضا ہی تو لہذا ایک شخص نے کہا کہ یہ میری رضیعہ ہی پھر اپنی خطا کا معترف ہوا تو اسکا دعوی خطا مین صحیح ہی اور بعد اسکے اسکا نکاح اس سے جائز ہی بزازیہ بلکہ اپنے اقرار پر ثابت تر ہے یا اقرار کو اسپر ثابت نہوا ہو اور از انجملہ یہ کہ ورثہ نے زوجیت کی تصدیق کی اقرار زوجیت اور دفع میراث پھر اسکے رجوع میراث کا دعوی کیا حکم طلاق جو مانع ہی میراث کا تو دعوی مسموع ہی کذا عند بعض اساتیذی جلال زوجیت اور بحکم خطا بینونت کے ظاہر ہی اور از انجملہ یہ کہ ایک کپڑا رومال مین لپٹا کر آلے کو لیا پھر جب اسکو کھولا تو بولا یہ میرا ہی تو دعوی مسموع ہی باوجود تناقض اور اسپر شہادت مقبول ہی بقول راجح مفتی بہ کذا فی الطحطاوی عن حواشی الاشباہ **لتسمع الا علی غریم میت** دعوی مسموع نہین میت کے غریم پر ہم غریم بمعنے دائن اور مدیون ہی علامہ بیری کے کلام سے یہ متبادر ہوتا ہی کہ غریم سے مراد یہان دائن میت ہی اور حموی نے اسکو قوی کہا ہی کہ مدیون میت مراد ہی کذا فی الطحطاوی **الا اذا وھب جمیع مالہ لاجنبی وسلمہ لہ فانہ تسمع علیہ لکونہ زائد غریم** میت پر دعوی مسموع نہین مگر جبکہ میت اپنا سب مال اجنبی کو ہبہ کرے اور اسکے قبض مین کردے تو اسپر دعوی مسموع ہوگا **ثلث مال** پر زیادہ ہونے سے ہر یہ استثنا منقطع ہی بزازیہ مین ہی کہ جسکے واسطے جمیع مال یا زائد علی الثلث کی وصیت ہو وہ جسم ہو سکتا ہی کذا فی الطحطاوی **ولا یحلف المدعی علیہ لانکار ہ مع علمہ بالحق الا فی دعوی العیب یحلف فیہ کما مر فی الودیعۃ** والوصایا **لعلم یامین مدعا علیہ** کو جائز نہین انکار کرنا باوجود دریافت ہونے حق مدعی کے مگر مبیع کے عیب مین انکار جائز ہی تا مدعی گواہون سے عیب ثابت کرے تا مدعا علیہ قادر ہو اسکے پھیر دینے پر یعنے مدعا علیہ اس مبیع کو اپنے بائع کو پھیر دے اور دعوی وصی مین انکار جائز ہی جبکہ وہ دین کو جانتا ہو علامہ ابو السعود نے کہا کہ دونون مسئلون مین ظاہر دو قول ہین یعنے جواز انکار اور عدم جواز واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی **ولا تحلیف مع البرھان الا فی ثلث دعوی دین علی میت واستحقاق مبیع ودعوی ابق** قسم نہین برہان کے ساتھ مگر تین مسئلون مین دعوی دین مین میت پر اور استحقاق مبیع مین اور دعوی عبد ابق مین ہم تنویر الاذہان مین بزازیہ سے ہی کہ جتنے میت پر دین کا دعوی کیا اور گواہون سے ثابت کیا تو مدعی سے قاضی بلا خواہش وصی اور وارث کے یون قسم لے کہ واللہ یعنے دین نہین یا مدیون سے اور نہ کسی نے اسکی طرف سے ادا کیا اور نہ کوئی چیز اسکی میرے پاس گروی ہی اور نہ میری طرف سے کسی قابض نے کچھ قبض کیا میرے امر سے اور نہ یعنے اسکو معاف کر دیا نہ کل نہ بعض اور نہ مین نے کسیکو اسپر حوالہ کیا انتہی اور جبکہ مبیع مشتری کے پاس مستحق غیر نکلی گواہون سے تو مستحق علیہ یعنے مشتری کو مستحق سے یون قسم لینا جائز ہی کہ واللہ یعنے اسکو نہین بیچا اور نہ ہبہ اور صدقہ کیا اور نہ یہ چیز میری ملک سے کسی وجہ سے نکلی اور دعوت آبق کی یہ صورت ہی کہ قاضی نے غلام گریختہ کو قید کیا پھر ایک شخص آیا اور اسنے اسکا دعوی کیا اور گواہون سے ثابت کیا کہ وہ اسکا غلام ہی تو اس شخص سے قسم لیجائیگی کہ وہ غلام ہنوز اسکی ملک مین باقی ہی یا ہبہ سے اسکی ملک سے خارج نہین ہوا پھر جسقسم کھائی تو اسکو دیا جاوے اور باوجود برہان قسم اسواسطے مدعی پر لازم آئی تا کہ حکم حاکم بطلان سے محفوظ رہے اور جو عاجز ہی اپنی بھلائی سے اسکی رعایت حال ہو کذا فی الطحطاوی **الا اقرارا کیجامع البینۃ** کافی اربع وبکالتہ ووصایۃ واثبات دین علی میت **لا استحقاق عین من مشتری ودعوی الابق اقرار مجتمع نہین ہوتا بینہ کے ساتھ یعنے جب مدعا علیہ نے دعوی کیا اقرار کا تو اب گواہ لانے کی کچھ حاجت نہین ثبوت دعوی مین مگر

حاشیہ ہر ان ہین

اگر چار مرد عورتوں میں اقرار مجتمع ہوا ہو گواہوں کے ساتھ وکالت میں اور وصایت میں اور دین کے اثبات میں بہ استحقاق عین میں تشریح اور خیار رؤیت کے دعوے میں ہم یہ چار مرد عورتیں نہیں بلکہ پانچ ہیں وکالت کی یہ صورت ہے کہ جب طالب نے اقرار کیا کہ شخص اس دین کے قبض کرنے کا وکیل ہے جو میرا اوپر ہے تو وکیل گواہ لاوے اپنی وکالت پر اسواسطے کہ اگر یہ دو گواہ ہوں گے اسکو دین دے گا تو مدعا علیہ کو ضرر ہوگا اسواسطے کہ وہ بری الذمہ نہ ہوگا اگر مدعی قابض کی وکالت کا انکار کرے اور وصایت کی یہ صورت ہے کہ ایک شخص نے قاضی سے کہ فلان بن فلاں مرے حکم وصی کیا اور وہ مر گیا اور اسکا اسپر اتنا ہے پھر مدعا علیہ نے اسکی تصدیق کی تو قاضی اسکی وصایت کو ثابت نہ کرے اسکے اقرار سے جب تک وصی گواہ نہ لاوے اسواسطے کہ اگر اسکو مال دے گا تو بری الذمہ نہ ہوگا اگر میت کا وارث منکر وصایت ہو اور اثبات دین کی یہ صورت ہے کہ ایک شخص نے بعض ورثہ پر دعوے کیا کہ میرا دین میت پر ہے سو وارث نے دین کا اقرار کیا تو مدعی وارث کے حصے سے اپنا دین لے بقدر اسکے حصے کے اور مدعی کو اختیار ہے کہ اپنے حق کے واسطے گواہ لاوے تاکہ اسکا حق تمام ترکے سے متعلق ہو جاوے اور اگر سب وارث اقرار کریں تو بھی گواہ اسکے مقبول ہیں وارثوں کے اور دوسرے دائن کے حق میں اور استحقاق عین کی یہ صورت ہے کہ مشتری نے جبکہ استحقاق کا اقرار کیا مستحق کے واسطے تو وہ ثمن پیچھے نہیں لیتا پھر جب مستحق گواہ گذرانے استحقاق پر تو اب ثمن پھیرے گا بائع سے اور عنقریب مذکور ہو چکا کہ انکار مع العلم جائز ہے اگر بائع پر قدرت حاصل ہوا اور عبد آبق کے دعوے کی یہ صورت ہے کہ ایک شخص پر دعوے کیا کہ جو غلام اسکے پاس ہے وہ میرا بھاگا آبا ہوا ہے اسنے اقرار بھی کیا تو مدعا علیہ کو طالب جان جاوے اس احتمال سے کہ شاید کسی اور شخص کو ملک حاصل ہو گئی غلام کے میں کی جانب سے کذا فی الطحطاوی

لا تحليف على حق مجهول الا في ست اذا ادعى القاضي وصي يتيم ومتولي وقف وفي رهن مجهول وفي دعوى سرقة غصب وخيانة ومودع یعنی قسم لینا حق مجہول غیر معین پر نہیں مگر چھ صورتوں میں جبکہ قاضی قیم کے وصی اور وقف کے متولی کو متہم جانے اور رہن مجہول میں اور دعوے سرقہ غصب اور خیانت سوزن کے دعوی میں ہم ایک شخص نے دعوے کیا کہ اسنے میرا مال کچھ تلف کیا مدیون نے کہا کہ میرے کچھ دین اور ایک مکہ مجھ پر ہیں نہ کہ اتنا تھا اور مدعا علیہ سے قسم چاہی تو قاضی اسکی طرف التفات نہ کرے تو جیسی جہالت مقبول شہادت کی مانع ہو ویسی استحلاف کی مانع ہو لیکن اگر قاضی کو وصی قیم یا متولی وقف میں کچھ شبہہ پڑے تو باوجود عدم دعوے حق علوم سے دونوں سے قسم لے بہ علت حلول قیم و وقف رہن مجہول کی یہ صورت ہے کہ راہن نے رہن مجہول کا دعوے کیا ثالث نے سب غیر معین کا سو مرتہن نے اسکا انکار کیا تو مرتہن سے قسم لیجاوے بعض علما نے کہا بشرطیکہ مدعی مقدار رہن کو مذکور کرے بعض علما نے کہا کہ ان مسائل میں بلا دعوے مع الجہالہ استحلاف جائز ہے مگر ودیعت اور غصب اور سرقہ کے دعوے میں بیان قیمت بعض مشائخ کے نزدیک شرط ہے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی **لا يحلف المدعى اذا حلف المدعى عليه الا في مسئلة في دعوى البحر قال وهي فريدة يجب حفظها سبعا قلت وهي ما لو قال المغصوب منه كانت قيمته ثوبي مائة وقال الغاصب لم ادر ولكنها لا تبلغ مائة صدق بيمينه والزم بيانه فلو لم يبين يحلف على الزيادة وتمامه يحلف المغصوب منه ايضا ان قيمته مائة ولو ظهر خلافه الغاصب بين الاقل او قيمته فليحفظ** مدعی قسم کھائے جبکہ مدعا علیہ قسم کھا چکے مگر ایک مسئلے میں جو بحر الرائق کی کتاب الغصب میں مذکور ہے قسم ہی مدعی پر صاحب بحر نے کہا اور وہ مسئلہ عجیب ہے اسکا یاد رکھنا قریب ہے کذا فی الانباہ میں کہتا ہوں اور مسئلہ مذکورہ یہ ہے کہ اگر مغصوب منہ نے کہا کہ میرے کپڑے کی قیمت سو تھے اور غاصب نے کہا کہ میں نہیں جانتا ولیکن اسکی قیمت سو تک ہو سکتی تھی تو غاصب کی تصدیق ہوگی اسکی قسم کھانے کے ساتھ اور اوپر بیان قیمت کے لازم کیا جائے گا سو اگر وہ قیمت نہ بیان کرے تو زیادت پر قسم کھائے یعنی یوں کہے کہ واللہ اسکی قیمت سو درم نہ تھے پھر مغصوب منہ سے بھی قسم لیجاوے کہ اسکی قیمت سو درم تھی اور اگر ثوب مغصوب بعد اسکے ظاہر ہو تو غاصب کو اختیار رہیگا چاہے وہ کپڑا لے یعنی بعوض دراہم مدفوعہ چاہے اسکی قیمت لے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم اگر مدعی قسم کھائے کہ واللہ اسکی قیمت سو درم تھے تو غاصب سے سو درم لے گا اور غاصب قسم کھائے یا نکھائے تو مغصوب منہ کا مدعا ثابت نہ ہوگا جب تک مدعی مغصوب منہ قسم کھائے کذا فی الطحطاوی

کتاب الاقرار

یہ کتاب اقرار کے احکام میں اقرار کا حجت ہونا قرآن مجید سے ثابت ہے قال اللہ تعالیٰ وَلْيُمْلِلِ الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ فرمایا حق تعالیٰ نے چاہیے کہ اقرار کرے وہ شخص جس پر حق ثابت ہے تو اگر اقرار مقبول نہ ہوتا تو اقرار کا کچھ فائدہ نہ تھا اور حدیث اور اجماع سے ثابت ہے کہ اقرار حجت ہے اپنی ذات کے حق میں مُنَاسَبَتُهُ اِنَّ الْمُدَّعٰى عَلَيْهِ اِمَّا مُنْكِرٌ اَوْ مُقِرٌّ وَهُوَ اَقْرَبُ لِغَلَبَةِ الصِّدْقِ اور مناسبت کتاب الاقرار کی کتاب الدعوی سے یہ ہے کہ مدعا علیہ منکر دعوے کا ہے یا مقر اور وہ یعنی اقرار حق قریب تر بحال مسلم ہے بواسطہ غلبہ صدق یعنی مدعی کا صدق اپنے دعوے میں اور مقر کا صدق اپنے اقرار میں اسواسطے کہ عاقل اپنی ذات پر کاذب اقرار میں کہ جسمیں کہ اسپر یا اسکے مال پر ضرر بیّن ہو توجہت صدق فی حق نفسہ راجح ہے بسبب عدم تہمت کے اور کمال ولایت کے بخلاف اس اقرار کے جو غیر شخص کے حق میں کرے هُوَ لُغَةً الْاِثْبَاتُ يُقَالُ قَرَّ الشَّيْءُ اذا ثبت وہ یعنی اقرار لغت میں بمعنی اثبات ہے عرب بولتے ہیں قَرَّ الشَّيْءُ جبکہ شی ثابت اور مستقر ہو وشرعًا اِخْبَارٌ بِحَقٍّ عَلَيْهِ لِلْغَيْرِ مِنْ وَجْهٍ اِنْشَاءٌ مِنْ وَجْهٍ قَيَّدَ بِعَلَيْهِ لِاَنَّهُ لَوْ كَانَ لِنَفْسِهِ يَكُوْنُ دَعْوًى لَا اِقْرَارًا اور اصطلاح شرع میں اقرار عبارت ہے غیر شخص کے اس حق کی خبر دینے سے جو مقر پر ثابت اور لازم ہو اقرار اخبار ہے ایک راہ سے اور انشاء ہے دوسری راہ سے مصنف نے اقرار کو بلفظ علیہ جو مفید ضرر مقر ہے مقید کیا اسواسطے کہ اپنی ذات کے حق کے واسطے اگر اخبار ہو تو وہ دعوے ہوگا نہ اقرار اور اگر غیر کے حق کا اخبار ہو غیر شخص کی تو وہ شہادت ہے قَيَّدَ بِقَوْلِهِ عَلٰى كَلٍّ مِنَ الشَّبَهَيْنِ بِشَبَهِ الْاِنْشَاءِ مصنف نے تفریع کی دونوں شبہوں پر یعنی چونکہ اقرار اخبار اور انشاء دونوں کے مشابہ تھا لہٰذا بعض جزئیات اقرار میں اخبار کا حکم دیا گیا بعض جزئیات میں انشاء کا حکم دیا گیا فَلِلْاَوَّلِ وَهُوَ الْاِخْبَارُ صَحَّ اِقْرَارُهُ بِمَالٍ مَمْلُوْكٍ لِلْغَيْرِ وَمَتٰى اَقَرَّ بِمِلْكِ الْغَيْرِ بِلَا حَقٍّ لَهُ تَسْلِيْمُهُ اِلَى الْمُقَرِّ لَهُ اِذَا مَلَكَهُ بِجِهَةٍ مِنَ الزَّمَانِ لِنَفَاذِهِ عَلٰى نَفْسِهِ وَلَوْ كَانَ اِنْشَاءً لَمَا صَحَّ لِعَدَمِ وُجُوْدِ الْمِلْكِ تو باعتبار وجہ اول یعنی اخبار کے صحیح ہے اقرار مقر کا غیر شخص کے مال مملوک کا اور جب اسنے ملک غیر کا اقرار کیا تو اسکو تسلیم کرنا اس مال کا مقر لہ کو لازم ہوگا جبکہ مقر اس مال کا اندک مدت بھی مالک ہو بسبب نافذ ہونے اقرار کے اپنی ذات پر اور اگر اقرار انشاء ہوتا تو صحیح نہ تھا بسبب موجود ہونے ملک کے یعنی اقرار کے وقت مقر اس مال کا مالک تھا کہ اقرار صحیح ہوتا مثلاً زید نے اقرار کیا کہ یہ غلام خالد کا ہے پھر زید اسکا مالک ہوا کسی وقت میں تو اسپر لازم ہوگا کہ غلام خالد کو تسلیم کرے مفتی ابوالسعود نے کہا کہ اس مسئلے سے نکلتا ہے کہ اگر ایک شخص نے ایک چیز کا دعوے کیا غیر کے قبضے میں پھر ایک شخص نے اسکی گواہی دی اور کسی وجہ سے مقبول نہ ہوئی پھر شاہد اس چیز کا مالک ہوا تو اسکو تسلیم الی المدعی کا حکم ہوگا وَفِي الْاَشْبَاهِ اَقَرَّ بِعُبُوْدِيَّةِ عَبْدٍ ثُمَّ اشْتَرَاهُ عَتَقَ عَلَيْهِ وَلَا يَرْجِعُ بِالثَّمَنِ اَوْ بَعْضِ قَرْيَةٍ اَوْ دَارٍ ثُمَّ اشْتَرَاهَا وَوَرِثَهَا صَارَتْ وَقْفًا لِوُجُوْدِ الْوَاجِبِ لَهُ بِنَفْيِهِ اور اشباہ میں ہے کہ ایک غلام کی آزادی کا اقرار کیا پھر اسکو خرید کیا تو وہ غلام اسپر موقوف ہوجائے گا اور اسکا ثمن بائع سے نہ پھیرے سکے گا یا ایک گھر کے وقف ہونے کا اقرار کیا پھر اسکو خرید لیا یا اسکا وارث ہوا تو وہ گھر وقف ہوجائے گا اسکے زعم پر مواخذہ کرکے ہم رجوع ثمن اسواسطے نہ ہوگا کہ اقرار فقط مقرر تھا نہ ہونا غیر پر وَلَا يَصِحُّ اِقْرَارُهُ بِطَلَاقِ زَوْجَتِهِ وَعَتَاقِ مَمْلُوْكِهِ وَلَوْ كَانَ اِنْشَاءً لِصِحَّةِ تَعْلِيْقِهِ بِالتَّمْلِيْكِ اور صحیح نہیں اسکا اقرار طلاق اور عتاق کا زبردستی سے اور اگر اقرار انشاء ہوتا تو صحیح ہوتا بجہت عدم تخلف کے ہم طلاق اور عتاق کا اقرار از راہ زبردستی اسواسطے صحیح نہیں کہ دلیل کذب یعنی اکراہ موجود ہے اور اقرار اخبار ہو احتمال رکھتا ہے صدق اور کذب کا تو اسکے مدلول لفظی وضعی کا تخلف لفظ سے جائز ہوا اور اگر انشاء ہوتا تو تخلف صحیح نہ ہوتا اسواسطے کہ انشاء میں مدلول لفظی وضعی کا تخلف ممنوع ہے وَصَحَّ اِقْرَارُ الْعَبْدِ الْمَاْذُوْنِ بِعَيْنٍ فِيْ يَدِهِ وَالْمُسْلِمُ بِخَمْرٍ وَبِنِصْفِ دَارٍ هُوَ مُشَاعٌ وَالْمَرْاةُ بِالْقَبْضِ مِنْ غَيْرِ شُهُوْدٍ وَلَوْ كَانَ اِنْشَاءً لَمَا صَحَّ وصحیح ہے اقرار عبد ماذون کا اس عین میں جو اسکے پاس ہو اور مسلم کا اقرار صحیح ہے شراب میں اور آدھے گھر میں سے نصف شائع کا اقرار صحیح ہے اور زوجہ کا اقرار عورت کی جانب سے بالشہود صحیح ہے اور اگر اقرار انشاء ہوتا تو مسائل مذکورہ میں صحیح نہ تھا تمام درمختار انشاء ہونے کے عبد ماذون کے اقرار اسواسطے صحیح نہ ہوا کہ اسکا اقرار متبرع ہوتا اسکی جانب اور وجہ لائق تبرع کے نہیں اور مسلم نے شراب کا اقرار کیا تو اسکو حکم ہوگا کہ مقر کو تسلیم کرے اور اگر انشاء ہوتا تو لازم آتی

تملیک خراب کی جانب سے اور حالانکہ مسلمہ شراب کا مالک ہو سکتا ہے بغیر کو مالک کر سکتا ہے اور نصف دار رشاع کا اقرار صحیح ہوا سبب اسکے اخبار ہونے کے اور اگر انشا ہوتا تو ہبہ مشاع ہوتا اور ہبہ مشاع قابل قسمت تمام نہیں ہوتا باوجود قبض کے بھی اور اسیطرح زوجیت کا اقرار اخبار ہونے کی جہت سے صحیح ہوا اور نہ بالشہود صحیح ہو تو لو لا تسمع دعواہ علیہ بانہ اقر لہ بشیٔ معین بناءً علی الاقرار لہ بذلک یفید لانہ اخبار یحتمل الکذب حتی لو اقر کاذبا لم یحل لہ لان الاقرار لیس سببا للملک لعدم لزومہ رضاء کان ابتداء ھبۃ وھو الاوجہ بخانیہ اور مسموع نہیں دعوے مقر اسطرح کہ کہنے اسکے واسطے شئی معین کے اقرار کیا بنا بر اُس اقرار کے اسی قول کا فتوی ہے اسواسطے کہ اقرار محتمل کذب کا ہے یہاں تک اگر جھوٹا اقرار کرے تو مقرلہ کو وہ چیز حلال نہیں ہے اسکو زبردستی لینا باعتبار دیانت کے جائز نہیں اسواسطے کہ اقرار مالک ہونے کا سبب نہیں ہاں اگر مقر اپنی خوشی مقرلہ کو وہ چیز تسلیم کرے تو اب یہ ابتداء ہبہ ٹھہرے گا اور یہی قول اوجہ اور مدلل تر ہے کذا فی البزازیہ الا ان یقول فی دعواہ ھو ملکی واقر لی بہ او یقول لی علیہ کذا وکذا اقر بہ فتسمع اجماعا لانہ لم یجعل الاقرار سببا للوجوب مگر یہ کہ مدعی اپنے دعوے میں یوں کہے وہ شئی میری ملک ہے اور مدعا علیہ نے اسکا اقرار بھی کیا ہے میرے واسطے یا یوں کہے کہ یہ اُس چیز امانتاً ہے اور اسیطرح کہنے اقرار بھی کیا ہے تو اب دعوی مسموع ہوگا بالاتفاق اسواسطے کہ مدعی نے اقرار کو وجوب ملک کا سبب نہیں ٹھہرایا ثم اذا کان الاقرار ھل یحلف علی الاقرار بل علی المال پھر بعد دعوی ملک اور اقرار کے اگر مدعا علیہ اپنے اقرار کرنے کا منکر ہو تو کیا اُس سے قسم لیجائے گی یا نہیں مفتی بہ یہ ہے کہ اُس سے اقرار پر قسم نہ لی جائے گی بلکہ اصل مدعا پر قسم لیجائے وانما دعوی الاقرار فی النافع فتسمع عند العامۃ اور اقرار کا دعوی تو دفع میں جمہور فقہا کے نزدیک مسموع ہے یعنی اگر مدعا علیہ نے گواہ قائم کیے کہ مدعی نے اقرار کیا ہے کہ اسکا حق جانب مدعا علیہ کچھ نہیں یا عین مدعا بہ مدعا علیہ کی ملک ہے تو دعوی مسموع اور گواہ مقبول ہیں وللوجہ الثانی وھو الانشاء لو ورد المقر اقرارہ فلم یقبل لا یصح ولو کان اخبارا لصح اور باعتبار وجہ ثانی یعنی اقرار کے انشا ہونے کے اگر مقرلہ نے مقر کا اقرار رد کیا بعد اسکے قبول کیا تو صحیح نہیں اور اگر اقرار اخبار ہوتا تو صحیح ہوتا ہم اقرار بعد رد کے وہاں صحیح نہیں جہاں اقرار رد ہو جاتا ہے رد کر دینے سے پنا نچہ ہبہ وغیرہ اور جو چیز رد کر دینے سے رد نہیں ہوتی چنانچہ رق اور نسب تو انمیں اگر اقرار کرے گا اور بعد رد کرنے کے مقرلہ اسکا دعوی کریگا تو مقبول ہے اور عقود لازمہ مانند نکاح رد نہیں ہوتے رد کرنے سے تو اگر مرد نے عورت سے کہا کہ میں نے تجھسے کل نکاح کیا عورت نے کہا کہ نہیں پھر بولی کہ ہاں اور مرد بولا کہ نہیں تو مرد کو نکاح لازم ہوگا اسواسطے کہ مرد کا اقرار باطل نہیں ہوتا اسلیے کہ نکاح عقد لازم ہے کہ بجز وانکار احد الزوجین کے باطل نہیں ہوتا تو عورت کی تصدیق اعتماد کرنے کے صحیح ہے تو نکاح ہی ہوگا اور مرد کا انکار بعد اقرار کے معتبر نہوگا کذا فی الطحطاوی واما بعد القبول فلا یرتد بالرد اور بعد قبول کر لینے کے تو اقرار رد نہیں ہوتا رد کر دینے سے ولو اعاد المقر اقراره فصدقه لزمه لانه اقر اخر اور اگر مقر نے دوبارہ اقرار کیا بعد رد کرنے کے سو مقرلہ نے اُسکی تصدیق کی تو اُسکو لازم ہوگا اسواسطے کہ یہ دوسرا اقرار ہی جسکی تصدیق ہوئی اور اقرار مرہ ورد اور تعاطہ کذا فی الکافی اقراد الثانی لا یحلف ولا تقبل علیہ بینۃ قال المصنف والاشبہ قبولها واعتمده ابن الشحنۃ واقره الشرنبلالی پھر اگر مقر نے اپنے اقرار ثانی کا انکار کیا تو اُس سے قسم لیجائے گی اور مقرلہ کے گواہ بھی مقبول نہوں گے قاضی بدیع اوستاد صاحب تنویر نے کہا اور اشبہ بقواعد فقہ قبول ہیں اور ابن شحنہ شارح وہبانیہ نے اسپر اعتماد کیا ہے اور شرنبلالی نے اسپر قبول کو ثابت رکھا ہے والملک الثابت بہ بالاقرار لا یظهر فی حق الزوائد المستهلکۃ فلا علیها المقر لہ ولو اخبارا الملک کہا اور جو ملک کہ اقرار سے ثابت ہوئی ظاہر نہیں ہوتی زوائد مستہلکہ کے حق میں تو زوائد مذکورہ کا مقرلہ مالک نہوگا اور اگر اقرار اخبار ہوتا تو اُنکا مالک ہوتا مثلاً زید نے کہا کہ یہ باغ خالد کا ہے اور بعمل اُس باغ کے طیار تھے سو اُسنے تو ڑے اور اپنے تصرف میں لایا تو زید پر اُسکا ضمان لازم نہوگا کیونکہ اس صورت میں اقرار انشا ہو گویا اُسنے فی الحال خالد کو مالک کیا اقر حر مکلف بقظان طائعا او عبد او صبی او معتوہ ماذون لهم ان اقر بما یتعارف

کا اقرار مجہول بعید فہو و لا فہعد عتی و ناتہ کو معنی علیہ کمجنون و صبی السکران و من الملکرہ صبی معلوم او مجہول صحیح معلوم یا مجہول کا اقرار کیا آزاد بالغ عاقل بیدار نے اپنی خوشی سے یا عبد ماذون یا صغیر ماذون یا معتوہ ماذون نے اقرار کیا بشرطیکہ یا ذونین کا اقرار متعلق بسوداگری ہو تو صحیح ہی جیسے عبد مجور غیر ماذون کا اقرار حدود اور قصاص مین صحیح ہی اور اگر عبد مجور کا اقرار مال کا ہو نہ حدود اور قصاص کی تو بعد عتق کے صحیح ہوگا یعنی اسکا مواخذہ بعد اسکے آزادی کے ہوگا اور سوتا آدمی اور بیہوش علیہ مجنون کے مانند ہی جسکا اقرار صحیح نہین اور مست کا اقرار گئے مذکور ہوگا اور مکرہ کا اقرار عنقریب مذکور ہوچکا کہ طلاق اور عتاق مین بھی زبردستی کا اقرار صحیح نہین ہم عبد اور صغیر اور معتوہ ماذونین کا اقرار مال مین صحیح ہی اسواسطے کہ یہ ضروریات تجارت سے ہی اور اگر انکا اقرار صحیح نہو تو کوئی شخص انسے معاملہ نکرے تو جو امر متعلق تجارت ہو وہ اذن مین داخل ہی چنانچہ ودیعون اور عواری اور مضاربات اور غصوب اور جرام متعلق تجارت نہین چنانچہ مہر اور خیانت اور ضمانت جنمین انکا اقرار صحیح نہین کذا فی الطحاوی لان جہالۃ المقر بہ لا تمنع الا اذا بین سببا یضر الجہالۃ کبیع و اجارۃ اقرار حق مجہول کا اسواسطے صحیح ہوا کہ جہالت مقر بہ کی مضرت نہین کرتی مگر جبکہ مقر ایسا سبب بیان کرے جسکو جہالت ضرر کرتی ہی چنانچہ بیع اور اجارہ ہم اقرار مجہول اسواسطے صحیح ہوا کہ گاہے مقر بہ حق مجہول لازم آجاتا ہی اسطرح کہ اسنے کچھ مال تلف کردالا جسکی قیمت اسکو معلوم نہین ہاں بیع اور اجارہ کی جہالت البتہ مضر ہی مثلاً اقرار کیا کہ اسنے غلامسے کوئی چیز بیع کی یا اجارہ رکھی یا کوئی چیز خریدی تو اقرار صحیح نہین اور مقر بہ چیز نہوگا تسلیم کو واما جہالۃ المقر فہ فمضرۃ کقولہ علی احدنا لف الف و ہم جہالۃ المقتضی علیہ الا اذا جمع بین عبد بہ و بضعہ فیصح اور اقرار کرنے ذات کی جہالت تو مضر ہی چنانچہ مقر کا یون کہنا کہ ہم لوگون مین سے ایک شخص مجہول پر درہم تیرے ہین بسبب نہ معلوم ہونے اس شخص کے بسپر ہزار درہم کا حکم کیا جاے مگر جبکہ مقر اپنے غلام اور اپنی ذات کو جمع کرے تو ایسی جہالت مقر کی صحیح ہم مثلاً ایک شخص نے یون اقرار کیا کہ تیرے یا میرے ہم مین سے پر ہزار درہم ہین تو صحیح ہی اسواسطے کہ بہر صورت مولی پر مطالبہ متوجہ ہوگا نہ غلام پر وکذا اضافۃ جہالۃ المقر ان مخشت کاحد احدی من الناس علی کذا اور اسیطرح مقر کا جہالت مضر کرتی ہی اگر جہالت فاحش اور کثیر ہو چنانچہ یون اقرار کرنا کہ لوگون مین سے ایک شخص کا تجھپر اتنا مال ہی و ہو لا یملک ذلک فیصدق و لا یجبر علی البیان الا ان یدعی بحر نقلہ فی النہر و لکن باختصار مخل کما بینتہ فی شرحنا الکبیر اور اگر یہ مقر کی جہالت فاحش نہو تو مضر نہین کرتی چنانچہ یہ اقرار کہ ان شخصون مین سے ایک شخص کا میرے اوپر اتنا ہی تو صحیح ہی اور مقر مجبور کیا جاے گا بیان کرنے پر بسبب مجہول ہونے مدعی کے کذا فی البحر اور یہ حکم در مین نقل کیا ہی لیکن باختصار مخل چنانچہ غرری زادہ نے بیان کیا ہم مثال مذکور مین اسواسطے اقرار صحیح ہوا کہ صاحب حق یا مہر مین دو شخصون رہے اور ایسی صورت مین امر مرد کا یاد کرنے کا اسواسطے کہ صاحب حق کو گاہے مقر بھول بھی جاتا ہی صاحب در کی نقل مین خلل واقع ہوا کہ اسنے جبر علی البیان ذکر کیا ہی اور غرری زادہ کا حاصل بیان یہ ہی کہ مقر بہ چیز جس صورت مین ہی جبکہ مقر بہ مجہول ہو نہ کہ مقر لہ کی جہالت چونکہ اسواسطے کہ صاحب حق کے واسطے اور وہ بیان مجہول کذا فی الطحاوی ولزمہ بیان ما یحتمل کثیرا و حقیرا بذی قیمۃ کثوب و جوز بالا بمالا قیمۃ لہ کحبۃ حنطۃ و جلد میتۃ و صبی حر لانہ مال فلا یصح اقرار مقر کو لازم ہوگا اس مقر بہ کا بیان کرجسکو اسنے مجہول بیان کیا مانند کپڑا اور حق کے بیان چاہیے قیمت والی چیز سے چنانچہ پیسا اور اخروٹ و امثال چیز سے جسکی کچھ قیمت نہین چنانچہ ایک دانہ گیہون کا اور مردار کی کھال اور صغیر آزاد اسواسطے کہ بلا قیمت چیز کا بیان کرنا رجوع ہی اقرار سے تو صحیح نہوگا ہم جبکہ مقر نے حق مجہول کا اقرار اسطرح کیا کہ زید کی مجھپر کچھ چیز ہی یا حق تو اسپر بیان لازم ہی قیمت دار چیز سے نہ بلا قیمت سے زیلعی مین ہی اگر مقر نے یون بیان کیا کہ مین نے حق سے حق اسلام کا ارادہ کیا تو اسکی تصدیق نہوگی اسواسطے کہ اسکو عرف مین حق نہین جانتے اور یہی حق لائق اعتبار کے ہی والقول للمقر مع حلفہ لانہ المنکر ان ادعی المقر لہ الاکثر منہ و لا بینۃ لہ اور مقر کا قول مقبول ہی اسکی قسم کے ساتھ اسواسطے کہ وہ منکر ہی زیادت کا اگر مقر لہ اسکے بیان کرنے سے زیادہ تر کا دعوی کرے اور

اُسکے گواہ ہون ولا یصدق فی اقل من درھم فی علی مال اور تصدیق نہوگی مقر کی ایک درم سے کمتر مین اس اقرار مین کہ میرے اوپر مال ہو یعنی اسواسطے کہ درم سے کمتر کو عرف مین مال شمار نہین کرتے ومن النصاب ای نصاب الزکوۃ فی الاصح اختیارہ وقیل ان المقر فقیرا فنصاب الشرقۃ وصح ف مال عظیم لو بینہ من الذھب او الفضۃ اور اگر مقر نے اقرار کیا کہ مجھپر مال عظیم ہی سونے یا چاندی سے تو نصاب یعنی نصاب زکوۃ سے کمتر کے بیان مین اُسکی تصدیق نہوگی کذا فی الاختیار اور بعضون نے کہا کہ اگر مقر محتاج ہو تو نصاب سرقہ سے کمتر مین تصدیق نہوگی اور اس قول کی بھی تصحیح ہوئی ہی ہم نصاب زکوۃ کو مال عظیم اسواسطے قرار دیا کہ نصاب عظیم ہی شرعًا لہذا صاحب نصاب کو غنی قرار دیا اور مواسات فقرا اُسپر واجب ہوگی اور عرف مین بھی اسکو غنی کہتے ہین ومن خمس وعشرین من الابل لانھا ادنی نصاب یوخذ من جنسہ اور پچیس اونٹ سے کمتر مین اُسکی تصدیق نہوگی اگر یون نبولا کہ مجھپر مال عظیم ہی اونٹون سے اسواسطے کہ پچیس اونٹ کمتر نصاب ہی جو اونٹ کی جنس سے لیجاتی ہی ہم یہ جواب ہی اس سوال کا کہ اونٹ کی کمتر نصاب پانچ اونٹ ہین جسمین ایک بکری لیجاتی ہی حاصل جواب یہ ہوا کہ پچیس سے کمتر مین زکوۃ ہم نصاب نہین لیجاتی ہان پچیس سے ایک اونٹ لیجاتا ہی تو باعتبار اخذ مجانس پچیس ہی ادنےٰ نصاب ٹھہری ومن قدر النصاب قیمۃ فی غیر مال الزکوۃ اور مقدار نصاب کی قیمت سے کمتر مین تصدیق نہوگی غیر مال زکوۃ مین ہم یعنی جس مال مین زکوۃ واجب نہین اُسکو مال عظیم کے بیان مین ذکر کیا اسطرح کہ مجھپر مال عظیم ہی ثیاب اور کتب سے تو یہان نصاب باعتبار قیمت کے معتبر ہوگی یعنی اگر اُنسے اتنے ثیاب یا اتنی کتابین ذکر کین جنکی قیمت دوسو درم چاندی یا سات مثقال سونا ہین تو اُسکی تصدیق نہوگی ومن ثلثۃ نصب فی اموال عظام ولو فسرہ بغیر مال زکوۃ اعتبر قیمتھا کما مر اور تین نصابون سے کمتر مین تصدیق نہوگی اس قول مین کہ علی اموال عظام یعنی مجھپر بڑے مال ہین اور اگر اموال عظام کی تفسیر غیر مال زکوۃ یعنی ثیاب وغیرہا سے کرے گا تو تین نصابون کی قیمت معتبر ہوگی چنانچہ ابھی مذکور ہوچکا ہم اموال عظام مین تین نصاب ہین اسواسطے معتبر ہوئین کہ تین اول جمع ہین وفی دراھم ثلثۃ اور دراہم مین تین درم سے کمتر مین تصدیق نہوگی یعنی اگر یون اقرار کیا کہ مجھپر دراہم ہین تو تین دراہم سے کمتر مین تصدیق نہوگی بدلیل گذشتہ وفی دراھم اودنانیر او ثیاب کثیرۃ عشرۃ لانھا نھایۃ اسم الجمع اور اس اقرار مین کہ مجھپر دراہم کثیرہ یا دنانیر کثیرہ یا ثیاب کثیرہ ہین دس درم یا دس دینار یا دس کپڑے لازم ہون گے اسواسطے کہ دس منتہاے اسم جمع ہی تو وہ ہی اکثر ٹھہرا باعتبار لفظ کے ہم عشرہ نہایت جمع قلت کی ہی جمع کثرت کی تو اگر شارح یون کہتا لانھا اقل مدلول جمع الکثرۃ تو بہتر ہوتا اور یہ مین نے ہی احد القولین پر کذا فی الطحطاوی وکذا اخر ھا درھم علی المعتمد اور اس اقرار مین کہ علی کذا درھا ایک درم لازم ہوگا بقول معتمد ولو خفضہ لزمہ مائۃ درھم اور درہم کو بہ لفظ کذا کے کسور کہا اسطرح کہ علی کذا درہم تو سو درم لازم ہون گے وفی درھم ودرھم علیہ درھم والمعتبر الوزن المتعارف لا بحجۃ زائفۃ اور اس اقرار مین کہ علی کذا درہم بلفظ تصغیر یا یون کہا کہ علی کذا درہیم غلیظ ایک درم لازم ہوگا اور درم کا وزن وہ معتبر ہی جو اُس شہر مین رائج اور متعارف ہو مگر جعلی البتہ فیر متعارف معتبر ہوگا کذا فی الزیلعی ہم یعنی تصغیر اور تعظیم مین پورا درم باعتبار وزن کے معتبر ہوتا کہ زیادہ کم نہ ہو وکذا کذا درھما احد عشر اور اس اقرار مین کہ علی کذا درہما گیارہ درم لازم ہین ہم اسواسطے دو عدد مبہم بغیر حرف عطف کے مقرر کیے اور اسطرح کا اقل عدد مفسر عدد عشرہ اور اکثر تسعۃ عشر اور اقل بلا بیان لازم ہی اور زیادتی اُسکی بیان پر موقوف ہی کذا فی الکنز وکذا احد وعشرون لان نظیرہ قالوا واحد وعشرون اور اس اقرار مین کہ علی کذا درھما مفرد پر اکیس درم لازم ہین اسواسطے کہ اُس عدد مبہم کا مانند عدد مفسر کے واو کے ساتھ احد وعشرون ہی ہم اگر شارح یون کہتا لانہ اقل نظیرہ تو بہتر ہوتا کذا فی الطحطاوی ولو ثلث بلا واو فاحد عشر اذ لا نظیر لہ فحمل علی المتکرر اور اگر لفظ کذا کو مقرین بالواو بدون واو کے اسطرح کہ علی کذا کذا کذا تو احد عشر یعنی گیارہ لازم ہین ہی عدد مبہم کا مفسر کوئی مانند عین تو تیسرا لفظ تکرار پر محمول ہوا ومعھا مائۃ واحد وعشرون اور اگر

کذا کا لفظ تین بار بولا واو کے ساتھ اسطرح کہ علیّ کذا وکذا وکذا تو مائۃ واحدۃ وعشرون لازم ہوں یعنی ایک سو اکیس اسواسطے کہ اتنی تعیین تین عدد کی قائم کرنے والی ہے ساتھ مائۃ واحدۃ وعشرون ہی کذا فی الدرر وان ربع مع الواو وزید الف اور کذا کا لفظ چار بار واو کے ساتھ اسطرح کہ علیّ کذا وکذا وکذا وکذا تو عدد سابق پر الف کا لفظ زیادہ کیا جاوے اسطرح کہ الف ومائۃ واحدۃ وعشرون یعنی گیارہ سو اکیس لازم ہوں گے اسواسطے کہ یہی سکا نظیر ہی عدد مفسر سے کذا فی الذخیرہ ولو خمس بزید عشرۃ الاف اور اگر پانچ بار کذا کا لفظ بولا اسطرح کہ علیّ کذا وکذا وکذا وکذا وکذا تو عدد سابق پر عشرۃ آلاف زیادہ ہوں گے اسطرح کہ عشرۃ الاف ومائۃ واحدۃ وعشرون یعنی گیارہ ہزار ایک سو اکیس ولو سدس بزید مائۃ الف اور اگر لفظ کذا چھ بار بولا تو عدد سابق پر مائۃ الف زیادہ ہوگا اسطرح کہ مائۃ الف وعشرۃ الاف والف ومائۃ واحدۃ وعشرون یعنی ایک لاکھ گیارہ ہزار ایک سو اکیس لازم ہوں گے ولو سبع زید الف الف اور اگر لفظ کذا کا سات بار بولا تو عدد سابق پر الف الف زیادہ ہوگا اسطرح کہ الف الف ومائۃ الف وعشرۃ آلاف والف ومائۃ واحدۃ وعشرون یعنی گیارہ لاکھ گیارہ ہزار ایک سو اکیس وھکذا ابدا نظیرہ ابدا اور اسطرح عدد مبہم کا نظیر عدد مفسر سے ہمیشہ غیر متناہی ہی معتبر ہوگا ولو قال لہ علیّ وله قبلی فھو اقرار بدین لان علی للایجاب وقبلی للضمان غالبا اور بولا کہ علیّ یعنی میرا مجھپر یا یوں بولا کہ قبلی یعنی اسکا میری جانب تو یہ قول دین کی اقرار ہی اسواسطے کہ لفظ علی ایجاب کے واسطے ہی اور لفظ قبلی ضمان کیواسطے غالبًا مستعمل ہی مر قول اول اسواسطے دین کا اقرار ہوا کہ علی ایجاب میں مستعمل ہوتا ہی اور محل ایجاب ذمہ ہی اور ذمہ میں دین ثابت ہوتا ہی عین اور قبلی کا لفظ اگرچہ ایجاب اور امانت دونوں میں مستعمل ہوتا ہی لیکن ایجاب میں اسکا استعمال غالب ہی اور مطلق غالب الاستعمال کیطرف منصرف ہوتا ہی کذا فی الاتقانی وصدق ان وصل بہ ھو ودیعۃ لانہ یحتملہ مجازا اور اسکی تصدیق ہوگی اگر اُس کلام سے ہو ودیعۃ کو ملایا اسواسطے کہ لفظ علی اور قبلی کا مجازًا ودیعت کیلئے بھی استعمال رکھتا ہی اسواسطے کہ علی اور قبلی سے وجوب پیدا ہوتا ہی اور وجوب بیعت میں جسکی متحقق ہوا اسواسطے کہ بیعت کا حفظ واجب ہوا اور قبلی کا استعمال معلوم ہوچکا کہ امانت میں بھی ہوتا ہی وان فصل لا یصدق لتقرره بالسکوت اور اگر ہو ودیعۃ کو اعلی یا قبلی سے جدا کہا تو اسکی تصدیق نہوگی بسبب ثابت ہونے دین کے سکوت سے یا لکلامین سے عندی او معی او فی یدی او فی بیتی او فی کیسی او صندوقی اقرار بانہ امانۃ علا بالعرف اور لفظ عندی یا معی باقی یدی یا فی کیسی یا فی صندوقی اسکا اقرار ہی کہ وہ چیز امانت ہی عرف پر عمل کرنے سے یعنی اسکی چیز میرے نزدیک ہی یا میرے ساتھ یا میری مٹھی میں یا میری تحویل میں یا میرے صندوق میں ہی جمیع مالی او ما املکہ لہ او لہ من طالی او من دراھمی کذا فھو ھبۃ لا اقرار اگر بولا کہ میرا سب مال اسکا ہی یا جسکا مین مالک ہون اسکا ہی اور میرے مال سے یا میرے دراہم سے اسکے اتنے ہین تو یہ قول ہبہ ہوگا اقرار ولو عبر بنقد علی او بقی دراھمی کان اقرارا بالشرکۃ اور اگر یون تعبیر کی کہ میرے مال مین یا میرے درہمون مین اسکا اتنا ہی تو یہ شرکت کا اقرار ہی فلا بد لصحۃ الھبۃ من التسلیم بخلافہ لا اقرار تو ضرور ہی ہبہ صحیح ہونے کے واسطے تسلیم جمیع مال مین بخلاف اقرار کے کہ اسکی صحت کے لیے تسلیم ضرور نہین ہم یکہ جمیع مالی لہ یا ما املکہ لہ ہبہ ٹھہرا نہ اقرار تو اگر بعد اس قول کے کہنے اپنا سب مال اسکو دے دیا تو ہبہ صحیح ہوگا والا غیر صحیح والاصل انہ متی اضاف المقر بہ الی ملکہ کان ھبۃ اور قاعدہ کلیہ یہ جان رکھو کہ جب مقر نے مقربہ کو اپنی ملک کیطرف مضاف اور منسوب کیا تو وہ ہبہ ہوگا ہم اسواسطے کہ اپنی ذات کیطرف نسبت کرنا اسکے منافی ہی کہ اُسکو حمل کیجئے اقرار پر کہ وہ اخبار ہی نہ انشا پھر جب انشا ہوا تو قبول مذکور ہبہ ہوگیا تو ہمین وہ شرط ہوگی جو ہبہ مین شرط ہی اگر اُسکو اپنی ذات کیطرف مضاف کیا مثلاً یون کہا کہ ہذا المال لفلان یعنی یہ مال فلانے شخص کا ہی تو یہ اقرار ہی نہ ہبہ ولا یرد ما فی بیتی لانہا اضافۃ نسبۃ لا ملک اور قاعدہ مذکورہ پر جو اعتراض وارد ہوگا کہ باقی جیتی کا اسواسطے کہ یہ نسبت اضافت ہی نہ ملک کی ہم حاصل اعتراض یہ ہی کہ مانی بیتی مین اضافت بیت کی مقر کیطرف موجود ہی اور باوجود اسکے یہ اقرار ہی نہ ہبہ خلاصۂ جواب یہ ہی کہ یہ ملک مقر کی اضافت ملک نہین بلکہ نسبت کی اضافت ہی چنانچہ لکھنؤ کا مثلاً رہنے والا کہے کہ لکھنؤ میرا شہر ہی تو یہ سکونت شہر کی اضافت ہی نہ ملک کی ولا الارض التی حدودھا کذا للطفل فلان فانہ ھبۃ وان لم یقبضہ لانہ فی یدہ کالا ان یکون

مما یحتمل القسمة فیشترط قبضه مفرزا انتهی للاضافة تقدیرا بدلیل قول المصنف اقراره اخرجعین ولم یضفه لکن من المعلوم لکثیر من الناس انه ملکه فجعل یکون اقرارا او تملیکا ینبغی الثانی فیراعی فیه شرائط التملیک فراجعه اور نہ اعتراض وارد ہوگا قاعدۂ مذکورہ پر اس قول کا کہ جس زمین کی ایسی حدین ہین وہ میرے غلام یا طفل کی ہی اسواسطے کہ یہ قول بہہ ہی اگر یہ طفل نے اُسپر قبضہ نکیا ہوا سواسطے کہ طفل غیر باپ کے پاس ہی تو باپ کا قبضہ بمنزلہ قبضہ اُسکا قبضہ ہوگیا کہ موہوب اُس قسم سے ہو جس مین قسمت کا احتمال ہی یعنی اور باچنیر کہ اُسمین سے بعض سپرد کرے نہ سب تو اُسکا جداگانہ قبضہ شرط ہوگا انتہی الاعتراض اسواسطے زمین مذکورہ کا اعتراض وارد نہوگا کہ اضافت زمین کی متکلم کیطرف تقدیری ہی مصنف کے اس قول کی دلیل سے کہ دوسرے شخص کے واسطے شی معین کا اقرار کیا اُس شی کو اپنی طرف مضاف نکیا لیکن اکثر لوگون کو معلوم ہو کہ وہ شی متقر کی ملک ہی تو کیا یہ قول اقرار ہوگا یا تملیک جواب مناسب فقیہ یہ ہو کہ یہ قول تملیک ہوگا تو اُسمین شرائط تملیک کی مرعی ہون گی سو اسکی طرف مراجعت کرم قاعدۂ مذکورہ سے یہ مفہوم ہوتا ہی کہ جب عقر کو متقر اپنی طرف اضافت نکرے تو وہ اقرار ہو نہ ہبہ تو چاہیے کہ مسئلۂ ارض بسبب عدم اضافت اقرار ہو اور حالانکہ وہ ہبہ ہی خلاصہ جواب یہ ہو کہ اگرچہ اس مسئلہ مین اضافت صریح نہین ہو لیکن اُسمین اضافت تقدیری ہو گویا اُسنے یون کہا کہ میری وہ زمین جسکی ایسی حدین ہین وہ میرے غلام یا طفل صغیر کی ہی اور اضافت تقدیری پر دلیل یہ ہی کہ ملک اُس زمین کی لوگون کو معلوم ہو الحاصل اضافت الی نفسہ جو مقتضی تملیک ہی خواہ صریح ہو یا تقدیری کہ قرائن سے معلوم ہوجیسا کہ وہ متکلم کی ملک ہی کذا فی الطحطاوی قصصاً قال لی علیك الف فقال اقرنه او انتقده او اجلنی به او قضیتك ایاه او ابرانی منه او تصدقت به علی او وهبته لی او اعطنیه علی ربلی ونحو ذلك فهو اقرار له یرجع الضمیر الیهما فی کل ذلك غرمی زاده فکان جوابا ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میرے تجھ ہزار رہن سو خاطب نے کہا کہ مجکو وزن کردے یا اُنکو میرے کہنے سے یا اُنکی مجکو مہلت دے یا مین تجکو وہ دیچکا ہون یا تو نے مجکو وہ معاف کردیے ہین یا تو نے مجکو وہ خیرات مین دیے ہین یا اُنکو تو نے مجکو ہبہ کردیا ہی یا مین نے تجکو وہ زید سے دلائے ہین اور مانند ایسے کلمات کے سو یہ اقرار ہی مقر لہ کے واسطے ہزار کا بسبب پھیرنے ضمیر کے ہزار کی طرف ان سب مثالون مین کذا فی غرمی زادہ تو یہ جواب ٹھہرا کلام اول کا یعنی اثبات اُسکا نہ انکار اور نہ کلام جداگانہ وهذا اذا لم یکن علی سبیل الاستفهام فان کان وشهد الشهود بذلك لم یلزمه شئ اور یہ یعنی اقرار اُسوقت ہوگا جبکہ جواب مخاطب کا بطور خوشنودی طبعی کے نہو سو اگر بطور خوشنودی طبعی کے ہو اور گواہ خوشنودی طبعی کے گواہی دین تو اُسپر کوئی چیز لازم نہوگی اما لو ادعی الاستفهام لم یصدق اور اگر مخاطب نہ کور خوشنودی طبعی کا دعوی کرے بلا شہود تو اُسکی تصدیق نہوگی وبلا ضمیر مثل اترن الخ وکذا اتحاسب وما استقرضت من احد سواك او غیرك او قبلك او بعدك لا یکون اقرارا لعدم انصراف الی المذکور فکان کلاما مبتدأ اور کلمات مذکورہ بدون ضمیر کے چنانچہ وزن کردے یا پرکھلے الخ اور اسیطرح حساب تو مین نے کسی سے قرض لیا سوا تیرے یا غیر تیرے یا قرض لیا قبل تیرے یا بعد تیرے تو یہ اقرار نہوگا بسبب نہ پھیرنے ضمیر کے ہزار نہ کور کیطرف تو یہ کلام جداگانہ ٹھہرا نہ جواب کلام اول ولا صل ان کل ما یصلح جوابا لا ابتداء یجعل جوابا وما یصلح للابتداء لا للبناء او یصلح لهما یجعل ابتداء لئلا یلزمه المال بالشك مختار اور قاعدہ کلیہ مسائل مذکورہ مین یہ ہو کہ جو کلام کو صلاحیت رکھتا ہی جواب ہونے کی نہ ابتدا سے کلام ہونے کی تو وہ جواب ٹھہرایا جاتا ہی اور جو لیاقت رکھتا ہی ابتدا سے کلام ہونے کی نہ کلام سابق پر بنا یعنی جواب ہونے کی یا ابتدا اور بنا دونون کی صلاحیت رکھتا ہی چنانچہ یہ قول کہ وزن کرلے تو وہ ابتدا یعنی کلام جداگانہ ٹھہرایا جاتا ہی تاکہ متکلم پر مال لازم نہ آوے تک سے کذا فی الاختیار وهذا اذا کان الجواب مستقلا فلو غیر مستقل کقوله نعم کان اقرارا مطلقا اور یہ یعنی تفصیل ذکر ضمیر اور عدم ضمیر کی اُسوقت ہی جبکہ مخاطب کا جواب کلام مستقل ہو یعنی اپنے مطلب مین پورا ہو بلا حاجت انضمام غیر تو اگر جواب غیر مستقل ہو چنانچہ لفظ نعم یعنی ہان تو اقرار ہوگا مطلقا یعنی ضمیر مذکور ہو

یا مفہوم ضمیر کی مثال یہ کہ نعم ہو علی اور عدم ضمیر کی مثال فقط نعم اس قول کے بعد کہ لی علیک الف حق لو قال اعطنی ثوبی عبدی ھذا او اقبضہ لی بداری ھذہ او حصصہ لی داری ھذہ او اسرج فرسی ھذہ او اعطنی سرجھا او لجامھا فقال نعم کان اقرارا بعبدہ والدار والثوب کما فی تو اگر کہا کہ مجھ پر میرے اس غلام کا کپڑا دے یا میرے لیے اس گھر کا دروازہ کھولدے یا میرے لیے اس گھر کی چونہ کاری کردے یا زین باندھ دے میرے اس گھوڑے پر یا مجھکو اس گھوڑے کا زین یا اسکی لگام دے پھر مخاطب نے کہا کہ ہاں تو یہ اسکی طرف سے اقرار ہوگا غلام اور گھر اور جانور کا مقر لہ کے واسطے کذا فی الکافی یعنی غلام کا اقرار ہوگا کپڑے کے ساتھ اور جانور کا زین اور لگام کے ساتھ قال الیس لی علیک الف فقال بلی فھو اقرار لربھا وان قال نعم لا ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ کیا میرے تجھ پر ہزار نہیں ہیں سو وہ بولا بلے یعنی کیوں نہیں تو یہ اقرار ہوگا اسکے واسطے ہزار کا اور اگر جواب میں جائے بلے نعم یعنی ہاں بولا تو اقرار نہ ہوگا وقیل نعم لان الاقرار یحمل علی العرف لاعلی دقائق العربیۃ کذا فی الجوھرۃ اور بعضوں نے کہا نعم یعنی ہاں کہنے سے بھی اقرار ہوگا اسواسطے کہ ثبوت اقرار عرف پر محمول ہے یعنی عرف میں بلی اور نعم دونوں برابر ہیں نہ عربی کی باریکیوں پر کذا فی الجوھرۃ والفرق ان بلی جواب الاستفہام المنفی بالا ثباتا وھو جوابہ بالنفی اور فرق بلی اور نعم کا عربی میں یہ ہے کہ بلی ہے استفہام منفی کا جواب ہی نفی کے ثابت کرنے سے اور نعم استفہام منفی کا جواب ہی اسکے نفی کردینے سے واسطے یا الراس مال لما طلق لیس بإقرار بمال وعتق وطلاق وبیع ونکاح واجارۃ وھبۃ اور جسے اشارہ کرنا بولتے آدمی کا اقرار نہیں مال اور عتق اور طلاق مال بیع اور نکاح اور اجارہ اور ہبہ کا مطلق کی قید شارح نے اسواسطے لگائی کہ صامت یعنی گونگے آدمی کا اشارہ کرنا امور مذکورہ میں سے قائم مقام نکے ہونے کے بقول مشہور ہی سوائے حدود کے اگرچہ وہ لکھنے پر قادر ہو کذا فی المحیط ای بخلاف افتاء ونسب واسلام وکفر وامان کا فرد اشارۃ مخرم لصحیحہ الشیخین براسہ فی روایۃ الحدیث فی الطلاق فی انت طالق ھکذا واشار بثلث اشارۃ لا اشباہ وبنزاد الیمین کحلفہ لا یستخدم فلانا او لا یظھر سرہ او لا یدل علیہ واشار حنث عادیۃ فخرہ بطلان اشارۃ الناطق الا فی قسم فلیحفظ بخلاف اشارہ ناطق کے فتوی دینے میں اور نسب اور اسلام اور کفر اور کافر کی امان دینے اور محرم کے اشارے میں مشکل کیطرف اور آیا ہے حدیث کا سر سے اشارہ کرنا حدیث کی روایت میں اور طلاق کا اشارہ اس قول میں کہ تو طالق ہی اسطرح اور تین بار اشارہ کیا کذا فی الاشباہ اور امور مذکورہ پر مشتمل زیادہ کی گئی چنانچہ اسکا یوں قسم کھانا کہ فلانے شخص سے خدمت نہ لے گا یا اسکا بھید ظاہر کریگا یا اسپر دلالت کرے گا اور پھر اسپر اشارہ کیا تو حانث ہوگا کذا فی الھدایہ تو متحقق ہوا اشارہ ناطق کا باطل ہونا مگر نہ صورتوں میں باطل نہیں تو اسکو یاد رکھنا چاہیے وان اقر بدین مؤجل او ادعی المقر لہ حلولہ لزمہ الدین حالا وعند الشافعی مؤجلا بیمینہ کما قراہ لعبدی فی یدہ انہ لہ اجل وان استاجرہ منہ فلا یصدق فی تاجیل الاجارۃ لانہ دعوی بلا نجاۃ اور اگر اقرار کیا دین مؤجل کا اور مقر لہ نے دعوی کیا بالمدت دین کا تو مؤجل بالمدت لازم آوے گا اور امام شافعی کے نزدیک دین مؤجل لازم ہوگا مقر کے قسم کھانے کے ساتھ چنانچہ اسکا اقرار اس غلام کا جو اسکے پاس ہی کہ وہ غلام ہی ایک مدت کا اور اسنے اسکو بطریق اجارے کے اس سے لیا ہی تو مقر کی تصدیق نہ کی تاجیل دین اور اجارۂ غلام میں اسواسطے کہ وہ دعوی ہی بدون حجت کے مع اسواسطے کہ مقر نے دوسرے کے حق میں اقرار کیا اپنی ذات پر اور ایک حق کا دعوی کیا مقر لہ پر تو اسکا اقرار حجت ہی اور اسکا دعوی بلا حجت مقبول نہیں کذا فی الحوی وحینئذ یستحلف المقر لہ فیھما اور اگر موت میں تقسیم کیا گیا مقر لہ سے دونوں میں یعنی تاجیل اور اجارے میں یعنی درصورت عدم گواہ مقر بخلاف ما لو اقر بالدراھم السود فکذبہ فی صفتھا حیث یلزمہ ما اقر بہ فقط لان السود نوع والاجل عارض لشبوتہ بالشرط والقول للمقر فی النوع وللمنکر فی العوارض بخلاف اسکے کہ اگر اقرار کیا سیاہ روپوں کا سو مقر لہ نے اسکی تکذیب کی روپوں کی صفت میں یعنے کہنے سیاہ ہونے میں اسواسطے کہ مقر کو وہی فقط لازم ہوں گے جسکا اقرار کیا واسطے کہ سیاہ قسم ہی روپوں کی اور مدت دین میں عارض ہی بسبب ثابت ہونے مدت کے شرط کرنے سے اور حالانکہ مقر کا قول قسم میں مقبول ہی اور منکر کا

سلطان کو پہنچا ہے اقرار میں اسکے مثال مسئلہ کی صورت سوال مختصر لگا میرا تجھ پر ہزار روپیہ تو جواب میں کہے

حاشیہ: اقرار میں مدعا علیہ کا قول مقبول ہوتا ہے اور مدعی کا قول نہیں ہوتا ہے

عوارض ہیں مقبول ہو یعنی مدت عارض ہو کہ بغیر عقد ثابت نہیں ہوتی ہو بلکہ بشرط کرنے سے ثابت ہوتی ہو اور عارض ہیں منکر کا قول بمقبول ہے کذا فی المحموی
کا قرار الکفیل بدین موجل فان القول لہ فی الاجل لثبوتہ فی کفالۃ الموجل بلا شرط جیسے ضامن کا اقرار دین مؤجل کا اسواسطے کہ مدت میں ضامن
ہی کا قول بمقبول ہے بسبب ثابت ہونے مدت کے ضمانت موجل میں بدون شرط کرنے کے ہم اسواسطے کہ ضمانت میں مدت نوع ہم عارض کہ شرط پر اسکا ثبوت
موقوف ہو کذا فی المحموی وشراء کہ امۃ منتقبۃ اقرار بالملک للبائع لثبوتہ فی حق البائع باقرار ثابت والی لونڈی کا خریدنا ملک بائع کا اقرار ہے جیسے
گٹھری کے اندر کپڑے کا خریدنا ملک بائع کا اقرار ہو وکذا الاستیام والاستیداء وقبول الودیعۃ بحر والاعارۃ والاستیجار
ولومن وکیل فکذلک اقرار بملک ذی الید فیمنع دعواہ لنفسہ ولغیرہ بوکالۃ او وصایۃ للتناقض اور اسیطرح طلبگاری خریدو فروخت
بکالۃ اور طلبگاری وراثت رکھنے کی اور وصیت کو قبول کرنا کذا فی البحر اور اجارہ اور طلبگاری ہبہ اور طلبگاری اجارہ اگرچہ ذی الید کے وکیل سے ہو تو یہ
جمیع امور مذکورہ ملک ذی الید کے اقرار ہیں تو اب طلبگار مذکور کو کہ اسکا دعوی کرنا اپنی ذات کے واسطے یا غیر کے واسطے بذریعہ وکالت یا وصایت کے جائز نہ ہوگا بسبب
تناقض کے یعنی پہلے وہ فعل کرنا جو ملک ذی الید پر دلالت کرے پھر اپنی ملک یا غیر کی ملک کا اسمیں دعوی کرنا صریح تناقض ہے بخلاف ما ذکرہ عن جمیع
الدعوی ثم الدعوی بھما لعدم التناقض ذکرہ فی الذخیرۃ قبیل الاقرار وصححہ فی الجامع خلافا للتصحیح الوھبانیۃ بخلاف
اسکے ابراء کرنے کے جمیع دعاوی سے پھر دعوی کرنے کے بواسطہ وکالت اور وصایت کے بسبب عدم تناقض کے اسواسطے کہ ابراء کرنا شخص کا اپنے مال
کے جمیع دعاوی سے اسکے مقتضی نہیں کہ غیر کیطرف سے بھی پھر دعوی نکرے ذکر کیا ہی اسکو در رمیں کتاب الاقرار سے پہلے اور صحیح کہا ہی اسکو جامع صغیر میں
برخلاف تصحیح صاحب منظم جامع صغیر میں اسکی تصحیح کی ہی کہ استیام اور استیجار اور استعارہ اور امانت اسکے اور آزاد ملک مسلم منہ اور مستاجر منہ اور مستعار منہ ہو اور وہ غائب
ہیں ہو کہ امور مذکورہ ملک ذی الید کا اقرار نہیں اسواسطے کہ بیع مثلاً شاید بائع کے ہاتھ میں بطور عاریت یا غصب کے ہو اور ذی الید وکیل یا فضولی ہو تو اسکی
ملک ثابت نہوئی اور یہ روایت زیادات کے موافق ہی کذا فی الطحطاوی ووفق شارحھا الشرنبلالی بانہ ان قال یعنی ھذا کان اقرارا وان
قال انبیع ھذا لابن یدہ مسئلۃ کتابۃ وختمہ علی صک البیع فائدہ لیس بما قرار بعدم ملکہ اور وہبانیہ کے شارح شرنبلالی نے جامع صغیر اور زیادات میں
اسطرح توفیق کی ہی کہ اگر یوں بولا کہ میرے ہاتھ بیچ اسکو تو یہ قول اقرار ہوگا یعنی اسواسطے کہ وہ جازم ہوا اسکی ملک کا اور طالب خریدنے کا اور اگر یوں بولا کہ بیچتا
اسکو بیچتا ہی تو اقرار نہوگا یعنی اس احتمال سے کہ اسکو بحسب ظاہر حال منظور ہو کہ اپنی ملک اور جو ابیع کا مدعی ہونا ہی بانہیں اور مویدیہ قول شرنبلالی ہی اسکی کتابت
اور بجائے مہر کرنے کا مسئلہ اسواسطے کہ بیعنامہ لکھنا اور اسپر مہر کرنا اپنی عدم ملک کا اقرار نہیں ہم تو کاتب اور خاتم کو بعد اسکے اسکا دعوی کرنا اپنے واسطے
یا غیر کے واسطے جائز ہی تو ہمیں پوچھنا کہ تو اسکو بیچتا ہی بطریق اولے عدم ملک ذی الید کا اقرار ہوگا کذا فی الطحطاوی وزنہ علی مائۃ ودرھم کلما درھم
وکذا المکیل والموزون استحسانا اور اس قول میں کہ اسکے میرے اوپر سو اور ایک درم ہو وہ تمام درم ہیں یعنی سو درم اور ایک درم اور اسیطرح
مکیل اور موزون از روے استحسان کے ہم قیاس ہی کہ مقدر کو فقط معطوف یعنی ایک درم لازم ہوا اور سو کی تفسیر اس سے کروائی جاوے کہ سو درم مراد ہی یا سو
کپڑے اور اسی قیاس کو امام شافعی نے لیا ہی وجہ استحسان یہ ہی کہ درہم بیان ہی مائۃ کا عادت میں اسواسطے کہ لوگ ثقیل جانتے ہیں درہم کو دو بار بولنا اور
کفایت کرتے ہیں ایکبار کے بولنے پر اور یہ رجحان ہی جو بکثرت مستعمل ہی مائۃ میں مکیل اور موزون کے کہ ذمے پر ثابت ہوتے ہیں سلم اور قرض میں ثمن میں
بخلاف ثیاب اور غیر مکیل اور غیر موزون کے کہ اسکا وجوب ذمہ پر اوسطرح بکثرت نہیں کذا فی الطحطاوی ودفی مائۃ وثوب مائۃ وثوبان
بفصل المائۃ لانہا مبھمۃ اور اس قول میں کہ اسکا مجھ پر سو اور ایک کپڑا ہی اور سو اور دو کپڑے ہیں سو کو در یافت کیا جائے گا مقر سے کہ کیا اسکی
مراد ہی اسواسطے کہ وہ مبہم ہی غیر مفسر ودفی مائۃ وثلثۃ اثواب کلہا ثیاب خلافا للشافعی قلنا الاثواب لم تذکر بحرف فانصرف التفسیر

سلم جمیع حقوق طبع بحق ناشران محفوظ ہیں

الیھما کلا ستوائھما فی حاجۃ الیہ اور اس قول مین کہ بجز ایک سو اور تین کپڑے ہین وہ سب کپڑے لازم ہون گے یعنی سو کپڑے اور تین کپڑے بخلاف امام شافعی کے کہ انکے نزدیک تین کپڑے لازم ہون گے اور سو کی تفسیر متکلم سے دریافت کیجائے ہم اسکا جواب دیتے ہین کہ اثواب بصیغۂ جمع کے بجز عطف مذکور نہین تو تفسیر ثانیہ اور ثالثہ دونون کیطرف پھر گئی اسواسطے کہ تفسیر کیطرف محتاج ہونے مین معطوف اور معطوف علیہ دونون برابر ہین ولا اقرار بدابۃ فی اصطبل تلزمہ الدابۃ فقط اور جانور کا اقرار اصطبل مین فقط جانور ہی متکلم کو لازم کریگا نہ اصطبل یعنی یون اقرار کیا کہ یہ جاندار اصطبل مین ہے سو فلانے شخص کا ہے تو یہ جانور کا اقرار ہوا نہ اصطبل کا اسواسطے کہ غیر منقول مین شیخین کے نزدیک غصب ثابت نہین ہوتا ولا اصل ان ما یصلح ظرفا ان امکن نقلہ لزمہ والا لزم المظروف فقط خلافا لمحمد وان لم یصلح لزم الاول فقط لقولہ درھم فی درھم درہا اور قاعدہ کلیہ اس مسئلہ کے مسائل مین یہ ہے کہ جو چیز ظرف ہونے کی لیاقت رکھتی ہو اگر اس چیز کا اوٹھانا ممکن ہو تو مقر کو ظرف اور مظروف دونون لازم ہون گے اور اگر نقل اسکا متصور نہین جیسے اصطبل کا تو فقط مظروف لازم ہی مقر کو چنانچہ جانور بخلاف محمد کے انکے نزدیک ظرف اور مظروف دونون لازم ہین اور اگر وہ چیز ظرف ہونے کی صلاحیت نہین رکھتی تو فقط پہلی چیز لازم ہوگی چنانچہ یون کہنا کہ مجھپر ایک درم ہی درہم کے اندر کنانی الدر یعنی اس صورت مین درہم اول لازم ہوگا نہ درہم ثانی اسواسطے کہ اسمین ظرف ہونے کی لیاقت نہین اور نقل ظرف کی مثال چنانچہ مجھپر ٹوکری مین اوطعام کشتی مین اور گیہون کرن بین کذا فی الدر قلت ومفادہ انہ لو قال حابۃ فی خمسۃ لزماہ ولو قال ثوب فی درھم لزمہ الثوب فلعلہ فیصر مین کہتا ہون اور اس قاعدے سے مستفاد ہوتا ہے کہ اگر کہا مجھپر جانور ہی خیمے مین تو جانور اور خیمہ دونون لازم ہون گے اسکو یعنی اسواسطے کہ نقل خیمہ ممکن ہی اور اگر یون کہا کپڑا درہم مین مجھپر ہے تو فقط کپڑا لازم ہوگا اور اسکو مین نے مصرح نہین دیکھا تو اسکی تحریر کرنا چاہیے ہم طحطاوی نے کہا کہ اسکا جواب قاعدے سے ظاہر ہی انتہی یعنی تو اب تحریر کی کیا حاجت ہی وبخانہ تلزمہ حلقتہ وقصہ جمیعا اور انگوٹھی کے اقرار مین اسکو اسکا حلقہ اور اسکا نگین سب لازم ہوگا یعنی اسواسطے کہ خاتم عبارت ہے حلقہ اور نگین سے وبسیف جفنہ وحمائلہ ونصلہ اور تلوار کے اقرار مین اسکا میان اور پرتلا اور کوٹھی لازم ہی وبجلۃ بجاء فجیعہ بیت مزین بستور وسود العیدان والکسوۃ اور حجلے کے اقرار مین مکڑیان اور کپڑے لازم ہون گے حجلہ بمعنے مچھہ یہ عبارت ہی اس کوٹھری سے جو آراستہ پردون اور چار پایون سے ہم طحطاوی نے کہا بموجب اس تفسیر کے کہ کوٹھری بھی لازم ہوگی اور حموی مین ہی کہ بعضون نے کہا کہ حجلہ وہ ہی جو لکڑی اور کپڑے سے بنایا جاے اور کتاب کے موافق یہی قول ظاہر ہی انتہی تو بموجب اس تفسیر کے حجلہ بالفتح کا ترجمہ چھپر کھٹ ہوا اور اب اختلاط اضافی سے اسکو مسہری بھی کہہ سکتے ہین وتمر فی قوصرۃ او بطعام فی جوالق او فی سفینۃ او ثوب فی مندیل او فی ثوب یلزمہ الظرف کالمظروف فلا قد منا اور اس اقرار مین کہ مجھپر جو ہی ٹوکری مین یا طعام ہی گون مین یا کشتی مین یا کپڑا ہی رومال مین یا کپڑے مین اسکو ظرف مظروف کے مانند لازم ہوگا اس دلیل سے جسکو پہلے ہمنے ذکر کیا یعنی ظرف منقول مین ظرف اور مظروف دونون لازم ہوجاتے ہین ومن قوصرۃ مثلا لا تلزمہ القوصرۃ ونحوھا اور مجھپر کے اقرار مین ٹوکری سے مقر پر ٹوکری اور مانند اسکے کوئی ظرف لازم نہوگا ہم اسواسطے کہ من انتزاع کے واسطے ہوتی ہی نہ تضمن کا اقرار ہوگا نہ تتبیع منکا کذا فی الطحطاوی لکثوب فی عشرۃ وطعام فی بیت فیلزمہ المظروف فقط ما لم یرد العشرۃ لا تکون ظرفا لواحد عادۃ جیسے کپڑے کا اقرار دس کپڑون مین اور طعام کا اقرار کوٹھری مین تو اسکو فقط مظروف لازم ہوگا بدلیل گذشتہ اسواسطے کہ دس کپڑے ایک کپڑے کا ظرف نہین ہوتے عادت مین وبخمسۃ فی خمسۃ وعنی علی والف بخمسۃ لما مر فالزمہ مزرفۃ وعشرین ۱۔ یون اقرار کیا کہ علی خمسۃ فی خمسۃ یا علی خمسۃ فی خمسۃ سے قصد کیا یا ضرب عدد کا ارادہ کیا تو پانچ لازم ہون گے اسوجہ سے جو کتاب الطلاق مین مذکور ہوچکی ورزفرنے مقر بہ پہیس لازم کیے ہم چونکہ علی مقتضی الفصال اور تمییز ہی نہ مقتضی جمع لہذا فقط پانچ لازم ہوئے کتاب الطلاق مین یہ مذکور ہوچکا ضرب اجزاء کو

زیادہ کرتی ہے نہ مال کو تو جب تو نے خمسۃ فی خمسۃ کیا تو اس سے تو نے یہ ارادہ کیا کہ ہر درہم کے دراہم خمسہ سے مثلاً پانچ پانچ جزء لیں اور واحد بین جمیع کے ساتھ ضرب دیں جیسے کہ ہم نے کہا ہے علی عشرۃ فی عشرۃ اور ضرب کا ارادہ کیا پھر اگر کثیر اجزا کا قصد کیا تو اس پر لازم نون کے گرہ پس اور اگر کثیر عین کا ارادہ کیا تو سوا لازم ہوں گے اور اگر ضرب کی نیت کی اور دوسری چیز کی نیت نہ کی یعنی کثیر اجزا یا کثیر عین کی نیت نہ کی تو اسکو دس لازم ہوں گے اجزا کی نیت پر محمول کرینگے انتہی اس سے معلوم ہوا کہ ایسی صورت میں خلاف ہے نقیہا کا کنانی الطحطاوی وعشرۃ ان عنی معہ کما مر فی الطلاق اور دس لازم ہوں گے اگر فی بضع معہ مراد رکھے گا چنانچہ مذکور ہو چکا طلاق میں ومن درہم الی عشرۃ او ما بین درہم الی عشرۃ تسعۃ لدخول الغایۃ الا ولو مزدوجۃ اذ لا وجود لما فوق الواحد بضد خلاف الغایۃ وما بین الحائطین ویدا قرار کیا کہ میرا اس درہم سے دس تک مابین ایک درہم کے دس تک تو درہم لازم ہونگے بسبب داخل ہونے پہلی حد یعنی ایک درہم کے بطریق ضرورت کے اسواسطے کہ ما فوق الواحد یعنی دوسرے اور تیسرے درہم کا وجود ہو نہیں سکتا بدون پہلے درہم کے بخلاف دوسری حد کے یعنی دس کے اور بخلاف مابین الحائطین کے دونوں حدین داخل محمد دونہیں ہم امام کے نزدیک محدود ہیں حدود داخل نہیں ہیں تین اسواسطے کہ حد غایر محدود ہیں لیکن یہاں پہلی حد کے داخل کرنے میں ضرورت واقع ہوئی اسواسطے کہ دوسری اور تیسری درہم متحقق نہیں ہو سکتی بدون پہلی درہم کے تو پہلی حد میں ضرورت سے محدود میں داخل ہوئی اور دسویں حد کے داخل کرنے میں کوئی ضرورت داعی نہیں کذا فی الدرر خلافا لما فی الکرخیۃ الی آخرہ میں لزمہ جمیعا الا فقیزا لانہ الغایۃ الثانیۃ سوا ہی سبب سے یعنی مخالفت مذکورہ کے مصنف نے کہا اور اس اقرار میں کہ اس شخص کے میرے اوپر ایک گر کیہوں ہیں جو کے ایک کر تک تو اس پر دونوں کر لازم ہوں گے سوائے ایک قفیز کے اسواسطے کہ قفیز دوسری حد ہو ہم گر بصیغہ کاف بڑا پیمانہ ہے جسمیں چند قفیز سماتے ہیں اور قفیز کر سے چھوٹا پیمانہ ہے محیط سرخسی نے قدوری سے نقل کیا کہ امام نے فی مثال مذکور میں تمام گر کو غایت قرار نہیں دیا اسواسطے کہ عادت میں غایت زیادہ نہیں ہوتی نحو سے اور نہ نصف اسکی لہذا قفیز کو غایت ٹھہرایا ولو قال لہ علی عشرۃ دراھم الی عشرۃ دنانیر یلزمہ الدراھم وتسعۃ دنانیر عند ابی حنیفۃ لما مر فی الغایۃ اور اگر یوں کہا کہ اسکے میرے اس درہم سے دس درہم تک تو اسکو دراہم اور نو دینار لازم ہوں گے ابو حنیفہؒ کے نزدیک بدلیل گذشتہ کذا فی النہایہ یعنی اسواسطے کہ غایت ثانیہ داخل نہیں ہوتی وفی لہ من دلوی ما بین ھذا الحائط الی ھذا الحائط لہ ما بینھما فقط لما مر اور اس قول میں کہ اسکا میرے گھر میں سے مابین اس دیوار کے جو اس دیوار تک متصل کے واسطے دونوں دیواروں کا فقط مابین لازم ہوگا بدلیل گذشتہ یعنی من درہم الی عشرۃ میں پہلی حد بسبب ضرورت کے داخل ہوئی تھی اور یہاں کچھ ضرورت نہیں لہذا دونوں دیوار ان حدود میں داخل نہوں گی فقط مابین الحائطین لازم ہوگا وصح الاقرار بالحمل ان وجودہ وقتہ ای وقت الاقرار بان تلد لاقل من نصف حول لو مزوجۃ اولاقل من حولین لو معتدۃ لثبوت نسبہ اور صحیح ہوا اقرار اس حمل کا جسکا موجود ہونا محتمل ہو اقرار کے وقت اسطرح پر کہ لونڈی میں نے نصف سال سے کمتر مدت میں کر دہ منکوحہ ہو یا دو سال سے کمتر میں اگر وہ عدت میں ہو بسبب ثابت ہونے اسکے نسب کے عدت تک یعنی لونڈی یا جانور کے حمل کا اقرار دوسرے شخص کے واسطے صحیح ہے اسطرح کہ میری اس لونڈی یا بکری کا حمل یعنی پیٹ اسکا فلانے شخص کا ہے اگرچہ اسکا سبب بیان نکرے اسواسطے کہ اسکی تصحیح کی یہ وجہ موجود ہے کہ کبھی شخص نے مقر لہ کے واسطے حمل کی وصیت کی ہوگی اور وہ مر گیا پھر اسکے وارث نے اسکا اقرار کیا کذا فی الدرر والطحطاوی ولو الحمل غیر آدمی ویقدر بادنی مدۃ یتصور ذلک عندھا لمخبرۃ زیلعی لکن فی الجوھرۃ اقل مدۃ حمل الشاۃ اربعۃ اشھر واقلھا لبقیۃ الدواب ستۃ اشھر حمل کا اقرار صحیح ہے اگرچہ غیر انسان کا حمل ہو اور جانور کے حمل کا اندازہ ہوگا اس کمتر مدت سے جو اسکے واسطے متصور ہو تجربہ کاروں کے تردیک کذا فی الزیلعی لیکن جوہرہ میں ہے کہ بکری کی اقل مدت حمل چار مہینے ہیں اور باقی جانوروں کی اقل مدت چھ مہینے ہیں وھو لان بین المقر سببا صالحا یتصور الحمل کالارث والوصیۃ کقولہ مات ابوہ فورثہ او اوصی لہ بہ فان یجوز ولا فلا کما یاتی اور حمل محتمل الوجود کے واسطے اقرار کرنا صحیح ہے

یعنی یوں کہنا کہ یہ مال اس لڑکے کا ہے جو اس عورت کے پیٹ میں ہے صحیح ہے بشرطیکہ مقر اسکے مالک ہونے کا ایسا سبب صالح بیان کرے کہ اسکو اسکے ممکن اور متصور ہو جیسا کہ ارث اور وصیت جیسے مقر کا یوں کہنا کہ اس بچہ کا باپ مر گیا سو وہ اسکا وارث ہوا یا اس مال کی اسکے واسطے فلانے شخص نے وصیت کی ہے تو اقرار جائز ہوگا اور اگر سبب صالح بیان نکرے تو اقرار جائز نہیں چنانچہ عنقریب اسکا ذکر آوے گا فان ولدته حیا لاقل من ستة اشهر من یوم اقر فله ما اقر وان ولدت حیین فلهما نصفین ولو احدهما ذکرا وهو الاخر انثی فکذلك فی الوصیة بخلاف ما اذا اقر لاحد ولدیه لان الوصیة تتجدد فی الحال فلا یعطی الذکر مثل حظ الانثیین سواگر عورت جنی اسکو زندہ نصف سال سے کمتر میں جسوقت کہ اقرار کیا تو وہ مال اسکا ہے جسکا اسنے اقرار کیا اگر وہ زندہ لڑکے جنی تو دونوں کے واسطے نصف نصف مال ہوگا اور اگر ایک نر ہو اور دوسرا مادہ تو اسیطرح نصف نصف مال دونوں کو ملے گا بخلاف میراث کے یعنی نر کو دو حصے ملینگے اور اگر چھ مہینے سے زیادہ مدت میں جنے گی تو اسکو کچھ نہ ملے گا مگر بصورت معتدہ ہونے عورت کے دوسال سے کہ میں کہتا ہوں کہ اسی طرح ہوگا اور اگر عورت مردہ بچہ جنی تو وہ مال اس موصی لہ بورثہ کے وارثوں کو پھیر دیا جاوے بسبب عدم اہلیت جنین کے یعنی مردہ بچہ میراث اور وصیت کی لیاقت نہیں رکھتا وان قره بما لا یتصور کهبة وبیعا واقراضا او هم الاقرار ولم یبین سببا لغا وحمل مجمل المبهم علی السبب الصالح وبه قالت الثلثة اور اگر مقر نے ایسا سبب بیان کیا جو ممکن اور متصور نہیں چنانچہ ہبہ یا بیع یا قرض دینا یا اقرار کو مبہم رکھا اور اسکا سبب بیان نکیا تو اقرار لغو ہوگا اور محمد نے سبب مبہم کو سبب صالح پر محمول کیا ہے اور یہی تو ائمہ ثلثہ کا بھی قول ہے اور قرض دینا جنین سے محال تھا اسواسطے کہ امور مذکورہ اس سے متصور نہیں حقیقۃً اور یہ تو صریح ہے اور نہ حکماً اسطرح کہ اسکی طرف سے کوئی اسکا ولی افعال مذکورہ صادر کرتا اسواسطے کہ اسپر کسی کی ولایت نہیں لہذا اقرار مذکور لغو ٹھہرا اور سبب مبہم کے اقرار کی یہ صورت ہے کہ جسے اوپر فلانی عورت حمل کی فلانی چیز کو دینا اور واما الاقرار للرضیع فانه صحیح وان بین المقر به شیئا غیر صالح منه حقیقة کالاقراض او ثمن مبیع لان هذا المقر محل لثبوت الدین للصغیر فی الجملة اشیاء اور شیر خوار بچہ کے واسطے تو اقرار کرنا صحیح ہوا اگرچہ مقر شیر خوار کے جانب سے سبب غیر صالح فی الحقیقت بیان کرے چنانچہ قرض دینا یا ثمن بیع کا اسواسطے کہ یہ مقر ثبوت دین صغیر کا فی الجملہ محل ہو سکتا ہے کذا فی الاشباہ یعنی باعتبار تجارت کرنے اپنے ولی کے بخلاف جنین کے اقرار بشرط الخیار ثلثة ایام لزمه بلا خیار لان الاقرار اخبار فلا یقبل الخیار وان وصلیة صدقة المقر له فی الخیار للتهمة لقصد ایقاع اقرار کا بشرط قبض دین کے اختیار کے تو اسکو تو ہر لازم ہوگا بلا خیار اسواسطے کہ اقرار اخبار ہے تو خیار کا رکنہ قبول کرے گا اگرچہ مقر لہ اسکی تصدیق کرے خیار میں تو بھی اسکی تصدیق معتبر نہوگی ہم قرض یا غصب یا ودیعت یا عاریت کے اقرار میں تین دن کے خیار کی گنجایش اسواسطے نہیں کہ شرط خیار سے مقصود فسخ ہے اور جبکہ اقرار ہی اسواسطے ہے کہ وہ صیغہ ملزمہ ہے احتمال فسخ کا نہیں لہذا اسمیں شرط خیار جائز نہیں اور مال مقر بہ لازم ہے کذا فی الطحطاوی الا اذا قرا بقبض وقد بالخیار له فیصح یا عتبار العقد اذا صدقه او برهن فلو قال الا ان یکذبه المقر له فلا یصح لانه منکر والقول للمنکر مگر جبکہ مقر نے اس عقد بیع کا اقرار کیا جو بشرط اختیار مقر واقع ہوئی تو اقرار بسرط الخیار صحیح ہے باعتبار عقد بیع کے بشرطیکہ مقر لہ اسکی تصدیق کرے یا مقر اسپر گواہ لاوے سو اسواسطے مصنف نے کہا مگر یہ کہ مقر لہ مقر کی تکذیب کرے تو صحیح نہوگا اسواسطے کہ مقر لہ منکر ہے اور قول تو منکر کا مقبول ہے یعنی درصورت عدم برہان مع عقد بیع کا اقرار یعنی اس دین کا اقرار کرے جو بسبب عقد بیع کے اسپر لازم آیا یعنی یوں کہے کہ میرے اوپر ہزار درم ثمن بیع الخیار کے ہیں کا قرار له بدین بسبب کفالة علی انه بالخیار فی مدة ولو المدة طویلة او قصیرة فانه یصح اذا صدقه لان الکفالة عقد ایضا بخلاف ما لو کفل انه افعال الاصیل الخیار فی یلغو جیسے دین کا اقرار ضامنی کے سبب سے باین شرط کہ اسکو اختیار ہو مدت میں اگرچہ مدت طویل ہو اقصیرہ وہ صحیح ہے جبکہ مقر اسکی تصدیق کرے اسواسطے کہ ضامنی بھی عقد ہی ہے بخلاف اسکے جو یوں کہے کہ وہ یعنی قرض یا غصب یا ودیعت یا عاریت افعال ہیں

فی الطحطاوی الخیار

کہ شرط خیار کے تابع نہیں کذا فی الزیلعی الا مر بکتابۃ الاقرار اقرار حکما فانہ کما یکون باللسان یکون بالبنان فلو کان للصکاک الکتب
حظ اقراری یا الف علی او الکتب بیع داری او طلاق امراتی ثم کتب ام لم یکتب وعلی الصکاک ان یشہد علی ما فی صکہ او یودعہ ویامر کما اقرار کے لکھنے کا
اقرار حکمی ہو اسواسطے کہ جیسے اقرار زبان سے ہوتا ہی ویسے ہی انگلیون کے پورون کے لکھنے سے ہوتا ہی تو اگر کسیکے حق میں یا مال نویسے کا اذن دیدے
پس اقرار کا لیجہ اور مدعی یا لکھدے یا لکھوا دے کہ میرا فلانے پر سو روپیہ کا یا میری عورت کا طلاق نامہ تو اقرار صحیح ہوجاویگا پس اگر لکھے یا لکھوا دے اور قبالہ نویس کو دیدے
ہو اسکی گواہی دینا ہو لے یا نہ لے اسکو کذا فی الخانیہ اور کتابت اقرار کا اقرار حقیقی ہی ہاسلئے کہ اقرار حقیقی لاحاسلئے کہ اقرار انشائی اور اقرار انشا تو دونو ایک ہیں
حقیقت میں مگر مراد یہ ہی کہ امر کتابت اقرار جب حاصل ہوا تو اقرار حاصل ہوگیا کذا فی البدر وقد منا فی الشہادۃ عدم اعتبار مشابہۃ الخطین اور
کتاب الشہادات میں کہ عدم تشابہ خطین کو ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں ہم تو اگر مدعی نے ایک شخص پر دعوی کیا اور مدعا علیہ کے ہاتھ کا لکھا اقرار نامہ کا لیکر اور
مدعا علیہ انکر ہی اسکا سو اس سے کچھ لکھا گیا اور اسنے لکھا تو یہ خط اقرار نامہ کے خط سے مشابہ نکلا تو اسپر ثبوت دعوی کا بدون گواہون کے حکم نہوگا اور یہی قول صحیح
ہی اور بعضون کے نزدیک حکم ہوگا از انجملہ قاری ہدایہ ہی کذا فی الطحطاوی تصرف احد الورثۃ اقر بالدین المدعی بہ علی مورثہ وجحد الباقون یلزم
الدین کلہ یعنی ان وفی ما ورثہ بہ برہان وشرح مجمع ایک وارث نے اس دین کا اقرار کیا جسکا کہ اسکے مورث پر کسی مدعی نے دعوی کیا اور باقی وارثون
نے اسکا انکار کیا تو وارث مقر پر وہ سب دین لازم آوے گا یعنی بشرطیکہ جو مال اسنے وراثت میں پایا ہی وہ اوفاے دین میں کفایت کرے کذا فی البرہان وشرح مجمع پس
مثلاً سو درم کا دعوی ہی اور سو درم یا زیادہ وارث مقر کو میراث میں ملے تو وارث کو سو درم دینے پڑینگے اور لزوم کل دین کا یہ مطلب نہیں کہ اگر وہ دس درم میراث میں
پاوے تو بھی اسپر سو درم لازم ہون گے وقیل حصۃ واختارہ ابو اللیث وہذا للضرر اور بعضون نے کہا کہ وارث پر بقدر اسکے حصے کے دین لازم ہوگا
اس قول کو پسند کیا ہی فقیہ ابو اللیث نے مقر کے دفع ضرر کے واسطے یعنی اسنے اس دین کا اقرار کیا ہی جو کل ترکہ سے متعلق ہی تو اسپر لازم نہوگا مگر بقدر
اسکے حصے کے ولو شہد ہذا المقر مع اخر ان الدین کان علی المیت قبلت ویہذا علم انہ لا یحل الدین فی نصیبہ بمجرد اقرارہ بل
بقضاء القاضی علیہ باقرارہ فلتحفظ ہذہ الزیادۃ درر اور اگر اس وارث مقر نے دوسرے گواہ کے ساتھ یہ گواہی دی میت پر اتنا
تھا تو گواہی مقبول ہی اور اس سے یعنی قبول شہادت مقر سے دوسرے شاہد کے ساتھ یہ معلوم ہوا کہ وارث مقر کے حصے میں دین محمول نکرے گا بمجرد اسکے
اقرار کرنے کے بلکہ قاضی کے حکم کرنے سے بموجب اسکے اقرار کے دین لازم ہوگا تو اس زیادت کو یعنی عدم لزوم اقرار الا بالقضا کا یاد رکھنا چاہیے کذا فی البدر ثم
مجرد اقرار سے دین لازم نہ آیا اسواسطے کہ اگر اسکے اقرار سے سب دین اسپر لازم آتا بجز دہ دوسرے شاہد کے ساتھ گواہی دیتا اور گواہی مقبول ہوتی تو شاہد
مقر پر بقدر اسکے حصے کے لازم ہوتا تو اسکی گواہی میں اسپر سے دفع مضرت ثابت ہوئی اور جو ایسی گواہی ہو تو وہ مقبول نہیں ہوتی اسکی گواہی مقبول ہونا اس
دلیل ہی کہ اسکا اول اقرار معتبر نہیں اور اس اقرار سے دین لازم نہیں ہوتا مشکل ہی اسواسطے کہ آدمی کا اقرار حجت ہی اسکی ذات کے حق میں نہ کہ قاضی کا ہیز
حاکم کا مظہر حق ہی نہ مثبت اور اگر یہ مسئلہ فقیہ ابو اللیث کے قول پر تسخیح ٹھہرے تو ظاہر ہی اسواسطے کہ مقر نے اس گواہی سے اپنی ذات پر سے دفع مضرت
نہیں کی کذا فی الطحطاوی واشہد علی الف فی مجلس واشہد رجلین اخرین فی مجلس اخر یلزمہ المال لانہ اقر بالسبب لزم المال لانہ اقر
کما لو اختلف السبب مقر نے دو گواہون کو گواہ کیا ہزار پر ایک مجلس میں اور دو اور مردون کو گواہ کیا دوسری مجلس میں بدون بیان کرنے سبب کے تو دونون
مجلسون کی دونون مال یعنی دو ہزار اسپر لازم ہون گے چنانچہ اگر سبب دین مختلف ہو تو دو ہزار لازم ہون گے ہم لا بیان سبب کی یہ صورت ہی کہ اقرار کرے کہ
زید کے مثلاً ہزار درم دین ہیں دونون مجلسون میں اور مختلف سبب کی یہ شکل ہو کہ ایک مجلس میں یہ اقرار کرے کہ پچہ ہزار درم ثمن اس لونڈی کا ہی اور دوسری مجلس میں
کہے کہ مجھ پر ہزار درم ثمن اس غلام کا ہی بخلاف ما لو اتحد السبب والشہود او اشہد علی صک واحد او اقر عند الشہود ثم عند القاضی

او بعکسہ ابن ملک بخلاف اسکے کہ اگر سبب دین کا ایک ہی ہو یا دونون مجلسون کے شہود متحد ہون یا چارون شاہدون کو ایک رسالہ ویزہ پر شاہد کرے یا شاہدون کے روبرو اقرار کرے پھر وہی اقرار قاضی کے روبرو کرے یا بعکس اسکے یعنی پہلے قاضی کے روبرو اقرار کرے پھر شاہدون کے سامنے تو ایک ہی ہزار لازم ہون گے کذا صرح ابن ملک ہم اتحاد سبب کی یہ صورت ہی کہ دونون مجلسون مین غلام معین کے ثمن کا اقرار کرے اور اتحاد شہود کی یہ صورت ہی کہ جو اہل مجلس کے شاہد ہین وہی دوسری مجلس کے بھی شاہد ہون والاصل ان المعرف والمنکر اذا اعید معرفا کان الثانی عین الاول او منکرا فغیر ہ اور قاعدہ کلیہ یہ ہی کہ معرفہ یا نکرہ جبکہ معرف ہو کر دوسری بار مذکور ہو تو دوسرا عینیہ پہلا ہوگا اور اگر نکرہ ہو کر دوبارہ مذکور ہو تو ثانی اول کے مغایر ہوگا کم اول و ثانی کی معرفہ ہونے کی صورت یہ ہی کہ دین کا ایک ہی سبب ہین دونون اقرارون مین مذکور کرے اسطرح کہ لہ علیّ الف ثمن ھذا العبد پھر اسی کو دوسری بار اقرار کرے اور اول کے نکرہ و ثانی کے معرفہ ہونے کی یہ صورت ہی کہ اول ہزار کو مطلق کہے اسطرح کہ لہ علیّ الف ثمن ہذا العبد والثانی نکرہ کی صورت یہ ہی کہ کہے لہ علیّ الف پھر دوسرا اقرار کرے کہ لہ علی الف اور پہلا معرفہ ہوا اور دوسرا نکرہ جسکی صورت یہ ہی کہ اول یہ اقرار کرے کہ لہ علی الف ثمن ہذا العبد پھر دوسری بار کہے لہ علی الف درہما من ثمن الطعام ولو نسی الشھود فی موطنین فھما لازمان مالم یعلم اتحادہ وقیل واحد وتمامہ فی الخانیۃ اور اگر گواہ بھول جاوین کہ اقرار ایک مجلس مین تھا یا دو مجلسون مین تو وہ دو ہی لازم ہون گے جب تک کہ اتحاد مجلس یا یقین معلوم نہو اور قول ضعیف یہ ہی کہ ایک ہی مال لازم ہی اور پورا بیان اسکا خانیہ مین ہی واقر تعاد عی المقارنۃ کاذب فی الاقرار بخلاف المقر لہ ان لم یکن کاذبا فی اقرارہ عند الثانی وبہ یفتی ح ۱۲ اقرار کیا پھر مقر نے دعوی کیا کہ وہ چھوٹا ہی اپنے اقرار مین تو قسم لیجائے مقر سے اسکی کہ مقر اپنے اقرار مین جھوٹا نہین ابو یوسف کے نزدیک اور اسی قول پر فتوی ہی کذا فی الدرھم اور طرفین کے نزدیک اسکے قول پر التفات نہوگا وکذا الحکم لو ادعی وارث المقر فیحلف اور اسی طرح کا حکم جاری ہی اگر مقر کا وارث دعوی کرے یعنی مورث کے اقرار مین اسکے کذب کا مدعی ہو تو مقر سے قسم لیجائے اسکی کہ مورث کاذب نہ تھا اپنے اقرار مین ان کانت الدعوی علی ورثۃ المقر لہ والمیمین علیھم بالعلم انا لا نعلم انہ کان کاذبا صلی اللہ علیہ وسلم الشریعۃ اور اگر مقر لہ اسکے وارث کا دعوی مذکور مقر کے وارثون پر ہو تو وارثون پر علی کی قسم آوے گی اسطرح کہ وہ اسپر ہم نہین جانتے ہین کہ مقر اپنے اقرار مین جھوٹا تھا کذا فی الخانیۃ

باب الاستثناء

وھو فی مغاۃ فی کونہ مغیرا کالشرط ونحوہ یہ باب ہی احکام استثنا مین اور جو استثنا کے ہم معنی ہی اقرار کے بدل ڈالنے مین جیسا کہ شرط اور مانند اسکے کم جب مصنف نے اقرار یا تنجیہ کا ذکر کیا تو اب اقرار مشتمل تنجیہ کا ذکر شروع کیا مانند شرط کے یہ مثال ہی کہ اسکے میرے اوپر ہزار درم ہین اس غلام کا ثمن جو میرے قبضے مین نہین یا ہو عندنا تکلم بالباقی بعد النفیا باعتبار الحاصل من مجموع الترکیب نفی واثبات باعتبار الاجزاء فالقائل لہ علی عشرۃ الا ثلثۃ لہ عبارتان مطولۃ وھی ما ذکرناہ ومختصرۃ وھی ان یقول ابتداء لہ علی سبعۃ وھذا معنی قولھم تکلم بالباقی بعد التنیا ای بعد الاستثناء وہ یعنی استثنا ہم حنفیہ کے نزدیک عبارت ہی باقی کے بولنے سے بعد استثنا کرنے کے مجموع ترکیب مستثنی منہ اور مستثنی کی محال کے اعتبار سے نفی اور اثبات ہی یا اعتبار اجزاے لفظیہ کے تو اس قائل کے کہ لہ علی عشرۃ الا ثلثۃ یعنی سات درم کے اقرار کرنے والے کی دو عبارتین ہین عبارت طویل وہ جسکو ہمنے ذکر کیا یعنی لہ علی عشرۃ الا ثلثۃ اور دوسری عبارت مختصرہ یہ ہی کہ ابتدا سے یون کہے کہ اسکے میرے اوپر سات درم ہین اور یہی مطلب ہی فقہا کے اس قول کا کہ استثنا باقی کا تکلم ہی بعد استثنا کرنے کے وشرط فیہ الاتصال بالمستثنی منہ الا لضرورۃ لنفر او سعال او اخذ نفس یفتی اور صحت استثنا مین متصل ہونا مستثنی کا مستثنی منہ سے شرط ہی مگر عند الضرورت جیسے متکلم کا دم لینا یا کھانسنا یا موجود کر لینا یعنی کوئی شخص متکلم کا موقع بند کر لے اس قول پر فتوی ہی والنداء بینھما لا یضر لانہ للتنبیہ والتاکید

اور پکا زنا مقر کا مقر کو ماہین مستثنے منہ کے ضرر نہیں کرتا اسواسطے کہ ندا منادی کے آگاہ کرنے کے واسطے ہی اور نا کید کے واسطے ہی یہ اسطرح تعیین مقر بہ ہم جو ہر میں ہی کہ اگر منادی مقر لہ نہو غیر ہو تو مضر ہو کذا فی الطحطاوی لقولہ لک علی الف درہم یا فلان الا عشرۃ ندا کی مثال چنانچہ مقر کہے کہ تیرے میرے اوپر ہزار درہم ہیں اور فلانے مکروس درہم بخلاف لک علی الف فاشھد و الا لکذا ونحوہ مما یعد فاصلا لان الاشھاد یکون بعد تمام الاقرار فلم یعد فاصلا استثناء بخلاف اس قول کے کہ تیرے میرے اوپر ہزار درہم ہیں سو گواہ رہو اور مکرانے اور اسکے مانند کے اس قسم سے جو فاصل نہیں رہا اسواسطے کہ گواہ کرنا اقرار تمام ہونے کے بعد ہوتا ہی تو جیسا لو لم تشھد الا شھاد سے استثناء صحیح نہوگا فمن استثنی بعض ما اقربہ صح استثناءہ ولو الا کثر عند الاکثر تو جو شخص کہ استثنا کرے بعض مقر بہ کو یعنی جسکا اقرار کیا ہی اسمیں سے بعض کو نکال دالے تو اسکا استثنا کرنا صحیح ہی اگرچہ مستثنے منہ سے اکثر علماے نحو کے نزدیک ہم فرماتے ہیں نزدیک استثناء اکثر جائز نہیں اور جواز کی دلیل حق تعالے کا یہ قول ہی قم اللیل الا قلیلا نصفہ او انقص منہ قلیلا او زد علیہ) کذا فی الطحطاوی ولزمہ الباقی ولو مما لا یقسم کھذا العبد لفلان الا ثلثہ او ثلثیہ صح علی المذھب اور مقر کو باقی بعد الاستثنا لازم ہوگا اگرچہ یہ مقر بہ اس قسم کا ہو جو قسمت پذیر نہیں ہوتا چنانچہ یہ قول کہ یہ غلام فلانے شخص کا ہی اسکا سوم حصہ یا دو ثلث اسکے صحیح ہی بنا بر مذہب قوی والا استثناء المستغرق باطل ولو فیما یقبل الرجوع کوصیۃ لان استثناء الکل لیس برجوع بل ھو استثناء فاسد ھو الصحیح جوھرہ اور وہ استثنا جو کل مقر بہ کو مستغرق کرے باطل ہی اگرچہ اس چیز میں ہو جو قابل رجوع ہی چنانچہ وصیت اسواسطے کہ تمام کا استثنا کرنا رجوع نہیں بلکہ وہ فاسد استثنا ہی قول صحیح ہی کذا فی الجوہرہ جو ہر میں ہی کہ بعضوں کے نزدیک استثنا کل رجوع ہی اور بعضوں کے نزدیک رجوع نہیں استثناء فاسد ہی اسواسطے کہ اگر یہ موصی تمام موصی بہ کو استثنا کرے تو استثنا باطل ہوگا اور وصیت صحیح اور اگر رجوع ہوتا تو وصیت باطل ہوتی اسواسطے کہ وصیت میں رجوع کرنا جائز ہی کذا فی الطحطاوی وھذا ان کان الاستثناء بعین لفظ الصدر او مساویہ کما یاتی اور یعنی استثنا مستغرق کا باطل ہونا اس شرط سے ہی کہ سرے کی لفظ سے ہو بعینہ یا اسکے برابر سے ہو چنانچہ اسکا ذکر آوے گا ھم استثنا بلفظ صدر کے مثال نسائی طوالق الا ثلثا نسائی اور لفظ مساوی کی مثال نسائی طوالق الا زوجاتی یا عبیدی احرار الا عمالیکی وان بغیرھما کعبیدی احرار الا ھولاء او الا سالما وغانما وراشدا ومثلہ نسائی طوالق الا ھولاء او الا زینب وعمرۃ وھند وھم الکل صح الاستثناء اور اگر استثنا مستغرق لفظ صدر یا مساوی کے سوا بہ ہو چنانچہ یہ قول کہ میرے غلام آزاد ہیں سواے ان غلاموں کے یا سواے سالم اور غانم اور راشد کے اور مانند اسکے یہ مثال ہم کہ میری عورتیں مطلقہ ہیں سواے ان عورتوں کے یا سواے زینب اور عمرو اور ہند کے اور حالانکہ وہی مشار الیہم اسمیں اسکے سب غلام یا سب عورتیں ہیں تو استثنا صحیح ہی ولکذا ثلث مالی لزید الا الفا والثلث الف صح فلا یستحق شیئا اذا الشرط ایھام البقاء لا حقیقۃ حتی لو لطمھا ستا الا اربعا صح وو صم ثنتان اور اسیطرح یہ قول کہ میرا تہائی مال زید کا ہی سواے ہزار کے اور حالانکہ اسکا تہائی ہزار ہی تو باوجود استغراق استثنا صحیح ہی اور زید کسی چیز کا مستحق نہوگا اسواسطے کہ صحت استثنا کی شرط ایہام بقا بعض مستثنے منہ ہی حقیقت بقا یہاں تک کہ اگر زوج نے زوجہ کو طلاق دی بطلقات سہ مگر چار طلقات تو طلاق صحیح ہوگی اور طلقتین واقع ہوں گی ھم ایہام بقا باعتبار صورت لفظ کے ہی اسواسطے کہ استثنا تصرف لفظی ہی تو معنی کا اہمال اسکا مقتضی نہیں خلاصہ یہ ہوا کہ عبیدی احرار الا سالما وغانما میں نکالا الباقی بعد الاستثنا ممکن ہی باعتبار لفظ کے اسواسطے کہ عبید کا لفظ غیر مذکورین کو بھی شامل ہی لیکن سالم اور غانم اور راشد اسواسطے کل عبید ٹھہرے کہ انکے سوا متکسی اور غلام کا مالک نہیں تو یہ کلیت باعتبار لفظ کے ہوئی تو لفظ ایہام بقا کا ٹھیک ٹھہرا کما صح استثناء الکیل والوزنی والمعدود الذی لا تتفاوت احادہ کالفلوس ویجوز من الدراھم والدنانیر ویکون المستثنی القیمۃ استحسانا لتبوتھا فی الذمۃ فکانت کالثمن جیسے صحیح ہی استثنا کیلی اور وزنی اور اس معدود کا جسکے افراد متفاوت نہیں ہوتے چنانچہ

سلہ یعنی جیسے اگر مقر نے کہا ہو کہ میرے اوپر ہزار درہم ہیں سوا سو کے اور اسکے بعد کہا ہو کہ سو سے مراد سو کھوٹے درہم ہیں تو یہ استثنا صحیح ہوگا اور سو کھوٹے درہم ہی ادا کرنے ہوں گے

سلہ یعنی اگر مقر نے کہا ہو کہ میرے اوپر ہزار درہم ہیں سوا دس کے اور اسکے بعد کہا ہو کہ دس سے مراد دس کھوٹے درہم ہیں تو یہ استثنا صحیح ہوگا اور کھوٹے درہم ہی ادا کرنے ہوں گے

سلہ یعنی اگر مقر نے کہا ہو کہ میرے اوپر ہزار درہم ہیں سوا دس کے اور اسکے بعد کہا ہو کہ دس سے مراد دس کھوٹے درہم ہیں تو یہ استثنا صحیح ہوگا اور کھوٹے درہم ہی ادا کرنے ہوں گے

سلہ یعنی اگر مقر نے کہا ہو کہ میرے اوپر ہزار درہم ہیں سوا دس کے اور اسکے بعد کہا ہو کہ دس سے مراد دس کھوٹے درہم ہیں تو یہ استثنا صحیح ہوگا اور کھوٹے درہم ہی ادا کرنے ہوں گے

سلہ یعنی اگر مقر نے کہا ہو کہ میرے اوپر ہزار درہم ہیں سوا دس کے اور اسکے بعد کہا ہو کہ دس سے مراد دس کھوٹے درہم ہیں تو یہ استثنا صحیح ہوگا اور کھوٹے درہم ہی ادا کرنے ہوں گے

سلہ یعنی اگر مقر نے کہا ہو کہ میرے اوپر ہزار درہم ہیں سوا دس کے اور اسکے بعد کہا ہو کہ دس سے مراد دس کھوٹے درہم ہیں تو یہ استثنا صحیح ہوگا اور کھوٹے درہم ہی ادا کرنے ہوں گے

فلوس اور دراہم غیر رائجہ کا درراہم اور دنانیر سے اور اس صورت میں قیمت مستثنے ہوگی بطریق احسان کے بسبب ثابت ہونے کیلی اور وزنی اور معدود مذکور کے زمانے چاندی اور سونے کیطرح تو اشیاء نہ رہے درراہم اور دنانیر کے مانند ہوگئیں اس واسطے کہ یہ کیلی اور وزنی اور معدود مذکور اور دراہم اور دنانیر مقدرات ہیں تو باعتبار معنی کے جنس واحد ٹھہرے پس صورت میں اجناس مختلفہ ہیں اسواسطے کہ یہ سب ثمن ہونے کی وجہ سے ثابت فی الذمہ ہوتے ہیں تو انہیں استثنا کرنا باعتبار معنی کے کلام الباقی ہی نہ باعتبار صورت کے بخلاف استثناء کے درہم سے اسطرح کہ علی مائۃ درہم الا ثوبا کہ یہ صحیح نہیں اسواسطے کہ ثوب کی مالیت معلوم نہیں کیونکہ شفاعت القیمۃ ہوتی فی نفسہ تو مجہول کا استثنا ٹھہرا معلوم سے پس تیاسا اور استحسانا دونوں صحیح نہیں کذا فی الاتقانی ولو قال الا قیمۃ ثوب استغرقت القیمۃ جمیع ما اقر بہ الا استغراقہ بغیر المساوی کیلی وغیرہ کا استثنا درم اور دنیار سے صحیح ہوگا اگرچہ اسکی قیمت تمام مقر بہ کو مستغرق ہو اسواسطے کہ یہ غیر مساوی کا استغراق ہوا اور یہ جائز ہوتا ہے کذا موجود بقاہر بخلاف لہ علی دینار الا مائۃ درھم لا استغراقہ بالمساوی فیبطل لانہ استثناء الکل بحر لکن فی الجوھرۃ وغیرھا علی مائۃ درھم الا عشرۃ دنانیر وقیمتھا مائۃ او اکثر لا یلزمہ شیء محمد بخلاف اس قول کے کہ اسکا میرے اوپر ایک دینار ہی مگر سو درم کہ یہ صحیح نہیں بسبب استغراق استثنا کے مساوی سے تو استثنا باطل ہوگا کیونکہ یہ تمام مقر بہ کا استثنا ہوگا کذا فی البحر یعنی تب تو مقر مذکور پر دینار لازم ہوگا اور استثنا لغو ٹھہرے گا لیکن جوہرہ وغیرہا میں ہے کہ یہ قول کہ مجھ پر سو درم ہیں مگر دس درم یا دینار کی قیمت دس دینار اور حالانکہ قیمت دس دینار کی سو درم ہی یا زیادہ تو مقر بہ کچھ لازم نہ ہوگا یعنی تو استثنا صحیح ٹھہرا بوجہ استغراق المساوی تو اس تناقض کی تحریر اور تصحیح کرنا چاہیے ہم طحاوی نے کہا کذا ھذا اس مسئلے میں وہ قول ان نہی دو روایتوں پر کہ دراہم اور دنانیر ایک جنس ہیں یا دو جنسیں واللہ تعالی اعلم واذا استثنی عددین بینھما حروف الشک کان الاقل مخرجا کھولہ علی الف درھم الا مائۃ درھما وخمسین درھما فیلزمہ تسعمائۃ وخمسون علی الاصح جبی اور اگر ان دو عدد کو استثنا کرے جنکے درمیان حرف شک اور تردد کا واقع ہو تو عدد کم مخرج ہوگا چنانچہ اس قول میں کہ میرے اوپر ہزار درم ہیں مگر سو درم یا پچاس درم تو اسکو نو سو اور پچاس درم لازم ہوں گے بقول اصح کذا فی البحر اسواسطے کہ کلمۂ شک استثنا میں کم کا مثبت ہوتا ہے واذا کان المستثنی مجھولا ثبت الاکثر نحو لہ علی مائۃ درھم الا شیئا او الا قلیلا او الا بعضا لزمہ احد وخمسون لوقوع الشک فی المخرج فیحکم بخروجہ الاقل اور جبکہ مستثنے مجہول یعنی عدد غیر معین ہو تو اکثر عدد ثابت ہوگا چنانچہ اس مثال میں کہ اسکے میرے اوپر سو درم ہیں مگر کچھ یا مگر بعض تو مقر کو اکاون لازم ہوں گے بسبب واقع ہونے شک کے مخرج میں تو کم کے خروج کا حکم ہوگا درم اور ثلث ثابت ہوتی ہے اگرچہ نصف سے ایک ہی درم ناقص ہو تو جبر کے نصف یعنی پچاس سے ایک درم گھٹا یا تو اکاون باقی رہگئے ولو وصل اقرارہ بان شاء اللہ او فلان او علقہ بشرط علی خطر لا بکائن کان مت فانہ تجنیز بطل اقرارہ اور اگر مقر نے اپنا اقرار انشاء اللہ کے ساتھ ملایا یا فلانی شخص کی مشیت سے ملا یا یا اقرار کو اس شرط سے علق کیا جو یقینی نہیں محتمل الوجود ہو تو اقرار باطل ہوگا نہ تعلیق شرط تحقق یقینی کی چنانچہ یوں کہنا کہ اگر میں مر جاؤں تو یہ تعلیق نہیں تنجیز ہے یعنی نے الفور اقرار لازم ہوگا خواہ وہ مر جاوے یا زندہ رہے اسواسطے کہ موت بالانتک واقع ہونے والی ہے کذا فی البحر بقی لو ادعی المشیئۃ ھل یصدق لم ارہ وقد منا فی الطلاق ان المعتمد لا فلیکن الا قرار کذلک لتعلق حق العبد قالہ المصنف باقی رہی یہ بات کہ درصورت تعلیق بالمشیۃ کے وہ مشیت کا مدعی ہو تو اسکی تصدیق ہوگی یا نہیں میں نے اسکو صحیح نہیں دیکھا اور پہلے کتاب الطلاق میں پہلے ذکر کیا ہے کہ درصورت ادعاء مشیت قول معتمد یہ ہے کہ تصدیق مدعی کی نہ ہوگی تو چاہیے کہ اقرار بھی ایسا ہی بسبب متعلق ہونے حق العبد کے یہ قول ہے مصنف کا اپنی شرح میں وصح استثناء البیت من الدار لا استثناء البناء منھما لدخولہ تبعا فکان وصفا واستثناء الوصف لا یجوز اور صحیح ہے استثنا کرنا کوٹھری کا گھر سے نہ استثنا کرنا عمارت کا دونوں سے یعنی کوٹھری اور گھر سے اسواسطے کہ عمارت بیت اور دار میں بالتبع داخل ہے تو عمارت وصف ٹھہری اور وصف کا استثنا کرنا صحیح نہیں

ہم چنانچہ قول صحیح نہیں کہ اسکا یہ غلام ہی اگر اسکی سیاہی مقرلہ کی نہیں ہی وان قال بناء هكذا وعرصتها لك فلما قال لان العرصة هي البقعة دون البناء
الخ لو قال وارضها لك كان له البناء ايضا لدخوله تبعا الا اذا قال بناء ها لزيد والارض لعمرو فلما قال اور اگر یوں اقرار کیا کہ گھر کی
عمارت میری ہی اور اسکا عرصہ تیرا ہی تو ویسا ہوگا جیسا اسنے کہا اسواسطے کہ عرصہ بقعہ ہی نہ عمارت یعنی عرصہ عبارت ہی بقعہ خالی از عمارت سے تو اگر یوں
اقرار کیے گا کہ گھر کی عمارت میری ہی اور اسکی زمین تیری ہی تو عمارت بھی مقرلہ کی ٹھہرے گی اسواسطے کہ عمارت گھر میں بالتبع داخل ہی گھر جیسا یوں کہے کہ گھر
کی عمارت زید کی ہی اور زمین عمرو کی تو ویسا ہی ہوگا جیسا اسنے کہا ہم اسواسطے کہ جب اسنے عمارت کا اقرار زید کے واسطے کیا تو عمارت اسکی ملک ہو گئی تو اب یہ
کا اقرار عمرو کے واسطے کہنے سے زید کی عمارت اسکی ملک سے خارج نہ ہوگی اسواسطے کہ اقرار مقر کا غیر شخص کے حق میں حجت نہیں بخلاف مسئلہ مقدمہ اسواسطے
کہ عمارت مقر کی مملوک ہی پھر جب اسنے زمین کا اقرار غیر کے واسطے کیا تو عمارت اسکی تابع ہو گئی کذا فی الینبوع واستثناء فصل الخاتم وخلة البستان و
طوق الجارية كالبناء فيما مر اور استثنا کرنا انگوٹھی کے نگینہ کا اور کھجور کے درختوں کا باغ سے اور طوق کا لونڈی سے عمارت کا مانند ہی امر مذکور میں اسواسطے
کہ نگینہ انگوٹھی میں اور درخت باغ میں اور طوق جاریہ میں عمارت کے مانند بالتبع داخل ہی تو استثنا صحیح ہوگا بنا یہ میں ہی درخت درخت بدون جڑ کے مراد ہی اور اگر اسکا
کا استثنا اصول کے ساتھ ہو تو استثنا صحیح ہی اسواسطے کہ اصل یعنی جڑ کا اقرار قصداً واجب ہی نہ تبعاً وان قال مكلف له على الف من ثمن عبد اقبضته
الجملة صفة عبد وقوله موصولا يا قرار حال منها ذكره في الحادي فليحفظ وعينه اي عين العبد وهو في يد المقر فان
سلمه الا المقر لزمه الالف والا لا علانا بالصفة اور اگر یوں اقرار کیا بالغ عاقل نے کہ اسکے میرے اوپر ہزار درہم ہیں اس غلام کا ثمن جسپر میں نے ہنوز قبضہ نہیں کیا
عدم قبض کو اقرار کے ساتھ ملا کر بولا اور غلام کو معین کر دیا اور حالانکہ وہ غلام مقر لہ کے پاس ہی تو اگر مقر لہ مقر کو غلام تسلیم کرے تو مقر پر ہزار درہم لازم
ہوں گے اور نہیں تو لازم نہ ہوں گے صفت عدم قبض پر عمل کرنے سے شارح نے کہا کہ قبضتہ کا جملہ صفت ہی غلام کی اور موصول کا لفظ حال واقع ہوا ہی جملہ
مذکورہ سے یہ مذکور ہی حاوی قدسی میں تو اسکو یاد رکھنا چاہیے یعنی فافہم مطلب میں خطا نہ ہو وان لم يعين العبد لزمه الالف مطلقا وصلا ام فصلا
وقوله ما قبضته لغو لانه رجوع اور اگر مقر مذکور نے غلام کو معین نہ کیا تو اسکو ہزار لازم ہوں گے ہر طرح سے خواہ عدم قبض کو ملا کر کہے یا اسکو
جدا کر کے کہے اور اسکا یہ قول کہ میں نے اوپر قبضہ نہیں کیا لغو ہوگا اسواسطے کہ رجوع ہی اقرار سے بعد اقرار کر چکنے کے یعنی اور رجوع جائز نہیں کقوله من
ثمن خمر او خنزير او مال قمار او حر او ميتة او دم فيلزمه مطلقا وان وصل لانه رجوع الا اذا صدقه او اقام بينة فلا يلزم
چنانچہ اس قول میں کہ اسکے مجھ پر ہزار درہم ہیں شراب یا سور کا ثمن یا قمار کا مال یا آزاد مرد یا مردار یا خون کا ثمن تو اوپر مطلقا لازم ہوگا اگر چہ اسکو اقرار کے
ساتھ ملا کر کہے اسواسطے کہ یہ اقرار کر کے پھر جانا ہی مگر جبکہ مقر لہ اسکی تصدیق کرے امر مذکور میں یا مقر گواہ قائم کرے تو اب ہزار اسکو لازم ہوں گے ولو
قال له على الف هي حرام او ربوا فهي لازمه مطلقا وصلا ام فصلا كما مال له عندي غيره اور اگر یوں اقرار کیا کہ اسکے میرے اوپر
ہزار درہم حرام یا بیاج کے ہیں تو درہم مذکورہ مقر پر لازم ہوں گے ہر طرح خواہ ملا دے اقرار سے یا جدا کہے اسکے حلال ہونے کے احتمال سے غیر مقر کے نزدیک
ہم یعنی جسکو مقر حرام یا بیاج کہتا ہی شاید اور کے مذہب میں حلال ہو چنانچہ ایک چیز بائع سے خریدی اور ہنوز اسپر قبضہ نہیں کیا اور اسکو بائع مکلف کرے
کہ اسکو اپنی خرید سے کمتر ثمن سے تو یہ زیادت ہمارے نزدیک حرام ہی اور شافعی کے نزدیک یہ بیع جائز ہی اور زیادت احد الثمنین انکے نزدیک عوض نہیں
اور نہ بیاج ہی اور اس تعلیل کا ظاہر اسکو مقتضی ہی کہ اگر مقر اور مقر لہ کا ایک ہی مذہب ہو تو مقر پر کچھ لازم نہ آوے کذا فی الطحطاوی ولو قال على ازفر
او يا طالا لزمه ان كان به المقر له والا بان صدقه لا يلزمه اور اگر یوں اقرار کیا کہ میرے اوپر شاملا ہزار درہم ہیں بطریق مذبا بطلان تو اب لازم
ہوں گے اگر مقر لہ اسکی تکذیب کرے اور اگر تکذیب نہ کرے اسطرح کہ اسکی تصدیق کرے تو اسپر کچھ لازم نہیں ولا اقرار بالبينة لجهالة هي ان يلجمك ان

تاقیا مرا باطنه علی خلاف ظاهره فانه علی هذا التفصیل ان کذبه لزما البیع والا لا اور بیع تلجیہ کا اقرار کرنا اسی تفصیل پر ہے کہ اگر مقر لہ اسکی تکذیب کرے تو بیع لازم ہے اور اگر تصدیق کرے تو لازم نہیں بیع تلجیہ یہ ہے کہ تلجو مضطر کرے اصل امر کے کرنے پر جسکا باطن اسکے ظاہر کے مخالف ہو ہم صورت اضطرار یہ ہے کہ دشمن کا خوف ہو کہ میری جیز چھین لے گا تو اس چیز کو کسی دوست معتمد سے اپنا حال بتا کر بیچ ڈالے ظاہر میں نہ باطن میں تو حقیقت یہ بیع نہیں ہزل کے مانند ہے ولو قال له علی الف درهم زیوف ولم یذکر السبب فهی کما قال علا الاصح اور اگر یوں کہا کہ اسکے مجھ ہزار درہم زیوف ہیں اور اسکا سبب نہ ذکر کیا کہ ثمن مبیع ہیں یا غصب یا ودیعت تو جیسا اسنے کہا ویسا ہی ہوں گے بنا بر قول اصح ہم زیوف جمع ہے زیف کی یعنی کھوٹے درم جو خزانہ سلطانی ہیں نہ لیے جاویں ولو قال له علی الف من ثمن متاع او قرض وهی زیوف مثلا لم یصرف مطلقا لانه رجوع اور اگر یوں کہا کہ اسکے مجھ ہزار درہم ہیں ثمن متاع کے یا قرض سے اور حالانکہ دراہم مذکورہ زیوف ہیں مثلاً تو اسکی مطلقاً تصدیق نہ ہوگی کیونکہ وہ اقرار سے پھرتا ہے ولو قال من غصب او ودیعة الا انها زیوف او بهرجة صدق مطلقا وصلا وفصل اور اگر یوں کہا کہ میرے اوپر ہزار درہم ہیں غصب یا ودیعت سے مگر دراہم مذکورہ زیوف ہیں یا بہرجہ تو اسکی مطلقاً تصدیق ہوگی خواہ ملا کہے خواہ جدا کرکے ہم اسواسطے کہ غصب یا ودیعت مقتضی سلامت از عیب نہیں ہے اسواسطے کہ غاصب جو پاتا ہے غصب کرتا ہے اور بہرہ مروج بہرجہ و درم ہیں جنکو سوداگر نہ لیتے ہوں اور غیر تجارتیہ ہوں وان قال ستوقة او رصاص فان وصل صدق وان فصل لا لانهام دراهم مجازا اور اگر یوں کہا کہ ہزار درہم ہیں مگر درہم مذکورہ ستوقہ یا رانگے کے ہیں تو اگر استثنا اقرار سے ملا کر بولا تو اسکی تصدیق ہوگی اور اگر اقرار سے جدا بولے گا تو تصدیق نہ ہوگی اسواسطے کہ وہ دراہم مجازی ہیں نہ حقیقی ہم ستوقہ وہ دراہم ہیں جنکی دونوں طرف تہ چاندی کے ہوں اور بیچ میں تانبا یا سیسہ وصدق بیمینه فی عصبته او وعیٰ توبا اذا جاء بعیب فی بلینة اور اسکی تصدیق ہوگی قسم کے ساتھ اس قول میں کہ میں نے اس سے کپڑا غصب کیا یا اُسنے میرے پاس کپڑا ودیعت رکھا جبکہ مقر کپڑے کو عیب ادا کرے اور ملائکہ مقر لہ کا گواہ نہیں یعنی اسواسطے کہ غصب اور ودیعت وصف سلامت کے مقتضی نہیں وصدق فی الف الا من ثمن متاع مثلا لانه ینفی لزوم الدراهم وزن خمسة لا وزن سبعة اور مقر کی تصدیق ہوگی اس قول میں کہ اسکے میرے اوپر ہزار درہم ہیں اگرچہ مثلاً متاع کے ثمن سے ہوں مگر دراہم مذکورہ وزن میں اتنے کم ہیں یعنی وزن خمسہ کے دراہم ہیں نہ وزن سبعہ کے ہم یعنی اوزان ہزار درہم سے ہر دو اوزان مشقال کے وزن کے برابر ہی ہے سات مثقال کے کذا فی الطحطاوی ومتصلا وان فصل بلا ضرورة لا یصدق لصحة استثناء القدر لا الوصف لانها وصف مقرر کو رکن کی تصدیق ہوگی اگر استثنا اقرار کے ساتھ ملا کر بولا اور اگر جدا کرے گا بدون ضرورت کے تو تصدیق نہ ہوگی بسبب صحیح ہونے مقدار کے استثنا کے نہ وصف کے استثنا کے چنانچہ کھوٹا ہونا ولو قال لاحر اخذت منك الف ودیعة فهلکت فی یدی بلا تعد وقال الاخر بل اخذتها منی غصبا ضمن المقر لاقراره بالاخذ وهو سبب الضمان اور اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میں نے تجھسے ہزار درم بطریق ودیعت رکھنے کے لیے سو وہ تلف ہو گئے بدون میری تعدی کے اور دوسرے شخص نے کہا بلکہ تو نے مجھ سے دراہم مذکورہ غصب کے طریق سے لیے تو مقر پر تاوان لازم ہوگا اسکے لینے کے اقرار سے اور وہ تاوان کا سبب ہے ہم جب لینے کا اقرار کیا تو تاوان لازم آیا پھر وہ موجب برات کا مدعی ہوا یعنی اذن بالاخذ کا اور دوسرا منکر ہے تو منکر ہی کا قول قسم کے ساتھ مقبول ہوگا کذا فی الطحطاوی وفی قولهاخذتها اعطیتنیه ودیعه وقال الاخر بل غصبته منی لا یضمن بل القول للاخر لانکار الضمان اور اس قول میں کہ تو نے مجھ کو درم بطور ودیعت کے دیے اور دوسرے نے کہا بلکہ تو نے غصب کے مجھ سے تو مقر پر ضمان لازم نہ ہوگا بلکہ اسی کا قول مقبول ہوگا کیونکہ وہ تاوان کا منکر ہے ہم اسواسطے کہ اُسنے سبب ضمان کا اقرار نہیں کیا یعنی اپنے لینے کا بلکہ اُسکے دینے کا اور دینا دوسرے کا فعل ہے یعنی مقر لہ کا اور وہ ضمان کا موجب نہیں تو وہ اپنی ذات پر سبب ضمان کا مقر نہوا اور مقر لہ سبب ضمان کا مدعی ہے اور مقر اسکا منکر ہے اور قول تو منکر کا مقبول ہے کذا فی البح وفی هذا کان ودیعا وقرضا لعذ

فاخذته منك فقال المقر له بل هو لي اخذه المقر له وقاع ولا فقيمته لاقراره بالبدل ثم بالاخذ ومنه هو سبب الضمان اس اس قول مین کہ یہ چیز میری ودیعت تھی یا میرا قرض تھا تیرے پاس سو مین نے اسکو تجھسے لیا سو مقر لہ نے کہا بلکہ وہ میرا مال تھا تو مقر لہ مقر سے لے اگر وہ چیز موجود ہو اور اگر موجود نہو تو اسکی قیمت اسواسطے کہ مقر نے مقر لہ کے قبض اور تصرف کا اول اقرار کیا پھر اس سے لینے کا اقرار کیا اور لینا سبب ہوتا دان کا یعنی مقر لہ نے اسکے ذمے لیہ ہونے کا اقرار کیا پھر اپنے استحقاق کا دعوی کیا تو بلا برہان اسکی تصدیق نہوئی وصدق من قال اجرت فلانا فرهي هذه او توبي هذا فرهبه او لبسه او اعرته ثوبي او اسكنته بيتي ورده او خاط فلان توبي هذا بكذا فقبضته منه وقال فلان بل ذلك لے فالقول للمقر استحسانا لان البدل في الاجارة ضرورة بقاء اور اس مقر کی تصدیق ہوگی جسنے کہا کہ مین نے فلانے شخص کو اپنا یہ گھوڑا یا اپنا یہ کپڑا کرایہ دیا سو وہ گھوڑے پر سوار ہوا یا کپڑے کو پہنا یا اسکو مین نے کپڑا بطور عاریت کے دیا یا اسکو مین نے اپنے گھر مین رکھا اور فلانے شخص نے اسبات کو نہانا یا یون اقرار کیا کہ فلانے شخص نے میرا یہ کپڑا سیا اتنی مزدوری پر سو مین نے اس سے کپڑا لیا اور فلانے شخص نے کہا بلکہ وہ کپڑا میرا ہے تو مقر ہی کا قول مقبول ہوگا بطور استحسان کے اسواسطے کہ قبض اور تصرف اجارت مین ضروری امر ہی بخلاف ودیعت کے اور اجارے مین قبض استیفاے معقود علیہ کے واسطے ضروری یعنی استعمال منافع کے واسطے تو مستاجر کے قبض کا اقرار اسکی ملک کی دلیل نہین ہوسکتی بخلاف ودیعت اور اقراض کے هذا لان الاصل في الوديعة فلان كالمالك للاول وعلى العكس في المثلي للثاني بخلاف ما اذا قال هي لفلان لابل لفلان بلا ذكر ابداع حيث لا يجب عليه للثاني شيء لانه لم يقر بايداعه یہ ہزار درم فلانے کی ودیعت ہی نہین بلکہ فلانے کی ہی تو ہزار درم مثلیہ ہین اول مقر لہ کے ہین اور مقر پر مانند اسکے اور ہزار درم ثانی مقر لہ کے لازم ہونگے بخلاف اس قول کے وہ ہزار درم فلانے کے ہین نہین بلکہ فلانے کے ہین بلا ذکر ابداع کہ اس صورت مین مقر پر مقر لہ ثانی کے واسطے کچھ واجب نہوگا اسواسطے کہ اسکی ودیعت رکھنے کا مقر نے ذکر نہین کیا وهذا ان كانت معينة وان كانت غير معينة لزمه ايضا اور یہ اسوقت ہی جبکہ دراہم معین ہون اور اگر غیر معین ہون تو مقر ثانی کے واسطے بھی ہزار درم مقر پر لازم ہونگے كغصبت فلانا مائة درهم ومائة دينار وفرحلة لابل فلان لزمه لكل واحد منهما كله وان كانت بعينها فهي للاول وعليه للثاني مثلها مانند اس قول مقر کے کہ مین نے فلانے سے سو درم اور سو دینار اور ایک گربہ دون غصب کیے نہین بلکہ فلانے سے چھین لیے تو مقر پر دونون مین سے ہر شخص کے واسطے اشیاے مذکورہ کے برابر لازم ہونگے ولو كان المقر له واحدا يلزمه الاكثر هما قدرا وصفا فضليهما وصفا نحو له الف درهم لابل الفان والدرهم جياد لابل زيوف او عكسه اور اگر مقر لہ ایک ہی شخص ہو یعنی اور اصلا اقرارین مقدار یا وصف زائد ہو تو مقر پر وہ لازم ہوگا جو دونون اقرارون مین سے مقدار مین اکثر اور وصف مین افضل ہو چنانچہ اس مثال مین کہ اسکے میرے اوپر ہزار درم ہین نہین بلکہ دو ہزار ہین یا یون اقرار کیا کہ اسکے ہزار کھرے درم ہین نہین بلکہ کھوٹے درم ہین یا بالعکس اسکے اقرار کیا یعنی اول دو ہزار کا پھر ایک ہزار کا یا اول کھوٹے درمون کا اقرار کیا پھر کھرون کا ولو قال الذي اقر على فلان لفلان او الوديعة التي عند فلان هي لفلان فهو اقرار له وحق القبض للمقر ولكن لو سلم المقر بري خلاصه اور اگر یولا کہ جو میرا دین فلانے شخص پر ہو وہ فلانے آدمی کا ہی یا جو ودیعت فلانے کے پاس ہی وہ فلانے شخص کی ہی تو یہ اقرار ہی مقر لہ کے واسطے اور قبض دین یا قبض ودیعت کا حق مقر کے واسطے ثابت ہی ولیکن اگر مدیون یا مودع مقر لہ کو تسلیم کرے گا تو ادا سے دین اور ودیعت سے بری الذمہ ہو جائے گا کذا فی الخلاصہ لكنه خالف لما مر انه ان اضاف لنفسه كان هبة فيلزم التسليم ولذا قال في الحاوي القدسي ولو لم يسلطه على القبض فان قال واسمه في كتاب الدين عارية صح وان لم يقله لم يصح قال المصنف وهو المذكور في عامة المعتبرات خلافا للخلاصة قنا مل عند الفتوے لیکن خلاصہ کا قول مخالف ہی اس قول کے جو کہ یہ مذکور ہو چکا کہ اگر مقر اپنی ذات کے واسطے نسبت کرے تو ایسا اقرار ہبہ ٹھہریگا

توجانب مقر سے تسلیم لازم ہوگی اور اسیواسطے حاوی قدسی مین کہا ہی اور اگر مقر لہ کو قبض دین پر مسلط نکرے تو اگر یون کہے کہ میرا نام کتاب المدیون مین عاریت ہی تو اقرار صحیح ہی اور اگر یہ نکہے تو صحیح نہین مصنف نے اپنی شرح مین کہا اور حاوی قدسی کے موافق اکثر کتب معتبرہ مین ہی بخلاف خلاصہ کے تو تامل کیجیو اس مسئلے مین فتوی دینے کے وقت ہم شرح وہبانیہ مین تتہ سے منقول ہی کہ جب یہ اقرار کرے کہ میرا دین فلانے کا دین ہی اور مقر لہ اُسکی تصدیق کرے تو صحیح ہی اور حق قبض اول کے واسطے ہی ثانی کے واسطے لیکن باوجود اسکے اگر یدون ثانی کو دے گا بری الذمہ ہوجائے گا اور اول وکیل کے مانند ٹھہرے گا اور ثانی موکل کے مانند ہوگا انتہی تو ظاہر ہی جبر تصادق کے دین مقر لہ کا ہوگا اگرچہ مقر یون نکہے کہ میرا نام عاریت ہی اور اُسکو قبض پر مسلط نکرے تو بھی تصادق ملک مقر لہ مفید ہی اور گر حاوی کا قول اسپر محمول کیجیے کہ مقر لہ ساکت تھا اقرار کے وقت اور وہبانیہ کے مسئلے کو جو خلاصہ کے موافق ہی تصدیق مقر لہ پر محمول کیجیے تو توافق بین القولین حاصل ہوجاے اور تخالف اور تضاد اب زائل ہو کذا فی الطحطاوی

باب اقرار المریض

یعنی مرض الموت وحدہ وعرفی طلاق المریض وسیجی فی الوصایا یہ باب ہی اقرار مریض کے احکام مین یعنی وہ مریض جو بمرض الموت بیمار ہی اور تعریف مرض الموت کی مذکور ہوگئی طلاق مریض مین اور آگے آویگی کتاب الوصایا مین اقرار بدین لاجنبی نافذ من کل مالہ بلا تزعم مریض کا اقرار دین اجنبی غیر وارث کے واسطے نافذ ہی اُسکے تمام مال سے بدلیل قول عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ فاروق سے مروی ہی اذا اقر المریض مدین جاز ذلک علیہ فی جمیع ترکتہ یعنی جب بیمار دین کا اقرار کرے تو اسپر جائز ہی اُسکے تمام متروکہ مین اور ایسی صورت مین ارث بجاے حدیث ہی کیونکہ وہ مقدم ہی میت پر تیار کرنے کنجایش نہین تجہیز سماع شارح علیہ الصلوۃ والسلام پر محمول ہوگا کذا فی الطحطاوی ولو بعین فکذلک الا اذا علم تعلقہ لھا فی مرضہ فتقید بالثلث ذکرہ المصنف فی معینہ فلیحفظ اور اگر عین کا اقرار ہو تو بھی اسیطرح کا حکم ہی یعنی جمیع متروکہ سے نافذ ہوگا مگر جبکہ تملیک مریض کی اُسکے مرض مین معلوم ہو یعنی قرائن سے معلوم ہو کہ مریض اجنبی کو عین کا مالک کیا ہی اپنی بیماری مین تو یہ تملیک مفید بثلث مال ہوگی یعنی ثلث متروکہ سے متعلق ہوگی تمام متروکہ سے بیان کیا ہی اسکو مصنف نے اپنی کتاب المعین مین تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم چونکہ مرض کی تملیک صریحہ ہی لہذا مفید ہوگی ثلث مال سے حموی مین ہی عین کا اقرار مریض اجنبی کے واسطے صحیح ہی اگر اقرار بطریق تملیک کے ہو اور اگر بطریق ابتدا کے ہو تو ثلث مال سے صحیح ہوگا کذا فی الھدایۃ اقرار ابتدائی سے مراد یہ ہی کہ اُسکی صورت تو اقرار کی صورت ہو اور حقیقت مین ابتداے تملیک ہو تاکہ وارثون کو حسد نہو اور اقرار چکائے تو حقیقی اقرار ہی کذا فی الطحطاوی ماخوذ واخرج الارث عنہ اور میراث پیچھے ڈالی جائیگی ادلے دین مذکور سے یعنی اسواسطے کہ قضاء دین مقدم ہی میراث پنا اسپر آخرت کا موا خذہ باقی نرہے ودین الصحۃ مطلقا ومالزمہ فی مرضہ بسبب معروف ببینۃ او بمعاینۃ قاض قدم علی ما اقربہ فی مرض موتہ اور حالت صحت کا دین مطلقا خواہ گواہون سے معلوم ہو خواہ اقرار سے وارث کا دین ہو یا اجنبی کا عین کا اقرار ہو یا دین کا اور جو دین کہ اُسکو مرض الموت مین لازم ہوا سبب معروف سے جو گواہون یا قاضی کے معائنہ سے معلوم ہو مقدم ہوگا اُس دین پر جسکا مریض نے اپنے مرض الموت مین اقرار کیا ولو المقر بہ ودیعۃ دین صحت کا مرض کے اقرار پر مقدم ہی اگرچہ مرض کا مقر بہ ودیعت ہو وعند الشافعی فی الکل سواء اور شافعی کے نزدیک دین صحت اور اقرار مرض کا دین سب برابر ہین بالاتفاق والسبب المعروف مالیس بتبرع کنکاح مشاھدان بمھر المثل او الزیادۃ فما قلۃ وان جاز النکاح غنا اور دین کا سبب معروف وہ ہی جو تبرع نہو چنانچہ وہ نکاح جو شاہدون کے سامنے ہوا ہو بشرطیکہ نکاح مہر مثل سے ہوا ہو اور زیادتی مہر مثل سے تو مرض الموت کے نکاح مین بطل اگرچہ نکاح جائز ہی کذا فی العنایہ مہر زیادت مہر مثل سے باطل ہی بشرط عدم اجازت ورثہ کذا فی الطحطاوی وبیع مشاھدۃ او تلف کذلک ای مشاھدۃ اور چنانچہ بیع مشاہدہ اور اسیطرح اتلاف مشاہدہ یعنی کسی کا مال تلف کرنا شاہدون کے سامنے والمریض لیس لہ ان یقضی دین بعض الغرماء دون

باب اقرار المریض

بعض ولو کان ذلک اعطاء صحۃ او ایفاء اجرۃ اور مریض کو یہ جائز نہین کہ بعض اہل دیون کا دین ادا کرے سوائے بعض کے اگرچہ یہ دین مہر کا ہو یا اجرت کا ادا کرنا ہو ہم اسواسطے کہ مریض کے مال مین سب دین والون کا حق متعلق ہی تو بعض کے دینے مین اورون کی حق تلفی ہو مریض کی قید سے معلوم ہوا کہ حر غیر محجور کو اسطرح کی تخصیص ممنوع نہین فلا یسلم لھما الا فی مسئلتین تو ہمارا اجرت کے واسطے مریض کا دینا سلامت نہ رہے گا مگر دو مسئلون مین (دینے) بعض دین جائز ہوا اذا قضی ما استقرض فی مرضہ او ثمن ما اشتری فیہ لو بمثل القیمۃ کما فی البرھا وقد علم ذلک ای ثبت کل منھما بالبرھان کا یا قرار لہ التہمۃ دونون مسئلہ مین جبکہ مریض اُس قرض کو ادا کرے جو اُسنے اپنی بیماری مین لیا یا ادا کرے اُس چیز کا ثمن جو اُسنے مرض مین خرید کیا اگر ثمن قیمت کے برابر ہو دینا چنانچہ برہان مین ہو اور حالانکہ یہ معلوم ہو چکا ہی یعنی ثابت ہو چکا ہی قرض اور خرید کو اُن سے اُسکے اقرار سے بسبب تہمت کے کہ تہمت یہ ہی کہ شاید اُسکو اس اقرار سے وارثون کا حصہ گھٹانا منظور ہی بخلاف اعطاء المھر ونحوہ وما اذا لم یقر بشیء حتی مات فان ابا کلھم سوۃ للغرماء فی التمر اذا لم تکن العین المبیعۃ فی یدہ ای ید البائع فان کانت کان اولی بخلاف اعطاء مہر وغیرہ کے اور بخلاف اشتراء مرض کے جبکہ مریض نے اُسکا ثمن ادا کیا یہان تک کہ مر گیا تو اُسکا بائع اور دین والون کے برابر ہی ثمن باقی مین جبکہ شی مبیع بائع کے ہاتھ مین نہو اور اگر بائع کے ہاتھ مین ہو تو وہی مقدم ہی ہم تو مبیع مذکور بیچی جاوے اور اُسکے ثمن سے بائع کا دین ادا کیا جاوے اور اگر اُسکے دین سے ثمن کچھ زیادہ ہو تو زیادہ ترکہ مین لائی جاوے اور اگر ثمن دین سے ناقص ہو تو بقدر نقصان بائع مذکور ارباب دیون کے برابر ہوگا کذا فی الطحطاوی واذا اقر المریض بدین ثم اقر بدین تعاقبا وصل او فصل الا استواء اور جبکہ مریض نے ایک دین کا اقرار کیا پھر دوسرے دین کا اقرار کیا تو دونون اقرار حصہ پاوینگے خواہ دونون اقرارونکو اُسنے ملایا ہو یا جدا کیا ہو بسبب ابر ہونے دونون اقرارون کے ولو اقر بدین تم بودیعۃ تعاقبا اور اگر مریض نے دین کا اقرار کیا پھر ودیعت کا اقرار کیا تو دونون مقرلہ حصہ رسد پاوین وبعکسہ الودیعۃ اولی اور اُسکے برعکس مین ودیعت اولی ہو یعنی مقدم ہو یعنی اگر اول ودیعت کا اقرار کیا پھر دین کا تو ودیعت کی تقدیم ہو اسواسطے کہ جب اُسنے پہلے ودیعت کا اقرار کیا تو مقرلہ اُسکا مالک ہو گیا پھر اب دین کا اقرار غیر کے مال مین جائز نہوگا کذا فی الطحطاوی بذا براءہ ملاء ہ وھو مدیون غیر جائز ای لا یجوز ان کان اجنبیا وان کان وارثا فلا یجوز مطلقا سواء کان المریض مدیونا او لا التہمۃ اور مریض کو اپنے مدیون کا دین معاف کرنا اور حالانکہ مریض خود مدیون ہو غیر جائز ہی یعنی ناجائز نہوگا اگر اُسکا مدیون غیر شخص ہو اور اگر یہ مدیون مرض ہو مریض کا تو ابرا مطلقاً جائز نہین برابر ہو کہ مریض مدیون ہو یا نہو تہمت کے سبب سے وحیلۃ ان یقول لا حق لی علیہ کما افادہ بقولہ وقولہ لم یکن لی علی ھذا المطلوب شیء لینتفی الوارث وغیرہ صحیح قضاء لا دیانۃ فیرفع بہ مطالبۃ الدنیا لا مطالبۃ الاخرۃ حاوی الا المھر فلا یصح علی الاصح ابراءہ علیہ غالبا اور صحت ابرا کا مدیون حیلہ یہ ہی کہ مریض کہے کہ میرا اُسپر کچھ حق نہین چنانچہ اسکو مصنف نے بیان کیا ہو اپنے اس قول سے اور مریض کا یون کہنا کہ میرا اس مطلوب پر وارث ہو یا غیر وارث کچھ نہین صحیح ہی قضا کی راہ سے نہ دیانت کی راہ سے تو مدیون مطلوب سے دینا کا مطالبہ مرتفع ہوگا نہ آخرت کا مطالبہ کذا فی الحاوی سواے دین مہر کے کہ اُسکا ابرا حیلہ مذکورہ سے صحیح نہوگا بقول صحیح کذا فی البزازیہ بسبب ظاہر ہونے اسباب کے کہ زوج پر مہر اکثر واجب الادا رہتا ہی ہم یعنی اگر زوجہ مرض الموت مین کہے کہ میرا مہر نہین زوج پر تو یہ ابرا صحیح نہوگا بخلاف اقرار البنت فی مرضھا بان الشیء الفلانی ملک ابی وانی لا احق لی فیہ او انہ کان عندی عاریۃ فانہ یصح ولا تسمع دعوی زوجھا فیہ کما بسطہ فی الاشباہ بخلاف بیٹی کے اس اقرار کے اپنے مرض الموت مین کہ فلانی چیز میرے باپ کا ملک ہی میرا اُسمین کچھ حق نہین یا وہ چیز میرے پاس عاریت تھی تو یہ ابرا صحیح ہوگا اور اُسکے زوج کا دعوی اُسمین مسموع نہوگا چنانچہ اسکو شرح بیان کیا ہی اشباہ مین اعلم کہ غنیمت جان اس تحریر کو کہ یہ میری کتاب کی مخصوصات سے ہی ہم اس قول کو اشباہ کے مُحشیون مانند حموی و شیخ صالح وغیرہما نے

مسلم نہیں رکھا اسواسطے کہ یہ اقرار ہی عین کا وارث کے واسطے بصیغۂ نفی اور اسکی عدم صحت میں اختلاف نہیں اور صاحب شباہ نے کہا لا یاہی وہ مفروض ہی دین میں نہ عین میں خلاصہ کہ ابرار بلفظ نفی البتہ جائز ہی دین میں اور عین کا اقرار وارث کے واسطے بالاتفاق غیر صحیح ہو وتمامہ فی الطحطاوی وان اقر المریض لوارثہ بغرد او مع اجنبی بعین او دین بطل خلافا للشافعی ولنا حدیث لا وصیۃ لوارث ولا اقرار لہ بدین اور اگر مریض نے اقرار کیا فقط اپنے وارث کے واسطے یا اجنبی کے ساتھ عین کا اقرار کیا یا دین کا باطل ہی برخلاف امام شافعی کے اور ہماری دلیل یہ حدیث ہی کہ وصیت جائز نہیں وارث کے واسطے دین کا اقرار ہم اس حدیث کو دارقطنی نے روایت کیا ہی کذا فی الطحطاوی الا ان یصدق بقیۃ الورثۃ وارث کے واسطے اقرار باطل ہو مگر اُس صورت میں باطل نہیں جبکہ باقی وارث مریض کی تصدیق کریں فلو لم یکن وارث اخر او وعی لزوجتہ او ھلم صحت الوصیۃ و اما غیرھا فیرث الکل فرضا او ردا فلا یحتاج لوصیتہ شرنبلالیۃ تو اگر دوسرا وارث نہوا اور زوج مریض نے اپنی زوجہ کے واسطے وصیت یا زوجہ نے زوج کے واسطے وصیت کی تو وصیت صحیح ہوگی اور وارث غیر زوجین تو کل متروکہ کا وارث ہوگا بطریق فرض یا رد کے تو موردِ وصیت کرنے کی کچھ حاجت نہیں کذا فی الشرنبلالیہ وفی شرحہ الوھبانیہ اقر بوقف ولا وارث لہ فلو علی جھۃ عامۃ صح بتصدیق السلطان او نائبہ وکذا لو وقف خلافا لما زعمہ الطرسوسی فلیحفظ اور شرنبلالی کی شرح وہبانیہ میں ہی کہ مریض نے وقف کا اقرار کیا یعنی بطور حکایت کے اور حالانکہ اُسکا کوئی وارث نہیں تو اگر وقف بجہت عامہ ہو جیسا کہ آرام خلق کے واسطے پل بنوانا تو صحیح ہو بادشاہ یا اُسکے نائب کی تصدیق اور اسیطرح اگر وقف بجہت عامہ کرے مرض میں تو صحیح ہی برخلاف زعم طرسوسی کے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم جب کوئی وارث نہو تو اُسکا وارث بیت المال ہی اور سلطان کو بیت المال سے پل وغیرہ بنوانا صحیح ہی لہذا تصدیق سلطان صحیح کطرسوسی نے کہا کہ جب وارث نہوگا تو وقف ثلث مال میں صحیح ہوگا اور تصدیق سلطان کی معتبر نہوگی شرنبلالی نے شرح وہبانیہ میں کہا کہ جو طرسوسی سمجھا ہی وہ معمول بہ نہیں کذا فی الطحطاوی ملخصاً ولو کان ذلک اقرارا بقبض دینہ او غصبہ او رھنہ ونحو ذلک علیہ ای علی وارثہ او عبدہ وارثہ او مکاتبہ لا یصح لو قویا لہ اور اگر وہ اپنے قبض دین کا اقرار ہو یا غصب یا رہن وارث کے قبض کا اقرار ہو اور مانند اسکے اپنے وارث سے یا عبد وارث یا مکاتب وارث سے قبض کر لینے کا اقرار ہو تو صحیح نہوگا عبد اور مکاتب کا اقرار اُسکے مولی کے واسطے واقع ہوگا یعنی اگر مریض نے یوں اقرار کیا کہ جو میرا دین وارث پر تھا اُسکو میں نے اُس سے پایا یا جو میرے وارث نے میری چیز غصب کی تھی یا اُسکے پاس گروی تھی وہ میں نے پائی تو یہ اقرار صحیح نہوگا ولو فعلہ تبرع شرعات جاز کل ذلک لعدم مرض الموت اختیار اور اگر مریض نے اقرار مذکور کیا پھر صحیح و سالم ہو گیا بعد اسکے مر گیا تو جمیع امور مذکورہ کا اقرار جائز ہو جائے گا بسبب عدم مرض الموت کذا فی الاختیار یعنی جب اقرار کے بعد جی گیا ہو گیا تو معلوم ہوا کہ اقرار مذکور مرض الموت میں واقع نہوا تھا لہذا صحیح ہوگا ولو مات المقر لہ تھا المریض ودورثۃ المقر لہ من ورثۃ المریض جاز اقراری کا اقرار ہ الاجنبی بحر وسیجیء عن الصیرفیۃ اور اگر پہلے مقر لہ مر الپھر مریض مر گیا اور مقر لہ کے وارث مریض کے بھی وارثوں سے ہیں تو اس مریض کا اقرار جائز ہوگا جیسا اجنبی کے واسطے اقرار جائز ہی کذا فی البحر اور آگے آوے گا صیرفیہ سے مع صورت اسکی یہ ہی کہ زید نے اپنے پوتے کے واسطے اقرار کیا پھر پوتا اپنا باپ چھوڑ کر مر گیا پھر دادا اقرار کرنے والا اپنے اُس فرزند کو جو مقر لہ کا باپ ہی چھوڑ کر مر گیا تو یہ اقرار جائز ہی صاحبین کے نزدیک اسواسطے کہ پوتا اپنے باپ کے ہوتے دادا کا وارث نہ تھا جو اقرار صحیح نہو تا کذا فی الطحطاوی بخلاف اقرارہ لہ ای لوارثہ بودیعۃ مستھلکۃ فانہ جائز وصورتہ ان یقول کانت عندی ودیعۃ لھذا الوارث فاستھلکتھا جوہرہ بخلاف ودیعت مستہلکہ کے اقرار کے یعنی مریض اپنے وارث کے واسطے ودیعت مستہلک کا اقرار کرے سو وہ جائز ہی اور صورت اسکی یہ ہی کہ مریض کہے کہ میرے پاس اس وارث کی ودیعت تھی سو وہ میں نے تلف کر ڈالی کذا فی الجوہرہ وانما صح الاقرار للوارث موقوفا الا فی ثلث مذکورۃ فی الاشباہ ومنھا اقرار الامانات کلھا ومنھا الخفی کلا حق الی قیل ابی وامی وھذہ الحیلۃ فی ابراء المریض وارثہ ومنہ

هذا الشئ الفلاني ملك ابي وامي كان عندي عارية وهذا حيث لا قرينة وتمامه فيها فليحفظ فانه مهم اور خلاصہ یہ ہے کہ مریض کا اقرار وارث کے واسطے باقی وارثوں کی اجازت پر موقوف ہے مگر تین مسئلوں میں جو اشباہ میں مذکور ہیں ان میں سے ایک اقرار مریض ہے تمام امانات کا یعنی قبضل مانات کا وارث کے اور ان میں سے نفی ہے چنانچہ یوں کہنا کہ میرا کچھ حق نہیں میرے باپ اور ماں کی جانب اور یہی نفی حیلہ ہے مریض کے ابرا کرنے کا اپنے وارث کو اور منجملہ ان نفی حق مریض یہ قول ہے کہ یہ چیز فلانی میرے باپ اور میری ماں کی ملک ہے میرے پاس عاریت تھی اور یہ وہاں ہے جہاں قرینہ نہ ہو اور پورا بیان اس کا اشباہ میں ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ امر ضروری ہے مگر طحطاوی نے کہا کہ ملک پدری اور مادری کا اقرار کتب معتبرہ کے مخالف ہے چنانچہ مذکور ہو چکا اور جب یہ اقرار صحیح نہوا تو عدم قرینہ کی شرط کی بھی کچھ حاجت نہیں رہی

اقر فيه اى فى مرض موته لوارثه يؤمر فى الحال بتسليمة الى الوارث فاذا مات يرده بزازيه وفى القنية تصرفات المريض نافذة وان تعلق بها حق الموت مریض نے اقرار کیا اپنے مرض الموت میں اپنے وارث کے واسطے تو فی الحال وارث کے دینے کا حکم ہوگا پھر جب مریض مرجائے تو وارث مقر کو پھیر سکتا ہے بزازیہ اور قنیہ میں ہے کہ مریض کے تصرفات جاری اور نافذ ہیں اور وہ تو موت کے بعد توڑے جاتے ہیں والعبرة لكونه وارثا وقت الموت لا وقت الاقرار فلو اقر لاخيه فولد له صح الاقرار لهما اور اعتبار اسکے وارث ہونے کا موت کے وقت کا ہے نہ اقرار کے وقت کا تو اگر مریض نے اپنے بھائی کے واسطے قرار کیا پھر مریض کے بیٹا پیدا ہوا تو اقرار صحیح ہوگا بسبب وارث ہونے اسکے بھائی کے یعنی جب اقرار کے وقت بھائی وارث تھا لیکن لڑکا مریض سے موت کے وقت وہ وارث نہ ہوا اذا صار وارثا وقت الموت بسبب جديد كالتزويج وعقد الموالاة فيجوز كما ذكره بقالیہ مگر جبکہ مقر لہ وارث ہو گیا موت کے وقت سبب جدید سے چنانچہ تزویج اور عقد موالات تو وارث مذکور کے واسطے اقرار جائز ہے چنانچہ مصنف نے اسکو اپنے آئندہ قول میں ذکر کیا فلو اقر لاجنبية تحت تزوجها صح بخلاف اقراره لاخيه المحجوب بكفر او ان اقر لابن محجبه باسلامه وبموت الابن فلا يصح لان ارثه بسبب قديم كاحداث تو اگر مریض نے اجنبی عورت کے واسطے اقرار کیا پھر اس سے نکاح کیا تو اقرار صحیح ہے بخلاف اسکے اقرار کے اپنے اس بھائی کے واسطے جو محجوب ہے بسبب کفر کے یا مقر کے فرزند کے موجود ہونے سے جبکہ اسکا محجوب ہونا زائل ہو بھائی کے اسلام لانے سے یا فرزند کی موت سے تو اقرار صحیح نہوگا اسواسطے کہ بھائی کی میراث تقدیم سبب سے ہوئی جو سبب جدید ہے بخلاف الهبة لها فى مرضه والوصية لها ثم تزوجها فلا تصح لان الوصية تمليك بعد الموت وهى حينئذ وارثة اور بخلاف اجنبی عورت کے ہبہ کرنے کے اپنے مرض الموت میں اور اسکے واسطے وصیت کرنے کے پھر اسکے ساتھ نکاح کر لینے کے یہ صحیح نہیں اسواسطے کہ وصیت تملیک ہے بعد موت کے اور اس وقت تو عورت مذکورہ وارث ہے مقر کی اقر فيه انه كان له على ابنه الميت عشرة دراهم قد استوفيها وله اى المقر ابن ينكر ذلك صح اقراره لان الميت ليس بوارث مرض الموت میں اقرار کیا کہ اسکا میت پر اسکے دس درم تھے سو میں اسکو لے چکا اور اس مقر کا ایک بیٹا ہے جو اسکا انکار کرتا ہے تو اسکا اقرار صحیح ہے اسواسطے کہ میت وارث نہیں كما لو اقر لاجنبى فى مرض موته بدين ثم مات قبله وترك منها وارثا صح الاقرار وقيل لا قابله بديع الدين صيرفيه چنانچہ اپنے مرض الموت میں اپنی عورت کے واسطے اقرار کیا دین کا پھر زوجہ مر گئی قبل زوج مقر کے اور مقر نے ایک وارث چھوڑا عورت مذکورہ کے بیٹا کا تو اقرار صحیح ہے اور قول ضعیف ہے کہ صحیح نہیں قائل اس قول کا بدیع الدین ہے کذا فی الصیرفیہ ولو اقر فيه لوارثه ولاجنبى بدين لم يصح خلافا لمحمد عماديه اور اگر مرض الموت میں اپنے وارث اور اجنبی کے واسطے اقرار کیا دین کا تو صحیح نہیں برخلاف محمد بن حسن کے کذا فی العمادیہ وان اقر لاجنبى مجهول نسبه تصادقا بنوته وصدقه وهو من اهل التصديق ثبت نسبه مستندا لوقت العلوق واذا ثبت بطل اقراره لما مر اور اگر اس اجنبی کے واسطے اقرار کیا جسکا نسب معلوم نہیں پھر مقر نے اسکی فرزندی کا اقرار کیا اور مقر لہ نے اسکی تصدیق کی اور حالانکہ وہ تصدیق کی لیاقت رکھتا ہے یعنی حال بیان کر سکتا ہے تو اسکا نسب ثابت ہوگا اسکی ابتدائے پیدائش سے مستند ہو کر اور جب نسب ثابت ہوا تو اسکا اقرار باطل ہو گیا بدلیل گذشتہ

یعنی جو وارث ہو موت کے وقت قدیم سبب سے تو اسکے واسطے اقرار صحیح نہیں ولم یثبت بان کذبہ او عرف نسبہ صحۃ الاقرار لھم ثبوت النسب
شرنبلالیہ مغربا للینابیع اور اگر نسب نہ ثابت ہوا اسطرح پر کہ مجہول النسب مقر کی تکذیب سے یا اسکا نسب معروف ہو غیر شخص سے تو اقرار صحیح ہے جب
تہ ثابت ہونے نسب کے بنا چنانچہ شرنبلالیہ مین ہے ینابیع سے ولو اقر لمن لم یثبت تلثا یعنی بائنا فیہ ای فی مرض موتہ فلھا الاقل من الارث والذی
وید فلھا ذلک بحکم الاقرار لا بحکم الارث حتی لا تصیر شریکۃ فی اعیان التزکۃ اور اگر اُس عورت کے واسطے اقرار کیا جسکو
تین بار طلاق بائن دی اپنے مرض الموت مین تو جو کچھ ہوگا میراث اور دین مین وہ اسکو ملیگا اور کچھ اُسکو دیا جائے گا اقرار کی وجہ سے نہ میراث کی وجہ سے
تو وہ شریک ٹھہرے گی متروک کی اشیا مین کذا فی الشرنبلالیہ ہم طلاق بائن کی اسواسطے شرط کی کہ طلاق رجعی مین وہ زوجہ ہوگی اور یہ بھی شرط ہوگی
اثنای عدت مین مقرر جاوے اور اگر بعد عدت مرے گا تو اقرار صحیح ہوگا کذا فی الطحطاوی وھذا اذا کانت فی العدۃ وطلقھا سوا لھا فاذا مضت العدۃ
جاز لعدم التھمۃ عن میہ اور یہ حکم مذکور اُسوقت ہی جبکہ مطلقہ عدت مین ہو اور زوج نے اُسکو طلاق دی اُسکی طلب سے پھر جب عدت ہو چکی تو اقرار
جائز ہوگا لسبب عدم تہمت کے کذا فی الخیریہ ہم تہمت یہ تھی کہ زوج نے شاید اسواسطے طلاق دی ہو تا کہ اُسکا اقرار صحیح ہو زوجہ کے واسطے تا کہ اُسکو میراث زیادہ ملے
پھر جب عدت گذر گئی تو یہ تہمت بھی باقی نہ رہی وان طلقھا بلا سوء لھا فلھا المیراث لا لغا ما بلغ ولا یصح لاقرارھا لانھا وارثہ اذ
ھو فارغ اھلہ الکثر المشائخ نظھورہ من کتاب الطلاق اور اگر اُسکو طلاق دی بدون اُسکی طلب کے تو اُسکو میراث ملے گی جس مقدار کو کہ وہ بچی
اور اُسکے واسطے اقرار صحیح نہوگا کیونکہ وہ وارث ہی اسواسطے کہ زوج اُسکا فار ہے اور اس قول کو اکثر مشائخ نے یہان مذکور نہین کیا بسبب اُسکے ظاہر
ہونے کے کتاب الطلاق سے وان اقر لغلام مجھول النسب فی مولدہ او فی بلد ھو فیھما وھما فی السن بحیث یولد مثلہ لمثلہ انہ
ابنہ وصدقہ الغلام لو ممیزا والا لم یحجر لتصدیقہ کما مر وحینئذ ثبت نسبہ ولو المقر مریضا واذا ثبت شارک الغلام الورثۃ
اور اگر اُس صغیر نابالغ کے واسطے جسکا نسب معلوم نہین اُسکے وطن مین یا اُس شہر مین جسمین وہ وارد ہوا اور حالانکہ مقر اور مقر لہ اُس عمر مین واقع ہین جیسی
عمر والے کا ویسا لڑکا پیدا ہو سکتا ہے اقرار کیا کہ وہ لڑکا اُسکا بیٹا ہے اور لڑکے نے اُسکی تصدیق کی اگر وہ با تمیز ہو اور اگر صغیر بے تمیز ہو تو اُسکی تصدیق کی
کچھ حاجت نہین چنانچہ مذکور ہو چکا اور اُسوقت مین یعنی درصورت اجتماع شرائط مذکورہ اُسکا نسب ثابت ہوگا اگرچہ مقر مریض ہو اور جبکہ اُسکا نسب ثابت
ہوا تو لڑکا باقی وارثون کا شریک ہوگا فان انتفت ھذہ الشروط یؤخذ المقر من حیث استحقاق المال کما لو اقر باخوۃ غیرہ کما مر
عن الینابیع کذا فی الشرنبلالیۃ فلھم عند الفتوی تو اگر یہ شروط مذکورہ نہ پائی جائین تو مقر ماخوذ ہوگا باعتبار استحقاق مال کے چنانچہ اگر غیر کے
بھائی ہونے کا اقرار کرے جیسے کہ مذکور ہو چکا ینابیع سے کذا فی الشرنبلالی تو فتوی دینے کے وقت تحریر اور تقیح چاہیے ہم اگر شروط مذکورہ سے یعنی جہالت نسب
اور پیدا ہونا مثل مقر لہ کا مثل مقر کے اور تصدیق ولد سے اگر ایک شرط بھی نہ پائی جاوے نسب نہ پائی جاوے تو نسب ثابت نہوگا اور یہ جو صاحب نے کہا
کہ من حیث استحقاق المال مقر ماخوذ ہوگا وہ اس صورت مین ظاہر نہین اسواسطے کہ یہان فقط نسب کا اقرار ہے نہ مال کا بلکہ وہ مسئلہ سابقہ مین ہے یعنی
جبکہ اجنبی کے واسطے اقرار کرے پھر اُسکی فرزندی کا دعوی کرے تو اگر شروط مذکورہ متفقی ہون تو اُسکو مال لازم آویگا اگرچہ نسب ثابت نہوگا اور شرنبلالیہ
مین ینابیع سے یہ عبارت منقول ہے ولو کذبہ او کان معروفا لنسب غیرہ لزمہ اقرارہ ولا یثبت النسب کما فی الینابیع انتہی اور شارح کی عبارت کہ یکے ہم
تو اگر یون کہتا فلو متعدد احدا بعد ہذہ الشروط وقد اقر بھا یواخذہ المقر لثبوتہ واضح تر ہوتا اسواسطے کہ مانع صحت اقرار سے ثبوت نسب کا ہے پھر جب
نسب ثابت نہوا تو مقر بہ لازم ہو گیا اور یہی تقریر تحریر جو ہم نے کی کذا فی الطحطاوی مختصرا والرجل صح اقرارہ ای المریض بالولد والوالدین قال
فی البرھان وان علیا قال المقدسی وفیہ نظر لقول الزیلعی لو اقر بابن اخ او ابن ابن لا یصح لان فیہ حمل النسب علی الغیر بالشروط الثلثۃ

المتقدمة فی الابن و ربما رمز دکا اقر کرنا ولد اور والدین کا صحیح ہو اُن تینوں شرطوں سے جو پہلے مذکور ہوئیں یعنی مرض موت میں برات میں کہا والدین کا اقرار صحیح ہو اگرچہ والدین اونچے ہوں یعنی دادا پردادا متقدمی نے کہا اور اس قول میں اعتراض ہوا دلیل قول زیلعی کا اگر دادا یا پوتے کا اقرار کرے تو صحیح نہیں احتراز کہا اس اقرار غیر شخص سے جسکے ذکر کا ہی یعنی پہلی صورت میں باپ پر اور دوسری صورت میں بیٹے پر وھو بالزوجة بشرط خلوھا عن زوج وعدۃ وخلوۃ ای المقر عن اختھا مثلا وارباعہ سواھا اور یوں اقرار کرنا کہ یہ عورت میری زوجہ ہے صحیح ہو بشرطیکہ خالی ہو نے اُس عورت کے زوج اور اُسکی عدت سے اور بشرط خالی ہونے مقر کے اُس عورت کی بہن سے مثلاً اور بشرط خالی ہونے مقر کے چار عورتوں سے سوا اُس عورت کے یعنی زوجیت کا اقرار اُسوقت صحیح ہو جبکہ وہ عورت کسیکی زوجہ نہو اور نہ کسیکی عدت میں ہو اور جبکہ اُس عورت کی بہن یا خالہ یا عمہ مقر کی منکوحہ یا معتدہ نہو اور جبکہ سوائے اُس عورت کے چار عورتیں اُسکے پاس منکوحہ ہوں حموی نے کہا یہ شرط بھی مناسب ہے کہ عورت مجوسی اور بت پرست نہو اور حاشیۂ زیلعی میں ہو بشرطیکہ وہ عورت رضاعت سے حرام نہو مقر پر وھو بالمولی من جھة العتاقة ان لم یکن ولاءہ ثابتا من جھة غیرہ ای غیر المقر اور صحیح ہو مولی کا اقرار یعنی یوں کہنا کہ یہ شخص میرا مولی ہو آزاد کرنے کی راہ سے بشرطیکہ اُسکا ولاء غیر مقر سے ثابت نہو والمرأۃ ھو اقرارھا بالوالدین والزوج والمولی اور صحیح ہو عورت کا یوں اقرار کرنا کہ یہ میرے والد ہیں یا یہ میرا زوج اور مولی ہو لا اصل ان اقرار الانسان علی نفسہ حجة لا علی غیرہ اور قاعدہ کلیہ یہ مسائل مذکورہ میں یہ ہو کہ آدمی کا اقرار کرنا اپنی ذات پر حجت ہو نہ غیر پر قلت وما ذکرہ من صحة الاقرار بالام کالاب ھو المشھور الذی علیہ الجمھور وقد ذکر الامام التمرتاشی فی فرائضہ ان الاقرار بالام لا یصح ولکنا فی ضوء السراج لان النسب للاباء لا للامھات وفیہ حمل الزوجیة علی الغیر فلا یصح انتھی ولکن الحق صحتہ بجامع الاصالة فکانت کالاب فلیحفظ میں کہتا ہوں اور یہ جو مصنف نے کہا اقرار کی صحت مذکور کی ہو مانند باپ کے یہی قول مشہور ہی جسپر اکثر علماء ہیں اور اکثر عتابی نے اپنے فرائض میں ذکر کیا ہو کہ ماں کا اقرار صحیح نہیں اور اسیطرح ضوء السراج میں ہو اسواسطے کہ نسب باپ سے ہوتا ہی نہ ماؤں سے اور اسمیں حمل زوجیت بھی ہو غیر شخص پر یعنی مقر کے باپ پر تو صحیح نہوگا انتہی ولیکن صحت اقرار مذکور حق ہو بسبب جامعیت اصالت کے یعنی اصل ہونے میں ماں اور باپ دونوں برابر ہیں تو ماں کے مانند ہوئی پس اسے اور کہنا چاہیے ولکنا اصح بالولد ان شھدت امرأۃ ولو قابلة بتعیین الولد اما النسب فبالفراش شمنی اور اسیطرح عورت کا یہ اقرار صحیح ہو کہ یہ میرا لڑکا ہو اگر ایک عورت گواہی دے اگرچہ دائی جنائی تعیین ولد کی گواہی دے اور نسب تو فراش سے ثابت ہوتا ہو کذا فی الشمنی ہم عورت کی گواہی اُسوقت شرط ہو جبکہ تجاحد ہو اور شہادت قابلہ تعیین ولد میں اُسوقت شرط ہو جبکہ ولادت پر تصادق ہو اور تعیین ولد میں اختلاف والتوضیح فی الطحطاوی ولو معتدۃ عجدت ولادتھا فجھة تامة کما مر فی باب ثبوت النسب اور اگر عورت معتدہ کی ولادت کا انکار رہو تو عورت کا اقرار پوری حجت سے صحیح اور ثابت ہوگا چنانچہ ثبوت نسب کے باب میں مذکور ہو چکا او صدقھا الزوج ان کان لھا زوج او کانت معتدۃ منہ یا عورت کا اقرار ولد صحیح ہو اگر زوج اُسکی تصدیق کرے بشرطیکہ وہ شوہر دار ہو یا اُسکی معتدہ ہو وھو مطلقا ان لم تکن کذلک ای فی زوجة ولا معتدۃ او کانت فی زوجة وادعت انہ من غیرہ فصار کما لو ادعاہ منھا لم یصدق فی حقھا الا بتصدیقھا اور صحیح ہو اقرار ولد مطلقاً اگرچہ شہادت اور تصدیق زوج نہ پائی جاے اگر عورت ویسی نہو یعنی نہ شوہر والی نہ معتدہ یا کہ شوہر والی ہو اور یہ دعوی کرے کہ وہ لڑکا اسکے سوا اور مرد کا ہو تو یہ اقرار ویسا ہو جیسا کہ اگر مرد دعوی کرے کہ یہ میرا بیٹا ہو اس عورت سے تو عورت کے حق میں اُسکی تصدیق نہوگی مگر عورت کی تصدیق کرنے سے قلت بقی لو لم یعرف لھا زوج غیرہ لما مر فیحرر میں کہتا ہوں باقی رکھی یہ صورت کہ اگر عورت کا کوئی اور زوج مشہور اور معلوم نہو سوائے ایک زوج کے اور وہ یہ دعوی کرے کہ یہ میرا بیٹا ہو اور مرد سے تو اسکی تحریر اور تنقیح چاہیے ہم اس صورت میں ظاہر ہو وہ لڑکا عورت ہی کا ٹھہرے گا کیونکہ شوہر معلوم پر تحمیل نسب نہیں ہو سکتی

تو وہ اولاد کا عورت ہی وارث ہوگا مفتی ابوالسعود نے کہا غایۃ الامر یہ ہے کہ درصورت عدم معرفت زوج ثانی وہ اولاد کا زنا کا ہوگا اور ولد الزنا اور ولد اللعان فقط ماں کا وارث ہوتا ہے تو اسمین توقف کی کچھ وجہ نہین کذا فی الطحطاوی ولا بد من تصدیق ھؤلاء اور صحت اقرار مین ان اشخاص مذکورین کی تصدیق ضروری ہے یعنی جب مرد نے یہ اقرار کیا کہ یہ میرا بیٹا ہے یا والدین مین سے یہ میری زوجہ ہی اور عورت نے اقرار کیا کہ یہ میرے والدین مین سے یا زوج اور یہ میرا مولی ہے حتی تصدیق ان لوگون کی تصدیق ضرور ہی اسواسطے کہ ہر شخص ان مین سے اپنی ذات کے تعلق مین ہی تو غیر کا اقرار انکو لازم نہین کما فی الولد اذا کان لا یعبر عن نفسہ لما مر انہ حینئذ کالمتاع مگر ولد مین تصدیق بشرط صحت اقرار نہین جیسا کہ اقرار ایسا ہو کہ اپنا حال بیان کر سکتا ہو اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ ولد کا اس حالت مین متاع اور اسباب کے مانند ہونا ہے تو جسکے پاس ہوگا اسیکا ٹھہریگا ولو کان المقر لہ عبد الغیر اشترط تصدیق مولاہ لان الحق لہ اور اگر مقر لہ غیر کا غلام ہو تو صحت اقرار مین اسکے مولی کی تصدیق ہوگی شرط اسواسطے کہ حق ہی کا ہو وصح التصدیق من المقر لہ بعد موت المقر لبقاء النسب والعبرۃ بعد الموت اور صحیح ہو تصدیق مقر لہ کی بعد مر جانے مقر کے بسبب باقی رہنے نسب اور عدت کے بعد موت کے لا تصدیق الزوج بعد موتہا مطلقا لانقطاع النکاح بموتہا ولہذا لیس لہ غسلہا بخلاف عکسہ مگر زوج کی تصدیق زوجہ مقرہ کے بعد صحیح نہین بسبب منقطع ہونے نکاح کے زوجہ کی موت سے اور یہی وجہ ہے زوج کو جائز نہین غسل دینا بھی دینا زوجہ کا موت کے بعد بر خلاف اسکے عکس یعنی اگر زوج مقر ہو تو زوجہ کی تصدیق بعد موت زوج کے صحیح ہی اور اسکو زوج کا غسل دینا بھی صحیح ہی اسواسطے کہ علائق نکاح کے بسبب باقی رہنے عدت کے ہنوز منقطع نہین ولو اقر رجل بنسب فیہ تحمیل علی غیر لا لعرقیل من غیر ولاد کما فی الدر لفساده بالجد لا بن الابن کما قال کالاخ والعم واجدواب الابن لا یصح الاقرار فی حق غیرہ لا بہما ان اور اگر ایک مرد نے اقرار کیا اس نسب کا جس مین غیر پر نسب ڈالنا ہو چنانچہ یون کہتا کہ یہ میرا بھائی اور چچا اور دادا اور پوتا ہی تو اقرار صحیح نہین غیر شخص کے حق مین مگر شہادت سے مصنف نے نسب مین غیر اولاد کی قید نہ لگائی چنانچہ درر مین ہی بسبب فاسد ہونے اس قید کے جدا اور ابن الابن سے ومنہ اقرار اسنین کما مر فی باب ثبوت النسب فلیحفظ اور از انجملہ ہی اقرار دو شخصون کا چنانچہ مذکور ہو چکا ثبوت النسب کے باب مین تو یاد رکھنا چاہیے یعنی غیر کے حق مین اقرار نسب صحیح نہین مگر بر بان سے سو ہی تم سے مقر لہ کے وارثون سے دو شخصون کا اقرار کرنا ہی نسب کا تو باقی وارثون پر ثبوت نسب کا حکم متعدی ہوگا اور اگر مقر ایک شخص ہوگا تو فقط اسی پر حکم اقرار متصور رہیگا اور مقر کے وارثون کا اقرار ثبت النسب نہین جیسے مقر لہ کی تصدیق مثبت نہین کذا فی الطحطاوی وکذا لو صدقہ المقر علیہ والورثۃ وہم من اہل التصدیق اور اسطرح اقرار صحیح ہوگا اگر مقر علیہ مقر کی تصدیق کرے یا اسکے وارث اور بالا کہ وہ تصدیق کرنے کی لیاقت رکھتے ہون ہم مقر علیہ سے وہ شخص مراد ہی جسپر مقر نسب کو محمول کرے ہر چند تصدیق در حق مقر علیہ قول سابق مین مندرج ہی لیکن دونون مین بحسب تفرقہ ہو سکتا ہی کہ پہلی صورت مین مقر علیہ کے دو وارثون کا اقرار مثبت نسب ہو اور دوسری صورت مین اقرار مقر اور مقر علیہ کے دو وارثون کی تصدیق مثبت ہو اور لیاقت تصدیق سے مراد یہ ہی کہ وارث عاقل بالغ ہون اور نصاب شہادت کامل ہو کذا فی الطحطاوی ویصیر فی حق نفسہ حتی یلزمہ ای المقر لاحکام من النفقۃ والحضانۃ ولا یرث اذا تصادقا علیہ ای علی ذلک لاقرارہما حجۃ علیہما اور نسب کا اقرار مقر کی ذات حق مین صحیح ہو تو مقر کو لازم ہون گے نفقہ اور پرورش اور میراث کے احکام جب کہ مقر اور مقر لہ دونون اس اقرار پر باہم تصادق کرین اسواسطے کہ دونون کا اقرار دونون پر حجت ہو ہم نفقہ اسوقت ہی جبکہ مقر لہ محرمیت کی قرابت رکھتا ہو مقر سے لیکن پرورش مشکل ہی اسواسطے کہ پرورش نہین کر سکتا صغیر کی اور صغیر لائق تصدیق کے نہین لیکن یہ توجیہ ہو سکتی ہی کہ حضانت سے مراد ضم ہو یعنی اپنے پاس رکھنا جبکہ بنت بالغہ ہو اور اسکی بے حرمتی کا خوف ہو کذا فی الطحطاوی فان لم یکن لہ ای لہذا المقر وارث غیرہ مطلقا او ذو رحم لا یحل لہ الارث ولا یحل لہ الولاء عینی وغیرہ ورثہ سو اگر اس مقر کا

سوائے مقرلہ کے کوئی وارث مطلقاً نہ ہو وارث قریب جیسا کہ ذوی الارحام اور نہ بعید جیسا کہ مولائے عتاقت وغیرہ تو وہ اسکا وارث ہوگا ہم یہ ثابت کرتے فقط مقرلہ کے متصور ہو تو اسکی اصل اور فرع کیلئے میراث منتقل ہوگی اسواسطے کہ یہ بمنزلہ وصیت کے ہو کذا فی الظہیریہ واذا کان کذلک نسبہ لم یثبت فلا یزاحمہ الوارث المعروف والمراد غیر الزوجین لان الوجوھ غیرھا نعم قالوا بین الکمال اور نہیں تحتہیں یعنی اگر مقر کا کوئی وارث قریب یا بعید ہو تو مقرلہ کا وارث نہ ہوگا اسواسطے کہ اسکا نسب ثابت نہیں ہوا کہ مزاحمت نہیں کرسکتا وارث مشہور سے اور مراد وارث سے جو فارغ ارث مقرلہ ہو وہ وارث ہے جو زوجین کے سوا ہو اسواسطے کہ زوجین کا وجود وغیرہ مانع ہے مقرلہ کی ارث سے کذا ذکرہ ابن الکمال ثم للمقر لہ یرجع عن اقرارہ لانہ وصیۃ من وجہ زیلعی ای وان صدقہ المقر کما فی البدائع لکن نقل المصنف عن شروح السراجیۃ ان بالتصدیق یثبت النسب فلا یتغیر الرجوع فلیحرر عند الفتوی پھر درست کہ مقر کو اپنے اقرار سے پھرنا جائز ہو اسواسطے کہ یہ اقرار ایک طرح کی وصیت ہو کذا فی الزیلعی یعنی رجوع اقرار سے جائز ہے اگرچہ مقر کی مقرلہ تصدیق بھی کرے کذا فی البدائع لیکن مصنف نے اپنی شرح مین سراجیہ کی شروح سے نقل کیا کہ مقرلہ کی تصدیق سے نسب ثابت ہوجاتا ہے تو رجوع عن الاقرار نافذ نہ ہوگا پس اسکی تحریر اور تنقیح چاہیے فتوی دینے کے وقت ہم ظاہر زیلعی کا کلام حق ہے چنانچہ اتقانی اور خزانۃ الیہ سے ثابت ہوتا ہے اور اس تعلیل میں اتفاق ہے کہ نسب ثابت نہیں تو محرر متقام یہ ہے کہ نسب کے اقرار میں اگر غیر تحمیل نسب نہیں اور تصدیق مقرلہ کی پائی جاوے تو مین سبوع جائز نہیں اور اگر تحمیل غیر پر ہو اور مقرلہ تصدیق کرے تو رجوع جائز ہے غرضکہ یہاں کلام ہو دو مقاموں مین فتدبر کذا فی الطحطاوی ملخصاً ومن مات ابوہ فاقر باخ شارکہ فی الارث فیستحق نصف نصیبہ لما ثبت نسبہ کما تقرر ان اقرارہ مقبول فی حق نفسہ فقط اور جسشخص کا باپ مرگیا سو اسنے اقرار کیا کہ شخص میرا بھائی ہو تو مقرلہ اسکا شریک ہوگا ارث مین تو وہ نصف حصہ مقر کا مستحق ہوگا اور اسکا نسب ثابت ہوگا اسواسطے کہ ثابت ہوچکا ہو کہ اسکا اقرار فقط اسیکے حق مین مقبول ہو قلت بقی لو اقر لاخ بابن ھل یرث قال الشافعیۃ لا لان ما ادی وجودہ الی نفیہ انتفی من اصلہ ولوارث لا متناصرا ھا وظاھر الکلام یعم فلیراجع مین کہتا ہون باقی رہگئی یہ صورت کہ اگر بھائی بیٹے کا اقرار کرے یعنی میت کا بھائی کہے کہ یہ شخص میت کا بیٹا ہو تو یہ اقرار صحیح ہو یا نہیں علماے شافعیہ نے کہا کہ یہ اقرار صحیح نہیں اسواسطے کہ جسکا وجود باعث ہو اسکی نفی کا یعنی صحت اقرار عدم صحت اقرار کا موجب ہے وخود اپنی اصل سے منتفی ہوجاتا ہو یعنی شافعیہ کے نزدیک صحت اقرار کی یہ شرط ہو کہ مقرلہ وارث ہو تو اگر بھائی کے اقرار کی اس وجہ سے کہ وہ وارث ہی تصحیح کیجئے تو صحت اقرار کا بطلان لازم آئے کیونکہ بھائی وارث نہیں ہوتا بیٹے کے ہوتے اور یہ مسئلہ ہمنے اپنے اماموں کے کلام مین صریح نہیں دیکھا اور انکے ظاہر کلام سے یہ جواب معلوم ہوتا ہو کہ ہاں اقرار مذکور صحیح ہو تو اسکی نظائر چاہیے کتب مذہب مین ہم دیکھتے یہ ہو کہ مقتضاے کلام حنفیہ یہاں یہ ہو کہ اگر مقرین انصاب شہادت موجود ہو تو نسب ثابت ہوگا اگرچہ انصاب دو رقوں سے ہوا اور اگر انصاب نہو تو اقرار پر عمل کیا جائے گا فقط مقر کے حق مین اگرچہ نسب ثابت نہوگا کذا فی الطحطاوی وان ترک شخص بنین ولہ علی اخر مائۃ فاقر احدھما بقبض نصیبہ منھا فلا شئ للمقر لان اقرارہ لم یصرف الی نصیبہ وللاخر خصومۃ بعد حلفہ انہ لا یعلم ان اباہ قبض شطر المائۃ قالہ الاکمل قلت وکذا الحکم لو اقر ان اباہ قبض کل الدین لکنہ ھنا یحلف لنفی العلم یعنی ریلعی اور اگر ایک شخص دو بیٹے چھوڑ کر مرگیا اور اسکے دوسرے شخص پر سو درم ہون سو ایک بیٹے نے اقرار کیا کہ اسکا باپ پچاس درم اس مین سے لے چکا ہو تو فرزند مقر قبض کو کچھ نہ ملیگا اسواسطے کہ اسکا اقرار اسکے حصے کیلئے پھر جائیگا اور دوسرے فرزند کو پچاس درم ہاتھ کے یون قسم کھانے کے بعد کہ واللہ اسکو معلوم نہین کہ اسکے باپ نے سو درم سے نصف پائے یہ قول ہو اکمل کا مین کہتا ہون اور اسی طرح کا حکم ہو اگر ایک فرزند نے اقرار کیا کہ اسکے باپ نے تمام دین قبض کرلیا لیکن یہان مدیون کے حق کے واسطے قسم دی جائے گی کذا فی الزیلعی ہم پہلی صورت کی قسم بھائی کے حق کے واسطے ہو غصب کے واسطے اسواسطے اسپر اس سے زیادہ مطالبہ نہین جو اسپر واجب ہوا ہو اور اگر بھائی قسم نہ کھائے تو مقر پچاس درم مین اسکا شریک ہوگا اور دوسری صورت مین اگر غیر مقر بھائی قسم کھائے

تو مدیون پر دین لازم ہوگا اور اگر قسم کھائے گا کہ میرے باپ نے کچھ نہیں لیا تو اسکا حصہ دیا جائے گا یعنی پچاس درہم کذا فی الطحطاوی

فصل فی مسائل شتی یہ فصل چند مسائل کتاب اقرار کے چند مسائل متفرقہ ہیں اقرت اکرھۃ المکلفۃ بدین لاخر فکذبھا زوجھا صح اقرارھا فی حقہ ایضا عند ابی حنیفۃ فحبس المقرۃ وتلازم وان تضمن الزوج وھذہ احدی المسائل الست الخارجۃ من قاعدۃ الاقرار حجۃ قاصرۃ علی المقر ولا یتعدی الی غیرہ وھی فی الاشباہ عورت آزاد عاقلہ بالغہ نے دوسرے شخص کے دین کا اقرار کیا سو اسکے زوج نے اسکی تکذیب کی اسکا اقرار اسکے زوج کے حق میں بھی صحیح ہے امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک تو مقرہ دین کے بابت حبس کیجائے گی اور اسکا ساتھ نہ چھوڑا جائے گا اگرچہ حبس اور ملازمت میں زوج کو ضرر ہو اور یہ ایک مسئلہ ہے ان مسائل ستہ سے جو اس قاعدے سے خارج ہیں کہ اقرار حجت قاصرہ ہے مقر پر اور غیر مقر کی طرف متعدی نہیں ہوتا اور دو مسائل اشباہ میں ہیں ہم نے بیان مسائل شتگانہ ایک مسئلہ وہ ہے جو متن میں مذکور ہو چکا ۱۲ اگر موجر نے اس زمین کا اقرار کیا جسکے لائے ٹھکانہ نہیں مگر حین موجرہ کے ثمن سے تو دائن کو اسکی بیع جائز ہے اپنا دین لینے کے واسطے اگرچہ مستاجر کا نقصان ہو ۳۰ اگر مجہول النسب عورت نے اقرار کیا کہ وہ اپنے زوج کے باپ کی بیٹی ہے اور باپ نے اسکی تصدیق کی تو دونوں میں نکاح فسخ ہوگا ۴۰ اپنی بیچی لونڈی کے ولد کا دعوے کیا اور مدعی ایک بھائی ہے تو ولد کا نسب ثابت ہوگا اور ولد کے سبب بھائی میراث سے محروم ہوگا ۵۰ مکاتب جبکہ ولد حرہ کا دعوی کیا اپنے بھائی کی زندگی میں تو دعوی صحیح ہوگا اور میراث اسکے والد کو ملے گی نہ بھائی کو ۶۰ ایک چیز بیچ ڈالی پھر اقرار کیا کہ بیع تلبیہ تھی اور مشتری نے اسکی تصدیق کی تو مشتری کو رد بیع اسکے بائع پر بسبب عیب کے جائز ہے وینبغی ان یجوز ایضا من کان فی اجارۃ غیرہ فاقر لاخر بدین فان لحبسہ وان تضمن المستاجر دھی واقعۃ الفتوی ولم نرھا صریحۃ اور لائق یوں ہے کہ یہ مسئلہ بھی قاعدہ مذکورہ سے خارج ہو کہ جو شخص غیر کی نوکری اور مزدوری ہو پھر وہ شخص دوسرے شخص کے دین کا اقرار کرے تو مقر لہ کو اسکا حبس کرنا جائز ہے اگرچہ مستاجر کو ضرر ہو اور یہ حادثہ فتوی طلب ہوا تھا اور میں نے اسکو صریح کسی کتاب فقہ میں نہیں دیکھا وعندھا لا تصدق فی حق الزوج فلا تحبس ولا تلازم وینبغی ان یعول علی قولھما افتاء او قضاء لان الغالب ان الاب یعلمھا الاقرار لہ او لبعض اقاربھا لیتوصل بذلک الی منعھا بالحبس عند ہ عن زوجھا کما وقعت علیہ مرارا حین ابتلیت بالقضاء کذا ذکرہ المصنف اور صاحبین کے نزدیک زوجہ کے اقرار دین کی تصدیق نہ ہوگی زوج کے حق میں تو وہ محبوس اور ملازم نہ ہوگی کذا فی الدرر میں کہتا ہوں اور لائق یوں ہے کہ صاحبین کے قول پر اعتماد کیا جائے کیونکہ فتوی دینے اور حکم کرنے میں اسواسطے کہ اکثر یہ ہوتا ہے کہ زوجہ کا باپ اسکو تعلیم کرتا ہے کہ باپ کے دین کا اقرار کرے یا اپنے بعض اقارب کے دین کا تاکہ اسکے توصل سے اسکو روک رکھے اپنے پاس اسکے شوہر سے چنانچہ میں نے چند مرتبہ اس حیلہ گری پر واقف ہوا ہوں جبکہ میں مبتلا بالقضا ہوا تھا ایسا کچھ ذکر کیا ہے مصنف نے اپنی شرح میں ہم اس تعلیل میں اعتراض ہے اسواسطے کہ علت خاص ہے اور مدعا عام ہے اسواسطے کہ جب اجنبی نے واسطے دین کا اقرار ہوا تو علت مذکور ظاہر نہیں علاوہ اسکے یہ حیلہ اپنے پاس رکھنے کا نہیں ہو سکتا اسواسطے کہ صبر یوں کا قاضی کے پاس ہوتا ہے نہ باپ کے پاس تو امام ہی کا قول معتمد ٹھہرا کیونکہ مصنف نے اس تصحیح میں ائمہ ترجیح سے کسی کی سند بیان نہیں کی کذا فی الطحطاوی مجھولۃ النسب اقرت بالرق لانسان وصدقھا المقرلہ ولھا زوج وولد منہ ای الزوج ولکن بھا زوجھا ھو فی حقھا خاصۃ فولد علی بدلا اقرار فی حقی خلافا لھما عورت مجہول النسب نے اپنے مملوک ہونے کا ایک آدمی کے واسطے اقرار کیا اور مقر لہ نے اسکی تصدیق کی اور اس عورت کا ایک شوہر ہے اور اولاد ہے اس شوہر سے اور اسکے زوج نے اسکی تکذیب کی تو عورت کا اقرار فقط عورت ہی کے حق میں صحیح ہوگا تو جس لڑکے کا نطفہ رہے گا بعد اس اقرار کے وہ مملوک ہوگا مقر لہ کا برخلاف قول محمدؒ کہ ولد مذکور بھی رقیق ہوگا لانہ فی حقہ یرد علیہ انتقاص ملاقحا کما حققہ فی الشرنبلالیۃ شوہر کے حق میں جو اقرار صحیح نہ ہوگا اس قول پر تناقص

طلاق مقرہ کا اعتراض وارد ہوتا ہے چنانچہ اسکی تحقیق شرنبلالیہ میں مذکور ہے ہم مبسوط میں ہیں کہ اس عورت کی طلاق و طلقہ ہیں اور صداق اسکی دو تہائی میں بالاجماع ہوا اسلئے کہ یہ لونڈی ہوگئی اور یہ حکم اُسی عورت کو خاص ہے انتہی وجواب اعتراض مذکور کا اسی قول میں کہتا ہے کہ وہ لونڈی ہوگئی اور یہ حکم اسکے خاص ہے اسواسطے کہ طلاق میں جماعت نزدیک عورت تو نکلا عباد اللہ سیطلع حیض میں تو تناقض طلاق عورت مذکورہ کے خصائص غیر شرعیہ سے کنائی

الطلاق وحق الولاء اور نہ اولاد کے حق میں اُسکا اقرار صحیح ہے وہ فرع حاصلہ بقولہ فلا یبطل الکتابۃ وحاصل الولاء بقولہ واولاد حصلت قبل الاقرار وما فی بطنہا وقت احرار یحصولہم قبل اقرارہا بالرق اور مصنف نے حق رق پر تفریع کی اپنے اس قول سے تو نکاح باطل نہ ہوگا اقرار مذکور سے اور حق ولاء پر تفریع کی اس قول سے اولاد جو اولاد حاصل ہوئی قبل اقرار کے اور جو بچہ اس عورت کے پیٹ میں ہے اقرار کے وقت وہ سب آزاد ہیں بسبب اُنکے حاصل ہونے کے مملوک کے اقرار سے پہلے مجہول النسب حر ہے عبدہ شرا قرارہ بالرق لفلان وصدقہ المقر لہ صحا قرارہ فی حقہ فقط دون ابطال العتق شخص مجہول النسب نے اپنے غلام کو آزاد کیا پھر اپنے مملوک ہونے کا ایک آدمی کے واسطے اقرار کیا اور مقر لہ نے اُسکے اقرار کی تصدیق کی تو اسکا اقرار صحیح ہوگا فقط اسکے حق میں عتق کے باطل کرنے میں فان فات العتیق برتہ وارثہ ان کان لہ وارث یستغرق الترکۃ والا فیرث الکل او الباقی کافی شرح الجامع المقر لہ پھر اگر غلام آزاد مر گیا تو اسکا وارث اُسکی میراث پاوے گا اگر اُسکا کوئی ایسا وارث ہو جو کہ نام متروک کو میراث میں لے سکے اور اگر ایسا نہ ہو یعنی اُسکا کوئی مطلقاً وارث نہ ہو یا وارث ہو مگر کل متروک نہ پاسکے چنانچہ احد الزوجین تو مقدار کل متروک کا یا باقی متروک کا وارث ہوگا فان مات المقر لہ العتیق فارثہ لعصبۃ المقر لہ اگر پہلے مقر مر گیا پھر غلام آزاد تو اُسکی میراث مقر کا عصبہ پاویگا ولو جنی ھذا العتیق سعی فی جنایتہ لانہ لا عاقلۃ لہ اور اگر یہ غلام آزاد جنایت کرے تو اپنی جنایت میں سعی کرے یعنی محنت مزدوری کرکے دیت ادا کرے اسواسطے کہ اُسکا کوئی کنبہ اور قبیلہ نہیں کہ دیت لازم آوے ولو جنی علیہ یجب ارش العبد وھو کالمملوک فی الشہادۃ لان حریتہ بالظاہر وھو یصلح للدفع لا للاستحقاق اور اگر اُسپر جنایت کیجاوے یعنی کوئی اُس غلام آزاد کو مار ڈالے تو قاتل پر غلام کی دیت دینا واجب ہوگا اور وہ مملوک کے مانند ہوگا گواہی دینے میں اسواسطے کہ اُسکی آزادی ظاہر حال سے ثابت ہوا اور ظاہر حال دفع کی لئے کافی ہے نہ استحقاق کی قال رجل لآخر لی علیک الف فقال فی جوابہ الصدق او الحق او الیقین او نکر کقولہ حقا ونحوہ او کرر لفظ الحق او الصدق کقولہ الحق الحق او حقا حقا ونحوہ او قرن بہا البر کقولہ البر الحق او الحق بر الخ فاقرار ایک مرد نے دوسرے سے کہا کہ میرے تجھ پر ہزار روپے ہیں سو اُسنے جواب میں کہا الصدق بالحق یا الیقین یا الفاظ مذکورہ ذکرہ کیے بدون الف لام کے چنانچہ یوں بولا کہ حقا او راستہ اسکے لفظ حق یا صدق کو کر یا بولا چنانچہ الحق الحق یا حقا حقا اور مانند اسکے یا حق وغیرہ کے ساتھ یکا لفظ بالکر بولا چنانچہ الحق یا الحق بر الخ تو یہ اقرار ہی ہزار روپے کا مثلاً ولو قال الحق حق او الصدق صدق او الیقین یقین لا یکون اقرارا لانہ کلام تام بخلافہ وما لانہ لا یصلح للابتداء فجعل جوابا فکانہ قال ادعیت الحق الخ اور مخاطب یوں بولا کہ الحق حق یا الصدق صدق یا الیقین یقین تو یہ اقرار نہوگا اسواسطے کہ یہ پورا کلام ہی بخلاف اُن الفاظ کے جو الف مذکور ہو چکے کہ وہ کلام تام نہیں اسواسطے کہ وہ الفاظ ابتداء کلام ہونے کی لیاقت نہیں رکھتے تو وہ پہلے کلام کے جواب ٹھہر گئے تو گویا اُسنے یوں کہا کہ تو نے حق بات کا دعوی کیا الخ قال لامتہ یا سارقۃ یا زانیۃ یا مجنونۃ یا ابقہ او قال ھذہ السارقۃ فعلت کذا وباعھا فوجد بہا واحد منہا ای من ھذہ العیوب لم یرجع لانہ نداء او شتمہ لا اخبار ہولے اپنی لونڈی کو کہا او چوٹی او چھنال او دیوانی یا بھگوڑی یا یہ کہا کہ اس چوٹی نے ایسا کیا اور بعد اسکے اُسکو بیچ ڈالا پھر اُس لونڈی میں عیوب مذکورہ میں سے کوئی عیب پایا گیا تو مولی کے قول مذکور سے اُسکی بیع نہوئی اسواسطے کہ وہ پکارنا یا گالی دینا ہی خبر دینا نہیں ہے جو اقرار عیب کا ثابت ہو ہم قول غیر کا لی ہوا اور اپنی رائے ہی بخلاف ہذہ سارقۃ او ہذہ ابقۃ او ہذہ زانیۃ او ہذہ مجنونۃ حیث ترد باحدھا لانہ اخبار وھو التحقیق الوصف بخلاف ان قال اسکے یہ ہے کہ یہ چوٹی ہے یا بھگوڑی ہے

یا یہ زنا ہو یا یہ ریوانی ہو کہ اس صورت میں اُسکی بیع رد ہوگی ایک عیب کے پائے جانے سے اسواسطے کہ یہ قول اخبار ہو اور اخبار وصف کے ثابت کرنے کے واسطے ہوتا ہو دیم یعنی جو شخص بالاعلم اخبار مذکور لونڈی کو خرید کرے پھر اخبار کا اُسکو علم ہو تو وہ بیع کو رد کر سکتا ہو وتجلاف یا لمالق او هن ه المطلقة فعلت لذا حيث تطلق امرأة لتملكته من انبا ته شرعا فجعل ايجا با لليكون صادقا بخلاف الاول اھ اور برخلاف اس قول کے کہ زوج نے زوجہ سے کہا کہ یا طالق یا یون کہا کہ اس مطلقہ نے ایسا کیا کہ اُسکی عورت کو طلاق ہو جائے گی بسبب تا درہونے زوج کے اثبات طلاق پر شرعاً تو زوج کا کلام مذکور ایجاب ٹھہر گیا آگہ وہ سچا ٹھہرے بخلاف اول کے کذا فی الدرھم یعنی مولے قادر نہیں جنون وغیرہ اوصاف کے اثبات پر لونڈی میں اقرار السکران بطرائق محظورا ی ممنوع محرم صحیح فی کل حق اُس مست کا اقرار جو حرام اور ممنوع نشہ پیکر مست ہوا صحیح ہی ہر حق میں ہم حق تعالیٰ نے فرمایا دلا تقربوا الصلوة وانتم سكارى یعنی نماز کے قریب نجاؤ اور حالانکہ تم مست ہو خطاب فرمایا مستوں سے اور آنکہ عین مستی کی حالت میں کذا فی الاشباہ ترجمہ ہوا کہ مستی تکلیف شرعی کی مسقط نہیں فتدبر فلو اقر بقود اقيد عليه الحد في سكره وفي السرقه يضمن المسروق كما بسطه سعدي افندی في باب حد الشرب تو اگر مست نے قصاص کا اقرار کیا تو اُسپر حد قائم ہوگی اُسکی مستی کی حالت میں اور اگر اقرار کیا چوری میں تو اُسپر مسروق کا تاوان لازم ہوگا چنانچہ اسکو واضح بیان کیا ہو سعدی افندی نے حد شرب کے باب میں الا فی ما يقبل الرجوع كالردة وحد الزنى وشرب الخمر اگر مست مذکور کا اقرار صحیح نہیں اُن چیزوں میں جو رجوع عن الاقرار کے قابل ہیں چنانچہ ارتداد و زنا اور شرب خمر کی حد یعنی اگر مستی میں اقرار کیا کہ اُسنے شراب پی ہی تو اُسکا اقرار صحیح نہیں تو اُسپر حد قائم نہوگی بلکہ ترتب احکام گواہی پر متلا موقوف ہوگا کذا فی الطحطاوی وان سكر بطرائق مباح كشرب مكرها لا يعتبر بل هو كالاغماء الا في سقوط القضاء وتحامه في احكامات الاشباه اور اگر مست ہو گیا مباح طریق سے چنانچہ نشہ والی چیز کو جبر سے منانا تو اُسکا اقرار معتبر نہوگا مثلہ وہ مستی اغماء یعنی بیہوشی کے مانند ہی مگر نماز کے قضا کے ساقط ہونے سے اغماء کے امتداد میں اور پر ایان اسکا اشباہ کے احکامات میں ہم یعنی اگر ایک سال سے اور دن سے بیہوشی زیادہ رہی تو نماز کا قضا کرنا اس سے ساقط ہی اور مستی سے قضا صلوۃ ساقط نہیں المقر بمطل اقراره لها تقرر بالمرة مقرلہ جبکہ مقر کی تکذیب کرے تو مقر کا اقرار باطل ہوگا اسواسطے کہ ثابت ہو چکا ہی کہ اقرار مردود ہو جاتا ہی رد کرنے سے ہم یعنی جب مقرلہ مقر کی تکذیب کرے پھر اُسکی تصدیق کرے تو اُسکی تصدیق پر عمل نہوگا مگر موا ضع آیندہ میں تصدیق بعد تکذیب پر عمل ہوگا کذا فی الطحطاوی والا في ست على ما هنا تبعا للاشباه تکذیب مقرلہ مبطل اقرار ہی گرچہ صورتوں میں بموجب اُسکے جسکو مصنف نے یہاں اشباہ کی پیروی سے ذکر کیا ہی الا اقرار بالحرية والنسب والعتاقة والوقف منجملہ مواضع ستہ آزاد کیا اقرار ہی اور نسب اور ولاء عتاقت اور وقف کا اقرار ہی واقرار حریت کی یہ صورت ہی کہ جسکے پاس غلام ہو اُسنے اقرار کیا کہ یہ آزاد ہی تو اُسکی حریت ثابت ہوگی اگرچہ غلام اُسکی تکذیب کرے دعوی نسب کے باب میں پہلے مذکور ہو چکا کہ تصدیق متقر لہ کی ضرور ہی صحت اقرار میں اور تصدیق مولائے عتاقت بھی شرط ہی اور یہاں اُسکے خلاف ہی مگر یہ کہ پھر محمول کیجیے کہ جب مقرلہ تصدیق کیطرف عود کرے بعد تکذیب کے تو تصدیق مقبول ہوگی چنانچہ ہم ابھی بیان کر چکے ہیں اور اس حمل پر بہت قرائن بحرالرائق کی یہ عبارت دلالت کرتی ہی اقول یہ میں ہی کہ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ تیرا میں غلام ہوں سو مقرلہ نے اسکو رد کیا پھر اُسنے اُسکی تصدیق کی تو وہ اُسکا غلام ٹھہرے گا اور رقیت کا اقرار رد کرنے سے باطل نہوگا جیسے مولے کے انکار سے باطل نہیں ہوتا نچا بن عین ہا ور دین کے اقرار کے کہ وہ رد کرنے سے باطل ہوتا ہی اور طلاق اور عتاق رد کرنے سے باطل نہیں ہوتی اسواسطے کہ وہ اسقاط ہیں فقط اسقاط سے ساقط ہو جاتے ہیں وہی اشباہ میں عتاقت سے منقول ہی کہ جب مقرلہ رد کرے پھر اُسکی تصدیق کرے تو صحیح نہی انتہی تو یہاں کے مسائل مذکورہ کی تصویر بشکل تصویر رق ہوگئی سواء اطلاق اور عتاق کے اسقاط کی علت سے کذا فی الطحطاوی مختصرا تبصرن فی الاسعاف لو وقف على رجل فقبله تم ارتد لم يرتد وان رده قبل القبول ارتد

اسوا ان مین ہی کہ اگر وقف کیا ایک مریض سوا تہائی وقف کو قبول کیا پھر اسکو رد کیا تو وقف مردود ہوگا اور اگر قبول کرنے سے پہلے رد کریگا تو پھر جائے گا
وبائع الاطلاق والعتاق فلغا الاقرار بالرد والطلاق اور رق کا اقرار تو جمیع مسائل ستہ کا اقرار مردود نہین ہوتا مقرلہ رد کرنے سے ویغا الیراث بخلاف
اور مسائل ستہ مذکورہ پر میراث زیادہ کی گئی کذا فی البزازیہ یعنی اگر وارث اس میراث کو جو مورث سے حاصل ہی رد کرے تو مردود ہوگی والنکاح کما فی متفرقات
قضاء الیہ وتمامہ شعا ور نکاح زیادہ کیا گیا ہی چنانچہ بحر الرائق کی کتاب القضا کی متفرقات مین مذکور ہی اور پورا اسکا بیان وہین ہم کرینگے اگر احد الزوجین
نکاح رد کرے پھر تصدیق کرے تو صحیح ہی بحر الرائق کے متفرقات مین یہ عبارت ہی وما الاقرار بالنکاح فلم ارہ الآن انتہی یعنی نکاح کا اقرار تو مین نے ابتک
نہین دیکھا تو معلوم ہوا کہ صاحب بحر الطریق کو نکاح مین تو وقف ہی کذا فی الحطاوی تو شارح کو ذکر نکاح بصیغہ جزم مناسب تھا واستثنی مسئلتین
من الابراء وہما ابراء الکفیل لا یرتد وابراء المدیون بعد قولہ ابرءنی فابرأہ لا یرتد فالمستثنی عشرۃ فلتحفظ اور صاحب بحر نے دو مسئلے
ابراء سے مستثنی کیے ہین اور وہ دونون یہ ہین کہ ضامن کا ابراء کرنا مکفول سے نہین پھرتا اور مدیون کا ابراء کرنا اسکے یون کہنے کے بعد کہ مجکو بری الذمہ کردے دین سے
سو دائن نے اسکو بری الذمہ کر دیا نہین پھرتا تو مستثنے دس مسئلے مین سو انکو یاد رکھنا چاہیے ہم نے مسائل عشرہ جو صورتین متن مین مذکور ہین اور چار صورتین
شارح نے بڑھائی ہین لیکن چونکہ صاحب بحر کو نکاح مین تو وقف ہی تو یہ در حقیقت نو صورتین مستثنی ٹھہرین گی رد کرنے سے رد نہین ہوتی ہین وفی
وکالۃ الوہبانیۃ ومتی صدقہ فیہا تحرر کالمرتد والمرہ اور وہبانیہ کی کتاب الوکالہ مین ہی اور جبکہ اسنے تصدیق کی وکالت وغیرہ مین پھر
اسکو رد کیا تو اسکے رد کرنے سے رد نہین ہوتا ہم طحطاوی نے کہا یہان کا مرجع ضمیر عین باذن کا اقرار ہوا وہ ابرا اور وکالت اور بوقت معلوم ہوتا ہی عالمہ عبد البر
کی شرح وہبانیہ سے اور حالانکہ وکالت عقد غیر لازم ہی تو رد کرنے سے کیونکر نہ پھرے گی اگر تصویر یہ کی جائے کہ شرا معین کا وکیل کیا اور وکیل نے وکالت
قبول کی پھر بمثل ثمن معین خرید کی پھر رد وکالت کا دعوی کیا تو یہ رد وکالت مقبول نہین انتہی وہل یشترط العلم مجلس الابراء
خلاف اور کیا رد وابرا کے صحیح ہونے کے لیے مجلس ابرا شرط ہی یا نہین یہ مین مشائخ کا اختلاف ہی بعضون کے نزدیک شرط ہی اور بعضون کے نزدیک نہین
والضابط ان ما فیہ تملیک مال من وجہ یقبل الرد والا فلا کالابطال شفعۃ وطلاق وعتاق لا یقبل الرد وہذا ضابط جید
فلیحفظ اور قاعدہ کلیہ صلاحیت رد اور عدم صلاحیت کا یہ ہی کہ جس عقد مین مال کی تملیک ہی کسیطرح سے ہو وہ قابل رد ہی اور اگر تملیک مال نہین وہ قابل
رد نہین چنانچہ شفعہ اور طلاق اور عتاق کا باطل کر دینا رد کو قبول نہین کرتا اور یہ قاعدہ جید ہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے صاحب احد الورثۃ وابراءہ
ابراء اما اذا قال لم یبق لی حق من ترکۃ ابی عند الرضی او قبضت الجمیع ونحو ذلک ثم ظہر فی ید وصیہ من ترکۃ شی لم یکن
وقت الصلح وتحققہ تسمع دعوی حصتہ منہ علی الاصح صلح البزازیہ ولا تناقض الی قولہ لم یبق لی حق ای مما قبضتہ علی
ان الابراء عن الاعیان باطل وحینئذ فالوجہ عدم صحۃ الابراءۃ لما افادہ ابن الشحنۃ واعتمدہ الشرنبلالی وتحققہ فی الصلح
صلح کیا ایک وارث نے مورث سے اور اسکو ابرا عام کر دیا یون بولا کہ میرا کچھ حق باپ کے ترکہ سے وصی کے پاس باقی نہین یا یون کہا کہ مین نے اپنا
سب حصہ پا لیا اتنے سے کچھ اور لفظ بولا پھر اسکے باپ کے وصی پاس متروکہ سے وہ چیز ظاہر ہوئی جو صلح کے وقت یعنی مجھکا ذکر نہ آیا تھا اور وارث
نے اس چیز کو ثابت کر دیا بران سے تو اسکے حصے کا دعوی اس چیز سے مسموع ہی بنا بر قول صحیح ترکذا فی صلح البزازیہ اور کچھ تناقض نہین ادعا
الابراء عن الاعیان مجہول کہنے اسکے اس قول کو کہ میرا کچھ حق باقی نہ رہا یعنی اس متروکہ سے حق باقی نہ ہوا جسکو مین نے قبضے مین کیا مالا وہ یہ ہی کہ اعیان
سے ابرا کرنا باطل ہی ورثہ کا مورث سے باطل ہی مگر ابرا مخصوص مدیون ہی اور اسوقت مین عدم صحت ابرا کی تو یہی وجہ ہی دعوی مسموع ہونے مین
چنانچہ ابن شحنہ نے قاضی خان سے بیان کیا ہی اور شرنبلالی نے اسکو معتمد بنایا ہی اور عنقریب ہم اسکی تحقیق کرینگے کتاب الصلح مین ہم سب حصہ پانے کی یہ صورت

ہو کہ وارث نے اقرار کیا کہ جو نیچے سے حالت کا عشر وکر کو گون پر تھا اسکین نے پایا پھر ایک مرد پر دین پدری کا دعوی کیا تو دعوی کہ کذا فی المنتقی عن ابی المطاطا وی نے کہا کہ شارح نے جو وصی کی قید لگائی تو غیر وصی خارج ہو گیا اور حالانکہ حکم مسئلہ وصی اور غیر وصی دونو کو شامل ہے تو اگر شارح متن کو ذکر کرتا تو اصل مسئلہ پھر یوں کہتا اداعی فی یدا وصی شیئا وقال ھذا من ترکۃ والدی او داعی علی رجل دینا لوالدہ لم تسمع دعوہ فیما ذکر تو مناسب ہوتا اقر رجل بمال فی صك و اشھد علیہ بہ ثم ادعی ان بعض ھذا المال المقر بہ قرض وبعضہ ربوا علیہ فان اقام علی ذلك بینۃ قبل وان کان متناقضا لانا نعلم انہ مضطر الی ھذا الاقرار شرح وھبانیۃ قلت وحرر شارحھا الشرنبلالی انہ لا یلیق بھذا الفرع لانہ لا عذر لمن اقر غایتہ ان یقال بانہ یحلف المقر علی قول ابی یوسف المختار للفتوی فی ھذہ ونحوھا الخ قلت وبہ جزم المصنف فیما مر فقد ہوا اقرار کیا ایک شخص اس مال کا جو دست آویز میں مرقوم ہے اور گواہ کر دیا پھر اسنے دعوی کیا کہ بعض مال مقر بہ قرض ہے اور بعض ربوا ہے جو مجھ پر ہے اگر گواہی قائم کرے گا اسکی تو قبول ہوگی باوجود متناقض ہونے کے اسواسطے کہ ہم جانتے ہیں کہ وہ شخص یہ اقرار کرنے میں مضطر ہے کذا فی شرح الوہبانیہ میں کہتا ہوں اور وہبانیہ کے دو شارح شرنبلالی ہے تحریر کی ہے کہ اس مسئلے پر فتوی نہ دیا جاوے اسواسطے کہ مقر مذکور کے واسطے کچھ عذر صحیح نہیں بعد اقرار مذکور کے نہایت کار یہ ہے کہ کہا جاوے یعنی ہمارا فتوی یہ ہے کہ مقر سے اسکی قسم لیجائے بموجب قول ابی یوسف کے جو فتوی دینے کے واسطے اس مسئلے میں اور اس مانند میں مختار ہیں کہتا ہوں اور یہی قول پر تعبیر کیا ہے مصنف نے اسمیں جو مذکور ہو چکا تو سمجھ لے اقر بعد الدخول من ھنا الی کتاب الصلح ثابت فی نسخ المتن ساقط من نسخ الشرح ھانہ طلقھا قبل الدخول لزمہ مھر بالدخول ونصف بالاقرار بعد دخول زوجہ کے اقرار کیا کہ اسنے اسکو طلاق دی قبل دخول کے تو اسکو پورا مہر لازم ہوگا بسبب دخول کے اور نصف مہر لازم ہوگا بسبب اقرار کے بیان سے کتاب الصلح تک متن کے نسخوں میں ثابت ہے اور شرح مصنف کے نسخوں سے ساقط ہے اقر الشروط لہ الربع او بعضہ انہ ای ربع الوقف یستحقہ فلان دون صح وسقط حقہ ولو کتاب الوقف بخلافہ جسکے واسطے کل حاصلات وقف شرط ہے اسنے اقرار کیا کہ ربع حاصلات یا بعض حاصلات وقف کا فلانا شخص مستحق ہے یعنی تو اقرار صحیح ہے اور اسکا حق ساقط ہوگا اور اگرچہ دستاویز وقف کی اس اقرار کے مخالف ہو ولو جعل لغیرہ او اسقطہ لا لاحد لہ یعود اور اگر اسنے حاصلات کو اپنے غیر کے واسطے مقرر کر دیا یا اسکو ساقط کر دیا بالتعیین مستحق تو اقرار صحیح نہیں ہم جعل سے مراد انشا جعل ہے یا استقاط تا مقابلہ استقاط سے خوب بنے اور آگے معلوم ہوگا کہ جعل سے مراد انشا جعل کذا فی الطحطاوی ولذا المشروط لہ الظر ھا ھذا الکلام فی الوقف وذکرہ فی الاشباہ ثمہ وھنا فی الساقط لا یعود فراجعہ اور سپرد کیا جسکے واسطے وقف کی نظارت مشروط ہے اسکا حکم بھی علی ہذا القیاس ہے چنانچہ کتاب الوقف میں مذکور ہو چکا اور اشباہ میں وہاں یعنی کتاب الوقف میں اور یہاں یعنی کتاب الاقرار میں اس قاعدے میں کہ ساقط چیز عود نہیں کرتی اسکو ذکر کیا ہے تو اشباہ کیطرف مراجعت کر القضی المرفوعۃ الی القاضی لا یؤاخذ (رفع) بما کان فیھا من اقرار وتناقض لما قدمنا فی القضاء انہ لا یواخذ بما فیھا الا اذا اقر بلفظہ صریحا جو حکایات کہ لکھکر قاضی کیطرف پیش ہوں تو اسکا پیش کرنے والا ماخوذ ہوگا اس مضمون سے جو انمیں مندرج ہو اقرار اور تناقض سے اسواسطے کہ ہم کتاب القضا میں ذکر کر چکے ہیں کہ انکے مضامین مندرجہ کا ماخذہ نہیں مگر جبکہ پیش کرنے والا بلفظ صریح اسکا اقرار کرے تو ماخوذ ہوگا قال لہ علی الف فی علمی او فیما اعلم او احسب او اظن لا شئ علیہ خلافا للثانی فی الاول قلنا ھی للشك عرفا نعم لو قال علمت لزمہ اتفاقا کسی شخص نے کہا کہ اسکے مجھ پر ہزار درم ہیں میری دانست میں یا بجانے فی علمی کے فیما اعلم یا فیما احسب یا فیما اظن بولا تو میسر کچھ لازم نہ ہوگا بخلاف ابو یوسف کے اول میں یعنی فی علمی کہنے میں ہزار درم لازم ہوں گے ہم جواب میں کہتے ہیں طرفین کیطرف سے کہ فی علمی وغیرہ شک اور تردد کے واسطے مستعمل ہیں عرف عرب میں ان اگر علمت کا لفظ کہے یعنی میں معلوم کر چکا کہ اسکے مجھ پر ہزار درم ہیں تو اسکو اقرار لازم ہوگا باتفاق طرفین اور ابو یوسف کے قال غصبنا الفا من فلان فلان تحرقال کنا عشرۃ الفس

مثلا وادعی الغاصب کذا فی نسخ المتن وقد علمت سقوط ذلک من نسخ الشرح وصوابہ وادعی الطالب کما عبر بہ فی المجمع وقال شراحہ ای المغصوب منہ انہ ھو وحل غصبھا لزمہ الالف کلھا ایک شخص نے اقرار کیا کہ ہمنے ہزار درم فلانے شخص سے غصب کیے پھر مقر ہوا کہ دس شخص غاصب تھے مثلاً اور جس سے غصب کیے وہ کہتا ہو کہ فقط مقر ہی نے ہزار درم غصب کیے ہین تو سب ہزار درہم مقر ہی کو لازم ہون گے شارح نے کما متن کے نسخون مین وادعی الغاصب ہو اور تو معلوم کر چکا ہی کہ یہ مصنف کی شرح کے نسخون سے یہ عبارت ساقط ہوا اور بجاے ادعی الغاصب ادعی الطالب جس ہی جنانچہ مجمع کے مصنف اور مجمع کے شارحون نے طالب کی شرح مغصوب منہ کی ہی والزمہ زفر بعشرۃ اور زفر نے مقر مذکور پر ہزار کا دسواں حصہ لازم کیا ہی ہم اسواسطے کہ مقر نے ہزار درم کے غصب کی نسبت اپنی طرف اور غیر کیطرف کی ہی تو اسپر بقدر اُسکے حصے کے لازم ہوگا قلنا ھذا الضمیر یستعمل فی الواحد والظاھر انہ یجبر بفعلہ دون غیرہ فیکون قولہ کنا عشرتہ رجوعا فلا یصح نعم لو قال غصبناہ کلنا صح اتفاقا لانہ لا یستعمل فی الواحد ہم زفر کے جواب مین کہتے ہین کہ یہ ضمیر یعنی متکلم مع الغیر کی ایک متکلم مین بھی مستعمل ہوتی ہی کما قال تعالی انا ارسلنا اور ظاہر ہی کہ مقر اپنے فعل کی خبر دیتا ہی نہ غیر کے فعل کی تو اسکا یہ قول کہ ہم دس غاصب تھے رجوع عن الاقرار ہی تو صحیح نہوگا ہان اگر مقر کہتا کہ ہم سب نے ہزار درہم کو غصب کیا تو اقرار صحیح ہوتا بالاتفاق اسواسطے کہ یہ لفظ واحد مین مستعمل نہین قال رجل ادعی ابی بثلث مالہ لزید بل لعمرو بل لبکر فالثلث للاول ولیس لغیرہ شئ وقال زفر الکل ثلثہ ولیس للاخرین شئ ایک مرد نے کہا میرے باپ نے اپنے ثلث مال زید کے واسطے وصیت کی بلکہ عمرو کیواسطے وصیت کی بلکہ بکر کیواسطے وصیت کی تو اول شخص کیواسطے ثلث مال ہی اور اُسکے سوائے کسیکو کچھ نہین اور زفر نے کہا تینون شخصون کو تہائی تہائی ملے گا اور فرزند کو کچھ نہین ہم زفر نے وصیت کو مسئلہ دین پر قیاس کیا مسئلہ دین یہ ہی کہ اسطرح تین شخصون کے واسطے دین کا اقرار کیا تو تینون کو تہائی تہائی ملے گا قلنا نفاذ الوصیۃ فی الثلث وقد قر بہ للاول فاستحقہ فلم یصح رجوعہ بعد ذلک للثانی بھا بخلاف الدین لتفاوتہ من الکل الکل من الجمع واللہ اعلم ہم زفر کے جواب مین کہتے ہین کہ وصیت کا جاری ہونا فقط ثلث مال مین ہوتا ہی اور حالانکہ ثلث مال کا اول شخص کے واسطے اقرار کر چکا ہی تو وہی شخص ثلث کا مستحق ہو گیا تو بعد اُسکے رجوع اقرار دوسرے شخص کے واسطے وصیت کرنے سے صحیح نہوا بخلاف مسئلہ دین کے بسبب تفاوت ہونے دین کے کل متروکہ سے یہ سب مسائل مجمع سے منقول ہین واللہ اعلم

فروع مسائل ملحقہ شارح کے اقر بشئ ثم ادعی الخطأ لم یقبل الا اذا اقر بالطلاق بناء علی افتاء المفتی ثم تبین عدم الوقوع لو بفتیا قنیۃ کسی چیز کا اقرار کیا پھر خطا فی الاقرار کا دعوی کیا تو مقبول نہین مگر جبکہ وقوع طلاق کا اقرار کسی مفتی کے فتوی دینے پر کیا پھر عدم وقوع طلاق ظاہر ہوا یعنی بعد تحقیق معلوم ہوا کہ مفتی کا فتوی غلط تھا تو باعتبار دیانت کے طلاق نہ واقع ہوگی کذا فی القنیہ ہم اور اگر قاضی کے روبرو طلاق کا اقرار کرنیکا خطاے مذکور مین اُسکی تصدیق نہوگی کذا فی حواشی الاشباہ اقرار المکرہ باطل الا اذا اقر المسارق مکرھا فانہ بعضھم بصحۃ ظھریۃ نزار کرہ مکرہ کا باطل ہی مگر جبکہ سارق زبردستی سے چور یکا اقرار کرے تو بعضون نے صحت اقرار کا فتوی دیا ہی کذا فی الظہیریہ وجوہ تمہیدی اور تتمہ فی مین ہی درصورت مذکور عقوبت سارق کا فتوی نہدیا جاویگا کہ جبراور ظلم ہوا اقر بشئ محال وبالدین بعد الابراء منہ باطل شئ محال کا اقرار اور دین کا مدا اُسکے معاف کر دینے کے باطل ہوہم شئ محال کی یہ صورت ہی کہ ایک شخص نے اقرار کیا کہ مجکو زید نے فلانے مہینے مین قرض دیا اور حالانکہ زید اُس سے پہلے مرچکا ہا زا بجملہ یہ ہی کہ بیع عبد کا بلا ذکر ثمن اقرار کیا پھر بیع کا منکر ہو گیا تو انکا صحیح ہوا اسواسطے کہ بیع بلا ثمن باطل ہی علی الاطلاق ولیس لہ ذا فی الظہاری ولو ابرا عبدہ عن الثمن ثم ادعی انہ کان اقر قبل الابراء لم یصدق ولیس لہ ان یحلفہ لانہ اسقط حقہ بالابراء ثم اقر بہ لانہ اسقط حقہ بالابراء ثم اقر بہ لانہ اسقط حقہ بالابراء ثم اقر ب

نقبول نہیں اسواسطے کہ شاید طلاق بائن کے بعد دوسری بار نکاح کیا ہو مہر نہ کورہ پر لیکن فصول عمادی سے معلوم ہوتا ہی کہ اقرار صحیح نہیں مگر بقدر مہر مثل کے پھر شارح نے مصنف سے نقل کیا کہ مہر کا مہبا ابرا کے مخالف ہی تو اگر زوجہ زوج کو مہر سے ابرا کرے پھر زوج مہر کا اقرار کرے تو صحیح نہیں کذانی الطحطاوی فہم لو ادعی دینا بسبب حادث بعد الابراء العام وانما قربہ یلزمہ ذکرہ المصنف فی فتاواہ قلت ومفادہ انہ لو اقر ببقاء الدین ایضا فلہم کالاول وہی واقعۃ الفتوی فتامل ہاں اگر دین کا دعوی کرے کسی نئے سبب کی جہت سے بعد ابراء عام کے اور یہ دعوی کرے کہ مدیون نے اسکا اقرار کیا ہی تو اسکو لازم ہوگا یہ مصنف نے اپنے فتاوے میں ذکر کیا ہی میں کہتا ہوں اور مفاد اسکا یعنی سبب حادث کے تقیید کا یہ ہی کہ اگر مدیون باقی رہنے اس دین کا بھی جیسا کا ابرا ہو گیا اقرار کرے تو اسکا حکم مانند اول کے ہی یعنی وہ اقرار باطل ہی سوتامل کرو اس عبارت اور عبارت سابقہ میں فرق یہ ہوکہ پہلی عبارت میں یوں اقرار کیا کہ فلانے کا مجھ اتنا ہی اور دوسری عبارت میں اقرار کیا کہ فلانے کا دین مجھ باقی ہی اور دونوں میں ایک ہی حکم ہی یعنی بطلان کذانی الطحطاوی والفعل فی المرض لحط من اصل الصحۃ مرض کا فعل کترہی صحت کے فعل سے مرجانچہ دین کا اقرار اور نکاح کرنا اور عتق اور رہبہ مرض الموت میں کمتر ہی صحت کے افعال مذکورہ سے اسواسطے کہ مرض کا اقرار دین مؤخر ہی صحت کے دین سے اور مرض کے نکاح کا مہر مثل سے زیادہ نافذ نہوگا بخلاف صحت کے اور عتق اور ہبہ ثلث مال میں نافذ ہوگا بخلاف صحت کہ کل مال میں نافذ ہوتا ہی الا فی مسئلہ استناد الناظر الغیر بلا شرط فانہ صحیح فی المرض لا فی الصحۃ تتمہ وتمام فی الاستیناء و فعل مرض کمتر ہی فعل صحت سے مگر ناظر کے مسئلے میں یعنی اگر ناظر وقف کا نظارت کو غیر شخص کے واسطے تفویض کرے بدون اسکے کہ وقف نے تفویض نظارت کی اسکے واسطے شرط کی ہو سو یہ تفویض مرض الموت میں صحیح ہی صحت میں کذانی التتمہ اور پورا بیان اسکا اشباہ میں ہی وفی الوہبانیہ

شعر اقر بمہر المثل فی ضعف موتہ ۔ فبینۃ الابعاب قبل تقابل ۔ اور وہبانیہ میں ہی کہ ایک شخص نے مہر مثل کا اقرار کیا اپنے مرض الموت کی ناتوانی میں تو قبول مرض کے ہبہ مہر کی گواہی باطل عیسوے ہوں اس مسئلے کا بیان شرح وہبانیہ سے قبل ازینکہ ہو چکا **شعر** واستناد بیع فیہ للصحۃ اقبلن ۔ وقبض ثمن قابلہ بیع صحت کی باستناد مرض الموت میں قبول کرا اور قبض ثمن میں تو ثلث مال میراث کے اندازہ کیا جائے گا مستقبل میں ہی کہ اگر مرض الموت میں اقرار کیا کہ اس غلام کی میں نے بیع کی فلانے سے حالت صحت میں اور اسکے ثمن پر میں نے قبضہ کیا اور نشتری بھی یہی کہتا ہی تو اسکی تصدیق ہوگی بیع میں اور قبض ثمن میں تصدیق نہوگی الا بقدر ثلث اور اگر قبض ثمن بمعاینہ مشہود ہوگا تو اقرار صحیح ہی کذانی الطحطاوی عن شرح الوہبانیہ **شعر** ولا بین لا تشہد مقر لعدۃ ۔ ولو قال لا غیر مخلف یسطر ۔ اور اس قول میں مقر نہوگا گواہی نہ دیجیو ہم اسکو بحکم اقرار نہیں شمار کرتے اور اگر یوں کہا کہ خبر نہ دیجیو تو اسمیں اختلاف مسطور ہی ہم اگر یوں بولا کہ اسکی گواہی نہ دیجیو کہ فلانے کے میرے اوپر ہزار درم ہیں تو یہ اقرار نہوگا ہزار کا اسواسطے کہ یہ نہی ہی وجوب بالدین کی اثبات سبب کے یا کہ نہی بمعنی نفی ہی یعنی تم اسکے گواہ نہیں ہو اور اگر یوں کہا کہ خبر نہ دیجیو کہ فلانے کے میرے اوپر ہزار درم ہیں تو اسمیں اختلاف ہی کرخی اور مشائخ بلخ کا یہ مذہب ہی کہ یہ قول اقرار نہیں اور مشائخ بخارا نے کہا صحیح یہ ہی کہ یہ اقرار ہی قنیہ میں کہا یہی قول صحیح ہی کذانی الطحطاوی **شعر** ومن قال ملکی ذا فانکار منشیا ۔ ومن قال ہذا ملک فلان فظہر ۔ اور جسنے کہا کہ میری یہ ملک اس شخص کی ملک ہی تو اس قول کا قائل موجد تملیک ہے یعنی اسنے بالفعل اسکو صاحب الدار کیا شرائط ہبہ معتبر ہونگی اور اگر یوں بولا کہ یہ چیز اس شخص کی ملک ہی تو وہ مظہر ہی ملک کا یعنی مقر اور خبر تو اسمیں ہبہ کی شرائط معتبر نہیں **شعر** ومن قال لا دعوی الی الیوم عندنا ۔ فما یدعی من بعدہا فمنکر ۔ اور جسنے کہا کہ میرا کوئی دعوی نہیں آج کے دن اس شخص سے پھر اسکے بعد جو دعوی کرے گا مدت دراز تقدم کے دعاوی سے سو صحیح شرع کا انکار ہی یعنی مقبول نہیں ہم اور اگر دعوی کسی سبب سے حادث ہوگا تو مسموع ہوگا اور اگر یوں کہا کہ میں نے فلانے پر دعوی کرنا چھوڑا اور آخرت پر اپنا معاملہ تفویض کیا تو بعد اس قول کے دعوی مسموع نہوگا کذانی الطحطاوی واللہ تعالی اعلم واستغفر اللہ العظیم

کتاب الصلح

یہ کتاب ہی صلح متخاصمین کے احکام میں ہم مصالح علیہ اسکو کہتے ہیں جس پر صلح واقع ہوا اور مصالح عنہ وہ ہی جس سے صلح ہو مثلاً زید نے خالد سے ایک حویلی کا دعوی کیا خالد نے کہا کہ مجھے سودرم لے اور حویلی کا دعوی کر تو بیان سودرم مصالح علیہ ہوا اور حویلی مصالح عنہ ہی مناسبتہ ان انکار المقر بہ للخصومۃ مقللۃ للخصومۃ مناسبت کتاب الصلح کی کتاب الاقرار سے یہ ہی کہ انکار کرنا مقر کا جھگڑے کا سبب ہوا اور جھگڑا مستدعی ہی صلح کا ھو لغۃ اسم من المصالحۃ وہ یعنی صلح اسم ہی مصالحہ سے یعنی مصالحہ کا اسم ہی و شرعا عقد یرفع النزاع و یقطع الخصومۃ اور شرع میں صلح عبارت ہی اس عقد سے جو رفع نزاع اور قطع خصومت کرے یعنی جو عقد کہ جھگڑے کو مٹا دے وہ صلح ہی رکنہ الایجاب مطلقا رکن صلح کا ایجاب ہی مطلقاً یعنی متعین ہو یا غیر متعین دونوں میں ایجاب طالب کا ضرور ہی صلح کیواسطے فالقبول فیما یتعین اما فیما لا یتعین کالدراھم فیتم بلا قبول عنایۃ وہبی اور رکن صلح کا قبول کرنا ہی مطلوب کا متعین ہو یا غیر متعین میں چنانچہ درا ہم میں تو صلح تمام ہو جاتی ہی بدون قبول کے بھی کذا فی العنایۃ اور آگے کا بیان آویگا کہ صلح کا قبول اسوقت تمام ہوگی جبکہ خود مطلوب طلب صلح شروع کرے اسطرح کہ ایک شخص نے دوسرے شخص سے درم وغیرہ کا دعوی کیا سو مدعا علیہ نے نصف دراہم پر صلح چاہی سو مدعی نے کہا کہ میں نے اس صلح کی تو اب مدعا علیہ کا قبول کرنا شرط نہیں اسواسطے کہ یہ اسقاط ہو مدعی کی جانب سے اور وہ فقط اسقط سے تمام ہو جاتا ہی کذا فی الطحطاوی و شرطھا العقل والبلوغ والحریۃ اور صلح کی شرط عقل ہی نابالغ ہونا اور آزاد ہونا فھم من جبی ماذون ان عری صلحہ عن ضرر بین تو صلح کرنا صحیح ہی صغیر ماذون کیجانب سے اگر اسکی صلح خالی ہو نقصان صریح سے ہم عدم نقصان صریح بین طرح سے صادق آتا ہی ایک کہ محض نفع ہو دوسرے یہ کہ نفع ہو اسمیں ضرر تبسر سے یہ کہ نقصان ہو مگر غیر صریح تو اگر صغیر ماذون نے ایک آدمی پر دین کا دعوی کیا اور اس سے بعض حق پر صلح کی تو اگر دعوی کے گواہ نہوں تو صلح جائز ہی اسواسطے کہ درصورت عدم صلح سوائے خصومت اور ختم کھانے کے کچھ حاصل نہیں اور مال نافع تر ہی خصومت اور حلف سے اور اگر گواہ ہوں تو صلح جائز نہیں اسواسطے کہ اپنے حق کا گھٹانا تبرع ہی اور صغیر تبرع کا مالک نہیں اور جسمیں ضرر ہو نہ نفع اسکی مثال یہ ہی کہ صلح کرے ایک چیز سے بقدر اسکی قیمت کے اور جسمیں نقصان ہو مگر غیر صریح اسکی مثال یہ ہو کہ دین میں تاخیر کرے کہ یہ جائز ہی اسواسطے کہ اعمال تجارت سے ہی و صح من عبد ماذون مکاتب لہ فیہ نفع اور صلح صحیح ہی عبد ماذون اور مکاتب کی جانب سے اگر صلح میں نفع ہو طحطاوی نے کہا اگر عدم نقصان صریح کو شرط کرتا تو بہتر ہوتا اسکو شامل رہتا جسمیں نفع ہو نہ ضرر جسمیں ضرر ہی مگر غیر صریح و شرطہ ایضا کون المصالح علیہ معلوما ان کان مما یحتاج الی قبضہ اور یہ بھی صلح کی شرط ہی کہ مصالح علیہ یعنی جس چیز پر صلح واقع ہوئی وہ معلوم ہو نہ مجہول اگر قبض مصالح علیہ کی حاجت ہو ہم اور اگر قبض کی حاجت نہو تو معلومیت شرط نہیں چنانچہ ایک گھر میں اپنے حق ہونیکا دعوی کیا اور مدعا علیہ نے مدعی کی دوکان میں اپنے حق کا دعوی کیا اور دونوں نے اسپر صلح کی کہ ہر شخص اپنا دعوی ترک کرے تو صلح صحیح ہی اگرچہ ہر ایک اپنے حق کی مقدار نہ بیان کرے اسواسطے کہ ساقط کی جہالت باعث نزاع نہیں کذا فی الدرر وکون المصالح عنہ حقا یجوز الاعتیاض عنہ ولو کان غیر مال کالقصاص والتعزیر اور یہ شرط ہی کہ مصالح عنہ ایسا حق ہو جسمیں سے عوض لینا اور اسکی بدلائی درست ہو اگرچہ وہ حق مال نہ ہو چنانچہ قصاص اور تعزیر میں حق سے مراد یہ ہی کہ مصالح کا حق مواخذہ ہی فی الحال نہ خدا کا حق تو اگر مطلقہ اپنے زوج پر دعوی کرے کہ جو اسکا زوج از زوجہ کے پاس ہی وہ اسکا ہی زوج نے مدعا علیہ سے سوزوج نے اسکو کچھ دیکر صلح کی کہ وہ اپنا دعوی ترک کرے تو یہ صلح باطل ہی اسواسطے کہ نسب جس صغیر حق زوجین تو عورت غیر کے حق سے عوض لینے کی مالک نہیں اور تعزیر سے مراد وہ ہی جو حق العبد ہو چنانچہ سوائے قذف کے اپنی سب و دشنام سے صلح کرنا اور جو تعزیر کہ حق اللہ ہی جیسے اجنبی عورت کا بوسہ لینا تو اسی طرح اسکا صلح جائز نہیں اور یہ مسلم ہی علی ہذا کذا فی الطحطاوی معلوما کان المصالح عنہ او مجہولا اگر مصالح عنہ معلوم یا مجہول ہم مجہول ہونے کی یہ صورت ہی کہ ایک شخص پر کچھ مال غیر معین کا دعوی کیا پھر مدعا علیہ نے کچھ دیکر صلح کی تو صحیح ہی لا یصح لو المصالح عنہ مما لا یجوز الاعتیاض عنہ وبینہ بقولہ کحق شفعہ وحد قذف وکفالۃ بنفس صلح صحیح نہیں اگر مصالح عنہ اس قسم سے ہو جسکا عوض لینا اور بدلائی جائز نہیں اور اسکو مصنف نے اپنے قول سے بیان کیا

چنانچہ حق شفعہ اور حد قذف اور حاضر ضامنی کہ اسکی بدلائی صحیح نہیں ہم اگر شفیع صلح کرے شفیع سے بجہت اس شفعہ کے جو شفیع کے واسطے واجب ہوا ہے کسی شے پر اس شرط پر کہ گھر مشتری کو تسلیم کرے تو صلح باطل ہے اسواسطے کہ شفیع کا حق نہیں محل میں بالجبر شفعہ عبارت ہے ولایت طلب سے اور تسلیم شفعہ کی کچھ قیمت نہیں تو بمقابلہ اسکے مال لینا جائز نہوگا اور یہی وجہ ہے حاضر ضامنی کی بطلان صلح کی حاضر ضامنی کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر مال ضامنی سے صلح کرے تو جائز ہے اور یہ عبارت ہی بعض زین کے استقاط سے اور وہ صحیح ہے اور صلح حد قذف کی یہ صورت ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کو قذف کیا تو قاذف نے مقذوف کو مال دیکر صلح کی کہ وہ معاف کردے تو یہ صلح بھی جائز نہیں اسواسطے کہ حد قذف اگرچہ ہمیں حق العبد ہے لیکن حق اللہ اسمیں غالب ہے اور الحق بالمعدوم ہے اور اسیطرح حد سرقہ سے صلح جائز نہیں اسیطرح کہ ایک شخص نے سارق کو گرفتار کیا سو اسنے کچھ مال دیکر صلح کی کہ اسکو حاکم کے پاس نہ لیجائے اسواسطے کہ یہ حق اللہ ہے اور اسیطرح زکوۃ اور شرب خمر سے صلح کرنا صحیح نہیں کذا فی الطحطاوی لخصاً ویبطل بہ الاول والثالث وکذا الثانی لو قبل الرفع للحاکم اور باطل ہوتا ہے صلح سے اول ثالث یعنی حق شفعہ اور حاضر ضامنی اور اسیطرح ثانی یعنی قذف بھی باطل ہوجاتی ہے صلح سے اگر حاکم پاس لیجانے سے پہلے ہو کذا حد زنی وشرب مطلقاً صلح صحیح نہیں حد زنا اور شرب خواری سے مطلقاً خواہ حاکم کے پاس اسکی نالش کی ہو یا نہ کی ہو ہم قاضی خان نے کہا ایک مرد نے دوسرے شخص کی عورت زنا کیا اور اسکے زوج کو علم ہوا اور باہم صلح ہوئی کچھ مال پر تاکہ وہ معاف کردے تو یہ باطل ہے اور عمر کرنا اسکا باطل ہے اور حاکم شارب الخمر سے صلح کرے کچھ مال لیکر اور معاف کردے تو صحیح نہیں اور اسکا پھیر دینا چاہیے قبل رفع ہو یا بعد رفع انتہی کذا فی الطحطاوی وطلب الصلح کان عن القبول من المدعی علیہ ان کان المدعی بہ مما لا یتعین بالتعیین کالدراہم والدنانیر وطلب الصلح علی ذلک کانہ اسقاط للبعض وھو تام بالمسقط اور طلب کرنا صلح کا یعنی مدعا علیہ کی جانب سے کافی ہے مدعا علیہ کے قبول کرنے سے اگر جنس چیز کا دعوی کیا اس قسم سے ہو کہ تعیین سے متعین نہیں ہوتی چنانچہ دراہم اور دنانیر اسواسطے کہ وہ اسقاط بعض حق ہے مدعی کی جانب سے اور اسقاط فقط مسقط سے تمام ہوجاتا ہے ہم طحطاوی نے کہا کہ شارح کے اس قول کی کہ طلب الصلح علی ذلک کچھ حاجت نہیں اسواسطے کہ خود متن میں موجود ہے انتہی لہذا مترجم نے حکم ارشاد فائدہ جان کر اسکا ترجمہ کیا وان کان مما یتعین بالتعیین فلا بد من قبول المدعی علیہ لانہ کالبیع بحر اور اگر مدعا بہ اس قسم سے ہو کہ متعین ہوجاتا ہو تعیین کرنے سے تو مدعا علیہ کا قبول کرنا باوجود طلب صلح کے ضرور ہے اسواسطے کہ وہ یعنی صلح اس صورت میں بیع کے مانند ہے ہم اوپر بیع میں ایجاب اور قبول ضرور ہے اور اگر مشتری بائع سے کہے کہ یہ ہاتھ بیچ اور بائع کہے کہ میں نے بیچا تو قول مشتری کافی نہیں قبول سے وحکمہ وقوع البراءۃ عن الدعوی ووقوع الملک فی مصالح علیہ وعنہ لو مقرا اور حکم اسکا یعنی اثر مترتب صلح کا واقع ہونا براءت کا ہے دعوی سے اور واقع ہونا مدعی کی ملک کا ہے مصالح علیہ میں اور واقع ہونا مدعا علیہ کی ملک کا ہے مصالح عنہ میں اگر مدعا علیہ مدعی کے دعوی کا مقر ہو ہم اقرار مصالح عنہ کی ملک کی قید ہے اور مصالح علیہ کی ملک اقرار اور انکار دونوں میں برابر ہے وھو صحیح مع اقرار او سکوت او انکار اور صلح صحیح ہے مدعا علیہ کے اقرار یا سکوت یا انکار کے ساتھ ہم صلح جائز ہے بدلیل قول حق تعالی والصلح خیر اور حدیث میں وارد ہے کہ ہر صلح جائز ہے فیما بین المسلمین مگر وہ صلح جو حرام کو حلال کرے یا حلال کو حرام ٹھہراوے انتہی اور دفع ظلم کے واسطے رشوت دینا جائز ہے اور دفع ظلم کی رشوت وہ صلح نہیں جو حرام کو حلال کردے کذا فی الطحطاوی فالاول حکمہ کالبیع ان وقع عن مال بمال وحینئذ فتجری فیہ احکامہ کالشفعۃ والرد بعیب وخیار رویۃ وشرط سو اول یعنی صلح مع الاقرار بیع کے مانند ہو اگر صلح واقع ہوا ال سے بمقابلہ مال کے اور اسوقت میں تو صلح میں بیع کے احکام جاری ہونگے چنانچہ شفعہ اور رد بالعیب وخیار رویت اور خیار شرط ہم اگر صلح واقع ہوئی ایک گھر کی دوسرے گھر سے تو دونوں گھر میں شفعہ واجب ہوگا اور رد بالعیب اسطرح کہ اگر مال صلح غلام ہو پھر اسمیں مدعی عیب پاوے تو اسکو پھیر دینا جائز ہے اور اگر صلح کے وقت مصالح علیہ کو نہیں دیکھا تو دیکھنے کے بعد پھیر سکتا ہے اور یہی حکم ہے مصالح عنہ کا اور بیع کے مانند صلح میں اگر ایک شخص اپنے واسطے تین دن کا اختیار شرط کرے تو صحیح ہے

جو اوقات دن میں فلاں کے ہیں

ویفسد بجہالۃ البدل المصالح علیہ لا بجہالۃ المصالح عنہ لانہ یسقط اور صلح کو فاسد کرتا ہے مصالح علیہ کا مجہول ہونا بدل یعنی مصالح علیہ کا مجہول ہونا مصالح عنہ کا مجہول ہونا نہیں کیونکہ وہ ساقط ہو جاتا ہے یعنی مدعا علیہ کے ذمے سے اور ساقط کی جہالت باعث نزاع نہیں وتشترط القدرۃ علی تسلیم البدل اور شرط ہے قادر ہونا مدعا علیہ کا بدل کے تسلیم کرنے پر ہم جلیحتی کہا یہ جملہ مستانفہ بجائے تعلیل واقع ہوا ہے اسکا عطف یسقط پر صحیح نہیں انتہی یعنی جہالت بدل اسواسطے مفسد ہے کہ تسلیم بدل کی قدرت شرط ہے اور قدرت درصورت جہالت متصور نہیں وما استحق من المدعی ای المصالح عنہ یرد المدعی حصتہ من العوض ای البدل ان کلا فکلا اور بعضاً فبعضاً اور جسقدر مدعا یعنی مصالح عنہ سے مستحق ملک غیر نکلے بقدر اسکے حصے کے مدعی عوض سے یعنی بدل صلح سے پھیرے مدعا علیہ کو اگر تمام بدل مستحق ہو تو تمام پھیرے اور اگر بعض مستحق ہو تو بعض بدل پھیرے وما استحق من البدل یرجع المدعی بحصتہ من المدعی کما ذکرنا کانہ معاوضۃ وھذا حکمھا اور جسقدر بدل یعنی مصالح علیہ سے مستحق ملک غیر نکلے بقدر اسکے مصالح عنہ مدعی پھیرے صلح جیسے ذکر کیا یعنی اگر کل مستحق نکلے تو کل پھیرے اور اگر بعض نکلے تو بعض پھیرے اسواسطے کہ صلح درحقیقت معاوضہ ہے اور معاوضہ کا یہی حکم ہے وحکمہ کالاجارۃ ان وقع الصلح عن مال بمنفعۃ کخدمۃ عبد وسکنی دار شرط التوقیت ان احتیج الیہ والا لا کصبغ ثوب اور صلح کا حکم اجارے کے مانند ہے اگر صلح واقع ہو مال سے بمقابلہ منفعت کے جیسے خدمت غلام اور سکونت دار تو منفعت کی مدت ٹھہرانا شرط ہوگا اگر توقیت کی حاجت ہو اور نہیں تو نہیں جیسے کپڑا رنگانے کے مانند ہم توقیت شرط ہے اجیر خاص میں جیسے خدمت عبد اور سکونت دار اور اجیر مشترک میں حاجت توقیت کی نہیں جیسے صبغ ثوب اور رکوب دابہ موضع معین تک اور حمل طعام مکان معلوم تک وبطل بموت احدھما وبھلاک المحل فی المدۃ اور باطل ہوتی ہے صلح دونوں میں سے ایک کی موت سے اور محل منفعت کے ہلاک ہو جانے سے مدت کے اندر یعنی قبل استیفاء منفعت ہلاکی محل مبطل صلح ہے اور اگر بعض منفعت حاصل ہوئی تو باقی میں صلح باطل ہوگی اور یہ قول ہے محمد کا خصاف طحاوی نے اعتماد کیا ہے کذا فی المحیط وکذا لو وقع عن منفعۃ بحال او بمنفعۃ عن جنس اٰخر بان کمال لانہ حکمہ کالاجارۃ اور اسکا حکم کا ہے اگر صلح واقع ہو دعوی منفعت سے بعوض مال کے یا صلح واقع ہو دعوی منفعت سے بعوض دوسری قسم کے نفع کے کذا ذکرہ ابن کمال فی الایضاح اسواسطے کہ یہی حکم ہے اجارے کا ہم درصورت اختلاف جنس منفعت صلح جائز ہی جیسے صلح کرنا دعوی سکنے دار سے غلام کی خدمت پر اور درصورت اتحاد جنس منفعت صلح جائز نہیں اسواسطے کہ استیجار منفعت کا متحد الجنس منفعت سے جائز نہیں ہے طحاوی صلح بھی جائز نہیں کذا فی الحلبی ولا خیر ان ای الصلح لسکوت وانکار معاوضۃ فی حق المدعی وفداء یمین وقطع نزاع فی حق الاخر اور پچھلی دونوں قسمیں یعنی صلح ہونا مدعا علیہ کے سکوت اور انکار سے بدلائی ہو مدعی کے حق میں اور فدیہ قسم کا بدلا اور قطع نزاع ہو دوسرے یعنی مدعا علیہ کے حق میں ہم مدعی کے حق میں معاوضہ اسواسطے ہوا کہ وہ اپنے گمان میں اپنے حق کا عوض لیتا ہے اور مدعا علیہ کے حق میں بدلا قسم اور قطع نزاع کا اسواسطے ہوا کہ اگر صلح نہ ہوتی تو مدعا علیہ پر قسم لازم آتی اور جھگڑا ہوتا وحینئذ فلا شفعۃ فی صلح عن دار مع احدھما ای مع سکوت او انکار اور اسوقت میں تو شفعہ نہیں اُس صلح میں جو گھر سے ہوئی مدعا علیہ کے سکوت یا انکار کے ساتھ یعنی ایک شخص نے دوسرے پر اسکے گھر کا دعوی کیا سو مدعا علیہ ساکت رہا یا منکر دعوی ہوا پھر مدعا علیہ نے کچھ دیکر گھر سے صلح کر لی تو شفعہ واجب نہ ہوگا اسواسطے کہ مدعا علیہ کا گمان یہ ہے کہ میں نے اپنے گھر کو اس صلح سے اپنی ذات پر باقی رکھا مدعی کا جھگڑا دور کرکے اور یہ اسکا گمان نہیں کہ میں نے گھر خرید کیا اور مدعی کا زعم اسکو لازم نہیں کذا فی الدرر لکن للشفیع ان یقوم مقام المدعی حتی فی حجتہ فان کان للمدعی بینۃ اقامھا الشفیع علیہ واخذ الدار بالشفعۃ لان باقامۃ الحجۃ تبین ان الصلح کان فی معنی البیع وکذا لو لم یکن لہ بینۃ فحلف المدعی علیہ فنکل شرنبلالیۃ لیکن یہ درصورت مذکورہ شفیع دار کو جائز ہے کہ مدعی کے قائم مقام ہو جاوے اثبات دعوی میں تو اپنے مطلب کا وسیلہ پکڑے مدعی کی حجت سے سو اگر مدعی کے ثبوت دعوی کے گواہ ہوں تو شفیع قائم کرے مدعا علیہ اور گھر کو بوجہ شفعہ کے اسواسطے کہ حجت قائم کرنے سے ظاہر اور ثابت ہوا کہ مقر صلح یعنی بیچ کے تھی اور یہ سبب شفعہ ثابت ہوگا اگر مدعی کے گواہ نہ ہوں

اور قسم لے شفیع مدعا علیہ سے سو وہ قسم کھائے کذا فی الشرنبلالیہ وجب فی صلح وقع علیہا باحدہما او باقرہما لان المدعی یاخذ ہا عن المال فیاخذ ہ بزعمہ اور شفعہ واجب ہی اُس صلح میں واقع ہوئی ہو گھر پر سکوت یا انکار یا اقرار کے ساتھ اسواسطے کہ مدعی گھر لیتا ہی بعوض مال کے تو شفیع اُس سے مواخذہ کرے بموجب اُسکے گمان کے ہم یعنی اگر ایک شخص نے دوسرے شخص پر مال کا دعوی کیا اور مدعا علیہ نے مدعی سے ایک گھر دیکر صلح کر لی تو اُس میں شفعہ واجب ہوگا بموجب زعم مدعی وما استحق من المدعی رالمدعی حصتہ من العوض ورجع بالخصومۃ فیہا علی المستحق بحصتہ من العوض ان خرج اور سکوت یا انکار کی صلح کی صورت میں جسقدر مدعا یعنی مصالح عنہ مستحق ملک غیر ثابت ہو تو بقدر اُسکے حصے کے مدعی عوض سے پھیرے مدعا علیہ کو اور عوض مستحق میں خصومت راجع کرے تو مالک مستحق سے جھگڑا شروع کرے بسبب مال ہی ہوئے عوض کے نہ عرض سے ہم یعنی مدعا علیہ نے عوض اسواسطے دیا تھا تا خصومت مدعی رفع ہو اور مصالح عنہا سکے ہاتھ میں باقی رہے لا خصومت اصدے پھیرو جب غیر کا ملک ٹھہرا تو مدعا علیہ کا مقصد حاصل نہوا اور یہ بھی ظاہر ہوا کہ مدعی کی خصومت بجانہ تھی تو وہ مدعی سے عوض پھیرے گا کذا فی الدرر وما استحق من البدل رجع الی المدعوی فی کلہا وفی بعضہ او حصتہ بدل صلح سے مستحق ملک غیر ہو تو مدعی دعوی کیطرف رجوع کرے کل یا بعض میں یعنی اگر تمام بدل میں استحقاق ہو تو کل مصالح عنہ کا دعوی کرے اور اگر بعض میں ہو تو بعض میں دعوی کرے ھذا اذا لم یقع الصلح بلفظ البیع فان وقع بہ رجع بالمدعی نفسہ لا بالدعوی لان اقامہ علی المبایعۃ اقرار بالملکیۃ علیہ وغیرہ یعنی رجوع الی المدعوی درصورت استحقاق بدل اُسوقت ہی جبکہ صلح بلفظ بیع نہ واقع ہوئی اور اگر صلح بلفظ بیع واقع ہوئی ہو تو خود مدعا یعنی مصالح عنہ کو پھیرے لے رجوع الی المدعوی کی کچھ حاجت نہیں اسواسطے کہ مدعا علیہ ساکت یا منکر کی پیش قدمی سے بائعیت پر اُسکی مدعی کا اقرار ہوا پس یہ عینی وغیرہ میں ہے وھذا لان البدل کلا وبعضا قبل التسلیم لہ ای للمدعی کا استحقاق قبلہ کذلک فی الفصلین ای معاقرارا ومع سکوت وانکارا ور بدل کی بدل قبل تسلیم مدعی کے استحقاق بدل کے مانند ہی اُسیطرح دونوں فصلوں میں یعنی صلح مع الاقرار میں یا صلح مع السکوت والانکار میں ہم یعنی اگر صلح مع الاقرار ہوا اور بدل ہلاک ہوا قبل تسلیم تو مدعی مصالح عنہ کو پھیرے اور اگر صلح مع الانکار ہو تو دعوی کیطرف رجوع کرے اور بعض بدل کی ہلاکی استحقاق بعض کے مانند ہی تو بقدر ہلاکی صلح باطل ہوگی اور باقی میں رہیگی کذا فی الفتح وھو الوجہ الا لم یبطل بل یرجع بمثلہ عینی اور یہ یعنی ہلاکی بدل کا استحقاق کے مانند ہونا اسوقت ہی جبکہ بدل اُس قسم سے ہو جو متعین ہو جاتا ہو تعیین سے اور اگر متعین نہوتا ہو جیسا کہ کیل اور وزنی تو صلح باطل ہوگی بلکہ بدل کے مثل کو مدعی پھیرے مدعا علیہ سے کذا فی العینی صالح عن کذا فی المتن والشرح وصوابہ علی بعض ما یدعیہ ای عین یدعیہا لجواز ہ فی الدین لما سیجی فلو ادعی علیہ دارا فصالحہ علی بیت معلوم منہا فلو من غیرہا صح قہستانی لم یصح لان ما قبضہ من عین حقہ صلح کی بعض عین مدعا بہا پر تو صحیح نہیں اسواسطے کہ جسپر مدعی نے قبضہ کیا وہ بعینہ اُسکا حق ہی یعنی بعض حق ہی عین کی قیمت اسواسطے لگائی کہ دین کے دعوی میں بعض دین پر صلح کرنا جائز ہی چنانچہ آگے آویگا تو اگر ایک شخص نے دوسرے شخص پر گھر کا دعوی کیا سو مدعا علیہ نے اُس سے صلح کی اُس گھر کی ایک معین مکان پر تو صلح صحیح نہیں اور اگر اُس گھر کے سوا اور مکان پر صلح کی تو صحیح ہی کذا فی القہستانی شارح نے کہا متن اور شرح کے نسخوں میں بعض عن بعض ہا مدعیہ ہی اور حق عبارت یوں تھا صالح علی بعض ما یدعیہ ور جلہ صحتہ ما ذکرہ بقولہ الا بزیادۃ شیء او خلکوب ودراہم فی البدل فیصیر ذلک عوضا عن حقہ فیما بقی اور بعض میں مدعا بہا کی صحت کا وہ حیلہ ہی جسکو مصنف نے اپنے اس قول سے ذکر کیا کہ صلح مذکور صحیح نہیں مگر بدل میں کوئی دوسری چیز جنانچہ ثوب اور درہم کے زیادہ کرنے سے تو وہ دوسری چیز عوض ہو جائیگی مدعی کے باقی حق سے ہم مثلاً گھر کا دعوی کیا اور مدعا علیہ نے اُس گھر کی ایک کوٹھری اور چار درہم پر صلح کی تو جائز ہی اسواسطے کہ کوٹھری کے سوا جو مدعی کا حق گھر میں باقی رہا اُسکے عوض میں درہم پڑ گیا او یحیل بہ الا براء عن دعوی البناء یا صلح بعض مدعا بہا سے ابرا الحق کیا جاوے باقی کے دعوی سے ہم یعنی دوسرا حیلہ صلح مذکور کی صحت کا یہ ہو کہ گھر کے دعوی میں ایک کوٹھری پر صلح کرے اور باقی دار کے دعوی سے

ابراکردے لکن ظاہر الروایۃ الصحۃ مطلقا شرنبلالیۃ ومشی علیہ فی الاختیار وغزاہ فی الغرریۃ للظہیریۃ وفی الجلالیۃ لشیخ الاسلام وھو
ما فی المتن روایۃ ابن سماعۃ لیکن ظاہر الروایۃ یہ ہی کہ بعض عین مدعا بہا صلح صحیح ہو مطلقا خواہ حیلہ مذکور کرے یا نکرے کذا فی الشرنبلالیہ وسی پر چلا ہی صاحب
اختیار اور منسوب کیا ہی اس قول کو غرمیہ میں زیادہ کیطرف اور جلالیہ میں شیخ الاسلام کیطرف اور مسئلہ متن کو ابن سماعہ کی روایت ٹھہرایا ہی مگر ظاہر الروایۃ پر سوال
وارد ہوتا ہی کہ بعض عین مدعا بہا پر کیونکر صلح صحیح ہوگی مطلقا حالانکہ اس سے لازم آتی ہی برات باقی عین سے اور فقہا کا قول یہ ہی کہ ابرا اعیان سے باطل ہی تو یہ
اسکو مقتضی ہی کہ صلح مذکور صحیح نہو اور اسطرح درصورت ابرا ابن سماعہ کے بھی قول پر سوال مذکور وارد ہوتا ہی اسکا جواب شارح نے اپنے آئندہ قول میں دیا وہ
قولہ ھو الابراء عن الاعیان باطل معناہ بطل الابراء عن دعوی الاعیان ولہ تصر ملکا للمدعی علیہ ولذا لو ظفر بتلک الاعیان حل لہ اخذہا
لکن لا تسمع دعواہ فی الحکمۃ اور فقہا کا یہ قول کہ ابرا کرنا اعیان سے باطل ہی مطلب اُسکا یہ ہی کہ دعوی اعیان سے ابرا باطل ہی اور عیان مال ابرار سے
مدعا علیہ کے مملوک نہیں ہو جاتے ہیں اور اسواسطے اگر مدعی ان اعیان کو جس سے ابرا کرچکا ہی پاجائے تو اسکو اُنکا لینا جائز ہو لیکن اُسکا قاضی کے حکم میں دعوی مسموع نہوگا
ہم بہتر یہ سمجھا کہ شارح یوں کہتا ابطل الابراء عن الاعیان اور دعوی الاعیان نکہتا اسواسطے کہ دعوی اعیان کا ابرا صحیح ہو چنانچہ مذکور ہوگا خلاصہ جواب یہ ہی
کہ بطلان برات عن الاعیان کا مطلب یہ ہی کہ ابرا سے اعیان مدعا علیہ کے ملک نہیں ہو جاتے ہیں تو مدعی کو اُنکا لینا حلال ہی اگر پاجائے اور بطلان مذکور
کا یہ مطلب نہیں ہی کہ مدعی کو اعیان کا دعوی کرنا بعد الابرا صحیح ہو کذا فی الطحطاوی واما الصلح علی بعض الدین فیصح ویبرأ عن دعوی الباقی ی
قضاء لا دیانۃ فلذا لو ظفر بہ اخذہ قہستانی وتمامہ فی احکام الاشباہ من الدین وقد حققتہ فی شرحی الملتقی اور بعض دین سے
تو صلح کرنا صحیح ہو اور مدعا علیہ بری الذمہ ہو جائیگا باقی دین سے یعنی قضاءً بری ہوگا دیانۃً تو اسی واسطے اگر مدعی اپنا باقی دین پاجائے تو اسکو لے لیگا اور پورا
بیان اسکا اشباہ کے احکام دین میں ہی اور اسکو میں نے شرح ملتقی میں محقق بیان کیا ہی وہم اشباہ کا حاصل مضمون یہ ہی کہ ابرا متعلق باعیان یا دعوی اعیان سے
ہی اور وہ تو بلا خلاف مطلقا صحیح ہی یا متعلق بنفس اعیان ہی تو اگر اعیان منصوب الملک ہوں تو بھی ابرا صحیح ہی دین کے مانند اور اگر اعیان مغصوبہ موجود ہوں
تو برات عن الاعیان کا مطلب یہ ہی کہ اُسکے ادا سے برات صحیح ہی اگر ہلاک ہو جائیں تو اب اعیان مغصوبہ امانت کے مانند ہو جائیں گے کہ اُن پر ضمان نہیں لاتا بعد
سے اور اگر اعیان امانت ہوں تو برات صحیح نہیں ہی یا نہ بتانے کہ جب ہلاک ہو گئیں یا جائے تو اُنکو لے گا قضاءً برات صحیح ہی ہم تو قاضی مدعی کا دعوی بعد برات کے نہ سنیگا
اور اسکے مانند خلاصہ تحقیق شرح ملتقی میں ہی کذا فی الطحطاوی وھو الصلح عن دعوی المال مطلقا ولو باقرارہ او بمنفعۃ اور صحیح ہو صلح مال کے دعوی
سے مطلقا اگرچہ صلح باقرار مدعی ہو منفعت سے ہو یعنی بعوض منفعت دعوی مال سے صلح صحیح ہی جیسے صلح مستاجر کی موجر سے جب کہ موجر جاوے کا یا مدت
یا اجرت کا منکر ہو دعوی المنفعۃ لو بمنفعۃ عن جنس آخر اور صلح صحیح ہی منفعت کے دعوی سے اگرچہ صلح بعوض دوسری قسم کی منفعت سے ہو
کما مر وعن دعوی الرقبۃ اور صلح صحیح ہی دعوی رقبہ سے صورت اُسکی یہ ہی کہ ایک شخص نے دوسرے پر دعوی کیا کہ یہ میرا غلام ہی اور اُسنے کچھ مال دیکر
صلح کی تو صحیح ہی وکان اعتقاقا علی مال وثبت الولاء لو باقرار والا لا الا ببینۃ دوسرا اور صلح مذکور آزادی بعوض مال ٹھہریگی اور
مدعی کا دلانا ثابت ہوگا اگر صلح مدعا علیہ کے اقرار دعوی سے ہوئی ہو اور اگر اقرار سے نہو لیکہ سکوت یا انکار مدعا علیہ سے صلح ہوئی ہو تو ولا ثابت نہوگا مگر گواہ سے
کذا فی الدرر قلت ولا یعود بالبینۃ رقیقا وکذا فی کل موضع اقام بینۃ بعد الصلح لا یستحق المدعی لانہ باعہ المدعی بالبدل باختیارہ تنزل
یا تعا فلیحفظ میں کہتا ہوں اور بعد صلح کے گواہوں سے مدعا علیہ پھر کر غلام نہو جائے گا اور اسطرح ہر جگہ کہ مدعی گواہ قائم کرے بعد صلح کے مدعا کا ثابت
نہوگا اسواسطے کہ مدعی بااختیار خود بدل صلح کے لینے سے بائع ٹھہرا دیا گیا اسکو یاد رکھنا چاہیے وعن دعوی الزوجیۃ النکاح علی غیر فرجۃ اور صلح
صحیح ہو دعوی نکاح زوج سے غیر منکوحہ پر یعنی غیر منکوحہ عورت پر ایک مرد نے نکاح کا دعوی کیا اور اس عورت نے کچھ دیکر صلح کرلی تو صحیح ہی اور اگر اُسکا زوج

ثابت ہوگا تو نکاح مدعی کا ثابت نہوگا تو خلع بھی صحیح نہوگا وکان خلعا ولا یطیب لو مبطلا اور مدعی نکاح کے حق مین بدل صلح بدل خلع ٹھہرے گا اور مدعی کو حلال نہوگا اگر وہ دعوی نکاح مین کاذب ہوگا ہم حلت بدل اس مسئلے مین مخصوص نہین بلکہ جمیع دعاوی کاذبہ کی صلح مین یہ حکم جاری ہے کذا فی الطحطاوی ویحل لها الزوج لعدم الدخول اور عورت کو زوج حلال ہوگا بواسطے عدم دخول کے ولو ادعته المرأة فصالحها لم یطب وقایه ونقایه ودرر وملتقی وصححه فی المجتبی والاختیار وهو الصحة فی درر البحار اور اگر عورت نے ایک مرد پر نکاح کا دعوی کیا اور مرد نے کچھ مال دیکر صلح کرلی عورت سے تو صلح صحیح نہوگی کذا فی الوقایة والنقایة والدرر والملتقی اور صحیح کہا ہے عدم صحت کو مجتبی اور اختیار مین اور صحت صلح کی تصحیح کی ہے در البحار مین وان قتل العبد المأذون له رجلا عمدا لم یجز صلحه عن نفسه لانه لیس من تجارته فلم یلزم المولی لکن یسقط به القود ویواخذ بالمال بعد عتقه اور اگر عبد ماذون لہ نے تجارت نے ایک مرد کو عمدا قتل کیا تو اسکا صلح کرنا اپنی ذات سے یعنی اپنی جان کے بچانے کے واسطے جائز نہین ہے اسواسطے کہ صلح مذکور تجارت کے باب سے نہین تو صلح اسکے سر پر لازم نہوگی لیکن صلح سے قصاص غلام پر سے ساقط ہو جائے گا اور بدل صلح کا مواخذہ اُس سے ہوگا بعد اسکے آزاد ہونے کے وان قتل عبد له ای للمأذون رجلا عمدا وصالحه المأذون عنه جاز لانه من تجارتهم اور اگر عبد ماذون کے غلام نے ایک مرد کو عمدا مار ڈالا اور ماذون نے اپنے غلام کیطرف سے صلح کرلی اولیاے مقتول سے تو جائز ہے اسواسطے کہ وہ اُسکے تجارت کے باب سے ہے یعنی اسواسطے کہ استخلاص اُسکا اُسکی خریداری کے مانند ہے تو جیسے ماذون کو غلام کا خریدنا جائز ہے ویسے ہی صلح کرکے اُسکی جان بچانا بھی جائز ہے والمکاتب کالحر اور عبد مکاتب آزاد کے مانند ہے جو اپنی صلح مین اپنی ذات سے بواسطے کہ وہ مولے کے تصرف سے خارج ہے والصلح عن المغصوب الهالك على الاكثر من قيمته قبل القضاء بالقيمة جائز کہ صلح کرنا مغصوب ہالک کے اکثر اُسکی قیمت سے قیمت کے حکم ہونے سے پہلے جائز ہے جیسے مغصوب سے صلح بعوض اسباب کے صحیح ہے مثلاً ایک شخص نے دوسرے غلام کا جسکی قیمت ہزار ہے غصب کیا اور وہ غلام مرگیا پھر ہنوز قاضی نے اُسکی قیمت دینے کا حکم مین دیا کہ غاصب نے دو ہزار دیکر اُسکے مالک سے صلح کرلی تو یہ جائز ہے امام کے نزدیک جیسے اسباب دیکر صلح جائز ہے خواہ اُسکی قیمت کم ہو یا زیادہ فلا تقبل بینة الغاصب بعده ای الصلح علی ان قیمته اقل مما صالح علیه وجب علیه بعد الصلح علی المغصوب الهالك علی الاكثر من قيمته اور غاصب کے بعد صلح کے اگر وہ غاصب جب مغصوب ہالک کی قیمت سے زیادہ پر صلح جائز ہوئی تو بعد صلح کے غاصب کے گواہ اُسپر کہ قیمت مغصوب کی کمتر ہے مصالح علیہ سے مقبول نہین ولا رجوع للغاصب علی المغصوب منه بشئ کما لو تصادقا بعده انها اقل بخلاف اور غاصب کو کوئی چیز پھیر لینا جائز نہین مغصوب منہ سے جیسے کہ رجوع نہین اگر دونون بعد صلح کے اتفاق کرین اُسپر کہ قیمت کمتر ہے مصالح علیہ سے کذا فی البحر ولو اعتق موسر عبدا مشترکا فصالح الموسر الشریك علی اكثر من نصف قيمته لا يجوز لانه مقدر شرعا فبطل الفضل اتفاقا اور اگر مالدار نے مشترک غلام آزاد کیا پھر مالدار نے اپنے شریک سے غلام کی قیمت نصف سے زیادہ تر پر صلح کی تو جائز نہی اسواسطے کہ حق مین قیمت ہی شرعاً مقدر ہے مغصوب علیہ ہو تو قیمت پر زیادتی باتفاق امام اور صاحبین کے باطل ہے کا لصلح فی المسئلة الاولی علی اكثر من قيمته المغصوب بعد القضاء بالقيمة لانه لا يجوز لان تقدير القاضی كالشارع چنانچہ مسئلہ اولی مین مغصوب کی قیمت سے زیادہ تر پر صلح کرنا بعد از حکم قیمت جائز نہین اسواسطے کہ قاضی کا قیمت کرنا شارع کے مقرر کرنے کے مانند ہے یعنی اسواسطے کہ قاضی اجراے احکام شرعیہ مین شارع کا نائب ہے واللہ تعالی اعلم وکذا لو صالح بعرض صح وان كانت القيمة اكثر من قيمة مغصوب تلف لعدم الربوا اور اسیطرح اگر صلح کرے بعوض اسباب اور متاع کے تو صحیح ہو اگرچہ اسباب کی قیمت مغصوب ہالک سے زیادہ ہو بسبب عدم ربوا م اسواسطے کہ ربوا متحقق نہین ہوتا ہے درصورت اختلاف جنس والصحة فی الجنایة العمد مطلقا ولو فی نفس مما اقر بالكثر من الدية والارش او بما قل لعدم الربوا اور صلح صحیح ہے جنایت عمد مین مطلقاً اگرچہ صلح قتل نفس مین ہو اقرار کے ساتھ اکثر دیت اور ارش سے یا کمتر سے بواسطے عدم ربوا م عمد مین مطلقاً صلح درست ہے خواہ عمد نفس مین ہو خواہ اذون نفس مین ہو خواہ صلح اقرار سے ہو یا انکار یا سکوت سے

اسمین قلت اور کثرت اسواسطے روا نہین کہ جنایت عمد مین قصاص واجب ہی اور قصاص مال نہین تو روا اسمین متحقق نہین وفی الخطا کان لک کذا تصالحا علی زیادۃ لان الدیۃ فی الخطاء مقدرۃ حتی لو صالح بغیر مقادیرھا صح کیف کان بشرط المجلس لئلا یکون دینا بدین اور جنایت خطا مین اسیطرح یعنی اگر بجنس خطا نفس ہین ہو باقرار کے ساتھ دیت سے زیادہ پر صلح صحیح نہین اسواسطے کہ خطا مین دیت شرعاً معین اور مقرر ہی تو اگر مقادیر دیت کی مغایر سے صلح کی تو صحیح ہی اسیطرح سے کہ ہو خواہ کم خواہ زیادہ الا افتراق عن الدین بالدین نہو دین اول سے دیت مراد ہو اور ثانی سے مصالح علیہ مثلاً خطا کی دیت شرع مین سو اونٹ یا ہزار دینار یا دس ہزار درہم مقرر ہی تو اسپر زیادہ کر الطریق صلح کے مثلاً دو سو اونٹ یا دو ہزار دینار یا پندرہ ہزار درہم پر جائز نہین جیسے دعوی دین بین جنس دین سے اکثر پر صلح جائز نہین اور اگر مقادیر ثلثہ مذکورہ کے مغایر سے صلح ہو چنانچہ اونٹ کے سوا اور حیوانات پر یا اور اسباب پر بشرط اتحاد مجلس جائز ہو وتعین القاضی احدھا یصیر غیرہ کجنس اٰخر اور مقادیر ثلثہ مذکورہ سے ایک مقدار کو قاضی کے مقرر کر دینے سے اُسکے سوا اور مقدار دوسری جنس کے اندر ہو جاتی ہی یعنی اگر قاضی نے مثلاً دیت خطا مین فقط اونٹ کا حکم دیا پھر مدعا علیہ نے مقادیر دیت سے اور جنس پر صلح کی زیادہ کر کے مثلاً دو سو دینار پر یا پندرہ سو درہم پر صلح کی تو جائز ہی اسواسطے کہ اونٹ مین حکم قاضی حق متعین ہو گیا تو دینار اور درہم اُسکے مغایر ٹھہرے دوسری جنس کے اندر تو محل علی الرضا وضہ ممکن ہو گیا کذا فی الخبز ولو صالح علی خمر فسد فتلزم الدیۃ فی الخطاء وتسقط القود لعدم ما یوجب الیہ اختیاراً واگر شراب پر تو صلح فاسد ہو تو اب اُسپر خطا کی دیت لازم ہو گی اور قصاص ساقط ہو گا یعنی عامد مین بسبب شبہ کے جسکی طرف رجوع کیجاے کذا فی الاختیار وکل زیدا عمدا بالصلح عن دم عمدا وعلی بعض دین یدعیہ علی اٰخر من کفیل وموزون لزم بدلہ المؤکل لانہ اسقاط فکان الوکیل سفیرا وکیل کیا زید نے عمر کو قتل عمد کی صلح کرنے کا یا بعض دین کی صلح پر وکیل کیا جس دین کا وہ مدعی ہی دوسرے شخص پر منجملہ کیل اور موزون کے تو بدل صلح کا مؤکل کو لازم ہو گا اسواسطے کہ وہ اسقاط ہی یعنی اسقاط قصاص ہی قاتل سے یا اسقاط بعض دین ہی مدعا علیہ سے تو وکیل سفیر ٹھہرا نہ عاقد یہ اُس صورت مین ہی جبکہ توکیل قاتل کیطرف سے صادر ہو ورنہ ولی مقتول کیطرف سے کیونکہ وہ اقتدا ہی تو اُسکو یون نہین کہہ سکتے کہ بدل صلح اُسکو دینا لازم ہو اور اسیطرح مسئلہ دین مین مدعی کیطرف سے توکیل ظاہر نہین اسواسطے کہ مدعی مؤکل ہی تو بدل صلح اُسکو کیونکر لازم ہو گا تو ماتن کو یون کہنا بہتر تھا او علی بعض دین مدعیہ عالیہ ثم کذا فی الطحطاوی الا ان یضمنہ الوکیل فیواخذ بضمانہ کما لو وقع الصلح من الوکیل عن مال بمال عن اقتراض فیلزم الوکیل لانہ حینئذ کبیع مگر یہ وکیل بدل صلح کا ضامن ہو تو وہ ماخوذ ہو گا اپنے ضامن ہونے کے سبب سے نہ وکیل ہونے سے چنانچہ اگر صلح واقع ہو وکیل کے دعوی مال سے بعوض مال کے موکل کے اقرار سے تو بدل صلح وکیل کو لازم ہو گا اسواسطے کہ صلح ہمنزلہ تین بیع کے ہا تہ ہی یعنی دو بیع مین وکیل کیطرف سے حقوق راجع ہوتے ہین اما اذا کان عن انکار لا یلزم الوکیل مطلقا بخلاف الدین اور اگر صلح ہوا انکار پر مدعا علیہ سے تو بدل صلح وکیل کو مطلقاً لازم نہین کذا فی البحر والدرر مطلقاً وکیل کو لازم نہین خواہ صلح دم عمد مین ہو خواہ دین خواہ اُسکے غیر میں کذا فی الطحطاوی وصالح عنہ فضولی بلا امر صح ان ضمن المال او اضاف الصلح الی مالہ او قال علی ھذا او لذا وسلم المال ھو وصار متبرعا فی الکل الا اذا ضمن بامر ہ غرضے زیادہ مسالہ کیا فضولی نے مدعا علیہ کیجانب سے بدون اسکے امر کے تو صلح صحیح ہو اگر فضولی مال کا ضامن ہوا صلح یعنی بدل صلح گو اپنے اوپر نسبت کرے یا یون کہ نقد اجنس کیطرف اشارہ کر کے کہ صلح اسجہون اسپر یا یون کہ اتنے پر مثلاً ہزار پر اور مال کو تسلیم کرے تو صلح صحیح ہی اور فضولی متبرع ہو جاے گا سب صورتون مین مگر جبکہ ضامن ہو مدعا علیہ کے امر سے تو متبرع نہو گا کذا فی غرر ی زاد ھو اضافت الی مالہ کی یہ صورت ہی کہ فضولی یون کہے کہ مین نے صلح کی تجھسے ہزار درہم پر اپنے مال سے یا اپنے فلانے غلام پر اور تسلیم مال جو تیسری صورت کی قید ہی ولا یسلم فی الصورۃ الرابعۃ ھو موقوف فان اجازۃ المدعی علیہ جاز ولزمہ البدل والا لا یطل اور اگر مال تسلیم کرے چوتھی صورت مین تو صلح موقوف ہی سو اگر مدعا علیہ صلح کو جائز رکھے تو صلح جائز ہی

اور اسکو بدل صلح لازم ہو اور اگر جائز نہ رکھے تو صلح باطل ہو والحکم فی جمیع ما ذکرنا من الاحکام محتبی کالصلح اور حکم جمیع مذکورات میں احکام مذکورہ سے صلح کے مانند ہوں یعنی جبکہ خلع صادر ہو فضولی سے عورت کیطرف سے بعوض بدل کے تو اگر فضولی بدل خلع کا ضامن ہوا اسکو اپنے مال کیطرف نسبت کرے یا اشارہ کرے تو صحیح ہو اور فضولی کو بدل لازم ہو اور وہ متبرع ہو اور اگر بدل کو مطلق ذکر کرے تو اگر تسلیم کرے تو صحیح ہو اور نہیں تو عورت کی اجازت پر موقوف ہو اھ (ح) دعوی رقبۃ دار ولا بینۃ لہ فصالحہ المنکر لقطع الخصومۃ جاز وطاب لہ البدل لو صادقا فی دعواہ وقیل قالوا صاحبا لاجنا لا یطیب لانہ بیع معنی وبیع الوقف لا یصح ایک شخص نے ایک گھر کے وقف ہونے کا دعوی کیا اور مدعی کے گواہ نہیں پھر مدعا علیہ منکر وقف نے قطع خصومت کے واسطے اُس سے صلح کر لی تو جائز ہو اور مدعی کے واسطے بدل صلح کا لینا حلال ہو اگر وہ اپنے دعوی میں سچا ہو اور بعضوں نے کہا قائل ہیں قول کا صاحبا جنا ہو کہ بدل مذکور حلال نہیں اسواسطے کہ یہ صلح حقیقت میں بیع ہو اور بیع وقف کی صحیح نہیں کل صلح بعد صلح فالثانی باطل جو صلح کے بعد صلح کرے وہ تو دوسری صلح باطل ہو مع صلح ثانی موقت باطل ہو کہ علی سبیل الاسقاط ہوا اور جبکہ عوض صلح ہو پھر دوسری عوض صلح ہو تو دوسری صلح جائز ہو اور اول صلح فسخ ہو جائیگی مانند بیع کے کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود وکذا النکاح بعد النکاح والحوالۃ بعد الحوالۃ والصلح بعد الشراء اور طریق نکاح بعد نکاح اور حوالہ بعد حوالہ کے اور صلح بعد خرید کے باطل ہو مسئلہ نکاح خلافی ہو جامع الفصولین میں ہو ایک عورت سے نکاح کیا بمہر ہزار درم پھر اُس سے نکاح دوسرا کیا مہر پر کیا تو دوسرا نکاح فاسد ہوگا اور بعضوں نے کہا ہزار کا مہر ثابت ہوگا انتہی اور منیہ میں ہو کہ مہر معلوم پر نکاح کیا پھر دوسرے مہر معین پر نکاح کیا تو دونوں تسمیہ ثابت ہیں قول صحیح میں کذا فی حاشیۃ الاشباہ للحموی اور صلح بعد شراء کے یہ صورت ہو کہ ایک شخص نے گھر دوسرے سے مول لیا پھر مشتری نے بائع پر دعوی کیا کہ گھر میری ملک ہی سو بائع نے اُس سے صلح کی تو یہ صلح باطل ہو بسبب تناقض کے اسواسطے کہ اقدام مشتری کا خریدپر بالک البائع کی دلیل ہو پھر دعوی اور صلح بعد اُسکے صریحاً متناقض ہو جامع الفصولین میں ہو کہ اگر خریداری بعد صلح کے ہو تو خریداری صحیح ہو اور صلح باطل ہو کذا فی الطحطاوی والاصل ان کل عقد بعد فالثانی باطل الا فی ثلث مذکورۃ فی بیوع الاشباہ والکفالۃ والشراء والاجارۃ فلتراجع اور قاعدہ کلیہ بطلان صلح ثانی وغیرہ کا یہ ہو کہ جو عقد دوسری بار منعقد ہو تو عقد ثانی باطل ہو کہ تین عقدوں میں جو اشباہ کی کتاب البیوع میں مذکور ہیں عقد ثانی باطل نہیں یعنی عقد کفالت اور عقد شراء اور عقد اجارہ تو اُنکی طرف مراجعت کرنا چاہیے پھر تو اگر مدعا علیہ سے ایک ضامن لیا پھر دوسرا ضامن لیا تو صحیح ہو اور ضامن اول ضامن ثانی کی ضمانت سے بری الذمہ ہوگا جامع خانیہ میں ہو اور شراء بعد شراء جبکہ مثمن اول کے مغایر ہو اسطرح کہ اُس سے زیادہ ہو یا کم تو عقد اول فسخ ہوگا اور ثانی معتبر ہوگا اور اگر عقد ثانی مثمن اول کے برابر ہو تو اول فسخ نہ ہوگا والاجارۃ علی ہذا القیاس کذا فی الطحطاوی اقام المدعی علیہ بینۃ بعد الصلح عن انکارات المدعی قال قبلہ قبل الصلح لیس لی قبل فلان حق فالصلح ماض علی الصحۃ مدعا علیہ نے گواہ قائم کیے بعد اُس صلح کے جو مدعا علیہ کے انکار سے ہوئی کہ مدعی نے کہا تھا قبل صلح کے کہ میرا کچھ حق نہیں فلانے کی جانب تو صلح جاری رہے زائد ہے صحت پر گواہ اسواسطے مقبول نہیں کہ شاید مدعی کا حق ثابت ہوا بعد اس اقرار کے بخلاف مسئلہ ملاحقہ کے کہ تیمین مدعی کا یہ اقرار ہو کہ وہ مبطل ہو اپنے دعوی میں ولو قال المدعی بعدہ ما کان لی قبلہ قبل المدعی علیہ حق بطل الصلح بخلاف قال المصنف وھو مفید لاطلاق العمادیۃ اور اگر مدعی نے صلح کے بعد کہا کہ میرا مدعا علیہ کی جانب کچھ حق نہیں تو صلح باطل ہوگی کذا فی البحر مصنف نے اپنے شرح میں کہا کہ بحر الرائق کی روایت اطلاق عمادیہ میں قید کی لگانے والی ہو مدعی عمادیہ کی عبارت یہ ہی اگر مدعی کہے تصالحنا ثم ظہر بعدہ ان لا شی لی علیہ بطل الصلح انتہی یعنی کہ مدعی نے دعوی کیا سو مدعا علیہ نے اُس سے مصالحہ کر لیا بعد اسکے ظاہر ہوا کہ اُسپر کچھ حق نہیں تو صلح باطل ہو تو ظہور عدم حق بعد الصلح میں یہ قید ہو کہ ظہور عدم حق بعد صلح کے مصالحے کے اقرار سے مراد ہی مصالحے کے اُس اقرار کی گواہی سے جو اقرار کہ صلح پر مقدم ہی کذا فی الطحطاوی ثم نقل عن عمدۃ البزازیہ انہ لو ادعی الملک بجہۃ اخری لم یبطل فلیحرر پھر مصنف نے اپنی شرح میں بزازیہ کی کتاب الدعوی سے نقل کیا کہ اگر مدعی ملک کا

دعوی کرے دوسری جہت سے تو صلح مذکور باطل نہیں تو یہ متناقض بطلان اور عدم بطلان کی تحریر کیا چاہیے ہم خلاصہ مضمون برازیہ کا یہ ہے کہ بطلان صلح اس وقت ہے جبکہ ملک کا اقرار نہ ہو چنانچہ اول بوجہ میراث دعوی کرے پھر کہے کہ میراث کی وجہ سے میرا حق نہیں اور اگر کہے کہ میرا حق نہیں بطریق میراث کے پھر دعوی کرے کہ میرا حق ہے بطریق خرید یا ہبہ کے تو صلح باطل نہیں انتہی طحطاوی نے کہا تحریر کی کچھ حاجت نہیں کہ برازی نے اتحاد اقرار کی بطلان صلح میں قید لگائی ہے تو ہمیں کچھ اشکال نہ رہا والصلح عن الدعوی الفاسدۃ یصح وعن الباطلۃ والفاسدۃ ما یعلن تصحیحا بجز اور صلح کرنا دعوی فاسدہ سے صحیح اور دعوی باطلہ سے صحیح نہیں دعوی فاسدہ وہ ہے جسکی تصحیح ممکن ہو کذا فی البحر دعوی فاسدہ وہ ہے جسمیں تناقض واقع ہو اور تصحیح دعوی برفع تناقض ہے مثلاً اور دعوی باطلہ جیسے شراب اور سور کا دعوی مسلمان سے تو باطلہ وہ ہے پھر اسکی تصحیح ممکن نہیں اور منجملہ دعوی باطلہ صلح ہر دعوی بعد سے اور دعوی اجرت ائمہ یا منفیہ یا تصدیر بحر سے کذا فی الطحطاوی وفی الاشباہ ان الصلح عن انکار بعد دعوی فاسدۃ فاسد الا فی دعوی مجہول فانہ یقع علی ما شاء مبین تحریر کی ہے کہ صلح انکار دعوی سے بعد دعوی فاسدہ کے فاسد ہے مگر مجہول کے دعوی کے جب جائز ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم طحطاوی نے کہا اسی تحریر ہی ہے جو اتن نے تفصیل ذکر کی کہ دعوی فاسدہ سے صلح صحیح اور باطل سے غیر صحیح اسواسطے کہ برازیہ میں مذکور ہے کہ علمائے خوارزم کا فتوی اسپر ٹھہر گیا ہے کہ جس دعوی فاسدہ کی تصحیح ممکن نہیں اسپر صلح صحیح نہیں اور جسکی تصحیح ممکن ہو چنانچہ مدعی کسی حد میں غلطی واقع ہو تو صلح صحیح ہے انتہی وقیل اشتراط صحۃ الدعوی لصحۃ الصلح غیر صحیح مطلقا فیصح الصلح مع بطلان الدعوی کما اعتمدہ صدر الشریعۃ آخر الباب وافتی بہ ابن کمال وغیرہ فی باب الاستحقاق کما مر فراجعہ اور بعضوں نے کہا شرط کرنا صحت دعوی کا صلح کی صحت کے واسطے غیر صحیح ہے مطلقاً خواہ اسکی تصحیح ممکن ہو یا نہ ہو تو صلح صحیح ہے بطلان دعوی کے ساتھ چنانچہ صدر الشریعۃ نے شرح وقایہ کے آخر باب صلح میں اسپر اعتماد کیا ہے اور ثابت رکھا ہے اسکو ابن کمال وغیرہ نے باب الاستحقاق میں چنانچہ مذکور ہو چکا تو اسکی طرف مرجع نہ کرہم طحطاوی نے کہا تحکم قول مفتی بہ معلوم ہو چکا اور صدر الشریعۃ نے جو اسکی دلیل پکڑی ہے کہ جب حق مجہول کا ایک گھر میں دعوی کرے پھر صلح ہو کسی چیز پر تو صلح صحیح ہے سو مفید اطلاق نہیں بلکہ صلح فقط دعوی مجہول میں صحیح ہے اسواسطے کہ اس دعوی کی تصحیح حق مجہول معین کر دینے سے صلح کے وقت ممکن ہے وصح الصلح عن دعوی حق الشرب حق الشعبۃ وحق وضع الجذوع علی الاصح اور صحیح ہے صلح دعوی حق شرب کا اور حق شعبہ اور دیوار پر دھنان رکھنے کے حق سے بقول اصح ہم شرب بکسر واو عبارت ہے پانی لینے کی باری سے سابق مذکور ہو چکا کہ حق شعبہ سے صلح جائز نہیں تو وہاں مراد یہ ہے کہ نفس حق شعبہ سے جائز نہیں اسواسطے کہ حق شعبہ مال نہیں جسکا معاوضہ درست ہو اور یہاں مراد یہ ہے کہ دعوی حق شعبہ سے صلح صحیح ہے دفع یمین کے واسطے یعنی تا مدعا علیہ کو درصورت عدم بینہ مدعی قسم کھانی پڑے لان الاصل انہ متی توجہت الیمین فحوا الشخص فی ای حق کان فاقتدی الیمین بدراہم جاز کما فی دعوی الغرر بخلاف دعوی حد ونسب مراد حقوق مذکورہ کے دعاوی سے صحت صلح کا قاعدہ یہ ہے کہ جب قسم متوجہ ہوئی ایک شخص کی جانب کسی حق میں ہو سو اسنے یمین کے بدلے درم دیے تو جائز ہے یہاں تک کہ دعوی تحریر میں بدیہ قسم جائز ہے کذا فی المجتبی بخلاف دعوی حد ونسب کذا فی الدرر ہم دعوی تحریر کی صورت ہے کہ ایک شخص نے دوسرے پر دعوی کیا کہ اسنے میری تکفیر یا تضلیل کی یا مجلو عیب لگایا اور قسم مدعا علیہ پر عائد ہوئی سو اسنے قسم کے بدلے درم دیے بقول اصح جائز ہے اور دعوی نسب کی یہ صورت ہے کہ مثلاً عورت کے دعوی کیا کہ یہ بیٹا ہے اس مرد کا میرے پیٹ سے سو مرد نے ترک دعوی نسب سے مصالحہ کیا تو جائز نہیں الصلح ان کان بعض المعاوضۃ بان کان دینا بعین ینتقض بقضہ ای بقبض المتصالحین اور صلح اگر بعض معاوضہ ہو اسطرح پر کہ دین کا معاوضہ ہو عین سے تو صلح ٹوٹ جاتی ہے دونوں کے توڑنے سے یعنی متصالحین کے فسخ کرنے سے وان کان لا بعض المعاوضۃ بل بمعنی استیفاء البعض واسقاط البعض فلا تصح اقالتہ ولا نقصہ لان الساقط لا یعود قنیۃ وصیرفیۃ فلیحفظ اور اگر صلح بمعنی معاوضہ نہو

بلکہ بمعنی استیفاے بعض حق اور اسقاط بعض حق کے ہو تو صلح کا اقالہ صحیح نہیں اور نہ اُسکا توڑنا اسواسطے کہ ساقط چیز نہیں پھر آتی کذا فی الحقیۃ والصیرفیۃ تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ولو صالح عن دعوی دار علی سکنی بیت منها ابدا او صالح علی دراهم الی الحصاد او صالح مع المودع بغیر دعوی الهلاك لم یصح الصلح فی الصور الثلث سراجیة اور اگر گھر کے دعوی سے صلح کی اُسمین سے ایک کوٹھری کے ہمیشہ رہنے پر اصلح کی درمونکے دینے پر کھیتون کے کاٹنے تک یا صلح کی مستودع نے مودع سے بلا دعوی ہلاک ودیعت تو صلح صحیح نہیں تینون صورتون مین کذا فی السراجیۃ قید بعدم دعوی الهلاك لانه لو ادعاه و صالحه قبل الیمین صح به یفتی خانیة مصنف نے عدم دعوی ہلاک ودیعت کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر ہلاک ودیعت کا مدعی ہوا در مصالحہ کرے قبل قسم کھانے کے تو صلح صحیح ہے اسی قول کا فتوی ہے کذا فی الخانیہ ویصح الصلح بعد حلف المدعی علیه دفعا للنزاع باقامة البینة اور صلح مدعا علیہ کے قسم کھانے کے بعد صحیح ہے تاکہ گواہ لانے کا جھگڑا رفع ہو جاے یعنی صلح مذکور اسواسطے جائز ہے تاکہ مدعی گواہ لاکر پھر جھگڑا قائم نکرے ولو برهن المدعی بعده علی اصل الدعوی لم تقبل الا فی الوصی عن مال الیتیم علی انکار اذا صالح علی بعضه ثم وجد البینة فانها تقبل اور اگر گواہ لاوے مدعی بعد صلح کے اصل دعوی پر تو مقبول نہیں مگر وصی کے دعوی مین قیم کے مال سے مدعا علیہ کے انکار پر کہ جبکہ وصی نے صلح کی ہو مدعا علیہ منکر سے بعض مال پر پھر وصی نے تمام مال یتیم کے گواہ پائے تو گواہ مقبول ہین ولو بلغ الصبی فاقامها تقبل ولو طلب یمینه لا یحلف اشباها اور اگر یتیم لڑکا بالغ ہوا پھر اُسنے گواہ قائم کیے تو بعد صلح کے گواہ مقبول نہین اور اگر مدعا علیہ سے قسم طلب کیجاے تو قسم نہ لی جائے گی کذا فی الاشباہ طلب بصیغۃ مجہول ہی یعنی اگر وصی بعد صلح کے مدعا علیہ سے قسم چاہے یا یتیم قسم چاہے بعد بلوغ کے تو قسم نہ لی جائے گی کذا فی الطحطاوی عن عواشی الاشباہ وقیل لا جزم بالاول فی الاشباہ وبالثانی فی السراجیة وحکما فی العتبیة مقدما للاول اور دوسرا قول یہ ہی کہ صلح بعد حلف مدعا علیہ صحیح نہیں یقین کیا ہوا اول قول پر یعنی صحت صلح پر اشباہ مین اور قول ثانی پر یعنی عدم صحت پر سراجیہ مین اور دونون قولون کو قنیہ مین ذکر کیا ہی پہلے قول کو پہلے بیان کرکے ہم قول ثانی یعنی عدم صحت صاحبین کا قول ہی چنانچہ معین المفتی مین ہی اور قول اول محمد بن حسن کی روایت ہی امام کے کذا فی الطحطاوی طلب لصلح والابراء عن الدعوی لا یکون اقرارا بالدعوی عند المتقدمین وخالفهم المتاخرون والاول اصح بزازیة درخواست کرنا صلح کا دعوی سے اور درخواست کرنا ابراء کا دعوی سے دعوی یعنی مدعا بہ کا اقرار نہین متقدمین کے نزدیک اور علماے متاخرین نے مخالفت کی اور پہلا قول صحیح تر ہی کذا فی البزازیۃ بخلاف طلب الصلح عن المال والابراء عن المال فانه اقرار اشباه بخلاف درخواست صلح کے مال سے اور درخواست ابرا کے مال سے کہ وہ اقرار ہی مال کا کذا فی الاشباہ وجہ اُسکی یہ ہی کہ صلح عن الدعوی یا ابراء عن الدعوی سے قطع نزاع مقصود ہی تو ثبوت حق لازم نہین بخلاف صلح عن الحق یا ابراء عن الحق کے کہ وہ ثبوت حق کا مقتضی ہی صلح عن عیب او دین وظهر عدمه او زال العیب بطل الصلح ویرد ما اخذه اشباه و در صلح کی بائع نے مبیع کے عیب سے یا مدیون نے دین سے اور عدم دین یا عدم عیب ظاہر ہوا یا عیب مبیع کا دور ہو گیا تو صلح باطل ہوگی اور اسکو پھیرے جسکو اُسنے لیا یعنی بدل صلح کذا فی الاشباہ والدرر

فصل فی دعوی الدین یہ فصل ہی دعوی دین کے احکام مین الصلح الواقع علی بعض حبس ماله علیه من دین وغصب اخذ بعض حقه وحط لباقیه کالمعاوضة للربوا جو صلح کہ واقع ہوا اُس مال کی بعض جنس پر جو مدعا علیہ پر ثابت ہی دین یا غصب سے وہ اپنے بعض حق کا لینا اور باقی حق کا گھٹانا اور زائد کرنا معاوضہ نہین ہی ربا کے سبب سے یعنی اسکو معاوضہ قرار دینگے تو کمی اور زیادتی عوضین سے ربا لازم آوے اور وہ صحیح نہین اور عاقل کا تصرف بقدر امکان صحت پر محمول ہی وحینئذ فهو الصلح بلا اشتراط قبض بدله عن الف حال علی مائة حالة مین یعنی جبکہ صلح مذکور اخذ بعض حق اور اسقاط بعض حق ٹھہرے نہ معاوضہ تو بدون شرط ہونے قبض بدل صلح کے صلح صحیح ہی ہزار بلا مدت سے سو

بالالف پر مبدل صلح سے بیان مبدل ظاہری مراد ہے جسقدر پر صلح واقع ہوا در حقیقت بیان مبدل نہیں بلکہ وہ بعض حق کا لینا ہوا اور یہ مثال فی سقاط بعض حق کی ہوا دعا الف مؤجل بالف صلح صحیح ہی ہزار بالف مؤجل پر اس مثال میں وصف حلول کا اسقاط ہوا وعن الف جیاد علی مائۃ زیوف اور صلح صحیح ہی ہزار کھرے درم سکہ تے سو درم پر اس مثال میں قدر اور وصف دونوں کا اسقاط ہوا ولا یصح عن دراھم علی دنانیر موجلۃ لعدم الجنس فکان صرفا فلم یجز فسیئۃ اور صلح صحیح نہیں دراہم سے دنانیر موجلہ پر بسبب نہ ہونے جنس کے تو یہ عقد صرف ٹھہرا تو بطریق نسیئہ جائز نہ ہوگا یعنی دینا حق کی جنس نہیں ہی کہ اخذ بعض حق ٹھہرے صلح موجل جائز ہو بلکہ یہ معاوضہ ہی عقد صرف کا تو بدت صحیح نہ ہوگی والف موجل علی نصفہ حالا الا فی صلح المولی مکاتبہ فیجوز زیلعی بالف صلح صحیح نہیں ہزار درم موجل سے بالسو دوم بالمدت پر مگر یہ لے کی صلح میں اپنے مکاتب سے جائز ہی کذا فی الزیلعی م اجل یعنی مدت مدیون کا حق تھا بعقد مداینہ تو نصف معجل کا لینا عوض ہوا اجل سے اور اجل کا عوض لینا حرام ہی بخلاف صلح مولیٰ اسواسطے کہ احسان مولی کا ظاہر ہی معاوضہ سے کذا فی الطحطاوی الخصاف وعن الف سود علی نصفہ بیضاء والا صل ان الاحسان ان وجد من الدائن فاسقاط وان منھما فمعاوضۃ بالف صحیح نہیں ہزار سیاہ درم سے بالسو سفید درم پر اور قاعدہ کلیہ یہ ہی کہ احسان اگر دائن کی طرف سے پایا جاوے تو اسقاط حق ہوا اور اگر دائن اور مدیون دونوں کی طرف سے پایا جاوے تو وہ معاوضہ ہی م دائن کا احسان یہ کہ بسبب صلح کرے جو اسکے حق سے کمتر ہی مقدار یا وصف یا وقت میں اور دائن اور مدیون کا احسان یہ کہ صلح میں وہ چیز داخل ہو جسکا دائن مستحق نہیں جیسے سفید درم کا ہونا سیاہ کے بالتعجیل موجل کی یا ایک جنس کی صلح ہونی دوسری جنس سے پھر جب معاوضہ ٹھہرا تو معاوضہ کا حکم یہ ہی جاری ہوگا اگر بالمثل پایا جاوے گا تو معاوضہ فاسد ہوگا اور نہیں تو صحیح ہوگا کذا فی الطحطاوی قال لغریمہ ادا الی خمس مائۃ غدا من الف لی علیک علی انک بری من النصف الباقی فقبل وادی فیہ بری وان لم یودہ ذلک فی الغد عاد دینہ کما کان لغواۃ التقیید بالشرط دائن نے اپنے مدیون سے کہا لے آ میرے پاس پانسو کل اس نہر سے جو بہے تجھ پر اس شرط پر کہ تو بری الذمہ ہو جائے گا نصف باقی سے سو مدیون نے قبول کیا اور ادا کیے تو بری الذمہ ہوگا اور اگر اس پانسو کو کل کے دن ادا نہ کیا تو اسکا دین پورا پھر آوے گا چنانچہ پہلی شرط کے تھا بسبب فوت ہونے شرط کی تقیید کے مع قول مذکور میں شرط صریح نہیں بلکہ شرط معنوی ہی بلفظ علی تو گویا دائن نے پانسو ادا کرنے کی کل قید لگائی پس برات میں تو در صورت عدم ادا شرط ثابت نہ ہوگی و وجوھا خمسۃ اخذھا ھذا والثانی ان لم یوف بالغد لم یبد لانہ ابراء مطلق اور اس مسئلے کی پانچ صورتیں ہیں ایک انمیں سے یہی صورت ہی جو مذکور ہو چکی دوسری صورت یہ ہی کہ اگر دائن نے کل کی قید نہ لگائی تو عدم ادا سے دین اعادہ نہ کرے گا اسواسطے کہ وہ مطلق ابراء ہم صورت مسئلہ یہ ہی کہ دائن نے مدیون سے کہا کہ مجکو پانسو دے ہزار سے پھر کہ تو بری ہی باقی سے تو اگر مدیون ادا نہ کرے گا تو دین کا اعادہ نہ ہوگا کیونکہ قول مذکور ابراء مطلق ہی یہ ابراء مطلق ہوا سطے ہوا کہ جب ادا کا وقت تعین نہ کیا تو ادا سے غرض صحیح نہ ہی کیونکہ مدیون پر تو ادا واجب ہی ہر وقت تو برات تو مقید بادا نہ ہی والثالث ولکن الوصالحہ من دینہ علی نصفہ بید فعہ الیہ غدا وھو بری مما فضل علی انہ ان لم یدفعہ غدا فالکل علیہ کان الامر کالوجہ الاول کما قال لانہ صریح بالتقیید اور تیسری صورت یہ ہوا اور اسطرح اگر دائن مصالحہ کرے اپنے دین سے نصف دین پر کہ مدیون اسکو کل نصف دین ادا کرے اور مدیون زائد از نصف سے بری ہو اس شرط پر کہ اگر اسکو کل نہ دے تو تمام اسپر ثابت ہی تو حکم پہلی صورت کا مثل ہوگا جیسا کہ دائن نے کہا اسواسطے کہ اس قول میں برات کی صریحاً تقیید ہوئی تو اس صورت میں اگر مدیون قبول کرے یعنی ادا بھی کرے تو باقی سے بری ہوگا اور اگر کل ادا نہ کرے گا تو سب اسپر قائم ہی بالاجماع کذا فی شرح الوقایہ والرابع فان ابراہ عن نصفہ علی ان یعطیہ ما بقی غدا فھو بری ادی الباقی فی الغد

او کالبدایۃ بالابراء لا بالاداء اور چوتھی صورت یہ ہے سو اگر دائن نے مدیون کو بری کر دیا نصف دین سے پھر کہ مدیون باقی سکو ابقی از نصف
کل دے تو وہ بری ہو گا باقی کو کل ادا کرے بالکل سے اسواسطے کہ دائن نے پہلے ابرا کر دیا نہ ادا کو بخلاف صورت ثانیہ والخامس لو علق بصحۃ الشرط کان
ادیت الی کذا او اذا او متی کا یصح الابراء لتعلیقہ بالشرط صحیحا باطل لانہ تملیک من وجہ اور پانچویں صورت کہ اگر دائن نے ابرا
کو صحیح شرط کے ساتھ معلق کرے جیسا کہ یوں کہے کہ اگر تو مجھ کو اسقدر روپے ادا کرے یا جب یا جسوقت ادا کرے تو ابرا صحیح ہو گا اسواسطے کہ ابرا کی تعلیق صریح
شرط کے ساتھ باطل ہے کیونکہ ابرا ایک راہ سے تملیک ہے یعنی اگر یوں کہے کہ اگر تو مجھ کو اسقدر دے تو تو بری الذمہ ہے تو صحیح نہیں اسواسطے
کہ ابرا میں تملیک اور اسقاط دونوں معنی ہیں سو اسقاط کی تعلیق شرط کے ساتھ منافی نہیں اور تملیک تعلیق کے منافی ہے تو ہمنے دونوں معنوں کی
رعایت کی اور کہا کہ اگر تعلیق صریح ہو یعنی بحروف شرط تو ابرا صحیح نہیں اور اگر تعلیق صریح نہو چنانچہ بلفظ علی ہو جیسے اگلی چار صورتوں میں ہے تو ابرا
صحیح ہے کذا فی شرح الوقایہ بتصحیح وان قال المدیون لآخر سرا لا اقرلک بمالک حتی تؤخرہ عنی او تحط عنی ففعل الدائن اخیرا
او اسقط صح لانہ لیس بمعاوضۃ علیہ اور اگر مدیون نے دوسرے یعنی دائن سے مخفی کہا کہ میں تیرے مال کا اقرار نہ کروں گا جبتک تو مجھ کو ناخیر دے
مطالبہ دین سے یا میرے اوپر سے کچھ دین کم کر ڈالے سو دائن نے تاخیر یا اسقاط بعض دین کیا تو صحیح ہے یہ صلح اسواسطے کہ مدیون دائن پر زبردستی
کرنے والا نہیں جو صلح جائز نہو تو بعد تاخیر فی الحال مطالبہ نہیں کر سکتا اور بعد کہ کر ڈالنے کے پورا دین نہیں لے سکتا کذا فی البنع ولو ابرا علی ما قالہ
سرا اخذ منہ الکل للحال یہ اور اگر اعلان سے کہا وہ قول جو مخفی کہا تو دائن مدیون سے پورا دین فی الحال لے گا اعلان سے مراد یہ ہے کہ تاخیر
تاخیر اور اسقاط اول لوگوں کے سامنے کی اور یہ مراد نہیں کہ اول مخفی تاخیر اور اسقاط پر صلح کر کے پھر اعلان کیا اسواسطے کہ ایسی صلح کا توڑنا جائز نہیں اور اعلان
میں پورا دین بحوت فی الحال لے گا جبکہ دائن ساکت رہا اسواسطے کہ اگر کم کر دیگا علانیہ یا اقرار کر یگا تو صحیح ہو گا بلا اعلان اولی ہی اخفا سے ولو
ادعی الفا وجحد فقال افرد لی بمائۃ جاز لجلسہ علی ان اعطیک مائۃ لانہ رشوۃ اور اگر دائن نے ہزار کا
دعوی کیا اور مدیون اسکا منکر ہوا سو دائن نے کہا کہ میرے ہزار کا اقرار اس شرط پر کہ میں ہزار سے سوا کم کر ڈالونگا تو کم کر ڈالنا صحیح ہے بخلاف اس قول
کے کہ ہزار کا اقرار اس شرط پر کہ میں تجھ کو سو درم دونگا اسواسطے کہ یہ رشوت ہے ولو قال ان افرد لی حططت لک منہا مائۃ فاقرہ فاقر الا
لا اسقط یعنی اور اگر دائن نے کہا کہ اگر میرے ہزار درم کا تو اقرار کرے تو میں تیرے اوپر سے مجملہ ہزار کے سو کم کر ڈالوں پھر مدیون نے ہزار کا اقرار کیا تو اقرار صحیح
ہو گا کم کر ڈالنا کذا فی المحیط یہ اسواسطے کہ ابرا بشرط صحیح جائز نہیں بخلاف مسئلہ گذشتہ کہ اسمیں تعلیق بمعنی تاخیر ہے ہو صریح الدین المشترک بینہ سبب متحد
کثمن مبیع بیع صفقۃ واحدۃ او دین موروث او قیمۃ مستہلک مشترک اذا قبض احدہما شیئا منہ شارکہ الآخر فیہ
ان شاء او اتبع الغریم کما یأتی جو دین کہ مشترک ہو دو شخصوں میں ایک ہی سبب سے جیسا کہ ثمن اس مبیع کا جسکی بیع بصفقہ واحدہ ہوئی یا کہ دین دونوں کا
مورث ہو یا مستہلک مشترک کی قیمت ہو جیسا ایک شریک دین مشترک سے کچھ لے گا تو دوسرا شریک اسمیں شریک ہو جائے گا اگر وہ چاہے یا مدیون کا پیچھا کرے
یعنی دین کا مطالبہ کرے چنانچہ ہمنے ذکر دیگا مثمن مبیع شامل ہے اس صورت کو جبکہ دونوں شریک بیع میں شریک ہوں اسطرح کہ مبیع ایک ہی چیز ہو یا شریک
ہونا اسطرح پر کہ وہ چیز ہو ان دو شخص کی ایک چیز علیحدہ ہو لیکن دونوں کی بیع بصفقہ واحدہ ہو بلا تفصیل ثمن اور صفقہ واحدہ کی قید اس صورت سے
نکالنے کے واسطے لگائی کہ جب ایک غلام دو شخصوں میں مشترک ہو سو ایک شخص نے اپنا حصہ ایک مرد کے ہاتھ بانسو کو بیچا اور دوسرے شخص نے اسی
مرد کے ہاتھ اپنا حصہ بھی بانسو کو بیچا اور ایک بینامہ ہزار درم کا لکھا تو اس صورت میں ایک شخص دوسرے کے قبوضے میں شریک نہ ہو گا اسواسطے کہ قبضہ
میں اور مشارکت میں یہ ضرور ہے کہ دونوں مقدار ثمن اور صفقہ میں برابر ہوں اسواسطے کہ اگر دونوں شخص بیع بصفقہ واحدہ کریں اس پر کہ ثمن سے فلانیکا

سو درم ہو اور غلام کا حصہ پانسو درم ہو پھر ایک شخص آئین سے کچھ قبض کرے تو دوسرے کی آئین میں شرکت ہوگی اسواسطے کہ تفرق تسمیہ یا بعین کے حق میں تفرق صفقہ کے مانند ہے کذا فی الطحطاوی مختصراً وعینئذ فلو صالح احدھما عن نصیبہ علی ثوب ای علی خلاف جنس الدین اخذ الشریک بالاخر نصفہ الا ان یضمن لہ ربع اصل الدین فلا حق لہ فی الثوب اھ یعنی اگر دونوں میں سے ایک نے جنس دین پر دوسرا شریک کپڑا آدھا لے گا اگر یہ کہ شریک مصالح دوسرے شریک کے واسطے اصل دین کی چوتھائی کی ضامنی کرے تو اب اسکا حق شریک کے کپڑے میں ہوگا مثلاً اصل دین چار درم تھا دو درم ایک شریک کے اور دو درم دوسرے کے سو ایک شریک نے اپنے حصے سے ایک کپڑے پر صلح کی تو دوسرا شریک نصف کپڑے کا لے گا اور اگر ایک شریک مصالح ایک درم کا ضامن ہو تو دوسرے شریک کا کپڑے میں حق باقی رہے گا ولو لہ یصالح بل اشتری بنصفہ شیئا ضمنہ الشریک الربع بقبضہ النصف بالمقاصۃ او اتبع غریمہ فی جمیع ما ملہ فی ذمتہ اور اگر ایک شریک نے مصالحہ نکیا بلکہ بقدر نصف دین کے مدیون سے کچھ خرید کیا تو شریک مشتری دوسرے شریک کو ربع دین کا تاوان دے بسبب قبضہ کرنے شریک مشتری کے نصف دین پر بسبب مقاصہ کے یعنی بسبب مجرا ہو جانے دین کے ثمن میں یا دوسرا شریک اپنے مدیون سے مطالبہ کرے جمیع مسائل مذکورہ میں یعنی مسئلہ صلح اور مسئلہ بیع میں بسبب باقی رہنے اسکے حق کے مدیون کے ذمے پر واذا ابرا احد الشریکین الغریم عن نصیبہ لا یرجع لانہ اتلاف لا قبض اور جبکہ ایک شریک نے مدیون کو ابرا کر دیا اپنے حصے سے تو شریک ثانی اس سے ربع دین کو نہ بھرے گا اسواسطے کہ ابرا تلف کرنا ہے نہ قبض کرنا یعنی اور مواخذہ شریک کا قبض میں ہے نہ اتلاف میں ولکن الحکم ان کان للمدیون علی احدھما دین قبل وجوب دینھما علیہ حتی وقعت المقاصۃ بدینہ السابق لانہ قاض لا قابض اور اسواسطے عدم رجوع کا حکم ہوگا کہ مدیون کا اگر شریکین پر دین ثابت ہوا قبل اسکے ہونے دونوں شریکوں کے دین کے مدیون پر کہ مقاصہ واقع ہو گیا ہو اسکے اگلے دین سے اسواسطے کہ شریک مدیون دین سابق کا ادا کرنے والا ہے نہ قابض اور مشارکت مقبوض میں ثابت ہوتی ہے نہ ادائے دین میں دین سابق کی وجہ سے اسواسطے لگائی کہ اگر شریکین کے دین کے بعد مدیون کا دین ایک شریک پر حادث ہو تو اب مقاصہ بمنزلہ قبض کے ہوگا اور آئین شرکت ثابت ہوگی کذا فی الطحطاوی ولو ابرا الشریک المدیون عن البعض قسم الباقی علی سھامہ اور اگر ایک شریک مدیون کو بری الذمہ کرے بعض دین سے تو باقی دین اسکے سہام پر منقسم ہوگا مثلاً اگر دونوں شریکوں کے مدیون پر پانچ ہوں اور ایک شریک اپنے حصے سے نصف معاف کر دے تو اسکا مطالبہ مدیون سے پانچ درم کا باقی رہے گا اور شریک سالک کو دس درم کا دو مثلہ المقاصۃ اور ابرا کے مانند مقاصہ ہوگا اسطرح کہ ایک شریک پر مدیون کے پانچ درم دین تھے بیس درم دین مشترک سے پہلے اور پانچ درم مجرا ہو گئے اسکے دین میں تو تسعت دونوں شریکوں کا بیس پندرہ درم سے ہوگی یعنی شریک مدیون پانچ درم کا پاویگا اور دوسرا شریک دس درم ولو اجل نصیبہ صح عند الثانی اور اگر ایک شریک نے اپنے حصے میں دین کی اچھی مدت مقرر کی تو ابو یوسف کے نزدیک صحیح ہوگا امام کے نزدیک تا اجل حال شریکین اپنے حصے میں دوسرے شریک کی رضا پر موقوف ہوا اور محمد سے دو روایتیں ہیں معلوم نہیں کہ شارح نے امام کا قول کیوں ترک کیا اور ابو یوسف کا قول ذکر کیا باوجود عدم تصحیح کذا فی الطحطاوی والغصب والاستیجار نصیبہ قبض کالتزوج والصلح عن جنایۃ عمدا اور ایک شریک کا غصب اور اجارہ لینا بقدر اپنے حصے کے قبض ہوگا دین مشترک کا نہ نکاح کرنا اور صلح کرنا جنایت عمد سے یعنی اگر احد الشریکین کوئی چیز مدیون کی غصب کرے اور وہ اسکے پاس تلف ہو جائے تو وہ اپنے حصے کا قابض ٹھہرے گا تو دوسرا شریک آئین شریک ہوگا وعلی ھذا القیاس استیجار اور اگر مدیونہ سے ایک شریک نے نکاح کیا اپنے حصے کے مہر پر تو یہ قبض نہ ٹھہرے گا اسواسطے کہ ظاہر الروایت میں ہے اتلاف ہو تو شریک ثانی آئین رجوع نہیں کر سکتا اور جنایت عمد کی صلح میں اسواسطے قبض ثابت نہوا کہ بمقابلہ اصلح کے کسی چیز قابل شرکت کا شریک تک نہ پہنچا انجلاف جنایت خطا کہ وہ حکم

اموال ہی تو حصانت خطا کی صلح میں قابض ٹھہرے گا کذا فی الطحطاوی المختصرا وجملۃ اختصاصہ بعا قبض ان یھبہ الغاصب قدر ثم یقر بہ اور مقبوضہ شریک کے اختصاص کا حیلہ یہ ہی کہ مدیون ایک شریک کو بقدر اسکے دین کے ہبہ کرے پھر شریک یون کو اپنا حصہ معاف کرے مثلاً ایک شریک کا دین مدیون پر چالیس درم ہو تو اگر مدیون اس شریک کو چالیس درم بطریق ہبہ کے دے اور وہ اپنا حصہ معاف کرے تو ان چالیس درم میں شریک ثانی کی شرکت نہوگی کیونکہ مقبوض ہبہ ہی نہ دین او بیعہ بہ کفا من تمر مثلا ثم یبرئہ ملتقط وغیرہ ومرت فی الشرکۃ یا کہ احد الشریکین مدیون کے ہاتھ مثلاً کھجور بیچے بقدر اپنے حصے کے دین سے یعنی جسقدر اسکا حصہ تھا کھجور کا ثمن ٹھہرا دے پھر مدیون کو دین معاف کرے کذا فی الملتقط وغیرہ اور یہ مذکور ہو چکا کتاب الشرکۃ میں یعنی اگر اسکا حصہ دین سے دس درم ہو تو دس درم کو کھجور بیچے پھر اپنا دین معاف کرے تو اب جو مدیون پر دس درم اسکو دیگا وہ ثمن مبیع ٹھہرے گا نہ اسکے دین کا حصہ کذا فی الطحطاوی صالح احد رب السلم عن نصیبہ علی مائۃ فقبض من راس المال فان جاز ہ الشریک الآخر نفذ علیھما وان ردہ رد لان فیہ قسمۃ الدین قبل قبضہ وانہ باطل اور رب السلم میں سے ایک رب السلم نے اپنے حصے سے صلح کی مسلم الیہ سے اس مال پر جو اسنے دیا تھا راس المال سے تو اگر دوسرا شریک صلح کو جائز رکھے تو صلح دونوں شریکوں پر نافذ ہوگی اور اگر شریک رد کریگا تو صلح مردود ہو جائے گی اسواسطے کہ اس صلح میں دین کی قسمت ہی قبل اسکے مقبوض ہونے کے اور حالانکہ قسمت دین قبل قبض باطل ہی یعنی جبکہ دو شخصوں نے جنس سلم منعقد کی پس من گیہوں میں اور راس المال میں درم ہی اور ہر شخص نے دس دس درم تسلیم کیے پھر ایک شریک دس من گیہوں سے دس درم پر صلح کی اور دس درم جو مسلم الیہ کو دیے تھے سو اس سے لیے تو یہ صلح امام اور محمد کے نزدیک جائز نہیں بلا اجازت شریک ثانی کے سو اگر اجازت دیگا تو صلح نافذ ہوگی اور دس درم متبوض دونوں میں مشترک ہونگے اور جو سا باقی رہے گی وہ بھی دونوں میں مشترک ہوگی اور اگر اجازت نہ دیگا تو صلح باطل ہوگی اسواسطے کہ دونوں کے حصے میں بدون رضائے شریک ثانی صلح صحیح نہیں ہو سکتی اور اگر فقط مصالح کے حصے میں جائز کیجیے تو لازم آتی ہے قسمت دین کی قبل قبض کے کیونکہ خصوصیت اسکے حصے کی بلا تمیز نہیں ہو سکتی اور تمیز بلا قسمت متصور نہیں کذا فی الدر و تصحیح نیم لو کانا شریکی مفاوضۃ جاز مطلقا بحر ہاں اگر دونوں رب السلم شریک مفاوضہ ہوں تو مطلقاً جائز ہے کذا فی البحر طحطاوی نے کہا بحر الرائق میں یوں ہی کہ جاز ولو فی الجمیع یعنی صلح جائز ہے اگرچہ جمیع مسلم الیہ میں ہو یعنی جواز مخصوص نہیں بمصالح انہیں بلکہ جمیع میں بھی صلح کرے تو جائز ہی

فصل فی التخارج یہ فصل ہی تخارج کے احکام میں تم تخارج خروج سے ہی اصطلاح شرع میں تخارج اس سے عبارت ہی کہ وارث آپس اتفاق کریں کہ مثلاً ایک وارث کو میراث سے خارج کریں کچھ مال میں دیکر کذا فی النہر اخرجت الورثۃ احدھم عما ترکۃ وھی عرض فی عقار بمال اعطوہ لہ او اخرجوہ عن ترکۃ ھی ذھب بفضۃ فھو لہ او علی العکس او عن نقدین بعما فی الکل صرفا للجنس علی جنسہ خارج کر دیا وارثوں نے ایک وارث کو ترکہ سے اور وہ ترکہ اسباب ہی یا کہ وہ زمین اور باغ ہی بعوض اس مال کے جو انھوں نے اسکو دیا یا وارثوں نے اسکو نکالا اس ترکہ سے جو سونا ہی بعوض چاندی کے کہ انھوں نے اسکو دیدی یا بالعکس اسکے کہ چاندی سے خارج کیا سونا دیکر یا چاندی سونے سے خارج کیا چاندی سونا دیکر تو یہ تخارج سب صورتوں میں صحیح ہی جنس کو مخالف جنس کیطرف پھیرکر صرف جنس بجنسہ جنس یہ علت ہی تخارج عن النقدین النقدین کی قل ما اعطوہ او کثر لکن بشرط التقابض فیما ھو صرف جو اگر کہ وارثوں نے ایک وارث کو بہت دیا ہو یا کثیر ہر صورت تخارج صحیح ہی لیکن تقابض البدلین اس تخارج میں جو منجملہ عقد صرف کے ہی یعنی اگر چاندی سونے کا تخارج ہو چاندی سونے سے تو طرفین کا قبضہ کرنا شرط ہی صحت کی تاکہ سود لازم نہ آوے وفی اخراجہ عن نقدین وغیرھما باحد النقدین لا یعم الا ان یکون ما اعطی لہ اکثر من حصتہ من ذلک الجنس فجاز عن الربوا اور ایک وارث کے اخراج میں نقدین وغیرہما سے بمقابلہ احد النقدین کے تخارج

صحیح نہیں مگر یہ کہ جو سونا یا چاندی مُلکِ وارث کو دیا گیا ہو وہ زیادہ ہو اُسکے حصے سے اُس جنس میں سے تاکہ سود نہ بچاؤ ہو ہم یعنی اگر متروکہ میں درہم اور اسباب ہو اور ایک وارث کے حصے میں مثلاً دس درہم ہوتے ہوں تو عوض اُسکا دس درہم سے زیادہ واجب ہے تاکہ دس درہم عوض اُسکے حصے کے برابر ہو جائیں اور باقی درہم باقی متروکہ مقابلے میں پڑیں اور اگر عوض کے دراہم فقط دس ہوں یا کہ ایک وارث کا حصہ دراہم سے معلوم ہو تو صلح فاسد ہے سود کے احتمال سے ولا بد من حضور النقدین عند الصلح وعلمہ بقدر نصیبہ شرنبلالیۃ وجلالیۃ اور ضرور ہے موجود ہونا نقدین کا صلح کے وقت اور وارث کو اپنے حصے کی مقدار کا معلوم ہونا کذا فی الشرنبلالیہ والجلالیہ ولو بعرض جاز مطلقا لعدم الربوا اور اگر صلح بعوض اسباب کے ہو تو ہر طرح جائز ہے سود کے نہونے سے وکذا لو انکروا ارثہ لانہ حینئذ لیس ببدل بل لقطع المنازعۃ اسی طرح مطلقاً صلح جائز ہے اگر وارث منکر ہوں اُسکی میراث کے اسواسطے کہ اسوقت میں جو وہ دین بدلا نہیں لیکہ دینا قطع نزاع کے واسطے ہے وبطل الصلح ان اخرج احد الورثۃ وفی الترکۃ دیون بشرط ان تکون الدیون لبقیتھم لان تملیک الدین من غیر من علیہ الدین باطل اور صلح باطل ہو اگر ایک وارث ترکے سے خارج کیا جاوے اور حالانکہ متروکہ میں دیون ہیں اس شرط سے کہ دیون باقی وارثوں کے واسطے ہیں خارج کے واسطے اسواسطے کہ مدیون کے سوا اور شخص کو دین کا مالک کرنا باطل ہے ہم جب وارث خارج نے دیون کو باقی وارثوں پر چھوڑا تو اُسنے اپنے حصے کا دیون سے باقی وارثوں کو مالک کیا اور حالانکہ تملیک دین کی باطل ہے مگر اُسکو مالک کرنا باطل نہیں جیسے دین ہے ثم ذکر لبعضہ حیلا فقال وھو لو شرطوا ابراء الغرماء منہ ای من حصۃ لانہ تملیک الدین من علیہ الدین فیسقط قد نصیبہ عن الغرماء پھر مصنف نے صلح مذکور کی صحت کی حیل اور تدابیر ذکر کیں سو مصنف نے کیا اور صلح صحیح ہے اگر وارث شرط کریں صلح میں ابرا مدیون کا مصالح کے حصہ دین سے یعنی جتنا حصہ ہے مصالح کا دین میں اُسکو وہ معاف کرے تو صحیح ہے اسواسطے کہ اس ابرا میں مالک کرنا ہے دین کا اُسکو جسپر دین ہے اور یہ صحیح ہے تو بقدر اُسکے حصے کے دین ساقط ہو گا مدیونوں سے ہم اس حیلے میں باقی وارثوں کا فائدہ یہ ہے کہ وارث مصالح کا حق باقی نہ رہا مدیونوں پر اور یہ نہیں کہ اُسکا حصہ دین کا بقیہ ورثہ کا ہو گیا کذا فی الصدر الشریعۃ وقضوا نصیب المصالح منہ ای الدین تبرعا منھم واحالھم بحصتہ یا باقی وارث مصالح کا حصہ دین سے اپنے مال میں سے نقد وادا کریں بطریق احسان کے اُسکے جانب سے اور مصالح اپنے حصۂ دین کا حوالہ کرے مدیونوں پر یعنی وارثوں کو اپنا حصہ دلا دے مدیونوں سے ہم سو جسمیں بقیہ ورثہ کا ضرر ہے اسواسطے کہ نقد بہتر ہے نسیئہ سے کذا فی الصدر الشریعۃ واقرضوہ قدر حصتہ منہ فصالحوہ عن غیرہ بما یصلح بدلا واحالھم بالقرض علی الغرماء وقبلوا الحوالۃ وھذہ احسن الحیل ابن کمال یا باقی وارث مصالح کو قرض دیں بقدر اُسکے حصے کے دین سے اور صلح کریں مصالح سے دین کے سوا اور متروکہ سے بعوض اُس چیز کے جو بدل کی لیاقت رکھتا ہے اور مصالح وارثوں کو بدل قرض کا حوالہ کرے مدیونوں پر اور بقیہ ورثہ اس حوالے کو قبول کر لیں اور یہ حیلہ بہتر ہے اور حیلوں سے کذا ذکرہ ابن کمال ہم اسواسطے کہ حیلہ اولے میں مصالح کا ضرر ہے ابرا کرنے سے اور حیلۂ ثانیہ میں بقیہ ورثہ کا ضرر ہے احسان کرنے سے کذا فی الطحطاوی ولا وجہ ان یبیعوہ کفا من تمر ونحوہ بقدر الدین ثم یحیلھم علی الغرماء ابن ملک اور وجہ حیلہ یعنی آسان تر اور خفیف تر بقیہ وارثوں کے واسطے یہ ہے کہ ورثہ مصالح کے ہاتھ مٹھی بھر کھجور یا مانند اسکے بیچیں بقدر اُسکے دین کے پھر مصالح اپنے حصۂ دین کا ورثہ کے واسطے مدیونوں پر حوالہ کرے کذا ذکرہ ابن ملک ہم اسوجہ میں بقیہ ورثہ کا سراسر فائدہ ہے لیکن مصالح کا نقصان ہے صریح وفی صحۃ صلح عن ترکۃ مجھولۃ اعیانھا ولا دین فیھا علی مکیل او موزون متعلق بصلح اختلاف والصحیح الصحۃ زیلعی لعدم اعتبار شبھۃ الشبھۃ اور جنس ترکے کے اعیان معلوم نہیں اور ترکہ میں دین نہیں اُسکی صلح کے صحیح ہونے میں مکیل اور موزون پر اختلاف ہے اور قول صحیح صحت صلح کا ہے کذا فی الزیلعی بسبب نہ معتبر ہونے شبہۂ الشبہہ کے شارح نے کہا علی مکیل او موزون صلح سے متعلق ہے ہم یعنی جب ترکہ میں دین نہو اور اعیان اُسکے معلوم نہوں اور مکیل او موزون

پر صلح کا ارادہ ہو تو اُسکی صحت میں اختلاف ہی فقیہ ابوجعفر صحت صلح کا قائل ہی اور یہی قول صحیح ہی اور ظہیر الدین مرغینانی عدم صحت کا قائل ہی بعلت شبہۂ ربوا وجہ صحت یہ ہی کہ یہ سود کا شبہہ شبہہ ہی اسواسطے کہ احتمال ہی کہ ترکہ مین کیلی یا موزون ہو بتقدیر اُسکے ہونے کے پھر یہ احتمال ہی کہ بدل صلح سے وہ زیادہ ہو تو احتمال الاحتمال شبہۂ الشبہہ ہی اور عدم صحت مین شبہہ سود کا معتبر ہی نہ شبہۂ الشبہۃ وقال ابن الکمال ان فی الترکۃ جنسا یدل الصلح لم یجز والا جاز وان لم یدر فعلی الاختلاف اور ابن کمال نے کہا کہ اگر ترکے مین بدل صلح کا ہم جنس ہو تو صلح جائز نہین اور اگر ہم جنس نہین تو صلح جائز ہی اور جنسیت یا عدم جنسیت معلوم نہو اُس صورت مین اختلاف ہی ولو الترکۃ مجھولۃ وھی عین مثلی او موزون فی ید البقیۃ من الورثۃ صح فی الاصح لانہا لا تفضی الی المنازعۃ لبقائہا فی ید ھم حتی لو کانت فی ید المصالح او بعضھا لم یجز ما لم یعلم جمیع ما فی یدہ للحاجۃ الی التسلیم ابن ملک اور ترکہ غیر کیلی یا وزنی مجہول الاعیان بقیہ ورثہ کے پاس ہو تو صلح صحیح ہی قول اصح مین اسواسطے کہ جہالت اُسکی موجب نزاع نہین بسبب موجود ہونے ترکے کے بقیہ ورثہ کے ہاتھ مین تو اگر تمام یا بعض ترکہ مجہولہ وارث مصالح کے پاس ہو تو صلح جائز نہین جبتک کہ تمام مقبوضہ انکا معلوم نہو بسبب حاجت تسلیم کے کذا ذکرہ ابن ملک م خلاصہ یہ ہی کہ اگر ترکہ مجہول بقیہ ورثہ کے پاس ہی تو تسلیم کی حاجت نہین تو جہالت موجب نزاع نہین لہذا صلح صحیح ہی اور اگر مصالح کے پاس تمام یا بعض ہی تو جب تک تمام مقبوضہ معلوم نہو تو صلح جائز نہین کیونکہ یہان تسلیم کی حاجت ہی اور تسلیم درصورت جہالت موجب نزاع ہی وبطل الصلح والقسمۃ معاطاۃ الدین بالترکۃ اور باطل ہی صلح ایک وارث کے اُسکے نکالنے کے واسطے اور باطل ہی قسمت ترکے کی وارثون مین باوجود محیط ہونے دین کے ترکے سے یعنی جب دین محیط ترکہ ہو تو ورثہ ترکے کے مالک نہین جو اُنمین صلح یا قسمت جاری کرین اسواسطے کہ دین میراث پر مقدم ہی الا ان یضمن الورثۃ الدین بلا رجوع مگر اس صورت مین صلح اور قسمت باطل نہین جبکہ ورثہ دین کے ضامن ہون بلا رجوع یعنی ضمانت اس شرط پر ہو کہ ترکے سے نہ لین اسواسطے کہ اگر رجوع ہوگا تو ترکہ مشغول ٹھہریگا کذا فی الطحطاوی او یضمن اجنبی بشرط براءۃ المیت یا دین کا اجنبی شخص ضامن ہو بشرط براءت ذمۂ میت تم تقیید براءت مین شارح مصنف کا تابع ہوگیا ہی اور زیلعی مین تو عدم رجوع فی الترکہ پر اشتراط کا مدار ہی کذا فی الطحطاوی او یوفی من مال آخر یا وارث دین میت کا ادا کرے اور مال سوائے ترکے کے یعنی وارث خواہ اپنے مال سے ادا کرے میت کی کسی اور چیز سے جواب ظاہر ہوئی کذا فی الطحطاوی ولا ینبغی ان یصالح ولا یقسم قبل القضاء للدین فی غیر دین محیط اور سزاوار نہین کہ صلح کیجائے اخراج وارث پر یا قسمت کیجائے دین ادا کرنے سے پہلے اُس ترکے مین جسپر دین محیط نہین ہم اسواسطے کہ میت کی گلو خلاصی اول بہتر ہی طحطاوی نے کہا بلکہ صورت مذکورہ مین صلح اور قسمت مکروہ ہی ولو فعل الصلح والقسمۃ صح لان الترکۃ لا تخلو عن قلیل دین فلو وقف الکل تضرر الورثۃ فیوقف قدر الدین استحسانا وقایۃ لئلا یحتاجوا الی نقض القسمۃ ہم اگر صلح اور قسمت کیجائے ترکہ مذکورہ مین قبل ادا کرنے دین کے تو صحیح ہی اسواسطے کہ ترکہ قلیل دین سے خالی نہین ہوتا تو اگر کل ترکہ کی صلح یا قسمت موقوف رہے تو وارثون کا ضرر ہی تو بقدر دین ترکہ موقوف رہے بوجہ استحسان کذا فی الوقایۃ تاکہ وارثون کو قسمت توڑنے کی حاجت نہ پڑے کذا فی البحر ہم استحسان متعلق ہی صحت سے یعنی صلح اور قسمت صحیح ہی استحسان کی راہ سے نہ قیاس کی راہ سے اسواسطے کہ قیاس ہی کہ صحیح نہو اسواسطے کہ ترکے کا ہر جزو مشغول بدین ہی بعلت عدم ترجیح وجہ استحسان وہ ہی جو شارح نے ذکر کی کذا فی الطحطاوی ولو اخرجوا واحدا من الورثۃ فحصتہ تقسم بینہم ابدا فی علی السواء ان کان ما اعطوہ من مالہم غیر المیراث اور اگر وارثون نے ایک وارث کو ورثہ سے نکال ڈالا از راہ صلح کے تو اُسکا حصہ باقی وارثون مین برابر قسمت ہوگا اگر وہ مال جو اُنھون نے وارث خارج کو دیا بقیہ ورثہ کے خاص مال سے جو میراث کے سوا وان کان المعطی ما دفعوہ الیہ قدر میراثہم یقسم بینہم اور اگر یہ مال اُنمین سے ہو جسکو اُنھون نے میراث مین پایا تو بقدر اُنکی میراث کے

انمین خارج کا حصہ تسمت ہوگا وقیدہ بکونہ عن انکار فلو عن اقرار فعلی السواء اور خصاف نے اس تفصیل مذکور مین صلح انکاری کی قید لگائی ہی یعنی جبکہ وارث ایک شخص کی میراث کے منکر ہون اور رفع نزاع کے واسطے کچھ مال دیکر صلح کرین تب یہ تفصیل ہو تو اگر صلح ورثہ کی اقرار میراث سے ہو تو تسمت برابر ہی مطلقاً خواہ ترکے سے مال صلح دیا ہو یا غیر ترکہ سے اسواسطے کہ یہ صلح بیع کے مانند ہی تو گویا وارثون نے اسکو خرید لیا اور بستاوی ظاہر مین مگرچہ کہ مال مرفوع ورثہ مین برابر ہو فتامل کذا فی الطحطاوی وصلحا حدهم عن بعض الاعیان صحیح اور صلح کرنا ایک وارث کا بعض اعیان ترکہ سے صحیح ہی یعنی صلح مین کل اور بعض دونون برابر ہین ولو لم یذکر فی صلک التخارج ان فی التركة دینا ام لا فالصلح صحیح وکذا لو لم یذکره فی الفتوی یفتی بالصحة ویحمل علی وجود شرائطها مجمع الفتاوی اور اگر تخارج کی دستاویز مین یہ مذکور نہو کہ ترکے مین دین تھا یا نہ تھا تو دستاویز صحیح ہی اور اسیطرح اگر یہ مذکور نہو فتوی مین یعنی استفتا اور سوال مین تو صحت صلح کا فتوی دیا جاوے اور عدم ذکر کو وجود شرائط صحت صلح پر محمول ہوگا کذا فی مجمع الفتاوی یعنی مفتی پر اسکی بحث واجب نہین کذا فی الطحطاوی والموصی له بمبلغ من التركة کوارث فیما قبض منه من مسئلة التخارج وجنبی کے واسطے کسیقدر ترکے سے وصیت کی گئی ہو وہ وارث کے مانند ہی اُن احکام مین جنکو ہم مقدم ذکر کر چکے ہین تخارج کے مسئلے سے یعنی جس تفصیل سے وارث سے تخارج جائز ہی اسی تفصیل سے موصی لہ سے جائز ہی صالحها ای الورثة احدهم وخرج من بینهم شد ظهر المیت دین او عین لم یعلموها هل یکون ذلك داخلا فی الصلح المذکورة قولان اشهرهما لا بل یبین کل والثانی حکما فی الخانیة مقدما للعدم الدخول وقد ذکر فی اول فتاواه انه یقدم ما هو لا شهر فکان هو المعتمد کذا فی البحر قلت وفی البزازیة انه الاصح ولا یبطل الصلح ورثہ نے صلح کی ایک وارث سے اور وہ وارث باقی وارثون سے خارج ہوگیا پھر میت کا دین یا عین ظاہر ہوا جو وارثون کو صلح کے وقت معلوم نہ تھا تو یہ دین یا عین صلح مذکور مین داخل ہوگا یا نہوگا اسمین دو قول ہین دخول اور عدم دخول کے دونون قولون مین مشہور تر قول عدم دخول کا ہی بلکہ وہ دین یا عین سب وارثون مین مشترک ہی اور دونون قولون کو خانیہ مین حکایت کیا ہی عدم دخول کو مقدم ذکر کرکے اور قاضی خان نے اپنے فتاوے کے اول مین ذکر کیا ہی کہ جو قول مشہور تر ہی وہی مقدم ہی یعنی عدم دخول ہی معتمد ٹھہرا کذا فی البحر مین کہتا ہون اور بزازیہ مین ہی کہ البقل ہی صحیح تر قول ہی اور صلح مذکور باطل نہوگی وفی الوهبانیة **شعر** وفی طفل بالشهود فلم یجز ✦ وما یدعی خصم ولا یتنوا ✦ اور وہبانیہ مین ہی اور صلح طفل کے اُس مال مین جو گواہون سے ثابت ہو جائز نہین اور صلح جائز نہین اسمین جسکا مدعی طفل پر دعوی کرے اور اپنا دعوی گواہون سے روشن نکرے ہم اور اگر طفل کا مال گواہون سے ثابت ہو تو صلح جائز ہی اور دوسری صورت مین اسواسطے صلح جائز نہین کہ مدعی مستحق نہین مگر قسم لینے کا اور قسم نہ طفل کے باپ پر عائد ہوتی ہی نہ خود طفل پر اور اگر مدعی کے گواہ ہون صلح جائز ہی کذا فی الطحطاوی **مصرع** وهم علی الابراء من کل غائب اور صحیح ہی صلح ابراء پر ہر عیب سے یعنی مشتری اگر براءت عیوب مبیع پر کچھ لیکر بائع سے صلح کرے تو جائز ہی طحطاوی نے کہا اسواسطے کہ ابراء عن العیب بالبدل صحیح ہی تو اسطرح بدل کے ساتھ بھی صحیح ہی کیونکہ یہ استقاط حق ہی **مصرع** ولو زال عیب عند صلح یعود اور اگر عیب مبیع سے زائل ہوگیا تو صلح باطل ہی ہم یعنی اگر مثلاً غلام یا جانور کی آنکھ کے جالے یا ناخنہ سے صلح کی اور جالا یا ناخنہ آنکھ سے دفع ہوگیا تو صلح باطل ہی تو بدل صلح پھیر دیا جائے اور اسیطرح ہر عیب زائل کا حکم ہی کذا فی الطحطاوی **مصرع** ومن قال ان تحلف فلی کذا ✦ اور جو مدعی کہ مدعا علیہ سے کہے کہ اگر تو قسم کھائے تو بری الذمہ ہوگا تو وہ جائز نہین یعنی پھر مدعا علیہ نے قسم کھائی تو صلح باطل ہی اسواسطے کہ اگر کی تعلیق شرط صحیح پر جائز نہین چنانچہ مذکور ہو چکا تو اگر مدعی گواہ لاوے گا بعد اس صلح کے تو سماعت ہوگی اور اگر اقامت شہادت سے عاجز ہوگا تو مدعا علیہ سے دوسری بار قسم لی جائے گی اسواسطے کہ پہلی قسم تام الخصومت نہین ہوئی کذا فی الطحطاوی **مصرع**

ولو مدعا کالاجنبی بصور اگرچہ مدعی قسم کھائے تو صلح باطل ہو اور مدعا علیہ اجنبی کے مانند ہیں صورت مذکور میں مدعی کی قسم کی یہ صورت ہو کہ مدعی اور مدعا علیہ اتفاق کریں کہ اگر مدعی قسم کھائے اپنے دعوی پر تو مدعا علیہ پر دعوی ثابت ہو تو اگر مدعی قسم کھائے تو مدعا علیہ پر مال واجب ہوگا اور اجنبی کی صورت یہ ہو کہ مدعا علیہ نے کہا کہ اگر فلانا شخص یعنی غیر مدعی قسم کھائے تو مال میرے ذمہ ہے تو صلح باطل ہو اور مال لازم نہیں کذا فی الطحطاوی واللہ تعالی اعلم واستغفر اللہ العظیم لی ولجمیع المسلمین

کتاب المضاربۃ

یہ کتاب ہی عقد مضاربت کے احکام میں ھی لغۃ مفاعلۃ من الضرب فی الارض وھو السیر فیھا مضاربت باعتبار لغت عرب مفاعلت ہی ضرب فی الارض سے اور ضرب فی الارض عبارت ہی زمین کے چلنے پھرنے سے ہم اس عقد کا مضاربت اسواسطے نام رکھا کہ مضارب بیشتر زمین پر چلتا پھرتا ہی نفع حاصل کرنے کے واسطے اور اہل حجاز اس عقد کو مقارضہ اور قراض بولتے ہیں اسواسطے کہ قرض معنی قطع ہی اور صاحب مال کچھ اپنا مال کاٹ کر مضارب کو دیتا ہی کذا فی الفتح وشرعا عقد شرکۃ فی الربح بمال من جانب رب المال وعمل من جانب المضارب اور شرعا مضاربت شرکت فی النفقہ کا عقد ہی جو عقد کہ منعقد ہو مال اور عمل سے مال تو رب المال کی جانب سے اور عمل مضارب کی جانب سے ہم مثلا حامد نے ہزار روپیہ محمود کو دیے کہ اسسے تجارت کرے اور نفع میں دونوں شریک ہیں اور محمود نے قبول کیا تو اس عقد کو شرع میں مضاربت کہتے ہیں اور حامد رب المال اور محمود مضارب ہی ودکنھا الایجاب والقبول اور رکن مضاربت ایجاب اور قبول ہم ایجاب اسطرح کہ رب المال مضارب سے کہے کہ میں نے یہ مال تجھکو بطریق مضاربہ یا مقارضہ یا معاملہ کے دیا یا اس مال کو لے اور تجارت کر اس شرط پر کہ آدھی منفعت یا تہائی تیری یا یوں کہے کہ اس مال سے متاع خرید کر سو جو فائدہ حاصل ہو اسمیں سے تیرا اتنا حصہ ہی یا یوں کہے یہ مال لے آدھوں آدھ نفع پر اور مضارب کہے کہ میں نے قبول کیا جس لفظ میں یہ مضمون ادا ہو کذا فی الطحطاوی عن الحموی وحکمھا انواع لانھا ابتداع اور حکم مضاربت یعنی اسکا اثر مرتب چند نوع ہی لیکن بانظار مختلفہ اسواسطے کہ مضاربت امانت لھذا ہی شروع میں ہم مضاربت ابتدا میں ایداع اسواسطے ہی کہ قبض کرنا مال کا ہی باذن مالک بروجہ مبادلہ دوثیقہ تخلات مقبوض علی سوم الشراء کہ وہ قبض ہی بروجہ مبادلہ اور بخلاف رہن کے کہ وہ قبض ہی بطریق وثیقہ کے کذا فی الدرر پھر جب مضاربت ایداع ٹھہری تو ہلاک مال سے مضارب پر تاوان نہیں ومن حکم الضمان ان یقرضہ المال الا درھما ثم یعقد شرکۃ عنان بالدرھم وبما اقرضہ علی ان یعملا والربح بینھما ثم یعمل المستقرض فقط فان ھلک فالقرض علیہ اور ہلاک رأس المال میں مضارب سے تاوان لینے کا ایک حیلہ یہ ہی کہ مضارب کو مال قرض دے سوائے ایک درم کے پھر شرکت عنان منعقد کرے اس باقی درم سے اور اس مال سے جو مضارب کو قرض دیا اس شرط پر کہ رب المال اور مضارب دونوں تجارت کا کام کریں اور نفع دونوں میں برابر ہو پھر بعد اسکے فقط قرض لینے والا یعنی مضارب تجارت کرے تو اگر مال ہلاک ہوگا مضارب پر قرض ثابت رہیگا کام شرکت عنان کو اسواسطے خارج کیا کہ اسمیں نفع بقدر مال کے لازم نہیں اور دونوں کا عمل اسواسطے شرط کیا کہ اگر ایک کا عمل شرط ہوگا تو شرکت عنان فاسد ہو جاے گی اور مفسد شرط عمل واحد ہی نہ اطلاق طحطاوی نے کہا اس حیلے سے مضاربت باقی نہ رہی بلکہ اس المال میں شرکت ہو گئی وتوکیل مع العمل تصرفہ بامرہ اور مضارب توکیل ہی عمل کے ساتھ بسبب تصرف کرنے مضارب کے بیت المال کے امر سے ہم جب توکیل ہوئی تو جو عہدہ اسکو لاحق ہوگا وہ رب المال ہی کذا فی الدرر وشرکۃ ان مربح اور مضاربت شرکت ہی اگر نا فدہ حاصل ہو اسواسطے کہ مال اور عمل سے فائدہ حاصل ہو تو دونوں اسمیں شریک ہونگے وغصب ان خالف وان اجاز رب المال بعد تصرفہ غاصبا بالمخالفۃ اور مضاربت غصب ہی اگر مضارب نے رب المال کے خلاف کیا اگرچہ رب المال بعد اس خلاف کے اسکو جائز بھی رکھے بسبب ہو جانے مضارب کے غاصب مخالف سے ہم مخالفت کی یہ صورت ہی کہ مضارب نے وہ چیز خریدی اور بیچی جس سے رب المال نے منع کر دیا تھا غصب اسواسطے ہوا کہ تعدی کی غیر کے مال میں تو اب مضارب پر ضمان لازم ہوگا واجارۃ فاسدۃ

ان هلكت فلا شيء للمضارب حتى لو احرمثل عمله مطلقا ربحا ولا كالاجر اذا على المشروط خلافا لمحمد والثلثين اور مضاربت اجارہ فاسدہ ہی اگر عقد مضاربت فاسد ہو جاوے تو اب اس وقت میں مضارب کے واسطے نفع میں سے اسکے واسطے اسکی محنت کی مزدوری ہی ہر طرح تجارت میں نفع حاصل ہو یا زیادہ دی جاوے مزدوری مشروط سے بخلاف محمد اور ائمہ ثلثہ کے کہ اجارہ فاسدہ کا بھی حکم ہی کہ اسکی اجرت مثل مشروط سے نہیں ہوتی الا فی وصی اخذ مال یتیم مضاربۃ فاسدۃ شرط له لنفسه عشرة دراهم فلا شيء له فی مال الیتیم اذا عمل اشباہ فهو استئناء من اجر عمله مضاربت فاسدہ میں اجرت عمل ہی مگر اس وصی میں جسنے یتیم کا مال بطریق مضاربت فاسدہ لیا جیسے وہی کام اپنے واسطے دس درہم کا شرط کر لینا تو اسکو کچھ اجرت نہ ملے گی یتیم کے مال سے جبکہ وصی عمل کرے گا کذا فی الاشباہ شارح نے کہا الا فی وہی مستثنا ہی اجرت عمل سے ہم بیان محل استثناء کا کہ مستثنا اجرت عمل سے ہی یا عدم زیادت علی المشروط سے ہر چند مصنف نے رفع ایہام کر دیا تھا اس قول فلانشیء کے سے لیکن شارح نے مزید توضیح کے واسطے کھول کر کہہ دیا والفاسدة لا ضمان فيها ايضا كصحيحة لانه امين اور مضاربت فاسدہ میں بھی ہلاکت مال سے تاوان نہیں جیسے مضاربت صحیحہ میں اسواسطے کہ مضارب امین ہی اور امین ضمین نہیں ہوتا دفع المال الى اخر مع شرط الربح كله للمالك بضاعة فيكون وكيلا متبرعا والربح كله للمالك اور دوسرے شخص کیلئے جو دوسرے شخص کیلئے جو شرط ہوئے تمام نفع کے مالک کے واسطے بضاعت ہی یعنی یہ عقد مضاربت نہیں بلکہ عقد بضاعت ہی تو دوسرا شخص عمل کرنے سے محسن ہوگا مالک کا احسان یہ کہ اپنے واسطے عامل نے فائدہ شرط نہیں کیا ومع شرطه للعامل قرض للغلة ضرورة اور تمام نفع عامل کیواسطے مشروط ہونے کے ساتھ مال دینا قرض ہی ہوا واسطے قلت ضرر قرض کے یعنی اگر مالک نے دوسرے کو مال دیا اور دونوں میں یہ ہوئی کہ تمام نفع محنت کرنے والے نہ صاحب مال تو یہ مضاربت نہیں جو قرض ہوا اسواسطے کہ عامل کل منفعت کا مستحق نہیں ہو سکتا مگر جبکہ راس المال کا مالک ہو اور مالک متصور نہیں مگر ہبہ یا قرض سے لیکن ہبہ میں مالک کا سراسر نقصان ہوا سواسطے کہ ہبہ قاطع حق ہی ہیں اور اسکے بدل دونوں سے بخلاف قرض کہ وہ فقط عین میں قاطع حق ہی نہ اسکے عوض میں تو بنظر قلت ضرر قرض ہی عقد کو قرض ٹھہرایا نہ ہبہ کذا فی الطحطاوی مختصر التبرعات وغیرها صور سبعة اور صحت مضاربت کی سات شرطیں ہیں ان شرط راس المال کا سنجیدہ اشرفی کے ہونا ہم اسکا معلوم ہونا ہم راس المال کا عین ہونا نہ دین ہم مضارب کو راس المال تسلیم کرنا ہم شیوع منفعت بالتعیین مقدار مالک اور مضارب کا حصہ معلوم ہونا ہے مضاربت کی جسمیں منفعت سے ہونا راس المال سے اور تفصیل شرائط مذکورہ کی ماتن اور شارح کے بیان سے معلوم ہوگی کون راس المال من الاثمان كما في الشركة شرط صحت مضاربت ہونا راس المال کا اثمان سے چنانچہ مذکور ہو چکا کتاب الشرکۃ میں ہم تو مضاربت صحیح نہیں کہ اس مال سے شرکت صحیح ہوتی ہی اسواسطے کہ مضاربت شرکت ہی فائدہ حاصل ہونے کے وقت تو وہ مال ہنر و ہوس سے شرکت صحیح ہوتی ہی یعنی دراہم و دنانیر اور چاندی ہونا غیر مسکوک اور فلوس مروجہ کذا فی الدرر وهو معلوم تاما قدرا وصفة راس المال معلوم ہونا عاقدین کو یعنی شارح کہ عاقدین عقد مضاربت کریں بمقدار معین راس المال پر مثلاً ہزار یا دو ہزار درہم پر وكفت فيه الاشارة اور راس المال کے معلوم ہونے میں اشارہ کرنا کفایت کرتا ہم صورت اشارہ یہ ہی کہ بطور مضاربت ایک شخص کو روپیہ دیوے اور انکی مقدار معلوم نہیں انکو تو جائز ہی کذا فی الدرر والقول فی قدره وصفته للمضارب بيمينه والبينة للمالك اور درصورت اختلاف کے راس المال کی مقدار اور وصف میں مضارب کا قول معتبر ہی اسکی قسم کے ساتھ اور گواہ لانا مالک کے واسطے ہی واما المضاربة بدين فان على المضارب لم يجز وان على ثالث جاز وكره اور عقد مضاربت دین سے ازسوا اگر مضارب پر دین ہو تو جائز نہیں اور اگر غیر شخص پر ہو تو جائز ہی اور مکروہ ولو قال اشترلی عبد نسيئة ثم به وضاربه بثمنه ففعل جاز اور اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میرے لیے ایک غلام ادھار خرید کر پھر اسکو بیچ اور اسکے ثمن سے مضاربت کر سو اسنے ایسا ہی کیا

تو جائز ہی ہم اسواسطے کہ مضاربت غلام کیطرف مضاف نہیں جو جائز نہو بلکہ اسکے ثمن کیطرف مضاف ہی اور ثمن سے مضاربت صحیح ہی کذا فی الدرر
اور بہ حیلہ ہی جواز مضاربت فی العروض کا یعنی متاع کے ثمن کیطرف مضاربت کو مضاف کرے کقولہ لغاصب و مستودع اعمل بما فی یدک مضاربۃ بالنصف جائز سمجھتے چنانچہ یوں کہنا غاصب یا مستودع یا مستبضع سے کہ تجارت کر اس مال سے جو غیر تیرے پاس ہی بطریق مضاربت کے نصف نفع نصف پر تو جائز ہی کذا فی المجتبیٰ مستبضع وہ ہی جسکے پاس مال ہو بطریق بضاعت کے کہا مضاربت اس صورت میں جائز ہوگی جب غاصب وغیرہ کے پاس اس قسم کا مال ہو جسمیں مضاربت جاری ہوتی ہو یعنی از قسم ثمن ہو نہ متاع وکون راس المال عینا دینا کما بسط فی الدرر اور شرط صحت ہی ہونا راس المال کا عین یعنی معین ہونا شرط ہی نہ دین ہونا چنانچہ اسکو درر میں واضح بیان کیا ہم درمیں ہی عین ہونا شرط ہی نہ دین ہونا اسواسطے کہ مضارب امین ہی شروع میں اور جسپر دین ہی اسکا امین ہونا متصور نہیں تو اگر دائن نے مدیون سے کہا کہ عمل کر اس دین میں جو تیرے ذمے ہی بطریق مضاربت فی النصف کے تو جائز نہیں انتہی طحطاوی نے کہا عین سے عرض مراد نہیں بلکہ مراد ہی مسلما للمضارب لیمکنہ التصرف در انحالیکہ رب المال تسلیم کرنے والا ہو راس المال کا مضارب کو تا اسکو تصرف اسکا ممکن ہو ہم اسواسطے کہ عمل مضاربت کی جانب سے ہی اور وہ ممکن نہیں بدون تسلیم کے علی وجہ الکمال تو اگر صاحب مال یہ شرط کرے کہ ہر شب مال میرے پاس رہے تو مضاربت فاسد ہوگی اور اگر مضارب مال مضاربت راس المال سے خرید فروخت کرے تو نفع میں دونوں شریک ہوں گے بموجب شرط کے اسواسطے کہ تصرفات ہی عمل پر نہ نقص مضاربت پر بخلاف اشتراط عمل رب المال عین عقد میں کہ وہ مفسد ہی کذا فی الطحطاوی بخلاف الشرکۃ لان العمل فیھا من الجانبین بخلاف عقد شرکت کے اسواسطے کہ تحصیل دونوں جانب سے عمل ہی وکون الربح بینھما شائعا فلو عین قدرا فسدت اور شرط مضاربت ہی ہونا منفعت کا بین دونوں کے شائع اور عام تو اگر کسی مقدار کو معین کرے تو مضاربت فاسد ہوگی ہم منفعت شائع ہو مثلاً دونوں میں نصفا نصف ہو یا تین تہائی اسواسطے کہ تحصیل منفعت کی شارکت ثابت ہی نفع قلیل ہو یا کثیر اور سہم معین کرنا چنانچہ سو درہم یا نصف منفعت کے ساتھ دس درہم زیادہ تو یہ قاطع ہی شرکت کا اسواسطے کہ شاید منفعت نہو مگر بقدر سہم معین پھر جب شرکت منفعت کی نہ رہی تو مضاربت باقی نہ رہی وکون نصیب کل منھما معلوما عند العقد مضاربت ہی ہر واحد کے حصے کا معلوم ہونا عقد مضاربت کے نزدیک ہم حصہ ہر ایک کا معلوم ہونا مجہول صورت مجہول یہ ہی کہ مثلاً مالک کہے مضارب سے کہ تجکو نصف نفع خواہ ثلث خواہ ربع ہی معلوم ہونا اسواسطے شرط ہوا کہ عقد مضاربت ہی نفع کیواسطے تو اسکی جہالت موجب فساد عقد ہوگی ومن شروطھا کون نصیب المضارب من الربح حتی لو شرط لہ من راس المال او منہ او من الربح فسدت اور مضاربت کی شرطوں سے ہی ہونا حصہ مضارب کا نفع سے تو اگر مضارب کیواسطے راس المال سے یا راس المال اور نفع دونوں سے حصہ شرط ہو تو مضاربت فاسد ہی اسواسطے کہ ان دونوں شرطوں کو عقد متقضی نہیں کذا فی الطحطاوی فی الجلالیۃ کل شرط یوجب جھالۃ فی الربح او یقطع الشرکۃ فیہ یفسدھا والا بطل الشرط وصح العقد اعتبارا بالوکالۃ جلالیہ میں ہی جو شرط کہ جہالت نفع کی موجب ہو یا قاطع ہو شرکت کی نفع میں وہ شرط مفسد مضاربت ہی اور نہیں تو شرط باطل ہو جاتی ہی اور عقد صحیح ہوتا ہی بقیاس وکالت کے یعنی جسطرح وکالت شرط فاسد سے فاسد نہیں ہوتا ہم جہالت نفع چنانچہ نصف نفع یا ثلث بطریق تردید کے اور قطع شرکت چنانچہ ایک شخص کیواسطے دراہم معینہ کا شرط کرنا ان دونوں کے سوا اور شروط فاسدہ جو مفسد عقد نہیں از انجملہ یہ ہی کہ مضارب پر خسران یعنی نقصان شرط کیا جائے یا دونوں پر کذا فی الطحطاوی ولو ادعی المضارب فسادھا فالقول لرب المال وبعلتہ فالمضارب اور اگر مضارب فساد مضاربت کا دعوی کرے تو صاحب مال کا قول معتبر ہوگا اسواسطے بالعکس یعنی اگر صاحب مال فساد کا دعوی کرے تو مضارب کا قول معتبر ہی کالاصل ان القول لمدعی الصحۃ فی العقود کالاذا قال لرب المال شرطت لک ثلث الربح کان عشرۃ وقال المضارب بل الثلث فالقول لرب المال ولو فیہ فسادھا لانہ منکر زیادۃ یدعیھا

المضاربہ خاکیہ اور قاعدہ کلیہ ہے کہ عقود مین مدعی صحت عقد کا قول مقبول ہے جبکہ صاحب مال کہے مضارب سے کہ مین نے تیرے واسطے ثلث نفع شرط کیا ہے سواے دس درہم کے اور مضارب کہے ثلث نفع شروط ہے تو صاحب مال کا قول مقبول ہے اگرچہ صاحب مال کے قول مین زیادتی ہے مضاربت ہے مقبول ہے اسواسطے ہے کہ صاحب مال اُس زیادت کا منکر ہے یعنی بالکل مضارب دعوی کرتا ہے کذا فی النہایہ وما فی الاشباہ فیہ اشتباہ فانظرہ اور جو قول اشباہ مین ہے کہ مین اشتباہ ہے سو اُسکو سمجھے ہے اشباہ کی عبارت یہ ہے القول قول مدعی الصحۃ الا اذا قال رب المال شرطت لک الثلث وزیادۃ عشرۃ وقال المضارب الثلث فالقول للمضارب یعنی مقبول قول مدعی صحت کا ہے مگر جبکہ صاحب مال کہے کہ مین نے تیرے واسطے ثلث اور دس درہم کی زیادت شرط کی ہے مضارب کہے ثلث نفع مشروط ہے تو مضارب کا قول ہے انتہی المقصود مصنف نے اپنی شرح مین اور محمد صالح ابن مصنف نے حاشیہ اشباہ مین کہا کہ حکم مذکور قاعدہ مذکورہ کے مطابق ہے اسواسطے کہ مضارب ہر صورت مین مدعی صحت عقد ہے یعنی برخلاف رب المال کے کہ مدعی فساد ہے صاحب اشباہ کو اشتباہ یہ واقع ہوا کہ اُسنے یہ گمان کیا کہ مسئلہ مذکورہ قاعدے سے خارج ہے اور حالانکہ ایسا نہین ہے خارج کذا فی الطحطاوی وہی علت المضارب والمطلقۃ التی لم تقید بمکان او زمان او نوع البیع ولو فاسدا بنقد ونسیۃ متعارفہ اور مضارب مالک ہے مضاربت مطلقہ یعنی اُس مضاربت مین جسمین مکان تجارت یا زمان تجارت کی قید نہین بیع کا اگرچہ بیع فاسد ہو نقد ثمن سے بیع کرے یا بادت متعارفہ کے ساتھ مبیعہ مراد نہیں مضارب کو بیع فاسد حلال ہے لیکن مراد یہ ہے کہ بیع فاسد سے مضارب مخالف نہوگا کہ غاصب ٹھہرے اور مال اُسکے ہاتھ مین امانت باقی رہے بہ مدت مین مخالفہ کی قید اسواسطے لگائی تاجل طویل سے احتراز واقع ہو والشراء والتوکیل بہما اور مضارب خرید کرنے کا مالک ہوا اور خرید فروخت کیلیے اسطے دوسرے شخص کو وکیل کرنے کا مالک ہے والسفر جدا وبحرا ولو فوق ما علیہ المال فی بلد علی الظاہر اور مالک ہے سفر کرنے کا خشکی اور تری مین یعنی زمین اور دریا مین اگرچہ صاحب مال نے مضارب کو مال دیا ہو اپنے شہر مین یا شہر قریب مین بنا بر قول ظاہر کے اور قول غیر ظاہر ابو یوسف کی روایت ہے اسواسطے کہ اگر اپنے شہر مین مال دے تو مضارب کو سفر جائز نہین اور اگر سفر مین دے تو اُسکو سفر کرنا اُس شہر صاحب مال جائز ہے قول ظاہر کی دلیل یہ ہے کہ مضارب مشتق ہے ضرب فی الارض سے تو بمقتضاے لفظ مسافرت کا مضارب مالک ہے ولا یضاعۃ ای فہم المال بضاعۃ اور مالک ہے ایضاع کا یعنی مال کے دینے کا بطریق بضاعت کے یعنی تمام نفع صاحب مال کے واسطے مشروط ہو ولو لرب المال ولا تفسد بہ المضاربۃ کما یجی اگرچہ مضارب نے صاحب مال کو مال دیا ہو بطریق بضاعت کے تو بھی اُسکو اختیار ہے اور اس دینے سے مضاربت فاسد نہین ہوتی چنانچہ بیان ہوگا آویگا وعملک الایداع والرہن والارتہان والاجارۃ والاستیجار فلو استاجر ایضاء لیزرعہا او بیضاء سہا جاز ظہیریہ اور مضارب مالک ہے کسیکے پاس ودیعت رکھنے اور دوسرے کے پاس رکھنے اور اپنے پاس رہن رکھنے اور اجارہ دینے اور اجارہ لینے کا تو اگر بٹیکے لے سفید زمین یعنی خالی زمین کا تاکہ اُسمین کھیت کرے یا درخت لگاوے تو جائز ہے کذا فی الظہیریۃ والاحتیال ای قبول الحوالۃ بالثمن مطلقا والاعسار عن کل ذلک من صنع التجار اور مالک ہے احتیال کا یعنی ثمن کے حوالہ قبول کرنے کا مطلقا کہ اُسنے دست اُدھار کیا ہو اسواسطے کہ وہ سب امور مذکورہ یعنی بیع اور شراء اور توکیل اور سفر اور ایضاع اور ایداع اور رہن اور ارتہان اور اجارہ اور استیجار اور احتیال اور اعسار کرنا تاجروں کے ہی کام ہین عاملک المضاربۃ والشرکۃ والخلط بمال نفسہ الا باذنا واعلم بذلک فافہم لانہ یتمش مثلہ مضارب مالک نہین مضارب کا یعنی وہ مال دوسرے شخص کا بطریق مضاربت کے نہین لے سکتا اور مالک نہین شرکت کا اور اُس مال کو اپنے مال کے ساتھ ملانیکا مگر صاحب مال کے اذن یا اُسکے یون کہنے سے کہ عمل کر اپنی تجویز اور معقل کے موافق اسواسطے مالک نہین کہ شئی اپنے مانند اور برابر کی چیز کو متضمن نہین ہوتی بلکہ کہ کم متضمن ہوتی ہے ہم مرتبہ متضمن مانحن فیہ عدم ملک مضارب کی علت سے نفی شرکت اور خلط مال کی تو اگر کہا جاے یون کہنا اذن متضمن مثل اذن اعلی ہے تو شرکت اور خلط مال کا اذن دینا اسواسطے کہ شرکت اور خلط مال کا اذن متضمن ہے مضاربت کے خلط مال اُس صورت مین جبکہ اُس شہر مین کہ اُسمین بیع ہوا ہو اور اگر کہا مضارب نے کہ روا ہے تو مضارب مالک نہین قرض دینے کا اور نہ اودھار لینے کا اگرچہ قول مذکور اُس سے کہا گیا ہو یعنی اگرچہ اتحاد ظہر یدخل فی التعمیم فالم ینص للمالک علیہا فہما اور مضارب مالک نہین قرض دینے کا اور نہ اودھار لینے کا اگرچہ قول مذکور اُس سے کہا گیا ہو یعنی اگرچہ

صاحب مال نے مضارب سے کہا ہو کہ عمل کر اپنی تجویز کے موافق اسواسطے کہ وہ دونوں تجلک کے دستور بعمل سے نہیں ہیں تو وہ تعمیم قول مذکور میں داخل نہ ہوگی
جب تک مالک ان دونوں پر قبضہ کر دے پھر قبضہ کے بعد اگر کہا مالک ہوگا یعنی اگر صاحب مال نے مضارب سے کہدیا کہ تجلو قرض دیتے اور اور دھار لینے میں اقتیاد ہے
تو البتہ اقراض اور استدانت کا مالک ہوگا اور نہیں تو نہیں ہے کہ استدانت ممنوعہ یہ ہے کہ مال مضاربت سے زیادہ چیز خرید کرے وان استدان کانت شرکۃ

وجوہ وجیئن فلو اشتری بمال المضاربۃ ثوبا وقصر بالماء او حمل فتاع المضاربۃ بجاہ وقد قیل لہ ذلک فھو متطوع لانہ
لا یملک الاستدانۃ بھذہ المقالۃ اور اگر مضارب اور دھار لیگا یعنی مالک کے اون سے کذانی البطحاوی تو شرکت وجوہ متحقق ہوگی اور اسوقت میں تو اگر مضارب نے مال سے
کپڑا خرید لیا اور اسکو پانی سے دھو لایا اپنے مال سے یا متاع مضاربت کو دلالا یا اپنے مال سے اور حالانکہ اس سے وہ قول کہا گیا تھا یعنی عمل کر اپنی تجویز کے موافق
تو مضارب متطوع اور متبرع ہوگا یعنی مالک سے عوض نہیں لے سکتا اسواسطے کہ مضارب اس قول سے اور دھار کرنیکا مالک نہیں ہوتا جیسا میں ہے صورت استدانت یہ ہے کہ دراہم
اور دنانیر سے خرید کرے بعد خرید کرنے کے اس مال سے اتنی چنانچہ کوئی جنس خریدی دراہم یا دینار سے اور مضارب کے پاس مضاربت کے مال سے درہم یا دینار باقی نہیں ہے
اگر کوئی ہوگا تو یہ خرید مضاربت پر ہوگی استدانت نہ ہوگی اور بدائع میں ہے کہ جیسے مضارب کپڑے کو مال مضاربت پر استدانت جائز نہیں اسیطرح اصل مال مضاربت پر استدانت
جائز نہیں تو اگر تیار مال مضاربت سے تھان خریدے پھر اسکی باردار کی یا شوب یا پیچیدگی یا اجرت خرچ کی تو ان سب امور سے متبرع ہوگا اسواسطے کہ اسکے پاس
مال مضاربت سے کچھ باقی نہیں رہا تو اسنے مضاربت پر اور دھار کر نا ٹھہرا تو جائز ہوا تو یہ ٹھہرا کہ مضارب عاقد لنفسہ متبرع ہے کذانی البطحاوی وانما قال بالماء
لانہ لو قصر بالنشادر کما یفعلہ الصبغ اور مصنف نے کپڑے کے شوب میں نقط پانی کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر مضارب تھان کو نشادر سے دھو لاوے یگا تو اسکا حکم
رنگنے کے مانند ہوگا وان صبغہ احمر فشریک بما زاد الصبغ ودخل فی اعلی بزازیۃ کا نخلط اور اگر مضارب کپڑے کو سرخ رنگ رنگا دیگا تو رب المال
شریک ہوگا اسقدر میں جتنی قیمت کپڑے کی رنگنے سے زیادہ ہوگئی اور رنگنے کے کلیسے زیادہ ہوگئی اور نگینہ نے اور نشاستے کے داخل ہوگا صاحب مال اسکے اس قول کی تعمیم میں کہ عمل کر اپنی صوابدید
سے مانند خلط مال کے مانند وکان لہ حصۃ فیہ صبغہ ان بیع وحصۃ الثوب بعض فی مالھا اور ہر گاہ مضارب کپڑے کو اسکے رنگ کی قیمت کا حصہ
بسبب اسکے رنگنے کے بعد سفید کپڑے کا حصہ مضاربت کے مال میں ہم مثلاً سفید تھان خریدا ہوا بیع روپے کو رب المال سے اور اب اسکا شن بدون رنگ کے سات روپے ہوگیا اور رنگنے
کرنے سے آٹھ روپے کا ہوگیا تو مضارب بیچ دیگا روپے کو اور صاحب مال ایک روپیہ اسواسطے کہ سفید تھان کا نفع دو روپیہ ہوا وہ دونوں میں نصفا نصف ہو گیا اور اگر مضارب
نے رنگ کی قیمت میں پایا وہو یقول اعمل برائک لم یکن شریکا بل غاصبا اور اگر صاحب مال نے یوں کہا کہ عمل کر جب اپنی صوابدید کے تو مضارب شریک
نہ ہوگا الا کہ غاصب ہوگا یعنی قرار مال مضاربت سے نہ ہوا مضارب کے پاس تو اسپر ضمان لازم ہوگا اور نفع مضاربت کا نہ ہوگا کذانی البطحاوی واما قال احمد لما مر ان السواد
ینقص عند الامام فلا یدخل فی اعمل برائک بحر اور مصنف نے مرنگ اسواسطے کہا کہ سیاہ رنگ نقصان میں داخل ہے امام کے نزدیک تو داخل نہ ہوگا اس قول میں
کہ عمل کر اپنی تجویز کے موافق کذانی البطحاوی ولا یملک ایضا بجارۃ ولبلا وسلعۃ اووقت او شخص عینہ المالک لان المضاربۃ تقبل التقیید
بالمفید ولو بعد العقد مالم یصر المال عروضا کما مر حیث لا یملک عزلہ فلا یملک تخصیصہ کما سیجیء اور مضاربت مالک نہیں ہوتا مضارب کے شرکا بھی تجارت کرنے
یا وقت یا اس شخص کا جسکو مالک نے معین کیا اسواسطے کہ مضاربت تخصیص مفید کو قبول کرتی ہے اگرچہ تخصیص مفید بعد عقد مضاربت ہو جب تک کہ مال مضاربت متاع اور اسباب
تجارت نہیں ہو گیا اسواسطے کہ اسوقت صاحب مال مضارب کے معزول کرنیکا مالک نہیں تو تخصیص تجارت کا بھی مالک نہ ہوگا چنانچہ اسکا بیان آویگا ہم تحالف ہوا
مذکورہ میں اسواسطے جائز ہوا کہ مضارب تصرف مال کا مالک نہیں ہوگا مالک کے تقویض سے تو تقویض مقیدہ ہوگی جسطرح اسنے تقویض کی مانند تخصیص مذکور
خالی فائدہ سے نہیں اسواسطے کہ سوداگری باعتبار اختلاف اماکنہ اور اوقات اور اشخاص کے مختلف ہوتی ہے کذانی الدرر قیدنا بالمعدلان

غیر المفید لا یعتبر اصلا لکنہ عین بہ الحال قید لگائی ہے تقیید مفید کی سو یہ لگانے تخصیص غیر مفیدہ پر کہ معتبر نہیں چنانچہ منع کر دینا صاحب مال کا بیع حال یعنی بیع عجل سے وَاَمَّا الْمُفِیْدُ فِی الْجُمْلَۃِ فَکَقَوْلِہٖ لَا تَبِعْ اِلَّا بِالنَّقْدِ فَاِنَّہٗ صَحِیْحٌ وَلَا یَلْزَمُ اور جو تخصیص کہ نفی الجملہ مفید ہو چنانچہ ایک شہر کے ایک بازار کی تخصیص ہو اگر نہی کی صاحب مال نے تصریح کر دی ہو تو تقیید صحیح ہے ورنہ نہیں تو صحیح نہیں ہم شہر کے ایک بازار کی تقیید سو اسطے صحیح نہیں کہ شہر اور جو دیہات اس اطراف کے بمنزلہ محلہ کے مانند ہیں لیکن اگر نہی صریح ہو اسطرح کہ تجارت کر فلانے بازار میں اور دیہات کرنا اسکے سوا اور بازار میں تو اب تقیید صحیح ہوگی کَذَا فِی الْخُلَاصَۃِ وَفِی الظَّھِیْرِیَّۃِ وَکَانَ ذٰلِکَ الشِّرَاءُ لَہٗ پھر اگر مضارب نے مالک کے خلاف اعمر کیا یعنی شہر معین سے نکلا دوسرے شہر میں خریداری کی یا جنس معین کے سوا اور جنس مول لی یا موسم معین کے سوا اور موسم اور فصل میں تجارت کی یا شخص معین کے سوا اور شخص کے ہاتھ خرید و فروخت کی تو مضارب پر ضمان لازم ہوگا بخالفت کرنے سے اور وہ خرید مخالفت اعمر مالک مضارب کی ہوئی جیسے تو اسکے نفع اور نقصان کا مضارب مالک ہوگا اسو اسطے کہ اسنے غیر کے مال پر بغیر اذن اسکے امر کے تصرف کیا کذا فی الدرر وھو ایضا بغیر حق عَادَ لِلْوِفَاقِ عَادَتِ الْمُضَارَبَۃُ اور اگر مضارب نے مال مضاربت میں تصرف نکیا یہاں تک کہ پھر آیا شہر معین میں تو مضاربت پھر صحیح ہو جائیگی ہم یہ تعلق ہے یعنی شہر سے یعنی اگر مالک نے شہر معین کر دیا اور مضارب اس شہر سے نکلا تو مضاربت سے مال خارج ہو گیا لیکن بخروج موقوف سو اگر اسی شہر میں پھر آیا تو ضمان زائل ہو گیا اور مضاربت مثل سابق قائم رہی کیونکہ مضاربت ہنوز اسکے ہاتھ میں قائم ہے عقد سابق سے کذا فی الخلاصۃ وکذا لو عاد فی البعض اعتبارا للبعض بالکل اور اسیطرح عود مضاربت کا حکم ہے اگر مضارب نے بعض مال مضاربت میں عود کیا جز کو کل کے ساتھ قیاس کر کے ہم یعنی اگر بعض مال کو غیر معین میں صرف کیا اور بعض کو معین میں رد کیا تو بھی مضاربت باقی ہے وَلَا یَمْلِکُ بِالنَّھْیِ التَّصَرُّفَ فِیْ مَا لَیْسَ فِیْہِ حَقٌّ مِنْ مَالِیَّتِہٖ اور مضارب مالک نہیں منع کر دینے سے اُس مال کا جو مول لیا گیا مضاربت کے مال سے وَکَاشْتِرَاءِ مَنْ یَعْتِقُ عَلٰی رَبِّ الْمَالِ بِقَرَابَۃٍ اَوْ یَمِیْنٍ اور مضارب مالک نہیں اُس لونڈی یا غلام کی خریداری کا جو آزاد ہو جاتا ہو صاحب مال پر بسبب قرابت یا قسم کے ہم قسم کی یہ صورت ہے کہ صاحب مال نے کسی لونڈی یا غلام کو کہا ہو کہ اگر میں اسکا مالک ہوں تو وہ آزاد ہے بخلاف الوکیل بالشراء فانہ یملک ذلک عند عدم القرینۃ المقیدۃ للوکالۃ کاشتر لی عبدا ابیعہ او استخدمہ او جاریۃ لاطأھا برخلاف خرید کرنے وکیل کے اسو سیکہ وہ اس مملوک کے خرید کرنے کا اختیار رکھتا ہے جو مول پر آزاد ہو جاتا ہے جبکہ قرینہ مخصص نہ ہو چنانچہ یوں کہنا موکل کا وکیل سے کہ میرے واسطے غلام خرید کر کہ جسکو میں بیچوں یا اس سے خدمت لوں یا جاریہ خرید کر جس سے میں قربت کروں ہم نہ بیع اور نہ استخدام اور وطی جاریہ قرینہ کہ وکیل کو ایسا غلام یا لونڈی کا خرید کرنا بجائے ہے کہ موکل پر آزاد ہو جاوے وَکَمَنْ یَعْتِقُ عَلَیْہِ اَیِ الْمُضَارِبِ اِذَا کَانَ فِی الْمَالِ رِبْحٌ ھُوَ ھٰذَا اِنْ تَکُوْنَ قِیْمَۃُ ھٰذَا الْعَبْدِ اَکْثَرَ مِنْ رَأْسِ الْمَالِ کَذَا بِبَسْطَۃِ الْعَیْنِ فَلْیُحْفَظْ اور مضارب اس غلام کے خرید کرنے کا مالک نہیں جو مضارب پر آزاد ہو جاوے بسبب قرابت کے بشرطیکہ مال مضاربت میں نفع ہو نفع سے یہاں مراد وہ نفع ہے کہ اس غلام کی قیمت اکثر ہو تمام راس المال سے چنانچہ اسکو شرح بیان کیا ہے عینی نے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم خرید کرنا غلام مذکور کا اسواسطے جائز نہوا کہ مضارب کا حصہ آزاد ہوگا اور صاحب مال کا حصہ بگڑ جائیگا کیونکہ اسکی بیع امام کے نزدیک جائز نہیں یا پورا غلام آزاد ہوگا صاحبین کے نزدیک عینی نے کہا مذکور نفع سے مراد یہ ہے کہ قیمت غلام کی راس المال سے زیادہ ہو خواہ راس المال میں نفع ہو یا نہو اسواسطے کہ جب غلام کی قیمت راس المال کے برابر یا کمتر ہوگی تو مضارب کی ملک اس غلام میں ظاہر نہوگی بلکہ غلام مشغول ٹھہر یگا راس المال سے مقدار راس المال اول ہزار تھا پھر دس ہزار ہو گیا بعد اسکے مضارب نے وہ غلام مول لیا جو مضاربت آزاد ہو جاوے اور قیمت غلام کی ہزار یا اقل ہے تو اسپر آزاد نہوگا انتہی مختصرا کذا فی الظہیریۃ وَاِنْ فَعَلَ شِرَاءَ مَنْ یَعْتِقُ عَلٰی وَاحِدٍ مِنْھُمَا وَقَعَ الشِّرَاءُ لِنَفْسِہٖ اور اگر مضارب نے اس مملوک کو خرید کیا جو آزاد ہو رب المال یا مضارب پر واقع ہوگی خرید مضارب کی ذات کیواسطے نہ مضاربت کے واسطے ہم اور مضاربت والی دونوں صورتوں میں پہلی صورت میں جمیع ثمن کا تاوان دے گا ثمن والا کیا ہوا مال مضاربت کے اور دوسری صورت میں بقدر حصہ مضارب کے اسپر ثمن ساقط ہوگا کذا فی الظہیریۃ عن ابی الیسر وان کم یکن ربح کما ذکرنا صح المضاربۃ اور اگر وہ نفع نہو جسکو پہنچے یعنی بیان کیا تو مضاربت کیواسطے صحیح ہوگی ہم یہ تعلق ہے اس صورت کے ساتھ جبکہ مضارب اسکو خرید کرے جو مضاربت پر آزاد ہو جاوے کذا فی المحیط فلو ظھر الربح بزیادۃ قیمتہ بعد الشراء عتق حظہ ولم یضمن نصیب

یہ کتاب مضاربت کی ہے جو مضاربت کے مسائل پر مشتمل ہے

المالك لصفقة لا يضع فيه وسمى العبد المعتق في مئة نصيب المال پھر اگر نفس ظاہر ہو غلام کی قیمت بڑھ جانے سے بعد خرید کے تو بقدر حصہ مضارب غلام آزاد ہوگا اور مضارب پر ضمان لازم نہ ہوگا مالک کے حصہ میں بہ سبب آزاد ہو جانے غلام کے بلا صنعت مضارب اور کوشش کرے آزاد غلام اور اسکی قیمت میں بقدر حصہ رب المال کے ہم غلام سوائے آزاد ہوگا کہ مضارب اسکا قرابت دار کا مالک ہوا اور مضارب پر ضمان اسواسطے لازم نہ آیا کہ وہ عند المالک آزاد ہو گیا بلا صنعت مضارب بلکہ بسبب زیادہ ہو جانے قیمت کے بلا اختیار مضارب کذا فی الدر والوشتوی الشريك من يعتق على شريكه او الاب او الوصي من يعتق على الصغير نقل على العاقد او لا نظر فيه للصغير اور اگر ایک شریک اُس غلام کو خرید کرے جو آزاد ہو جاوے دوسرے شریک کے باپ یا وصی اس غلام کو خرید کرے جو آزاد ہو جاوے صغیر پر تو یہ خرید عاقد پر نافذ ہوگی اسواسطے کہ امین منفعت ہی صغیر کی کچھ رعایت نہیں ہم عاقد سے شریک یا باپ یا وصی مراد ہے تحلیل شارح کی قاصر ہوا اور شریک میں وہ علت ہے جو مضارب میں مذکور ہوئی یعنی عدم حصول نفع شریک کو المأذون اذا اشترى من يعتق على المولى هم وعتق عليه ان لم يكن مستغرقا بالدين والا خلافا لهما زيلعي اور عبد ماذون نے جو اس غلام کو خرید کیا جو مولی پر آزاد ہو جاوے تو خرید صحیح ہے اور وہ غلام مولی پر آزاد ہوگا اگر عبد ماذون مستغرق بالدین نہ ہو اور نہیں تو آزاد نہ ہوگا بر خلاف صاحبین رح کے کذا فی الزیلعی ہم زیلعی نے کہا اگر عبد ماذون پر دین ہو خواہ اسکی گردن اور کسب کو محیط ہو یا نہیں تو امام کے نزدیک آزاد نہ ہوگا اور صاحبین رح کے نزدیک آزاد ہوگا کذا فی الطحطاوی مضارب معه الف بالنصف استرای امة فولدت ولدا مساويا له ابي المالك فادعاه موسرا فضارت قيمته اي الولد وعدة كما ذكرنا الفا ونصفه اي حصة المضارب تبلغ دعوته لوجود الملك بظهور الربح المذكور فعتق مضارب ہے جسکے پاس ہزار درم ہیں نصف نصف منفعت پر اُسنے ایک لونڈی خریدی سو وہ جنی یعنے بعد قرب مضارب کے ایسا لڑکا جسکی قیمت راس المال یعنے ہزار درم کے برابر ہو پھر مضارب نے اس لڑکے کی فرزندی کا دعوی کیا مالدار ہے کی حالت میں پھر قیمت اسکی یعنے فقط ولد کی قیمت جیسا کہ ہمنے بیان کیا ڈیڑھ ہزار ہوگئی تو مضارب کا دعوی فرزندی کا نافذ ہوگا بسبب پائے جانے ملک مضارب کے ظاہر ہونے نفع مذکور سے تو ولد اسکے بعد آزاد ہوگا ہم پھر جب دعوی مضارب کا نافذ ہوا تو وہ لڑکا اسکا فرزند ٹھہرے گا اور بقدر حصہ مضارب آزاد ہوگا یعنے بقدر ربع کے اور مضارب نصیب مالک کا ضمان لازم نہ ہوگا اسواسطے کہ آزادی بہ سبب ملک ونسب کے ثابت ہوئی اور ملک میں مضارب کے صنعت کو دخل نہیں اور ضمان لازم نہیں ہوتا مگر تعدی سے کذا فی الزیلعی مختصرا سعى لرب المال في الالف ورابحه ان شاء المالك واعتقه كان شاء لو كذا مذکور کوشش کرے صاحب مال کے واسطے ہزار اور اسکی چوتھائی یعنی ساڑھے بارہ سو درم میں سعی کرے اگر مالک چاہے یا اگر چاہے تو اسکو آزاد کر دے ہم ہزار راس المال کی بابت ہے اور اڑھائی سو نفع کی بابت سے مالک کے حصہ میں ٹھہرے ولرب المال بعد قبضه الفه من الولد تضمين المدعى ولو معسرا لانه ضمان تملك قيمتها اي الامة بظهور نفوذ دعوته فيها اور صاحب مال کو جائز ہے بعد قبض کرنے ہزار درم کے ولد سے تاوان لینا مدعی مضارب سے لونڈی کی نصف قیمت کا اگرچہ مدعی مفلس ہو اسواسطے کہ یہ تاوان ہے مالک ہونے کا یعنے اور تاوان مذکور برابر ہے مالداری اور مفلسی میں بسبب ظاہر ہونے نفوذ دعوت مدعی کے لونڈی میں ہم قبض کرنا ہزار درم کا ولد سے اسواسطے شرط ہوا تا کہ لونڈی مضارب کی ام ولد ہو جاوے اسواسطیکہ لونڈی مشغول براس المال ہے پھر جب مال نے ولد سے ہزار درم لے لئے تو لونڈی راس المال سے فارغ ہوگئی اور بالکل منفعت میں داخل ہوگئی تو اب اس میں مضارب کی ملک ظاہر ہوگئی اور دعوت مضارب کی لونڈی میں کھل گئی کذا فی الطحطاوی ويحمل على انها تزوجها ثم اشتراها جبلي منه اور دعوت مضارب اسپر محمول ہوگی کہ مضارب نے لونڈی سے نکاح کر لیا باذن بائع پھر اسکو خرید لیا جبکہ وہ حاملہ تھی مضارب سے ہم یہ حمل باعتبار حسن ظن کے ہے تا کہ مضارب ناکارہ نہ ٹھہرے وقوله صارت قيمتها الفا ونصفه صارت ام ولد وضمن للمالك الفا ربحه لو موسرا فلو معسرا فلا سعاية عليها كان ام الولد لا تسعى ناقص فيها اور اگر لونڈی کی قیمت ڈیڑھ ہزار ہوگئی تو وہ مضارب کی ام ولد ہو جاویگی اور مضارب تاوان دے مالک کو ساڑھے بارہ سو درم کا اگر وہ مقدور والا ہو اور جو مفلس ہو تو ام ولد پر سعایت نہیں اسواسطے کہ ام ولد سعایت نہیں کرتی اور یہ راسیان اسکا بحر الرائق میں ہے ہم یہ مسئلہ جداگانہ ہے اور موضوع اُسکا یہ ہے کہ مالک نے ہزار درم ولد سے نہیں پائے اور نہیں مضارب میں ام ولد کی قید بحر الرائق میں واقع ہوئی ہے لیکن فتح کے کلام سے مستفاد ہوتا ہے کہ مضارب پر مطلقا ضمان ہے مالدار ہو یا مفلس اسواسطیکہ یہ ضمان تملک ہے اور قرینہ اسپر یہ ہے کہ اگر ولد پیدا

نہیں پھر حق مالک کے ضائع ہونے کی کیا وجہ ہے اور یہ وجہ بیان بحر الرائق کا یہ ہے کہ جب تک مالک کو اس المال نہ لے گا تب تک ملک قرار نہیں ہے واللہ تعالیٰ اعلم کذا فی الحلبی

باب المضارب الذی یضارب

یہ باب ہے اس مضارب کے احکام میں جو تیسرے شخص کو مالک کا اس المال دے بطریق مضاربت کے لما قدم المقرد کہ شروع فی المرکبۃ فقال جبکہ مضاربت مفروضہ کو مصنف مقدم بیان کر چکا تو اب مضاربت مرکبہ کا بیان شروع کیا سو کہا ضارب المضارب اخر بلا اذن المالک لم یضمن بالدفع مالم یعمل الثانی ترجمہ ثانی اولا علی الظاہر لان الدفع ابداع وھو یملکہ فاذا عمل تبین انہ مضاربۃ فیضمن مضارب اول نے مضارب ثانی کو مال مضاربت دیا بلا اذن مالک تو مضارب اول ضامن نہ ہوگا مال کے دینے سے جب تک مضارب ثانی عمل تجارت نکرے ثانی کو نفع حاصل ہونا بظاہر مذہب کے اسواسطے کہ اول کا دینا ودیعت رکھنا ہوا اور مضارب اول ابداع کا اختیار رکھتا ہے پھر جب ثانی نے تجارت اسمیں شروع کی تو کھل گیا کہ ودیعت نہ تھی مضاربت ہوئی تو اب تاوان آوے گا مضارب اول پر لانہ اذا کانت الثانیۃ فاسدۃ فلا ضمان وان ربح بل للثانی اجر مثلہ علی المضارب الاول وللاول الربح المشروط مگر جب کہ مضاربت ثانیہ فاسد ہو تو تاوان نہیں اگرچہ نفع ہو بلکہ مضارب ثانی کے واسطے اجرت مثل ہے مضارب اول پر اور مضارب کا وہ نفع ہے جو آپس اور مالک میں مشروط ہے ہم درصورت مضاربت فاسدہ مضارب ثانی اجیر مشہر کہلائیگا تو اجرت مثل کا مستحق ہوگا نہ شرکت نفع کا فان ضاع المال من یدہ ای ید الثانی قبل العمل الموجب للضمان فلا ضمان علی احد پھر اگر مال ضائع ہو گیا مضارب ثانی کے ہاتھ سے اس عمل سے پہلے جو ضمان کا موجب ہے تو کسی پر ضمان نہیں نہ اول پر نہ ثانی پر اسواسطے کہ قبل عمل مال ودیعت ہے ولکن لا ضمان لو غصب المال من الثانی وانما الضمان علی الغاصب فقط اور اسیطرح اول اور ثانی پر ضمان نہیں اگر ثانی سے مال چھین لیا گیا اور تاوان تو فقط غاصب پر ہے ولو استہلکہ الثانی او وہبہ فالضمان علیہ خاصۃ اور اگر مضارب ثانی نے مال تلف کر ڈالا یا ہبہ کر دیا تو ثانی پر ضمان ہے خاص کر کے فان عمل حتی ضمنہ تخیر رب المال ان شاء ضمن المضارب الاول رأس مالہ وان شاء ضمن الثانی وان اختار اخذ الربح ولا یضمن لیس لہ ذلک یعنی پھر اگر مضارب ثانی نے تجارت کی کہ ضمان لازم آیا تو صاحب مال مختار ہے چاہے مضارب اول سے تاوان لے چاہے مضارب ثانی سے اور اگر صاحب مال نفع لینا اختیار کرے اور تاوان لے تو اسکو وہ جائز نہیں کذا فی البحر یعنی اسواسطے کہ مال عمل سے غصب تھہر گیا اور مالک کو منعزل کیے جاتے رہنے کے بعد اختیار نہیں مگر تضمین بدل من نہ نفع لینے میں غاصب سے کذا فی الطحطاوی فان اخذ المالک بالدفع ودفع بالثلث وقد قبل الاول ما رزقنی اللہ فبیننا نصفان فللمالک النصف عملا بشرطہ وللاول السدس اباقا وللثانی الثلث المشروط پھر اگر مالک نے مال دینے کا اذن دیا اور مضارب اول نے ثانی کو تہائی نفع پر مال دیا اور حالانکہ مضارب اول سے کہا گیا تھا کہ حسفدر اللہ تعالیٰ فائدہ دے وہ ہم تم میں نصفا نصف ہے تو مالک کیواسطے للفضل نفع ہے جو اسکی شرط کے اور مضارب اول کیواسطے ششمی حصہ ہے جو باقی رہا بعد ثلث ثانی کے اور مضارب ثانی کے واسطے ثلث شروط ہے ولو قیل ما رزقنی اللہ بکافی الخطاب والمسئلۃ بحالہا فللثانی ثلثہ والباقی بین الاول والمالک نصفان باعتبار الکافی فیکون لکل ثلث اور اگر کہا گیا کاف خطاب کہ جو مجھکو اللہ تعالیٰ روزی دے اور باقی مسئلہ بحال خود اسیطرح ہے یعنی اگر مالک نے مضارب ثانی کو مال دینے کا اذن دیا اور مضارب اول نے مضارب ثانی کو مال دیا تین تہائی نفع پر اور مالک نے مضارب اول سے کہا کہ جو مجھکو اللہ تعالیٰ منفعت روزی کرے وہ میرے تیرے درمیان نصفا نصف ہے تو مضارب ثانی کیواسطے تہائی نفع کی ہے اور باقی دو تہائیاں مضارب اول اور مالک میں نصفا نصف ہیں باعتبار کاف خطاب کے تو ہر شخص کو تہائی تہائی نفعے کا قاعدہ مالک کی شرط مضارب اول سے یہ تھی کہ جو نفع اسکو ہو دونوں میں نصفا نصف ہے سو اسکو نفع نہیں ہوا سوائے دو تہائیوں کے تو دونوں میں نصفا نصف ہو گیا تو ہر ایک کو تہائی تہائی ملے وعلیہ ما شرجت من شیء او ما کان لک فیہ من ربح وتحو ذلک اور قول سابق کے مانند ہیں یعنی کہ مضارب المال کا مضارب سے کہ جو تجھکو فائدہ حاصل ہو کسی چیز سے یا جنس چیز میں تجھکو نفع ہو اور مانند اسکے ہم

باب المضارب الذی یضارب

چنانچہ یوں کہنا کہ جو کچھ خدا فضل و کرم کرے یا جو کچھ بڑھوتی ہو تو ثانی کو ثلث نفع ہے اور باقی اول اور مالک میں نصفا نصف ہے ولذا لو شرط للثانی اکثر من الثلث لو اقل فالباقی بین المالک والاول اور اسی طرح اگر مضارب ثانی کی تہائی سے زیادہ یا تہائی سے کم شرط ہو تو باقی نفع مالک اور مضارب اول میں آدھوں آدھ ہوگا ولو قال لہ ما رزق اللہ بیننا نصفان ودفع بالنصف فللثانی النصف واستویا فیما بقی لانہ لم یجز سویا اور اگر مالک نے مضارب اول سے کہا کہ جس قدر تجھ کو منفعت ہو وہ میرے اور تیرے درمیان نصفا نصف ہے اور مضارب اول نے مضارب ثانی کو نصف منفعت پر مال دیا تو مضارب ثانی کے واسطے نصف نفع ہے اور مالک اور مضارب اول باقی میں برابر ہیں اسواسطے کہ مضارب اول نے سوائے نصف باقی کے کچھ فائدہ نہیں پایا ولو قیل ما رزق اللہ فلی نصفہ او ما کان من فضل اللہ بیننا نصفان فدفع بالنصف فللمالک النصف للثانی کذلک ولا شیء للاول لجعلہ تعالٰی للثانی اور اگر مضارب اول سے یوں کہا گیا کہ جو تجھکو اللہ تعالٰے روزی دے تو اسکا نصف میرا ہے یا جو اللہ کا فضل ہو سو تیرا اور میرے درمیان نصفا نصف ہے سو مضارب اول نے مضارب ثانی کو آدھے نفع پر مال دیا تو مالک کو نصف ہے اور اسطرح مضارب ثانی کو نصف باقی ہے اور مضارب اول کو کچھ نہیں بسبب اسکے کہ دینے کے اپنے حصے کو ثانی کیواسطے یعنی جو مضارب کا حصہ تھا اسواسطے مضارب ثانی کیواسطے مقرر کروا دیا ولو شرط الاول للثانی ثلثیہ والمسئلۃ بحالہا صح الاول للثانی سدسا بالتسمیۃ لانہ التزم سلامۃ الثلثین اور اگر مضارب اول نے مضارب ثانی کیواسطے تہائی شرط کیں اور باقی مسئلہ بحال خود ہے تو مضارب اول ثانی کو چھٹے حصے کا تاوان دے کیونکہ دینے کے سبب سے اسواسطے کہ اسنے سلامتی ثلثین کی شرط سے لازم کی ہے ہم توضیح مسئلہ یہ کہ مالک نے مضارب اول سے کہا کہ جو کچھ تجھکو نفع ہے وہ ہم میں اور تجھ میں نصفا نصف ہے سو مضارب اول نے ثانی کو مال دیا اس شرط پر کہ دو تہائیاں منفعت کی تیری ہیں تو نصف نفع مالک لیگا باقی رہا نصف وہ بقدر ششم حصے کے کم ہے ثلث سے شش حصہ مضارب کو دینا پڑیگا سو اسواسطے کہ ثانی کیواسطے ثلثین کا ہیں کی شرط ہوگئی ہے وان شروط المضارب للعامل ثلثہ وشرط لعبد المالک ثلثہ وقولہ علی ان یعمل معہ عادی ولیس بقید وشرط لنفسہ ثلثہ صح وصار کانہ شرط للمولی ثلثی الربح کذا فی عامۃ الکتب فی نسخ المتن والشرح ھنا خلط فاجتنبہ اور اگر مضارب نے مالک کے واسطے تہائی نفع شرط کیا اور مالک کا غلام کیواسطے تہائی اسکا شرط کیا اس شرط پر کہ غلام مضارب کے ساتھ عمل کرے شارح نے کہا شرط عمل غلام بطور عادت کے واقع ہوا ہے اور قید نہیں مسئلہ کی یعنی اشتراط اور عدم اشتراط حکم میں برابر ہیں اور مضارب نے اپنے واسطے باقی تہائی شرط کی تو عقد صحیح ہے اور قول مذکور ایسا ہو گیا کہ گویا مضارب نے مولی کیواسطے دو تہائیاں شرط کیں اسی طرح یہ مسئلہ مصرح ہے اکثر کتب فقہ میں اور اس کتاب کے متن اور مصنف کی شرح میں یہاں خلط واقع ہوا ہے سو اس سے اجتناب کیجیو ہم متن کی ایک نسخہ میں یوں دیکھا ولو شرط الثانی ثلثیہ ولعبد المالک ثلثہ علی ان یعمل معہ ولنفسہ ثلثہ صح انتہے حالانکہ یہاں سدید یہ کہ جہاں یہاں مجتمع نہیں ہوتی ہیں اور مسئلہ میں مضارب ثانی کا وجود بھی نہیں اور شرح کی عبارت یہ ہے علی ان یعمل معہ عادی ولیس بقید یصح الشرط ویکون لسبدہ وان لم یشترط لا یجوز انتہے حق یہ ہے کہ لا یجوز حذف کیا جاوے اسواسطے کہ اول معلوم ہو چکا کہ عمل قید نہیں کذا فی الطحطاوی ولو عقد ھا المأذون مع اجنبی وشرط المأذون عمل مولاہ لم یصح ان لم یکن المأذون علیہ دین لانہ اشتراط العمل علی المالک اور اگر عبد ماذون نے مضارب منعقد کی شخص اجنبی کے ساتھ اور ماذون نے اپنے مولی کا عمل کرنا شرط کیا تو عقد صحیح نہیں اگر ماذون پر دین نہو اسواسطے کہ اسمیں عمل کرنا شرط کا ہے مالک پر وہ صحیح کذا حینئذ لا یملک بسببہ واشتراط عمل رب المال مع المضارب مفسد للعقد لانہ یصیر التخلیۃ غیر تمام الصحۃ اور اگر ویسا نہو یعنی عبد ماذون پر دین ہو تو عقد باشتراط عمل مولی صحیح ہے کذا وقت میں مولی اپنے غلام کی کمائی کا مالک نہیں اور صاحب مال کا عمل شرط کرنا مضارب کے ساتھ عقد مضاربت کا مفسد ہے اسواسطے کہ عمل مالک کا تخلیہ کا رافع ہے تو نافع ہوگا صحت عقد کا یعنی مضاربت میں عمل مضارب ضروری ہے اور اسکو عمل کرنا عدم تخلیہ کے ساتھ ممکن نہیں اور یہی علت ہے مسئلہ ثانیہ و ثالثہ میں کذا اشتراط عمل المضارب مع مضارب بداد عمل رب المال مع المضارب الثانی بخلاف مکاتب شرط عمل مولاہ کما لو ضارب مولاہ

ف ۱ اور اگر شرط کی مضارب ثانی کے لیے دو تہائیاں اور مالک کے لیے ایک تہائی اس شرط پر کہ عمل کرے مالک کے ساتھ تو مضارب اول کو کچھ نہیں کیونکہ اسکا کام اسواسطے نہیں کیا کہ اسکو شرط دو تہائیاں ملیں اور اسواسطے مالک کی تہائی میں بھی کچھ نہیں پائیگا

ف ۲ اس شرط پر کہ عمل کرے مالک کے ساتھ کا ہم اسواسطے نہیں کہا کہ اسکو شرط دو تہائیاں ملیں اور اسواسطے مالک کی تہائی میں بھی کچھ نہیں پائیگا

اور اسطرح رفع صحت عقد ہی عمل کرنا مضارب مال کا اپنے مضارب کے ساتھ یا صاحب مال کا عمل شرط ہونا مضارب ثانی کے ساتھ بخلاف مکاتب کے کہ اسنے اپنے مولی کا عمل شرط کیا تو عقد صحیح ہی چنانچہ صحیح ہی اگر مکاتب مضاربت کرے اپنے مولی کے ساتھ ہم دیکھتے ہیں کہ مکاتب اپنے کمسیان میں احرار کے مانند ہی پھر اگر عاجز ہو جاوے بدل کتابت سے قبل عمل کے تو مضاربت فاسد ہوگی کذا فی الطحطاوی ولو شرط بعض الربح للمساکین او للحج او فی الرقاب او کل موا ۃ المضارب او مکاتبہ صح العقد و لم یصح الشرط و یکون المشروط لرب المال اور اگر شرط کی گئی کچھ منفعت محتاجوں کے واسطے یا حج کیواسطے یا گردنوں کو چھڑانے کیواسطے یا مضارب کی عورت یا کیواسطے یا اسکے مکاتب کے واسطے تو عقد صحیح ہی اور شرط صحیح نہیں اور نفع مشروط صاحب مال کا ہی نہ مساکین وغیرہم کے واسطے ہم زوجہ مضارب یا مکاتب کیواسطے اشتراط نفع اس صورت میں غیر صحیح ہی جبکہ انکا عمل شرط نہو اور اگر انکا عمل شرط ہو تو شرط جائز ہی اور شروط ثانیین کے واسطے ہوگا اسواسطے کہ زوجہ یا مکاتب مضارب ہوگئے عمل شرط کرنے سے اور درصورت عدم اشتراط عمل مضاربت نہوگی بلکہ ہبہ موعودہ ہی جسکا کرنا لازم نہیں اور یہی حکم ہی اور اجانب کا اس تقریر سے معلوم ہوا کہ مساکین اور رقاب میں فساد شرط کی علت عدم اشتراط عمل ہی کذا فی الطحطاوی الحصاد ولو شرط البعض لمن شاء المضارب فان شاء له لنفسه او لرب المال صح الشرط و ایاما شاء کان له یعنی اور اگر بعض منفعت اس شخص کے لیے مشروط ہوئی جسکو مضارب چاہے تو اگر مضارب چاہے واسطے یا صاحب مال کیواسطے چاہے تو شرط صحیح ہی اور اگر اپنے مالک کیواسطے یا اسطرح کہ اجنبی شخص کیواسطے چاہے تو شرط صحیح نہیں یعنی اسواسطے کہ اسکا عمل شرط نہیں کیا و متی شرط البعض لاجنبی ان شرط علیه عمله صح الشرط و الا لا اور بکہ بعض منفعت اجنبی کیواسطے شرط ہوئی تو اگر اسپر اسکا عمل بھی شرط ہو تو شرط صحیح ہی اور نہیں تو شرط صحیح نہیں یعنی تو نفع صاحب مال کا ہوگا اور عقد صحیح ہوگا کذا فی الطحطاوی قلت لکن فی القهستانی انه یصح مطلقا و الشرط طلاجنبی ان شرط عمله و الا فللمالک ایضا و عزاه للذخیرة خلافا للبرجندی و غیره فتنبه من کتابنا یعنی لیکن قہستانی میں ہی کہ عقد مضاربت صحیح ہی مطلقا یعنے خواہ اجنبی کا عمل شرط ہو یا نہو اور نفع مشروط اجنبی کا ہوگا اگر اسکا عمل مشروط ہو اور اگر اسکا عمل مشروط نہو تو وہ نفع بھی مالک کا ہی اور قہستانی نے اس قول کو ذخیرے کیطرف نسبت کیا ہی برخلاف برجندی وغیرہ کے تو آگاہ رہو ہم جب یہ ثابت ہو چکا اول کہ عقد مضاربت بہر صورت صحیح ہی بنفع اجنبی کیواسطے بشرطیکہ اسکے عمل کے صحیح ہی تو اس استدراک کی کیا وجہ ہی اور برجندی کا کلام غلام میں ہی نہ اجنبی میں چنانچہ شارح ملتقی سے معلوم ہوتا ہی کذا فی الطحطاوی ولو شرط البعض لقضاء دین المضارب و دین المالک جاز و یلزم المالک ان یقضی دینه و کما یلزم بدفعه لغرمائه جاز ادا لم یفض نفع دین مضارب یا دین مالک کے ادا کرنے کیواسطے شرط ہوا تو جائز ہی اور شرط کو اپنے دین کا ادا کرنا اس نفع سے جائز ہی اور ہر ایک مضارب اور مالک پر لازم کیا جائیگا دینا نفع مذکور کا اسکے دین والونکو کذا فی البحر و تبطل المضاربة بموت احدهما لانها وکالة اور باطل ہو جاتی ہی مضاربت مالک یا مضارب کی موت سے بسبب یہ کہ مضاربت بمنزلہ وکالت کے ہی یعنی وہ دونوں باطل ہو جاتی ہی موکل یا وکیل کی موت سے وکذا بقتله و جحره یطرأ علی احدهما او بجنون احدهما مطبقا فتبطل اور اسیطرح مضاربت باطل ہوتی ہی ایک کے قتل ہو جانے سے اور ایک کے منع تصرف سے جو مالک یا مضارب پر طاری ہوا اور ایک کے جنون مطبق سے ہم بالغ ممنوع التصرف ہو جاتا ہی جنون سے یا سفاہت سے یا عبد ماذون کے حجر سے بسبب جنون منع تصرف میں داخل تھا لیکن شارح نے پھر اسکو اسواسطے ذکر کیا تاکہ اسمیں البال کی قید لگاوے و فی البزازیة مات المضارب و المال عروض اعتبر وصیته اور بزازیہ میں ہی کہ مضارب مر گیا اور مال عروض اور قماش ہی بعض اسباب ہی نقد نہیں تو اسکو مضارب کا وصی بیع کرے ہم اور قول راجح یہ ہی کہ صاحب مال اور وصی مضارب دونوں کو بیع میں اختیار ہی اور اگر مضارب کا کوئی وصی نہو تو فقط مالک مختار ہی یا حاکم مضارب کیطرف سے وصی مقرر کرے کہ مالک کے ساتھ بیع میں دخل کرے بخلاف مال نقد ہو جاوے تو مالک بیچارا اس مال اور نفع کا حصے اور مضارب کا حصے اسکے دائیں کذا فی الطحطاوی و لو مات رب المال المال نقد بطل فی حق التصرف لو عرضا بطل فی حق المسافر فقط التصرف فله بیعه بعرض نقد اور اگر صاحب مال مر گیا اور مال نقد ہی تو مضاربت بطل ہی حق تصرف میں یعنی مضارب باس مال بیع اور شرا نہیں کر سکتا اور اگر مال عرض ہی نقد تو مضاربت باطل ہی حق مسافرت میں یعنے مضارب اس اسباب کو سفر میں نہیں لیجا سکتا تو اسکو دطن میں اسکا بیچنا عرض اور نقد سے جائز ہی ہم اور اگر مضارب کسی شہر میں گیا تھا مال مضاربت لیکر اور وہاں خرید کی پھر صاحب مال مر گیا اور اسکو خبر نہیں موت کی پھر وہ دوسرے شہر میں مال لیگیا اور مضا

فرق اسکے ذاتی مال میں مخلوط ہوگا نہ مضاربت کے مال میں اور اگر مال تلف ہوگا امین تو مضارب پر تاوان لازم نہ ہوگا کذا فی المبسوط و بالحکم بلحوق تباین مرتد او مضاربت باطل ہی لحوق مالک مرتد کے حکم ہو جانے سے یعنی اگر مالک مرتد ہو کر دار الحرب میں جا ملا اور حاکم نے اسکے لحوق کا حکم دیا تو مضاربت باطل ہو گئی اسواسطے کہ لحوق اسکی موت کے مانند ہے لہذا اسکا مال وارثوں میں بٹ جاتا ہے اور اسکے ام ولد اور مدبر کو آزادی حاصل ہو جاتی ہے کذا فی الزیلعی فان عاد بلحوقہ مسلما فالمضاربۃ علی حالہا لبقاء اصل الامر علی ما بیناہ سو اگر مالک بعد لحوق دار الحرب مسلمان ہو کر دار الاسلام میں پھر آیا تو مضاربت بحال سابق باقی ہی اسکے لحوق کا حکم ہو گیا ہو تو ہو کذا فی العنایۃ بخلاف الوکیل لانہ لا حق لہ بخلاف المضاربۃ بخلاف وکیل کے اسواسطے کہ وکیل کا کچھ حق نہیں بخلاف مضارب کے یعنی اگر موکل مرتد ہو اور اسکے لحوق کا حکم ہو گیا تو وکالت باطل ہو جاتی ہے اور موکل کے پھر مسلمان ہو کر دار الاسلام کے آنے سے وکالت عود نہیں کرتی ولو ارتد المضارب فہی علی حالہا اور اگر مضارب مرتد ہو گیا تو مضاربت اپنی حالت سابقہ پر باقی ہی ہم امام رح کے نزدیک مرتد کے تصرفات موقوف ہیں اسکی مالک کے توقف کے سبب اور مضارب کی کچھ ملک نہیں مضاربت کے مال میں لہذا مضاربت بحال رہتی ہے فان مات او قتل او لحق بدار الحرب وحکم بلحاقہ بطلت وما تصرف نافذ وعہدتہ علی المالک عند الامام یعنی پھر اگر مضارب مرتد ہو گیا یا مقتول ہوا یا دار الحرب میں جا ملا اور اسکے لحاق کا حکم ہو گیا تو مضاربت باطل ہو گئی اور جو اسنے تصرف کیا وہ نافذ ہے موقوف اور اسکی بیع اور شرکا عہدہ مالک پر ہے امام رح کے نزدیک کذا فی البحر ولو ارتد المالک فقط او لحق فقط او لحق وحکم بلحاقہ فتصرفہ ای المضارب موقوف اور اگر مالک مرتد ہو گیا فقط یعنے اور دار الحرب میں نہیں جا ملا تو مضارب کا تصرف موقوف ہی ہم یعنے اگر مالک مسلمان ہوا تو مضارب کا تصرف نافذ ہے مضاربت کے جمیع احکام میں درجۃ المرأۃ غیر مرتدۃ اور مرتد ہونا عورت کا غیر مؤثر ہی بطلان مضاربت میں ہم خواہ عورت مال کی مالک ہو یا مضارب مگر یہ کہ وہ مرتد ہو کر دار الحرب میں لحق ہو جاوے اور اسکے لحاق کا حکم ہو اسواسطے کہ اسکا ارتداد اور لحاق اسکی املاک میں مؤثر نہیں تو اسیطرح اسکے تصرف میں مؤثر نہیں کذا فی المنع عن البحر ہو ینعزل بعزلہ لانہ وکیل ان علم بہ بخلاف ما لو کان غائبا او میتا او مجنونا جنونا مطبقا او معزولا حکما بان عزل وکیلہ وکیلہ او رسولا ممیزا اور مضارب معزول ہو جاتا ہی مالک کے معزول کرنے سے اسواسطے کہ وہ وکیل ہی بشرطیکہ مضارب معزول کو جانے مرد ہو یا عورت کی خبر سے مطلقا خواہ وہ عادل ہو یا فاسق یا مستور الحال یا ایک فضولی عادل یا بیامی ممیز کی خبر سے وہ لا یعلم کالمحجور اور اگر مضارب نے معزول کو نہ جانے تو معزول نہ ہوگا فان علم بالعزل ولو حکما کالموت المالک ولو حکما کالمال عروض ہو ہنا ما کان خلاف جنس رأس المال فالدراہم والدنانیر جنسان باعتبار الصورۃ وان کانا سواء معنی اگر مضارب نے اپنا عزل معلوم کیا اگرچہ عزل حقیقی نہ ہو بلکہ حکمی ہو جیسا کہ مالک کا مرجانا اگرچہ موت حقیقی نہ ہو بلکہ حکمی ہو جیسا کہ ارتداد مالک مع الحکم بالحاق یا اسکا مجنون ہونا بجنون مطبق اور مالک کا مال عروض ہی عروض سے مراد یہاں وہ ہی جو راس المال کے مخالف جنس ہو نو دراہم اور دنانیر اس تقدیر پر دو جنسیں ہیں تو مضارب عروض کو بیچ ڈالے اگرچہ بیچ ڈالے اور اگر مالک نے اسکو ادھار بیچنے سے منع کر دیا ہو ہم جب یہاں عروض سے خلاف جنس راس المال مراد ہو تو عروض دراہم اور دنانیر کو بھی شامل ہی تو اگر راس المال دراہم ہوں اور مضارب نے دنانیر خرید کیے ہوں تو اسکو بیچکر دراہم کرنا ہوگا اور اسیطرح بالعکس اور میں کہ جب مال عروض ہو تو عزل مالک سے مضارب معزول نہ ہوگا اسواسطے کہ اسکا حق ہی نفع میں اور نفع ظاہر نہیں ہو سکتا بدون نقد کے تو حق بیع اسکو ثابت ہوگا تا نفع ظاہر ہو جاوے فتصرف فی ثمنہا ولا فی نقد من جنس رأس مالہ پھر بیع کے بعد مضارب تصرف نکرے عروض کے ثمن میں اور نہ اس نقد میں جو ہم جنس راس المال کی ہو دیدل خلافہ فیہا استحسانا لوجوب زیادۃ حیثیہ ولیظہر الربح اور بدلالہ کرے خلاف جنس راس المال کا راس المال کی جنس سے از روے استحسان کے بسبب وجوب زیادہ ہم جنس راس المال کے اور تا کہ نفع ظاہر ہو ہم قیاس یہ ہی کہ اگر دراہم ہوں تو دنانیر سے نہ لے کذا لکھا اسواسطے کہ نقدین جنس واحد ہیں باعتبار ثمنیت کے لیکن استحسان میں یہ بدالہ صحیح ہی اسواسطے کہ مضارب پر واجب ہی کہ شامل راس المال کو پھیر دے اور یہ بدالہ نہیں ہو سکتا کذا فی الہدایہ اور دوسرا فائدہ بدالہ کا یہ ہی کہ نفع ظاہر تا مالک اور مضارب دونوں اپنے حق مشروط کو پاوین ولا تملک المالک منعہ فی ہذہ الحالۃ بل ولا تخصیص لاذن کما لا ینعزل من حیث نہایۃ المالک کو اختیار نہیں فسخ مضاربت کا اس حالت میں یعنے جب کہ مال عروض ہو تا اور تخصیص اذن کا اختیار نہیں اسواسطے کہ تخصیص اذن ایک اور عزل ہی کذا فی النہایۃ بخلاف احد الشریکین اذا منع شریکہ عن التصرف فی الشرکۃ وما لہا

امتعۃ صحیح کلاتھ اور شریکین جبکہ وہ حاضر کرکے مدت معینہ میں کذا فی الطحطاوی عن الزیلعی دماھلک من مال المضاربۃ یصرف الی الربح لانہ بیع ۱۲ اور جتنا تلف ہوگیا مضاربت کے مال سے وہ نفع کیطرف پھیرا جاتا ہے اسواسطے کہ نفع تابع ہے راس المال کا اور راس المال اصل ہے فان زاد المال علی الربح ربح المضاربۃ ولو فاسدۃ من عملہ لانہ اوفیٰ پھر اگر مال مالک کا زیادہ ہو نفع سے تو مضاربت پر تاوان نہ آویگا اگرچہ مضاربت فاسدہ ہو اور گو مال کی بڑھاوتی مضاربت کے عمل سے ہو اسواسطیکہ مضاربت امین ہے یعنے امین ضامن نہیں ہوتا وان قسم الربح وبقیت المضاربۃ ثم ھلک المال او بعضہ تراد الربح لیاخذ المالک راس المال وما فضل بینھما وان نقص لم یضمن لما مر اور اگر نفع بٹ گیا ہو اور مضاربت باقی ہو پھر سب یا بعض مال تلف ہوجاوے تو نفع سے تاوان نہ ہوگا بدلیل گذشتہ یعنے امین پر تاوان نہیں ہوتا خلاصہ مفہوم قولہ وبقیت المضاربۃ فقال وان قسم الربح وضعفت المضاربۃ للمالک فی بدائع الصنائع عفا ھلک المال بتراد او بقیت المضاربۃ بحالھا عقد جدید وھی الحیلۃ لانا فسخ المضاربۃ یعنی مصنف اپنے قول وبقیت المضاربۃ کا مفہوم ذکر کیا سو کہا اگر نفع بٹ گیا اور مضاربت فسخ ہوگئی اور مال مضارب کے ہاتھ میں ہے پھر دونوں نے مضاربت کو منعقد کیا پھر مال ہلاک ہوگیا تو دونوں نفع سابق کو نہ پھیرینگے اور مضاربت ثانیہ باقی رہیگی اسواسطے کہ وہ عقد جدید ہے اور حیلہ اسکا فسخ مضاربت ہے اسواسطے اگر مضارب کو بعد قسمت کے بسبب ہلاک ہونے راس المال کے تو اسکی تدبیر یہ ہے کہ فسخ مضاربت کرکے مضاربت جدید عقد کرلے اور اگر مال مضاربت کو مضارب نے مالک کو دیا ہو تو بطریق اولے نفع مسترد ہوگا اور زیلعی نے جو تسلیم مال کی قید لگائی جملہ مذکورہ میں سوا نفاق ہے کذا فی الطحطاوی **فصل** فی متفرقات فیصل ہذا مسائل متفرقہ مضاربت میں المضاربۃ لا تنعقد الا

لعلہ یعنی کہ مضاربت کے مال سے

مضارب کے اسواسطے کہ چوتھائی کا تاوان اسپر ہے اور مضارب کا مال امانت ہے اور تاوان اور امانت میں تنافی یعنی ضد ہے اور باقی تین چوتھائیاں مال مضاربت کی بین ھم غلاصہ یہ ہے کہ جب مضارب کے حصے پر تاوان آیا تو وہ مضاربت میں داخل نہ ہوا کیونکہ مضاربت میں تاوان نہیں ہوتا اور مالک کا حصہ مضاربت میں داخل ہے بسبب عدم تنافی کذا فی الدرر وکان المال جمیعہ مادفع المالک وھو الفان وخمسمائۃ اور راس المال یعنی وہ سرمایہ جو مالک نے دیا ڈھائی ہزار ہے ھم اسواسطے کہ مالک نے اول ہزار درھم دیئے یعنی جس کپڑے خرید ہوا تھا پھر ڈیڑھ ہزار دیئے یعنی ثمن غلام کے تاوان میں کذا فی شرح الوقایۃ ولکن راجع المضارب فی بیع العبد علی الفین فقط لانہ شراہ بہما ولیکن غلام کی بیع میں مضارب فقط دو ہی ہزار پر رجوع بطریق مراجعہ کرے اسواسطے کہ اُسنے غلام کو دو ہی ہزار سے خریدکیا ھم یعنی یوں کہے کہ غلام ڈھائی ہزار کو مجھے پڑا اسواسطے کہ خریدہ دو ہی ہزار پر واقع ہوئی تو اس تاوان کو نکالدے جو بسبب ہلاک ہوجانے دو ہزار کے واقع ہوا کذا فی شرح الوقایۃ ولو بیع العبد بضعف ما باربعۃ آلاف فخمسۃ آلاف ربحہ للمضارب اور مسئلہ سابقہ میں اگر غلام دو ہزار کے دوچند یعنی چار ہزار کو بیچا گیا تو مضاربت حصہ تین ہزار ہوا اسواسطے کہ چار ہزار کی چوتھائی یعنی ایکہزار مضارب کا حصہ ہے والربح منہا نصف الالف بینھما کان راس المال الفان وخمسمائۃ اور نصف تین ہزار کے پانسو فقط مالک اور مضارب میں تقسیم ہونگے اسواسطے کہ راس المال ڈھائی ہزار ہے ھم یعنے جب تین ہزار سے ڈھائی ہزار راس المال کے نکلگئے تو پانسو باقی رہے وہی نفع ٹھہرا سو دونوں میں برحسب شرط کے نصف نصف ہوگا ولو شری من رب المال بالف عبدا اشراہ رب المال بضعفہ ربحہ بینھما نصفان ولکنہ لا ناقہ ولا بقرۃ وھندا جواز شراء المالک من المضارب عکسہ وھذا اگر مضارب نے مالک سے ہزار کو وہ غلام خریدکیا جو مالک نے پانسو کو لیا تھا تو مضارب اسکی بیع بطور مراجحہ پانسو کو کرے اور اسیطرح اگر مالک مضارب سے خریدکرے تو مضارب کی خرید پر مراجحہ کرے اسواسطے کہ مضاربت وکیل ہی مالک کا اور اس قول سے معلوم ہوا جائز ہونا مالک کی خریداری کا مضارب کے اور مضارب کا مالک ھم اگرچہ مضارب نے ہزار کو خریدکیا لیکن مراجحت نکرے مگر پانسو سے اسواسطے کہ بیع مالک کی مضاربت ایسی ہی جیسے اپنی ذات اسواسطے کہ وہ اُسکا وکیل ہی تو ہر چند بیع مذکور جائز ہی لیکن اُسکا شبہہ ہی عدم جواز کا اور مراجحت کی بنا امانت اور دیانت پر ہی تو قول ثمنین کو اعتبار کرنا چاہیے کذا فی الدرر وشرح الوقایۃ ولو شری بالفہا عبدا فقیمتہ الفان فقتل العبد رجل خطأ فثلثہ ارباع الفداء علی المالک ورب المال وثلثہ علی المضارب فی مالہ اگر مضارب نے ہزار درھم کے وہ غلام خریدکیا جسکی قیمت دو ہزار ہی سو اُس غلام نے مالک مرد کو خطا سے مارڈالا تو فدائے غلام کی تین چوتھائیاں مالک پر ہیں اور چوتھائی اسکی مضارب پر ہی وہ دونوں کی ملک کے بموجب ھم یہ اس صورت میں ہی جبکہ مالک اور مضارب غلام قاتل کا دینا اولیائے مقتول کو قبول نکریں اور خون اسکا دینا قبول کریں مضارب کی ملک سے ھم اسواسطے ہوئی کہ راس المال ہزار تھا اور غلام کا فضل دو ہزار کا ہی تو نصف نفع مضارب کا ٹھہرا یعنے پانسو اور وہ جو ھم ہی دو ہزار کا وان العبد یخدم المالک ثلثۃ ایام والمضارب یوما ما لم یوجد منہ المضاربۃ بانقضاء للتنافی کما مر اور غلام خدمت کرے مالک کی تین دن اور مضارب کی ایک دن بسبب خارج ہونے غلام کے مضاربت کے مال سے خریدنے کے بسبب بطلت منافات یعنی تاوان اور مضاربت میں تباین ہی چنانچہ مذکور ہوچکا ھم وجہ خروج یہ ہے کہ حکم قاضی بانقسام فدا متضمن ہی انقسام عبد کو اور مضاربت فسخ ہی ہوجاتی ہی تسلیم کذا فی الصدر الشریعۃ ولو اختار المالک الدفع والمضارب الفداء فداہ ذلک النوع الربع حینئذ اور اگر مالک غلام کا دینا اور مضاربت کو برقرار رکھنا اختیار کرے تو یہ اسکو جائز ہی بسبب تمامی سبب کے اسوقت میں ھم اس علت کا محل وہی ہی جسمیں غلام کی قیمت ہزار ہو اور یہاں تو دو ہزار قیمت ہی تو بیان نفع ظاہر ہی نہ موہوم کذا فی الظہاری مختصرا ولو اشتری بالفہا عبدا وھلک الثمن قبل النقد للبائع لم یضمن لانہ لمین یوم فہم المالک للمضارب الفا اخری ثم ھلک کل ما ملکہ دفع المالک الی المضارب الفا اخری لانہ ظہر ان مضارب کے مال سے ایکہزار کو غلام خریدکیا اور ثمن اُسکا تلف ہوگیا قبل ازاکہ نقد کرے ثمن مضارب پر تاوان نہیں اسواسطے کہ وہ امین ہی اور امین ضمین نہیں ہوتا مالک مضارب کو ایکہزار اور دے پھر اور دے پھر اور دے یعنے جتنا زر ثمن تلف ہوگیا اور ہزار دیا جاوے بالعدد تین دراس المال جمیعہ مادفع اور راس المال کل مال مدفوع ہی ھم اگر دو بار تین بار یا تو دو ہزار راس المال ہی اور اگر دس بار دیا تو دس ہزار راس المال ہی تو مضارب کو نفع نہ ملیگا جبتک تمام راس المال مالک کو نہ پہنچ جاوے لیکن بیع مراجحہ نہ ہوگی اگر فقط ہزار پر کہ اتقدم بخلاف الوکیل لان یدہ ثانیا ید

لاستیفاء الامانۃ بخلاف وکیل کے لوٹانے کے دوبارہ قبضہ کرنا کیونکہ وکیل کا قبضہ استیفاء ہے نہ کہ امانت کا ہم حاصل مقام یہ ہے کہ وکیل نے جب قبض شی کیا بعد خریدکے پھر تلف ہوگیا تو رجوع نہیں پہنچا مالک کے دوبارہ نہیں لے سکتا اور اگر قبل خرید وکیل نے اسکو تلف دیا پھر وہ تلف ہوگیا تو ایکبار موکل سے اور لے سکتا ہے اسواسطے کہ نوع قبل شرا امانت ہے اسکے ہاتھ میں تو بعد ہلاک امانت ایکبار رجوع ہے پھر رجوع نہیں تو شارح کا قول اس صورت پر محمول ہے جبکہ موکل نے ثمن قبل خرید کے دیا اسواسطے کہ بعد شرا کے دینے میں تو اصلا رجوع نہیں تلف ہونے کے بعد کذا فی الطحطاوی صعہ الفانی فقال لما مالک دفعت الی المضارب وقد ربحت المضارب فقال المالک دفعت الی فنقول للمضارب لان القول فی مقدار المقبوض للقابض امینا او ضمینا اجماعا او انکرہ اصلا مضارب کے پاس دو ہزار دیئے سو اسنے مالک سے کہا کہ تو نے مجھکو ہزار دیئے اور میں نے نفع میں ایکہزار حاصل کئے اور مالک نے کہا کہ میں نے تجھکو دو ہزار دیئے تو مضارب کا قول مقبول ہوگا اسواسطے کہ مقدار مقبوض میں قابض کا قول مقبول ہے خواہ قابض امین ہو جیسا مضارب اگر بالکل قبض کا منکر ہو تو مضارب ہی کا قول مقبول ہوگا ولو کان الاختلاف فی قدر ذلک فی مقدار الربح فالقول لرب المال فی مقدار الربح فقط لانہ یستفاد من جھتہ اور اگر اسکے ساتھ یعنے راس المال کے اختلاف کے ساتھ نفع کی بھی مقدار میں اختلاف ہو تو صاحب مال کا قول مقبول ہے فقط منفعت کی مقدار میں اسواسطے کہ نفع کی مقدار حاصل ہوتی ہے مالک کی جہت سے یعنی اسکے معین کردینے سے نفع معین ہوتا ہے نصف یا ثلث اور وہ منکر ہے زیادت کا تو اسکا قول مقبول ہوگا ہم مقدار راس المال اور مقدار نفع کے اختلاف کی یہ صورت ہے کہ مالک نے کہا کہ راس المال دو ہزار تھا اور تیرے واسطے میں نے ثلث نفع شرط کیا اور مضارب نے کہا راس المال ہزار تھا اور تو نے میرے واسطے نصف نفع شرط کیا فقط کی قید سے معلوم ہوا کہ مقدار راس المال میں مضارب ہی کا قول مقبول ہوگا نہ کہ مالک کا وان اقاما البینۃ تقبل اور مالک و مضارب میں سے جو شخص اپنے دعوی پر گواہ لاویگا تو مقبول ہوگا وان اقاما فالبینۃ بینۃ رب المال فی دعواہ الزیادۃ فی راس المال وبینۃ المضارب فی دعواہ الزیادۃ فی الربح اگر دونوں نے گواہ قائم کئے تو مقبول گواہی رب المال کی گواہی ہے زیادت راس المال کے دعوی میں اور مضارب کی گواہی مقبول ہے زیادت نفع کے دعوی میں یعنے اسواسطے کہ مبنا اثبات زیادت کیواسطے ہے قید الاختلاف فی بلوغہ فی المقدار کما لو کان فی الصفقۃ فالقول لرب المال فلو قال معہ الف فقال ھی مضاربۃ بالنصف وقد ربح الفا فقال المالک بضاعۃ فالقول للمالک لانہ منکر مصنف نے مقدار کے اختلاف کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر اختلاف صفت میں ہوگا تو وہاں مالک کا قول مقبول ہوگا تو اسواسطے مصنف نے کہا کہ ایک مضارب کے پاس ہزار ہیں سو اسنے کہا کہ وہ میرے پاس نصفا نصف مضاربت کے طور پر ہیں اور مضارب نے ہزار صفت میں حاصل کئے ہیں اور مالک نے کہا کہ وہ ہزار بطریق بضاعت کے ہیں نہ بطریق مضاربت کے تو مالک ہی کا قول مقبول ہوگا کیونکہ وہ منکر ہے مضاربت کے دعوی کا وکذا لو قال لمضارب ھی قرض وقال رب المال ھی بضاعۃ او ودیعۃ او مضاربۃ فالقول لرب المال والبینۃ بینۃ المضارب لانہ ینکر علیک التملیک والمالک ینکر اور اسیطرح اگر مضارب نے کہا کہ ہزار میرے پاس بطور قرض کے ہیں اور مالک نے کہا کہ وہ بضاعت ہیں یا ودیعت ہیں یا مضاربت ہیں تو صاحب مال کا قول مقبول ہوگا اور بر ہان مقبول تو مضارب کی بر ہان ہے اسواسطے کہ مضارب مالک پر تملیک کا دعوی کرتا ہے اور مالک تملیک کا منکر ہے ہم جب سے قرض کا دعوی کیا تو وہ مال کا مالک ہمارا مالک کی تملیک سے تو اب سب نفع قابض ہی کا ٹھہریگا اور دعوی بضاعت یا ودیعت یا مضاربت میں اسکا انکار ہے طحطاوی نے کہا کہ اگر کہے کہ مضاربت فاسد ہے کہا تو تو بتوتا اسواسطے کہ مسئلہ بضاعت اور ودیعت میں مالک در واضح ید دونوں عدم مضاربت پر متفق ہیں وامالو ادعی المالک القرض او المضاربۃ فالقول للمضارب لانہ ینکر الضمان واثبتا اقام البینۃ قبلت اور اگر مالک قرض کا دعوی کرے اور مضارب مضاربت کا تو مضارب کا قول مقبول ہے اسواسطے کہ منکر ہے ضمان کا اور دونوں میں سے جو گواہ قائم کریگا مقبول ہوگے دعوی مضاربت میں ضمان کا انکار ہے اسواسطے کہ بارہا مذکور ہوچکا کہ مضاربت امین ہے نہ ضمین اور مالک ہی ضمان کا منکر ہے اور قول منکر کا قول ہے وان اقاما فبینۃ رب المال علی ما مر الا ثباتا اور اگر دونوں نے گواہ قائم کئے تو صاحب مال کے گواہ مقدم ہیں اسواسطے کہ انمیں زیادت اثبات ہے جو زیادت اثبات کی وجہ سے کہ مالک کی بر ہان سے مضارب پر ضمان بدل قرض ثابت ہوتا ہے واما الاختلاف فی النوع فان ادعی المضارب الصموم والمالک الحنوط او ادعی المالک المخصوص فالقول للمضارب لتمسکہ بالاصل اور نوع کے اختلاف میں جیسے اگر مضارب عموم تجارت یا اطلاق کا دعوی کرے اور مالک خصوص کا

دعوی کرے تو مضارب کا قول مقبول ہے بسبب پائے نے مضارب کے اصل کو مع اطلاق کی بصورت ہونے کہ مضارب کہے مالک کو کہ تو نے مجھکو تری اور خشکی دونوں سفر کی اجازت دی تھی اور مالک خصوص کا دعوی کرے اسطرح کہ میں نے فلانی قسم کی تجارت کی اجازت دی یا خشکی کے سفر کی اجازت دی نہ تری کی یا بالعکس اور مضاربت میں عموم اور اطلاق اسواسطے اصل ہے کہ مضاربت سے مقصود تحصیل منفعت ہے اور اسکے مناسب عموم اور اطلاق ہے بخصوص وَلِوَاحِدٍ مِنْهُمَا فَالْقَوْلُ لِلْمُضَارِبِ بِيَمِينِهِ عَلَى صِحَّةِ قَوْلِهِ وَبَيِّنَةُ نَفْيِ الضَّمَانِ اور اگر ہر شخص ایک ایک قسم تجارت کا دعوی کرے تو مالک کا قول مقبول ہے اور گواہ مضارب کے تو مضارب گواہ قائم کرے اپنے تصرف کی صحت پر اور اسکو نفی تاوان لازم ہے وہم یہ جواب ہے اُس سوال مقدر کا جو صاحب ہدایہ پر وارد ہوتا ہے تقریر سوال یہ ہے کہ گواہ تو اثبات کیواسطے ہوتے ہیں نہ نفی کے واسطے عنایہ میں جواب اسکا دیا کہ یہ نفی پر گواہی نہیں بلکہ اپنے تصرف صحیح ہونے پر گواہی لاتا ہے اور جب اُسکا تصرف صحیح ہوا تو اُسپر تاوان لازم نہ آیا وَلَوْ وَقَّتَ الْبَيِّنَاتُ تُقْبَلُ بِالْمُتَأَخِّرَةِ وَلَا بَيِّنَةَ لِلْمَالِكِ اور اگر مدعیات نے تعیین وقت بیان کیا تو بینہ متاخرہ پر حکم ہوگا اور نہیں تو بینہ مالک پر حکم بینہ متاخرہ بواسطے حکم ہوگا کہ شرط اخیر شرط اول کو تو ڑتی ہے اور عدم قبول کے تحت میں دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ اصلا وقت بیان نہ ہو دوسرے یہ کہ فقط ایک کے گواہ وقت بیان کریں **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے دَفَعَ الْوَصِيُّ مَالَ الصَّغِيرِ إلَى نَفْسِهِ مُضَارَبَةً جَازَ وَقَدْ عَلِمَ الطَّرَسُوسِيُّ بِأَنْ لَا يَجْعَلَ الْوَصِيُّ لِنَفْسِهِ مِنَ الرِّبْحِ أَكْثَرَ مِمَّا يَجْعَلُ لِأَمْثَالِهِ وَتَمَامُهُ فِي شَرْحِ الْوَهْبَانِيَّةِ وصی نے صغیر کا مال اپنی ذات کو بطریق مضاربت کے تو جائز ہے اور طرسوسی نے اس جواز میں یہ قید لگائی ہے کہ وصی اپنے واسطے اُس سے زیادہ تر نفع نہ ٹھہراوے جو اپنے ہمسروں کے واسطے ٹھہراتا اور پورا بیان اُسکا وہبانیہ کی شرح میں ہے وَفِيهَا مَاتَ الْمُضَارِبُ وَلَمْ يُوجَدْ مَالُ الْمُضَارَبَةِ فِيمَا خَلَّفَ عَادَ دَيْنًا فِي تَرِكَتِهِ اور شرح وہبانیہ میں ہے کہ مضارب مرگیا اور مضاربت کا مال پایا نہیں گیا اُس مال میں جو وہ چھوڑ گیا تو مضاربت کا مال دین ٹھہرکا اسکے ترکہ کے میں ہم اسی حکم ہے مودع اور مستعیر کا اور جس شخص کے پاس مال امانت ہو اور وہ مرجائے قبل بیان کے اور امانت بعینہا معلوم نہو تو اُسپر دین ثابت ہوگا اسکے ترکہ کے میں اسواسطے کہ وہ بحیلہ یعنے بیان نکردینے سے مستہلک ٹھہرا اور اگر اُسکے وارث ہلاکی مال کا دعوے کریں یا کہیں کہ مورث ہمارا صاحب مال کو تسلیم کرچکا ہے تو اُنکی تصدیق نہوگی کذا فی الطحطاوی اور پورا بیان اسکا کتاب الودیعۃ میں آویگا وَفِي الِاخْتِيَارِ رَفْعُ الْمُضَارِبِ شَيْئًا لِلْعَاشِرِ لَيْكَفَّ عَنْهُ ضَمِنَ لِأَنَّهُ لَيْسَ مِنْ أُمُورِ التِّجَارَةِ لَكِنْ صَرَّحَ فِي مَجْمَعِ الْفَتَاوَى بِعَدَمِ الضَّمَانِ فِي زَمَانِنَا قَالَ وَكَذَا الْوَصِيُّ لِأَنَّهُمَا يَقْصِدَانِ الْإِصْلَاحَ وَسَيَجِيءُ الْحَجْرُ وَالْوَدِيعَةُ اور اختیار میں ہے کہ مضارب نے کچھ مال یا بطریق رشوت کے عاشر کو دیا بغیر پروانے کے تو اُس سے باز رہے تو مضارب پر ضمان لازم ہوگا اسواسطے کہ اسطرح کا دینا تجارت کے امور سے نہیں ہاں لیکن مجمع الفتاوی میں عدم تاوان صحیح ہے ہمارے زمانے میں صاحب مجمع الفتاوی نے کہا اور اسیطرح وصی پر ضمان نہیں اسواسطے کہ مضارب اور وصی اس وقت اصلاح مال کا ارادہ کرتے ہیں اور عنقریب آویگا کتاب الودیعۃ کے آخر میں وفیہ لو شری بمالہا متاعا فقال انا اصلہ حتی اجد ربحا کثیرا او اراد المالک بیعہ فان فی المال ربحا جبر علی بیعہ لعلمہ بالربح کما مر لا ان یقول للمالک اعطنی راس المال وحصتک من الربح فیجبر المالک علی قبول ذلک ورجح الشارح بان ہذا اسہل علی الناس کذا فی البحر یعنے اگر مضارب نے مضاربت کے مال سے تجارت کا اسباب خرید کیا سو مضارب بولا کہ میں اسکو رکھ چھوڑونگا یہاں تک کہ نفع کثیر پاؤنگا اور مالک نے اسکے بیچ کا ارادہ کیا تو اگر مال میں منفعت ہو تو مضارب پر زبردستی ہوگی اسکی بیچ پر اسواسطے کہ مضارب کو اپنے عمل کی اجرت معلوم اور نہ متعین ہے بخلاف مذکور ہو چکا مگر یہ مضارب مالک سے کہے کہ میں تجھکو راس المال اور تیرے حصے کی منفعت دونگا تو اب مالک پر زبردستی ہوگی اسکے قبول کرنے پر حتی لو ابی ان یقبض دفع الیہ القدر الذی یخصہ من الربح وان ابی ان یقبض ایضا فہلکت تعتمن حصۃ المضارب انتہی اور بزازیہ میں ہے کہ مالک نے مضارب کو ہزار درم دیئے پانسو بطریق بیع کے اور پانسو بطریق مضاربت کے پس تلف کیے ہزار درم تو مضاربت کے حصہ کا تاوان نہ آویگا انتہی کلام البزازیہ حصہ مضاربت کی ہلاکی میں اسواسطے تاوان نہیں کہ وہ امانت ہے اور حصہ بیع میں اسواسطے تاوان ہے کہ بیع فاسد ہے اسواسطے کہ یہ مبیع مجہول القسمۃ میں تو موہوب لہ اُسکا مالک نہ ٹھہرا تو اُسپر تاوان لازم ہوا قلت والمفتی بہ انہ لا ضمان مطلقا

لانی المضاربۃ لانہا امانۃ ولا فی الھبۃ لانہا فاسدۃ وھی تملک بالقبض علی المعتمد المفتی بہ کما سیجی فلا ضمان بہلاکہا بلا تعد شعر واودعہ عشرا علی ان خمسۃ + لہ ھبۃ فاستھلک الخمسۃ ضمن عشرۃ ہمیں کہتا ہوں قول مفتی یہ ہے کہ مسئلہ مذکورہ میں مطلقاً تاوان نہیں نہ مضاربت میں اسواسطے کہ وہ امانت ہے اور نہ ہبہ میں اسواسطے کہ فاسد ہے اور وہ مملوک ہو جاتی ہے قبض کر لینے سے بنا بر قول معتمد مفتی بہ کے چنانچہ اسکا بیان آویگا کتاب الہبہ میں تو ہبہ فاسدہ میں تاوان نہیں اور جو جب ہی قول معتمد کے ضعیف کہا گیا ہے وہ بہانیہ کا یہ قول اور ودیعت کے پاس دس درہم اسطرح کہ پانچ انمیں سے ہبہ ہیں سو تو نے پانچ تلف کر ڈالے تو تاوان دے درہم شرنبلالی نے کہا صورت اسکی یہ ہے کہ غیر شخص کو دس درہم دیئے اور کہا انمیں سے پانچ مجکو ہبہ ہیں اور پانچ تیرے پاس ودیعت ہیں سو قابض انمیں سے پانچ تلف کر ڈالے اور باقی پانچ خود تلف ہو گئے تو قابض ساڑھے سات درہم تاوان دے اسواسطے کہ خمسہ مو ہوبہ مضمون ہیں قابض پر کیونکہ ہبہ شائع ہی محتمل القسمت ہیں اور وہ فاسد ہے اور جو پانچ درہم اسنے تلف کر ڈالے انمیں سے نصف ہمیں ہیں اور نصف امانت اور یہ مسئلہ مبنی ہی قول غیر صحیح پر کذا فی الطحطاوی مختصراً واللہ تعالیٰ اعلم واستغفر اللہ الحلیم الاکرم

کتاب الایداع

یہ کتاب ہی ودیعت رکھنے کے مسائل میں کاختفاء فی اشتراکہ مع ما قبلہ فی الحکم وھو کونہ امانۃ وشدیدی ایداع کے مشترک ہونے میں اسکے ماقبل کی کتاب کے ساتھ حکم میں یعنے امانت ہونے میں ایداع اور مضاربت مشترک ہیں دونوں لہذا مضاربت کے بعد مصنف رح ایداع کو لایا ھو لغۃ من الودع ای الترک ایداع لغت میں ودع یعنے ترک کے ہی ہم ایداع لغت میں عبارت ہے تسلیط غیر سے کسی چیز کی نگہبانی پر خواہ وہ چیز مال ہو یا غیر مال اور ایداع اور استیداع یعنے واحد ہی مثلاً زید نے اپنا مال خالد کے پاس ودیعت رکھا ہو تو زید مودع اور مستودع کہلوا ل اور خالد مودع اور مستودع ہی بفتح دال اور بنتقی ہیں کہ حفظ امانت موجب ثواب ہی اور خیانت باعث شقاوت کو نہیں حدیث میں وارد ہی کہ امانت داری مالداری کو کھینچ لاتی ہی اور خیانت محتاجی اور مفلسی کو کھینچ لاتی ہی روایت ہی کہ جب بنیامحتاج اور اندھی ہو گئی یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے غم میں تو ایک درہ امیں کھڑی ہو کر پکاری کہ اے بادشاہ میری بات سن لو یوسف علیہ السلام کھڑے ہو گئے زلیخا بولی کہ امانت نے مملوک کو بجائے ملوک کر دیا اور خیانت نے ملوک کو بجائے مملوک کر دیا تو یوسف علیہ السلام نے پوچھا کہ یہ کون ہی لوگوں نے کہا زلیخا ہی حضرت نے ازراہ ترحم اس سے نکاح کر لیا کذا فی الطحطاوی ملتقطاً وشرعاً تسلیط الغیر علی حفظ مالہ صریحاً او دلالۃ کان انفق زق رجل فاخذ کاعجل بغیبۃ مالکہ ثم ترکہ ضمن لانہ بہذا الاخذ التزم حفظہ کذا فی البحر اور اصطلاح شرع میں ایداع غیر شخص کو مسلط کرنا ہی اپنے مال کی حفاظت پر صریحاً تسلیط ہو یا دلالۃً چنانچہ ایک مرد کی مشک پھٹ گئی سو دوسرا مرد نے اسکے مالک کی غیبت میں اسکو لیلیا پھر اسکو چھوڑ دیا تو اسپر تاوان آویگا اسواسطے کہ اس لینے سے اسنے اسکی حفاظت یکطرفی باعتبار دلالت حال کے کذا فی البحر ھم صریحاً تسلیط علی الحفظ کی وجہ یہ ہی کہ مالک نے مال کی حفاظت چاہتا ہی اور اسکی حفاظت پر مدہ گار کو پسند کرتا ہی تو گویا مالک نے اسکو نگہبانی کا امر کر دیا منح الفتاح میں ہی محیط سے اور اگر وہ مرد مشک لیگا اور اسکے قریب نہ جائیگا تو اسپر تاوان نہیں اور اگر مالک موجود ہو گا تو بھی دونوں صورتوں میں تاوان نہیں یعنے اخذ اور عدم اخذ میں والودیعۃ امانۃ عند الامین اور ودیعت امین کے پاس چھوڑی جاوے یعنی فقط حفاظت کیواسطے رکھی جاوے تو اس قید سے عاریت نکل گئی وودیعت کی تعریف سے اسواسطے کہ عاریت میں حفاظت اور انتفاع دونوں ہیں کذا فی البحر وھی احض من الامانۃ کما حققہ المصنف غیر اور وہ یعنی ودیعت خاص تر ہی امانت سے ہمارا مصنف وغیرہ نے اسکی تحقیق بیان کی ہم وجہ عموم امانت اور خصوص ودیعت کی یہ ہی کہ امانت اسکا نام ہی جو غیر مضمون ہو یعنی اسکا تاوان لازم نہ ہو تو یہ شامل ہی اُن سب صورتوں کو جنمیں ضمان نہیں ہی چنانچہ عاریت اور اجارے کی چیز اور وہ عنان مال یونڈی جو خدمت کیواسطے دی اسکے پاس ہو وغیر ذالک اور ودیعت وہ ہی جو ایجاب وقبول سے حفاظت کیواسطے رکھی جاوے تو دونوں میں تغایر سے اعم اور خصوص کا عموم اور خصوص کی تحقیق بھی ہر کہ ودیعت وہ شی ہی جو امانت ہو اسکے مالک کی استحفاظ سے غیر کے پاس قصداً اور امانت کا ہونا بلا قصد بھی ہوتی ہی اور ودیعت عمد سے ہوتی ہی اور امانت عام ہی تو امانت منفرد ہو اس صورت میں کہ موانے کپڑا اور دیدا کر ایک آدمی کی گود میں ڈال دیا اور حکم ودیعت کا یہ ہی کہ احادہ الی الوفاق سے ضمان لازم نہیں ہو تا بر خلاف امانت کے کذا فی الطحطاوی وکنایۃ الایجاب موجبا کاودعتک او کنایۃ کقولہ لرجل اعطنی الف درہم او اعطنی ھذا الثوب مثلاً فقال اعطیتک کان

۱ حکومت پنجاب کی ایما پر ۲ مرتب اول ۳ کمپنی ۴ پنجاب ۵ ۶ ۷ ۸ ۹ ۱۰ ۱۱ ۱۲ ۱۳ ۱۴ ۱۵ ۱۶ ۱۷ ۱۸ ۱۹ ۲۰ ۲۱ ۲۲ ۲۳ ۲۴ ۲۵ ۲۶ ۲۷ ۲۸ ۲۹ ۳۰ ۳۱ ۳۲ ۳۳ ۳۴ ۳۵ ۳۶ ۳۷ ۳۸ ۳۹ ۴۰ ۴۱ ۴۲ ۴۳ ۴۴ ۴۵ ۴۶ ۴۷ ۴۸ ۴۹ ۵۰ ۵۱ ۵۲ ۵۳ ۵۴ ۵۵ ۵۶ ۵۷ ۵۸ ۵۹ ۶۰ ۶۱ ۶۲ ۶۳ ۶۴ ۶۵ ۶۶ ۶۷ ۶۸ ۶۹ ۷۰ ۷۱ ۷۲ ۷۳ ۷۴ ۷۵ ۷۶ ۷۷ ۷۸ ۷۹ ۸۰ ۸۱ ۸۲ ۸۳ ۸۴ ۸۵ ۸۶ ۸۷ ۸۸ ۸۹ ۹۰ ۹۱ ۹۲ ۹۳ ۹۴ ۹۵ ۹۶ ۹۷ ۹۸ ۹۹ ۱۰۰ ۱۰۱ ۱۰۲ ۱۰۳ ۱۰۴ ۱۰۵ ۱۰۶ ۱۰۷ ۱۰۸ ۱۰۹ ۱۱۰ ۱۱۱ ۱۱۲ ۱۱۳ ۱۱۴ ۱۱۵ ۱۱۶ ۱۱۷ ۱۱۸ ۱۱۹ ۱۲۰ ۱۲۱ ۱۲۲ ۱۲۳ ۱۲۴ ۱۲۵ ۱۲۶ ۱۲۷ ۱۲۸ ۱۲۹ ۱۳۰ ۱۳۱ ۱۳۲ ۱۳۳ ۱۳۴ ۱۳۵ ۱۳۶ ۱۳۷ ۱۳۸ ۱۳۹ ۱۴۰ ۱۴۱ ۱۴۲ ۱۴۳ ۱۴۴ ۱۴۵ ۱۴۶ ۱۴۷ ۱۴۸ ۱۴۹ ۱۵۰ ۱۵۱ ۱۵۲ ۱۵۳ ۱۵۴ ۱۵۵ ۱۵۶ ۱۵۷ ۱۵۸ ۱۵۹ ۱۶۰ ۱۶۱ ۱۶۲ ۱۶۳ ۱۶۴ ۱۶۵ ۱۶۶ ۱۶۷ ۱۶۸ ۱۶۹ ۱۷۰ ۱۷۱ ۱۷۲ ۱۷۳ ۱۷۴ ۱۷۵ ۱۷۶ ۱۷۷ ۱۷۸ ۱۷۹ ۱۸۰ ۱۸۱ ۱۸۲ ۱۸۳ ۱۸۴ ۱۸۵ ۱۸۶ ۱۸۷ ۱۸۸ ۱۸۹ ۱۹۰ ۱۹۱ ۱۹۲ ۱۹۳ ۱۹۴ ۱۹۵ ۱۹۶ ۱۹۷ ۱۹۸ ۱۹۹ ۲۰۰ ۲۰۱ ۲۰۲ ۲۰۳ ۲۰۴ ۲۰۵ ۲۰۶ ۲۰۷ ۲۰۸ ۲۰۹ ۲۱۰ ۲۱۱ ۲۱۲ ۲۱۳ ۲۱۴ ۲۱۵ ۲۱۶ ۲۱۷ ۲۱۸ ۲۱۹ ۲۲۰ ۲۲۱ ۲۲۲ ۲۲۳ ۲۲۴ ۲۲۵ ۲۲۶ ۲۲۷ ۲۲۸ ۲۲۹ ۲۳۰ ۲۳۱ ۲۳۲ ۲۳۳ ۲۳۴ ۲۳۵ ۲۳۶ ۲۳۷ ۲۳۸ ۲۳۹ ۲۴۰ ۲۴۱ ۲۴۲ ۲۴۳ ۲۴۴ ۲۴۵ ۲۴۶ ۲۴۷ ۲۴۸ ۲۴۹ ۲۵۰ ۲۵۱ ۲۵۲ ۲۵۳ ۲۵۴ ۲۵۵ ۲۵۶ ۲۵۷ ۲۵۸ ۲۵۹ ۲۶۰ ۲۶۱ ۲۶۲ ۲۶۳ ۲۶۴ ۲۶۵ ۲۶۶ ۲۶۷ ۲۶۸ ۲۶۹ ۲۷۰ ۲۷۱ ۲۷۲ ۲۷۳ ۲۷۴ ۲۷۵ ۲۷۶ ۲۷۷ ۲۷۸ ۲۷۹ ۲۸۰ ۲۸۱ ۲۸۲ ۲۸۳ ۲۸۴ ۲۸۵ ۲۸۶ ۲۸۷ ۲۸۸ ۲۸۹ ۲۹۰ ۲۹۱ ۲۹۲ ۲۹۳ ۲۹۴ ۲۹۵ ۲۹۶ ۲۹۷ ۲۹۸ ۲۹۹ ۳۰۰ ۳۰۱ ۳۰۲ ۳۰۳ ۳۰۴ ۳۰۵ ۳۰۶ ۳۰۷ ۳۰۸ ۳۰۹ ۳۱۰ ۳۱۱ ۳۱۲ ۳۱۳ ۳۱۴ ۳۱۵ ۳۱۶ ۳۱۷ ۳۱۸ ۳۱۹ ۳۲۰ ۳۲۱ ۳۲۲ ۳۲۳ ۳۲۴ ۳۲۵ ۳۲۶ ۳۲۷ ۳۲۸ ۳۲۹ ۳۳۰ ۳۳۱ ۳۳۲ ۳۳۳ ۳۳۴ ۳۳۵ ۳۳۶ ۳۳۷ ۳۳۸ ۳۳۹ ۳۴۰ ۳۴۱ ۳۴۲ ۳۴۳ ۳۴۴ ۳۴۵ ۳۴۶ ۳۴۷ ۳۴۸ ۳۴۹ ۳۵۰ ۳۵۱ ۳۵۲ ۳۵۳ ۳۵۴ ۳۵۵ ۳۵۶ ۳۵۷ ۳۵۸ ۳۵۹ ۳۶۰ ۳۶۱ ۳۶۲ ۳۶۳ ۳۶۴ ۳۶۵ ۳۶۶ ۳۶۷ ۳۶۸ ۳۶۹ ۳۷۰ ۳۷۱ ۳۷۲ ۳۷۳ ۳۷۴ ۳۷۵ ۳۷۶ ۳۷۷ ۳۷۸ ۳۷۹ ۳۸۰ ۳۸۱ ۳۸۲ ۳۸۳ ۳۸۴ ۳۸۵ ۳۸۶ ۳۸۷ ۳۸۸ ۳۸۹ ۳۹۰ ۳۹۱ ۳۹۲ ۳۹۳ ۳۹۴ ۳۹۵ ۳۹۶ ۳۹۷ ۳۹۸ ۳۹۹ ۴۰۰ ۴۰۱ ۴۰۲ ۴۰۳ ۴۰۴ ۴۰۵ ۴۰۶ ۴۰۷ ۴۰۸ ۴۰۹ ۴۱۰ ۴۱۱ ۴۱۲ ۴۱۳ ۴۱۴ ۴۱۵ ۴۱۶ ۴۱۷ ۴۱۸ ۴۱۹ ۴۲۰ ۴۲۱ ۴۲۲ ۴۲۳ ۴۲۴ ۴۲۵ ۴۲۶ ۴۲۷ ۴۲۸ ۴۲۹ ۴۳۰ ۴۳۱ ۴۳۲ ۴۳۳ ۴۳۴ ۴۳۵ ۴۳۶ ۴۳۷ ۴۳۸ ۴۳۹ ۴۴۰ ۴۴۱ ۴۴۲ ۴۴۳ ۴۴۴ ۴۴۵ ۴۴۶ ۴۴۷ ۴۴۸ ۴۴۹ ۴۵۰ ۴۵۱ ۴۵۲ ۴۵۳ ۴۵۴ ۴۵۵ ۴۵۶ ۴۵۷ ۴۵۸ ۴۵۹ ۴۶۰ ۴۶۱ ۴۶۲ ۴۶۳ ۴۶۴ ۴۶۵ ۴۶۶ ۴۶۷ ۴۶۸ ۴۶۹ ۴۷۰ ۴۷۱ ۴۷۲ ۴۷۳ ۴۷۴ ۴۷۵ ۴۷۶ ۴۷۷ ۴۷۸ ۴۷۹ ۴۸۰ ۴۸۱ ۴۸۲ ۴۸۳ ۴۸۴ ۴۸۵ ۴۸۶ ۴۸۷ ۴۸۸ ۴۸۹ ۴۹۰ ۴۹۱ ۴۹۲ ۴۹۳ ۴۹۴ ۴۹۵ ۴۹۶ ۴۹۷ ۴۹۸ ۴۹۹ ۵۰۰ ۵۰۱ ۵۰۲ ۵۰۳ ۵۰۴ ۵۰۵ ۵۰۶ ۵۰۷ ۵۰۸ ۵۰۹ ۵۱۰ ۵۱۱ ۵۱۲ ۵۱۳ ۵۱۴ ۵۱۵ ۵۱۶ ۵۱۷ ۵۱۸ ۵۱۹ ۵۲۰ ۵۲۱ ۵۲۲ ۵۲۳ ۵۲۴ ۵۲۵ ۵۲۶ ۵۲۷ ۵۲۸ ۵۲۹ ۵۳۰ ۵۳۱ ۵۳۲ ۵۳۳ ۵۳۴ ۵۳۵ ۵۳۶ ۵۳۷ ۵۳۸ ۵۳۹ ۵۴۰ ۵۴۱ ۵۴۲ ۵۴۳ ۵۴۴ ۵۴۵ ۵۴۶ ۵۴۷ ۵۴۸ ۵۴۹ ۵۵۰ ۵۵۱ ۵۵۲ ۵۵۳ ۵۵۴ ۵۵۵ ۵۵۶ ۵۵۷ ۵۵۸ ۵۵۹ ۵۶۰ ۵۶۱ ۵۶۲ ۵۶۳ ۵۶۴ ۵۶۵ ۵۶۶ ۵۶۷ ۵۶۸ ۵۶۹ ۵۷۰ ۵۷۱ ۵۷۲ ۵۷۳ ۵۷۴ ۵۷۵ ۵۷۶ ۵۷۷ ۵۷۸ ۵۷۹ ۵۸۰ ۵۸۱ ۵۸۲ ۵۸۳ ۵۸۴ ۵۸۵ ۵۸۶ ۵۸۷ ۵۸۸ ۵۸۹ ۵۹۰ ۵۹۱ ۵۹۲ ۵۹۳ ۵۹۴ ۵۹۵ ۵۹۶ ۵۹۷ ۵۹۸ ۵۹۹ ۶۰۰ ۶۰۱ ۶۰۲ ۶۰۳ ۶۰۴ ۶۰۵ ۶۰۶ ۶۰۷ ۶۰۸ ۶۰۹ ۶۱۰ ۶۱۱ ۶۱۲ ۶۱۳ ۶۱۴ ۶۱۵ ۶۱۶ ۶۱۷ ۶۱۸ ۶۱۹ ۶۲۰ ۶۲۱ ۶۲۲ ۶۲۳ ۶۲۴ ۶۲۵ ۶۲۶ ۶۲۷ ۶۲۸ ۶۲۹ ۶۳۰ ۶۳۱ ۶۳۲ ۶۳۳ ۶۳۴ ۶۳۵ ۶۳۶ ۶۳۷ ۶۳۸ ۶۳۹ ۶۴۰ ۶۴۱ ۶۴۲ ۶۴۳ ۶۴۴ ۶۴۵ ۶۴۶ ۶۴۷ ۶۴۸ ۶۴۹ ۶۵۰ ۶۵۱ ۶۵۲ ۶۵۳ ۶۵۴ ۶۵۵ ۶۵۶ ۶۵۷ ۶۵۸ ۶۵۹ ۶۶۰ ۶۶۱ ۶۶۲ ۶۶۳ ۶۶۴ ۶۶۵ ۶۶۶ ۶۶۷ ۶۶۸ ۶۶۹ ۶۷۰ ۶۷۱ ۶۷۲ ۶۷۳ ۶۷۴ ۶۷۵ ۶۷۶ ۶۷۷ ۶۷۸ ۶۷۹ ۶۸۰ ۶۸۱ ۶۸۲ ۶۸۳ ۶۸۴ ۶۸۵ ۶۸۶ ۶۸۷ ۶۸۸ ۶۸۹ ۶۹۰ ۶۹۱ ۶۹۲ ۶۹۳ ۶۹۴ ۶۹۵ ۶۹۶ ۶۹۷ ۶۹۸ ۶۹۹ ۷۰۰ ۷۰۱ ۷۰۲ ۷۰۳ ۷۰۴ ۷۰۵ ۷۰۶ ۷۰۷ ۷۰۸ ۷۰۹ ۷۱۰ ۷۱۱ ۷۱۲ ۷۱۳ ۷۱۴ ۷۱۵ ۷۱۶ ۷۱۷ ۷۱۸ ۷۱۹ ۷۲۰ ۷۲۱ ۷۲۲ ۷۲۳ ۷۲۴ ۷۲۵ ۷۲۶ ۷۲۷ ۷۲۸ ۷۲۹ ۷۳۰ ۷۳۱ ۷۳۲ ۷۳۳ ۷۳۴ ۷۳۵ ۷۳۶ ۷۳۷ ۷۳۸ ۷۳۹ ۷۴۰ ۷۴۱ ۷۴۲ ۷۴۳ ۷۴۴ ۷۴۵ ۷۴۶ ۷۴۷ ۷۴۸ ۷۴۹ ۷۵۰ ۷۵۱ ۷۵۲ ۷۵۳ ۷۵۴ ۷۵۵ ۷۵۶ ۷۵۷ ۷۵۸ ۷۵۹ ۷۶۰ ۷۶۱ ۷۶۲ ۷۶۳ ۷۶۴ ۷۶۵ ۷۶۶ ۷۶۷ ۷۶۸ ۷۶۹ ۷۷۰ ۷۷۱ ۷۷۲ ۷۷۳ ۷۷۴ ۷۷۵ ۷۷۶ ۷۷۷ ۷۷۸ ۷۷۹ ۷۸۰ ۷۸۱ ۷۸۲ ۷۸۳ ۷۸۴ ۷۸۵ ۷۸۶ ۷۸۷ ۷۸۸ ۷۸۹ ۷۹۰ ۷۹۱ ۷۹۲ ۷۹۳ ۷۹۴ ۷۹۵ ۷۹۶ ۷۹۷ ۷۹۸ ۷۹۹ ۸۰۰ ۸۰۱ ۸۰۲ ۸۰۳ ۸۰۴ ۸۰۵ ۸۰۶ ۸۰۷ ۸۰۸ ۸۰۹ ۸۱۰ ۸۱۱ ۸۱۲ ۸۱۳ ۸۱۴ ۸۱۵ ۸۱۶ ۸۱۷ ۸۱۸ ۸۱۹ ۸۲۰ ۸۲۱ ۸۲۲ ۸۲۳ ۸۲۴ ۸۲۵ ۸۲۶ ۸۲۷ ۸۲۸ ۸۲۹ ۸۳۰ ۸۳۱ ۸۳۲ ۸۳۳ ۸۳۴ ۸۳۵ ۸۳۶ ۸۳۷ ۸۳۸ ۸۳۹ ۸۴۰ ۸۴۱ ۸۴۲ ۸۴۳ ۸۴۴ ۸۴۵ ۸۴۶ ۸۴۷ ۸۴۸ ۸۴۹ ۸۵۰ ۸۵۱ ۸۵۲ ۸۵۳ ۸۵۴ ۸۵۵ ۸۵۶ ۸۵۷ ۸۵۸ ۸۵۹ ۸۶۰ ۸۶۱ ۸۶۲ ۸۶۳ ۸۶۴ ۸۶۵ ۸۶۶ ۸۶۷ ۸۶۸ ۸۶۹ ۸۷۰ ۸۷۱ ۸۷۲ ۸۷۳ ۸۷۴ ۸۷۵ ۸۷۶ ۸۷۷ ۸۷۸ ۸۷۹ ۸۸۰ ۸۸۱ ۸۸۲ ۸۸۳ ۸۸۴ ۸۸۵ ۸۸۶ ۸۸۷ ۸۸۸ ۸۸۹ ۸۹۰ ۸۹۱ ۸۹۲ ۸۹۳ ۸۹۴ ۸۹۵ ۸۹۶ ۸۹۷ ۸۹۸ ۸۹۹ ۹۰۰ ۹۰۱ ۹۰۲ ۹۰۳ ۹۰۴ ۹۰۵ ۹۰۶ ۹۰۷ ۹۰۸ ۹۰۹ ۹۱۰ ۹۱۱ ۹۱۲ ۹۱۳ ۹۱۴ ۹۱۵ ۹۱۶ ۹۱۷ ۹۱۸ ۹۱۹ ۹۲۰ ۹۲۱ ۹۲۲ ۹۲۳ ۹۲۴ ۹۲۵ ۹۲۶ ۹۲۷ ۹۲۸ ۹۲۹ ۹۳۰ ۹۳۱ ۹۳۲ ۹۳۳ ۹۳۴ ۹۳۵ ۹۳۶ ۹۳۷ ۹۳۸ ۹۳۹ ۹۴۰ ۹۴۱ ۹۴۲ ۹۴۳ ۹۴۴ ۹۴۵ ۹۴۶ ۹۴۷ ۹۴۸ ۹۴۹ ۹۵۰ ۹۵۱ ۹۵۲ ۹۵۳ ۹۵۴ ۹۵۵ ۹۵۶ ۹۵۷ ۹۵۸ ۹۵۹ ۹۶۰ ۹۶۱ ۹۶۲ ۹۶۳ ۹۶۴ ۹۶۵ ۹۶۶ ۹۶۷ ۹۶۸ ۹۶۹ ۹۷۰ ۹۷۱ ۹۷۲ ۹۷۳ ۹۷۴ ۹۷۵ ۹۷۶ ۹۷۷ ۹۷۸ ۹۷۹ ۹۸۰ ۹۸۱ ۹۸۲ ۹۸۳ ۹۸۴ ۹۸۵ ۹۸۶ ۹۸۷ ۹۸۸ ۹۸۹ ۹۹۰ ۹۹۱ ۹۹۲ ۹۹۳ ۹۹۴ ۹۹۵ ۹۹۶ ۹۹۷ ۹۹۸ ۹۹۹ ۱۰۰۰

ودیعۃ بخلاف الاعطاء یحتمل الہبۃ لکن الودیعۃ ادنی وھو متفق فصار کنایۃ اور ودیعت کا رکن ایجاب ہے خواہ صریحاً ایجاب ہو جیسا یوں کہنا کہ میں نے تیرے پاس ودیعت رکھی خواہ کنایۃً ایجاب ہو جیسا ایک شخص کا دوسرے سے یوں کہنا کہ مجھکو ہزار درہم دے یا یہ کپڑا مثلاً مجھکو دے سو اسنے کہا کہ میں نے مجھکو دیئے نزدیک ودیعت ہی کے قاضی البحر کے واسطے کہ دونوں صورت اور ودیعت دونوں کا احتمال رکھتا ہے لیکن ودیعت کمتر درجہ پر ہے اور وہ یقینی ہے تو یہ کنایہ مجھکو صریح ایجاب ودیعت کا حکم رکھتا ہے یہاں یہ مراد نہیں کہ لازم سے انتقال ہو ملزوم کیطرف بلکہ یہاں کنایہ سے یہ مراد ہے کہ جو ایک قسم اور غیر شریک دونوں کا احتمال رکھے جیسا کہ قاضی الطحطاوی نے کہا ہے او وضع ثوبہ بین یدی رجل وکم یقل شیئا فھو ایداع یا ایجاب قولی نہیں بلکہ فعلی ہو جیسا کہ ایک شخص نے اپنا کپڑا ایک مرد کے آگے رکھ دیا اور کچھ نہ بولا تو یہ فعل ودیعت کا سپرد کرنا ہے حکم خلاصہ میں ہے کہ اپنی کتاب ایک قوم کے آگے رکھ دی پھر وہ لوگ سکوت کر چلے گئے تو سب پر تاوان آویگا اور صورت تلف ہو جانے کے اور اگر ایک دمی اٹھا لے جائے تو اس شخص پر تاوان پڑیگا کیونکہ وہ حفاظت کے واسطے متعین ہو گیا تو فعلان کے واسطے بھی مخصوص ہو گیا انہی تو یہ ایجاب و قبول دونوں فعلی ہے سے القبول من المودع صریحاً کقبلت اور ترکی ودیعت قبول کرنا ہی مودع کی جانب سے خواہ قبول صریح ہو جیسا یوں کہنا کہ میں نے ودیعت کو قبول کیا او دلالۃً کما لو سکت عند وضعہ فانہ یقبل دلالۃً کوضع ثیابہ فی حمام بمرأی من الشبابی وکفوہ لرب الخان ابن ارید ظھرھا فقال عنک ایداعا خانیہ یا قبولا باخبار و دلالت حال کے جیسا کہ اگر جیب یا اسکے رکھنے کی پوشت تو یہ قبول کرنا ودیعت کا دلالت حال کی راہ سے ہو جیسا کہ اپنے کپڑے رکھنا حمام میں کپڑوں کی نگہبانی کے سامنے اور جیسا کہ مسافر کا کہنا مسافر خانے کے مالک و مہتمم سے کہ کہاں اپنا گھوڑا یا اونٹ باندھوں سو اسنے کہا دہاں و یہ ایداع ہے کذا فی الخانیہ ہم اس صورت میں ایجاب و قبول دونوں دلالت ہیں دھذا فی حق وجوب الحفظ واما فی حق الامانۃ فتتم بالایجاب قصدا حتی لو قال للغاصب او عنک المغصوب بری عن الضمان وان لم یقبل اختیارا اور یعنی ایجاب و قبول کا رکن ہونا وجوب حفاظت حق میں ہے اور امانت کے حق میں تو فقط ایجاب پر تمامی ہو جاتی ہے تو اگر غاصب سے مغصوب نے کہا کہ میں نے مال مغصوب کو تیرے پاس ودیعت رکھا تو غاصب اس سے بری ہو گیا اگرچہ غاصب اسکو قبول نہ کرے کذا فی الاختیار ہم حق امانت مراد ہے کہ تاوان نہ آوے اور عدم قبول غاصب سکوت اور رد دونوں کو شامل ہے کذا فی الطحطاوی و شرطھا کون المال قابلا للاثبات الید علیہ فلو ادوع لابق والطیر فی الھواء لم یضمن اور ودیعت کی شرط ہے ہونا مال کا دست پذیر رکھنے کے لائق تو اگر غلام گریختہ کو یا سکے کو ہوا میں ودیعت رکھا تو تاوان لازم نہ ہوگا یعنی اسلئے کہ ایداع صحیح نہیں اور اسی طرح حکم ہے ساقطی البحر کا وکون المودع مکلفا شرط لوجوب الحفظ علیہ فلو ادوع صبیا فاستھلکھا لم یضمن ولو عبدا محجورا ضمن بعد عتقہ اور مودع کا مکلف یعنی بالغ ہونا شرط ہے کبیر نگہبانی واجب ہونے کی تو اگر ودیعت کسی صغیر کے پاس سو اسنے وہ ہیز تلف کروائی تو اسپر تاوان نہیں اور اگر غلام محجور متصرف کے پاس ودیعت رکھی تو اسپر تاوان آویگا اسکے آزاد ہونے کے بعد یعنی بشرط اسکے بالغ ہونیکے وھی امانۃ ھذا حکمھا من الوجوب الحفظ والاداء عند الطلب استحسانا ب فیولیھا اور ودیعت امانت ہی ہے حکم ہی ودیعت کا ساتھ واجب ہونے نگہبانی کے اور واجب ہونے ادائے ودیعت کے مالک کے مانگنے کیوقت اور ساتھ متصف ہونے قبول ودیعت کے ہم ادائے ودیعت عند الطلب واجب ہی لیکن اگر تلوار ودیعت ہو اور مالک مانگے کسی انسان کے ناحق مارنے کو تو اسوقت نہ دینا لازم ہی جیسا کہ در المنتقی میں ہے فلا نضمن بالھلاک الا اذا کانت الودیعۃ باجرا اشیاء مغربا للدیلمی جب ودیعت امانت ٹھہری تو اسکے تلف ہو جانے سے تاوان نہیں مگر جبکہ ودیعت اجرت سے ہو جیسا کہ شباہ میں دیلمی سے منقول ہم زیلعی نے ضمان اجیر میں وجہ اسکی یوں بیان کی ہی کہ اجیر پر حفظ ودیعت کا بالقصد بمقابلہ عوض کے واجب ہی کذا فی الطحطاوی مطلقا سواء امکن التحرز عنہ ام لا ھلک معھا شیء او لا بعد بیت الدار قطنی لیس علی المستودع غیر المغل ضمان یا مراد ودیعت سے مطلقا ضمان نہیں خواہ ہلاکی سے بچا رہ سکے ہو یا نہ سکے ہو کوئی چیز ودیعت کے ساتھ تلف ہوا ہو بدلیل حدیث دار قطنی کہ ودیعت قبول کرنے والے غیر خائن پر تاوان نہیں واشتراط الضمان علی الامین کالمحاجم والخافی باطل بہ یفتی خلاصہ وصدر الشریعۃ اور تاوان کا شرط کر لینا امانت دار پر جیسا کہ حجامی اور مسافر خانے والے پر باطل ہی ایسا کا فتوی ہی کذا فی الخلاصہ وصدر الشریعۃ ولیس للمودع حفظا لنفسہ وعیالہ کما لہ اور ودیعت قبول کرنیوالے

لیس للمودع ان یسافر بالودیعۃ او بدابۃ المودع ولو اراد السفر ردھا علی صاحبھا او وکیلہ او وصیہ ان علم مکانہ والا فعلی امینہ ان علم مکانہ والا رفعھا الی الحاکم ان کان فی مصر والا فعلی عاقلۃ من جیرانہ ان کان فی قریۃ والا فعلی نفسہ ان کان فی مفازۃ ۱۲ منہ

جائز ہی حفاظت کرنا ودیعت کا بذات خود اور اپنے عیال سے اپنے مال کیطرح وَهُمْ مَنْ يَسْكُنُ مَعَهُ حَقِيقَةً اَوْ حُكْمًا مَنْ ہو اور وہ یعنی مستودع کے عیال وہ لوگ ہین جو اُسکے ساتھ رہتے ہون حقیقتاً یا حکماً وہ لوگ اُسکے عیال ہین جنکو وہ نفقہ دیتا ہو یعنی عیال سے مُراد وہ لوگ ہین جو اُسکے ساتھ رہتے ہون خواہ نان نفقہ مین شریک ہون یا نہون مگر زوجہ اور اولاد صغیر مین مساکنت حقیقی ضرور نہین تو جب اس تفسیر کے اگر مستودع کو ودیعت اس اپنی کو دے جو اُسکے ساتھ رہتا ہی تو اسپر تاوان لازم نہوگا خلاصہ مین ہی کہ مستودع کہین گیا اور کنجی اپنے مکان کی غیر کو دیگیا پھر جب اپنے گھر مین آیا تو ودیعت کو نپایا تو اُسپر تاوان نہین کیونکہ کنجی دیجانے سے دوسرے کے ہاتھ مین گھر کو نہین کر گیا کذا فی الطحطاوی فلو دفعها لولده الصغير ونوجد تردّ لا يسكن معهما لا تتفق عليهما لم يضمن خلاصة تو اگر امانت دار نے اپنے ولد صغیر سے اور اپنی زوجہ کو ودیعت دی اور حالانکہ وہ شخص دونون کے ساتھ نہین رہتا اور اُنکو نفقہ نہین دیتا تو اُسپر تاوان نہوگا کذا فی الخلاصہ ہم یہ تفریع ہی سکونت حکمی پر اسواسطے کہ ولد صغیر اور زوجہ اگرچہ دوسرے گھر مین رہتے ہون مگر وہ دونون درحکم مسکن زوج اور باپ کے ہین اور یہی حکم ہی غلام کا لیکن ولد مین یہ شرط ہی کہ حفاظتِ ودیعت پر قادر ہو کذا فی الطحطاوی وكذا لو دفعها لزوجها لان العبرة للمساكنة للنفقة وقيل يعتبران معًا عيني اور اسی طرح ضمان نہین اگر زوجہ اپنے زوج کو ودیعت غیر شخص کی دے اسواسطے کہ باہم سکونت کا اعتبار ہی نہ نفقہ دینے کا اور قول ضعیف یہ ہی کہ باہم سکونت اور نفقہ دونون معتبر ہین عیال ہونے مین کذا فی العینی وشرط كونه اي من في عياله امينًا فلو علم خيانته ضيعت خلاصة اور اُسکے عیال کا امانت دار ہونا شرط ہی دفع وضیعت مین تو اگر اُنمین سے کسیکی خیانت اور دغابازی معلوم ہو اور پھر اسکو ودیعت غیر کی سپرد کرے تو اُسپر تاوان لازم ہوگا یعنے درصورت علم کی کذا فی الخلاصہ ہم دو صورتون مین تاوان نہین جبکہ امانت اُسکی معلوم ہو اور جب کہ مطلق اُسکا حال معلوم نہو وجاز لمن في عياله الدفع ليتيم في عياله اور جو شخص کہ مستودع کی عیال مین ہی اُسکو جائز ہی دینا ودیعت کا اپنی عیال کو ولو نهاه عن الدفع الى بعض من في عياله فدفع ان وجد بدّا منه بان كان له عيال غيره الا لا اور اگر مالک نے مستودع کو اُسکی بعض عیال کے دینے سے منع کردیا پھر اُسنے اُسی شخص کو ودیعت سپرد کی تو اگر اُسکو اُسکے دینے کی ضرورت نہو سطرح پر کہ اُسکی عیال مین سوائے اُس شخص کے اور شخص بھی ہی کذا ذکرہ ابن ملک تو اُسپر تاوان آویگا اور گروہ ناچار ہو یعنی اُسکے سوا دوسرا شخص اُسکی عیال مین نہو تو اُسکے دینے سے تاوان نہوگا وان حفظها بغيرهم ضمن وعن محمد ان حفظها ممن يحفظ ماله كعياله ودماذونه وشريكه مفاوضة وعنانا جاز وعليه الفتوى ابن ملك واعتمده ابن الكمال وغيره واقره المصنف اور اگر مستودع نے ودیعت کی حفاظت کروائی اور لوگون سے سوائے اپنے عیال کے تو اُسپر تاوان آویگا اور محمد سے روایت ہی کہ اگر حفاظت کروائی اُن لوگون سے جن سے اپنے مال کی حفاظت کرواتا ہی جیسا نوکر اُسکا وکیل اور عذم ماذون اور اُسکا شریک مفاوض اور شریک عنان تو جائز ہی اور اسی قول پر فتوی ہی کذا صرح بہ ابن ملک اور اعتماد کیا ہی اسپر ابن کمال نے ایضاح واصلاح مین اور اسکے سوا اور علمانے بھی اسی قول پر اعتماد کیا ہی اور مصنف رح نے اپنی شرح مین اس قول کو ثابت رکھا ہی رح نہایہ مین یہ فتوی ترتاشی کیطرف منسوب ہی اور ترتاشی نے اسکی نسبت حلوانی کیطرف کی ہی ولہذا تحفہ مین حفظوہ ودیعت عیال کو شرط نہین کیا بلکہ یون کہا ہی کہ مودع ودیعت کی اسطرح حفاظت کرے جیسے اپنے مال کی حفاظت کرتا ہی کذا فی الطحطاوی الا اذا خاف الحرق والغرق وكان غالبًا محيطًا ملوعنه محيط ضيعن فسلمها الى جاره او الى ملكه آخر غیر عیال کے دینے مین تاوان ہی مگر جبکہ یہ مستودع آگ کے جلانے یا پانی کے غرق کردینے سے ڈرے اور حرق اور غرق غالب یعنی بکثرت اور مستودع کے مکانات منزل کو محیط ہون اُس حالت مین وہ اپنے پڑوسی کو یا دوسرے کنبے والونکو ودیعت سپرد کرے تو تاوان نہین تو اگر حرق اور غرق محیط نہو تو غیر کے دیدینے تاوان اُسپر آویگا شامی حموی سے کہا یہ ضرور ہی کہ حرق اور غرق منزل مودع کو محیط ہو قہستانی نے کہا ہو انتشر زنی مراد ہی جو جمیع مکانات دار کو محیط ہو کذا فی الطحطاوی الا اذا امكنه دفعها لمن في عياله او انفاقها فوقعت في البيت بلا تعد او احترقت او غرقت بما لا يمكن الاحتراز عنه لا ضمان عليه اگر گر پڑے نو اُسپر تاوان آویگا کذا فی الزیلعی یعنے اسواسطے کہ اُسکے فعل سے اتلاف حاصل ہو

فان ادعاہ ای الدفع لجارہ او ظلمہ او خرصۃ فی ان علم وقوعہ ای الحرق ببینۃ ای بدار المودع سواگر مستودع نے ودیعت دینے کا اپنے پڑوسی کو یا دوسری کسی تن رکھنے کا دعوی کیا تو اسکے قول کی تصدیق ہوگی بشرطیکہ اسکے گھر کا آگ لگنا معلوم ہو اور اسی طرح وقوع غرق و نہب ہو الا یعلم وقوع الحرق فی دارہ الا ببینۃ فحصل بین کلام القدوری والہدایۃ التوفیق وباللہ التوفیق وراگر اسکے گھر مین وقوع آتش زنی معلوم نہو تو اسکے قول کی تصدیق نہوگی مگر گواہون سے تو اس تقریر سے خلاصہ کے اور ہدایہ کے کلام مین توفیق حاصل ہوگئی یعنے اختلاف زائل ہوگیا اور خدا ہی کی جانب سے توفیق ہی خیر کی ہم خلاصہ کی عبارت کا حاصل یہ ہی کہ جب وقوع آتش زنی اسکے گھر مین معلوم ہو تو اسکا قول مقبول ہی اور نہین تو مقبول نہین اور ہدایہ کا خلاصہ یہ ہی کہ اسکی تصدیق نہوگی مگر شہادت سے انتہی تو اگر ہدایہ کی عبارت کو عدم علم و وقوع حریق پر محمول کیجئے تو دونون عبارتون کا اختلاف رفع ہوتا ہی اور یہ توفیق ذخیرہ مین منقول ہی منتقی سے ولو منعہ الودیعۃ ظلما بعد طلبہ لودیعتہ فلو حملہا الیہ لم یضمن ابن ملک بنفسہ ولو حکما کوکیلہ بخلاف رسولہ ولو بعادۃ منہ علی الظاہر قادرا علی تسلیمہا ضمین اور اگر مستودع نے مالک کو ودیعت ندی از راہ ظلم کے بعد خواہش کرنے مالک کے رد ودیعت کو بذات خود اگرچہ خواہش ذاتی حکمی ہو چنانچہ اسکے وکیل کی طلبگاری حالانکہ مستودع تسلیم ودیعت پر قادر ہی تو اسپر تاوان لازم ہوگا اور اگر مالک کی طرف اٹھا لیجانے کے سبب سے منع ودیعت صادر ہو تو تاوان نہ دیگا کذا ذکرہ ابن ملک بخلاف پیام رسان یعنے اگر مالک کا فرستادہ طلب ودیعت کرے تو اسکے نہ دینے سے تاوان نہین اگرچہ مالک کی جانب سے کوئی نشانی لایا ہو بنا بر ظاہر الروایۃ کے وہو الاصح بان کان عاجزا او خاف علی نفسہ او مالہ بان کان من وثوقا معہا ابن ملک لا یضمن کطلب الظالم اور اگر تسلیم ودیعت پر قادر نہو اسطرح پر کہ عاجز ہو یا ڈرتا ہو اپنی جان یا مال پر اسطرح پر کہ مستودع کا مال ودیعت کے ساتھ گرا ہو کذا ذکرہ ابن ملک تو منع سے تاوان نہ دیگا جیسے طلبگاری مالک جفا کار کے نہ دینے مین تاوان نہین ہم محیط مین ہی کہ اگر ایام فتنہ و فساد مین ودیعت مانگی اور اسنے کہا کہ مین اسوقت مین اسپر قادر نہین ہون اسواسطے کہ دور رکھی ہی یا وقت تنگ ہی پھر اسکی طرف غارت واقع ہوئی سو مستودع بولا کہ ودیعت بھی لٹ گئی تو اسپر تاوان نہین اور اسکا قول مقبول ہی اتنے امر مالک ظالم کی صورت یہ ہی کہ مالک نے اپنی ودیعت مانگی ظلم کرنے کے واسطے تو نہ دینے مین تاوان نہین یعنے اگر بعد منع ودیعت ضائع ہو تو تاوان نہین اور اسی طرح اگر مولے اپنے غلام ماذون یا غیر ماذون کی ودیعت مانگے تو منع ظلم نہین اس احتمال سے کہ شاید وہ مال غیر مولی کا ہو کذا فی الطحطاوی فلو کانت الودیعۃ سیفا فاراد صاحبہ ان یاخذہ لیضرب بہ رجلا فلہ المنع من اللہ فلہ ان یعلم انہ ترک الاولی والاولی ان ینفع بہ علی وجہ مباح جواہر تو اگر ودیعت تلوار ہو مالک اسکا چاہتا ہو کہ اسکو لیکر کسی مرد کو اس سے ناحق قتل کرے تو اسکو تلوار کا نہ دینا جائز ہی یہان تک کہ اسکو معلوم ہو جائے کہ مالک نے پہلی نجو پر یعنے قتل ناحق کو ترک کر دیا اور وہ تلوار سے منتفع ہوگا بطریق مباح کے کذا فی الجواہر کما لو اودعت امۃ کتابا فیہ اقرار منہا للزوج بمال او بقبض مہرہا منہ فلہ منعہا لئلا یذہب حق الزوج خانیہ چنانچہ ایک عورت نے ایک ستاونزدہ ودیعت رکھی جسمین عورت کا اقرار ہی زوج کے مال کا یا مہر لے چکنے کا تو مستودع کو جائز ہی کہ دستاویز عورت کو نہ دے تاکہ زوج کا حق نہ جاتا رہے کذا فی الخانیہ ومنہ ظلما مونتہ ای صوت المودع مجونۃ فانہ یضمن بتضییع دینا فی تکفینہ ودفنہ بخلاف منع ناحق سے ہی مرجانا مستودع کا بالاجماع ودیعت سپر تاوان آویگا تو ودیعت مذکورہ دین ہوجائیگی اسکے متروکہ مین ہم جب سنے بیان نکو یا کہ چیز میرے پاس فلانے شخص کی ودیعت ہی تو وہ مستہلک ہمارا اس قبیل سے اور عدم بیان سے لہذا تاوان اسپر لازم آیا الا اذا علم ان وارثہ یعلمہا او ضمنان مگر جبکہ مورث جانتا ہو کہ میرا وارث اس ودیعت کو جانتا ہی تو عدم بیان سے تاوان نہین ولو قال الوارث انا علمہا وانکر الطالب ان قال ہی کذا وانا علمتہا وہلکت صدق اور اگر مستودع کے وارث نے کہا کہ مین ودیعت کو جانتا ہون اور مالک طالب اسکا منکر ہو تو اگر وارث ودیعت کو کھولی کر بیان کرے اور کہے کہ فلانی چیز ودیعت ہی

اور بین اسکو جانتا تھا اور وہ تلف ہوگئی تو وارث کی تصدیق ہوگی یعنے مورث پر تاوان نہ آویگا هٰذا مَا لَوْ كَانَتْ عِنْدَهُ سَوَاءٌ عَلِمَ فِي مَسْئَلَةِ دَعْوَى الْوَارِثِ إِذَا دَلَّ السَّارِقَ عَلَى الْوَدِيعَةِ لَا يَضْمَنُ الْمُودَعُ إِذَا دَلَّ ضَمِنَ خُلَاصَةٌ یہ یعنی ودیعت کا وارث کے پاس ہونا اور مورث کے پاس ہونا دونوں برابر ہیں عدم ضمان میں درصورت عدم تعدی مگر ایک مسئلے میں برابر نہیں وہ مسئلہ یہ ہے کہ وارث جب سارق کو ودیعت بتاوے تو اسپر تاوان نہیں اور ودیعت کا قبول کرنے والا جب سارق کو بتاویگا تو تاوان دیگا کذا فی الخلاصۃ إِلَّا إِذَا مَنَعَهُ مِنَ الْأَخْذِ حَالَ الْأَخْذِ اگر سارق کو روک کر ستووع کے لینے سے لینے کو موقف یعنی اول اسنے ودیعت سارق کو بتادی پھر سارق جب لینے آیا تو اسنے لینے سے روکا سو سارق زبردستی سے لیگیا تو اسپر ضمان نہیں کذا فی الخلاصۃ عن الظہیریۃ كَمَا فِي سَائِرِ الْأَمَانَاتِ فَإِنَّهَا تَنْقَلِبُ مَضْمُونَةً بِالْمَوْتِ عَنْ تَعْجِيلٍ كَتَرِكَةٍ وَمَفَاوِضٍ چنانچہ ودیعت کے سوا اور باقی امانات منقلب بضمان موجاتی ہیں یعنے اگر امین مرجاوے تو ترکہ اسکا تاوان دیگا موت بلا بیان سے شریک در مفاوض کی موت کے مانند عطف مفاوض کا شریک پر خاص کا عطف ہے عام پر بِلَا فِي عَشْرٍ عَلَى مَا فِي الْأَشْبَاهِ اگر دس مسئلوں میں موت بلا بیان سے تاوان نہیں کذا فی الاشباہ مِنْهَا نَاظِرٌ أَوْدَعَ غَلَّاتِ الْوَقْفِ ثُمَّ مَاتَ مُجْتَهِدًا فَلَا يَضْمَنُ من جملہ مسائل عشرہ ایک یہ ہے کہ ناظر نے غلات یعنی حاصلات وقف کو ودیعت رکھا کسی شخص کے پاس پھر بلا بیان ودیعت مرگیا تو اسپر تاوان نہیں قَيَّدَ بِالْغَلَّةِ لِأَنَّ النَّاظِرَ لَوْ مَاتَ مُجْتَهِدًا فِي الْبَدَلِ ضَمِنَهُ اشباہ ای یضمن الناظر المستبدل لو قلت فلعین الوقف بالاولی کما ذکرہ ابراہیم الموقوفۃ علی القول بجوازہ قالہ المصنف واقرہ ابنہ فی الزواہر وقیدہ موتہ بحتفہ بالتجاۃ ظاہر بعرض ونحوہ ضمی لمسکنہ من بیانہا فکان مانعا لما فہم من جمع ما بحثہ فی انفع الوسائل تنبہ مصنف رح نے حاصلات وقف کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر ناظر مرجاے بلا بیان بدل وقف کے تو اسپر اسکا تاوان آویگا کذا فی الاشباہ مال بدل یعنی وقف کی بیچی ہوئی زمین کا ثمن ہین کہتا ہون موت بین کی تجہیل سے بطریق اولی اسپر تاوان ہوگا چنانچہ ابراہیم وقفی کی تجہیل جواز وقف پر ابراہیم کے قول پر ایسا لکھا ہے مصنف رح نے اپنی شرح مین اور ثابت رکھا ہے اسکو مصنف رح کے بیٹے شیخ صالح نے زواہر حاشیہ اشباہ مین اور صاحب دواہر نے موت ناظر مین ناگہانی موت کی قید لگانی بحث کی راہ سے نہ واقع کے بموجب تو اگر ناظر کی موت مرض وغیرہ سے ہو تو تجہیل سے تاوان اسپر آویگا بسبب قادر ہونے ناظر کے بیان ودیعت پر تو ناظر حاصل مانع ودیعت کا ٹھہرا تو تاوان دے اور صاحب دواہر نے اسکو رد کیا ہے جسکی انفع الوسائل مین طرطوسی نے بحث کی ہے تو خبردار رہو یہ مصنف رح کا کلام عام ہے غلات مسجد اور غلات مستحقین وقف مین اور علامہ بیری نے کہا غلات مسجد کی تجہیل مین تاوان نہین اور غلات مستحقین کی تجہیل مین تاوان ہے اور طرسوسی نے غلات مستحقین مین من حیث البحث تفصیل کی ہے کہ اگر مستحقین نے ناظر سے مال مانگا سو اور اسنے تاخیر کی ہو اور بلا بیان مرگیا ہو تو اسپر تاوان ہے اور نہین تو یون کہنا لائق ہے کہ اگر ناظر محمود بین الناس اور دیانت دار ہو تو تاوان نہین شیخ صالح نے کہا کہ جب بلا بیان مرگیا تو ظالم تقصیر دار ٹھہرا خواہ مستحق نے طلب کیا ہو یا نہ کیا ہو تو اسپر تاوان ہے اور اگر وہ محمود ہو تا تو قبل موت اپنی گلو خلاصی کرتا تو بہزوی قول ہے جسپر شائع اعلام ہین کذا فی الظہیریۃ وَمِنْهَا مَا فِي الْخَانِيَّةِ زَادَ فِي الْأَشْبَاهِ عَنِ الْمُحِيطِ وَدَّعَهَا وَلَمْ يَدَّعِ مِنْهُ أَنَّهُ لَوْ وَضَعَهَا فِي بَيْتِهِ وَمَاتَ مُجْتَهِدًا ضَمِنَ لِأَنَّهُ مُودَعُ مُودَعٍ بِخِلَافِ مَا لَوْ أَوْدَعَ غَيْرَهُ لِأَنَّهُ لَمْ يَرْضَ بِإِيدَاعِ مَالِ الْيَتِيمِ عَلَى الْمُعْتَمَدِ كَمَا فِي تَنْوِيرِ الْبَصَائِرِ فَلْيُحْفَظْ اور رازانجملہ یہ مسئلہ ہے کہ قاضی نے بلا بیان اموال یتامی مرگیا اشباہ مین اسقدر زیادہ ہے کہ قاضی اسکے بلا بیان مرگیا کہ یتیم کا مال کسکے پاس اسنے ودیعت رکھا اور یہ قید ضروری ہے اسواسطے کہ اگر قاضی مال یتامی کا اپنے گھر رکھے اور بلا بیان مرجاے تو اسپر تاوان ہوگا اسواسطے کہ وہ مودع ہے خلاف اسصورت کے کہ اسنے غیر شخص کے پاس ودیعت سپرد کی اسواسطے کہ قاضی کو ایداع مال یتیم کی ولایت ہے بر قول معتمد کذا فی التنویر البصائر تو اسکو یاد رکھنا چاہیے وَمِنْهَا سُلْطَانٌ أَوْدَعَ بَعْضَ الْغَنِيمَةِ عِنْدَ غَازٍ ثُمَّ مَاتَ مُجْتَهِدًا اور رازانجملہ مسئلہ ہے کہ سلطان نے غنیمت کا بعض مال غازی کے پاس ودیعت رکھا پھر بلا بیان مرگیا تو سلطان پر ضمان نہین ہم اور رازانجملہ وہی ہے جبکہ بلا بیان مرجائے اور رازانجملہ باپ ہے جبکہ بلا بیان مال صغیر مرجاے اور رازانجملہ وارث ہے جبکہ بلا بیان مرجائے کہ اسنے مورث کے پاس کیا ودیعت رکھا تھا اور رازانجملہ اُس شخص کی موت بلا بیان ہے جسکے گھر مین آندھی سے اوڑکر کوئی چیز گر پڑی اور رازانجملہ موت غلام ہے بلا بیان یعنی اُسکے مولے نے اسکے گھر مین کون چیز دون اُسکے امر کے رکھی اور رازانجملہ موت صغیر ہے بلا بیان ودیعت غیر کے سو نہین تاوان نہین

امین پر کذا فی الطحطاوی عن الاشباہ وفیہ منہا مسئلۃ احد المتفاوضین علی المعتمد لما نقلہ المصنف ہنا وفی الشرکۃ عن وقف الخانیۃ ان الصواب انہ یضمن نصیب شریکہ بجزئہ محمدا وظاہرہ غلطت واقرہ محشوہا بقی المستثنی تسعۃ فلیحفظ اور نجا مسائل مذکورہ کے امین ہو مسئلہ احد المتفاوضین کا برقول معتمد اسواسطے کہ مصنف رحمہ نے اپنی شرح میں یہاں یعنے کتاب الودیعہ میں اور کتاب الشرکہ میں خانیہ کی کتاب الوقف سے نقل کیا ہی کہ حق یہ ہی کہ شریک مفاوض تاوان ہوگا اپنے شریک کے حصہ کا اپنی موت بلا بیان سے اور اسکا مخالف قول غلط ہی میں کہتا ہوں اور اشباہ کے مصنفوں نے اس تصویب کو ثابت رکھا تو مستثنے نو مسئلے باقی رہگئے تو اسکو اور بڑھانا چاہیے تھا یعنی صاحب اشباہ نے دس مسئلے مستثنے کئے تھے جنمیں امین کی موت بلا بیان سے تاوان نہیں آتا اور منجملہ مسائل عشرہ شریکہ مفاوض بھی تھا پھر جب شریک مفاوض کی موت بلا بیان سے تاوان نہ ٹھہرا تو نو مسئلے مستثنے باقی رہ گئے وزاد الشرنبلالی فی شرحہ الدرر بانیۃ علی العشرۃ تسعۃ الحق وصیہ ووصی القاضی وستۃ من المحجورین کان الحجر یشمل سبعۃ فانہ لصغیر وجنون وعتہ وغفلۃ ودین وسفہ وعتہ اور شرنبلالی نے اپنی شرح درر میں مسائل عشرہ پر نو مسئلے اور زیادہ کئے ہیں یعنی وصی اور قاضی کا وصی اور ہر ہر شخص محجورین سے اسواسطے کہ حجر یعنے منع تصرف سات شخصوں کو شامل ہی یعنی کم سبب طفلی اور رقیت اور جنون اور غفلت اور دین اور سفاہت اور نقصان عقل سے ہوتا ہم چونکہ صغیر اشباہ میں زیور ہی تو محجورین سے پہلا شخص باقی رہگئے والمعتوہ لصبی ان بلغ ثمرات لا یضمن الا ان یشہد وا انہا کانت فی یدہ بعد بلوغہ لزوال الامانۃ وہو الصبا اور معتوہ یعنی ناقص العقل صغیر کے مانند ہوا اگر صغیر بالغ ہوا پھر بلا بیان مرجاوے تو اسپر ضمان نہیں مگر جبکہ گواہ یہ گواہی دیں کہ ودیعت اُسکے ہاتھ میں تھی بعد اسکے بالغ ہوجانے کے سبب دعویٰ بالغ ضمان کے یعنی طفلی نرہی بعد بلوغ کے جو مانع تھی ضمان کی فان کان الصبی والمعتوہ ماذونا لہما فما اتلفا قبل البلوغ والافاقۃ ضمنا کذا فی شرح جامع الوجیز سوا اگر صغیر اور معتوہ ماذون ہوں یعنے ماذون فی التجارۃ ہوں کذا فی خزانۃ الاکمل یا ماذون ہوں قبل ودیعت میں کمالی الوجیز پھر بعد دونوں مرجاہیں قبل بلوغ اور افاقہ ہوشیار ہوکر تو اسپر تاوان آویگا کذا فی شرح الجامع لوبیرم جامع سے جامع کبیر مراد ہی اور وجیز امام ہی اسکی شرح کا کذا فی الطحطاوی قال فبلم یسترجع ونظمہا فافہم قولہ یعنی الخ بیتین شرنبلالی نے کہا تو سنتے مسئلے اٹھارہ کو بھول گئے اور شرنبلالی نے دو بیتوں نظم کہیں وہ بیتوں کی دو بیتوں عطف کرکے دیتی ہوں اشعار وکل امین مات حوالعین یضمن ۔ وما ودعت عینا فدیانۃ یسوی متی الوقف شرقا وغربا وصدع دال الغنم وہو المؤمن اور دو چار دن تین دن کہ جو امین مرگیا اور عین کا وہ حافظ اور جائع تھا اور جیا مانت کہ اسکے پاس معین اور شخص ہی گئی تو وہ امانت دین ہوجاتی ہی اسکے ترکہ میں سوا استوا وقف کے برسوا شریک مفاوض کے اور سوا حال غنیمت کے ودیعت کے اور موضع پر مذکور ہوا ہم مذکور ہوچکا کہ شریک مفاوض کو ان مسائل میں شمار کرنا غلط ہی اشتمل ودیعۃ وصاحب غایر الغنیم متمما ۔ ولقاۃ ملاک یمالیس یشعر کذا والدین وقاضی وصیۃ محجورہ ۔ جدا دمحجور قریب سیطر اور وہ صاحب خانہ جسکے گھر میں ہوا نے کہدیا دال جدا منفرد اس بصحت کے کہ یا کان مال نے اپنا مال گھر میں ڈال دیا اور صاحب خانہ اس سے خبر نہیں آئی خرج دار اور دادا اور قاضی اور اُن سب امینوں کے وصی اور شخص محجور التصرف پھر بعد اسکے دارث قوم ہم محجور انور اسبعہ مذکورہ کو شامل ہو تو سب الحاقہ امین ہوئے جنکی موت بلا بیان سے تاوان نہیں آتا دکذا لو خلطہا المودع بجنسہا او بغیرہ بمالہ او بمال اجنبی وکذا لو بغیر اذن المالک بحیث لا یتمیز بلا کلفۃ کثیرۃ او بشیء مما ہو جائز بزیوف مجتبی ضمنہا لاستہلاکہ یا الخلط اور اسی طرح اگر مودع نے ودیعت کے ساتھ ہم جنس ودیعت یا غیر جنس کو ملایا خواہ اپنے مال کو ملایا یا غیر شخص کے مال سے کذا ذکرہ ابن کمال بغیر اذن مالک کے ملایا اسطرح پر کہ ودیعت جدا نہیں ہوسکتی مگا شتہ سے چنانچہ گیہوں کا ملانا جو کے ساتھ اور کھرے دوروں کا ملانا کھوٹے دروں کے ساتھ کذا فی المجتبی تو مودع اس ودیعت کا تاوان سبب تلف کرنے مودع کے ملادینے سے امام رمر کے نزدیک خلطا ستہلاکی ہی لہذا اُسپر ضمان لازم ہوخواہ خلط بطریق مجاورت کے ہو چنانچہ گیہوں کا خلط گیہوں کے ساتھ خواہ عادۃً بطور مجاورت کے ہو چنانچہ خلط طعام کا طعام سے جیسے تل کا تل سے یا سرکے کا سرکے سے لکن لا یباع تناولہا قبل ادائہ الضمان

لیکن ودیعت مخلوط کا نا دان اور استعمال جائز نہیں قبل از اکراہ نادان کے دَصَحَّ لَا بَرَاءَ اور صحیح ہے معاف کر دینا اپنے اگر مالک مودع کو معاف کر دے تو صحیح ہے اور اسکا حق عین اور دین سے ساقط ہوگا ابراء سے کذا فی البحر دَلَوْ خَلَطَهُ بِوَدِيْعٍ ضَمِنَهُ لِأَنَّهُ عَتَّهُ وَبِكَسِيْنِهِ شَرِيْكَ الْعَدِمِ مُجْتَبٰى اور اگر جید کے ساتھ ردی کو ملایا تو جید کا نادان کے اسواسطے کہ اسنے اسکو عیب دار کر دیا اور اسکے بالکس مین یعنی اگر مودع نے ردی ودیعت کے ساتھ جید کو ملایا تو مودع شریک ہوا مالک کا بسبب قیمت کے کذا فی المجتبے وان باذنہ اشترکا شرکۃ املاک لما لو اختلطت بغیر صنعہ کان انفق الکیلی لعدم التعدی اور اگر ملایا ودیعت کے ساتھ مالک کے اذن سے ہو تو مالک اور مودع شریک ہونگے بشرکت املاک جیسا کہ اگر ودیعت ملجائے بغیر صنعت مودع کے جیسے تھیلی درمون کی پھٹ گئی اور ودیعت کے درم مودع کے درمون کے ساتھ مل گئے تو دونوں شریک ٹھہرینگے اور مودع پر ضمان لازم نہوگا عدم تعدی کے سبب دَلَوْ خَلَطَهَا بِغَيْرِ الْمُوْدَعِ ضَمِنَ الْخَالِطُ دَلَوْ صَغِيْرًا وَكَا بِضَمِنِ ابوہ خلاصہ اور اگر ودیعت کو مودع کے سوا کسی اور شخص نے ملادیا تو ملانے والے پر تاوان آویگا اگرچہ وہ بچہ نابالغ ہو اور صغیر کے باپ پر تاوان نہ آویگا کذا فی الخلاصہ دَلَوْ اَنْفَقَ بَعْضَهَا فَرَدَّ مِثْلَهُ فَخَلَطَهُ بِالْبَاقِيْ خَلَطًا لَا يَتَمَيَّزُ مَعَهُ ضَمِنَ الْكُلَّ لِخَلْطِ مَالِهِ بِمَا اور اگر مودع نے بعض ودیعت خرچ کر ڈالی سو برابر اسکے پھر اسکو باقی ودیعت کے ساتھ اسطرح ملایا کہ باقی علیحدہ نہیں ہوسکتی اس خلط کرنے کے ساتھ تو تمام ودیعت کا تاوان اسپر لازم ہوگا بسبب مخلوط کرنے اپنے مال کے ودیعت کے ساتھ ہم ضمان کل اسواسطے لازم ہوا کہ بعض کا تاوان آیا خرچ کرنے کے سبب اور بعض باقی کا خلط کرنے سے تو وہ متعدی ہوا اتفاق سے اور جو اتفاق سے پھیر وہ اسکی ملک پر کذا فی البحر فَلَوْ تَأَتَّى التَّمْيِيْزُ وَانْفَقَ وَلَمْ يَرُدَّ اَوْ اَوْدَعَ وَدِيْعَتَيْنِ فَاَنْفَقَ اَحَدَ بَعْضَ مَا ضَمِنَ مَا اَنْفَقَ فَقَطْ بِخِلَافِ اور اگر باقی ودیعت کی تمیز اور جدائی ممکن ہوسکتی ہو اسنے بعض ودیعت خرچ کر ڈالا کذا فی المجتبے وَهٰذَا اِذَا لَمْ يَقْصِدْ التَّبْعِيْضَ اور یہ یعنے ضمان بقدر انفاق ہے جب کہ بعض کا خرچ کرنا ودیعت کو ضرر نکرتا ہو ہم یہ مرتبا ہے انفاق اور عدم رد سے بحر الرائق مین ہے رد مثل کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر رد نکریگا تو فقط اسی قدر کا ضامن ہوگا جتنا اسنے صرف کیا اسواسطے کہ وہ باقی ودیعت کا حافظ ہوا اور اس مین یہ عیب نہین لگ گیا اسواسطے کہ وہ اس قسم سے ہے جسکو تبعیض معتاد نہین اسواسطے کہ گفتگو اس مین ہے جبکہ ودیعت اسم یا دنانیر یا فلوس یا دراہم ہو انتہی اور مین نے یہ مصرح نہین دیکھا کہ جب اس ودیعت کو خرچ کرے جسکو تبعیض معتاد کہا ہے تمام کا تاوان ہے یا بقدر اخذ اور نقصان باقی کا واسکی تحریر کیا چاہیے کذا فی الطحطاوی وَاِذَا تَعَدّٰى عَلَيْهَا فَلَبِسَ ثَوْبَهَا اَوْ رَكِبَ دَابَّتَهَا اَوْ اَخَذَ بَعْضَهَا ثُمَّ رَدَّهُ عِنْدَهُ اِلٰى يَدِهِ حَتّٰى زَالَ التَّعَدِّيْ زَالَ مَا وَجَبَ فِي الضَّمَانِ اور جبکہ اسنے ودیعت پر تعدی کی سو ودیعت کا کپڑا پہن لیا یا اسکے جانور پر سواری کی یا بعض ودیعت نکال لی پھر بعینہ ودیعت پھیر دی اپنے قبض و حفظ کیطرف یہان تک کہ تعدی زائل ہوگئی تو وہ چیز دور ہوگئی جو تاوان کیطرف مودی تھی یعنی تعدی رد کرنے سے دور ہوگئی جو تاوان کی موجب تھی اِذَا لَمْ يَكُنْ مِنْ نِيَّةِ الرَّدِّ اِلَيْهِ اَشْيَاءُ مِنْ شَرْطِ النِّيَّةِ رد ودیعت سے تاوان زائل ہوتا ہے جبکہ اسکی نیت مین اسکی طرف عود کرنیکا ارادہ ہو چنانچہ اشباہ مین ہے شرط نیت کے بیان مین ہم نے اگر ودیعت کا کپڑا پہنا اور رات کو اتار رکھا اور اسکا ارادہ یہ تھا کہ اسکو دن بھر پہنوگا پھر وہ رات مین چوری گیا تو وہ تاوان سے بری نہوگا کذا فی الطحطاوی عن جنایات البحر بِخِلَافِ الْمُسْتَعِيْرِ وَالْمُسْتَاجِرِ فَلَا يَزُوْلُ الضَّمَانُ لِاَنَّهُ لَمْ يَرُدَّ اِلَيْهِمَا لِاَنَّهُمَا بِخِلَافِ مُوْدَعٍ وَكِيْلِ بَيْعٍ اَحْفَظَ لَوْ اَجَّرَهُ اَوْ اَسْتَبْضَعَ وَمُضَارِبٍ مُسْتَبْضَعٍ وَشَرِيْكِ عَنَانٍ اَوْ مُفَاوَضَةٍ وَسَتَعْرِفُهَا اَشْبَاهٌ بخلاف مستعیر اور مستاجر کے تو اگر وہ دونوں تعدی زائل کر دین تو بھی تاوان سے بری نہونگے اسواسطے کہ مستعیر اور مستاجر کا عمل اپنی ذات کی منفعت کیواسطے ہی بخلاف مودع اور بیع یا حفظ یا اجارہ دیا استیجار کے وکیل کے اور مضارب و مستبضع اور شریک عنان یا شریک مفاوضہ کے اور اس شخص کے جسنے کوئی چیز عاریت لی گرو رکھنے کیواسطے کذا فی الاشباہ ہم تعدی مستاجر کی یہ صورت ہے کہ جانور کرایہ لیا ایک مکان تک پھر وہان سے آگے بڑھگیا پھر اسی مکان میں پلٹ آیا تو اگر یہ اولٹ ملف ہوگا تو اسپر تاوان لازم ہوگا اور اسی قول پر فتوی ہے وکیل بیع کی تعدی یہ صورت ہے کہ جس چیز کی بیع کا وکیل ہوا اسکو بیچا پھر ترک استعمال کیا پھر وہ ضائع ہوگیا تو اسپر تاوان نہین اور وکیل استیجار کی یہ صورت ہے کہ وکیل نے وکیل کو درہم دیئے کہ ایک گھر اسکو کرایہ

لے دے سو وکیل نے دکان کے کرایہ مین دراہم دینے پھر پھر لئے بغیر اسکے سودہ تلف ہوگئے تو تاوان نہین اور مستعیر جس کی یہ صورت ہو کہ غلام یا جانور کو عاریت لیا تاکہ اسکو گرو رکھ لے پھر غلام سے خدمت لی یا جانور پر سواری کی گرو رکھنے سے پہلے پھر اُسکو اُتنے مال پر جو اُسکی قیمت کے برابر گرو رکھا پھر اُسنے مال ادا کیا اور غلام یا جانور کو نہ چھوڑا یہان تک کہ غلام یا جانور تلف ہوگیا مرتہن کے پاس تو راہن پر ضمان نہین اور اس مسئلے مین یہ قید ضرور ہی کہ تعدی کے بعد رہن بھی رکھے تو اگر تعدی کے بعد رہن نہ رکھیگا اور وہ ضائع ہوگا تو اُسپر تاوان لازم ہوگا اور وہ داخل ہوگا اس مسئلے مین جو تین مین مذکور ہی اور یہ مسئلہ مستثنے ہی مسئلہ مستعیر سے جو تین مین مذکور ہی چنانچہ مصنف رحمہ نے اپنی شرح مین بیان کیا ہی کذا فی الطحطاوی مختصراً والحاصل انّ الامین اذا تعدّی ثم ترک التعدی لا یزول الضمان الا فی هذه العشرة اور حاصل مقام یہ ہی کہ امانت دار جبکہ تعدی کرے پھر تعدی کرنے سے تاوان زائل نہین مگر ان دس مسائل مین تاوان زائل ہوجاتا ہی کان یقول لمالک الودیعة لا یدک علیها بعد الیوم او لا حق لک فیها او لا سبیل لک علیها او ضعها فی بیتک فوضعها فی بیت آخر او ضعها فی صندوقک فوضعها فی صندوق آخر او ضعها فی کیسک فوضعها فی کیس آخر او ضعها فی کمک فوضعها فی جیبه او ضعها فی جیبک فوضعها فی کمه

تو اگر مودع نے ودیعت لینے پر مالک کو قادر کر دیا تو اُسپر تاوان لازم ہوگا اسواسطے کہ یہ ابداع جدید ہوا اور اگر مالک کو ودیعت کے لینے پر قادر نہ کیا تو مودع پر ودیعت کا ضمان لازم ہوگا اسواسطے کہ عدم تمکین سے پھیر دینا پورا نہوا کذا فی الاشباہ رَدَّ فَيَّدَ بِقَوْلِهِ لِمَالِكِهَا لِأَنَّهُ لَوْ جَحَدَهَا لِغَيْرِهِ لَمْ يَضْمَنْ لِأَنَّهُ عَيْنُ الْحِفْظِ وَقَيَّدَ بِالْكُلِّ مصنف نے کہا کہ مالک سے انکار و ودیعت کرکے اقرار کرے اسواسطے کہ اگر مالک کے سوا اور شخص سے مودع ودیعت کا انکار کریگا تو اُسپر تاوان نہ آویگا اسواسطے کہ غیر سے انکار کرنا بمنزلہ حفظ و ودیعت ہے ھم قال تنبیہ ہے کہ اقرار بعد الانکار سے تاوان نہیں مگر سات شرطوں سے تاوان لازم آتا ہے ۱ شرط یہ ہے کہ مطالبہ مالک کا بعد انکار کے ہو ۲ یہ کہ ودیعت کی نقل کر چکا ہو ۳ یہ کہ منکر انکار میں نقل ہوئی ہو ۴ یہ کہ ودیعت منقولات سے ہو ۵ یہ کہ انکار کے وقت وہ شخص نہو جسکے ضائع کر ڈالنے کا خوف ہو ۶ یہ کہ ودیعت کی انکار کرکے بعد سامنے نہ لاوے ۷ یہ کہ انکار مالک سے کیا ہو نہ غیر سے فَإِذَا تَمَّتْ هٰذِهِ الشُّرُوطُ لَمْ يَبْرَأْ بِإِقْرَارِهِ إِلَّا بِعَقْدٍ جَدِيدٍ وَلَمْ يَرْتَفِعْ حَدُّ بھر جبکہ یہ شروط جمع ہوں تو مودع تاوان دینے سے بری الذمہ نہوگا اپنے اقرار کرنے سے مگر ابداع کا عقد جدید ہوا اور حالانکہ عقد جدید موجود نہیں وَلَوْ جَحَدَهَا ثَمَّ أَقَرَّ عَلَى الْفَوْرِ هَا بَعْدَ ذٰلِكَ بَرِئَ عَلَيْهِ قَبْلَ بَرِئَ اور اگر مودع نے ودیعت کا انکار کیا پھر دعوی کیا کہ اُسنے ودیعت کو پھیر دیا بعد اسکے اور اُسپر گواہ لایا تو گواہی مقبول ہے اور تاوان سے بری ہوگا كَمَا لَوْ بَرْهَنَ أَنَّهُ رَدَّهَا قَبْلَ الْجُحُودِ وَقَالَ غَلِطْتُ فِي الْجُحُودِ أَوْ نَسِيتُ أَوْ ظَنَنْتُ أَنِّي دَفَعْتُهَا قُبِلَ بُرْهَانُهُ چنانچہ اگر گواہ لایا کہ اُسنے ودیعت پھیر دی انکار کرنے سے پہلے اور مودع نے کہا کہ میں نے انکار از راہ غلط کیا یا میں بھول گیا تھا یا مجھکو یہ گمان تھا کہ میں ودیعت کو دیچکا ہوں تو برہان اُسکی مقبول ہوگی وَلَوْ ادَّعَى هَلَاكَهَا قَبْلَ جُحُودِهَا حَلَفَ الْمَالِكُ مَا يَعْلَمُ ذٰلِكَ فَإِنْ حَلَفَ ضَمَّنَهُ وَإِنْ نَكَلَ بَرِئَ وَكَذَا الْعَارِيَةُ عَلَى الْمُخْتَارِ اور اگر دعوی کیا ودیعت کے ہلاک ہونے کا قبل از انکار و ودیعت کے تو مالک سے قسم لیجائے کہ وہ اُسکو یعنی ہلاک و ودیعت کو نہیں جانتا ہے سو اگر مالک قسم کھائے تو مودع سے تاوان لے اور اگر مالک قسم نہ کھائے تو مودع تاوان سے بری ہوگا اور یہی حال ہے عاریت کا کذا فی المنہاج ھم قاضی مالک سے اُسوقت قسم لیگا جب کہ مودع قسم کی درخواست کرے اور ودیعت کے تلف ہوجانے پر گواہ نہ لاسکے اور عاریت کی یہ صورت ہے کہ مستعیر نے ہلاک عاریت کا دعوی کیا قبل انکار کے تو قاضی مجھ سے علم تو قسم دیگا کذا فی الطحطاوی وَيُضْمَنُ قِيمَتُهَا يَوْمَ الْجُحُودِ إِنْ عُلِمَ وَإِلَّا فَيَوْمَ الْإِيدَاعِ عَمَادِيَةٌ اور انکار کے دن جو ودیعت کی قیمت ہوگی اُسکا تاوان لیا جاویگا اگر مدعی کی قیمت معلوم ہو اور اگر معلوم نہو یوم الابداع کی قیمت کا تاوان لیا جائیگا کذا فی العادیہ بخلاف مضارب يَجِدُ ثُمَّ اشْتَرَى لَمْ يَضْمَنْ خَانِيَةٌ بخلاف اُس مضارب کے جسنے انکار کیا پھر خرید کیا تو اُسپر تاوان نہ آویگا کذا فی الخانیہ ھم منع الغفار مین خانیہ سے منقول ہے کہ مضارب نے جبکہ صاحب مال سے کہا کہ تو نے مجھکو کچھ نہیں دیا پھر بولا کہ ہان دیا ہے مجھکو پھر مال سے کچھ خرید کی تو وہ خریداری مضاربت پر ہوگی اور اگر مال ضائع ہوگا اُسکے پاس انکار کے بعد قبل خرید کے تو وہ ضامن ہے اور قیاس یہ ہے کہ وہ ہر حال مین ضامن ہو اور استحسان مین جبکہ اُسنے انکار کیا پھر اقرار کیا پھر خرید کی تو تاوان سے بری ہوگا اور اگر مضاربت کا انکار کریگا پھر خرید کریگا پھر اقرار کریگا تو وہ ضامن ہے اور منافع اُسکی ہوگی انتہے تو اگر شارح یوں کہتا بخلاف مضارب جحد ثم اقر ثم اشتری لم یضمن تو ٹھیک ہوتا کذا فی الطحطاوی والمودع له التسفير بِهَا وَلَوْ لَهَا حَمْلٌ وَبِهِ بَعْدَ عَدَمِ نَهْيِ الْمَالِكِ وَعَدَمِ الْخَوْفِ عَلَيْهَا بِلَا خَفَارَةٍ اور مودع کو جائز ہے سفر مین لیجانا ودیعت کا وصورت نہ منع کرنے مالک کے اور نہ خوف ہونے ودیعت پر نکالنے سے اگرچہ ودیعت کے لیجانے مین بار برداری کی حاجت ہو کذا فی الدرر ھم جوہرہ مین حمل کی تفسیر یوں کی ہے کہ جسکے اُٹھانے مین جانور یا اجرت حمال کی حاجت ہو فَإِنْ خَافَ فَإِنْ لَهُ بُدٌّ مِنَ السَّفَرِ ضَمِنَ وَإِلَّا فَإِنْ سَافَرَ بِنَفْسِهِ ضَمِنَ بِالْإِجْمَاعِ اور اگر مالک نے مودع کو سفر مین لیجانے سے منع کر دیا ہو یا راہ مین خطرہ ہو تو اگر مودع کو سفر کی ضرورت نہو اور باوجود اسکے سفر مین لیجائے تو تاوان دیگا اور اگر سفر ضروری ہو تو اگر بذات خود سفر مین لے گیا تو تاوان دیگا اور اگر اپنے اہل و عیال کے ساتھ سفر مین لے گیا تو تاوان نہ دیگا کذا فی الاختیار وَلَوْ أَوْدَعَ شَيْئًا مِثْلِيًّا أَوْ قِيَمِيًّا لَمْ يَجُزْ أَنْ يَدْفَعَهُ إِلَى أَحَدِ عِيَالِهِ حَفْظَهُ فِي عِيَالِهِ صَاحِبُهُ اور اگر دو شخصون نے ایک چیز ودیعت رکھی خواہ وہ چیز مثلی ہو جیسا کہ وزنی اور کیلی یا قیمت والی ہو جیسا کہ کپڑا یا کتاب تو مودع کو جائز نہین یہ کہ اُن مین سے ایک شخص کا حصہ دوسرے شخص کے پیچھے ھم قیمت والی کا عدم جواز رفع الاشاعہ اور مثلی مین صاحبین کا خلاف ہے بنا ہے انکے نزدیک اُسکا

سے خلاف مضارب کے مالک کا انکار کیا پھر خرید کیا پھر اقرار کیا پھر خرید کی

حصہ دینا جائز ہے وَلَوْ دَفَعَ هَلْ يَضْمَنُ فِي الْمُدَّعٰى وَفِي الْبَحْرِ الْاِسْتِحْسَانُ لَا وَكَانَ هُوَ الْمُخْتَارُ اور اگر دوسرے کی نصیب میں ایک کا حصہ ہوگیا تو اسپر تاوان آویگا یا نہیں درمیں ہے کہ یہاں تاوان آویگا اور بحرالرائق میں ہے کہ استحسان میں اسپر تاوان نہیں پھر جب عدم تاوان استحسان ہوا تو ... تاوان ہی مختار ہوگا ہم طحطاوی نے علامہ مقدسی سے نقل کیا کہ یہ قول کیونکر مختار ہوگا حالانکہ متون ائمہ کے قول پر ہیں فَاِنْ اَوْدَعَ رَجُلٌ عِنْدَ رَجُلَيْنِ مَا يَقْسِمُ قِسْمًا وَحَفِظَ كُلٌّ نِصْفَهُ كَمُوَكِّلَيْنِ وَمُسْتَضْعَفَيْنِ وَوَصِيَّيْنِ دَعَدَلَ رَهْنٍ وَدَكَيْلَيْ شِرَاءٍ سوا اگر دو ایسے دیکھی ایک مرد نے دو مردوں کے پاس وہ چیز جو قسمت پذیر ہے تقسیم کرکے دونوں مردوں میں سے ہر ایک کے نصف کی محافظت کرے مانند دو مؤکلوں اور دو مستضعفوں اور دو وصیوں اور رہن کے دو عادل شخصوں اور خرید کے دو کیلوں کے ہم قسمت پذیر سے مراد مکیلات اور موزونات ہیں اور جو چیز عیب دار نہ ہو جائے تقسیم سے خرید کے دو کیلوں کی یہ صورت ہے کہ اُنکو مثلاً ہزار درم دے ظلام کے خرید کرنے کو تو دونوں ہزار کو تقسیم کرلیں پھر اگر ایک کیل دوسرا کیل اپنا نصف دیگا تو اسپر تاوان لازم آویگا یعنے درصورت ہلاکی اور اسپر اجماع ہے کذا فی الطحطاوی وَلَوْ دَفَعَ الْبَعْضَ اِلٰى اَحَدِهِمَا اِلَى صَاحِبِهِ ضَمِنَ الدَّافِعُ اور اگر ایک مرد مودع اپنا حصہ اپنے ساتھی کو یعنی دوسرے مودع کو دے تو دینے والا تاوان دیگا مَا لَمْ يَقْسِمْ بِحَضْرَةِ اَحَدِهِمَا بِاِذْنِ الْاٰخَرِ بخلاف اس کے اگر تقسیم کرلیا ایک کے حاضر ہونے میں اور دوسرے کے اذن سے تو تاوان نہیں بسبب جائز ہوجانے ایک شخص کی حفاظت دوسرے کے ہم قسمت پذیر وہ چیز جو تقسیم سے معیوب ہوجائے کذا فی الطحطاوی وَلَوْ فَاَلَّا دَفَعَ اِلٰى عِيَالِكَ اَوْ احْفَظْ فِي هٰذَا الْبَيْتِ دَفَعَهَا اِلٰى مَنْ لَا بُدَّ مِنْهُ اَوْ احْفَظْهَا فِي بَيْتِ اَحَدِ مِنَ الدَّارِ فَاِنْ كَانَتْ بُيُوتُ الدَّارِ مُسْتَوِيَةً فِي الْحِفْظِ وَلَمْ يَضْمَنْ اور اگر مالک نے مودع سے کہا کہ میری ودیعت مذکور اپنے عیال کو یا محافظت کیجو اس کوٹھری میں سو مودع نے ودیعت اس شخص کو اپنے عیال میں سے دی جس سے اُسکو چارہ نہیں یا ودیعت کی حفاظت کی اُس گھر کی دوسری کوٹھری میں تو اگر اُس گھر کی کوٹھریاں محفوظ ہونے میں برابر ہوں یا دوسری کوٹھری محفوظ تر ہو مالک کی بہ نسبت پہلی کوٹھری سے ہو تو اسپر تاوان نہ آویگا یعنے درصورت تلف ہونے ودیعت کے اسواسطے کہ شرط مذکور صفقہ بین لہذا نہیں ہم عیال للابدی جیسے جانور سپرد کرنا اپنے غلام کو اور جو چیز عورتوں کی حفاظت کے لائق ہو اُسکو اپنی زوجہ کو سپرد کرنا کذا فی شرح الوقایہ طحطاوی نے کہا یہ اُس صورت میں ظاہر ہوتا ہے کہ عیال میں سے بعض معین کے سپرد کرنے سے منع کردیا ہو یا سے منع کیا ہو اَوْ ضَمِنَ كَانَ التَّقْيِيدُ مُفِيدًا اور اگر ویسا نہیں تو تاوان نہیں اسواسطے کہ قید لگانا مالک کا مفید ہم یعنے اگر مودع غیر للابدی عیال کو ودیعت سپرد کرے مثلاً اُس زوجہ یا اس غلام کو سپرد کرے جسکے دینے سے مالک نے منع کردیا اور حالانکہ مودع کی دوسری زوجہ یا دوسرا غلام موجود ہی یا دوسری کوٹھری میں حفاظت قابل ہو اسطرح پر کہ اُسکی پشت راہ کی طرف ہو تو مودع پر درصورت تلف ودیعت تاوان لازم آویگا اسواسطے کہ وہ متعدی ٹھہرا کیونکہ بغیے عیال پر اعتماد نہیں ہوتا اور حفاظت میں بیوت متفاوت ہوتے ہیں بدائع میں ہے کہ قاعدہ کلیہ اس باب میں یہ ہے کہ جس شرط کی مراعات ممکن ہو اور اُسمیں فائدہ بھی ہو تو وہ معتبر ہے اور جس شرط کی مراعات غیر ممکن ہو اور وہ مفید بھی نہ ہو وہ لغو اور باطل ہے کذا فی الطحطاوی وَكَذَا لَوْ ضَمِنَ مُودَعُ الْمُودَعِ فَضَمِنَ الْاَوَّلُ فَقَطْ اِنْ هَلَكَتْ بَعْدَ مُفَارَقَتِهِ وَاِنْ قَبْلَهَا فَكُلٌّ اور اسی طرح اگر مودع نے مودع کا مودع مثلاً زید نے خالد کے پاس ودیعت رکھی اور خالد نے محمد کے پاس تو مودع اول یعنی خالد پر تاوان آویگا اگر ودیعت ہلاک ہوگئی مودع اول کے جدا ہونے کے بعد اور اگر قبل از مفارقت ہلاک ہوئی تو ضمان نہیں ہم یہ امام کا قول ہے اور صاحبین رح کے نزدیک مالک کو اختیار ہے چاہے اول سے تاوان لے اور چاہے ثانی سے وَلَوْ قَالَ لِمَالِكٍ هَلَكَتْ عِنْدَ الثَّانِي وَقَالَ بَلْ رَدَدْتَهَا وَهَلَكَتْ عِنْدَكَ لَمْ يُصَدَّقْ اور اگر مالک نے کہا کہ ودیعت مودع ثانی کے پاس تلف ہوئی اور مودع اول نے کہا بلکہ میں نے تجھکو پھیری تھی اور تیرے پاس ہلاک ہوئی تو مودع اول کی تصدیق نہ ہوگی وَفِي الْغَصْبِ يُصَدَّقُ لِاَنَّهُ اَمِينٌ سیواجیہ اور مودع کے پاس سے غصب ہونے میں اسکی تصدیق ہوگی اسواسطے کہ وہ امین ہے کذا فی السراجیہ یعنے اگر ودیعت غصب ہوگئی مودع کے پاس سے اور تلف ہوگئی اور مالک نے کہا کہ غاصب نے مجھکو ودیعت پھیری سو میرے پاس وہ ہلاک ہوگئی تو مودع کا قول مقبول ہوگا کیونکہ وہ امین ہے کذا فی المنح وَفِي الْمُنْتَقٰى الْقَضَاءُ

اذا غلط فدفع ثوب رجل لغيره فقطعه فكلاهما ضامنان ومعنے یہ ہیں کہ جب دھوبی چوک جائے سوا ایک مرد کا کپڑا دوسرے مرد کو دے پھر دوسرا شخص اسکو قطع کر ڈالے تو دونوں شخص یعنے دھوبی اور قاطع ضامن ہیں ھم یعنے مالک جس سے چاہے تاوان لے تو اگر دھوبی سے تاوان لے تو دھوبی قاطع سے پھیر لے اور اگر قاطع سے لے تو وہ دھوبی سے لے تو اعتماد اسی کو مقتضی ہیں کذا فی الطحطاوی یعنے بہ تفصیل بحث ہی نہ روایت مذہب و عن محمد اصاب الودیعة شیء فاخر المودع رجلا ليعالجها فعطبت من ذلك فلو تلفها متضمن من شاء لكن ان ضمن المعالج رجع على الاول ان لم يعلم انها امانة والا لم يرجع انتہی اور محمد بن حسن سے روایت ہے کہ ودیعت کے جانور کو کچھ بیماری ہو گئی سو مودع نے ایک مرد سے کہا کہ اسکا معالجہ کرے سو وہ جانور ہلاک ہو گیا تو اسکا مالک جس سے چاہے تاوان لے لیکن اگر معالج سے تاوان لے تو وہ اول شخص یعنی مودع سے پھیر لے اگر معالج جانتا ہو کہ ودیعت غیر شخص کی ہی اور اگر جانتا ہو کہ غیر شخص کی ہی تو رجوع نکر یگا انتہی فی الحبلی بخلاف مودع الغاصب فيضمن ايا شاء بخلاف غاصب کے مودع کے تو مالک جس سے چاہے تاوان لے خواہ غاصب سے خواہ اسکے مودع سے ھم غاصب سے تاوان لینا تو صریح ہی اور مودع سے اسواسطے کہ اسنے غاصب سے ودیعت لی بدون رضامندی اسکے مالک کذا فی الدرر وانما ضمن المودع رجع على الغاصب ان علم على الظاهر وبه نأخذ كما لو تعلق العمستاني والباقاني والبرجندي وغيرهم منتبہ اور جبکہ مالک مودع سے تاوان لے تو مودع غاصب سے پھیر لے اگرچہ مودع جانتا ہو کہ وہ چیز مغصوب ہی بہ قول ظاہر کذا فی الدرر بر خلاف اس قول کے جسکو قہستانی اور باقانی اور برجندی وغیرہم نے نقل کیا کہ وہ صورت علم کے رجوع نہیں تو خبردار رہو اس اختلاف سے ودعه الف ادعى رجلان كل منهما انه له ادعه عليا فنكل عن اليمين لهما فهو لهما وعليه الف اخوبين هما ایک شخص کے پاس ہزار درم ہیں اسپر دو شخص مدعی ہیں ہر شخص دعوی کرتا ہی کہ وہ ہزار اسکے ہیں اسنے اس شخص کیلئے ودیعت رکھی ہی یعنے دونوں کے گواہ نہیں سو مودع سے قسم لینا چاہا سو اسنے دونوں کیواسطے قسم کھائی تو وہ ہزار دونوں مدعیوں کے ملوک ٹھہرینگے اور اس شخص سے ہزار درم اور جب ادا دینگے جو دونوں مدعیوں میں نصفا نصف ہوں ھم قسم نکھانا اقرار ہو دونوں پر مدعوں کا لہذا ایک ہزار اسپر لازم آئے ولو حلف لاحدهما فكل للاول خمسمائة للثاني الف ولو اقر للاول ثم للثاني غرم للثاني الف اور اگر مودع نے ایک مدعی کیواسطے قسم کھائی اور دوسرے کی قسم سے انکار کیا تو ہزار درم اس مدعی کے ٹھہرینگے جسکے واسطے اسنے قسم کھائی دفعه الى رجل الفا وقال ادفعها اليوم الى فلان فلم يدفعها حتى ضاعت لم يضمن اذا لم يلزمه ذلك ایک شخص نے دوسرے کو ہزار درم سونپے اور کہا کہ یہ ہزار درم آج کے دن فلانے شخص کو پہونچا دے سو اسنے اسکو نہیں پہونچائے یہاں تک کہ وہ تلف ہو گئے تو اس سے تاوان نلیا جاویگا اسواسطے کہ فعل اسپر کرنا لازم نہیں کما لو قال له احمل الى الوديعة فقال افعل ولم يفعل حتى مضى اليوم وهلكت لم يضمن لان الواجب عليه التخلية تحاذية چنانچہ اگر مالک نے مودع سے کہا کہ میری طرف اٹھا لا ودیعت کو سو کہا اسنے کہ میں یہ فعل کرونگا پھر وہ نہ اٹھا لایا یہاں تک کہ وہ دن گذر گیا اور ودیعت ہلاک ہوئی تو اسپر تاوان نہ آویگا اسواسطیکہ مودع پر تخلیہ واجب ہی کذا فی العمادیہ یعنی فلانے کو دینا یا مالک کی طرف ودیعت کا اٹھا لانا اسپر واجب نہیں ہی جسکے نکرنے سے تاوان آپہ لازم ہو بلکہ مالک اور ودیعت میں تخلیہ البتہ اسپر واجب ہی قال رب الوديعة للمودع ادفعها الى فلان فقال دفعت وكذبه فلان فهو ضامن ووصاحت الوديعة صدق المودع مع يمينه لانه امين ومصاحبہ صاحب ودیعت نے مودع سے کہا کہ ودیعت فلانے شخص کو دے سو اسنے کہا میں نے اسکو دی اور فلانے شخص نے دینے میں اسکے تکذیب کی اور ودیعت ضائع ہو گئی تو مودع کے قول کی تصدیق ہوگی قسم کے ساتھ اسواسطے کہ وہ امین ہی کذا فی الواجبة قال المودع ابتداء لا ادري كيف ذهبت لا يضمن على الاصح كما لو قال ذهبت ولا ادري كيف هبت فالقول قوله مودع شروع سے کہا میں جانتا ہوں کہ ودیعت کیونکر جاتی رہی تو اسپر تاوان نہیں بہ قول صحیح ترجیحا نچہ اگر یوں بولا کہ ودیعت جاتی رہی اور میں نہیں جانتا ہوں کیونکر وہ جاتی رہی تو مقبول قول مودع کا قول ہوگا بخلاف قوله لا ادري اضاعت ام لم تضع او لا ادري وضعتها او وقعت مني فاذا هي موضع اخر فانه يضمن بخلاف قول مودع کہ میں نہیں جانتا کہ ودیعت ضائع ہو گئی یا ضائع نہیں ہوئی یا میں نہیں جانتا کہ میں نے ودیعت رکھدی یا وہ فن

کردی پھر گھر میں ہی رہی جگہ میں تو اسپر تاوان آدیگا ط طحطاوی کہا فتاوی عالمگیری میں عامہ سے اسکے برخلاف منقول ہی اسطرح کہ اگر بیوا کہ میں نہیں جانتا کہ ضائع ہوگئی یا ضائع نہیں ہوئی تو اسپر تاوان نہیں وَلَوْ لَمْ يُبَيِّنْ مَكَانَ الدَّفْنِ لَكِنَّهُ قَالَ سَرَقَتْ مِنَ الْمَكَانِ الْمَدْفُونِ فِيهِ لَا يَضْمَنُ قَاضِيخَانْ اور اگر مودع نے دفن ودیعت کا مکان بیان کیا لیکن اسنے کہا کہ وہ چوری ہوگئی اس مکان سے جس میں دفن تھی تو اسپر تاوان نہیں اور اسکا بورا بیان عامہ میں ہی **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے هٰذَا الْمُودَعُ اَوِ الْوَصِيُّ عَلٰى دَفْعِ بَعْضِ الْمَالِ اِنْ خَافَ تَلَفَ نَفْسِهٖ اَوْ عُضْوِهٖ فَدَفَعَ لَمْ يَضْمَنْ مودع یا وصی کہا گیا بعض مال کے دینے پر تو اگر مودع یا وصی ظالم سے ڈرا اپنی جان پر یا اپنے عضو پر سو اسنے بعض مال دیا تو اسپر تاوان نہیں وَاِنْ خَافَ الْحَبْسَ وَالْقَيْدَ ضَمِنَ اور اگر محبوس ہونے سے یا بیڑی ڈالنے سے ڈرا اور اسنے مال دیدیا تو اسپر تاوان ہوگا وَاِنْ خَشِيَ اَخْذَ مَالِهٖ كُلِّهٖ فَوَعَدَ دَفْعَهُ تو اگر مودع یا وصی اپنے تمام مال کے چھن جانے سے ڈرا تو وہ عندہم فتاوی عالمگیری میں ہی کہ سلطان نے مودع کو ڈرایا اسکے مال کے تلف کرڈالنے سے اگر وہ ودیعت کو نہ دے تو اسپر تاوان آویگا اگر اسکے پاس مال بقدر کفایت کے باقی رہے اور اگر سب مال لے تو وہ معذور ہی اور اسپر تاوان نہیں كَمَا لَوْ كَانَ الْجَائِرُ هُوَ الْاٰخِذَ بِنَفْسِهٖ فَاِنَّهٗ يَضْمَنُ عما ديہ چنانچہ اگر ظالم جابر ہی ذات خود لینے والا ہو تو تاوان نہیں کذا فی العمادیہ ہم طحطاوی نے کما سیح الغفار سے معلوم ہوتا ہی کہ جب ظالم خود لینے والا ہو تو تفصیل مذکور نہیں ہی خِيفَ عَلَى الْوَدِيْعَةِ الْفَسَادُ رَفَعَ الْاَمْرَ اِلَى الْحَاكِمِ لِيَبِيْعَهٗ وَلَوْ لَمْ يَرْفَعْ حَتّٰى فَسَدَ فَلَا ضَمَانَ ودیعت پر خوف ہوا سڑ جانے اور بگڑ جانے کا تو مودع بہ حال حاکم سے کہے تاکہ وہ اسکو بیچ ڈالے اور اگر حاکم سے نہ کہے یہاں تک کہ ودیعت بگڑ جائے تو اسپر تاوان نہیں ہم حاکم سے کہنا بہتر ہی واجب نہیں فتاوی عالمگیریہ میں ہی کہ اگر اس شہر میں حاکم نہ ہو تو خود مودع اسکو بیچ ڈالے اور اسکا ثمن رکھ چھوڑے وَلَوْ اَنْفَقَ عَلَيْهَا بِاِذْنِ الْقَاضِيْ مُتَبَرِّعًا اور اگر مودع نے ودیعت پر کچھ خرچ کیا بدون حکم قاضی کے تو وہ احسان کرنے والا ہی یعنے مالک سے وہ خرچ نہیں لے سکتا بلا امر حاکم قَرَأَ مِنْ مُصْحَفِ الْوَدِيْعَةِ اَوِ الرَّهْنِ فَهَلَكَ حَالَةَ الْقِرَاءَةِ لَا ضَمَانَ لِاَنَّ لَهٗ وِلَايَةَ التَّصَرُّفِ فِيْهِ صَيْرَفِيَّةٌ مودع نے ودیعت یا رہن کے مصحف میں پڑھا سو مصحف تلف ہوگیا پڑھنے کی حالت میں تو اسپر تاوان نہیں اسواسطے کہ مودع کو اس تصرف کی ولایت ہی کذا فی الصیرفیہ ہم کتاب العاریہ کے اخیر میں مذکور ہوا کہ کتب علم میں نظر کرنا جائز ہی اگر نظر کرنے اور اور تقلب اوراق میں ضرر نہو اور یہ اسطرح ہی جیسے کسیکی دیوار کے سائے میں بیٹھنا اور احتیاط یہ ہی کہ بلا اجازت مالک نظر نکرے اور فتاوی عالمگیری میں ہی کہ ایک شخص نے دوسرے کے پاس طبق ودیعت رکھا سو اسنے خم فینے سٹکے کے سر پر رکھا سو تلف ہوگیا اور اگر رکھنا بروجہ استعمال ہو تو تاوان ہی اور اگر بطریق استعمال کے نہیں ہی تو تاوان نہیں ہی اور اسکی معرفت کا طریقہ یہ ہی کہ اگر اسکے میں پانی یا اچار ہو تو رکھنا بطریق استعمال ہی اور اگر مٹکا خالی ہو تو استعمال نہیں کذا فی الطحطاوی قَالَ وَكَذَا لَوْ وَضَعَ السِّرَاجَ عَلَى الْمَنَارَةِ صریفیہ کے مصنف کہا اور اسیطرح اگر ودیعت کا چراغ منار پر رکھے تو تاوان نہیں ہی دو صورت تلف ہوجانے کے ہم منار سے مراد محل نوری ہی وَدَعَ صَمَكًا وَخَرَفَ اَدَاءَ بَعْضِ الْحَقِّ وَمَاتَ الطَّالِبُ وَاَنْكَرَ الْوَرَثَةُ لِلْاَدَاءِ حَبَسَ الْمُودَعُ الصَّكَّ اَبَدًا اور صورت یہ ہی کہ ایک شخص نے دوسرے کے پاس تمسک ودیعت رکھا اور ادائے بعض حق مطلوم ہی اور طالب گیا اور ورثا وارث مطلوم کے بعض حق کا ودیعت تمسک کو ہبہ کردیئے ہم صورت اسکی یہ ہی کہ مثلاً زید کے محمود پر سو درہم تھے محمود نے زید کو سو درہم کا تمسک لکھدیا اور زید نے وہ تمسک حامد کے پاس ودیعت رکھا پھر محمود نے پچیس درہم مثلاً زید کو ادا کئے اور یہ حال حامد کو معلوم ہی بعد اسکے زید مر گیا اور اسکا وارث پچیس درہم کے دینے کو نہیں مانتا ہی تو حامد کو چاہیئے کہ تمسک محمود کے وارث کو نہ دے طحطاوی نے کہا اسپر سوال ہی کہ اسمیں محمود کا ضرر ہی اور شاید کہ یہ اس صورت پر محمول ہی جبکہ مدعا علیہ حق کا اقرار کرے تمسک دیکھکر والا بحر بہت حق تعین نہ ہو فی الاشباہ لَا بَعْدَ اَحَدٍ يَمُوْنُ لِلْمَيِّتِ بِهٖ فَعَمَ الدَّيْنَ اِلَى الْاَمَانَاتِ وَعَلَى الْمَيِّتِ دَيْنٌ اور اشباہ میں ہی کہ میت کا مدیون بری الذمہ نہو گا وارث کو دین دیکر اور حالانکہ میت پر دین ہی اور لوگوں کا حق ظاہر اعدم برات اس صورت میں ہی جبکہ دین مستغرق ہو اور وارث موتمن نہو چنانچہ ودیعت میں ہی شرط ہی جبکہ مودع وارث کو ودیعت سونکر فی الطحطاوی عن الحموی لَيْسَ لِلْمُتَسَلِّمِ خَدْمُ وَدِيْعَةِ الْعَبْدِ میان کو جائز نہیں غلام کی ودیعت لینا یعنے اسواسطے کہ شاید وہ غیر کا مال ہو جبکہ مولے گواہ لاوے کہ یہ مال ہی العامل لغیرہ اَمَانَةٌ لَا اَجْرَ لَهٗ لَا الْوَصِيُّ وَالنَّاظِرُ اِذَا عَمِلَا هٰؤُلَاءِ شخص کا غیر کے واسطے عمل کرنا بطور امانت کے اسکے واسطے اجرت نہیں مگر

وصی ناظر وقف کیواسطے اجرت مثل ہی جبکہ دونوں عمل کریں ہم انہی سے وہ وصی مراد ہی جسکو قاضی نے مقرر کیا اجرت معین کرکے اور وصیت کا وصی تو اجرت کا مستحق نہیں کذا فی الاشباہ قُلْتُ مُفْهَمٌ مِنْهُ اَنَّ لَا اَجْرَ لِلنَّاظِرِ فِی الْمُسْتَقَفِ اِذَا اُحِیْلَ عَلَیْهِ الْمُسْتَحِقُّوْنَ فَلْیُحْفَظْ مِنْ کَمَا ہون تو اس سے معلوم ہوا یعنی وصی اور ناظر کے اشتراط عمل سے معلوم ہوا کہ ناظر وقف کیواسطے اجرت نہیں ہوئے گا یعنی جبکہ مستحقین وقف کو اسکے بانٹے کا حوالہ کر دیا گیا ہو تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم عطاوی نے کہا کہ اگر وقف کرنے والے کیطرف سے اجرت مقرر ہوگی تو ناظر کو ملے گی وَفِی الْوَهْبَانِیَّةِ **شعر** وَدَافِعُ الْفِ مُفْرِضًا وَمُقَارِضًا + وَرَبُّ الْقَرَاضِ الشَّرْطُ جَازَ وَمُحْدِثٌ اور مبنایہ ہزار دوم قرض اور مضاربت میں دیکر نفع مضاربت کا فقط مالک کے واسطے شرط کرنا جائز ہی اور مجموع ہم یعنی ایک شخص نے دو سرے کو ہزار روپے دیے اور کہا کہ نصف قرض ہیں اور نصف طور مضاربت اور مضاربت کا نفع مخصوص میرے واسطے ہی تو یہ شرط جائز ہی تو نصف بضاعت مجھ ہیگا اور نصف قرض کا نفع مستقرض کا ہیگا اسواسطیکہ جب مضاربت فاسد ہوگئی تمام نفع کی شرط کرنے سے حسب حال کیواسطے اور مضاربت منقلب بضاعت ہوگئی وجہ منع ہونے کی یہ کہ مضاربت میں قرض سے جزء منفعت کرنا منع ہی پھر جب شرط صحیح ہوئی تو ہزار کا نفع دونوں کیواسطے ہی اور تو اسی دونوں پر ہی اسواسطیکہ دونوں ہزار میں شریک ہیں کذا فی العطاوی **شعر** وَاِنْ یَدَّعِ ذُو الْمَالِ تَوْضِیَةً حِصَّتُهُ + قِرَاضًا وَاَبَی الْمَالِ قَدْ قِیْلَ اَجِدْ اور اگر صاحب مال قرض کا دعوی کرے اور اسکا مخالف مضاربت کا دعوی کرے تو بعضوں نے کہا کہ صاحب مال کا قول لائق تر بقبول ہم اور دوسرا قول یہ ہی کہ مضارب کا قول مقبول ہی اور مصنف نے قول ثانی کو اختیار کیا ہی کتاب الاجارہ سے پہلے **شعر** وَفِی الْعَکْسِ بَعْدَ الرُّبْحِ فَالْقَوْلُ قَوْلُهُ + کَذَا لِکَ فِی الْاِبْضَاعِ مَا یَتَعَیَّنُ اور اسکے بالعکس دعوی کرنا بعد نفع کے تو صاحب مال ہی کا قول مقبول ہی اسیطرح بضاعت دینے کے اختلاف میں حکم معتبر نہیں ہم العکس کی صورت یہ کہ مضارب نے نفع حاصل کرنیکے بعد دعوی کیا کہ یہ سب مال قرض تھا اور صاحب مال نے کہا مضاربت کے طور پر تھا تو صاحب مال ہی کا قول مقبول ہی اور مضارب پر گولہ لانا لازم ہی اور البضاع کی یہ صورت ہی کہ صاحب مال کہتا ہی کہ میں نے اسکو مال بطور بضاعت کے دیا اور مضارب نفی کا دعوی کرتا ہی تو صاحب مال ہی کا قول مقبول ہی کذا فی العطاوی **شعر** وَاِنْ قَالَ قَدْ ضَاعَتْ مِنِّیْ اَبَیْتُ حِدْهُ لَهُ + یَضْمَنُ وَیُسْتَحْلَفُ فَقَدْ یَنْصُرُهُ اور اگر مودع نے کہا کہ فقط ودیعت کو کھو دی سے ضائع ہوگئی تو یہ قول صحیح ہی یعنی صادق ہی اور اسی قسم کیواسطے یہ صورت ہو سکتی ہی ہم یعنی سوے ودیعت کے مکان سے اور کسی چیز کا ضائع ہونا منصور ہی اسطرح کہ سارق جلدی کے سبب سے ودیعت کے سوا اور کسی چیز کو چرا سکا بالکہ وہی چیز اسکو مقصود تھی کذا فی العطاوی **شعر** وَتَارِکٌ فِی قَوْمٍ کَاَمْرِ صَحِیْفَةٍ + فَاَخَوْا وَرَاحَتْ بَضْعُ الْمَتَاعِ اور ایک قوم میں ودیعت کا چھوڑنے والا بواسطہ امر کے جیسے پھر قوم کے لوگ ان سے چلے گئے اور ودیعت تلف ہوگئی تو ضامن ہوگا شخص جاؤ الا اداؤں دے مر شخص متاخر یا اسواسطے ضمان آیا کہ اسپر حفاظت ودیعت کی متعین ہوگئی تو ناداں بھائی پر مخصوص ہوگیا تو اگر سب لوگ ساتھی اٹھ گئے تو سب پر تاوان آویگا کذا فی العطاوی **اشعار** وَتَارِکُ نَشْرِ الصُّوْفِ صِیْفًا نَفَعَتْ لَهُ + یَضْمَنُ وَعَرْضُ الْقَارِ بِالْعَکْسِ یُوْتِرُ + اِذَا لَمْ یُسِدَّ الثَّقْبَ مِنْ بَعْدِ عِلْمِهِ + وَلَمْ یُعْلِمِ الْمَالِکَ مَا هُوَ یَنْعَمُ اور گرمی کے موسم میں صوف پہلا سکنا کہ کرنے والا مودع یعنی مالک کے امر سے پھر صوف کو صوف کا کیا جاتا گیا تو مودع تارک تاوان لیا جائیگا اسواسطے کہ اسنے ودیعت کی حفاظت کی اسطرح کہ اسکو امر ہوا کذا فی العطاوی عن المحیط اور جو ہے کا کاٹنا ودیعت کو برخلاف اس مسئلے کے مروی ہی جبکہ مودع ودیعت کے مکان کا سوراخ نہ بند کرے بعد اسکے کہ دریافت ہوئے کہ یا مالک ودیعت کو خبر نکرے کہ مکان وہ ودیعت کا سوراخ دار ہی ہم یعنے جبکہ مالک نے ودیعت مودع کو سپرد کی اور مودع نے اس مکان میں کہی جسمیں سوراخ نہیں پھر اسکو جسنے کاٹ ڈالا یا آگ سے وہ جل گئی تو اسپر تاوان نہیں اور اگر اس مکان میں سوراخ ہی اور مودع اسکو جانتا ہی تو اگر مالک نے مودع کو خبر کردی سوراخ کی تو اسپر تاوان نہیں اور اگر مالک نے خبر نکی اور مودع نے باوجود دانست سوراخ بند نکیا تو اسپر تاوان ہی خلاصہ یہ کہ تاوان دفع ہوتا ہی سوراخ کے بند کرنے سے یا مالک کے سوراخ بتانے سے اگرچہ وہ صورت اعلام مالک مودع سوراخ کو نہ بند کرے اسواسطے کہ مالک راضی ہوگیا اس مکان میں رہنے سے باوجود سوراخ دار ہونے کے تو معلوم ہوا کہ وہ قولہ ولم یعلم کا بمعنے اور کذا فی العطاوی **لَوْ سَدَّ هَامَّةً فَفَحَّ لِفَارٍ وَامْتَدَّ لَمْ یَضْمَنْ** کما ہو ینبغی تفصیلہ کما علمت قید کا ہون باقی رہا یہ احتمال کہ اگر مودع نے البتہ سوراخ بند کر دیا سو بجنے اسکو کھول دیا اور ودیعت کو خراب کر ڈالا اسکا حکم کہ کہا نہیں اور اسکی بھی تفصیل کرنا بطور گذشتہ لازم ہی اسکو غور کرو تفصیل مذکور یہ ہی **اقول** طرطوسی کو یا مالک سوراخ کو بنا دے یا مودع در صورت عدم اعلام سوراخ کو بند کرے تو ان اسی سے دفع ہوا اور اس قول کو وہبانیہ کے شارحین یعنے علامہ عبدالبر اور شرنبلالی نے پسند کیا ہی **تتمہ** سراجیہ میں ہی کہ ودیعت پھیر دینے کی مؤنت مالک پر ہی نہ مودع پر

استفتاء کرانی الطحطاوی واللہ اعلم واستغفر اللہ العلیم

کتاب العارية

(از ترجمہ ہمارا)

یہ کتاب ہے عاریت کے احکام میں ہم عاریت کی خوبی قرآن اور حدیث اور اجماع سے ثابت ہے حقتعالیٰ نے فرمایا (وَيَمْنَعُونَ الْمَاعُونَ) یعنی کفار ماعون کو روکتے ہیں ماعون اُس چیز سے عبارت ہے جسکی عاریت دینے کی لوگوں میں عادت ہو پھر جبکہ عاریت دینا مذموم ٹھہرا تو عاریت لینا محمود ہوا اور بخاری میں ثابت ہے کہ آنحضرت صلعم نے ابوطلحہ کا گھوڑا جسکا سندیدہ نام تھا بطور عاریت کے لیا تھا تو اسمیں اختلاف ہے کہ عاریت دینا مستحب ہے یا واجب اکثر علماء سیر میں کہ مستحب ہے کذا ذکرہ ابوالسعود آخرھا عن الودیعۃ لان فیھا تغلیظا وافاد فی الامانۃ مصنف پیچھے لایا عاریت کو ودیعت سے اسواسطے کہ عاریت میں منافع کی تملیک ہے اگرچہ دونوں امانت ہونے میں مشترک ہیں ہم یعنی عاریت میں تملیک ہے اور ابداع میں ہے تو عاریت ودیعت سے بنسبت لغو کے ہے ہر مرکب سوفری مفرد سے ومحا ستفاد النیابۃ عن اللہ تعالیٰ فی اجابۃ المضطر لانھا تکون الا لمحتاج کالقرض اور عاریت کی عمدہ خوبیوں سے حقتعالیٰ کی نیابت ہے عاجز مضطر کی اجابت اور حاجت روائی میں اسواسطے کہ عاریت دینا نہیں ہوتا مگر واسطے محتاج کے اسلئے قرض کے مانند ہم یعنی مستعیر مضطر ہوتا ہے بسبب اپنی حاجت کے وقال تعالیٰ (أَمَّنْ يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ) اور معیر نے مستعیر کی فریادرسی کی تو گویا حق تعالیٰ کا وہ نائب ہوا فریادرسی میں یعنی عاریت دینے والا اخلق ہوا اخلاق اللہ سے یعنی اسی مومنین متعلق ہوا خلاق ربانی فلذا کانت الصدقۃ بعشرۃ والقرض بثمانیۃ عشر اسواسطے یعنی بواسطے تمامی خیرات کا ایکدرم دس درم کے برابر ہے ثواب میں اور قرض کا ایکدرم اٹھارہ درم کے برابر ہے ہم یعنی قرض میں لمبا غالبا مگر حاجتمند اور خیرات محتاج اور غیر محتاج دونوں کو پہنچتی ہے اگر صدقہ دینے والا اسکو محتاج جانکر دیتا ہے صدقے کا ثواب دہ چند اسواسطے ہوا کہ الحسنۃ بعشرۃ امثالہا اور قرض کا ثواب اٹھارہ گنا اسواسطے ہوا کہ قرض کا ایکدرم بعلت احتیاج صدقہ کے دو درم کے برابر ہے تو بسبب صدقہ کا ایکدرم دس درم کے برابر ٹھہرا پس ہمنے دس درم کے صدقہ کرنے کو اسکی طرف بھیجا عود نہیں کرتا اور قرض کا درم مقرض کی طرف عود کرتا ہے تو مقابل اسکے دو درم ساقط ہوگئے تو اٹھارہ باقی رہگئے وامنہ اگر مقرض مستقرض کو معاف کردے تو بیس درم پائیگا ثواب ہوگا قرض پینے والے کا ہی لغۃ مشددۃ وقد تخفف اعارۃ الشئی قاموسی عاریت لغت عرب میں عبارت ہے چیز کے عاریت دینے سے عاریت کی بیاء تحتانیہ مشددہ ہمزہ اور اسکی تخفیف بھی جائز ہے کذا فی القاموس ہم عارہ عاریۃ یعنی عاریت مانگنا معیر عاریت دینے والا استعیر عاریت مانگنا شرعا تملیک المنافع مجانا اور شرع میں عاریت عبارت ہے منافع کے مالک کردینے سے صفت بلاعوض ہم یعنی معیر مستعیر کو اپنی چیز کی منفعت کا مالک کردے مثلاً گھوڑے پر سوار ہونا اور کتاب سے پڑھنا اور گھر کا رہنا منفعت کی قید ہوا اسواسطے کہ اگر عاریت سے اجارہ نکل جائے اسواسطے کہ اجارہ میں بھی تملیک ہے منافع کی مگر منفعت تملیک نہیں بلکہ بعوض ہے افاد بالعلیک لزوم الایجاب والقبول ولو تخلیۃ منفعت تملیک کے لفظ سے ایجاب اور قبول کے لازم ہونے کا فائدہ عاریت میں ظاہر کردیا اگر قول فعلی نمونہ قولی ہم چنانچہ سابق مذکور ہوچکا کہ عقد تبرع فقط ایجاب پر وقوف ہوتا ہے ولہذا فتاوی عالمگیری میں کہا ہے عاریت کے لئے ایجاب ہے معیر کی جانب سے اور مستعیر کیطرف سے قبول کرنا ہمارے اصحاب ثلثہ کے نزدیک اور استحسان شرط نہیں بحر الرائق میں ہے کہ اگر معیر نے بلا استعارہ مستعیر سے کہا کہ یہ غلام اور اس سے اپنی خدمت کرا تو یہ عاریت نہیں تو اسکا نفقہ مالک پر ہوگا انتہی من الخلاصۃ وفی خانیہ میں ہے کہ اگر عاریت باقی نہ ہوگا اور مستعیر جب یہ بات سنی تو عاریت سمجھی انتہی تو معلوم ہوا کہ ایجاب فعلی نہیں ہوتا بلکہ قبول کا لفظی ہونا ہی چاہیئے معیر نے کہا کہ یہ گائے اسلئے دیتا ہوں کہ تو اسپر اپنا بوجھ لادلے اور لیا تو اس سے ظاہر ہوگیا کہ لفظ فعلا قبول کیطرف راجع ہے کذا فی الطحطاوی وحکمہا کونہا امانۃ وعاریت کا حکم یعنے اثر مترتب اسپر عاریت کا امانت یعنی اگر عاریت بلا تعدی تلف ہوجائے تو مستعیر پر ضمان نہیں اور اگر تعدی سے تلف ہو تو بالاجماع ضامن ہو وشرطہا قابلیۃ المستعار للانتفاع وخلوہا عن شرط العوض کما فی بیع واجارۃ اور عاریت کی شرط قابل ہونا مستعار کا فائدہ لینے کیواسطے وخالی ہونا عاریت کا عوض مشترط سے اسواسطے کہ عاریت نہ مشترط عوض سے عاریت باقی نہیں رہتی اجارہ ہوجاتی ہے ہم قابلیت انتفاع سے ہمارے نزدیک عاریت ہر اسلم کے حق میں نکل گیا اور یہ خرد ہے کہ انتفاع مبنی استہلاک عین کے ہو تو درہم اور دنانیر اور فلوس اور کیلیات وموزونات اور روئی اور صوف اور ابریشم اور مشک اور کافور کا عاریت لینا بالاجماع جہت عاریت نہیں بلکہ قرض ہوا اور اگر روپیہ پیسا کسی چیز کے تولنے کیواسطے یا زینت دوکان اور تجمل کیواسطے عاریت لے تو یہ قرض نہیں بلکہ عاریت ہے لیکن اُسکو سوا وجہ مذکور کے اُسکا استعمال کرنا جائز نہیں کذا فی غایۃ البیان

وصحح فی العمادیۃ جواز اعارۃ المشاع وایداعہ وبیعہ یعنی لان جہالۃ العین لا تفضی المنازعۃ لعدم لزومہا اور صحیح کی ہے عمادیہ میں شائع کے عاریت دینے اور اسکے ودیعت رکھنے اور اسکے بیچنے کے جواز کی اسواسطے کہ جہالت عین کی یہاں موجب نزاع نہیں بسبب نہ لازم ہونے عقد عاریت کے وقالوا اعلف الدابۃ علی المستعیر ولکن انفقۃ العبد اما کسوتہ فعلی المعیر اور فقہانے کہا ہے کہ عاریت مانگنے والے پر ہے اور اسطرح نفقہ غلام مستعار کا اور اسکا لباس تو عاریت دینے والے پر ہے وہذا اذا اطلب الاستعارۃ فلو قال المولی خذہ واستخدمہ من غیر ان یستعیرہ فنفقتہ علی المولی ایضا لانہ ودیعۃ اور یہ اسوقت ہے جبکہ مستعیر نے عاریت لینے کی خواہش کی ہو تو اگر مولی کہے کہ اس غلام کو لیکر خدمت لے بلا خواہش مستعیر تو اسکا کھانا پینا بھی مولے پر ہے اسواسطے کہ یہ ودیعت ہے نہ عاریت ثم ظاہر الروایۃ الانتفاع بہ اسواسطے کہ اگر ودیعت ہوتی تو اسکو نفع لینا جائز نہ تھا یا یوں کہیے کہ یہ ویسی ودیعت ہے جسکے انتفاع کو مالک نے مباح کر دیا وتصح بامرک لانہ صریح او عاریت صحیح ہے اَعِرْنِیْ کے لفظ سے یعنی مجھکو عاریت دے اسواسطے کہ یہ لفظ عاریت میں صریح اور کھلا ہوا ہے وَاَطْعِمْنِیْ اَرْضَکَ ای غلتہا لانہ صریح مجازا من اطلاق اسم المحل علی الحال اور عاریت صحیح ہے اس لفظ سے اطعمتک ارضی یعنی میں نے اپنی زمین تجھکو کھانے کو دی یعنی زمین کا غلہ تیرے کھانے کو دیا اسواسطے کہ یہ لفظ عاریت میں صریح مجازی ہے از قبیل بولنے اسم محل کے حال پر ہم غلہ پیدا ہوتا ہے زمین میں تو غلہ حال ہے اور زمین اسکا محل اور محل کا نام حال پر بولنا مجازاً متعارف ہے بقرینۃ الطعام اسواسطے کہ جب طعام غیر مطعوم مثلاً زمین کی طرف مضاف ہو تو غلہ زمین مراد ہوتا ہے ومنحتک بمعنی اعطیتک ثوبی واجارتی ہذہ وحلتک علی ذا بتی ہذہ واذا اقیدہ بدینک وحلتک الہبۃ کان صریحا بخلاف العاریۃ بلا نیۃ والہبۃ بنیا ای مجازاً اور عاریت صحیح ہے اس لفظ سے کہ منحتک یعنی میں نے تجھکو کپڑا یا اپنی نیلی گدھی یا میرا یہ گھر یا اپنی زمین دیدی یا اس لفظ سے کہ حلتک یعنی میں نے تجھکو چڑھایا اپنے اس جانور پر جبکہ سلم منحتک اور حلتک کے لفظ سے اسواسطے کہ وہ ہبہ میں صریح ہے تو عاریت کو مفید ہے بلا نیت ہبہ اور ہبہ کو مفید ہے بالطریق مجاز کے نہ بنیت ہبہ ہم یعنے لفظین مذکورین سے درصورت عدم نیت ہبہ عاریت ثابت ہوگی اور درصورت نیت ہبہ کے ہبہ متحقق ہوگا وَاَحَدُ مُنْکَ عَبْدَکَ او اجرتک عبدک او اجرتک ہذا العبد شہرا مجازاً اور اس لفظ سے عاریت صحیح ہے کہ میں نے اپنا غلام تیری خدمت کیلئے دیا اور اپنا گھر ایک مہینہ تجھکو مفت اجارہ دیا ہم اجارہ بلا عوض درحقیقت عاریت ہے اور اگر مدت اجارہ مذکور نکرے گا تو بھی ایک قول میں عاریت ثابت ہوگی اور فتاوی عالمگیری میں عدم عاریت پر اعتماد کیا ہم کذا فی الطحطاوی ودخلت بیتک ولک خبر سکنی تملیکا ای بطریق التملیک او اس قول سے عاریت صحیح ہے کہ داری لک سکنی یعنی میرا گھر تیرا ہی سکونت کی راہ سے داری مبتدا ہے اور لک خبر ہے اور سکنی تمیز ہے مکنی مصدر ہے بمعنے اقامت یا اسم ہے بمعنے اسکان صاحب عمر کو کہا سکنی محکم ہے ارادہ نفع میں اسلئے لام بمعنے لک ملاز ہوا وَدَارِیْ لَکَ عُمْرِیْ مفعول مطلق ای اَعْمُرُہَا لَکَ عُمْرِیْ سُکْنٰی اَعْمُرُہٗ یعنی جَعَلْتُ سُکْنَاہَا لَکَ مدۃ عُمْرِکَ او اس لفظ سے عاریت صحیح ہے کہ داری لک عمری سکنے یعنی میں نے اپنے گھر کی سکونت تیرے واسطے عمر کی تیری زندگی تک عمرے مفعول مطلق ہے فعل محذوف کا یعنے اعمرتہا لک عمری اور سکنی بیسر ہے ہم اور یہ بھی احتمال ہے کہ عمری ظرف ہو بمعنے مدۃ عمرک کی طرف شارح رحمۃ اللہ علیہ نے تبیین میں اشارہ کیا لیکن اسنے ایک احتمال کو دوسرے احتمال کے ساتھ ملا دیا ملا علی نے کہا داری لک اسکا محتمل ہے کہ رقبہ دار ہی طلب کا مملوک ہو اور اسکا محتمل ہے کہ اسکی منفعت مخالب کی مملوک ہو اور سکنی کا لفظ اول کو منفعت میں محکم ہے لہذا احتمال لاندا محتمل کو اور ارادہ منفعت پر محمول پر کیا کذا فی الطحطاوی یعنی لام بمعنے لک ملاز ہوا دلعدم لزومہا یوجع المعیر متی شاء اور بسبب لازم نہ ہونے عقد عاریت کے معیر کو رجوع عاریت میں اختیار ہے جب چاہے اپنی چیز پھیر لے ولو موقتۃ معیر کو عاریت پھیر لینے میں اختیار ہے اگرچہ عاریت کا وقت بھی معین کر دیا ہو دریافت کرنا چاہیے کہ عاریت چار قسم ہے ایک تو عاریت مطلق ہے یعنے نہ مدت اور نہ انتفاع مذکور نہ ہو اسکا حکم یہ ہے کہ مستعیر کو اس سے فائدہ لینا جائز ہے جسطرح چاہے اور جب تک چاہے دوسری قسم یہ کہ عاریت مقید ہو یعنی مدت اور انتفاع مذکور ہو خصوص اسکا حکم یہ ہے کہ وقت معین اور انتفاع معین سے تجاوز کرنا جائز نہیں مگر درصورت بہتری تیسری قسم یہ کہ مقید بوقت مدت ہو اور انتفاع میں مطلق ہو چوتھی قسم یہ کہ مدت کی قید ہو مگر انتفاع کی قید نہ ہو دونوں کا حکم یہ ہے کہ تعیین معیر سے تجاوز کرنا درست نہیں کذا فی السراج اَوْ نِیْہِ ضَرَرٌ مُتَفَاحِشٌ وَبَقِیَ الْعَیْنُ بِاَجْوَلِ الْمِثْلِ کَمَا اسْتَعَارَ اَمَۃً لِتُرْضِعَ وَلَدَہٗ وَصَارَ لَا یَاْخُذُ اِلَّا دُوْنَہَا فَلَہَا اَجْرُ الْمِثْلِ اِلَی الْفِطَامِ وَقَامِیْ فِی الْاَشْبَاہِ اَوْ بِاَکْلِہَا بِغَیْرِہٖ یعنی میں ضرر ہو تو عاریت باطل ہوگی اور عاریت کی چیز اجرت مثل باقی رہیگی یعنی صورت میں عاریت منقلب باجارہ ہو جائیگی چنانچہ مستعیر نے لونڈی عاریت لی اپنے دودھ پیتے صغیر کے دودھ پلانے کیواسطے اور اسکا ایسا لونڈی سے ہل گیا کہ اسکی چھاتی

۱۲ منہ

تسمہ میں بیتا سو اُس لونڈی کے تو اُس لونڈی کیواسطے اجرت مثل ثابت ہوگی دودھ جو اُسنے تک اور دوہ رایبان اسکا اشباہ میں ہے وَفِيهَا مَغْرَمًا لِلْقِيمَةِ يَلْزَمُ الْعَارِيَةَ مُطْلَقًا إِذَا اسْتَعَارَ جَمَلًا وَغَيْرَهُ لِيَضَعَ جِذْعَهُ فَوْضَعَهَا ثُمَّ بَاعَ الْعَقَارَ الْجَمَلَ لَيْسَ لِلْمُشْتَرِي دَفْعُهَا وَقِيلَ نَعَمْ إِلَّا إِذَا شَرَطَهُ وَقْتَ الْبَيْعِ قَالَتْ وَبِالْقِيلِ يُفْتَى فِي الْخَانِيَّةِ وَالْبَزَّازِيَّةِ وَغَيْرِهَا اعْتَمَدَهُ مُحَشِّيهَا فِي تَنْوِيرِ الْبَصَائِرِ وَلَمْ يُتَعَقَّبْهُ ابْنُ الْمُصَنِّفِ فَكَأَنَّهُ ارْتِضَاهُ فَلْيُحْفَظْ اور اشباہ میں قنیہ سے منقول ہے کہ عاریت لازم ہوجاتی ہے اُسصورت میں جبکہ ایک شخص نے دوسرے کی دیوار عاریت لی اپنی دھنیاں رکھنے کیواسطے پھر دھنیاں اُسپر نصب کیں پھر صاحب دیوار بیچ ڈالی تو مشتری کو دھنیوں کا دفع کرنا جائز نہیں اور قول ضعیف یہ ہے کہ ہاں دفع کرنا جائز ہے مگر جبکہ بیع عدم دفع شرط کرلے کیونکہ میں کہنان اور قول ضعیف کے قوی ہونے پر جزم کیا ہے خلاصہ اور برازیہ وغیرہا میں اور اسی پر اعتماد کیا ہے اشباہ کے محشی نے تنویر البصائر میں اور شیخ مشائخ ابن مصنف نے اسپر اعتراض نہیں کیا تو گویا اُسکو پسند کیا ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہئے وَكَالْمَضْمُونِ بِالْهَلَاكِ مِنْ غَيْرِ تَعَدٍّ اور بدون تعدی کی عاریت کے ضائع اور تلف ہوجانے سے تاوان اُسکا لازم نہیں آتا یعنے اسواسطے کہ عاریت امانت ہے اور امانت میں تاوان نہیں مگر تعدی سے بالاجماع تاوان ہے هم تعدی کی صورتیں یہ ہیں کہ باہر بیت کے جانور کی باگ درسے کھینچی اور وہ ہلاک ہوگیا یا مستعیر مسجد میں گیا اور اُسکو کوچہ میں چھوڑ گیا سو وہ تلف ہوگیا یا سواری کیواسطے عاریت دیا تھا سو اُسکو بند کر رکھا یا پانی پلانے کیواسطے اسکو غیر جہت معینہ سے لیگیا سو وہ ہلاک ہوگیا یا زین جوتنے کیواسطے بیل عاریت لیا اور دوسرے روز اُسکو اور بیل کے ساتھ ملایا اُسکے خلاف عادت سو وہ ہلاک ہوگیا تو بالاجماع اُسپر تاوان ہے اور اگر اسکو چراگاہ میں چرانے کیواسطے چھوڑا سو وہ ضائع ہوگیا اگر وہاں اسطرح کے چرانے کی عادت ہو تو تاوان نہیں اور اگر عادت عام نہو یا عادت مشترک ہو تو تاوان ہے اور اگر جنگل میں سو گیا اور باگ دور جانور کی ہاتھ میں ہے سو وہ چوری گیا تو اگر مستعیر لیٹا ہوگا تو تاوان ہے اور اگر بیٹھا ہوگا تو تاوان نہیں اور یہی حکم ہے غیر مقعد کا اور سفر میں سو جانے سے تاوان مطلقا نہیں جبکہ مستعار چیز اُسکے سرہانے ہو یا آگے رکھی ہو یا اُس پاس ہو اسطرح پر کہ عادت میں اُسکی نگہبانی سے خارج نہو کذا فی البحر وشرط الزمان باطل كشرط عدمه فی الرهن خلافا لزفر العجوهرة اور تاوان کا شرط کرنا عاریت میں باطل ہے جیسے عدم تاوان کی شرط رہن میں باطل ہے بخلاف ودیعت جو ہر دو میں ہر کہ تاوان شرط کرنے سے عاریت میں تاوان لازم ہوجاتا ہے وَكَالرَّهْنِ لِخِلَافِ عَارِيَةٍ كَالْوَدِيعَةِ فَإِنَّهَا لَا تُوجِبُ وَلَا تُوَدَّعُ وَلَا تُعَارُ بِخِلَافِ الْعَارِيَةِ عَلَى الْمُخْتَارِ لانہ دیعت کے اسواسطے کہ ودیعت کا اجارہ اور رہن نہیں ہوتا مالکہ دوسرے شخص کے پاس ودیعت نہیں رکھی جاتی اور نہ ودیعت عاریت پر دیجاتی ہے بخلاف عاریت کے بقول مختار هم یعنی عاریت کا ایداع اور اجارہ عند الاطلاق جائز ہے اور اگر مستعیر کی قید ہو تو عاریت دینا جائز نہیں مگر اُس صورت میں جبکہ استعمال مختلف نہوتا ہو اور یہی قول صحیح مفتی بہ ہے کذا فی الطحطاوی وَأَمَّا الْمُسْتَأْجَرُ فَيُؤْجَرُ وَيُودَعُ وَيُعَارُ وَيُرْهَنُ اور مستاجر بفتح جیم یعنے جس چیز کو اجارہ لیا تو اُسکا اجارہ رکھنا اور ودیعت رکھنا اور عاریت دینا جائز ہے اور رہن رکھنا اسکا جائز نہیں وَأَمَّا الرَّهْنُ فَكَالْوَدِيعَةِ اور مرہون تو ودیعت کے مانند ہے یعنے اسکا اجارہ اور رہن اور ایداع اور اعارہ جائز نہیں هج فی الرهن بنظم نسمع مسائل لا یملك فیها تملیکا العین بدون اذن سواء قبضه او لا اور ہبہ میں تو مسائل نظم کئے ہیں جنمیں ہے غیر کو مالک کرنا بدون اذن مالک کے صحیح نہیں خواہ اُسنے قبضہ کیا ہو یا نکیا ہو فقال **اشعار** وَمَالِكُ أَمْرًا لِمَلَّكِهِ بِدُونِ + إِذْنِ أَمْرِهِ كَيْلَ مُسْتَعِيرٌ وَمُؤْجِرٌ + زَوْجًا وَلَبِّسْهَا وَمُضَارِبٌ + وَمُرْتَهِنٌ أَيْضًا وَقَابِضُ يُؤْمَرُ + سو صاحب ہبانیہ نے کہا اور وہ مالک ہے کہ جو مالک نہیں دوسرے کی تملیک کا بدون امر مالک کے یعنی وکیل ہے اور مستعیر اور موجر بفتح جیم یعنے مستاجر کہ جسکو صحیح سوار ہونے اور قمیص وغیرہ کپڑے پہننے کا غیر کے رکوب اور لبس کا مالک نہیں اور مضارب اور مرتہن بھی اور قاضی بامور هم مالک کا لفظ مبتدا ہے اور جملہ یملک کا اسکی صفت ہے اور وکیل وغیرہ اُسکی خبر ہے وکیل کو جائز نہیں کہ دوسرے کو وکیل کرے بلا تفویض موکل اور اسطرح مستعیر کو مستعار کا عاریت دینا بلا امر معیر درست نہیں جبکہ عاریت مختلف ہوجاتی ہو باعتبار اختلاف مستعملین کے اور اگر مختلف نہوجاتی ہو تو جائز ہے اور اسی طرح اگر مستاجر نے اپنی خاص ملک کی سواری کیواسطے جانور کرایہ لیا یا اسی طرح قمیص کرایہ لیا تو دوسرے کو اُسپر سواری کرنا یا دوسرے کو اس قمیص کا پہنانا جائز نہیں اور اسی طرح مضارب دوسرے کیساتھ مضاربت کرنیکا اور مرتہن دوسرے کیپاس رہن رکھنے کا اور قاضی ہو دوسرے کو خلیفہ کرنے کا بلا اذن امام مالک نہیں کذا فی الطحطاوی **شعر** وَمُسْتَوْدَعٌ مُسْتَبْضِعٌ وَمُزَارِعٌ + وَاذْ لَمْ يَكُنْ مِنْ عِنْدِهِ الْمَيِّدُ بِيدُ

اور مستودع نفع والی بیع کا اور مستضع دوسرے کو ضائع کرنے کا اور جیسے زمین بعقد مزارعت کسی جگہ مزارع کے پاس بیع نہو کہ کمیت مین بیع والا آجائے تو بیعنی شخص کو وہ زمین بطور مزارعت کے نہین دیسکتا بلا اذن ہم اور اگر مزارع کا بیع ہے تو وہ مالک کو دوسرے کو بطور مزارعت کے دین دے کذا فی الطحطاوی قلت والعاشرة شعر ومما المساقي ان يساقي غيره وان اذن المولى له ليس يفكره میں کہتا ہون اور دسواں مسئلہ مساقات کی ہے مزارعت کی فصل مین یون مذکور ہوا ہے کہ مساقات کا ایسا کرنا کہ غیر کو زمین بطور مساقات کے اور اگر مولی یعنی مالک مین اذن کے تو غیر کو دیدینا جائز نہین فان اجر المستعير او رهن فهلكت صمنه المعير للمنتفع سو اگر مستعیر عاریت کو اجارے مین دے یا گرو رکھدے پھر وہ تلف ہوجائے تو معیر اس سے تاوان لے سبب اسکی تعدی کے وکذا رجوع له للمستعير على آخر كالمضمان ظهر انه اجر ملك نفسه ونفذ بلا جوة خلافا للثاني اور مستعیر کو تاوان پھیر لینا کسی سے جائز نہین ہے بوسطیکہ تاوان دیچکنے سے ظاہر ہوگیا کہ اُسنے اپنی ذاتی مالک کو اجارہ دیا اور مستعیر اجرت کی تصدق کردے بخلاف قول ابو یوسف رح ہم اجرت اسوسطے تصدق کرے کہ مستعیر غاصب کے ہوگیا اور غاصب اجارہ دینے سے مالک مستاجر کا اور خیرات کرنیکی وجہ یہ کہ اجرت حاصل ہوئی طیب سبب خبیث یعنی غیر کے استعمال کرنے سے کذا فی الطحطاوی اور صمن المستاجر ما عيبا تاوان لے مستاجر سکت عين الموفق في شرح الوهبانية الخامسة لا يملك المرتهن ان يرهن فيضمن وللمالك الخيار ويوجم الثاني على الاول مصنف نے سکوت کیا ترسن کے حکم سے اور وہبانیہ کی شرح مین ہے اور پانچوان مسئلہ یعنی نظم مذکور کا پانچوان مسئلہ یہ ہے کہ ترسن مالک نہین مرہون کے رہن رکھنے کا تو اُسپر رہن لے رکھنے سے تاوان آویگا اور مالک کو اختیار ہے چاہے ترسن اول سے تاوان لے چاہے ثانی سے اور اگر ثانی سے تاوان لے تو وہ ترسن اول سے بھرلے ورجع المستاجر على المستعير اذا لم يعلم بانه عارية في يده دفعا لضرر الغرور بمستعير مستاجر سے تاوان لے تو مستاجر مستعیر سے اسمال بھر جبکہ مستاجر یہ نجانتا ہو کہ وہ عاریت ہی اسکے ہاتھ مین ہے دفع ضرر کیوسطے یعنی اگر عاریۃ جانکر اجارہ لیگا تو رجوع نہین بسبب عدم فریب له ان يعيبها اختلف استعماله او لا ان لم يتعين المجور منتفعا اور مستعیر کو جائز ہے عاریت کا عاریت دینا خواہ اسکا استعمال باعتبار اختلاف مستعملین مختلف ہوتا ہو یا نہوتا ہو بشرطیکہ معیر نہ تعین کرے نفع لینے والے کو یا ہو معیر نے نفع لینے والے کو معین کردیا ہو تو مستعیر اُس عاریت کو عاریت دے جسکا استعمال مختلف نہین ہوتا اور اگر مختلف ہوتا ہو تو عاریت دینے سے بسبب تفاوت استعمالین کے اور اس قول کو ظاہر الجواہر مین اختیار کیطرف نسبت کیا ہے ومثله اذا عدد عدم النهي ملفوظا كما لو قال ادفع لغيرك فدفع فهلك ضمن مطلقا خلافا لما في خلاصة اور عاریت کی چیز کے مانند کہ جاجے کی چیز یعنے مستاجر کو اجارہ کی چیز عاریت پر جانا جائز ہے خواہ اسکا استعمال مختلف ہو یا نہو اور صورت تعین مختلف الاستعمال کا عاریت دینا جائز نہین اور تفصیل مذکور در صورت عدم نہی کے ہے تو اگر معیر نے مستعیر سے کہا کہ اپنے سوا کسی اور شخص کو نہ بھیجو یہ معیر نے دی پھر عاریت تلف ہوئی تو ہر طرح سے تاوان اُسپر آویگا کذا فی الخلاصة یعنے خواہ وہ مختلف الاستعمال ہو یا نہو فمن استعار دابة او استاجرها مطلقا له ركوبها بقيد الحمل ما شاء وبغيره الغير ويركب عقبه بالاطلاق سو جو شخص کہ عاریت پر لے یا کرایہ پر لے مطلقا بلا تقید تو جو چاہے لاد کر اُسپر چڑھ جائے اور لادنے کیوسطے عاریت کے اور اُسپر سوار ہونے کے اطلاق پر عمل کرنے سے وان ابا فعل واكاه ثبت هواه اور جو فعل کہ اول پر لگا دی معین ہو جائے مراد ہے ہم اسوسطے کہ مطلق ہر نفع کو شامل ہے اور تعیین انتفاع مین مستعیر اور ستاجر کو اختیار ہے تو اگر اول سواری کی تو اب اُسپر جو چاہے لاد سکتا ہے اسوسطے کہ مطلق جبکہ متعین ایک قید کے ساتھ ہوا تو بعد اسکے مطلق باقی نہرہا کذا فی الطحطاوی وضمن بغيره ان عطبت حتى لو انبس او ارتكب غيره لم يركب بنفسه بعده هو الصحيح كافي اور تاوان دے اُسکے خیر مین اگر جانور ہلاک ہوجائے تو اگر عاریت کا کپڑا غیر کو پہنایا یا عاریت کے جانور پر غیر کو سوار کیا تو بعد اسکے آپ اُسپر سوار نہو یہی قول صحیح ہے کذا فی الخانیۃ کافی وان اطلق المعير او المرتهن الانتفاع في الوقت والنوع انتفع ما شاء اي وقت شاء الخ اور اگر معیر یا مرتہن نے انتفاع کو وقت اور نوع مین مطلق بلا قید کیا تو عاریت یا رہن سے نفع لے جو چاہے جس وقت چاہے یعنے بنا بر عمل بالاطلاق وان قيده بوقت او نوع او بهما ضمن بالخلاف الى شر فقط كالى خير او اكثر ضرر او اقل ضرر او مساو او اكثر انتفاع مين وقت یا نوع یا دونون کی قید لگائی تو تاوان دے برخلاف کرنے مین شاندار بہتر خلاف بدتر کی مثال یہ کہ جانور عاریت لیا شلاً دو مین گیہون لادنیکے واسطے پھر اُسپر سیر بھر جو لادے تو تاوان آویگا اسوسطے کہ جو کا بوجھ زیادہ

پیسا ہیا جائز کی ہیٹ پر گیہوں اور خلاف مثل کے مثال دکہ میں گیہوں کی عوض دیگر گیہوں اور عقد ادا کیا ہے گیہوں کے عوض عمدہ گیہوں آٹا دار اور بہتر خلاف کی ہیٹ ہے کہ کیا ہے عقد بیع اور اگر گیہوں آٹا
وكذا الاستقبال اجارة بنوع او فدر مثل العارية هو الصحيح كما مر يعني نوع انتفاع يا قدر انتفاع كي قيد لگانے كا عاريت كے مانند عارية الشيئين والكيل والموزون
والمعدود والمتقارب عند الاطلاق قرض ضرورة استهلاكه كيونكه فائدہ بے اشرفی اور كيلي اور وزني اور معدود متقارب كي عاريت اطلاق كے وقت قرض ہے بضرورت استہلاك كے جيسا كہ شايد كوره
يعني عاريت عبارت ہے اطلاق في الانتفاع سے اور اشارہ كرديا ہے اس طرف كہ دو چيزوں انتفاع ميں ہو سكتا ہے دوان استہلاك عين كے ساتھ يعني اسي كے مانند ہے ميان عاريت يعني قرض مصري معدود متقارب ميں پھر اخوط ہے دوانا
اور سطيح صوف اور ابريشم اور سدوي اور مشك اور كافور اور باقي استعمالات كي عاريت درحقيقت قرض ہے فيضمن للمستعير بهلاكه ايا ما شئت من الانتفاع لانه تبرع حتى لو استعار حطبا
ليعير الميزان لم يجز لان الدكان عارية قولهم ان كان عارية يعني اگر ہو دكان عاريت كے ساتھ اشارہ كرديا ہے طرف اس كے كہ مقيد ہے عاريت كے ساتھ ہو جيسا كہ گذرا پہلے اشارہ كرديا ہے طرف اس كے كہ
قول كرنا زيد كي دستي جانے بيا ہے اگر كہ دكان كي آرائش كرنے كو بطور استعارہ درحقيقت عاريت ہے قرض ليعني اسي سطيح كے مانند ہے ميں استہلاك عين سے نہيں ہو تو اعارها قصعة ليزين فقرض
وكذا ينفق ما بالسفلة فانها عارية اور اگر شريك كا پالان عاريت پانوے قرض ہے اور اگر سير اور مستعير ميں كشادہ چشمي اور تنگي ہو تو بايں حالت ہم شريك ہے اور شوہر ہے ميں ہوئي تر كرنے سے بہ
ہونا اور جب نقص ہو تو اس كي قيمت دينا لازم ہے اور بايں حالت ميں تاوان نہيں ونصح عارية المسهم ولا يضمن كالمرئي بخلاف المصوغ اور ترك عاريت
صحيح ہے اور تلف ہونے سے تاوان نہيں اسي سطيح كے مانند ہے تيار نانا قائم مقام مالك كي ہے كہ ذاتي ہے ہيئت يعني بہ استہلاك بالتعدي ہو مالك كي اجازت كے لہذا تاوان نہيں ولو لعارة رضا
للبناء او الغرس ثم الطلب بالمنفعة اور اگر زمين عاريت دي عاريت نے اور درخت لگانے كو زمين صحيح ہونے سے ولہ ان يرجع متى شاء لما تقرر انها عارية لازمة
اور جب كہ جائز ہے كہ عاريت پھيرلے جب چاہے اسي سطيح كہ ثابت ہو چكا ہے كہ عاريت عقد لازم نہيں ويكلفه ملهما الا اذا كان فيه مضرة بالارض فيتكارهان بالقيمة مقلوعين
لان بقلع ارضه اور جب كہ جائز ہے كہ مستعير عمارت اور درخت كو كھدوا ڈالے مگر جبكہ كھودنے ميں زمين كا ضرر ہو تو كھدوانے عمارت اور درخت كو اور قيمت كي ديں دونوں پر يہ زمين قائم كي جاوين تاكہ اسكي
زمين ضائع نہ ہو يعني صاحب زمين قيمت دے كان وقت العارية رجع قبله كلفه قلعها وضمن المعير المستعير ما نقص البناء والغرس بالقلع ان يقوم قائما
الى المدة المضروبة وتعتبر القيمة يوم الاسترداد بجبر اور اگر عاريت كي مدت ٹھہرائي ہے پہلے وقت مستعير عاريت پھيرلے تو مستعير عمارت اور درخت كو كھدوا ڈالے اور مستعير كو اختيار ہے
درميانہ عمارت اور درخت كا نقصان ہو گيا كھودنے سے اگر چہ مدت ميں تك عمارت اور درخت كو قائم ركھے كہ قيمت انكي مقرر كيجائے اور پھيرديئے كے دن كي قيمت كا اعتبار كرديا ہے بجبر شلاً
درخت كي قيمت كھودنے كے وقت ايك روپيہ ہے اور اگر وقت معينہ تك قائم رہتا تو تين روپيہ قيمت ہوتي تو روپيہ كا نقصان ہوا اسي قدر تاوان كا واذا استعارها ليزرعها فله ان يتوخذ منه
قبل ان يحصد الزرع وقتها او كما تفترك باجر المثل مراعاة للمستعير اور جب كہ زمين مستعير كو كھيتي كرنے كيواسطے عاريت دي تو اس كو كھيت كاٹنے سے پہلے زمين سے اٹھوا لينا عاريت
كي مدت مقررہ كي ہو يا كي موقوف زمين مستعير كے پاس بعوض اجرت مثل چھوڑي جائيگي دونوں حقوں كي رعايت كرنے كيواسطے فلو قال المعير اعطيك البذر وكلفتك ان كان لم
ينبت لم يجز لان بيع الزرع قبل بدوه باطل وبعد بدوه لك جمعے كے ہيں كھڑا ہونے ميں اسكے جائز ہونے كي طرف اشارہ كيا ہے كذا في النهاية ہم قول يعني يہي مختار ہے كذا
في الظهيرية وعن انه يجوز وهو الاوجه للحاجة والتعامل وعارية المستعير اور عاريت پھيرنے كا خرج مستعير پر ہے يعني اسي سطيح كے اپنے نفع كيواسطے اپر قبضہ كرنا پھيرنا اسي واجب ہے فلو كانت موقتة
فامسكها بعد مضي المدة ضمنها لان مؤنة الرد عليه فنهاية اور اگر عاريت كا وقت مقرر ہو مستعير نے عاريت كو كہ چھوڑي بعد اس وقت كے پھر عاريت ضائع ہو گئي تو مستعير تاوان دے
اسي سطيح كہ پھيرنے كا خرج مستعير پر تھا كذا في النهاية يعني تو پھيرنے سے وہ متعدي ٹھہرا ہم اس سطيح مين تاوان قاضي خان كا معتبر ہوا اور عدم ضمان كافي اور مبني ہے اوپر كہنے كذا
في الظهيرية الا اذا استعارها ليرهنها فتلف او اجارها رهن الخانية عاريت پھيرنے كا خرج مستعير پر ہے اگر چہ مستعير نے رہن كرنے كيواسطے عاريت لي تو اب
عاريت جاتي رہے گي مانند ہے كذا في رهن الخانية يعني تو اب خرج مستعير پر ہوگا جيسے موجر پر ہوتا ہے كذا في البحر وكذا الموصى له بالخدمة مؤنة الرد عليه اور اسي طرح جسكے واسطے خدمت
مملوك كي وصيت ہوئي تو پھيرنے كا خرج اسي پر ہے وكذا الموجود الغاصب المرتهن مؤنة الرد عليهم لحصول المنفعة لهم اور اسي طرح موجر اور صاحب اور مرتہن پر

پس دینے کا خرچ بسبب جاہل ہونے مضمون کیونکر ہوسکے ھٰذا لو الاجر اجر باذن رب المال وھو مؤنۃ رد مستأجر ومستعار علی الذی توجہ لہ اجارۃ البزازیۃ یعنے موجر پر جس کا لزوم ہوتا ہے وقت ہوجانے کا خرچ صاحب مال کے اذن سے ہوا ہو اور اگر مستاجر نے بلا اذن موجر خرچ کیا تو اجارہ اور عاریت مالی چیز کے پھیرنے کا خرچ اسپر ہے جسنے اسکو خرچ کیا یعنے مستاجر اور مستعیر پر کذا فی البحار یۃ بخلاف شرکۃ وھبۃ فضی الرجوع یعنی بخلاف شرکت اور مضاربت اور ہبہ کے کہ رجوع کا حکم ہوگا کذا فی الحقیقۃ یعنے شرکت میں مدراس المال کا خرچ اور مضاربت میں صاحب مال پر ہے اور ہبہ میں موہوب کذا فی الفتح وان ترۃ المستعیر الدابۃ مع عبدہ او اجیرہ مشاھرۃ لا میاومۃ او مع عبید دیتا مطلقا یقوم علیہ او لا فی الاصح او اجیرہ ای مشاھرۃ ثم مات ھلکت قبل مضیہ او بلا لانہ اتی بالتسلیم المتعارف اور اگر مستعیر جانور پھیرا اپنے غلام کے ساتھ یا اپنے پیادہ کے ساتھ مہینہ وار یا سال کے ساتھ یا جانور پھیرا مالک کے غلام کے ساتھ جانور کی نوکر پیشہ ہو یا نوکر قول اصحین یا مالک کا کارشناس وہ کے ساتھ بھیجا پھر وہ شاہ وار کی مذکور ہوچکی پھر جانور ہلاک ہوگیا مقبوض ہونے سے پہلے تو مستعیر بری الذمہ ہوگیا لانہ اتی اسلوب کے تسلیم مشہور اور اگر کارشناس نہ دیا اور کر خاص دیدیا تو اسلوب کا لکھدہ عیال میں داخل نہیں ہوتا بخلاف نفیس کجو ھر یۃ بخلاف عمدہ چیز کپڑا جواہر یعنے اگر عمدہ چیز کپڑا جواہر مستعیر غلام یا نوکر کے ساتھ مالک نہیں بھیجے اور تلف ہوجاوے تو وہ بری الذمہ ہوگا بخلاف ارد مع الاجنبی ای بان کانت العاریۃ مؤقتۃ فقضت مدتہا مع الاجنبی لتعدیہ بہا لانہ سار بالمأذون بخلاف اجنبی کے ساتھ بھیجنے کے یعنی اسطرح کہ عاریت کی مدت معین تھی پھر اسکی مدت ہوچکی پھر مستعیر نے اسکو بھیجا اجنبی شخص کے ہاتھ تو بری الذمہ نہوگا بسبب تعدی کرنے مستعیر کے بعد مدت کے رکھ چھوڑنے سے وکذا لو استعیر علی الایداع فدفعہا علی الاعارۃ من الاجنبی بدون رضی المعیر لتعدیہ بخلاف ھذا اور اگر ایسا نہو یعنی اگر اجنبی کے دینے میں انقضاء مدت کی قید نہ لگائے بلکہ مطلقا تاوان کے قائل ہو جیسے صحیح نہیں اسلوب کے مستعیر و بعد کہنے کے مالک ہے جسمیں عاریت رکھنے کا مالک ہو رضی سے اسی قول کا فتوی ہے کذا فی الولوالجی تو فہما کے کلام کا محمول کرنا اسی قول پر متعین ہوگیا یعنے اجنبی کے دینے سے مستعیر تاوان آتا ہے صورت پر ہے کہ بعد انقضاء مدت عاریت کے مطلقا دیدیا بخلاف رد بعیبہ ومغصوب الی غیر المالک فانہ لیس بتسلیم اور یہ برخلاف بھولنے کے دینے اور بعد مدت مقضی کے مالک کے گھر تک کہ یہ تسلیم نہیں یعنی جب خود مالک کو پھیر نہ پائیگا تو تسلیم ثابت نہ ہوگی واذا استعار ارضا بیضاء للزراعۃ یکتب المستعیر انک اطعتنی ارضک کذا زرعہا فتخصیص الثلاثۃ یعم البناء وغیرہ اور جبکہ خالی زمین زراعت کے واسطے عاریت لی تو مستعیر عاریت نامہ لکھدے اسطرح کہ تو نے اپنی زمین بیجر کھانے کو دی تا اسمیں زراعت کروں تو زراعت کے واسطے تخصیص اسلوب کی تا عمارت وغیرہ کو شامل نہ رہے ھم عاریت نامہ لکھنا افضل ہے وھذا اذا تعاملوا بہ اور فائدہ لکھنے کا یہ ہے تا عامل ہوسکے مستعیر عاریت لینے کا کارنامے العبد المأذون یملک الاعارۃ غلام ماذون جارحیت کا مالک ہے یعنی اسلوب کہ عاریت دینا سوا نوکروں کا دستور ہے کذا فی الرمح والمجرد اذا استعار واسلمہا فضمن بعد العتق غلام مجرد جب عاریت لے اور اسکو تلف کردے تو تاوان دے آزاد ہونے کے بعد ولو اعار عبد محجور عبدا محجورا مثلہ فاسلمہا فضمن الثانی للاول اور اگر غلام مجور اپنے مانند دوسرے غلام مجور کو عاریت کے سودہ اسکو تلف کردے تو دوسرا یعنے مستعیر فی الحال تاوان دے ولو استعار ذہبا فقلدہ فی الذہب ای من الصبی فمات کان الصبی ضامنا حفظہا علیہ من اللبا یوم یضمن ولا ضمن لانہ اعارہا والمستعیر یملکہا اور اگر ایک شخص نے سنار سے اسلواکر لڑکے کے گلے میں الماس سونا جڑی ہوا لڑکے سے تو اگر لڑکا ایسا ہو شیار ہو کہ حفاظت کرتا ہو اسکی جو آمد و رفت پر ہو لباس وغیرہ سے تو مستعیر تاوان نہیں اسلوب کہ ایسے لڑکے کو سونا پہنانا عاریت دینا ہی اور مستعیر عاریت دینے کا مالک ہی اور اگر لڑکا حفاظت نہ کرسکتا ہو تو مستعیر ضامن ہے یعنے اسلوب کے خلاف پر اسکو اضاعت کیا تاوان کو دیکر دستہا ای العاریۃ بین یدیہ فنام فضاعت لم یضمن لو نام جالسا لانہ لیس بتضییع فی العادۃ عاریت کو اپنے سامنے رکھ چھوڑ گیا سو عاریت ضائع ہوئی تو تاوان نہیں اگر بیٹھے سو گیا اسلوب کہ ایسا سونے والا عاریت کا حفاظت کرنے والا نہیں گنا جاتا وضمن لو نام معتنقہا لانہ یمکنہ الحفظ او تاوان دے اگر لپٹ کر سو گیا بسبب بچانے چھوڑنے کے لیس للاب اعارۃ مال صغیرہ لعدم اھلیۃ ولو کان القاضی الوصی باب کو جائز نہیں ہے اور صغیر کا مال عاریت دینا بسبب نہ ہونے عوض کے اور اسی طرح قاضی اور وصی کو بھی کہ مال عاریت دینا جائز نہیں ھم یہ قول فتاوی عالمگیری کے مخالف ہے اسواسطے کہ اسمیں ہیں علحدہ سے منقول ہے کہ قاضی کو مال یتیم کا عاریت دینا جائز ہے کذا فی الظہیریۃ طلب شخص من جل ثوبا عاریۃ فقال اعطیتک غدا فعما کان الغد ذہب الطالب واخذہ صبی اخذہ واستہلکہ ضمان قیمتہ علی الصبی

خانیۃ عن ابراھیم بن یوسف لکن فی المجتبیٰ وغیرہ انہ لو ضمن واحد من اثنین عاریۃ کما لو قال احملہ انا وفلان فحملہ احدھما ضمن کل منھما ولو قال احملہ انا او فلان فحملہ احدھما لم یضمن کل منھما ول

مختصر قلت وظاهره انه لا يصدق لا في حق نفسه ولا في حق الموكل وقد افتى بعضهم انه يصدق في حق نفسه لا في حق الموكل وحمل عليه كلام الولوالجية ملخصا تامل عند الفتوى من كتابي وظاهر كلام ولوالجيه سپرد دلالت كرتا ہي كه وكيل كي تصديق نهوه اپني ذات كے حق مين نهوكل كے حق مين اور البته بعض فقهاے فتوى ديا ہي كه وكيل كي تصديق اسكي ذات كے حق مين ہوگي نه موكل كے حق مين اور ولوالجيه كا كلام اسي تفصيل پر محمول كيا ہي تو تامل كرنا چاہيے فتوى دينے كيوقت هم ظاهر كلام ولوالجيه شارح كي فهم كے موافق پر دلالت نهين كرتا بلكه اسكي عبارت سے يه ظاهر ہي كه فقط موكل كے حق مين وكيل كي تصديق نهوگي بفرينه ايجاب ضمان على الميت تو افتاے بعض فقها متعين ہوگيا اور تامل كي كچھ حاجت نهري كذا في الطحطاوي **فروع** سائل لمحمشارح كے اوصى بالعاريه ليس للورثة الرجوع ايك شخص نے عاريت كي وصيت كي تو ورثه كو جائز نهين پھير لينا مستعير سے هم يه اس صورت مين ہي جبكه ثلث سے نكلتا ہو اور مستعير نے عاريت قبول كي موصي كي موت كے بعد اور اگر بعد موت قبول متحقق نهوگا تو وصيت باطل ہي كذا في الطحطاوي العاريۃ كالاجارة تنفسخ بموت احدهما عاريت اجاره كے مانند فسخ ہوجاتي ہي معير يا مستعير كي موت سے مات وعليه دين وعنده وديعة بغير عينها فالتركة بينهم بالحصص ايك شخص مرگيا اور اسپر دين ہي اور اسكے پاس وديعت ہي غير معين تو ميت كا تركه اصحاب ديون مين منقسم ہوگا بقدر انكے حصون كے هم وديعت غير معين كي يه صورت ہي كه ميت مرگيا اور يه بيان نكر گيا كه فلاني چيز وديعت ہي تو صاحب وديعت اور باقي ارباب ديون تركے مين برابر بن بقدر اپنے حصص كے بشرطيكه تركه ادا ے كل ديون مين كفايت نكرے استاجر بعيرا الى مكة فعلى الذاهب وفي العارية على الذاهب والمجئ لان رد ها عليه اونٹ كرايه كيا مكه تك تو يه اجاره فقط جانے پر ہوگا نه آنے پر اور عاريت مين جانے اور آنے دونون پر ہي اسواسطے كه عاريت كا پهونچانا مستعير پر ہي پهر اونٹ كا پهونچانا مادون آنے كے نهين ہوسكتا بخلاف اجاره كے كه اسكے آنے كا خرچ موجر پر ہوتا ہي نه مستاجر پر استعار دابة للذهاب فامسكها في بيته فهلكت ضمن لانه اعارها للذهاب لا للامساك جانور عاريت ليا جانے كيواسطے پهر اسكو باندھ ركھا اپنے گھر مين سو وه تلف ہوگيا تو تاوان دے اسواسطے كه اسنے اسكو جانے كيواسطے عاريت ديا تهانه باندھ ركھنے كيواسطے استقرض ثورا فاغار عليه الا اترك لم يضمن لانه عارية عرفا قابل قرض ليا صواسپر ترك كرون نے شمالا غار تگري كي تو اسپر تاوان نهين اسواسطے كه وه عاريت ہي رواج مين يعني اور بلا تعدي مستعيره تلف ہوگيا استعار ارضا ليبني ويسكن واذا خرج فالبناء للمالك قليلا كان او كثيرا اجر مثلها مقدار السكنى والبناء للمستعير لان الاعارة تمليك بلا عوض فكانت اجارة معنى وفسدت بجهالة المدة زمين عاريت لي عمارت اور سكونت كيواسطے اور جب وه اس مكان سے نكلجاے تو عمارت مالك زمين كي ہي تو مالك كو كرايه ديگا اس زمين كا بقدر اسكي سكونت كے اور عمارت تو مستعير كي ہي اسواسطے كه اجاره عمارت ہي تمليك منافع بلا عوض سے تو يهان اجاره درحقيقت اجاره ہوگيا يعني تقرر عوض سے وقت كے مجهول ہونے سے هم عوض وه عمارت ہي جو مستعير نے بنائي پهر جب عاريت اجاره فاسده ٹهري تو اجرت مثل لازم آئي منفعت لينے سے اور اگرچه يهي معلوم ہوتي تو بهي اجاره فاسده ٹهرتا جهالت بدل سے اسليكه كيفيت عمارت كي معلوم نهين عاريت ليني كيوقت وكذا لو شرط الاخراج على المستعير لجهالة البدل اور اسيطرح عاريت اجاره فاسده ٹهرگي اگر زمين كا اخراج مستعير پر شرط كيا گيا بسبب مجهول ہونے بدل كے هم خراج تها معير پر جب مستعير پر شرط كيا تو وه منافع كا عوض ٹهرا اور يهي حقيقت ہي اجاره كي اسليكه عقود مين معاني كا اعتبار ہي نه الفاظ كا هم فساد اجاره يه ہي كه قدر خراج مجهول ہي والحيلة ان يوجر الارض سنين معلومة بمبلغ معلوم ثم يودي اداء الخراج منه اور مستعير پر خراج صحيح ہونيكا حيله يه ہي كه مستعير كو چند سال معين زمين اجاره دے بعوض مبلغ معين كے پهر مستعير سے ادا ے اخراج كا عوض معلوم سے امر كرے استعار كتابا فوجد فيه خطأ اصلحه ان علم رضى صاحبه قلت ولا ثمة بتركه الا في القرآن الان اصلاحه واجب بخط مناسب ايك كتاب عاريت لي سو اسمين غلطي پائي تو اسكي اصلاح كردي اگر مالك كي رضامندي جانتے مين كہتا ہون اور گنهگار نهوگا ترك خطا اور عدم اصلاح سے مگر قرآن مجيد مين ترك اصلاح سے البته گنهگار ہوگا اسليكه قرآن كا صحيح كر دينا واجب ہي بخط مناسب الآن هم اصلاح مين رضاے مالك اسواسطے كه غير كي ملك مين تصرف ہي

ابن وہبان نے کہا اگر ستعیر کا خط مناسب بخط کتاب ہو اور اسکو بالیقین خط معلوم ہو تو شرط ثابت کتاب اصلاح کرے اور اگر خط مناسب نہو تو ایک کاغذ علیحدہ لکھ کر دیوان رکھدے اور محل خطاء پر نشان کردے تا مالک کو مطلع موکر درست کرلے اسواسطے کہ کتب علم کی اصلاح عبارات سے ہے کذا فی الطحطاوی وفی الوہبانیۃ فمستعیر وسیقرأ ای اصلاحہ مستعیرہ + یجز اذا مولاہ کاتبا + اور وہبانیہ میں ہے کہ ایک کتاب میں اسکے مستعیر نے اصلاح کرنا معلوم کیا تو جائز ہے اصلاح جبکہ اسکا مالک آزردہ نہو دی صحابا تبہا اور وہبانیہ کی عبارت میں انگلی بیت ہے ہم عبارات کلام ہے جسکے فہم اور جواب میں مخاطب عالم نہو جیسے انحو اور جیسے بیان اور پہیلی فشعر وای سفر ای اصلاحہ + ولا تیاثر

نہیں اگرچہ ملوک مکاتب ہو وشرائط صحتہا فی الموھوب ان یکون مقبوضا غیر مشاع ممیزا غیر مشغول کما سیتضح اور صحت ہبہ کی شرطیں ہیں موہوب یعنے مخبشی چیز میں ہونا اسکا مقبوض غیر مشاع متمیز غیر مشغول بغیر موہوب چنانچہ آگے واضح ہوگا مع دلیلہا میں ہے کہ قبض تو فروع ہے ثبوت ملک کیواسطے اسواسطے کہ جواز ثابت ہے قبل قبض کے بالاتفاق انتہے تو اس سے معلوم ہوا کہ قبض موہوب کا ثبوت ملک کی شرط ہے نہ صحت ہبہ کی اور مصنف رح کے کلام سے نکلتا ہے کہ قبض صحت کی شرط ہے اور باقی شرطیں موہوب کی فتاوی عالمگیری میں یوں مذکور ہیں کہ موہوب موجود ہو ہبہ کیوقت تو اگر اپنے درخت پر پھل ہبہ کرے جو اسال پھلیں گے تو جائز نہیں اسواسطیکہ فی الحال معدوم ہیں اور ازانجملہ شرط ہے کہ مال متقوم ہو تو شراب اور سور اور خون اور صید حرم کا ہبہ صحیح نہیں اور ازانجملہ شرط ہے کہ مملوک ہو تو ہبہ مباحات کا جائز نہیں کذا فی الخطاوی درکنہا ھو الایجاب والقبول کما سیجئ اور ہبہ کا رکن ایجاب و قبول ہے چنانچہ آگے آویگا وحکمہا ثبوت الملک للموھوب لہ غیر لازم فلہ الرجوع والفسخ اور حکم ہبہ غیر مترتب ہبہ کا ثابت ہونا ملک کا موہوب لہ کیواسطے ملک غیر لازم تو واہب کو ہبہ پھیر لینا اور عقد ہبہ کا فسخ کر دینا جائز ہے سوائے سات صورتوں کے جنکو رجوع نہوگی وعدم صحتہ لشرط لخیار فیہا فلو شرطہ صحت ان اختارہا قبل تقرر فیہما اور حکم ہبہ غیر صحیح ہونا شرط خیار کا ہی ہبہ میں تو اگر موہوب لہ نے خیار شرط کیا تو ہبہ صحیح ہوگا اگر واہب ہبہ کو اختیار کریگا قبل متفرق ہونے واہب اور موہوب لہ کے کھم بتہ یہ تھا کہ مصنف رح یوں کہتا و عدم صحتہا بخیار الشرط بقربتہ تفرق کے والا حال اسکا یہ ہے کہ ہبہ مطلقا صحیح ہے اور شرط باطل ہے وکذا لو ابرأہ صح الابراء وبطل الشرط خلاصہ اور اسی طرح خلاصہ کا ہے کہ اگر واہب شرط خیار سے ابرا کرے تو ابرا صحیح ہے اور شرط باطل ہے کذا فی الخلاصہ حلبی نے کہا اسقاط لفظ کذا صواب ہے چنانچہ منح الغفار میں واقع ہے والا تشبیہ غیر صحیح ہے وحکمہا انہا لا تبطل بالشروط الفاسدۃ ھبۃ عبد علی ان یعتقہ تصح وتبطل الشرط اور ہبہ کا حکم یہ ہے کہ باطل نہیں ہوتا ہے شروط فاسدہ سے پس ہبہ غلام کا اس شرط پر کہ اسکو موہوب لہ آزاد کردے صحیح ہے اور شرط باطل ہے وتصح بالایجاب کوھبت ونحلت اور ہبہ صحیح ہے ایجاب سے چنانچہ واہب کہے میں نے ہبہ کیا و نحلت یعنی میں نے بخشا اپنے دل کی خوشی سے بلا مطالبہ واطعمتک ھذا الطعام ولو ذلک علی وجہ المزاح اور میں نے یہ کھانا تیرے کھانے کو دیا اگرچہ یہ ایجاب بطور خوش طبعی کے ہو ہم خلاصہ میں ہے کہ موہوب نے طلب کی بطریق مزاح اور خوش طبعی کے شواہب بلا مزاح ہبہ کی تسلیم کی تو ہبہ صحیح ہے اسواسطے کہ واہب خوش طبعی کرنے والا تھا اور موہوب نے اسکو قبول کر لیا بقول صحیح انتہی اور اسی طرح خلاصہ کا مانند خزانے کی عبارت ہے جسکو مصنف اپنے متن کی دلیل سمجھا ہے اور حالانکہ اس سے مصنف کا مطلب ثابت نہیں ہوتا کذا فی الخطاوی تو معلوم ہوا کہ ایجاب علی وجہ المزاح سے ہبہ صحیح نہیں بخلاف اطعمتک ارضی فانہ عاریۃ لہا منفعتہا واطعام اکلہا یعنی ہر خلاف اس قول کے کہ میں نے اپنی زمین تیرے کھانے کو دی اسواسطیکہ قول عاریت ہے زمین کی اور اطعام ہے اسکے غلے کا کذا فی البحر یعنی وہ غلہ تیرکو مستعیر ہونے کے چنانچہ کتاب العاریت میں مذکور ہو چکا ادلالاضافۃ الی ما ای الی جزء یعتریہ عن اکل کوھبت لک فرجہا وجعلتہ لک لان الاطعام للتملیک بالایجاب میں اضافت ہو اس جزء کیطرف جسکے کل تغیر کیا جاتا ہے چنانچہ میں نے تجھکو اس لونڈی کی شرمگاہ بخشی اور اسکو میں نے تیرے لئے مقرر کر دیا تھا اور دیا اسواسطیکہ لام لک کے لفظ میں تملیک کے واسطے ہے ہم طحطاوی نے کہا یوں کہنا واضح تر تھا ولو بالاضافۃ ایضا اگرچہ ایجاب میں اضافت ہو بخلاف فی جعلتہ باسمک فانہ لیس بہبۃ برخلاف اس قول کے کہ اسکو میں نے تیرے نام کے ساتھ ٹھہرا دیا مقرر کر دیا اسواسطے کہ یہ قول ہبہ نہیں ہے ہم نے قول جعلتہ کو اسواسطیکہ فتاوی عالمگیری میں خیاشہ سے منقول ہے کہ صغیر کے باپنے باغ لگایا اور کہا جعلتہ باسم ابنی میں نے اسکو اپنے بیٹے کے ساتھ ٹھہرا دیا تو یہ ہبہ ہے یہی قول اظہر ہے اور اسی پر ہمارے اکثر مشائخ ہیں کذا فی الخطاوی وکذا ھی لک حلال لا ان یقول قبلہ کلا یفید الھبۃ خلاصۃ اور اسی طرح یہ قول ہبہ نہیں کہ وہ لونڈی تجھکو حلال ہے مگر اسوقت ہبہ ہے جبکہ اسکے پہلے ایسا کلام ہو جو ہبہ کا مفید ہو کذا فی الخلاصہ ہم نے ذکر کر اسواسطے ہبہ نہیں کہ لونڈی کی حلت یا نکاح سے ہے یا اباحت سو نکاح تو ثابت نہیں اور اباحت فروج میں جائز نہیں کلام سابق جو ہبہ کا مفید ہوا اس طرح ہے کہ ایک شخص دوسرے سے کہے کہ کیا تجھکو تو یہ لونڈی ہبہ کرتا ہے یا میرا طل راغب ہے اسکے لینے پر یا کہ تو نے اس سے پہلے مجھکو کوئی چیز نہیں ہبہ کی سو یہ طلب نے کہا کہ تجھپر حلال ہے تو البتہ یہ قول اب ہبہ ٹھہریگا واعمرتک ھذا الشئ اور میں نے یہ چیز تجھکو بطور عمری دی یعنے عمر بھر کو دی ہم عمری یہ ہے کہ فی الحال مالک کر دے اور بعد موت موہوب لہ کے پھیر لے اسواسطیکہ صحیح ہے بعد پھیر لینے کی شرط باطل ہے اسواسطیکہ یہ ہبہ باطل نہیں ہوتا فاسد شرطے حدیث میں وارد ہے کہ جسشخص بطریق عمری کوئی چیز دے تو وہ چیز

موہوب لہ کی ملوک ہو اور اسکے وارثوں کی ہو بعد اسکے کہ زانی الزیلعی وَحَمَلْتُكَ عَلٰى هٰذِهِ الدَّابَّةِ تادیا بالمحمل الھدیۃ کما مرّ و بین نے تحملک اس حمار پر محمول کردیا حمل ہبہ کی نیت کرکے چنانچہ کتاب العاریۃ میں مذکور ہو بجام حمل گاہے بمعنی ہبہ اور گاہے بمعنی عاریت مستعمل ہوتا ہے لہذا ثبوت ہبہ کیواسطے نیت ہر شرط ہوئی وَكَسَوْتُكَ هٰذَا الثَّوْبَ اور میں نے تجھکو یہ کپڑا پہنایا ہم پہنانے سے تملیک عین مراد ہوتی ہے بولتے ہیں کہ فلانے نے فلانے کو کپڑا پہنایا جبکہ اسکو کپڑا مالک کردیا اور عاریت میں اس طرح نہیں بولتے وداری لک هِبَةً اور میرا گھر تیرا ہی ہو موہوب مرکر ہم لفظ ہبہ منصوب ہی حال ہونے سے ضمیر فرط اور لام تملیک کا ہم کذا فی الدرر اور عمری تسکنہا کان قولہ تسکنہا مشورۃ کان تفسیرا کان الفعل کا یصلح تفسیرا لاسم فقد اشار علیہ فی ملکہ بان یسکنہ فان شاء حبس وان شاء لم یحبس یا واہب یوں بولا کہ میرا گھر تیرا ہی بطور عمری کے کہ تو ہمیں سکونت کرے یہ قول بھی ایجاب ہبہ ہی اسواسطے کہ تسکنہا کا لفظ مشورہ ہی واہب کا تفسیر اسواسطے کہ فعل اسم کی تفسیر ہونے کی صلاحیت رکھتا تو واہب نے موہوب لہ کو مشورہ دیا اسکی ملک میں اسطرح کہ اسمیں سکونت اختیار کرے سو اگر موہوب لہ چاہے اسکے مشورے کو قبول کرے اور چاہے نہ قبول کرے کما لو قال ھبۃ سکنی او سکنی ھبۃ بل ھو کذا عاریۃ اخذا بالمتیقن ہبہ صحیح ہوگا اگر یوں واہب نے کہا کہ میرا گھر تیرا ہی ہو موہوب ہو کر سکونت کی اجازت دی موہوب ہو کر بلکہ یہ قول عاریت ہوگا امر متیقن کو لیکر ہم لفظ ہبہ حال ہی اور سکنی تمیز عاریت ہونے کی وجہ سے کہ لفظ سکنی محکم ہی تملیک منفعت میں تو یہ قول عاریت ٹھہرا خواہ لفظ ہبہ متقدم ہو یا موخر کذا فی الخطابی عن البحر وحاصلہ ان اللفظ ان تملیک الرقبۃ فھبۃ او المنافع فعاریۃ او احتمل اعتبار النیۃ فوازل اور حاصل کلام یہ ہی کہ ایجاب کا لفظ اگر خود بعینہ تملیک رقبہ پر دلالت کرے تو ہبہ ہی یا منافع پر دلالت کرے تو عاریت ہی یا ہبہ اور عاریت دونوں کا احتمال ہو تو نیت معتبر ہی کذا فی النوازل وفی البحر اغرسہ باسم نبی لاقربن الصحۃ اور بحر الرائق میں ہی کہ ایک شخص نے کہا میں اس درخت کو جاتا ہوں اپنے فرزند کے نام پر بقول اقرب صحت ہبہ ہی ہم صاحب بحر نے یہ قول خلاصہ سے نقل کیا ہی اور عالمگیری میں فتاوی قاضی خان سے بصیغہ جزم مذکور ہی کہ یہ قول ہبہ نہیں ہی تو اس پر اعتماد چاہیے کذا فی الخطابی وتقبض بقبولہ ای فی حق الموھوب لہ اما فی حق الواھب فتقضی بالایجاب حتی لو حلف ان یھب عبدہ لفلان فوھب ولم یقبل برّ ویحنث حین یجد الایجاب اور ہبہ صحیح ہوتا ہی قبول کرنے سے یعنی موہوب لہ کے حق میں اور واہب کے حق میں ہبہ صحیح ہو جاتا ہی فقط ایجاب بلا قبول سے تو اگر واہب نے قسم کھائی کہ اپنا غلام فلانے شخص کو ہبہ کرینگا سو اسنے اسکو ہبہ کیا اور اس شخص نے ہبہ قبول نکیا تو حانث نہوا اور اسکے بالعکس میں حانث ہوگا یعنی اگر قسم کھائی کہ میں فلانے شخص کا ہبہ لونگا سو اسنے ہبہ کیا اور اسنے قبول نکیا تو حانث نہوگا بر خلاف بیع کے ہم یعنے اگر قسم کھائی کہ فلانے شخص کے ہاتھ بیع کرینگا سو اسنے بیع کا ایجاب کیا اور اسنے قبول نکیا تو حانث ہوگا اسواسطے کہ بیع عقد معاوضہ ہی تا تم نہیں ہوتا مگر ایجاب اور قبول سے تو جب تک قبول نپایا جائے گا بیع ثابت نہوگی کذا فی الخطابی وتقبض بقبض بلا اذن فی المجلس فانہ ھنا کالقبول فاختص بالمجلس اور صحیح ہی ہبہ موہوب لہ کے قبض کرنے سے بلا اذن واہب کے مجلس عقد میں اسواسطے کہ قبض یہاں یعنے ہبہ میں قبول کرنے کے مانند ہی لہذا مخصوص بہ مجلس عقد ہوا ہم قبض بجائے قبول کے اسواسطے ہوا کہ مقصود ایجاب سے اثبات ملک ہی تو ایجاب مسلط کرتا ہی قبض پر باعتبار دلالت کے اسواسطے کہ ملک مقصود نہیں مگر قبض سے تو قبض مقید بالمجلس ایجاب ہوگا قبول کے مانند کیونکہ وہ بمنزلۂ قبول کے ہی اور یہ استحسان ہی اور قیاس یہ تھا کہ جائز نہوتا مگر واہب کے اذن سے کذا فی الزیلعی وبعدہ ای بعد المجلس بالاذن اور بعد انقضاے مجلس قبض صحیح ہوگا واہب کے اذن سے وفی المحیط لو کان امرہ بالقبض حین وھبہ کا یتقید بالمجلس یجوز القبض بعدہ اور محیط میں ہی کہ اگر واہب نے موہوب لہ کو قبض کرنے کا امر کیا ہو ہبہ کرنے کے وقت تو قبض مقید بمجلس نہوگا اور جائز ہوگا بعد اسکے بھی والتمکن من القبض کالقبض فلو وھب لرجل شیئا فی صندوق مقفل ودفع الیہ الصندوق لم یکن قبضا لعدم التمکن من القبض اور قادر ہونا قبض پر قبض کے مانند ہی تو اگر ایک مرد کو کپڑے ہبہ کئے صندوق مقفل میں اور صندوق مذکور اسکی طرف بڑھا دیا اپنے سامنے کیا تو قبض نہوگا بسبب اسکے قادر ہونے کے قبض پر وان مفتوحا کان مضا لتمکنہ منہ فانہ کالتخلیۃ فی البیع اختیارا اور اگر صندوق کھلا ہوتو

ف ترجمہ اول سے یہ شبہ نہ کیا جائے کہ اس میں تناقض ہی کہ مصنف نے پہلے کہا ہی کہ موہوب لہ کے قبض کرنے سے ہبہ صحیح ہوتا ہی اور یہاں کہا کہ قبض نہوگا کیونکہ موہوب لہ کا قبض کرنا موہوب کے حق میں ہی ہی اور واہب کے حق میں قبض نہیں ہی

قبض ثابت ہوگا سامنے کرنے سے بواسطہ قادر ہونے موہوب لہ کے قبض سے اسواسطے کہ قادر ہونا قبض پر مانند تخلیہ کے ہے بیع میں وَفِي الدُّرَرِ وَعَقْدُهُ بِالتَّخْلِيَةِ فِي صَحِيحِ الْهِبَةِ كَالْمَبِيعِ اور درر میں ہے اور قول مختار صحیح ہونا قبض کا ہے تخلیہ سے ہبہ صحیح نہ ہبہ فاسد میں یعنی اگر واہب نے موہوب لہ و موہوب لہ میں تخلیہ کردیا تو قبض صحیح ہوگیا بشرطیکہ یہ ہبہ فاسد ہو وَفِي التَّتَارْخَانِيَّةِ ثَلَّثَهُ عَشَرَ عَقْدًا لَا تَقْبَلُ بِلَا قَبْضٍ اور تتارخانیہ میں ہے کہ تیرہ عقد صحیح نہیں ہیں بدون قبض کے مع عقود مذکورہ یہ ہیں ۱ ہبہ ہے ۲ صدقہ ۳ رہن ۴ وقف بقول ظہیر ؒ اور راجح یہ ابن شبرمہ ؒ حسن بن صالح ۵ عمری ۶ تحلہ یعنے عطا ۷ جنین ۸ صلح ۹ راس المال سلم میں ۱۰ مبدل سلم میں جبکہ بعض بدل کھو بیٹھا ہو اگر کھونے نے درہموں کا عوض متعوض ہو تو عقد اسکے حصے کے سلم باطل ہوگی ۱۱ عقد صرف ۱۲ جبکہ گیہوں کی بیع گیہوں سے ہو اور جنس مختلف ہو جیسا کہ گیہوں کی بیع جو سے تو ان میں تفاضل جائز ہے نسیہ ۱۳ جبکہ دنی کی بیع دنی سے مع اختلاف الجنس تو ان میں بھی تفاضل جائز ہے نسیہ کذا فی الطحطاوی عن الملتقی وَلَوْ نَهَاهُ عَنِ الْقَبْضِ ثُمَّ بَعَثَ قَبَضَهُ مُطْلَقًا دُونَ فِي الْمَجْلِسِ لِأَنَّ الصَّرِيحَ أَقْوَى مِنَ الدَّلَالَةِ اور اگر واہب نے موہوب لہ کو منع کر دیا قبض سے تو اسکا قبضہ کرنا مطلقاً صحیح نہوگا اگرچہ مجلس ہی بجاب میں قبضہ کیا ہو اسواسطے کہ صریح قوی تر ہے دلالت سے ۴ خلاصہ یہ ہے کہ اگر قبض کا اذن دیا تو قبض صحیح ہے مجلس میں اور بعد مجلس کے بھی اور اگر قبض سے منع کیا تو قبض صحیح نہیں نہ مجلس میں نہ بعد مجلس کے اسواسطے کہ صریح قوی تر ہے دلالت سے یعنی صحت قبض بھی ایجاب باعتبار دلالت کے اور نہی عن القبض صریح ہے اور حالانکہ صریح قوی تر ہے دلالت سے اور اگر نے اذن دیا اور نہ منع کیا تو قبض مجلس میں صحیح ہے نہ بعد مجلس کے اور اگر موہوب غائب ہو اور موہوب لہ نے وہاں جاکر قبضہ کیا اگر قبض واہب کے اذن سے ہے تو صحیح ہے اور نہیں تو نہیں وَتَتِمُّ الْهِبَةُ بِالْقَبْضِ الْكَامِلِ اور ہبہ تام ہوتا ہے قبض کامل سے ۵ قبض کامل منقول میں وہ ہے جو منقول کے مناسب ہے اور عقارمیں وہ ہے جو عقار کے مناسب ہے تو گھر کی کنجی کا قبض گھر کا قبض ہے اور محتمل القسمۃ میں قبض کامل قسمت کرنے سے ہوتا ہے اور موہوب پر قبض بالاصالۃ واقع ہو بلا تبعیت قبض کل اور غیر محتمل القسمۃ میں قبض کامل ہوتا ہے کذا فی الدرر وَالْمَوْهُوبُ شَاغِلًا لِمِلْكِ الْوَاهِبِ لَا مَشْغُولًا بِهِ ہبہ کامل قبض سے پورا ہو جاتا ہے اگرچہ موہوب شاغل ملک واہب ہو نہ مشغول بملک واہب وَالْأَصْلُ أَنَّ الْمَوْهُوبَ إِنْ مَشْغُولًا بِمِلْكِ الْوَاهِبِ مَنَعَ تَمَامَهَا وَإِنْ شَاغِلًا لَا اور قاعدہ یہ ہے کہ اگر موہوب مشغول بملک واہب ہوگا تو تشغل مذکور ہبہ کے تمام اور کامل ہونے کا مانع ہوگا اور اگر موہوب شاغل بملک واہب ہوگا تو ہبہ تمام ہونے کا مانع نہوگا یعنی درصورت مشغولیت موہوب تسلیم ممتنع ہوگی تو ہبہ کی صحت متحقق نہوگی اور درصورت شاغلیت موہوب تسلیم ممتنع نہوگی تو ہبہ بھی صحیح ہوگا کذا فی الدرر فلو وَهَبَ جِرَابًا فِيهِ طَعَامُ الْوَاهِبِ أَوْ دَارًا فِيهَا مَتَاعُهُ أَوْ دَابَّةً عَلَيْهَا سَرْجُهُ وَسَلَّمَهَا كَذَلِكَ لَمْ تَصِحَّ فتوا گر وہ تھیلا ہبہ کیا جسمیں واہب کا طعام ہے یا وہ گھر جسمیں واہب کا اسباب ہے یا وہ جانور جسپر واہب کا زین ہے اور تینوں چیزوں کو اسیطرح تسلیم کیا تو ہبہ صحیح نہوگا مع اسکے کہ موہوب ملک واہب سے مشغول ہے کیونکہ ظرف کو مظروف مشغول کر دیتا ہے اور ظرف مظروف کو مشغول نہیں کرتا کذا فی الدرر وبخلافہ تصح فی الطعام والمتاع والسرج فقط لان کلا منہا شاغل لملک الواہب لا مشغول بہ اور اسکے بالعکس تین ہبہ صحیح ہے طعام اور متاع اور زین میں فقط اسواسطے کہ ہر واحد ان ثلثہ سے ملک واہب سے شاغل ہے مشغول ہے خلاصہ یہ ہے کہ ظرف کا ہبہ دون مظروف صحیح نہیں اور مظروف کا ہبہ بلا ظروف صحیح ہے کیونکہ اول مشغول ہے اور ثانی شاغل کان شغلہ بغیر ملک واہبہ کما تمنع تمامہا عدم تمام ہبہ میں مشغولیت بملک واہب کی قید اسواسطے لگائی کہ موہوب کا مشغول ہونا غیر واہب کی ملک سے کمال ہبہ کا مانع نہیں ہم منجملہ اسکی صورتوں کے ایک صورت یہ ہے کہ واہب نے موہوب لہ کو ایک گھر ہبہ کیا اُس متاع کے ساتھ جو اُس گھر میں ہے اور گھر تسلیم بھی کر دیا پھر متاع خود شخص کی ملک ثابت ہوئی تو ہبہ پورا ہو گھر میں اسواسطے کہ واہب کا قبضہ گھر اور اسباب دونوں پر تھا حقیقۃً تو اسکی تسلیم صحیح ہوئی پھر استحقاق متاع سے ظاہر ہو گیا کہ متاع واہب کی ملک نہ تھی اور غیر واہب کی ملک ہونا مانع نہیں کذا فی الطحطاوی کہ ہبہ وَصَدَقَةٌ أَنَّ الْقَبْضَ نَحْوُ طَعَامٍ يَتِمُّ فِي الْعَادَةِ تَمَامًا وَتَمَامُهُ فِي الْعَادَةِ تمام ہونا ہبہ کا قبض کامل سے ہوتا ہے رہن اور صدقہ کی مانند اسواسطے کہ قبض شرط ہے رہن اور صدقے کے تمام ہونے کی اور پورا یہاں اسکا عادۃ میں ہے ہم یعنی رہن اور صدقہ پورا نہیں ہوتا مگر قبض کامل سے اور رہن کا مشغول ہونا بملک آہن اور صدقہ کا مشغول ہونا بملک متصدق بفرض ہے اور دونوں کا شاغل ہونا مفرض میں تو تشبیہ رابع من ہے کذا فی الطحطاوی وفی کافیہ ہِبَةُ الْمَشْغُولِ لَا تَجُوزُ

۴ یہ مسئلہ ہمارے مذہب کا درست ہے اور ائمہ ثلثہ کے مذہب پر غلط ہے اور جو حدیث انکے مذہب کی دلیل ہے اسکا جواب ہمارے مذہب کی کتابوں میں مفصل مذکور ہے

۵ یہ مسئلہ ہمارے مذہب کا درست ہے اور ائمہ ثلثہ کے مذہب پر غلط ہے اور جو حدیث انکے مذہب کی دلیل ہے اسکا جواب ہمارے مذہب کی کتابوں میں مفصل مذکور ہے

الا اذا وھب الاب لطفلہ اور اشباہ میں ہے کہ ہبہ مشغول کا جائز نہیں مگر جبکہ باپ نے صغیر کو ہبہ کرکے قبضہ جائز کرلیا قلت وکذا الدار المعارۃ میں کہتا ہوں اور اسطرح عادۃ یہ کہ ایک گھر عاریت دیا آسان کو پھر مستعیر اسمیں نے کسیکا اسباب غصب کیا اور اس گھر میں رکھا پھر مستعیر نے مستعیر کردہ گھر کو ہبہ کردیا تو اس گھر کا ہبہ صحیح ہے اسلئے کہ ظاہر ہوگیا کہ شاغل غیر واہب کی ملک ہے کذا فی الطحطاوی والتی وھبتھا لزوجھا علی المذھب لان المرأۃ ضمنا عھا فی ید الزوج فصح التسلیم اور ہبہ مشغول اُس گھر میں جائز ہے جسکو زوجہ نے اپنے زوج کو ہبہ کیا بنا بر ظاہر مذہب کے اسلئے کہ عورت اور اُسکا اسباب زوج کے ہاتھ میں ہے تو تسلیم موہوب صحیح ہوگئی ہم صورت اُسکی یہ ہے کہ زوجہ نے اپنا گھر اپنے زوج کو ہبہ کیا اور زوجہ اُسمیں رہتی ہے اور اسکا اسباب اُسمیں ہے اور زوج بھی اُسکے ساتھ اُسکے گھر میں رہتا ہے تو یہ ہبہ صحیح ہے اسلئے کہ زوجہ گھر اور اسباب کے زوج کے ہاتھ میں ہے اور مقابل مذہب ابو یوسف رح کا قول ہے کہ ہبہ مذکور جائز نہیں کذا فی الطحطاوی وقد غیّرت ببیت الوھبانیۃ فقلت شعر ومن وھبت للزوج دارًا لھا بھا ۔ متاع وھم فیھا تقوم المحرر ابو مضر میں نے بدل ڈالی وہبانیہ کی بیت سو میں نے یوں کہا اور جس زوجہ نے زوج کو اپنا وہ گھر ہبہ کیا جسمیں زوجہ کا اسباب ہے اور زوج اور زوجہ اُسمیں رہتے ہیں تو یہ ہبہ صحیح ہے یہی قول محرر معتمد علیہ ہم وہبانیہ کی اصل بیت یوں تھی شعر ومن وھبت للزوج دارا لھا بھا ۔ متاع وھم فیھا فقولان یزخر یعنی جس زوجہ نے زوج کو اپنا وہ گھر ہبہ کیا جسمیں زوجہ کا اسباب اور زوج اور زوجہ اُسمیں رہتے ہیں تو وہ قول اُسمیں مرقوم ہیں یعنے جواز ہبہ اور عدم جواز لیکن چونکہ عدم جواز قول ضعیف تھا لہذا شارح نے بیت میں تصرف کردیا فی المجوھرۃ وحیلۃ ھبۃ المشغول ان یودع الشاغل او لا عند الموھوب لہ ثم یسلمہ الدار مثلًا فتصح لشغلھا بالمتاع فی یدہ اور جوہرہ میں ہے کہ ہبہ مشغول کا حیلہ یہ ہے کہ پہلے شاغل کو موہوب لہ کے پاس ودیعت رکھے پھر موہوب لہ کو مثلاً مشغول گھر تسلیم کرے تو ہبہ صحیح ہوگا بسبب مشغول ہونے گھر کی متاع کے ساتھ موہوب لہ کے ہاتھ میں یعنے جب شاغل بطریق ودیعت موہوب کے قبضہ میں آیا پھر مشغول بہ تسلیم واہب اُسکے پاس آیا تو دونوں پر قبض کامل متحقق ہوگیا لہذا ہبہ صحیح ہوگیا فی منعلق بلتم محوز مفرغ ہبہ تام ہونا ہے قبض کامل سے موہوب مفرغ میں ہم یعنی جو موہوب کہ فارغ ہو ملک واہب اور حق ملک سے تو احتراز ہوگیا پھل کے ہبہ سے درخت برادر صوف کی ہبہ سے غنم یہ اور قسمتی کی ہبہ سے زمین میں مقسوم وہ موہوب مفرغ جسکی قسمت ہوگئی اور مشاع باقی نہ رہا ومشاع لا یبقی منتفعًا بہ بعد ان یقسم کبیت حمام وحانوت اور ہبہ تام ہونا ہے قبض کامل سے اُس مشاع یعنے غیر مقسوم میں جو نفع لینے کے لائق نہیں رہتا قسمت کرنے کے بعد جیسا کہ چھوٹی کوٹھری اور حمام صغیر ہو مشاع لا بالقسم یعنے جو قسمت کی صلاحیت نہیں رکھتا بایں معنے کہ بعد قسمت کے اصلا منتفع بہ نہیں رہتا جیسا عبد واحد اور دابہ واحدہ یا بعد قسمت کے منتفع بہ نہیں رہتا اُس طرح کا انتفاع جو قبل قسمت کے تھا جیسا کہ بیت صغیر اور حمام صغیر اور ثوب صغیر کذا فی الدر لکنھا لا تتم بالقبض فیما یقسم مشاع غیر قسمت پذیر کی قید اسواسطے لگائی کہ یہ تمام نہیں ہوتا قبض کرنے سے اُس مشاع میں جو قسمت پذیر ہو ہم قسمت پذیر جیسا کہ زمین اور ثوب مذروع اور مانند اُسکے کذا فی الدر رقسمتی کیا جسکی قسمت موجب نقصان ہو وہ قسمت پذیر اور محتمل القسمۃ نہیں اور نہیں تو قسمت پذیر ہو اتفاقا بحر الرائق میں ہے کہ حد فاصل محتمل القسمۃ اور غیر محتمل القسمۃ میں یہ ہے کہ جو چیز دو شخصوں میں مشترک ہو سو ایک شخص قسمت طلب کرے اور دوسرا شریک قسمت سے انکار کرے تو اگر قاضی مانع قسمت پر جبر کرسکتا ہو شرع کی راہ سے تو وہ چیز محتمل القسمۃ ہے جیسا کہ گھر اور بڑی کوٹھری اور اگر قاضی جبر نہ کرسکے تو وہ محتمل القسمۃ نہیں جیسا کہ عبد اور حمام اور بیت صغیر اور دیوار وثوب وھبہ لشریکہ او کاجنبی لعدم تصور القبض الکامل کما فی مامۃ الکتاب فکان ھو المذھب مشاع قابل قسمت کا ہبہ قبض سے پورا نہیں ہوتا اگرچہ واہب نے اسکو اپنے شریک کو ہبہ کیا ہو یا اجنبی کو بجہت عدم تصور قبض کامل چنانچہ اگر کتب فقہ تین ہو تو وہی یعنے شریک کو بھی ہبہ مشاع کا جائز ہونا مذہب مشہور امام درسے مذکور ہو چکا کہ قابل قسمت میں قبض کامل بدون قسمت کے نہیں ہوتا وفی الصیرفیۃ عن العتابی وقیل یجوز لشریکہ وھو الصحیح اور صیرفیہ میں عتابی سے منقول ہے اور بعضوں نے کہا کہ ہبہ مشاع شریک کو جائز ہے اور وہ مختار قول ہے ہم صحیح کے ظاہر عبارت سے عدم جواز معتمد ہے یہاں تک کہ شیخ الاسلام نے جواز کو ابن ابی لیلے کیطرف منسوب کیا ہے بعد حکایت اطلاق کے اہل مذہب سے کذا فی الطحطاوی وفان قسمہ وسلمہ صح زوال المانع پھر اگر مشاع کو قسمت کردے اور موہوب لہ کو تسلیم کردے تو صحیح ہوگا بسبب مرتفع ہونے مانع کے

قبض کامل اشاعت تمی سو قسمت و تسلیم سے زائل ہو گئی و لو سلمہ شائعا لا یملکہ فلو یفلہ تعزرفیہ فیہ یضمنہ و ینفذ تصرف الواہب اور اگر مشاع کو بلا قسمت تسلیم کر دیا اس طرح پر کہ کل کو تسلیم کر دیا تو موہوب لہ اسکا مالک ہو گا یعنی ہو اسلعدم قبض کامل تو اسکا تصرف بین نافذ نہ ہو گا تو موہوب لہ اسکا مالک ہو گا و صورت تصرف واہب کا تصرف بین نافذ ہو گا کذا فی الدرر لکن فیہا یعنی الفصول الہبۃ الفاسدۃ تفید الملک بالقبض و بہ یفتی و مثلہ فی البزازیۃ خلاف ما صححہ فی الہدایۃ لکن لفظ الفتوی اکد من لفظ الصحیح کما بسطہ المصنف مع بقیۃ احکام القبض کن رہیں ہے فصول سے کہ ہبہ فاسد کا مفید ملک ہو جاتا ہے قبض کرنے سے اور اسی قول کا فتوی ہے اور اعتماد اسی قول پر ہے بخلاف اس قول کے جسکو صحیح کہا ہے ہدایہ میں لیکن فتوی کا لفظ صحیح کے لفظ سے زیادہ تاکید ہے اسی واسطے مصنف نے اسکو مشرح بیان کیا ہے اپنی شرح میں مشاع کے بقیہ احکام کے ساتھ ظاہر عبارت شارح دال ہے کہ یہ مشاع قبل قسمت فاسد ہے حالانکہ صحیح غیر تمام ہے چنانچہ سلبی میں اتفاقی سے مذکور ہے اور کلام صاحب بحر بھی صحت پر دلالت کرتا ہے بیع مشاع کی جائز ہے قسمت پذیر اور عدم قسمت پذیر میں اور اجارہ اسکا جائز ہے شریک سے نہ اجنبی سے و علیہ الفتوی اور اجارۂ مذکورہ فاسد ہے تو اجرت مثل لازم ہو گی اور اعارہ اسکا شریک سے جائز ہے اور اگر اجنبی کو عاریت دی تو اگر سب تسلیم کرے تو اعادہ مستانفہ ہے والا جائز نہیں اور رہن مشاع کا فاسد ہے مقسوم اور غیر مقسوم میں اور شریک و غیر شریک اسی ہے اور وقف مشاع کا ابو یوسف کے نزدیک جائز ہے محمد رح کے نزدیک و خلاف محتمل القسمۃ میں اور غیر محتمل القسمۃ میں بالاتفاق جائز نہیں ہے ایداع مشاع شریک سے جائز ہے اور قرض مشاع کا بالاجماع جائز ہے کذا فی الطحطاوی و ہل التقریب الرجوع فی الہبۃ الفاسدۃ تالی الدرر نعم تعقبہ فی الاقرب الیہ بانہ غیر ظاہر علی المفتی بہ من انہا افادتہا الملک بالقبض فلیحفظ اور کیا جائز ہے واہب دار کو رجوع کرنا ہبہ فاسدہ میں اور زمین کما کہ ہاں جائز ہے اور مرتبا الیہ میں ہے اسپر اعتراض کیا ہے کہ رجوع غیر ظاہر ہے بنا بر قول مفتی بہ کے اس راہ سے کہ ہبہ فاسدہ ملک کا مفید ہو جاتا ہے قبض کرنے سے تو اسکو یاد رکھنا چاہئے حالانکہ من تمام القبض شیوع مقارن للعقد کالظاہر کان یرجر فی بعضہا شائعا فانہ لا یفسدہا تفاقا اور مانع تمام قبض سے وہ شیوع ہے جو عقد کے مقارن اور متصل ہو نہ شیوع طاری یعنی وہ شیوع مانع قبض نہیں جو بعد عقد کے طاری ہو چنانچہ واہب بعض شائع میں رجوع کرے کیونکہ شائع طاری مفسد ہبہ نہیں بالاتفاق ہم شیوع مستمل کی یہ صورت ہے کہ واہب بنا نصف گھر شائع ہبہ کرے اور شیوع طاری کی یہ صورت کہ تمام گھر ہبہ کرے پھر نصف یا ثلث شائع میں ہبہ کو باطل کر دے و الاستحقاق شیوع مقارنا کالظاہر کان ظہر فیفسد الکل حتی لو وہب ارضا و زرعا و سلمہما فاستحق الزرع بطلت فی الارض الاستحقاق البعض التام فیما یحتمل القسمۃ اور استحقاق شیوع مقارن ہے شیوع طاری تو استحقاق ثابت ہونا مفسد ہے کل موہوب کا تو اگر زمین اور کھیتی ہبہ کی اور دونوں کو تسلیم کر دیا پھر کھیتی مستحق ملک غیر نکلی تو ہبہ زمین میں باطل ہو گیا بسبب مستحق ہونے بعض شائع کے محتمل القسمۃ میں ہم زراعت کے بعض شائع ہونے میں کلام ہے اور صاحب درر نے دو وجہ بیان کی ہے کہ زرع زمین کے ساتھ بحکم اتصال شی واحد کے ہے پھر جب حصہ اسکا مستحق ٹھہرا تو یوں ہو گیا کہ گویا بعض شائع مستحق ٹھہرا محتمل القسمۃ میں تو ہبہ باطل ہو گا باقی میں اور اس تعلیل پر شارح کا قول آئندہ یعنے لانہ کمشاع بھی دلالت کرتا ہے کذا فی الطحطاوی و الاستحقاق اذا ظہر بالبینۃ کان مستندا الی ما قبل الہبۃ فیکون مقارنا لہا طاریا کما زعمہ صدر الشریعۃ طن تبعہ ابن الکمال فتنبہ اور استحقاق جبکہ گواہوں سے ثابت ہو تو استحقاق ماقبل ہبہ کی طرف مستند ہو گا تو شیوع ہبہ کے مقارن ہو گا نہ طاری جیسا کہ صدر الشریعۃ نے گمان کیا ہے اگرچہ ابن کمال نے صدر الشریعۃ کا اتباع کیا ہے اس قول میں سو آگاہ رہو ہم استحقاق زرع کو نظیر بیان میں شیوع مقارن کی کہا ہے اور زیادہ کرمانی میں اسکو شیوع طاری قرار دیا ہے قہستانی نے کہا کہ شاید مسئلہ میں دو روایتیں ہیں اس تقریر سے معلوم ہوا کہ صدر الشریعۃ اور ابن کمال اس قول میں متفرد نہیں کذا فی الطحطاوی و لا تصح ہبۃ لبن فی ضرع و صوف علی ظہر و بناء فی ارض و تمر فی نخل لانہ کمشاع اور صحیح نہیں ہبہ دودھ کا تھن میں اور روئی کا پیٹھ پر بھیڑ اور کھجور کے درخت کا زمین میں اور کھجور کا پیٹھ کھجور کے درخت میں اسواسطے کہ یہ سب مشاع کے مانند ہے و لو فصلہ و سلمہ جاز لذوی الماریج اور اگر واہب موہوب کو جدا کر ڈالے یعنی دودھ کو تھن سے علیحدہ کر کے ہبہ اور تسلیم کر دے تو جائز ہے بسبب ہونے مانع قبض کامل کے و ہل یکفی فصل الموہوب لہ باذن الواہب ظاہر الواہب و نحصہ اور کیا کفایت کرتا ہے جدا کرنا موہوب لہ کا واہب کے

اوزن سے دُور کا ظاہر یہ ہے کہ یہاں کفایت کرتا ہے بخلاف فی قفی فی بروہ دھن فی سمسم وتمن فی لبن حیث لا یصح اصلا لانہ معدوم فلا ملک بالعقد بخلاف اس آٹے کے جو گیہون میں بالقوۃ ہے اور اُس تیل کے جو تلوں میں ہے اور اُس گھی کے جو دودھ میں ہے کیونکہ یہ اصلا صحیح نہیں اسواسطے کہ وہ بالفعل معدوم ہے تو ملک نہ ہوگا مگر عقد جدید سے ہم عدم جواز کا بھید یہ ہے کہ گیہون سے تیل ہو کر آٹا ہو جاتے ہیں اسی طرح باقی اشیاء مذکورہ بعد استحالہ کے دوسری چیز ہو جاتے ہیں کذا فی الدرر وَمُلِكَ بالقبول بلا قبض جَدِيدٍ لو الموهوبُ في يدِ الموهوبِ لَهُ وكَوَتَغَصُّبٍ أو أمَانَةٍ لانه حينئذٍ عَامِلٌ لنفسِهِ اور موہوب مملوک ہو جاتا ہے قبول کر لینے سے بلا قبض جدید اگر موہوب موہوب کے ہاتھ میں موہبہ کیوقت ملک بطریق غصب یا امانت کے ہو اسواسطے کہ اسوقت میں یعنے جبکہ موہوب لہ قابض نے ہبہ قبول کیا وہ اپنی ذات کیواسطے عمل کرنے والا ہے یعنے بواسطہ قابض ہونے کے اپنی ملک پر دلالت کرتا ہے اصل میں اذا اجتمع قبضان اذا تعاقبا تناوب احدھما عن الآخر اور قاعدہ کلیہ یہ ہے جبکہ دو قبض ہمجنس ہوں تو ایک قبض دوسرے قبض کا نائب ہو جاتا ہے چنانچہ ایک شخص کے پاس ودیعت تھی پھر مالک نے وہ بطور عاریت کے دی تو قبض ودیعت قائم مقام قبض عاریت کے ہوگا اسواسطے کہ دونوں قبض امانت کے قبض ہیں تو صحیح ہوگا بلا قبض مستانف واذا تعاقبا تناوب الاعلی عن الادنی کا عکس درست ہے کہ دونوں قبض ہمجنس نہ ہوں متغایر ہوں تو قبض اعلے قائم مقام ہونا ہے قبض ادنے کے اور ادنی اعلی کا نائب نہیں ہوتا مثلاً نیابت اعلی کی مثال یہ ہے کہ غصب سے قبض کیا پھر مالک نے غاصب کو ہبہ کر دیا تو صحیح ہے اور قبض جدید کی حاجت نہیں اور قبض ادنی کی مثال یہ کہ ایک چیز ایک شخص کے پاس بطور عاریت کے تھی پھر مالک نے اُسکے ہاتھ بیچ ڈالی وھبۃ من لہ ولایۃ علی الطفل فی الجملۃ وھو کل من یعولہ قد خلا الاخ العم عند عدم الاب لو فی عیالہ ہم اور ہبہ اُس شخص کا جسکی فی الجملہ ولایت صغیر پر ثابت ہے اور ولی فی الجملہ وہ ہے جو صغیر کی پرورش کرتا ہو جیسے بھائی اور چچا ولی فی الجملہ میں داخل ہوا باپ کے نہونے کے وقت بشرطیکہ صغیر انکی عیال میں ہو ولی فی الجملہ سے مراد یہ ہے کہ وہ صغیر کے مال میں تصرف نکرے اور باپ سے مراد یہ کہ جمال میں تصرف کرے اور باپ کا نہونا غیبت منقطعہ اور موت کو شامل ہے کذا فی الطحطاوی تتم بالعقد لو الموھوب معلوما وکان فی یدہ بید مودعہ لا ان تبقوا الولی ینوب عند ولی فی الکل کا ہبہ پورا ہو جاتا ہے عقد سے یعنے فقط ایجاب بلا قبول اور قبض سے اگر موہوب معلوم ہو اور موہوب ولی کے ہاتھ میں ہو یا اُسکے مودع کے ہاتھ میں اسواسطے کہ مذکور پورا ہوا کہ ولی کا قبض صغیر کے قبض کے قائم مقام ہے دلالصل ان کل عقد یتولاہ الواحد یکتفی فیہ بالایجاب اور قاعدہ یہ ہے کہ جس عقد کا متولی ایک شخص ہو سکے تو اُس میں فقط ایجاب پر کفایت کی جاتی ہے بلا اشتراط قبول وان وھب لہ اجنبی ثم قبض ولیہ وھو احد ھذا لم یعد لاب ثم قبضہ ثم الجد قبضہ وان لم یکن فی حجرھم وعند عدمھم ثم یقبض من یعولہ کعمہ اور اگر صغیر کو اجنبی نے کوئی چیز ہبہ کی تو ہبہ تمام ہوتا ہے اُسکے ولی کے قبض سے اور صغیر کا ولی چار شخصوں میں سے ایک شخص ہے اول باپ پھر اُسکا وصی پھر دادا پھر اُسکا وصی اگرچہ صغیر انکی گود لینے انکی پرورش اور حمایت میں نہوا اور انکے نہونے کے وقت ہبہ تمام ہوتا ہے اس شخص کے قبض سے جسکے عیال اور پرورش میں صغیر ہو چنانچہ صغیر کا چچا وامہ واجنبی وملتقطا لو فی حجرھما ولا یلاقوات الولایۃ اور ہبہ اجنبی کا صغیر کو تمام ہو جاتا ہے اسکی ماں کے قبض اور اجنبی کے قبض سے اگرچہ صغیر کا قرابت دار محرم ہو کذا فی المنح وبقبضہ لو ممیزا یعقل القصد اور ہبہ تمام ہوتا ہے خود صغیر کے قبض کرنے سے بشرطیکہ نابالغ ایسا تمیز دار ہو کہ تحصیل مال کو سمجھتا ہو وکذا لو مکرہ وجودہ ایسہ یحبنی لانہ فی المنافع المحض کالبالغ حتی لو وھب لہ اعمی لا نفع لہ وتلحقہ مؤنۃ لم یصح قبولہ الشاہ ہبہ تمام ہوتا ہے صغیر ممیز کے قبض سے اگرچہ باپ اُسکا موجود ہو کذا فی المجتبی اسواسطے کہ نابالغ نافع محض میں بالغ کے برابر ہے تو اگر صغیر کو آزاد غلام جس سے کچھ بھی فائدہ نہیں ہبہ کیا گیا اور غلام مذکور کا خراج اسپر لاحق ہوتا ہو تو صغیر کا قبول کرنا صحیح نہیں کذا فی الاشباہ قلت لکن فی البرجندی اختلف فیما لو قبض من یعولہ ولا باب حاضر فقیل لا یجوز والصحیح وھو الجواز انتہی میں کہتا ہوں لیکن برجندی میں کہ اسمیں اختلاف ہے کہ اُس شخص نے قبض کیا جو صغیر کو پرورش کرتا ہے اور حالانکہ

۱۲ منہ

باپ موجود ہو تو بعضوں نے کہا کہ قبض مذکور جائز نہیں اور صحیح قول یہ ہے کہ قبض مذکور جائز ہے انتہی ہم یہ استدراک ہے عندہ رحمہ کے قول پر وظاہر القہستانی ترجیحہ وعزاہ الفخر الاسلام وعبارتہ علی خلاف ما اعتمدہ المصنف فی شرحہ بعبارۃ الخلاصۃ اور قہستانی کا ظاہر ترجیح جواز ہے اور قہستانی اسکو فخر الاسلام کیطرف منسوب کیا ہے برخلاف اُس قول کے جسپر مصنف نے اپنی شرح میں اعتماد کیا ہے اور مصنف نے اسکو خلاصہ کیطرف منسوب کیا ہے ہم قہستانی نے جواز قبض وبی طفل موجود حاضر مع باپ کے مضمر سے نقل کیا ہے تصریح لفظ مختار اور فتاوی عالمگیری میں خانیہ سے منقول ہے کہ یہی قول صحیح ہے اور فتاوی صغری سے نقل کیا ہے کہ یہی قول مفتی بہ ہے کذا فی الطحطاوی لکن یحتملہ بوصل ولو بامتہ ولا جنبی ایضاً تامل لیکن مصنف رحمہ کا متن احتمال رکھتا ہے جواز کا بسبب وصل کرنے دایہ موجود ہ کے اسمالا اجنبی کے ساتھ ہی لیکن تامل کرو ہم لینے جس طرح مصنف رحمہ کا قول لو مع وجود دایہ موصول ہے اس قول سے وبقبضہ ولو میز اسی طرح اگر اسکو امہ الا اجنبی سے وصل کیجئے تو یہ مطلب حاصل ہوتا ہے کہ ماں اور اجنبی کے قبض سے باوجود حاضر ہونے باپ کے یہ تام ہو جاتا ہے کذا فی الطحطاوی وصحح رجوعہ لہا لقبولہ سی بجیہ اور صغیر کا ہبہ کو رد کرنا صحیح ہے جیسا قبول کرنا اسکا صحیح ہے کذا فی السراجیہ فیما حققناہ الصبی لہ ولا بویہ اجر التعلیم ونحوہ اور سراجیہ میں ہے صغیر کی نیکیاں اُسکے واسطے ہیں یعنی اُسکو ثواب ہے اُنکا اور اُسکے ماں باپ کو تعلیم وغیرہ کا ثواب ہے ہم بقدر کے نزدیک صغیر کی نیکیوں کا ثواب اُسکے والدین کو ہے اور قول معتمد یہ ہے صغیر ہی کو ثواب ہے جو نکہ گناہ صغیر پر نہیں کہ حسنات کا کفارہ ہوں لہذا اُسکے حسنات سے ترقی درجات ہوگی کذا فی الطحطاوی ویباح لوالدیہ ان یاکلا من مال ولدہ وھب لہ وقیل لا انتہی فان احتاجا فلہ ان یاخذ بقدر الحاجۃ اور صغیر کے والدین کو اُس کے مال کا کھانا مباح ہے جو اُسکو ہبہ ہوا اور قول ضعیف یہ ہے کہ کھانا مباح نہیں انتہی فی السراجیہ تو سراجیہ سے معلوم ہوا کہ موہوب غیر مال والدین کو مباح نہیں مگر بضرورت چنانچہ علاؤ الدین وضعوا ھنا یا الختان بین یدی الصبی بما یصلح لہ کثیاب الصبیان والفقہ لہ کالآن المہدی من اقرباء الاب اوھما رفع فللاب دون معارف الام قال ھذا للصبی لا لوگوں نے ختنے کیوقت صغیر کے آگے تحفہ رکھے تو جو تحفہ صغیر کے لائق ہے چنانچہ کپڑے لڑکوں کے کپڑے تو وہ تحفہ صغیر کا ملک ہے اور اگر ایسا نہیں چنانچہ درہم اور دنانیر کذا فی العالمگیریۃ تو اگر تحفہ لانے والا باپ کے قرابت داروں یا اُسکے دوستوں سے ہے تو تحفہ باپ کے واسطے ہے یا ماں کے اقارب اور دوستوں سے ہے تو تحفہ اُسکی ماں کیواسطے ہے تحفہ لانے والے نے یہ کہا ہو کہ یہ تحفہ صغیر کیواسطے ہے یا کچھ ہو وکذا لو قال ھذا للادب ام قال للقبول لہ اور اگر تحفہ لانے والے نے یہ کہا ہو کہ یہ تحفہ باپ یا ماں کو تحفۃً ہے تو اُسیکا قول مقبول ہوگا وکذا زفاف البنت لحلھا اور اسی طرح کا حکم ہے لڑکی کی شب زفاف کے تحفوں کا کذا فی الخلاصۃ وفیہا اتخذ لولدہ او لتلمیذہ شیئاً لاجل ما دفعہا لغیرہ لیس لہ ذلک ما لم یبین وقت الاتخاذ انہا عاریۃ وخلاصہ یہ ہے کہ اپنے فرزند یا شاگرد کیواسطے کپڑے بنائے پھر جدا کر کے غیر کو دے تو یہ سب جائز ہیں جبکہ کپڑے بنانے کے وقت بیان کر دے کہ یہ عاریت ہے اور اگر کپڑے غیر کو دے تو یہ سب جائز نہیں جبکہ بیان نہ کرے کہ کپڑے عاریت ہیں ہم والد صغیر کے حق میں اتخاذ ثیاب بلا تسلیم سہ ہم لیکن شاگرد کے حق میں بلا تسلیم یہ معلوم نہیں ہوتا مگر یہ کہ اُسکے حق میں اتخاذ کو تسلیم پر محمول کیجئے بزازیہ میں ہے کہ شاگرد کیواسطے کپڑے بنائے پھر جدا کر کے غیر کو دے تو احتیاط یہ ہے کہ بنانے کے وقت بیان کر دے کہ وہ عاریت ہے تاغیر کو دینا ممکن ہو ورنہ تو لفظ عاریت مفید تسلیم ہے اسواسطے کہ عاریت متحقق نہیں ہوتی بدون تسلیم کے کذا فی الطحطاوی وفی المبتغی ثیاب البدن یملکہا بلبسہا لا نحو ملحفۃ وفساطیط اور مبتغی میں ہے کہ بدن کے کپڑوں کا لڑکا مالک ہوتا ہے اُنکے پہننے سے برخلاف لحاف اور توشک وغیرہ کے ہم تو بعد موت صغیر کے بدن کے کپڑے میراث ہونگے اور لحاف توشک وغیرہ بالفظ تملیک میراث نہونگے اور یہ مسئلہ اُس صورت میں مفروض ہے جبکہ قبل تولد صغیر کپڑے بنائے گئے ہوں اور مسئلہ اتخاذ کا ثیاب تولد کے بعد مفروض ہے تو دونوں میں فرق ظاہر ہوگیا کذا فی الطحطاوی وفی الخانیۃ لا باس بتفضیل بعض اولادہ فی المحبۃ لانہا اعمال القلب کذا فی اعطیا واذا فعل یکرہ وان قصد یسوی بینہم عطیۃ فی الاصح کذا فی الخلاصۃ عندانی وعلیہ الفتوی اور خانیہ میں ہے کہ کچھ مضائقہ نہیں بعض اولاد کے زیادہ چاہنے میں اسواسطے کہ محبت دل کا فعل ہے جسپر ہمیں اختیار نہیں اور اسی طرح بعض اولاد کے زیادہ دینے میں کچھ مضائقہ نہیں جبکہ ضرر رسانی باقی اولاد کی مقصود نہو اور اگر ضرر رسانی کا قصد کرے تو اُن میں برابری رکھنے بعض بیٹی کو دینے میں برابر ابو یوسف کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہے ہم عطایا میں کمی زیادتی مکروہ ہے جبکہ اولاد درجے میں برابر ہوں اور اگر برابر نہوں چنانچہ ایک لڑکا تحصیل علم میں مشغول ہو یا کسب میں تو اگر اسکو زیادہ دیگا تو جائز بلا کراہت اور اگر ایک فرزند فاسق ہو تو اسکو قوت سے زیادہ نہ دے تاکہ معصیت کا مددگار نہ ٹھہرے اور خلاصہ یہ ہے کہ اگر بیٹا فاسق ہو

اور اگر علانیہ فسق کرتا ہو تو اسکو نہ دینا بہتر ہے

اور باپ کے لئے یہ کہ اپنا مال اپنے صغیر میں صرف کرڈالے تو یہ بہتر ہے اسکے واسطے چھوڑ جانے سے انتہے اور محمدؒ کا قول غیر مختار یہ ہے کہ علما یا میں مٹی کا دوتا ہیے کو دے سراجیہ کے مانند کذا فی الطحطاوی وَلَوْ وَهَبَ فِي صِحَّتِهِ كُلَّ الْمَالِ الْوَلَدِ جَازَ اثْمًا اور اگر باپ اپنی صحت کے حال میں تمام مال ایک فرزند کو ہبہ کردے تو جائز ہے اور وہ گنہگار ہوگا یعنی ایک کو ہبہ دے اور باقی کو محروم کرے تو جائز ہے یعنے ہبہ بعد موت کے منقوض نہوگا جاری رہیگا لیکن اسطرح کا ہبہ گناہ ہے تو نکرنا چاہیئے اور بعضے مذاہب میں ہبہ کو مرتفوض ہوگا اسکی موت کے بعد اور سب ارث اسمیں میراث پاوینگے کذا فی الطحطاوی تو یہ قول جو مشہور ہے کہ بعد موت تا لبورث قول ضعیف ہے واللہ اعلم وَفِيهَا لَا يَجُوزُ أَنْ يَهَبَ شَيْئًا مِنْ مَالِ طِفْلِهِ وَلَوْ بِعِوَضٍ لِأَنَّهُ تَبَرُّعٌ ابْتِدَاءً اور خانیہ میں ہے کہ باپ کو جائز نہیں ہے کہ اگرچہ بدلا لیکر ہبہ ہو اسواسطے کہ ہبہ ابتداءً احسان ہے یعنے اگرچہ آخر کار معاوضہ ہے وَفِيهَا يَبِيعُ الْقَاضِي مَا وُهِبَ لِلصَّغِيرِ حَتَّى لَا يَرْجِعَ الْوَاهِبُ فِي هِبَتِهِ اور خانیہ میں ہے کہ قاضی وہ مال بیچ ڈالے جو صغیر کو ہبہ دیا گیا تاکہ واہب اپنا ہبہ نہ پھیرلے وَلَوْ قَبَضَ زَوْجُ الصَّغِيرَةِ أَمَّا الْبَالِغَةُ فَالْقَبْضُ لَهَا بَعْدَ الزِّفَافِ مَا وُهِبَ لَهَا صَحَّ قَبَضَ وَلِيُّهَا وَلَوْ بِحَضْرَةِ الْأَبِ فِي الصَّحِيحِ لِنِيَابَتِهِ عَنْهُ فَصَحَّ قَبْضُ الْأَبِ كَقَبْضِهَا مِنْهُ اور اگر صغیرہ کے زوج نے زفاف کے بعد وہ مال قبض کیا جو صغیرہ کو ہبہ کیا تو اسکا قبض صحیح ہے اگرچہ قبض زوج باپ کے سامنے ہو قول صحیح میں یہ منجانب ہونے زوج کے کہ اسکے باپ کیطرف سے پھر جب باپ کے نائب کا قبض صحیح ہوا تو باپ کا قبض بطریق اولی صحیح ہوگا جیسے خود صغیرہ نابالغہ کا قبض بلا قبض شوہر اور باپ کے صحیح ہے اور اگر بالغہ ہے تو اسکا قبض معتبر ہے نہ زوج اور باپ کا ہم زفاف سے مراد زوج کا جانا ہے زوج کے گھر میں نکاح کے بعد دَقِيلَ إِلَّا الزِّفَافِ لَا يَصِحُّ لِعَدَمِ الْوِلَايَةِ اور زفاف سے پہلے زوج کا قبض صغیرہ کے موہوب پر صحیح نہیں بسبب نہونے ولایت کے وَهَبَ اثْنَانِ دَارًا لِوَاحِدٍ صَحَّ لِعَدَمِ الشُّيُوعِ دو شخصوں یعنی دو شریکوں نے ایک گھر ایک شخص کو ہبہ کیا تو صحیح ہے بواسطہ عدم شیوع ہم اسواسطے کہ دونوں شخصوں نے تمام گھر تسلیم کیا اور موہوب نے تمام قبضہ کیا تو شیوع ثابت نہوا كَذَا فِي الدُّرَرِ وَالْمَنْحِ وَبِعَكْسِهِ لِكَبِيرَيْنِ لَا عِنْدَهُ لِلشُّيُوعِ فِيمَا يَحْتَمِلُ الْقِسْمَةَ اور بالعکس اسکے یعنے ایک شخص نے دو بالغوں کو ہبہ کیا تو امام کے نزدیک ہبہ صحیح نہیں بسبب شیوع کے محتمل القسمتین ہم اسواسطے کہ ہر شخص کو نصف نصف گھر کا ہبہ ہوا اور نصف غیر معین اور غیر مقسوم ہی تو شیوع پایا گیا محتمل القسمتین اور وہ سبکا مانع ہی وَإِمَامَاهُمَا لَا يَحْتَمِلُهَا كَالْبَيْتِ فَيَصِحُّ اتِّفَاقًا اور اگر موہوب محتمل القسمتین نہو جیسا بیت صغیر تو ایک شخص کا ہبہ دو شخصوں کو بالاتفاق امام اور صاحبین رح کے صحیح ہے قَيَّدَ بِكَبِيرَيْنِ لِأَنَّهُ لَوْ وَهَبَ لِكَبِيرٍ وَصَغِيرٍ فِي عِيَالِ كَبِيرٍ أَوْ لِابْنَيْهِ صَغِيرٍ وَكَبِيرٍ لَمْ يَجُزْ اتِّفَاقًا جائز نہیں ہے اسواسطے کہ اگر واہب ہبہ کرے بالغ کو اور اس صغیر کو جو بالغ کی عیال میں داخل ہے یا اپنے دو فرزند صغیر اور کبیر کو ہبہ کرے تو جائز نہیں ہے بالاتفاق هم بحر الرائق اور منح الغفار کی عبارت یوں ہے لو وهب لكبير صغير والصغير في عياله اور دونوں کتابوں میں محیط سے تعلیل مسئلہ یوں منقول ہے کہ واہب ہبہ کیوقت حصہ صغیر کا قابض ٹھہر گیا تو نصف آخر شائع باقی رہا ہے اور یہ دلالت کرتا ہے کہ عیالہ کی ضمیر واہب کیطرف راجع ہے برخلاف عبارت شارح اور یہی علت جاری ہے مسئلہ ثانیہ میں کذا فی الطحطاوی وَقَيَّدَ بِالْهِبَةِ لِجَوَازِ الرَّهْنِ وَالْإِجَارَةِ مِنَ اثْنَيْنِ اتِّفَاقًا اور عدم جواز میں ہبہ کی قید لگائی ہے کی بسبب جائز ہونے رہن اور اجارے کے دو شخصوں سے بالاتفاق یعنے اگر ایک شخص دو شخصوں کے پاس ایک چیز رہن رکھے یا اجارہ کرے تو جائز ہے وَإِذَا تَصَدَّقَ بِعَشَرَةِ دَرَاهِمَ وَوَهَبَهَا لِفَقِيرَيْنِ صَحَّ لِأَنَّ الْهِبَةَ لِلْفَقِيرِ صَدَقَةٌ وَالصَّدَقَةُ يُرَادُ بِهَا وَجْهُ اللَّهِ تَعَالَى وَهُوَ وَاحِدٌ فَلَا شُيُوعَ اور جبکہ دس درم دو فقیروں کو خیرات کئے یا ہبہ کئے تو صحیح ہے اسواسطے کہ فقیر کو ہبہ کرنا درحقیقت صدقہ اور خیرات ہے اور صدقہ سے مقصود رضائے ذات اقدس الٰہی ہوتی ہے اور وہ ایک ہے تو شیوع ثابت نہوا هم رملی میں ہے اور فقیر نائب ہے خدا تعالیٰ کا لانّ الصدقة على الغنى هبة فلا تصح للشيوع اى لانتقاله حتى لو قسمها وسلمها صح نہیں صدقہ دینا وہ مال دار شخص کو اسواسطے کہ مال دار کو صدقہ دینا درحقیقت ہبہ ہے تو ہبہ صحیح نہوگا بسبب شیوع کے یعنے ملک نہوگا اگر دراہم مذکورہ کو قسمت کرے اور دونوں کو تسلیم کرے تو ملک صحیح ہوگی هم نفی صحت سے نفی ملک مراد ہے

فروع

مسائل ملحقہ شارح کے وَهَبَ لِرَجُلَيْنِ دِرْهَمَانِ صَحِيحَانِ ایک شخص نے دو مردوں کو ایک درم ہبہ کیا اگر درم صحیح یعنے جید اور کھرا ہے تو ہبہ صحیح ہے اسواسطے کہ یہ ہبہ ہے شائع غیر قسمت پذیر کا کذا فی المنح وَإِنْ مَغْشُوشًا لَا لِأَنَّهُ مِمَّا نَفَسَدُ لِكَوْنِهِ فِي حُكْمِ الْعُرُوضِ اور اگر درم مذکور مغشوش یعنی کھرا نہیں کھوٹ ملا ہوا ہے سبب صحیح نہیں اسواسطے کہ درم مغشوش محتمل القسمتین ہے اسواسطے

اگر ہبہ کیا ایک باغ اور ایک گھر ایک شخص کو ہاں گھر کی عیال میں ہے تو ہبہ صحیح ہے کذا فی الخانیہ

گذرہ درہم اسباب کے ہمعہ درہم یا ان قال لرجل وھبت لک احدھما ونعیّنھما ان ستویا لم یجز ایک شخص کے پاس دو درہم ہیں سو اسنے دوسرے شخص سے کہا کہ میں نے تم میں سے ایک کو دو درہم سے ایک کو جو کہ میرے پاس ہیں ہبہ کیا اگر دونوں درہم برابر ہیں یعنی وزن اور جودت میں تو ہبہ جائز نہیں ہے اسواسطے کہ جب وزن اور جودت میں برابر ہیں تو ہبہ شائع کا ظہور محتمل القسمۃ میں کیونکہ اسمیں جبر علی القسمۃ جائز ہے کذا فی المنح وان اختلفا جاز لانہ مشاع لا یقسم ولذا لو وھب ثلثیھما جاز مطلقا اور اگر دونوں درہم مختلف ہوں اگرچہ کہ ایک درہم کا وزن زیادہ ہو یا ایک جید تر ہو کذا فی العالمگیریۃ تو ہبہ جائز ہے اسواسطے کہ وہ شائع غیر قسمت پذیر ہے اور اسواسطے اگر دونوں درہموں کے دو ثلث ہبہ کرے تو جائز ہے مطلقا خواہ دونوں مستوی ہوں یا مختلف کذا فی الظہیریۃ وتجوز ھبۃ حائط بین دارہ وبین دار جارہ بخلاف ھبۃ البیت من الدار فھذا یدل علی کون سقف الواحد علی الحائط واشتراط البیت بحیطان الدار لا یمنع صحۃ الھبۃ یعنی جائز ہے ہبہ کرنا اپنے پڑوسی کو اس دیوار کا جو واہب کے گھر اور اسکے پڑوسی کے گھر کے درمیان ہے اور جائز ہے ہبہ کرنا پڑوسی کو کوٹھری کا گھر میں سے تو یہ مثال دلالت کرتا ہے واہب کے کی چھت کے ہونے پر دیوار پر اور اختلاف بیت گھر کی دیوار دون سے صحت ہبہ کا مانع نہیں کذا فی المجتبی ہم ظہیری نے کہا دیوار پر چھت کے ہونی کی دلالت اطلاق کی جہت الہبہ ہے دالا اسکی صراحت کہ اسمیں کلام میں فتاوی عالمگیری میں ہے کہ جب دیوار یا راہ یا حمام میں اپنا حصہ ہبہ کرے اور معین کرے اور موہوب لہ کو قبض پر مسلط کردے تو ہبہ جائز ہے اسی طرح ہے ہبہ بیت کا مع جمیع حدود وحقوق مقسوم اور مفروغ ہو کر قبض باذن الواہب کے ساتھ لیکن بیت کا راستہ غیر مشترک نہ ہے اسمیں اور دوسرے میں جائز ہے انتہی

باب الرجوع فی الھبۃ

یہ باب ہے رجوع فی الہبہ میں یعنی دیدہ پھیر لینا ہبہ سے مراد موہوب ہے اسواسطے کہ رجوع یعنے پھیر لینا اعیان میں ہوتا ہے نہ اقوال میں کذا فی الظہیریۃ وصح الرجوع فیھا بعد القبض اما قبلہ فلو تلفت الھبۃ ہبہ کر کے پھیر لینا صحیح ہے بعد قبض کے اور قبض سے پہلے تو خود ہبہ تمام نہیں ہوتا یعنی اگر قبل قبض موہوب لہ کے واہب نے موہوب کو ندیا تو موہوب واہب کی ملک سے خارج نہوا تو اسکو رجوع فی الہبہ نہیں کہتے مع انتفاء مانعہ الآتی وان کرہ الرجوع نحو بما دفیل تنزیھا تنہا یہ موہوب کا پھیر لینا صحیح ہے ساتھ نہونے مانع رجوع کے جو آگے مذکور ہوگا اگرچہ پھیر لینا مکروہ تحریمی ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ مکروہ تنزیہی ہے کذا فی النہایہ ہم حدیث میں وارد ہے اسکے مثل جو دیتا ہے پھیر لیتا ہے اس کتے کی سی مثل ہے جو کہ اتا ہے جب آسودہ ہوتا ہے تو قے کرتا ہے پھر اپنی قے کو نگل لیتا ہے اور دوسری حدیث یہ ہے کہ جو ہبہ کرے وہ اسکا زیادہ تر حقدار ہے جب تک اسکا عوض نہ ملے انتہی تو رجوع فی الہبہ کے صحیح اور مکروہ تحریمی کہنے میں جمع بین الحدیثین ہو گیا واللہ تعالے اعلم کذا فی الظہیریۃ ولو مع اسقاط حقہ من الرجوع فلا یسقط باسقاطہ خانیہ واہب کو رجوع درست ہے اگرچہ اپنے حق رجوع کے اسقاط کے ساتھ ہو تو رجوع ساقط نہیں ہوتا واہب کے ساقط کر دینے سے کذا فی الخانیہ وفی الجواہر لا یصح الابراء عن الرجوع ولو صالحہ من حق الرجوع علی شیء صح وکان عوضا عن الھبۃ لکن یسمی اشتراطہ فی العقد او جواہر میں ہے کہ صحیح نہیں ابرا کرنا واہب کا رجوع سے اور اگر مصالحہ کر لیا حق رجوع سے کسی چیز پر تو مصالحہ صحیح ہے اور یہ عوض ہوگا ہبہ کا لیکن آگے آویگا اشتراط عوض کا عقد میں یعنے مجتبے سے منقول ہوگا ویسقط الرجوع فیھا حروف دمم خرقہ یعنی الموانع السبعۃ الآتیۃ اور رجوع فی الہبہ کو حروف دمع خرقہ کہنے کرتے ہیں حروف مذکورہ سے موانع سبع آیندہ مراد ہیں ہم موانع سبعہ کو تسہیل ضبط کیواسطے امام نسفی نے حروف مذکورہ میں جمع کیا ہے اور معنے ترکیب یہ ہے کہ آنسو نے اسکو رسمی کرد الاخرق یعنے طمس ہے تو گویا آنسو کو برچھی کے ساتھ شبیہ کیا کذا فی الظہیریۃ فالدال للزیادۃ فی نفس العین الموجبۃ لزیادۃ القیمۃ المتصلۃ تو حروف مذکورہ میں دال سے مراد زیادت ہے نفس عین موہوب میں ایسی زیادت متصل جو قیمت زیادہ ہو جانے کی موجب ہے ہم زیادت کی قید اسواسطے لگائی کہ نقصان موجب جنایہ حادثہ ہو جاتا ہے کا اور قطع ثوبین مانع رجوع نہیں اور نفس عین کی زیادت کی قید سے زیادتی نرخ کی خارج ہو گئی کہ رجوع کی مانع نہیں اور زیادت قیمت کی قید سے وہ زیادتی نکل گئی جو نقصان قیمت کی موجب ہے جیسا کہ غلام اور لونڈی میں طول خاص وان زالت قبل الرجوع کان شبت ثم شاخ لکن فی الخانیۃ ما یخالفہ واعتمدہ القہستانی فلیتنبہ لہ لان الشاط لا یعود اگرچہ زیادت متصلہ زائل ہو گئی ہو قبل رجوع کے جیسا کہ غلام جوان ہو کر پھر

بڈھا ہوگیا لیکن خانہ مین اسکے مخالف ہے اور اعتماد کیا ہے اُسپر قہستانی نے تو اُس سے آگاہ ہونا چاہئے یعنی زائل ہوئی جسکا اعتبار کرنا منظور نہیں ہے اسواسطے کہ جو چیز قطعاً ہلاک ہوگئی وہ عود نہین کرتی ص زیادت اُنکے اعتبار مین دو قول ہین ایک یہ کہ ایک مرد نے غلام ہبہ کیا پھر وہ جوان ہوا اور بڈھا ہوگیا اور قیمت اُسکی گھٹ گئی تو واہب کو رجوع جائز نہین اسواسطے کہ اُسکا بدن زیادہ ہوگیا اور قد دراز ہوا پھر اور وجہ سے گھٹ گیا پیری کے سبب سے اور زاطفی نے اجناس مین فرق کیا کہ اگر لونڈی ہبہ کی پھر وہ موٹی اور بڑی ہوئی تو واہب کو رجوع جائز ہے اور بسطرح جمیع حیوانات اور اسی طرح فتاوی عالمگیری مین ہے اور یہ جو شارح نے عود ساقط مذکور کیا مسلم نہین بلکہ یہ اقوال دال مانع کے ہے کذا فی الطحطاوی کبناء وغرس ان عد زیادۃ فی کل لا بالاول جعل زیادت متصلہ جیسے عمارت اور درخت کا بجانا زمین ہو ہبہ مین شرط عمارت اور درخت لگانا تمام زمین مو ہبکی زیادت مین شمار ہو اور اگر کل زمین کی زیادت مین معدود نہو تو واہب کو رجوع جائز ہے ولو عدتا فی قطعۃ منہا امتنع فیہا فقط زیلعی اور اگر عمارت اور درخت لگانا زمین کے ایک قطعہ مین شمار ہو تو مانع ہوگا رجوع فقط اُسی قطع مین کذا فی الزیلعی ہم فتاوی عالمگیری مین کافی سے منقول ہے کہ اگر خالی زمین ہبہ کی موہوب لہ نے ایک کنارے پہ کھجور جمائی یا عمارت بنائی اور یہ عمارت بنانا کھجور جمانا زمین کی زیادت ٹھہری تو واہب کو ہبہ پھیر لینا جائز نہین یہ کل مین یہ بعض ہے اور اگر یہ زیادت مین بعد دہونا نقصان زمین مین شمار ہو تو مانع رجوع نہین تو اگر وہ کان نہایت صغیر بنا دے تو یہ اصلاً زیادت نہ ٹھہرے گی تو اُسکا کچھ اعتبار نہین اور اگر زمین عظیم یعنے طویل اور عریض ہو تو عمارت مذکورہ تمام زمین کی زیادت نہوگی بلکہ اُسکے ایک قطعہ کی زیادت ٹھہرے گی تو واہب کو اُس قطعہ کے غیر مین رجوع جائز ہوگا اثنے وسیمن وجمال وخیاطۃ وصبغ وقصو ثوب وکبر صغیر وسماع اصم وابصار اعمی واسلام عبد مدبر وعفو جنایۃ وتعلیم قرآن ولتابۃ وقراءۃ ونقط مصحف باعرابہ وحمل تمر من بغداد الی البلخ مثلاً ونحوہا اور مانند فربہی اور خوبصورتی کے اور درخت اور رنگت اور کپڑے کے اور جوان ہوجانے صغیر اور سماعت بہری اور دیکھنے اندھے کے اور مسلمان ہونے غلام کے اور سے معالجے کے اور معالجہ ہوجانے جناب عبد کے اور تعلیم تمام قرآن اور کتابت کے یا پڑھانے بعض قرآن کے اور لکھنے اعراب مصحف کے اور مانند لادے جانے تمر کے بغداد سے بلخ کیطرف مثلاً اور مانند مذکور کہ کم معالجہ کرنا غلام کا اُسوقت کہ زیادت متصلہ مین شمار ہوگا جبکہ وہ واہب کے پاس بیمار ہوا ہو اور موہوب کے پاس علاج سے تندرست ہوا ہو اور اگر موہوب کے پاس بیمار ہوا ہو اور صحیح ہوکر آچکا ہو تو مانع رجوع نہین اور جنایت سے وہ جنایت مراد ہے جو غلام سے صادر ہوئی ہو یعنے اُسنے کسیکا عمداً خون کیا ہو اور مقتول کے وارث نے اُسکو معاف کردیا ہو جبکہ وہ موہوب لہ کے پاس ہو اور نقل متاع ایک شہر سے دوسرے شہر کیطرف زیادت قیمت کی موجب ہے لہذا اُسکو زیادت متصلہ کی مثل فرمایا وفی البزازیۃ ولو احتیل ان زاد جعلوا منع الرجوع وان نقص لا اور بزازیہ مین ہے اور حمل لونڈی کا اگر بہتری زیادہ زیادہ کرے تو مانع ہوگا رجوع کا اور اگر نقصان کرے تو مانع رجوع نہین ہم عورتون کا حال حاملہ ہونے مین مختلف ہے بعضی عورت حاملہ ہونے سے موٹی اور خوبصورت ہوجاتی ہے اور بعض دُبلی اور بدصورت تو صورت اولی زیادت متصلہ ثابت ہوگی اور رجوع منع ہوگا بخلاف صورت ثانیہ ولو اختلفا فی الزیادۃ ففی المولدۃ للکبیر اقول للواہب فی نحو بناء وخیاطۃ وصبغ للموہوب لہ خانیہ وحاوی ومثلہ فی المحیط لکنہ استثنی ما لو کان لا یبنی فی مثل تلک المدۃ اور اگر واہب اور موہوب نے زیادت کے حادث ہونے اور نہونے مین اختلاف کیا تو زیادت متولدہ مین جیسے جوان ہوجانے مین واہب کا قول معتبر ہے اور مانند عمارت اور درخت اور رنگ کے موہوب لہ کا قول مقبول ہے کذا فی الخانیہ والحاوی اور مانند اُسکے محیط مین ہے لیکن صاحب محیط نے اس عمارت کو مستثنے کیا ہے جو بن نہین سکتی اسقدر مدت مین ہم تو شیخ اختلاف پہ کہتے ہین کہ مثلاً موہوب نے کہا واہب سے کہ تو نے یہ لونڈی مجھکو ضعیفہ دی تھی سو جوان ہوگئی ہے اس اور واہب نے کہا کہ نہین مین نے اسیطرح جوان ہبہ کی تھی تو اس اختلاف مین درصورت عدم ثبوت واہب کا قول مقبول ہوگا کما ینبہ الزیادۃ المنفصلۃ کولد وثمرۃ وعقر وثمرۃ فیرجع فی الاصل لا الزیادۃ زیادت منفصلہ پہ رجوع ہبہ کی مانع نہین ہوتی جیسے بچہ موہوب کا اور دبت اور مہر مملوک کا اور پھل درخت کا تو واہب اصل مین رجوع کرے تو زیادت مین ہم مثلاً شیخ خالد کو غلام ہبہ کیا اور اُسکا ہاتھ کسی نے کاٹ ڈالا اور اُسکا خون بہا خالد کو ملا تو یہ غلام کو پھیر لیگا نہ خون بہا کیونکہ وہ زیادت ہے موہوب سے جدا

اور زیادت منفصلہ رجوع اصل کی مانع نہیں لیکن کالرجوع بالام حتی یستغنی الولد عنہا کذا نقلہ القہستانی لکن نقل البرجندی وغیرہ انہ قول ابی یوسف فلیتنبہ لہ لیکن ان کو واہب سے پھیرے جبتک کہ اسکا بچہ اس سے مستغنی ہو یہ نقل کیا ہے قہستانی نے لیکن برجندی وغیرہ نے نقل کیا ہے کہ وہ ابو یوسف کا قول ہے نہ امام کا تو اس سے خبردار رہنا چاہئے ولو حبلت ولم تلد ہل للواہب الرجوع قال فی السراج لا وقال الزیلعی نعم اگر موہوبہ لونڈی حاملہ ہوگئی اور ہنوز موہوب کے پاس نہیں جنی تو کیا واہب کو رجوع جائز ہے سراج میں کہا کہ رجوع جائز نہیں اور زیلعی نے کہا کہ ہاں رجوع جائز ہے وفی الجوہرۃ یمنع وطئہا مستغرقۃ وہبہا معہا ما دامت وقد وطئت مرۃ ہا مع عقرہا ھو المختار اور جوہرہ میں ہے وطی کرنا اسکا مستغرق ہبہ میں ہے اسکے لونڈی ہبہ کی بھی وہ مرگئی اور حالانکہ موطوئہ ہوگئی خواہ وطی موہوب لہ سے واقع ہوئی یا اسکے غیر سے تو موہوب لہ اسکو پھیرے اسکی وطی کے ساتھ یہی قول مختار ہے رہبہ بلحاظ حق غرباء ہے والمیئوس موت احد العاقدین بعد التسلیم فلو قبلہ بطل اور یہ مراد موہوب لہ یا واہب کی موت ہے بعد قبض کے تو اگر قبض سے پہلے کوئی مرگیا تو عقد باطل ہے ولو اختلفا والعین فی ید الوارث فالقول للوارث اور اگر دونو خصوص میں اختلاف ہوا اور عین موہوب وارث کے ہاتھ میں ہے تو وارث ہی کا قول مقبول ہے ہم اختلاف کی یہ صورت ہے کہ واہب کے وارث نے کہا موہوب کے قبضہ موہوب پر قبضہ واہب کی زندگی میں نہیں کیا بلکہ اسکی وفات کے بعد قبضہ کیا اور موہوب نے کہا بلکہ اسکی حیات میں ہی قبضہ کیا تو وارث ہی کا قول مقبول ہوگا فتاوی عالمگیری سے معلوم ہوتا ہے کہ موہوب کا وارث کے پاس ہونا قید اتفاقی ہے وقد نظم المصنف ما یسقط بالموت فقال **اشعار** کفارۃ دیۃ خراج ورابع ثمان لعتق ہکذا النفقات * کذا ہبۃ حکم الجمیع سقوطہا + بموت لما ان الجمیع صلات اور العہدۃ مصنف نے نظم کیا ان حقوق کو جو ساقط ہوجاتے ہیں موت سے تو یونو کہا ہے کہ کفارہ اور خون بہا اور خراج اور چوتھائی اور بعلت عتق اسیطرح نفقات اور اسیطرح ہبہ تمام حقوق مذکورہ کا حکم ساقط ہوجانا ہے موت سے اسواسطے کہ جمیع حقوق مذکورہ صلات ہیں ہم سقوط کفارہ وغیرہ صورت عدم وصیت ہے ضمان عتق کی یہ صورت ہے کہ ایک شریک نے اپنا حصہ غلام سے آزاد کر دیا اور اسپر تاوان لازم آیا یہ سبب اسکے مالدار ہونے کے پھر آزاد کرنے والا مرگیا والعین العوض بشرط ان یذکر لفظا یعلم الواہب انہ عوض کل ہبتہ اور عین سے مراد عوض ہے بشرطیکہ موہوب لہ عوض دیتے کیوقت ایسا لفظ ذکر کرے کہ واہب جانے کہ وہ اسکے تمام ہبہ کا عوض ہے ہم شرط ہونے کا معلوم ہوتا ہے کہ عوض کی دانست کافی ہے بغیر بلا ذکر موہوب لہ فان قال اخذہ عوض ہبتک او بدلہا او فی مقابلتہا ونحو ذلک فقبضہ الواہب سقط الرجوع تو اگر موہوب نے واہب سے کہا کہ لے اپنے ہبہ کا عوض یا اسکا بدلا یا اسکے مقابل لے اور مانند اس کلام کے کوئی اور لفظ بولا پھر واہب نے عوض پر قبضہ کیا تو رجوع ساقط ہوگیا ہم اسواسطے کہ ہبہ بعوض درحقیقت بیع ہے ولو لم یذکر انہ عوض رجع کل فیہ اور اگر موہوب لہ یونو ذکر نکرے کہ وہ عوض دیتا ہے دلالۃ بشرط ہبتہ شرائط الہبۃ لقبض وانفراد وعدم شیوع ولو العوض مجانسا او یسیرا وفی بعض نسخ المتن بدل الہبۃ العقد وھو تحریف اور چونکہ عوض بلا ذکر عوض ہونے کے ہبہ ہی اسواسطے اعواض میں ہبہ کی شرطین شرط ہیں چنانچہ قبضہ ہونا واہب کا اور جدا ہونا عوض کا موہوب لہ کے مال سے اور عدم شیوع اگرچہ عوض ہم جنس ہبہ کے ہو یا مکیل موزون ہو اور متن کے بعض نسخوں میں بجائے بدل الہبۃ کے بدل العقد ہے اور وہ تحریف ہے کاتبوں کی ہم جانست اور قلت عوض اسواسطے جائز ہوئی کہ عوض درحقیقت بدل نہیں اسواسطے کہ اگر بدل ہوتا تو قلت میں جائز نہیں ہوتا بہ سبب لازم آنے ربح کے دلیل اسپر یہ ہے کہ موہوب لہ مالک ہبہ کا ہوا اور انسان اپنی ملک کا غیر کو بدلا نہیں دیتا اور عوض تو اسنے اسواسطے دیا تا واہب کا حق رجوع ساقط ہوجائے کذا فی الخطاوی وکا یجوز للاب ان یعوض عما وہب للصغیر من مالہ اور باپ کو یہ جائز نہیں کہ عوض کرے اسکا جو ہبہ کیا گیا صغیر کو صغیر کے مال سے ہم تو اگر صغیر کے مال کے سوا اور مال سے عوض دے تو جائز ہے ولو وہب العبد التاجر ثم عوض فلکل منہما الرجوع بحثا اور اگر غلام تاجر نے کچھ مال ہبہ کیا پھر موہوب نے اسکا عوض دیا تو دونوں میں سے ہر شخص کو پھیرلینا درست ہے کذا فی البحر وجہ اسکی یہ ہے کہ غلام اہل تبرع سے نہیں ہے پھر جب بیع بطلان ہبہ کے غلام رجوع کا مالک ہوا تو اسی طرح موہوب لہ بھی رجوع عوض پر قادر ہوگا اسواسطے کہ بناء تعویض ہبہ پر تھا جب ہبہ باطل ہوا تو تعویض بھی باطل ہوئی وکا یجوز تعویض مسلم من فضولی عن ہبتہ خمرا او خنزیرا اذ لا یصح تملیکہما من المسلم بیع اور جائز نہیں مسلمان کو شراب یا سور عوض دینا فضولی کے ہبہ سے اسواسطے کہ مسلمان کی جانب سے شراب یا سور کی تملیک صحیح نہیں کذا فی البحر یعنی اگر فضولی

کوئی چیز مسلم کو ہبہ کی سو مسلم نے جو مول اُسکے شراب یا سور نصرانی کو دیا تو جائز نہیں قونصرانی کو اپنا ہبہ پھیر لینا درست ہوگا دبشرط ان لا یکون العوض بعض الموہوب فلو عوضہ البعض عن الباقی لا یصح فلہ الرجوع فی الباقی اور یہ شرط ہی کہ عوض ہبہ کا بعض موہوب لہ نہو تو اگر بعض موہوب کو باقی موہوب کے عوض میں دے تو صحیح نہیں تو واہب کو باقی موہوب میں رجوع درست ہی وقولوا الموہوب شیئین فعوضہ احدھما عن الاخر کان کالفی عقدین صح والا لا لان اختلاف العقد کاختلاف العینین اور اگر موہوب دو چیزیں ہوں سو موہوب لہ ایک چیز کو دوسری چیز کے عوض میں دے اگر دونوں چیزیں دو عقد میں موہوب ہوئی ہوں تو عوض صحیح درست ہی اور اگر ایک عقد میں موہوب ہوں تو درست نہیں اسواسطیکہ اختلاف عقد اختلاف عین کے مانند ہی والدراہم تتعین فی ھبۃ ورجوع بحثتی اور درراہم متعین ہوجاتے ہیں ہبہ اور رجوع ہبہ میں کذافی المجتبیٰ ہم تو جب درراہم موہوبہ پر قبضہ کیا اور پھر درراہم کا مرد لا بخصمہا یا بغیر خصمہا دیا تو رجوع جائز نہ رہا اور رجوع اسوقت تک جائز ہوگا جب تک درراہم موہوبہ بعینہا قائم اور بحال ہونگے اور اگر موہوب نے انکو خرچ کر ڈالا تو یہ خرچ کرنا ہلاک مانع رجوع ہی کذافی الطحطاوی ودقیق الحنطۃ یصلح عوضا عنہا لحدوثہ بالطحن اور گیہوں کا آٹا گیہوں کے عوض ہونے کی صلاحت رکھتا ہی بسبب پیسنے کے ہم تو اسطیکہ عین موہوب یا بعض موہوب نہیں ہی کہ تعویض اسکی صحیح نہو ولذا لو صبغ بعض الثیاب ولت بعض السویق ثم عوضہ صح خانیہ اور اسی طرح اگر موہوب نے کسی کپڑے کو رنگ لیا یا تھوڑے ستو پانی میں گھولے پھر اُسکو عوض میں دیا تو صحیح ہی کذافی الخانیہ ہم ایک شخص نے دوسرے کو چار کپڑے ہبہ کیے سو موہوب نے ایک کپڑا رنگین کرکے واہب کو عوض دیا تو صحیح ہی اسی طرح موہوب نے ستو میں سے موہوب لہ کو یا دو ہم ستو گھول کر عوض دیا تو صحیح ہی اسواسطیکہ رنگت اور پانی ملنے سے موہوب میں زیادت حاصل ہوئی تو بعینہ موہوب باقی نہ رہا گویا دوسری چیز ہوگئی ولو عوضہ ولد احد جاریتین موہوبتین وجد ذلک الولد بعد الھبۃ امتنع الرجوع اور اگر دو موہوب لونڈیوں میں سے ایک لونڈی کا وہ لڑکا جو ہبہ کے بعد پیدا ہوا موہوب نے واہب کو عوض دیا تو رجوع متنع ہوگیا وصح العوض من اجنبی ویسقط حق الواھب فی الرجوع اذا قبضہ کبدل الخلع اور صحیح ہی عوض دینا اجنبی کا یعنی سے اور واہب کا حق رجوع ہبہ کا ساقط ہوجانا ہی جبکہ واہب اُسپر قبضہ کرے بدل خلع کے مانند یعنی اگر اجنبی موہوب لہ کیطرف سے عوض دے تو صحیح ہی جیسے بدل خلع اجنبی کا دینا جائز ہی دلا للتعویض بغیر اذن الموہوب لہ اور اگرچہ عوض دینا اجنبی کا بلا اذن موہوب لہ ہو مگر رجوع ولو بامرہ الا اذا قال عوضنی علی انی ضامن لعدمہ وجوب التعویض بخلاف قضاء الدین اور رجوع نہیں یعنی اجنبی موہوب لہ سے عوض کا عوض نہیں لے سکتا اگرچہ تعویض موہوب لہ کے امر سے ہو مگر جبکہ موہوب لہ اجنبی سے کہے کہ عوض ہبہ کا دے میری طرف سے بایں شرط کہ میں ضامن ہوں عدم رجوع تعویض نہ واجب ہونے کے سبب سے بخلاف ادائے دین ہم یعنی وجہ عدم رجوع اجنبی یہ ہی کہ موہوب لہ کو عوض ہبہ کا دینا واجب نہیں بخلاف ادائے دین یعنی اگر اجنبی نے مدیون کیطرف سے مدیون کے امر سے دین ادا کیا تو رجوع ثابت ہی اسواسطیکہ ادائے دین مدیون پر واجب ہی تو جب سے دین ادا کرنے کو کہا تو گویا اجنبی سے بقدر دین سے قرض لیا والاصل ان کل ما یطالب بہ الانسان بالحبس والملازمۃ یکون لامر ادائہ مثبتا للرجوع من غیر اشتراط الضمان وما لا فلا الا اذا شرط الضمان ظہیریہ اور قاعدہ کلیہ رجوع اور عدم رجوع کا یہ ہی کہ جس حق کا آدمی سے مطالبہ کیا جاسکے حبس اور ملازمت سے تو اسکے ادا کا امر کرنا رجوع کا مثبت ہی بلا اشتراط ضمان اور جو ایسا نہیں یعنی اسکا مطالبہ بالحبس و ملازمت نہیں تو اسکے ادا کا امر رجوع کا موجب نہیں مگر اسوقت جبکہ امر کرنے والا اپنے اوپر ضمان اُسکا شرط کرے کذافی الظہیریہ ہم جس دین کی ادائیگی کی ملازمت کی قید سے اور نہ دلانے والے کو قید کرنے کا اختیار ہو جیسا کہ اگرچہ آدمی پر اُسکا مطالبہ ہی لیکن حبس اور ملازمت نہیں کذافی الطحطاوی وحینئذ فلو امر المدیون رجلا بقضاء دینہ رجع علیہ وان لم یضمن لوجوبہ علیہ اور اسوقت میں یعنی جبکہ قاعدہ مذکورہ معلوم ہوا تو اگر دو شخص ایک مرد سے اپنے دین کے ادا کرنیکے واسطے کہا تو وہ مرد دونوں سے بھرلے گا اگرچہ وہ دینے کا ضامن نہوا ہو بسبب واجب ہونے دین کے مدیون پر لکن نہ رجع علی احد ہما بشیء لانہ ظہر ما لو قال انفق علی بناء داری او قال لا سیوا شتری فانہ یرجع فیہما بلا شرط رجوع کفالۃ خانیۃ مع انہ لا یطالب بہا ولا یحبس ولا بملازمتہ فتامل لیکن قاعدہ مذکورہ سے یہ صورت خارج ہوئی جاتی ہی کہ اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میرے گھر کے بنا نے پر خرچ کر یا قیدی ہے دوسرے سے کہا کہ مجھکو خرید کرکے یعنی مال دیکر مجھکو ظالم سے خلاص کرا تو ان دونوں صورتوں میں مامور کو رجوع جائز ہی بلا اشتراط رجوع کذا فی کفالۃ الخانیۃ

باوجودیکہ آدمی پر مطالبہ نہیں ہتا اور استخلاص کا حبس سے نہ لازم ہے سوا تعین تامل کرے شاید وجہ رجوع پر کہ عرف میں اسکا ضمان لازم ہوتا ہے اور شارح نے بلفظ قال اشارہ کیا کہ وجہ استثنا میں نظر ہے کذا فی الطحطاوی وان استحق نصف الھبۃ رجع بنصف العوض اور اگر نصف ہبہ مستحق ملک غیر نکلا تو موہوب لہ نصف عوض پھیرے اسم جو ہرہ میں ہے کہ رجوع نصف عوض اسوقت ہے جبکہ موہوب محتمل القسمہ ہو اور اگر محتمل القسمہ نہ ہو تو بعض کے استحقاق سے باقی میں ہبہ باطل ہوگا تو تمام عوض پھیرے کذا فی الطحطاوی وعکسہ کما مر یرد ما بقی کانہ یصلح عوضا ابتداء فلذا لکنہ یتخیر لیسلم العوض اور بالعکس اسکے یعنی جبکہ نصف عوض مستحق ہو تو نصف ہبہ میں رجوع نہیں جبتک کہ مابقی عوض کو نہ پھیرے اسواسطیکہ مابقی عوض ہونے کے رکھتا ہے ابتداء تعویض میں سو اسطرح اسکی صلاحیت بقا میں بھی رکھتا ہے لیکن وہ مختار ہوگا تا عوض سلامت رکھے طحطاوی نے کہا بہتر یہ تھا کہ شارح یوں کہتا لکنہ تخیر لعدم سلامۃ العوض یعنی درصورت استحقاق بعض عوض واہب کو اختیار رہوگا قبول اور عدم قبول عوض میں بسبب سلامت نہ عوض کے ومراد العوض المشروط فان المشروط نصا او دلالۃ کما سیجئ تبوزع البدل علی المبدل نہایہ اور مصنف رح کی مراد عوض سے وہ عوض ہے جو غیر شروط ہے عقد ہبہ میں سو اگر عوض مشروط ہو تو وہ مبادلہ ہے یعنے درحقیقت وہ بیع ہے چنانچہ آگے کذا کور ہوگا تو عوض مشروط کے استحقاق میں مبدل کی تقسیم ہوگی مبسوط برکذانی النہایہ کما لو استحق کل العوض حیث یرجع فی کلیھا اذا کانت قائمۃ لا ان کانت ھالکۃ چنانچہ اگر تمام عوض مستحق ہو تو واہب تمام ہبہ میں رجوع کرے جبکہ ہبہ قائم ہو اور اگر ہبہ ہالک ہو تو رجوع نہیں یعنی اسواسطیکہ ہلاک ہبہ مانع رجوع ہے کما لو استحق العوض وقد زادت الھبۃ لم یرجع خلاصہ چنانچہ اگر عوض مستحق ہو اور حالانکہ ہبہ میں زیادت ہوگئی تو رجوع نکرے کذانی الخلاصۃ یعنی اسواسطیکہ زیادت مانع رجوع ہے وان استحق جمیع الھبۃ کان لہ ان یرجع فی جمیع العوض ان کان قائما وبمثلہ ان العوض ھالکا وھو مثلی وبقیمتہ ان قیمیا غایۃ اور اگر تمام مستحق ہو تو موہوب لہ کو جائز ہے کہ تمام عوض پھیرے اگر ہبہ موجود ہو اور عوض کا مثل پھیرے اگر عوض ہالک ہو بشرطیکہ عوض مثلی ہو یعنی وزنی ہو یا کیلی ہو اور عوض کی قیمت پھیرے اگر عوض قیمی ہو والا موکذانی الغایۃ ولو عوض النصف رجع بما لم یعوض ولا یضر الشیوع کما لو طاہرہ ہے اور اگر نصف ہبہ کا عوض لے تو واہب نصف غیر معوض میں رجوع کرے اور شیوع یعنے وہ شیوع جو کہ رجوع فی النصف سے حاصل ہوا ہے وہ مضر نہیں کما مر یعنی وہ شیوع عطاری ہے

تنبیہ یہ آگاہ کرنا ہے شارح کی جانب سے مضمون آئندہ پر یعنی فی المجتبی انہ یشترط فی العوض ان یکون مشروطا فی عقد الھبۃ اما اذا اعوضہ بعد ذلک ولم یکن مشروطا فی العقد لم یصح بہ غیرہ ورجوع فی الھبۃ وھو المذھب مطلقۃ کما مر قبیل باب الرجوع فی الھبۃ اور مجتبی میں منقول ہے کہ عوض ہبہ میں یہ شرط ہے کہ عقد ہبہ میں عوض مشروط ہو اور اگر بعد عقد کے عوض دیا تو وہ مانع رجوع کا نہیں ہوتا ہے اور میں نے وہ شخص نہیں دیکھا جسنے اس شرط کی تصریح کی ہو سوا صاحب مجتبی کے اور مسائل جزئیہ نہ ہے بلا تقید وہ کو کہ ہیں چنانچہ مذکور ہو چکے سو غور کرو اہم منجملہ مسائل مذکورہ ایک یہ ہے کہ گیہوں کا آٹا گیہوں کا عوض ہو سکتا ہے یعنی اور آٹا نہیں ہوتا مگر بعد گیہوں کے اور از انجملہ وہ موہوب لونڈیوں سے ایک لونڈی کا وہ بیٹا جو پیدا ہوا بعد ہبہ کے عوض مانع رجوع ہوتا ہے کذانی المنح والخاء خروج الھبۃ عن ملک الموھوب لہ اور سقاء جمعہ سے مراد ہبہ کا خروج ہے موہوب لہ کی ملک سے یعنے خروج بھی مانع ہے رجوع کما لو بنیۃ الا اذا رجع الثانی فلا وان الرجوع سواء کان بقضاء او رضی لما سیجئ ان الرجوع فسخ حتی لو عادت بسبب جدید بان تصدق بھا الثالث علی الثانی او باعھا معہ لم یرجع الاول خروج عن الملک مانع ہے رجوع کا اگرچہ خروج ہبہ کے سبب سے ہو مگر جبکہ واہب ثانی رجوع کرے تو واہب اول کو بھی رجوع جائز ہے خواہ رجوع حاکم کے حکم سے ہو یا رضامندی سے اسواسطیکہ آگے آویگا کہ رجوع عبارت ہے فسخ ہبہ سے یعنی اور فسخ نہیں ہوتا مگر مقتضایات سے تو اگر ہبہ عود کرے جدید سبب سے اسطرح کہ واہب ثانی ہبہ کو واہب ثالث پر تصدق کرے یا اسکو اسکے ہاتھ بیچ کرے تو واہب اول رجوع نکریگا ولو باع نصفہ رجع فی الباقی لعدم المانع اور اگر موہوب لہ نے نصف موہوب کی بیع کی تو واہب نصف باقی میں رجوع کرے بواسطہ عدم مانع یعنی مانع رجوع فقط نصف بیع میں حاصل ہوا ہے نہ نصف باقی میں وقید الخروج بقولہ بالکلیۃ بان یکون خروجا عن ملکہ من کل وجہ ثم فرع علیہ بقولہ اور مصنف رح نے خروج میں بالکلیہ کی قید لگائی یا بین معنے کہ موہوب لہ کی ملک سے خروج موہوبہ جسطرح سے پھر اسپر تفریع کی بقول آئندہ فلو صحح الموھوب لہ بالشاۃ الموھوبۃ او تلف او تصدق بھا وصارت لحما لا یمنع الرجوع تو اگر موہوب لہ نے وہ موہوبہ قربانی کیا یا اسکے خیرات کرنے کی نذر مانی اور وہ بہ حلال کرنے سے گوشت ہوگیا تو مانع رجوع کا نہیں ہم اسواسطیکہ قربانی کا

گوشت ملک میں داخل رہتا ہے تو فرع عن المالک ثابت نہوا کہ مانع ہونا رجوع سے فتاوی عالمگیری میں محیط سے منقول ہے کہ فرمانی مذکورہ اور متعلوا ہوجاتا ہے محمد رح کے نزدیک اور ابو یوسف رح کے نزدیک جبر جائز نہیں اور یہی صحیح ہے کہ امام رح کا قول محمد رح کے قول کے مانند ہے و مثلہ المتعۃ والقرآن والتمتع والقران اور قربانی کے مانند متعہ اور قران اور مذہ کذا فی المجتبی ہم طحطاوی نے کہا شاید کہ مذہ سے خارج کے کلام میں مذہ مطلق مراد ہے تو مذہ سے تکرار ثابت نہوئی وفی المنہاج وان وھب لہ ثوبا فعوضہ صدقۃ اللہ تعالی علیہ رجوع فی ذلک فانہا للثانی اور منہاج میں ہے کہ اگر اسکو کپڑا ہبہ کیا سو موہوب نے اسکو خیرات کیا اللہ تعالی کیواسطے تو واہب کو رجوع جائز ہے بخلاف ہبہ بیا بو یوسف رح ہم جب تک فقیر نے خیرات نہیں پائی تب تک رجوع درست ہے کذا فی الطحطاوی کما قدمنا عن غیر واحد فلذا لو رجع انتفاعا بہا اگر واہب موہوب کو زندہ کیا بدون قربانی کرنے کے تو بھی کو رجوع جائز ہے باتفاق طرفین اور ابو یوسف رح کے فرع مسئلہ شارح کا عبد علیہ دین او جنایۃ خطأ فوھبہ مولاہ فدفعہ والی الجنایۃ سقط الدین والجنایۃ ثم تولی رجع ہم استحسانا فاذا لا یعود الدین والجنایۃ عند محمد رح وبہا یتبین الامام کما لا یعود النکاح لو وھبہا المولی وجاء ہ حج خانہ ایک غلام ہے جسپر جرم یا جنایت خطا ہے پھر اسکے مالک نے اسکے دین والے یا ولی جنایت کو ہبہ کر دیا تو دین اور جنایت ساقط ہوگئی پھر اگر واہب رجوع فی الہبہ کرے تو استحسان کی راہ سے صحیح ہوگا اور دین اور جنایت محمد رح کے نزدیک عود نہ کریگی یا اور امام کی ایک روایت میں جیسے نکاح عود نہیں کرتا اگر اسکا نے لونڈی ہبہ کر دی اسکے شوہر کو پھر اسنے ہبہ کیا کذا فی الخانیہ والمتاء الزوجۃ دفعت الھبۃ اور زوجہ بیع سے زوجیت ساقط ہوجاتی ہے مراد وھب لا مولاہ تو نکاح باقی رہا جم تو اگر ایک عورت کو ہبہ کیا پھر اسنے نکاح کیا تو رجوع کرے یعنی اسوا سطے کہ یہ کیونکر زوجیت نہ تھی وھب لا مولاہ لا لعکسہ انتہی اور اگر اپنی عورت کو ہبہ کیا تو رجوع نہ کرے جیسے بالعکس اسکے انتہی یعنی اگر واہب عورت ہو اور ایک مرد کو ہبہ کرے پھر اسسے نکاح کرے تو رجوع جائز ہے اور اگر اپنے زوج کو ہبہ کرے تو رجوع درست نہیں فرع مسئلہ متن شارح کا تقیہ ھبۃ المولاۃ لا ولدہا ولو فی مرضہ وکذا تنقلب وصیۃ او لا یدین للصحۃ اما لو وصی لہا بعد موتہم تقع لعینہا بموتہم فیسلمہا لہا کما فی صحیح ہمسکر اسوا کے اہم نہ کو اگرچہ اسکی مرض الموت میں ہو اور یہ ہبہ مثل کردصیت نہوجائیگا اسواسطے کہ مجور کو کچھ تصرف نہیں اور اگر ہم والد نے اسواسطے وصیت کر جائے اپنی موت کے بعد یعنی یوں نہ کہ میری موت کے بعد اہم ولد کو اسکا دینا تو وصیت صحیح ہوگی یہ بسبب اسکے آزاد ہوجانے کے مولی کی موت سے تو اہم ولد کا قبض کرا دینا کذا فی الکافی ہم اہم ولد کو ہبہ کرنا اسواسطے صحیح نہوا کہ شرائط ہبہ سے قبض موہوب ہی اور وہ قبض کی لیاقت نہیں رکھتی بہ سبب مجور التصرف ہونے کے والفاظ القرابۃ ما ورد ھب لذی رحم محرم منہ نسبا او خرجا او مستاما لا یرجع شخص اور فاقد مراد قرابت ارحم محرم نسبی کو اگرچہ موہوب لہ ذمی یا مستامن ہو تو رجوع نہ کریگا کذا فی التبیین ہم محرم اسکو کہتے ہیں جسسے نکاح حرام ہو محرم نسبی کی قید سے محرم رضاعی خارج ہوگیا تو مانع رجوع قرابت مع المحرمیۃ ہوئی فقط قرابت اور نہ فقط محرمیت وھو ھب لمحرم بالارحام کاخیہ رضاعا او لابن عمہ ولمحرم بالمصاہرۃ کاموات النساء والد ناشف ولعمہ وھو عبد کاصہ او لعبد اخیہ رحم اور اگر واہب ہبہ کیا اس محرم کو جس سے قرابت نہیں جیسا اپنے رضاعی بھائی کو اگرچہ اسکے چچا کا بیٹا ہو اور ہبہ کیا سسرالی محرم کو جیسا اپنے خوشدامن اور داماد کو اور ہبہ کیا اپنے نسبی بھائی کو اور حالانکہ وہ اپنی شخص کا غلام ہے بہ کیا اپنے بھائی کے غلام کو تو رجوع کر سکتا ہے من عم کے لفظ سے متن پر مبالغہ کرنا صحیح نہیں اسواسطے کہ ابن عم قرابت امری ہے تو اسکو جدا مسئلہ قرار دینا بہتر تھا اور رضاعی بن رحم کا یہ مذہب ہے کہ غلام بھائی کے ہبہ میں رجوع جائز ہے اور بھائی کے غلام کے ہبہ میں رجوع جائز نہیں کذا فی الطحطاوی ولو کانا ای العبد وھو کالا خ رجع محرم من الواھب فلا رجوع فیہا انتفاعا علی الاصح لان الھبۃ لا تبقی مدۃ فعت فتمتنع الرجوع جم اور اگر دونوں یعنی غلام اور اسکا مالک رہے محرم قرابت رہوں تو رجوع جائز نہیں باتفاق امام رح اور صاحبین رح کے بنا بر قول صحیح تو اسواسطے کہ دونوں شخصوں میں سے جس شخص کیواسطے ہبہ واقع ہو وہ مانع ہے رجوع فی الہبہ کا کذا فی البحر محرم غلام اور مولی کی قرابت مع المحرمیۃ کی یہ صورت ہے کہ واہب کا سوتیلا بھائی اسکے مادری بھائی کا غلام ہو کذا فی الطحطاوی عن المبسوط فرع مسئلہ متن شارح کا وھب لاحیہ ولجنبی عما بقسم فقبضا کان لہ الرجوع فی حظ الاجنبی لعدم المانع در اپنے بھائی اور اجنبی کو وہ چیز ہبہ کی جو قسمت پذیر نہیں چنانچہ بیان ہوا پھر سودونوں نے اسپر قبضہ کیا تو واہب کو اجنبی کے حصے میں رجوع جائز ہے بسبب نہ ہونے مانع کے کذا فی الرد والہاء ھلاک

العین الموھوبۃ اور ہاں ہوسے عین موہوب کا ہلاک ہونا مراد ہے ہم ہلاک سے تلف ہوجانا عین کا یا اسکے عائمہ منافع کا تلف ہونا مراد ہے باوجود تلف کے تو یہ گمان کرتا نہ چاہئے کہ خرج عن الملک مغنی ہے ہلاکت سے تو اگر تلوار یہ کی سو موہوب لہ نے توڑ کر اسکی چھری یا دوسری تلوار بنائی تو رجوع جائز نہوگا بخلاف شاۃ مذبوحہ کذا فی الطحطاوی عن الملکی ولو ادعاہ ای الھلاک صدق بلا حلف لانہ ینکر الرد اور اگر موہوب لہ موہوب کے تلف ہوجانے کا دعوی کرے تو اسکی تصدیق ہوگی بدون قسم کے اسواسطے کہ وہ منکر ہے ہبہ پھیر دینے کا فان قال الواھب ھی ھذہ العین حلف المنکر انھا لیست ھذہ خلاصہ پھر اگر واہب کہے کہ وہ یعنی یہ ہی چیز ہے تو منکر یوں قسم کھائے کہ یہ چیز نہیں ہے کذا فی الخلاصۃ کما یحلف اذا ادعی ملکا لیس باحیاء اذا ادعی ملکا لاجل ذلک لانہ یدعی مسبب السبب کالنسب خلیفہ جیسے واہب یوں قسم کھائے کہ موہوب لہ اسکا بھائی نہیں جبکہ بھائی دعوی کرے بھائی ہونے کا اسواسطے کہ موہوب لہ مدعی ہے مسبب کا نہ سبب کا کذا فی الخانیہ ہم یعنی جب واہب رجوع فی الہبہ کا ارادہ کرے اور موہوب لہ کہے کہ میں تیرا بھائی ہوں تو واہب پر نفی اخوت کی قسم آویگی اور قسم درحقیقت نسب کے مسبب یعنے مال پر ہے نہ نسب پر نہ ان مال کی اثبات مقصود ہی نہ نسب کا اور اگر مقصود نسب ہوتا تو ہمیں قسم جاری نہوتی امام کے قول پر کذا فی الطحطاوی ملخصا ویتحری الرجوع لا یقرا ضیھما او یحکم الحاکم للاختلاف فیہ اور صحیح نہیں رجوع یعنی ہبہ کا پھیر لینا مگر دونوں کی رضامندی یا حاکم کے حکم سے بسبب اختلاف ہونیکے رجوع میں ہم بعض محققین کے نزدیک رجوع فی الہبہ جائز نہیں پھر جب ہمیں اختلاف ہوا تو رجوع کا حکم ثابت نہوگا مگر رضامندی طرفین سے یا حاکم کے حکم سے تو اگر واہب ہبہ کرکے پھیر لیگا بلا رضامندی موہوب لہ یا حاکم کے تو یہ غصب ہوگا تو اگر اب موہوب تلف ہوگا واہب کے پاس تو واہب اسکی قیمت کا تاوان دیگا موہوب لہ کو فیضمن بمنعہ بعد اقتضاء لا قبلہ تو موہوب لہ بعد حکم حاکم موہوب کے تاوان دیگا نہ قبل از حکم حاکم ہم جبکہ حاکم حکم کرے استرداد کا یا فسخ ہبہ پر رضامند نہو تو موہوب لہ کی ملک موہوب میں ثابت ہی تو اسکا تصرف اسکی بیع اور عتق میں نافذ ہے اگرچہ بعد مرافعہ الی الحاکم ہو اور بسطریح اگر حاکم موہوب لہ کو منع کرے اور موہوب اسکے پاس تلف ہوجائے تو اسپر تاوان نہیں کیونکہ اسکی ملک ہنوز قائم ہے اور اسی طرح اگر بعد حکم حاکم قبل منع تلف ہو تو تاوان نہیں اور اگر بعد حکم منع کرے تو تاوان لازم ہوگا بسبب اسکی تعدی کے کذا فی المنح واذا رجع احدھما بقضاء او رضی کان فسخا لعقد الھبۃ من الاصل واعادۃ الملک القدیم کالصیغۃ للواھب اور جبکہ رجوع کیا متعاقدین میں سے ایک شخص نے حکم حاکم یا رضامندی سے تو یہ رجوع عقد ہبہ کا فسخ ہوگا اصل سے اور اعادہ ہوگا واہب کی ملک قدیم کا نہ ہبہ اسطے واہب کے ہم اور اگر موہوب لہ واہب کے ہبہ کرے قبل قضا یا رضا کے اور وہ قبول کرے تو مالک ہوگا بدون قبض کے اور جبکہ قبض کریگا تو بمنزلہ رجوع کے ہوگا قضا یا رضا سے اور موہوب لہ کو ہمیں رجوع کرنا جائز نہوگا کذا فی الطحطاوی عن البدائع فلھذا لا یشترط فیہ قبض الواھب صم الرجوع فی الشائع وان کان ھبۃ لما صح فیہ اور چونکہ رجوع بقضا یا رضا اعادہ ملک واہب ہے نہ ہبہ ہوگا موہوب کا اسواسطے شرط نہیں رجوع میں قبض کرنا واہب کا اور رجوع صحیح ہے بعض شائع میں اور اگر رجوع ہبہ ہوتا تو شائع میں صحیح نہوتا یعنے اسواسطے کہ شائع کا ہبہ صحیح نہیں کما تقدم وللواھب ردہ علی بائعہ مطلقا بقضاء او رضی اور واہب کو جائز ہے پھیر دینا موہوب کا اسکے بائع کو ہر طرح خواہ رجوع بقضا ہو خواہ برضا ہم یعنے واہب نے ایک چیز خریدی پھر وہی چیز دوسرے شخص کو ہبہ کی پھر حکم قاضی یا بتراضی رجوع فی الہبہ واقع ہوا پھر موہوب کے عیب قدیمی پر اطلاع واقع ہوئی تو بہ سبب عیب کے اسکا پھیر دینا جائز ہے لما فی الرد بالعیب بعد القبض بعد قضاء او خلاف رد بالعیب کے بعد قبض بدون قضا کے ہم یعنی اگر ایک چیز خریدی پھر اسکی بیع کی پھر مشتری ثانی نے اسکو بواسطہ عیب قدیم کے مشتری اول کو پھیر دیا تو اگر پھیر دینا حاکم کے حکم سے ہو تو یہ فسخ ہی عقد بیع کا تو مشتری اول کو بھی حق رد اپنے بائع پر ثابت ہوگا اور اگر متعاقدین کی رضامندی سے رد واقع ہوا ہو تو مشتری اول اسکو نہیں پھیر سکتا کیونکہ وہ بمنزلہ بیع جدید کے ہے کذا فی الطحطاوی لان حق المشتری فی وصف السلامۃ لا فی الفسخ فاختص قرارہ بالعیب فقط رضا بلا قضاء اسواسطے جائز ہوا کہ مشتری کا حق سلامت مبیع کے وصف میں ہے نہ فسخ میں تو بیع اور ہبہ کا افتراق ثابت ہوگیا ہم چونکہ حق مشتری سلامت مبیع میں ہے لہذا اگر مبیع کا زائل ہوجانے تو پھیر دینا متنع ہوگا کیونکہ اسکا حق اسکو مل گیا اور درصورت عدم سلامت مبیع مشتری پھیر لے گا اور اس سے فسخ بیع ضرورۃ لازم ہوگا بخلاف عقد ہبہ کہ اسمیں فسخ کا حق واہب کو ثابت ہے کیونکہ یہ عقد غیر لازم ہے تو درصورت رجوع عین ملک اسکی طرف عائد ہوگی نہ یہ بعیدا گانہ تو افتراق بیع اور ہبہ کا ظاہر ہوگیا

کذا فی الشلبی فحصل تمام مرادھم بالفصل من غیر حاجۃ الی ان لا یترتب علی العقد اثرہ اصلا والا لعاد المنفصل الی ملک الواھب برجوعہ فصولین بعمادی کرنا چاہئے کہ فسخ من الاصل سے یہ ہے کہ عقد ہبہ پر کوئی اثر زمان مستقبل میں نہ مترتب ہو نہ باطل ہونا ہبہ کے اثر کا بالکل فی زمان ماضی میں بھی اور اگر بالکل بطلان اثر ہوتا ماضی میں تو زیادت منفصل ملک واہب کی طرف عود کرتی واہب کے رجوع فی الہبہ سے کذا فی الفصولین ھم زوائد منفصلہ جیسے لونڈی موہوبہ کا بچہ اور درخت کا پھل اور دیت مملوک جو موہوب لہ کے پاس موجود ہوئی اور حالانکہ واہب کو بعد رجوع کے زوائد مذکورہ کا لینا نہیں ہو پہنچتا تو معلوم ہوا کہ فسخ سے بالکل بطلان اثر مراد نہیں انتقی الواھب والموھوب لہ علی الرجوع فی موضع لا یصح رجوعہ من المواضع السبعۃ السابقۃ کالھبۃ لقرابتہ جاز ھذا الاتفاق منھما جوہرہ واہب اور موہوب لہ نے رجوع پر اتفاق کیا اس موضع میں جس میں رجوع صحیح نہیں منجملہ مواضع سبعہ سابقہ کے جیسا کہ ہبہ واہب کی قرابت میں تو ان دونوں کا اتفاق جائز ہے کذا فی الجواہرہ وفی المجتبیٰ لا یجوز الاقالۃ فی الھبۃ والصدقۃ فی المحارم الا بالقبض لانھا صلۃ اور مجتبیٰ میں ہے کہ جائز نہیں اقالہ ہبہ اور محارم کے صدقہ میں بدون قبض کے اسواسطے کہ اقالہ یہاں ہبہ ہے ثم قال وکل شیء یفسخ الحاکم اذا اختصما الیہ فھذا حکمہ پھر صاحب مجتبیٰ نے کہا اور جس چیز کے عقد کو حاکم فسخ کر ڈالے جبکہ متعاقدین حاکم کے پاس جھگڑا لیجاویں تو اسکا یہی حکم ہے یعنی درصورت نالش جو عقد کہ لائق فسخ حاکم ہے اسمیں اقالہ کرنا نافع نہیں بدون قبض کے کذا فی الطحطاوی بتصرف ولو وھب الدین لطفل المدیون لم یجز الا ان یقبض ہو اگر طفل مدیون کو دین ہبہ کرے تو جائز نہیں اسواسطے کہ دین غیر مقبوض ہے رد فی الدر وقضی ببطلان الرجوع لمانع ثم زال المانع عاد الرجوع اور دُرر میں ہے حاکم نے حکم کیا بطلان رجوع کا بسبب کسی مانع رجوع کے پھر وہ مانع زائل ہوگیا تو رجوع عود کریگا ہم زوجیت اور قرابت اور ہلاک عین اور موت اور عوض میں تو یہ نہیں ہو سکتا مگر خروج عن الملک میں ہو سکتا ہے جبکہ موہوبہ کے پاس وہ چیز پھر آوے کذا فی الطحطاوی تلفت العین الموھوبۃ واستحقھا مستحق وضمن المستحق الموھوب لم یرجع علی الواھب بما ضمن لانھا عقد تبرع فلا یستحق فیہ السلامۃ چیز موہوب تلف ہوگئی اور اسکا کوئی اور شخص حقدار مالک ٹھہرا اور حقدار نے موہوب سے تاوان لیا تو موہوب لہ واہب سے تاوان نہ پھر لیگا اسواسطے کہ ہبہ احسان کا عقد ہے نہ معاوضہ کا تو اسمیں سلامت موہوب مستحق نہیں ہے ہم ہبہ کی قید اسواسطے لگائی کہ معاوضات کے عقود میں تاوان دینے سے خرید یعنی فریب بائع وغیرہ کا ثابت ہوگا تو مشتری کو اپنے بائع سے رجوع بقدر ضمان جائز ہوگا اور اسی طرح ودیعت اور اجارے میں جبکہ ودیعت یا عین مستاجرہ تلف ہوجائے پھر ایک مرد اسکا مستحق ثابت ہوا اور مودع اور مستاجر سے تاوان لے تو دونوں شخص دافع سے تاوان بھر لینگے کذا فی الطحطاوی والاعارۃ کالھبۃ ھنا لان قبض المستعیر کان لنفسہ وکالغرور لعدم العقد وتمامہ فی الھدایۃ اور عاریت دینا جیسے مانند ہے اس مقام میں اسواسطے کہ قبض کرنا مستعیر کا عاریت پر اپنی ذات کیواسطے ہے اور یہاں غرور نہیں بسبب نہ ہونے عقد کے اور رہا بیان اسکا ہدایہ میں ہے ہم عقد نہیں یعنے عقد معاوضہ نہیں والا عاریت اور ہبہ میں عقد ضرور ہے خلاصہ مقام یہ ہے کہ اگر عاریت تلف ہوجاوے اور اسکا کوئی اور مالک نکلے سوائے معیر کے اور مالک مستعیر سے تاوان بھرلے تو مستعیر اُس تاوان کو معیر سے نہیں لے سکتا واذا وقعت الھبۃ بشرط العوض العین فی ھبۃ ابتداء فیشترط التقابض فی العوضین ویبطل العوض بالشیوع فیما یقسم بیع انتھاء فترد بالعیب وخیار الرویۃ ویؤخذ بالشفعۃ ھذا اذا قال وھبتک علی ان تبیعنی کذا اما لو قال وھبتک بکذا فھو بیع ابتداء وانتھاء اور جبکہ ہبہ واقع ہو بشرط عوض معین کے تو وہ باعتبار ابتدا کے ہبہ ہے تو دونوں عوضوں میں تقابض شرط ہوگا اور محتمل القسمۃ میں شائع ہونے سے عوض باطل ہوگا اور ہبہ بشرط عوض بیع ہے باعتبار انتہا کے تو ہبہ عیب اور خیار الرویۃ سے پھر دیا جائیگا اور شفعہ سے لیا جائیگا یہ اُس صورت میں ہے جبکہ واہب یوں کہے کہ میں نے تجھکو ہبہ کیا اس شرط پر کہ تو مجھکو فلانی چیز عوض دے اور اگر یوں کہے گا کہ میں نے تجھکو ہبہ کیا بمقابلہ اُسکے تو وہ بیع ہے باعتبار ابتدا کے بھی اور باعتبار انتہا کے بھی ہم رد بالعیب عوض اور معوض دونوں میں ہوگا اور اسی طرح خیار الرویۃ اور شفعہ دونوں میں ثابت ہے اور جبکہ باعتبار ابتدا اور انتہا کے ہبہ بیع ہوگا تو دونوں کی ملک اپنے حق میں ثابت ہوگی اور امتناع تسلیم جائز نہ ہوگا اور قبض شرط نہ ہوگا اور شیوع مضر نہ ہوگا کذا فی الطحطاوی وقید العوض بکونہ معینا لانہ لو کان مجھولا بطل اشتراطہ فیکون

هبةً ابتداءً وانتهاءً اور عوض میں معتبر ہونے کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر عوض مجہول ہوگا تو عوض کا شرط کرنا باطل ہوگا تو در صورت جہالت عوض ابتداء اور انتہاء کے دونوں اعتبار سے معوض ہبہ ہوگا تبیین **فرع** مسئلہ لهذا شارح گاہ گاہ قال وقف رضا شرط استبدال له بلا شرط عوض لم یجز وان شرط کان کبیع ذکره الناصحی واقتضاه اس وقف کی زمین بلا شرط عوض ہبہ کی جسکا استبدال شروط تھا تو جائز نہیں اور اگر استبدال اسکا مشروط تھا بعوض ہبہ کے تو بمنزلہ بیع کے ہوگی ناصحی نے اسکو ذکر کیا ہے وفی البحر واجاز محمد هبة مال طفله بشرط عوض مساو ومنعاه قلت فيحتاج على قولهما الى الفرق بين الوقف ومال الصغير اور مجمع میں ہے اور جائز کہا ہے محمد بن حسن رح نے ہبہ کرنا اپنے طفل کا مال بشرط اس عوض کے جو قیمت میں برابر ہو ہبہ کے اور شیخین رح نے اسکو منع کیا ہے میں کہتا ہوں تو شیخین رح کے قول پر وقف اور مال صغیر کے درمیان میں فرق بیان کرنے کی حاجت ہوگی ہم یعنی وقف شروط الاستبدال کا ہبہ بشرط عوض شیخین کے نزدیک جائز ہے اور ہمارے طفل بشرط عوض جائز نہیں تو دونوں میں فرق بیان کرنا چاہیئے طحطاوی خیر الدین رملی سے یوں فرق مذکور کیا ہے کہ جب اتفق استبدال مشروطا اور وہ حاصل ہوتا ہو ہر ایک صورت سے تو ہبہ بشرط عوض غیر طفل ہے وہ اتفق کی شرطین کے خلاف ہے لہذا باعتبار اجتماع اور احسان کے وہ ممنوع ہے طفل کے مال میں احسان کرنے سے مطلقاً

فصل فی مسائل متفرقة

یہ فصل ہبہ کے مسائل متفرقہ میں وَهَبَ اَمَةً اِلَّا حملها او على ان يردها عليه او يعتقها او يستولدها او وهب دارا على ان يردّ عليه شيئا منها او معينا كثلث الدار او ربعها او على ان يعوض في الهبة او الصدقة شيئا عنها صحت الهبة وبطل الاستثناء في الصورة الاولى وبطل الشرط في الصور الباقية لانه بعض او مجهول والهبة لا تبطل بالشرط الا لو مدبرة هبة کی سوا اسکے حمل کے ہبہ کی اس شرط پر کہ لونڈی واہب کو بھیج دے یا موہوب اسکو آزاد کرے یا اسکو اپنی حرم بنائے یا گھر ہبہ کیا اس شرط پر کہ گھر میں سے کچھ واہب کو بھیج دے اگر بعض معین ہو جیسا کہ تہائی گھر یا جو تہائی یا اس شرط پر ہبہ کیا کہ ہبہ اور صدقہ میں سے کچھ عوض دے تو ہبہ صحیح ہے اور پہلی صورت میں استثناء حمل باطل ہے اور باقی صورتوں میں شرط باطل ہے اسواسطے کہ شرط بعض موہوب ہے یا مجہول ہے اور ہبہ باطل نہیں ہوتا شروط سے ہم مجہول ہونا پچھلی دو صورتوں میں ظاہر ہے نہ صورت ثانیہ اور ثالثہ اور رابعہ میں تو ہدایہ کی تعلیل بہتر ہے کہ یہ شروط مقتضائے عقد کے مخالف ہیں تو فاسد ہوئیں اور ہبہ باطل نہیں ہوتا شروط فاسدہ سے وكل ما نافى مقتضى العقد او جهل ما هو من شرائطه فسد به البيع والا لا كما في السراج یعنی ہر وہ شرط جو مخالف ہو مقتضائے عقد کے یا جہالت پیدا کرے مبیع میں جو منافی ہو شرائط قبض کا تو شرط اسکی مفسد ہوتی ہے چنانچہ ہبہ اور رہن کذا فی الطحطاوی اعتق حمل امته ثم وهبها صح وكذا لو دبرها ثم وهبها لم يصح لبقاء الحمل على ملكه فكان مشغولا به بخلاف ما لو قال لاجنبي اعتق حملها حيث يصح ويكون هبة لانه لا شغل لاجنبي بملك غيره اپنی لونڈی کا حمل آزاد کیا پھر لونڈی ہبہ کی تو صحیح ہے اور اگر حمل کو مدبر کیا پھر لونڈی ہبہ کی تو صحیح نہیں بسبب باقی رہنے حمل کے واہب کی ملک پر تو موہوب مشغول بحمل ہوا یعنے اور شرط ہبہ یہ ہے کہ موہوب مشغول نہو واہب کی ملک سے بخلاف اول کے یعنی در صورت عتق حمل واہب کی ملک پر نہیں باقی نہ رہا تو موہوب مشغول بملک واہب نہ رہا کما لا یصح تعليق الابراء عن الدين بشرط محض كقوله لمديونه اذا جاء غد او ان مت فبرئ من الدين وان مت من مرضي هذا او من سفري فمت فيه او في حال من مهري فهو باطل لانه محض مخاطرة وتعليق جیسے صحیح نہیں تعلیق ابراء دین کی شرط محض سے چنانچہ صاحب دین کا یوں کہنا اپنے مدیون سے کہ جب کل کا دن آوے یا تو مرجاوے تو بری الذمہ ہے دین سے یا زوجہ کا یوں کہنا اپنے زوج سے اگر تو مرجائے اپنے اس مرض سے یا میں مرجاؤں اپنے اس مرض سے تو تو بری ہے میرے پاک ہے خاوند نہیں تو وہ باطل ہے کیونکہ وہ مخاطرہ اور تعلیق ہے ہم محی غد میں مخاطرہ نہیں مگر جب محی غد کو بقاء دین کے ساتھ ملاحظہ کیجئے کذا فی الطحطاوی الا بشرط كان ليكون تفويضا كقوله لمديونه ان كان لي عليك دين فانت منه صح تعليق ابراء كي شرط محض صحیح نہیں مگر شرط موجود تعلیق صحیح ہے تا کہ تعلیق تفویض ہو جیسا کہ اپنے مدیون سے یوں کہنا کہ اگر میرا دین تجھ پر ہو تو میں نے تجھکو بری الذمہ کر دیا صحیح ہے وكذا ان مت فبرئ منه او في حل جاز وكان وصية خانية اور اسی طرح یہ تعلیل کہ اگر میں مرجاؤں تو تو اس سے بری الذمہ ہے یا تو دین سے پاک ہے خاوند نہیں اور یہ قول وصیت ہوگا کذا فی الخانیہ هم فرع مخصوص مشار الیہ سے مرنا

یقینی نہیں لہذا شارح نے اسکو دہان مخاطرہ کہا اور مطلق موت یعنی الوجود ہی لہذا اسکو بیان دمیت کہا جاز العمری المعلق لہ ولورثتہ بعد لہ بالشرط ہبہ بطریق عمری جائز ہوا اور موہوب اسکا مملوک ہوجسکو مدت العمر کیواسطے اور بعد اسکے اسکے وارث کا مملوک کردیا بسبب باطل ہونے رد کی شرط کے ہم عمری یعنی اول یہ ہو کہ ایک شخص مثلاً اپنا گھر دوسرے کو دے کہ وہ عمر بھر اسمیں رہے پھر جب موہوب لہ مرجاے تو واہب یا اسکا وارث اسکو پھیر لے سو اسطرح کے دینے سے موہوب لہ اور اسکے ورثہ مالک ہوجاتے ہیں اور پھیر لینے کی شرط باطل ہے کما تجوز الرقبی لانہا تعلیق ما یخطر رقبہ جائز نہیں کیونکہ تعلیق ہو خطر پر ہم رقبی یعنی یہ کہ میرا گھر تیرا ہے بطریق رقبی یعنی اگر میں مرجاؤں تجھسے پہلے تو وہ گھر تیرا ہے اور اگر تو مرے مجھسے پہلے تو وہ میرا ہے امام رح اور محمد رح کا یہ قول ہے کہ یہ ہبہ جائز نہیں بسبب تعلیق بالخطر کے اور ابو یوسف رح کا یہ قول ہے کہ ہبہ بطریق رقبی صحیح ہے کیونکہ فی الحال تملیک ہے اور شرط باطل ہے اور پہلا قول صحیح ہے کذا فی الطحطاوی عن الضمرات واذا لم تقصد تکون عاریۃ کما فی شمنی لحدیث احمد وغیرہ من اعمر عمری فہی لمعمرہ فی حیاتہ وموتہ لا ترقبوا من ارقب شیئا فہو سبیل المیراث اور جبکہ رقبی صحیح نہوا تو اس طرح کا دینا عاریت ہوگا کذا فی الشمنی جواز عمری اور عدم جواز رقبی احمد بن حنبل رح وغیرہ کی اس حدیث سے ثابت ہے کہ جو شخص ہبہ کرے بطریق عمری تو اسکا مالک زندگی اور موت میں وہی شخص ہے جسکو عمر بھر کیواسطے دیا اور بطریق رقبے نہ دیا کہ جو شخص بطریق رقبے کے دے تو اس چیز کا طریقہ میراث کا طریقہ ہے یعنے رقبی دینے والے کی میراث ہے بعث الی امراتہ متاعا ہذا لہا الیہما وبعثت ہی لہ ایضا ہذا لہما عوضا للہبۃ صحت بالمعنی المار لا تفترقا بعد الزفاف وادعی الزوج انہ عاریۃ لا ہبۃ وحلف وارادالاسترداد وارادت ہی لا استرداد ادوارادت ہی الاسترداد ایضا یسترد کل منہما ما اعطی ادا کانت الہبۃ قائمۃ والا عوض زوج نے زوجہ کیطرف اسباب تحفہ بھیجا اور زوجہ نے بھی زوج کیواسطے تحفہ بھیجا ہبہ کے عوض خواہ اسنے عوض کی تصریح کی یا نکی پھر دونوں میں جدائی ہوگئی بعد زفاف کے اور زوج نے دعوی کیا کہ وہ اسباب عاریت تھا نہ ہبہ اور اسپر اسنے قسم کھائی اور اسباب کے پھیر لینے کا ارادہ کیا اور عورت نے بھی پھیر لینا چاہا تو دونوں میں سے ہر شخص نے جو دیا تھا سو پھیر لے اسواسطے کہ ہبہ نہیں سو بدلہ بھی نہیں لینے اسنے ہبہ کی جہت سے عوض دیا تھا جب ہبہ باطل ہوا تو عوض بھی باطل ہوگیا ولو استہلک احدہما ما بعثہ الاخر ضمنہ لانہ من استہلک العاریۃ ضمنہا خانیۃ اور اگر زوج یا زوجہ نے وہ اسباب تلف کردیا جو اسنے بھیجا تھا تو اسکا تاوان دیگا اسواسطے کہ جو عاریت کو تلف کرڈالے وہ اسکا ضمان دے کذا فی الخانیہ ہم استہلاک کی فیداسواسطے لگائی کہ اگر متاع خود تلف ہوجائیگی تو تاوان لازم نہوگا کذا فی الطحطاوی ہبۃ الدین ممن علیہ الدین وابراءہ عنہ یتم من غیر قبول اذا لم یوجب نفسا عقد صحیح او یسلمہ ہبہ کرنا دین کا اس شخص کو جسپر دین ہے اور دین کا معاف کردینا مدیون سے تمام ہوجاتا ہے بدون قبول کرنے مدیون کے بشرطیکہ عقد صرف اور عقد سلم کے فسخ ہوجانے کا موجب نہو ہم قبول کی اسواسطے حاجت نہیں کہ ہبہ دین اور ابرا بمعنے اسقاط ہے اور اسقاط میں قبول شرط نہیں اور اگر ابرا عقد سلم یا عقد صرف کے فسخ کا موجب ہوجاتا جیسے رب السلم نے ابرا کیا یا صرف کے متعاقدین میں سے ایک شخص نے ابرا کیا تو دوسرے کے قبول کرنے پر موقوف ہوگا یہ بسبب فوت ہونے اس قبض کے جو مستحق بالعقد ہے اور ایک عاقد کو فسخ میں اختیار نہیں لیکن یرتد بالرد فی المجلس وغیرہ لما فیہ من معنی الاسقاط وقیل یتقید بالمجلس کذا فی العنایۃ ہبہ اور ابرا تمام ہوتا ہے بلا قبول لیکن رد ہوجاتا ہے مجلس اور غیر مجلس میں رد کردینے سے اسواسطے کہ اسمیں معنے اسقاط ہے اور بعضوں نے کہا کہ رد کرنا مقید بہ مجلس ہے کذا فی العنایہ ہم معنی اسقاط تملیک ہے یعنے رد غیر مجلس اسواسطے صحیح ہوا کہ اسمیں معنی اسقاط ہے اسواسطے کہ تملیک محض کا رد مقید بہ مجلس ہے لکن فی الصیرفیۃ لو لم یقبل ولم یرد حتی افترقا بعد ایام ردت کما یرتد فی الصحیح لیکن صیرفیہ میں ہے کہ اگر مدیون ہبہ یا ابرا قبول نکرے اور نہ رد کرے یہاں تک کہ اس اور مدیون جدا ہوں پھر بعد چند روز کے مدیون رد کرے تو قول صحیح میں رد نہوگا صاحب عنایہ نے جو قول ثانی کی تضعیف کی ہے اسپر یہ استدراک ہے بعضوں نے اسکا یوں جواب دیا ہے کہ اگرچہ یہ قول صحیح ہے لیکن دوسرا قول اصح ہے تو دو قول صحیح ٹھہرے کذا فی الطحطاوی ولکن فی المجتبی الاصح ان الہبۃ تملیک

والابراء اسقاطًا لیکن مجتبیٰ میں ہی صحیح تر یہ قول ہی کہ ہبہ تو تملیک ہی اور ابرا اسقاط ہم یہ استدراک ہی فقہاء کے اس قول پر کہ ہبہ اور ابرا ایک وجہ سے اسقاط ہی اور ایک وجہ سے تملیک لیکن یہ استدراک قول مشہور کے مخالف ہی کذا فی الجلبی تملیک الدین ممن لیس علیہ الدین باطل الا فی ثلث حوالۃ ووصیۃ واذا سلط الموصیٰ لہ غیر المدیون علی قبضہ ای الدین فیصح حینئذٍ دین کا مالک کر دینا اس شخص کو جس پر دین نہیں ہی باطل ہی مگر تین صورتوں میں باطل نہیں حوالہ میں اور وصیت میں اور جبکہ مالک کر دینے والا غیر مدیون کو قبض دین پر مسلط کر دے تو اب تملیک صحیح ہوگی ہم جب قبض پر مسلط کیا تو وہ وکیل قابض ٹھہرا موکل کے واسطے پھر اسکے واسطے کذا فی الاشباہ حوالہ کی یہ صورت ہی کہ جب محال علیہ محیل کا مدیون ہوا اور وہ کسی شخص کو دین مذکور ادا دے تو دین منتقل ہوگا محیل کے ذمے سے محال علیہ کے ذمے پر اور وصیت کی یہ صورت ہی کہ ثلث مال کی وصیت کی اور ترکے میں دیون ہیں تو موصی الہ دیون سے بقدر وصیت کے مالک ہوگا یعنی مطالبہ کا مالک ہوگا کذا فی الطحطاوی ومنہ ما لو وھبت من ابنہا ما علی ابیہ فالمعتمد الصحۃ للتسلیط اور منجملہ تملیک غیر مدیون سے یہ صورت ہی کہ اگر عورت نے اپنے فرزند کو ہبہ کیا وہ دین جو اسکے باپ پر ہی تو معتمد صحت ہبہ ہی بسبب مسلط کرنے کے ہم یعنے تسلیط بنا بر عادت کے مراد ہی اور ظاہر کلام یہ ہی کہ تسلیط فرزند بالفعل شرط نہیں اور فتاوی قاضی خان میں ہی کہ صحیح قول یہ ہی کہ یہ صحیح نہیں مگر جبکہ عورت ہبہ کرے اور اپنے فرزند کو قبض پر مسلط کرے تو اب جائز ہی اور فرزند کی ملک بعد قبض کے ثابت ہوگی اور اسی طرح اشباہ میں ہی کذا فی الطحطاوی وینبغی علی ھذا الاصل لو قضی دین غیرہ علی ان یکون لہ یجوز ولو کان وکیلًا بالبیع فضولیین اور اس اصل پر جو متن میں مذکور ہی حکم متفرع ہوتا ہی کہ اگر غیر شخص کا دین ادا کرے اس شرط پر کہ دین اسکا ہو یعنی ادا کرنے والے کا تو جائز نہیں اگرچہ ادا کرنے والا بیع کا وکیل ہو کذا فی الفضولین ہم اپنے وکیل بیع موکل کو اپنے پاس سے ثمن ادا کرے تا کہ جو دین کہ مشتری کے ذمے پر ہی وکیل کا ہو تو صحیح نہیں ولیس منہ ما اذا اقر الدائن ان الدین لفلان ولان اسمہ فی کتاب الدین عاریۃ حیث صح اقرارہ لکونہ اخبارًا لا تملیکًا ظاہر مقرلہ قبضہ بزازیہ وتمامہ فی الاشباہ من احکام الدین اور تملیک غیر مدیون سے یہ صورت نہیں جبکہ دائن یہ اقرار کرے کہ دین فلانے شخص کا ہی اور اسکا نام یعنے میرا نام دین کے تمسک میں بطریق عاریت کے ہی کیونکہ اسکا اقرار صحیح ہی بسبب اسکے اخبار ہونے کے نہ تملیک ہونے کے تو مقرلہ کو دین کا قبض کرنا جائز ہی کذا فی البزازیہ اور اور ارباب اسکا اشباہ میں ہی دین کے احکام سے ہم تو اگلے دیون ہوگا تو بری الذمہ ہو جائیگا اور اسی طرح مقر کو دیگا کذا فی الخ وکذا لو قال الدین الذی لی علی فلان لفلان بزازیہ وغیرھا قلت وھو مشکل لانہ مع الاضافۃ الی نفسہ یکون تملیکًا و تملیک الدین ممن لیس علیہ باطل فتامل اور اسی طرح اقرار صحیح ہی اگر ایک شخص نے کہا کہ جو میرا دین فلانے پر ہی وہ فلانے شخص کا ہی کذا فی البزازیہ وغیرہا میں کہتا ہوں اور یہ تو مشکل ہی اسواسطے کہ اپنی ذات کی طرف نسبت کرنے سے تملیک ہوگی اور دین کی تملیک غیر مدیون کیواسطے باطل ہی تو اسکا تامل کرنا ہم جواب اشکال کا یوں ممکن ہی کہ مراد یہ ہی کہ میرا دین بحسب ظاہر فلانے پر ہی وہ نفس الامر میں فلانے شخص کا ہی تو کچھ اشکال نہیں کذا فی الجلبی وفی الاشباہ فی قاعدۃ تصرف الامام منزلًا تصرف القاضی بزازیہ اصطلحا ان یکتب اسم احدھما فی الدیوان فالعطاء لمن کتب اسمہ الخ اور اشباہ میں ہی تصرف امام کے قاعدے میں بزازیہ کی کتاب الصلح سے منقول کہ دو شخصوں نے اتفاق اور صلح کی اسپر کہ دونوں شخصوں میں سے ایک کا نام دفتر سلطانی میں لکھا جاوے تو عطا سلطانی اسی شخص کیواسطے ہوگی جسکا نام دفتر میں لکھا گیا الی آخرہ ہم مضمون عبارت بزازیہ یوں ہی جس شخص کی عطا دفتر میں ہی وہ دو فرزند چھوڑ کر مر گیا وہ دونوں نے اسپر اتفاق کیا کہ ایک کا نام دفتر میں لکھا جاوے اور وہی عطا لیا کرے اور دوسرے کو عطا میں کچھ نہیں اور جو عطا لے وہ دوسرے کو کچھ مال دے تو یہ صلح باطل ہی اور بدل صلح اور عطا اسکو واجب ہی جسکے واسطے امام یعنی سلطان نے عطا مقرر کی اسواسطے کہ استحقاق عطا سلطان کے اثبات سے ہی رضائے غیر کو اسمیں دخل نہیں کذا فی الطحطاوی والصدقۃ کالھبۃ بجامع التبرع اور صدقہ ہبہ کے مانند ہی بواسطہ اشتراک شرع کے یعنی جس طرح ہبہ عطائے غیر واجب ہی اسی طرح صدقہ ہی لہذا وہ دونوں احکام میں یکساں ہیں وحینئذٍ لا تصح غیر مفروضۃ کالھبۃ فی مشاع یقسم ولا فی الاسواق اور صدقہ میں یعنی جبکہ صدقہ ہبہ کے مانند ہو یعنی صدقہ بدون قبض کے صحیح نہیں یعنی تام نہیں اور نہ مشاع محتمل القسمۃ میں صحیح ہی ورجوع فیہا ولو علی غنی لان المقصود فیہا الثواب لا العوض اور صدقہ دیکر پھیر لینا جائز نہیں اگرچہ بالدار کو صدقہ دیا ہو اسواسطے کہ صدقہ میں مقصود ثواب ہی

نہ عوض لینا یعنی ہر خلاف ہبہ لہذا الیمین رجوع جائز ہے ولو اختلفا فقال الواھب ھبۃ وقال الاخر صدقۃ فالقول للواھب خانیۃ اور اگر دو شخصوں نے اختلاف کیا واہب نے کہا ہبہ ہے یعنی جو میں نے تجھکو دیا وہ ہبہ ہے تو مجھکو پھیر لینا جائز ہے اور دوسرے شخص نے کہا صدقہ ہے یعنے پھیر لینا جائز نہیں تو واہب ہی کا قول مقبول ہوگا کذا فی الخانیۃ

فائدہ جلیلہ سید حموی نے کہا کہ جان رکھو کہ تملیک یعنی ہبہ ہوتی ہے اور قبض کرنے سے تمام ہو جاتی ہے اور جو تک کہ تملیک قبض اور تسلیم سے خالی ہو تو اسمین علماء کا اختلاف ہے بعضوں نے کہا جائز ہے اور بعضوں کے نزدیک جائز نہیں بقیاس علی الہبۃ اور اکثر علماء اسپر ہین کہ تملیک جائز ہے دیان تسلیم کے اور تملیک غیر ہبہ ہے اسواسطے کہ تملیک اور ہبہ دونو ہین باعتبار نام کے بھی اور باعتبار حکم کے بھی نام کی مغائرت تو ظاہر ہے اور حکم کی مغائرت اسواسطے ہے اگر وارثون پر لگے بھلون کو ہبہ کرے تو جائز نہین اور اگر تملیک کا اقرار کرے تو جائز ہے تو ثابت ہوا کہ تملیک صحیح ہے بدقت تسلیم کے اور تملیک ہبہ کی غیر ہے اور اسی قول پر فتوی ہے اور اسی پر لوگون کا عمل ہے اور مقرکی موت بمنزلہ تسلیم کے ہے بالاتفاق چنانچہ مفتاح مین ہے اسنے کذا فی الطحطاوی

فروع مسائل ملحقہ شارح کے کتب قصۃ الی السلطان یسالہ تملیک ارض محدودۃ فامر السلطان بالتوقیع نکتب کاتبہ جعلتھا ملکا لہ ھل یحتاج الی القبول فی المجلس القیاس نعم لکن تعذر الوصول الیہ فالسؤال بالقصۃ مقام ایک شخص نے اپنا حال بادشاہ کو لکھا اُس سے تملیک ارض محدودہ کی طلب کی سو بادشاہ نے فرمان لکھدینے کا حکم کیا سو اُسکے منشی نے لکھدیا کہ اُس زمین کا مین نے اُسکو مالک کردیا تو اس تملیک مین قبول مجلس کی حاجت ہے یا نہین جواب اسکا یہ ہے کہ بقیاس یہ کہ قبول فی المجلس کی حاجت ہے لیکن ہر گاہ کہ پہونچنا ہر شخص کا بادشاہ تک متعذر ہے سوال بالقصہ حاضر ہونے کے قائم مقام کردیا گیا ہم وجہ قیاس یہ کہ تملیک محتاج ہے قبول فی المجلس کی بہتر یہ تھا کہ شارح مقام حضورہ کے مقام پر مقام قبولہ لکھتا کذا فی الطحطاوی اعطت رجلا مالا یسئوالہ لینوسع فظفر بہ بعض غرمائہ ان کانت وھبتہ او اقرضتہ لیس لھا ان تسترد من الغریم وان اعطیتہ لینصرف فیہ علی ملکھا فلھا ذلک لانہ زوجہ نے اپنے زوج کو مال دیا اُسکے سوال پر تاکہ زوج وسعت کرے معاش مین پھر اُس مال کو زوج کا بعض قرضخواہ پا گیا اگر زوجہ نے اسکو مال مذکور ہبہ کیا ہو یا اُسکو قرض دیا ہو تو زوجہ کو قرض خواہ سے پھیر لینا جائز نہین اور اگر اُسنے دیا ہو تاکہ زوج اُسمین تصرف کرے زوجہ کے مالک ہونے پر تو عورت کو زوج کے قرضخواہ سے پھیر لینا جائز ہے نہ زوج کو دفع لابنہ مالا لینتجر ففعل وکثر ذلک فمات الاب ان اعطاہ ھبۃ فالکل لہ والا فمیراث وتمامہ فی جواھر الفتاوی ایک شخص نے اپنے فرزند کو مال دیا کہ وہ اُسمین تصرف کرے سو اُسنے تصرف کرے سوائے طریق تجارت کے کیا اور مال زیادہ ہو گیا پھر باپ مر گیا اگر باپ نے اُسکو مال ہبہ کیا ہو تو تمام مال فرزند کا ہے اور نہین تو میراث ہے لینے وہ مال سب ارثون مین قسمت ہوگا اور یوہ ابیان اسکا جواہر الفتاوی مین ہے لعبت الیہ بیدیہ فی اناء ھل یباح اکلھا فیہ ان کان تزیدا ومخوہ مما لو حملہ الی اناء اخر ھبت لذتہ یباح والا فان کان بینھما انبساط یباح ایضا والا فلا ایک شخص نے مدسر کو کھانا تحفہ بھیجا برتن مین کیا اسکا کھانا لینا برتن مین مباح ہے یا نہین جواب یہ ہے کہ اگر کھانا ثرید ہو لینے روٹی شوربے مین بھیگی ہوئی مانند اسکے اس قسم کا کھانا کہ اگر اسکو دوسرے برتن مین کیجئے تو لذت اسکی جاتی رہے تو اُسمین کھالینا جائز ہے اور اگر دوسرے برتن مین کرنے سے لذت نہ جاتی ہو تو اگر دونون شخصون مین سے تکلفی ہو تو بھی اُسمین کھانا مباح ہے اور نہین تو مباح نہین ہم فتاوی عالمگیری مین ہے کہ جب تحفہ بھیجا برتن مین اور پھیر دینا ظرف کا رواج اور عادت ہو چنانچہ پیالی اور تھیلی وغیرہ ذلک تو وہ شخص اُسکا مالک ہوگا اور اگر عادت ظرف پھیر دینے کی نہو جیسے ڈالیان پھلون کی تو ظرف بھی تحفہ ہے اور اُسکا پھیر دینا لازم نہین پھر جب تحفہ نہ ٹھہریگا تو امانت ہوگا دعا قوما الی طعام وفرقھم علی اخوتہ لیس لاھل خوان مناولۃ اھل خوان اخر ولا اعطاء سائل وخادم وفقیر لغیر رب المنزل وکالکلب ولو لرب البیت الا ان یناولہ الخبز المحترق للاذن عادۃ وتمامہ فی المجوھرۃ ایک شخص نے ایک قوم کے کھانے کی دعوت کی اور لوگون کو جدا جدا خوانون پر بٹھا دیا تو ایک خوان والے کو دوسرے خوان والے کو کچھ اپنے پاس سے کھانا دینا جائز ہے اور نہ سائل اور خادم اور غیر صاحب خانہ کی بلی کو دینا جائز ہے اور نہ کتے کو دینا جائز ہے اگرچہ صاحب خانہ کا کتا ہو مگر یہ کہ اُسکو جلی روٹی دے تو جائز ہے کیونکہ عادت مین اسکا اذن ثابت ہے اور یوہ ابیان اسکا جوہرہ مین ہے ہم فقیہ نے کہا کہ قیاس تو یہی ہے اور استحسان مین یہ ہے کہ جو شخص اس ضیافت مین ہو اُسکا دینا جائز ہے اور اسی قول کو ہم لیتے ہین چنانچہ عالمگیری مین ہے خادم سے مراد وہ خادم ہے

جو دستار خوان پر کھڑا ہو کذا فی الجوہرہ تو معلوم ہوا کہ صاحب خانہ کا خادم مراد ہے پھر جب اسکو دینا درست نہوا تو اور خادم کو بطریق اولے دینا جائز نہوگا جوہرہ میں ہے کہ ایک نے دوسرے کو خط لکھا اور اسمیں یہ لکھا کہ اسکی پشت پر جواب لکھے تو مکتوب الیہ کو اس خط کا بیچنا دینا لازم ہوگا اور اسکو اسمیں تصرف کرنا درست نہوگا اور اگر جواب پشت خط پر طلب نہیں کیا تو مکتوب الیہ خط کا مالک ہوگا کذا فی الطحطاوی وفی الاشباہ لا اجیر علی الصلاۃ اور اشباہ میں ہے کہ اجیر نہیں صلوٰۃ پر ہم صلات جمع ہے صلۃ کی اور صلہ عبارت ہے ادائے مال سے بلا مقابلہ عوض مال کے چنانچہ زکوٰۃ اور نذر اور کفارہ کذا فی الطحطاوی عن البحر الا فی اربع شفعۃ ونفقۃ زوجتہ ومعتق مؤصی بہا ومال وقف صلوٰۃ پر زبردستی نہیں مگر چار صلوٰۃ پر زبردستی ہے شفعہ میں اور زوجہ کے نفقہ میں اور اس چیز میں جسکی وصیت کیگئی اور وقف کے مال میں ہم تو شتری پر تسلیم عقار واجب ہے شفیع کو باوجودیکہ شفعہ صلہ شرعی ہے ولہذا اگر شفیع مرجائے تو شفعہ باطل ہوجاتا ہے اور نفقہ زوجہ اگرچہ صلہ ہے ایک اور سے لیکن دوسری راہ سے عوض ہے کیونکہ وہ احتباس کا بدلا ہے اور اسی طرح ناظر پر تسلیم مال واقف واجب ہے اگرچہ وہ صلہ محض ہے اگر بمقابلہ عمل کے نہو اور باقی تین صورت نفقہ اقارب کی ہے اور چوتھی صورت اولاے دیت ہے عاقلہ پر کیونکہ ایجاب عاقلہ پر بطریق صلہ کے ہے کذا فی الطحطاوی وقد عرفت ابیات الوہبانیۃ علی وفق ما فی شرحہا للشرنبلالی نقلت

شعر وَاهِبُ دَيْنٍ لَيْسَ بِرْجِعْ مُطْلَقًا ✦ وَابْرَاءُ ذِي نِصْفٍ يَصِحُّ لَا تَقِرْ

اور دین کا ہبہ کرنے والا رجوع نہیں کرتا ہر طرح لینے خواہ مدیون قبول کرے یا نہ قبول کرے اور نصف دین والے کا ابرا کرنا صحیح ہے اور یہی قول مختار اور محض ہے ہم ابرا نصف دین کی یہ صورت ہے کہ دو شخصوں کا دین مشترک ہو ایک شخص پر پھر ایک شخص دین معاف کردے تو اگر دایں بوں کہ میں نے اپنا حصہ معاف کردیا تو بالاتفاق صحیح ہے اور اگر یوں کہا بلا اضافت کہ میں نے نصف دین معاف کردیا تو ظاہر الروایۃ یہ ہے کہ پہلی صورت کی طرح اسکا تمام حصہ معاف ہوگا اور بعضوں نے کہا النصف یعنی چارم دین معاف ہوگا کذا فی الطحطاوی

شعر عَلَى حَجِّهَا او تَرْكِهِ ظُلْمَهُ لَهَا ✦ اِذَا وَهَبَتْ مَهْرًا وَلَمْ يُوفِ يَخْسَرِ ✦

جبکہ عورت نے اپنے زوج کو مہر ہبہ کیا اپنے حج کروانے پر یا زوج کے ظلم نکرنے پر اور زوج نے شرط مذکور پوری نہ کی تو زوج کو نقصان ہوگا ہم صورت اسکی یہ ہے کہ بشرط حج کروانے عورت کے یا ترک ظلم کے عورت نے مہر اپنا معاف کیا اور زوج نے قبول کیا پھر نہ اسکو حج کیگیا نہ ظلم کرنا چھوڑا تو مہر بحال سابق باقی رہیگا اسواسطے کہ عورت ترک مہر پر راضی تھی مگر شرط مذکور سے پھر جب شرط فوت ہوئی تو رضامندی فوت ہوگئی یہی قول منتقی یہ ہے ہاں اگر زوج تادیب مستحق پر زوجہ کو مارے گا تو البتہ مہر معاف ہوجائیگا اسواسطے کہ جو حق زوج ہے وہ ظلم نہیں کذا فی شرح الوہبانیہ لبعد البر

شعر مُعَلِّقُ تَطْلِيقٍ بِاِبْرَاءِ مَهْرِهَا ✦ وَاِنْكَاحِ اُخْرٰى لَا يَرِدُّ فَيَظْفَرِ ✦

طلاق کا معلق کرنے والا عورت کا ابرا مہر اور دوسری عورت کے نکاح کرنے پر اگر ابرا کو رد کردے تو طلاق بائن ہوگا یعنے طلاق نہ واقع ہوگی ہم صورت اسکی یہ ہے کہ زوج نے زوجہ سے کہا کہ جب میں تیرے اوپر دوسری عورت کا نکاح کروں اور تو اپنا مہر مجھکو معاف کردے تو تو طلاق ہے پھر جب زوجہ نے مہر سے ابرا کیا تو زوج نے ابرا قبول نکیا تو طلاق نہ واقع ہوگی یہ مسئلہ وہبانیہ میں نہیں بلکہ شرنبلالی نے اسکو نظم کیا ہے

شعر وَاِنْ قَبَضَ الْاِنْسَانُ مَالَ مَبِيعِهِ ✦ فَاَبْرَاَ ثُمَّ خُذْ مِنْهُ كَالدَّيْنِ اظْهَرِ ✦

اور اگر آدمی نے اپنے مبیع کا مال لینے ثمن اسکا لیا پھر ثمن اسکا معاف کردیا یا ثمن مذکور اس سے پھیر لیا جائیگا مانند دین کے یہ قول ظاہر تر ہے ہم ابرا ثمن کی یہ صورت ہے کہ کوئی چیز بیچی اور مشتری سے اسکا ثمن قبض کیا پھر بائع نے مشتری کو ثمن معاف کردیا بعض قبض کے تو ابرا صحیح ہے اور مشتری نے جو ثمن دیا تھا اسکو بائع سے پھیر لے گا اسی طرح اگر دائن بعد قبض دین مدیون کو دین معاف کردے تو مدیون اس سے دین پھر لیگا

شعر وَمِنْ دُفِنَ الْمَرْهُوْنِ فِي الْبِنَاءِ صَحِّحَهْ ✦ وَعِنْدِيْ فِيْهِ وَقْفَةٌ فَتَحَرَّ ✦

اور زمین کے سوا منقولہ عمارت میں ہبہ کرنا صحیح ہے اور میرے نزدیک اسمیں توقف اور تامل ہے تو اسکی تحریر اور تحقیق کرنا چاہیئے

قُلْتُ وَجْهُ التَّوَقُّفِ يَعْلَمُ بِمَا فِي كِتَابِ الرَّهْنِ بِاَنَّ رَهْنَ الْبِنَاءِ دُوْنَ الْاَرْضِ وَعَكْسُهُ لَا يَصِحُّ لِاَنَّهُ كَالشَّائِعِ فَاَمْسِلْهُ میں کہتا ہوں اور میرے توقف کی وجہ مسئلہ مذکورہ میں تصریح کرنا فقہا کا ہے کتاب الرہن میں اس مسئلے کا کہ رہن رکھنا عمارت کا بدون زمین کے اور زمین کا رہن رکھنا بدون عمارت کے صحیح نہیں اسواسطے کہ یہ شائع کے مانند ہے تو اسمیں تامل کرہم اصل توقف علامہ

عبدالبر شارح وہبانیہ سے ہی شارح مذکور نے کہا کہ مسئلہ ہبہ عمارت بلا ارض وغیرہ اور تتمہ سے منقول ہی اور دلیل مسئلے کی تتمہ میں یوں مذکور ہی کہ مشتری جب کہے کہ میں نے تم میں مول لی ہی اور بائع نے مجھکو عمارت اسکی ہبہ کی ہی اور شفیع کہے بلکہ تو نے زمین اور عمارت دونوں مول لیں ہیں تو مشتری کا قول مقبول ہوگا پھر شارح نے کہا کہ میرے نزدیک استدلال میں نظر ہی اسواسطے کہ یہاں کی بحث تقدم ملک ارض سے حاصل ہوئی ہی اور لائق یہ ہی کہ ہبہ عمارت کا بدون ارض صحیح نہوا اسواسطے کہ قبض شرط ہی ہبہ میں اور یہ بمنزلہ مشاع کے ہی بتصریح مسئلہ کتاب الرہن کہ رہن عمارت بلا ارض و بالعکس صحیح نہیں کیونکہ بمنزلہ مشاع کے ہوتے اور کافی میں ہی کہ اگر غلہ مزروع ہبہ کیا زمین میں اور پھل درخت پر اور زیور تلوار میں اور عمارت گھر میں اور میں بھرا اناج ڈھیر سے اور موہوب لہ کو کھیت کاٹنے اور پھل توڑنے اور زیور اکھیڑنے اور عمارت ڈھانے اور اناج تول لینے کا امر کیا اور موہوب لہ نے امر کے موافق عمل کیا تو ہبہ صحیح ہوگا استحسان کی وجہ سے گویا اسنے علحدہ کر لینے بعد ہبہ کیا اور اگر واہب قبض کا اذن نہ دے اور موہوب لہ ولیا کرے تو واہب پر لازم ہوگا انتہے تو مدار تحقیق اس تفصیل پر ٹھہرا اور کافی کا کلام فیصلہ توقف میں کافی ہوگیا یعنے صحت ہبہ عمارت بلا ارض اس صورت میں ہی جبکہ واہب نے عمارت ڈھانے اور قبض کرنے کا امر کیا اور موہوب لہ نے اسپر عمل کیا کذا فی الطحطاوی وَاَشَرْتُ بِاَظْهَرَ لِمَا فِي الْعِمَادِيَّةِ عَنْ خُوَاهَرْزَادَهْ اَنَّهُ لَا يَرْجِعُ وَاخْتَارَهُ بَعْضُ الْمَشَايِخِ اور اشارہ کیا میں نے بلفظ اظہر جو تھی بیت میں اس قول ضعیف کی طرف جو عمادیہ میں ہی خواہرزادہ سے کہ بعض قبض ثمن مشتری بائع سے ثمن نہ پھیرے اور بعض مشائخ نے اس قول کو پسند کیا ہی وبیظفرای بنکاح ضَرَّتِهَا لَهُ بِرَدِّهِ لِلْاِبْرَاءِ اَبْطَلَهُ فَلَهُ حِنْثُ فَلْيُحْفَظْ اور بلفظ یظفر اشارہ کیا تیسری بیت میں یعنے زوجہ کی سوت کے ساتھ نکاح کرلے پھر زوج ظفریاب ہوا اسواسطے کہ ابرا کے رد کرنے سے اُسنے تعلیق طلاق کو باطل کر دیا تو قسم نہ ٹوٹی سو اسکو یاد رکھنا چاہیئے

خاتمہ تاتارخانیہ میں ہی طحاوی نے کہا کہ اگر تحفہ اور ہدیہ ایسا ہو کہ تسمت کا محتمل نہو جیسا کہ کپڑا یا اس قسم سے ہو کہ فی الحال ماکول نہو جیسا کہ گوشت اور مانند اسکے تو اپنے ہمنشینوں اور ساتھیوں کو اسمیں سے کچھ نہ دے اور اگر فی الحال کھانے کے لائق ہو تو صحبت والوں کو اسمیں سے کچھ دے اور باقی اپنے اہل و عیال کیواسطے رکھے سراج وہاج میں ہی ایک مرد مر گیا سو دوسرے شخص نے اسکے فرزند کو کپڑا بھیجا اسکے کفن کیواسطے تو اس کپڑے کا فرزند کیا مالک ہوگا کہ اور کپڑے سے کفن اسکا کرے اور وہ کپڑا اسکے واسطے رکھ چھوڑے یا مالک نہیں جواب یہ ہی کہ اگر میت بزرگ شخص ہو جسکی تکفین سے برکت لینا منظور ہو بسبب اسکے علم یا پرہیزگاری کے تو فرزند اسکا مالک نہیں اور اگر دوسرا کفن دیگا تو کپڑے کا پھیر دینا اسپر واجب ہوگا اور اگر ایسا نہیں تو فرزند کو جائز ہی کہ کپڑے کو جہاں چاہے صرف کرے کذا فی الطحطاوی

واللہ سبحانہ اعلم واستغفر اللہ الحکیم الکریم وصلے اللہ علی سیدنا ومولانا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین ۵

خاتمۃ الطبع

الحمد للہ علے احسانہ کہ جلد تیسری غایۃ الاوطار ترجمہ اردو درمختار مطبع نامی صاحب افاضت و ستور جناب منشی نولکشور دام اقبالہ واقع لکھنؤ شہر صفر ۱۳۰۴ھ ہجری مطابق ماہ نومبر ۱۸۸۶ء میں چھپکر طیار ہوئی

Post Graduate Library
College of Arts & Commerce, O. U.